بَسْمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ۵

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۵

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَ الْعَارِفِیْنَ بِتَشْرِیْفِ الْعِرْفَانِ وَ الْاِیْقَانِ ۵ وَ تَعَرَّفَ الْمُوَحِّدِیْنَ بِاَنْ لَّا مَجْوُدَ غَیْرُہٗ فِیْ عَالَمِ الْغَیْبِ وَالْاِمْکَانِ ۵ وَ اَیَّدَھُمْ بِاَشْرَفِ حِکَایَاتِ الصَّالِحِیْنَ مَنَ الْبَیَانِ ۵ وَشَیَّدَ بَصَائِرَھُمْ بِا التَّجَلِّیَاتِ مِنَ الْکَشْفِ وَالْعَیَانِ۵ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی مَنْ وَضَعَ دُرَرَالتَّصَوُّفِ عَلٰی اَطْبَاقِ قُلُوْبُ الْاِنْسَانِ۵ وَلَمَعَ جَوَاھَرُالتَّعَرُّفِ فِیِ اَخْلَاقِ اَھْلِ الْاِحْسَانِ۵ وَ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ بِبَذْلِ الْکَسْلَانِ مِنَ الْاَقْرَانِ۵

حمد ونعت کے بعد احقر الانام امیدوار قبول کنندۂ بے نیاز نظام حاجی غریب یمنی ثبتہ اللہ اس کو عمل اور قول واعتقاد میں صدق وراستی کی راہ پر ثابت قدم رکھے عرض پرداز ہے کہ آغاز جوانی اور شباب زندگانی کے عہد میں جو وقت غرور اور زمانہ شرور کا ہے اور خواہش نفسانی خودرائی کا غلبہ وساوس وخیالات شیطانی کا ہجوم ہوتا ہے ناگاہ ہدایت ازلی اور عنایت لم یزلی کے رہبر نے بموجب آیہ کریمہ

اَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ [1] بیشک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی محبت کے حصول کا شوق، اصحاب خانقاہ کی معرفت اور ارباب انتباہ کی ملازمت کی طلب کا داعیہ اور دریافتِ ادب کی خواہش اس فقیر وحقیر کے دل میں پیدا فرمادی اور جیسا کہ اس آیہ کریم میں فرمایا گیا ہے کہ:-

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْآ اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّةً [2]

تحقیق کہ جب بادشاہ کسی قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو ویران کردیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل اور خوار کردیتے ہیں۔

جب سلطانِ محبت حقیقی اور جہانبان دوستی وتحقیقی میرے سریر دل پر متمکن ہوا تو تمام باطل آرزوؤں اور ذلیل وزلوں امیدوں کو میرے صحیفۂ دل اور میرے خطۂ آب وگل سے مٹا دیا، اور ملہم غیبی اور فیاض اسرار لاریبی اس ضعیف ونحیف

۱؎ پ ۳ آلعمران ۷۳ ۲؎ پ ۱۹ النمل ۳٤

کے دل پر اپنے قلم ارشاد سے اعتقاد کے حروف لکھتی رہی اور جذبہ کی نسیم روضۂ قُدس سے چلتی رہی۔ یہاں تک کہ اس سعادت عظمیٰ کے حصول اور اس بلند درجہ پر رسائی حاصل ہوئی جو تمام پاکیزہ بندوں کا منتہائے مقصود اور اولیائے کرام کی غایت آرزو ہے اور کسی کامل مکمل کے تصرفات کی سپردگی میں دیئے بغیر اور ایسے عالم عامل کی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں جس کے بارے میں کہا گیا ہے۔

مظہر حق ومظہر تحقیق	مظہر حق ہے مظہر تحقیق
برخلائق دلش رحیم و شفیق	خلق پر اس کا دل رحیم و شفیق
ہر کہ با او نشست شاہی شد	پاس بیٹھا جو اُس کے شاہ ہوا
وانکہ آمد بدست ماہی شد	رکھدیا ہاتھ جس پہ ماہ ہوا

چنانچہ اس نور ازلی کی رہنمائی میں جس کے بارے میں ارشاد ہے **یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ** (اللہ تعالیٰ اپنے نور سے اس کی رہنمائی فرماتا ہے جس کی رہنمائی وہ چاہتا ہے) بتاریخ ۵۰۷ء یمن کے بزرگ آباد یمین سے اس بقعۂ مبارک کہ (اللہ تعالیٰ اس کو زمانہ کی تمام آفات سے محفوظ رکھے) اور آستانِ عالی میں میں نے اپنا سرِ ارادت خم کیا جہاں سیّاحِ صحرائے طریقت، شناور دریائے حقیقت، غوّاص بحرِ حقائق الٰہی، خواص سلطان کبھی ختم نہ ہونے والی باریکیوں پر کامل اختیار رکھنے والی خاص ذات ہے جو ارباب شہود وعرفان کے جمع ہونے کی جگہ ہے، جن کی جانب اصحاب ذوق ووجدان رجوع کرتے ہیں جو مسندِ فتوت وجواں مردی کے صدر نشین ہیں اور صدر بارگاہ ہیں، کرامتُ ولایت کے اُس اُمت کے پیشوا ہیں جس کے بارے میں **کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ** فرمایا گیا (تم وہ بہترین اُمت ہو جو لائی گئی ہے) یعنی اُمّتِ مسلمہ کے مقتداء تمام لوگوں کو پناہ گاہ، بیمار دلوں کی شفا، صفاتِ رّبانی کے مظہر الطاف سبحانی کے درود ونزول کی جگہ محققین کی آنکھوں کی پتلی، انبیاء ومرسلین کے علوم کے وارث، میرے سردار، میرا سہارا اور میری تکیہ گاہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرا وسیلہ، عرش سے نازل ہونے والی برکات کی منزل (اللہ تعالیٰ اس ذات کو ہمیشہ بزرگ مرتبت (عرش مجید) اور ستودہ جائے قرار بنائے رکھے)۔ نیک اور پاکیزہ قطبوں کے قطب اوتاد کے پیشوا، محرابِ انور کی شمع، اسرار کے خزانوں کی کلید، قطع تعلقات کے کے چمنستان کے سیمرغ، عقائق کی فضا میں پرواز کرنے والے شہباز، علوم وشرف کے سمندروں کے درِّ شاہوار (**مَنْ عَرَفَ نَفْسِہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ**) جس نے اپنے نفس کو پہچانا، خود شناسی اور خدا شناسی کے خزانے کے نگہبان، جس کی ذات وہ ذات ہے کہ بلبلان ارواح نے قفس ہائے اجسام میں اس کے گالِ جمال کو دیکھ کر ترنم سرائی کی اور جس کے کمال کی شعاعوں سے کائنات کی عمارت کا صحن جگمگا اُٹھا اور وہ کہ اس کے مانند دریائے وجود کی سیپ میں سے اس

ے پ ۱۸ سورئہ نور ۳۵ ے پ ۴ سورہ آل عمران ۱۱۰

جیسا کوئی موتی اعیانِ ثابتہ کی کان سے نکال کر عالمِ شہود کے طباقوں میں نہیں سجایا گیا۔

قطعہ

آنکہ ز اشرف زمان درجہاں — ہیں جو اشرفِ زمان سے خلق میں
مطلعِ انوار قادم اشرف است — مطلع نور قدم اشرف ہیں وہ
ذات شریفش کہ تعریف خویش — زاتِ والا کی کروں تعریف کیا
از ہمہ عرفائے زمن اعرف است — ہر ولی معروف ہے اعرف ہیں رہ

یعنی مخلوق کے پیشوا، شیخ اسلام، اوضاع شریعت کے نگہبان، انواع طریقت کے جامع، جلال الٰہی کے خیموں میں قیام فرمانے والے۔ ''جمالِ الٰہی کے تجلیات کی منزل''۔

مثنوی

در ولایت بمسند شاہی — ہے ولایت کی مسند شاہی
برنشستہ زروئے آگاہی — اُن سے روشن زروئے آگاہی
نہ ذروئے خسے دلش رنجہ — نہ کسی خس سے دل کو کھٹکا ہے
نہ زقولِ کسے قوی پنجہ — نہ کسی قول کا بھروسا ہے
کیف حالش بصبر ایوبی — کیف حال اُن کا صبر میں ایوب
سخت راشست زشت راخوبی — سخت کو نرم زشت کو ہیں خوب
نہ کسی راگرفت بر کارش — نہ ہے کاموں میں اُن کی جائے سخن
نہ شکن درفنون گفتارش — نہ ہے باتوں میں اُن کی کوئی شکن
گشت یار از کتاب واز سنت — حسبِ قرآن و از رہِ سنت
طالبان رابعیٔ بے منت — طالبوں کے ہیں یار بے منت
وقتش آں برسر زبان راند — ہر گھڑی ہے زبان پر جاری
کہ خدا خواہد و خدا داند — حکم خالق مشیتِ باری
بر تو ہر مشکلے کہ گیرد عقد — تجھ پہ مشکل پڑے جو لاینحل
کندش بر تو کشف دردمِ نقد — کشف سے دم میں اُسکو کردیں حل
روح بر عرش و جسم درزندان — روح عرشی ہے جسم ہے زنداں
چہرہ اوکشادہ لب خندان — چہرہ ان کا شگفتہ لب خنداں
شہرہ در شہرہا بپاک روی — شہرہ خلق اُن کی پاک روی
بازوئی او بشرع و عقل قوی — بازدان کے ہیں عقل و دین سے قوی

تارکِ مملکت و جہانبانی
صاحب شوکت وخدادانی
درسلوک از مراتب اونیٰ
قاب قوسین یافت او ادنیٰ
کرد آفاق پُر زلمعتہ نور
حاضر دغائبش ز نور حضور
در ضمیرش کہ ذات مشہوداست
ہر چہ معدوم بود موجوداست
ازکمال متابع نبویؐ
مظہرِ ورادتِ مصطفویؐ
درخیاش کہ کعبئہ علیاست
ہمہ راسر بآستانِ صفاست

تارکِ ملک ہیں جہانبان ہیں
صاحبِ جاہ ہیں خدا و ان ہیں
درجہ اُن کا سلوک میں ادنیٰ
قاب قوسین بلکہ او ادنیٰ
سارے عالم کو کر دیا پرُ نور
دونوں حاضر ہیں غیب ہو کہ حضور
آپ کا دل ہے جلوۂ مشہود
ہے جو معدوم اُسمیں ہے موجود
مظہر فیض طلاعتِ نبوی
مصدر وارادتِ مصطفویؐ
سِر عالم کو صورت کعبہ
آپ کا در ہے آستانِ صفا

اور یہ تمام خوبیاں اور کمالات رکھنے ذات یعنی سید نا ومولانا، ہمارے دلوں کی شفا ؤصحت اور ہمارے دلوں کا درمان کرنے والے، اولیائے عظام کے پیشوا اور کثیر التعداد صاحبان صفا کے متقداء حضرت قدوۃ الکبرا امیر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمتہ اللہ علیہ (اللہ تعالیٰ تمام خوااستگاروں اور ہدایت کے طلب گاروں کوان کی ذاتِ شریفہ اور صفاتِ پسندیدہ سے قیامت تک متمتع فرمائے) کے آستانہء عالیہ پر میں نے جبین نیاز رکھی اور ایک طویل عرصہ یعنی تقریباً تیس سال تک اس مضبوط راستہ اور سراطِ مستقیم پر ان کی حضوری میں گامزن رہا اور آپ کیا آستانہء ارادت کا اعتکاف کرنے والوں میں سے ایک میں بھی تھا اور آپ کی بارگاہِ عنایت کے زمرۂ ملازمین میں شامل اور آپ کے سگانِ درگاہ کا ہم کاسہ بنا رہا اور اس خدمت سعادت سے خوشہ چینی کا شرف حاصل کرتا رہا چونکہ سلسلے کا سلوک اور تبیت وتصفیہ کا طریقہ وجہ خاص پر مقرر تھا اس لئے اس کے بعد بقدر قابلیت واستعداد کے بہت جلد معارف تازہ وعوارف بے اندازہ حاصل کرلیا اور ولایت و عنایت کے آثار وانوار بے حدو بے حساب دیکھ لیا حالت یہ تھی کہ آپ کے آفتاب ہدایت کی تاثیر صحبت سے دل کو ارتباط اور سینہ کو خوشی حاصل ہوتی تھی اور باطن میں جذبات الٰہی کے آثار مشاہدہ کرتا تھا۔ جسقدر دل میں جذب الٰہی تھا اس کے موافق صوری ومعنوی تعلقات سے علیٰحدہ رہتا تھا آپ کی جبین پر انوار کا نظارہ ہروقت مدارج قریب میں ترقی کا باعث ہوتا تھا اور ہروقت معارج حضور کو عبور کرتا تھا۔

مثنوی

درخشان گوھر ازبحر الٰہی	درافشاں گوھر بحر الٰہی
بر آمد ازلب دریائے شاہی	ہوا پیدا لب دریائے شاہی
زنور ادگرفتہ ذرہ خورشید	ہے اس کے نور کا اک ذرہ خورشید
زملکش زندگی از بہرِ جمشید	اسی کے ملک سے زندہ ہے جمشید
سراسر عالم ازنورِ ولایت	زمانے میں جو روشن ہے ولایت
منور کرد از لطف و عنایت	یہ اس کا فضل ہے اس کی عنایت
چہ گویم وصف از کشف و کرامات	کرامت کی کروں اُسکی صفت کیا
کہ آمد حل مشکل در مقامات	جو ہو مشکل کشا ہر وقت و ہر جا
ہمہ راہ اکابر راچو صعلوک	بڑوں کی راہ کو درلیش صورت
باقدام تعشق کردہ مسلوک	کیا طے آپ نے با جوش الفت
حقائق رابسے اظہار کردہ	حقائق کا کیا اظہار یکسر
دقائق ہم مرا ایثار کردہ	دقائق کو کیا ایثار مجھ پر
عوارف ازمعارف ہر چہ بودہ	علومِ معرفت جس قدر پائے
ہمہ اصحاب اظاہر نمودہ	تمام اصحاب کو شہ نے سکھائے
چو اودیگر بحجلہ درِکشیدہ	سوا اُن کے گیا جو سوئے حجلہ
عروس معنوی را روندیدہ	عروس معنوی کا منہ نہ دیکھا
درخشان گوہراز دریائے توحید	درخشان گوہر دریائے توحید
درافشان جوہراز خضرائے تفرید	درافشان جوہر خضرائے تفرید
دُر لا لائے دریائے حقائق	حقائق بحسروہ تابندہ گوہر
خورِ والائے خضرائے وقائیق	وقائق دھر وہ مہرِ منور
وجودش نقطۂ پر کار مقصود	سراپا نقطۂ پر کار مقصود
نمودش زبدۂ اسرار معبود	سراسر زبدۂ اسرار معبود
نمایان در مقید نور مطلق	جہان قید میں وہ نور مطلق
چو در آئینہ صافی وجہ الحق	ہو جیسے رخُ سے آئینے میں رونق

مدام از مشرب عرفان کشیدہ — شراب مشرب عرفاں سے مخمور
کلام از مذہب و جدان شنیدہ — کلام مذہب وجداں سے مسرور
دریدہ پردۂ زنگار گون را — الٹ کر پردۂ زنگار اس نے
بدیدہ روئے بیچون و چگون را — کیا محبوب کا دیدار اس نے
رحیق ازساغر اسرار خوردہ — ہیں مست ایسے مئے اسرار سے وہ
سبق از مردم ابرار بردہ — کہ سبقت لے گئے ابرار سے وہ
گرفت از پر توِ نور الٰہی — حصول کشف ہے نور خدا سے
زنورش کشف ازمہ تا بماہی — زمانے کو فقط اُس کی ضیاسے
برفرعونیانی سامری سحر — شریروں کے لئے سحر اُن کا جلوا
یدبیضا نمودہ اندرین دہر — زمانے کو دیکھایا دستِ بیضا
بعلم و کشف مفرق راے کامل — ممیز علم و کشف اُس کی نظر سے
چو نور صبح بین حق و باطل — جدا جیسے حق و باطل سحر سے
درین دکان خوش ضراب طناز — عجب دکان میں ضراب آیا
باسم اشرفی زد سکئہ راز — بنام اشرفی سکہ چلایا
کہ آن سکہ روان است ازکرامت — روان وہ سکئہ کشف و کرامت
دریں بازار تا یومِ قیامت — ہے بازار جہاں میں تا قیامت
ہمہ اصحاب را بہ زین شنگرفی — خوشا اصحاب کی یہ پاک ظرفی
چہ می باید کہ می خوانند اشرفی — کہ کہتے اشرفی کو ہیں اشرفی

اس زمانے میں جبکہ مجھے یہ دولتِ عظیم حاصل تھی ملہم غیب نے میرے دل میں یہ القا فرمایا کہ میں حضور کے بعض الفاظ متبرکہ اور معارف وطریقت کے چند وظائف غریبہ کو بطریق کوائف احوال اور کرامات عجیبہ اوران معارف کو جو زمانہ کے مشائخ حضرات اورا کابر زمانہ سے میں نے حضر وسفر میں حاصل کیے ہیں، معرض بیان میں لاؤں اوران کرامات وخوارق کا بھی ذکر کروں جو بعض بدعقیدہ لوگوں، گمراہوں اوراس زمانہ کے حاسدوں کے رُوبرو حضور والا سے صادر ہوئے ہیں خصوصیت کے ساتھ ان واقعات اوران حقائق کا اظہار کروں جو حضرت شیخ حاجی چراغ اور حضرت قدوۃ الکبرا کے مابین پیش آئے اس لیے اور بھی کہ ان واقعات کو تحریر کرنے کے لئے حضرت والاہی نے ارشاد فرمایا تھا۔ (واقعات شیخ حاجی چراغ کے تحریر کرنے کے بارے میں اشارہ فرمایا تھا)

اگرچہ حضرت کے خوارق وعادات جو کچھ میں پیش کررہاہوں وہ بے شماراور بے تعداد خوارق میں سے صرف

چند ہیں کہ تمام خوارق کا شمار و بیان ناممکن ہے ان میں سے جو ضبط تحریر میں آسکتے تھے اور فکر را تھے قید کتابت میں لایا (تحریر کیا) اور حضرت مخدومی کی خدمت میں پیش کیے اور سمع ہمایوں تک ان کو پہنچایا۔ بلکہ بعض مقامات پر تو حضرت کے بعینہٖ الفاظ اور اقوال صریحہ کو بیان کیا ہے بعض ان واقعات کو جو حضرت کے وصال کے زمانے میں پیش آئے اور وہ تقاریر و کلمات قدسیہ جو کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے خلافت وسجادہ نشینی حضرت قدوۂ ابرار زبدۂ اخیار منظر انظار شگرفی مظہر اسرار شرافی جامع مکارم اخلاق، مہبط انوار مشیخیت علی الاطلاق حضرت سید عبدالرزاق کی سجادہ نشینی اور عطائے مقام اور دوسرے خلفا کو عطائے خلافت کے وقت ارشاد فرمائے، مجھے اس کے لکھنے کی مجال نہ ہوئی (میں ان کو بلفظہٖ ضبط تحریر میں نہیں لاسکا) ہاں مخدوم زادہ (سید عبدالرزاق) کی سیرتِ مبارکہ، خصائلِ پسندیدہ، صدور مقامات طریقت اور ان خوارق عادات کو جو صاحب سجادہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کی رحلت کے بعد ظاہر ہوئے میں نے اِن لطائف شریفہ (لطائف اشرفی) کے ذیل میں بیان کیے ہیں تاکہ طالبانِ صادق اور مخلصانِ واثق کے مشام ہائے جاں تک اس ریاضِ ولایت کی پاکیزہ خوشبوئیں اور حدائق عنایت کے نفحات پہنچ سکیں۔ اس طرح ان لوگوں کو یہی محسوس ہوگا کہ وہ حضرت قدوۃ الکبرا کی مجلس میں حاضر ہیں۔

بموجب **عِندَ ذکرِ الصَّالِحین تنزل الرَّحمَۃ** (صالحین کے ذکر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے) اور اولیاء اللہ کا ذکر فیض الٰہی کے حصول کا واسطہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل لا متناہی کے وصول کی اصل ہے۔ لہٰذا میں نے اس بزرگوار دین حضرت قدوۃ الکبرا کے اقوال، معاملات و حکایات کو تحریر کرکے مریدوں اور معتقدوں کے دلوں کو خوش کیا ہے اور طالبان طریقت کی انشراح خاطر کا باعث ہوا ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی اولاد، احفاد و خلفاء بلاد میں ہزاروں برس جناب موصوف کا چرچا یادر ہے گا اور جس وقت میری کتاب مطالع کریں گے طالبین کے طلب کو پورا نفع پہنچے گا۔ یقین کی ترقی اور خوشی اعتقادی کی استعداد ان کو نصیب ہوگی۔ جب یہ باتیں حاصل ہوں گی تو مجھ بے چارہ و سرگرداں کو دعائے خیر دیں گے یہ بھی ممکن ہے کہ ان کلماتِ طیبات کے برکات سے ناچیز کو وہ دن نصیب ہو کہ خودی کے ظلمت کدہ سے نجات پاوے۔ **دھو الوصول الیٰ لقاء اللہ و لا ستھلاك فی شھود جلالہ و جمالہ** (اور وہ القاء الٰہی تک وصول اور مشاہدۂ جلال و جمال میں مٹ جانا ہے) چونکہ یہ عجیب وغریب مجموعہ بحر زخارف ودریائے عوارف یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے معارف وکواشف کا جامع اور مقالات اشرفی وحکایات شگرفی کا حامل ہے اپنی اس کتاب کا نام **لطائف اشرفی** فی بیان طوائف صوفی رکھا بالنبی والہ الامجاد رب یسر وتمم بالخیر، شروع میں مقدمہ اور آخر میں خاتمہ اور درمیان ساٹھ لطیفے ہیں جن کی فہرست اگلے صفحات پر آ رہی ہے۔

حصّۂ اوّل

فہرست حصّہ دوئم جو ہنوز زیرِ طبع ہے۔

 اللہ تعالیٰ ان حضرات کی ارواح کو پاک فرمائے اوران سب سے راضی ہواور میں خداوندتعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ اس امرِ عظیم میں وہ مجھے محفوظ فرمائے لغزش سے اور میرے مساعی کومشکور فرمائے اس راہ تحقیق میں اس سے مدد کا طالب ہوں اور وہی محافظ ہے۔ حضرات صوفیہ کے بلند اخلاق سے مجھے امید ہے اور اس طائفہ علیہ کے مراحم و اشفاق سے امید وار ہوں اور حقائق کے اس گلزار کی سیر کرنے والوں اور طرائق معرفت کے باغ سے ثمر اندوزی کرنے والے حضرات سے ملتمس ہوں کہ اگر دردریائے توحید و خورشید آسماں تفرید یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے ریاض معارف دکواشف سے نسیم مشکبار وشمیم خوشگوار اُٹھ کر احباب و اصحاب کے دماغ کو معطر کرے اور اس کی برکت سے

اُن کے قلوب زمانے کے تر ودات وتعلقات سے پریشان نہ ہوں تو وہ اس تصنیف وتالیف کے پیش کرنے والے کو دُعائے خیر وثنائے کامل سے فراموش نہ کریں۔ اگر کہیں قدم کی بے جا جنبش اور قلم کی لغزش معلوم ہو تو اصلاح کی زحمت فرمائیں اور کمالِ حسن خلق سے **یستمعون القول فیتبعون احسنه** (سنتے ہیں بات کو تو اتباع کرتے ہیں بہتر کا) کی پیروی کو ملحوظ رکھیں۔ شعر ؎

جزاء الله خیر امن تامل کتابی — حق اُسکو اجر خیر دے دیکھے جو یہ کتاب

قابل مافیها من السهو بالعفو — آئے نظر جو سہو تو دے عفو سے جواب

مناسب یہ ہے کہ ہر سخن اور ہر بیان کے لئے صحیح محل اور عمدہ تاویل پیش کریں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ تعریض و اعتراض کے فرش پر جلوس نہ فرمائیں۔ اس ضعیف ونحیف قلیل البضاعت وغیر مستطیع کو تیرِ ملامت کا نشانہ نہ بنائیں اور اس کی جان پر رسوائی وبدنامی کا خدنگ نہ چلائیں۔

اللّٰهم و فقنا لا ختتام المقصود وارزقنالا تمام الموعود بالنبی وٰاله المودود.

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

سُنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصّہ اوّل

ملفوظات

امام العَارفین زبدۃ الصَالحین غوث العَالم محبوب یزدانی

مخدوم حضرت میر اوحدالدّین سُلطان سَیّد اشرف جَہانگیر سمنانی قدس سرہٗ

جامع ملفوظات

حضرت نظام یمنی رحمتہ اللہ علیہ

مترجم

حضرت شمس بریلوی

نظرثانی

ڈاکٹر خضر نوشاہی

مدیر وناشر

نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مُسلم کمرشل بینک لمیٹڈ پاکستان

خلیفہ مجاز مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

لطائفِ اشرفی

حصّہ اوّل

مدیر و ناشر	نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی
طابع	سُہیل پریس پاکستان چوک کراچی
کاتب	فضل سبحان
باراوّل	جون ۱۹۹۹ء
تعداد	۱۰۰۰
قیمت	
کتاب ملنے کا پتہ	انور ہاشم۔اشرفی انٹرپرائزز

ڈی ۱۰۸ بلاک ۵ فیڈرل بی ایریا۔کراچی ۷۵۹۵۰ پاکستان

فون:۶۳۴۴۶۰۵ فیکس: ۶۳۴۴۷۹۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۵

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۵ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ عَاجِزٌ عَنۡ شُکۡرِکَ

پیش لفظ

تمہید

اللہ تبارک وتعالیٰ جس کام کی تکمیل چاہتا ہے اس کے لئے پردۂ غیب سے وسائل بھی مہیّا فرما دیتا ہے۔ انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ یہ کام اس طرح پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ منشائے ایزدی اور رضائے الٰہی سے بظاہر ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ کون سا کام ہے جو اس کے قبضۂ قدرت میں نہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''لطائف اشرفی'' کے اردو ترجمہ کی اشاعت وطباعت بھی اس ذات رحیم وکریم کے لطف وکرم کے بغیر ممکن نہ تھی کاتبِ تقدیر نے اس عظیم اور رفیع کام کی تکمیل کی سعادت اس عاجز کے نام لکھ رکھی تھی۔

الحمدللہ! ؎ این سعادت بزورِ بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

لطائف اشرفی سے اس عاجز کو جو قلبی، روحانی اور فکری ارتباط ہے وہی اس ترجمہ کا اصل محرک ہے لیکن اس ربط وضبط کا پس منظر بیان کئے بغیر بات واضح نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ۔

فیضان اشرف (پس منظر)

اس عاجز (شیخ ہاشم رضا اشرفی) نے اپنے خاندانی بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ اس عاجز کے نانا صاحب قبلہ شیخ عبدالعزیز اشرفی بیعت ہونے کے ارادے سے مولانا آسی غازی پوری کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر یہ علم ہوا کہ مولانا کا وصال ہو چکا ہے۔ بڑے مایوس ہوئے۔ مضمحل واپس آئے مگر رویا میں مولانا کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مولانا نے فرمایا کہ آپ کا حصہ سلسلۂ اشرفیہ کے معروف بزرگ اعلحضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی میاں سجادہ نشین کچھوچھہ شریف خانقاہ حسنیہ کے پاس ہے وہیں قسمت آزمائی کیجئے چنانچہ انہیں اعلحضرت سے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی، اس حوالے سے اعلحضرت اشرفی میاں ہمارے دیار ہیں تشریف فرما ہوئے، اس وقت نہ صرف اس احقر کے تمام افراد خاندان نے بیعت کی سعادت حاصل کی بلکہ گاؤں کے دوسرے لوگوں کو بھی حضرت کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل ہوا۔

احقر کی ولادت کا واقعہ

اس احقر کے نانا حضور کی اٹھارہ انیس اولادوں میں سے صرف ایک بیٹی ہی حیات رہیں جو اس احقر کی والدہ ماجدہ تھیں، عجیب اتفاق یہ ہے کہ والدہ کے ہاں بھی جو اولاد ہوتی تھی وہ یا تو مردہ ہی پیدا ہوتی یا پھر پیدا ہوتے ہی مرجاتی تھی۔ نانا حضور نے خدمت شیخ سے انتہائی ادب واحترام اور عجز وانکساری کے ساتھ عرض کی کہ یا حضور: کیا آپ کے اس خادم کی نسل اس ایک بیٹی سے بھی نہیں چلے گی؟ حضور کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور اعلیٰحضرت کا ارشاد ہوا: غم نہ کرو، اس بار انشاءاللہ بیٹا ہوگا، اس کا نام ''نذرِاشرف'' رکھنا، یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اعلیٰحضرت نے جس کسی کو بھی اولاد کی دعا دی اس کے ہاں اولاد نرینہ ہی پیدا ہوئی۔

عجیب واقعہ

حیرت ناک واقعہ یہ ہے کہ جب اس عاجز کی ولادت ہوئی تو یہ بھی مردہ حالت میں پیدا ہوا تھا، ولادت ۵ رمضان ۱۳۴۷ھ کو ہوئی۔ اس عاجز کے مردہ پیدا ہونے پر گھر میں کہرام مچ گیا اس موقع پر اعلیٰحضرت اشرفی میاں قدس سرہ اور ان کے پیرومرشد نے متمثل ہو کر فرمایا کہ روتے کیوں ہو، لڑکا تو زندہ سلامت ہے، ادھر اسی وقت دروازے پر کسی فقیر نے صدا دی، نانا مرحوم باہر گئے، دیکھا تو ایک درویش دروازے پر کھڑے تھے جو اجنبی نا آشنا تھے انہوں نے کہا کہ بچے کو میرے پاس لاؤ جب اس عاجز کو ان درویش کے پاس لے جایا گیا تو انہوں نے مجھے ہاتھ میں لے لیا، ان کے ہاتھوں میں جاتے ہی اس عاجز نے رونا شروع کر دیا یہ رونا سارے گھر کے لئے خوشی کی ایک لہر بن گیا، وہ گھر جو ماتم کدہ بنا ہوا تھا وہاں سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے، مبارک سلامت کا سلسلہ شروع ہو گیا، وہ کون تھے یہ اللہ کو معلوم ہے۔ اس درویش نے جب اس عاجز کو واپس کیا اور اسے اندر لے جایا گیا تو فوراً ہی لوگوں نے باہر جا کر درویش کو تلاش کیا مگر وہ غائب ہو چکے تھے۔

کچھوچھہ شریف اور بچپن

بچپن میں یہ عاجز مہینوں کچھوچھہ شریف میں رہا کرتا تھا، چنانچہ بچپن ہی سے اس روح پرور اور ایمان افروز ماحول سے قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا تھا، اس عاجز کی عمر ابھی سات آٹھ سال کی تھی کہ اعلیٰحضرت اشرفی میاں قدس سرہ کا وصال ہو گیا ان کے وصال کے چند سال بعد نانا، نانی اور والدہ محترمہ بھی رحمتِ حق سے جاملیں، چنانچہ اس کے بعد میرا کچھوچھہ شریف جانے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جوانی کا دور

لکھنو یونیورسٹی میں داخل ہو کر بچپن کا یہ عقیدت مندانہ رویہ فراموش ہو گیا، نماز، روزہ کی پابندی نہ رہی۔ ۱۹۵۰ء میں ایم کام کر کے ڈھاکہ چلا گیا اور مسلم کمرشل بینک میں ملازمت اختیار کر لی، ۱۹۶۲ء تک سوائے بینکنگ کے اور کوئی کام نہ تھا۔

مذہب سے کوئی تعلق نہ عبادت سے کوئی واسطہ تھا، بس دنیاوی کاموں ہی میں مصروف رہنے لگا، یہ اس وقت کی بات ہے جب احقر مسلم کمرشل بینک ڈھاکہ کی رمنا برانچ کا منیجر تھا کہ اچانک ایک روز ایک درویش جمعے کی شب کو مجھے

بغدادی شاہ کے مزار پر لے گئے اور وہاں مجھے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا فاتحہ پڑھنے کے دوران غنودگی طاری ہوگئی اور اسی عالم میں صاحب مزار کی زیارت ہوئی، عین اسی وقت درویش نے فرمایا کہ آپ کا کام یہاں سے ہوگیا آپ کا ٹرانسفر چاٹگام ہوگیا۔ ایک مہینہ کے بعد ہیڈ آفس کراچی سے چاٹگام کے لئے ٹرانسفر آرڈر آ گیا۔ اس غیر معمولی واقعہ نے مذہب کی طرف پھر واپس کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۹۶۲ء کا ہے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۷ء تک مختلف طریقوں سے روحانی تربیت ہوتی رہی۔ بہت سے بزرگوں اور درویشوں سے ملاقاتیں رہیں تا آنکہ ۱۹۶۷ء میں اعلحضرت اشرفی میاں کے نبیرے اور سجادہ نشین سرکار کلان مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ نے عالم رویا میں تشریف لا کر بیعت سے سرفراز فرمایا اور پھر ۱۹۷۰ء میں خلافت بھی عطا ہوئی۔ کرم پر کرم ہوتے رہے اور اس عاجز کو خوب خوب نوازا گیا۔ کرم کر دی الٰہی زندہ باشی۔

لطائف اشرفی کی تلاش

یہ عاجز ابتداء میں بیان کر چکا ہے کہ اعلحضرت اشرفی میاں کی دعا سے ولادت، پھر اشرفی سلسلہ کے بزرگوں سے قلبی و روحانی ارتباط، بچپن میں کچھوچھہ شریف میں حاضریاں، وہاں مہینوں قیام اور بالآخر اسی سلسلۂ طریقت میں بیعت اور پھر خلیفۂ مجاز ہونے تک کے تمام مراحل میں نہ جانے کتنی بار لطائف اشرفی کا ذکر سن چکا تھا، گویا یہ نام اس عاجز کے رگ و پے میں سما چکا تھا اور دل میں یہ تمنا مچلتی رہتی تھی کہ کبھی اس گنجینۂ علم و عرفان کو دیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے کی سعادت حاصل ہو جاتی تو کتنا اچھا ہوتا۔

دبئی میں ملازمت

۱۹۷۶ء میں دبئی کے مشہور بزنس گروپ الفطیم اور مسلم کمرشل بینک کراچی کے باہمی اشتراک سے مڈل ایسٹ بینک کا آغاز ہوا جس میں احقر مسلم کمرشل بینک کی طرف سے انتظامیہ میں شامل ہوا اور شروع ہی سے ۱۹۸۱ء کے آخر تک ڈپٹی جنرل منیجر کے فرائض انجام دیتا رہا، جنوری ۱۹۸۲ء میں مسلم کمرشل بینک نے کراچی واپس بلا لیا جہاں حکومت پاکستان نے احقر کو اسی بینک کا ممبر بورڈ آف ڈائریکٹرز مقرر کر دیا۔ بعد میں اس منصب کو ایگزیکیٹیو ڈائریکٹر کا نام دیا گیا۔ مئی ۱۹۹۰ء میں اسی عہدہ سے سبکدوش ہوا۔

لطائف اشرفی دستیاب ہونا

لطائف اشرفی کی تلاش تو ایک عرصے سے تھی۔ ایک بار جب دبئی سے ہندوستان گیا تو خوش قسمتی سے گورکھپور میں ہمارے محترم خالو قاضی خلیل الرحمان کی وساطت سے جناب سبز پوش کی لائبریری میں لطائف اشرفی کا ایک قلمی نسخہ مل گیا، یہ ۱۹۷۸ء کی بات ہے احقر نے ان بزرگوں سے اس قلمی نسخے کی فوٹو کاپی کی اجازت لے لی اور وہ نسخہ اپنے ساتھ دبئی لے گیا۔ وہاں سے فوٹو کاپی کروا کے اصل نسخہ واپس بھیج دیا گیا اور فوٹو کاپی اپنے پاس محفوظ کر لی گئی۔ جب اس کتاب کو پڑھنا چاہا تو اس کی گہری معنویت سے لبریز فارسی زبان کی تفہیم مشکل محسوس ہوتی چونکہ یہ عاجز فارسی سے معمولی واقفیت رکھتا ہے لہٰذا لطائف اشرفی کو پڑھنے اور سمجھنے

سے قاصر رہا، چنانچہ خیال یہ پیدا ہوا کی نہ صرف اپنے لئے بلکہ مخلوق خدا اور بلخصوس وابستگانِ عرفان وتصوف کے استفادے اور سہولت کے لئے کیوں نہ اس کا اردو ترجمہ کروالیا جائے۔

ترجمہ کی اولین کوشش

لطائف اشرفی کے اردو ترجمہ کی خواہش اور تڑپ کا اظہار جب اس عاجز نے اپنے احباب سے کیا تو انہوں نے اس کام کے لئے حضرت شمس بریلوی کو موزوں ترین قرار دیا جب حضرت شمس بریلوی سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے بڑی خندہ پیشانی اور خوشدلی سے ترجمہ کی حامی بھرلی۔ کسی قلمی نسخہ کی فوٹو کاپی سے براہ راست ترجمہ کرنا کتنا دشوار کام ہے، اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں لیکن حضرت شمس بریلوی نے (جو مستند مترجم کی حیثیت رکھتے تھے) نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کے فریدالدین صاحب کے تعاون سے اس کتابت بھی کروائی، کتاب طباعت کے لئے تیار کر کے ہماری مشکل کو بڑی حد تک آسان کر دیا۔

ترجمہ کی دوسری کوشش

اس دوران احقر کو اپنے پیرومرشد کی کرم نوازی سے لطائف اشرفی کا فارسی والا مستند مطبوعہ نسخہ بھی مل گیا جو اعلحضرت اشرفی میاں نے نصرت المطابع دہلی سے طبع کروایا تھا اور لطائف اشرفی کے اوّل نو لطائف کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہوگیا جو حکیم سید نذر اشرف صاحب نے کیا تھا، چنانچہ یہ ضروری ہو گیا کہ حضرت شمس بریلوی کے اردو ترجمہ کا مقابلہ مطبوعہ فارسی متن سے بھی کرلیا جائے لیکن قدیم مطبوعہ فارسی متن سے اس ترجمہ کا تقابل بجائے خود بہت دشوار کام تھا، اس وقت حضرت شمس بریلوی اتنے ضعیف اور نحیف ہو چکے تھے کہ وہ اس کام کے متحمل نہ ہو سکے، چنانچہ اس علمی وتحقیقی کام کے لئے پھر کسی اہل علم وفضل کی تلاش شروع ہوئی۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور حضرت نوشہ گنج بخش قادری (م۱۰۶۴ھ) کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان محقق ڈاکٹر خضر نوشاہی جو بزرگان دین سے قلبی وفطری لگاؤ بھی رکھتے ہیں اور فارسی زبان وادب ہی نہیں بلکہ تاریخ وتزکرۂ صوفیہ اور تصوف پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اور فارسی زبان وادب ہی نہیں بلکہ تاریخ وتذکرۂ صوفیہ اور تصوف پر بھی گہری نظر بھی رکھتے ہیں اس خدمت کے لئے آمادہ ہوگئے اور انہوں نے نظر ثانی کے دقیق کام کی ذمہ داری قبول کر لی۔

نظر ثانی کے اہم پہلو

نظر ثانی کے دوران متعدد تسامحات اور فرد گذاشتیں سامنے آئیں، مثلاً کچھ مقامات تو حضرت شمس بریلوی کی ضعف بصارت اور عالم پیری کے باعث صحیح ترجمانی سے تشنہ رہے پھر انہوں نے متعدد اشعار کے ترجمے سے بھی گریز فرمایا تھا، کچھ الفاظ اور فقرے جو خطی نسخہ سے فوٹو کاپی میں نہ آسکے تھے وہ بھی **نتیجتاً** ترجمہ ہونے سے رہ گئے تھے۔ اختلاف متن اور سہو کتابت سے بھی کچھ اغلاط ترجمہ میں در آئی تھیں۔ ڈاکٹر خضر نوشاہی نے شب وروز کی محنت شاقہ کے بعد لطائف اشرفی کے تمام خطی، مطبوعہ اور مترجم نسخوں کو سامنے رکھ کر ترجمہ کا نیا متن تیار کیا جو نذرِ قارئین ہے، اس میں لطائف اشرفی کے سلسلے میں اب تک انجام دیئے گئے تمام علمی وتحقیقی کاموں کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔

اوران سے استفادہ بھی کیا گیا ہے۔

حکیم سید نذر اشرف صاحب اعلیٰحضرت اشرفی میاں کے داماد تھے، سب سے پہلے آپ ہی نے لطائف اشرفی کے اوّلین ۹ لطائف کا ترجمہ کیا تھا جس کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ فارسی اشعار کا ترجمہ بھی اردو اشعار میں کیا گیا تھا۔ چنانچہ قارئین کے استفادہ کے لئے نظر ثانی کرتے وقت ان نو لطیفوں میں اشعار کے نثری ترجمہ کو اس منظوم ترجمے سے تبدیل کر دیا گیا۔

ضمناً یہ وضاحت بھی ضروری ہے کی یہ لطائف اشرفی کے اوّلین بیس لطیفوں کا ترجمہ ہے جو کتاب کا تقریباً نصف حصہ ہے ہم نے اسے جلد اوّل کا نام دیا ہے۔ بشرطِ زندگی جلد ہی باقی لطائف کا ترجمہ بھی دوسری جلد کی شکل میں پیش کر دیا جائے گا۔ انشاءاللہ

حرف تشکر

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے فیضان باطن اور چشم کرم کے بغیر اس کام کی تکمیل ممکن نہیں تھی۔ بیس برس کے طویل عرصے میں یکسوئی سے اس کام میں مصروف رہنا آسان نہیں تھا تاہم اس طویل عرصے میں تمام مراحل سے باآسانی گزر جانا محض اللہ رب العزت کا کرم اور ہمارے مخدوم کا فیض بے پایاں ہے۔ حضرت مخدوم کے لطف و کرم سے یہ انتہائی مشکل کام اس عاجز کے لئے آسان ہو گیا۔ ہر مشکل کے وقت عنایت مخدومی سے ایک ولولہ تازہ پیدا ہوتا تھا اور ہمت بندھ جاتی تھی۔ آج جب یہ کام مکمل ہو رہا ہے تو دل سے بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کی وہ اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے میں اس حقیر کاوش کو قبول فرمالے اور اسے مقبول عام بنائے۔

یہ عاجز بطور خاص سب سے پہلے اپنے پیرومرشد کے جانشین حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی موجودہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف کا سپاس گزار ہے کہ آپ نے از راہ کرم اس کتاب کی تکمیل کے تمام مراحل میں خصوصی توجہ سے نوازا اور مفید مشوروں سے راہنمائی فرمائی۔

یہ بندہ ہیچ مداں حضرت شمس بریلوی مرحوم اور ڈاکٹر خضر نوشاہی کا خاص طور پر ممنون ہے کہ انہوں نے لطائف اشرفی کو اردو میں منتقل کر کے عام قارئین کے لئے اس سے استفادے کی راہ ہموار کر دی ہے۔ الحمدللہ

آخر میں اس کتاب کی تکمیل کے تمام مراحل میں جن احباب کا تعاون ہمیں حاصل رہا ان سب کا شکریہ ادا کرنا بھی اس عاجز پر واجب ہے بالخصوص جناب اقبال شکور اشرفی، جناب جلیس احمد شمسی اشرفی، جناب اے ڈبلیو راہی اشرفی، جناب نصر اللہ قادری اشرفی، جناب سید معین الدین کاظمی اشرفی، جناب محمد نظام الدین اشرفی کے ہم بے حد ممنون ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان سب لوگوں کو جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کچھ بھی حصہ لیا ہے اجرِ عظیم عطا فرمائے اور روحانیت اشرفیہ سے بہرہ مند فرما کر اپنی محبت، اپنے قرب، اپنی اطاعت اور اپنی عنایات ولطف بے پایاں سے نوازے، اتباع رسول کی توفیق عطا فرمائے، قلوب واجسام کی اصلاح فرمائے اور دینی ودنیوی جملہ ضروریات ومہمات کو انجام دے کر حسن خاتمہ بخشے۔ آمین یارب العالمین۔ **والصّلوة والسلام علی رسوله سید نا محمد وّاله واصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔**

حرف آخر

یہ عاجز ہیچ مداں، بارگاہ اشرفی کا ادنیٰ خادم شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی تمام قارئین سے طالب دعا ہے، درخواست گزار ہے کہ اس عاجز اور اس کے آباواجداد کے لئے دعائے مغفرت فرمایئے نیز یہ دعا بھی فرمایئے کہ حضرت عزت بطفیل حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اور بفیض حضرت مخدوم اس ناچیز کو لطائف اشرفی کے بقیہ لطائف کے ترجمے اور اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائے اور یہ علمی کام بھی اس عاجز کی نگرانی میں مکمل ہو جائے اور یہ کہنے کی کہ "شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم"
سعادت بھی حاصل ہو جائے۔

خادم الفقرا

هاشم رضا الشرفی

دیباچہ

کتاب لطائف اشرفی علم وعرفان کا وہ انمول خزینہ ہے جسے کتب صوفیہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے، یہ کتاب تصوف کے طالب علموں کے لئے نصاب کا درجہ رکھتی ہے، ہزاروں تشنگانِ عرفان اس کتاب سے سیراب ہوئے، اور اس سرچشمۂ فیضان سے فیضیاب ہوئے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اب جبکہ برضغیر پاک وہند میں فارسی زبان کی جگہ اردو زبان نے لے لی ہے اور فارسی زبان جاننے اور سمجھنے والے قلیل لوگ رہ گئے ہیں تو عوام الناس کے استفادے کے لئے اس خزینۂ علم وعرفان کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ الحمدللہ! آج یہ تاریخی کتاب اردو زبان میں نذرِ قارئین کی جارہی ہے۔

یہ عظیم کام اللہ تعالیٰ کی مہربانی، رضا، اور فضل کرم سے اور بزرگانِ دین کے فیضان اور بالخصوص صاحبِ ملفوظات حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمتہ اللہ علیہ کی چشمِ کرم، استمداد اور روحانی تصرفات کے بغیر ممکن نہ تھا، چنانچہ قبل اس کے کہ ہم اس کتاب اور ترجمے کے بارے میں کچھ عرض کریں، یہ ضروری ہے صاحبِ ملفوظات کے احوالِ زندگی سے روشناس ہوں۔ اگر چہ یہ پوری کتاب اس مردِ کامل کی حیات طیبہ اور سیرت وکردار سے ہی متعلق ہے، تاہم بعض اہم اور ضروری معلومات یہاں بھی تبرکاً تحریر کی جاتی ہیں، تاکہ کتاب کے مطالعہ سے قبل صاحبِ ملفوظات کے کچھ احوال قاری کو معلوم ہوں۔

حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمتہ اللہ علیہ

سلسلۂ اشرفیہ کے بانی وسرخیل حضرت قطب الاقطاب غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سید مولانا اوحدالدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی ذات گرامی اگرچہ کسی رسمی تعارف کی محتاج نہیں ہے، تاہم لطائف اشرفی کے قاری کے ذوق بصارت اور اپنے اس مقدمہ کی سعادت کے لئے زیرِ تحریر سطور کو ہم ان کے ذکرِ خیر سے مشرف کرتے ہیں۔

حضرت محبوب یزدانی کے والد محترم حضرت سید محمد ابراہیم سمنان (خراسان) کے حاکم تھے جن کا شجرۂ نسب حضرت امام حسین علیہ السلام کے ذریعے حضرت مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہ سے ملتا ہے جبکہ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی خدیجہ تھا، جو معروف صوفی بزرگ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے تھیں۔ یہاں تبرک کے طور پر حضرت محبوب یزدانی کا مکمل شجرہ نسب تحریر کیا جاتا ہے۔

شجرۂ نسب:

حضرت مخدوم محبوب یزدانی میر سید مولانا اوحد الدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی نور بخشی سامانی قدس سرہ۔
ابن حضرت مولانا ابوالسلاطین سلطان سید ابراہیم شاہ نور بخشی سمنانی سامانی قدس سرہٗ
ابن حضرت مولانا سلطان سید عماد الدین شاہ نور بخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سلطان سید نظام الدین محمد علی شیر شاہ نور بخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سلطان سید ظہیر الدین محمد شاہ نور بخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سلطان سید تاج الدین محمد بہلول شاہ نور بخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا نقیب النقبا سید شمس الدین محمود نور بخشی نبیرۂ سلطان اسمٰعیل شاہ سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابوالمظفر علی اکبر بلبل قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید محمد مہدی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید اکمل الدین مبارز قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید جمال الدین ابوالقاسم قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابی عبداللہ قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید حسین شریف قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابواحمد حمزہ قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابوعلی موسیٰ قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید اسماعیل ثانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا ابوالحسن محمد قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید اسماعیل اعرج قدس سرہ
ابن حضرت سیدنا و مولانا ابی عبداللہ امام جعفر صادق علی جدّہٗ وعلیہ السلام
احضرت سیدنا مولانا ابوجعفر امام محمد باقر علی جدّہٗ وعلیہ السلام
ابن حضرت سیدنا و مولانا ابومحمد علی بن امام زین العابدین علی جدہ وعلیہ السلام
ابن حضرت سیدنا و مولانا ابوعبداللہ امام حسین سید الشہدا علی جدہ وعلیہ السلام
ابن حضرت سیدنا و مولانا اسداللہ الغالب امام علی ابن ابی طالب علی نبیہ وعلیہ السلام

(صحائف اشرفی ۵۳ھ تا ۵۴ھ)

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں سمنان میں ہوئی۔آپ کی ولادت کی خوش خبری آپ کے والدین کوسمنان کے حضرت ابراہیم شاہ نامی ایک مجذوب نے دی تھی۔چونکہ آپ کے والدین کے ہاں دو تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں اور پھر آٹھ یا بارہ برس تک کوئی اولاد نہ ہوئی، جس کے باعث دونوں متفکر رہتے تھے، کہ ایک روز مذکورہ بزرگ آپ کے گھر میں تشریف لے آئے۔ آپ کے والدین متعجب ہوئے کہ محل میں اتنا سخت چوکی پہرہ ہے پھر یہ کیسے اندر تشریف لے آئے ہیں، تاہم آپ کی خدمت بجالائے، اور اللہ کے بندے نے آپ کو بشارت دی کہ اللہ تعالی آپ کو ایسا مبارک فرزند عطا کرے گا جس کے نقش مقدس سے ایک عالم فیض یاب ہوگا۔

تعلیم وتربیت

جب آپ چار سال، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو خاندانی روایات کے مطابق آپ کی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔اس روز دربارشاہی میں جلسۂ شادی وشادمانی منعقد ہوا، تمام شہر اور چار باغ سلطانی میں آئینہ بندی کی گئی۔طرح طرح کے عمدہ فرش اور قالین بچھائے گئے اور مسندِ شاہانہ بچھائی گئی۔حضرت مولانا عماد الدین تبریزی نے بسم اللہ کرائی اور ابجد پڑھائی۔

آپ نے چودہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم معقول ومنقول سے فراغت حاصل کر لی۔قرآن کریم کی ساتوں قرأتوں کے حافظ تھے لیکن تصوف وعرفان سے انہیں قلبی وروحانی ارتباط تھا، یہی ذوق انہیں کشاں کشاں حضرت خواجہ علاؤالدولہ سمنانی کی خدمت میں لے گیا جو اپنے دور کے معروف صوفی تھے، آپ اکثر ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔

تخت وحکومت

اپنے والد محترم سید محمد ابراہیم کے اس دار فانی سے رحلت کے بعد (۱۷) سترہ سال کی عمر میں ریاست سمنان کے وارث بنے اور تخت حکومت پر متمکن ہوئے مگر چونکہ ان کا طبعی میلان فقر ودرویشی کی طرف تھا اس لئے تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے اپنے بھائی اعرف محمد کو تخت حکومت سپرد کر کے سلطنت سے دستبردار ہو گئے۔

جہاد

آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ بھی بطریق احسن انجام دیا چنانچہ نہ صرف مالی اور لسانی جہاد کیا بلکہ جہاد بالسیف بھی کیا۔ترکِ حکومت سے قبل جب وہ سمنان کے حکمران تھے، کافروں کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا اور دشمنوں کو شکستِ فاش دی۔

مسافرت ہندوستان

تخت سے دستبرداری کے بعد آپ ہندوستان کی طرف چل پڑے۔گھڑسوار اور پیادہ فوج کچھ دور تک آپ کے ہمرکاب تھی،لیکن آپ نے انہیں بالآخر واپس لوٹا دیا اور تنہا سفر اختیار کیا، یہاں تک کہ ایک موقع پر اپنا گھوڑا بھی کسی ضرورت مند کو دے دیا اور پیدل سفر جاری رکھا۔ملتان کے راستے اُچ شریف پہنچے۔حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیان جہانگشت سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ:ایک مدت کے بعد خوشبوئے طالب صادق میرے دماغ میں پہنچی ہے اور ایک زمانہ کے بعد گلزارِ سیادت سے نسیم تازہ چلی ہے۔فرزند!نہایت مردانہ راہ میں نکلے ہو،مبارک ہو۔

حضرت مخدوم جہانیان جہانگشت نے آپ کو مقامات فقر سے بہت کچھ عطا کیا اور فرمایا کہ جلد پورب ملک بنگال کی طرف جائیے کہ برادرم علاؤالدین گنج نبات قدس سرہ آپ کے منتظر ہیں۔خبردار۔خبردار! کہیں راستے میں زیادہ نہ ٹھہرئیے۔

جب آپ سلاؤ سے بہار شریف کی طرف گئے تو وہاں آپ نے حضرت شیخ یحیٰ منیری قدس سرہٗ کی وصیّت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہوں نے جو تبرکات چھوڑے تھے وہ لے لئے۔

بیعت طریقت

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے تخت وحکومت کو چھوڑا تو یہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا۔آپ کی روحانی تربیت شروع سے ہی حضرت خضر علیہ السلام نے کی اور بعد ازاں روحانی پاک حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اذکارِ اویسیہ سے مشرف فرمایا۔پھر جب حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ اُچ شریف سے دہلی اور بہار کا سفر طے کرتے ہوئے مقام جنت آباد پنڈوا شریف پہنچے تو آپ کے مرشد کریم حضرت مخدوم شیخ علاؤالحق والدین گنج نبات مع خلفاء و مریدین آپ کے استقبال کے لئے شہر سے چار کوس باہر تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت محبوب یزدانی کو اپنی پالکی میں سوار کر کے اپنی قیام گاہ تک لے گئے اور فرمایا:

''اے فرزند! جس دن سے تم تارک السلطنت ہو کر گھر سے نکلے ہو،ہر منزل میں تمہارا نگراں تھا،اور مواصلتِ ملاقات ظاہری کی تمنا رکھتا تھا۔الحمدللہ کہ جدائی مواصلت سے بدل گئی''

جب محبوب یزدانی اپنے پیر ومرشد کے درِ دولت پر پہنچے تو چوکھٹ پر سر رکھ کر برجستہ یہ غزل کہی۔

غزل

مابر جناب دولتِ خود سر نہا دہ ایم — رخت وجود برسراین درکشادہ ایم
ظلماتِ راہ گرچہ بریدیم عاقبت — تشنہ بر آب چشمۂ حیوان فتادہ ایم
برشاہراہ فقر نہادیم رخ ولے — برعرصۂ حریم چوں فرزیں پیادہ ایم
اے برحریم عرش جناب تو ماز سر — پابر نہادہ ایم چہ برتر نہادہ ایم
سربر حریم حضرت عالی نہادہ او — برروئے تو کشادہ بردرایستادہ ایم
دارم امید مقصد عالی زدر گہت — چودر دیار غربت ازیں بہم زیادہ ایم

اشرف مس وجودخود آوردبہرزر
ازدولت حکیم بہ اکسیر دادہ ایم

حضرت علاؤالحق والدین گنج نبات نے آپ کو بیعت فرمایا اور سلسلہ طریقت چشتیہ نظامیہ میں داخل کرلیا اوراپنے حجرۂ خاص میں لے جا کرایک پہر کامل تنہائی میں تمام اسرار ورموز سے مالا مال کردیا۔

حضرت محبوب یزدانی کا سلسلۂ طریقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے اس طرح ملتا ہے:

حضرت خواجہ محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ (م ۸۰۸ھ)

حضرت خواجہ شیخ علاءالحق والدین گنج نبات قدس سرہ (م۸۰۰ھ)

حضرت خواجہ عثمان اخی سراج الحق آئینہ ہندا قدس سرہ(م۷۵۸ھ)

حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ(م۷۲۵ھ)

مسافرتِ جہان وحج بیت اللہ شریف

آپ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "سیروافی الارض" کا حق پوری طرح ادا کیا ہے۔آپ نے ہندوستان،ایران،روم،عراق، ترکی، دمشق اور ممالک عرب کے تمام بڑے شہروں کا سفر کیا اور دوبار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ہندوستان کے طول وعرض میں گھومے اور راہ گم کردہ لوگوں کو صراط مستقیم دکھاتے رہے۔تبلیغ دین اور اصلاح وفلاح انسانیت کا فیرضہ آپ نے بطریق احسن ادا کیا۔ بالآخرفیض آباد (بھارت) سے ۵۳میل کے فاصلے پرروح آباد (کچھوچھہ شریف کا قدیم نام) میں آکر مقیم ہوگئے۔

شاعری

آپ کی طبیعت بے حد موزوں تھی اور شعر و شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ جب آپ سمنان سے

حکومت چھوڑ کر دنیا کی سیاحت کے لئے رخصت ہوئے، اس وقت آپ کا دیوان مرتب ہو چکا تھا الوداع ہوتے وقت ایک غزل آپ کے زبان مبارک پر تھی جس کے دو شعر بطور تبرک یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

ترکِ دنیا گیر تا سلطان شوی — محرم اسرار با جانان شوی

برگذر از خواب و خور مردانہ دار — تا براہ عشق چون مردان شوی

(سیرت اشرف ۱۲)

کرامات

فرمایا سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمتہ اللہ علیہ نے کہ کرامت خلاف عادت ہے کہ ظاہر ہوتی ہے اس گروہ سے او پر موافق ارادہ اور غیر ارادہ کے۔

حضرت محبوب یزدانی کی کرامات اور خوارق عادات اس قدر ہیں کہ شمہ اس سے بیان ہو سکے بر سبیل تمین و تبرک بعض کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کرامت ۱

جب پیر علی بیگ حضرت کی دعا سے ایک مہم کو فتح کر کے واپس آیا تو اس کے لشکر میں ایک بوڑھا شخص تھا جو سالہا سال سے گھاس لایا کرتا تھا اس نے نہایت حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ آج یوم عرفہ ہے حاجی اپنے کعبہ مقصود کو پہنچے ہوں گے کیا اچھا ہوتا کہ میں بھی اس دولت سے سرفراز ہوتا۔

حضرت محبوب یزدانی نے یہ سن کر فرمایا کیا تم حج کرنا چاہتے ہو؟

اس نے عرض کیا اگر یہ دولت نصیب ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

حضرت نے فرمایا آؤ۔

وہ شخص آیا۔

حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ۔

بفور اس فرمان کے وہ کعبہ شریف پہنچ گیا و رمناسک حج ادا کی اور تین روز تک کعبہ شریف میں رہا اس کو خیال ہوا کہ کوئی شخص مجھ کو میرے وطن پہنچا دیتا۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے حضرت محبوب یزدانی کو وہاں دیکھا، قدموں پر گر پڑا۔ فرمایا کہ جاؤ۔ سر اٹھایا تو اپنے گھر وطن میں موجود تھا۔ سبحان اللہ کیا تصرف علی الحقیقت ہے۔

کرامت ۲

حضرت محبوب یزدانی جب احمد آباد گجرات میں تشریف رکھتے تھے، آپ کے اصحاب ہمراہی تفریحاً سیر کو چلے گئے، ایک باغیچہ میں گزر ہوا اس میں حسین معشوقوں کا مجمع تھا، اس جماعت میں

ایک فقیر نہایت حسین مہ جبین دیکھا گیا، حضرت کے ہمراہی اس فقیر کو دیکھنے لگے۔
ایک شخص نے کہا ذرا بت خانہ کے اندر جا کر دیکھو جو نگارخانۂ چین سے ایک ایک حسین تصویر پتھر کی تراش کر بنائی ہیں۔

سب لوگ بت خانہ میں دیکھنے گئے۔ مولانا گلخنی بھی اس جماعت میں تھے، جب بت خانہ میں گئے ایک عورت کی تصویر حسین مہ جبین پتھر کی تراشی ہوئی نظر آئی۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے اس پر عاشق ہوگئے۔ بت کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگے کے اٹھ چل۔ ہر چند یاران صحبت نے نصحیت کی ان پر کچھ اثر نہ ہوا

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

عاشقی پیداست از زاری دل نیست بیماری چوں بیماری دل

حضرت عشق نے جب اپنا اثر دکھایا، صبر و قرار، ہوش و حواس، شرم و حیا سب سے کنارہ کش کر دیا۔ چند روز بے آب و دانہ اس بت نازنین کا ہاتھ پکڑے ہوئے کھڑے رہے، جب اس حالت پر عرصہ گزر گیا حضرت محبوب یزدانی کے خدمت میں ان کی حالت عرض کی گئی۔

فرمایا میں خود جاؤں گا اور اس کو دیکھوں گا۔ جب تشریف لے گئے بہت سے لوگ حضرت کے ہمراہ چلے، جب آپ کی نظر مبارک مولانا **گلخنی** پر پڑی عجیب حالت بے خودی میں دیکھا کہ کسی آدمی پر ایسی مصیبت صدمۂ عشق سے نہ ہو۔

مولانا کی یہ حالت دیکھ کر حضرت محبوب یزدانی رو پڑے اور فرمایا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس صورت سنگین میں روح سما جاتی اور زندہ ہو جاتی۔

زبان مبارک سے یہ فرمانا تھا کہ اس صورت میں جان آ گئی اور اُٹھ کر کھڑی ہوگئی، جتنے لوگ اس مجمع میں حاضر تھے سب نے شور سبحان اللہ سبحان اللہ بلند کیا اور کہا کہ مردوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلا دیتے تھے، حضرت کی یہ کرامت اعجاز عیسوی کی مظہر ہے۔

حضرت محبوب یزدانی نے مولانا **گلخنی** کا نکاح اس بتِ نازنین سے کر دیا اور ولایت گجرات انکے سپرد کر کے وہیں ٹھہرا دیا۔

حضرت مولانا نظام الدین یمنی جامع ملفوظ لطائف اشرفی فرماتے ہیں کہ اس بت سنگین سے جو اولاد پیدا ہوتی تھی اس کے ہاتھ کی چھنگلیاں میں ایک گرہ پتھر کی پیدائشی ہوتی تھی۔ یہ علامت نسلِ مادری بچوں میں ہوتی تھی۔

کرامت ۳

حضرت محبوب یزدانی کے علم اور نشانو ں اور ماہی و مراتب کا نزول جامع دمشق میں ہوا اور

حضور صحن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک خوبصوت عورت لاچینی ترک بارہ سال کے بچے کو جس کی صورت نہایت حسین تھی لاکر رونے چلانے لگی، جب حضرت محبوب یزدانی نے دیکھا تو اس کی حیات سے ذرّہ باقی نہ تھا، فرمایا کہ عجب کام ہے مردوں کا زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا اور مجھ کو ہرگز یہ کام نہیں پہونچتا۔ عورت چوں کے بے حد بے قرار تھی عرض کیا، اولیاء اللہ جاں بخشی اور عطائے حیات میں حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کے مظہر ہیں۔

جب اس کی بے چینی حد سے بڑھ گئی اور مایوسی انتہا کو پہونچی تو حضرت محبوب یزدانی نے دریائے مراقبہ میں سر ڈالا اور صحرائے مشاہدہ کی راہ اختیار فرمائی۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور کیفیت وجد کی حالت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ کیوں کہ تیری ماں مرے جاتی ہے۔

اس کا لڑکا اٹھ کھڑا ہوا اور چلنے لگا۔ گویا اس کی روح جسم سے بالکل علیٰحدہ تھی ہی نہیں، اس بات کا شہرہ دمشق میں ہو گیا، لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ جب ہجوم بڑھ گیا تو آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ سامان سفر باندھو اور کوچ کرو، یہاں رہنے سے ہماری اوقات میں خلل واقع ہوگا۔

کرامت ۴

حضرت محبوب یزدانی دارالسلطنت روم میں عرصہ تک قیام فرماتے اور ہمراہیوں کے لئے ایک خانقاہ بنائی تھی اور اس کے پہلو میں ایک خلوت خانہ تیار کر دیا تھا کہ وہاں خود آرام فرماتے تھے ایک دن سلطان ولد کے صاحبزادے نے جو حضرت مولانا رومی کے سجادہ نشین تھے حضرت محبوب یزدانی کی دعوت کی اور بہت سے مشائخ کو اس دعوت میں بلایا۔ شیخ الاسلام نے جو بڑے عالم و فاضل تھے اور کسی قدر حضرت کے بارہ میں نقطہ چینی دل میں رکھتے تھے، دل میں ٹھان لیا تھا کہ جب حضرت سید سمنانی اس مجلس میں تشریف لائیں تو وہ مشکل مسئلہ ان سے پوچھوں کہ جس کے جواب سے وہ عاجز ہوں۔

جب حضرت کے قدم مبارک نے محفل میں جانے کی راہ اختیار کی اور جب تک حضرت دروازہ پر پہنچیں، ناگاہ شیخ الاسلام کی نگاہ میں ایسا نظر آیا کہ ایک صورت حضرت کی شکل میں حضرت کے جسم سے باہر نکلی اور ایک صورت اس صورت سے دوسری پیدا ہوئی۔ اسی طرح مثل حضرت کے سو شکلیں شیخ الاسلام کے نظر میں ظاہر ہوئیں۔

مخدوم زادہ رومی استقبال کے لئے دروازہ پر آئے اور بڑی عزت سے آپ کو لیا اور سب سے بلند جگہ ایک تخت پر آپ کو بٹھلایا۔

شیخ الاسلام کی طرف رخ کر کے حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ ان میں سے کس صورت سے تم مسئلہ پوچھتے ہو۔ اس بات کے سنتے ہی ان میں اس قدر ہیبت کا غلبہ ہوا گویا آسمان و زمین ٹکر کھا گئے۔

شیخ الاسلام بے اختیار اٹھے اور حضرت مخدوم زادہ رومی کو اپنا مددگار اور شفیع بنایا اور حضرت کے قدم پر سر ڈال دیا اور عرض کیا کہ عذر خواہ ہوں تقصیر معاف فرمائیے۔

فرمایا چوں کہ مخدوم رومی کو درمیان میں لائے ہو تو اب نہ ڈرو ورنہ تمہیں بتا دیا جاتا۔ لیکن اس کے بعد کسی شخص کو اس گروہ کے اور کسی درجہ کی صوفی کو بھی نظر انکار سے نہ دیکھنا۔

کرامت ۵

حضرت محبوب یزدانی جب سفر جونپور سے بنارس میں تشریف لے گئے اور اپنے خلیفہ خاص مولانا عبداللہ بنارسی کو سرفراز فرمایا۔ حضرت کا خیمہ ایک بت خانہ کے متصل صحرا میں کھڑا ہوا، جماعت کفار بکمال اخلاص بت پرستی کر رہے تھے، حضرت محبوب یزدانی کو یہ اخلاص پرستش اُن کا ایسا دل پر اثر پذیر ہوا کہ زبان مبارک سے یہ شعر نکلا

اگر عکس رخ والفت نبودے در ہمہ اشیاء　　　مغاں ہرگز نہ کروندے پرستش لات وعزیٰ را

ایک دن حضرت محبوب یزدانی بنظر سیر و تماشہ معبد کفار میں سمت بت خانہ تشریف لے گئے تمام گروہ کفرہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی درمیان میں تحقیقاتِ مذہبی کا تزکرہ نکل آیا، جس سے اپنے اپنے مذہب کی حقیقت کا اظہار ہونے لگا، اور اظہار قوت استدراجیہ کرنے لگے۔ حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ اگر بتِ سنگین ہمارے مذہبِ اسلام کی تصدیق کریں اور تمہارے مذہب کی تکذیب کریں تو اس صورت میں تم ایمان لے آؤ گے۔ سب نے اقرار کیا۔ حضرت محبوب یزدانی نے ایک بت سنگین کو ہاتھ میں اٹھالیا اور فرمایا کہ اگر مذہب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے تو کہہ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔** اسی وقت بت نے بزبان فصیح پڑھا:- **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔** ایک ہزار ہندو اسی وقت کفر سے بیزار ہو کر مسلمان ہو گئے اور حضرت محبوب یزدانی کے دست اقدس پر بیعت کی۔

تصانیف

حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی کی تصانیف علم و عرفان کا خزینہ ہیں ان میں یہ تین کتابیں خاص طور پر معروف ہیں (بقیہ تصانیف کے لئے ملاحظہ ہو، صحائف اشرفی مرتبہ سید محمد علی حسین اشرفی میاں مطبوعہ ادارہ فیضان اشرف بمبئی ۱۹۸۴ء جلد اول ۱۱۵-۱۱۶)

۱) **لطائف اشرفی**

۲) **مکتوبات اشرفی**

۳) **بشارت المریدین (رسالہ قبریہ)**

مکتوب اشرفی: حضرت سید عبدالرزاق نورالعین سجادہ نشینؒ نے ۸۶۹ھ/۱۴۶۵ء میں جمع کی ان مکتوبات کا ایک قلمی نسخہ ہندوستان میں مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ کے سبحان کلیکشن میں موجود ہے (اردو ترجمہ تزکرہ علمائے ہند ۱۱۲) اور ایک نسخہ پاکستان میں شہداد پور ضلع سانگھڑ میں مدرسہ صبغتہ الفیض کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔اس نسخہ کی کتابت قاضی معین الدین نے کی ہے خط نستعلیق ہے۔۶۶۴ صفحات ہیں۔اس نسخے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

''میر اشرف سمنانی، اوراسید اشرف جہانگیر گویند از کاملان است صاحب کرامت وتصرف۔ درسیاحت باسید علی ہمدانی رفیق بود۔''

مکتوبات اشرفی کا ایک نسخہ ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں بھی تھا۔(مشترک ج ۳ ص ۱۹۷۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان مکتوبات کی بڑی تعریف کی ہے اور اپنی کتاب اخبار لاخیار میں ایک مکتوب نقل بھی کیا ہے۔ جو مخدوم سمنانی نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م ۲۵ رجب ۸۴۹ھ) کے نام لکھا تھا۔اس میں قاضی شہاب الدین کے ایک استفسار کا جواب ہے جوانہوں نے ایمان فرعون کے متعلق کیا تھا۔ (ملاخطہ ہواخبار الاخیار کا اردو ترجمہ ص ۳۵۸ تا ۳۶۱)۔

بشارت المریدین (رسالہ قبریہ)

یہ رسالہ حضرت محبوب یزدانی نے وصال سے دو دن پہلے اپنی قبر مبارک میں بیٹھکر مریدین و معتقدین کی بشارت کے لئے تحریر فرمایا تھا۔اس کا اردو ترجمہ جناب سید تجمل حسین صاحب نے کیا ہے جو پاکستان اور ہندوستان دونوں ممالک میں شائع ہو چکا ہے۔

لطائف اشرفی

یہ فارسی کتاب حضرت محبوب یزدانی کے ملفوظات اور ارشادات وکمالات سے وفضائل پر مبنی ہے، جسے ان کے مرید خاص حضرت نظام الدین یمنی المعروف نظام حاجی غریب یمنی نے مرتب کیا ۔ وہ آپ کی خدمت میں مسلسل تیس سال رہے۔ لطائف اشرفی ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں نصرت المطابع دہلی سے طبع ہوئی جو کہ ۹۰۰ صفحات پر محیط ہے۔یہ حضرت کی سوانح عمری بھی ہے اور ان کی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اس میں کہیں تصوف کی اصطلاحات میں کہیں ذکر وفکر کی تفصیلات ہیں ، کہیں صوفیانہ غوامض پر مباحث ہیں کہیں صوفیہ کرام کے مختلف خانوادوں کی مختصر تاریخ ، کہیں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ، آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، آئمہ کبار اور صوفیہ کے حالات ہیں اور کہیں صوفی شعراء پر دلچسپ تبصرہ ہے۔غرض اسے تصوف کی ایک قاموس کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ اس عہد کی علمی ، دینی اور عرفانی تاریخ بھی ہے اور بزرگان دین کا تذکرہ بھی۔ بہر حال اپنے موضوع کی منفرد اور لاجواب کتاب ہے۔

ترجمہ لطائف اشرفی

کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کے اردو ترجمہ کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی۔اگر چہ ماضی میں اس سلسلے میں تھوڑی بہت کوشش ہوئی ہےلیکن وہ مکمل ترجمہ لطائف اشرفی نہیں ہے۔

مثلاً سب سے پہلے مولانا حکیم سید شاہ نذر اشرف صاحب فاضل کچھوچھوی نے کتاب کا اردو ترجمہ شروع کیا جو صرف نو لطیفوں تک پہنچ پایا۔

مشیر احمد کاکوروی نے ۱۹۴۳ء/۱۳۶۲ھ میں اس کا اختصار کے ساتھ اردو ترجمہ کیا جو تین تین سو صفحات کی دو جلدوں میں شائع ہوا۔

زیر نظر ترجمہ لطائف اشرفی اپنی نوعیت کا منفرد اور مکمل ترجمہ ہے۔اس ترجمے کی مکمل روداد تو ناشر کتاب کے پیش لفظ میں تحریر ہے تا ہم یہاں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ لطائف اشرفی کا ایک قلمی نسخہ ہندوستان کے شہر گورکھپور میں سبز پوش صاحب کے کتاب خانہ کی زینت ہے۔اس قلمی نسخے کی فوٹو کاپی سے ہمارے مرحوم بزرگ حضرت شمس بریلوی صاحب نے نہایت محنت سے اس کا رواں اردو ترجمہ کیا تھا لیکن بعد میں جبکہ اس ترجمہ کی کتابت بھی ہو چکی تھی تو راقم (خضر نوشاہی) کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مطبوعہ لطائف اشرفی سے اس اردو ترجمہ کا تقابل اور نظر ثانی کی گئی۔اس وقت مشیر احمد کاکوری کے اردو ترجمہ اور حکیم نزر اشرف صاحب کے نو لطیفوں کے ترجمہ کو بھی ملحوظ رکھا گیا لیکن اس اردو ترجمہ کے حرف حرف اور لفظ لفظ پر متحرم بزرگ حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی صاحب مدظلہ کی نظر عمیق نے مسلسل توجہ رکھی اور نہ صرف کتابت اور پروف کی غلط گیری کی بلکہ ترجمہ کے تسامحات اور کمزور پہلوؤں کی بھی وہ نشان دہی فرماتے رہے۔پھر جا کر کہیں یہ ترجمہ اس شکل میں ڈھلا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اہل نظر نہ صرف اس اہم علمی،عرفانی اور تاریخی کتاب سے استفادہ کریں گے بلکہ دعائے خیر سے بھی یاد فرمائیں گے۔اس کتاب میں جو حسن وخوبی ہے وہ حضرت مخدوم محبوب یزدانی کے فیضان کا مظہر ہے اور اگر کوئی خامی یا کمزوری ہے تو وہ اس ناچیز کے کم علمی کے باعث ہے۔

آخر میں ان تمام احباب اور ان تمام لائبریریوں کا شکر گزار ہوں کہ جن کی معاونت سے یہ عظیم کام آج اختتام کو پہنچا۔ الحمدللہ علی ذلک۔اس سلسلے میں متحرم حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی مدظلہ کا خاص طور پر ممنون ہوں کہ انہوں نے اس عظیم کتاب پر کام کرنے کی اس فقیر کو سعادت بخشی،اور اس تمام کام میں ایک ایک لفظ پر اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرماتے رہے اور مجھے ذہنی اور فکری طور پر مکمل تعاون سے نوازتے رہے۔ان کا بھرپور تعاون ہی اس کار خیر کی تکمیل کا باعث بنا۔

بہرحال یہ ایک انسانی کوشش ہے جس میں سہو و خطا کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اہل علم و فن سے التماس ہے کہ ہر سقم و سہو کی اصلاح فرمائیں۔ ومن اللہ التوفیق وعلیہ التکلان

ڈاکٹر خضر نوشاہی

ساہن پال شریف۔ ضلع منڈی بہاؤالدین

اا ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

۶ جون ۱۹۹۸ء

فہرست

عناوین	صفحہ نمبر

بَسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیُم ِ۵

مقدمہ

علم اور کتبِ صوفیہ کے دیکھنے اور کلماتِ مشائخ کے سننے کے فوائد اور اس کے شرائط و آداب

قال الا شرف :

العلم بیضاء زھراء و سائر الفنون ذراتھا

(حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ علم ایک چمکتا ہوا آفتاب ہے اور تمام ہنر اور پیشے اس کے ذرّے ہیں)

حضرت نور العین نے قدوہ الکبرا کے حضور میں عرض کیا کہ طالب حقیقت کے لئے ان علوم کثیرہ میں کون سا علم حاصل کرنا اہم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ توحید جان لینے اور ایمان کے پہچان لینے کے بعد اول اول جس چیز کا جاننا ہر بندہ پر واجب ہے وہ تمام عقائد حقہ شریعت و طریقت کا جان لینا ہے اور عبادت کا جاننا ہر درویش پر فرض ہے چنانچہ حدیث شریف ہے:

ادبو اثم افقھوا ثم ا عتزلوا وا عملوا پہلے ادب سیکھو پھر علمِ دین حاصل کرو بعدازاں عزلت گزینی اختیار کرو اور جو کچھ حاصل کیا ہے اس پر عمل کرو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ جس زمانے میں شیخ الا سلام شیخ احمد جام زندہ پیل چشتیہ حضرات کے مزارات متبرکہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے دوسری طرف سے حضرت خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہٗ اپنے بہت سے مریدوں کے ساتھ اسی مقصد سے اس طرف روانہ ہوئے راستہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ ان دونوں حضرات میں کسی بات پر قدرے اختلاف پیدا ہوا ان کی کدورت دور ہونے کے بعد شیخ الاسلام نے خواجہ مودود چشتی قدس سرہ سے فرمایا کہ تم سب احباب کو چھوڑ کر صرف دو خدمت گاروں کو روک لو اور تین دن بعد مجھے ملو۔ جسبِ ارشاد خواجہ مودود چشتی شیخ الاسلام کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے جیسا فرمایا ویسا ہی کیا اب میرے لئے کیا حکم ہے تا کہ میں

ویسا کروں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سجادہ کو طاق پر رکھو اور جاؤ علم حاصل کرو کہ زاہد بے علم شیطان کا تابعدار ہوتا ہے اور عابد بے فقہ کمہار کے گدھوں کی طرح قابل تعریف وتحسین نہیں ہوتا کہا کہ میں نے قبول کیا کچھ اور فرمایئے تاکہ اس پر بھی عمل کروں، فرمایا کہ جب تحصیل علم سے فارغ ہو جاؤ اپنے خاندان کو زندہ اور روشن کرو کہ تمہارے باپ دادے بہت بزرگ اور صاحب کرامات ومقامات تھے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی نے کہا کہ جن آپ مجھ کو خاندان کے زندہ کرنے کا حکم دیتے ہیں تو برکت کے لئے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دیجئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا سامنے آؤ۔ یہ سنتے ہی قریب شیخ الاسلام کے سامنے آگئے۔ شیخ الاسلام نے ہاتھ پکڑا اور اپنے مسند کے کنارے بٹھالیا اور تین بار فرمایا بشرط علم یعنی یہ تمہاری خاطر ہے کہ مسند پر تم کو بٹھالیتا ہوں، اس مسند پر بیٹھنے کا حق اس وقت پیدا ہوگا جب تم علم حاصل کرلو گے اسکے بعد وہ تین روز شیخ الاسلام کی خدمت میں رہے۔ اس مدت میں ہزاروں فائدے حاصل کئے اور بے شمار نوازشیں دیکھیں تین روز کے بعد واپس آئے اور چند دنوں کے بعد بغرض تحصیل علم بلخ و بخارا کی طرف تشریف لے گئے۔ چار برس تک اپنی طاقت اور مقدور بھر اس بارے میں کوشش کی اور اس کمال کو پہنچے کہ ان شہروں میں جابجا آپ سے عجیب وغریب کرامتیں ظاہر ہوتیں جن کی تفصیل سے کتاب دراز ہو جاتی ہے اس کے بعد چشت تشریف لائے مرید ومعتقد کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ عالم کو چاہئے کہ بے پوچھے بات نہ کہے جو شخص قبل پوچھنے کے علمی باتیں شروع کر دیتا ہے اس کے کلام کی روشنی کا دو تہائی حصہ زائل ہو جاتا ہے۔ سوال کے بعد جواب ایسا ہے جیسے سلام کا جواب۔

بیت

تانہ ہندت مستان گرو فاست — جب تک نہ دے نہ لے جو متاع وفا بھی ہو
تات نپرسند مخوان گردعاست — جب تک نہ پوچھے کچھ نہ کہے گر دعا بھی ہو

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ علمائے دنیا وعلمائے آخرت میں کیا فرق ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ادنیٰ فرق ایسا ہے جیسے کھری کھوٹی چاندنی میں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عالم باللہ کی فضیلت عالم بالاحکام پر ایسی ہے جیسے دیکھنے کی سننے پر اور یہ ظاہر ہے کہ خبر معائنہ کے برابر نہیں ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے کہ بھٹکا ہوا عالم ایسا ہے جیسے کشتی کہ جب ڈوب جاتی ہے اس کے ساتھ ایک خلق کی خلق ڈوب جاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے کہ عالم بے عمل مثل کمان بے چلہ کے ہے۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ عالم بے عمل ایسا ہے جیسے آئینہ بے قلعی کے، کیونکہ جب تک علم کے آئینے میں عمل کی قلعی نہ ہوگی احوال ومقامات کا چہرہ نظر نہ آئے گا اور لطائف قلبی کی لطافت نہ بڑھنے گی۔ علم کا طالب جانتا ہے کہ تنہا علم اس کے نجات کا سبب ہوگا۔ مواخزۂ آخرت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے علم کا حاصل کر لینا کافی ہے، علم کو عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ اعتقاد نہایت خراب اور

فلسفیوں کا مذہب ہے۔ سبحان اللہ عجیب طالب علم ہے کہ علم حاصل کرتا ہے اور اتنا نہیں جانتا کہ جب علم حاصل کر لیا اور اس پر عمل نہ کیا تو مواخذہ اور گرفت کی حجت زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔ کیا اس کو خبر نہیں کہ رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

اشد الناس عَذَابًا يَومَ القيٰمةِ مَن لَّمَ يَنُفَعهُ اللّٰهُ بِعلِمَهٖ۔	قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص پر ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہیں پہنچایا

مشائخ عظام کے ارشادات میں ہے کہ کسی بزرگ نے شیخ جنید قدس سرہ کو خواب میں دیکھا تو ان سے کہا کہ اے ابوالقاسم آپ کا کیا حال ہے انہوں نے جواب دیا۔

طَاحَتِ العباۃ اتُ وَفنیت الار شَادَاتَ ما نفعنا الا رکعات رکعنا ھا فی جون اللّیل	یعنی عبادتیں مٹ گئیں ارشادات بے کار ہو گئے اور کسی چیز نے ہم کو نفع نہیں دیا سوائے ان چند رکعتوں جو کے آدھی رات کو ادا کی تھیں۔

اے فرزند اعمال اور احوال سے تہی دست نہ ہو اور اس بات پر یقین کر کہ صرف علم تیری دست گیری نہیں کر سکتا اس کا اندازہ تجھے اس مثال سے بخوبی ہو جائے گا کہ اگر کوئی شخص جنگل میں جا رہا ہے اور دس اعلیٰ تلواریں اس کے پیٹ سے بندھی ہیں اور دوسرے آلات حرب بھی اس کے پاس موجود ہیں اور اس کے ساتھ وہ تیر انداز اور جنگی اور لڑنے والے بھی ہے ناگاہ کوئی شیر اس پر حملہ کر دے اور وہ ان ہتھیاروں سے کام نہ لے تو کیا وہ شیر کے خطرہ اور گزند کو ٹال سکتا ہے؟ (محض اسلحہ پاس رکھنے سے شیر نہیں بھاگے گا جب تک ان سے کام نہ لیا جائے) اسی طرح اگر کوئی شخص کئی لاکھ مسئلے پڑھ لے اور اس کو یاد بھی ہوں لیکن عمل نہ کرے تو اس کا کیا فائدہ اور کیا حاصل!! آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو اور اس کے بیماری کے سبب حرارت اور صفرا ہو اور جانتا ہو کہ اس کا علاج آشِ جَو اور سکنجبین ہے اور وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے تو کیا محض دواؤں کے جاننے سے علاج ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کبھی بھی اس کا محض دواؤں کے جاننے سے علاج نہیں ہو سکتا۔

بیت

گرمی وہ ہزار رطل خود پیمائی ہزاروں بار کرو تم جو بادہ پیمائی
تامی نخوری نبا شدت شیدائی اگر پیا نہیں تم نے نہو گے شیدائی

اگر لاکھ برس تک علم حاصل کرتے رہو اور ہزاروں کتابیں پڑھ ڈالو لیکن اس پر عمل نہ کرو تو تم کس طرح خداوند تعالیٰ کی رحمت کے سزاوار بن سکتے ہے۔

حضرت والا فرماتے تھے کہ ایک زاہد کے پاس چار سو صندوق کتابوں سے بھرے ہوئے موجود تھے اور وہ شب و روز مباحثہ اور مذاکرہ میں مصروف رہتا تھا لیکن عمل میں بالکل کورا تھا جب وہ مر گیا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ کیا پوچھتے ہو، مرنے کے بعد سے اب

تک

میں چاہ ویل (جہنم کا ایک مقام ہے) میں پڑا ہوں ۔

چو عالم ندارد باعمال میل — جو عالم عمل سے نہیں رکھتا میل
بود جائی او درتگ چاہ ویل — تو اس کی جگہ ہے تہ چاہ ویل

حاضرین سے ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اس پر کوئی قرآنی دلیل بھی ہے کہ عالم بے عمل کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا بہت سے مقامات پر اس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے، سنو!

ارشاد ہے۔

لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۱؎ — آدمی کے لئے نہیں مگر جو اس نے کمایا

ہاں تمہیں اے فرزند یہ معلوم ہوگا کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن ان دوسری آیات کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِکۡ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖۤ اَحَدًا ۰ ۲؎ — تو جو اپنے رب کے حضور حاضری کی امید رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرتا ہے اور اپنے رب کی عبادت میں (ہرگز) کسی کو شریک نہ کرے

جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۰ ۳؎ — بدلہ اس کا جو وہ (نیک) کام کرتے ہیں

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَہُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ۰ل خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ۴؎ — بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے فردوس کے باغوں کی مہمانی ہے وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

وَمَنۡ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۵؎ — اور جس نے توبہ کی اور نیک کام کئے۔

اس سلسلہ میں احادیث شریفہ بھی موجود ہیں یہ سُن کر حضرت کبیر نے عرض کیا کہ کیا بندہ اپنے عمل سے بہشت میں جائے گا فضلِ خداوندی سے اُس کو بہشت میں جگہ ملے گی؟ حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ اے فرزند! میں یہ کہتا ہوں کہ فضل ورحمتِ حق تعالیٰ سے اس کو بہشت میں جگہ ملے گی لیکن جب تک وہ خود کو طاعت وعبادت سے رحمت کے قابل اور رحمتِ کے قابل اور رحمت کا سزاوار نہیں بنائے گا اس پر رحمت کا نزول نہیں ہوگا۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے،

اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۰ ۶؎ — بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکی والوں سے۔

پس جب تک رحمت اس کے شامل حال نہیں ہو گی وہ جنت میں کیونکر جائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ

صرف ایمان ہی سے بہشت مل سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں بہشت تک پہنچ جائے گا لیکن خدا تک کب پہنچ سکتا ہے

۱؎ پ ۲۷ النجم ۳۹ ۲؎ پ۱۶ الکھف ۱۱۰ ۳؎ پ ۲۱ السجدہ ۱۷ ۴؎ پ۱۶ الکھف ۱۰۷

بہت سی گھاٹیاں سامنے ہیں تا کہ اس تک پہنچ سکے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بندہ کے لئے بغیر عبادت کے چارۂ کار نہیں، بندہ کو بندگی بجالانا چاہئے اور کریم کو کرم سزاوار ہے۔ اور اس کو بندگی میں ایسا مستغرق ہونا چاہئے کہ اس کی جزا کا خیال بھی اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ بلکہ محض خداوندی تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں یہ بندگی ہونا چاہئے (نہ کہ امید ثواب و جزا پر) اگر وہ اس بندگی میں قبولیت کے آثار نہ بھی پائے جب بھی اس سے نہ رُکے۔

حکایت اسرائیلی عابد

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد نے اپنے بہت سے ماہ وسال عبادت میں بسر کئے تھے۔ حق تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ اس عابد کا خلوص ملائکہ کو مشاہدہ کرایا جائے۔ ایک فرشتہ اس عابد کے پاس بھیجا گیا اور حکم ہوا کہ اس عابد سے کہنا کہ یہ مجاہدہ اور ریاضت جو تو کر رہا ہے ہماری بارگاہ کے لائق نہیں ہے۔

یکی ہاتف انداخت درگوش پیر — کہا ہاتف غیب نے پیر سے
کہ بیجا صلی روسر خویش گیر — کہ ناکام جا اپنی تو راہ لے
دریں ور دعائی تو مقبول نیست — دعا تیری مقبول اس جا نہیں
بخواری بردیا بزاری بایست — رہوں خوار یا جاؤ اندد ہگین

فرشتہ نے یہ پیغام اس عابد کو پہنچا دیا۔ عابد نے جواب دیا کہ مجھے تو بندگی کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے میرا کام صرف بندگی ہے۔ خداوندی سے مجھے کیا کام؟ کہ خداوندی تو صرف میرا مالک جانتا ہے۔ وہ فرشتہ یہ جواب سُن کر بارگاہ ایزدی میں واپس آیا اور عرض کیا کہ الٰہی! تو تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے تو ہی سمجھ سکتا ہے کہ عابد نے کیا کہا ہے۔ بارگاہ عزّت سے اس کو جواب ملا وہ بندگی نہیں چھوڑتا تو ہم بھی اپنے کرم کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں (ہمارا اکرام اس کے شامل حال رہے گا)۔

اشهد وايا ملٰئكتى انى قدَ غفَرُتُ لَهٗ اے میرے ملائکہ تم گواہ رہنا کہ میں اس کو بخشدیا

قبولست گرچہ ہنر نیستتش — ہے قبول تو گرچہ ہے نا سزا
کہ جزما پناہی دگر نیستتش — کہ کوئی نہیں تیرا میرے سوا

تراب کا واقعہ

طالب علم کی اعانت کے بارے میں بات چلی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک تفسیر میں لکھا ہے کہ تراب نامی ایک کافر تھا ایک دن ایک طالب علم مدرسہ کے چبوترے پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ اتفاقاً اس کے ہاتھ سے قلم چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ تراب نے جھپٹ کر وہ قلم اٹھایا اور اس طالب علم کو دے دیا۔ کل قیامت میں اس اعانت کے بقدر تراب کے عذاب میں کمی کر دی جائے

گی۔دوسرے کافر یہ دیکھ کر آرزو کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یَا لَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرَاباً اے کاش میں تراب ہوتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی زندگی ایک ہفتہ سے زیادہ باقی نہیں ہے تب بھی اس کو چاہئے کہ علمِ فقہ کے حصول میں مشغول رہے (علمِ فقہ سیکھے) کہ ایک دینی مسئلہ کا جان لینا ہزار رکعت نفل ادا کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اپنے اعضاء کا عمدہ عبادتوں سے آراستہ کرنا اور باطن کا پسندیدہ خوبیوں سے سنوارنا فیض الٰہی کا موجب اور لامتناہی الطاف کے درود کا باعث ہے۔اس بات کو تم ایک مثال سے سمجھو! اگر تم سے کوئی مخبر یہ کہے کہ اگلے ہفتے بادشاہ تم سے ملنے آئے گا تو تم آئیندہ ہفتہ کسی کام میں مشغول نہیں ہو گے بجز اس کے کہ جس چیز کو تم سمجھتے ہو کہ وہ سلطان کو پسند آئے گی اور اس کی نظر اس پر پڑے گی اس کو پاکیزہ اور صاف کر کے سجا کر رکھو گے۔تمام جگہ کو، اپنے لباس کو صاف اور ستھرا رکھو گے۔(یعنی بادشاہ کے آمد کی خبر سن کر گھر کو خوب آراستہ پیراستہ کرو گے) اب ذرا خود سمجھ لو کہ میرا یہ اشارہ کس طرف ہے۔میں یہ نہیں کہتا کہ تم یہ کرو یا وہ کرو بس اس قدر اشارہ کافی ہے۔

بیت

آنکہ او اہل مہارت آمدہ — وہ عقلمندی کہ صاحب مہارت ہے

بہر او ایما بشارت آمدہ — اشارہ اس کے لئے کافی وبشارت ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا ہے

ان اللہ لا ینظر الیٰ صورکم و لا الیٰ — اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے اعمال کو نہیں

اعما لکم و لکن ینظر الیٰ قلوبکم ونیا تکم — دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

شیخ اصیل الدّین سفید باز نے حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاءِ ثلٰثہ میں سے ایک ہیں مقالات اولیا اور کلمات مشائخ کے سننے کے فوائد کے سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صالحین کا ذکر اور عارفین کا تذکرہ ایک نور ہے جو ہدایت طلب کرنے والوں کے دلوں میں پر تو فگن ہوتا ہے۔ میں ان اور اق اور اس انتخاب میں اس بحر ز خارف و دریائے عوارف یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے اذواق و معارف اور موا جیدو احوال اور سیر مقامات وحالات وکرامات اور بعض صوفیاء کرام اور اس فرقہ عالیہ کے ذکر وسیر اور ان کی کرامات کا کچھ تذکرہ کروں گا تا کہ وہ حضرت جو عقیدۂ کامل رکھتے ہیں وہ اس سے نفع اندوز ہوں اور ان لوگوں کے مکروفریب سے جو اس پاکیزہ گروہ کی

کرامات اور مقامات صوفیہ کی نفی کرتے ہیں اور ان بزرگوں کے الہامات واستقامت کا ابطال کرتے ہیں محفوظ ہیں۔اعاذنا اللہ

تعالیٰ وایاکم عن مکائدھم (اللہ تعالیٰ ان کے مکر سے ہمیں پناہ دے)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے منقول ہے کہ: حکایات المشائخ جندٌ من جنود اللہ تعالیٰ تُعین القلوب (مشائخ کی حکایتیں اللہ تعالیٰ کے لشکروں سے ایک لشکر ہے جو دلوں کی اعانت فرماتا ہے)

حضرت شیخ کبیر سرور پری نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے مخلص اصحاب اور کامل ومکمل خلیفہ ہیں اور اس کتاب میں جہاں کہیں بھی لفظ حضرت کبیر تحریر ہوگا اس سے مراد آپ ہی کی ذات بابرکات ہوگی۔حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ مشائخ وصوفیہ کے کلماتِ مقدسہ کے استماع پر اور ان حضرات کے مقاماتِ پسندیدہ سے آگاہی کے حصول کے لیے قرآن پاک سے بھی کوئی دلیل ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ہاں! حق سبحانہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَ کُلًّا نَّقُصُّ عَلَیۡکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ ج ۱ھ	اور رسولوں کی خبروں میں سے سب باتیں ہم آپ پر بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے (مبارک) دل کو ٹھہرائیں

یعنی ہم آپ کے سامنے پیغمبروں کے واقعات اور اخبار مرسلان بیان کرتے ہیں اور ان کے احوال سے آپ کو آگاہ کرتے ہیں تاکہ آپ کے قلب کو ثبات میسر ہو اور قوت میں اضافہ بھی ہو اور اگر آپ کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچے تو آپ جان لیں کے سابقہ پیغمبروں کو بھی اسی طرح کے رنج پہنچے تھے اور انہوں نے ان پر صبر کیا تھا۔

اسی طرح مشائخ اور نیک لوگوں کے واقعات اور حکایات سننے سے مریدوں کے دلوں کی تربیت ہوتی ہے اور بلا وامتحان کے موقع پر اُن کی مثالوں میں ثابت قدمی کا سبق ملتا ہے۔ہان! اس کے لیے جواں مردوں کا عزم درکار ہے۔چاہیئے کہ ان بزرگوں کی سیرت اختیار کرے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ کسی نے شیخ ابوعلی دقاق سے دریافت کیا کہ بزرگوں کی حکایت اور مردان معرفت کی باتوں کے سننے کا کوئی فائدہ بھی ہے؟ جبکہ ہم ان کی طرح کام نہیں کر سکتے (ان جیسا مجاہدہ ہم سے نہیں ہوسکتا) تو انہوں نے فرمایا ہاں! فائدہ ہے! ایک یہ کہ اگر مرد طالب ہے تو قوی ہمت بن جائے گا اور اگر کوئی نامرد ہے تو مرد بن جائے گا۔اس سلسلۂ سخن میں آپ نے فرمایا ہے کہ فردوسی طوسی نے اسی موقع کے لیے یہ کہا ہے۔

بیت

ہر آنکس کہ شہنامہ خوانی کند — اگر کوئی شہ نامہ خوانی کرے

اگر زن بود پہلوانی کند — جو عورت بھی ہو پہلوانی کرے

اس جگہ نامہ سے مراد صحائف ومعارف وحقائق صوفیہ ہیں کہ حقیقت میں یہی حضرات شاہان عرصۂ ولایت اور شہر ہدایت کے ملوک ہیں۔ اگر کوئی مرد ہے تو شیر مرد ہو جائے گا اور اگر کوئی سیر مرد ہے تو فرد بن جائے گا اور اگر فرد ہے تو عین درد بن جائے گا۔ فرمایا مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے ہو جاؤ نیکوں کے ساتھ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنے چہروں کو عارفین کے آئینۂ قلب میں دیکھو مخفی نرہے کہ عارفون کے آئینہ سے مراد ان کی معرفتوں کی حالتیں ہیں کہ اپنے حال کے چہرہ اور اپنے اعمال کے سایہ کو طالبان صادق اور سالکان واثق اس طائفہ کے واقعات ومقامات کے اسی آئینہ میں دیکھتے ہیں۔ اگر غرور و پندار کا تنکا ان کے احوال کی داڑھی میں ہوتا ہے تو جھاڑ دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمارے اقوال دافعال ان مقدسوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ غرور کو اپنے اعمال سے نکال دیتے ہیں اور اپنی کمزوری ان بزرگوں کے مقابلہ میں محسوس کرتے ہیں اور غرور ومکاری اور خود پسندی سے پرہیز کرتے ہیں جیسا کہ بعض بزرگ عارفوں نے فرمایا ہے کہ اپنے حالات کا خلق کے حالات سے موازنہ نہ کرو بلکہ صدیقین کے حالات سے موازنہ کرو تا کہ تم کو اُن کی فضیلت اور اپنی ناداری معلوم ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اسی سلسلہ میں مقام شیخ الاسلام سے نقل فرمایا کہ بزرگان زمانہ اور مشہور یادگاران سلف سے وصیت کی کہ ہر بزرگ کی کوئی بات یاد کرلو۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان کا نام یاد رکھو کہ اس سے نفع پاؤ گے۔ اس کی بہترین نشانی یہ ہے کہ مشائخ کی باتوں کو سنو اور تم کو اچھا معلوم ہو اور دل سے اس طرف مائل ہو اور انکار نہ کرو جب اللہ تعالیٰ تم کو کوئی اپنا دوست دکھلائے اور تم کو پسند نہ پڑے اور کمتر معلوم ہو تو ہر بدتر گناہ سے یہ بدتر ہے، کیونکہ یہ محرومی وحجاب کی دلیل ہے اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ حِرْمَان ھٰذَا الْعِرْفَانِ (پناہ میں رکھے ہم کو اللہ تعالیٰ اس عرفان کی محرومی سے) بالفرض نگاہ میں غلطی ہوگئی اور وہ ذات وہ نہ ہو جس کے سبب تم نے قبول کیا تو تم کو نقصان نہ ہوگا کہ تمہاری نیت اس سے ٹھیک تھی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلطان ولد حضرت مولوی معنوی سے نقل کرتے تھے کہ حضرت مولوی سفرِ آخرت کے وقت اپنے ساتھیوں سے جو اس کوچ سے رنجیدہ تھے فرماتے تھے کہ میں یہ جسم نہیں ہوں جو عاشقوں کے نگاہ میں پسندیدہ ہے بلکہ میں وہ ذوق اور جوش ہوں جو مریدوں کے دل میرے کلام سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ اللہ جب وہ وقت پاؤ اور اس مزہ کو چکھو تو غنیمت جانو اور شکر گزار رہو کہ میں وہی ذرق اور جوش ہوں۔

مگو زنہار کین دم قال باشد — کبھی اسکو کہومت قال ہوگا
کہ دردی سربسر احوال باشد — کہ اس میں بس سراپا حال ہوگا
سخنہائی مشائخ آب حیوانست — ہے آب زندگی پیروں کی ہربات
چہ بیند آنکہ در ظلمات حرانست — اسے کیا سمجھے گا حیران ظلمات

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مشائخ اور دوستان خدا کی باتیں اور ان کی دوستی تم کو انہیں دوستان میں

داخل کر دیتا ہے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دوستی دونوں قرابتوں یعنی رشتۂ نسبی و تعلق محبت سے ایک قرابت ہے اور کہا ہے کہ کوئی یگانگت دوستی سے زیادہ یگانگت نہیں ہے اور کوئی بیگانگی عداوت سے بڑھکر بیگانگی نہیں ہے ۔

القوم اخوان رصدق بینھم نسب	قوم بھائی بھائی ہیں اور دوستی ان میں نسب
من المؤدّہ لم یعدل بہ سبب	دوستی کے مثل کوئی بھی نہیں رشتہ سبب

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک قوم دوسری قوم کو دوست رکھتی ہے لیکن انکے اعمال نہیں اختیار کرتی ' فرمایا آلماء مع من احب انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو گروہ صوفیہ کے کمال معارف اور ان کے احوال کا علم ہے تو وہ خوش بختی ہے۔ اور جس شخص کو یہ باتیں حاصل نہیں ہوئی (قابلیت ازلی اور اہلیت دائمی سے نصیب نہیں ہوئی) کہ یہ دولت تو اللہ تعالٰی اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ) اگر کسی شخص کو اس گلزار معارف کی ذرا سی خوشبو اور اس لالہ زار کی نسیم حاصل ہوگئی ہے تو یہ بھی سعادت کی علامت ہے اگر کوئی شخص اپنی محرومی اور حرماں نصیبی کے باعث ان دونوں فرقوں میں کسی سے بھی نہیں ہے (اس کا تعلق نہ گروہ اوّل سے ہے اور نہ گروہ ثانی سے) تب بھی اس کو چاہیئے کہ ان دوستانِ خدا کی ہم نشینی اور صحبت اختیار کرے اس لیے کہ اس پاک گروہ کے ساتھ اختلاط اور ہم نشینی ہی انبساط کا باعث اور اجر جزیل کا موجب ہے۔

ذکر بشارت محبان اولیاءاللہ

حضرت سید الطائفہ ابو بکر عطوفی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس گروہ کے اقوال پر اعتقاد رکھتا ہے اور اس گروہ سے عقیدت و ارادت رکھتا ہے اس سے کہو کہ مرے حق میں صرف دعا کرے۔

حضرت خواجہ منصور (حلاّج) کہتے ہیں کہ۔ جو شخص ہماری ان باتوں (معارفِ تصوّف) پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی چاشنی اس نے چکھی ہے اس کو میرا اسلام پہنچانا۔

حضرت شیخ عمود قدس سرہٗ شیخ شردانی قدس اللہ سرہٗ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اگر تمہارے پیروں میں طاقت ہو تو خراسان جا کر اس شخص کی زیارت کرو جو ہم کو دوست رکھتا ہے اور میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ان لوگوں کے ساتھ جو ہم کو دوست رکھتے ہیں نیکی کرنا۔

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اولیائے اللہ کو دوست رکھنے والا اور حضرت اصفیا کا ہوا خواہ (محبت کرنے والا) اسی گروہ میں سے ایک فرد ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ شیخ ابوجعفر صید لانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اپنی ارادت اور عقیدت کے ابتدائی زمانہ میں جب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم صدر مقام پر تشریف فرما ہیں۔ اور مشائخ صوفیہ آپ کے گرد بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان ک طرف نظر فرمائی آسمان کا دروازہ کھلا اور ایک فرشتہ سونے کا طشت اور چاندی کی چھاگل (آفتابہ) لے کر اترا اور حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھ دیا آپ نے دست مبارک دھوئے اور اس کے بعد پھر ہر ایک نے ہاتھ دھوئے لیکن جب میرے سامنے وہ طشت اور آفتابہ رکھا گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ اس کے سامنے سے اُٹھالو یہ اس گروہ صوفیہ میں سے نہیں ہے۔ طشت بردار نے طشت اُٹھالیا اور واپس چلا گیا اس وقت میں نے کہا کہ یارسول اللہ اگرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں لیکن آپ کو بخوبی علم ہے کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے پر طشت واپس آ گیا اور میں نے بھی ہاتھ دھوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسّم فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ہم کو دوست رکھتے ہو تو ہمارے ساتھ رہو۔ شیخ ابوجعفر فرماتے ہیں کہ یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ میرا اُٹھنا بیٹھنا صوفیہ کرام کے ساتھ تھا۔ (لیکن کسی کا مرید نہیں تھا)

شیخ ابراہم ادھم قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ایک فہرست (طومار) ہاتھ میں لئے کچھ لکھ رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا لکھ رہے ہو۔ فرشتہ نے کہا کہ خداوند تعالےٰ کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا تم نے میرا نام بھی اس فہرست (طومار) میں لکھا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ میں ان میں سے تو نہیں ہوں مگر میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ یعنی اس کے دوستوں کا دوست ہوں۔ میں یہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ ایک دوسرا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ یہ فہرست دوبارہ لکھو اور اس شخص کا نام اس فہرست میں سب سے پہلے لکھو جو میرے دوستوں کا دوست ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ روزِ قیامت بندہ اپنے اعمال (حسنہ) کی کمی کے سبب سے مایوس اور نا اُمید ہو جائے گا تو اللہ تعالےٰ اس وقت فرمائے گا کہ اے میرے بندے تو فلاں جگہ کے فلاں دانش مند کو یا فلاں عارف کو پہچانتا ہے تو اُس وقت وہ کہے گا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں تو بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوگا کہ جا تجھ کو بھی اس شخص کی شناخت و معرفت کے باعث بخش دیا

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے اس گفتگو کے ضمن میں فرمایا کہ سلطان العارفین حضرت (بایزید بسطامی

رضی اللہ عنہ) کا ایک دوست سفر میں ان کے ساتھ تھا یہ حضرات چلے جار ہے تھے کہ کسی شخص نے اس ساتھی کو خبر پہنچائی کہ تمہارا فلاں دوست مر گیا ہے۔ وہ شخص اس کی عاقبت کا غم کرنے لگا اور اس کے انجام کے بارے میں متاسف ہونے لگا۔ حضرت سلطان العارفین اس کے تاسف اور افسوس سے متاثر ہوئے اور فرمایا کہ تمہارے مرنے والے دوست نے مجھ کو دیکھا تھا؟ اس نے کہا نہیں، سلطان العارفین نے فرمایا اس نے میرا نام سنا تھا؟ اُس نے کہا جی ہاں! جب میں آپ کی خدمت اور صحبت شریف سے فارغ ہو کر اس شخص کے گھر جاتا تھا اور جناب والا کے اوصاف حمیدہ اور سوانح پاکیزہ اس شخص کو سنایا کرتا تھا وہ ان کو سن کر خوش ہوتا تھا اور بڑے اعتقاد سے سُنتا تھا۔ سلطان العارفین نے فرمایا بس اس قدر کافی ہے (اس کی انشاءاللہ بخشش ہو جائے گی)۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں لشکر غیب اور عالم لاریب سے الہام کرنے والوں نے اس فقیر اشرف کو بھی بتایا ہے اور پکار کر مجھ سے کہا گیا ہے کہ جو کوئی تجھے اخلاص سے دیکھتا ہے اور پر خلوص دل کے ساتھ اس نے تیری صحبت اختیار کی ہے اس کو بخش دے جائے گا مجلس والا اور محفل بلند مکان کے حاضرین یعنی حضرت کبیر و شیخ عارف، حضرت شیخ معروف، حضرت قاضی رفیع الدین، حضرت شیخ شمس الدین اودھی (رحہم اللہ تعالیٰ) اور بہت سے دوسرے حضرات اس مژدۂ جانفزا اور بشارت دلکشا کو سن کر بہت خوش ہوئے اور بے ساختہ یہ شعر ان کی زبان سے نکلا۔

چہ شکر آنکہ مر امژدۂ امان آمد	خدا کا شکر بشارت امان کی آئی ہے
نوید فتح دربشارت ازانجہان آمد	نوید فتح مجھے اس جہان سے آئی ہے

الحمد للّٰہ علی ھذہ النعمۃ الشرلفۃ والوعدۃ الرفیعۃ بار بار کہنے لگے اور شکر الٰہی بجالانے لگے۔

حضرت قدوۃ الکبرا اقدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جبکہ صرف شناخت ہی سے نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ اور نجات کا سبب بن جاتی ہے تو دوستوں کی محبت اور طالبان حق سے پیوستگی اور دوستی اور ان کی سیرت اختیار کرنا اور ان حضرات کی پیروی کس قدر اولیٰ تر اور افضل تر ہوگی (اس کا اجر کس قدر عظیم ہوگا) شیخ ابوالعباس عطا سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر دوستی خدا کی نہیں کر سکتے تو اس کے دوستوں سے دوستی کرو کہ دوستوں کی دوستی بھی اسی کی دوستی ہے

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ جس طرح گروہ صوفیہ کے اقوال کی تکرار اور اس گروہ کے فضائل کا اقرار موجب اجر ہے کیا اسی طرح ان کے اقوال کا انکار قہر عظیم اور زجر الیم (سخت عذاب) کا موجب ہوگا حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اور تقریباً ایک حکایت حضرت مولانا روم سے نقل کی کہ حضرت حسام الدین چلپی نے جو حضرت مولانا روم قدس سرہ کے خلفیہ (اور ان

کے پوتے بھی تھے) جب اپنے دوستوں اور اپنے حلقہ کے دوسرے اصحاب کی توجہ الٰہی نامہ (تصنیف حکیم سنائی) اور منطق الطیر

(تالیف خواجہ فرید الدین عطار) جیسی منظوم کتابوں کی طرف زیادہ دیکھی (دیکھا کی طرف بہت راغب ہیں) تو انہوں نے حضرت مولوی معنوی کی خدمت میں گزارش کی کہ غزلیات کی کتاب تو بہت ہو چکی ہے اگر اب بجائے غزلیات کے الٰہی نامہ اور منطق الطیر کے طرز پر کوئی کتاب منظوم تیار ہو جائے جو دوستوں کے لیے یادگار رہو تو بہت ہی خوب ہو، حضرت مولانا روم نے یہ سنتے ہی اپنی دستار مقدس سے ایک کاغذ نکالکر شیخ حسام الدین چلپی کے ہاتھ میں دے دیا اور اس کاغذ پر اٹھارہ ابتدائی اشعار مثنوی کے لکھے اس جگہ سے کہ

بشنو ازنی چون حکایت میکند　　　وز جدائی ہاشکایت میکند

اس جگہ تک کہ　　حال پختہ ورنیاید ہیچ خام　　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

اس کے بعد ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ حضرت مولانا روم نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ تمہارے دل میں یہ خواہش اور آرزو پیدا ہو عالم غیب سے میرے دل میں القا کیا گیا تھا کہ اس قسم کی کتاب عظیم نظم کرنا چاہئے اس کے بعد وہ مثنوی معنوی کے اہتمام میں مشغول ہو گئے کبھی کبھی تو ایسا ہوتا تھا کہ اوّل شب سے طلوع فجر تک حضرت مولانا روم اِملا کراتے اور حسام الدّین چلپی اشعار لکھتے جاتے پھر انہوں نے جس قدر لکھا ہوتا اس کو بآواز بلند حضرت مولوی رومی کے سامنے پڑھتے ۔ جب پہلی جلد مثنوی کے تمام ہوئی تو حسام الدّین چلپی کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس کام کے تسلسل میں رکاوٹ پڑ گئی (وہ تسلسل ختم ہو گیا) اس کے دو سال کے بعد پھر حسام الدین چلپی کی فرمائش سے مثنوی کو تکمیل پر پہنچایا چنانچہ جلد دوم ے آغاز میں اس کا اظہار فرمایا۔

مدتی این مثنوی تاخیر شد
مہلتی بایست تا خون شیر شد

شیخ چلپی حسام الدّین فرماتے ہیں کہ جب مثنوی پڑھی جاتی اور حاضرین اس کے کیف میں ڈوب جاتے تو اس وقت میں دیکھتا کہ مردان غیب کی ایک جماعت ہاتھوں میں دور باش اور تلواریں لے کر حاضر ہوتی کہ جو کوئی اخلاص کے ساتھ نہیں سُنے گا ہم اس کے ایمان کی جڑیں اور شاخیں کاٹ کر پھینک دیں گے اور اس کو دوزخ میں کھینچ کر لے جائیں گے۔ حضرت مولوی رومی قدس سرہٗ نے فرمایا ایسا ہی ہے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے ۔

دشمن این حرف این دم درنظر　　　شد ممثل سرنگوں اندر سقر

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ کرام کی تصنیفات اور فرقہ صوفیہ کی تالیفات اللہ تعالیٰ کے انعام و بخشش اور اس کے نامتناہی کرم کا نتیجہ ہیں۔ جس زمانہ میں یہ فقیر حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی قدس سرہٗ سے کاشان میں شرف اندوز ملاقات ہوا تو اثنائے ملاقات میں شیخ محی الدین ابن عربی کا تذکرہ آیا شیخ عبدالرزاق کاشانی نے فرمایا کہ بغداد کے ایک عظیم شیخ نے ان کے فضائل و مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے اور خود حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اپنے بعض احباب و اصحاب کی فرمائش سے ایک رسالہ اپنی تصنیفات کی فہرست میں مرتب کیا ہے اس میں ان کی تصنیفات کی تعداد ڈھائی سو سے زیادہ ہے اور ان سب کے نام تحریر کیے ہیں ان میں زیادہ تر تصوف کے موضوع پر ہیں شیخ اکبر نے اس رسالہ کے مقدمہ میں خود یہ تحریر کیا ہے کہ ان کتب کی تصنیف و تالیف سے میرا مقصد دوسرے مصنفوں کی تصانیف کا جو مقصد رہا ہے وہ نہیں ہے بلکہ میری بعض تصانیف کا سبب تصنیف یہ ہے کہ حقِ تعالیٰ کی طرف سے کبھی کوئی ایسا امر واقع ہو جاتا کہ اُس کے ضبط سے یہ ڈر ہوتا تھا کہ وہ مجھ کو پھونک ڈالے گا لہٰذا ایسے واردات و اموار میں سے بعض کو میں بیان کر دیتا۔ اور ایک سبب یہ بھی ہوتا تھا کہ کبھی خواب میں کبھی بیداری میں بطور مکاشفہ حق تعالےٰ کی جانب سے میں اس کے لیے مامور کیا جاتا۔ اس سلسلۂ سخن میں حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ رسالہ غوثیہ کی تالیف کے سلسلے میں حق تعالےٰ نے مجھ کو بھی اس امر شریف سے سربلند فرمایا تھا۔ (مجھے بھی حکم ہوا تھا کہ رسالہ غوثیہ تحریر کروں) اور میرے سر میں بھی اس کا شوق پیدا کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت نور العین بھی اس واقعہ شریفہ میں موجود تھے اسی طرح قدوۃ الکبرا کے کلمات اور الفاظ شریفہ کا جامع یعنی یہ خادم جو نظام یمنی کے نام سے موسوم ہے اس اشارہ سے سربلند ہو چکا ہے (اس کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ملفوظات قدوۃ الکبرا جمع کرے) اور اس کلام لطیف اور سخنان پاکیزہ کو جمع کرنے کے سلسلے میں بعض الہامات اور واردات قلب پر گزرے ہیں[1]

---

[1] یہاں پر مخطوطہ میں یہ عبارت موجود ہے اسکو بلفظہ پیش کر رہا ہوں: قال الا شرف بشرنی اللہ تعالی من اصغی کلا مک مجسن القبول والا عتقاد و بطرزالیقین والا نقیادفی عرفانی و وجد انی بسمعٍ جنانّیٍ فقد اندرجت فیہ حسناتٌ فیھا نطقۃ العلم و المعرفتہ وان التبس علیہ فی الحال فقد یثبت لہ النصیب فی طور من الطوادہ۔

حضرت اشرف قدسرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ جس نے میرے عرفان و وجدان کے بارے میں تمہاری بات کو حسن قبول داعتقاد و طریق یقین دفرنسرداری کے ساتھ گوش دل سے سنا تو اس میں بلا شبہ نیکیاں سرایت کر گئیں جس میں علم و معرفت کی گویائی ہے اور اگر کلام فی الحال اس پر مشتبہ ہو گیا تو یہ اس کے لئے ایک قسم کا حصہ ثابت ہوگا (شمس بریلوی)

نوٹ: بعینہ یہ عبارت مطبوعہ نسخہ میں صفحہ ۷ ا پر بھی موجود ہے اور حاشیہ پر فارسی ترجمہ ہے۔ (نوشاہی)۔

الغرض مشائخ کے کلمات عجیبہ اور نکات غریبہ کشف دوجدان اور ذوق وعرفان سے مستنبط اور مقتبس ہوتے ہیں، ذوق وعرفان کے تحریک سے تحریر کئے جاتے ہیں (اور غیبی اشارہ شامل حال ہوتا ہے) اس لئے ان مقالات کا منکر اور کلمات ذوق و وجدان کا معترض جہنم کے گڑھے اور حرمان کے غار میں گرتا ہے جیسا کہ مولوی معنوی نے اپنی مثنوی میں فرمایا ہے۔

مثنوی

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد — چاک پردہ کرنا جب چاہے خدا
میلشن اندر طعنہ پاکان برد — طعنہ پاکاں پہ دل کو دے جھکا
ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس — اور اگر چاہے کہ ستاری کرے
کم زند در عیب اہل دل نفس — طعن سے پھر دل بھی بیزاری کرے
نکتہا چون تیغ پولاداست تیز — نکتے ہیں تلوار فولادی سے تیز
گر نداری تو سپر واپس گریز — ڈھال گر رکھتا نہیں کرجا گریز
پیش این الماس بے اسپرمیا — بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ را نبود حیا — کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی توحید افعال میں تحقیق کر چکا ہے اور توحید صفات سے آگاہ ہے وہ شخص جانتا ہے کہ افعال صوفیہ اور اقوال طائفہ علیہ میں کیا حکمت ہے (وہ صوفیہ کے افعال واقوال حکمت سے خالی نہیں ہوتے) پس ایسے شخص کو جو ان کلمات سے آگاہ ہے کبھی ان کلمات پر حرف گیری نہیں کرنی چاہئے۔

بر حرف ہیچ کس منہ انگشت اعتراض — مت رکھ کسی کے حرف پہ انگشت اعتراض
کان کلک صنع نیست کہ خطی خطا کشد — یہ وہ قلم نہیں کہ کھینچے خطہ خطا

رسالہ مناقب ومراتب خلفائے راشدینؓ

حضرت قدوۃ الکبرا نے اصحاب کاملین کے مراتب خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مناقب میں ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا۔ اس رسالہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے مناقب کچھ زیادہ بیان کیے گئے تھے جس سے علماء ظاہر کا گمان دوسری طرف جاتا تھا حیلہ باز اور جنگ دوست لوگوں کے دل و دماغ میں تفضیلیت و بدعت کی بو جاتی تھی۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا بنگال سے حضرت زبدۃ الاحرار علاؤ الدین والدین ولد نیاسے ملاقات کرکے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں قصبہ محمد آباد گہنہ میں آپ نے نزول فرمایا اور قصبہ کے سواد سے ملحقہ ایک باغ میں آپ نے قیام فرمایا۔ وہاں کے علماء فضلا اور کاملین اطراف و اکناف سے حضرت قدوۃ الکبرا کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ دقائق معرفت اور حقائق طریقت

پر باتیں شروع ہوئیں۔ اس دوران صحابہ کرام (خلفائے راشدین) رضی اللہ عنہم کے مناقب کے بارے میں گفتگو

شروع ہوئی۔حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق زبان گوہر بار سے ارشاد فرمایا اور آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا کہ حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی اپنی زبان نہ کھول سکا (پھر کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ اس اعتراض کو اٹھاتا) عقاید پر تمہید کے بطور کچھ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے صحابۂ کرام کے مناقب میں رسالہ تالیف کیا ہے اگر آپ حضرات اس کا مطالعہ فرمائیں تو مناسب ہوگا۔حاضرین نے پورے شغف اور دلچسپی کے ساتھ اس کے مطالعہ کی استدعا کی چنانچہ حضرت کے مہتمم کتاب خانہ مولانا حسین نے حضرت کے اشارہ کے بموجب رسالہ ان لوگوں کے دے دیا قاضی حمیدالدین اور بعض دوسرے علماء نے اس کا مطالعہ کیا اور مطالعہ کے بعد بہت ہی زیادہ تعریف کی۔ان علماء میں قاضی احمد بھی شامل تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے مناقب کی کثرت پر اعتراض کیا اور بحث شروع ہوگئی ہر ایک نے دلائل دینے شروع کیے اور بحث نے طول پکڑ لیا۔اقوال مختلفہ ثبوت میں پیش کئے جانے لگے بعض علماء بھی بحث میں قاضی احمد کے طرف دار ہوگئے۔رسالوں اور روایات کے حوالے زیر بحث آئے نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان لوگوں نے شہر پہنچ کر بزعم خود حضرت کی خطا پر مبنی ایک استفتا تحریر کیا اور ان لوگوں نے باہم طے کیا کہ آیندہ جمعہ کو اس بنیاد پر حضرت سے تعارض کریں گے اور کھل کر اعتراض کریں گے حضرت کو جب اس کا علم ہوا تو آپ کو قدرے تردد ہوا۔لیکن جب جمعہ کی نماز کا وقت آیا تو شدید بارش ہونے لگی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوفان نوح آگیا ہے قصبہ کے گھروں میں پانی گھس گیا۔اتنی شدید بارش میں کوئی بھی مسجد میں نہ پہنچ سکا۔صرف یہی نہیں بلکہ ان لوگوں کی جمعیت میں بھی تفرقہ پڑ گیا۔اس جماعت میں ایک فاضل و دانش مند سید خان نامی تھے ان کو خواب میں کہا گیا کہ تم نے اشرف جہانگیر کو کیا سمجھ رکھا ہے وہ معمولی شخص نہیں تم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ اگر دونوں کی خیریت اور کونین کی دولت چاہتے ہو تو جاؤ اس سے عذرخواہی کرو اور اپنے ناشائستہ عمل سے توبہ کرو! جب صبح کو سید خان بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے جو ایک صالحہ خاتون تھیں یہ خواب بیان کیا۔سید خان کی بیوی نے کہا کی میں نے بھی بلکل ایسا ہی خواب دیکھا ہے اور میں تم سے یہ خواب کہنا ہی چاہتی تھی لیکن پہلے تم نے کہہ دیا اب مناسب اور درست یہی ہے کہ حضرت کے حضور میں جاؤ اور عذرخواہی کرو! دیکھو خبردار! نہنگ کے منہ میں جانا عقل مندوں کا کام نہیں ہے۔

نیاید پسندیدگان راپسند ۔۔۔ نہیں اچھے لوگوں کو ہر گز پسند
کہ دربیشۂ شیر خیمہ زنند ۔۔۔ کہ شیروں کے گھر میں ہو خیمہ بلند

لڑنیوالوں سے نکل کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں جاؤ نیز تمہارے لڑکے نہیں ہوتے حضرت سے درخواست کرو شاید تمہیں انے اس خواب کی تعبیر اس بزرگ کے کرم سے مل جائے جو تم نے چند دن ہوئے دیکھا تھا

که ایک بزرگ سید جامع فضائل مشرق (بلادشرقیہ)سے تشریف لائے ہیں تم بھی ان کی خدمت میں

گئے ہو، انہوں نے تمہیں چار آم مرحمت فرمائے ہیں۔

سید خان اپنی بیوی کے مشورے کے مطابق فوراً قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ قلب مبارک میں کچھ تردّد نہ فرمائیں ان سب کا جواب میں دیتا ہوں۔حضرت قدوۃ الکبرا کے چہرۂ مبارک پر اس سے بے حد خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور فرمایا کہ اے عزیز مناقب اصحاب کے سلسلہ میں اس فقیر نے بھی جواب ہائے باصواب دیے ہیں لیکن وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی کے باعث ان جوابات کو تسلیم نہیں کرتے سید خان نے عرض کیا کہ آپ نے بجا فرمایا لیکن اب اس مخلص نے ایک دوسری تدبیر کی ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے خوش ہوکر چار آم سید خان کو دیے اور ان سے فرمایا تمہارے چار بیٹے ہوں گے۔ایک طاہر دوسرا مطہر تیسرا طیب اور چوتھا محمد۔ان میں سے ہر ایک عالم و فاضل ہوگا اور اپنے زمانہ میں دوسروں سے بلند و بالا ہوں گے۔اس واقعہ کے بعد دوسرے جمعہ کو تمام علماء آئے اور انہوں نے وہ استفتا حضرت کے سامنے پیش کیا۔سید خان وہاں موجود تھے،انھوں نے وہ استفتا اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پڑھا اور اس کے بعد ان لوگوں سے کہا کہ اصل غلطی تمہاری ہے۔ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب زیادہ بیان کیے گئے ہیں لیکن اگر غیر سید ایسا لکھتا تو اس پر اعتراض کیا جاسکتا تھا سید پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا اگر کوئی اپنے ماں باپ کی تعریف بحد غلو بھی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔یہ سن کر ان عالموں نے کہا کہ اپنے اس قول پر کوئی دلیل پیش کرو!انہوں نے قبول کیا اور جامع العلوم سے یہ حدیث شریف نقل کی:-

الناس ابناء الدنیا و لا یلام الرجل	لوگوں دنیا کے فرزند ہیں اور کسی فرد پر ملامت نہیں کیجاتی اگر وہ اپنے والدین سے
علی حب ابویه بمد حهما	محبت کریا انکی تعریف کرے۔

اس روایت کو سنتے ہی ایک دم بخود اور نا کام ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جَآءَ الْحَقُّ وَ ذَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ'' بالآخر سب نے عذر پیش کیا اور اب عذر خواہی کیا مفید ہوسکتی تھی۔حضرت قدوۃ الکبرا نے سید خان اور ان کے ہمخیال لوگوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اور قاضی حمید الدین اور تمہاری اولاد کو ہر قرن و زمانہ میں دارین کی کمالیت عطا فرمائے بالنبی واله الا مجاد اور معترضوں کو شر و فساد کے لئے سانس نہ لینے دے،نعوذ باللہ منھا۔چنانچہ ہر ایک مصیبت میں گرفتار ہوا۔

ستیزیدن عارفی بیدرنگ	کسی سچے عارف سے لڑ بیٹھنا
درانداختن دردہان نہنگ	ہے گھڑیال کے منہ میں اڑ بیٹھنا

تقریباً ایسے ہی واقعہ کا حضرت قدودہ الکبرا نے یہ بیان فرمایا کہ بخارا میں علمائے ظاہر اور

فضلائے نے باہر نیف فصوصی الحکم کے جلادینے کے بارے میں فتوی لکھا تھا اور قریب تھا کہ دو ایک دن کے بعد

فصوص الحکم کے تمام نسخوں کو جلا دیا جاتا کہ اسی اثناء میں ایک دانش مند فاضل اور عالم باعمل جو بہت ہی فصیح و بلیغ زبان میں گفتگو کرتے اور تمام علوم وفنون پر کامل دست گاہ رکھتے تھے بخارا میں وارد ہوئے چنانچہ وہاں کے ہر ایک عالم نے اور فاضل نے بخارا شہر کے باہر آکر ان کا استقبال کیا اور بڑی عظمت وعزت کے ساتھ ان کو شہر میں لائے اثناء گفتگو میں فصوص الحکم کے جلا دینے کے فتوے کا بھی ذکر آیا ان بزرگوار نے فرمایا کہ

جب میں نے وہ کتاب دیکھی نہیں ہے اور اس کے معانی سے آگاہی حاصل نہیں کی ہے تو پھر میں کس طرح اس کے جلانے کا حکم دے سکتا ہوں۔

چنانچہ کوشش کر کے کہیں سے فصوص الحکم حاصل کی اور ان بزرگ کی خدمت میں مطالعہ کے لیے پیش کر دی۔ انہوں نے چند روز اس کے مطالعہ میں صرف کیے۔ چند روز کے بعد پھر علمائے شہر آپ کے پاس آئے اور فصوص الحکم کے جلانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ:۔

فصوص الحکم کے مضامین کے جو معانی میں نے سمجھے ہیں اور میرے ذہن میں ان کا جو تصور ہے اس کی بنا پر میں اس کے جلانے کا حکم نہیں دے سکتا اور وہ حقائق جن تک میری فکر نہیں پہنچ سکی ان کے بارے میں میں کس طرح کہہ دوں کہ وہ جلانے کے لائق ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ کی روحانی برکت کے باعث فصوص الحکم کا جلانا موقوف کر دیا گیا۔

اس واقعہ کی مناسبت سے قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ متقدّمین صوفیہ حضرات کے کلمات اور ارباب کمال کی تالیفات اللہ تعالےٰ کے رموز میں سے ایک رمز ہے اور باری تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے ہر کسی کو اس سے آگہی حاصل نہیں ہوتی لیکن جس کا باطن نور وجدان سے اور جس کا قلب حضور عرفان سے بہرہ یاب ہوتا ہے (وہ اس سے آگاہی پا سکتا ہے) حضرات صوفیہ کے ارشادات کے سننے کا استحقاق اور اس پاک گروہ سے آگاہی کے حصول کے لیے ادنیٰ ترین قابلیت اور اہلیت یہ ہے کہ کشف خاص حاصل ہو یا فہم ناشی مقام اختصاص سے ہو، حضرت کبیر نے عرض کی کشف خاص وفہم ناشی عن اختصاص سے کیا مراد ہے، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کشفِ خاص سے مراد سالک کے دل میں نور الٰہی کا ایسے طریقہ پر ظاہر ہونا ہے کہ اُسکو یقینی عقیدہ اور سچے علوم اس بارے میں حاصل ہوں کہ سوا اللہ کیلئے کوئی وجود نہیں اور بے شک جو کچھ ما سوا اللہ دیکھا جاتا ہے کچھ نہیں ہے سوائے اللہ کے جو اُس کے ظاہر و باطن وبصیرت کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ کشفِ خاص ہوتا ہے۔ یہ مقدمات عقلیہ اور براہین نظریہ اور مکشوفاتِ ملکوتیہ وجنّیہ وملکّیہ سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ کشفِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فہم ناشی عن

مقام اختصاص سے مراد ارباب حقیقت کی تقلید ہے اوران کے کلمات کے مطالعہ اوراُن کے رموز واشارات کے سمجھنے سے اُن کے اقوال کو

قبول کرنا، احوال کو ماننا اوراُن کے معارف اور کشفوں اور حقائق و دقائق کا ادراک کرنا ہے اور اسی کا نام کشف نظری ہے اور یہ مقام اختصاص ونہایت اخلاص ہی سے ہوتا ہے کیوں کہ یہ طریقہ وقل کے طریقوں سے بالاتر ہے۔

اس کے بعد صاحب فصوص الحکم (حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ) کے مناقب واوصاف کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جس زمانہ میں یہ بندہ مکہ مکرمہ میں شیخ الشیوخ عبداللہ یافعی قدس سرہ (یہ امام ھمام، وحید عصر، علم وفضل میں یگانہ، اور علم ظاہری و باطنی کے عالم تھے اور جن کی بہت سی تصانیف میں مثلاً تاریخ مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ حوادث الزمان روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین دُرُرُالنَّظِیُم نے فضائل القرآن العظیم ان کی یادگار ہیں) کی ملاقات سے مکہ مغظہ میں شرف یاب ہوا اور آپ نے مجھے گونا گوں لطائف معارف اور ظرائف کراشف انگیز سے نوازا۔ اور میں ایک مدت تک آپ کی خدمت میں حاضر باش رہا تو اُسی زمانہ میں ایک دن حضرت شیخ علی ہمدانی قدس سرہ نے (جو تمام دنیا کا سفر کر چکے تھے) حضرت امام ہمام عبداللہ یافعی (قدس سرہٗ) سے درخواست کی کہ شیخ اکبر قدس سرہٗ کے مناقب سے بہرہ اندوز فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کی ذات وحدت الوجود پر اعتقاد رکھنے والے حضرات کی پیشوا ہے [۱]۔ بایں ہمہ فضل وکمال یعنی علماء وفقاء ظاہر نے اُن پر مسئلہ وحدت الوجود میں طعن کیا ہے اور اکثر علماء اور صوفیہ عظام وصلحائے کرام (قدس اللہ اسرارھم) نے ان کو بہت ہی عظیم و بلند پایہ بزرگ گردانا ہے اور ان کی بہت کچھ تعریف کی ہے اور ان کے کلام کو بہت کچھ سراہا ہے اور ان کے اشعار لطیف وغریب واخبار نادر وعجیب موجود ہیں۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

شیخ اکبر قدس سرہٗ کی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے ایک بار ملاقات ہوئی ایک کو دوسرے نے دیکھا اور ایک دوسرے کے مقامات کا ادراک کیا لیکن بغیر بات چیت کیے۔

دو صاحب راز دریک طرفۃ العین | دو صاحب راز بس آنکھیں جھپکتے
سخن بسیار گویندبی کلامی | بہت کچھ کہتے ہیں بے بات بولے
ازان بیرونست ای صاحب معانی | یہ اس سے 'بالا ہے اے عقل والے
کہ دریا بد کلامی خاص عامی | کہ ایسی خاص شے کو عام سمجھے

ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ بعد میں شیخ اکبر قدس سرہ کے بارے میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہرردی قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال

[۱] وہ قائلین وحدۃ الوجود کے پیشوا ہیں اور زبدۂ عاشقان شہود ہیں۔

ہےتوانہوں نےفرمایا ھو بحرالحقائق ۱؎ اور جب شیخ اکبرقدس سرہٗ سےشیخ الشیوخ کے بارے میں دریافت کیا توانہوں نے کہا رجد مملو من فرقه الٰی قدمه من سُنّه ۲؎ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ غواصان دریائے حقیقت وسیّاحان صحرائے وقائق (ارباب حال وقال) جوان دونوں بزرگوں کے مراتب کے مابین ان کے ارشادات کے پیش نظر فرق کرتے ہیں ان کا کہنا تقریباً اس شعر کے مطابق ہے (یہ فرق اس شعر کے مصداق ہے)

دردولبت فرق نکردن تو ان — فرق نہیں تیرے لبوں میں کوئی
خضر ہما نست و مسیحا ہمان — خضر وہی دونوں مسیحا وہی

اس موقع پر حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ جب حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ کا مقام اس قدر بلند ہے تو پھر بعض اکابر نے حضرت شیخ اکبر کی تصنیفات پر (جومظہر حقائق اور مصدر دقائق ہیں) اعتراضات کیوں کئے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ طعنہ زنی کرنے والوں کے طعن اور حاسدوں کے حسد کا منشا یا تقلید نفس اور تعصّب ہے یا آپ کے مصطلحات سے بے آگاہی اور ناواقفی ہے جو حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ نے اپنی تصنیفات وتالیفات میں استعمال کی ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر ان حاسدوں کے حسد کا باعث شیخ اکبر کے وہ دقائق ومعارف اور وہ کشف وحقائق ہیں جو ان کی تصنیفات میں عموماً اور خاص طور پر فصوص الحکم میں بیان کیے گئے ہیں اور کسی کتاب میں ایسے مباحث موجود نہیں ہیں اور گروہ صوفیہ میں سے کسی نے ان کو بیان بھی نہیں کیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہ نے فرمایا کہ جو کوئی ان مخدومان جہاں کے کمترین خادموں اور ان کاملین زمانہ کے جاروب کشوں سے حاصل کرتا ہے اور صاحبانِ بصیرت کا معتقد ہوتا ہے اس کے بارے میں یہ امید کی جاسکتی ہے کہ انشآءاللہ یقیناً اپنے مقصد پر پہنچ جائے گا اور جو کوئی بے علمی کی بنا پر ان صدّیقوں کا منکر ہوگا اور ان کے خلاف کرے گا تو گویا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ سلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے خلاف کرے گا اس لیے کہ ان اصحاب کا طریقہ اور ان کی روش حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ سولم اور صحابۂ کرام کی روش کے عین مطابق ہے۔ ان عارفوں اور عالموں کا یہ روشن طرز بدعت اور مخالفت شریعت سے بالکل پاک وصاف ہے اور ان کے دل کا آئینہ زنگ شوائب (برائیوں) سے بالکل مصفّا ہے۔ پس اس طائفہ علیہ سے انکار انوار واسرار صوفیہ سے محرومی کا موجب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے تقریباً ان الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ:-

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ علیہ سے اکابر سادت و اشراف میں سے کسی شخص سے کچھ تکرار ہوگئی اس امیر

۱؎ وہ حقیقتوں کا ایک سمندر ہیں۔

۲؎ ایسے شخص ہیں جو سرتاپا سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

نے شب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اس امیر پر عتاب فرمار ہیں ہیں جب وہ امیر خواب سے بیدار ہوا تو شیخ سعدی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عذر خواہی کی اور ان کو راضی کر لیا۔

اسی طرح مشائخ میں سے ایک بزرگ شیخ سعدی کی عظمت اور بزرگی کے منکر تھے ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور ملائکہ نور کے طبق لیے نازل ہو رہے ہیں۔ ان بزرگ نے پوچھا یہ کیا ہے اور کس کے لیے ہے انہوں نے کہا کہ شیخ سعدی شیرازی کے لیے ہے۔ ان کا ایک شعر بارگاہ رب العزت میں مقبول ہو گیا ہے اور وہ شعر یہ ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہو شیار — ہوش مند شخص کی نظر میں ان سرسبز درختوں

ہر ورقی دفتر ست معرفت کردگار — کا ہر ایک پتہ معرفت الٰہی کا ایک دفتر ہے

جب یہ بزرگ خواب سے بیدار ہوئے تو رات ہی تھی یہ اسی وقت رات میں شیخ سعدی کے زاویہ پر پہنچنے کے لیے روانہ ہوئے تا کہ جلد سے جلد شیخ کو یہ خوشخبری پہنچائیں۔ وہاں پہنچ کر دیکھتے ہیں کہ چراغ جل رہا ہے اور دفتر کھلا ہے اور کچھ پڑھ رہے ہیں انہوں نے کان لگا کر سنا تو وہی شعر تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز سفر ہو یا حضر، کبھی نہیں چھوٹتی تھی۔ روح آباد کے قرب و جوار کے کسی قصبہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک جامع مسجد کی بنیاد اپنے قصبہ میں قائم نہ فرمائی تھی۔ ایک دن جمعہ کے لئے قصبہ سنجھول تشریف لے گے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد اس قصبہ کا ملاّ اور اس کے کچھ شاگردوں نے حضرت قدوۃ الکبرا سے علم الکلام کا یہ مسئلہ دریافت کیا کہ بندہ اختیار رکھتا ہے یا نہیں تیسری چیز بیچ میں نہیں، اگر ہم کہیں کہ صاحبِ اختیار ہے تو پھر ہم قدریہ ہوئے اور اگر کہیں کہ بندہ عدمِ اختیار ہے تو پھر جبریہ ہوئے پس ان دونوں صورتوں کے درمیاں ہمارا مذہب کونسا ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مسئلہ اختیار اگلوں سے مشکل چلا آتا ہے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باعتبار ظاہر تو اختیار ہے اور باعتبار حقیقت جبر ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب بزودی میں حضرت امام فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ صورۃً اختیار ہے اور حقیقتاً جبر ہے۔ ملاّ نے حضرت قدوۃ الکبرا کی مراد و منشا کو غور سے نہ سنا اور اپنے علم کے غرور میں چند ایسی علمی بحثیں چھیڑ دیں جن کا کچھ مفہوم و مقصود نہیں تھا بلکہ ان باتوں سے اس کا مقصود اپنی فضلت کا اظہار تھا اور اس کی ان باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ حضرت سے حسد رکھتا ہے۔ حجرت اس کی باتوں کا جواب ٹھیک ٹھیک دیتے تھے۔ چنانچہ باہمی ایک دوسرے کی باتوں اور دلائل کے ثابت کرنے میں اصل بات لمبی ہوگئی اور عنقریب اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آئے گا۔ قصہ مختصر بحث اس مرتبہ کو پہنچی کہ اس ملاّ کی زبان سے خلاف ادب بات نکل گئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے دل میں اسم القہار کی تجلی پر تو فگن ہوئی اور آپ نے فرمایا "اب تک تیری زبان رہی ہے "یہ فرماتے ہی اس کی زبان تالو سے کھنچ کر باہر آ گئی بولنے کی سکت باقی نہیں رہی تمام حاضرین محفل حیران و پریشان تھے اور ایک عذر خواہی کرنے لگا۔ اس ملاّ کی ماں بہت ہی بوڑھی

تھی۔مشائخ اور بزرگوں سے اس کو بڑا اعتقاد تھا اس نے اپنے بیٹے کی یہ حالت سُنی تو روتی پیٹتی قدوۃ الکبرا کی خدمت میں آئی اور آپ کے پیر پکڑ لیے اور معافی مانگنے لگی۔سب کے روبرو اس بُری طرح روئی کہ حاضرین مجلس کے دل بھر آئے وہ روتی جاتی اور کہتی جاتی کہ یا میسر پُت بھکہؔ دے، جب اس کی فریاد و زاری حد سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ مائی! تیر نشانہ پر پہنچ چکا اور اب وہ لوٹ نہیں سکتا ہاں! اتنا ہو جائے گا کہ اس کی زبان جو باہر نکل آئی ہے وہ منہ کے اندر چلی جائے گی اور ہکلا کر بولا کرے گا۔صرف یہی نہیں بلکہ اس کی اولاد پوتے، پڑپوتے، سب کے سب ہکلے ہوں گے اور اس قصبہ میں کوئی عالم زندہ نہیں رہے گا۔جو عالم بنے گا وہ مر جائے گا۔ان ملفوظات کا جامع یعنی نظام حاجی غریب یمنی اس واقعہ کے ایک عرصہ کے بعد اس قصبہ میں میں ایک مرتبہ گیا میں نے تلاش کیا تو وہ بے ادب ملاّ مر چکا تھا اُس کے ایک بیٹا ہے جو اس سے زیادہ ہکلا ہے اور اب وہی قصبہ جو فاضلوں اور عالموں سے بھرا رہتا تھا آج ویران پڑا ہے بہت سے عالم انتقال کر چکے ہیں بعض نے جو کچھ پڑھا لکھا تھا بھول چکے ہیں حق تعالیٰ سب کو اس طائفہ کی بے ادبی اور صوفیہ سے لڑائی جھگڑا کرنے سے محفوظ رکھے با لنبی وٰاله الا مجاد۔

شرائط استماعِ حکایاتِ صوفیہ

اس اثنا میں اس خادم (مولف ملفوظات) نے عرض کیا کہ اس بزرگ گروہ صوفیہ کی حکایات اور ان کے کلمات سے استفادہ کی شرائط کیا ہیں (کن امور کو اس صورت میں ملحوظ رکھا جائے) حضرت نے فرمایا کہ ان حضرات کی تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ اور ملاحظہ کے وقت چار باتوں کا خیال رکھنا چاہئے ایک تو یہ کہ اس مطالعہ کی غرض و غایت اور اس کی بنیاد کسی خواہش نفسانی پر نہ ہو جیسے کسل اور سُستی کو دور کرنے یا طبیعت کی پژمردگی کو مٹانے کے لیے مطالعہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان حکایات و روایات کے مطالعہ اور بلند و بالا کلام کا مطالعہ حصول آگہی کے لیے ہونا چاہیئے یا مقصد یہ ہو کہ جہاں جہاں شکوک واقع ہو گئے ہیں ان شکوک کو رفع کرنے کے طریقہ سے اطلاع پا سکے اعتراض اور خطا گیری مقصد نہ ہو،غرضیکہ نفس کے اخلاق ذمیمہ کا اس سے تعلق نہ ہو کہ ایسے مبنی بر اغراض مطالعہ سے کچھ بھی نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔پس چاہیئے کہ مطالعہ کا باعث طلب حق اور طریق مطلق (معرفت) کے سوا کچھ اور نہ ہتا کہ اس صدق و خلوص کی برکت سے یہ دروازہ طلب صادق پر کھل جائے۔

دوسرے یہ کہ مطالعہ میں اعتدال کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور طبیعت میں اضمحلال پیدا ہونے سے پہلے ہی مطالعہ ترک کر دے اور اس میں افراط نہ پیدا ہونے دے جس سے فہم اور معنی رسی میں اشکال پیدا نہ ہو اور فہم کی صفائی مکدّر نہ ہو۔تیسرے یہ کہ مطالعہ کے دوران فہم معانی کے وقت معنی ظاہری پر قناعت نہ کرے اور جان لے کہ کلمات نبوی سے ہر کلمہ کے لئے اور سالکان سنن مصطفوی کی باتوں سے

ہر بات کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ قال الاشرف؛

کلمتہ التصوف و حکایت التّعرف بَحرٌ مِنُ بِحار العرفانِ ومَعُدَنٌ مِنُ مَعَادِنِ الُوِجُدَانِ یخرُجُ مِنُهُمَا اللُّئولُؤ وَالُمَرُجَان ۱؎: تصوف پر مبنی ہر کلمہ اور معرفت کی حکایات میں سے ہر ایک حکایت عرفان کا ایک سمندر اور وجدان کی ایک کان ہے جس سے مونگا اور مردارید نکلتے ہیں:۔ جیسے حضرت شیخ سعدی کے بعض اشعار ایسے ہیں کہ ان کے کئی کئی معنی ہو سکتے ہیں (جس اعتبار سے بھی ان کے معانی بیان کیے جائیں وہ درست ہوں گے) مثلاً

نہ ہرجائی مراکب تو ان تاختین — سواری کو ہر جانہ دوڑایئے
کہ جاہا سپر باید انداختن — کہ بہتیری جا عجز دکھلایئے
درین ورطہ کشتی فردشد ہزار — گئیں اس بھنور میں بہت کشتیاں
کہ پیدا نشد تختہ برکنار — کنارے پہ جن کا نہیں کچھ نشاں

پس اس طائفہ علیہ (بزرگان طریقت) کے کلمات میں جتنا غور کیا جائے گا ایک سے ایک بڑھ کر معانی ان کلمات سے حاصل ہوں گے۔ پس فہم کو ان معانی کے حصول میں حد کمال تک پہنچانا چاہئیے (فہم معنی میں تعمق سے کام لینا چاہئیے) تا کہ آہستہ آہستہ طالب معنی اپنے مقصود کو پہنچ جائے۔

چوتھے یہ کہ طلب کے دشواریوں کی برداشت اور اس کے زمانہ کے طول پر بھی صابر رہے اور ہر سمجھ کے موافق ایک علم پیش کرے تا کہ آہستہ آہستہ انشاءاللہ تعالیٰ منزل تک پہنچے۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے اثنائے بیان میں فرمایا کہ بزرگوں کے کلمات اور صالحین کی حکایات بہت اثر رکھتی ہیں لیکن جب تک ان حضرات کی سیرت کو اختیار نہیں کیا جائے گا اور ان بزرگوں کے طریقہ کو نہیں اپنایا جائے گا راہ رو طریقت اپنے مقصد کو نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت سلطان العارفین کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کا ایک مرید ایک بار حضرت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور آپ کے قدم مبارک پر قدم رکھ کر آگے بڑھ رہا تھا (اور آپ کے نقش قدم کی پیروی کرتا ہوا چل رہا تھا) اتفاقاً حضرت سلطان العارفین نے پیچھے کی طرف دیکھا اور اس مرید سے فرمایا یہ کیا کر رہے ہو؟ مرید نے جواب دیا کہ میں آپ کے قدم پر قدم رکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز! قدم پر قدم رکھنا تو کیا اگر تم بایزید کی کھال بھی پہن لو تو جب تک بایزید جیسے کام نہیں کرو گے شربت مقصود نہیں پی سکتے۔

قال الا شرف

من لم یعمل اکتساب المجاهده — لم یصلّ الی جناب المشاهده
جس نے کسبِ مجاہدہ کا عمل نہیں کیا — وہ حضور مشاہدہ تک (ہرگز) نہیں پہنچ سکتا ہے

۱؎ پ ۲۷ سورہ رحمٰن ۲۲

لطیفہ ۱

توحیداوراس کے مراتب

توحید کی تعریف

قال الاشرف : التوحید فناء العاشق فی صفات المحبوب۔

(فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ توحید عاشق کا مٹ جانا ہے محبوب کے صفات میں)

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کی اور اس لفظ قدوۃ الکبرا سے مراد اس کتاب میں جہاں جہاں یہ لفظ مزکور ہے حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی ہوں گے کہ اگر چہ یہ ارشاد بیان واظہار توحید وتفرید کے ہر نوع پر شامل اور جامع ہے اور اصحاب ذوق و وجدان اور ارباب شوق وعرفان کا مقصود و مراد اس میں موجود اور داخل ہے لیکن عنایت فرما کر توحید کے مراتب تفصیلی طور پر بیان فرمائیں تا کہ حاضران مجلس فائدہ حاصل کریں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت نور العین کی درخواست پر توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ ترجمۂ عوارف میں مزکور ہے کہ توحید کے چند مرتبے ہیں:

توحید ایمانی

پہلا مرتبہ توحید ایمانی ہے اور وہ یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے وصف الوہیت کی بے مثلی اور اس کے معبود حق ہونے کی یکتائی کا موافق قرآن وحدیث کے اشارات ودلائل کے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے اور یہ توحید نتیجہ ہے خبر دینے والے کو سچا ماننے اور خبر کی سچائی پر اعتقاد رکھنے کا اور ظاہر علم سے یہ توحید حاصل ہوتی ہے اور اس کا اختیار کرنا شرک جلی سے بچنے اور سلسلۂ اسلام میں داخل ہونے کے لئے فائدہ مند ہے، اور صوفی لوگ ضروریات دین کے حکم میں اس توحید میں عام اہل ایمان کے شریک ہیں۔ ہاں اور دوسرے مراتب میں یکتا اور مخصوص ہیں اور اسی مرتبہ پر قناعت کر لینا دین عجائز کا اختیار کرنا ہے جو اس حدیث شریف سے سمجھا جاتا ہے کہ علیکم بدین العجائز ۔(یعنی بوڑھی عورتوں جیسا دین رکھو)

توحید علمی

توحید علمی ، باطن سے حاصل ہوتی ہے ۔ یہ دوسرا درجہ علم باطن سے متعلق ہے اور

اس سے حاصل ہوتا ہے۔اس کوعلم الیقین بھی کہتے ہیں۔اور وہ یہ ہے کہ بندہ ابتدائے طریق تصوف میں ہی یقین سے اس بات کو جان لے کہ موجودِ حقیقی اور موثر مطلق سوائے خداوند عالم جلّ علا کے اور کوئی نہیں ہے اور جملہ زوات وصفات وافعال اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات و افعال کے آگے بالکل ناچیز ہیں اور ہر ذات کے فروغ کو خداوند تعالیٰ کے نور ذات کا نتیجہ سمجھے اور ہر صفت کو اللہ تعالے کی صفت مطلقہ کا پرتو جانے بس جہاں کہیں قدرت،علم،ارادہ،سمع وبصر کا اثر دیکھے اس کو باری تعالے کے سمع وبصر،علم وارادت وقدرت کا اثر سمجھے اس طرح تمام دوسری صفات وافعال پر قیاس کرنا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے قریب قریب یہ بات،طبقات الصوفیہ[۱] سے نقل کرتے ہوئے بیان کی کہ۔

شیخ سعدالدین حموی نے کہا ہے کہ توحیدِ بشریت میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ

کو حیّ وقیوم قبول کرے اور تمام احوال میں اس کی طرف متوجہ ہو!

یعنی جو کچھ بھی مظاہر خلقیہ وکونیہ ہیں یعنی دنیا میں جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے خواہ وہ موافق طبع ہو یا ناپسند خاطر ان سب کو حضرت جل شانہ، کے سپرد کرے اور کسی واسطہ کو نظر میں نہ رکھے بلکہ واسطہ کو اللہ تعالے کے دست تصرف میں (بلاتشبیہ) ایسا سمجھے جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم کی حرکت (کہ اصل حرکت دست کاتب، کی ہے اور لکھنے والا قلم ہے) اس کے علاوہ سب کو معزور سمجھے اگر کوئی فائدہ پہنچے تو شکر بجالائے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالےٰ اس کی طرف مائل بکرم ہے اور اگر نقصان اور ناپسندیدہ بات ظہور میں آئے تب بھی یہی سمجھے کہ اللہ تعالےٰ جلوہ فرما کر اس کو تنبیہ وتادیب فرمارہا ہے تاکہ اطوار ناپسندیدہ سے گریز کرے اور رضاء وتسلیم کے راستے پر چلے پس کسی مصیبت اور تکلیف پر سالک پر واجب ہے کہ وہ اپنی ذات میں غور کرے اور اپنے ظاہر وباطن کا جائزہ لے اور بُرے صفات (ترک صفات محمودہ) ترک آداب،غفلت،تضیع اوقات،عبادات میں سستی اور تمام قبیح اعمال سے رجوع کر کے اپنے آپ کی اصلاح کرے جس کام سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے یا جو بات اس کے حق میں ایذا رساں ہے اس کو یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ نے اس صورت سے ظاہر ہو کر اس کو تنبیہ فرمائی ہے صوفیہ کرام کے یہاں ایسے ہر شخص کو مُوَحِّد کہتے ہیں۔

ایک بزرگ کا عجیب واقعہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بزرگ نے سوار ہو کر لالہ زار کی طرف کسی کام سے جانا چاہا انکے سواری کے جانور (خچر) پر زین کس کر لایا گیا۔تو انہوں نے اپنے موزے طلب کیے جب موزے لائے گئے تو ایک موزہ تقریباً دو انگل چوہے نے کاٹ ڈالا تھا یہ دیکھتے ہی وہ بزرگ رونے لگے ان کے اصحاب واحباب نے جو اس وقت خدمت میں موجود تھے عرض کیا کہ اتنے معمولی نقصان پر اس قدر افسوس کیوں فرما رہے ہیں ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ میں اس وجہ سے تاسف کر رہا ہوں ملول ہوں اور رورہاہوں کہ چوہے

[۱] طبقات الصوفیہ عربی زبان میں سب سے پہلا تذکرۃ الصوفیہ ہے جو شیخ سلمی نیشاپوری قدس اللہ سرہٗ کی تصنیف ہے

نے موزہ کاٹ ڈالا اوراس کونقصان پہنچایا ہے بلکہ میں تواس سبب سے متاسف اور گریہ کناں ہوں کہ خدا معلوم مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے۔جس کی پاداش میں چوہے نے میرا موزہ کاٹ ڈالا ہے اوراس کونقصان پہنچایا ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں ارشادفرمایا کہ جب موحد کثرت میں وحدت کے مطالعہ ومشاہدہ میں مشغول ہوتو جب جمال الٰہی کا ظہور ہواس وقت تواس کی حمد وثنا بجالائے اور اگر پر تو ہائے جلال کا مشاہدہ کرے تواس کے جمال کی پناہ چاہے چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم مظہر قہر سے ہٹ کراس کے لطف کی پناہ حاصل فرماتے اور یہ دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ اِنِیّ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ الٰہی میں تجھ سے تیرے ہی ساتھ پناہ کا طالب ہوں!(مسلم شریف روایت از حضرت عائشہؓ)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ موحد کیلئے جلال مظہر جمال بن جاتا ہے اور قہر مبدل بہ لطف و کرم ہو جاتا ہے جس طرح حضرت موسٰی علیہ السلام کا عصا اور یدِ بیضا کافروں کے لئے اژدہا تھا اور آپ کے لئے عصا اور کُھلا ہوا نورُ تھا۔حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ بھی سفر کی حالت میں حال سے کبھی خالی نہیں ہوتے تھے۔ایک بار حب کہ آپ دہلی کی طرف سرگرم سفر تھے ایک عجیب وغریب حالت کا آپ پر غلبہ تھا۔حواس ظاہری سے بالکل بیگانہ تھے راستہ میں ایک مست ہاتھی جس کے پاؤں میں تیس (۳۰) من وزنی زنجیر پڑی تھی آزاد ہوگیا اس کو روکنے اور پکڑنے کے لیے پانچ چھ ہتھنیوں کو آگے پیچھے لگایا گیا۔ہر ہتھنی پر فیلبان موجود تھے اس کے پکڑنے کی تدبیر کی جارہی تھی جس طرف سے مست ہاتھی آرہا تھا۔اس کی مقابل سمت سے حضرت قدوۃ الکبرا(قدس سرہ) گزر رہے تھے۔آپ کو دیکھ کر فیلبان نے بہت شور مچایا لیکن آپ کو مطلق خبر نہیں ہوئی اور جب تک ہمراہی صوفی حضراتؑ ہیا۔ہو ہا ہائے کریں وہ فیل مست آپ کے پاس سے گزر گیا اور کسی قسم کا نقصان اس کی ذات سے آپ کو نہیں پہنچا لوگوں کا شور حد سے زیادہ تھا لیکن آپ دریائے شہود سے نکل کر ساحل شعور تک نہیں آئے۔

چنان غرقیم در دریائی وحدت	میں ایسا ہوں غریق بحر وحدت
کہ ہوش از گوہر عالم ندارم	سمجھ کچھ مجھ میں عالم کی نہیں ہے
چنان مستغرقم اندر خیالت	تصوّر میں ترے ایسا ہوں ڈوبا
خبراز عالم و آدم ندارم	خبر عالم و آدم کی نہیں ہے

حضرت قدوۃ الکبرا(قدس سرہ) نے فرمایا کہ یہ حالت وکیفیت اہل خصوص داہل توحید کے اولین احوال کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے(بعض اہل خصوص کے اولین مراتب توحید میں سے ایک مرتبہ ہے)اس کی ابتدا اوراس کا مقدمہ توحید عام سے الگ تھلگ نہیں ہے بلکہ ابتداس توحید عام سے ملتی ہے۔اس مرتبہ سے مشابہ ایک مرتبہ اور ہے جس کو کوتاہ نظر افراد توحید علمی کہتے ہیں حالانکہ وہ توحید علمی نہیں ہے بلکہ وہ ایک رسمی توحید ہے اور وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔

توحید رسمی

تیسرا مرتبہ توحید رسمی ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک فرد فطین وذکی کتابوں کے مطالعہ سے یا کسی بزرگ سے سن کر توحید کے بارے میں گفتگو کرے اور بحث ومباحثہ میں بے مغز باتیں کرے لیکن حال توحید سے اس کے دل میں کوئی اثر نہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) ایک روز اصحاب صدق کے ساتھ جامع دمشق میں تشریف رکھتے تھے۔ اطراف واکناف کے کچھ صوفیہ حضرات اور کچھ طالبانِ معرفت بھی موجود تھے ایک شخص نے معرفت پر گفتگو شروع کردی اور بڑی چرب زبانی سے بولتا رہا اور حاضرین میں سے ہر ایک سے شطحیّات صوفیہ کے معنی دریافت کرنے لگا جبکہ اس کا مقصد استفادہ نہیں تھا بلکہ اپنی حقائق دانی اور دقائق رسی کا اظہار مقصود تھا۔ اسکی یہ لاطائل گفتگو سن کر قدوۃ الکبرا نے فرمایا: ایک شمہ صفات الٰہی کا اور ان لا متناہی اشعات کا وجود بشری میں پنہاں ہے حادث، قدیم کی ماہیت کو کسطرح جان سکتا ہے۔

شعر

چون قدیم آید حدث گردد عبث ہے عبث حادث جو آجائے قدیم
پس قدیمی راکجا داند حدث کس طرح حادث بھلا جانے قدیم

حقائق الفاظ کے بیان کو تقلید نہیں سمجھ لینا چاہیئے اور دھوکہ میں تم نہ آجانا کہ ان الفاظ کے جاننے سے آگاہ ہوگئے اور اس کے حقائق سے باخبر ہوگئے محض الفاظ کے جان لینے سے تم کو توحید کی کیا خبر من لم یزق لم یدرك جب تک اس کا ذائقہ نہیں چکھو گے اس کا ادراک نہیں کرسکو گے۔ جب تک علائق زمانہ اور عوائق دوراں سے باہر نہیں آؤ گے اور ریاضت شدیدہ اور عبادات پسندیدہ میں مشغول ہو کر مہذب نہیں بنو گے اس وقت تک خالی باتوں سے کیا فائدہ!

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اغیار سے کنارہ کش ہوجاؤ تا کہ مجھ تک پہونچو۔

معشوق دردو عالم چون فرد شد بخوبی معشوق دوجہاں میں خوبی میں ہو جب یکتا
عاشق نشاید الّا از ہردو کون فردی دونوں جہاں میں عاشق یکتا ہے اسکو زیبا
ہر روبہی نیارد درراہ عشق رفتن روبہ مزاج کوئی اس راہ میں نہ آئے
درراہ عشق باید مردی دشیر مردی اس راہ عشق میں تو بس شیر مرد ہوگا

کوشش کرنا چاہیئے تا کہ یہ صفتیں تیری ذات میں قائم وموجود ہوں اور اس کے بعد وحدت کا بھید اپنا سر تیرے جسم سے نکالے کہ میرے جبہ میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

یک رنگ کند شراب مارا یکرنگ کرے شراب مجھ کو
تاہر دوشود یکی کہ ومہ تاچھوٹے بڑے ہوں ایک دونوں

اس وقت معلوم ہوگا کہ وحدت کیا چیز ہے ورنہ ان کلمات کا پڑھ لینا اور سن لینا ایسا ہے کہ کوئی مصری

کی تعریف کرے تو سننے والے کو سننے سے حظ تو ہوتا ہے لیکن اس کے مزہ اور مٹھاس کو نہیں جانتا جب تک چکھ نہ لے

گر بسخن کار میسر شدی — بات ہی سے کام اگر بن چلے

کار نظامی بفلک برشدی — کام نظامی کا فلک پر چڑھے

؎ کارکن کار بگذر ازگفتار — کام کر کام چھوڑ دے گفتار

کاندرین راہ کار دارو کار — اس طریقہ میں کام سے ہے کار

بارخدایا ہم کو اس بڑی نعمت پر ثابت قدم رکھ اور اس کو تمام مومن مرد وعورت اور مسلم مرد وعورت کو عطا فرما، اے گناہوں اور خطاؤں کے بخشنے والے بلاشبہ تو دُعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ توحید علمی اگرچہ توحید حالی سے کم درجہ کی ہے لیکن توحید حالی سے اس کا مزاج ملا جلا ہے۔

وَمِزَاجُه، مِنۡ تَسۡنِيۡمٍ ٥ لا عَيۡناً يَّشۡرَبُ — اور اس کی آمیزش سے (چشمہ) تسنیم (کا پانی) (ایسا)

بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ ٥ ط ۱؎ — چشمہ جس سے پئیں گے (اللہ کے) مقرب بندے،

اس توحید کی شراب کی صفت ہے اور اسی لئے ایسا موحد زیادہ تر ذوق وسرور میں رہتا ہے یوں کہ بعض واقعات میں اپنے علم کے مطابق کام کرتا ہے اسباب کے وجود کو جو رابطہ اور واسطہ افعال الٰہی کے ہیں ان کو نہیں دیکھتا لیکن اکثر حالتوں میں اپنے وجود کی تاریکی کے باقی رہ جانے کے سبب سے اپنے علم کے موافق زیر حجاب رہتا ہے اور اس توحید سے بعض لوگ شرک خفی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

توحید حالی

چوتھا مرتبہ توحید حالی ہے اور وہ یہ کہ توحید کی حالت ذات موحد کا وصف لازم ہو جائے اور علامات وجود کی تمام تاریکیاں بجز اس کے جو تھوڑی سی باقی رہ گئی ہیں نورِ توحید کی چمک میں جو یندہ اور گم شدہ ہو جائیں اور نور توحید اس کے نور حال میں پوشیدہ و داخل ہو جائیں جیسا کہ تاروں کی روشنی آفتاب کی روشنی میں فنا ہو جاتی ہے۔

فلمّا استبان الصبح ادرج ضوءہٗ — صبح جسدم ہوگئی داخل ہوئی اسکی چمک

بإ سفارہ اضواء نور الکواکب — نور میں سارے ستاروں کی جو ہیں زیب فلک

اور اس مرتبہ میں موحد کا وجود واحد کے جمال و جود کے مشاہدہ میں ایسا غرق دریائے یگانگت ہوتا ہے کہ ذات و صفات واحد کے سوا اس کی نگاہوں میں کچھ نہیں سماتا یہاں تک کہ اس توحید کو واحد کی صفت جانتا ہے اور اپنی صفت نہیں خیال کرتا اور اس مشاہدہ کو بھی اسی کی صفت قرار دیتا ہے اس طریق میں اسکی ہستی قطرہ کی طرح بحر توحید کے تلاطم امواج میں گرتی ہے اور یگانگت میں ڈوب جاتی ہے۔ وَقَالَ الۡاَ شۡرَفُ اَلتَّوۡحِيۡدُ بَحۡرٌ وَالۡمُوَحِّدُ فِيۡهِ قَطۡرٌ لَمۡ يَبۡقَ مِنۡهُ اَثَرٌ۔ توحید ایک سمندر ہے اور موحد اس میں ایک قطرہ کے مانند ہے جس کا خود کوئی اثر وظہور باقی نہیں رہتا۔ اس سلسلہ میں آپ نے حضرت جنید کا یہ ارشاد بھی ذکر فرمایا کہ اَلتَّوۡحِيۡدُ مَعۡنًى تَضۡمَحِلُّ فِيۡهِ الرُّسُوۡمُ وَتَنۡدَرِجُ فِيۡهِ الۡعُلُوۡمُ وَيَكُوۡنُ

۱؎ پ۳۰ مطففین ۲۸/۲۷

اَللّٰہُ کَمَالَمْ یَزَلْ ۔یعنی توحید ایک ایسے معنی ہیں جس میں رسوم داخل ہو کر مٹ جاتے ہیں اور علوم اس میں اس میں اس طرح مندرج ہو جاتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا وجود ہی باقی رہ جاتا ہے جس طرح وہ ازل میں تھا۔حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے ارشاد فرمایا کہ ماوراء النہر کے مشائخ میں سے شیخ محمد ابن ابی نصیر حسینی قدس سرہ نے خواجہ ابوبکر خطیب مرد کے ذریعہ حضرت شیخ ابوسعید الخیر (قدس سرہٗ) کے پاس ایک مکتوب ارسال کیا۔(ان کے ذریعہ ایک سوال کا جواب دریافت کیا گیا تھا) شیخ نے خطیب مرو سے کہا جب تم شیخ ابوسعید ابوالخیر کی خدمت میں اس کو پیش کرو اس کا جواب ضرور لانا لیکن یہ خیال رکھنا کہ شیخ ابوسعید الخیر یہ نہ سمجھنے پائیں کہ یہ سوال میں نے کیا ہے سوال یہ تھا کہ کیا آثار بھی محو ہو جاتے ہیں۔خواجہ ابوبکر نے کہا کہ میں اس سوال کا بار نہیں اٹھا سکتا (یعنی زبانی مجھے یاد نہیں رہے گا) آپ اس کو تحریر کر دیجئے۔ انہوں نے مذکورہ سوال مجھے لکھ کر دے دیا۔خواجہ ابوبکر خطیب کا بیان ہے کہ۔

میں نیشاپور پہنچا اور ایک کارواں سرائے میں قیام کیا۔کچھ دیر بعد دو صوفی حضرات آئے اور انہوں نے پکار کر کہا کہ یہاں خواجہ امام ابوبکر خطیب کون صاحب ہیں؟ میں نے پکار کر کہا کہ میں ہوں انہوں نے کہا کہ شیخ ابوسعید نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہتے ہیں کہ میں سن چکا ہوں میری تشفی اس میں نہیں ہے کہ آپ سرائے میں اتریں مناسب ہے کہ میرے پاس آجائیں اس پیام وسلام سے مجھ پر ایک کیفیت اور وجد کی حالت طاری ہوگئی کیونکہ مجھے تو یقیناً معلوم تھا کہ میرے متعلق کسی نے انکو خبر نہ دی تھی، میں نے صوفیوں سے کہا اچھا میں نہا دھو کر تیار ہوتا ہوں میں نہا دھو کر باہر آیا تو ان دونوں درویشوں کو دیکھا کہ عود دگلاب لئے کھڑے ہیں کہنے لگے کہ شیخ نے ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے انکے ساتھ جب میں شیخ ابوسعید ابوالخیر کی خدمت میں پہنچا تو شیخ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:-اے قاصد خوش آمدید بھیجنے والے کی محبت کے باعث مجھے قاصد بھی عزیز ہے۔میں نے سلام کیا شیخ قدس سرہ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم نے اس شیخ کے پیغام کو حقیر سمجھا لیکن ہمارے نزدیک ان کی بات کی بہت قدر ہے تم جب سے مرد سے نکلے ہو میں منزل بہ منزل شمار کر رہا ہوں (کہ تم یہاں کب پہنچو گے) لاؤ کیا لائے ہو اور انہوں نے کیا کہا ہے۔

شیخ ابوسعید کی ہیبت سے وہ سوال میں بھول گیا تھا لہذا میں نے وہ کاغذ جس پر سوال تحریر تھا نکال کر پیش کر دیا۔شیخ نے فرمایا کہ اگر میں اس کا جواب ابھی دیئے دیتا ہوں تو تم کو فوراً واپس ہونا پڑے گا۔اب تم کو نیشاپور میں جو کچھ کام ہیں وہ کر لو جب تم جانے لگو گے تو میں اس کا جواب دے دوں گا۔میں چند روز نیشاپور میں رہا۔ہر رات شیخ قدس سرہٗ کی مجلس میں حاضر ہوتا جب میری واپسی کا وقت آیا تو میں نے شیخ قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ اب ان بزرگ کے پیام کا جواب مرحمت فرما دیجئے ۔ شیخ ابوسعید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم ان بزرگ سے کہنا کہ لَاتُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ [۱] اثر نہ باقی رہتا ہے نہ بچتا ہے، ذات ہی نہیں رہتی تو اثر کیسے رہے میں نے کچھ دیر غور کیا اور پھر عرض کیا میری سمجھ میں اس کا مفہوم نہیں آیا۔انہوں نے فرمایا کہ دانشمندی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے (یہ بات عقل سے نہیں

[۱] پ ۲۹ مدثر ۲۸

سمجھی جا سکتی)اور ہمارے شعروں میں سے یہ شعر تم یاد کرلو یہی ان کو سنا دینا۔

جسمم ہمہ اشک گشت وچشمم بگریست	جسم میرا اشک ہے اور آنکھ سے ہم روتے ہیں
درعشق تو بی چشم ہمی باید زیست	عشق میں تیرے تو ہم بے آنکھ ہی کے جیتے ہیں
ازمن اثری نماند ازعشق حبیب	عشق میں پیارے کے میرا نقش بالکل مٹ گیا
چون من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست	جبکہ خود معشوق ہوں عاشق کسے سب کہتے ہیں

میں نے عرض کیا کہ ان اشعار کو تحریر کر دیں تو بہتر ہوگا۔انہوں نے حکم دیا کہ تحریر کر دیں۔ چنانچہ وہ تحریر لے کر میں مرد واپس آ گیا اور اسی وقت شیخ پیر حسینی (محمد ابن ابی نصیر حسینی) کی خدمت میں پہنچا اور تمام قصہ بیان کیا اور میں نے رقعہ نکال کر ان اشعار کو پڑھا جو اس پر تحریر تھے جیسے ہی انہوں نے اشعار سنے ایک نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے جہاں سے دو شخص اٹھا کر ان کو باہر لے گئے وہ ساتویں دن مدفون ہوئے۔شیخ قدس سرہ نے فرمایا مصرعہ: بررستہ دگر باشد و بربستہ دگر بررستہ کوئی اور ہے بربستہ اور

اور جہاں تک علوم میں تقریر و زبان کا تعلق ہے اس طائفہ کی دلیل آیہ کریمہ اَناوَ جَدْنَآ ا بآ ءَ نَا عَلٰى اُمَّةٍ [1] (بیشک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا) ہے بربستہ تو مانگے کی اپنی زندگی میں زبان سے بولتا ہے اسے دھوکہ میں پانی کی جگہ سراب نظر آتا ہے جب ملک الموت کا ظہور ہوگا تو لباسِ رعایت لے لیتے ہیں اور اس شخص کی رسوائی ظاہر ہو جاتی ہے اور جو کچھ دل سے لگاؤ رکھتا ہے بررستہ ہے اس سے دین و دنیا میں بہت سے فائدوں کی امید حاصل ہوتی ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جب طالب صادق میں وجہ خاص کا مراقبہ و ملاحظہ بطور اختصاص جاگزیں ہوتا ہے اور اس کا وصف لازم ہو جاتا ہے جیسے کان میں سننے کی قوت اور آنکھ میں دیکھنے کی قوت تو نورِ شہود کا ظہور اور حضور وجود کا صدور اسقدر غالب آ جاتا ہے کہ کبھی کبھی اس کے حواس قطعی کام نہیں کرتے (توحید حالی اس قدر غالب آ جاتی ہے) اور وہ کسی طرف التفات نہیں کرتا خواہ وہ کتنی ہی مہیب چیز کیوں نہ ہو اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابوسعید خرّ از نے فرمایا ہے کہ اپنے حال اِرادت کے ابتدائی زمانہ میں اپنے وقت کی نگرانی بہت سخت کیا کرتا تھا ایک دن میں جنگل میں چلا جا رہا تھا میرے پیچھے سے کسی کی آواز آئی میں نے اپنے دل کو اس آواز کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔اور نہ اپنی نظر کو اس کے دیکھنے میں مصروف کیا کہ مجھے محسوس ہوتا کہ وہ چیز میری طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے۔یہاں تک کہ وہ بالکل میرے قریب آ گئی تب میں نے دیکھا کہ دونوں عظیم درندے ہیں وہ دونوں میرے کندھوں پر چڑھ گئے میں نے پھر بھی ان کا کچھ خیال نہیں کیا نہ ان کے چڑھتے وقت اور نہ اترتے وقت مجھے کوئی احساس ہوا۔

شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مشاہدہ (ذات) کے وقت آلام کا ادراک و احساس نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ لذت شہود جاری دساری ہوتی ہے۔ایک شخص کے سو کوڑے لگانا تھے اس کے ننانوے کوڑے لگائے گئے اور وہ مضطرب نہیں ہوا لیکن آخری کوڑے پر بہت چیخا چلایا اور بے قرار ہوا ۔ اس سے اس کیفیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ ۹۹ کوڑوں تک میں مشاہد ہ محبوب میں مستغرق تھا لذت مشاہدہ کے باعث ضربات

[1] پ ۲۵ زخرف ۲۲

کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی لیکن آخری کوڑے پر میں اس کے مشاہدہ سے محروم تھا۔(اس کی یاد سے غافل تھا)اس لیے چوٹ محسوس ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا(قدس سرہٗ) نے ارشاد فرمایا کہ اس توحید یعنی توحید حالی کا منشا نورِ مشاہدہ ہے اور توحید علمی کا منشا نورِ مراقبہ ہے اس توحید حالی میں اکثر رسوم بشریت فنا ہو جاتے ہیں اور توحید علمی میں بہت کم رسوم بشریت فنا ہو پاتے ہیں اور یہ جو کہا گیا کہ توحیدِ حالی میں اکثر رسوم بشریت فنا ہو جاتے ہیں اور کچھ باقی رہ جاتے ہیں یہ کچھ رسوم اس وجہ سے باقی رکھے گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے افعال کی ترتیب اور صدور ہو سکے(افعال انسانی سرزد ہو سکیں)اور موحد کے اقوال میں شائستگی پیدا ہو سکے یہی سبب ہے کہ حال حیات میں حقِ توحید جیسا کہ ادا کرنا چاہئے اس سے ادا نہیں ہونا۔اسی کے پیش نظر شیخ ابوعلی دقاق قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:-

التوحید غریم لا یَقْضِیُ دَیْنه و غریب لا یوڈی حقّه، یعنی توحید ایک ایسا قرض خواہ ہے جس کا قرض ادا نہیں ہو سکتا اور ایک ایسا غریب ہے جس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا توحیدِ حالی میں خواص کے لیے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یکبارگی تمام آثار و رسوم فنا ہو جاتے ہیں لیکن ایسا چند لمحات کے لیے ہوتا ہے وہ بھی ایسا جیسے بجلی کا چمکنا کہ ابھی چمکی پھر اس کی روشنی ختم!!!اسی طرح چند لمحات کے بعد اس کے بقایا رسوم عود کر آتے ہیں۔اور اس حال میں وہ کلیتہً شرک کی نفی کر دیتا ہے۔

توحید حالی میں موحد کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ ممکن نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی یہ دولت ہر شخص کو اس کے تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کے اعتبار سے مختلف اور متضاد طور پر نصیب ہوتی ہے یکساں طور پر نہیں بعض حضرات کو حق تعالیٰ اس مشاہدہ کے شرف سے ہمیشہ مشرف فرماتا ہے(اسکو یہ مشاہدہ علی الدوام حاصل ہوتا ہے) بعض کو شب و روز میں اکثر اوقات یہ مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور بعض کو بہت کم ساعات کے لئے یہ دولت حاصل ہوتی ہے اور بعض حضرات مرتبۂ شہود میں اس مرتبہ پر ہیں کہ ان کے کانوں میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُم [۱] کا نغمہ گونجتا رہتا ہے اور وہ اسکو کبھی نہیں بھولتے۔اس سلسلہ میں حضرت نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے جو معارفیت سے آراستہ اور حقائق سے پیراستہ تھے ان کا شمار و اصلانِ حق کے گروہ میں کیا جاتا تھا اور ان کو زمانے کے سالکوں کا محبوب کہا جاتا تھا۔ایک دن ان کے حضور میں بہت سے اصحابِ سلوک اور اربابِ طریقت موجود تھے۔ان سب حاضرین نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُم کا مسئلہ چھیڑ دیا اور اُن سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے جس دم الست بربکم فرمایا تھا اور یہ ندا دی گئی تھی۔وہی ندا اور خطاب بعینہ آج بھی میرے گوشِ جاں میں موجود ہے اور جس وقت حضرت آدم علیہ السّلام کو ملائکہ نے سجدہ کیا تھا میری ذریت انکے آئینہ زانو میں موجود تھی۔

---

۱ اللہ تعالےٰ نے تمام ارواح کی تخلیق کے بعد ان سے خطاب فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تمام ارواح نے جواب میں عرض کیا۔بلیٰ بے شک تو ہمارا رب ہے اس کو میثاق ازل، پیماں ازل عہد الست وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے صوفہ کرام کے یہاں یہ پیمان محبت اور پیمان عشق ہے جو بکثرت ان کے کلام میں ان کی تصانیف میں استعمال ہوا ہے۔(مترجم) پ۹ سورہ اعراف ۱۷۲

دولت مشاہدہ سے بہرہ دری کی نشانی

اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ اس گروہ میں دولت مشاہدہ کے اثر کا نشان اور علامت کیا ہے؟ (کس طرح سے معلوم ہو کہ یہ لوگ دولت مشاہدہ سے مستفید اور بہرہ ور ہیں اور توحید حالی کا ان پر غلبہ ہے)۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس اسرار کی بہت سی نشانیاں ہیں ان نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے حضرات کا دیدار حق تعالےٰ کے ذکر کا موجب بن جاتا ہے (ان حضرات کو دیکھ کر انسان خدا کو یاد کرنے لگتا ہے۔ اور وجدان حق کا سبب بنتا ہے)
اذارأو وجوھَھُمْ ذکّراللّٰہ،، جب وہ ان کے چہرے دیکھتے ہیں تو اللہ کی یاد کرنے لگتے ہیں۔ ان علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ یہ حضرات کسی تکلیف کا اثر قبول نہیں کرتے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ کافروں سے ایک جنگ کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو بہت سے زخم آئے اور آپ کے جسم میں تیر کے پیکان بھی رہ گئے جب ان کے نکالنے کی تدبیر کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی مت نکالو جب میں حرم کعبہ میں نماز میں اپنے جاں نواز کے ساتھ مشغول نیاز ہوں تو اس وقت اس پیکان کو نکال لینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ان کو کچھ بھی تکلیف کی خبر نہ ہوئی جب حال مشاہدہ ختم ہوا تب آپ کو معلوم ہوا۔

ایک آتش پرست کا ایمان لانا

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ شیخ ابوالادیان کا آتش پرستوں سے مناظرہ رہتا تھا۔ (ان کو ابوالادیان اس وجہ سے کہا جاتا تھا۔ کہ وہ بددینوں اور بدمزہبوں سے ہمیشہ مناظرہ کیا کرتے تھے۔ اور اپنے مخالفوں کو شکست دیا کرتے تھے)۔ ایک دن شیخ ابوالادیان اور مجوسی میں بات چیت ہو رہی تھی۔ شیخ نے فرمایا کہ آگ تو حق تعالیٰ کے حکم سے جلتی ہے۔ آتش پرست نے کہا کہ نہیں جلنا آگ کا خاصہ اور اس کی طبیعت ہے اگر تم یہ دکھا دو کہ آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جلتی ہے اور کام کرتی ہے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا چنانچہ یہ طے پایا کہ آگ جلائی جائے اور ابوالادیان اس آگ میں جائیں چنانچہ بہت سی لکڑیاں جلائی گئیں جب تمام لکڑیاں جل گئیں تو انگارے زمین پر پھیلائے گئے یہ مقابلہ دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ بھی جمع ہو گئے تھے۔ اب شیخ ابوالادیان کو ان انگاروں پر چلنا تھا۔ لہذا شیخ ابوالادیان نے جائے نماز بچھائی اور نماز ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر انگاروں پر چلنے لگے۔ جب وہ بجھے ہوئے انگاروں کی آخری حد پر پہنچے تو انہوں نے مجوسی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اتنا کافی ہے یا دوبارہ چل کر دکھاؤں یہ بات جب انہوں نے کہی تو ان کے چہرے پر صدمہ کے آثار پیدا ہوئے یہ دیکھ کر آتش پرست مسلمان ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب رات کا وقت ہوا تو شیخ کے خادم احمد نے دیکھا کہ ان کے پاؤں کے انگوٹھے کے نیچے چھالا پڑا ہے۔ اس نے کہا کہ اے شیخ یہ کیا ہے؟ شیخ ابوالادیان نے کہا کہ جب میں آگ پر چل رہا تھا تو میں بشریت سے غائب تھا لیکن کنارے پر پہنچ کر حاضر ہو گیا تھا۔ تا کہ مجوسی سے بات کروں بس یہ اسی کا اثر ہے اگر کہیں یہ شعور آگ کے درمیاں پیدا ہو جاتا تو میں پورا جل جاتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارباب بصیرت اور اصحاب طریقت اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جلانے والی

آگ اگر کسی مخصوص وقت میں حق تعالیٰ کے بندوں کے حق میں خدا کے حکم سے وہ کام نہ کرے جس پر وہ مقرر و متعین ہے یا جو اس کی فطرت ہے تو تعجب کی بات نہیں ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ میں فرمان ہوا (قُلْنَا يَانَارُ كُونِى بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلَىٰٓ اِبْرَاهِيمَ) ا؎ ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی پڑ جا اور سلامتی بن جا ابراہیم کے لیے اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت کبیر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جانتے ہو سلامًا میں کیا نکتہ ہے حضرت کبیر نے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر فرمان الٰہی میں یعنی اس آیہ کریمہ میں سلامًا کا لفظ موجود نہ ہوتا تو آگ حضرت خلیل (علیہ السلام) کے لیے اتنی سرد ہو جاتی کہ آپ اس میں زندہ نہ رہ سکتے۔ پس آگ حکم الٰہی کے بموجب اتنی سرد ہوئی کہ حضرت خلیل اللہ (علیہ السلام) کے جسم کی سلامتی کا نشان بن گئی۔ اس سلسلہ کے باقی مباحث ان شاءاللہ حسب موقع ومحل بیان کیے جائیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء عظام میں سے تھے، غیر پر اثر مشاہدہ کے بارے میں عرض کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب شہود کی آگ کسی عارف کے وجود کی منقل (انگیٹھی) میں جلتی اور شعلہ زن ہوتی ہے تو اس حالت میں اگر عارف کسی پر شرارہ کے بمقدار تصرف کرے جب بھی اس کا اثر سرایت کرے گا حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ (جن کو شیخ ولی تراش بھی کہا جاتا ہے اور اس لقب کا موجب یہ تھا کہ آپ کی نظر غلبات وجد میں جس کسی پر بھی پڑ جاتی وہ دنایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا تھا) سے تقریباً آپ نے نقل فرمایا کہ ایک روز ایک سوداگر یونہی تفریحاً آپ کی خانقاہ میں پہنچ گیا۔ شیخ کا اس وقت حال بہت قوی تھا۔ آپ کی نظر اس سوداگر پر پڑ گئی اسی وقت وہ مرتبہ دلائت کو پہنچ گیا۔ شیخ نے دریافت فرمایا کس ملک کے رہنے والے ہو اس نے جواب دیا کہ فلاں ملک کا باشندہ ہوں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے اسی وقت اس مملکت میں ارشاد کا اجازت نامہ لکھ کر اس کو دے دیا کہ اس ملک میں لوگوں کی رہنمائی خداوند تعالیٰ تک کرے (اور اس کو اسی دن روانہ کر دیا) ایک دن شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اصحاب طریقت کے ساتھ بیٹھے تھے کہ یکا یک آپ نے دیکھا ایک باز ایک چڑیا کے پیچھے جھپٹ رہا ہے۔ ناگاہ شیخ کی نظر اس چڑیا پر گئی بس اسی دم وہ چڑیا پلٹی اور اُس نے باز کو پکڑ لیا اور شیخ کے سامنے اس کو لا کر ڈال دیا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کا ایک اور واقعہ

ایک دن شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اصحاب کہف کا قصّہ حاضرین سے بیان فرما رہے تھے۔ شیخ کے مریدوں میں سے شیخ سعدالدین موی کے دل میں یہ خطرہ اور وسوسہ پیدا ہوا کہ آیا اس امت میں بھی ایسا کوئی شخص موجود ہے جس کی محبت کا کتے پر اثر ہو۔ شیخ نور فراست سے ان کے دسوسہ سے آگاہ ہو گئے۔ اور اپنی جگہ سے اٹھے۔ خانقاہ کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ دفعتًا ایک کالا کتا نمودار ہوا اور وہاں کھڑا ہو کر دم ہلانے لگا۔ شیخ کی نظر اس پر پڑ گئی اسی دم وہ بے خود اور متحیر ہو گیا اور شہر چھوڑ دیا۔ گورستان کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ اس کا حال یہ تھا کہ زمین پر سر پٹکتا اور روتا تھا۔

ا؎ پ ۱۷ سورہ انبیاء ۶۹

کہتے ہیں کہ جس طرف سے وہ کتّا نکل جاتا تھا اسی وقت پچاس ساٹھ کتّے اس کے گرد جمع ہو جاتے اور اس کو حلقہ میں لے لیتے ۔ نہ کچھ کھاتے نہ پیتے اسی طرح بیٹھے رہتے اور اس کتے کی بڑی آؤ بھگت کرتے ۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ کتا مر گیا ۔ شیخ نے فرمایا اس کو دفن کر دیں اور اس کی قبر پر عمارت بنائیں ۔

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ ہی کا یہ واقعہ ہے کہ وہ شہر تبریز میں حضرت محی السّنۃ کے شاگرد سے کتاب شرح السنہ پڑھا کرتے تھے ۔ جب کتاب ختم ہونے پر آئی تو استاد کے سامنے آئمہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور شرح السنہ پڑھ رہے تھے کہ ایک درویش درس گاہ میں تشریف لائے ۔ شیخ ان کو نہیں پہچانتے تھے ۔ ان کو دیکھتے ہی شیخ کے حال میں ایسا تغیر پیدا ہوا کہ پڑھنے کی قوت باقی نہ رہی ۔ شیخ نے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہ بابا فرح تبریزی ہیں مجذوب ہیں اور خدا کے محبوب بندوں میں ہیں ۔ شیخ تمام رات بے قرار رہے ۔ صبح دم استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استاد سے عرض کیا کہ بابا فرح تبریزی کی زیارت کے لیے چلیے چنانچہ استاد اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ہوئے ۔ جب بابا فرح کی خانقاہ پر پہنچے بابا فرح اس وقت خانقاہ کے اندر موجود تھے ۔ بابا شاداں نامی ایک درویش نے جب اس جماعت کو خانقاہ کے دروازہ پر دیکھا تو اندر جا کر بابا فرح سے اجازتِ حاضری طلب کی ۔ بابا فرح نے فرمایا کہ جس طرح خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہیں اس صورت میں میرے سامنے آئیں شیخ نجم الدین فرماتے ہیں کہ چونکہ مجھ پر بابا فرح کی نظر پڑ چکی تھی اور اپنا اثر کر چکی تھی ۔ لہٰذا میں ان کی اس بات کو سمجھ گیا ۔ چنانچہ جو کچھ ہم پہنے ہوئے تھے وہ اتار دیا اور سینہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے سامنے پہنچے (دوسرے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا) ان کے سامنے اس طرح جا کر بیٹھ گئے ایک لحظہ کے بعد ہماری حالت متغیر ہوگئی اور ان کی صورت میں ہم کو ایک عجیب عظمت نظر آئی ۔ ان کا چہرہ آفتاب کی طرح درخشاں ہو گیا ۔ اور وہ جو کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کے جسم ہی پر پارہ پارہ ہو گئے ۔ کچھ دیر کے بعد وہ اپنے اصل حال میں واپس آئے ۔ اٹھے اور وہ لباس مجھے پہنا دیا (جو ان کے جسم سے استغراق کی حالت میں الگ ہو گیا تھا ۔) اور فرمایا تمہارے پڑھنے کا وقت نہیں ہے اب تو وقت آ گیا ہے کہ تم دنیا کے سرِ دفتر بنو گے (دنیا کے پیشوا) یہ سنتے ہی میری حالت متغیر ہوگئی اور میرے باطن میں جو کچھ بھی غیر حق سے موجود تھا منقطع ہو گیا (باطن بالکل صاف و پاک ہو گیا ۔) جب ہم بابا فرح کی خانقاہ سے واپس آئے تو میرے استاد نے فرمایا کہ شرح السنہ تھوڑی سے باقی رہ گئی ہے دو تین دن میں اسے ختم کر لو گے یوں تمہیں اختیار ہے ۔ میں پھر سبق پڑھنے پہنچ گیا (خیال آیا کہ کتاب کو مکمل کر ہی لیا جائے) بابا فرح پھر درسگاہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ کل تم نے علم یقین کی ہزاروں منزلیں طے کر لی تھیں اور آج پھر تم درس لینے آ گئے ! یہ سنتے ہی میں نے درس کا سلسلہ ختم کر دیا اور ریاضت و خلوت میں مشغول ہو گیا اور مجھ پر واردات غیبی اور علوم لَدّنی ظاہر ہونے لگے ۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ باتیں بھول نہ جاؤں لاؤ انہیں لکھ لوں کہ بابا فرح پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ شیطان نے تم کو تشویش میں ڈال دیا ہے (اور وہی

اکسار رہا ہے کہ ان باتوں کو ضبط تحریر میں لاؤ) تم ان باتوں کو مت لکھو۔ میں نے فوراً دوات اور قلم پھینک دیا اور پھر یادحق میں سب سے منقطع ہو کر مصروف ہو گا گیا۔

کمال جوگی کی بلی کی معرفت کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا جب اس کلام سے فارغ ہوئے تو قاضی رفیع الدین اودھی کے دل میں یہ خطرہ اور وسوسہ پیدا ہوا کہ حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کی نظر مبارک میں یہ تاثیر تھی کی کثیف جانوروں میں بھی ان کا اثر ہوتا تھا۔ کیا اس زمانہ میں بھی بزرگوں میں سے ایسا کوئی ہے کہ اس کے نگاہ کی تاثیر سے اسی طرح کسی جانور کو جذب کر لے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے نور باطن سے ان کے اس وسوسہ اور خطرہ کو معلوم کر لیا۔

جام جہان نمائی ضمیر تو یافتہ — تیرا ضمیر پاک ہے جام جہاں نما
ہر ذرۂ جہانش درد عکس تافتہ — دنیا کا ذرہ ذرہ ہے اس میں ذرا ذرا

ہنس کر فرمایا ہاں شاید اس زمانہ میں کوئی ایسا ہو مصرعہ

توچہ دانی کہ درین گرد سواری باشد — کیا خبر تم کو اس گرد میں کوئی ہو سوار

کمال جوگی کی ایک بلی تھی کبھی کبھی حضرت قدوۃ الکبرا کی نظر مبارک سے گزرا کرتی تھی، فرمایا کہ کمال جوگی کی بلّی کو لاؤ۔ اس بلّی کو لایا گیا اس وقت حضرت نے معارف طریقت اور حقائق معرفت بیان کرنے شروع کیے ابھی تھوڑا ہی بیان ہوا تھا کہ اس کے اندر بھی تغیر پیدا ہوا اور ان کلمات کا اثر ظاہر ہونے لگا اور وہ بھی از خود رفتہ ہو گئی۔ ایک پہر تک وہ اسی طرح بے خود رہی جب ہوش میں آئی تو حضرت قدوۃ الکبرا کے پاؤں چومے اور پیروں میں لوٹنے لگی اور اصحاب مجلس و حاضرین محفل کے گرد چکر لگانے لگی اب اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جس وقت عارفانہ گفتگو کا آغاز ہوتا تو وہ مجلس شریف سے کہیں دور نہیں جاتی تھی (مجلس شریف میں موجود رہتی) جب خانقاہ میں مہمان آتے تو مہمانوں کی تعداد کے مطابق میاؤں میاؤں کر کے خادمانِ عالی کو بتا دیتی کہ مہمانوں کی تعداد اتنی ہے۔ لنگر کی تقسیم کے وقت دوسرے لوگوں کے برابر اس کو بھی حصہ ملتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس بلّی کو بعض اصحاب کے بلانے کے لیے بھیج دیا جاتا یہ بلّی جاتی اور اس شخص کے پاس پہنچ کر غرّاتی لوگ سمجھ جاتے کے حضرت قدوۃ الکبرا نے بلایا ہے۔

ایک دن حضرت کی خانقاہ میں چند درویش سفر سے آئے بلی نے عادت کے بموجب میاؤں میاؤں کیا لیکن جب باورچی خانہ سے کھانا بھیجا گیا تو ایک شخص زیادہ ہوا (ایک شخص کا کھانا کم تھا) حضرت قدوۃ الکبرا نے بلّی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے گربہ؟ آج یہ غلطی کیوں کی؟ بلّی یہ سُن کر فوراً باہر گئی اور ان نورسیدہ مہمانوں میں پہنچی اور ان میں سے ہر ایک کو سونگھنا شروع کیا اس طرح اس نے ہر ایک کو سونگھا لیکن جب ان نورسیدہ درویشوں کے سر حلقہ کو سونگھا تو اس کے زانو پر بیٹھ کر پیشاب کر دیا وہ درویش اٹھا اور اسی وقت حضرت قدوۃ الکبرا کے پیروں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا کہ بارہ سال سے میں دہریہ ہوں اور اسلامی لباس میں آکر زمانہ کے بڑے بڑے صوفیوں کو دیکھتا ہوں اس نیت سے کہ کوئی میرے نفاق کو ظاہر کردے تا کہ میں مسلمان ہو جاؤں

پیش ضمیر تو کہ زخورشید انورست | دل میں ترے چمک میں جو اک آفتاب ہے،
ذرات کائنات چومہتاب ظاہرست | ہر اک ذرہ دنیا کا اک ماہتاب ہے
بل خطرہ کہ در دل موران کند خطور | ہر اک خیال و خطرہ جو چیونٹی کے دل میں ہو
درگوشہ ضمیر سلیمان منورست | نور دل سلیمان پہ وہ بے حجاب ہے

کسی نے اس بھید کو ظاہر نہ کیا لیکن بیابان تصوف و معرفت کے شیر حضرت قدوۃ الکبرا کی بلی نے اس راز سربستہ کو کھولدیا سبحان اللہ کتنا بڑا فضل حق تعالیٰ کا حضرت قدوۃ الکبرا پر ہے کہ آپ کے اثر سے بلی کا یہ مرتبہ ہو جائے کہ حق و باطل کی جدا کرنے والی ہو' پھر اس موقع کا کیا کہنا ہے اگر نظر کیمیا اثر کسی خاکسار کی حالت پر فرمادیں۔

آنانکہ خاک رابنظر کیمیا کنند | جن کی نگاہ خاک کو کرتی ہے کیمیا
آیابود کہ گوشہ چشمی بما کنند | اے کاش ہم پہ چشم کریں ایسے اولیا

آج یَهْدِیُ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے) کا سورج افق ہدایت سے چمکا لہٰذا میں حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے اسلام قبول کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا مبارک ہو۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے حضرت قدوۃ الکبراؒ سے بیعت کرلی اور پھر شدید ریاضتوں اور مجاہدوں اور سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد اس میں اتنی قابلیت پیدا ہوگئی اور تصفیہ باطن کی اس منزل پر پہنچ گیا کہ حضرت قدوۃ الکبراء کے خلفاء کرام میں سے ایک خلیفۂ عالی قدر وہ بھی تھے اور حضرت نے اجازت نامہ لکھ کر عطا فرمایا کہ استنبول جاؤ اور وہاں مخلوق کو رشد و ہدایت کے راستہ پر لاؤ (خلافت عطا فرما کر استنبول روانہ فرمایا کہ وہاں تبلیغ و ترویج سلسلہ کا کام کریں)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کے وصال کے بعد چند سال تک یہ بلّی حضرت مخدوم زادہ کے عہد میں بھی زندہ رہی ایک دن خادم مطبخ نے دودھ دیگ میں گرم کرنے کے لیے چڑھایا تاکہ مہمانوں کے لیے کھیر تیار کرے اس اثناء میں ایک ناگ دیگ میں گر گیا (اور مرگیا) یہ بلّی سانپ کا دیگ میں گرنا دیکھ چکی تھی۔ چنانچہ وہ دیگ کے گرد چکر لگاتی رہی اور بیقرار پھرتی رہی۔ خادم مطبخ اس بیقراری کا سبب نہیں سمجھ سکا اور ہر بار وہ قریب آتی تو جھڑک دیتا اور بھگا دیتا۔ جب بلّی نے دیکھا کہ خادم کسی طرح اس کی بات نہیں سمجھ پا رہا ہے تو وہ خود دیگ میں کود گئی اور جان دیدی جب کھیر کو لوگوں نے پھینکا تو ایک سیاہ ناگ اس میں سے نکلا اس وقت حضرت نورالعین نے فرمایا کہ دیکھو اس بلّی نے خود کو درویشوں پر قربان کردیا۔ اب تم لوگ اس کی قبر بناؤ اور اس کی زیارت کیا کرو۔ چنانچہ اس کو دارالامان میں دفن کر کے اس پر عمارت بنادی گئی۔

رباعی

ہرگہ کہ ازوحوش فدائی تو گشتہ اند | جب جانور بھی تم پہ ہوا کرتے ہیں نثار
انسان اگرفدا نشود کمتر ازوحوش | انسان کچھ نہیں ہے جو تم پر نہ ہو فدا

حیوان بخدمت تو بجائی رسیدہ اند | حیوان کو تیرے فیض سے وہ مرتبہ ملا
کز شیوهٔ صفاء زند طعنہ بر سروش | آکر فرشتے دیکھ لیں یہ خوبئ صفا
درکار مس جسم کہ اکسیر خدمت است | ہے جسم تانبا اس میں ہے اکسیر چاکری
انداخت ذہب خالص شدبرگہر فردش | جب ڈالا جسم بن گیا سونا تپا کھرا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی کا بیان ہے کہ خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ مجلس منعقد کرو اوراس مجلس میں تم وعظ کرو۔ میں اپنے اندر یہ صلاحیت نہیں پاتا تھا اور خود کو اس بات کا مستحق نہیں سمجھتا تھا یہاں تک کہ ایک جمعہ کی شب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا تکلم علی الناس لوگوں سے کلام کر (یعنی وعظ کر) جب میں خواب سے بیدار ہوا اور صبح ہونے سے پہلے ہی میں حضرت سری سقطی قدس سرہٗ کے دروازہ پر پہنچا اور آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے اندر ہی سے فرمایا کہ تم نے مجھے راست گو نہیں سمجھا تھا یہاں تک کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے مجلس وعظ منعقد کی اور وعظ شروع کر دیا۔ شہر بھر میں یہ خبر پہنچ گئی کہ جنید وعظ کہہ رہا ہے۔ ایک آتش پرست پارسا اور متقی لوگوں کے لباس میں مجلس کے ایک کنارہ پر کھڑا تھا اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اے شیخ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی ہیں؟ اتقو افر اسة المومن فانه ینظر بنور اللّٰه یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کہ وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔

شیخ جنید کہتے ہیں کہ یہ سُن کر میں نے کچھ دیر تامّل کیا۔ اس کے بعد میں نے سر اٹھا کر کہا کہ اب تو اسلام قبول کر لے کہ تیرے اسلام قبول کرنے کا وقت آپہنچا ہے۔

حضرت امام یافعی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حضرت جنید کی ایک کرامت تھی اور میں کہتا ہوں کہ اس میں ان کی دو کرامتیں تھیں۔ ایک تو اس جوان کے کفر سے واقف ہونا اور دوسرے اس کی خواہش سے آگاہ ہونا کہ وہ مسلمان ہونا چاہتا تھا کہ وہ اسی وقت اسلام قبول کر لے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرنے ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن شہریار گازرونی نے خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف دیدار حاصل کیا تو آپ سے عرض کیا کہ مـاا لتو حیدتو حید کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توحید کے بارے میں جو کچھ تیرے خیال میں گزرے یا دل میں آئے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی توحید اس کے وراء ہے۔ یعنی خیال کی رسائی اس کی توحید تک نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شرک، شک اور معطل ہونے سے پاک سمجھا جائے۔

حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ سالک جب عقائد صوفیہ سے بہرہ ور ہو جائے اور اس کو اس طائفہ علیہ کی اصطلاح سے وقوف حاصل ہو جائے تو اس کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اکثر اوقات محفل توحید میں اور زیادہ تر مجالس تفرید میں بیٹھے اور کچھ دیر بے تیمار بھی بیٹھے۔ اس موقع پر حضرت شیخ معروف نے عرض کیا کہ بے تیمار بیٹھنا

کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کے بغیر تلاش کے پالینا اور بغیر دیکھے دیدار کرنا (بے تیمار بیٹھنا کہلاتا ہے) کہ دیدار میں بیٹھنے والا خود ایک علت ہے اس سلسلہ میں آپ نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا یہ قول نقل فرمایا کہ سب سے اعلیٰ اور بہترین مجلس یہ ہے کہ میدان توحید میں فکر کے ساتھ بیٹھے (توحید الٰہی میں فکر کرنا سب سے افضل ہے) آپ نے پھر فرمایا کہ اپنی ہمت کو خداوند عزوجل کی طرف صرف کرا اور ایسا نہ کرنا کہ جس آنکھ سے تو نے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہے اس آنکھ سے غیر خدا کی طرف دیکھے۔ اگر ایسا کیا تو حق تعالیٰ کی نظر سے گر جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ صوفیہ حضرات کو عقیدہ علم توحید سے ضرور آگاہ ہونا چاہئے کہ اہل طریقت کا اصول اور خداوندان حقیقت کا وصول ہی علمِ شریف ہے۔ اس موقع پر بابا حسین نے علم توحید کے فوائد سے آگاہ ہونے اور معالم تفرید سے بہرہ ور ہونے کی درخواست کی (عرض کیا علم توحید کے فوائد اور عالم تفرید کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں) حضرت نے اپنی لسان گوہر بار سے ارشاد کیا کہ اصحاب توحید کے عقائد پر ایمان لانا اور ارباب تفرید کے قواعد سے وابستگی بہت ہی اہم چیز ہے۔ اس لیے کہ بہت سے محققین صوفیہ اور عارفانِ طائفہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ یقین جو صوفیہ کاملین کے مقدمات سے اور وہ عقیدہ جو صوفیہ متقدمین کے کلمات کے ملاحظہ اور مطالِعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ اس زمانے کے اصحاب مجاہدہ کے مکاشفے سے کہیں بہتر ہے! ان حضرات نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ کشف کے بعد بیان کیا ہے اور کشف کے لیے ریاضت اور مجاہدہ شرط ہے۔ پس ان کے اقوال مجاہدہ و ریاضت سے اشرف و بہتر ہوئے۔ کَمَا قَالَ الاشرف۔ مَنْ لَم یعمل اکتساب المجاھدہ لَم یحصل له جناب المشاھدہ (جو عمل سے کسب ریاضت نہیں کرتا اس کو مشاہدہ سے بہرہ ور نہیں کہا جا سکتا) اور اگلے کاملوں کی ریاضت و مشقت علم و یقین پر ہے برخلاف پچھلوں کی ریاضت کے کہ رسمی اور کتابی ہے چنانچہ حضرت امام غزالی احیاء علوم میں فرماتے ہیں، جس کو اس علم سے حصہ نہیں ملا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ برائی پر ہوگا (انجام بخیر نہیں ہوگا) اور ادنیٰ درجہ کا حصہ ان محققین کو دل سے ماننا اور تسلیم کرنا ہے۔

لیکن کمال کا درجہ تو یہ ہے کہ معنیٰ توحید کو اپنی صورت میں طلب کرے اور معنی توحید کا اظہار التزام نسبت کی صورت کے بغیر ممکن نہیں (نسبت کا ہونا ضروری ہے) اس موقع پر حضرت شیخ معروف نے عرض کیا کہ معنی توحید کا التزام اہل تجرید کے دل میں کس طرح کیا جائے تو آپ نے فرمایا اکابر صوفیہ نے التزام معنی توحید کے لیے تفصیل کے ساتھ ایک راستہ وضع فرمایا ہے تاکہ ہر طالب کی طبعیت کے مطابق آسکے۔ اس ایک نوع کو یہاں بیان کیا جاتا ہے اس کے باقی انواع اقسام لطیفۂ افکار و مشاہدہ میں انشاءاللہ ذکر کیے جائیں گے۔

فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ توحید کی حقیقت حق کا مشاہدہ کرنا ہے بطور ملکہ [1] کے اس طرح کہ تصور حقیقت اس مشاہدہ سے جدا نہ ہو۔ دل میں تصور جمالے، یہ بالکل ظاہر ہے ان مظاہر میں اسکی

[1] ملکہ اس عادت کو کہا جاتا ہے جو مداومت کے باعث نفس انسانی سے جلد فنا پذیر نہ ہو سکے۔

واقعی حقیقت وذات کی بنا پر ۔ بار خدایا ہم کو اور سب طالبوں کو یہ بزرگ نسبت اور لطیف مشاہدہ نصیب کر صدقہ نبی کا اور ان کی اولاد پاک کا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ارباب ذوق وعرفان اور اصحاب شوق ووجدان کے نزدیک جس نے نسبت شریفہ کی نگرانی میں اور اللہ تعالی کی طرف توجہ کرنے میں دم بھر کے لئے بھی غفلت وفراموشی کی تو اس کو مردار کہا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کلّ نفس یخرج بغیر ذکر اللّٰہ فھو میتۃ (جو جان ذکر خدا کے بغیر نکلے وہ مردار ہے) اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مردہ جان کی موت کے خبر دینے والے تو کچھ آدمی اور پڑوسی ہوں اور جو مشاہدہ کی دولت سے محروم ہو وہ ایسا مردہ ہے کہ دنیا کے چوپائے اس کی خبر دیتے ہیں اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ گروہ صوفیہ سے دو شخص شیخ ابوبکر واسطی قدس سرہ سے ملاقات کے ارادہ سے روانہ ہوئے جب یہ دونوں آپ کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو سنا کہ دو بلیّاں آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہی ہیں کہ شیخ ابوبکر واسطی قدس سرہ گلزار کثیف سے نکل کر لالہ زار لطیف میں تشریف لے گئے ہیں یہ سن کر یہ دونوں حضرات بہت غمگین ہوئے اور افسوس کیا کہ ہم ان کا شرف صحبت حاصل نہ کر سکے یہ لوگ اسی مقام سے لوٹ جانا چاہتے تھے۔لیکن انہوں نے پھر یہ سوچا کہ شرف صحبت و ملازمت تو نہ حاصل ہو سکا چلو ان کے مزار کی زیارت ہی کر لیں۔ جب یہ دونوں افراد آپ کی قیامگاہ پر پہنچے تو حضرت شیخ کو بقید حیات اور تندرست پایا بہت ہی متعجب ہوئے، ان کو تو نعمت غیر مترقبہ مل گئی۔ان لوگوں نے یہ ماجرا حضرت شیخ سے بیان کیا حضرت شیخ یہ واقعہ سن کر بہت روئے اور فرمایا ان بلّیوں نے درست کہا تھا کہ ابوبکر جب خداوند تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو اس وقت وہ ایک مردہ ہوتا ہے جس کی تمام حیوانات کو خبر ہو جاتی ہے۔

توحید کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ نے فرمایا توحید الٰہی یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ سے اپنی ذاتی یکتائی سے نہ کہ کسی کے ایک کہنے سے بے مثلی اور تفرد سے موصوف ہے۔ کان اللّٰہ ولم یکن معہ شئی (اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے موجود نہ تھی) اب بھی ازلی صفت اور انمٹ یکتائی سے متصف ہے الآن کما کان (آج بھی ویسا ہی ہے جیسا تھا) اور ہمشہ اسی طرح رہے گا کل شئی ھالکٌ الّا وجھہ (ہر چیز مٹنے والی ہے سوا اللہ کی ذات ہے) یہاں لفظ ھالکٌ ہے لفظ یہلکُ نہیں ہے تا کہ معلوم ہو کہ تمام چیزوں کا وجود اس کے وجود میں آج مٹا ہوا ہے اور اس مشاہدہ کو قیامت کے دن پر رکھنا محروموں کے لئے ہے ورنہ بصیرت والے اور مشاہدہ والے جو زمان ومکان کی تنگی سے رہائی پا چکے ہیں ان کے حق میں یہ وعدہ دم نقد ہے اور یہ وہ خدائی توحید ہے جو نقصان کے عیب سے پاک ہے اور مخلوقات کی توحید ان کی ناقص الوجودی کے سبب غیر مکمل ہے۔

حضرت شیخ الاسلام نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے بزرگ سے ہیں نیاز مندانہ عرض کیا کہ آدمی بڑا بلند حوصلہ اور باہمت واقع ہوا ہے تو جب مراتب و کمالات کے میدانوں کا چکر لگا کر بھی ذات بحت تک اس کی رسائی نہ ہوئی تو پھر

اسکا مقصود کیا ہوا فرمایا کہ درجات تحقیق پر قدم بڑھانے والوں اور اس بیابان توفیق کے سیاحوں کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ دریائے احدیت میں ڈوب جائیں اور صحرائے الوہیت مطلقہ میں گم ہو جائیں بلکہ سلوک میں سالک کا کمال یہ ہے کہ اپنی صور علمیہ اور وجود ثابتہ کے ساتھ احکام جاریہ کو قبول کرے (احکام کے نفاذ کو برضائے خاطر قبول کرے) مثلاً مجازی سلطنت میں کسی کو بہت زیادہ قرب حاصل ہے تو اس کا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ وہ بادشاہ کی ذات پر تصرف حاصل کرے بلکہ اس کا کمال قرب بس یہی ہے کہ وہ منصب وزارت حاصل کرے یا کسی محکمہ میں صدارت سے مشرف ہو جائے اسی طرح یہ منصب خاص عارفوں کے لیے مخصوص ہے۔ پس اس کی ذات پر تصرف کے حصول کو اسی طرح سمجھنا چاہئے (کہ اس سے مقصود قرب خاص ہے نہ کہ ذات پر تصرف) قال الاشرف الذات البحت محتجب برداء کبر یائہٖ سرمدًا ولم یصل الیہ من الموجودات احدٌ ابدًا اشراف کہتا ہے کہ وہ ذات محبت کبریائی کی چادر سے ہمیشہ سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اور مخلوقات میں سے کوئی شخص اس تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمام کاملین اور بزرگان طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ حقیقت جس طرح کہ وہ ہے (حقیقت ھی کما ھی) کائنات میں سے کسی کے لیے بھی مدرک نہیں ہے موجودات میں سے کوئی اس کا ادراک نہیں کر سکتا چاہے وہ انبیا علیہم السلام میں سے کوئی ہو یا اولیاء مکمل میں سے کوئی ہو۔ وہ ہمیشہ پردہ خفا میں ہے اور ابد تک حجلۂ قدم میں مستور رہے گا۔ وہ پس پردۂ عزتِ اغیار کی نظروں سے مخفی ہے، حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے۔

معشوق چون نقاب زرخ برنمیکشد	معشوق جب نقاب کو رخ سے الٹ نہ دے
ہر کس حکایتی بتصور چرا کنند	ہر شخص اس کے خیال کی باتوں کو کیوں کرے

اور صوفیوں کے قبضہ اور عارفوں کے نشانہ میں بیابان کے چکر لگانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے کوہ قاف یکتائی کے عنقا اور اطراف بے نیازی کے شیر کو جال میں پھنسانا محال ہے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چین	لے جاؤ جال ہوگا نہ عنقا کبھی شکار
کاینجا ہمیشہ بادبد ستست دام را	ہوتا نہیں ہے دام یہاں پر کبھی بکار

لاتدرکہ الابصار (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں) کے تیر نے حاملان اسرار کے سینوں کو چاک کر ڈالا اور یحذرکم اللّٰہ نفسہ (اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے) کے خنجر نے نورانی لوگوں کے کلیجوں کے ٹکڑے کر دئے۔

کشیدہ خنجری ازہیبت ذات	بڑی ہیبت سے ہے خنجری کو کھینچا
دریدہ فرق عرفا را بکرات	سر عارف کو کتنی بار کاٹا
بذات او نباشد سیر مردم	نہیں اس ذات تک ہے سیر مردم
کسی کاینجارسیدہ گشت سرگم	یہاں کوئی جو پہونچا ہوگیا گم

ازین حیرت ہمہ عرفاء ماناک | اسی حیرت سے ہیں عرفاء ماناک
کشیدہ سر بجیب ماعرفناک | کشیدہ سر بجیب ماعرفناک
نبردہ کس ازین دریاء ذخار | نہ اس دریا سے کشتی کو نکالا
بدرکشی حصول این راست پندار | کسی نے اس کو سمجھے عقل والا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک رات شیخ ابواسحاق گاذرونی آسمانِ رفعت کے ماہِ کامل اور ایوانِ شوکت کے صدر حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوئے تو انہوں نے خدمت والا میں کیا ما العقل ؟ قال (صلی اللّٰه علیه وسلم) ادناه ترك الديناو اعلاه ترك التفكرفی ذات اللّٰه لقد صلی اللّٰه علیه و سلم انه قال كل الناس فی ذات اللّٰه حُمُقی ای فی معرفة ذاته و ایضا قال تفكروا فی آياته و لا تفكّردافی ذاته!

یارسول اللہ عقل کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ادنیٰ درجہ ترک دینا ہے اور اس کا بلند درجہ ذات الٰہی میں غور و خوض کا ترک کرنا ہے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت ذات میں نادان ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرو اس کی ذات میں غور نہ کرو۔

حضرت صاحب فصوص (شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) نے فرمایا ہے التفكر فی ذات اللّٰه محال فلم هيق التفكر الانی الكون (ذات الٰہی میں فکر محال ہے۔ پس فکر باقی نہ رہی مگر دنیا میں یعنی دنیا کے امور میں فکر کی جا سکتی ہے)۔

ہر کہ درذاتش تفکر کرد نیست | کوئی اس کی ذات کو سوچے اگر
فی الحقیقت آن نظرور ذات نیست | ذات تک پہونچی نہیں اس کی نظر
ہست آن پندار او زیرا براہ | کون پہونچے گا بھلا اس راہ تک
صد ہزاران پردہ آمد تا الہٰ | لاکھوں پردے ہیں پڑے اللہ تک

اس موقع پر حضرت کبیر نے عرض کیا جب ذات بحت کا حصول اور اس کا وصول اس طرح ناممکن و ممتنع ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے لا يحيطون بـه عـلـمـا (یعنی علم سے اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں) پس اس صورت میں صوفیہ کرام کے درجات و مقامات میں تفاوت کس اعتبار سے ہے اور اس کا کیا محل ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ عارفان روزگار اور سالکان نامدار کی کامیابی و عروج اور ناکامی و نزول کی تفریق مرتبۂ صفات و تنزلات میں ہے جس کا بیان عنقریب اپنے محل پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

لطیفہ۲

ولی کی ولایت پہچاننا اور اس کے اقسام

(در بیان ولایتِ ولی واقسام او)

قال الاشرف :

الولاية هی قيام العبد مع البقاء بعد الفناء و اِتّصافيه بصفة التّمكين وَالصفا۔

(یعنی بندہ کا قائم رہنا بعد فنا کے بقا کے ساتھ اور متصف ہونا صفتِ تمکین وصفا سے ولایت ہے)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ آیات بیّنات (قرآن حکیم) میں کوئی ایسی آیت ہے جو اولیاء اور اس گروہ عالیہ کی ولایت کے سلسلہ میں مشعر ومظہر ہو۔ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عالم ربانی امام عبداللہ یافعی الیمنی (قدس سرہٗ) نے اپنی بعض تصانیف میں دس قرآنی آیات اور صحاح ستّہ سے دس احادیث بیان کی ہیں اور ان کو اس گروہ صوفیہ کی جلالتِ شان اور علو مرتبت پر دلیل بنایا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بہت سی دلیلیں قرآن پاک میں اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سلسلہ میں موجود ہیں لیکن بخیالِ اختصار صرف تین آیات (نصوص) اور تین احادیث بیان کی جاتی ہیں:

نصوصِ قرآنی

۱۔ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيۡقِيۡنَ وا لشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيۡنَ ۚ و حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقاً ؕ ذٰلِكَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيۡماً ۝ ۱

وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے انبیاء صدیقین، شہداء اور صلحاء ہیں اور یہ اچھے رفیق ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے۔ اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

۲۔ اَلَا اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوۡ فٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡاوَ كَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ۝ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰه ط ذٰلِكَ هُوَالۡفَوۡزُالۡعَظِيۡم ۝ ۲

تحقیق کے اولیائے الٰہی کیلئے نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار ہیں ان کیلئے خوشخبری ہے دنیا میں اور آخرت میں بھی اور اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہے اور یہ بڑی مراد پر پہنچنا ہے

۳۔ اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا

تحقیق جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے

---

۱ پ۵ سورہ نسآء ۶۹، ۷۰ ۲ پ۱۱ سورہ یونس ۶۲، ۶۳، ۶۴

تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا	اورانہوں نے اس پرصبر استقامت کی توان پر فرشتے
تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ	نازل ہوتے ہیں (یہ کہتے ہوئے کہ) تم مت ڈرواور غمگین
تُوۡعَدُوۡنَ ٥ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓـؤُكُمۡ فِى	مت ہواوراس جنت سے خوش ہوجاؤ جس کا تم سے
الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمۡ	وعدہ کیا گیا تھا۔ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی
فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ	اورآخرت میں اورتمہارے لئے ہےاس میں جوتمہارا جی
فِيۡهَا مَاتَدَّعُوۡنَ ٥ؕ نُزُلًا مِّنۡ	چاہےاورتمہارے لئے اس میں جو مانگومہربانی
غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ ٥ ؑ ؎۱	بخشنے والے مہربان کی طرف سے

احادیث شریفہ

۱۔ روینافی الصحیح البخاری عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان اللّٰه قال من عادی لی ولیا فقد اذنته' بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئی احب الی مما افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب اِلیّ بالنوافل حتٰی احبه فاذا اَحۡبَبۡتُهُ کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سألنی لاعطینّه ولئن استعاذنی لاعیذنه' وروی استعاذبی بالنون والیاء وَاذنته' بالحرب اعلمته بانّی محارب له	صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس سے میرا اعلانِ جنگ ہے اور میرے بندوں میں سے جس نے مجھ سے تقرب چاہا اور اس نے کسی ایسے شی کو مجھ سے تقرب کا ذریعہ نہیں بنایا اُس چیز کے مقابلہ میں جو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نفلوں کے ذریعہ نزدیکی حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں پس جب اسکو دوست رکھتا ہوں تو اس کی شنوائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرے تو پورا کروں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دونگا۔ اور حدیث میں استعاذبی بھی مروی ہے ن اور ب دونوں سے اور حدیث مے اذنتہ بالحرب کے معنی ہیں کہ میں نے اعلان کر دیا کہ میں خود اس سے جنگ کرنے والا ہوں۔

؎۱ پ ۲۴ سورہ حم السجدہ ۳۰،۳۱،۳۲

ے لِلّٰہ قوم فے الحماء کرام
مستیقظون والورے ینام
اُولوا مقامات علت واحوال
ھم کشمش فے السماء یقام

خدا کے ایسے بھی ہیں بعض بندگانِ کرام
کہ جاگتے ہیں اور خلق کو ہے خواب سے کام
بلند رتبہ ہیں روشن ہیں حالتیں اُن کی
ہے آفتاب کا جسطرح آسماں میں مقام

۲۔ روینا فے الصحیح المسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رب اشعث مدفوع بالابواب لواقسم علی اللّٰہ لا برہ۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے ایسے پراگندہ مو ہیں جو دروازوں سے دھکے دئے جاتے ہیں اس مرتبہ کے ہیں کہ وہ کسی بات کیلئے قسم کھالیں تو اللہ ان کے قول کو سچا کردیتا ہے۔

ے اخصّ الناس بالایمان عبد
خفیف الحاذ مسکنہ العقار
لہ فے اللیل حظ من صلوۃ
ومن صوم اذا طلع النھار
وقوت النفس یاتی بالکفاف
وکان لہ علی ذلك اصطبار
وفیہ عفۃ وبہ خمول
الیہ بالاصابع لایشاد
فذلك قد بخا من کل شر
ولم تمسسہ یوم البحث نار

وہ ہے ایمان میں مخصوص بندہ
سبک دست اور زمین جسکا ہے گھربار
نمازوں میں ہے کٹتی رات اس کی
ہے دن میں صوم سے اسکو سروکار
غذا اس کی نہیں کافی سے زیادہ
اور اس پر صبر کرنے سے نہیں عار
پسند اسکو ہے گمنامی وتقوےٰ
عوام اس سے نہیں بالکل خبردار
وہی محفوظ ہے ہر شے سے لاریب
قیامت میں نہ ہوگا داخل نار

۳۔ روی عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثل امتی کمثل المطر لایدری اولہ خیرام آخرہ

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت باراں کی مانند ہے کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسکا اول اچھا ہے یا اس کا آخر بہتر ہے ۔

اس کلمہ (حدیث شریف) سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقتِ جامعہ سے صادر ہوا یہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی زمانہ میں کسی وقت بھی اولیا مشائخ اور علماء راسخ سے خالی نہیں ہوگی جو شریعت ظاہری کے علمبردار اور بطون حقیقت کے مظہر ہیں اور یہ اپنی عمدہ باتوں یا اچھے کاموں سے امت کو آداب شریعت و طریقت کا

پابند کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس طائفہ مقدسہ کے اسلاف کا طریقہ عمل یہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال وافعال کے انوار کو ریاضت و مجاہدات سے جن کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے حاصل کر کے اپنے مریدوں اور استفادہ کرنے والوں کے بطون کو متاثر اور منور کیا ہے وہ حکایات وروایات میں مشغول نہیں ہوتے تھے اس دور میں تصنیفات بھی کم تھیں اور لِسَانُ الْحَالِ اَنْطَقُ مِنْ لِّسَانِ الْمَقَالِ یہ مسلمہ ہے کہ زبان حال زبان قال سے زیادہ گویا ہوتی ہے یہی حضرات حقیقت میں انبیاورسل کے وارث وخلیفہ ہیں اور یہی ارباب حقائق توحید ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو صادق فراست سے اور الہامات سے نوازے گئے ہیں اور قیام قیامت تک رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا رہنے والے ہوں گے اور عالم ہمیشہ ان کے نور ولایت سے منور اور روشن رہے گا۔ اور ہراک زمانہ میں اس گروہ کے برگزیدہ اشخاص کو روشن نشانیوں (کرامتوں) کے ساتھ اس مہم پر نصب کیا گیا ہے تاکہ وہ اس امت کی رہبری کریں اور لوگوں کو انسانی خواہشات کی پستی سے نکال کر خالق کائنات کی بندگی کی بلندی پر پہنچائیں۔

اہل تحقیق کی اصطلاح میں یہی طائفہ صوفیہ کے نام سے موسوم ہے (یہی لوگ صوفی کہلاتے ہیں) یہی وہ حضرات ہیں جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع و پیروی کے باعث مرتبہ وصول پر پہنچ گئے ہیں اور اس کے بعد یہ حضرات اس منصب پر بطریق متابعت ماذون و مامور کئے گئے کہ اتباع شریعت کی لوگوں کو دعوت دیں، جیسا کہ امام قیشری (ابوالقاسم) قدس سرہٗ نے فرمایا کہ۔

عہد اسلام میں کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ اس میں اس گروہ صوفیہ کے مشائخ میں سے کوئی شیخ جو توحید ومعرفت کے مرتبۂ عالی پر فائز ہو موجود نہ رہا ہو اور اس نے عوام کی امامت کا فرض ادا نہ کیا ہو اور اس زمانہ کے ائمہ اور علما اس شیخ کے مطیع نہ رہے ہوں اور اس کے حضور میں انہوں نے عجز وانکسار نہ کیا ہو اور اس سے برکتیں حاصل نہ کی ہوں۔ (رسالہ قشیریہ)

وصار یخدمنی من کنت اخدمه	کل جو تھا مخدوم خادم ہوگیا
مولی الوریٰ مذصرت مولائي	جب مرا مولا ہوا تو اے خدا
ترکت للخلق دنیاهم ودینهم	تیرے حب میں دین و دنیا چھوڑ دی
شغلا لحبك یادینی و دنیائي	تو مری دنیا ہے تو ہے دین مرا

حضرت نورالعین نے قدوۃ الکبرا کے حضور میں درخواست کی کہ "ولایت" کے معنی سے آگاہ وسرفراز فرمائیں، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ولایت ولا سے مشتق ہے جس کے معنی قرب کے ہیں۔ ولایت دو طرح ہے۔

ولایتِ عامہ

ولایت عامہ تو تمام اہل ایمان میں مشترک ہے، ہر صاحبِ ایمان اس میں شریک ہے ولایت عامہ کو لطف الٰہی سے قرب ہے اور اس طرح تمام مومنین حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لطف سے قریب ہوئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کے ذریعہ کفر سے ان کو نکال لیا ہے اور نور ایمان عطا فرمادیا ہے اور وہ اس کے نزدیک ہوگئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

اِلَی النُّوُرِ ۵ط ۱؎(یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے اور ان کو وہ تاریکی سے روشی میں نکال کرلایا) یہ تھی ولایت عامّہ۔

ولایتِ خاصّہ

ولایت خاصّہ ارباب سلوک میں جو حضرات واصلان حق ہیں ان کیلئے مخصوص ہے۔

وھی عبارۃ عن فناء العبد فی الحق وبَقائه ۔ قالوا الو لیّ ھوالفانی فیه وا لباقی به

(اوراس سے مراد بندے کا حق میں اوراس کی بقا میں فنا ہونا ہے اور کہا ہے کہ ولی وہ ہے جو اللہ میں فانی ہو اوراس کے ساتھ باقی ہو)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ فنا سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ فنا سے مراد سیر الی اللہ کی منتہا ہے اور بقا کے معنی ہیں سیر فی اللہ کی ابتدا۔

سیر الی اللہ کا اختتام اس وقت ہوتا ہے کہ درویش بادیہ وجود کو صدق کے قدموں سے یکبارگی طے کرلے اور سیر فی اللہ اس وقت متحقق ہوگی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو وجودی اور ذاتی فناء مطلق کے بعد تمام ۔ آلائش حدوث سے پاک فرمادے تاکہ وہ اس عالم میں اوصاف الٰہی اور اخلاق نامتناہی سے متصف ہوکر ترقی کرے۔ شیخ ابوعلی جرجانی قدس اللہ سرہٗ کہتے ہیں۔ الولی ھو الفانی من حاله والباقی فی مشاھدۃ الحق لم یکن له عن نفسه اخبارٌ لامع غیر اللّٰه قرار (یعنی ولی وہ ہے جو فانی ہو اپنے حال سے اور مشاہدہ حق میں اس طرح باقی ہو کہ اس کو نہ اپنے نفس کی خبر ہو اور نہ غیر اللہ کے ساتھ قرار ملے)

حضرت ابراہیم ادہم نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم ولی بننا چاہتے ہو، اس نے کہا جی ہاں! چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو پھر تم دنیا کی کسی چیز سے رغبت نہ رکھو اور نہ عقبیٰ کی کسی چیز سے، اپنے نفس کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے فارغ بنالو اور اس کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔

ولی کون ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے رسالہ قشیریہ سے یہ قول نقل فرمایا: تحقیق ولی کے دو معنی ہیں ایک فعیل کے وزن پر بمعنی مفعول یعنی وہ شخص جس کے امر کا متولی اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَھُوَیَتَوَلّی الصَّالِحِیُنَ ۔ (اور وہ ذمہ دار ہے صالحوں کا) اور وہ اس کو اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا۔ ایک لحظہ کے لئے بھی اور اللہ تعالیٰ اپنی ذمہ داری کی رعایت فرماتا ہے۔ اور دوسرے معنی فعیل بمعنی فاعل ہیں یعنی وہ ذمہ دار ہے حق تعالیٰ کی بندگی، اس کی اطاعت اور عبادت کا اوراس پر تواتر کے ساتھ یہ ذمہ داری جاری ہے بغیر اس کے کہ نافرمانی درمیان میں آئے پس یہ دونوں وصف موجود ہونے چاہئیں تاکہ ولی ولی بن جائے یعنی اس کا حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی پر تمام وکمال قائم ہوجانا اور حق تعالیٰ کا ہمیشہ اسکا محافظ ہونا خواہ خوشی ہو یا رنج۔

حضرت کبیر نے شرائط ولی کے بارے میں عرض کیا کہ ان کی صراحت فرمائیں:

۱؎ پ۳ سورہ بقر ۲۵۷

قال الا شرف: الولی قلبه مستانس باللّٰه متوحش عن غیر اللّٰه ۔

اشرف نے فرمایا: کہ ولی وہ ہے جس کا دل حق سبحانہٗ وتعالےٰ سے انس رکھے اور غیر حق سے متوحش اور گریزاں ہو۔ اس ارشاد کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے شرائط ولی کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ:-

شرط ولی یہ ہے کہ گناہوں سے محفوظ ہو جس طرح نبی کی شرط یہ ہے کہ معصوم ہو اور جس کسی پر بھی از راہِ شریعت اعتراض ہو (للشرع علیه اعتراض) پس وہ مغرور اور فریب خوردہ ہے۔ (ولی نہیں ہے)

پاس شریعت

حضرت ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ ایک ایسے شخص سے ملنے کو چلے جس کی ولایت آپ سے بیان کی گئی تھی جب ان کی مسجد کے قریب آپ پہنچے تو ان کے باہر آنے کے انتظار میں بیٹھ گئے کچھ دیر بعد وہ شخص باہر نکلا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا۔ شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ وہاں سے پلٹ پڑے اور اس شخص کو سلام بھی نہیں کیا اور فرمایا کہ جب آداب شریعت کا بھی اس شخص کو پاس نہیں ہے تو یہ اسرار خداوندی کا امین کس طرح ہوسکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کوئی شخص شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا اور اس نے اپنا بایاں پاؤں پہلے مسجد میں رکھا شیخ قدس سرہٗ نے اس سے فرمایا لوٹ جاؤ کہ جو شخص دوست کے گھر میں داخل ہونے کے آداب سے واقف نہیں ہے اس سے ہم کلام و ہم نشین ہونا مناسب نہیں ہے حضرت کبیر نے عرض کیا کہ ولی کے لیے شرطِ محفوظ سے مراد تمام عصیاں سے محفوظ ہونا ہے یا بعض سے؟ تو آپ نے فرمایا کہ شرط یہ ہے۔ کہ اصرار علے معصیت سے محفوظ رہے تا کہ گناہ پر اس کا قیام نہ ہو یہ بھی کہا گیا ہے کہ ولی صغیرہ گناہوں پر بھی قائم رہنے سے محفوظ ہے (صغیرہ گناہوں پر اصرار نہیں ہے) جنید قدس سرہٗ سے ایک شخص نے سوال کیا ولی سے زنا سرزد ہوسکتا ہے؟ اے ابوالقاسم!! آپ کچھ دیر سر جھکائے رہے۔ پھر فرمایا خداوند تعالیٰ نے ہر کام کا اندازہ مقرر کر دیا ہے (یعنی جو کچھ اس نے مقرر کر دیا ہے اس کا صدور ضروری ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے شیخ علاؤ الدولہ السمنانی (قدس سرہٗ) سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ انبیا علیہم السلام عمداً اظہار گناہ کرنے سے معصوم ہیں اور اولیاء کرام گناہ کی ذلت سے محفوظ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ

اِنْ تَغْفِرُ اَللّٰهُمَّ تَغْفِرُ جَمًّا — بخشتا ہے تو بخش سب کو خدا

وَاَیُّ عَبْدٍ لَكَ لَا لَمَمَا — کون بندہ ہے بے گناہ ترا

مجھ بیچارے کے نزدیک کوئی گناہ اس سے بدتر نہیں کہ بندہ خود کو خطا کار اور مجرم نہ سمجھے۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرط ولایت ہے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ولی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے ۔ کہ وہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا قولاً، فعلاً اور ازروئے اعتقاد تابع ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے کہ قُلْ اِنْ کُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَا تَّبِعُوْنِی ۔(اے رسول فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو) پس سلوک و طریقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے راستہ کو طے کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔تابع پابند ہے اپنے متبوع کے حکم کا انہی لوگوں کے حق میں ہے ماسویٰ سے کلی طور پر اعراض کرے اور خواہشات (ہوا) سے قطعی گریزاں رہے اسی طرح دنیاوی خیر وشر کی طرف التفات نہ کرے کیونکہ ولی کی نظر میں کونین کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہیں جس کو یہ دولت دارین (ولایت) مل گئی ہے اُس کو تخت سلطنت پر جلوس فرمانے کی مطلقاً خواہش نہیں ہوتی۔یہ ارشاد فرمانے کے بعد حضرت نے اپنے دیوان سے یہ غزل پڑھی:

وصل تو چون دست و ادملک جہان گومباش
وصل ترا جب ہوا ملک جہاں گونہو

لعل تو چون حاصل است گوہر جان گومباش
لعل لب ہے رونما گوہر جاں گونہو

آیت حسن ترا حاجت تفسیر نیست
مصحف رخ کو نہیں حاجتِ تفسیر ہے

صورت خورشید راشرح وبیان گومباش
صورت خورشید کی شرح و بیاں گونہو

صف شکن عاشقان فتنہ آخرزمان
صف شکن عاشقان فتنہ آخرزمان

غمزہ ابروئی تست تیروکمان گومباش
غمزۂ ابرو تراتیرو کمان گونہو

عاشق روئی تونیست طالب دنیا ودین
ہاں ترا عاشق نہیں طالب دنیا و دین

آرزویٔ جان توئی کون ومکان گومباش
آرزوئے جاں ہے تو کون و مکاں گونہو

گردش گردون اگر قطع شودگو بشو
گردشِ گردوں اگر ختم ہو تو کہدے ہو

حاصل فطرت توئی دور زمان گومباش
حاصل فطرت ہے تو دور زماں گونہو

بی تونیرَزدجوی ہرچہ بود درجہان
تیرے بغیر دو جہاں جو کے برابر نہیں

مایۂ جانہا توئی سودوزیان گومباش
مایۂ جان تو ہی ہے سودوزیاں گونہو

آتش عشق اربسوخت خرمن ماگو بسوز
آتشِ عشق گر جلائے مجھ کو تو کہدے جلا

اشرف شوریدہ رانام و نشان گومباش
اشرف شوریدہ کا نام دنشان گونہو

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ولی کی ایک شرط یہ اور ہے کہ وہ عالم ہو جاہل نہو منفصل ہو متصل نہ ہو۔جب منفصل ہو جائے گا تو پھر متصل ہو جائے گا جیسا کہ شیخ شبلی نے فرمایا ہے کہ طہارت انفصال ہے اور نماز اتصال ہے۔اگر طہارت میں غیر خدا سے منفصل نہ ہوگا تو نماز میں اللہ سے متصل بھی نہ ہوگا۔جب اتصال انفصال کا نتیجہ ہے تو منفصل صاحب کشف ہوگا اور صاحب کشف عالم ہوگا اور جاہل نہ ہوگا اور عالم ربانی ولی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا ولی جاہل نہیں ہوتا۔ ان اللہ لا یتخذو لیا جاھلاقط (اللہ تعالیٰ ہرگز کسی جاہل کو اپنا دوست نہیں بناتا)

علم وراثت حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگر علم کا چراغ ولی کے دل میں نہ ہو تو اُسے شر کی خبر نہیں

ہوسکتی اور وہ صحرائے ظلمت اور دشتِ کدورت میں مارامارا پھرتا رہے۔ ہاں اس علم سے مراد علم مدرسہ نہیں ہے بلکہ وہ علم ہے جسے علم وراثت کہا گیا ہے۔علماء انبیاء کرام کے وارث ہے۔ یہ علم تصرف الٰہی اور اسکی لا متناہی عنایت سے حاصل ہوتا ہے۔

قال الا شرف:

ان اللّٰہ ناصرالذین امنواثم اخرجھم عن حجب الطبیعت و کشف عن قلوبھم نورا لاحدیت (یعنی االلہ تعالیٰ ان حضرات کا مددگار رہے جوایمان لائے اور اللہ تعالےٰ نے ان کو حجاب ہائے طبیعت سے باہر نکالا اور نور احدیت ان کے دلوں پر ظاہر کر دیا) اگراس علم سے علم مدرسہ۔(دراست) مقصود ہوتا تو پھر علمائے ظاہر ہی سر حلقۂ اولیاء روزگار اور پیشوائے اصفیائے نامدار ہوتے اور ایسا نہیں ہے اس لحاظ سے یہ ثابت ہوا کہ ولی کو علم وراثت کا عالم ہونا چاہئے۔اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ علم وراثت سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا علم وراثت وہ علم ہے جو بغیر تعلیم کے حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا سبق ہے کہ بغیر رابطہ تکلم کے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ میت کا ترکہ جو علماء ظاہر میں مشہور ہے کہ بغیر محنت کے صرف رشتۂ قرابت سے حاصل ہو جاتا ہے اور وہ علم لدنی ہے وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (اور ہم نے اپنے پاس کے علم سے اس کو تعلیم دی) کے خزانہ سے ولی کو کچھ حصّہ دیا جاتا ہے اگرچہ از روئے ظاہر ابجد آشنا بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے مجذوب حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے۔

نگارمن کہ بمکتب نہ رفت و خط نہ نوشت	مرا حبیب کہ مکتب گیا نہ کچھ لکھا
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد	اداو ناز سے لکھے پڑھوں کو درس دیا

چنانچہ ایسے حضرات متقدّ مین صوفیہ کرام میں بھی بہت ہیں اور متاخرین بزرگوں میں بھی بکثرت ہیں۔ایک ان میں سے حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی رحمتہ اللہ علیہ تھے ۲۲ سال کی عمر میں توبہ کی توفیق ہوئی پہاڑ پر جا کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔اٹھارہ سال کے بعد جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی تو انہیں مخلوق میں بھیجا گیا۔علم لدُنّی کے دروازے ان پر کھولے گئے تھے چنانچہ تین سو سے زیادہ رسالے انہوں نے علم توحید و معرفت علم سّر وحکمت،روش طریقت و اسرار حقیقت میں تصنیف کئے ہیں اور اتنے بلند پایہ کہ کوئی عالم اور دانشمندان کے کسی قول پر اعتراض نہیں کرسکا اور نہ کرسکتا ہے آپ کی یہ تمام تصنیفات نصوص قرآنی اور احادیث مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہیں۔ ہر قول کی دلیل نص یا حدیث سے لاتے ہیں آخر عمر تک حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی کے ہاتھ پر تقریباً تین لاکھ افراد نے توبہ کی سعادت حاصل کی اور گناہ کے راستہ سے پلٹے اور سعادت و معرفت کی راہ پر گامزن ہوئے۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ نے اس خرقہ کو جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے چلا آرہا تھا اور بیس مشائخ کاملین نے اسکو پہنا تھا شیخ الاسلام کو دیا۔ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی اور حضرت شیخ ابو العباس قصّاب

قدس اللہ سر ہما بھی محض امی تھے اور ایسے امی کہ کاف اور قاف میں بھی تمیز نہیں کر سکتے تھے ایک بزرگ شخص کو کہتے تھے انت ماشوکی (انت معشوقی) اس کے باوجود یہ حضرات یگانۂ روزگار اور فرید عصر گزرے ہیں اور غوث جو اکابر کا سرِ حلقہ اور سردار ہوتا ہے وہ تھے اور ہر ایک بزرگ ان سے فیض حاصل کرتا تھا۔

شیخ احمد جام کا نابینا کو بینا کرنا

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز حضرت شیخ احمد جام کو شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کی خانقاہ سے کسی دعوت میں لوگ لے جارہے تھے جب خادم نے جوتا سامنے رکھا شیخ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ ایک ضروری کام ہے کچھ دیر کے بعد ایک ترکمان اپنی بیوی کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اس کے ساتھ ایک ۱۳ سال کا بہت ہی خوبصورت لڑکا بھی تھا لیکن نابینا! انہوں نے کہا کہ اے شیخ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی ہر نعمت عطا فرمائی ہے لیکن اس بیٹے کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں ہے جہاں کہیں کسی بزرگ طبیب یا مزار کے بارے میں ہم نے سنا ہم وہاں گئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ طلب فرماتے ہیں وہ پورا ہو جاتا ہے۔ آپ ہمارے اس لڑکے پر توجہ فرمائیں تاکہ اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے آپ پر قربان!! اگر ہمارا مقصد پورا نہیں ہوا تو ہم آپ کے در پر سر پٹک پٹک کر جان دے دیں گے۔ حضرت شیخ نے فرمایا عجیب معاملہ ہے مردہ زندہ کرنا اور، نابینا کو بینا کر دینا کوڑھی کو تندرست کرنا یہ سب تو حضرت عیسے علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ احمد کون ہے اور اس کی کیا ہستی ہے اس سے بھلا یہ محال کام کیسے ہوگا یہ کہہ کر وہ جانے لگے ترکمان اور اسکی بیوی نے سر زمین پر پٹکنا شروع کر دیا۔ جب حضرت شیخ دالان میں پہنچے تو ایک عظیم حالت آپ پر طاری ہوئی۔ اور آپ کہنے لگے ہم کریں گے ہم کریں گے۔ وہاں موجود چند حضرات نے یہ جملے سنے۔ حضرت شیخ دالان ہی سے پلٹ پڑے اور خانقاہ میں تشریف لائے۔ اور چبوترے کے کنارے پر بیٹھ گئے اور فرمایا اس نابینا لڑکے کو لایا جائے چنانچہ لڑکے کو آپ کے روبرو لایا گیا آپ نے اپنے دونوں انگوٹھے اس کی دونوں آنکھوں پر رکھا اور کھینچ لیا اور فرمایا اُنظُر بِاِذنِ اللّٰہِ (دیکھ اللہ کے حکم سے) اسی وقت اُس نابینا لڑکے کی دونوں آنکھوں میں روشنی لوٹ آئی۔ وہاں موجود چند حضرات نے آپ سے دریافت کیا کہ پہلی مرتبہ تو آپ کی زبان مبارک سے وہ کلمات ادا ہوئے اور پھر یہ کلمات ادا ہوئے کہ ہم کریں گے ہم کریں گے یہ دونوں باتیں کس طرح درست ہو سکتی ہیں۔ حضرت شیخ نے جواب دیا کہ جو کچھ اول مرتبہ کہا گیا وہ احمد کا قول تھا اور اسکے علاوہ کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ جب میں دالان میں پہنچا تو ندا آئی کہ احمد ٹھہرو! زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کا کام تھا۔ اور کوڑھی کو اچھا کرنا بھی ان ہی کا کام تھا اب تم بھی کہہ دو کہ ہم کریں گے ہم کریں گے ہم نے اس لڑکے کی آنکھوں کی روشنی اب تیرے اختیار میں دے دی ہے۔ غیب کی یہ آواز میرے دل میں اس طرح آئی اور یہ کلمات اس طرح دل میں اترے کہ میری زبان سے بھی وہی کلمات ادا ہو گئے!! پس وہ قول اور فعل جو کچھ بھی تھا وہ حق تعالیٰ کی طرف سے تھا جو احمد کے ہاتھ اور زبان سے ظاہر ہوا۔

شیخ محمد معشوق طوسی کا اپنی قبا بند کرنا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ معشوق طوسی مجذوب زمانہ کے

بہترین دانشمندوں میں سے تھے۔طوس میں آپ کا قیام تھا اور آپ کا مزار بھی طوس میں ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا محض آپ کی زیارت کے لیے نیشا پور تشریف لے گئے تھے۔ یہ مزار طوس کے ایک گاؤں میں واقع ہے۔ بقول ایک درویش، شیخ عین القضاہ ہمدانی نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ شیخ محمد معشوق نماز نہیں پڑھتے تھے۔خواجہ محمد عمویہ اور شیخ احمد غزالی قدس اللہ سرہما سے روایت ہے کہ قیامت کے دن صدیقوں کو یہ تمنا ہوگی کہ وہ خاک ہوتے اور محمد معشوق اس خاک پر اپنا پاؤں رکھتے۔ یہی مجذوب محمد معشوق ایک روز طوس کی جامع مسجد میں پہنچ گئے اس وقت شیخ ابوسعید ابوالخیر (قدس سرہٗ) وعظ کہہ رہے تھے۔محمد مشعوق نے اپنی قبا کا بند (جس کو وہ ہمیشہ کھلا رکھتے تھے) باندھ لیا۔بندِ قبا باندھتے ہی شیخ ابوسعید خاموش ہوگئے (زبان کو یارائے گویائی نہ رہا) کچھ دیر کے بعد جب بولنے کی سکت پیدا ہوئی تو بولے اے سلطان عصر: اے سرور!! قبا کا بند کھول دیجئے کہ آپ نے اپنا بند باندھ کر ساتوں آسمانوں اور زمین کو باندھ دیا ہے۔

اللہ اللہ! یہ کیسے امّی تھے کہ علوم اولین وآخرین کے چشمے ان کی زبان ودل سے جاری تھے۔

پھر حضرت نے زبان مبارک سے فی البدیہہ شعر ارشاد فرمایا۔

زہے معشوق چون بند قبابست — خوشا معشوق بندش کی قبا کی
ہزاران بند بردل از جفابست — تو دل پر گتھیاں ڈالیں جفا کی

ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے عطاءِ علم غیبی کی بات نکلی فرمایا کہ اہل اللہ اور درویشوں کے لئے علم غیبی عطا کرنا اور پوشیدہ سچی باتوں کو ظاہر کر دینا آشِ جو کھانے سے زیادہ آسان ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا حضرت نور العین سے تصّرف کروانا

حضرت کی خاطر شریف میں اکثر یہ بات پیدا ہوتی کہ حضرت نور العین کے تصرف کو دوسروں کے اندر بچشم خود ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ حضرت کا کمالِ تصرف بعینہ ان میں سرایت کر چکا ہے یا نہیں جیسا کہ استاد شاگرد کی تربیت کرتا ہے تو اس کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ اپنی تربیت کا اثر اپنے شاگرد میں بچشم خود ملاحظہ کرے تا کہ اس میں یہ اعتماد پیدا ہو جائے کہ اس کی تربیت اثر کر چکی ہے اور اگر شاگرد کے معاملہ میں کہیں خامی رہ گئی ہو تو اس خامی کا تدارک کر دے اس خیال کے پیش نظر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت نور العین سے ارشاد کیا کہ امیر علی بیگ نے ایک عرصہ دراز سے اس خاندان اور دودمان عالی کی خدمت کی ہے۔اب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ وہ راہ سلوک پر گامزن ہو اور طریقت کے سفر کو اختیار کرے اور کسی نے بھی اس کی باطنی تربیت اب تک نہیں کی ہے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے سامنے ہی اس کی تربیت معنوی میں مشغول ہو جاؤ تا کہ میں اس کا اثر ملاحظہ کروں اور مجھے تمہاری قوت تصرف پر بھی اعتماد ہو جائے۔

حضرت نور العین نے جب یہ سنا تو از روئے انکسار، عجز واضطرار عرض کیا کہ جہاں آسمان ہدایت کا آفتاب اور زمانہ پیشوائی کا سلطان جمشید جناب کے رحم وکرم کے محلسرائے شرافت میں جلوہ افروز ہو وہاں میری کیا طاقت ہے اور اللہ تعالیٰ اس آفتاب عالمتاب پر زوال نہ ڈالے بالنبی وآلہ الا مجاد

جمالت آفتاب ہر نظرباد تیرارخ آفتاب ہر نظر ہو
زخوبی روئ خوبت خوب ترباد صفامیں خوب سے بھی خوب تر ہو
ہمائ ہمتت راہچو شہباز رہے ہمت کا طائر مثل شہباز
رہ شاہان عالم زیرِ پر باد کہ ہر اک شاہ جس کے زیرِ پر ہو

اور ذات بابرکات کہ اسرار الٰہی کی مظہر ہے اور صفات والا درجات کہ نامتناہی انوار کا سرچشمہ ہے آسمان وزمین کا ماوا و ملجا ہے۔ تندرستی وصحت کی گودوں میں ہمیشہ پلا کرے۔

مثنوی

جنابت تا قیامت درامان باد قیامت تک رہے یہ دراماں میں
تراہرچہ ازخدا خواہم ہمان باد جو میں مانگوں ملے تم کو جہاں میں
چودر کون دمکان تنفیذ حکمت ترے احکام عالم میں ہوں نافذ
روان درتن روان حکمت روان باد ہے جیسے جسم میں جاں جان جاں میں
برین کون و مکان حکمت چہ باشد فقط کون و مکاں پر حکم کیا ہے
مثال توروان برلا مکان باد ترافرمان ہو جاری لا مکاں میں
جوبیت الشرق شوکت آفتابت ترے اقبال کے مطلع سے سورج
بہ برجِ اقتدایت دُرخشاِن باد رہے روشن زمین و آسماں میں
برایت تا قیامت من چہ خواہم قیامت تک تمہیں میں کیا دعادوں
کزامکان بیش صدلک سالیان باد رہو بعد از قیامت بھی جہاں میں
بساطِ شرف را دیگر حریفی مقابل تیری عظمت کا نہیں ہے
جہان رانیست تا آخر جہان باد کہیں کوئی زمین و آسماں میں
بچشمِ معرفت چون قرۃالعین جسے دیکھو مثالِ قرۃالعین
بہر کس بنگری ازعارفان باد وہ داخل ہو گروہ عارفاں میں
بصدر عارفان و کاملان ہم بزرگوں کی مجالس کے رہو صدر
مکانِ مصدرِ تو جاودان باد صدارت ہو تری ہر اک زماں میں
نگاہ یمن بکشا بریمانی یمانی پر نگاہ لطف ہو جائے
ازعین لطفِ چون جزء یمان باد گِنا جائے گروہ موماناں میں

آفتاب عالمتاب کے ہوتے کسی دوسرے کی کیا مجال کہ تصرف وجذبہ کے زورمیں اپنے کو دشواری میں ڈالے اور غریب ستارہ کی کیا طاقت کہ صاف اور روشن آفتاب کے سامنے تصرف کادم مارے

گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم خورشید سے کہنا کہ میں ہوں چشمۂ انوار
دانند بزرگان کہ سزاوار سہانیست معلوم ہے سب کو کہ سُہا کو نہیں زیبا

لیکن جب ادھر سے اصرار زیادہ ہوا تو سرتابی کی مجال نہ تھی اور آداب وطریقت کے خلاف تھالہذا امیر علی بیگ کی باطنی تربیت پر آپ (نورالعین) کمر بستہ ہوگئے۔حضرت نورالعین مراقبہ میں بیٹھے اور امیر علی بیگ کے تصرف باطن پر متوجہ ہوگئے اور انجذ اب روحانی پر توجہ فرمائی۔ذرا سی دیر کے بعد تصرف کے آثار امیر علی بیگ کے بشرہ سے ظاہر ہونے لگے اور توحید آمیز اور وجد انگیز کلام ان کی زبان سے ادا ہونے لگا۔اس کلام کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ اس وقت بعض عالم بھی جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے اس کو نہیں سمجھ سکے ان علما میں بعض ایسے بھی تھے جو درویشوں کے حال کے منکر تھے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تمام لوگ اس بات سے واقف ہیں۔کہ امیر علی بیگ ایک ان پڑھ ترک ہے۔اب آپ میں سے جس کو کسی علم میں کچھ اشکال پیش ہو تو امیر علی بیگ سے دریافت کیجئے اگر وہ اس کو حل نہ کردیں تو میں ضامن!!

آپ کے ارشاد کے بموجب علما نے عجب عجب سوالات کیے اور علم ہیئت وفلک کے پیچیدہ مسئلے امیر علی بیگ سے دریافت کیے انہوں نے ہر مشکل کا ایک جواب نہیں بلکہ دس دس جوابات دیے۔ بلکہ دس کے سو درست جوابات دیے۔اور وہ ان مشکل مسئلوں کو اس طرح حل کررہے تھے کہ ان عالموں کے فہم سے بھی بالاتر تھا۔صحیح یہ ہے کہ آپ کے التفات کے آفتاب کا ایک پرتو بھی اگر کسی پر پڑ جائے ذرہ کے نور سے تمام عالم جگمگا اٹھے۔

چوتابد ذرہ ازخورشید اطلاق ذرا بھی چمکے گرخورشید اطلاق
درخشاند سراسر جملہ آفاق چمک اٹھے اسی دم سارا آفاق
برافتد بر دلی ازنور خورشید جو پڑ جائے کسی پر نور خورشید
سراسر ملک گیرد ہمچو جمشید تو بالکل ملک لے لے مثل جمشید

دوسرے شخص کو اپنی ولایت اور نعمت بخشنا

حضرت کبیر نے خدمت والا میں عرض کیا کہ عام وخاص میں یہ بات مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے اپنی وفات کے وقت اپنی ولایت کے آثار اور اپنی نعمت دوسرے کو بخش دی۔ یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ولایت جو ہزار محنت کے بعد حاصل کی جاتی ہے اور وہ نعمت جو صدہا رحمتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے اور جب کہ آخرت میں اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور درجات عالیہ اس کی بدولت نصیب ہوتے ہیں پس ایسی ولایت اور نعمت دوسروں کو کس طرح دی جاسکتی ہے اور اگر دے دینا درست مان لیا جائے تو بعض اولیائے کرام میں وہ تصرف جو زندگی میں ان کو حاصل تھے انتقال کے بعد کس طرح باقی رہتے ہیں جبکہ وہ اپنی ولایت اور نعمت دوسرے شخص کو بخش چکے ہوتے ہیں۔حضرت کبیر کے مزکورہ سوال کے جواب میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس ایثار و لایت اور عطائے نعمت سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی مخصوص ولایت اور اپنی خاص نعمت دوسرے کو دے دیتے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طریقہ اور شعار کسی کو بخش دیا

جاتا ہے جو بخشنے والے کی ذات تک مخصوص تھا اور دوسرا اس سے محروم تھا تا کہ جسے یہ نعمت وروش اور طرز خاص بخشی گئی ہے اس روش اور اصولِ سلوک کو اپنا کر اس راہ کو طے کرے۔

حضرت شیخ خواجگی نے فرمایا ہے کہ شیخ کے پاس نعمت وِلایت (واؤ کو زیر سے) اور دولت وَلایت (واؤ کو زبر سے) دونوں ہوتی ہیں۔ جو کچھ خلق سے لگاؤ ہے وہ پہلی ولایت ہے مثلاً مرید کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جائے اور طریقت کے آداب اس کو سکھائے جائیں۔ لیکن دوسری ولایت محبتِ الٰہی اور حضرت سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب ہے جب ایک شخص دنیا سے انتقال کرتا ہے تو اس پہلی ولایت کو جس کسی کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اگر وہ خود کسی کو نہیں دیتا تو حق تعالےٰ اپنے دوستوں میں سے کسی کو بخش دیتا ہے۔ لیکن دوسری ولایت (محبت خدا اور سول) وہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور وہ اسی کے ساتھ باقی رہتی ہے۔

اگر زینجا سفر درپیش گیرم کروں گا کوچ جب دنیا سے اللہ
زعشقت زادراہ خویش گیرم تو تیرا عشق ہوگا توشۂ راہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خرقہ

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر (قدس سرہٗ) جس خرقہ کو پہن کر عبادت کیا کرتے تھے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ سے ان کو مشائخ سے سلسلہ بہ سلسلہ پہنچا تھا۔ ان کو بتا دیا گیا تھا کہ تم یہ خرقہ احمد کے سپرد کر دینا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے اپنے فرزند شیخ ابوطاہر کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے چند سال بعد ایک نوجوان، نوخط بلند و بالا۔ حسن میں یوسف، نیلگوں چشم، جس کا نام احمد ہوگا تمہاری خانقاہ میں آئے گا۔ اس وقت تم اپنے اصحاب و احباب کے درمیان میری جگہ بیٹھے ہوگے۔ تم یہ خرقہ یقیناً اس نوجوان کے سپرد کر دینا جب شیخ ابوسعید ابوالخیر کا وقت آخر آیا تو شیخ ابوطاہر کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ اپنی ولایت و نعمت حضرت شیخ مجھے عطا فرمادیں۔ حضرت شیخ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ جس ولایت و نعمت کی تم آرزو کر رہے ہو وہ دوسرے کو دے دی گئی ہے اور ہماری مشیخت کا علم خرابات کے دروازہ پر گاڑ دیا گیا ہے اور ہماری روش اور ہمارا کام ان کے سپرد کر دیا گیا ہے کوئی بھی اس صورت کو نہ سمجھ سکا۔ شیخ کی وفات کے چند سال بعد ایک رات ابوطاہر نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ شیخ ابوسعید اپنے چند دوستوں کے ساتھ بہت تیزی کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں ابوطاہر نے پوچھا اے شیخ یہ کیسی عجلت ہے انہوں نے جواب دیا کہ تم بھی چلو! کہ قطب الاولیاء تشریف لا رہے ہیں۔

دوسرے دن، شیخ ابوطاہر خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان داخل ہوا جو اُن صفات سے موصوف تھا جو شیخ ابوسعید نے بیان کی تھیں ابوطاہر فوراً سمجھ گئے کہ یہی وہ عظیم ہستی ہے شیخ ابوطاہر نے ان کی بہت عزت و تکریم کی لیکن بتقاضائے بشریت انہیں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے باپ کا خرقہ ہاتھ سے کیوں جانے دوں شیخ ابوطاہر کے دل میں یہ خطرہ گذرا ہی تھا کہ اس نوجوان نے کہا کہ اے خواجہ امانت میں خیانت روا نہیں ہے خواجہ ابوطاہر بہت خوش وقت ہوئے اور فوراً اٹھے اور وہ خرقہ جو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے وقت سے اب تک یہاں موجود تھا لا کر

اس نوجوان کو پہنا دیا شیخ احمد جام قدس سرہٗ کے بعد معلوم نہیں وہ خرقہ کس کے پاس گیا اور یہ شیخ احمد جام قدس سرہٗ اپنی ابتدائی زندگی میں بڑے میخوار تھے۔

حضرت کبیر نے قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اولیاءاللہ کی رفعت شان اوران کے مقام اعلی کے سلسلہ میں جو یہ مقولہ لطیف اورکلمہ شریف بیان کیا جاتا ہے اس کا کیا مفہوم ہے یعنی ان اولیاء اللّٰہ لا یموتون ولکن ینتقون من دارٍ اِلیٰ دارٍ (اولیاءاللہ مرتے نہیں ہیں بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب منتقل ہو جاتے ہیں)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ زیادہ جاننے والا ہے ۔ اس مقولہ کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ موت سے یہاں مراد مرگِ طبعی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد موت ارادی ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے ظاہر ہے موتوا قبل ان توتوا (مرجاؤ قبل موت آنے کے) یعنی دوستانِ حق تعالیٰ اورسالکان راہ خداوند تعالیٰ موتِ ارادی سے مرتے نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ترقی کرتے ہیں اوراپنی منزل سے دوسری منزل اعلیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب کوئی سالک مراتب کمال کا عبور کرے اور ہر سانس پر اسے ایک دوسری رسائی نصیب ہو اور ہر دم پر دوسری کامیابی حاصل ہو تو یہ سب حاصل شدہ نعمتوں کا مجموعہ ایک قطرہ ہے اور جو باقی رہ گیا وہ دریا ہے۔اس کی تمام ظاہری حالت ایک ذرہ ہے اور جو باقی ہے وہ آفتاب ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پاک ہے وہ اللہ جس کی ذات میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہے اور نہ اس کے صفات کے حاصل ہونے کی کوئی انتہا ہے شیخ سعدی نے بھی اس دریائے بے پایاں کا ایک قطرہ چکھا ہے اوراس آفتاب انوار کا ایک ذرہ دیکھا ہے۔فرماتے ہیں ۔

نہ حسنت غایتی داردنہ سعدی راسخن پایان　　نہ تیرے حسن کی حد ہے نہ سعدی بات میں کم ہے
بمیر دتشنہ مستسقی و دریا ہمچنان باقی　　مرے بیمار استسقاء پیاسا بحر پھر باقی

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اولیاءاللہ اس دنیا میں اپنے تزکیہ جسم وقلب سے اورانوارِ غیبی واسرارِ الٰہی کے کشف وظہور سے اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ وہ اپنے مراتب باطنی پر آگاہ ہوجاتے ہیں اوراسی طرح سنزلات کی منازل سے ان کو آگاہی حاصل ہو جاتی ہے اورموت طبعی ایک صفتِ جسمانی ہے اورایک نفسانی کیفیت ہے، بخلاف روحانی صورتوں کے کہ مثالی لباس پہن کر اور تمثیلی جام پیکر میدان اجسام میں تصرف کرتی ہیں تب ایک مرکب جسمانی میں شان سکندری پیدا ہو جاتی ہے اور عناصر کی تاریکیاں مٹ جاتی ہیں اور حضرت روحانی جس نے آب حیات پیا ہے میدانِ رسائی میں مثالی گھوڑے پرسوار ہو کر اور دریائے کامیابی کشتی خیال پرسوار ہو کر دوڑتا ہے ۔

چوفرس عنصریم را بخورد اسکندر　　یقین کہ مرکب دیگر دہند زین خوشتر

جو میرا عنصری مرکب کسی سبب سے مرا یقیں ہے اس سے بھی بہتر خدا کرے گا عطا

لیکن عام لوگ کہ جنھوں نے اپنی نگاہ کو نورِ عرفان سے روشن نہیں کیا ہے اور اپنی باطنی آنکھ میں کیف وحال کا سرمہ نہیں لگایا ہے بے شک اس بڑی دولت اور عظیم الشان نعمت سے محروم رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى [1] اور جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا

پس جو دید ومشاہدہ کی زندگی میں نہ جیا مثل مردہ کے ہے کہ وہ مردوں کے زمرہ میں ہے اور کما تَعِيْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ میں اس کا شمار ہے ایک دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ قول تصرف کے بارے میں ہو کیونکہ بعض اولیاء کو جیسا زندگی میں تصرف تھا اسی طرح مرنے پر ہے جس طرح کہ سانپ ایک گھر سے دوسرے گھر چلا جاتا ہے اور اس کا تصرف باقی رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدین گنجوی (صاحب خمسہ نظامی) کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت نظامی علوم ظاہری میں درجۂ کمال پر فائز تھے لیکن سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی عمر گراں مایہ کو اوّل سے آخر تک قناعت، تقویٰ اور عزلت گزینی میں صرف کیا اور دوسرے شعرا کی طرح حرص وہوا سے مغلوب ہو کر انہوں نے سلاطین زمانہ کی ملازمت و مدح سرائی اختیار نہیں کی۔ بلکہ خود زمانہ کے سلاطین نے ان سے کسبِ فیض کیا ہے ان کی پانچوں مثنویاں جو پنج گنج کے نام سے مشہور ہیں ان میں بظاہر قصہ کہانی ہے لیکن حقیقت میں ان اشعار میں حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کے کلمات لطیفہ اور ابیات شریفہ اس بات پر مشعر ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کا مقابلہ کرے یعنی ان اشعار کے مقابل میں اشعار کہے یا ان کا جواب دے تو اُسے نقصان پہنچے، خود انہوں نے مخزن اسرار میں کہا ہے۔

تیغ زالماس زبان ساختم ہے مری الماس زباں تیز تیغ
ہر کہ پس آمد سرش انداختم نکتہ چین کو کاٹ دیا بیدریغ

حضرت امیر خسرو دہلوی اور حضرت نظامی گنجوی کا عجیب معاملہ

حضرت نظامی گنجوی نے اپنی تصنیف میں خود اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میری تصانیف کے مقابل میں لوگ اپنی تصانیف سے مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ **بیت**

دو ہندی برآید ز ہندوستان نکل آئے دو اہل ہندوستان
یکی دزد باشد دگر پاسبان کہ اک چور ہے دوسرا پاسبان

خمسہ نظامی کی تصنیف کے وقت سے تا این دم جس کسی نے بھی از روئے مخالفت ان کے کلام کے مقابل میں لکھا یا ان کے خیالات کو اپنی تصنیف میں بنیاد بنایا اس کو ضرور نقصان پہنچا۔ چنانچہ حضرت امیر خسرو نے بھی خمسہ لکھا اور پے خمسہ میں ان کے شعر مذکورہ کا جواب اس طرح دیا انہوں نے کہا تھا کہ۔

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۷۲

ملک بمیراث نیابد کسی ملک وراثت میں نہ پائے کوئی
تا نہ زند تیغ دودستی بسی تیغ دو دستی نہ بہت گر چلی

حضرت امیر خسرو اس کے مقابلہ میں فرماتے ہیں۔

گرچہ زند تیغ دودستی بسی تیغ دودستی جو بہت بھی چلی
تاندھر حق نہ بیابد کسی حق جو نہ دے کچھ بھی نہ پائے کوئی

ایضاً ایضاً

دبدبۂ خسرویم شد بلند خسروی کا میری ہوا غلغلہ
غلغلہ در گورِ نظامی فگند قبر نظامی میں پڑا زلزلہ

جب مقابلہ ومکابرہ اس حد تک پہنچ گیا تو ایک رات حضرت نظامی گنجوی کی تلوارِ آبدار پیکر ہمت کے غلاف ومیان سے نکلی اور میدان شعروسخن کے سلطان حضرت امیر خسرو کے سر پر پہنچ گئی تھی کہ فوراً اسپر پناہ حضرت نظام الدین اولیاء بیچ میں آ گئے۔

تیغ نظامی کہ برآمد چو برق تیغ نظامی جو چلی مثل برق
تاسر خسرو سرموبود فرق یک سر موتھا سرِخسرو سے فرق
ماہ رخش راست دو پیکر شدی ہوتے دوٹکڑے رخِ روشن کے گر
گر نہ بودی پنجۂ پیرش چو ورق پنجۂ پیرآتا نہ بالائے فرق

لیکن حضرت نظام الدین اولیا نے اپنی پناہ میں لے کر فرمایا

" فرزند من است ازسر دے درگذرید" خسرو میرا فرزند ہے اس سے درگزر کرو اور اس کا جرم بخش دو۔ روح نظامی نے جواب دیا کہ مردوں کی تلوار بیکار نہیں چلتی پس باغ میں بادخزاں چلنے کی طرح تیغ بے دریغ چلا دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے اپنی آستین اس تلوار کے نیچے رکھدی اور وہ کٹ گئی۔

پیش این الماس بے اسپر میا بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ رانبود حیا کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا

شیخ روزبھان کا قبر میں قرآن پڑھنا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: شیخ ابوبکر نے جو شیخ روزبھان قدس سرہ کے اصحاب سے تھے فرمایا ہے کہ ہر صبح کو ہم دونوں ساتھ ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے تین پاروں کی تلاوت میں کرتا تھا۔ جب میں تین پارے ختم کر لیتا تھا تو پھر تین پارے شیخ روزبھان رحمتہ اللہ علیہ تلاوت فرماتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو دنیا مجھ پر تنگ ہوگئی۔ میں رات کے آخری حصہ میں اٹھا اور میں نے نماز ادا کی اور ان کے مزار کے قریب جا کر بیٹھ گیا پھر میں نے تلاوت شروع کر دی تلاوت کرتے کرتے میں رونے لگا کہ اب میں تنہا رہ گیا ہوں ساتھ پڑھنے والا جدا ہوگیا ہے جب تین پارے

میں نے ختم کر لیے تو شیخ کی قبر سے میں نے ان کی آواز سنی یہاں تک کی دوسرا عشر (دوسرے تین پارے) انہوں نے پڑھا جب دوسرے احباب (صبح کے وقت) آنا شروع ہوئے تو تلاوت کی آواز ختم ہوگئی۔ایک عرصہ تک یہ صورت حال رہی (یہ معاملہ جاری رہا) ایک دن میں نے کسی دوست سے یہ صورت حال بیان کردی اسی دن سے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا اور پھر وہ آواز میں نے نہیں سنی۔

مشائخ کا موت کے بعد تصرف

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ہے کہ طبقات الصوفیہ میں شیخ ابوالحسن قزدینی کا یہ قول مذکور ہے کہ مشائخ کبار میں سے پانچ مشائخ کو میں جانتا ہوں کہ جو اپنی قبروں سے تصرف فرماتے ہیں بالکل ویسا ہی جیسا کہ وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے۔یعنی حضرت معروف کرخی شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ محی الدین ابن عربی شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیات حرّانی۔

حضرت کبیر نے معروض کیا کہ یہ حضرات تو بیرونی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں (دوسری ولایتوں کے ہیں) یہ فرمائیں کہ ہندوستان کے مشائخ میں وہ کون سے حضرات ہیں کہ مرنے کے بعد بھی انکے تصرفات باقی ہیں۔حضرت نے فرمایا کہ مشائخ ہند کے مابین فرق مراتب کرنا سوئے ادب ہے خصوصاً خانوادہ چشتیہ کے مشائخ میں جو ہمارے پیرومرشد ہیں یہ فرق مراتب بے ادبی ہے۔اس خانوادہ عالی کے اکثر وبیشتر اولیاء میں پوری پوری قوتِ تصرف عالم ممات میں باقی ہے خصوصاً سیدی ومرشدی حضرت علاء الحق والدین حضرت نظام الدین اولیا، حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری (قدس اللہ تعالیٰ واسرارہم)

حضرت غوث الثقلین کا فرمان

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے طبقات [۱] الصوفیہ میں دیکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی) کا تصرف ممات میں حیات سے زیادہ ہے کہ حیات میں تھوڑی سی کثافت بشری اور کچھ خبث طبعی باقی تھا جو آپ کے بعض کمالات کے ظہور وصدور میں مانع آتا تھا۔

حضرت غوث الثقلین کے کلمہ "قدمی ھذہ علی رقبہ کل ولی اللہ" کے سلسلہ میں منقول ہے کہ ایک دن جوانی کی عمر میں آپ شیخ حماد دبّاس رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بڑے ادب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔جب آپ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو شیخ دبّاس نے فرمایا کہ اس عجمی کا قدم ایک دن تمام اولیاءاللہ کی گردن پر ہوگا وہ یقیناً اس پر مامور ہوگا بلکہ کہے گا:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ (میرا یہ قدم سب اولیاءاللہ کی گردنوں پر ہے) جب یہ کہے گا تو تمام اولیاً اس وقت اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں گے' چنانچہ ایک عرصہ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

---

[۱] از حضرت سلمی نیشاپوری۔

اپنی خانقاہ میں وعظ فرمار ہے تھے۔اوراس وقت مشائخ زمانہ میں سے تقریباً پچاس حضرات وہاں موجود تھے۔ان مشائخ میں شیخ علی ہیتی ، شیخ بقا ابن بطو، شیخ ابوسعید قیلوی، شیخ ابوالنجیب سہروردی، شیخ قضیب البان موصلی اور شیخ ابوالمسعو دبھی موجود تھے جیسے ہی اثناء وعظ میں آپ نے فرمایا قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله تو شیخ علی ہیتی منبر کے قریب گئے۔اور آپ کا قدم مبارک پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا اور شیخ کے دامن کے نیچے آ گئے۔اسی طرح تمام مشائخ عظام نے اپنی گردنیں آپ کے سامنے کر دیں۔شیخ ابوسعید قیلوی کہتے ہیں کہ جس وقت شیخ عبدالقادر نے قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله فرمایا حق سبحانہ،تعالیٰ نے میرے دل میں تجلی فرمائی اور میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ متقربین کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے تمام متقدمین اور متاخرین جو حیات تھے۔وہ اپنے اجساد کے ساتھ اور جو انتقال کر چکے تھے وہ اپنے ارواح کے ساتھ وہاں موجود تھے اس موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مثالی خلعت آپ کو پہنائی ملائکہ،رجال العیب نے آپ کی مجلس کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔اور فضا میں ان کی صفیں ایستادہ کی گئیں اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہیں رہا جس نے اپنی گردن اس وقت نہ جھکائی ہو بعض حضرات کا قول ہے کہ ملک عجم میں ایک ولی نے اپنی گردن نہیں جھکائی اس کی شامت اعمال کے باعث اس کا حال چھین لیا گیا۔

حضرت شیخ ابومدین اس زمانہ میں دیار مغرب کا سفر کر رہے تھے ایک روز اثنائے سفر میں آپ نے اپنی گردن جھکائی اور کہا کہ "اے اللہ میں تیری ذات اور تیرے فرشتوں کو اس پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے سنا اور اس کی اطاعت کی" آپ کے ہمراہیوں نے دریافت کیا آپ یہ کس وجہ سے کہہ رہے ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ آج ابھی ابھی شیخ عبدالقادر جیلانی نے بغداد میں قدمی هذه علي رقبة کل ولی الله --- فرمایا ہے میں نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے۔کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بعض اصحاب جب بغداد سے آئے تو انہوں نے تصدیق کی کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے اسی وقت وہ کلمات ادا کیے تھے جس وقت یہاں شیخ ابومدین نے گردن جھکا کر اقرار کیا تھا۔

اولیاءاور مسلمانوں کے لئے بشارت

حضرت کبیر نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا آیت اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ[۱] (یعنی آگاہ رہو کہ اللہ کے دوستوں کو خوف نہیں ہے اور وہ غمگین نہیں ہوتے) کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے (ذہن میں یہ بات آتی ہے) کہ اولیا کو آخرت میں خوف اور اصفیا کو سرائے عاقبت میں کسی قسم کا حزن نہیں ہوگا یہ بات اور یہ معنی اصحاب سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔منتخب واعاظم علمائے دین کا اس پر اتفاق ہے کہ سوائے انبیا علیہم السلام اور حضرات عشرہ مبشرہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے کسی اور کے لیے حسن خاتمہ اور عاقبت بخیر ہونے کا قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اس بات کا جواب چندوجوہ پر مبنی ہے۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی شفقت پر نظر کرتے ہوئے اس طائفہ کو حزن و ملال نہیں ہوگا اس لئے کہ رحمت الٰہی کا مقتضا اور اسکی شفقت اور اس کے الطاف نا متناہی کا تقاضہ ہے کہ عامّہ المومنیں و مسلمین

---

[۱] پ۱۱ سورہ یونس ۶۲

لباس مغفرت سے ملبوس کر دیئے جائیں گے(تمام مسلمانوں کو بخش دیا جائے گا) جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُالذُّنُوبَ جَمِیعاً ۱؎(بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے)اس وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ شعر پڑھا۔

گرمن آلودہ دامنم چہ زیان　　پاکدامن جو میں نہیں نہ سہی
ہمہ عالم گواہ عصمت اوست　　اسکی عصمت کا دوجہاں ہے گواہ

جب عامتہ المومنین کے حق میں یہ نوید خلوص انگریز اور بشارت نجات آمیز موجود ہوتو اولیا بطریق اولی درطۂ خوف سے آزاد اور حزن وہراس سے مصمون ومحفوظ ہوں گے۔

آن کریمی کہ او رحیم و غفور　　وہ شاہنشہ جو ہے غفور و رحیم
ازازل بود تا ابد باشد　　تا ابد ہے ازل سے جس کی جناب
دان کسی کو پرورد دشمن　　کیا جو دشمن کی پرورش بھی کرے
دوستان را عذاب بدباشد　　دوستوں پر کرے گا سخت عذاب

دوم یہ کہ ظہور جمال صدور جلال پر غالب ہے اور متقضاء جمال کا مغفرت ہے اسلئے جمال مغفرت، جلالِ عقوبت پر یقیناً غالب رہے گا۔پس اولیاء اللہ اس کے جمال پر نظر رکھتے ہوئے جلالِ عذاب سے ایمن و بےخوف رہیں تو کیا عجب ہے۔

اگر در وھد یک صلائی کرم　　کرم کا جو اعلان مولی کرے
عزازیل گوید نصیبی برم　　عزازیل بولے مجھے کچھ ملے

چنانچہ کلام قدسی میں وارد ہے ان رحمتی سبقت علی غضبی (تحقیق کہ میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے۔حضرت شیخ ابوسعید خرّ از کا ارشاد ہے کہ روایت میں ہے ان اللّٰہ لا یعذب احداً (اللہ تعالےٰ کسی پر عذاب نہیں کرتا) بعض حضرات نے بغیر ذنبٍ" زیادہ کیا ہے یعنی بغیر گناہ کے اللہ تعالےٰ کسی پر عذاب نہیں کرتا۔حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تفسیر شہابی میں اللہ تعالےٰ کے اس قول وَ لَسَوْنَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضیٰ ۲؎ (آپ کو آپ کا پروردگار اس قدر عطا کرے گا۔کہ آپ راضی ہو جاہیں گے) کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ بھی دوزخ میں رہ جائے گا تو آپ راضی نہ ہوں گے

سوئم یہ کہ جب مہمان عزیز ارجمند اور ذیشان آتا ہے تو اس کا طفیلی بھی گوارہ ہو جاتا ہے۔تو کیا عجب ہے۔ کہ مہمان سرائے دار السلام میں حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کے تصدق اور طفیل میں امتی بھی داخل ہو جائیں گے تو جب کہ عام امتی آپ کے طفیلی ہوں گے۔تو اولیاءِ امت تو بطریق اولیٰ آپ کے طفیلی ہوئے (اور وہ جنت میں داخل

۱؎ پ۲۴ سورہ زمر۵۳　۲؎پ۳۰ الضحیٰ۵

ہوں گے) پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ سعدی کے یہ اشعار پڑھے:

چہ کم گرددای صدر فرخندہ پی — گھٹے اس سے کیا اے دو عالم کے صدر
زقدر رفیعت بدر گاہِ حی — خدا کے یہاں تیری شان اور قدر
کہ باشند مشتی گدایان خیل — کہ منگتا پہ تیرا ہو رجحان و میل
بمہمان دارالسّلام ازطفیل — ہو مہمان جنت میں تیرے طفیل

چہارم یہ کہ میں نے حضرت شیخ علاوالدولہ سمنانی سے سنا ہے کہ وہ اس کلام قدسی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ لم تذ نبوا لذھب اللّٰہ بکم ولجآء بقوم یذنبون نیستغفرون فیغفر لھم ۔(قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالےٰ تم کو مٹا دیتا اور تمہارے عوض دوسری قوم کو لاتا جو گناہ کریں پھر توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے) کے سلسلہ میں فرما رہے تھے کہ اگر مسلمانوں اور ایمانداروں سے گناہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ غفاری کا صدور کس طرح ہوتا۔ بار بار زبانِ مبارک سے یہ شعر نکلا۔

گراین بندہ رد از گنہ تافتی — گناہوں سے بندہ جو منہ پھیر تا
بآمرزش تو کہ رہ یافتی — تو کس کو تو اے میرے رب بخشتا
گناہ من زنامدی درشمار — نہ گر ہوتا میری خطا کا شمار
ترا نام کی بودی آمرز گار — تیرا نام کب ہوتا آمرزگار
گناہ من زعدم گر نیامدی بوجود — گناہ میرے عدم سے نہ ہوتے گر موجود
وجود عفو تو در عالم عدم بودی — تو تیرا عفو بھی شان ظہور کب پاتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالے ارحم الراحمین ہے اور اشتمال رحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی مومن بھی اس کے حیطہ رحمت سے خارج نہ رہنے پائے۔ حضرت شیخ مبارک نے درخواست کی کہ اکرم الاکرمین کے معنی سے مستفید فرمائیں تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: حضرت شیخ شبلی قدس اللہ سرہ سے دریافت کیا گیا کہ اکرم الاکرمین کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اکرم الاکرمین وہ ہے کہ ایک شخص کا قصور معاف کیا ہو تو کسی دوسرے کو اسی نوع کے قصور پر عذاب نہ دے کیونکہ یہی خطا فلاں دوست یا بندہ کو معاف کی جا چکی ہے حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ کل قیامت میں ایسا کرم کا شامیانہ نصب فرمائے گا کہ اگلے پچھلوں کے گناہ اس میں چھپ جائینگے،الحمد اللہ علیٰ ذالک اس موقع کے مناسب حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: میں کاشان میں شیخ عبدالرزاق کاشی کی خدمت میں حاضر تھا کہ مغفرت کی بات چھڑ گئی تو حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پوشیدہ اور خفیہ راز ہیں علمائے ظاہر ان کو پورے طور پر نہیں جانتے پس اسی عدم فہم کے باعث ان کو نقصان پہنچتا اور وہ ہلاک ہو جاتے ہیں، چنانچہ روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ منورہ کے

کسی کوچہ سے گزر فرما رہے تھے اور آپ کے بعض اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی آپ کے ساتھ تھے ایک عورت گھر سے نکلی اور اس نے سب کو قسم دلائی کہ اندر چلیں، پس سب حضرات گھر میں گئے دیکھا کہ آگ جل رہی تھی اور اس عورت کے بچے آگ کے گرد کھیل رہے تھے۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زیادہ رحم کرنے والا ہے یا میں اپنے بچوں پر زیادہ رحم و شفقت کرنے والی ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ زیادہ رحم کرنے والا ہے اور ارحم الراحمین ہے۔ اس عورت نے کہا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کیا میں اپنے ان بچوں کو آگ میں ڈال سکتی ہوں پس اللہ تعالیٰ اپنے ناکارہ بندوں کو کس طرح آگ میں ڈالے گا جوان پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ عورت کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بھی وحی فرمائی ہے (قال الراوی فبکیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ھکذا وحی اللّٰہ اِلیّ)

پنجم یہ کہ صاحبان ولایت (اولیاء اللہ) میں بعض حضرات اصحاب فرائض ہیں اور بعض ارباب قرب نوافل ان دونوں قرب کے معنی حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ بیان فرمایا کہ قرب فرائض میں حق ظاہر ہوتا ہے اور بندہ پوشیدہ رہتا ہے اور قرب نوافل میں حق مخفی ہوتا ہے اور بندہ ظاہر، چونکہ قرب نوافل میں سالک کا وجود باقی رہتا ہے اور خلقیت مٹ کر حقیقت نہیں بن جاتی اس لئے اس کا اتنا ہی نتیجہ ہوتا ہے کہ سالک کی قوتیں اور اعضاء و جوارح اس معنے میں عین حق ہو جاتے ہیں کہ مخلوقیت پر حقیقت کا پہلو غالب ہو جاتا ہے اور مخلوقیت کا پہلو دب جاتا ہے اس قرب میں کرنے دھرنے سمجھنے بوجھنے والا بندہ ہی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اس کا آلہ و سبب ہوتا ہے، جس کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ کیا گیا ہے کنت سمعہ و بصرہ و لسانہ ویدہ ورجلہ نبی یسمع وبی یبصروبی ینطق وبی یبطش وبی یمشی (کہ قرب نوافل میں میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں، اسکی بصارت بن جاتا ہوں اور زبان بن جاتا ہوں اور اس کے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں وہ میرے ذریعہ سنتا ہے، دیکھتا ہے، بولتا ہے پکڑتا ہے اور چلتا ہے۔ اس کے برعکس اہل قرب فرائض میں سالک کا وجود باقی ہی نہیں رہتا اس کا نتیجہ ذات سالک کا مٹ جانا اور خلقیت کا حقیقت میں گم ہو جانا ہے اس حال قرب میں حق تعالیٰ فاعل و مدرک ہوتا ہے اور سالک کے قویٰ اور جوارح بمنزلہ آلہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا کہ حق تعالیٰ گویا ہوتا ہے حضرت عمر کی زبان سے (انّ الحقّ لینطق علی لسان عمر) جب سالک فنا کے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو صفات کیونکر اس سے منسوب ہوسکتی ہیں اور خوف و غم کا وصف جو مقتضائے بشریت تھا دور ہوگیا اس بنا پر ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اولیاء اور اصفیاء کی سیرت و خصلت ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالعباس کا ارشاد حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت ابو سعید ابو الخیر کی یہ روایت بیان کی ایک دن دو شخص شیخ ابو العباس قصاب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم دونوں میں اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ ایک کہتا ہے کہ ازل و ابد دکھ اور تکلیف ہی تکلیف ہے، دوسرا کہتا ہے کہ ازل و ابد مسرت ہی مسرت ہے اس

سلسلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ یہ سن کر ابوالعباس قصاب نے دونوں ہاتھ اپنے سر اور منہ پر رکھ لیے اور پھر فرمایا کہ الحمدللّٰہ کہ قصاب کے بیٹے کی منزل میں خوشی ہے نہ غم ہے لیس عندربکم صباح و لا مساءُ‘ (تمہارے رب کے پاس نہ صبح ہے نہ شام ہے) اندوہ اور شادی تو تمہاری صفات ہیں جو حادث ہیں اور حادث کا قدیم تک گزر ہی نہیں۔

چون قدیم آید حدث گردوعبث	ہے عبث حادث جو آجائے قدیم
پس قدیمی راکجا داند حدث	کس طرح حادث بھلا جانے قدیم

اس کے بعد انہوں نے فرمایا پسر قصاب (ابوالعباس) تو بندۂ خدا ہے امر و نہی میں اور اتباع سنت حضرت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جب یہ دونوں حضرات باہر چلے گئے تو معلوم ہوا کہ ایک حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی تھے اور دوسرے ابوعبداللہ داستانی قدس اللہ سرہما۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ گروہ صوفیہ کے نزدیک وجود اور قدرت و فعل کا دعویٰ محض شرک ہے اور پھر آپ نے یہ اصول مسلمہ بیان فرمایا کہ اولاً دیوار بعدہ نقش ونگار (پہلے دیوار پھر نقش ونگار) اسی معنی کو کسی نے اس رباعی میں پیش کیا ہے۔ رباعی

ذات نبود صفات چون باشد	ذات ہی جب نہیں کہاں کے صفات
نسبت فعل خود زددن باشد	مدعی فعل کا ہے بس کم ذات
مثل اول جدا روانگہ نقش	ہے مثل پہلے نقش پھر دیوار
داند آنکس کہ ذدفنون باشد	اس کو جانے گا صاحب درجات

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عزیز گرامی شیخ ابوالوفا نے جن کو مشرب توحید سے اور ذوق مواجید سے بہرۂ وافی ملا ہے اور حقائق و معارف تصوف کو نظم کرنے میں بڑا ملکہ رکھتے ہیں ایک دن انہوں نے افعال ممکنات کی جزوی قدرت اور ارادہ پر فی البدیہہ ایک رباعی کہی ہے جو یہ ہے۔ رباعی

بد کردم داعتذار بدتراز گناہ	ہر بد ہے گناہ اور عذر بڑھکر ہے گناہ
چون ہست درین عذر سہ دعویٰ تباہ	اس عذر میں ہیں تین دعاوی تباہ
دعویٰ وجود و قدرت ودعویٰ فعل	دعوائے وجودوقدرت ودعویٰ فعل
لاحول ولاقوۃ اِلاّ باللہ	لاحول ولا قوۃ الاّ باللہ

حضرت شیخ محمد کو درِّ یتیم کا خطاب

حضرت شیخ محمد ابھی کمسن ہی تھے کہ ان کے والد حضرت شیخ کبیر نے سفرِ آخرت اختیار کیا لہٰذا ان کی پرورش اور دوسری تمام ضروریات حضرت قدوۃ الکبرا نے انجام دیں یہاں تک کہ منگنی کے لیے سرور پور کے اطراف میں ایک تاجر کے یہاں آپ خود تشریف لے گئے ان کے ظاہری حال اور غربت کے باعث وہ تاجر اس نسبت کو قبول کرنے لے لیے تیار نہیں تھا لیکن حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑے اصرار کے ساتھ اس کو آمادہ کر لیا۔ تعلیم کے معاملہ میں جو کچھ ظاہری تعلیم ضروری تھی ان کو دلوائی اور باطنی تربیت اول سے آخر تک بہ نفس

نفیس فرمائی اس تعلق خاطر پر بسا اوقات حضرت نور العین رشک فرمایا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ کبیر کی یادگار یہی دریتیم شیخ محمد ہے جو اس لائق ہے کہ میرے اصحاب واحباب اس کو اپنے سر کا تاج بنائیں۔ اگر میں اس کی تربیت میں کوتاہی کروں تو یہ بعید از انصاف ہوگا۔ حضرت شیخ کبیر خود عجوبہ روزگار اور منتخب اولیائے زمانہ تھے۔ یہ فرزندان کی یادگار ہے۔ پس آپ نے شیخ زادہ کو اپنی بیعت کرائی اور بہت سے چلے کرائے۔ اس کے بعد ان کو لباس خلافت عطا فرمایا (اپنا خلیفہ نامزد کیا) اور دُرِیتیم کے خطاب سے نوازا۔ اس مجموعۂ ملفوظات میں جہاں کہیں بھی دریتیم کا لفظ استعمال ہوگا اس سے مراد یہی شیخ محمد ابن شیخ کبیر ہوں گے۔

ولی کو ولی پہچانتا ہے ایک دن حضرت درّ یتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ اقوال مشائخ میں آیا ہے کہ ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے۔ (ولی را ولی می شناسد ۱؎) دوسری طرف حدیث میں آیا ہے کہ اولیائی تحت قبائی لا یعرفهم غیری (میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں ان کو سوائے میرے کوئی نہیں پہچانتا) اولیاء اللہ کے مذکورہ قول سے عدم انحصار ثابت ہوتا ہے یعنی جس کے پاس نور ولایت موجود ہے وہ اولیا کو دیکھ سکتا ہے اور اصفیا تک اس کی رسائی ہوسکتی ہے اور حدیث قدسی سے حصر وانحصار کا اظہار ہوتا ہے کہ سوائے حق تعالےٰ کے کوئی دوسرا ان اولیائے کرام کو جو قبائے عزت کے ساکنین ہیں۔ نہیں دیکھ سکتا ان مختلف المعنی کلمات میں تطبیق کس طرح ہوسکتی ہے۔

اولیائے مکتوم حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ احتمال یہ ہے کہ ان اولیائے کرام سے مراد اولیائے مکتوم ہیں۔ یعنی وہ چار ہزار اولیائے عظام جو باری تعالیٰ کی قبائے عزت میں چھپے ہوئے ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا ان سے آگاہ نہیں ہے ان کے احوال کا جمال ہمیشہ غیروں سے پوشیدہ رہتا ہے اور احتمال یہ ہے کہ غیروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسرار ولایت سے محروم ہیں۔ اور انوار ہدایت سے مہجور ہیں اور وہ حضرات جو اپنے اوصاف کی فنائت کے بعد یعنی اپنی قدرت؛ ارادت؛ سمع اور بصر کو حق تعالےٰ کی قدرت، ارادت اور اس کے اوصاف سمع وبصر میں فنا کر چکے ہیں اور قرب نوافل کی منزل پر فائز ومتمکن ہیں یا اس گروہ کے برعکس وہ حضرات جو قرب فرائض حاصل کر چکے ہیں یعنی ارباب قرب نوافل وصاحبان قرب فرائض میں سے کوئی بھی گروہ ہو وہ اغیار میں داخل نہیں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اولیائے مکتوم دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کے بارے میں ابھی بیان کیا گیا ہے (اور کچھ ان کے سلسلہ میں لطیفہ چہارم کے تحت بیان کیا جائے گا انشاء اللہ) اور ایک طائفہ ایسا ہے کہ وہ ہمیشہ بیگانگی کے لباس میں ملبوس رہتے ہیں۔ (عام فقرا اور اولیائے کرام کے ظاہری احوال کی طرح ان کی حالت نہیں ہوتی) چنانچہ جو غیر ہے وہ انہیں نہیں پہچان سکتا۔ شیخ محمد شگرف سے منقول ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی کا باپ سبکتگیں ہرات میں پہلی بار آیا تو اس کے لشکریوں میں سے ایک سپاہی نے ایک دہقان سے گھاس کا گٹھا خریدا اور اس کی پوری قیمت ادا کی اور مہربانی سے پیش آیا اور اس دہقان سے کہا کہ تم میرے گھوڑے کے لیے پھر گھاس لے کر آنا اس طرح گھاس کی خرید وفروخت جب جاری رہی تو اس دہقان کے باپ کی سپاہی سے دوستی ہوگئی۔ اسی زمانہ میں عید قرباں کا یوم عرفہ (یوم حج) آ گیا اس دہقان نے کہا آج کے دن لوگ حج ادا کر رہے ہوں گے

۱؎ سہواً ایک شعر رہ گیا جسکا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ نور کے دیکھنے کو چاہئے نور ÷ دیو کی آنکھ کیسے دیکھے حور

کاش میں بھی آج وہاں ہوتا۔ سپاہی نے کہا کہ تم چاہو تو میں تم کو وہاں پہنچا دوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا اس نے وعدہ کیا کہ وہ کسی سے ذکر نہیں کرے گا۔ اس لشکری نے اسی دن اسے عرفات کے میدان میں پہنچا دیا دونوں نے حج کیا اور پھر واپس آ گئے دہقان نے کہا کہ مجھے سخت تعجب ہے کہ تم اس حال کے مالک ہو اور سپاہیوں میں شامل ہو۔ صاحب حال سپاہی نے کہا کہ اگر مجھ جیسے لوگ لشکر میں نہ ہوں تو پھر تیرے جیسے کمزور اور بوڑھوں کی دادرسی کون کرے یا اگر لشکری کسی عورت کو زبردستی لے جائیں تو اس کو ان کے ہاتھ سے کون چھڑائے (پس ہم مخلوق کی خدمت کے لئے لشکر شاہی میں بظاہر ملازم ہیں) پھر آپ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو چشم حقارت سے نہیں دیکھنا چاہئے کیونکہ اللہ کے دوست پوشیدہ رہتے ہیں جب تک بصیرت و فراست صادق نہ ہو گی اللہ کی مخلوق پر اختیار نہ جتاؤ کہ شاید نتیجہ میں خود اپنے اوپر ظلم کرو۔ تقریباً زبان گوہر فشاں سے فرمایا۔

خاکسارانِ جہان رابحقارت منگر	خاکسارن جہاں کو تو حقارت سے نہ دیکھ
توچہ دانی کہ درین گردسواری باشد	کیا خبر تجھ کو کہ ہو اس گرد میں کوئی سوار

آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ علاؤ الدین سمنانی قدس سرہٗ سے سُنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی ولایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دیتا ہے اور مخلوق کی نگاہوں سے اس کو چھپا دیتا ہے، پس اولیائی تحت قبائی کے یہی معنی ہیں۔ اور یہ قبا بشریت کی صفت ہے کپڑے وغیرہ کا پردہ نہیں ہے اور بشریت کا خاصہ ہے کہ ان کا عیب بیان کرے یا ان کے ہنر کو لوگوں کی نظر میں عیب کی شکل میں ظاہر کیا جائے لا یعرفھم غیری کے معنی یہ ہیں کہ جب تک کسی کے باطن کو اللہ تعالیٰ نور ارادت سے منور نہیں فرماتا اس وقت تک وہ اس ولی اللہ کو نہیں پہچانتا۔ پس حقیقت میں شناخت تو وہ نور کرتا ہے نہ کہ وہ شخص (جب شناخت نور نے کی تو ثابت ہوا کہ [1] لا یعرفھم غیری یعنی شناخت اللہ تعالیٰ نے فرمائی)

یہ ارشاد گرامی بھی شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ کا ہے کہ آپ نے فرمایا: درویش لوگ جو کہ کام میں مشغول ہیں مناسب ہے کہ ناکاروں کے لئے اُن تک آنے کو راستہ نہو کیونکہ ایک بیکار آدمی کام کے سو آدمیوں کو بیکار کر دیتا ہے

وعدی البلیدالی الجلید سریعة	احمقوں میں آ گیا دانا تو ناداں ہو گیا
الجمرة یوضع فی الرماد فیخمدہ	راکھ میں اخگر جو رکھا سرد و بے جاں ہو گیا

ہدایت الاولیا اور نہایت الانبیاء

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے ان میں ہدایت الاولیا و نہایت الانبیاکے موضوع پر گفتگو ہونے لگی حضرت شیخ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو جن کا قول ہے کہ اولیاء کی ابتدا انبیاء کی انتہا ہے وہ اپنے اس قول کے سلسلہ میں ایک عذر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قول سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہدایت الاولیا، نہایت الانبیانی الشریعت (شریعت میں انبیا کی انتہا اولیا کی ابتدا ہے) اور نہایت الاولیا ہدایت الانبیاء فی الطریقہ (اولیا کی نہایت انبیا کی ابتدا ہے طریقت میں) یعنی جب کمال شریعت نبی آخر الزماں پر تمام ہو گیا اَلْیَومَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ فرما دیا گیا تو جب تک شریعت میں کمال

---

[1] پ۶ سورہ مائدہ ۳

حاصل نہ کرے ولایت کی حدود میں قدم نہیں رکھ سکتا پس نبی کی جو کچھ شریعت میں انتہائے کار ہے وہ ولی کی ابتدا ہوتی ہے اسی لیے کہ اگر کوئی مکّی احکام پر عمل کرے اور مدنی احکام کو نہ مانے اور ان کی طرف التفات نہ کرے وہ ہرگز ولایت کی منزل پر نہیں پہنچ سکتا بلکہ اگر انکار کردے تو کافر ہو جائے گا پس ابتدائے ولایت اس سے ہوتی ہے کہ وہ تمام احکام شریعت کو ان کے کمال کے ساتھ (بتام وکمال) قبول کرے اور ان کی پیروی واطاعت کرے اور طریقت میں یہ ہے کہ ولی خواہ کتنی ہی کوشش اپنے مرتبہ کو بلند کرنے میں کام میں لائے پھر بھی اس کی روح کو وہ بلندی حاصل نہیں ہوسکتی جو جسمِ اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں حاصل ہوئی اور یہ ایک امر محال و ناممکن ہے (کہ ولی اس بلندی کو پہنچ سکے) پس چونکہ ولایت کے انتہائی درجہ پر ولی کی روح کو ایک گونہ مشابہت جسمِ نبی کے ساتھ درکار رہے اسی لیے طریقت میں نہایت اولیاء بدایت الانبیاء ہے۔

حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ بعض اکابر روزگار حضرات متقدمین نے ولایت کی چار قسمیں بتائی ہیں تو اس کی تشریح اور توضیح کیا ہے، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ دیوان امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شرح میں اس کو بیان کیا گیا ہے کہ ولایت چار قسم کی ہے اول وہ ولایت جو نبوت مطلقہ کا باطن ہے، دوم ولایت مقیدہ، ہر ایک نبی کی اپنی خاص ولایت کا پرتو۔ سوم ہر نبی کی ولایت مطلقہ، اور یہ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں انوار ولایت انبیاء کا چراغدان ہے اور دوسرے انبیاء میں انوار ولایتِ اولیاء کا چراغدان ہے، چوتھے ولایت مطلقہ عامہ جو نبوت کے ساتھ مخصوص ہے اور ہر ولایت کا ایک خاتم ہے۔ قسم اول کی ولایت حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہے اور ولایتِ مقیدہ محمدیہ کے خاتم حضرت شیخ محی الدین ابن العربی اور حاتم اندلسی ہیں اور شیخ کے پیرو حضرات کے نزدیک خود شیخ اکبر کا نفس نفیسہ ہے۔ شیخ مویدالدین جندی شرح فصوص حکم میں کہتے ہیں کہ شیخ پہلی محرم کو مقام اشبیلیہ ملک اندلس میں خلوت میں بیٹھے اور نو مہینے تک کچھ نہ کھایا اور عید کی پہلی تاریخ میں ان کو باہر نکلنے کا حکم ہوا اور خوشخبری دی گئی کہ وہ خاتم ولایت محمدیہ ہیں۔ اسی طرح فصوص میں ہے کہ اس خاتمیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ شیخ کے دونوں شانوں کے درمیان بیضۂ کبوتر کا نشان سا تھا اُسی جگہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابھرا ہوا نشانِ نبوت مثل بیضۂ کبوتر تھا۔ اور ولایتِ مطلقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم مہدی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہوں گے۔

حضرت سید علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ ولایت محمدیہ کا خاتم قلب محمدی تک رسائی کرتا ہے اور ولایتِ مطلقہ محمدیہّ کا خاتم روح محمدی تک رسائی کرتا ہے اور ولایت مطلقہ عامہ کے خاتم عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان کے زمانہ میں مہدی ظاہر ہوں گے اور یہ رد ہے اس کے قول کا جو کہتا ہے کہ مہدی ہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ لا مہدی الا عیسی بن مریم (عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں ہے) اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں کچھ لفظ محذوف ہیں اصل یوں ہے کہ لا مہدی بعد المہدی المشہور الزی من اولاد سیّدنا محمد وعلی الا عیسیٰ ۔(نہیں ہے کوئی مہدی بعد ان مشہور مہدی کے جو اولاد

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں سوا عیسےٰ علیہ السلام کے)

حضرت قدوۃ الکبر نے فرمایا کہ حضرت سیّد علی ہمدانی علوم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے ۔ ایک بار جب شیخ شرف الدین محمود سے عرض کیا کہ بندہ کے لیے کیا حکم ہے تو انہوں نے توجہ فرمائی اور ارشاد کیا کہ حکم یہ ہے کہ تم اطراف عالم میں پھرو۔ تین مرتبہ آباد زمین کی سیر کی ایک مرتبہ جب آفتاب کی طرح زمین کا چکر لگایا تو یہ فقیر بھی جو موسوم بہ اشرف ہے ان کی رکاب میں ذرّہ کی طرح پھر اکرتا تھا۔ اور میں نے اُن کی ذات سے سلوک و معرفت کے اس قدر فوائد حاصل کیے ہیں کہ اگر میرا ہر سرِ مو شکرادا کرے جب بھی ہزار میں سے ایک شکر ادا نہ ہو سکے

شعر

گر برتن من زبان شود ہر موئی — ہر بال مرے بدن کا بن جائے زبان
یک شکرِ تو ازھزار نتوانم کرد — ممکن نہیں اک شکر بھی تیرا ہو ادا

حضرت سیدّ علی ہمدانی فرماتے تھے کہ میں نے ایک ہزار چار سو اولیائے کرام کی معیت کا شرف حاصل کیا ہے اور ہر ایک کی ذات والا سے مجھے فائدہ پہنچا ہے۔

بیت

تمتع زہر گوشئہ یافتم — مجھے نافع ہوا ہر ایک گوشہ
زھر خرمنی خوشئہ یافتم — ہر اک خرمن سے میں نے پایا خوشہ

اور فرمایا کہ اے فرزند اشرف! ان فوائد سے تم کو بھی حصہ ملا ہے ایک دن حضرت سید علی ہمدانی مدینۃ الاولیاء میں چار سو اولیاء کے ساتھ ایک مجلس میں تشریف لے گئے تو یہ فقیر اشرف بھی حاضر تھا اور وہ ذوق اور وہ لطف جو اس روز آپ کے دیدار سے میں نے اٹھایا میں اس کو فراموش نہیں کر سکتا۔

کسی کو چنان روز بیند بہ خواب — کوئی دیکھے گر و یسا دن خواب میں
بود تا شب مرگ دہنش پُر آب — رہے مرنے تک اُس کا منہ آب میں

امام مہدی علیہ السلام کا تزکرہ

حضرت دُرِ یتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض زمانوں میں بعض لوگوں نے خود کو مہدی کہلوایا ہے لیکن ان میں مہدی کوئی بھی نہیں تھا۔ آپ فرمائیں کہ مہدی کی علامات اور اس کے مقامات کیا ہوں گے کہ اگر آئیندہ کوئی دعویدار پیدا ہو تو اس میں ان علامتوں کو دیکھا جائے محض دعویٰ کی طرف نہ جایا جائے ، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب دکن کے سفر میں ہم سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ میں ٹھہرے تو وہاں ایک شخص تھا جو خود کو مہدی کہلواتا تھا۔ وہاں کے اکثر علما و فقہا نے ایک محضر مرتب کیا اور انہوں نے دلائل و براہین قائم کیے (دلائل کی کسوٹی پر اس کو پرکھا) لیکن مہدی کے آثار اس میں نہیں پائے گئے لہٰذا اس کو وہاں سے نکال دیا۔ حاجی نظام غریب یمنی جو اِن اوراق کا مولف اور جامع ہے اس محضر کی عبارت کو بعینہ فصل الخطاب سے نقل کر کے پیش کرتا ہے۔

ترجمہ عبارت محضر

امام مہدی علیہ السّلام کے ذکر میں اکابر صوفیہ میں سے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ حق تعالےٰ ہماری اور تمہاری مدد فرمائے تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کا ایک خلیفہ ہے جو اس وقت ظہور کرے گا جب تمام زمین ظلم وجور سے پُر ہو جائے گی وہ تمام روئے زمین کو انصاف اور عدل سے پُر کر دے گا اگر اس وقت دنیا کی عمر سے صرف ایک دن بھی باقی رہے گا تو اللہ تعالےٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ وہ خلیفہ حکومت کر سکے ۔ یہ مہدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا۔ اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے مطابق ہوگا اور اس کی کنیّت سیّد نا حسن کے جد کی کنیت ہوگی۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگ اس سے بیعت کریں گے۔ وہ صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہو گا اور اخلاق میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کم ہوگا اس لیے کہ کوئی شخص بھی اخلاق واوصاف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا ہے:- اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [۱] (بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں) مہدی سے اہل کوفہ سب سے زیادہ سعادت پائیں گے وہ مال کو برابر اور مساوی تقسیم کرے گا، رعیت میں عدل و انصاف کرے گا، مقدمات کا فیصلہ بہت جلد کرے گا جب کوئی شخص اس کے پاس آ کر کہے گا کہ اے مہدی! میری مدد کیجئے مال سے۔اس کے پاس مال کا انبار ہوگا پس وہ دونوں ہاتھوں سے مال اٹھا کر اس کے جامہ میں ڈال دے گا اور اس میں جس قدر اٹھا کر لے جانے کی طاقت ہوگی اٹھا کر لے جائے گا۔ وہ اس وقت نکلے گا جب دین میں سستی آ جائے گی اور جو ان کا انکار کریگا قتل کیا جائے گا اور جو اُن سے لڑے گا شرمندہ و رسوا ہوگا اور وہ اُس دین کو ظاہر فرمادے گا جو واقعی دین ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو اُسی کا حکم دیتے ان کے دشمن اور جو لوگ ان کی پیروی کرنے والے ہوں گے وہ آپ کے حکم کے نیچے مجبوراً داخل ہوں گے ان کی تلوار اور حملہ کے خوف سے اور ان کے پاس جو مال ہوگا اس کے لالچ سے ۔عرفاء اہل حقیقت صاحبان مشاہدہ وکشف عرفان الٰہی سے انکی بعیت کریں گے ان کے ساتھ کچھ لوگ اہل اللہ سے ہوں گے جو ان کی تبلیغ کو پھیلائیں گے اور ان کی نصرت کریں گے وہ لوگ وزیر ہوں گے بارِ سلطنت اپنے اوپر لیں گے اور ان کی اعانت کریں گے ان ذمہ داریوں میں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں گی۔ وہ مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوگا، گندگی سے پاک ہوگا، آگے پیچھے برابر دیکھے گا جب وہ شکم مادر سے پیدا ہوگا تو دونوں ہاتھوں کے بل زمین پر آئے گا اس طرح کہ بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتا ہوگا اس کو کبھی احتلام نہیں ہوگا اس کی آنکھیں سوئیں گی مگر دل بیدار رہے گا وہ صاحبِ الہام ہوگا اور رسول اکرم صلی اللہ

---

[۱] پ ۲۹ سورہ ن ع ۴

علیہ وسلم کی زرہ اس کے جسم پر ٹھیک آئے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسلحے اس کے پاس ہوں گے اس کی تلوار کا نام ذوالفقار ہوگا اس کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قرآن کریم ہوگا اور ایک کتاب ہوگی جس میں قیامت تک کے دوست ودشمن کے نام لکھے ہوں گے۔ اس کے بول وبراز (پیٹ سے نکلنے والی غائط) کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ زمین کو اس پر مامور فرمادے گا کہ جو کچھ شکم سے باہر نکلے اس کو اپنے اندر چھپالے۔ اس کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوگی۔ وہ لوگوں پر ان کے نفس سے زیادہ مہربان ہوگا بلکہ والدین سے زیادہ مہربان ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ عاجزی کرنے والا ہوگا۔ تمام لوگوں سے زیادہ احکام الٰہی پر عمل کرنے والا ہوگا اسی طرح تمام لوگوں سے زیادہ ممنوعات سے گریزاں ہوگا۔ وہ مستجاب الدعوات ہوگا۔ اس قدر کہ اگر کبھی کسی پتھر کو بددعا دے گا تو وہ بھی شق ہوکر دوٹکڑے ہوجائے گا۔ روح قدس سے اس کی تائید کی جائے گی۔ اس کے اور حق تعالےٰ کے درمیان نور کا ایک ستون ہوگا جس میں بندگان خدا کے اعمال وہ دیکھے گا جس کی ان کو ضرورت پڑتی ہے اور جو کچھ ان کو وسعت اور تنگی دی جائے گی تو وہ سب جان جائے گا اور دوسروں کو خبر نہ ہوگی وہ ماں باپ سے پیدا ہوگا اور اس کی اولاد ہوگی اس کو صحت و بیماری سب ہوگی۔ وہ کھائے گا بھی اور پئے گا بھی۔ وہ نکاح بھی کرے گا اور سوئے گا بھی وہ غمگین بھی ہوگا اور شاداں بھی، وہ ہنسے گا بھی اور روئے گا بھی۔ وہ زندہ رہے گا اور مرے گا بھی اس کی قبر ہوگی اور اس کی زیارت کی جائے گی، اس کا حشر ہوگا اور وہ حشر میں کھڑا ہوگا اس کی خدمت میں اس کے اعمال حسنہ پیش کیے جائیں گے اور اس سے سوال ہوگا اور اس کی عزت محشر میں کی جائے گی اور اس کی شفاعت ہوگی اور اس کی پہچان دو باتوں میں ہے علم میں اور قبولیتِ دعا میں۔

(فصل الخطاب کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا)

بروایت اہل بیت امام مہدی کے اوصاف

اہل بیت کی روایت کے اعتبار سے امام مہدی کے اوصاف یہ ہونگے (امام مہدی کی علامات یہ بتائی گئی ہیں) کہ وہ انصاف کے ساتھ حکم کرے گا۔ مقام تہامہ سے بامراد خروج کرے گا۔ حق تعالیٰ کے کلام کے صدق کی تصدیق کرے گا اور حق تعالیٰ دور دراز کے شہروں سے اہل بدر کی تعداد کے مطابق یعنی ۳۱۳ افراد کو اس کی حمایت میں اس کے گرد جمع کر دے گا اس کے پاس ایک مہرشدہ کتاب ہوگی جس میں اس کے حامیوں اور خادموں کی تعداد نام بنام مع شہروں کے نام کے مندرج ہوگی اس کے پاس ایک علم ہوگا جو اس کے ظہور کے وقت پھیل جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت اس علم کو گویا کر دے گا اور وہ اس کو ندا دے گا کہ ''باہر آجایئے اے اللہ کے ولی'' پس اس ندا کو سُن کر وہ باہر نکلے گا اس کے پاس ایک تلوار نیام میں ہوگی جب ظہور کا وقت ہوگا تو تلوار میان سے خود نکل پڑے گی۔ حق تعالےٰ اس کی تلوار کو بھی گویا کر دے گا اور وہ پکارے گی'' اے ولی اللہ باہر آیئے'' پس وہ باہر نکلے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو قائم کرے گا، حضرت جبریل علیہ السّلام اور میکائیل علیہ السّلام اس کے دائیں بائیں ہوں گے،

مژدہ ہواس کو جواس کا فدائی ہواور خوشخبری ہواس کو جو اس سے قول وقرار کرلے اور قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مبعوث ہوا ہوں قیامت کے ساتھ ان "دو" کے مانند راوی کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشتِ شہادت اور انگشت وسطیٰ کو باہم ملا کر اشارہ فرمایا اختلاف الفاظ کے ساتھ ان تمام احادیث سے مراد قیامت ہے اور اس کے جلد واقع ہونے سے مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

١ ۔ فَقَدۡ جَآءَ اَشۡرَا طُهَا ۚ ۱؎	اس کی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں۔
٢ ۔ ومَآ اَمۡرُ نَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمۡحٍ بِا لۡبَصَرِه ۲؎	اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک جھپکنا
٣ ۔ اِقۡتَرَبَ لِنَّاسِ حِسَا بُهُمۡ ۳؎	لوگوں کا حساب نزدیک ہے۔
٤ ۔ اِقۡتَرَبَتِ السَّا عَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُہ ۴؎	پاس آئی قیامت اور چاند شق ہوگیا۔
٥ ۔ اَتٰى اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡ هُ ؕ ۵؎	اب آتا ہے اللہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ کرو۔

یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو گئے بعض علماء نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلد بیٹھ گئے اس خوف سے کہ قیامت جیسے قائم نہو گئی ہو۔حضرت ضحاک اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت کی اوّل شرط حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق اپنے والد اور وہ اپنے والد یعنی امام محمد باقر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں قیامت کی جو شرائط بیان کی گئی ہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ قیامت قریب ہے اس کی دل شرط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اس لئے کہ وہ نبی آخر الزماں ہیں جو مبعوث فرمائے گئے آپ ؐ کے اور قیامت کے درمیان کوئی اور دوسرا نبی نہیں ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قرب قیامت بیان فرمائیں کہ لونڈی بچے اور ذلیل لوگ حاکم وصاحب دولت ہوں گے آپ (امام محمد باقر ؓ) نے فرمایا کہ حضور ؐ کی اُمّت سے مہدی پیدا ہوں گے جو ظہور کے بعد سات ورنہ نو برس حیات رہیں گے اور اُن سے لوگ رکن (حجرِ اسود) اور مقامِ ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے پس وہ مہدی ہوں گے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے وہ تمام دنیا کے مالک ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ تمام دنیا کے بادشاہ چار ہیں ان میں دو مومن ہیں اور دو کافر مومنین میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اور اسکندر بن فیلقوس ہیں اور دو کافر ہیں ایک نمرود ہے اور دوسرا بخت نصر ہے اور اس امت میں پانچواں سلطان ہفت اقلیم مہدی ہے جو میری اولاد سے ہوگا۔

شیخ ابو صدیق ناجی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ

۱؎ پ ۲۶ سورہ محمد ؐ ۱۸ ۲؎ پ ۲۷ سورہ قمر ۵۰ ۳؎ پ ۱۷ سورہ الانبیآء ۱ ۴؎ پ ۲۷ سورہ قمر ۱ ۵؎ پ ۱۴ سورہ النحل ۱

علیہ وسلم نے ایک بلا کا ذکر فرمایا جو اس امت کے نصیب میں آئے گی اور وہ ایسی بلا ہوگی کہ کسی شخص کو ایسی جگہ میّسر نہیں آئے گی جہاں پناہ لے سکے اور ظلم سے محفوظ رہے۔ پس حق تعالیٰ میری عزت یا میرے اہل بیت سے ایک شخص کو ظاہر فرمائے گا پس اس کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ زمین کو عدل وانصاف سے پر کردے گا جس طرح وہ ظلم سے پر تھی، تمام آسمان اور زمین کے رہنے والے اس سے راضی ہوجائیں گے۔ آسمان اپنے ہر قطرے کو باہر نکال دے گا۔ یعنی شدید بارش ہوگی۔ یہاں تک کے زندہ لوگ مردوں کے زندہ ہوجانے کی آرزو کریں گے اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے والد کا نام ہوگا۔ ترمزی نے اسکو روایت کیا ہے اور معنًا اسکو حدیثِ صحیح کہا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اس قدر دراز فرمادے گا کہ سب کا والی ایک شخص میری نسل سے ہو۔ اس کے روبرو فرشتے ہوں گے وہ اپنے اسلام کو ظاہر فرمادے گا فرمایا کہ میری امت میں ایک مہدی ہے جو بعد ظہور پانچ سال یا سات سال یا نو سال زندہ رہے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مہدی میرے اہل بیت سے ہوگا اور سات برس حکومت کرے گا اور زمین انصاف سے بھر دے گا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ خروج کرے گا اور قتل دجاّل میں وہ ان کی مدد کرے گا وہ اس امت کی امامت کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے شیخ ابن عربی نے فرمایا کہ اس بات میں احتمال ہے۔

حضرت درِّیتیم نے عرض کیا کہ اکثر احادیث صیحہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدی عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی شخصیت ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک سے ہوگا جیسا کہ اخیار سے ظاہر ہوتا ہے لیکن ایک قول یہ ہے کہ لا مھدی الاعیسی ابن مریم (علیھم السلام) اس قول اور احادیث مزکورہ کا کس طرح تطابق کیا جاسکتا ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا یہ قول شاذ ہے اور اس قول میں تاویل کا بھی احتمال ہے یعنی لا مھدی کا ملاً معصوماً الا عیسی ابن مریم (نہیں ہے کوئی کامل اور معصوم مہدی سوائے عیسیٰ ابن مریم علیہا السّلام کے) اس قول کو حذف پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے یعنی (لا مھدی بعد مھد ی المشھور الذی ھو من اولا دمحمد (صلی اللّٰہ علیہ و سلم) وعلی (رضی اللّٰہ عنہ) الا عیسی ابن مریم (علیھما السلام) نہیں ہے کوئی مہدی اس مہدی مشہور کے بعد جو اولا دمحمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولا دعلی سے ہوگا سوائے عیسیٰ ابن مریم کے (اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے) اسی طرح حدیثوں میں تطبیق کی جاتی ہے اور تعارض دفعہ کیا جاتا ہے اور امام مہدی آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے آپ کے ظہور پر چالیس سال گذرے ہوں گے کہ مغرب میں قتل وغم ہوا ہوگا اور بھوک اور دشواری کا غلبہ ہوا ہوگا اور بہتیرے فتنے برپا ہوئے ہونگے اور آدمی ایک دوسرے کو کھا گئے ہوں گے۔ ان حالات کے بعد ایک مرد مغرب بعید سے خروج کرے گا جو اہل فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا یعنی مہدی القائم آخرالزماں اور یہ قیامت کی علامت میں

سے پہلی علامت ہوگی۔

مولف اوراق حاجی نظام غریب یمنی عرض پرواز ہے کہ اس حدیث میں جوحضرت معاویہ سے مروی ہے ہم کوان شہروں میں دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سب سے بڑی علامت ظہور مہدی کی یہ ہے کہ اس سال ماہ رمضان میں دوسورج گرہن ہوں گے حضور پرنور علیہ التحیہ والثنا نے دوبار فرمایا کہ ہمارے مہدی کے لیے دو (۲) علامتیں ہیں کہ جب سے حق تعالیٰ نے زمین وآسمان پیدا فرمائے ہیں ان دو(۲) علامتوں کا ایک ساتھ ظہور نہیں ہوا ہے کہ رمضان کی پہلی رات میں (لے ینخسف القمر اوّل لیلة من رمضان) چاند کو گرہن لگے گا اور نصف رمضان میں سورج گرہن لگے گا۔ ینکسف الشمس فی النصف منه)

اشرف کہتا ہے کہ شیخ (محی الدین ابن عربی) نے فتوحات مکیہ میں فرمایا ہے :-اصحاب اور دشمنان امام مہدی میں ہر دو فریق ایک حملہ میں شکست نہیں کھائیں گے بلکہ ثابت رہیں گے یہاں تک کہ جھوٹا قتل کیا جائے یا بھاگ کھڑا ہو، یہ صادق اصحاب مہدی کے وزیر ہوں گے۔ کیا تم ان یارانِ مہدی کو نہیں دیکھتے کہ وہ تکبیر (اللہ اکبر) سے شہر روم کو فتح کریں گے اور جب وہ پہلی مرتبہ تکبیر کہیں گے تو شہر پناہ کا ۱/۳ حصہ گر پڑے گا اوران کی دوسری تکبیر پر دوسرا ثلث یعنی ۲/۳ حصّہ منہدم ہوجائے گا اور جب وہ تیسری تکبیر کہیں گے تو بقیہ تیسرا حصّہ بھی منہدم ہوجائے گا تو بلا تلوار چلائے شہر فتح ہوجائے گا پس یہ سچائی کی عین دلیل ہے۔ وہ شہر مفتوحہ میں دین کو قائم کرے گا اوراسی کتاب میں ہے کہ :-اسلام میں تازہ روح پھونکے گا اوراس کی وجہ سے اسلام کو عزت حاصل ہوگی ذلت وخواری کے بعد گویا وہ موت کے بعد پھر زندہ ہوگا وہ جزیہ کو موقوف کردے گا اور تلوار کی زور سے لوگوں کو حق کی طرف بلائے گا، پس جو کوئی حق کا انکار کرے گا اسے قتل کردے گا جو کوئی نزاع کرے گا اس کی مدد نہیں کرے گا وہ دین کو اس چیز سے پاک کردے گا کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو اس کی پاکی کا حکم فرماتے (غیر شرعی چیزوں اور امور سے دین کو پاک کردے گا) بس کوئی مذہب خالص اسلام کے سوا باقی نہیں رہے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مہدی کا خروج یمن کے ایک گاؤں سے ہوگا جس کا نام کرعہ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب عیسیٰ ابن مریم (علیہما السّلام) نازل ہوں گے تو روئے زمین پرامن وامان ہو جائے گا ایسا امن ہوگا کہ بھیڑیے اور بکری ساتھ ساتھ چریں گے، اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اوران میں سے کوئی ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائے گا اس کے چالیس سال بعد حق تعالیٰ ان کو موت دے دے گا (وہ وفات پاجائیں گے) مسلمان ان کے جنازہ کی نماز ادا کریں گے اوران کو دفن کردیں گے۔

لے خسوف (یعنی چاند گرہن) بدر کی حالت میں ہوتا ہے، ہلال یا شب اول کے چاند میں گرہن نہیں لگتا۔ یہ انہونی اسی وقت ہوگی جب ظہور مہدی ہوگا۔

اسی طرح حضرت دانیال نبی کی کتاب میں پایا گیا ہے کہ جب مہدی (علیہ السلام) وفات پا جائیں گے تو پانچ شخص (روئے زمین) کے مالک ہوں گے اور وہ سبط اکبر (یعنی امام حسن بن علی، رضی اللہ عنہم) کی اولاد سے ہوں گے۔ ان کے بعد پھر پانچ افراد سبط اصغر (حضرت حسین) کی اولاد سے مالک ہوں گے اس کے بعد ان کا پچھلا وصیت کرے گا اس شخص کے حق میں جو سبط اکبر کی اولاد سے ہوگا۔ پس وہ مالک ہوگا اس کے بعد اس کا بیٹا مالک ہوگا اس طرح کُل بارہ بادشاہ ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک امام مہدی ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا بعض زمانوں میں اکثر لوگوں نے یعنی بعض لوگوں نے مختلف زمانوں میں اس منصب کا دعویٰ کیا ہے لیکن وہ دلائل سے اپنے دعویٰ کو سچ ثابت نہیں کر سکے۔ اتفاقاً اس فقیر کا گذر شہر روم میں ہوا، سب ساتھی جامع مسجد میں اترے، شہر کے اکثر علماء وفضلا مثلاً روم کے قاضی زادہ اور مخدوم زادہ مولوی حضرت شیخ ابوالفضل ارمنی ملاقات کو آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یہاں (روم میں) ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے چونکہ ہم مہدی کی علامت سے آگاہ نہیں ہیں لوگ اس کے گرویدہ اور مطیع ہوتے جا رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کی احادیث شریفہ میں مہدی کی علامات موجود ہیں اور مشہور ہیں اور بہت زیادہ ہیں اُن کی طرف رجوع کرنا چاہیئے لیکن اس شخص کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ جب دوسرا جمعہ آیا وہ شخص حضرت قدوۃ الکبرا کو دیکھنے خود آیا کچھ دیر آپ نے اس پر نگاہ کر کے فرمایا اے عزیز! انسان صرف دعویٰ سے مہدی نہیں بن جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کو اس منصب پر مشرف وسر بلند فرمائے گا تو اس کے آثار ونشانیاں بھی ظاہر فرما دے گا پس تم کیوں خود کو اس مصیبت میں ڈال رہے ہو۔

دلا تا بزرگی نیاری بدست — بزرگی جو تو نے نہ پائی ابھی
بجائی بزرگان نباید نشست — بزرگوں کی جا بیٹھنا مت کبھی

حضرت شیخ صدرالدین قونوی قدس سرہٗ کے زمانے میں بھی ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ کہتا تھا کہ میں مہدی ہوں حضرت شیخ مویدالدین جندی سے منقول ہے کہ ایک شخص میرے مکان پر آیا جس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مہدی ہے اور وہ مجھ سے اس کی تصدیق چاہتا تھا اور میں کہتا تھا کہ تم مہدی نہیں ہو اور جھوٹ بول رہے ہو میرے اس انکار کے باعث وہ میرا دشمن بن گیا اور ایذا رسانی کے درپئے ہوا نصرانیوں اور ملحدوں کی ایک جماعت کو میری ایذا رسانی پر مقرر کر دیا، میں نے شیخ بزرگ شیخ محی الدین ابن العربی کی روح سے پناہ طلب کی اور ان سے مدد چاہی میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ ظاہر ہوئے اور اپنے ایک ہاتھ سے اس مہدی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور دوسرے ہاتھ سے اس کے دونوں پاؤں پکڑ لیے اور مجھ سے کہا کہ میں اس کو زمین پر پٹخ دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے میرے سردار آپ کا جو حکم وفرمان ہو یہ کہہ کر حضرت شیخ واپس تشریف لے گئے میں اٹھ کر مسجد میں چلا گیا میرے پیچھے پیچھے وہ مدعی مہدویت اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ وہاں مجھے ایذا دینے کے لیے جمع تھا لیکن میں نے ان کی طرف

التفات نہیں کیا اور محراب مسجد میں اپنی نماز ادا کی اور وہ لوگ باوجود ارادہ کے میرا کچھ نہ بگاڑ سکے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے بچایا اس کے بعد اس مدعی مہدویت نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام عرب وعجم کا مالک نہیں ہو جائے گا اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ (یہ حدیث ترمذی اور ابو داؤد میں حضرت ام سلمہ کی روایت سے بھی آئی ہے لیکن اس میں لفظ عجم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کسی دوسری روایت میں یہ لفظ آیا ہو) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا کہ:-

"مہدی میری عترت میں اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوگا"۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد سے ہیں کشادہ پیشانی، لمبی اور اونچی ناک، میانہ قد سے بلند اور دراز قد سے کم بلند سر پیوستہ موا گر مانگ نکلے تو وہ جدا ہوئے ورنہ نہیں اور جب آپ بالوں کو کان تک لے جائیں گے تو موئے مبارک کان کی لو تک پہنچیں گے۔ آپ کا رنگ چمکتا پیشانی کشادہ، ابرو کشیدہ فراخ غیر متصل ہوگا اور ان کے درمیان ایک رگ ہوگی جس کو جلال چمکا دیا کرے گا، آپ کی ناک بلند ہوگی اور اس کے لئے ایک نور ہوگا جو بلند ہوتا نظر آئے گا، آپ بلند سر گھنی ریش مبارک والے، سیاہ چشم، نرم رخسار، کشادہ دہن چمکتے دانت والے آگے کے دانت کی کھڑکی کھلی ہوئی سینہ کے بال باریک، شکم و سینہ برابر، دونوں قدم برابر اور ہموار دونوں شانے جدا جدا تمام اعضاء فربہ اور سڈول، بدن بغیر لباس کے روشن چمکدار ناف اور سینہ کا درمیانی حصہ پیوستہ ہوگا اور آپ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی ہوگی آپ سات برس حکومت فرمائیں گے اور انہیں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلا کا ذکر کیا جو اس امت پر نازل ہوگی ایسی کہ کوئی شخص اس کے ظلم سے پناہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ پس خداوند تعالیٰ میری عترت اور میرے اہل بیت سے ایک شخص کو ظاہر فرمائے گا (یبعث اللّٰہ تعالیٰ رجلا من عترتی و اھل جیتی) اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل وانصاف سے پُر کردے گا اسی طرح جس طرح وہ پہلے ظلم وجور سے پر تھی۔

پس علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ بادشاہ عادل ہے جس کو حق تعالیٰ جناب فاطمہ (علیہا السّلام) کی اولاد سے پیدا کرے گا اس وقت جب کہ اس کی مشیت ہوگی اور اس کو اپنے دین کی مدد کے لیے ظاہر فرمائے گا۔ علمائے شیعہ کا خیال ہے کہ مہدی محمد بن حسن عسکری (رضی اللہ عنہ) ہیں جو دشمنوں کے خوف سے مخفی ہو گئے ہیں۔ ان کی درازئ عمر میں حضرت نوح اور حضرت خضر علیہما السّلام کی درازی عمر کی طرح کوئی استحالہ نہیں ہے (اس

قدر طویل عمر ناممکن نہیں ہے)اس بات سے تمام دوسرے فرقوں (کے علماء) نے انکار کیا ہے اسی لیے کہ یہ دعویٰ ایک امرِ بعید ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس امت (محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسی طویل عمر پانا دستور نہیں رہا ہے بغیر کسی دلیل اور علامت کے۔ اور امام محمد بن حسن عسکری کے اس قدر اخفا کے سلسلہ میں کوئی علامت اور دلیل مذکور نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی اشارہ بھی نہیں فرمایا ہے۔ اس انکار کی وجہ یہ بھی ہے کہ امام کا اتنے دنوں تک اس طرح پوشیدہ رہنا کہ نام کے سوا کچھ بھی ان کا ذکر مذکور نہیں ایک بعید از قیاس امر ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس پوشیدگی کے ہوتے امام کی بعثت بے کار ہو جاتی ہے کیونکہ امامت سے مقصود اقامت شریعت ہے اور ظلم کو دفع کرنے والے انتظام کا قائم کرنا ہے اسی طرح کے اور امور ہیں اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو چاہیئے تھا کہ ظاہر ہو جاتے ہاں امامت کا دعویٰ نہ کرتے جیسے تمام ائمہ اہلبیت تھے تا کہ اولیاء اللہ اُن سے مدد و غلبہ حاصل کرتے اور سب لوگ نفع اٹھاتے اور یہ بات بھی ہے کہ یہ زمانہ تو اُنکے ظہور کے لئے سب سے اچھا تھا کیونکہ یقینی بات ہے کہ آپ کی نیازمندی کے لئے عورتیں، بچے اور بڑے چھوٹے بڑی جلدی کریں گے۔

ولی کو ناموزوں نہیں ہونا چاہئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ولی کو چاہیے کہ وہ ناموزوں نہ ہو۔ حضرت نور العین نے عرض کیا کہ موزونی سے کیا مراد ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اس کے تمام افعال و حرکات پسندیدہ ہوں اور میزان شریعت و طریقت پر موزوں ہوں کہ ایک بات بھی اور ایک کام بھی صوفیہ و طائفہ علیہ کی روش اور شریعت کے خلاف نہ ہو، حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند زبانِ مبارک سے اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے"

قطعہ

سہ نشان بود ولی راز نخست آن بمعنی	ہیں ہمشہ سے ولی کی یہی تین ہی علامت
کو چون روئے او بہ بینی دل تو بدو گراید	کہ جو دیکھ لے تو چہرہ ترے دل میں اٹھے الفت
دوم آنکہ در مجالس چو سخن کند بمعنی	اور اگر وہ مجلسوں میں کرے وعظ اور نصیحت
ہمہ راز ہستی خود بحدیث می رباید	تو کلام سن کے ہوئے تری بیخودی کی حالت
سوم آن بود بمعنی ولی اخص عالم	اور ہو خاص برگزیدہ بجناب رب و عزت
کہ ہیچ عضو اور احرکاتِ بدنیاید	کسی عضو سے بھی اس کے نہ ہو کچھ خراب حرکت

موزوں سے یہی باتیں مراد ہیں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اشعار موزوں طریقہ پر پڑھتا ہو یا خود موزوں اشعار کہتا ہو۔ اس موقع پر حضرت شیخ مبارک نے عرض کیا کہ اہل ولایت کے کچھ مزید اوصاف کے بارے میں حضرت بیان فرمائیں ارشاد فرمایا ابوعبداللہ سالمی سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ہم مخلوق کے درمیان اولیاء اللہ کو کس طرح پہچانیں تو انہوں نے فرمایا اولیا کی شناخت لطافت زبان، حسن اخلاق،

تازہ روئی، سخاوت نفس، قلت اغراض، ہر عذر خواہ کے عذر کو قبول کرنا اور تمام مخلوق پر شفقت خواہ وہ نیکوکار ہوں یا بدکار، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر خصوصیات اور اکثر مصطفوی اوصاف اس میں موجود ہونا چاہئیے کہ ولی ہر حال میں نبی کا تابع ہے اور الشیخ فی قومہ کا لنبی فی امتہ (ولی اپنے تابعین میں ایسا ہے جیسے پیغمبر اور نبی اپنی امت میں)

رسالہ قشیریہ میں ولی کے اوصاف

حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو جواب دیا کہ میں نے رسالہ قشیریہ میں یہ پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرقہ کو رسولوں اور نبیوں (علیہم السلام) کے بعد اپنے بندوں میں ہر فضیلت بخشی ہے اور اپنے دوستوں کے زمرے میں ان کو چن لیا ہے، ان کے دلوں کو اپنے بھیدوں کی کان بنایا ہے اور امت مرحومہ میں ان کو اپنے انوار کی چمک کے لئے مخصوص فرمالیا ہے اور ان کو بشریت کی کدورتوں سے صاف کر دیا ہے اور مقامات مشاہدہ تک ان کو عروج دیا ہے کہ اسکی یکتائی کی حقیقتیں ان پر تجلّی فرمائیں اور ان کو آداب بندگی کے قائم رکھنے کی توفیق دی ہے اور احکام ربوبیت کے مقامات کا اُن کو مشاہدہ کرادیا ہے۔

امام قشیری مزید فرماتے ہیں کہ لوگ یا تو اصحاب نقل وروایت ہیں یا ارباب عقل وفکر ہیں اور شیوخ صوفیہ اس سے ترقی کر چکے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ چیزیں جو تمام لوگوں سے پوشیدہ ہیں ان پر ظاہر ہیں اور جس چیز کی معرفت مخلوق کو میسر نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے موجود ہے پس یہ حضرات (صوفیہ) اہل وصال ہیں اور عوام اور دوسرے لوگ اہل استدلال ہیں۔

شعر

لیلی بوجهك مشرق	مری شب میں تجھ سے ہے روشنی
وظلامه فی الناس سار	اور اندھیری خلق پہ چھائی ہے
والناس فی صدف الظلام	ہیں وہ ظلمتوں میں گھرے ہوئے
ونحن فی ضوء النهار	اور مجھے تو دن کی صفائی ہے

اتباع شریعت

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند سے نقل فرماتے تھے کہ میں ایک دن خواجہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ کچھ لوگوں نے اولیاء کرام کے اوصاف کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی روش کے اعتبار سے اولیاء دو طرح کے ہیں ایک ولی عزلت دوسرے ولی عشرت، ولی عزلت کا مرتبہ مثل ندیموں کے ہے کہ جب تک وہ مقربینِ سلطنت کا قرب حاصل نہیں کر لیتا اس کو سلطان کے حضور میں باریابی نہیں ہوتی۔ ولی عشرت کا مرتبہ وزراء جیسا ہے کہ حضرت سلطان کا وہ نائب مناب اور خلیفہ ہوتا ہے اور ملکی تصّرفات کے دروازے اس کے اوپر کھلے ہوتے ہیں وہ صاحب اختیار ہوتا ہے اور اسے مطلق العنان بنادیا جاتا ہے (جیسا مناسب سمجھے ویسا کرے) پس ولی عشرت کا حال زوال سے محفوظ ہوتا ہے وہ جب چاہتا ہے ایک صفت سے دوسری صفت میں اور ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوجاتا ہے اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے احوال باطنی پر متصرف ہے لیکن اس کے ادب کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ اپنے احوال کو میزان شریعت پر تولتا ہے اگر اس کا حال قواعد شریعت کے مطابق ہوتا ہے تو اس پر اعتماد کرتا ہے اور اس کو ظاہر کرتا ہے اس کے برخلاف اگر ہوتا ہے تو

اس پر اعتماد نہیں کرتا۔

اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس طائفہ کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ خلاف شریعت ایک ذرا سی بات بھی (ایک ذرّہ) وہ اپنے لیے روا نہیں رکھتے ہیں بلکہ باطنی طور پر بھی کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوتی کہ جو موجب حرمان ہو۔ وہ کبھی بھی اسرار و معارف کی بات کسی صورت میں بیان نہیں کرتے کہ محض ایک ادب کے خلاف عمل پر شیخ احمد نصیر کو ایک سال تک سُور چرانے پڑے تھے اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ احمد نصیر قدس سرہ' کبار مشائخ سے تھے۔ یہ شیخ ابوالعباس قصّاب کے معاصرین میں سے تھے انہوں نے بائیس ۲۲ حج کیے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ خراسان ہی سے احرام باندھ لیتے تھے۔ ایک دن انہوں نے حرم میں صوفیہ کے اسرار و حقایق سے اصحابِ طاعات کے کچھ اقوال بیان کیے، دوسو اسی مشائخ کرام اس وقت حرم میں موجود تھے ان سب نے ان سے کہا کہ آپ نے ایسی بات کیوں کہی اور پھر ان کو حرم سے نکال دیا۔ اس وقت شیخ خضری (جوان کے مرشد تھے) اپنے گھر سے باہر آئے اور خادم سے کہا کہ وہ خراسانی جوان جو ہر سال ہمارے پاس آتا ہے اس بار اگر وہ آئے تو اس کو میرے پاس نہ آنے دینا۔

جب کچھ عرصہ بعد احمد بغداد پہنچے تو حسب معمول شیخ خضری کے دولت کدہ پر گئے تو خادم نے کہا کہ شیخ فلاں دن فلاں وقت خلوت سے باہر تشریف لائے تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اندر نہ جانے دوں شیخ احمد نے جب یہ بات سنی تو بے ہوش ہو گئے اور چند دن اسی طرح گزر گئے آخر کار ایک دن شیخ خضری باہر تشریف لائے اور شیخ احمد سے کہا کہ حرم میں تم سے جو ترکِ ادب سرزد ہوا ہے اس کی سزا یہ ہے کہ تم روم جاؤ اور ایک سال ایک دن تک سُور چراتے رہو اور رات کو وہاں ایک مقام طرطوس ہے جس کو کافروں نے مسلمانوں سے لے لیا ہے اور ویران کر دیا ہے اس جگہ صبح تک نماز پڑھا کرو اور خبردار ذرا نہ سونا ممکن ہے کہ پیروں کا دل تم کو قبول کر لے، شیخ احمد چونکہ جذبۂ صادق رکھتے تھے ان کے شیخ نے جو کچھ فرمایا اس کو قبول کر لیا اور اسی کے مطابق عمل کیا۔ اس عمل کے بعد جب شیخ احمد اپنے شیخ کے مکان پر واپس پہنچے تو خادم نے کہا کہ آج سات مرتبہ شیخ تمہاری طلب میں خلوت خانہ سے باہر تشریف لا چکے ہیں۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شیخ خضری باہر تشریف لائے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا یا احمد ولدی قدة عینی (اے احمد! میرے فرزند! میری آنکھوں کی ٹھنڈک) یہ سن کر احمد نے خوشی میں کہا "لبیک"۔ پھر وہ مکہ معظمہ حرم شریف گئے تو تمام پیران حرم نے ان کا استقبال کیا اور سب نے فرمایا اے ہمارے فرزند عزیز! اے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا نے بعض خلفاء کے التماس پر اولیائے معاشر کا بیان فرمایا اور ارشاد کیا کہ اولیائے معاشر وہ ہیں کہ جن کو حال بقا سے بہرۂ وافر مل چکا ہے بقا باللہ کی منزل اور مقام پر پہنچ کر "وحدت در کثرت" کے مشاہدہ سے مشرف ہو چکے ہوں ان حضرات کے لیے یہ تمام عالم مجلّٰی ہے۔

اورآئینہ حسن مقصود ہے بموجب اس ارشاد کے کہ مارایت شیئا الّادرایت اللّٰہ فیہ وہ کسی چیز کونہیں دیکھتے مگر ہر چیز میں ان کو جمالِ الٰہی نظرآتا ہے۔ ہزاروں رحمتیں خدا کی خواجہ کرمانی کی روح پر ہوں کہ فرمایا۔

بیت

کہ جہان صورتست ومعنی دوست	ہے جہاں لفظ' اُس کے معنی دوست
ور بمعنی نظر کنی ہمہ اوست	معنی کی حثیت سے بس ہمہ اوست

بایں صورت معاشرہ سے کوئی چیز بھی ان کے لئے گراں اور ثقیل نہیں ہے بلکہ قرابت اشیأ اور جمال مقصود کے شہود کے باعث جوان کو مرأت جہاں میں نظرآتا ہے اس لئے وہ جمال معاشرہ کے ذریعہ کمال عشرت سے متصف ہیں پھرآپ نے حضرت خواجہ کا فرمایا ہوا یہ شعر پڑھا۔

بیت

راہ بوحدت نبرد ہر کہ نشد درطلب	پائی نہ وحدت کی راہ جو نہ طلب میں ہوا
جملہ ذرات راازدل وجان ازمرید	دنیا کے ہر ذرہ کا جان و دل سے مرید

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ مختلف ہیں اپنے اپنے احوال میں، بعض ان میں بے صفت اور بعض بے نشان ہیں اور بعض باصفت اور بعض صفات ونشان سے بلند و بالاتر ہوتے ہیں مثلاً بعض کو اہل معرفت یا اہل محبت یا اہل توحید سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کی نہایت ان کی بے صفتی و بے نشانی ہے کیونکہ یہی بے نشانی کشف ذات ہے جو ایک بلند مقام اور بہت ہی شریف درجہ ومرتبہ ہے۔ ہماری عبادات اور اشارات اس مرتبہ کی کنہ اور حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس گروہ کے جس کسی فرد نے بھی روش نبوی اور اتباع مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قدم اٹھایا وہ کبھی بھی اپنے مقصود کو نہ پاسکا جیسا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔

خلاف پمیبر کسی رہ گزید	خلاف پمیبر وہی ہے چلا
کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید	جو منزل پہنچنا نہیں چاہتا
محالست سعدی کہ راہ صفا	نہوگا یہ سعدی کی راہ صفا
توان رفت جز درپئی مصطفیٰ	چلے کوئی بے سنتِ مصطفےٰ

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ علاءَ الدولہ سمنانی سے یہ روایت (تقریباً ان الفاظ میں) بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ شیخ مجدالدین بغدادی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ انہوں نے حالتِ خواب میں حضرت رسات پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور آپ کا ابن سینا کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک شخص تھا جس نے میرے واسطہ اور ذریعہ کے بغیر خدا تک پہنچنا چاہا اور میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے (وہاں تک پہنچنے سے) روک دیا یہاں تک کہ وہ نارِ جہنم میں گر گیا۔

میں نے یہ واقعہ اپنے استاد مولانا جمال الدین چلپی سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا عجیب بات ہے اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ میں بغداد سے شام کی طرف جارہا تھا کہ شام سے روم چلا جاؤں جب میں شہر موصل میں پہنچا تو رات میں نے ایک مسجد میں بسر کی۔ جب میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ وہاں نہیں جاتے جہاں کچھ فائدہ پاجاتے میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اور ایک نورانی صورت والی ہستی ان کے درمیان تشریف فرما ہے ایک نور اُن کے فرقِ مبارک سے نکل کر آسمان تک پہنچ رہا ہے۔

شعر

زنور روئ اوچون ذرہ خورشید — اسی کے نور کا خورشید ذرہ
ولی این رازوال آن نورِ جاوید — مگر اس کو فنا اور وہ ہمیشہ

وہ کچھ گفتگو فرما رہے تھے، یہ تمام حضرات توجہ کے ساتھ اسے سن رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ یہ سُن کر میں آگے بڑھا اور سلام پیش کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے بھی اس حلقہ میں بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی جب میں بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابن ابی سینا کے بارے میں آپؐ کا کیا ارشاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا وہ ایک ایسا شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے علم کے مطابق گمراہ کر دیا۔ پھر میں نے عرض کیا: آپؐ شہاب الدین (مقتول سہروردی) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ابی سینا کے متّبعین میں سے ہے۔ میں نے خیال کیا اب چند علمائے اسلام کے بارے میں بھی دریافت کرلوں لہذا میں نے دریافت کیا: آپؐ فخر الدین رازی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک عتاب کردہ شخص ہے، پھر میں نے عرض کیا: حجتہ الاسلام غزالی کے بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں حضور علیہ التحیتہ والثناء نے فرمایا کہ وہ ایسا شخص ہے جس نے مقصد کو پا لیا۔ میں نے پھر عرض کیا: آپؐ امام الحرمین جوینی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے میرے دین کی مدد کی ہے، میں نے پھر دریافت کیا ابوالحسن اشعری کے بارے میں آپؐ کا کیا ارشاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا قول ہے اور میرا قول سچا ہے کہ ایمان وحکمت یمن میں ہے۔ یہ میں دریافت کررہا تھا کہ میرے قریب بیٹھے ہوئے کسی شخص نے کہا کہ یہ کیا سوالات کررہے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرو۔ تاکہ تم کو اس سے کچھ فائدہ پہنچے، یہ سن کر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی دعا سکھایئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو: اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیَّ حَتّٰی اَتُوْبَ وَ اعْصِمْنِی حَتّٰی لَا اَعُوْدَ وَحَبِّبْ اِلَیَّ الطَّاعَاتِ وَ کَرِّہْ اِلَیَّ الْخَطِیْئَاتِ۔ بار الہا! میری طرف رجوع فرما تاکہ میں توبہ کروں اور مجھے محفوظ رکھ تاکہ میں پھر گناہ نہ کروں اور میرے لئے طاعتوں کو محبوب بنا دے اور میرے دل کے لئے گناہوں کو ناپسندیدہ بنا دے) یہ دُعا بتانے کے بعد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ارض روم جارہا ہوں۔آپ نے ارشادفرمایا الروم ماد خله المعصوم (روم!اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا)اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔اس مسجد میں ایک حجرہ تھا شیخ مولانا موفق الدین کواشی وہاں فردکش تھے۔شیخ آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے میں ان کی ملاقات کے لیے پہنچا۔انہوں نے دریافت کیا کون ہو؟ میں نے عرض کیا جمال الدین ہوں۔فرمایا کہاں سے آنا ہوا، میں نے کہا بغداد سے، پوچھا کہاں جارہے ہو؟ میں نے عرض کیا ارض روم۔فرمایاروم جارہے ہو؟ میں نے کہاجی ہاں!تو فرمایاالروم ما دخلہ المعصوم (یہ بعینہ وہ الفاظ ہیں جوحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشادفرمائے تھے) یہ سُن کر مجھے بہت تعجب ہوااور میں ان کے دامن سے لپٹ گیااور میں نے عرض کیا کہ آپ بھی کل رات کی مجلس میں موجود تھے فرمانے لگے دعنی، دعنی مجھے چھوڑو۔مجھے چھوڑو۔چنانچہ میں نے ان کا دامن چھوڑ دیااور وہاں سے واپس چلا آیااور ارض روم نہیں گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اولیا بارگاہ الٰہی کے ندیم اور وزیر ہیں اور وہ خداوند تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں ان سے خوارق کا کبھی کبھار جو اظہار ہوتا ہے وہ بھی مشیت الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔وہ اپنی مراد سے کوئی تصرف نہیں کرتے (واگر نہ اصلا ورظہور مراد خود قیام نمی نمانید) جس قدر اظہار خوارق کا خیال ان میں قوی ہوتا ہے اسی قدر ان کے مراتب میں نقصان سرایت کرتا ہے۔ان کے پیش نظر ہروقت یہ بات رہتی ہے کہ ماصنع اللّٰہ فھو خیر (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ بہتر ہی ہے) یہ حضرات ماظهر نی الرجرد فهـو خيـر محض (جو کچھ ظہور میں آیا ہے وہ محض خیر ہے) میں اس طرح مشغول ومستغرق رہتے ہیں کہ وہ کبھی یہ نہیں کہتے کہ یوں ہوتا یا یہ ہونا چاہئیے خواہ اس میں تمام عالم کی خیر اور بھلائی ہی کیوں نہ ہو۔مثلاً وبا کا پیدا ہونا کہ بظاہر وہ ایک بری چیز ہے اور ہر شخص کو لازم ہے کہ اس کے قہر سے نکلنے اور اس کے لطف کی پناہ میں آنے کی درخواست کرے اور وبا کے دفع ہونے کی دعا کرے لیکن اولیائے کاملین مراد خداوندی کو قبول کرتے ہیں اور کبھی یہ نہیں کہتے کہ وبا برطرف ہوجائے یا نہ ہو(وبا دور ہوجائے یا وبا نہ ہو۔)

مصرعہ

ترک کام خود گرفتن تابرآید کام دوست　　　　چھوڑنا اپنی رضا تا دوست کی مرضی رہے

مشیت الٰہی پر اعتراض کی سزا

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً ان الفاظ میں) فرمایا کہ میں نے طبقات الصوفیہ میں دیکھا ہے کہ شیخ ابوالحسن نے جوشیخ احمد سیّدکبیر کے بھانجے تھے کہا کہ ایک روز میں اپنے ماموں (سید احمد کبیر) کی خلوت گاہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔میں نے ان کے پاس کسی شخص سے باتیں کرنے کی آواز سُنی۔اس شخص کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔بہت دیر تک یہ دونوں حضرات باہم گفتگو کرتے رہے، جب بات چیت ختم ہوگئی تو وہ شخص اس دیوار کے روزن سے نکل گیا جو شیخ کی خلوت گاہ میں

تھا۔اور بجلی کی طرح ہوا میں غائب ہوگیا۔ میں شیخ کے سامنے گیا اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں! انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ شخص اور وہ عظیم ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سمندر کی حفاظت اور نگرانی پر مقرر فرمایا ہے یہ رجال اربعہ میں سے ایک ہیں تین روز سے یہ مہجور و معتوب ہیں لیکن خود ان کو اس کی خبر نہیں ہے ۔یہ سن کر میں نے سیّد احمد کبیر سے عرض کیا کہ اے میرے شیخ! ان کی معزولی کا باعث کیا ہے؟ کس سبب سے یہ مہجور ہیں! شیخ نے فرمایا کہ بحر محیط کے ایک جزیزہ میں ان کا قیام ہے۔اس جزیزہ میں مسلسل تین روز تک بارش ہوتی رہی تو ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش یہ بارش آبادی میں ہوئی ہوتی ۔اس کے بعد وہ کچھ سمجھے کہ میرا یہ خیال ایک اعتراض ہے تو انہوں نے توبہ و استغفار کی ۔پس وہ اس اعتراض سے مہجور ہیں میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ان کو اس مہجوری سے آگاہ کر دیا ہے تو انہوں نے کہا نہیں۔ مجھے اُن سے یہ بات کہتے ہوئے شرم آئی تب میں نے عرض کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں ان کو اس مہجوری سے آگاہ کر دوں۔شیخ نے فرمایا تم ایسا کر سکو گے میں نے کہا جی ہاں! یہ سن کر مجھ سے فرمایا سر جھکا لو میں نے تعمیل کی میرے کان میں آواز آئی کہ اے علی اب اپنا سر اٹھا لو میں نے سر اٹھایا تو اپنے آپ کو بحر محیط کے ایک جزیرہ میں پایا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اٹھ کر تھوڑی دور چلا کہ مجھے وہ صاحب (جن کی مہجوری کا ذکر ہو چکا ہے) مجھے نظر آئے میں نے ان کو سلام کیا اور پھر وہ تمام قصّہ ان سے بیان کیا۔سن کر انہوں نے مجھے قسم دی کہ جیسا میں کہوں تم ویسا ہی کرو۔ میں نے کہا کہ جو آپ کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا انہوں نے کہا کہ میرا خرقہ اتار کر میری گردن میں ڈال دو اور مجھے زمین پر گھسیٹو اور یہ آواز لگاؤ کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جس نے کار خداوندی پر اعتراض کیا تھا چنانچہ میں نے حسبِ وعدہ ان کی گردن میں انکا خرقہ ڈال کر چاہا کہ ان کو گھسیٹوں کہ ہاتف غیبی نے پکارا اے علی! ان کو چھوڑ دو کہ زمین اور آسمان کے فرشتے ان کے اس حال پر گریہ وزاری کر رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا ہے۔ یہ آواز سنتے ہی میں بیخود و مدہوش ہوگیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو وہاں موجود پایا جہاں پہلے تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس جزیرے میں کس طرح پہنچا اور کس طرح وہاں سے واپس آیا۔

اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابوالمسعود نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ پندرہ سال ہوگئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنی مملکت پر تصرف عطا فرمادیا ہے لیکن آج تک میں نے تصرف نہیں کیا شیخ ابن قاعد نے ایک دن اُن سے عرض کیا کہ آپ تصرف کیوں نہیں فرماتے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تصرف کو خداوند تعالیٰ کے حوالہ کر دیا ہے وہ جس طرح چاہے تصرف فرمائے وہ مالک ہے جس طرح چاہتا ہے اپنے ملک میں تصرف فرماتا ہے۔

ہر چہ خواہد می کند پروردگار بندہ را در کار مولیٰ نیست کار

جیسی مرضی ہو کرے پرور دگار　　　اس کے کاموں میں نہیں بندہ کا کار

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے اولیاء باہم وگر اللہ تعالیٰ کے کاموں کے ماہر اور اس کے رازوں کے جاننے والے ہیں ایک معمولی سا حکم بھی جو عالم بالا سے عالم سفلی میں نازل ہوتا ہے ایک ذراسی دیر میں (طرفۃ العین میں) ایک سے دوسرے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج فلاں شخص کے سلسلہ میں عتاب نازل ہوا ہے یا حق تعالیٰ کی جانب سے فلاں شخص کو خطاب مرحمت کیا گیا ہے (اظہار خوشنودی فرمایا گیا ہے) اس بات کا اہل ہر شخص نہیں ہوتا۔

شب قدر کی برکات سے مشرف ہونا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ رمضان المبارک ۸۲ؔےھ کی ۲۷ تاریخ کی شب کچھوچھہ شریف میں تمام ساتھیوں کو میں نے شب قدر کی برکات سے مشرف کیا چنانچہ حضرت نورالعین، حضرت دُرِّ یتیم، حضرت شیخ رکن الدین شاہباز، شیخ اصیل الدین سفید باز شیخ جمیل الدین جرہ باز، قاضی رفیع الدین اودہی، شیخ شمس الدین اودھی، شیخ عارف اور شیخ معروف اور کچھ قلندر جو زیور تجرد سے آراستہ اور خوبی و یکتائی سے پیراستہ تھے اور ملک محمود جو نہایت خالص و مخلص مرید با اعتقاد تھے اور بہت سے خدام بارگاہ اور مصاحبین درگاہ اس خصوصیت سے مشرف ہوئے اور جس وقت اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے فرشتے اترتے ہیں اور رحمٰن کے عنایات نازل ہوتے ہیں ہاتف غیبی نے لاکھوں تعظیم و تکریم کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف سے ندادی کہ اشرف میرا محبوب ہے۔

قطعہ

ہاتف غیبی کہ زحکمِ الٰہ　　　ہاتف غیبی نے بحکم خدا
کرد ندا درحرمِ خانقاہ　　　دی حرم پاک میں آکر ندا
کای شرف عالم بہر تراست　　　ہے شرف دوجہاں حصہ ترا
گفت خدا اشرف محبوب ماست　　　بولا خدا پیارا ہے اشرف مرا
ہریک ازاصحاب بدین مژدۂ　　　جبکہ احبا نے یہ مژدہ سنا
کرد چو گلزار زجان خندۂ　　　جو تھا وہاں گل کی طرح کھل گیا

سب اس مژدۂ جانفزا کو سن کر اور اس اشارتِ دلکشا سے آگاہ ہو کر دونوں جہاں کی خوشیوں سے مالا مال ہوئے اور ان کی زبان حال یہ ترانہ سرائی کر رہی تھی۔

بدین مژدہ گر جان فشانم رواست　　　ہے قربان جان اس خوشی پر مری
کہ این مژدہ آسائش جانِ ماست　　　کہ اس مژدہ سے راحتِ جاں ملی

حضرت کا طریقہ اور عادت معہودہ تھی کہ آپ صبح کی نماز مکہ معظمہ میں ادا فرمایا کرتے تھے، اس روز بھی نماز فجر مکہ معظمہ میں ادا فرمانے کے لیے تشریف لے گئے اور پوری شرائط کے ساتھ وہاں نماز ادا فرمائی۔ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی نے (جو اصحاب حرم کے قبلہ اور ارباب کرم کے پیشوا تھے)

جیسے ہی آپ کو وہاں دیکھا (اور آپ کے چہرے پر نظر پڑی) تو فرمایا اے محبوب یزدانی آؤ-آؤ-اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خطاب اشرف سمنانی کو مبارک ہو۔ یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے تعظیم کے لیے اپنے سر کو جھکا دیا۔ حضرت شیخ نجم الدین نے بہت تکریم وتحریم کے ساتھ آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ (آپ سے بغل گیر ہوئے) اس وقت حرم میں تقریباً پانچ سو مشائخ موجود تھے، ہر ایک پر اس حال سے ایک عجیب وغریب کیفیت طاری ہوئی اور ہر ایک پر عجیب وجد کا عالم طاری ہوا۔ ان سب حضرات نے حضرت قدوۃ الکبرا کو مبارک باد پیش کی۔ جو کوئی بھی حضرت قدوۃ الکبرا کو دیکھتا وہ اسی خطاب (محبوب یزدانی) سے آپ کو مخاطب کرتا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا لقب محی الدین کیوں ہوا،

حضرت درّ یتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ حضرت غوث الثقلینؓ کو محی الدین کے خطاب سے مخاطب کرتے ہیں اس کا واقعہ کیا ہے۔ (آپ کا یہ خطاب کس طرح پڑا) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بغداد میں میں نے حضرت غوث الثقلین کے صاحب زادگان سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس بارے میں حضرت غوث الثقلین نے ہم سے فرمایا تھا جمعہ کا دن تھا، میں بغداد کے اطراف سے سیاحت کر کے واپس آرہا تھا میں برہنہ پا تھا، میرا گذر ایک بیمار پر ہوا جس کا رنگ بدلا ہوا اور بدن کمزور تھا اس نے مجھے سلام کیا (السّلام علیک یا عبدالقادر) میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اس نے کہا کہ آپ میرے قریب آیئے، میں اس کے قریب پہنچا، اس نے کہا کہ آپ مجھے پکڑ کر بٹھا دیجئے۔ چنانچہ اس کو میں نے پکڑ کر بٹھا دیا۔ فوراً اس کا جسم تر وتازہ ہو گیا۔ رنگ بھی نکھر گیا اور خوبصورت نظر آنے لگا۔ چہرے پر تازگی آ گئی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ دین اسلام ہوں آپ نے پہلے مجھے جس حال میں دیکھا تھا میری حالت ویسی ہی ہو گئی تھی، مجھے خداوند تعالیٰ نے اب آپ کے ذریعہ سے زندہ کیا ہے۔ انت محی الدین تم محی الدین ہو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا (پھر میں اس کے پاس سے چلا آیا) اور جامع مسجد پہنچا۔ وہاں ایک شخص میرے سامنے آیا اور اس نے میری جوتیاں میرے پاؤں کے سامنے لاکر رکھ دیں اور مجھ سے کہا یا شیخ محی الدین۔ جب میں صبح کی نماز سے فارغ ہوا تو ہر طرف سے لوگ میرے پاس آکر جمع ہو گئے اور انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور پابوسی کی اور وہ یا شیخ محی الدین یا شیخ محی الدین کہہ رہے تھے، اس سے قبل مجھے کسی نے اس لقب سے نہیں پکارا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک عزیز سے یہ بات نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اولیاء کی معراج ظاہری بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی۔ معراج معنوی دو طرح کی ہوتی ہے ان میں سے ایک تو صفات ذمیمہ کی پستی سے نکل کر صفات محمودہ کی بلندی پر پہنچنا اور دوسرے ماسوا اللہ سے قطع تعلق کر کے اللہ سے لو لگانا۔ اگر بعض اولیأ اللہ کو بحیثیت ظاہری عروج مکانی بھی حاصل ہو تو کچھ تعجب نہیں ہے کہ اس طائفہ مقدسہ سے بہت سے خلاف عادت

امور ظاہر ہوتے ہیں۔

بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں کرتے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں فرماتے کہ الشهرت آفة والخمولة راحة (شہرت آفت ہے اور گمنامی راحت ہے) اور ان حضرات نے اپنے احوال کو غیروں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی ان کے بھیدوں سے واقف نہیں ہوتے' ایک دن میں نے حضرت خضر علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ آپ نے کسی ایسے ولی اللہ کو بھی دیکھا ہے جن کا مرتبہ آپ سے زیادہ بلند ہو۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں ایک بار میں مدینہ منورہ میں مسجد الرسول میں پہنچا وہاں میں نے دیکھا کہ شیخ عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ بیٹھے ہیں اور ان کے چاروں طرف بہت سے لوگ ہیں، اور وہ حدیث شریف پڑھ رہے ہیں اور تمام لوگ ادب سے سُن رہے ہیں۔ اس مسجد کے ایک گوشہ میں ایک نوجوان کو میں نے بیٹھا دیکھا۔ وہ سر بزانو تھا۔ میں نے اس نوجوان سے کہا اے نوجوان کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ سب لوگ شیخ عبدالرزاق سے حدیث شریف سن رہے ہیں تم ان کے پاس بیٹھ کر کیوں نہیں سنتے اور یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ اس نوجوان نے نہ سر اٹھایا اور نہ میری طرف دیکھا لیکن مجھے جواب دیا کہ وہاں تو لوگ شیخ عبدالرزاق سے سُن رہے ہیں اور میں یہاں رزّاق سے سُن رہا ہوں نہ کہ اس کے بندہ سے، میں نے کہا اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ بتاؤ میں کون ہوں؟ یہ سن کر اس نوجوان نے سر کو اٹھایا اور کہا کہ اگر میری فراست ٹھیک ہے تو تم حضرت خضر (علیہ السلام) ہو' تب مجھے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا اور ان کے بلند درجے کو میں نہیں جانتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ کی دو قسم ہے کچھ لوگ تو گریبان محبوبیت سے سر کو بلند فرماتے ہیں اور کچھ لوگ آستین محبیت میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور اس مرتبہ کو جبکہ جانبین کی کشش سے جو محبت و محبوبیت کے درمیان ہے ٹھیک برابر وسط میں واقع ہو تو اصطلاح صوفیہ میں منازلہ کہتے ہیں جانبین سے جو کچھ حصول ہوتا ہے وہ اس درمیانی درجہ میں وصول ہوتا ہے پیغام محبّ کی طرف ہو یا محبوب کی طرف سے وسط میں اس کی اطلاع پہنچ جاتی ہے چنانچہ حضرت عبدالرزاق کاشی سے جو حضرت شیخ قونوی کے پیرو تھے نقل فرماتے تھے کہ منازلہ دو جانب کو چاہتا ہے اور وہ دو کے درمیان نزول کی نسبت ہے کہ ہر ایک دوسرے کا طالب ہے اور ہر ایک دوسرے پر نزول کرتا ہے اور یہ نزول بندہ کے حق میں درحقیقت عروج ہے اور ہم لوگوں نے اس کو نزول اس لئے کہا ہے کہ بندہ اس عروج سے دربار حق میں نزول چاہتا ہے اور جب وہ مرتبہ التقاء وسط میں واقع نہ ہو تو جدھر نزدیک ہوگا اُس جانب والا محبوبیت میں مقدم ہوگا اور محبیت میں موخر ہوگا، مثلاً اگر جانب حق تعالیٰ زیادہ قریب ہو تو اُس قرب کو جب بندہ کی طرف نسبت کریں گے تو تدانی کہیں گے، اور اگر مثلاً بندہ سے زیادہ قرب ہو تو اس قرب کو جب حق تعالیٰ کی طرف منسوب کریں گے تو تدانی کہیں گے، چنانچہ اس کی شرح لطیفہ اصطلاح میں لفظ منازلہ کے ضمن میں مذکور ہوگی۔

لطیفہ۳

معرفتِ عارف ومتعرف وجاہل

(در بیان معرفتِ عارف ومتعرف وجاہل)

قال الا شرف :

المعرفة ھی رویة الحق فی مراتب الظھور من الا فعال والصفات وَالذوات و وصفٍ من حیث الصدور۔

ترجمہ:- اشرف (قدوۃ الکبرا) کہتا ہے کہ معرفت یہ ہے کہ حق کا مشاہدہ کیا جائے افعال وصفات وذوات اور وصف کے مراتب الظہور میں باعتبار صدور کے۔

اس موقع پر حضرت نورالعین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمتِ گرامی میں عرض کیا کہ اہل معرفت دار بابِ کشف کا انہتائی درجہ حضور بیان فرمادیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ معرفت سے مراد معلوم مجمل کا صورت تفصیل میں جاننا ہے مثلاً علمِ نحو یہ بتا تا ہے کہ فلاں عامل لفظی اور مغوی طور پر کیا عمل کرتا ہے، یہ جاننا گویا علم نحو کا بر سبیل اجمال جاننا ہے پھر سر عامل کا تفصیلاً جاننا عبارت عربیہ کو بے توقف و تکلف پڑھنے کے وقت اور عامل کا اس کے موقع پر استعمال کرنا یہ معرفتِ نحو ہے اور دوبارہ جاننے میں فکر اور تکلف سے کام لینا یہ تعرفِ نحو ہے اور جاننے کے باوجود اس سے غفلت کرنا یہ سہود خطا ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ کی معرفت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کو تفصیلی صورتوں اور نئے نئے واقعوں میں دوبارہ پہچاننا بعد اس کے کہ اجمالی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ موجودِ حقیقی اور فاعلِ مطلق اسی کی ذاتِ پاک ہے اور جب تک توحید کا اجمالی علم نہ ہو تفصیلی مشاہدہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا موحد تفصیلی صورتوں میں اور احوالِ متحدہ ومتضاد کے وقوع میں جیسے نفع ونقصان، عطاومنع میں قبض وبسط میں یا نقصان پہنچانے ، نفع پہنچانے والے، معطی و مانع کی صورت میں قابض و باسط کے حال میں صرف حق سبحانہٗ تعالیٰ کو سمجھتا بوجھتا ہے بغیر کسی توقف وتکلف کے اور اسے عارف کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ عارف ایک آئینہ ہے جس میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں ظاہر ہوتا اور اگر پہلی دفعہ اس سے غافل ہو گیا اور پھر جلد اس خیال پر آ گیا اور درمیانی چیزوں کی صورتوں میں فاعل مطلق کو پہچاننے لگا اُس کو متعرف کہتے ہیں عارف نہیں کہتے اور اگر اللہ تعالیٰ سے بالکل ہی غافل ہوا اور افعال کی تاثیروں کو وسائط کے حوالہ کرے اُسے بھولا بھٹکا اور مشرکِ خفی کہتے ہیں مثلاً کوئی توحید پر تقریر کر رہا ہے اور اپنے کو دریائے توحید میں مستغرق ظاہر کرتا ہے اور کوئی دوسرا انکار کر کے اعتراض کرے اور کہے کہ اس کی باتیں وجد وحالت سے خالی ہیں بلکہ غور وفکر کا نتیجہ ہیں تو فوراً رنجیدہ

ہو جاتا ہے اور غصہ دکھاتا ہے اور اس کی خبر نہیں رکھتا کہ یہ رنج منکر کے قول کا عین مصداق ہے کہ وہ وجد اور حالت سے خالی ہے۔ فوراً فرمایا۔

بہر تقدیر گویا ہست ولدار — ہر اک تقریر میں گویا ہے ولدار
اگر اقرار باشد خواہ انکار — اگر اقرار ہو یا خواہ انکار

ورنہ اس انکار کی صورت میں فاعل مطلق کو پہچان لیتا تو منکر پر غصہ نہ کرتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی (قدس سرہٗ) سے عارفوں کے مراتب کے سلسلہ میں وضاحت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ صاحب فصوص الحکم کے ارشدات میں آیا ہے یعنی صاحب فصوص فرماتے ہیں عارفین کے کئی طبقات ہیں بعض اُن میں سے وہ لوگ ہیں جو باری تعالیٰ کی معرفت بزریعہ عقل حاصل کرتے ہیں اور اس کے وجود پر استدلالِ عقلی پیش کرتے ہیں یعنی اثر و فعل و موجودات کو دیکھ کر موثر و فاعل و موجد پر دلیل لاتے ہیں اور بعض ان میں سے وہ حضرات ہیں جو حق کو حق سے پہچانتے ہیں جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے:-عرفت ربیّ بربّی (میں نے اپنے رب کی معرفت رب کے ذریعہ سے حاصل کی) اور عرفان حق کو حق سے حاصل کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کو آفتاب سے پہچاننا۔ اور حق کی تلاش عقل سے کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کے طلوع کو چراغ سے پہچاننا کہ جب صبح ہوئی چراغ دھیما پڑ گیا جیسا کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے حضرت کمیل سے کہ چراغ بجھا دو کیونکہ صبح ہو گئی اور معرفت تو کشف کے بعد ہوتی ہے اور علم کشف سے پہلے اور اس کے بعد بھی ہوتا ہے اور عارف وہ ہے جو اشیاء میں مشاہدۂ حق کرے وہ اشیاء ظہور جمال و تجلیات جلال حق کی آئینہ ہیں۔ چنانچہ بعض ارباب کشف کا قول ہے کہ میں نے جس چیز کو دیکھا اس میں اللہ کو دیکھا تو میں نے اس کی معرفت حاصل کر لی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس الہ سرہ کا قول ہے کہ میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا اور ماسوی اللہ کو اس کے نور کے زریعہ سے جانا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف کو چاہئیے کہ تمام مظاہر کائنات اور موجودات میں انوار الٰہی کا مشاہدہ کرے، اگر کوئی نفع پہنچے تو سمجھ لے کہ اس میں اسم "النّـافع" کی تجلّی جلوہ گر ہے جو مجھے نفع پہنچا رہی ہے اور اس پر شکر ادا کرے اور اگر نقصان کا ظہور پایا جائے تو یہ جانے کہ اسم "الضّار" کی تجلّی اس میں جلوہ گر ہے اور مجھے صرف ضرر میں ڈالتی ہے اگر چہ بظاہر نقصان پہنچ رہا ہے حالانکہ بالخفا نفع ہے۔

شعر

اگر داروئی تلخ آرد طبیب — جو کڑوی دوا بھی پلائے طبیب
بخور کاندرو ہست نفع غریب — تو پی لے کہ ہے نفع میں وہ عجیب

مطابق حالی حکایت

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا حضرت شیخ نظام الحق والدین کا ایک مرید کسی ایسے گاؤں میں جہاں سے دہلی صرف دو منزل تھا، رہتا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء کے ارشاد کے مطابق اسی گاؤں میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہ کر منازل سلوک کو طے کر رہا تھا اتفاقاً راہ سلوک

میں اس کو وقفہ پیش آ گیا اس نے اس وقفہ کو دور کرنے کے لے بہت کچھ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا، آخر کار حضرت پیر و مرشد سے رجوع کیا کہ اس کی دست گیری فرمائیں، حضرت تو ایک طبیب حاذق تھے آپ نے اس کے درد کا مداوا کر دیا اور وہ وقفہ ختم ہو گیا۔ خوش خوش وہ اپنے مقام پر واپس آیا اور پھر اپنے اشغال اوَراد میں حسب سابق مصروف ہو گیا اور بہت جلد منازلِ سلوک کو طے کرنے لگا۔ ایک رت کے بعد وہ پھر ایک حجاب سے دوچار ہوا اس کے حصولِ مقصود میں پھر رکاوٹ پیدا ہو گئی اور اس کے حال کا آئینہ زنگ آلود ہو گیا۔ وہ پھر ضرورتاً آپ کی خدمت کی طرف رجوع ہوا کہ کہا گیا ہے کہ بیمار طیب کی خدمت میں پہنچتا ہے ۔

غزل

درد مندی میرود سوئے طبیب	جاتا ہر بیمار ہے سوائے طبیب
خانۂ جواد می پرسد غریب	پوچھتا گھر ہے سخی کا ہر غریب
ہر کسی راچشم کور ست میرود	آنکھ سے معذور جاتا ہے وہاں
ہر کسی کو دارد از کحل عجیب	جس جگہ پاتا ہے وہ کحلِ عجیب
دردمندی راکہ می باید دوا	جسکو حاجت ہو دوا کی اسکو کاش
باید اورا شربتِ اشرف نصیب	شربتِ دیدار اشرف ہو نصیب
بردرش چون کعبۂ مقصود ماست	اُن کا در جو کعبۂ مقصود ہے
خاک بوسد ہر کہ او باشد لبیب	چومتا ہے ہر عقیل و ہر لبیب
جوہری باید کہ داند جوہرت	قدر جوہر جانتا ہے جوھری
اشرف عالم نجیب است و نجیب	اشرف عالم ہیں اشرف اور نجیب

چنانچہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا اور اپنے درد والم کا اظہار کیا۔ آپ نے اپنی حذاقت کے بموجب اس کے مناسب حال اس کا تدراک فرمایا۔ مرید نے ہر چند کوشش کی لیکن اس مرتبہ مقصود حاصل نہیں ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ اس کا درد دوا پذیر نہیں ہے تو آپ نے مرید سے فرمایا کہ اب تدبیر صرف یہ ہے کہ صبر کرو اور اس وقت تک انتظار کرو کہ مفتح الابواب اپنی رحمت اور کرم کا دروازہ تم پر کھولے۔ بے چارے نامراد مرید نے مایوس ہو کر اپنے گھر کی راہ لی، راستہ میں ایک گاؤں تھا وہاں ٹھہر گیا۔ ایک مسجد میں آیا اس مسجد کی چھت پر چند نوجوان بیٹھے خربوزے کھا رہے تھے، انہوں نے جب اس نوجوان صوفی کو دیکھا تو ازراہِ تمسخر اس پر خربوزے کے چھلکے پھینکنے لگے، جتنی بار اس پر چھلکے پھینکے جاتے کچھ نہ کچھ اس کی عقدہ کشائی ہو جاتی، یہاں تک کہ اس کی تمام دشواریاں جو اُسے درپیش تھیں اور جو رکاوٹیں راہ سلوک کے طے کرنے میں سامنے آ گئی تھیں سب کی سب دور ہو گئیں اور پھر کوئی عقدہ باقی نہیں رہا وہ اس وعقدہ کشائی پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا

لایا دیہ نتیجہ تھا اس صبر کا جوان نو جوانوں کے تمسخر پر اس نے کیا۔اس کے راہ کی رکاوٹیں دور ہوگئیں)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کوئی عارف اسم "القہّار" کی تجلی کے محل میں آجائے تو اس کو چاہیے کہ فوراً اسم "الحفیظ" یا اسم اللّطیف کی تجلی میں آجائے لیکن یہ خیال رکھے کہ اگر وہ یہ دیکھے کہ حق تعالیٰ اسم "القہار" کی تجلی میں جلوہ فرما ہے تو پھر ایسا نہ کرے (پناہ طلبی میں دیلری نہ کرے)اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ عبداللہ بلبانی کا ایک مرید آپ کے فرمانے کے بموجب کسی کوہستانی علاقہ میں ریاضت میں مصروف تھا۔ایک دن ایک کالا سانپ اس کے سامنے پہنچ گیا۔اس نے سانپ کو پکڑنا چاہا مگر سانپ نے اس کو ڈس لیا اور اس کا تمام جسم سوج گیا۔اس نے اپنے شیخ کے پاس یہ خبر بھیجی کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور شیخ کے پاس لے گئے شیخ نے مرید سے کہا کہ تو نے سانپ کو کیوں پکڑا جو اس نے تجھے ڈس لیا۔مرید نے کہا اے شیخ آپ نے فرمایا تھا کہ غیر خدا کچھ نہیں ہے میں نے اس سانپ غیر خدا نہیں سمجھا اور اسی سبب سے اسے پکڑنے کی جرأت کی۔شیخ نے کہا کہ جب خداوند تعالیٰ تجھ کو لباس قہر میں نظر آئے تو اس وقت بچنا چاہیئے اور اس کے پاس مت جا اور اگر ایسا کرے گا تو یہی حال ہوگا جو اس وقت ہوا ہے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھ دیا اور اسکو اٹھا کر بٹھایا اور فرمایا کہ آئندہ ایسی گستاخی نہ کرنا تاوقتیکہ اس کے جلال و جمال کی تجلی کو اچھی طرح نہ پہچان لو۔اس کے بعد شیخ نے دعا پڑھی جس کی برکت سے چڑھی ہوئی تمام سوجن دور ہوگئی۔شفا پاکر وہ اپنے مقام پر لوٹ آیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس ضمن میں فرمایا کہ یہی سبب ہے کہ صوفیہ عظّام اور عارفین متقدمین نے خواجہ منصور (حلّاج) کے کمال حال میں کچھ نقصان اور کمی بتائی ہے۔اسی لیے کہ انہوں نے رعایت شریعت کا لحاظ نہیں رکھا تھا اور اسم "القہار" کی تجلی سے اسم "اللطیف" کی تجلی کی پناہ میں نہیں آئے اس لیے کہ وہ اولیائے کاملین اور اصفیائے صادقین جو "فناءالفنا" کی صفت سے موصوف اور عرفان حقایق ودقائق میں معروف ومشہور گرزے ہیں وہ اپنے احوال ذکیہ اور مقامات اعلیٰ پر ہمیشہ غالب رہے ہیں (مغلوب نہیں ہوئے) اس موقع پر حضرت نے شیخ عبداللہ بلبانی قدس سرہٗ سے مروی یہ حکایت بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ شیخ عبداللہ کی حضرت شیخ زاہد ابوبکر سے (جو ایک صاحبِ کشف کامل اور معارف آگاہ تھے) بڑی بے تکلفی تھی اور ان سے اکثر ظریفانہ انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے چنانچہ شیخ عبداللہ کا بیان ہے :-

شیخ منصور کی ناکامی

ایک دن میں شیخ زاہد ابوبکر کی خدمت میں گیا۔انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تم کہاں تھے اور کیا لائے ہو۔میں نے تواضع اختیار کی اور خاموش رہا اور کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا۔انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے گھر سے آرہا ہوں۔یہ سُن کر انہوں نے فرمایا اے مردک! یہ کیا کہہ رہے ہو میں نے کہا میں غیر خدا نہیں ہوں (گفتم من غیر خدا نیستم) شیخ زاہد نے

فرمایا کہ تم نے پھر سے منصور کی بات کہہ دی۔ میں نے کہا کہ میں ایک آہ سے صد ھذار منصور پیدا کرسکتا ہوں۔ جیسے ہی میں نے یہ بات کہی انہوں نے اپنا عصا میرے مارنے کے لیے اٹھایا میں نے اپنی جگہ سے جست لگائی اور عصا کی زد سے نکل گیا۔ شیخ زاہد نے مجھے ایک موٹی سے گالی دی اور فرمایا کہ منصور کی سولی پر چڑھا دے گیا اور وہ نہیں بھاگا اور تو صرف عصا کی ضرب سے ڈر کر بھاگ گیا میں نے کہا وہ منصور کی ناتمامی اور خامی تھی اگر پختہ اور کامل ہوتے تو بھاگ جاتے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک دونوں باتیں ایک ہی ہیں۔ جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے فرمایا کہ تو گھاس کھا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے گھاس کھائی ہے لیکن حقیقت کے سبزہ زار سے کھائی ہے۔ یہ سنکر انہوں نے فرمایا کہ بہت اچھی طرح کھائی ہے اور خوب کھائی ہے آ ؤ میرے سجادہ پر بیٹھو اور اس سجادہ کی حفاظت کرو، میں نے تعمیل کی، پھر شیخ زاہد نے فرمایا کہ تم نے منصور کے بارے میں یہ کہا کہ ان کا دار پر چڑھنا اور نہ بھاگنا ان کی خامی اور ناتمامی کے سبب تھا۔ اس پر کوئی دلیل بھی ہے؟ (کس دلیل کی بنیاد پر یہ بات کہی) میں نے کہا دلیل یہ ہے کہ جو سوار اپنی شہسواری کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی اس کا گھوڑا بدک جائے اور باگ ہاتھ سے نکل جائے تو اگر ایسے موقع پر وہ گھوڑے میں گھوڑے کے سر کو پکڑ کر اس کو روک لے تو بے شک ایسے سوار کو ہوشیار اور چالاک کہا جائے گا اور اگر اس حالت میں وہ گھوڑے کو قابو نہیں کرسکا تو پھر وہ تمام جہان میں رسوا ہوگا۔ جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے میرے قول کی تصدیق فرمائی اور کہا کہ میں نے تم سے زیادہ دیدہ ور اور کسی کو اب تک نہیں پایا۔

حضرت درِّ یتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ عارف کے لئے یہ بات بہت اہم اور ضروری ہے کہ مظاہر خلقیہ میں بھی وہ شہود حقیقت سے غافل نہ ہو اور مصادر کونیہ (دنیاوی امور) میں مشاہدہ وجو بیہ سے بیگانہ و غافل نہ ہو۔ سلاطین کے مظالم سے جو واقعی ظلم اور اندھیر ہوں بادشاہوں کا انکار کرنا چاہیئے یا اقرار؟ اس کے جواب میں قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا من ادعی المعرفة ولم یتذلل للا غنیاء فھو کذاب فی المعرفة۔ (جس نے معرفت کا دعویٰ کے اور اس نے اغنیاء کے سامنے تواضع اختیار نہیں کی تو وہ معرفت میں جھوٹا ہے) کیونکہ جب عارف توحید حقیقی تک پہنچ جاتا ہے اور کثرت میں وحدت کے مشاہدہ سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ مکونات (مظاہر) عالم میں محبوب کے جمال و کمال کے علاوہ اور کچھ ظاہر نہیں ہے پس دولتمندوں کے سمنے جو مظہر صفاتِ غنا ہیں اگر تواضع اختیار نہ کی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ عارف میں اس شہود کا فقدان ہے (وہ کثرت میں وحدت کے مشاہدہ اور ہر چیز میں جمال و کمال حقیقی کے مشاہدہ سے بہرہ ور نہیں ہے۔) یہ سن کر حضرت درِّ یتیم (پسر شیخ کبیر) نے عرض کیا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے من تو اضع غنیا لغناہ فقد ذھب لہ ثلثا دینہ (جس نے دولت مند کی تواضع اسکی دولت مندی کے سبب کی اس کے دین کا ۲/۳ حصہ جاتا رہا) بظاہر دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگرچہ بظاہر مضمونِ حدیث منافی دکھائی دیتا ہے مگر حقیقۃً منافی نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لغناہ کی ضمیر غنی کی طرف سے

پھرتی ہے کہ اسکی غنا ذاتی ہے اور دین نقصان اس لئے ہوتا ہے کہ جو غنا درحقیقت حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی حالانکہ واقعہ میں یہ غنا نہیں ہے چنانچہ لفظ لغناہ سے یہ ظاہر ہے

شعر

غنی مطلقاً درجہان کر دگار — غنی دو جہاں میں ہے بس کردگار

غنا جائ دیگر بود مستعار — غنا دوسری جا پہ ہے مستعار

عارف کی ہر فتوح عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف کو جو فتوح بھی پہنچتی ہے وہ جانتا ہے کہ اسکا عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے اور جس کسی سے بھی اس کو فیض پہنچتا ہے تو اس کی صورت میں وہ مبداء فیاض کا مشاہدہ کرتا ہے، عجیب بات تو یہ ہوگی کہ کوئی عارف فتوح کو قبول نہ کرے سوائے اس صورت کے کہ اس کو اندیشہ ہو کہ اس میں حرام مال کی آمیزش ہے۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان کیا کہ زمانہ سابق میں ہرات میں کافور نامی بادشاہ تھا اس نے بطورِ ہدیہ کچھ روپیہ اور ایک خط شیخ احمد اسلم طوسی کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے قبول نہیں کیا اور واپس کر دیا اور کہا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے جن لوگوں سے تم نے زبردستی اسے وصول کیا ہے اُنہی کو دے دو، کیونکہ یہی بہتر ہے۔ جب قاصد واپس بادشاہ کے پاس شیخ احمد اسلم کا پیغام لایا کافور نے قلم دوات منگایا اور پھر شیخ احمد کے نام خط لکھا کہ اے صاحب میں اپنے حق کا مال خواہ زبردستی وصول کروں خواہ نرمی سے لوں تم کو اس سے کیا غرض ہے شاید قرآن شریف میں تم نے نہیں پڑھا ہے کہ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ [۱] (اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) و بینھا این الکافور (اور درمیان میں کافور کہاں ہے؟) تم نے اس تدرانہ کو کیوں نہ قبول کیا؟ کہتے ہیں کہ دونوں جانب سے خط و کتابت اور ہر ایک قول جب شیخ عبداللہ انصاری کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ کافور کی یہ ایک معرفت کی بات اور خدا شناسی اسلم طوسی کو ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا! سبحان اللہ سبحان اللہ! گزشتہ زمانہ میں بادشاہ ایسے ہی ہوتے تھے کہ باوجود کمال شان وشوکت کے وہ خود کو سوائے اس کے اور کچھ ہیں سمجھتے تھے کہ قضا و قدر کے مظہر ہیں (اس کے علاوہ ان کا کمال ذاتی کچھ نہیں ہے) بلکہ وہ باین ہمہ عظمت و حشمت خود کو اسماء حق کا مقتضا خیاں کرتے تھے (یعنی ان کو شان وشوکت حق کی شان وشوکت کا ظہور ہے) اس زمانہ میں ان درویشوں اور صوفیوں سے بھی جو خود کو دریائے توحید کا غریق اور بحر وجد و کیف کا غواص کہلاتے رہتے ہیں ہرگز اس قسم کا وقیدہ ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔

---

۱ پ۳ سورۂ آل عمران ۱۲۹

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے امیر تیمور (گورگان) کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر تیمور شہر سبزہ وار سے سمرقند جارہے تھے اُس روز پانچ سو صاحبِ شوکت و ولایت امراء درؤساً ان کے ہمراہ تھے، امیر گھوڑے سے اُتر پڑھے، تمام امراء اور سردار بھی اپنی اپنی سواریوں سے اُتر آئے۔ امیر تیمور کی خواہش تھی کہ کچھ راستہ پیدل چلیں دو خوبصورت غلام انکی بغل میں ہاتھ ڈال کر انکو لے کر چلے کیونکہ ان کے پیر میں لنگ تھا، جب کچھ راستہ طے کرلیا تو انہوں نے غلاموں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں خود چلوں گا۔ انہوں نے ان کو چھوڑ دیا، امیر گر پڑے تین بار اسی طرح ہوا پھر غلاموں نے پکڑ لیا تب امیر تیمور نے اپنے امیروں کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تیمور ایسا بے کار لنگڑا ہے کہ اپنے آپ دو قدم بھی نہیں چل سکتا میری یہ شان وشوکت جو تم دیکھ رہے ہو میری طاقت اور شوکت نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ حق تعالیٰ کی عظمت و جمال ہے مجھے اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور میں بیچ میں نہیں ہوں،

حضرت قدوۃ الکبا نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بیان فرمایا:۔ صاحبان بصیرت کے نزدیک یہ مسلّمہ ہے کہ یہ تمام کائنات اسماء اور صاف الٰہی کی مظہر ہے لیکن سلاطین کی مظہریت بالکل واضح اور زیادہ ظاہر ہے (ان کا مظہر اوصاف الٰہی ہونا زیادہ واضح ہے) شاہان زمانہ امر تکوین کے مظہر ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے امر تکوینی کے مظہر ہیں (جس کے ذریعہ کائنات کا نظام قائم رہتا ہے)اسی لیے ان کے سامنے حد درجہ انکسار اور خضوع کرنا چاہیئے اور ان کے آداب کی رعایت بدرجۂ اتم لازم ہے (آداب شاہی کو بجالانا بے حد ضروری ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف باللہ اپنی رفتار، گفتار اور کردار میں ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی نسبت سے غافل نہیں ہوتا بلکہ کھانے پینے، سونے، بولنے اور سننے میں بھی اس کو غفلت نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کا یہ پیکر عنصری اور یہ ترتیب جسمانہ اس پتلی کی طرح ہے کہ پس پردہ پتلی نچانے والا اس پر پورا پورا تصرف رکھتا ہے۔ پردہ کے پیچھے سے جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے (اور اس پتلی کا اس حرکت میں کوئی دخل نہیں ہوتا) حضرت نظامی گنجوی نے کیا خوب کہا ہے۔

شعر

لعبت بازی پس این پردہ است   پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
ازپئ بازیچہ بہ پردہ نشست   اوٹ سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا

قال الا شرف: التصرف فی الحقیقۃ من اللّٰہ تعالیٰ لان الکمال فی ان یّصدر الا فعال کلّھا بارادتہ واختیارہ اذصدورھا بلا اختیارٍ وارادۃٍ نقص و الکمال فی ان یکون سمیعًا و بصیرًا و متکلمًاو موجدًا الٰی سائر صفاتہ الذاتیۃ والفعلیۃ والکمال فی ان یکون جمیع صفاتۃ دائمۃ الثبوت ازلًا وابدًا اذاتخلف عن واحدۃ

منہاوقت مانقص۔

ترجمہ:- حضرت اشرف نے فرمایا کہ تصرف درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے کیونکہ شان کمال اسی میں ہے کہ سارے افعال اس کے ارادہ واختیار سے صادر ہوں کیونکہ بے اختیار وارادہ افعال کا صادر ہونا نقص وعیب ہے اور شان کمال اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر و متکلم وموجد اور تمام صفاتِ ذاتیہ وفعایہ سے متصف ہو اور کمال اس میں ہے کہ اس کے تمام صفات ازلی وابدی ہوں ان میں سے کوئی بات بھی کسی وقت نہ ہوئی تو نقص وعیب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت نظامی گنجوی کے یہ اشعار اکثر پڑھا کرتے تھے۔

قطعہ

لعبت بازی پس این پردہ است	پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
ازپئ بازیچہ پردہ نشست	اوٹ سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا
دیدۂ دل محرم این پردہ ساز	دل کو تو اس پردہ کا محرم بنا
تاچہ برون آید این پردہ راز	تا کہ ملے راز کا تجھکو پتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ اپنے بندہ کو جس قدر اپنی معرفت سے حصہ عطا فرماتا ہے تو اس قدر بلا اس پر نازل کرتا ہے تا کہ وہ اس بلا کو اپنی قوتِ معرفت کے سہارے برداشت کرے جیسا کہ بعض عارفین نے کہا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کو معرفت سے کچھ حصّہ عطا فرمایا ہے اور بمقدار معرفت اس پر بلا نازل کرتا ہے تا کہ وہ معرفت اس بلا کی برداشت کے لیے اس کی ممد ومعاون بن جائے۔

عطافرمودہ معرفت واپس نہیں لی جاتی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کسی کو اللہ تعالیٰ اپنی معرفت سے کچھ حصہ عطا فرماتا ہے تو اگر وہ اس معرفت کے مقتضیات کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس کی مغرفت میں اضافہ کر دیتا ہے اور اگر وہ معرفت کے برخلاف عمل کرتا ہے تو اس معرفت کو عطا کردہ سے واپس نہیں لیتا تا کہ کل قیامت میں اس معرفت کے بموجب اس سے معاملہ کیا جائے لیکن پھر اس میں زیادتی اور اضافہ نہیں کیا جاتا ہے۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ جب اللہ تعالےٰ اس کو معرفت کے موتی اور کشف کے جواہر عطا فرمائے اور ان کو بندہ کے دل میں ڈال دے تو پھر وہ خانۂ دل میں دوسروی بیکار اشیاء کو نہ رکھے اور کس غیر مراد کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔

رباعی

ولی کو دران عشق جا میکند	وہ دل جس میں کرتا ہے عشق اپنی جا
مرادات عالم فنا می کند	ہر اک آرزو کی ہے اس میں فنا
اگر غیر حق رامکان دل کند	اگر غیر حق کا مکان دل بنا
دل و جانِ خودرا ہبا می کند	دل و جان کو کر دیا بس ہبا

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ فتوحات میں شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ شیخ ابوالعباس حریری فرماتے تھے کہ میں شیخ ابوعبد اللہ فرغانی کے ساتھ بازار سے گذر رہا تھا، انہوں نے اپنے چھوٹے بچے کے لئے (جو بیمار تھا) قصریہ خریدی تھی۔ قصریہ اس ظرف یا بوتل کو کہتے ہیں جس میں مریض کا پیشاب طبیب کو دکھانے کیلئے رکھتے ہیں تاکہ طبیب اس قصریہ یا قاروری کو دیکھ کر مریض کا مرض تشخیص کر سکے۔ راستہ میں ہماری ملاقات کچھ درویشوں سے ہوگئی ہم سب ایک جگہ بیٹھ گئے تاکہ وہاں کچھ کھا پی لیں۔ دل میں آیا کہ روٹی کے ساتھ کچھ دودھ شکر خرید لیں، اسوقت دودھ کیلئے کوئی برتن نہیں تھا تو لوگوں نے کہا کہ قصریہ نئی ہے ابھی ناپاک نہیں ہوئی ہے دودھ اس قصریہ میں لے لیا جائے، جب درویشوں نے اس قصریہ سے بیٹھا دودھ پی لیا تو سب نے اپنا راستہ لیا اور اِدھر اُدھر چلے گئے۔ میں شیخ ابوعبداللہ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ قصریہ شیخ کے ہاتھ میں تھی (گھر لے جا کر اس میں پیشاب رکھنے کا ارادہ تھا) خدا کی قسم! میں نے اور ابوعبداللہ فرغانی دونوں نے یہ سُنا کہ قصریہ سے آواز آئی کہ اے درویشو! اب کہ مجھ سے اولیاء اللہ نے کچھ کھیا پیا ہے (اور ان کولب مجھ سے مس ہوئے ہیں) تو اب مجھ سے پیشاب نہیں رکھا جا سکتا خدا کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس آواز کے آتے ہی قصریہ ان کے ہاتھ سے اچھل کر زمین پر گر گئی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اس حال کے مشاہدہ سے ہم پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ ابوالعباس سے کہا کہ شاید تم نے اس قصریہ کی موعظت اور پند کی طرف توجّہ نہیں کی۔ وہ بات نہیں ہے تم سمجھتے ہو (کہ اب اس میں پیشاب نہ رکھا جائے) بہت سے ایسے ظرف ہیں کہ ان میں تم سے بہتر لوگوں نے کھایا پیا ہے اور وہ ناپاک ہوگئے ہیں بلکہ اس سے مقصود تم کو تنبیہ کرنا تھا کہ جب کہ تمہارے دل خداوند تعالیٰ کی معرفت کے مقام بن گئے ہیں پاس چاہئیے کہ ان کو غیر کا مقام نہ بنایا جائے اور ان میں وہ چیزیں نہ رکھی جائیں جن سے خداوند تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور قصریہ جو ہاتھ سے نکل کر ٹوٹ گئی اس سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں ہمیشہ اسی قدر شکستہ رہو۔ شیخ ابوالعباس نے از سر انصاف کہا کہ واقعی آپ نے جو کچھ کہا ہم وہ نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ سہل بن عبداللہ تستری کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے زیرِ عرش مومن کے دل سے بہتر کوئی مکان اور مقام پیدا نہیں فرمایا ہے اس لیے کہ اس نے سب سے عزیز اور قابل قدر پونجی مخلوق کو اپنی معرفت سے زیادہ عطا نہیں کی ہے (معرفت خداوندی ان تمام چیزوں میں افضل و اعلیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خلق کو عطا فرمائی ہیں) پس عزیز ترین پونجی کو عزیز ترین مکان ہی میں رکھا جاتا ہے۔ اگر عرش سے فرش تک کوئی اور مکان و مقام دل مومن سے زیادہ بہتر اور عزت والا ہوتا تو وہ اپنی معرفت کی عزیز ترین متاع کو اس میں رکھتا! پس وہ بندہ بڑا ہی بے ہمت اور خسیس ہے کہ وہ اس مکان کو جو تمام مکانوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو عزیز ہے غیر حق سے معمور کرے اور غیر حق میں مشغول رکھے اس لیے کہ مناسب نہیں جو دل اس کی نظر گاہ ہے اس کو غیروں کی نظر گاہ (منظر)

بنایا جائے۔ بزرگ اس سے ڈرا کئے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کے دیکھنے کی چیز کو غیر کے شغل میں ڈال دیا تو خدانخواستہ مجھ سے حق تعالیٰ جدا نہ ہو جائے جیسا کہ روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے ابراہیمؑ میں نے تجھے اپنا دوست بنایا ہے پس اس بات کا خیال رکھ کر تیرا دل میرے علاوہ کسی غیر کا مشاہدہ نہ کرے اگر کسی غیر کا گذر تیرے دل میں ہوا تو میں تجھ سے دوستی کو قطع کرلوں گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ ابوبکر یزدا دینار ارموی سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے المحرفة تحقيق القلب بوحد انية اللّٰه (یعنی دل میں حق تعالےٰ کی وحدانیت کا متحقق ہوجانا معرفت ہے)

عارف کون ہے؟

حضرت نورالعین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ عارف کس کو کہتے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابوتراب نخشی فرماتے ہیں کہ عارف وہ ہے جسے کوئی چیز تاریک نہ کر سکے اور ہر چیز اس سے روشن ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خود کو لباس معرفت سے آراستہ کرنا اور دل میں عرفان کی بنیاد رکھنا ہر چیز سے بہتر ہے خواہ وہ ریاکاری ہی سے کیوں نہ ہو، جیسا کہ اکابر حضرات میں سے ایک نے ارشاد فرمایا کہ معرفت کے سبب سے بدی ہر عبادت سے بہتر ہے اور عارفوں کی ریا اور کاملوں کا نمود مریدوں اور مبتدیوں کے خلاص سے بصد مرتبہ افضل وہ بہتر ہے، اس بارے میں حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: عارف کی کچھ دیر کی معرفت اللہ تعالیٰ کے نزدیک عابدوں کی ہزار سال کی عبادت سے زیادہ افضل ہے جیسا کہ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بغیر معرفت کے عبادت کرنے کی مثال چکی کے گدھے کی ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شریف حمزہ عقیلی نے ایک موقع پر بلخ میں یہ بات فرمائی کہ زمانہ کے عارفوں کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی اور پروردگار عالم کی معرفت رکھنے والوں کی ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ اس کے دور میں ذرّہ بھی موجود ہو اس کا اُسے علم ہو یا ملک میں کوئی چیز پیدا ہو یا حرکت میں آئے تو اس کی اُسے خبر ہو حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ شیخ ابن البرقی بیمار تھے ان کے سامنے پانی پیش کیا گیا تو آپ نے پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مکہ میں ایک حادثہ پیش آیا ہے جب تک اس افتاد کی تفصیل معلوم نہ ہو جائے تو میں کچھ نہیں پیوں گا۔ تیرہ دن تک کچھ نہ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ خبر آئی کہ قرامطہ نے حرم پر حملہ کر دیا ہے بہت سی مخلوق کو قتل کر ڈالا اور حجر اسود کو توڑ ڈالا ہے۔ تب انہوں نے کھایا پیا۔ شیخ ابوعثمان مغربی نے یہ قصہ سن کر حضرت شیخ ابوعلی کاتب سے کہ کہا کہ یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی (کوئی بڑا کام نہیں) بات تو جب ہے کہ یہ بتاؤ آج مکہ میں کیا ہو رہا ہے انہوں نے جواب دیا کہ آج مکّہ میں تلوار چل رہی ہے (لڑائی ہو رہی ہے) آل طلحہ اور آل بکر کے درمیان جنگ ہو رہی ہے آل طلحہ کے لشکر کا سردار ایک ایسا جوان ہے جو سیاہ گھوڑے پر سوار ہے اور سرخ عمامہ باندھے ہے۔ اس بات کو (تاریخ کے ساتھ) لکھ لیا گیا، جب مسافران مکّہ سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ویسا ہی ہوا تھا جو کہ شیخ نے بیان فرمایا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ یہ شرط عارف کے لیے برسبیل عموم نہیں ہے (کہ وہ

ہروقت ہر بات سے آگاہ رہے) صفت عبودیت اور عالم بشریت سے متعلق ہوتے ہوئے اس سے اتنا کچھ نہیں ہوسکتا، بندہ پر وہی بوجھ رکھا جاتا ہے جو وہ اٹھا سکتا ہے کوئی نہیں اٹھا پاتا اور کوئی اٹھالیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ	تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جنہیں پسند فرمالیا
ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ ۱؎	جو اُس کے (سب) رسول ہیں۔
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ ۲؎	اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کردے۔

شعر

دانش جزوکل ز عادتِ ادست — علم ہر شے کا ہے اس کی شان
عالم الغیب و الشہادۃ اوست — عالم الغیب ہے وہی سبحان

حضرت کا عزم حج

حضرت قدوۃ الکبرا نے حج بیت اللہ کا قصد فرمایا۔ چنانچہ بعض خدام بارگاہ اور مخصوصانِ حضرت جیسے حضرت نورالعین، شیخ ابوالوفا خوارزمی وخواجہ ابوالمکارم، شیخ الاسلام، بابا حسین اور تنگر قلی یہ سب حضرات آپ کی ہمراہی میں روانہ ہوئے، بندرگاہ روم سے ۳؎ جہاز میں سوار ہوئے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ موافق ہوا کا چلنا بند ہوگیا تین روز اسی حال میں گزر گئے اور کسی وقت بھی باد موافق نہیں چلی اس صورتِ حال سے تمام ہمراہی پریشان ہوگئے۔ اس عرصہ میں حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک خاص کیفیت اور ایک عجیب حالت طاری رہی اس عرصہ میں آپ نے اپنے ان ملازمین خاص کی اس پریشانی کی طرف قطعی توجہ نہیں فرمائی۔ آپ بس ادائے نماز اور اوراد مخصوصہ اور وظائف معہودہ پڑھنے میں مصروف رہتے تھے لیکن آپ کے اصحاب کے خیال میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ آپ خود ایسا نہیں کر رہے۔ (یہ سب کچھ فعل اضطراری ہے) جب سب لوگوں کی بے قراری اور جہاز میں سفر کرنے والوں کا عجز و نیاز حد سے بڑھ گیا تو مجبور ہو کر حضرت قدوۃ الکبرا کو اس حال سے آگاہ کیا گیا تو تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس وقت مجذوب شیزازی (حافظ شیرازی) یاد آرہا ہے۔ اس کا شعر پڑھو (جو حسبِ حال ہے)۔

شعر

کشتی شکستگا نیم ای باد شرطہ برخیز — کشتی شکستہ ہم ہیں چل اُٹھ ہوا موافق
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنارا — شاید کہ دیکھیں پھر ہم اس یارِ آشنا کو

جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا اور آپ نے شعر تمام کیا اسی دم باد موافق چلنے لگی اور جہاز تیزی سے منزل کی جانب روانہ ہوگیا۔ جب جہاز نے کافی راستہ طے کرلیا تو اس فقیر یعنی غریب نظام یمنی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ معرفتِ ولی کی ایک شرط یہ بھی ہے۔ اس وقت

۱؎ پ ۲۹ سورہ جن ۲۶ ۲؎ پ ۴ سورہ ال عمران ۱۷۹ ۳؎ جہاز سے مراد بڑی بادبانی کشتی ہے

کوئی ایسا عارف ہوتا تو اچھا ہوتا جو ہم کو عارفان و سالکانِ بحر کے بارے میں کچھ بتلاتا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس خادم سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔ فرزند نظام الدین اتنی آگاہی اور اتنی خبر تو اللہ تعالیٰ کے عارفوں کی نظر میں گھاس کے تنکے کے علم سے بھی کم ہے۔ ابھی یہ سلسلہِ کلام جاری تھا کہ دریا کا پانی پھٹ گیا اور ایک شخص اس میں سے نمودار ہوا اور کہا کہ اے نظام الدین میں ان لوگوں میں سے ہوں جو عابدان بحر ہیں۔ (سمندر کے اندر عبادت کرتے ہیں) میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا نام کیا ہے اور آپ کا مقام کہاں ہے؟ اور آپ لوگوں میں بھی مرید کرنے اور خلافت عطا کرنے کا طریقہ ہے جیسا کہ زمین کے اولیاء اللہ میں رائج ہے! انہوں نے جواب دیا کہ اس سمندر کے اندر ایک شہر ہے جس کو مدینۃ الاشرف کہا جاتا ہے اس شہر میں ایک شیخ ہیں جن کو دُرّ الجر کہا جاتا ہے وہ خود کو اشرفی سلسلہ کا ایک کمترین خلیفہ کہتے ہیں۔ شیخ درّ الجر کے دس ہزار مخلص میرید ہیں۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں میرا نام " کیکل" ہے۔ تب میں نے اس شخص سے کہا کہ تمہارے پیر خود کو جس ہستی سے منسوب کرتے ہیں وہ اس وقت اس جہاز میں تشریف فرما ہیں۔ میری یہ بات کہتے ہی کیکل پانی سے باہر آ گئے ان کے جسم پر جو لباس تھا وہ پریوں کے لباس کی طرح تھا وہ اسی وقت حضرت قدوۃ الکبرا کی قدم بوسی کے شرف سے مشرّف ہوئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے ایک گھڑی تک مصروف کلام رہے لیکن ہم لوگوں میں سے کوئی بھی ان حضرات کی گفتگو کو نہیں سمجھ سکا۔

ایک شب تراویح میں ختم قرآن

حضرت قدوۃ الکبرا ایک سال رمضان کے مہینہ میں صالحیہ دمشق میں جامع مسجد کی خانقاہ میں معتکف تھے۔ حضرات صوفیہ اور ارباب طریقت کی دمشق میں اتنی کثرت ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔

شعر

چنان مجمعی بودکز اژدحام — کچھ ایسا تھا مجمع وہاں ایک قدم
درانجائ مراد نمیداشت گام — نہ رکھتا تھا کوئی وہاں ایک دم

اس بات سے سیاحانِ زمانہ اور وہاں کے آنے جانے والے بخوبی واقف ہیں، وہاں کے تمام اکابر صوفیہ، فضلا اور فقرا اس ارشاد کے مطابق کہ من صلے خلف امام تقی فکانما صلی خلف امام النّبی (جس نے متقی امام کے پیچھے نماز ادا کی گویا اس نے کسی نبی (علیہ السلام) کی امامت میں نماز ادا کی) حضرت قدوۃ الکبرا کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ایک رات میں قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔ بعض آرام پسند لوگ اتنی دیر کھڑے رہنے کی زحمت براداشت نہیں کر سکتے تھے وہ ختم قرآن کی سعادت سے محروم رہتے تھے لیکن عبادت گذار حضرات اس طرح کے قیام کو اپنی معراج سمجھتے تھے تقریباً ایک سو اہل کمال اس طرح شریک ہوتے تھے۔ جب عید کا چاند ہوتو

دمشق والے دنیاوی مشاغل میں لگ گئے ہر طرف سے طبل ونقاروں کی آوازیں آنے لگیں۔

مصرعہ:۔

گمان شد کہ آمد اسرافیل صور
اسرافیل نے گویا پھونکا ہے صور

اور جیسا کہ شہر کے لوگوں کا قاعدہ ہے عام شوروغل پڑھ گیا، حضرت قدوۃ الکبرا پریشان ہو گئے اور ایک روز کا نعرہ لگایا اور اس کے بعد مراقبہ میں مستغرق ہو گئے ایک گھڑی تک آپ کی یہ کیفیت رہی۔

شعر

بدریائے حیرت فردبردہ سر — تحیر کے دریا میں ڈالا جو سر
زصحرائے فکرت بر آوردہ بر — تفکر کے صحرا سے نکلے بدر

ایک گھڑی کے بعد آپ اس عالم تحیّر سے باہر آئے تو فرمایا کہ رمضان کی بیسوں تاریخ سے مجھے عالم مشاہد میں ڈال دیا گیا تھا اور میں اسرار الٰہی کے معائینہ میں مشغول و مصروف تھا اس تمام مدت میں مجھ پر بے خودی طاری رہی مجھے یاد نہیں کہ ان ایام میں نمازیں میں ادا کر سکا ہوں یا نہیں اخدام نے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا سے آداب نماز میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی اور کوئی دقیقہ اس سلسلہ میں فردگذاشت نہیں ہوا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا الحمداللہ! اشرف کے وقت کو بھی شیخ اکبر اور سیدّ الطائفہ شیخ جنید بغدادی کے اوقات کی طرح (فروگذاشت) سے محفوظ رکھا گیا۔اسی سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ فتوحات مکیہ کے چالیسوں باب میں مذکور ہے کہ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے آپے سے باہر کر دیا اور ایک عرصہ مجھ پر گذار دیا کہ میں با جماعت نماز ادا کرتا تھا امام ہوتا تھا، اور نماز کے تمام ارکان جیسا چاہیئے بجالاتا تھا لیکن مجھے اس کا کچھ شعور نہیں تھا نہ جماعت کا اور نہ مقام کا نہ عالم محسوسات سے مجھے کسی چیز کی خبر ہوتی تھی۔

یہ میں اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ حال سے افاقہ کے بعد مجھے اس سے خبردار کیا گیا۔ مجھے خود اس کا کچھ علم نہیں ہوا جو کچھ اس مدت میں واقع ہوا وہ ایک سوئے ہوئے شخص کی حرکات کی طرح تھا کہ اس کو اپنی ان حرکات کا علم نہیں ہوتا ہے جو اس سے صادر ہوتی ہیں۔ مجھے یہ علم ہو گیا کہ حق تعالٰی نے میرے اوقات کو محفوظ رکھا ہے اور میرے ساتھ وہی کچھ کیا جو حضرت شبلی کے ساتھ کیا تھا کہ اوقاتِ نماز میں ان کا شعور واپس آجاتا تھا لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کو خود اس کا شعور تھا یا نہیں۔اس بات کو حضرت جنید قدس سرہٗ سے بیان کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا

الحمد لله الذی لم یجر علیه لسان ذنبٍ (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے زبانِ گناہ اس پر جاری نہ فرمائی)

ازخودرفتہ کے افعالِ ظاہری

اس موقعہ پر حضرت دریتیم نے عرض کیا کہ جب کوئی شخص ازخودرفتہ ہوجائے تو اس سے افعال ظاہری کس طرح سرزد ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک تو اس طرح کہ ملائکہ اس سے یہ افعال ظاہری کراتے ہیں اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا اور دوسرے یہ کہ جب اعضاؤ جوارح عادی ہوجاتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں کہ فقدان شعور کے باوجود کارہائے معینہ ان سے سرزد ہوں (بطور ملکہ وہ کام انجام دیتے ہیں)

حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ فوائد معرفت کے سلسلہ میں حضور کچھ عنایت فرمائیں (بیان فرمائیں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیر ہروی (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) شیخ ابی عبداللہ باکو سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سُنا ہے کہ احمد بن حسین بن منصور حلاّج نے خجند میں بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے نفس کو کسی کام میں لگالو قبل اس کے کہ وہ تم کو کسی امر میں ڈال دے۔

شعر

اگر نفس خودرانہ نہ آری براہ — کیا گر نہیں نفس کو روبراہ
برو تا ترا افگند زیرِ چاہ — تو جا تا کہ ڈالے تجھے زیر چاہ

میں عرض کیا کہ کچھ اور فرمایئے تو انہوں نے کہا کہ جس وقت کہ سارا عالم کام میں لگ جائے تو اس چیز میں کوشش کر جس کا ایک ذرہ کونین کے تمام اعمال سے بہتر ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا معرفت حق سبحانہ، تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ عارف خلق خدا کی موافقت میں حق تعالیٰ کی پرستش نہیں کرتا ہے بلکہ وہ خالق کی موافقت میں کام کرتا ہے اور پھر معرفت اس پردہ کو چاک کردیتی ہے جو بندہ اور خالق کے درمیان ہوتا ہے۔

شعر

بدرد یقین پردہ ہائے خیال — یقین پھاڑتا ہے حجاب خیال
نماند سرا پردہ الا جلال — سرا پردہ رہتا نہیں جز جلال

عارف کو چاہئیے کہ وہ عوام کے ساتھ سنی طریقہ پر رہے اور خواص کے ساتھ عارف بن کر۔ اپنی ذات کے ساتھ موحد بن کر اور اپنے نشان کے لحاظ سے گم ہوکر رہے۔

شعر

سلاطین عزلت گدایانِ حی — تجرد کے شاہ و گدائے الٰہ
منازل شناسان گم کردہ پئی — منازل سے آگاہ گم کردہ راہ

شیخ مرتعش سے منقول ہے کہ میں نے اس وقت تک اپنے کو باطن میں خاص کی صورت میں نہیں دیکھا جب تک ظاہر میں خود کو عام کی طرح نہیں دیکھا۔اس عام سے مراد وہ عمومیت نہیں ہے جو کو عوام کہتے ہیں بلکہ اس سے ان کی مراد رتبہ اور مرتبت وسطیہ ہے۔

حضرت درِّ یتیم نے عرض کیا کہ معرفت رسمی کے کیا فائدے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیر ہروی (خواجہ عبداللہ انصاری) سے منقول ہے کہ کوئی چیز جسم نہیں پاتی ہے مگر عارفانہ معرفت سے نہ تصدیقی معرفت سے۔شیخ ابوعلی دقاق فرماتے ہیں:۔ معرفة رسمية كقطرةٍ دسمية لا عليلا تشفى و لا غليلاً تسقِى (رسمی معرفت چکنائی کی بوند کی طرح ہے ہ اس سے علیل کو شفا ہو سکتی ہے اور نہ وہ پیاسہ کو سیراب کر سکتی ہے، لیکن نجات معرفت رسمی سے بھی ہو جائے گی انشاءاللہ تعالیٰ۔حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد کیا کہ معرفت عواطف الٰہی کے دریاؤں کا ایک موتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لطائف نامتناہی کی معادن کا ایک جوہر ہے۔دیکھئے وہ کون سا سعادت مند ہے جس کے احوال کے تاج کے لئے یہ دُرالتاج بنتا ہے اور بڑا ہی خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس موتی کو اپنی دُرجِ دل میں بطورِ امانت سنبھال کر رکھے۔

قطعہ

دردُر جک دلی کہ بود درمعرفت	جس پاک دل کے خانہ میں ہو درِ معرفت
آن دل بہ از ہزار جہانست بالیقین	وہ دل ہزاروں خلق سے بہتر ہے بالیقین
ازصد ہزار عالم واز ہرچہ درویست	لاکھوں جہان اور جو اسمیں ہے دیں اگر
بہر تو گرد ہند ہمین معرفت گزین	کہ معرفت قبول فقط اور کچھ نہیں

اے عزیز جوانمرد وہ ہے جو مقصد کونین کو ترک کر دے اور معرفت الٰہی میں مستغرق ہو جائے۔اور کامل وہ شخص ہے جو ثقلین کے وجود کو نہیں رکھتا (دونوں عالم سے اس کو سروکار نہیں ہے) اور حقوق معرفت وعرفان کو ادا کرتا ہے ا۔آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ:۔

شیخ محمد بن یوسف عشا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور صبح تک وہاں رہتے اور بار بار کہتے الٰہی؟ مجھے یا تو اپنی معرفت اور شناسائی عطا کر دے یا پھر اس پہاڑ کو حکم دے کہ وہ میرے سر پر ٹوٹ پڑے۔

شعر

مرا بار کوہی کہ چندان بود	مجھے کوہ کا بارچنداں نہیں
زبارِ فراق تو آسان بود	جدائی مگر تیری آساں نہیں

تیری آشنائی اور شناسائی کے بغیر زندہ رہنا نہیں چاہتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ معظمہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ چند بوڑھے مقام ابراہیم علیہ السّلام پر بیٹھے ہیں میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔قاری نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی۔میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا میں وہیں چیخنے اور فریاد کرنے لگا۔بوڑھوں نے قاری سے کہا کہ آپ خاموش ہو جائیں۔اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اے جوان! تجھے کیا ہو گیا کہ تو فریاد کرنے لگا اور ابھی تو قاری نے ایک آیت کی تلاوت بھی نہیں کی ہے۔میں نے کہا کہ بسم اللہ کے کچھ معنی مجھے معلوم کرا دیئے ہیں جو وجد کا سبب ہوا،سب نے کہا کہ تم کو کیا معنی بتائے گئے۔میں نے کہا باسمه قاصت السمٰوٰت والا رض باسمه قامت الا شياء و كفى باسم الله سماعاً (اس کے نام سے تمام آسمان اور زمین قائم ہوئے اور تمام چیزیں اس کے نام سے قائم ہوئیں۔پس اللہ کا نام سن لینا کافی ہے) یہ سنتے ہی تمام بزرگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے بیچ میں مجھے بٹھا لیا اور میری بہت عزت وتوقیر کی۔

شیخ محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں یہ دعائیں کیا کرتا تھا:۔

یارب مجھے اپنی معرفت عطا فرما ورنہ میری جان لے لے کہ تیری معرفت کے بغیر مجھے جان کی ضرورت نہیں ہے ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو تو ایک ماہ کے روزے رکھو اور اس عرصہ میں کسی سے بات نہ کرنا۔روزے ختم کرنے کے بعد تم چاہ زمزم پر جانا اور پھر وہاں اپنی حاجت طلب کرنا۔چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب ایک ماہ گزر گیا تو میں زمزم پر آیا اور دعا کی۔چاہ زمزم سے ہاتف نے مجھے پکار کر کہا۔یا ابن یوسف اختر من الا مرین واحداً ايهما احب اليك العلم مع الغنىٰ والدنيا او المعرفة مع القلة و الفقر (اے ابن یوسف تم کو اختیار دیا جاتا ہے ان دو باتوں میں سے ایک جو تم زیادہ پسند ہو اختیار کر لو۔علم دولت و دنیا کے ساتھ یا معرفت قلت اور فقر کے ساتھ) میں نے کہا کہ میں معرفت قلت وفقر کیساتھ اختیار کرتا ہوں، پس چاہ زمزم سے آواز آئی کہ " تمہیں عطا کیا،عطا کیا"۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ جب عارف کو وجدان میسّر آجاتا ہے اور وہ کمالات سے موصوف ہو جاتا ہے تو اس کے ان کمالات کے آثار میں سے ایک بات یہ ہوتی ہے کہ اس پر ہمیشہ نسبت غالب رہتی ہے۔چنانچہ اس مکتوب میں جو شیخ علی ابن سہیل اصفہانی کو تحریر کیا گیا اس میں لکھا ہے کہ اپنے شیخ ابو عبداللہ سے دریافت کرو کہ تم پر کون سی چیز غالب ہے۔چنانچہ علی ابن سہیل نے اپنے شیخ سے یہی سوال کیا ان کے شیخ نے فرمایا ان کو لکھ دو کہ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلىٰ اَمْرِهٖ [1] (اللہ جل شانہٗ اپنے کام پر غالب ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے اکابر صوفیہ سے اس واقعہ کو نقل فرمایا کہ عالِم تم کو سرکہ اور حنظل چکھاتا ہے اور عارف تم کو مشک اور عنبر کی خوشبو سونگھاتا ہے۔العالم يذيقك الخل والحنظل والعارف يشمك المسك و العبر

[1] پ ۱۲ سورۂ یوسف ۲۱

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ علما چونکہ احکام تکلیفی (تشریعی) کے بیان کے مظہر ہیں (وہ احکام شریعت بیان کرتے ہیں) اس سلسلہ میں ان کے نفس کو جو کلفت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کو انہوں نے خَلّ و حنظل سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ ارباب معرفت اور اصحاب وجدان حیات اصلی اور حقیقی کی چشمہ کے دھانہ پر پہنچ گئے ہیں اور حضرت خضر علیہ السّلام کی طرح احوال شریفہ کے آب شیریں سے آسودہ ہیں اکابر کی ہم نشینی اور ان کے فیض صحبت کے باعث ان کے احوال سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں اور وہ خود اپنی جمعیت خاطر سے جو بہت ہی خوشبودار ہے متاثر ہیں (اثر پذیر ہیں) اس لیے ان کی فیض رسانی کو مشک وعبز سونگھانے سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت دُریتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ تارکِ دنیا زاہدوں کے مراتب اور خدا پرست عارفوں کے مناصب کے مابین کیا فرق ہے؟ کہ زاہد صرف دنیا کو ترک کیے ہوئے ہے اور عارفانِ حق آخرت کے بھی خواہاں نہیں! سوائے ذات حق کے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ ادنیٰ ترین فرق وہ ہے جو ایک ذرہ اور آفتاب میں ہے اس لیے زاہد کا مقصود آخرت کی لذتوں سے محفوظ ہونا اور وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہے جب کہ عارف کی خواہش اور آرزو مولیٰ کی تجلیات اور جمالِ لایزال کا نظارہ کرنا ہے۔

مصرعہ:۔

به بین تفاوتِ راه از کجاست تا بکجا
تو دیکھ راستہ کا فرق ہے کہاں سے کہاں

حضرت قدوۃ الکبرا جامع صالحیہ دمشق میں تشریف فرما تھے ایک صاحب جو اوصاف عابدانہ اور کمالِ زاہدنہ سے متصف تھے آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ان کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

شعر

سیر زاہد ہر مہی یک روزہ راہ — ماہ بھر زاہد چلے اک دن کی راہ
سیر عارف ہر دمی تا تختِ شاہ — سیر عارف ہر گھڑی تا تخت شاہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خواجہ حافظ شیرازی درگاہ عالی کے ایک مجذوبوں میں سے ہیں اور وہ بارگاہ حق تعالیٰ کے ایک محبوب بندے ہیں وہ مجھ فقیر کے ساتھ نیاز مندی کا تعلق رکھتے تھے ایک مدت تک ہماری ان کی صحبت رہی ہے ایک روز ہم سرراہ بیٹھے تھے کہ اہل معارف اور زاہدوں کے مراتب کی بات ہونے لگی۔ خواجہ حافظ شیرازی نے یہ شعر پڑھا۔

شعر

زروئے دوست دل دشمنان چہ دریابد — رخِ حبیب سے دشمن کے دل کو کیا حاصل
چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا — چراغ مردہ کہاں شمع آفتاب کہاں

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ کسی نے شیخ جعفر خلدی سے دریافت کیا کہ عارف کون ہیں

انہوں نے جواب دیا وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں ہیں اور وہ ہو جائیں تو وہ نہ رہ جائیں یعنی وہ لوگ نہ وہ ہیں اور اگر وہ ہیں تو وہ نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں زبان مبارک سے فرمایا۔

شعر

ایشان کہ بوند ایشان ایشان نبوند ایشان — وہ لوگ جو وہ ہیں وہ لوگ نہیں وہ ہیں
ایشان کہ نہ ایشان اند ایشان ہمہ ایشانند — وہ لوگ نہیں جو وہ سب بالیقین وہ ہیں

عارف کے دل کا آئینہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ عالمِ راز میں عارف کا دل ایک آئینہ ہے جب وہ اس آئینہ میں دیکھتا ہے تو وہ اللہ کو دیکھتا ہے اس کے دل میں ایک جگہ ایسی ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی اس میں جگہ نہیں پاتا۔

حضرت کبیر نے معرفت ذات کو دریافت کیا۔ حضرت ذوالنون مصری سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ذات حق میں علم کا نام جہل ہے اور حقیقت معرفت میں کلام کرنے کا نام حیرت ہے اور اشارہ کرنیوالے کا اشارہ کرنا شرک ہے۔ ذات حق میں بات کرنا نادانی ہے کسی شخص کو اللہ کی ذات وصفات میں گفتگو مناسب نہیں اور جائز نہیں کہ کچھ کہے مگر وہ کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس کو فرما دیا اس کی کیفیت ناقابل ادراک ہے اور ماننے اور تسلیم کرنے کے سوا اس میں کچھ جائز نہیں ہے اور حقیقتِ معرفت میں گفتگو حیرت ہے کیونکہ وہ اپنے کو حقیقت کے حق میں سمجھتا ہے۔ دوسرے سب عاجز اور حیرت زدہ ہیں۔ اپنی بزرگی کو آپ پہچان کر اُسے معرفت باور کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ یا اللہ میں تیری مدح نہیں کرسکتا اور نہ تیری ثنا کرسکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی مدح فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا[1] (اور وہ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کرسکتے) اس کو یہی جان لو کہ وہ ہے اللہ تعالیٰ یکتا و بے مثال اور اشارہ کرنے والے کا اشارہ شرک ہے یعنی شرک خفی کیونکہ اشارہ کرنے والا چاہئیے اور وہ دوئی میں نہیں سماتا۔ وجود حقیقی وہ ہے اور باقی سب بہانہ ہے اور وہ وجودِ ہستی میں فرد ہے۔

مصرعہ

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلُ

(سمجھ لو کہ حق کے سوا سب باطل ہے)

طاہر مقدسی کا قول ہے کہ اگر لوگ عارف کو نور دیکھ پائیں تو اس میں جل جائیں اور اگر عارف وجود کے نور کو دیکھ لے تو سوخت ہو جائے۔ خدا شناسی کی حد نفوس سے اور اسکی تدبیروں سے مجرد ہو جانا ہے۔

حضرت شیخ خیر الدین سدھوری کے قول "عارفان زمانہ کی دو مشہود حالتوں کہ "جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اُس کی زبان گونگی ہوگئی اور اس کا الٹا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہوگئی" کے بارے میں دریافت کرنے پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ معرفت کی دو قسم ہے

---

[1] پ ۱۶ طٰہٰ ۱۱۰

معرفت ذاتیہ اور معرفت صفاتیہ۔صفات کے عارف کی زبان دراز ہو جاتی ہے اور ذات کے عارف کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔یعنی جب بندہ نے کُل کی نفی کی البتہ جزء وجود کل میں داخل تھا اور وہ بھی حقیقت نفی میں ہے اور حقیقت مثبت چاہیئے کہ شے کا اثبات کر سکے۔نفی میں اثبات کا حکم اُس سے اٹھ گیا،ضرور زبان کو گونگا ہو گا اور جب نفی کے جنگل سے سر کو باہر لاتا ہے اور اثبات کے کوچہ میں آتا ہے تو احکام کی فرمانبرداری سے مانوس ہوتا ہے کوئی احکام شریعت کی باریکی اُس سے نہیں چھوٹتی باغیچۂ دل بے حد شادر ہتا ہے اور نورِ بصیرت انوارِ الٰہی کے مشاہدہ اور اسرارِ نا متناہی کے معائنہ سے مسرور ہوتا ہے تو ضرور یہ کہنا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہو گئی اس کی حالت ہر جاتی ہے۔

قطعہ

کشیدہ خنجری از ہیبتِ ذات — بڑی ہیبت سے ہے خنجر کو کھینچا
دریدہ فرق عرفا را بکرات — سرِ عارف کو کتنی بار کاٹا
چو از جامِ صفاتش می چشیدہ — پیا اسکی صفت کا جب پیالا
زجیب لا ابالی سر کشیدہ — گریبانِ خودی سے سر نکالا

حضرت جہانگیر اشرف سمنانی (قدوۃ الکبرا) نے نہایت معرفت کی اس طرح تعریف فرمائی کہ نہایت معرفت حق کا پانا ہے اس طرح کہ اس سے یہ وصف معرفت کبھی جدا نہ ہو جس طرح سے بینائی آنکھ سے اور سماعت کانوں سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی۔

لطیفہ۴

صوفی ومتصوف وملامتی وفقیر

ان کی شناخت اوراس گروہ کے اقسام اورارباب ولایت یعنی غوث واامامان داوتاد
وابراروابدال واخیار کے ذکراور چھپے ہوئے اولیاء کی تشریح ،اورتصّوف کے چیز ہے
اورصوفی کس کو کہتے ہیں؟

قال الا شرف :

الصوفی هوا لموصوف بصفات اللّٰہ سوی الو جوب و القِدَم۔

ترجمہ:- حضرت جہانگیراشرف (قدوۃ الکبرا) قدس سرہٗ نے فرمایا کہ صوفی وہ ہے جوصفاتِ الٰہیہ سے سوائے صفت وجوب (وجب الوجود)اور قِدَم کے موصوف ہو۔

حضرت نورالعین کی درخواست پرحضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا کہ میں نے ترجمہ عوارف المعارف میں اس سلسلہ میں یہ دیکھا ہے کہ مراتب طبقات مردم (ان کے درجات کے اختلاف کے اعتبار سے) تین ہیں اوّل مرتبہ واصلین وکاملین کا ہےاور یہ سب سے بلند طبقہ ہے۔دوسرا مرتبہ سالکوں کا ہے جوطریقہ کمال پرگامزن ہیں یہ طبقۂ وسطٰی ہے۔مرتبہ سوم مقیمان کا ہے جوناقص ہیں۔ یہ سب سے نچلا طبقہ ہے۔حضرت واصلین مقربوں اورسابقوں میں شامل ہیں اورسالک حضرات ابراراصحاب یمین ہیں اورکوئے نقصان میں قیام کرنے والوں کومقیمان کہتے ہیں۔یعنی صاحبانِ نقصان یہ اصحاب الشمال ہیں۔

واصلانِ حق

یہ اہل وصول ہیں جو مرتبہ میں انبیاء علیہ السلام کے بعد ہیں، دوگروہوں پرمشتمل ہیں گر وہ اوّل ان مشائخ صوفیہ کا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اتّباع کے باعث مرتبۂ وصول پرپہنچ گئے ہیں اور اس کے بعد وہ ہدایت خلق کے لئے ماذون و مامور ہوئے بطریق متابعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کامل ومکمل حضرات کا گروہ ہےفضل وعنایت ازلی سے۔ ان کو چشمۂ جمع اور توحید کے عمیق و وسط دریا میں ڈوب جانے کے بعد ماہی فنا کے پیٹ سے تفرقہ و بقا کے ساحل ومیدان میں خلاصی درہائی عطا فرمائی ہے تا کہ مخلوق کو درجات کی کامیابی ونجات کی رہبری کریں۔ طائفہ دوم و ہ جماعت ہے جو درجۂ وصول تک تو پہنچی لیکن کامل مکمل نہ ہونے کی وجہ سےمخلوق کی ہدایت و رہنمائی ان کے سپرد نہیں کی گئی اور یہ ابھی حالِ

جمع میں غرق ہیں اور فنا کے عالم میں پہنچ کر اس طرح نا چیز اور اس میں مستہلک ہوئے ہیں کہ ان کو ساحل تفرقہ و بقا سے کوئی خبر نہیں ملتی ہے۔حال جمع سے نکل کر حال تفرقہ میں نہیں پہنچے ہیں۔ سالکانِ گنبدِ غیرت اور دیارِ حیرت کو طے کرنیوالے حضرت کے زمرہ میں تو یہ حضرات شامل ہو گئے ہیں لیکن درجہ ٔ کمال کے وصول کے بعد دوسروں کی تکمیل ان کے سپرد نہیں کی گئی ہے اور یہ بحرِ حیرت میں اس طرح مستغرق ہوئے اور منزل فنا میں اس طرح پہنچے کہ پھر کسی کو ان کو خبر نہیں ملی۔

گردہ سالکان

حضرت سلوک بھی دو قسم کے ہیں ایک تو طالبانِ مقصدِ اعلیٰ، یہ مریدان وجہہ اللہ میں جن کے بارے میں کہا گیا ہے یُرِیْدُوْنَ وَجْهَه' [1] (وہ اس کے دیدار کے خواہاں ہیں) دوسرا گروہ طالبان متصدِ سفلی کا ہے، یہ مریدان آخرت ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا (وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ [2] (اور تم میں سے طالبانِ آخرت ہیں)

طالبان حق کے دوگروہ ہیں ا۔ متصوفہ ۲۔ ملامتیہ

متصوفہ:۔ یہ وہ جماعت یا گروہ ہے کہ بعض صفات نفسانی سے ان کو رہائی مل گئی ہے اور صوفیہ کے بعض اوصاف واقوال سے متصف ہو گئے ہیں اور صوفیہ کرام کے احوال کی نہایت سے ان کو آ گاہی حاصل ہو گئی ہے، لیکن ابھی تک کچھ نفسانی صفات کے دامنوں میں جو ان کے اندر باقی رہ گئے ہوں الجھے ہوئے ہیں جس کے باعث اہل قرب کی نہایات وغایات تک وصول سے محروم ہیں۔

ملامتیہ:۔ یہ وہ جماعت ہے جس کے افراد صدق واختصاص کے قاعدوں کی محافظت اور اخلاص ومحبت کے معنی کی رعایت میں انتہائی جدوجہد کرتے ہیں لیکن اپنی طاعات کو پوشیدہ رکھنے اور اپنے نیک کاموں کے چھپانے کی پوری پوری کوشش کرنا اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں باوجودیکہ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں کچھ بھی فروگذاشت نہیں کرتے ہیں اور تمام فضائل ونوافل پر کار بند رہنا اپنے لئے لازم جانتے ہیں ان کا مشرب ہر حال میں اخلاص ہوتا ہے اور ان کی لذت اسی میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ ان کے کاموں اور حالتوں کو دیکھے، جسطرح گنہ گار گناہ کے ظاہر ہو جانے سے بچتا ہے اسی طرح یہ حضرات اپنی بندگی کے ظہور سے کہ ریا کا گمان ہے بچتے ہیں تا کہ قانون اخلاص بگڑنے نہ پائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً اس شعر کے مضمون کو ارشاد فرمایا۔

بیت

چوروئے پرستید نت درخداست	عبادت تری گر ہے بہرِ خدا
اگر جبرئیلت نہ بیند رواست	نہ جبرئیل دیکھیں اُسے ہے روا

---

[1] پ ۷ سورۂ انعام ۵۲ [2] پ ۴ سورۂ آل عمران ۱۵۲

بعض حضرات نے طبقہ ملامتیہ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ الملامتی ھوالذی لا یظھر خرًا اد لا یُضمر شرًا (ملامتی وہ ہے جو نہ اپنے خیر کو ظاہر کرے اور نہ اپنے شر کو چھپائے) قال الا شرف الملامتی ھوالذی لا یظھر خیراً و شرًا ۔اشرف کہتا ہے کہ ملامتی وہ ہے جو نہ اپنے خیر کو ظاہر کرے اور نہ اپنے شر کو۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ نے ملامتی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ملامتی وہ گروہ ہے کہ جو کچھ ان کے باطن میں ہے وہ اپنے ظاہری احوال سے اس کو ظاہر نہیں کرتے ۔ باطن کا کوئی اثر ظاہر سے نمایاں نہیں ہوتا اور یہ ایک بہت ہی اعلیٰ گروہ ہے یہ اپنے اطوار سے بڑے بوڑھوں کی نقل کرتے ہیں۔خود کو بوڑھا اور نامرد ظاہر کرتے ہیں اور شرح اس کی یہ ہے کہ ملامتی جب اخلاص کا مزہ حاصل کرلیتا ہے اور صدق اس کے اندر متحقق ہوجاتا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اس کے احوال سے اس کے حسن و جمال سے اور اس کے اعمال سے آگاہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب میں سفر روم کی مسافت طے کررہا تھا وہی روم جس کے بارے میں کہا گیا ہے مادخلہ المعصوم (اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا) تو جنگل میں ایک شخص کا ساتھ ہوگیا۔ مجھے قطعاً پتہ نہیں چلتا تھا کہ ان کا تعلق کس مذہب سے ہے اور کس قسم کی عبادت کرتے ہیں آخرکار (مدت کے بعد) یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک ولی کامل ہیں۔اور فقیر کے ساتھیوں میں کمال جوگی اسی طبقہ سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک بار شہر سبزوار کی جامع مسجد سے گذر رہا تھا قریب ہی ایک باغ گلہائے رنگارنگ سے آراستہ تھا۔ بڑی عمدہ عمدہ روشیں اور پھولوں کے تختے کھلے ہوئے تھے، ایک تختہ پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پہلو میں ایک حسین و جمیل عورت تھی اور صراحی سامنے رکھی تھی اور طرح طرح کے ماکولات موجود تھے اور وہ کچھ شعر گنگنا رہا تھا اور خوب ہنسی مذاق کی باتیں ہورہی تھیں ہم نے خیال کیا کہ یہ جوان شراب پیئے ہوئے ہے اور لہو میں مبتلا ہے نشہ میں چہک رہا ہے یہ سب کچھ نفس امارہ کا کرشمہ ہے آخرکار یہ پتہ چلا کہ وہ عورت اس کی بیوی تھی اور صراحی میں شربت گلاب تھا جو پی رہے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ ملامتی صوفیہ کا گروہ عزیز الوجود اور شریف الحال ہونے کے باوجود چونکہ ان سے کلی طور پر وجود خلقیہّ کا حجاب دور نہیں ہوتا اس لیے وہ جمال توحید کے مشاہدہ اور حال توحید کے معائینہ سے محجوب رہتے ہیں کیونکہ خلق کی نگاہ سے اس درجہ اعمال و احوال کو چھپانا ٹھیک طور پر ظاہر کرتا ہے کہ وہ خلق اور اپنے نفس کے وجود کو دیکھتے ہیں جو حقیقت توحید کے خلاف ہے اور نفس بھی حالِ اغیار سے ہے وہ لوگ اب تک اپنی حالت کو دیکھتے ہیں اپنے اعمال و احوال کے مشاہدہ سے اغیار کو پری طرح نہیں نکالا ہے۔

ان کے اور صوفیہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ عنایت ایزدی کی بدولت صوفیہ کو اپنے وجود سے بطور کلی رہائی مل گئی ہے اور خلق کا اور انانیت کا حجاب ان کے مشاہدہ (شہود) کی نظر سے پوری طور پر اٹھالیا گیا ہے۔ پس بے شک وشبہ یہ حضرات طاعات و بندگی اور صدورِ خیرات (اعمالِ خیر) میں خود کو اور مخلوق کو اپنے درمیان نہیں پاتے ہیں اس طرح نظر خلق کی اطلاع سے محفوظ و مامون رہتے ہیں اور وہ اپنے احوال کے اخفا اور ستر احوال میں کسی خاص بات کے پابند نہیں ہیں اگر وہ اظہار بندگی کو مصلحت وقت سمجھتے ہیں تو اس کو ظاہر کر دیتے ہیں اور اگر اس کا اخفا مناسب سمجھتے ہیں تو اس کو چھپاتے ہیں۔ پس ملامتیہ مخلِص ہیں (لام کے زیر کے ساتھ) اور صوفیہ مخلَص ہیں (لام کے زبر کے ساتھ ارشاد ہے انا اخلصنٰھم بخالصۃ [1] (ہم نے ان کو خالص کر دیا ہے نعمت خاص کے ساتھ) ان کا وصف حال ہے۔

طالبانِ آخرت کے چار گروہ ہیں ۱۔زہاد ۲۔فقراء ۳۔خدام ۴۔ عباد

زہاد:۔

یہ وہ لوگ ہیں جو نورِ ایمان و ایقان سے جمال آخرت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دنیا کو صورت قبیح میں دیکھتے ہیں اور یہ حضرات فنا ہونے والی بیہودہ زینت کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ہمیشہ رہنے ولی حقیقی خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں اور ان لوگوں کی صوفیہ سے علیحدگی یہ ہے کہ زاہد اپنے حظِ نفس کے سبب حق سے حجاب میں رہ جاتا ہے کیونکہ بہشت حظِ نفس کا مقام ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے فِيْهَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ [1] (اس میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی نفس خواہش کرے گا) اور صوفی تو جمال ازلی کے مشاہدہ اور ذات لم یزلی کی محبت میں دونوں جہاں سے محجوب ہوتا ہے جس طرح دنیا میں اس کو رغبت نہیں رہتی اس طرح آخرت سے بھی اس کی رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ پس صوفی کا زہد میں جو مرتبہ اور درجہ ہے وہ اس زاہد کے مرتبہ سے جداگانہ ہے کہ جس سے خواہش نفس بالکل علیٰحدہ ہے۔

فقراء:۔

یہ ایسا گروہ ہے جو دنیاوی ساز و سامان میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور جنہوں نے فضل و کرم ایزدی کی طلب میں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی خاطر سب چیزوں کو ترک کر دیا ہے ترک اسباب دنیاوی کا باعث ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے۔ پہلی چیز اور پہلا باعث تو حساب میں تخفیف یا خوف عذاب ہے کہ حلال چیزوں کے صرف کا حساب ہوگا۔ اور حرام چیزوں پر عذاب و عتاب، دوم یہ کہ توقع فضل ثواب میں اور جنت میں اغنیا سے پہلے داخل ہونے کی امید میں کہ فقراء اغنیا سے پانچ سو سال پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ سوم یہ کہ سکون دل واطمینان قلب نصیب ہوتا کہ حضور دل کے ساتھ زیادہ عبادت کی جا سکے۔ فقراء کا ملامتیہ ومتصوفہ سے فرق اس میں ہے کہ وہ طالب بہشت اور اپنے حظ نفس کے خواہاں ہیں اور یہ حضرات حق تعالیٰ اور اس کے قرب کے خواہاں میں اور اُس

---

[1] پ ۲۵ سورۃ الزخرف ۷۱

مرتبہ کے سوا فقر میں ایک مرتبہ اور مقام ایسا ہے جو ملامتیہ اور متصوفہ کے مقام سے بلند اور وراہے۔ اور دہ خاص صفت صوفی کی ہے اس لیے کہ صوفی کا مرتبہ اگر چہ فقر سے ورا اور بلند ہے لیکن اس کے مقام کا خلاصہ اس کے مقام میں موجود ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ صوفی کے لیے شرط ہے کہ وہ جملہ شرائط ولوازم کے ساتھ مقام فقر سے عبور کر چکا ہو۔ اب وہ جس مقام پر اپنے اس مقام سے ترقی کرے گا اس کے تقویٰ اور صفا میں اضافہ ہوگا اور وہ زیادہ نمایاں ہوگا اور ہر مقام پر وہ اپنا رنگ دکھلائے گا۔

پس فقر صوفی کے مقام میں یعنی فقر صوفی کے اندر ایک مزید وصف کی حثیت رکھتا ہے۔ صوفی میں یہ فقر تمام اعمال واحوال ومقامات میں اس کی ذات سے سلبِ نسبت بن جاتا ہے اور پھر کسی چیز پر اس کا تملک باقی نہیں رہتا۔ اس طرح کہ وہ کسی کام میں یا اپنے کسی حال میں اور کسی مقام میں خود کو موجود نہیں پاتا۔ اور اپنی ذات سے عمل، حال اور مقام مخصوص نہیں گردانتا بلکہ وہ خود کو بھی بھول جاتا ہے ان احوال میں اپنی ذات کو کارفرا نہیں پاتا۔ پس اس صورت میں نہ اس کا وجود رہتا ہے، نہ ذات اور نہ صفت وہ محو در محو و فنا در فنا کی منزل پر ہوتا ہے۔ یہی وہ فقر ہے جس کے فضائل میں مشائخ کرام نے بہت کچھ فرمایا ہے۔ اس سے قبل جو کچھ فقر کے بارے میں کہا گیا ہے وہ فقر رسمی ہے اس فقر کے بارے میں شیخ عبداللہ خفیف قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ الفقر عدم الا ملاك و الخروج عن احكام الصّفات (مالکیت کا نہ ہونا اور احکام صفات سے بارہ ہونا فقر ہے) یہی فقر کی جامع تعریف ہے فقر کی رسم وحقیقت دونوں کو شامل ہے۔ بعض مشائخ نے فقر کی تعریف اس طرح بھی کی ہے الفقير هو الذى لا يَمْلِكُ و لا يُمَلّكُ (فقیر وہ ہے جو نہ مالک ہو نہ مالک کرے)

صوفی کی مقام فقیر سے برتری اس اعتبار سے ہے کہ فقیر ارادت فقر اور ارادتِ حظِ نفس سے محجوب ہوتا ہے یعنی وہ ارادتاً فقر اور ترکِ حظِ نفس کو اختیار کرتا جبکہ صوفی کے لئے کوئی ارادہ مخصوص نہیں ہے۔ فقر ہو یا غنا اس کا ارادہ ارادۂ حق میں محو ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ارادہ عین ارادتِ حق ہوتا ہے اسلئے اگر وہ صورت فقر اور رسم کو اختیار کرتا ہے تو اپنے ارادہ واختیار سے نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ارادہ تو حق کی ارادت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ ابو عبداللہ کا اس سلسلہ میں یہ قول نقل فرمایا کہ:۔

الصوفى من الستصفاه الحق لنفسه توَدُّرًا وا لفقير من استصفا نفسه فى فقره تقرباً (صوفی وہ ہے جسکو حق تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے لئے منتخب فرمالیا ہے اور فقیر وہ ہے جو خود اپنے فقر میں بغرض عبادت صفائی کا طالب ہے)

بعض حضرات نے اس طرح تعریف کی ہے:۔

الصوفى هو الخارج عن النعوت وا لرسوم د الفقير هوالفاقد للا شياء

(صوفی وہ ہے جو باہر نکل گیا ہے صفات ورسوم (کی قیود) سے اور فقیر وہ ہے جس نے چیزوں کو گم کر دیا ہے)

حضرت نورالعین کی درخواست پر حضرت قدوۃ الکبرا نے آثار فقیر کے متعلق فرمایا کہ جب حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سے دریافت کیا گیا کہ درویش کے لیے کم سے کم کیا خوبی اور وصف ہونا چاہیئے کہ فقر کا لقب اس کے لیے سزاوار اور موزوں ہاجائے انہوں نے فرمایا ان تین باتوں سے کم اس میں نہیں ہونا چاہیئے اول صحیح اور درست پیوند لگانا جانتا ہو۔ دوم سچ بولنا جانتا ہو اور سچ بات سننا پسند کرتا ہو۔ سوم زمین پر ٹھیک طرح پاؤں رکھنے سے واقف ہو۔ جب انہوں نے یہ بات فرمائی تو اس وقت میرے ساتھ کچھ اور درویش بھی بیٹھے تھے۔ جب ہم ان کے خدمت سے اٹھ کر اپنی منزل پر واپس آئے تو میں نے کہا کہ آؤ ہم میں سے یہ ایک سلسلہ میں کچھ کہے۔ چنانچہ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اس میں کہا جب میری نوبت آئی تو میں نے کہا کہ ٹھیک ٹھیک پیوند لگانا یہ ہے کہ مرقع کو فقر کے ساتھ سیا جائے نہ کہ زینت کے ساتھ اگر مرقع میں تم فقر کے ساتھ پیوند لگاؤ گے تو درست نہ ہونے کی صورت میں بھی درست اور موزوں ہوگا۔ سخن درست کہنا اور سننا یہ ہے کہ زندگی میں اسکو سنے نہ کہ مردگی میں اور معقول بات کہے نہ کہ مذاق کرے اور اسکے بھید کو کیف وحال سے سمجھے نہ کہ عقل سے، اور زمین پر ٹھیک پاؤں رکھنے سے مراد ہے کہ زمین پر پاؤں وجد کے عالم میں رکھے وجد میں پاؤں زمین پر مارے لہو ولعب کے لیے نہیں! میری اس تشریح کو بعینہ ان بزرگ (شیخ ابوالقاسم گرگانی) کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے سُن کر فرمایا:۔ اصاب علی اجر اللّٰہ تعالیٰ اس نے حق تعالیٰ کے اجر پر ٹھیک بات کہی (یعنی جو کچھ کہا درست کہا۔ اللہ اس کا اجر عطا فرمائے) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ اوصاف اس کے لیے ضروری ہیں جو فقر جو فقر حقیقی پر پہنچ گیا ہے برخلاف فقراء رسمی کے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس طائفہ کے لیے ضروری ہے کہ خود کو لباس فقر سے آراستہ کریں اگر اس کا فقر درجاتِ اخروی کے حصول کے لیے ہو تو بہتر ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقر کو اختیار فرمایا ہے۔ فقرا کے درجات عالیہ اور مقامات متعالیہ کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ ان سے معمولی سی بے التفاتی فرمانے پر باری تعالےٰ کی جناب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا:۔

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ[1]

(اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ ثابت قدم رکھیئے جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اس کے دیدار کے خواہاں ہیں)

بات یہ تھی کہ جب تک اصحاب صفہ میں سے ایک بھی صحابی مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہوتا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان ہی کی طرف توجہ فرماتے اور مصروف گفتگو رہا کرتے اور کسی

---

[1] پ ۱۵ سورہ کہف ۲۸

کی طرف آپ توجہ نہ فرماتے اور حضور کی چشم مبارک انہی پر مرکوز رہتی ۔ یہ آیت ان ہی اصحاب کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی جس کی تفصیل یہ ہے:۔

قریش کے سرداروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحاب صفہ کے ساتھ یہ التفات خاص حسد کا باعث بن گے۔ چنانچہ یہ لوگ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر آپ ان مسلمانوں کے ساتھ جو سوائے حق پرستی اور عبادت گزاری کے اور کسی حیثیت کے مالک نہیں ہیں، بات چیت ترک نہ کرینگے تو ہم آپ کے پاس آنا چھوڑ دیں گے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط قبول فرمانا مناسب نہیں سمجھا۔ جب کفار اس امر سے ناامید ہوئے تو بولے کہ اچھا ان سے قطع کلام نہ کیجئے تو اتنا ہی کیجئے کہ ہماری موجودگی میں اور ہم سے گفتگو فرماتے وقت آپ ان لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا کریں گے جب تک ہم اسلام قبول نہ کرلیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط منظور فرمالی کہ مجلس میں ان سرداروں کی موجودگی میں آپ اصحاب صفہ کی طرف توجہ نہیں فرمائیں گے کیونکہ آپ ہمیشہ سے اس امر کے خواہاں تھے کہ یہ رؤسائے قریش اسلام قبول کرلیں اس وقت اس بارے میں اس آیت کا نزول ہوا۔ ان ہی اصحاب صفہ میں حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بھی تھے جب کبھی ان پر خاص کیفیت طاری ہوا کرتی تھی تو اس وقت وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ ہوں جس کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ناخوشی کا اظہار فرمایا ہے ان کا اشارہ اس وحی کی طرف ہوتا تھا جو اس قضیہ میں نازل ہوئی تھی۔

حضرت دریتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ بعض ارباب فضائل فقر پر غنا کو فضیلت دیتے ہیں یہ کیا صورت ہے اس لیے کہ اگر غنا کو فقر پر فضیلت حاصل ہوتی تو سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَاطَغیٰ [1] (آپ کی نگاہ نے کسی طرف میل نہیں کیا اور نہ حد سے بڑھی) کے لباسِ اعلیٰ سے آراستہ ہوتے؟

آداب المریدین میں کہا گیا ہے کہ ارباب تصوف و مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے وہ بھی جبکہ دولت مندی رضاء الٰہی کی موجب ہو تو اگر کوئی دلیل میں قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے پیش کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ اوپر والا ہاتھ بزرگی حاصل کرتا ہے اپنے پاس کی چیز کو نکالنے سے اور نیچے والا ہاتھ نقصان پاتا ہے اوپر والے ہاتھ کی چیز کے لینے سے تو سخاوت اور بخشش کی فضیلت بیان کرنے میں فقر کی بزرگی کی دلیل ہے تو جس نے فقر پر دولتمندی

---

[1] پ ۲۷ سورہ النجم ۱۷

کوترجیح عطاو بخشش کے سبب دی ہے وہ ایسا ہے جیسا کسی نے گناہ کو عبادت پر ترجیح فضیلتِ توبہ کے سبب دی۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا کہ میانہ روی اختیار کرو اور بلاشبہ تھوڑی روزی پر خوش رہنا تھوڑے سے عمل کو پاک کر دیتا ہے۔ (ہر عمل میں اعتدال اختیار کرنا چاہیئے اور قلیل روزی پر بھی خوش ہونا چاہیئے اور قناعت اختیار کرنا چاہیئے)

حضر قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابوالعباس نہاوندی فرماتے ہیں کہ:

الفقر بداية التصوف — فقر تصوف کی ابتداء ہے

زہد اور فقر میں فرق یہ ہے کہ فقر بغیر زہد کے پایا جاسکتا ہے جسے کوئی شخص عزم راسخ وثابت کے ساتھ دنیا کو ترک کر دے لیکن اس کی رغبت پھر بھی دل میں باقی رہے اسی طرح زہد بغیر فقر بھی ممکن ہے جیسے کوئی شخص اسباب رغبت مال ومتاع کے باوجود اس سے گریزاں ہو۔ فقر کی ایک رسم ہے اور ایک حقیقت ہے، فقر کی رسم کا تو املک کا نہ ہونا ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کا اختصاص کو اپنے ساتھ باقی نہ رکھے) رسمِ فقر زہد میں موجود ہے (کہ زہد میں املاک کا عدم ہوتا ہے) اور حقیقت ومعنی زہد یہ ہیں کہ رغبت دنیا سے صرف نظر کرے (دنیا سے رغبت نہ رہے) خداوند تبارک وتعالیٰ جب اپنے بعض خاص بندوں (اولیاء) کو اپنی عزت کے دامن میں پناہ دے دیتا ہے تو ان کو غیروں کی نظروں سے چھپا دیتا ہے اور بظاہران کو غنا (توانگری) کا لباس پہنا دیتا ہے جو رغبت کی ایک صورت ہے تا کہ اہل ظاہران کو دنیا کے توانگروں ہی میں شمار کریں (ان کو صاحبان دولت جانیں) اس طرح اللہ تعالےٰ ان کے جمال حال کو نامحرموں کی نظر سے پوشیدہ رکھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فقر وزہد دونوں ہی صوفی کے حال کے لوازم ہیں۔

چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ مجدالدین بغدادی (قدس سرہٗ) کی خانقاہ کے لنگر کا خرچ ۲ لاکھ دینار زرِسرخ تھا (دولاکھ اشرفی) میں نے حساب لگایا تھا کہ انہوں نے ۵ لاکھ دینار کی جائیداد خانقاہ کے لیے وقف کر دی تھی کہ یہ ان صوفیہ پر خرچ کی جائے جن کا تعلق ہمارے سلسلہ سے ہو۔

حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی کے توبہ کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی (قدس سرہٗ) سمنان کے شاہی خاندان سے تھے اور اس فقیر (اشرف جہانگیر) کے اقربأ میں سے تھے انکے توبہ کا سبب یہ ہوا کہ پندرہ برس کی عمر میں سلطان وقت کی خدمت میں رہتے تھے ایک جنگ کے دوران جو حضرت سلطان ابراہیم (نور اللہ مرقدہٗ) کے دشمنوں سے لڑنا پڑی تھی آپ پر جذب وشوق پیدا ہوا اور آپ میدان جنگ سے نکل کر عازم بغداد ہوگئے، اور بغداد پہنچ کر حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرتی

کی صحبت میں سلوک کی منازل طے کیں، ترک تجرید وتفرید کے بعد آپ کی خانقاہ کا یومیہ خرچ ایک سو اشرفی تھا۔ یہ خانقاہ سکاکیہ جو اس فقیر کے آباؤ اجداد کی طرف سے سمنان میں تعمیر ہوئی تھی، موجود ہے اس زمانہ میں شیخ خانقاہ، شیخ علاء الدولہ سمنانی تھے۔

بعض مشائخ صوفیہ نے رسمِ فقر کو اختیار کیا ہے اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السّلام کی اقتدا کریں اور دنیا سے کم سے کم تعلق رکھیں اور اپنی زبان حال سے طالبان حق کو دعوت دیں اور ان میں رغبت پیدا کریں۔ ان کا رسم فقر کو اس طرح اختیار کرنا اختیار حق کے لیے ہوتا ہے حظّ آخرت کے حصول کے لیے نہیں ہوتا۔

خدّام:۔ یہ وہ حضرات ہیں جو فقیروں اور طالبانِ حق کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یاداؤ داذار أیت لی طا لباً فکن له خادماً (اے داؤد! جب تم میرے کسی طلب کو دیکھو تو اس کے لئے خادم بن جاؤ)

یہ حضرت اپنا تمام وقت ادائے فرائض کے بعد حضراتِ صوفیہ کی خدمت میں ان کی آسودگی خاطر کے لیے صرف کرتے ہیں اور ان کے لیے امور معاش کے اہتمام میں مصروف رہتے ہیں اور برحسب استعداد اَمر معاد میں بھی تعاون کرتے ہیں اس خدمت کو نوافل اور عبادتوں سے مقدم سمجھتے ہیں ان حضرات کی ضروریات کی فراہمی میں ایسے ہر طریقہ کو اختیار کرتے ہیں جو نہ موم نہ ہو۔ ان میں سے بعض حضرات کسب کو بعض گداگری کو اختیار کر لیتے ہیں اور بعض فتوح حاصل کر کے ان کی ضروریات پوری کرتے ہیں اور اس لینے دینے (اخذ وعطا) میں ان کی نظر حق پر ہوتی ہے اور خلق کو لینے میں عطاء الٰہی کا واسطہ جانتے اور دینے میں قبول کر ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا (تقریباً یہ الفاظ تھے) کہ حضرت شیخ ابواسحاق بن شہریار گازرونی فقراء ہی کی خدمت سے اس بلند مرتبہ پر پہنچے تھے اور مقصود اعلیٰ کو حاصل کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ شیخ ابواسحاق قدس سرہ گازرون کے ایک گاؤں میں کپڑا بننے کے کام میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت شیخ ابوعلی حسین بن محمد فیروز آبادی جو اصحاب توحید کے پیشوا اور مقدائے ارباب تفرید گزرے ہیں اور ایک صاحب ولایت اور صاحب تصرف بزرگ تھے سفر کی حالت میں تھے اتفاقاً ان کا گزر اس گاؤں میں ہوا۔ شیخ ابو اسحاق کو انہوں نے تانے بانے کی درستی میں مشغول پایا جیسے ہی شیخ ابوعلی کی نظر شیخ ابواسحاق پر پڑی تو اپنے نور ولایت سے ان کو حاصل ہونے والے مراتب کی حقیقت کو پہنچ گئے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ نسّاج اپنے زمانہ کا قدوۃ الاولیاء اور زبدۃ الاصفیا ہوگا۔ آپ نے شیخ ابو اسحاق سے فرمایا آؤ! میرے مرید ہو جاؤ شیخ ابواسحاق نے کہا کہ میں مرید کے آداب اور طریقوں سے واقف نہیں ہوں یہ بہت ہی سادہ لوح تھے انوار رشد و

ہدایت ومرید ومراد کے رموز وآثار سے ان کو آگاہ ہی نہیں تھی حضرت شیخ ابوعلی نے فرمایا کہ:۔اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَا یِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَا یِعُوْنَ اللّٰہَ ط ۱؎ (وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں) کے ارشاد کے مطابق اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور کہو کہ میں آپ کا مرید ہو گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ ابواسحاق نے ایسا ہی کیا اور اس طرح وہ حضرت شیخ ابوعلی کے مرید ہو گئے۔ جب ان کو مرید کرلیا گیا اور شیخ ابو علی سفر پر روانہ ہونے لگے تو حضرت شیخ ابواسحاق نے عرض کیا کہ اب جب کہ آپ نے مجھے مرید کرلیا ہے تو مجھے کچھ وصیت بھی فرمایئے تا کہ میں اس پر کاربند رہوں۔ آپ نے فرمایا کہ فی الوقت تمہارے لیے میری یہی وصیت ہے کہ فرائض کے ادا کرنے کا پورا پورا خیال رکھو اور جو کچھ کھاؤ اس میں سے کچھ فقراء کو حصہ مقرر کردو تا کہ ان کی مہمانی میں صرف کرو انہوں نے اس بات کو قبول کرلیا اور وہ پیر کے اشارہ پر کاربند ہو گئے اور اپنی خوراک کا کچھ حصّہ فقیروں کی خدمت میں پیش کردے کرتے تھے۔ ایک دن اتفاق سے تین بزرگ جو صاحب تصرف تھے ان کے گاؤں میں وارد ہوئے۔ شیخ ابواسحٰق ان حضرات کیلئے آشِ جو پکانے لگے کھانا ابھی تیار نہیں ہوا تھا کہ تینوں درویش ان کے گاؤں سے روانہ ہو گئے حضرت شیخ ابواسحٰق اسی طرح نے پکا ہوا کھانا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور ان بزرگوں کے پیچھے دوڑے اور اپنے حصہ کی تین روٹیاں جو موجود تھیں ان کے سامنے رکھ دیں' جب انہوں نے وہ روٹیاں کھالیں تو کہا کہ اس بافندے (جولاہے) نے تو اپنا کام پورا کردیا ہم کو بھی اس کیلئے کچھ کرنا چاہیئے۔

شعر

کسی کزتو وفائے پیش کردہ — کسی نے کیا تم سے گر ہے وفا
چوازوی بگذری انصاف نبود — جو منصف ہو دو اسکو پوری جزا

چنانچہ ان میں سے ایک بزرگ نے کہا کہ میں اسکو دنیا دیتا ہوں' دوسرے نے کہا کہ دنیا کی راحت وآسودگی سے یہ تفرقہ میں پڑ جائے گا میں اس کو دین دیتا ہوں تیسرے بزرگ نے فرمایا کہ ہم لوگ جواں مرد ہیں اور اللہ کے خزانہ میں جو خزائن السمٰوات والارض ہے کسی چیز کی کمی ہے اس کو ہم دنیا بھی دیتے ہیں اور دین بھی دیتے ہیں۔ یہ فرما کر تینوں بزرگ روانہ ہو گئے۔

حق تعالیٰ نے ان بزرگوں کے پاک انفاس کی برکتوں سے دین کی منزل میں آپ کو ایسے بلند مرتبہ پر پہنچایا کہ شیخ ابواسحاق بہت سے اکابر کے پیشوا بن گئے اور دنیا کے معاملات اور اسباب میں آپ کے حیثیت یہ ہوئی کہ ان کے مزار متبرکہ پر پانچ سو دینار کا لنگر فقراء کو کھلایا جاتا ہے۔

آپ کا مرقد اور مزار شریف ایک گھاٹ کے قریب واقع ہے ۔ قافلہ والے اور مسافر اس قدر

۱؎ پ ۲٦ سورہ ٔفتح ۱۰

فتوح اور نذرانے پیش کرتے ہیں کہ اسکی تشریح وتفصیل ناممکن ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بہت سے اہل حرفہ اس شرف و بزرگی سے مشرّف ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے علم حال کو علم قال پر فوقیت بخشی ہے، مولانا رومی فرماتے ہیں:

شعر

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شدی | گر نہ علم حال فوق قال ہے کیسے بنا
بندہ اعیاں بخارا خواجہ نساج را | بندہ سردار بخارا خواجۂ نساج کا

بہت سے اکابر صوفیہ نے خواجہ نسّاج سے ان بزرگ ابواسحاق نساج کے علاوہ ایک دوسرے خواجہ ابوبکر نسّاج کو سمجھا ہے یعنی ابواسحاق نساج کے علاوہ ایک دوسرے بزرگ کی ذات گرامی مراد لی ہے اور بعض اکابر نے خواجہ نسّاج سے شیخ ابواسحاق گاذرونی ہی کی شخصیت مراد لی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیہ کاملین بھی خدام کے لیے جو کچھ مناسب ہوتا تھا اس کا خیال رکھتے تھے اور ان کی کسی ایسی بات کی طرف ملتفت ہی نہیں ہوتے تھے جو ان کے لیے ناگواری کا موجب بنتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا کی شیخ ابولعباس قصاب جو ایک صاحب کرامات بزرگ تھے اور بڑے صاحبِ فہم وفراست تھے اور وہ غوث وقت تھے ایک دن ان کی ملاقات کے لیے ایک نادان مصر سے شہر آمل میں ان کی خدمت میں آیا لیکن اس نادان نے شیخ کو سلام تک نہیں کیا اور پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد وہ طہارت خانہ میں گیا وہاں کچھ کوزے رکھے ہوئے تھے جن سے لوگ ہاتھ منہ دھوتے تھے وہ ان میں سے ایک اٹھالیتا اور توڑ ڈالتا یہاں تک اس طرح اس نے وہ تمام کوزے توڑ ڈالے اس کے بعد اس نے خدّام سے کہا کہ جاؤ اپنے شیخ سے کہو کہ مجھے اور کوزے درکار ہیں لوگوں نے شیخ سے یہ بات کہی اور کہا کہ جس قدر کوزے وہاں تھے وہ سب کے سب اس نے توڑ دیے ہیں۔ شیخ نے فرمایا جاؤ بازار سے اور خرید لاؤ لوگ لے آئے، وہ اس بات سے غافل طہارت خانہ سے نکلا اور کہا کہ مزید کوزے کیوں نہیں لائے اگر کوزے نہیں ہیں تو شیخ سے کہو کہ اپنی داڑھی مجھے دے تاکہ میں اس سے استنجا کرلوں۔ شیخ نے اسکی یہ بات سُن لی، اپنی جگہ سے کود ے اور اپنی لمبی سفید نورانی داڑھی کو دونوں ہاتھوں میں لئے ہوئے آگے بڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے پسرِ قصاب کا نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ اس کی داڑھی استنجا کرنے کے قابل ہے، اس غافل نے یہ بات سن لی اور فوراً شیخ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ اے شیخ! میں آپ سے مسلمان ہوتا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا بھائیوں کی خدمت سے جی چرانا مقصود خدمت سے محرومی کا موجب ہے۔ شیخ ابوعبداللہ کا ارشاد ہے:۔ من تعذر عن خدمة اخوانه اورثه الله تعالیٰ ذُلّا لا انفکا ك منه له ابدًا ۔(جو کوئی اپنے دوستوں کی خدمت میں دریغ کرتا ہے اس کو حق تعالےٰ ایسی ذلت دیتا ہے کہ پھر کبھی اس سے چھٹکارا نہیں ملتا، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مخلوق کی خدمت سعادت کی نشانی ہے جو کوئی خدمت خلق کا عادی ہو جاتا ہے وہ خالق کی خدمت بآسانی کر لیتا ہے۔ مظاہرِ کائنات خداوند تعالیٰ کی صفات کے

مظہر ہیں۔اس اعتبار سے مخلوق کی خدمت عین خالق کی خدمت ہے۔آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیخ ابو طالب خزرج شیراز میں آئے وہ پیٹ کے مرض (علّتِ شکم) میں مبتلا تھے۔خانقاہ کے مشائخ نے فرمایا کہ ان کی خدمت کون اپنے ذمہ لیتا ہے۔شیخ خفیف نے ان کی خدمت کرنا قبول کیا۔ ہر رات میں وہ پندرہ مرتبہ یا سترہ مرتبہ (پانزدہ یاہفتدہ بار) ضرورت کے لیے اٹھتے تھے (اور شیخ خفیف ان کی خدمت بجالاتے تھے) شیخ عبداللہ خفیف فرماتے ہیں کہ ایک رات میں ان کی خدمت میں حسب دستور موجود تھا۔ بہت رات ہو چکی تھی۔ مجھے کچھ غنودگی سے آ گئی۔ یکبارگی انہوں نے مجھے آواز دی۔ میں نہیں سن سکا۔دوبارہ انہوں نے مجھے پھر پکارا میں نے پر نہیں سنا۔ان کے تیسری بار آواز دینے پر میں اٹھا اور طشت لے کر ان کے پاس پہنچا۔انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اے برخوردار اجب تم مخلوق کی خدمت بھی اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے تو تم خالق کی خدمت کس طرح انجام دے سکتے ہو۔اسی طرح ایک اور موقع پر میں موجود نہ تھا تو انہوں نے مجھے پکارا اے شیرازی! میں نے ان کی آواز نہیں سنی۔دوسری مرتبہ پھر آواز دی اور فرمایا اے شیرازی! تجھ پر اللہ کی پھٹکار۔ میں یہ سن کر فوراً طشت لے کر دوڑا۔

اس موقع پر شیخ علی ویلمی نے شیخ ابوعبداللہ خفیف سے دریافت کیا کہ تم نے ان کو پھٹکار اور لعنت کس طرح سُن لی۔انہوں نے جواب دے جس طرح رَحِمَكَ الله دعا کی صورت میں سنا جاتا ہے۔(یعنی مجھ پر ان کی لعنت کچھ بار نہیں گزری اور میں نے اس کو خوش دلی کے ساتھ سن لیا) پس جس شخص نے استاد کے سامنے عاجزی نہیں کی اس کی مار نہ کھائی اور اس کی لعنت و پھٹکار نہیں سنی اور یَرۡحَمَكَ الله سننے کی خواہش دل سے دور نہیں کی اور درد ناکامی کو گوارا نہیں کیا وہ خودی سے آزاد نہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ درویشوں کی خدمت کے سلسلہ میں کسی امتیاز کو روا نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ حضرات جنہیں تم خدمت میں امتیاز دوگے ان کا حال تم پر ظاہر نہیں ہے تو تم سب کی خدمت کرو تا کہ تمہارا مقصد حاصل ہو اور مطلب فوت نہ ہوئے۔

بیت

خورش دہ بہ کنجشک وکبک وحمام — کبوتر، چڑا کبک کودے غذا
کہ یک روزت افتد ہمائی بدام — کہ اک دن ترے دام میں ہو ہما
دراوباش پاکان شوریدہ رنگ — ہیں اوباشوں میں پاک شوریدہ رنگ
ہمان جایٔ تاریک لعل است وسنگ — اندھیرے میں ہے لعل بھی اور سنگ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نفلی عبادت خدمت سے بہتر ہے ان کا یہ خیال غلط ہے اس لیے کہ خدمت کا نتیجہ دوسرے دلوں میں اپنی محبت اور اپنا مقام پیدا کرتا ہے اسی لیے کہ خدمت احسان ہے اور محسن سے محبت کرنا لازمی بات ہے: جبلت القلوب علیٰ حب من احسن الیھا۔

(دلوں کی فطرت میں ان سے محبت کرنا جنہوں نے احسان کیا ہے داخل کر دیا گیا ہے) نفلی عبادتیں بلحاظ مژہ ونتیجہ پاک دل والوں کی محبت' جوخدمت کا نتیجہ ہے' کے برابر نہ ہونگی ۔ آپ نے مکرر یہ شعر پڑھا۔

شعر

خدمت ترا بلنگرۂ کبریا کشد   خدمت سے ہو رسائی بدرگاہِ کبریا
این سقف گاہ رابہ ازین نردبان مخواہ   اس چھت کا اس سے بڑھ کے نہ زینہ تلاش کر

بیت

ارادت نداری سعادت مجوئ   ارادت نہیں تو سعادت نہیں
بچوگانِ خدمت تو ان برد گوئ   بغیر اس کے جیتا ہے کوئی کہیں

شعر

دست بزن درکمرِ مقبلان   خواب پکڑلے کمرِ مقبلاں
سرمکش ازخدمتِ روشندلان   چھوڑ نہ تو خدمتِ روشندلاں

تقریباً ان الفاظ میں آپ نے فرمایا کہ شیخ ابوعلی فارمدی جو پیشوائے اولیاء تھے اور سرآمد علمائے زمانہ تھے، جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو منزلِ طریقت وتصوف کے راستہ پر قدم رکھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ان کی خدمت میں مصروف رہنے لگے ایک روز امام کے استاد گرمابہ میں تشریف لے گئے تھے ۔ امام کہتے ہیں کہ میں تنہا گیا اور غلسخانہ میں پانی کے چند ڈول ڈال دیئے ۔ جب استاد ابوالقاسم غسل خانہ سے باہر تشریف لائے اور نماز ادا کر لی تو فرمایا کہ گرمابہ میں پانی کس نے نے ڈالا تھا ۔ میں نے اپنے دل میں کہا شاید مجھے سے کوئی بے ادبی ہوگئی ہے اس وجہ سے میں خاموش رہا ۔ انہوں نے پھر دریافت کیا میں نے پھر جواب نہیں دیا ۔ تیسری مرتبہ جب انہوں نے معلوم کیا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے پانی ڈالا ۔ یہ سن کر استاد نے فرمایا کہ اے ابوعلی جو کچھ ابوالقاسم نے ستر سال کی محنت وریاضت کے بعد پایا تم نے وہ ایک ڈول پانی ڈال کر حاصل کر لیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کسی شخص نے مجھے اپنا اس قدر ممنونِ احسان نہیں کیا ہے جیسا نورالعین نے میری خدمت کر کے مجھے اپنا بندہ بنالیا ہے ۔

شعر

اگر بندہ درکارِ مولیٰ بود   اگر بندہ کرتا ہے مولیٰ کا کام
نہ مولیٰ بود بلکہ مولیٰ بود   نہیں بندہ وہ اس کا مولیٰ ہے نام

انہوں نے بیس سال تک میرے وضو کا پانی چھپا کر پیا ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اس آب حیات کے آثار اور اس کے برکات ابدالآباد تک ان سے اور ان کی اولاد سے کبھی بھی نہ جائیں ۔

مدراج میں روز بردز ترقی ہو بطفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شعر

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس — خدا سے ہے کی میں نے جس کی دُعا
خدا داد بردادہ کردم سپاس — تو الحمد ِللہ وہ اُس نے دیا

حضرت قدوۃ الکبرا نے نقل فرمایا کہ شیخ علی موزوں فرماتے تھے کہ جب میری روح کو جوارِ قدس اور مرغزار محبت سے نکال کر تعلق بدن کی خاطر لے چلے تو اس روح کو جس آسمان پر لے جاتے تھے وہاں کے ملائکہ دریافت کرتے تھے کہ تم اس روح کو اس عالم قدس سے کیا ایسے عالم میں لے جا رہے ہو جہاں شربی شر ہے۔ بارگاہ الٰہی سے جواب آیا کہ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ اگر ایک لاکھ برس یہ روح ہمارے جوارِ پاک میں رہے تب بھی ایسی نہیں ہوسکتی جیسی کہ وہ ایک کمزور وناتواں ضعیفہ کو پانی کا ایک گھونٹ پلا کر اعلیٰ اور شائستہ ہو سکتی ہے ایک شخص جو اس موقع پر حضرت کی خدمت کے شرف سے مشرّف تھا اس نے دریافت کیا کہ کیا امور ممنوعہ سے بھی دوسرے کی حاجتوں کو پورا کیا جائے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شریعت کے اعتبار سے بظاہر اکابر نے ایسی خدمت سے منع کیا ہے کہ شریعت نے جن ماکولات ومشروبات سے منع فرمایا ہے ان کی ضرورت کو پورا نہ کیا جائے لیکن ہمارے مشائخ کی سنت یہ ہے کہ اگر مسکرات ممنوعہ[1] کا کوئی مخمور (یعنی نشہ کرنے والا) حالت خمار کی ابتدا میں کسی کے پاس پہنچ جائے تو اس کو چاہئیے کہ اس کے خمار کی تکلیف دور کرنے کے لیے اس کی مراد پوری کر دے اگر اس کے پاس اسوقت رقم نہ ہو تو اپنے خرقہ اور سجادہ کو ہی گردی رکھ کر اسکی خدمت سے عہدہ برآ ہو۔

قطعہ

مرا این خرقہ از بہر آنست — مرا ہے اس لئے خرقہ کہ ایک دن
کہ روزی رہن می را کار آید — وہ رہن مَے میں بھی باکار ہوئے
پریشان باد ازجمعیتِ ما — پریشان میری جمعیت سے ہو وہ
کسی کورا ازینہا عار آید — کہ جس کو اس عمل سے عار ہوئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مقام خدمت وہم نشینی کی خصوصیت اور فضیلت کو اس مرتبہ پر رکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام بلند کی تمنا فرمائی ہے چنانچہ روایت ہے کہ حضور علیہ التحیۃ والثنا نے ایک روز صحابۂ کرام کی دعوت فرمائی تھی اور جب آپ اُن کو کھانا کھلا رہے تھے دیہات کی چند لوگ (چند اعرابی) اس دعوت کی مجلس میں حاضر ہوئے اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھلانے میں مصروف تھے۔ ان لوگوں نے آپ ہی سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کا سردار کون ہے؟ مـن سیّـد هـم سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَنَـا سیّـد هـم و خـادُ هُـم (میں ان کا سردار

[1] مسکرات ممنوعہ میں شراب داخل نہیں ہے کہ وہ حرام قطعی ہے۔

ہوں اوران کا خادم ہوں)

اس موقع پر حضرت نورالعین نے عرج کیا کہ خادم وشیخ کے حال میں کیا فرق ہے؟ آپ وضاحت فرمادیں۔حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مقام خدمت کی عزت کے سبب ایک جماعت پر خادم وشیخ کا حال کچھ مشتبہ ہوگیا ہے بعض شیوخ واکبرصوفیہ نے خادم اور شیخ کے حال ومقام میں فرق بیان کیا ہے اورفرق یہ ہے کہ خادم مقام ابرار میں ہے اور شیخ مقامِ مقربان میں۔سب اس کا یہ ہے کہ خادم خدمت کر کے ثواب آخرت کے حصول کا خواہاں رہتا ہے ورنہ وہ اس کو اختیار نہ کرتا اور شیخ مرادحق پر قائم رہتا ہے اس میں مرادنفس کا شائبہ نہیں ہوتا ہے۔

عباد:۔ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ وظائف' عبادت اورطرح طرح کی نوافل کی ادائیگی میں مصروف رہتے ہیں لیکن ان کا مقصد اس سے ثواب اخروی کا حصول ہوتا ہے۔ یہ وصف صوفی میں بھی موجود ہوتا ہے لیکن وہ علل واغراض سے پاک ہوتا ہے اور یہ حضرات صوفیہ حق کی بندگی اور عبادت محض حق کے لئے کرتے ہیں وہ ثواب اخروی کے حصول کے لئے عبادت نہیں کرتے اور عباد وزہاد میں فرق یہ ہے کہ رغبتِ دنیا کے باوجود بھی عبادت کی صورت ممکن ہے اور عباد وفقرا میں فرق یہ ہے کہ غنا کے باوجود ممکن ہے کہ کوئی عابد ہو۔پس معلوم ہوا کہ واصلان میں دوگروہ ہیں اورسالکوں میں چھ جماعتیں ہیں اوران آٹھوں جماعتوں کی نقل اتارنے والے دوقسم کے ہیں ایک سچی نقل اتارنے والے متشبہ محق اوردوسرے جھوٹی نقل اتارنے والے متشبہ باطل۔

صوفیہ متشبّہ محق:۔ صوفیہ کے متشبّہ محق تو وہ متصوفہ ہیں کہ صوفیوں کے انتہائی احوال سے باخبراوراس کے مشتاق ہوں اورصفات کے لگاؤ کے باقی رہ جانے کی وجہ سے مقصد ومقصود پر پہنچنے سے رکے ہوئے اورممنوع ہوں۔

صوفیہ متشبّہ باطل:۔ صوفیہ کے متشبّہ باطل وہ لوگ ہیں کہ اپنے کوصوفیوں کی طرح ظاہر کرتے ہیں اوران کے عقائدواعمال واحوال سے برہنہ وخالی ہوتے ہیں اورحلقۂ اطاعت کوگردن سے نکال کرشتر بے مہار ہوکر چراگاہ اباحت میں چرتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ احکام شریعت کی پابندی عوام کا طریقہ ہے ان کی نگاہ صرف ظاہری اشیاء پر رہتی ہے لیکن خواص واہل حقیقت کا حال اس سے بلند ہے کہ ظاہری رسم کے پابند ہوں اوران کا اہتمام حضور باطن کے لئے بہت نہیں ہوتا۔اس گروہ کو باطلیہ اوراباحتیہ کہتے ہیں۔

مجذوبان واصل متشبہ محق:۔ مجذوبان واصل کے متشبہ محق وہ اہل سلوک لوگ ہیں کہ جن کی سیرابھی منازل صفات نفوس کے طے کرنے میں ہے اورطلب کی گرمی کے بھڑکنے سے ان کی ہستی قلق اور بےچینی میں ہے اور کشف ذات واستقرروتمکن کے سپیدۂ صبح کے ظہور سے پہلے مقام فنا میں کبھی کبھی کشفِ ذات کی بجلیوں سے کوئی بجلی ان کی نگاہ شہود میں چمک جاتی ہے اور وصل کی خوشبودار ہواؤں سے

کوئی ہوا گذر گاہ فنا سے ان کے مشام دل تک پہنچ جاتی ہے اس طرح کہ ان کے نفوس کی تاریکیاں اس بجلی کی چمک میں پوشیدہ ہو جاتی ہیں اور اس خوشبودار ہوا کا چلنا ان کے دل کو آتش طلب کی بھڑک اور شوق کے قلق سے ایک طرح کی راحت و آرام بخشتا ہے۔ دوبارہ جب وہ بجلی منقطع ہو جاتی ہے اور ہوائیں ٹھہر جاتی ہیں تو صفات نفوس کا ظہور اور طلب کی گرمی اور شوق کا قلق لوٹ آتا ہے اور سالک چاہتا ہے کہ اس کی ہستی بالکل لباس صفات نفوس سے جدا اور علیٰحدہ رہے اور دریائے فنا میں ڈوب جائے تاکہ وجود کی دشواری سے یکبارگی آرام پائے اور چونکہ یہ حال ابھی اس کا مقام نہیں ہوا ہے اور کبھی کبھی اس پر اس حالت کا نزول ہوتا ہے اور اس کا دل پوری طور پر اس مقام سے باخبر اور اس کا مشتاق ہے لہٰذا اس کو "مجذوب واصل کا متشبہ محق" کا لقب دیا جاتا ہے۔

مجذوبان واصل متشبہّ باطل :۔ یہ گروہ ان لوگوں کا ہے جو بحر فنا میں استغراق کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم عین توحید میں مستہلک ہیں اور اپنی تمام حرکات وسکنات کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہماری حرکات تو دروازے کی حرکات کی طرح ہو ہیں کہ بغیر محرّک کے اس کی حرکت ممکن نہیں ہے یہ بات اگرچہ سچ ہے لیکن اس جماعت کے حسب حال نہیں ہے اس لیے کہ ان لوگوں کی مراد اس قول سے صرف یہ ہے کہ اپنے معاصی اور خطا کاری کا اس کو مذرلنگ بنا کر پیش کریں اور اپنے تمام گناہوں اور خطا کاریوں کو حق تعالےٰ کے ارادے اور مشیت سے منسوب کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو ان معاصی پر ملامت نہ کریں اس طائفہ کو زنادقہ کہتے ہیں۔ (یہ لوگ زندیق ہیں) اس سلسلہ میں منقول ہے کہ کسی نے شیخ سہیل بن عبداللہ سے کہا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ میرے فعل کی نسبت حق تعالےٰ کے ارادے اور مشیت سے بالکل ایسی ہے جیسے دروازے کی حرکت کی نسبت محّرک کی طرف انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ بات کہنے والا اگر ایسا شخص ہے جو شریعت کی رعایت، حدود الٰہی کی حفاظت اور احکام عبودیت کی بجا آوری میں مشغول ہے تو منجملہ صدیقین کے سے اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جو احکام شریعت کے مخالف فعل کرتا ہے اور یہ بات صرف اس لیے کہتا ہے کہ اپنے افعال کو مشیت الٰہی کے حوالہ کر کے وہ اپنے آپ کو ملامت اور دین وملّت سے خارج ہونے سے بچائے تو وہ منجملہ زندیقیون کے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ میں نے سیاحت کیدوران بعض ملاحدہ کو دیکھا ہے جو شریعت کا انکار کرتے ہیں اور مناہی ومعاصی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں اور اپنی معصیت وبدکاری کو انہوں نے طریقت سمجھ رکھا ہے اور صرف زبان سے توحید کا اظہار کرتے ہیں۔ میں نے دلائل نقلی اور برہان عقلی سے ان پر ثابت کر دیا کہ تمہارا یہ طریقۂ باطل محض زندقہ ہے اور الحاد ہے۔

ملامتیہ متشبہ حق:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مخلوق کے تعمیری اور تخریبی معاملات سے سروکار نہیں رکھتے بلکہ اکثر انکی کوشش

یہی ہوتی ہے کہ معاشرہ ے قیود اوراس کے آداب اور مخلوق کے عادات ورسوم کے خلاف کریں یا ان سے الگ تھلگ رہیں انکا سرمایہ حال سرئے فراغ خاطر اور طیّب قلب (خوشدلی) اور کچھ نہیں ہوتا اور زاہدوں اور عابدوں کے مراسم کے بجا آوری ان سے نہیں ہوتی اور یہ لوگ کثرت کے ساتھ نوافل اور دوسرے اعمال کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں اور فرائض کے سوا کسی عمل کی پابندی نہیں کرتے اور سامان دنیا کا بڑھانا اور جمع کرنا ان کی جانب منسوب ہوتا ہے اور اپنے طہارت قلب پر قانع و مطمئن رہتے ہیں اور مزید احوال طلب نہیں کرتے ان کو قلندریہ کہتے ہیں۔اور چونکہ ان کے عمل میں ریا نہیں ہوتا اس لئے یہ ملامتیہ کے مشابہ ہوتے ہیں۔انکے اور ملامتیہ کے درمایان فرق صرف یہ ہے کہ ملامتی تو تمام نوافل اور فضائل سے تمسک حاصل کرتا ہے لیکن مخلوق سے اس سلسلہ میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر اشرف کی نظر میں قلندر وہ ہے جو عوائق دعلائق زمانہ سے بالکل آزاد ہو اور جس کو تجرّ و ظاہری اور تفرد باطنی حاصل ہو اور وہ شریعت کے دقائق اور طریقت کے حقائق میں کسی قسم کی فرد گذاشت نہ کرے وہ بحر شہود کا غوآص اور دریائے موجود میں مستغرق ہو۔صغوت یعنی تصوف اور مشرب قلندریہ میں تھوڑا سا ہی فرق ہے میں انشاءاللہ اس برگذیدہ (صوفیہ) کہ چار دوخانوادوں کا جس لطیفہ کے تحت ذکر کروں گا وہاں تفصیل کے ساتھ ان حضرات قلندریہ کے اطوار وآثار کی کیفیت وکمیّت کا بیان کردوں گا، ہاں یہ بات ضروری کہوں گا کہ اس زمانہ میں (آٹھویں صدی ہجری میں) جو گروہ قلندریہ کے نام سے موسوم ہے اور جس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا ہے (احکام شریعت کی پابندی نہیں کرتے) وہ ان اوصاف سے جو اوپر بیان کیے ہیں خالی ہیں ان لوگوں کے لیے قلندر کا نام بس عاریتاً ہے۔ان کو اگر حشویہ کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔لیکن اس کے باوجود چونکہ یہ بلند حضرات کی تقلید کرتے ہیں مناسب ایسا ہی ہے کہ سب کا منکر نہ ہو اور قول سعدی کے مضمون پر عمل کرے۔

بیت

دراوباش پاکان شوریدہ رنگ — ہیں اوباشوں میں پاک شوریدہ رنگ
ہمان جائے تاریک ولعل است وسنگ — کہ ظلمات میں لعل ہے اور سنگ

ملامتیہ متشبہ باطل:۔ یہ سب زندیق ہیں کہ دعوی تو اخلاص کا کرتے ہیں لیکن فسق دفجور کے اظہار میں ہر وقت سرگرم عمل رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس ملامت سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگوں کی نظروں میں گرجائیں اور ان کی نگاہوں میں ہماری کوئی وقعت نہ رہے۔ خداوند سبحانہ وتعالیٰ مخلوق کی طاعت سے بے نیاز ہے اور بندوں کی معصیت سے اسکو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔وہ کہتے ہیں کہ صرف مخلوق کو آزاد پہنچانا معصیت ہے اور طاعت صرف احسان کرنے کو جانتے ہیں۔

زہاد متشبہ محق:۔ یہ گروہ وہ ہے جس کی رغبت کلی طور پر دنیا سے ختم ہوئی ہے اور چاہتا ہے کہ رغبت سے

آزاد ہو جائے۔ ایسے لوگوں کو متزہّد کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرزند عزیز قل علی لاچین ترکوں میں سے تھا مدتوں تک اس نے یہ کوشش کی کہ علائق دنیوی سے دست کش ہو جائے اور ظاہری و باطنی قدرت حاصل کر لے۔ آخر کار سب کچھ چھوڑ کر صوفیانِ باصفا کے حلقہ میں داخل ہو گیا۔

زہاد متشبہ باطل:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو محض قبولِ خلق کیلئے دنیا کو ترک کرتے ہیں اور اسباب دنیوی کی جمع آوری سے محض اس لئے الگ تھلگ رہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں میں جاہ و مرتبت کو حاصل کریں۔ ممکن ہے کہ ان کے بعض احوال پر لوگوں کو شبہ ہو اور وہ سمجھیں کہ انہوں نے دنیا سے بالکل منہ پھیر لیا ہے حالانکہ انہوں نے ترک مال سے شان و شوکت کو خریدا ہے انہوں نے دنیا ترک کی ہے حصول دنیا کے لئے اور ممکن ہے کہ خود ان پر اپنی حالت متشبہ ہو جائے اور یہ گمان کرنے لگیں کہ یہ جوان کا دل اسباب دنیا کے طلب میں مشغول نہیں ہے اس کا سبب یہ ہے کہ سامان دنیا سے انہوں نے روگردانی کی ہے۔ اس طائفہ کو مرائیہ کہا جاتا ہے۔

فقراء متشبہ محق:۔ یہ ان لوگوں کا گروہ ہے جنکا ظاہر فقر کے لباس سے آراستہ ہوتا ہے اور ان کا باطن حقیقتِ فقر تک پہنچنے کا خواہاں ہوتا ہے لیکن ابھی تک وہ غنا کی طرف راغب ہیں وہ اپنے فقر پر بہ تکلف صبر کرتے ہیں لیکن اس کے برعکس جو فقیرِ حقیقی ہے وہ فقر کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت خاص سمجھتا ہے اور اس نعمت خاص کے عطا کئے جانے پر ہمیشہ وظائف شکر بجالاتا ہے۔

فقراء متشبہ باطل:۔ یہ وہ گروہ ہے جنکا ظاہر تو لباس فقر سے آراستہ ہو لیکن باطن فقر کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو۔ اور صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہو محض خلق خدا میں قبولیت کے لیئے یہ گروہ بھی مرائیہ کہلاتا ہے۔

خدام متشبہ محق:۔ یہ وہ گروہ ہے جو ہمیشہ بندگان خدا کی خدمت میں مصروف رہتا ہے اور دل سے اس بات کا خواہاں ہے کہ اس کی اس خدمت کو کسی دنیوی مال و دولت یا جاہ و منصب کے حصول کی غرض سے وابستہ نہ سمجھا جائے اور اس کی نیت کسی رغبت اور خواہش کی آمیزش و آویزش سے پاک ہو اور اس خدمت میں کسی قسم کے ریا کا شائبہ نہ ہو لیکن یہ حضرات ابھی تک حقیقت زہد تک نہیں پہنچ سکے ہوں اس گروہ کے افراد کبھی تو خدمت خلق نور ایمان کے غلبہ سے بغیر شائبہ نفس کے کرتے ہیں اور بعض صحیح موقع اور محل پر خدمت بجالاتے ہیں اور کبھی یہ خدمت غلبۂ سے بغیر شائبہ نفس کے باعث خواہشات اور ریا سے خلط ملط ہو جاتی ہے اور محض تعریف و توصیف کے لئے ایسے لوگوں کی خدمت بلیغ کرتے ہیں جو اسکے مستحق نہیں ہوتے اور اس طرح مستحقین خدمت انکی خدمتگذاری سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایسے شخص کو متخادم کہا جاتا ہے۔

خدام متشبہ باطل:۔ ایسا شخص خادم کا متشبہ باطل ہے کہ اس میں اس کی نیت ثواب آخرت پر نہ ہو بلکہ وہ خدمت خلق کو دنیاوی منافع کے لئے ایک دام بنا لے تا کہ اس کے ذریعہ سے غذا اور

سامان غذا کھینچ کر جمع کرلے اور اگر اس کی یہ خدمت اس کے مقصد اور اس کی مراد کے حصول میں کارگر نہ ہو تو خدمت کو ترک کر دیتا ہے۔ پس اس کی خدمت کی بنیاد طلب جاہ و مال پر اور تابعین اور ماننے والوں کی کثرت پر ہے اور محفلوں اور مجلسوں میں اظہار مفاخرت کرتا ہے اور اس طرح اس کا مطمع نظر اس خدمت سے اپنا حظِ نفس ہوتا ہے ایسے شخص کو خادم نہیں مستخدم کہتے ہیں۔

عباد متشبہ محق:۔ یہ گروہ وہ ہے جو اپنے اوقات کو عبادات میں مصروف رکھنا چاہتا ہے لیکن چونکہ ابھی اسی میں اسباب طبیعت باقی رہ گئے ہیں اور تزکیۂ نفس کے کمال پر نہیں پہنچا ہے جس کے باعث اس کے اعمال واوراد وطاعات و بندگی میں فتور اور رکاوٹیں پڑھ جاتی ہیں اور تسلسل میں تعویق پیدا ہو جاتی ہے یا ایسا شخص جس نے ابھی کامل طور پر لذتِ بندگی نہیں پائی اور تکلف کے ساتھ اسے ادا کرتا ہے ایس شخص کو متعبّد کہتے ہیں۔

عباد متشبہ باطل:۔ یہ وہ گروہ ہے کہ اسکی نظر میں عبادات صرف قبول خلق کا زریعہ ہیں اور اس کے دل میں ثواب آخرت پر ایمان نہیں ہوتا جب تک اسکو یہ یقین نہیں ہوتا کہ دوسرے لوگ اس کی طاعات وعبادات سے آگاہی رکھتے ہیں وہ طاعت و بندگی میں مصروف نہیں ہوتا۔ یہ شخص بھی منجملہ مرآئیہ ہے اللہ تعالیٰ ہم کو عبادت و بدنگی کی تشہیر اور دریا سے اپنی پناہ میں رکھے' تمام تر حفاظت وتوفیق اسی کی طرف سے ہے۔

والیانِ عالم ومحافظان ولایت نبی آدم:۔ حضرت نور العین نے والیان عالم ومحافظان ولایت بنی آدم کے بارے میں سوال کیا فرمایا کہ جس وقت دائرہ جبل الفتح میں ہم داخل ہوئے بہتیرے اولیاء زمانہ اور مشہور بزرگوں کو وہاں پایا اور زیارت غوث وقت سے بھی ہم مشرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو غوث کی بعض حالتوں سے باخبر فرمایا کہ عالمِ سفلی کی خبریں اور مقاماتِ علوی کے آثار اس سے ظاہر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوی حجت کو باقی رکھا ہے اور اولیاء عظام کو اس کے اظہار کا زریعہ بنا دیا ہے تاکہ ہمشیہ کھلی کھلی نشانیاں اور دین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی ظاہر کرتے رہیں اور ان کو دنیا کا مالک اور بنی آدم کے بوجھ کو اٹھانے والا کیا ہے یہاں تک کہ وہ حضور ؐ کی بات کو سنوارنے والے اور اسی لباس سے ملبوس ہو گئے ہیں اور متابعت نفس کی راہ کو مٹا دیا ہے۔ آسمان سے بارش انہیں کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے اور فوج کفار پر مسلمانوں کی لوٹ اور اہل ایمان کی فتح انہیں کی ہمت سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ ازراہ عنایت ارباب ولایت و اصحاب ہدایت یعنی ابدال وادتاد اور غوث کے بارے میں ارشاد فرمائیں کہ ان میں سے ہر ایک کا کیا مرتبہ ہے اور اس کا منصب کیا ہے اور یہ حضرات کہاں کہاں ہوتے ہیں؟ حضرت قدوہ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان میں سے بعض

حضرات کواپنی درگاہ قدس کا سرہنگ اور نائب بنایا ہے اور اہل عالم کی اصلاح کار ان کے سپرد کردی گئی ہے اور بنی آدم کی ضروریات کے سلسلہ میں اجرائے احکام ان کے سپرد ہے۔ یہ برگزیدہ حضرات باہمی ایک دوسرے کے محکوم ومحتاج ہیں اور یہ ایک دوسرے کے مشورے سے کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہ حضرات دس قسم کے ہیں ان دس میں سے دو قسم کے اصحاب یعنی مکتوم اور مفرد حضرات احکام عالم اور امور بنی آدم سے کچھ تعلق نہیں رکھتے جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں انشاء اللہ بیان کی جائے گی اور وہ دس اصناف یہ ہیں:۔

۱۔غوث ۲۔امامان ۳۔اوتاد ۴۔ابدال ۵۔اخیار ۶۔ ابرار ۷۔نُقبا

۸۔نجباء ۹۔مکتومان ۱۰۔مفردان۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا الحمد للہ کہ مجھے اس کی خبر دی گئی ہے اور کشف سے گمان کا پردہ چاک ہوگیا ہے اس سلسلہ میں اخبار مرویہ موجود ہیں اور ارباب طریقت اور اہل حقیقت نے اسکی صحت پر اتفاق کیا ہے۔

قطب، قطب الاقطاب ا غوث اعظم:۔ اس سلسلہ میں صاحبِ فتوحات مکیہ (رضی اللہ عنہ) فصل ۳۱ باب ۱۹۸ میں فرماتے ہیں:۔قطب سے مراد وہ ایک فرد ہے جو کہ ہر عالم و ہر حال میں اور ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے اور وہ قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے اور قطبیت الکبرا جسے کہتے ہیں وہ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا باطن ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اکملیت کے سبب یہ درجہ ان کے جانشینوں ہی کو حاصل ہوگا پس خاتم ولایت وقطب الاقطاب صرف باطن خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ہوگا اور اس کے سوا نہیں۔

شیخ کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ قطب اور قطب الاقطاب میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ قطب سے مراد وہ حضرات اور وہ متعدد مبارک ہستیاں ہیں جو مختلف آبادیوں میں پائی جاتی ہیں کیونکہ اگر ہر ولایت میں قطب کا وجود نہ ہو تو برکتوں کے آثار اور نیکویں کا اظہار اور دنیا کا قیام ناممکن ہوجائے اگرچہ حقیقتاً حکومت اور ہفت اقلیم کی آبادی کی درستگی دوسرے والیوں کے سپرد ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک دوسرے طریقہ پر ارشاد فرمایا کہ وا صلان بارگاہ الٰہی جن کو اہل اللہ کہا جاتا ہے دو طرح کے ہیں ۔ ان حضرات کی ایک قسم تو وہ ہے کہ جس کو دنیا کے ساتھ کسی قسم کی نسبت اور تعلق نہیں ہوتا لیکن یہ حضرات قیود شریعت اور احکام شریعت سے سلامتی کے ساتھ عہدہ برآ ہوجاتے ہیں (سلامت روی کے ساتھ اتباع شریعت کرتے ہیں) اور نعیم بہشت کے لیے دنیا کو دے کر بہشت خرید لیتے ہیں جیسا کہ حضرت یحیٰ بن معاذ رازی قدس سرہٗ نے فرمایا:۔ دنیا کے لوگ تین طرح کے ہیں ایک وہ ہیں جنہیں معاش کی فکر آخرت سے غافل کردیتی ہے اور یہ ہالکین یعنی ہلاک ہونے والوں کے مرتبہ پر ہیں ۔، دوسرے وہ لوگ ہیں جو دین و دنیا دونوں کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے فائزین کا درجہ ہے ، تیسرے وہ لوگ ہیں جو آخرت کی فکر میں معاش سے بالکل غافل رہتے ہیں ان کے لئے مخاطرین کا مرتبہ ہے اور ارباب اخلاص عظیم خطرہ میں ہیں۔

ان کے علاوہ ایک خاص قسم اور ہے جو اُخص کہلاتے ہیں ان حضرات نے دنیا کو طالبانِ دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے اور آخرت کو مومنوں پر ایثار کر دیا ہے اور مشاہدہ ذات میں مشغول ہیں ان کو قطب کا درجہ ملتا ہے اور دنیا کا مدار انہیں پر موقوف ہے لیکن جو اہل فوز ہیں دنیا کا تمام انتظام ان کے سپرد ہے۔ یہ حضرات صاحبانِ دعوت ہیں جب وہ دین کے راستہ میں کسی قسم کا فتور دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے دور کر دیں تو قطب کے مشورے کے محتاج ہوتے ہیں۔

رَبَّنَا افۡتَحۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَ	اے ہمارے رب فیصلہ کر دے ہمارے اور ہمارے (مخالف)
اَنۡتَ خَيۡرُ الۡفَاتِحِيۡنَ ۞ ؁	لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

ان والیانِ عالم کے گروہ کو حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنا گروہ اور اپنی جماعت فرمایا ہے۔ پس اس بات قیس کے جا سکتا ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا غوث وقت ہیں۔ اسی لطیفہ کے تحت انشاء اللہ اس کی وضاحت کی جائے گی۔ بعض مشائخ اور اولیاء راسخ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ ہر نوع کے لئے قطب جُدا گانہ ہوتا ہے یعنی زاہدوں اور عابدوں، عارفوں، اولیاء اور عشاق (الٰہی) کا قطب الگ الگ ہوتا ہے جس کے توسط سے اس صنف کے ہر فرد کو فیض پہنچتا ہے۔

بیت

چہ باشد گر ازان فیاض مطلق	عجب کیا گر خدا کی بارگہ سے
رسد فیضی بسوئے بندہ الحق	کسی بندہ کی جانب فیض پہونچے

اللّٰھم روّینا بزُ لا ل فیضہٖ و جمیع اھلہٖ (اے اللہ اس کے صاف آب فیض سے ہمیں اور اس کے تمام لوگوں کو سیراب کر)

لیکن قطب الا قطاب تمام عالم کے لئے صرف ایک ذات واحد ہوتی ہے۔ قطب الا قطاب کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ بعض قطب الدائرہ کہتے ہیں اور بعض غوث الاعظم وانسان کامل و قطب الا قطاب کہتے ہیں اور انہیں قطب الاعلیٰ، مظہرِ کلی اور جہانگیر بھی کہتے ہیں لیکن باری تعالیٰ کے یہاں غوث کا نام نامی عبد اللہ ہوتا ہے۔ یہ ذات یگانہ ٔروزگار ہوتی ہے اور فرید عصر۔ حق تعالیٰ اس ذاتِ یگانہ کو اپنے اسرار کا مظہرِ کلی اور اہل عالم کا منظور نظر بنا دیتا ہے۔ قطب الا قطاب کے وجود عنصر وصورت پیکری کا قیام قلب ابراہیم علیہ السلام اور بعض کے نزدیک قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔ اس موقع پر شیخ کبیر نے دریافت کیا کہ قلب سے کیا مراد ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ قلب اسرافیل سے مراد ان کا مشرب ہے اس لئے کہ ہر ایک ولی اللہ کسی نہ کسی نبی کے مشرب اور ان کی روش پر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب شیخ مصلحت خجندی کی قوت جذبہ کا شہرہ ہر طرف پھیل گیا (یعنی کمالاتِ ولایت کا شہرہ دور دور پہنچ گیا) تو شیخ نجم الدین کبریٰ نے اپنے ایک مرید کو ان کی ملاقات کیلئے بھیجا اور فمایا کہ جو کچھ تما ان عزیز سے سنو، ہم سے آ کر ویسا ہی بیان کرنا۔ جب مرید خجند میں

؁ پ ۹ سورہ الاعراف ۸۹

حضرت شیخ مصلحت خجندی کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا اے درویش! کہاں سے آنا ہوا؟ مرید نے جواب دیا خوارزم سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سنتے ہی شیخ مصلحت نے فرمایا کہ وہ یہودی اچھا تو ہے؟ یہودی کہنے سے ان کا مطلب شیخ نجم الدین کبریٰ کی ذات تھی۔

شیخ کے مرید کو اس لفظ سے سخت ناگواری پیدا ہوئی وہ شیخ مصلحت سے یہ سُن کر شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں خوارزم واپس پہنچا، تو شیخ نے مرید سے کہا کہ جو کچھ تم نے ان بزرگ سے سُنا ہے وہ مجھے بتاؤ مُرید نے کہا جنابِ والا، انہوں نے تو ایسی بات کہی ہے کہ میں آپ کے سامنے کہہ نہیں سکتا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا تم کو اس سے کیا سروکار؟

شعر

ترا باپیام بزرگان چہ کار — بزرگوں کا پہونچا دے تو ہر پیام
تصرف نیابد درین پردہ بار — تصرف کا اس پردہ میں کیا ہے کام

تم نے جو کچھ سنا ہے وہ ضرور کہو، تب اس مرید نے کہا کہ جب میں شیخ مصلحت کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے مجھ سے کہا "جہودتو خوش است" (تیرا یہودی تو اچھا ہے) حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ پر یہ سنتے ہی ایک کیفیت طاری ہوگئی اور مجلس سماع منعقد کی گئی ایک عجیب وغریب حالت و وجد ایک پہر تک ان پر قائم رہا جب وہ حالت گئی تو اس مُرید نے دریافت کیا کہ اس مسرت کا سبب کیا تھا؟ شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا کہ میں ایک عرصہ اور زمانہ سے اس امر میں متردد تھا کہ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں کس پیغمبر کے قلب پر ہوں ان بزرگوار کے اشارہ سے مجھے معلوم ہو گیا کہ میں قلب موسیٰ علیہ السلام پر ہوں کہ یہود موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے

شعر

چہ دانند مرغان دامِ ہوا — نہ جانیں گے مرغان دامِ ہوا
ترنم سرائ طیورعلا — کہ ہے طائر قدس نغمہ کیا

اس طرح قاضی رفیع الدین صاحب اس امر میں بڑے مضطرب تھے کہ انہیں کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت قدوۃ الکبرا کسی نبی کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں ان کو کس نبی کے قلب پر رکھا گیا ہے اور اصفیا میں سے کس کے مشرب کے حامل ہیں چنانچہ اپنے اس اضطراب کو دور کرنے کے لیے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بھی ایک عرصہ تک اس معاملہ میں شبہ رہا کہ میں کس نبی کے قلب پر ہوں میں خیال کرتا رہا کہ شاید اس سلسلہ میں مجھے بتا دیا جائے آخر کار میں نے فرزند دلبند تنکر قلی کو حضرت نجم الدین اصفہانی کی خدمت میں بھیجا اور فرزند تنکر قلی قطع منازل کے بعد ان کی خدمت میں مکہ معظمہ حاضر ہوا تو فرمایا کہ خوب آئے اس آفتاب پرست کا نور میں تیری پیشانی میں مشاہدہ کر رہا ہوں اور سورج کے ہمسایہ کا ظہور تیرے چہرے میں ظاہر پاتا ہوں۔ تیرا آفتاب پرست اچھا تو ہے۔ جب تنکر قلی

نے یہ سنا تو انہیں نا گوار گذرا لیکن چونکہ وہ قدوۃ الکبرا کی طرف سے اس بات پر مامور کئے گئے تھے لہٰذا امتثالِ امر کے طور پر انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں اچھے ہیں اور آپ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔شیخ نجم الدین نے پھر فرمایا تیرا آفتاب پرست کس کام میں مشغول ہو گیا ہے؟ تنکر قلی کہتے ہیں چونکہ میں حضرت قدوۃ الکبرا کے فیض قطر سے بہرہ مند تھا اسلئے سمجھ گیا کہ توجہ الی اللہ کے بارے میں اشارۃً دریافت کر رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ وہ نور آفتاب کو مختلف رنگ کے شیشوں میں اور چہرہ کو مختلف جواہر کے آئینوں میں دیکھتے ہیں یہ سنکر انہوں نے فرمایا ہاں !اگر اسکی تجلی سے نگاہ خیرہ نہ ہو تو اُسے آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے اگر ان کا آئینہ زنگ آلودہ نہیں ہے تو پھر اپنے ہی وجود میں اُسے نہیں دیکھتے۔فرزند تنکر قلی نے ان کا یہ کلام سنکر حضرت قدوۃ الکبرا کی طرف رخ کیا کیونکہ حضور کا دل منتظر اور آنکھیں ہر دم دروازہ پر تھیں،تنکر قلی پر بڑا اکرم فرماتے رہے ہیں۔اس جواب بالصواب سے انہوں نے مقصدِ کلّی کا پتہ لگا لیا تھا۔

قطعہ

چہ خوش آن روز کہ از یار پیامی برسد	کیا اچھا ہے وہ دن یار کا آئے جو پیام
کہ پیامی کہ کلامی کہ سلامی برسد	اطلاع کوئی کوئی بات ہو یا کوئی سلام
قاصد یار اگر گام نہد بردامن	قاصد یار قدم رکھے مرے در پہ اگر
دل شوریدہ ازان گام بکامی برسد	ہو رسائی دل شوریدہ کی تا مقصد و کام

حضرت قدوۃ الکبرا بھی ان کے انتظار میں تھے کہاس عرصہ میں تنکر قلی واپس پہنچ گئے آپ نے دریافت کیا کہ شیخ نے کیا فرمایا انہوں نے کہا کہ شیخ نجم الدین نے مجھے دیکھتے ہی دریافت فرمایا" آفتاب پرست تو چہ کار می کند "اور جو کچھ اوپر بیان کیا گیا وہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کر دیا۔حضرت قدوۃ الکبرا یہ سن کر بہت خوش ہوئے آپ کے بشرہ پر مسرت کا اثر نمایاں ہونے لگا اور فرمایا کہ شکر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے قدم عیسیٰ (علیہ السلام) تک رسائی عطا فرمائی اور میرے کام کو قلب عیسیٰ (علیہ السلام) پر انجام دیا۔اس سلسلہ میں حضرت شیخ ابوالوفا فرماتے ہیں کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے طریقوں سے بھی یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ عیسیٰ مسلک پر ہیں یعنی قلب عیسیٰ (علیہ السّلام) پر ہیں۔ کیونکہ مردہ کو زندہ کرنا اور اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا معجزہ تھا۔ بالکل اسی طرح حضرت قدوۃ الکبرا سے بھی اسی قسم کے خوراق ظہور میں آتے تھے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فقراء کے مراتب کی بلندی اور علو حال کے اظہار کے لیے جامع دمشق میں مقیم تھے۔اس وقت آپ صحنِ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک خوبصورت عورت لاچینی ترک اپنے ایک بارہ سالہ بیمار لڑکے کو جس کا چہرہ چودھویں رات کی چاندنی کی طرح تھا۔

شعر

رخش ز افتابی درخشندہ تر — تھا چہرہ چمکدار سورج سے بھی
قدش از سہی ہم خرامندہ تر — تھی رفتار قد مثل سروِ سہی

لے کر خدمت میں حاضر ہوئی اور روے چلاّ نے لگی ۔حضرت قدوۃ الکبرا نے جب لڑکے کو دیکھا تو اُس میں زندگی کے آثار ذرا بھی باقی نہیں تھے،فرمایا کہ عجب کام ہے مردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا مجھے ہرگز یہ کام نہیں پہونچتا،عورت بیقرار تھی۔

بیت

چنان آہنگ را آغاز کردہ — کیا نالے کا اس نے ایسا آغاز
کہ زہرہ ز آسمان غم ساز کردہ — ہوئی زہرہ فلک سے اس کی غم ساز

عرض کیا کہ اولیاء اللہ و برگزیدگان خدا جاں بخشی و عطاء حیات میں عیسیٰ و خضر علیہما السلام سے کم نہیں ہیں ۔

قطعہ[۱]

رسمِ جان بخشی و آئین حیات — رسم جاں بخشی اصول زندگی
ازلب عیسیٰ و خضر آموختہ — لب سے خضر و عیسیٰ کے حاصل کیا
ای لبانت درتکلم میدہد — اسکی خبریں دیتے ہیں لب تیرے آج
ہر چہ خضر از سالہا اندوختہ — خضر کو برسوں میں جو کچھ ہے ملا

جب اس عورت کا اضطراب حد سے بڑھ گیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے کچھ دیر مراقبہ فرمایا اور عالم مشاہدہ میں رہے۔تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک او پر اٹھایا اور لڑکے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا قم باذن اللہ (اللہ کے حکم اور ارادہ سے اٹھ کھڑا ہو) تیری ماں تیری غم میں مری جارہی ہے فوراً اس کا بیٹا اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی اس کی روح اس کے بدن سے جدا نہیں ہوئی تھی۔دمشق میں تو دھوم مچ گئی۔

قطعہ

چون زین کار مردم خبر یافتند — جو لوگوں نے سن پائی اسکی خبر
بدیدار شان پاک بشتافتند — تو دیدار کو آیا ہراک بشر
چو دیدند دیدار جان بخش او — زیارت جو کی دیکھا اک ذات میں
دم خضر و عیسےٰ بہم یافتند — ملے خضر و عیسےٰ ہیں باہمدگر

---

[۱] یہ قطعہ نظام یمنی ہے۔

لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ جب یہ اژدحام حد سے بڑھ گیا تو آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ یہاں سے کوچ کی تیاری کرو کہ یہاں رہنے سے ہمارے اوقات میں خلل واقع ہوگا۔

اسی طرح کا ایک اور واقع پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا کا ایک مرید جوہر نامی تھا اس کے جسم پر برص کے آثار رمایا ہوئے اور ایک بڑا خطرہ درپیش [1] ہوگیا کہ خراسان میں جو کوئی برص کے مرض میں مبتلا ہوتا اسکو شہر سے نکال دیا جاتا تھا، جوہر نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ان لوگوں سے نکل آؤں اور عالم گمنامی میں چلا جاؤں اگر اٹھارہ ہزار عالم کی مصیبتیں مجھ پر نازل ہو جائیں وہ اس سے آسان تھیں لیکن آپ کے پاکیزہ کلام سننے سے محروم رہنا ان مصیبتوں سے زیادہ سخت ہے۔

شعر

مرا از درد عالم نیست اندیش   نہیں ہے درد عالم کا مجھے غم
ولیک از درد ہجرت ہست دل ریش   مگر دل تیری فرقت سے ہے برہم

حضرت قدوۃ الکبرا کی مہربانیاں جوہر کے حال پر بہت زیادہ تھیں کہ فضیلتوں کا گوہر اور اشعار کا موتی ان کی ذات سے چمکدار تھا اس وقت جوہر نے کچھ اس طرح کی بے قراری کا اظہار کیا کہ حضرت بھی اس سے متاثر ہوئے۔

رباعی

نالۂ و افغان کہ بود از درون   نکلے اگر آہِ دلِ بے قرار
اشک کند ازدلِ مردم برون   سن کے ہوں سب سنے والے اشکبار
دل چہ بود ازگذر این الم   دل ہے کیا اس رنج کا گر ہو گذر
گرچہ بود سنگ بترقد زہم   ٹکڑے ٹکڑے سنگ کا بھی ہو جگر

حضرت قدوۃ الکبرا اور آپ کے ساتھیوں کو اُن کی آہ وزاری سے رقت آگئی، تب حضرت نے فرمایا کہ تھوڑا سا پانی لاؤ، پانی لایا گیا، آپ نے تھوڑا سا لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔ جوہر نے تھوڑا سا پانی اس میں سے پیا اور باقی پانی اپنے جسم پر مل لیا۔ اسی وقت برص کا اثر اس کے جسم سے زائل ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسکو یہ مرض کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔

شعر

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید   فیض روح القدس اب بھی جو مدد فرمائے
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد   دوسرے بھی وہ کریں جو تھے مسیحا کرتے

ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد قصبہ سنجولی سے روانہ ہوئے ، جب آپ سکندر پور میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ یہاں سے سیدوں کی خوشبو آرہی ہے ۔ میر سید جمال الدین خرد

---

[1] حفظنا اللّٰہ وایّاکم عن ھذہ البلیّۃ ط (اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس بالا سے محفوظ رکھے)

اس موضع کے زمیندار تھے جب وہ حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں شرف بیاز کے حصول کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ سیادت کی خوشبواب زیداہ آ رہی ہے اور مدتوں کے بعد سیادت کی خوشبو سونگھنے میں آئی ہے۔ سیّد جمال الدّین جب آپ کے دیدار سے مشرّف ہوئے تو حضرت قدوۃ الکبرا کی نسبت ان کا اعتقاداور واثق ہوگیا اور دل و جان سے ان کے مطیع ہو گئے۔ وہ اکثر حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف نیاز حاصل کرنے آنے لگے۔ سیّد جمال الدّین خُردکی (۲) دو (۳) تین پشتیں اسی طرح گزر چکی تھیں کہ ہر پشت میں صرف ایک بیٹا پیدا ہوتا تھا، اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا اور دل میں ارادہ کر رکھا کہ کسی دوسرے بزرگ سے بھی اس حاجت بر آری کے لئے عرض کریں گے۔ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا پر حال قوی طاری تھا سید جمال الدین ادب سے کھڑے ہو گئے اور منا زمندانہ مدعا خدمت والا میں پیش کیا۔ جواب میں ارشاد فرمایا! سید تمہیں مبارک ہو تمھارے بہت سے بیٹے اور پوتے ہوں گے تمہیں عرض حال کے لئے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے اور تم کو مال و دولت بھی بہت کچھ ملے گا جب آپ ان کی عرضی قبول فرما کر فارغ ہوئے تو ایک بوڑھی عورت نے اپنے بیمار لڑکے کو لا کر حضرت قدوۃ الکبرا کے قدم پکڑ لئے اور عرض کیا کہ میرا بس یہی ایک لڑکا ہے اور اللہ کے حکم سے اب یہ مرنے کے قریب ہے، خدا کے واسطے آپ اس کیلئے دعا فرمایئے کہ یہ اچھا ہو جائے، آپ نے فرمایا کہ اے اماں میں نے اعیان ثابتہ (لوح محفوظ) میں دیکھا ہے کہ تمھارے بیٹے کی عمر اب کچھ دیر کی رہ گئی ہے۔ بوڑھی عورت نے کہا اگر میرے بچے کو زندگی نہ ملی تو میں حضور کے سامنے اپنی جان دے دوں گی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک سو بیس سال کی عمر عطا فرمائی ہے میں اس میں سے دس سال تمہارے بیٹے کو دیتا ہوں۔ آج کی تاریخ لکھ لو اس حساب سے اس کے بعد تمہارا بیٹا آج ہی کی تاریخ میں مر جائے گا۔

غوث پر نظام عالم قائم ہے

غوث کے سلسلہ میں کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زمانہ کی گردش اور عالم ناپائیدار کی بقا غوث کے پیکر لطیف اور عنصر شریف کے واسطہ سے قائم ہے اور اگر غوث کا وجود ایک طرفتہ العین کے لئے بھی باقی نہ رہے تو یہ عالم نابود ہو جائے جسا کہ صاحب فصوص شیخ ابن العربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔ دنیا اسوقت تک محفوظ رہے گی جس وقت تک اس میں یہ انسان کامل (غوث) موجود رہے گا کیا تم نہیں دیکھتے جس وقت وجود غوث نہ رہا اور خزانۂ عالم سے علیحٰدہ ہو گیا تو اس میں خزانہ حق جو کچھ تھا باقی نہ رہا اور جو کچھ تھا نکل گیا اور آپس میں خلط ملط ہو گیا اور معامل منتقل ہو کر آخرت (قیامت) تک پہنچا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب میں شیخ عبدالرزاق کاشی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان سے بہت سے فوائد حاصل کئے۔ ایک بار غوث کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی فرمایا کہ غوث بھلے برے جس حال میں ہو پوشیدہ نہیں رہتا چنانچہ طبقات الصوفیہ (از شیخ عبدالرحمٰن سلمی نیشا پوری) میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ ابوالحسن درّاج نے بیان کیا کہ مجھے دوسفر میں ہمراہیوں سے تکلیف پہنچی وہ باہمی کینہ رکھتے تھے

اورایک دوسرے سے عار کرتے تھے، میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اب میں تنہا ہی سفر کروں گا، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، جب میں تنہا سفر کرتا ہوا مسجد فارسیہ میں پہنچا تو وہاں میں نے ایک بوڑھے کوڑھی کو بیٹھا ہوا پایا۔ سخت بلا میں مبتلا تھا۔ شیخ نے جب مجھے دیکھا تو سلام کیا اور کہا کہ اے ابوالحسن کیا حج کا ارادہ ہے میں نے اس سے گھن کھاتے ہوئے ناگواری سے جوب دیا کہ ہاں! جا تو رہا ہوں اور شیخ نے کہا کیا اپنا شریکِ سفر چاہتے ہو میں نے دل میں کہا کہ تندرست ساتھیوں سے بھاگا تو ایک جذامی کے ہاتھ میں پڑا۔ میں نے کہا نہیں، شیخ نے کہا کہ ساتھ لےلو میں نے کہا خدا کی قسم میں کسی کو ساتھ نہیں لوں گا۔ شیخ نے کہا اے ابوالحسن یَصْنَعُ اللّٰہُ بِالضَّعِیفِ حَتّٰی یَتَعَجَّبَ الْقَوِیّ۔ (اللہ تعالیٰ کمزور کے ساتھ وہ کرتا ہے جسے قوی دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے) میں نے کہا جی ہاں! یہ درست ہے لیکن میں اس کو ساتھ لے کر چلنے سے انکار کر کے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میں دوسری منزل پر پہنچا تو چاشت کا وقت تھا میں نے دیکھا کہ شیخ مجذوم وہاں بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی کہا اے ابوالحسن یَصْنَعُ اللّٰہُ بِالضَّعِیفِ حَتّٰی یَتَعَجَّبَ الْقَوِیُّ۔ میں ان کے سامنے گیا اور زمین پر گر پڑا اور عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ اور آپ سے معذرت کا طالب ہوں۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ اس معذرت طلبی سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے غلطی کی کہ آپ کو ساتھ لینے سے انکار کر دیا۔ اب میں آپ کو ساتھ لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے انکار کر دیا تھا اور ساتھ نہ لینے پر قسم کھائی تھی۔ اب مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ میں تمہاری قسم کو توڑ دوں، میں نے کہا اگر آپ ساتھ چلنے پر تیار نہیں تو کم از کم اتنا کیجئے کہ میں ہر منزل پر آپ کو دیکھ لیا کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں مضائقہ نہیں۔

یہ سنکر سفر کی تھکان اور بھوک اور پیاس سب جاتی رہی۔ ہر فکر دل سے دور ہو گئی۔ اب بس یہی لگن تھی کہ کب منزل پر پہنچوں اور ان کا دیدار کروں۔ جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو دوسرے صوفیوں سے میں نے یہ قصہّ بیان کیا تو شیخ ابو بکر کتانی اور شیخ ابوالحسن مزیّن نے مجھے بتایا کہ وہ شیخ ابو جعفر مجذوم ہیں۔ تیس سال ہو گئے ہیں کہ ہم ان کے دیدار کے خواہاں ہیں۔ کاش ہم ان کو دیکھ سکیں۔ میں جب طواف میں مشغول ہوا تو میں نے ان کو پھر دیکھا، میں نے اس ملاقات کا ذکر پھر اپنے دوستوں سے کیا انہوں نے کہا کہ اب اگر تم ان کو دیکھو تو ہمیں آواز دے دینا (اور ان کا دھیان رکھنا) میں نے کہا کہ اچھا ایسا ہی کروں گا لیکن میں نے منیٰ اور عرفات میں ان کو نہیں دیکھا۔ رمی جمار کے دن کسی میرے پیچھے سے کہا السلام علیکم یا اباالحسن! میں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت شیخ موجود تھے۔ ان کو دیکھتے ہی مجھ پر عجیب حالت طاری ہو گئی، میں نے ایک نعرہ لگایا اور بے ہوش ہو گیا، اور وہ وہاں سے کہیں چلے گئے۔

حضرت قدوہ الکبرا نے فرمایا بعض اولیاء اللہ بالکل ان پڑھ گذارے ہیں اور بایں ہمہ وہ مرتبۂ غوثیت پر فائز

ہوے ہیں چنانچہ شیخ ابوالعباس قصاب اپنے وقت کے غوث اور قبلۂ زمانہ گزرے ہیں۔اُمی محض تھے اور از روائے علم ان کا یہ حال تھا کہ کاف اور قاف میں فرق نہیں کر سکتے تھے۔اسی طرح شیخ ابوالحسن خرقانی بھی ان پڑھ تھے لیکن اپنے وقت کے غوث تھے حضرت پیر ہردی (حضرت عبد اللہ انصاری ہروی) فرماتے ہیں کہ جب کوئی بیمار ہوتا یا کچھ اور تکلیف ہوتی تو وہ خواجہ کے پاس حاضر ہوتا وہ اس پر الحمد للہ پڑھ کر دَم فرماتے اسی دم اس کو آرام ہو جاتا لوگ یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے تھے ایک بار ایک فاضل شخص کے دانت میں درد ہوا وہ آپ کے پاس گیا آپ نے الحمد پڑھ کر دم فرمادیا۔اسی وقت درد جاتا رہا۔اس نے کاہ کہ آپ الحمدللہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے آئے میں آپ کو صحیح کرادوں اور اچھی طرح یاد کرادوں۔آپ نے فرمایا جاؤ پہلے اپنے دل کو ٹھیک کرو۔اسکے بعد وہ شخص پھر اسی درد میں مبتلا ہو گیا۔ شیخ الاسّلام فرماتے ہیں کہ میں نے خود شیخ خرقانی کی زبان سے الحمدللہ سنی ہے۔چونکہ وہ اُمّی محض تھے اسی لیے صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن پھر بھی وہ غوث زمانہ تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ غوث کعبہ کے مجاور ہوتے ہیں (ہمیشہ کعبۃ اللہ میں رہتے ہیں) اس موقع پر ایک عزیز نے عرض کیا کہ بعض حضرات اولیاء کرام میں سے مختلف شہروں اور قریوں میں پائے گئے ہیں اور وہ غوث روزگار کے منصب پر فائز رہے ہیں۔چنانچہ حضرت ابوالعباس آمل میں اور غوث الثقلین بغداد میں مقیم تھے لیکن یہ حضرات غوث زمانہ تھے اور ان جیسے بعض دوسرے حضرات بھی گزرے ہیں پس اس صورت میں اگر مجاورت کعبہ غوثیت کے لیے شرط ہوتی تو پھر یہ کس طرح ممکن ہوسکتا تھا (اور یہ تعارض کس طرح دور ہوسکتا ہے) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مجاورت کعبہ کوئی لازمی شرط نہیں ہے اور اولیائے کاملین کو حق تعالےٰ نے ایسی قوت عطا کی ہے کہ وہ ایک طرفتہ العین میں مختلف جگہوں پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور غوث تو ان حضرات میں اکمل ترین ہوتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ میرے مرشد (حضرت شیخ علاؤالدین گنج بنات) کے حکم کے بموجب بعض مُریدین مختلف جگہوں پر مختلف پہاڑوں میں خلوت گزین ہوکر عبادت دریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ایک دوسرے کے درمیان کم ازکم دس کوس کا فاصلہ ہوتا تھا۔حضرات حکم کے بموجب اپنی ریاضت کی مدت پوری کر کے ان پہاڑوں کے خلوت خانوں سے نکل کر حضرت مخدومی کی خدمت میں پہنچ جاتے تھے ان میں سے ہر ایک یہ کہتا کہ فلاں تاریخ کو پیرومرشد میرے پاس تشریف لائے تھے اور تعبیر واقعہ بیان کیا اور تجلیوں میں فرق ظاہر کیا لیکن حقیقت حال یہ تھی کہ حضرت مخدوم (بظاہر) اپنی خانقاہ سے ان تاریخوں میں ایک ساعت کیلئے بھی باہر نہیں گئے۔

حضرت غوث اعظم کا منصب غوثیت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ غوث لوگوں کی نگاہ سے کبھی پوشیدہ رہتا ہے اور کبھی ظاہر اور یہ بھی روا ہے کہ ایک غوث کی دعاء سے دوسرے ولی کی غوثیت کا منصب حاصل ہو جائے چنانچہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک غوث ہی کی دعا سے اس منصب سے مشرف ہوئے تھے۔شیخ ابوسعید عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن علی بن ابی عمر تمیمی شافعی رحمہم اللہ تعالےٰ سے منقول ہے کہ میں ایّامِ شباب میں

حصول علم کے لئے بغداد کے لئے مقیم تھا۔ابن سقا ان دنوں میرے دوست تھے، نظامیہ بغداد میں ہم تعلیم حاصل کرتے تھے عبادت وفراغت کے بعد میں صلحا کی زیارت میں اپنا وقت صرف کرتا تھا۔اس زمانہ میں بغداد میں ایک ولی اللہ تھے ان کو غوث وقت کہا جاتا تھا وہ جب چاہتے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوجاتے تھے اور جب چاہتے ظاہر ہوجاتے ایک دن میں، ابن سقا اور شیخ عبدالقادر تینوں نے ان کی زیارت کا ارادہ کیا۔ابن سقا نے چلنے سے پہلے کہا کہ آج میں ان سے ایک ایسا مسئلہ دریافت کروں گا کہ ان سے جواب بن نہیں پڑے گا۔ میں نے کہا ایک مسئلہ مجھے بھی دریافت کرنا ہے دیکھتا ہوں کہ ان کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہوتی ہے۔شیخ عبدالقادر نے کہا کہ معاذ اللہ۔معاذ اللہ کہ میں اُن سے کوئی سوال کروں میں تو محض ان کے شرف دیدار اور حصول برکات کے لیے ان کی خدمت میں جارہا ہوں۔اس گفتگو کے بعد ہم تینوں ان کے مقام پر پہنچے تو وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں تھے لیکن کچھ دیر کے بعد ہی وہ ظاہر ہوگئے اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی انہوں نے بڑی غضب ناک نظروں سے ابن سقا کی طرف دیکھا اور فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے ایسا مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ جس کا جواب میں نہیں جانتا۔سُن تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔یاد رکھ ابن سقاء میں میں تیرے اندر کفر کی آگ شعلہ زن دیکھ رہا ہوں! اس کے بعد شیخ میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا اے عبداللہ تو بھی مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے سُن کہ میں اس مسئلہ میں کیا کہتا ہوں تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے لیکن بے ادبی کے باعث تو دنیا میں اپنے کانوں کی لَو تک غرق رہے گا یہ فرما کر شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف متوجہ ہوے ان کو اپنے پاس بلایا ان کی تعظیم کی اور فرمایا کہ اے عبدالقادر تم نے اپنے حسنِ ادب سے خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کردیا ہے۔اس حسن ادب کے باعث میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک دن بغداد کے منبر پر بیٹھو گے۔اور برملا کہو گے

قدمی ھذہ علے رقبۃ کل ولی اللّٰہ — میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے

اور میں دیکھ رہا ہوں کے تمام اولیاء نے تمہاری تعظیم کے لئے اپنی گردنیں جھکا دی ہیں۔ یہ فرما کر وہ اسی وقت نگاہوں سے اوجھل ہو گئے پھر ہم میں سے کسی نے انہیں نہیں دیکھا۔تھوڑی مدت میں بزرگی کی نشانیاں شیخ عبد القادر میں بغایت الٰہی ظاہر ہونے لگیں ان کی ولایت پر خاص وعام نے اجماع کرلیا اور ایک دن وہ منبر پر چڑھے اور فرمایا:قدمی ھذہ علے رقبۃ کل ولی اللّٰہ۔ اور راسوقت کے تمام اولیاء نے آپ کی بزرگی کا اقرار کیا، دوسری طرف ابن سقا نے تحصیل علم کے بعد علوم شریعت میں ایسا کمال حاصل کیا کہ بہت سے علماءِ عصر سے بازی لے گئے اور ہر طرف بقطع مناظرہ در جمیع العلوم ان کی شہرت پھیل گئی۔ ان کی زبان بڑی فصیح تھی اور بیان بڑا لطیف تھا، خلیفہ نے ان کو سفیر بنا کر مملکتِ روم میں بھیجا۔ شاہ روم نے جب ان کے کمال علمی کو دیکھا اور ان کو زبردست فصیح پایا تو اس نے نصرانی علماء اور قسّیسین کو جمع کیا اور ان سے مناظرہ کرایا جب مناظرہ ہوا تو ابن سقاء نے سب کو شکست دے دی اور اپنے براہین قاطعہ سے ان سب کو عاجز کر دیا ملک روم کے دربار میں ان کی بڑی منزلت ہونے لگی اور انک کو زبردست

رتبہ حاصل ہوا یہاں تک کہ بادشاہِ روم کی حسین وجمیل بیٹی کو انہوں نے دیکھا اور اس پر فریفتہ ہوگئے۔

شعر

مبتلاشد در زمان جان شریف　　مبتلا اُسدم ہوئی جان شریف
بر جمال وحسنِ آن روح لطیف　　دیکھا جب اُس روح کا حسن لطیف

انہوں نے شاہ روم سے درخواست کی کہ اپنی لڑکی ان کے حبالہ عقد میں دیدے۔ شاہ روم نے کہا کہ اس کی شادی تمہارے ساتھ صرف اس شرط پر ہوسکتی ہے کہ تم عیسائی ہوجاؤ۔ یہ فوراً عیسائی ہوگئے۔

غزل

آتشِ حنش درونِ جان گرفت　　حُسن کا شعلہ جو سوز جاں ہوا
دربہائی عشق دادایمان گرفت　　عشق کا بدلہ مرا ایماں ہوا
در دلِ کان عشق آمد ازنظر　　دین و دنیا پھر کہاں اُس دل میں جو
جائ دین نبود کہ شہ ایوان گرفت　　شہر یار عشق کا ایواں ہوا
عشق در ملک دلست چون بادشاہ　　ملک دل میں عشق ہے اک بادشاہ
رفت غوغا ملک چون سلطان گرفت　　غل مٹا جب حکمراں سلطاں ہوا
بادشاہ عشق را نبود زوال　　بادشاہ عشق کو کیسا زوال
آفتاب است ظلِ اونتوان گرفت　　پر تو خورشید کب پہناں ہوا
پنج نوبت میذند برتخت بخت　　پنج نوبت تخت پر بجتی ہے جب
عشق تو چون اشرفِ سمنان گرفت　　تیرا عاسق اشرفِ سمناں ہوا

اور اس لڑکی کو مانگا اور غوث کی بات یاد آئی اور سمجھ گئے کہ یہ کچھ اس بے ادبی کا نتیجہ ہے کہ۔

قطعہ

بی ادب ہرگز نباشد رستگار　　بے ادب ہوتا نہیں رستگار
از ادب گردونست باعزو وقار　　آسماں کا ہے ادب ہی سے وقار
گرنہ گردد مارِ حلقہ از ادب　　گرادب سے باندھ لے حلقہ نہ سانپ
چون بود بالائ گنجی مہرہ وار　　ہو خزانہ پر ہو کیسے مہرہ وار

اب میرا حال سُنیئے۔ میں وہاں سے دمشق آگیا۔ سلطان نورالدین (زنگی) شہید نے مجھے طلب فرمایا اور وزارتِ اوقاف میرے سپرد کردی اور مجھ پر کمال درجہ مہربانی فرمائی اور اس طرح ان غوث وقت کا ارشاد (کہ تم سراپر دنیا میں گھر جاؤگے) مجھ پر صادق آگیا۔ اس حکایت کے بیان فرمانے کے بعد حضرت نے فی البدیہہ یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

رباعی

ہر چہ در تقدیر یزدان رفتہ است — جو مقدر ہو چکا، ظاہر اُسے
آید از درویش و سلطان بر زبان — کرتی ہے درویش و سلطاں کی زبان
درمیانِ دیدہٗ و نادیدہ گوئی — دیکھے بے دیکھے کی باتوں میں ہے فرق
ہست فرقی از زمین تا آسمان — ایسا جیسے یہ زمین و آسماں

حضرت نورالعین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ عنقریب غوث دوزگار کا وصال ہونے والا ہے اس سے آپ کا اشارہ کس طرف ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کچھ مہینوں کے بعد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ پھر یہ نوبت کس کے دروازہ پر بجائی جائے گی۔

قطعہ

آنکہ باشد بردر او برزنند — کون ہے در پر بجاتے جس کے ہیں
کوس دولت از مثالِ کبریا — کوسِ دولت حسبِ فرمانِ خدا
کیست کورا از حریمِ خاص تر — کون ہے جس کو حریم خاص سے
بانگ بر خیزدکہ از بیرون بیا — ہے ندا آتی کہ تو باہر سے آ

اتفاق سے کچھ عرصہ کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے سفر کا قصد کیا۔حضرت کبیر نے اس موقع پر عرض کیا کہ میں حضور والا میں چند بار یہ درخواست کر چکا ہوں کہ مجھے بھی رکاب سعادت سے مشرب ہونے کا موقع دیا جائے (سفر میں اپنے ساتھ رکھیں) لیکن اب تک مجھے یہ شرف حاصل نہیں ہوا ہے اس بار مجھے امید ہے کہ حضور کی ہمراہی کا شرف ضرور میّسر ہوگا اور میں حاضر خدمت رہوں گا۔حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوگا۔تمہاری رفاقت کے بغیر مجھے بھی قرار نہیں آتا لیکن درگاہ کی دیکھ بھال اور ولایتِ اسلام کے بندوبست کی خاطر میں تمہیں یہاں چھوڑ کر چلا جاتا تھا

شعر

مرا از رویٔ تو دوری غریبیست — مجھے بھاتی نہیں ہے تیری فرقت
ضرورت می شود امرِ عجیبست — مگر مجبور کرتی ہے ضرورت

لیکن اس مرتبہ ایسا نہیں ہوگا اور جو کچھ تم چاہتے ہو ویسا ہی کیا جائے گا چنانچہ صوبہ گجرات کی طرف روانگی اختیار کی گئی تا کہ وہاں سے اطراف دکن اور ولایت گلبرگہ کا قصد کیا جائے کیونکہ اطراف دکن ونواحی گلبرگہ حضرت قدوۃ الکبرا کو بہت پسند تھی کیونکہ اس طرف کی آب وہوا مزاج اقدس کے موافق اور مناسب تھی۔ **شعر**

ندیم تہ سبزگوں برگہٗ — تہِ چرخ دیکھا نہ اک لالہ زار
بگلزارِ عالم چو گلبرگہٗ — کہ گلبرگہ کی طرح ہو پر بہار

حضرت قدوۃ الکبرا کوگلبرگہ کی زمین بہت پسند تھی کہ آپ اس کوگلبرگہ کے بجائے" گلبرکہ "فرمایا کرتے تھے۔ بہر حال قطع منازل کرتے ہوئے آپ سرزمین دکن میں پہنچ گئے اور سیّد محمد گیسو دراز کی خانقاہ میں قیام ہوا چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول تھا کہ سفر ہو یا حضر آپ ہمیشہ تنہا رہتے تھے، چنانچہ یہاں خادموں اور ہمراہیوں کے لیے الگ خیمے لگائے گئے اوران خیموں سے الگ تھلگ ایک بڑا خیمہ حضرت کیلئے لگایا گیا۔

شعر

ہمیشہ درمنازل خواہ اطراف — رہیں گھر یا کریں وہ سیرِ اطراف
جو عنقا بود عزلت گیر در قاف — تھے عنقا کی طرح باشندہ قاف

حضرت قدوۃ الکبرا مقرر اوقات میں اپنے اصحاب ولایت مآب کو اپنے پاس ملاقات کا وقت دیتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا حضرت نورالعین، حضرت کبیر کو آدھی رات گئے اور صبح کو اپنے پاس طلب فرمایا کرتے تھے اور معارف وحقائق سے آگاہ فرماتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کو منصب غوثیت عطا ہونا

ایک رات شیخ الاسلام کو حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے حضور میں طلب فرمایا کچھ دیر گذرا تھا کہ آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی اور عجیب وغریب اضطراب وانقلاب پیدا ہوا کہ اسکی تشریح وتوضیح ناممکن ہے۔ حضرت کا یہ اضطراب دیکھ کر شیخ الاسلام پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ پھر وہ حضرت کہ خیمہ گاہ میں نہ ٹھہر سکے اور باہر آکر بیٹھ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ حضرت بیخودی کے عالم میں وجد فرمارہے تھے، ایک ساعت تک حضرت کی یہی حالت رہی۔ پھر آپ کی بے خودی ختم ہوگئی اور آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ مجھے حاصل ہوگیا۔ حضرت نورالعین، حضرت کبیر اور حضرت شیخ الاسلام آپ کا یہ ارشاد سن کر بہت حیران ہوئے اور غور کرنے لگے کہ کون سا عجیب وغریب معاملہ پیش آیا جس نے حضرت قدوۃ الکبرا کو اس قدر مضطرب اور بے چین کر دیا تھا لیکن کسی شخص کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ سے دریافت کرے آپس میں تمام حضرات یہی کہتے تھے کہ صرف حضرت نورالعین ہی اپنے معمول کے مطابق یہ جسارت کر سکتے ہیں چنانچہ انہوں نے درخواست کی کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے اضطراب اور بے قراری کا موجب کیا تھا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آج ماہ رجب ۷۷۰ھ کی پہلی تاریخ ہے وہ غوث روزگار وقطبِ گردوں جن سے مجھے جبل الفتح میں شرف ملاقات حاصل ہوا تھا اس دنیا سے کوچ فرما گئے اماثر وا کا بر روزگار میں سے ہر ایک کو یہ توقع تھی اور ہر ایک کی ہمت اس امر کے درپئے تھی کہ غوثیت کا بزرگ اور شریف عہدہ اس کو ملے گا لیکن کسی بدن پر قیمتی لباس اور کسی کے سر پر عظمت کا تاج ٹھیک نہیں اُترا

شعر

ہمہ کس بمیدان کوشش دراند — تھے کوشش کے میداں میں سارے گئے
ولی گوی دولت نہ ہر کس برند — مگر گیند کو سب نہیں لے گئے

حق تعالیٰ نے اپنی مہربانی اور اپنے لطفِ بے پایاں سے غوثیت کا وہ تاج اس فقیر کے سر پر رکھ دیا۔

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ۝ ۱؎
یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ شکرانہ اسی سلسلہ میں تھا جیسا کہ مجذوب شیرازی نے کہا ہے۔

شعر

شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا — شکر خدا کہ میں نے طلب اس سے جو کیا
بر منتہائے ہمت خود کامران شدم — خواہش کی انتہا کے موافق مجھے ملا

یہ خبر سنتے ہی تمام مریدین اور رفقاء میں خوشی اور مسرت کہ لہر دوڑ گئی اور حد درجہ مسرور ہوئے۔

مثنوی

چون نوائے پردۂ آمد بشوق — جب نداپردہ سے آئی پرز شوق
صوفی گردون بچرخ آمدز ذوق — صوفی گردوں کو آیا وجد و ذوق
خوش بشارت ازحریم خاص شد — مژدہ آیا ہے حریم خاص سے
کز نوایش ہریکی رقاص شد — اس کوسن کر رقص سب کرنے لگے

اب سے غزل ونصب کا حکم اس فقیر کو دے دیا گیا اور دورۂ عالم میرے سپرد کیا گیا۔

شعر

چو پائے شہ فرو افتاد ازگاہ — جو چھوڑے تخت کوئی شاہ ذیجاہ
بتخش کہ نشیند جز شہنشاہ — تو بیٹھے کون اس پر جز شہنشاہ

غوث وقت کی تجہیز و تکفین کے بعد میں نے ان کے نماز جنازہ کی امامت کی اسلئے کہ غوث کی نماز جنازہ غوث کے سوا کون پڑھا سکتا ہے۔ چاروں قیوم (قیّم) اس فقرا اور دو امامان یعنی عبد الرب اور عبد الملک اور ایک اوتاد نے مل کر ان کی میت کو اٹھایا اور ان کے مقام ہی پر ان کو دفن کر دیا۔

غوثیت کے منصب سے پہلے حضرت کا منصب امامان تھا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس عہدہ کی تفویض سے پہلے میں اماماں میں سے ایک تھا اور مجھے عبد الملک کہا جاتا تھا اور غوثیت کے تخت کے بائیں جانب میرا مقام تھا، جب اس فقیر کو غوث کا منصب عطا فرمایا گیا تو عبد الرب کو جو غوث کے دائیں طرف بیٹھے تھے انہیں بائیں طرف جگہ دے دیگئی اور دائیں طرف جو جگہ خالی ہوئی اوتاد میں سے ایک کیلئے مخصوص کر دی گئی، اور اوتاد میں جو خالی ہوئی اُسے ایک ابدال سے اور ابدال میں ایک اخیار سے پر کر دیا گیا۔ اور اخیار میں اس ترقی سے جو جگہ خالی ہوئی وہ ابرار میں سے ایک کو ترقی دے کر پُر کی گئی اور ابرار کی خالی جگہ پر ایک نجیب کو ترقی دی گئی اور نجیب کی خالی جگہ پر ایک نقیب اور نقبا

۱؎ پ ۲۷ سورہ حدید ۲۱

میں جو جگہ خالی ہوئی اسکو مومنوں سے ایک ہستی کے لئے مخصوص کیا گیا۔اس دفعہ میری درخواست پر نقبا میں خالی ہونے والی جگہ پر عزیزم تنگر قلی کو منصوب کیا گیا اور وہ جگہ تنگر قلی کو دے دی گئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کافروں میں سے کسی ایک کو مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ہی ان لوگوں میں شامل کر لیا جائے۔

چنانچہ طبقات الصوفیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ) کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں عرصہ سے حضرت غوث کی خدمت بجالاتا تھا اور خدمت شریف میں اکثر راتیں جاگ کر گزار دیتا تھا ایک رات حضرت غوث الثقلین خانقاہ سے باہر تشریف لائے میں پانی کی جھاگل پیش کی لیکن آپ نے التفات نہ فرمایا اور آپ مدرسہ کی طرف روانہ ہو گئے، دروازہ کھل گیا اور آپ باہر نکل آئے۔میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے باہر نکل آیا اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ کو میری اس عقب روی کا علم نہیں ہے جب ہم شہر بغداد کے دروازہ پر پہنچے تو دروازہ فوراً کھل گیا، آپ باہر نکل آئے اور میں بھی باہر نکل آیا پھر سامنے ایک اور دروازہ آیا، ہم کچھ دور اور آگے چلے اور ایک شہر میں پہنچ گئے جس کو میں نہیں جانتا کہ کہاں ہے آپ مسافر خانہ میں آئے وہاں پر چھ افراد بیٹھے ہوئے تھے وہ لوگ حضرت غوث الثقلین کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب آ کر سلام کیا میں وہاں سیک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔اسی رباط کے ایک کونہ سے آہ وزادی کی آواز آئی لیکن کچھ دیر بعد ہی وہ آواز ختم ہو گئی۔اس کے بعد ایک شخص نمودار ہوا اور وہ رباط کے اس طرف چلا گیا جہاں سے رونے کی آواز آرہی تھی، اس کے بعد وہی جانے والا شخص واپس نکلا، اس وقت وہ کندھے پر ایک شخص کو اٹھائے ہوئے لا رہا تھا پھر ایک شخص اور آیا اس شخص کا سر برہنہ تھا اور اس کی لبوں کے بال بڑے ہوئے تھے۔یہ شیخ متحرم کے روبرو آ کر بیٹھ گیا۔حضرت شیخ نے اسکو کلمہ طیبہ پڑھایا اور اس کے سر اور لب کے بال جو بہت بڑھے ہوئے تھے کاٹ دیے، اس کے بعد اس کو طاقیہ پہنائی اور نام "محمد" رکھا۔اس کے بعد آپ نے ان چھ افراد سے جو پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ میں اس امر پر مامور کیا گیا ہوں کہ اس کو اس متوفی کا بدل بنا دوں۔ان سب نے بیک زبان کہا ہمیں قبول ہے۔

اس کام کے بعد شیخ وہان سے واپس روانہ ہو گئے میں بھی حسب سابق شیخ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہی ہم شہر بغداد کے دروازہ پر پہنچ گئے جس طرح دروازہ پہلی مرتبہ خود بخود کھل گیا تھا اس بار بھی کھل گیا پھر ہم مدرسہ کے دروازہ پر پہنچ گئے وہ بھی اسی طرح کھل گیا اور پھر ہم خانقاہ میں داخل ہو گئے جب صبح ہوئی تھو میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا سبق پڑھنا چاہا لیکن رات کے معاملہ کے ہیبت مجھ پر اس طرح طاری تھی کہ اپنا سبق نہیں پڑھ سکا۔شیخ نے فرمایا اے عزیز! پڑھو! تب میں نے شیخ کو قسم دے کر کہا کہ رات جو کچھ میری نظروں سے گزرا ہے اس کی وضاحت فرمادیں۔میری قسم سے مجبور ہو کر انہوں نے فرمایا کہ رات جو شہر تم نے دیکھا وہ شہر نباوند تھا وہ چھ حضرات جو وہاں موجود تھے ابدال تھے اور جس

میت کے لئے رورر ہے تھے وہ ان کا سردار تھا اور وہ شخص جو کاندھے پر ایک شخص کو ڈالے ہوئے باہر آئے حضرت خضر علیہ السلام تھے اور اپنے کندھے پر اس مردہ کو لائے تاکہ اس کی تجہیز وتکفین کی جائے اور وہ شخص جسے میں نے کلمہ شہادتین پڑھایا تھا وہ قسطنطنیہ کا ایک آتش پرست تھا کہ مجھے حکم ہوا تھا کہ اُسے اس مردہ کا جانشین بناؤں لہٰذا اُسے میرے پاس لائے اور وہ میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اب وہ بھی انہیں کا ایک ہے۔

حضرت شیخ مبارک نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ غوث کے داہنے جانب جو بیٹھتا ہے اس کو غوث کے بعد غوث کا منصب ملنا چاہئیے کیونکہ اصحاب یمین (دائیں ہاتھ والے) اصحاب یسار (بائیں ہاتھ والے) پر برتری رکھتے ہیں اور یہاں یہ صورت ہے کہ بائیں جانب والے اس منصب پر پہنچتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ اہل یسار عالم انسانی کے ناظر اور نگراں ہیں اور انام کے دائرہ کے محافظ ہیں (یعنی دنیا کے) اور اہل یمین عالم ملکوت کے ناظر ہیں۔ اس صورت میں عالم انسانی کے ناظر کا مرتبہ ناظر عالم روحانی سے اعلیٰ ہوا۔ پس ہر صورت میں اہل یسار ہی غوث کا منصب خالی ہونے پر اس کی جگہ متمکن ہوتے ہیں۔

شیخ نور کا مرتبۂ قطب پر فائز ہونا،

ایک دن شیخ اصل الدین سپید باز نے حضرت مخدوم زادہ شیخ نور (اللہ تعالےٰ ان کے قلب کو نور ایمان سے منور فرمائے) کے قطب ہونے کے بارے میں گفتگو شروع کی اور دریافت کیا کہ ان کی قطبیت کا کیا مقام اور درجہ ہے؟؟ حضرت نے فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت مرشدی وسیدی (شیخ علاءالدین گنج نبات) کی خدمت میں مجھے باریابی حاصل تھی اور میں ان کے حضور میں رہتا تھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالےٰ تم کو غوثیت کے مرتبہ پر پہنچائے تو تم فرزند نور کے لیے قطب ہونے کی کوشش کرنا۔

مصرعہ:۔

گفتہ بچشم ہر چہ تو گوئی ہمان کنم
بولے کروں گا ہے بسر وچشم میں ادا

حضرت مخدومی کے انتقال کے عرصۂ دراز کے بعد ولایت بنگالہ کے قطب نے انتقال فرمایا پس تمام اولیائے کرام اور وزیران بارگاہ ربّانی کا ہم نے اجتماع کیا تا کہ بالاتفاق مخدوم زادہ کو قطبیت کے منصب پر فائز کریں۔ اس وقت بعض لوگوں نے ان کے قطب ہونے کی دلیل چاہی۔ اس فقیر نے مخدوم زادہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ان لوگوں کے سوال کی طرف توجہ مبذول کیجئے اور اس پہاڑ کو اشارہ کیجئے کہ آپ کے پاس آئے۔ بابا حسین خادم کہتے ہیں کہ جیسے ہی حضرت قدوۃ الکبرا کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے پہاڑ روانہ ہوگیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے پہاڑ اپنی جگہ ٹھہر جا کہ میں تو پیرزادہ کو تعلیم دے رہا ہوں اور ان کو موعظت کر رہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت مخدوم زادہ نے قدوۃ الکبرا کے ارشاد کے مطابق پہاڑ کو انگلی سے اشارہ کیا کہ اے پہاڑ یہاں آ۔ پہاڑ بہت تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ بہت سے لوگوں نے

اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا اور آپ کی ثنا و توصیف کی۔

رباعی

همه گفتند از دل برزبانی — لگے کہنے یہ دل سے سب زبانی
که بهتر زین نمی باید نشانی — کہ اس سے بڑھ کے کیا ہوگی نشانی
چوقطبی رانشان زینگونه آید — جو قطبیت کی ہو ایسی علامت
دگر از حجت وبرهان چه باید — تو پھر کیا چاہیئے برہان وحجت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مخدوم نے جو کچھ وصیتیں کی ہیں وہ سب کی سب ہم نے پوری کر دی ہیں صرف ایک وصیت باقی رہ گئی ہے۔ انشاءاللہ اس کو بھی ہم پورا کریں گے۔ بعض اکابر صوفیہ نے اس قسم کا بار اٹھانے اور عہدہ دار ہو کر زندگی بسر کرنے سے کنارہ کشی کی ہے۔ اپنے حال کی مشغولیت کے باعث وہ نہیں چاہتے تھے کہ دوسرے لوگوں کا بھی بوجھ اٹھائیں لیکن باین ہمہ بنی آدم کی ضروریات کا پورا کرنا اور دنیا کے بوجھوں کو اٹھانا بعض اکابر نے اہم قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ان حضرات نے اپنے اشغال باطن پر دوسروں کی حاجت روائی اور کار برآری کو مقدم سمجھا ہے۔

جس وقت کہ حضرت مخدوم زادہ کو قطب کا منصب عطا کیا جا رہا تھا بارگاہ الٰہی کے بعض نائبین یہ چاہتے تھے کہ شیخ شرف الدین کو اس شرف سے مشرّف کیا جائے اس وقت شیخ شرف الدین کے اندر عجیب اضطراب پیدا ہوا اور ایک رات وہ تمام شب خانقاہ میں ٹہلتے رہے۔ ان کا مدّعا یہ تھا کہ اگر اس بارِ قطبیت کو کوئی دوسرا اٹھالے تو بہتر ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد یہ اضطراب اور بے قراری جاتی رہی۔ بعض اصحاب نے ان سے ان کی اس بے قراری کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ بعض شخصیتیں چاہتی تھیں کہ قطب کا منصب میرے سپرد کر دیا جائے لیکن میں اس سے بچنا چاہتا تھا، الحمدللہ کہ میرے بھائی نور نے اس بار کو اٹھالیا۔

جسم غوث انتہائی لطیف ہوتا ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ غوث کا جسم جس قدر بیان کریں اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ شیخ اکبر سے منقول ہے کہ انہوں نے خانہ کعبہ کے طواف کے دوران ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ طواف کر رہا تھا اور کسی سے مزاحمت نہیں کرتا اور اگر دو شخصوں کے درمیان آ جاتا اور نکل جاتا تو ان کو جدا نہ کرتا۔ میں نے یہ خیال کیا کہ یہ کوئی روح ہے، میں نے تجسس کے ساتھ ان کی گذرگاہ پر نظر رکھی جب وہ سامنے آئے تو میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں ان کے ساتھ ہو گیا۔ میرے ان کے درمیان بات چیت بھی ہوئی تب مجھے پتہ چلا کہ وہ شیخ احمد سبطی ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے زمانہ میں قطب وقت کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں ہی قطب وقت ہوں۔ میرے بعد سیّد جلال اور ان کے بعد سیّد اشرف جہانگیر سمنانی ہوں گے (طبقات الصوفیہ)

حضرت قدوۃ الکبرا کے بارے میں بار ہا یہ بات مشاہدہ سے گزری ہے کہ بعض سلاطین اپنے قصروں میں حضرت کو ٹھیراتے تھے اور جس قدر بادشاہوں کے محل مکلف ومحفوظ ہوتے ہیں ویسے ہی وہ ہوتے تھے آدھی رات کو حضرت باہر تشریف لے آتے اور کہیں جاتے تھے، دروازہ اور قلعہ اس طرح بندر ہتا، اکثر ایسا ہوا کہ خادم یعنی نظام یمنی حضرت کے ہاتھ پاؤں دباتا تھا بار ہا ایسا ہوتا کہ جب میں ہاتھ کمر تک پہونچا تا تو میرا ہاتھ ادھر سے اُدھر نکل جاتا۔ آپ کا جسم مبارک قطعاً میرے ہاتھ کو حائل نہ ہوتا کبھی کبھی حائل بھی ہوتا لیکن اس قدر لطیف تھا کہ بیان نہیں ہوسکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے غوث کے سلسلہ میں بہت کچھ اپنے "**رسالہ غوثیہ**" میں تحریر کر دیا ہے وہاں سے اس سلسلہ میں بہت حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس طائفہ قدسیہ کی ماہیت وحقیقت کا جاننا بہت اہم اور مبارک ہے بارِ خدایا ہم کو اور تمام مومنوں کو یہ رتبۂ شریفہ اور مرتبۂ بلند عطا فرما۔

امامان

وہ کیا ہے؟ ان کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ دو اصحاب ہیں ایک کا نام عبدالرب ہے اور دوسرے کا نام عبدالملک! عبدالرب کی مسندوزارت تختِ غوثیہ کے دائیں طرف ہوتی ہے اور وہ عالم ملکوت کا ناظر ہے۔ دوسرے عبدالملک کا مقام تخت غوثیہ کے بائیں طرف ہے اور وہ ملک ناسوت کے ناظر ہیں! یہ اپنے منصب کے اعتبار سے دائیں ہاتھ کے امام سے برتر اور افضل ہیں اور دنیا ان سے خالی نہیں ہوتی۔

شعر

چو براورنگ باشد بادشاہی | ہوا مسند نشیں جب تخت پر شاہ
ضرورت بی وزیران نیست جاہی | وزیروں کے بغیر اُسکی نہیں جاہ

اوتاد

جن کی ذات سے اللہ تعالیٰ عالم کی نگرانی فرماتا ہے سارے عالم یعنی ہفت اقلیم وجہات عالم میں صرف چار رہتے ہیں۔

شعر

زچار اوتاد گردد پنج پایۂ | ہیں چار اوتاد برج پنج پایہ
کہ آن اورنگ شداین چار پایۂ | کہ ہے وہ تخت یہ ہیں چار پایہ

اور یہ ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں نہ ان کی تعداد گھٹتی ہے اور نہ بڑھتی ہے ان میں سے ایک شرق میں ہوتے ہیں ان کا نام عبدالحیٔ ہے اور دوسرے غرب میں ہیں ان کا نام عبدالحلیم ہے، تیسرے جنوب میں ہیں ان کا نام عبدالقادر ہے، چوتھے شمال میں ہیں ان کا نام عبدالمرید ہے۔ **شعر**

چو غوث این خیمہ رابرکار کردہ | کیا جب غوث نے خیمہ کو آباد
طناب چارش اندر چار کردہ | طنابیں چارو اسکی چار اوتاد

حق تعالیٰ ہفت اقلیم کی چاروں جہتوں کی حفاظت ونگرانی ان اوتاد کے توسط سے فرماتا ہے۔

کہ یہ حضرات الطاف الٰہی کا مظہر و منظر ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے الطاف بے پایاں ان کے شامل حال رہتے ہیں جس طرح سے پہاڑ زمین کے سکون وقرار کا سبب ہیں (زمین ان کے باعث ہل نہیں سکتی) اوتاد تمام عالم اور ربع مسکون (دنیا) کے قیام وقرار کا موجب ہیں پورب پچھم میں ناچاران کی تعبیر پہاڑ سے کی گئی ہے۔

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا ۙ۝ وَّالۡجِبَالَ اَوۡتَادًا ۙ۝ ۱؎ کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو اسکی میخیں نہیں بنایا

ابدال

سات ہوتے ہیں وہ اپنے مقام سے جب کبھی سفر کرتے ہیں تو ایک جسم انسانی اپنا ہم صورت مستقر پر چھوڑ جاتے ہیں، تا کہ ان کی عدم موجودگی کو کوئی نہ سمجھ سکے۔ پس حقیقت میں نہ وہ بدل ہے نہ غیر اور ان میں سے ہر ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے۔

بیت

طناب خیمہ چون در چرخ بیخ است — طنا بیں خیمہ کہ ہیں چرغ میں بیخ
تن ابدال دروی ہفت میخ است — تن ابدال اس میں سات ہیں میخ

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ چالیس سے زیادہ ہیں اور بعض نے چالیس تن کو ابدال کہا ہے۔

حضرت قدوہ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ خاندانِ چشت کے سربراہ اور پیشوا حضرت شیخ ابواحمد منصب ابدال پر فائز رہے یہ ان چالیس حضرات میں سے ہیں جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر آسودہ رہے ہیں آپ کے آباؤ اجداد سلاطین چشت میں سے تھے آپ کی ایک بہن تھیں بڑی ہی عابدہ او صالحہ آپ کے گھر کبھی کبھار شیخ ابواسحاق شامی قدس سرہٗ تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ کا قصّہ یہ ہے کہ ابھی خواجہ ابو احمد کی عمر بیس سال کی تھی کہ آپ اپنے والد کے ہمراہ پہاڑی علاقہ میں شکار کھیلنے کے لیے گئے۔ شکار کے دوران آپ اپنے والد اور دوسرے ہمراہیوں سے بچھڑ گئے ادھر اودھر پھرتے ہوئے آپ ایک گھاٹی میں پہنچے تو دیکھا کہ چالیس مردانِ خدا وہاں ایک پتھر پر تشریف فرما ہیں اور شیخ ابواسحاق شامی ان کے درمیان ہیں ان پر بہتر حالت طاری ہوئی، گھوڑے سے اُتر آئے اور شیخ کے پیروں پر سر رکھ دیا گھوڑا اور ہتھیار جو کچھ تھا چھوڑ دیا۔

شعر

چوگوہر کان خودرا دید پرسنگ — جو دیکھا کان کو گوہر نے پرسنگ
زدہ بر شیشۂ ناموس بے ننگ — تو پٹکا شیشہ عزت کو بے ننگ

اور کمبل اوڑھا اور ان کے ساتھ روانہ ہوے۔ ان کے نوکروں اور والد نے انہیں بہت تلاش کیا لیکن یہ ان کو نہ ملے چند روز کے بعد خبر ملی کہ شیخ ابوا سحاق شامی کے ساتھ پہاڑ کے فلاں علاقہ میں ہیں۔ ان کے والد نے کچھ لوگوں کو ان کے لانے کے لئے بھیجا، بہت کچھ سمجھایا اور ساتھ چلنے کی کوشش کی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی

۱؎ پ ۳۰ سورہ النباء ۶، ۷

اوران کواپنے ہمراہ واپس نہ لاسکے۔

ابیات

نہ فرزانہ از علم باقل بود — ہنر سے ہنر مندباقل نہ ہو
نہ دیوانہ ازپند عاقل بود — نصیحت سے دیوانہ عاقل نہ ہو
بخوان عاقلش گر تو فرزانۂ — کہے اس کو عاقل جو فرزانہ ہو
چو دیوانہ خوانیش دیوانۂ — کہے جو کہ دیوانہ دیوا نہ ہو

اس سلسلہ میں بعض حضرات نے کہا ہے ابدال سات ہیں اوران سات میں سے چاراوتاد ہیں اور(۲)دوامامان ہیں اورایک کو قطب کہا جاتا ہے۔ان حضرات کا نام ابدال اس لیے رکھا جاتا ہے کہ اگران میں سے کسی کا انتقا ہوجاتا ہے تو دوسرااس کا بدل ہوجاتا ہے۔ اوران چالیس حضرات میں سے ایک چن کر یہ تعداد پوری کردیجاتی ہے اوران چالیس میں جب ایک کمی ہوتی ہے وہ کمی تین سو میں سے ایک شخص کومنتخب کرکے پوری کرلی جاتی ہے اور جب ان تین سو میں سے ایک کم ہوجاتا ہے تو صالحین مومنین میں سے ایک شخص کا انتخاب کر کے ان تین سو کی تعداد کو پورا کردیا جاتا ہے۔بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ان حضرات کا نام ابدال اس وجہ سے رکھا گیا کہ ان کو یہ قدرت عطا کی گئی ہے کہ یہ اپنا بدل پیش کردیتے ہیں اپنی منشا کے مطابق کسی ایسے امر کیلئے جو قائم ہے ان کی ذات میں اس حکم حال سے جوان کے نفوس میں موجود ہے (یعنی ان کواس حال کا علم ہوتا ہے اوراگر کسی کو اس امر کا علم نہ ہو تو ایسا شخص ابدال نہیں ہوگا۔وہ اس مقام کے صاحبان سے نہیں ہے)

بعض مشائخ بھی صورت کی تبدیلی پر قادر ہیں

صورت کا تبدیل کرنا صرف ابدال کے لئے مخصوص ومخصر نہیں ہے بلکہ بعض مشائخ بھی صورت تبدیل کرلیتے ہیں۔میں نے بعض ایسے بزرگوں کو دیکھا کہ ان کی صورتِ روحانیہ صورت جسمانیہ کا روپ اختیار کرلیتی ہے وہ اسی صورت جسمانیہ میں رہ کر بات چیت بھی کرتے ہیں اور کام بھی کرتے ہیں اور دیکھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی صورت جسمانیہ میں موجود ہیں (یعنی زندہ ہیں) اوراس طرح کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں صاحب کو دیکھا کہ وہ یہ کہہ رہے تھے۔حالانکہ ان سے یہ فعل صادر نہیں ہوتا ہم نے تم نے بارہا ایسے حضرات کا مشاہدہ کیا ہے۔چنانچہ ہمارے حضرت مخدوم (شیخ علاءالدین گنج نبات قدس سرہٗ) کوان کے بعض مرید سلاطین اور نامدار بادشاہوں نے جنگ وجدال اور میدان کارزار میں اپنی مدد کے لیے یاد کیا ہے تو انہوں نے فریق مخالف سے جدال وقتال اور باغیوں سے مقابلہ کیا ہے اور بعد میں یہ پتہ چلا کہ حضرت نے تو خانقاہ سے باہر ایک قدم بھی نہیں نکالا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس بزرگ و کریم خاندان وسلسلہ کے بہترے افراد منصب ابدال پر فائز رہے ہیں (خاندان حضرت شیخ علاؤ الدین گنج نبات مراد ہے) اور اس قسم کے بہت سے خوارق عادات ان سے ظہور میں آئے ہیں بلکہ پیران چشت اہل بہشت کے بعض پاسبانوں اور دربانوں سے اس طرح کے خوارق صادر ہوئے

ہیں۔ میں اپنے مرشد گرامی کے بارے میں کیا کہوں؟ کہ ان کی ذات سامی قدوۂ اصحابِ تصوف اور مقدمۂ ارباب تعرّف ہے۔ حضرت خواجہ محمد ابن احمد چشتی قدس سرہٗ سلطان محمود سبکتگین (جو آل سامان سے ہیں۔ اور اس فقیر کا بھی نسب اس خاندان سے ملتا ہے) کے ہمراہ سومنات کے جہاد میں موجود تھے۔ ہوا یوں کہ حضرت خواجہ محمد بن احمد چشتی کو مراقبہ میں بتایا گیا کہ سلطان محمود سبکتگین کی مدد کے لیے جانا چاہئیے۔ چنانچہ ۷۰ سال کی عمر میں وہ اپنے چند احباب واصحاب اور چند خدام کے ساتھ بنفسِ نفیس بدانجام مشرکوں کے مقابلہ کے لیے وہاں پہنچے اور ان سے جنگ شروع کر دی۔ جنگ کے انہی دنوں میں ایک دن اسلامی لشکر پر کافروں کا دباؤ بڑھ گیا اور مسلمانوں کے لشکر نے وہاں سے ہٹ کر ایک جنگل میں پناہ لے لی۔ یہ خیال تھا کہ عنقریب اسلامی لشکر کو شکست ہو جائے گی۔ حضرت خواجہ کا چشت میں ایک مرید چکی پیسنے والا محمد کاکو تھا آپ نے آواز دی کہ کاکو خبر لو۔ اُسی وقت لوگوں نے دیکھا کہ بڑھ بڑھ کہ کاکو نے دشمن پر وار کرنا شروع کر دیے یہاں تک کے لشکر اسلامی ظفر یاب ہوا اور کافر شکست کھا کر بھاگ گئے۔ حالانکہ محمد کاکو کو اس تاریخ اور وقت میں چشت میں دیکھا گیا تو انہوں نے اپنی چکی کا کھونٹا اکھیڑ کر دیوار پر مارنا شروع کر دیا۔ جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے وہی بات بتائی اور وہ سارا قصّہ بیان کیا (کہ اس طرح انہوں نے اپنے شیخ کی آواز سنی اور اسلامی لشکر کو انہوں نے مدد پہنچائی)

شعر

چو مردانِ دین حکم داور کنند — جو مردانِ دین حکوم داور کریں
زمغرب شدہ کار خاورکنند — جو ہوں غرب میں شرق کرسر کریں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کے بعض اکابر صوفیہ فرماتے ہیں کے ابدال چالیس افراد ہوتے ہیں جو سنت نبوی اور احکام مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے کار بند ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا۔ میری امت میں چالیس ابدال ہیں ان میں سے بارہ ابدال عرق میں اور اٹھائیس شام میں ہیں۔ اس موقع پر حضرت در یتیم نے عرض کیا اگر ابدال صرف انہی دوملکوں میں پائے جاتے ہیں تو پھر دائرہ ابدال کا یہ قول کہ ہر ماہ کی ہر تاریخ میں حضرت ابدال جہات ہشتگانہ میں موجود ہوتے ہیں کس طرح صحیح ہوسکتا ہے اور دوسرے اقصاء میں کس طرح پہنچتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو دو حصّوں میں فرض کیا ہے نصف شرقی اور نصف غربی عراق سے آپ کی مراد نصف شرقی کے مما لک ہیں اور شام سے نصف غربی کے مما لک مراد ہیں۔ پس عراق وغیرہ مثلاً خراسان، ہندوستان، ترکستان اور تمام دوسرے ممالکِ شرقیہ یہ سب عراق میں شامل ہیں اور شام وغیرہ مثلاً مصر اور مغرب کے تمام مما لک شام میں داخل ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین یحیٰ جامی نیشاپوری ان بارہ ابدال میں شامل ہیں جو عراق سے تعلق

رکھتے ہیں اور یہ تقسیم اس تقسیم کے مطابق ہے جو شہنشاہ فریدوں کے دور میں دو حصّوں میں کی گئی تھی تا کہ فریدوں کے شہزادے ان مملکتوں پر حسبِ تقسیم حکمرانی کریں جیسا کہ لفظ ایران اور توران سے ظاہر ہے۔ یہ تقسیم فریدوں کے بیٹوں کے لیے مملکت کے دانشمندوں نے کی تھی۔

بہت سے صوفیائے زمانہ اورا کا بر روزگار کہتے ہیں کہ "رجال الغیب، سات حضرات ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو جس طرح سات مملکتوں (ہفت اقلیم) پر تقسیم فرمایا ہے اسی طرح ان سات مملکتوں کے لیے سات رجال الغیب بھی اس نے منتخب فرمائے ہیں اور انہی منتخب حضرات کا نام "ابدال" ہے۔ ان سات حضرات میں سے ہر اقلیم کے وجود کا بندوبست اور دیکھ بھال ایک ذمہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابدال تیس ہیں، یہ سب قلب ابراہیمؑ پر ہیں۔ ان میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو حق تعالےٰ اس کا بدل پیدا فرما دیتا ہے اور دوسرے کو اس کی جگہ پر فائز فرماتا ہے لیکن جب قربِ قیامت ہوگا تو وہ سب کے سب وفات پا جائیں گے۔ ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دونوں مزکورہ حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے ان چالیس میں تیس ایسے افراد ہیں جو قلب ابراہیم علیہ السّلام پر ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ کشف المحجوب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابدال سات ہیں۔ چنانچہ صاحبِ کشفِ المحجوب فرماتے ہیں کہ تین سو وہ حضرات ہیں جو اخیار کہلاتے ہیں۔ چالیس حضرات ابرار ہیں اور ہفت ابدال ہیں۔ چار افراد اوتاد کہلاتے ہیں تین حضرات نقباء میں اور ایک شخص ہے کہ اس کو قطب بھی کہتے ہیں اور غوث بھی (کشف المحجوب)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جو موجودات خارج میں پائے جاتے ہیں۔ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق، ابدال ان میں سے کسی کو آواز نہیں پہنچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ "جوں" کو بھی نہیں مارتے چنانچہ حضرت "امیر چہ "سفال فروش کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی دوکان سے بچھو پکڑ کر جنگل میں لے جا کر چھوڑ دیتے تھے۔

شعر

میازار موری کہ دانہ کش است　　　ستامت کسی مور کو اے جوان
کہ جان دار دو جان شیرین خوش است　　　کہ جاندار ہے اور شیریں ہے جان

خواجہ عبداللہ ہروی فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم کسی جانور کو بھی آزار نہیں پہنچاتے تھے کہ یہ ابدال کا مسلک ہے اور وہ ابدال تھے۔ ان کا ایک وقت اچھا ہوا تو اپنے فرشتہ کو دیکھا اس سے کہا کہ میں کون سا طریقہ اختیار کروں جس کے باعث تم کو بشکل آدمی دیکھا کروں اس نے کہا کہ کسی جانور کو مت ستایا کرو۔ اس طرح وہ اس پر عمل کرتے اور ہمیشہ فرشتہ سے ان کی ملاقات ہو جایا کرتی۔ ایک بار ایک چونٹے نے انہیں کاٹ لیا کوئی چیز اس کے ماری اور وہ مر گیا اس کے بعد پھر کبھی اس فرشتہ سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بعض اکابر سے ایسے اسرار ظاہر ہوئے ہیں کہ عقل ان کے اوراک سے عاجز ہے اس طرح کی باتیں ابدال واہلِ کمال سے ہی ظاہر ہوتی ہیں۔

شیخ قضیب البان موصلی سے موصل کا قاضی عقیدت نہیں رکھتا تھا۔ایک دن قاضی موصل نے ان کو ایک گلی میں سے سامنے آتے دیکھا۔اس نے دل میں خیال کیا کہ آج ان کو پکڑ لینا چاہئیے۔اور معاملہ حاکم کے سامنے پیش کرنا چاہئیے تاکہ وہ ان کو واقعی سزا دے اب جو سامنے دیکھتا ہے تو ایک کُرد کھڑا ہوا دکھائی دیا۔(قضیب البان موصلی غائب تھے(جب وہ اور قریب آیا تو ایک اعرابی کو سامنے پایا جب وہ اور قریب آیا تو دیکھا کہ ایک فقیہ سامنے کھڑا ہے جب وہ بالکل قریب پہنچ گیا تو انہوں نے کہا کہ اے قاضی تم کون سے قضیب البان کو پکڑ کا حاکم کے پاس سزا دلوانے کے لیے لے جاؤ گے۔اسی وقت قضی نے اپنے سوءظن سے توبہ کی اور ان کا مرید ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا شہر روم میں جس کے بارے میں مشہور ہے کہ روم میں کوئی معصوم نہیں گیا۔ایک بار ایک طویل مدت تک قیام پذیر رہے اور ہمراہیوں کے لئے خانقاہ بنوائی اور ایک خلوت خانہ اس کے پہلو میں تیار کرایا کہ وہاں خود آرام فرماتے تھے۔ایک دن سلطان ولد جو حضرت مولانا رومی کے صاحبزادے تھے اور حضرت مولانا روم کے سجادہ پر رونق افروز تھے،انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا سے دعوت قبول کرنے کی استدعا کی۔حضرت قدوۃ الکبرا کے علاوہ بعض دوسرے مشائخ کو بھی مدعو کیا تھا۔روم کے شیخ الاسلام کے دل میں حضرت قدوۃ الکبرا کی جانب سے کچھ میل تھا حالانکہ وہ بہت بڑے دانشمند اور پایہ کے عالم تھے۔

شعر

دلی کان بود فارغ از دردو غم — وہ دل جس میں بالکل نہیں دردوغم
درو جائ کینہ بود بی الم — نہ ہے جائے کینہ نہ جائے الم

انہوں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی تھی کہ جب سید سمنانی اس مجلس میں آئیں تو ایک مشکل مسئلہ ان سے پوچھوں جس کے جواب سے وہ عاجز ہوں۔وقتِ مقررہ پر جب حضرت اس محفل کی جانب روانہ ہوئے اور اس مکان تک پہنچے تو شیخ الاسلام نے دیکھا کہ حضرت کے جسم مقدس سے ان ہی جیسی ایک صورت باہر نکل کر آئی اور اس سے پھر ایک صورت بنی اور اس طرح ویسی ہی تقریباً سو(۱۰۰) صورت بارتیں شیخ الاسلام کی نگاہوں کے سامنے متمثل ہوگئیں۔اسوقت حضرت قدوۃ الکبرا نے بدیہتہً یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

نظم

ہر دلی کائینہ صورت گراست — ہر وہ دل خالق کا جو ہے آئینہ
صد ہزاران صورت ازوی بردرست — لاکھوں شکلوں کی ہے اس دل سے بنا

صورتی عالم چہ باشد کاندرو شکل دنیا کیا ہے اس دل کے لیے
عرش وفرش و ہرچہ دردی مضمراست عرش سے تا فرش ہے اس میں چھپا

مخدوم زادہ سلطان ولد نے جیسے ہی آپ کو دیکھا دروازہ تک استقبال کو آئے اور بڑے تپاک واعزاز کے ساتھ آپ کو سب سے بلندتر جگہ پر بٹھایا۔

شعر

کسی رابر ترین باشد مکانی مکاں ہوتا ہے اس کا سب سے برتر
کہ ہر دُرّ وجواہر راست کانی کہ جو ہے معدن ہر دُرو گوہر

آپ نے شیخ الاسلام کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ ان بہت سی صورتوں میں سے تم کس صورت سے اپنا مسئلہ دریافت کروگے؟ شیخ الاسلام نے جیسے ہی یہ بات سنی ہیبت سے لرز گیا۔

شعر

چنان ہیبت افتاد درجان او پڑی اس طرح ان کی ہیبت میں جان
کہ گویا دریدند ہیجان او کہ گویا ہوئی چاک مثل کتان

بے اختیار اٹھے اور حضرت مخدوم زادہ سلطان ولد کو اپنا سفارشی بنایا اور آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا کہ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے مخدوم زادہ کو بیچ میں ڈالا ہے اپنا سفارشی بنایا ہے اس لئے معاف کرتا ہوں ورنہ تمہیں معلوم ہو جاتا۔ یاد رکھو ان صوفیہ میں سے کسی کی طرف انکار کی نظر سے نہ دیکھنا۔

مثنوی

مبیں درسوئے شان ازچشمِ انکار نہ دیکھو ان کو تم باچشم انکار
کہ محرومی بسی میدارد این کار کہ محرومی کا مستوجب ہے یہ کار
مگو شان را کہ تنہا می نشیند کہو مت یہ کہ وہ تنہا ہیں بیٹھے
کہ تنہا می شود زایشان پدیدار کہ ان سے ہیں بہت سے تن پدیدار
ظہورِ ذات حق را در مظاہر مظاہر میں ظہور ذات حق کو
ہمیں تمثیل می باید کہ انکار اسی تمثیل کا لائق ہے اقرار
چو ذاتِ اوندارو جزو تبعیض نہیں جب ذات میں اس کے کوئی جزٔ
صدور کثرت ازوحدت چنین دار تو یوں وحدت سے کثرت کا ہے اظہار
اگر باید ترا تمثیلِ دیگر اگر تم دوسری تمثیل چاہو
نشان آئینہ ہابر روئے دیوار تو آئینوں کو کر بالائے دیوار

همه آئینه هائی مختلف رنگ — ہر ایک آئینہ کا ہو مختلف رنگ
مربع از مسدس نوع بسیار — مربع مستطیل و دائرہ وار
جواہر مختلف آئینه ہا را — ہر ایک آئینہ کے جوہر جدا ہیں
که ہر یک عکس دیگر کرد اظہار — کہ ہے سب سے نئی صورت کا اظہار
برآید چون زدائی زنگ ازوی — اسے تم زنگ سے گر صاف کردہ
بہر آئینه دیدن صورتِ یار — ہر آئینہ میں دیکھو صورتِ یار
چونسبت این کنصب العین گرود — جو نصب العین ہو جائے یہ نسبت
شہودش گفتہ اند اصحاب اسرار — شہود اسکو ہیں کہتے اہل اسرار
جمالِ خویش رابین، ہمچو اشرف — تم اپنا حسن دیکھو مثل اشرف
ولی ای دل مگوکین ہست تکرار — مگر اے دل نہ کہنا' یہ ہے تکرار

حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ ابدال داوتاد واخیار کے سلسلہ میں جو روا تیں ہیں ان میں ان حضرات کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا کو اللہ تعالےٰ نے اس عہدہ کے شرف سے مشرف فرمایا ہے اس لیے اس سلسلہ میں جو حقیقت ہے اس کو ازراہِ کرم بیان فرمادیں۔ یہ سُن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر پر اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے جو کچھ ظاہر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو فرزند نظام الدین نے تحقیق کر کے بیان کیا ہے۔شیخ اصیل الدین سپید باز نے عرض کیا کہ رجال الغیب پر کس طرح توجہ کرنا چاہیے۔اور ان مردان غیب کو کس طرح شفیع بنانا چاہئیے ۔ یہ مہینوں کی مشہور تاریخوں اور دنوں میں کہاں کہاں ہوتے ہیں ان حضرات کے ٹھکانے کس طرح معلوم کیے جا سکتے ہے(کہ یہ حضرات کہاں کہاں موجود ہیں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ان حضرات کے ٹھہرنے اور رہنے کی جگہ کا معلوم کرنا اور ان حضرات کی طرف توجہ کرنا ایک ضروری اور خاص بات ہے(صوفیہ کے لیے اس کا جاننا بہت اہم اور ضروری ہے) جیسا کہ فتوحاتِ مکیہ میں ہے جماعت عالیہ صوفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ابدال کے جائے قیام کی جانب لازمی طور پر ضرور خیال کیا ہے اور جس نیت سے کہ ان کو وسیلہ کوئی لائے اور دل میں ان کی موجودگی کا خیال کرے وہ کام ضروری برآدے اور جو کام پیش آوے ابدال سے مدد اعانت طلب کرے اور ہر موقع پر ان کو دل سے روبرو تصور کر کے پیٹھ پیچھے رکھے اور اپنا پشت پناہ جانے۔خصوصًا سفر میں یا کسی شورش میں ان کے مقابلہ پر نہ آئے اور جنگ وقتال میں ان کے روبرو ہونے سے پرہیز کرے۔

اثنائے گفتگو میں حضرت قدوۃ الکبرا نے اشارہ فرمایا کہ سلطنت وحکومت کے دنوں میں ترکمانوں [1] اور مغلوں

---

[1] ترکمانوں کے دومشہور قبیلے تھے۔(۱) آق قونیلو اور (۲) قراقونیلو۔ جہاں سے (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

کارسرداروسپہ سلاربروبیگ تھا، دیدہ دلیری سے عہد شکنی پر آمدہ ہوااورسردارلشکر مقام صفااورمحل اتفاق سے ہٹ کرنفاق کی طرف متوجہ ہوا اورشرکشی وبغاوت کے مرکب کواچھی طرح کھینچ کرتیارکیااورسرکشی کے مرکب پرلباس رسوائی کودست عنادمیں پہنا سرکوغلامی کی رسی سے نکال دیااورفرمانبرداری کےطوق سے گردن پھیرلی اور پاؤں کوقانون اطاعت اورسرحد نیازمندی سے باہر رکھا، دائرہ اطاعت کہ مثل پرکار کے نقطہ کی طرح گھومتا تھااس کولات ماردی اورظلم وجور کے ہاتھ کوسمنان کے بعض اطراف اورکچھ پرتفریح دیہات کےلوٹ سے درازکیا۔

اشعار

ہوا جنگ آزما لشکر خزاں کا — کیا تاراج سبزہ بوستاں کا
عجب کیا ہے کہ لیکر نیزۂ خار — کرے گلہائے بستان کو تن افگار
سپاہ باغ یعنے سرو گلفام — بھڑا شیروں سے جا کر تا کہ ہو نام

ایک جرارلشکراورغدارفوج کےساتھ اس سرحدکی جانب رخ کیااسکی فوجوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ زمین میں ان کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اس خبر کے سننے سے ماوراءالنہر کے بادشاہ کو یارائے ضبط نہ رہااوروہ بھی اسلام کی نصرت کے لئے کمربستہ ہوگئےاورایک لشکر جرار کےساتھ دشمن کےمقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے، جب دونوں لشکرصف آراہوئے اورایکدوسرے سےمقابلہ میں مشغول ہوئے تو حضرت سلطنت پناہ نے دائرہ رجال الغیب دیکھنے کے بعدعرض کیا کہ آج کارزار میں مصروف نہیں ہونا چاہیئے اس لئے کہ رجال الغیب سامنے ہیں ہم رجال الغیب سےمقابلہ نہیں کریں گے۔انشاءاللہ کل میدان کارزارگرم ہوگااورایسی جنگ ہوگی کہ سپہ کشان روزگاراس جنگ پررشک کریں گے جب دوسرادن ہوااورطبل جنگ بجوایا گیا بادشاہ عالیجاہ خورشیدزمان، جمشیدمکان، سکندرصفت، حیدرقدرت بھی اعدائے دین سےمقابلہ کرنے کے لیے کمربستہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لڑائی کا تذکرہ شروع کیا گیا ہے وہاں سے اس (ا) عبارت تک تقریباً چارصفحات ہوئے ہیں۔ان چارصفحات میں نظام حاجی غریب یمنی (جامع ملفوظات نے اپنی نثرنگاری کا کمال دکھایا ہے۔مبالغہ اورغلو، استعارات،تشبیہات اورمترادفات کی بہتات ہے۔اورحاصل صرف یہ سطور ہیں جو میں نے پیش کردی ہیں۔اس عبارت کا اگر میں لفظی ترجمہ کرتا تو وہ قارئین کرام کے لئے بےسوداور بےحاصل ہوتا۔ مترجم شمسی بریلوی۔ ۱۲

ہوئے اوراعدائے دین کی ہزیمت کے لیے بڑے جوش وخروش کے ساتھ میدان کارزار میں آئے ۔تین روز تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔حامیان اسلام یعنی سپاہیاں اسلام کے دل میں ایک عجیب طرف کا خوف بیٹھ گیا تھا آخرکار(بروز یکشنبہ بتاریخ ۱۳ربیع الاول) شاہی لشکرتر کہانوں کی چھاونی تک پہنچ گیا۔بہادروں نے دادشجاعت دینا شروع کی۔دونوں طرف سے فوجیں جی توڑ کرلڑیں۔دوپہرتک خونریز جنگ جاری رہی دوپہر کے بعد گمراہوں کا لشکر تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا۔اورمیدان سے فرار کر کے جنگل میں نکل گیا۔اورنہایت عجلت اورسرعت کے ساتھ میدان جنگ خالی کردیا۔

مخالف لشکر کے بہت سے سرداراسیر کر لیے گئے اور تقریباً پچاس (۵۰) ہزار قزلباش لشکر مغول کے قتل ہو کر واصلِ جہنم ہوئے ۔لشکر اسلام کو مالِ غنیمت میں بہت کچھ حاصل ہوا ۔تقریباً بیس (۲۰) ہزار غلام اور آٹھ سفید ہاتھی ، بیشمار جانور اور اسلحہ جنگ ہاتھ آیا۔ (۱ صفحہ ۴۵)

نظام غریب یمنی عرض کرتا ہے کہ قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ جنگ وجدال اورمعرکۂ آہنگ وقتال کے بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ فتح ونصرت جو مجھ کو حاصل ہوئی سب کچھ رجال الغیب کی برکت سے حاصل ہوئی۔چونکہ اس قسم کی فتح ونصرت ان کی اعانت کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے اس لئے زمانہ کے سلاطین اور سرداروں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ بغیران کے سامنا کئے جنگ کریں۔

جب میں تختِ سلطنت سے دستبردار ہوااور امور سلطنت کی انجام دہی اور یہ تمام امور واحکام جہانداری اورنظام شہریاری اپنے برادرعزیز مؤید سلطان محمد کے سپرد کردیا ان کو جو پہلی نصیحت میں نے کی وہ یہی تھی کہ دائرہ رجال الغیب کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ ان مرادان غیب کوملازمت تمام دنیوی اوردینی مہمات میں فائدہ بخش ہوگی۔

رجال الغیب کی رفتار کا بیان

اس موقع پر حضرت نورالعین نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ رجال الغیب کے التزام کا کیا طریقہ ہے ؟ ان سے کس طرح مِلا جائے اورکس طرح پران کی مدد حاصل کی جائے ؟ آپ نے فرمایا کہ صبح کے وظائف سے فراغت کے بعد ان کے "دائرہ" پرغور کرنا چاہیئے ۔ وہ اس دائرہ میں جس طرف بھی ہوں اُدھر متوجہ ہوکر کہنا چاہیئے (دل کو اس طرف متوجہ کر کے کہیں) کہ یَـا اَدْوَاحَ الْـمقَدَّسَةِ یَا رِجَا لَ الْغَیْبِ اَعِیْنُوْ نَیْ بِقُوَّةً وَانْظُرُوْ نِیْ بِنَظْرَةٍ ۔(اے ارواح پاک،اے مردان غیب میری مدد کرا پنی قوت سے اور مجھے دیکھو نظرِ کرم سے) اور پوری توجہ کے ساتھ ان کی طرف متوجہ رہے آخر میں انکی طرف پیٹھ کر ے اور انکو

اس وقت اپنا پشت پناہ سمجھے اور فکر وزہن میں اس بات کو رکھے کہ میں نے کسی پر اعتماد کیا ہے اور اس بھروسہ پر اپنے کو کچھ بیچا کر دے اور اس طرح پابندی کرے جس نیت سے کرے گا وہ برآئے گی ۔ یہاں تک کہ بادشاہوں کی محفلوں اور سلوک کی مجلسوں اور قاضیوں ، مدرسوں ، دعوتِ اسماءاعظیم کے موقعوں وغیرہ پر ہر جگہ اس معائنہ دائرہ کا خیال رکھے ۔ **دائرہ رجال الغیب** یہ ہے جو اصل میں گول تھا کاتب نے آٹھ رخ سے اسکو درج کیا تا کہ سمجھنے اور نمونہ بنانے کے زیادہ قریب ہو جائے ۔

۷۸۶

بائب ۵، ۱۳، ۲۰	مغرب ۴، ۱۲، ۱۹، ۲۷	نیرت ۲، ۱۰، ۱۷، ۲۵
شمال ۸، ۱۵، ۲۳، ۳۰	یہ رجال الغیب کے آٹھ خانے ہیں	جنوب ۳، ۱۱، ۱۸، ۲۶
ایان ۶، ۲۱، ۲۸	مشرق ۷، ۱۴، ۲۲، ۲۹	کیرت (اگنی) ۱، ۹، ۱۶، ۲۴

اگنی دان	بشرقستان	جانب ایسان	شمال اندر	دکن بائب دان
(اط یو کد)	(زید کب کط)	(وکاکح)	(ح یھ کج ل)	(ہ یج ك)
۱۹ ۱۶ ۲۴	۱۴ ۲۲ ۲۹	۶ ۲۱ ۲۸	۸ ۱۵ ۲۳ ۳۰	۵ ۱۳ ۲۰

موی مغرب	نیرت دان	جنوبی بین
(دیب یط کز)	(ب ی یذ کھ)	(ج یا یح کو)
۴ ۱۲ ۱۹ ۲۷	۲ ۱۰ ۱۷ ۲۵	۳ ۱۱ ۱۸ ۲۶

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یاد کر لینے کے لئے میں نے مختصر سا قاعدہ نظام کیا ہے تا کہ طبع اصحاب وفہم احباب کو پسندیدہ ومرغوب ہو اور یاد کر لینے میں آسانی ہو اور وہ یہ ہے ۔

اگر خواہی کہ بدلا رابدانی ازرہِ فطیان   اگر ہو چاہتے جانو مقام ابدال کا ہرآن
حساب ابجداز حرفِ شماری کن یقین میدان   حساب الجد کا اُسکے حرف کرازرہِ ایقان
ا۔ ط۔ یو۔ کد۔ ہے۔ کیرت میں   ز۔ ید۔ کب۔ کط۔ ہے شرقستان
ا۔ ۹۔ ۱۶۔ ۲۴   ۷۔ ۱۴۔ ۲۲۔ ۲۹
و۔ کا۔ کح۔ کو ایساں میں   ح۔ یـــــہ۔ کج۔ ل شمالستان
۶۔ ۲۱۔ ۲۸   ۸۔ ۱۵۔ ۲۳۔ ۳۰
ہ۔ یج۔ ك جانب بائب   د۔ یب۔ یط۔ کذ ہے غربستان
۵۔ ۱۳۔ ۲۰   ۴۔ ۱۲۔ ۱۹۔ ۲۷
ب۔ ی۔ یذ۔ کہ تو ہے نیرت   ج۔ یا۔ یح۔ کو۔ جنوبستان
۲۔ ۱۰۔ ۱۷۔ ۲۵   ۳۔ ۱۱۔ ۱۸۔ ۲۶
زاشرف مرجع ایشان شنو ازضابطہ آسان   مقام انکا سنو اشرف سے اسکا قاعدہ آساں
اگر درکار بربندی برآید کامت از یزدان   تمہارا جو ارادہ ہوگا برلائے گائے گا وہ یزداں

اخیار یہ تین سو ہیں، صاحب کشف المحجوب کا قول ہے کہ اخیار سو ہیں۔

شعر

شدہ آن بادشاہ غوث را یاد   ہوئے ہیں بادشاہ غوث کے یار
سپاہی جاودانہ سیصد اخیار   ہمیشہ تین سو اشخاص اخیار

بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حضرات سات سو ہیں اور اٹھارہ افراد کا ایک گردہ ان اخیار میں سے درگاہ باری تعالےٰ کے نوّاب ہیں اور بارگاہ ایزوی کے دربان ہیں۔

ابرار وہ سات شخص ہیں بعض نے کہا ہے کہ چھ ہیں۔

نقبا وہ ایسے لوگ ہیں کہ ٹھیک ہوئے اسم باطن میں۔ پس مطلع ہوئے لوگوں کے پوشیدہ امور پر تو دلوں کے بھیدوں کو نکال لیا بسبب کھل جانے پردوں کے اسرار کے چہروں سے اور وہ تین سو ہیں اور یہ صاحبِ فصوص اور ان کے مقلدوں کا قول ہے۔ صاحب کشف المحجوب (علی ہجویری) فرماتے ہیں کہ نقباء صرف تین حضرات ہیں۔ اس موقع پر حضرت نورالعین نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ جہاں کہیں بھی نقباء، نجباء، اور ابدال کی تعداد کا ذکر ہوا ہے وہاں لفظ نفس کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے مرد کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے! نفساً کہا ہے رجلاً نہیں کہا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی صالحہ عورت بھی اس مرتبہ پر فائز ہو! پس رجلاً کس طرح کہا جا سکتا ہے،۔

نجبا حضرات نجبا کی تعداد چالیس ہے یہ لوگوں کے امور کی اصلاح اوران کے بار کے اٹھانے کے لئے قائم ہیں صرف خلق کے حقوق میں تصرف کرنیوالے ہیں۔

مکتومان یہ چار ہزار اشخاص ہیں جو قبۂ عزت و نقاب عفت میں پوشیدہ و مستور ہیں اور ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے خود اپنے حال کے جمال سے بے خبر ہیں، ہر حالت میں خود اپنی ذات کے امور سے اور خلق سے مستور و پنہاں رہتے ہیں۔ بعض مشائخ کرام نے حدیث قدسی اَوْلِیَا ئِیْ تَحْتَ قُبَائِی لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ (اولیا میری قبا کے نیچے ہیں اوران کو کوئی نہیں پہچانتا) کا اطلاق ان حضرات پر کیا ہے اوران مکتومان کو حضرات درگاہ حق تعالیٰ کے سپاہی اور بارگاہ مطلق کے عہدہ داراں سے، جو مہمات عالم میں ارباب حل وعقد ہیں، باہر جانتے ہیں۔

مفردان یہ ان لوگوں سے مراد ہیں جو نظر قطب سے علیٰحدہ ہیں حضرت شیخ معروف دیموی نے عرض کیا کہ قطب وغوث کے احاطہ عالم واطلاع سے کوئی شخص باہر نہیں ہے۔ حضور کے ارشاد میں کہ وہ نظر قطب سے خارج ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خارج سے مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی فرد قطب کے ادراک یا غوث کی اطلاع سے خارج ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ابدال اوتاد، اخیار اور دوسرے حضرات جو درگاہِ الٰہی کے سرہنگ ہیں اور حضرتِ سبحانی کے تابعین ہیں امور عالم ایک دوسرے سے مشورہ کرنے کے بعد انجام دیتے ہیں اور غوث کے مشورہ کے محتاج ہیں برخلاف مفردوں کے کہ وہ ان احکام سے خارج ہیں اور دائرہ ہدایت میں داخل ہیں مثل مکتوم حضرات کے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین، حضرت ابن القاعد کو یکتائے بارگاہ فرمایا کرتے تھے اوران کے بارے میں ارشاد فرماتے تھے کہ محمد ابن القاعد مفردین سے ہیں۔ صاحب فتوحاتِ مکیہ فرماتے ہیں کہ مفردون ایک ایسی جماعت ہے جو قطب کے دائرے سے باہر ہے اور خضر علیہ السلام انہیں سے ہیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت انہیں سے تھے۔ اس سلسلہ میں باقی تحقیق اور اس بزرگ جماعت کا بیان میں نے شرح رسالہ غوثیہ میں کیا ہے جو حضرت قدوۃ الکبرا کی تصنیف ہے جو اس سلسلہ میں تحقیق کا طالب ہے وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب بارگاہ الٰہی کا کوئی نائب فوت ہو جاتا ہے تو دوسرے کو اس کی جگہ پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل اس ترتیب کو بیان کیا جا چکا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں مجھ پر منکشف فرمایا وہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ بعض مشائخ نے درجہ بدرجہ ان کی منتقلی کے بارے میں ایک دوسری ترتیب بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ شرح تعّرف میں بیان گیا گیا ہے کہ کوئی امت چار سو ابدال سے خالی نہیں ہے (ہر امت میں چار سو ابدال ہوتے ہیں) ان حضرات میں چالیس اوتاد ہوتے ہیں ان چالیس اوتاد میں چار نقیب ہوتے ہیں اور چار نقیبوں میں ایک قطب ہوتا ہے۔ کافروں کی سلامتی مسلمانوں کی برکت کی وجہ سے ہے اور تمام مسلمانوں کی سلامتی ابدال کی وجہ سے ہے اور ابدال کی سلامتی

اوتاد کی وجہ سے ہے اوتاد کی سلامتی نقباء کی برکت سے وابسہ ہے اور نقبا کی سلامتی قطب کی برکت سے ہے جب قطب وقت انتقال فرماتا ہے (چوں قطب بہ میرد) تو نقیبوں میں سے ایک نقیب ان کی جگہ کو پُر کرتا ہے اور جب نقبا میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو اوتاد میں سے ایک اس کی جگہ کو پر کرتا ہے اور جب اوتاد میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو ابدال میں سے ایک اس کی جگہ آجاتا ہے اور جب کوئی ابدال اپنی جگہ خالی کرتا ہے تو نیک بندوں اور مومنوں میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ پر فائز کیا جاتا ہے۔

بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ مردان غیب ۳۵٦ حضرات ہیں یہ ہمیشہ دنیا میں موجود رہتے ہیں جب ان میں سے ایک رخصت ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے اس طرح تین سو چھپن (۳۵٦) کی یہ تعداد کبھی کم نہیں ہوتی یہ تین سو چھپن حضرات چھ طبقوں پر تقسیم ہیں پہلا طبقہ تین سو حضرات پر مشتمل ہے یہ اولیا کا طبقہ ہے ان کو مردان غیب بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ چالیس نفوس پر مشتم ہے ان کو ابدال و مردان غیب کہتے ہیں۔ تیسرا طبقہ سات افراد پر مشتمل ہے ان کو اوتاد کہا جاتا ہے مردانِ غیب بھی کہا جاتا ہے۔ چوتھا طبقہ پانچ نفوس پر مشتمل ہے ان پانچ حضرات کو اخیار کہتے ہیں مردان غیب بھی کہا جاتا ہے پانچواں طبقہ تین افراد پر مشتمل ہے یہ تینوں حضرات نقباء کہلاتے ہیں ان کو مردانِ غیب بھی کہا جاتا ہے طبقہ ششم میں صرف ایک ذات داخل ہے جس کو غوث یا قطب کہا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ عالم کو وجود عالمِ کثرت غوث یا قطب کے دم قدم سے قائم ہے جب وہ اس عالم سے رخصت ہوتا ہے تو دوسرا شخص اس کی جگہ لے لیتا ہے: کوئی مخلوق یا پہاڑ اور صحراء ان کے لیے حجاب نہیں بن سکتا اگر وہ مغروب میں رہتے ہیں تو اہل شرق کو دیکھ لیتے ہیں اور اگر شرق میں رہتے ہیں تو اہل مغرب کا معائنہ کرتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں لیکن لوگ ان کے پہچاننے سے قاصر ہیں وہ اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں کہ ان کا پہچاننا ناممکن ہے یعنی وہ زہد و پارسائی اور شیوخت سے خود کو منسوب نہیں کرتے ہیں بس بظاہر دوسرے لوگوں کی طرح رہتے ہیں لیکن اپنے باطن کو ماسوی اللہ سے بالکل خالی رکھتے ہیں۔ دوسروں پر اپنی فضیلت کا اظہار کبھی نہیں کرتے ہیں اس وجہ سے ان کو مردان غیب کہا جاتا ہے۔

قطعہ

ازان درپردہ می باشند مستور — وہ ہیں اس واسطے پردہ مستور
کہ درچشم کسان نبوند منظور — کہ چشمِ غیر میں وہ ہوں نہ منظور
مرایشان رانباشد ہیچ آثار — نہیں ان کے لئے ہے کوئی آثار
کہ ازوی می تو ان کردن پدیدار — کہ جس سے ہوسکیں سب پہ پدیدار

صوفی کون ہے

حضرت نورالعین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی کہ تصوف کے نام کا اطاق اس کی کیفیت اور صوفی نام کا کس طرح آغاز ہوا اور اس کی تعریف کے سلسلہ میں کچھ ارشاد فرمائیں حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ رسالہ قیشریہ میں اس طرح ہے۔

"اللہ تعالےٰ تم پر رحم فرمائے تم کو معلوم ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو حضرات

بزرگ شمار ہوتے ہیں۔ ان کو کوئی نام نہیں رکھا گیا یعنی وہ کس علمی نام سے موسوم نہیں کیے گئے اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں تھی اس لیے ان اصحاب کو صحابہ کہا گیا (صحابہ کے افضل نام سے موسوم کیے گئے) اور ان کے بعد کے زمانہ والوں کا جنہوں نے صحابۂ کرام سے فیض صحبت حاصل کیا تھا تابعین نام رکھا گیا کہ ان کے لیے یہی سب سے بڑی اور بزرگ علامت تھی۔ اور ان کے بعد جو حضرات گزرے ان کو تبع تابعین سے موسم کیا گیا اس کے بعد اپنے مراتب کے اعتبار سے مختلف طبقات میں بٹ گئے ۔ تبع تابعین کے بعد جو لوگ خواص میں شمار کیے جاتے تھے اور امور دینی میں کافی اہتمام کرتے تھے ان کو زاہدوں اور عابدوں کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ ان حضرات کے بعد بہت سی نئی نئی باتیں ظہور میں آئیں اور بہت سے مدعی پیدا ہو گئے اور گردہوں میں بٹ گئے اور ہر فریق یہ دعویٰ کرنے لگا کہ وہ زہّاد میں ہے۔ پس اہل سنت و جماعت سے جو حضرات خواص تھے وہ ان سے الگ تھلک ہو گئے وہ اپنے اوقات اللہ کہ یاد میں صرف کرتے تھے اپنے دلوں کی نگرانی کرتے تا کہ غفلت کی راہوں پر قدم نہ پڑیں انہوں نے لفظ تصوف کو اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ اور یہ نام دوسری صدی ہجری سے قبل ہی مشہور ہو گیا۔ (اور یہ خواص اہل سنت و جماعت صوفی کہلانے لگے۔''

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس گروہ میں سب سے پہلے صوفی کے لقب سے جس بزرگ کو موسوم ملقب کیا گیا وہ ابوالہاشم صوفی ہیں۔ آپ سے پہلے جو بزرگ گزرے ہیں وہ اپنے زہد وورع سے موصوف تھے اور توکل وعبادت اور طریق محبت میں مشہور ومعروف تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی صوفی نہیں کہا گیا ان حضرات کو زاہد، عابد، متوکل کہا جاتا ہے) چنانچہ حضرات سفیان ثوری قدس سرہٗ سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر ابوالہاشم صوفی نہ ہوتے تو ہم ریا کی باریکیوں کو نہ سمجھ پاتے ، وہ یہ بھی فرمایا کرتے کہ جب تک ہم نے ابوالہاشم صوفی کو نہیں دیکھا تھا ہم کو معلوم نہیں تھا کہ صوفی کون ہوتا ہے۔ اس طرح پہلی خانقاہ جو صوفیوں کے لیے بنائی گئی وہ شام کی ایک پہاڑی پر بنائی گئی تھی۔ خانقاہ کی تعمیر کا سبب یہ ہوا کہ ایک عیسائی امیر شکار کے لیے گیا ہوا تھا۔ راستہ میں اس نے دو افراد کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے ملے۔ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے پھر اسی جگہ بیٹھ گئے اور کھانے پینے کا جو سامان ان کے پاس تھا ان دونوں نے نکال کر سامنے رکھا اور دونوں نے مل کر کھایا اور اس کے بعد وہ دونوں اپنے اپنے راستہ پر روانہ ہو گئے۔ عیسائی امیر کو ان کا یہ طریقہ بہت پسند آیا ان میں سے ایک فرد کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ دوسرا شخص کون تھا انہوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں! کہا! تمہارا اس سے رشتہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ امیر نے کہا کہ وہ آیا کہاں سے تھا تو انہوں نے کہا مجھے یہ بھی معلوم نہیں۔ اس امیر نے کہا پھر یہ محبت کیسی تھی جو

تم نے آپس میں کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا یہ دستور اور طریقہ ہے! امیر نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں تم سب لوگ جمع ہوتے ہو۔ درویش نے کہا نہیں ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں ہے امیر نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں تمہارے لیے جگہ کا انتظام کردوں جہاں تم سب یکجا ہوسکو۔ درویش نے کہا کہ آپ کو اختیار ہے، پس حاکم نے شام میں رَملہ کے مقام پر ایک خانقاہ بنوادی:۔ پیر ہروی (حضرات خواجہ عبداللہ انصاری) نے اس خانقاہ کی تعریف میں کچھ شعر بھی کہے ہیں۔

اشعار

خیر دارٍ حلّ فیھا خیرارباب الدّیار	کیا ہی اچھا گھر ہے جس میں اتریں فخر روزگار
وقدیما دفق اللّٰہ خیرالاخیار	اور ہمیشہ اچھوں کو اس میں رکھے پروردگار
ھی المعالِم والا طلال علیھا	چوٹیاں ہیں اور ہیں ٹیلے علامت کے لئے
من الا حباب الاثار	اسپہ ہیں احباب کے آثار کیسے خوشگوار

حضرت قدوۃ الکبرا نے شرح تعرّف سے یہ قول نقل فرمایا کہ اس میں آیا ہے کہ: جب پوچھا گیا کہ صوفیہ کو صوفیہ کیوں کہا جاتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ صوفی کو اس وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے کہ ان کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے اس کا ہر باطنی راز اور ہر ظاہری اثر درست و راست ہوتا ہے۔ یعنی ان کا ظاہر و باطن روشن ہوتا ہے۔ باطن کی پاکیزگی یہ ہے کہ حق کے سوا ہر چیز سے انہوں نے اپنے باطن کو الگ کرلیا ہے (غیر حق سے باطن کو پاک کرلیا ہے) نہ غیر خدا سے امید رکھتے ہیں اور نہ غیر خدا سے کچھ سوال کرتے ہیں اور جو چیز ان کو حق تعالیٰ سے باز رکھے اور اپنا مشغول کرے اس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور آثار ظاہر کی پاکیزگی ہے ہے کہ ان میں ریا نہیں ہوتا عجب وغرور سے پاک ہوتے ہیں۔ غرض وطمع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس قدر خدمت زیادہ کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہیں۔ بعض حضرات نے صوفی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ صوفی وہ ہے جس کا معاملہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کو بزرگی وکرامت کی نیست عطا کی گئی ہو۔

حضرت نورالعین نے صوفی کی تعریف دریافت کی آپ نے حضرت معزدے نقل کیا کہ صوفی تو نیست ہوتا ہے اور اگر ہست ہے تو صوفی نہیں ہے اور وہ یوں ہے کہ اس نے کہا حالانکہ وہ اس کی طاقت سے نہ تھا خبر نہیں کہ اس نے کہاں سے اور کس سے سنا تھا۔ سبحان اللہ اس سے زیادہ عجیب امر کس نے دیکھا کہ جہان میں نہیں ہے اور اگر ہے تو کوئی لباس میں پوشیدہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ مع اس جسم کے میرے دل میں گم ہے اور دل جان میں ہے اور وہ اس سے ہمیشہ زندہ ہے۔

حضرت قدوہ الکبرا فرماتے تھے کہ کسی نے شیخ ابو الحسن خرقانی سے پوچھا کہ صوفی کون ہے؟ فرمایا صوفی سجادہ و مرقع سے صوفی نہیں ہوتا اور رسم و راج سے صوفی نہیں ہوتا صوفی وہ ہے کہ نیست ہو بلکہ اس کا دن ایسا ہو کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو اور رات ایسی ہو کہ چاند اور تاروں کی ضرورت نہ ہو ایسا نیست ہو کہ اس کو ہستی کی

حاجت نہ ہواور صوفی ہونے کے لئے شرط ہے کہ رات دن حق تعالیٰ کی یاد میں بیدار ہواور صوفی کی بیداری کے لئے شرط ہے کہ جب یادِ حق کرے تو اس کا سر سے پاؤں تک حق تعالیٰ کی یاد سے باخبر رہے نہ یہ کہ صرف لباس بدل ڈالے اور صوفی ہو جائے۔

رباعی

پوشندہ مرقع اند این حامی چند ـــ نادان خرقہ پوش اعوام ہیں چند
بربستہ طامات الف لامی چند ـــ حبوس ہوا حریص الف لام ہیں چند
نارفتہ رہ صدق و صفا گامی چند ـــ رکھتے نہیں ہیں راہ صدق میں گام ہیں چند
بد نام کنندہ نکو نامی چند ـــ بدنام کنندہ نکو نام ہیں چند

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اے عزیز صوفی بننا صرف دعوے سے ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے گواہ چاہئیے۔ ایک پوری عاجزی دوسرا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا۔

رباعی

ہر کہ او دعویٰ تصوف می کند ـــ جس نے بھی دعویٰ تصوف کا کیا
در رہِ عرفان تعرف می کند ـــ اور عارف راہِ عرفاں کا بنا
کردو شاہد از توجہ ۱ و انکسار ۲ ـــ لائے دو شاہد توجہ ۱ انکسار ۲
آورد ورنہ تکلف می کند ـــ ورنہ دعویٰ ہے تکلّف سے بھرا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی کی خدمت میں یہ فقیر اور حضرت میر سید علی ہمدانی اور مشائخ زمانہ کا ایک گروہ سب سے بیٹھے ہوئے تھے کہ تصوف کے معنی اور اہل عرفان کی بات نکلی۔ مجلس شریف و محفل لطیف کے حاضرین سے ہر ایک نے القاء وقت اور اپنی رسائی کے موافق معانی تصوف و ارباب تعریف کو بتکلف کلام درر بار اور گویائی گوہر نثار سے بیان فرمایا۔ کسی نے کہا تصوف بالکل ادب ہے اور کسی نے کہا تصوف بالکل فضول کو ترک کر دینا ہے۔ کسی نے کہا تصوف اب نام سے نہ کہ حقیقت اور پہلے حقیقت تھا نہ کہ نام ہی نام۔ رویم سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا کہ صوفی وہ ہے کہ نہ کسی چیز کا مالک ہو نہ کسی کو مالک بنائے یہ بھی کہا کہ تصوف کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ وہ بالکل ادب ہی ادب ہے، جب سب بزرگوں نے باری باری معانی کے موتیوں کو رشتہ بیان میں پر دیا حضرت عبدالرزاق کاشی نے صاحب فتوحات سے نقل کیا کہ فرمایا تصوف خلق کا حق سبحانہ وتعالیٰ میں گم ہو جانا ہے فرمایا تصوف خارج ہونا ہے اور داخل ہونا ہے یعنی تم سے نکلنا اور تم میں داخل ہونا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ عبد الرزاق کاشی سے پوچھا کہ حضرت شیخ اکبر نے صوفی کے بیان میں کیا فرمایا ہے؟ فرمایا صوفی وہ ہے جس کا نہ کوئی نام ہے نہ رسم ہے اور نہ وصف ہے اور اس کی نشانیاں مٹ چکی ہیں۔ فرمایا صوفی

وہ ہے جس میں کوئی وصف قابل بیان نہیں پایا جاتا اور نہ ان کا پہچاننا خلق پر مشتبہ ہے۔ فرمایا جس نے دنیا کو اہل دنیا کے لئے اور آخرت کو اس کے طالب کے لئے اور انانیت وغرور کو شیطانوں کے لئے چھوڑ دیا اور جہل کی تاریکی اور علم کی روشنی کے درمیان سے نکالا اور شرکِ خفی سے بچا اور ماسوا اللہ سے نظر ہٹالیا تو اس کے باطن قلب نے جمال صدیقیت کے نور کو عرش پر حاصل کیا اور یہ پہلی صفت صوفی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض اکابر مشائخ نے تفصیلی طور پر اور بت سے بزرگوں نے تادیل کے ساتھ معانی بیان فرمائے ہیں لیکن مجھے ان تمام تعریفوں میں حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ کا مقولہ بہت پسند آیا ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا ہے التّصوف کلّہ ادبٌ (تصوف تمام تر ادب ہے) اس لیے کہ تصوف کے تمام مجموعی معانی بلکہ ابتدا سے انتہاء تک تصوف کا جو کچھ مقصود و مطلوب ہے اور جو کچھ اصحاب وارباب تنبیہ کے لیے ہے وہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ اس طائفہ علیہ کے اکثر احوال اور صوفیہ کرام کے مقامات موجود ہیں۔ مثلاً اوّلاً اس جملہ میں یا اس تعریف میں وحدانیت کا اقرار ہے اور فردانیت کی اطلاع موجود ہے۔ درویشوں کی خدمت کے تمام لوازم اداب میں داخل ہیں۔ تمام عبادات ومعاملات جیسے نماز، روزہ اور اس طرح کے دوسرے امور سب کچھ ادب ہے۔ سلوک میں جس قدر مختلف اذکار و اشغال ہیں اور جلسہ ہائے متنوعّہ، مراقبہ، مشاہدہ اور وہ تمام دوسرے امور جو اس گروہ کے لیے مخصوص ہیں وہ حقیقت میں ادب ہی میں داخل ہیں۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ اس ادب سے بالاتر اور کون سا ادب ہوسکتا ہے کہ صوفی دوست کی عظمت وکبریائی اور کی بزرگی کے ملاحظہ کے بعد ہمہ اوست کا نعرہ بلند کرتا ہے اور سالک کو مراقبہ وحدت اور کثرت میں مشاہدہ وجہ خاص سے فنا الفنا حاصل ہوتا ہے اور حقیقی بقاء اتبقاء سے مل جاتا ہے۔

غزل

کمال وحدتش چون اقتضا کرد — کمالِ شان وحدت نے جو چاہا
وجود کائنات اوانقفا کرد — وجودِ خلق کو بالکل چھپایا
حضور حضرتش چون دید سالک — جو دیکھا بارگہ سالک نے اُس کی
ادب آن بود کو خودرا فنا کرد — ادب یہ ہے کہ اپنے کو مٹایا
چو سالک از شعور انتفا رفت — شعور نفی سے گذرا جو سالک
وجود خویش راآنگہ بقا کرد — وجود اپنا فنا سے تب بچایا
چوچشم ازکحل وجدان کرد مکحول — لگایا کحل و جدان آنکھ میں جب
ہمہ حق دید ہر کہ چشم وا کرد — تو آنکھوں نے اسے سب حق دکھایا
بل از ہرذرۂ اشرفؔ شنیدہ — سنا اشرفؔ نے ہر ہر ذرہ سے ہے
" اناالحق " ہم چو بایحییٰ ندا کرد — " اناالحق " مثل بو یحییٰ تھا کہتا

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت پر ہروی قدس سرہٗ سے نقل فرماتے تھے کہ وہ کہتے ہیں تصوف اور تصرف نہیں ہوتے ،تصوف اور تصرف جمع نہیں ہوتے اور دنیا کا افسوس کرنا اوراس کی قیمت رکھنا انسان کی تصوف کے دائرہ سے نکال لیتا ہے بالکل اس طرح جیسے خمیر سے بال نکال لیتے ہیں۔صوفیوں کی نظر میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے اوراس کے لیے وہ غمگین نہیں ہوتے اگر تم دنیا کو ایک لقمہ بنا کر صوفی کے منہ میں ڈالدو تو یہ اسراف نہیں ہے بلکہ اسراف یہ ہے کہ اس کو حق تعالےٰ کی رضا جوئی میں خرچ نہ کرو۔حق تعالیٰ تم سے ترک دنیا اس قدر نہیں چاہتا جتنا کہ وہ دنیا کی دوستی اور محبت کو تمہارے دل سے مٹانا چاہتا ہے یعنی تم دنیا کی محبت کو ترک کردو! دنیا تو تمہارے لئے ایک مٹی کا ڈھیلا ہے اور تم کو اس سے غیرت ہے۔

شیخ ابوالوافا خوارزمی نے حضرت قدوۃ الکبرا سے دریافت کیا کہ ان حضرات (فقراء) کو صوفی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ دو اعتبار سے ان کو صوفی کہا جاتا ہے یا صفاء اسرار کی وجہ سے یا اس لئے کہ وہ وصف میں اول ہوتے ہیں باعتبار ان دونوں معنی کے صوفی ان کو سب نے کہا ہے اکثر لوگ تو اس لحاظ سے ان کو صوفی کہتے ہیں کہ انہوں نے صوف کا لباس اختیار کرلیا ہے (صوف کے لباس پہنتے ہیں) اور صوف پیغمبروں (علیہم السّلام) کا لباس ہے اس کی تشریح حسبِ موقع انشاءاللہ کی جائے گی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اصحاب تصّوف کی نسبت صفا وار بابِ صفت سے نہیں ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ صوفیوں کے اخلاق اصحاب صفہّ سے لے گئے ہیں۔صفہّ مدینہ منورہ میں اس جگہ کا نام ہے جس کو قبا کہا جاتا ہے۔مدینہ منورہ سے یہاں کا فاصلہ'' ۲؎دو فرسنگ کا ہے۔وہ درویش جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے یہاں رہتے تھے۔یہ حضرات دنیا اور اصحاب دنیا سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے کہ ہے اصحاب صفہّ جن کی تعداد چالیس افراد تھی صرف ایک ایک خرما کھا کر وقت گزارا کرتے تھے اوران کے پاس پہننے کے لیے بہت کم کپڑے تھے اکثر برہنہ رہتے تھے،اور یہ حضرات خود کو ریت میں چھپالیا کرتے تھے جب نماز کا وقت آتا تو سب کے لیے صرف ایک جوڑے کپڑے تھے۔ایک فرد یہ کپڑے پہن کر نماز ادا کرتا باقی ریت سے جسم ڈھانکے رہتے۔یہ شخص جب نماز ادا کرلیتا تو یہ کپڑے دوسرا شخص پہن لیتا اور نماز ادا کرتا اس طرح یکے بعد دیگرے سب اسی ایک لباس سے نماز ادا کرتے۔مذہب تصوف کی اصل اسی سے ہے۔یعنی دنیا سے اعراض کرنا،مخلوق سے خصومت نہ کرنا جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرنا اور جو نہ ملے اس کی طلب وجستجو نہ کرنا،توکل پر زندگی بسر کرنا اور اختیار اللہ تعالےٰ کے حوالہ کرنا اور قضائے الٰہی پر راضی رہنا۔اہل وطن اور دوستوں سے الگ تھلک رہنا یہ تمام صفتیں اہل صفہ کہ تھیں اور بعینہٖ یہی تمام صفات اصحاب تصوف کی ہیں اور صوفیہ کا اصل طریقہ یہی تھا۔امتداد زمانہ سے یہ تمام صفات تباہ ہوگئیں جس طرح اور بہت سی خرابیاں دوسرے معاملات میں پیدا ہوگئیں۔اصل مذہد میں طعن نہیں ہے بلکہ طعن تو اس شخص کے بارے میں ہے جو مذہب کے خلاف کرتا ہے۔مثلاً اگر کوئی سوداگر خیانت و بد یانتی کرے

تواس سے اصل تجارت پر حرف نہیں آتا بلکہ قصور سارا تاجر کا ہے (نہ کہ تجارت کا) یا کوئی غازی میدانِ جنگ سے بھاگ جائے تو اس سے جہاد پر حرف نہیں آتا کوئی عالم دنیا کا طلب گار بن جائے تو اصل شریعت تباہ نہیں ہوسکتی بادشاہ ظلم وستم پر کمر باندھے تو بادشاہت کا قصور نہیں ہے۔ ہر زمانہ میں ہر گروہ ایک دوسرے کے لائق ہوا ہے (بہر روزگارے ہر گروہے درخور یکدیگر باشند) صوفیہ بھی اصل میں اسی طریقت کے حامل گزرے ہیں؎

حضرت قدوۃ الکبرا سے ایک عزیز نے دریافت کیا کہ صوفیوں کے لیے دستبد (زوال) کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پیر ہروی فرماتے ہیں۔ حال محال اور کلام میں باطل اشارات۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ ابوبکر یزدنیاز قدس سرہٗ نے خواب میں خداوند عزوجل کا مشاہدہ کیا تو عرض کیا کہ الٰہی میری ایک حاجت ہے اس کو پورا فرمادے۔

شعر

شبی حق را کسی درخواب دیدہ — کسی نے خواب میں حق کو جو دیکھا
نیازی خواست شد در آب دیدہ — مدد چاہی ہوا وہ آمدیدہ

ان کو جواب ملا کہ اب اور اس سے بڑھ کر کیا چاہتا ہے میں نے تجھ کو صوفیوں کے دستبد سے رہا کردیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفی تو یہاں دنیا میں مہمان ہے اور مہمان کا میزبان سے کسی بات کا تقاضا کرنا شرطِ ادب نہیں ہے۔ اس کو تو منتظر رہنا چاہئیے تقاضا کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بغداد کے عجائب تین ہیں:۔(۱) شبلی کی فریاد، (۲) مرتعش کے نکات اور (۳) خلدی کی حکایات

شیخ عبداللہ باکو فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ رودباری کا ارشاد ہے کہ تصوف تکلف کو ترک کرنا اور یکسوئی کو اختیار کرنا ہے اور دعویٰ بزرگی کو ترک کردینا ہے۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا ہے کہ تصوف نام ہے تمکین وتلوین کے تخت پر جلوس کرنے کا۔ الٰہی ہم کو اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر ثابت قدم فرمادے۔

لطیفہ۵

معجزہ وکرامت اور استدراج میں فرق

اور کرامت کے دلائل اور معراج شریف کا تزکرہ

(دربیان تفریق معجزہ وکرامات واستدراج دلائل اثبات کرامت

وذکر معراج رسول علیہ السلام)

قال الا شرف :

الکرامة هی خارق العادة تصدرعن هذه الطائفة علی حسب المراد و الغیر

ترجمہ:- اشرف کہتا ہے کہ کرامت ایک امر خارق العادۃ ہے جو صوفیہ کرام سے ان کی مراد کے مطابق اور بغیر مراد کے ظہور میں آتا ہے۔

حضرت نورالعین نے خوراق واستدراج کی اقسام کے بارے میں درخواست کی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر (تفسیر کبیر) میں بیان کیا ہے:-

"جب انسان سے کوئی فعل خلافِ عادت سرزد ہوتا ہے تو یا تو دعویٰ کے ساتھ ہوتا ہے یا بغیر دعویٰ کے ہوتا ہے اس کی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ دعویٰ کے ساتھ ہو۔ اب یہ دعویٰ خدائی کا ہوگا یا پیغمبری یا ولایت کا یا جادو کا ہوگا یا اطاعتِ شیاطین کا پس اس پہلی قسم کی بھی چار قسمیں ہوگئی ہیں اول یہ کہ وہ دعویٰ خدائی کا ہو اور ہمارے اصحاب نے ایسا دعویٰ کرنے والے سے ان خوارق کے ظہور کو ممکن قرار دیا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور اس سے خلافِ عادت اُمور ظہور میں آئے تھے کہ جب وہ پانی پر چلتا تو پانی کے اوپر سے عام راستے کی طرح گزر جاتا اور جب سوار ہوتا تو اس کے گھوڑے کے اگلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے اور جب اترتا تو پچھلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے تا کہ آسانی سے اتر سکے اور چڑھ سکے۔ یہ تمام امور خلافِ عادات ہیں۔ علاوہ ازیں دجال کے بارے میں بھی ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اس سے خوارق کا ظہور ہوگا۔ یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ یہ اس لئے ممکن ہوگیا کہ اس کی شکل اور اس کی صورت اس کے دروغ پر دلالت کرتی ہے اور سوائے تلبیس کے ظاہر ہونے کے اور کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس طرح خلافِ عادت اُمور کے ظہور سے کوئی اشتباہ نہیں پیدا ہوتا۔

اب قسم دوم ہے۔ یعنی دعوئ نبوّت۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں جن کی صورت یہ ہے کہ وہ دعوئ نبوّت کرنے والا یا تو صادق ہے یا کاذب پس اگر وہ صادق ہے تو خوارق عادات کا ظہور اس کے ہاتھ پر واجب ہے اور یہ بات متفّق علیہ ہے ان تمام لوگوں پر جنھوں نے نبوّتِ انبیاء کی صحت کا اقرار کیا ہے اور اگر یہ دعویٰ نبوّت

کرنے والا کاذب ہے تواس سے خوارق عادات کا ظہور ممکن نہیں اور اگر ظاہر ہو جائے تو پھر حصول معارضہ واجب ہوگا۔

اب قسم سوم کی طرف آیئے۔ یہ دعویٰ ولایت ہے پس جولوگ کرامتِ اولیاء کے قائل ہیں ان کے مابین اس امر پر اختلاف ہے کہ دعویٰ کرامت جائز ہے یا نہیں۔ پھر اس میں کہ خلافِ عادت امور اس کے دعویٰ کے مطابق ظاہر ہوں گے یا نہیں۔

قسم چہارم کا تعلق ادعائے سحر وطاعت شیاطین سے ہے۔ ہمارے اصحاب (اشاعرہ) نے ایسے لوگوں سے بھی خوارق عادات کا ظہور ممکن قرار دیا ہے لیکن معتزلہ نے اس سے انکار کیا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ بغیر دعویٰ کے کسی انسان سے امر خارق العادت سرزد ہو۔ پس وہ انسان جس سے اس کا صدور ہو یا تو مرد صالح اور بارگاہ الٰہی کا پسندیدہ شخص ہوگا یا کوئی پلید اور گناہ گار بندہ ہوگا۔ پس اوّل کا تعلق کرامات اولیاء سے ہے اور ہمارے اصحاب دائمہ اشاعرہ نے اس کے جواز پر اتفاق کیا ہے لیکن معتزلہ نے انکار کیا ہے۔ سوائے ابوالحسن بصری اور ان کے شاگرد محمود خوارزمی کے کہ انہوں نے انکار نہیں کیا ہے۔ اس سلسلہ کی قسم دوم یعنی امر خارق العادۃ کا مردودِ بارگاہِ الٰہی سے صادر ہونا استدراج کہلاتا ہے"۔

حضرت قدوۃ الکبرا سے بعض حضرات نے سوال کیا کہ کرامات اولیا کے اثبات میں دلائل کیا ہیں (وہ کون سے دلائل ہیں جن سے کرامات اولیاء ثابت ہے) آپ نے فرمایا کہ ہمارے امام امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کرامات اولیاء کا ثبوت کتابِ حق میں موجود ہے اور صحیح روایات اور اجماعِ اہل سنت و جماعت سے بھی ثابت ہے کتاب الٰہی میں یہ ثبوت موجود ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّاالْمِحْرَابَ لا	جب بھی زکریا اس (کی عبادت) کے حُجرے
وَجَدَ عِنْدَ هَارِزْقًا ج [1]	میں اس کے پاس آتے تو اسکے قریب (تازہ)
	رزق (موجود) پاتے۔

مفسّرین نے اس کے بارے میں فرمایا کہ بالاجماع وہ دیکھا جاتا تھا تو یہ آیت کرامات اولیاء کے منکر کے لئے حجّت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کرامات کا ظہور اولیاء اللہ سے جائز ہے۔ عقلاً اور نقلاً دونوں اعتبار سے۔ اس سلسلہ میں جو از عقلی تو یہ ہے کہ قدرت حق تعالیٰ میں کسی کو مجال و دخل نہیں ہے اور یہ ممکنات میں سے ہیں۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے معجزات۔ اور یہ اہل سنت و جماعت کے مشائخ عارفین و علماء اصولین و فقہائے محدثین کا مذہب ہے اور ان کی کتابیں اس بارے میں ناطق ہیں شرق و غرب اور عرب و عجم میں اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک پسندیدہ اور صحیح قول یہ ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات سے جائز ہے اولیاء کے لئے اس کے مثل کرامت

---

[1] پ۳ آل عمران ۳۷

سے جائز ہے لیکن عدم دعویٰ شرط ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ معجزہ اور کرامت میں فرق نہیں ہے وہ غلط کہتا ہے اس لئے کہ ظہور معجزہ کے سلسلہ میں نبی پر یہ واجب ہے کہ وہ اس کا دعویٰ کرے اور کرامت میں ولی پر واجب ہے کہ اس کو پوشیدہ رکھے البتہ ضرورت کے وقت اس کو ظاہر کرسکتا ہے۔ یا ایسی حالت ہو جس پر ولی کو اختیار نہ ہو یا اس کا اظہار محض اس لئے ہو کہ مریدوں کے اعتقاد کو ظہورِ کرامت سے تقویت حاصل ہو۔

معجزہ، خارق عادات اور استدراج

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خارق عادات، معجزہ، استدراج اور سحر ایک ہی امر ہے جب کسی پیغمبر یا مدعیٔ نبوّت سے زمانہ جواز نبوّت میں کوئی خلاف عادت امر ظاہر ہو تو اس کو معجزہ کہیں گے اور اگر ولی سے جو اوصاف ولایت سے مُتصف ہو اس کا ظہور ہو یعنی کوئی امر خلافِ عادت ظہور میں آئے تو کرامت ہے اور اگر کسی مخالف شریعت سے ایسا عمل صدور میں آئے تو استدراج ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صاحبِ کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی بعض کتب سماوی (قرآن پاک، زبور و تورات) میں آصف بن برخیا (وزیر حضرت سُلیمان علیہ السّلام) کی کرامت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب حضرت سُلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ ملکۂ بلقیس کا تخت بلقیس کے دربار میں آنے سے پہلے ان کے سامنے حاضر کر دیا جائے اور خداوند تعالےٰ کو یہ منظور ہوا کہ حضرت آصف برخیا کا یہ شرف مخلوق کو مشاہدہ کرائے اور اہل زمانہ پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اولیاء اللہ سے کرامت کا صدور جائز ہے تو حضرت سُلیمان علیہ السلام نے درباریوں سے فرمایا کہ تم میں ایسا کون ہے کہ بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے اس کا تخت یہاں لے آئے تو

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ	ایک سرکش جن بولا میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے
قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ج [1]	پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں۔

یہ سن کر حضرت سُلیمان علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی جلد چاہتا ہوں اس وقت آصف بن برخیا نے کہا:

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ	میں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں
طَرْفُكَ ط [2]	کہ آپ کی پلک جھپکے

یہ سن کر حضرت سُلیمان علیہ السّلام نے ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس کام پر ان کو مامور کر دیا۔ نہ اس سے انکار کیا اور نہ اس امر کو انہوں نے ناممکن سمجھا۔ اور یہ امر بہر حال معجزہ میں داخل نہیں تھا۔ اس لیے آصف برخیا پیغمبر نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کو کرامت ہی سے موسوم کیا جائے گا۔ اسی طرح اصحاب کہف کا معاملہ ہے۔ ان کے کتّے کا ان باتیں کرنا ان طویل مدّت کے لے سونا، غار کے اندران کا دائیں بائیں کروٹیں لینا اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

---

[1] پ ۱۹ النمل ۳۹ [2] پ ۱۹ النمل ۴۰

وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ق صلے اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹیں بدلتے رہتے ہیں اور
وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ط۱ ان کا کتا (غار کے) دہانے پر اپنے بازو پھیلائے بیٹھا ہے

یہ تمام امور خلافِ عادت ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ نہیں ہیں پس اس کو کرامت ہی کہا جائے گا۔

کرامت کا ثبوت حدیث شریف سے

حدیث صحیح ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گزشتہ لوگوں کے عجیب وغریب واقعات میں سے کوئی واقعہ (از راہِ کرم) ارشاد فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"تم سے پہلے تین افراد کہیں جا رہے تھے جب رات کا وقت ہوا تو ایک غار میں رات بسر کرنے کے لیے چلے گئے۔ جب کچھ رات گزر گئی تو ایک چٹان پہاڑ سے ٹوٹ کر غار کے دہانہ پر گری اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر یہ لوگ حیران وششدر رہ گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ اب ہم کو یہاں سے کوئی چیز نہیں نکال سکتی۔ بجز اس کے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے کسی نیک عمل کو خداوند تعالےٰ کے حضور میں بطور شفیع پیش کرے۔ یہ سُن کر ان میں سے ایک شخص نے کہا میرے ماں باپ زندہ تھے اور دنیاوی مال ودولت سے میرے پاس کچھ نہیں تھا جو میں ان کی خدمت میں پیش کرتا، میرے پاس ایک بکری تھی اس کا دودھ میں ان کو پلا دیا کرتا تھا۔ میں ہر روز لکڑیوں کا گٹھا جنگل سے باندھ کر لاتا اور اس کو بیچ کر اپنے کھانے پینے کا سامان خریدتا۔ ایک دن میں دیر سے واپس آیا رات ہوگئی تھی میں نے گھر آ کر بکری کو دوہا اور اس دودھ میں کچھ کھانے کی چیزیں ملا کر اپنے ماں باپ کے پاس لایا۔ یہ دونوں سو گئے تھے۔ دودھ کا وہ پیالہ میں ہاتھ میں لیے ان کے پاس اسی طرح کھڑا رہا۔ میں بالکل بھوکا تھا۔ میں ان لوگوں کے جاگنے اور انتظار میں اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ یہ دونوں بیدار ہوئے اور انہوں نے وہ دودھ پیا۔ جب وہ دونوں کھانا کھا چکے تب میں بیٹھا۔ الہٰ العالمین؟ اگر میں یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں تو میری مدد فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد اس پتھر میں جنبش آئی اور تھوڑا سا شگاف غار کے دہانہ پر نمودار ہوا۔

اب دوسرے شخص نے کہا کہ میری ایک چچا زاد بہن تھی۔ بہت حسین وجمیل! میں اس کی محبت میں گرفتار تھا ہر چند کہ میں اس کو اپنے پاس بلاتا تھا لیکن وہ کسی طرح میری بات ماننے پر تیار نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر میں نے اس کو سَو دینار دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ ایک رات تنہائی میں میرے ساتھ رہے گی۔ وہ جب حسبِ وعدہ میرے پاس

---

۱ پ ۱۵ الکھف ۱۸

آ گئی تو میرے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوا اور میں نے اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ بارالہا! اگر میں یہ بات سچ کہہ رہا ہوں تو میرے لیے کشادگی پیدا فرما دے (پتھر دہن غار سے ہٹ جائے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد پتھر کچھ اور ہٹ گیا اور شگاف مزید چوڑا ہو گیا۔

شعر

اگر راست گویم درین بیدرنگ — اگر ٹھیک کہتا ہوں میں بیدرنگ

خدایا فراخی وہ از نائ تنگ — تو کر دے کشادہ تو یہ راہِ تنگ

اب تیسرے ساتھی نے کہا! کہ میرے پاس کچھ مزدور کام کر رہے تھے ہر ایک اپنی اپنی مزدوری روزانہ لے لیتا تھا۔ جب عمارت مکمّل ہو گئی تو تمام مزدوروں نے اپنا اپنا حساب بے باق کر لیا لیکن ایک مزدور نہیں آیا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم سے ایک بھیڑ خرید لی اور اس کی پرورش کرتا رہا اس طرح چالیس سال گزر گئے اور وہ شخص واپس نہیں آیا۔ میں اس کی بھیڑ اور اس کے بچّوں کی پرورش کرتا رہا چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دن وہ مزدور آیا۔

شعر

گزشت از ماجرائ او چہل سال — رہا چالیس برسیں جب یہی حال

کہ پیدا شد ز جائ صاحب مال — تو پھر آیا کہیں سے صاحبِ مال

اس نے کہا کہ شاید تمہیں یاد ہو کہ میں نے تمہارے یہاں مزدوری کی تھی۔

اب مجھے اجرت کی ضرورت ہے (جو تمہارے ذمہ باقی ہے) وہ مجھے اب ادا کر دو۔ میں نے کہا کہ بھیڑوں کا یہ ریوڑ تمہارا ہے اسے لے جاؤ۔ یہ سُن کر اس شخص نے کہا کہ تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے پس میں نے وہ سارا ریوڑ اس کے حوالہ کر دیا اور وہ ریوڑ لے کر چلا گیا۔ بارالہا! اگر میں یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں تو مجھ پر کشادگی فرما دے (غار کا راستہ کھول دے)۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پتھر غار کے دھانہ سے بالکل ہٹ گیا اور وہ تینوں افراد غار سے باہر نکل آئے"۔ ظاہر ہے کہ یہ بات بھی خوارق عادت میں سے ہے۔

جریج راہب کا واقعہ

اسی طرح قوم بنی اسرائیل کے ایک راہب جریج نامی کا یہ واقعہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا جریج نام تھا۔ جریج بہت ہی عبادت گذار شخص تھا۔ اس کے ایک پردہ نشین ماں تھی۔

شعر

دراسرائیلیان یک راہبی بود تھا اسرائیلیوں میں ایک عابد

کہ جان درراہ دین اوراہبی بود کہ راہ دین پہ تھا صدقہ وہ زاہد

ایک دن جریج کی ماں اس سے ملنے کیلئے آئی۔ جریج نماز میں مشغول تھا اس لئے اس نے عبادت خانہ کا دروازہ نہیں کھولا جریج کی ماں بیٹے سے ملے بغیر واپس چلی آئی اسی طرح وہ دوسرے دن، تیسرے دن ملنے کے لیے گئی اور بے نیل و مرام واپس چلی آئی۔ مایوسی کے عالم میں اس نے بددعا کی کہ الٰہی! جریج کو رسوا کردے اور میرا حق نہ ادا کرنے کے باعث اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔ جریج کے قرب وجوار میں ایک بہت ہی بدسیرت عورت رہتی تھی۔ اس نے کہا کہ میں جریج کو بُرے راستہ پر ڈالوں گی وہ خانقاہ کے اندر گئی اور جریج سے اپنا مطلب نکالنا چاہا لیکن جریج نے اس کی طرف مطلق التفات نہیں کیا۔ خانقاہ سے واپسی میں اس بدکردار عورت نے ایک گڈریئے سے زنا کرایا اور اس سے حمل ٹھہر گیا۔ وضع حمل کے وقت وہ شہر میں آئی۔ جب اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا کہ یہ جریج کا ہے لوگ جریج کی خانقاہ کی طرف دوڑ پڑے اور اس کو پکڑ کر بادشاہِ وقت کے پاس لے گئے۔ جریج نے (اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے) اس بچہ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اے بچے! بول کہ تیرا باپ کون ہے؟ خدا کی قدرت سے وہ بچہ گویا ہوا اور اس نے کہا کہ میری ماں نے تم پر بہتان لگایا ہے۔ میرا باپ تو فلاں گڈریا ہے (پس بچہ کا اس طرح کلام کرنا بھی ایک کرامت ہے)

شعر

ترا مادر من این بہتان نہادہ است مری ماں باندھتی تم پر ہے بہتان

کہ جز چوپان مرا دیگر نزاد است ہمارا باپ ہے بس ایک چوپان

امام مستغفری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر کے اس سلسلہ میں بہت سے اقوال ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہؓ سے یہ فرمایا ہے کہ اے میرے فرزند اگر کسی دن عرب وعجم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو تم اس غار میں جا کر بیٹھ جانا جہاں میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا تھا (یعنی غار ثور میں) تمہارا رزق صبح وشام تمہارے پاس پہنچے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول میں اولیا اللہ کی کرامت کی طرف اشارہ موجود ہے۔

حضرت امام مستغفری اپنے استاد سے حضرت جابر بن عبداللہؓ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری میت کو اس دروازہ پر لے جا کر رکھ دینا جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما ہیں (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کے اندر مزار اِقدس ہے) تم اس دروازہ پر ہاتھ مارنا۔ اگر ہاتھ مارنے سے دروازہ کھل جائے تو اس کے اندر مجھے دفن کردینا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ انتقال کے بعد ہم نے ایسا ہی کیا اور مزار اِقدس کے دروازہ پر ہاتھ مار کر عرض کیا یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ یہ آپ کے پہلو میں دفن ہونا چاہتے ہیں ہمارے یہ عرض کرتے ہی دروازہ کھل گیا ور ہم کو یہ

نہ معلوم ہوسکا کہ دروازہ کس نے کھولا۔ہم سے کسی نے کہا اندر داخل ہو جاؤ اور ان کو دفن کردو۔تمہاری عزت وتوقیر کی جائے گی۔ہم کو یہ آواز کس نے دی اور کس نے کہا؟ ہمیں نہیں معلوم! کہ ہم نے وہاں کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

امام مستغفری نے مالکؒ بن انس کی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ نافعؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں سے خطاب فرمارہے تھے (خطبہ دے رہے تھے) کہ آپ نے اثنائے خطبہ میں فرمایا:۔

اے ساریہ بن زھم! پہاڑ کی طرف ہوجاؤ۔ پہاڑ کی طرف ہوجاؤ۔جس نے بھیڑیوں کو بھیڑیں چرانے پر مقرر کیا اس نے ظلم کیا۔

لوگوں کو دوران خطبہ ساریہؓ کے ذکر سے بڑی حیرت ہوئی کہ اس وقت ساریہؓ عراق میں اسلامی لشکر کے ساتھ تھے لوگوں نے اس بات کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا کہ آج خطبہ میں ہم نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ) کی زبان سے ساریہ کا ذکر منبر پر کرتے سنا اور ساریہ عراق میں ہیں! یہ کیا بات ہوئی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا بھلا ہو! ان پر اعتراض نہ کرو۔وہ جس بات کو کہتے ہیں اس سے عہدہ برآ ہونا خوب جانتے ہیں قریب تھا کہ ساریہ آئیں اور دشمن سے بھڑیں پھر وہ ان کو شکست دے پھر وہ پہاڑ کی طرف آیا تو آسمان سے آواز آئی اے ساریہ پہاڑ کی طرف پہاڑ کی طرف جس نے شبانی بھیڑیوں کے سپرد کردی اس نے ظلم کیا اور یہ آواز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی جس کو انہوں نے سنا۔اسی طرح تمام صحابہ ؓ کرام وتابعین وتبع تابعین حضرات (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور طبقہ بہ طبقہ مشائخ طریقت سے اس قدر کرامتیں اور خلافِ عادت امور ظاہر ہوئے ہیں کہ تحریر وتقریر میں ان کی گنجائش نہیں ہے،۔

شعر

قلم بشگافتہ از شرح تحریر ۔۔۔ قلم کو ہے نہیں یارائے تحریر
زبان عاجز شدہ ازحسن تقریر ۔۔۔ زبان عاجز کہ لائے حسن تقریر

حضرت امام قشیری کا ارشاد امام قشیری اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں

"جنسِ کرامت اس قدر کثرت وتواتر سے پائی جاتی ہے اور اخبار وحکایات اس سلسلہ میں اس قدر موجود ہیں کہ اولیاء اللہ سے ان کے ظہور میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔جو کوئی اس گروہ میں موجود رہا ہے (ان کی معیّت میں رہا ہے) اور اس نے ان حکایات کو متواتر سُنا ہے اور ان کے اخبار سے آگاہی حاصل کی ہے اس کے لیے پھر اس سلسلہ میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی."

ہم نے اس سلسلہ میں یعنی کرامات اولیا کے اثبات میں جس تاکید وتطویل سے کام لیا ہے اس کا مقصود صرف یہ ہے کہ وہ سلیم القلب جس نے ان بزرگوں کے احوال کا مشاہدہ نہیں کیا ہے اور ان حضرات کے اقوال اس کے مطالعہ سے نہیں گزرے ہیں وہ ان جاہلوں اور گمراہوں کی نکمی باتوں اور نادر حکایتوں سے جو اس زمانہ میں بکثرت موجدد ہیں

اورانہوں نے کرامات اولیا ہی سے انکار نہیں کیا ہے، بلکہ یہ لوگ تو معجزات انبیاء (علیہم السّلام) کے بھی منکر ہیں۔ دھوکہ میں مبتلا نہ ہو اور ان کے فریب میں نہ آئے اور اپنے دین کو برباد نہ کرے۔

یہ لوگ جو اولیا کی کرامات کے منکر ہیں اس کا باعث خاص یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ وہ خود کو ولایت کے مراتب اعلیٰ پر فائز ظاہر کریں، باوجودیکہ ان لوگوں کو ان احوال وانوار سے خود کوئی خبر نہیں ہے پس یہ اس کی نفی محض اس لیے کرتے ہیں کہ عوام میں ان کی رسوائی نہ ہو۔ لیکن افسوس کہ انہیں خواص میں رسوا ہونے کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ اب اگر ان لوگوں سے احیاناً ہزاروں خوارقِ عادت ظہور میں بھی آجائیں تو چونکہ ان کا ظاہر احکام شریعت کے موافق نہیں ہے اور نہ ان کا باطن آداب طریقت کے مطابق ہے، وہ تمام خوارق مکر واستدراج ہوں گے۔ ان کو مقولات ولایت وکرامت نہیں کہا جائے گا۔

کتاب الہدیٰ کی صراحت

کتاب الہدیٰ میں ہے ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اولیاء کے لئے کرامتیں ہیں اور اسی طرح ہر رسول کی امت میں ان کے فرمانبردار تھے ان کے لئے کرامتیں ہیں اور خلاف عادت امور ہیں اور اولیاء کی کرامتیں ابنیاء کے معجزات کا تمّہ ہیں۔ اور جس کے لئے اس کے ہاتھ پر خلاف عادت امور ظاہر ہوئے اور وہ احکامِ شریعت کا پابند نہ ہو تو ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ زندیق ہے اور جو اس سے ظاہر ہوا مکر واستدراج ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کرامتوں کی قسمیں بہت ہیں مثلاً ناپید کا پیدا کر دینا اور موجود کو ناپید کر دینا اور پوشیدہ امر کو ظاہر کر دینا اور ظاہر امر کو چھپا دینا اور دعا کا مقبول ہونا اور تھوڑی دیر میں بڑی مسافت کو طے کرنا اور امور غیب پر مطلع ہونا اور غیب کی خبر دینا اور مختلف جگہوں پر ایک وقت میں موجود ہونا اور مردوں کو زندہ کرنا اور زندوں کو مار ڈالنا اور حیوانات ونباتات وجمادات کی کلمات تسبیح وغیرہ کو سننا اور کھانا پانی بلا سبب ظاہری کے مہیا کر دینا اور ان کے سوا وہ ہر طرح کے کام جو خلاف عادت ہیں مثلاً پانی پر چلنا اور ہوا میں سیر کرنا اور مثلاً خالی پیالہ سے کھانا اور جنگلی جانوروں کو مسخر کرنا اور مثلاً ان کے بدن کی ظاہری قوت مثل اس کے جو درخت کو ایک ٹھوکر میں جڑ سے اکھاڑ دے حالانکہ وہ محفل سماع میں وجد کر رہا ہے اور ہاتھ دیوار پر مارا تو وہ پھٹ جائے اور بعض انگلی سے کسی کی طرف اشارہ کرتا ہے پس مار پڑی کسی کی گردن پر اشارہ سے تو ظاہر ہوتا ہے اصل مشار الیہ کا سر اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے کسی ایک دوست کو اپنی قدرت کاملہ کا مظہر کرتا ہے تو مادیات عالم میں جو تصرف چاہے وہ کر سکتا ہے اور در حقیقت وہ تاثیر وتصرف حق سبحانہ وتعالیٰ کا ہے جو اس میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ درمیانی نہیں ہے۔

قطعہ

کراماتی اگر بینی کم وبیش   کرامت تم اگر دیکھو کم و بیش
زدرویشی کہ اوبیگانہ ازخویش   کسی درویش سے جو ہے حق اندیش

ازو کاری گرآید درمیانہ — نظر آئے اگر اس سے کوئی کام
زحق می آید آن او درمیان نہ — تو وہ حق سے ہے اس کا ہے فقط نام

بعض بزرگان عارفین نے فرمایا ہے کہ وہ قاعدہ کلیہ جو سب کی جامع ہے یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس میں خلاف عادت امر ایسا کیا جس کا دنیا بھر کا نفس یا اس کا نفس ہمیشہ سے عادی تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے مقابل اسی طرح خلاف عادت امر ظاہر کر دیتا ہے جس کا نام عام و خاص کے نزدیک کرامت ہے پس کرامت ان کے نزدیک وہ فضل خداوندی ہے جس نے ان کو توفیق اور قوت عطا کی یہاں تک کہ نفس کی عادتوں کے خلاف انہوں نے کیا یہ تو کرامت ہے ہمارے نزدیک۔ لیکن وہ جس کو عام طور پا کرامت کہا جاتا ہے لوگ اس کے دیکھنے سے بچے ہیں اس میں صاحب استدراج کی اس کے ساتھ شرکت کی وجہ سے اور اس کے پسندیدہ ہونے کی وجہ سے تو بزرگ لوگ ڈرتے ہیں کہ وہ شاید ان کے عمل کا ثواب ہے کیونکہ ثواب کا محل تو دارِ آخرت ہے تو جب ثواب میں عجلت ہوئی تو ڈر گئے کہ آخرت کا حصہ ہو۔ اس بارے میں حدیثیں وارد ہیں اور کرامت وخوف کا جمع ہونا کہاں سے ٹھیک ہے تو اب وہ کرامت نہیں ہے بلکہ صرف خلاف عادت امر ہے پس اگر اس کے ساتھ خوشخبری اس کی ہے کہ وہ زیادتی فضل ہے اور ثواب آخرت نہیں گھٹاتا اور نہ کم کرتا ہے اس وقت اس کا نام کرامت ہے۔ پس درحقیقت کرامت وہ بشارت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ سب سے بڑی اور بزرگ کرامت تنہائی میں لذتِ عبادت پانا ہے اور یہ سانس کی اللہ کے ساتھ حفاظت کرنی ہے اور یہاں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے اور اسی سے ابدی سعادت کی آخرت میں بشارت ہے اور یہاں اس کے ادب کا لحاظ کرنا ہے واردات ہر وقت اس میں اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ نے خلاف عادت امور کو اختیار سے ظاہر نہیں فرمایا ہے مگر یہ کہ طالب کے اطمینان قلب کے لیئے اور اپنا شعار وعادت اس کو نہیں بناتے۔ جب مرتبہ وحدۃ الوجود کو پہنچ گئے تو تصرف تکلیف دینے کا کس پر کریں اور محسن ہونے کا بار کس کے دل پر رکھیں۔

شعر

تیر میفگن کہ ہدف رائ تست — تو ہے ہدف تیر کو مت چلا
مقرعہ کم زن کہ فرس پائ تست — مار نہ کوڑا ہیں فرس تیرے پا

کیونکہ بعض اس گروہ کے جو دریائے وحدۃ الوجود میں ڈوبے ہیں اور ذات کے احاطۂ کائنات کے ملاحظہ میں تحقیق کر چکے ہیں وہ دوسرے کے رنج سے رنجیدہ ہوتے ہیں اور غیر کی خوشی سے خوش ہوتے ہیں۔ شیخ ابو الوفا خوارزمی فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا جب سرزمین شردان سے گذرے اتفاقاً ایک گاؤں کی مسجد میں اترنا ہوا وہاں برف باری اس قدر شدید تھی جس کی شرح نہیں ہوسکتی۔

شعر

شداز ابرباران جہان نا امید　　ہوئے ابر باراں سے سب نا امید
جوان چون زنی پیر موی سفید　　جوان کے ہوئے بال بالکل سفید

کمال جوگی کو رفع حاجت کا تقاضا ہوا رات میں اٹھے اور ایک گوشہ میں گئے اُن پر برف کا ایسا اثر ہوا کہ بالکل حرکت نہ کر سکتے تھے۔ان کی زندگی میں ایک سانس سے زیادہ باقی نہ رہی۔حضرت قدوۃ الکبرا اس وقت تازہ وضو فرمارہے تھے۔ابھی وضو سے فراغت نہ پائی تھی کہ حضرت کو سردی لگنے لگی اور اتنی سخت سردی لگی کہ اس کی شرح ناممکن ہے تمام لوگ حیران تھے کہ گرمی پہنچانے کے تمام لوازم موجود تھے۔پوستین کا لباس موجود تھا۔توشک، گدّے اور نمدے کے تکیہ تھے آگ جل رہی تھی۔پھر اتنی سردی ان کو کیوں محسوس ہو رہی تھی کسی کے سمجھ میں نہیں آرہا تھا خواجہ ابوالقاسم چونکہ شرابِ معرفت کے کچھ گھونٹ پئے ہوئے تھے (نورِ معرفت سے بہرہ ور تھے) سمجھ گئے کہ حضرت کا یہ عالم اپنے کسی دوسرے شخص کی تکلیف کے باعث ہے۔وہ مسجد سے باہر نکل کر آئے اور تمام ساتھیوں پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ کمال جوگی اندر موجود نہیں ہیں اور وہ باہر گئے ہوئے ہیں۔لوگ کمال جوگی کی تلاش میں گئے اور انہیں ڈھونڈ نکالا وہ برف میں دبے پڑے تھے۔ان کو نکال کر لائے۔اور طرح طرح کے موٹے کپڑے ان کو پہنائے۔جوں جوں کمال جوگی کی سردی کم ہوتی جاتی تھی حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت بھی سنبھلتی جاتی تھی۔جب کمال جوگی کے جسم سے سردی بالکل جاتی رہی حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت بھی بالکل ٹھیک ہوگئی اور سردی کا اثر بالکل زائل ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ شیخ ابوالخیر تیسنانی قدس سرہٗ کا فرمانا ہے کہ

جو کوئی اپنے عمل کو ظاہر کرتا ہے وہ شعبدہ باز ہے اور جو کوئی اپنے حال کا اظہار کرتا ہے وہ مدّعی ہے ایک مرتبہ آپنے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پانی پر چل رہا ہے آپ اس وقت دریا کے کنارے پر تھے۔اس کو پانی پر چلتے ہوئے دیکھ کر شیخ نے فرمایا کہ یہ کیا بدعت ہے ادھر خشکی پر آجاؤ۔پھر دوبارہ اس کو پکارا اور کہا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے۔اس شخص نے جواب دیا کہ حج کو جا رہا ہوں یہ سُن کر انہوں نے کہا اب جاؤ کرامت بیچنے والا دیر میں مقبول ہوتا ہے کیونکہ محروم ہے اور خریدار کرامت اگرچہ کتے کی آواز نہ بولے سوا کتے کے کچھ نہیں ہے یعنی حقیقت کرامتوں کیلئے نہیں ہے۔

یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔اس کے بندوں کے لیے ہے اور آخرت کا ثواب اسی کی طرف سے ہے!! ان حضرات سے بہتر وہ جماعت اور وہ لوگ ہیں جن کے سامنے سے حجاب بالکل اٹھ گیا ہے اور جن کے باطن یقین کی روح سے اور معرفت کے شرف سے مشرف ہیں۔بس ان کے یقین کو خوارق عادات کی کیا ضرورت ہے اور روشن نشانیوں کے مشاہدہ کی (جب کہ وہ سامنے ہیں دیکھنے کی) کیا حاجت ہے۔

اس موقع پر شیخ ابو المکارم نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور آپ کی رسالت کا (جو ان مردوں میں) سب سے پہلے تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کچھ زیادہ کرامتیں اور خوارق عادات کا صدور منقول نہیں ہے۔اور اسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کے دوسرے اصحاب کرام سے خوراق عادات منقول نہیں ہیں لیکن صحابہ کرامؓ میں سے جو حضرات متاخرین میں شمار ہوتے ہیں ان کے بہت سے خوراق منقول ہیں (جیسا کہ مشہور ہے) اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے باطن حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت، انوار نبوت کے مشاہدہ، نزول وحی، ملائکہ کے نزول کے سبب سے انوار یقین کی تجلیوں سے منوّر تھے۔ امور اخروی ہر وقت ان کے پیش نظر رہتے تھے۔ وہ سب حضرات دنیا سے گریزاں دنیا والوں کی عادات سے خالی تھے۔ ان کے نفوس پاک تھے اور ان حضرات کے دلوں کے آئینے جلا پائے ہوئے تھے۔ پس اس صورت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی عنایت بے غایت سے ان کو جو کچھ مرحمت فرما دیا تھا اس کی بناء پر کرامات کے مشاہدہ (اور اظہار) سے وہ مستغنی تھے۔ انوار قدرت کا مشاہدہ جو اوروں کے لیے وجہ یقین بنتا ہے ان کو اس طرح حاصل تھا کہ جو کچھ دوسروں کے لیے غیب ہے وہ ان کے لیے شہادت (مشاہدہ) تھا۔

امام قشیری کا ارشاد حضرت امام قشیری فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی کرامات، انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمّہ ہیں۔ ہر رسول (علیہم السلام) کے ایسے متبعین گزرے ہیں جن سے کرامات اور خوراق عادات ظاہر ہوئے ہیں اور ایسا ہر زمانہ میں ہوا ہے۔''

جناب سیّد اشرف (قدوۃ الکبرا) فرماتے ہیں کہ جس نبی کی امت کے کسی فرد سے اس نبی کے بعد کرامت کا اظہار ہوا یہ امر بھی اس نبی کے معجزات میں سے ہے۔''

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا بھی عجیب حال ہے کہ قرآن پاک اور حدیث شریف کی تائید اور بہت سے واقعات جو عین کشف ہیں اور اسلاف و اخلاف سے منقول ہیں اور اکثر حضرات سے تو اس قدر یہ واقعات (کرامات) سرزد ہوئے ہیں کہ ان کا شمار ہی نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی یہ لوگ کرامات اولیا کے منکر ہیں۔ یہ نادان اگر کوئی خارق عادت دیکھتے ہیں تو اس کو سحر اور عمل شیطان پر محمول کرتے ہیں اور صاحبِ کرامات کو ساحر کہتے ہیں۔''

حضرت ابوالمکارم بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا کا قافلہ ایک ایسے علاقہ سے گزر رہا تھا کہ جو سانپوں اور اژدھوں کا مسکن تھا (سانپ اور اژدہے وہاں کثرت سے موجود تھے) چونکہ لوگ ان کی ایذا رسانی کے واقعات سن چکے تھے اس بناء پر بہت سے ہمراہی اس راستہ سے گزرنا نہیں چاہتے تھے۔ کچھ لوگوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت راستہ سنا گیا ہے کہ بہت ہی پرخطر ہے۔ یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ انشاء اللہ اس راستہ سے ہمارا گذر آسانی کے ساتھ ہو جائے گا۔ جب کچھ قلندر اور مجرد حضرات ان اژدھوں اور اجگروں کے قریب سے گزرے تو ایک اژدہا ظاہر ہوا جو گویا سب کو نگل جائے گا۔

شعر

نمایاں برزمین شد اژدہا از غار زمین پر آکے نکلا اژ در غار
کہ گوئی اژدہائ آسمان وار کہ گویا اژدہا ہے آسماں وار

اس وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے عصا کی جانب اشارہ کیا فوراً وہ عصا شیر بن گیا اور جہاں جہاں اجگر اور اژدھے تھے ان سب کونگل گیا۔

شعر

عصارا کرد چون موسیٰ اشارت عصا کو کی جو موسیٰ نے اشارت
متاع مار و اژدر کرو غارت تو پونجی سانپ کی کی اس نے غارت

اسی قافلہ کے ساتھ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اربابِ تصوف کے منکر اور معرفت کے آثار وعلامات سے منحرف تھے جب ان کو اس عجیب وغریب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگے کہ ان صوفیوں نے تو عجیب جادو کر دیا اور ایک عجیب وغریب شعبدہ ان لوگوں نے دکھایا ہے ایک صوفی ان کی یہ یاوہ گوئی سُن رہا تھا اس نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں ان کی یہ یاوہ گوئی دہرائی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے سُن کر فرمایا جن لوگوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر ومکر کا اتہام لگایا ہو وہ بھلا مجھے کس طرح اس اتہام سے چھوڑ دیں گے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ھٰذَا سِحْرٌ (یہ جادو ہے) اور جبکہ اس گروہ کو کسی ایسی بات سے منسوب کریں جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اظہار کر چکے ہیں تو سنت پر اس کا صدور سمجھنا چاہیئے اور آپ ؐ کی فرمانبرداری کا ظہور اس سے ہوتا ہے۔

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد حضرت امام یافعی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ:-

"سحر وکارِ شیاطین کی نسبت، مقربین اولیاء، صالحین، ابرار کی طرف کس طرح کی جاتی ہے جب کہ یہ حضرات دنیا کو ترک کرنے والے، خداوند تعالےٰ کے عبادت گزار بندے، صبر وشکر کرنے والے ہیں حق تعالےٰ سے ڈرتے اور اس کے فضل وکرم کے امیدوار ہیں، پرہیز گار ہیں حق تعالےٰ پر توکل کرنے والے ہیں، نیک کاموں پر مزاولت کرنے والے ہیں، خداوند تعالےٰ سے محبت کرنے والے ہیں، پاک نہاد عارفوں کی خصلت رکھنے والے ہیں اور مذموم صفات سے پاک وصاف ہیں، عمدہ صفات کے حامل ہیں اور اخلاق الٰہی جیسے اخلاق سے متخلّق ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طاعت میں مصروف ہیں، شریعت کے آداب سے عہدہ برآ ہونے والے ہیں پستیوں سے نکل کر بلندیوں کی طرف چڑھنے والے ہیں اور بلند مرتبوں کی چوٹیوں پر پہنچنے والے ہیں نہ صرف دنیا سے اعراض کرنے والے ہیں بلکہ آخرت سے بھی اعراض کرتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے نفوس نے مزبلوں کی جاروب کشی کی جب کہ اُس کو انہوں نے مارا تا کہ ہمیشہ زندہ رہے [1]

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس قدر خلاف عادت امور اور معمول کے خلاف حضرت غوث الثقلین سے ظاہر ہوئے کسی سے بھی اس گروہ میں ظاہر نہیں ہوا اس لئے کہ کسی بزرگ نے اور روئے زمین کے کسی فرد کامل نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ سے اس وقت تک یعنی ہمارے زمانہ تک ایسی بات نہیں کہی جو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے ارشاد

[1] حضرت امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف مرآۃ الجنان سے ماخوذ ہے۔ مترجم نے عربی اقتباسات کا صرف ترجمہ پیش کر دیا ہے۔

فرمائی۔یعنی آپ نے ارشادفرمایا کہ بعض سالک ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے سلوک کومکان قاب توسین کے مقصد تک اوراپنے وصول (الی اللہ) کے محمل کومقصود کے باب اعلیٰ تک پہنچادیا ہےاوراوادنیٰ کے دشوارگزارراستہ تک اپنے حصول کی کشتی کولے گئے ہیں لیکن ان مقامات سے آگےنہیں بڑھ سکے ہیں بجزاس فقیر کے کہ باعتبارتصرف مَیں قضاوقدرکی سرحد سےبھی گزرجاتاہوں۔

شیخ سیف الدین عبدالوہاب ابن غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ ایسانہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنے آغاز سے قبل والدمحترم کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا۔اگراس مہینہ میں سختی ہوتی اور بدی مقدر ہوتی تو وہ اچھی صورت کے بجائے کریہہ صورت میں والدمحترم کی خدمت میں حاضرہوتااوراگرکسی مہینے میں نعمت اور بھلائی مخلوق کے لیے مقدرہوتی تو اچھی شکل میں حاضرہوتا ماہ جمادی الآخرکی آخری تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا(۵۶۰ھ) بہت سے مشائخ حضرت غوث الثقلین کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک خوبرو جوان حاضرہوااوراسلام علیکم یاولی اللہ کہہ کراس نے بتایا کہ میں ماہ رجب ہوں اورآپ کومبارک باددینے حاضرہواہوں کہ آپ میرے اندرکسی قسم کی برائی اورسختی نہیں پائیں گے چنانچہ اس ماہ رجب میں سوائے اچھائی اوربہتری کےلوگوں نے اور کچھ نہیں دیکھااور یہ مہینہ بڑی خیراور بھلائی کے ساتھ گزرالیکن جب ماہ رجب کا آخری دن آیا یہ یکشنبہ کا دن تھا تو ایک کریہہ المنظرشخص حاضرخدمت ہوا۔اورکہا اسلام علیکم یااہل اللہ میں شعبان کامہینہ ہوں اورمیں آپ پر یہ واضح کرنے کے لیے حاضرہواہوں کہ بغداد میں کثرت اموات،حجاز میں گرانی اور خراسان میں قتل وغارت میرے اندرمقررکیا گیاہے،چنانچہ جب شعبان کامہینہ آیا تو جوکچھ شہرِ شعبان نے کہا تھاویساہی وقوع میں آیا:۔

حضرت غوث الثقلینؓ ماہ رمضان میں چندروزعلیل رہے۔دوشنبہ کا دن تھا اور ماہ رمضان کی ۲۹ تاریخ تھی بہت سے مشائخ خدمت میں حاضر تھے۔جیسے شیخ علی ہیتی،شیخ نجیب اللہ(قاہرالدین ابوالنجیب) سہروردی وغیرہم کہ ایک بہت ہی پرہیبت وباوقارشخص حاضر ہوااوراس نے کہا کہ اسلام علیکم یاولی اللہ! میں ماہ رمضان ہوں اورآپ کے پاس عذرخواہی کے لیے حاضرہواہوں کہ میں آپ کوالوداع کہہ سکوں۔آپ کے پاس میری یہ آخری حاضری ہے یہ کہہ کروہ واپس ہوگیااورآئندہ سال کے ماہ ربیع الآخرمیں حضرت شیخ قدس سرہٗ کا وصال ہوگیااورآئندہ رمضان آپ کونہ مل سکا۔مہینوں کی طرح ہرمہینہ کے ہفتے بھی حضرت شیخ کےسلام کے لیے حاضرہوتے تھے۔ اوران میں جوکچھ خیروشرمقدرہوتا تھااس سے شیخ محترم کوآگاہ کردیا کرتے تھے۔صرف ہفتے ہی نہیں بلکہ ایاّم بھی حضرت شیخ کےسلام کوحاضر ہوتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مخدومی [1] فرماتے تھے کہ ایک رات میں اپنے احوال کے مقاماتِ عروج سے آگاہ کیا گیا (میں اپنے مقامات کے عروج کا مشاہدہ کررہا تھا) کہ اس حال میں میرے مشاہدہ میں آیا کہ کسی کا قدم مجھ

[1] حضرت شیخ علاءوالدین گنج نبات قدس سرہٗ مرشدحضرت قدوۃ الکبرا۔

سے بھی آگے ہے اس وقت مجھے اس پر رشک ہوا کہ یہ کون ہے جس کا قدم مجھ سے بھی آگے ہے۔ آخرالامر معلوم ہوا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روحانیت کا قدم تھا۔ یہ معلوم کر کے میں شکر بجالایا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص نے یہ عرض کیا کہ فلاں صاحب پلک جھپکتے سمرقند سے مکہ معظّمہ پہنچ جاتے ہیں۔ شیخ قدس سرہٗ نے یہ سن کر فرمایا یہ تو بہت آسان بات ہے ابلیس تو اس سے بھی کم مدت میں مشرق سے مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کو بھی کوئی نہ کوئی کام درپیش ہوتا ہے۔ ایسے لوگ وہ ہیں جن پر حقائق کے دروازے ابھی نہیں کھلے ہیں۔ حضرت شیخ علاؤلدولہ نے مزید فرمایا کہ ایک دن حضرت شیخ صدقہ بغدادی حضرت غوث الثقلینؓ کی مجلس وعظ میں آئے اور مشائخ کے دروازے پر بیٹھ گئے جب حضرت غوث الثقلینؓ باہر تشریف لائے اور منبر پر تشریف لے گئے آپ نے کسی شخص سے گفتگو نہ کی اور قاری سے بھی آپ نے تلاوت کے لیے کچھ نہ فرمایا۔ (کہ پڑھے) اس کے باوجود لوگوں میں وجد کی کیفیت پیدا ہوگئی اور حال قوی سب پر طاری ہوگیا۔ شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا کہ شیخ قدس سرہ نے تو کچھ بھی نہیں فرمایا اور نہ قاری نے کچھ پڑھا پھر یہ وجد کیسے طاری ہوگیا۔

مثنوی

نہ مطرب دمی جنگ بر چنگ زد — نہ مطرب کا کچھ دیر باجا بجا
نوائ زان راہ آہنگ زد — نہ نغموں کی کانوں میں آئی صدا
چودر گوش نامد کہ آواز کیست — نہیں کان نے جبکہ گانا سنا
ندانم کہ این و جداز سازکیست — نہ معلوم پھر وجد کیوں آگیا

حضرت شیخ قدس سرہ نے شیخ صدقہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ سنو میرا ایک مرید بیت المقدس سے یہاں (بغداد میں) ایک قدم میں آیا ہے۔

رباعی

زبیت المقدس برآدرد کام — جو بیت المقدس سے رکھا قدم
دریںجا رسانید خود را بکام — تو پہنچایا اپنے کو یاں ایک دم
کسی کو زنداز سرحال دم — چلے وجد میں کوئی ہستی کہیں
سر سر زمین رانہد در قدم — تو زیر قدم اس کے ہے کل زمیں

اور اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ آج کے دن حاضرین مجلس اسی کی مہمانی میں ہیں۔ شیخ صدقہ کے دل میں پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ جو شخص ایک قدم میں بیت المقدس سے یہاں تک آجائے ایسے باکمال شخص کو توبہ کی کیا حاجت ہے؟ اور شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ اس وقت پھر حضرت غوث الثقلینؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا سنو! اس نے اس بات سے توبہ کی ہے کہ وہ آئندہ کبھی ہوا میں نہیں اُڑے گا اور اس کو میری ضرورت اس لیے ہوئی کہ میں اس کو حق تعالیٰ کی محبت کا راستہ دکھادوں۔

شعر

چہ شد گُر سر آسمان زیر پا است　　ہوا کیا جو ہے آسماں زیر پا
کہ راہ محبت ازینہا جدا ست　　کہ راہ محبت ہے اس سے جدا

اللہ تعالیٰ اپنی محبت سب کو روزی کرے۔بحرمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ الامجاد۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ طائفہ صوفیہ کے لیے بہت اہم اور ضروری ہے کہ وہ اپنے احوال کو چھپائیں اور اپنے معاملات کا انتقاء کریں۔حضرت خیر الدین سندھوری ابتدائے سلوک میں اپنے بعض واقعات اور واردات بلند کو حضرت قدوۃ الکبرا سے بیان کر دیا کرتے تھے۔حضرت قدوۃ الکبرا کے پاک دل پر یہ بات خوب واضح تھی کہ شیخ خیر الدین کی طبیعت اس طرف مائل ہے لہٰذا حضرت قدوۃ الکبرا نے ان سے تنہائی میں فرمایا کہ اے عزیز! اس قسم کے امور کی طرف مقامات کے حصول کی ابتدا میں تلفت ہونا ایسا ہی ہے جیسے بچوں کو مویز (منقی) دیکر بہلانا ہے تا کہ وہ مکتب چلے جائیں (جس طرح بہلا پھسلا کر کچھ مٹھائی وغیرہ دے کر مکتب بھیجا جاتا ہے پھر کچھ عرصہ بعد وہ مکتب جانے کے عادی ہو جاتے ہیں)۔

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے اپنے بعض احوال و واقعات سے حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کو آگاہ کیا کچھ دیر غور فرمانے کے بعد خواجہ ابو یوسف نے فرمایا کہ ''یہ وہ چیزیں ہیں جن سے نو آموزانِ طریقت کی پرورش کی جاتی ہے [1]۔(انہیں بہلایا جاتا ہے)۔

الغرض اکابر روزگار و صوفیہ عظام نے کبھی کبھی جو اپنے احوال کا اظہار فرمایا ہے اس کا سبب اپنے مریدوں ان کی قابلیت اور ان کی استعداد اس اظہار کی متقاضی ہوتی تھی یا وہ کبھی کبھار اپنے مریدوں کے اطمینان کی خاطر اور دوستوں کے یقین کی پختگی کے لیے اس طور پر اظہار کر دیا کرتے تھے کہ اس طرح وہ سعی و کوشش کے ذریعہ اس درجۂ بلند تک پہنچ جائیں ان کا یہ بیان اور احوالِ اظہار خود نمائی اور سخن طرازی کیلئے نہیں ہوتا تھا۔

---

[1] اصل الفاظ یہ ہیں: تِلْكَ خِيَالاتٌ تُرَبىّٰ بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ۔

لطیفہ۶

شیخ ہونے کی اہلیت‘ اقتداء کی شرائط، مرشد و مرید کے آداب

(در بیان اہلیت شیخ و شرائط اقتداء و آداب مرشد و مسترشد)

قال الاشرف : ان یّکون الشیخ عارفاً بِاحوال المرید و عالماً بعلوم التّجرید و التّفرید الخ

حضرت سید اشرف قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ضروری ہے کہ شیخ مرید کے احوال سے واقف ہو۔ ترک دنیا اور تنہائی کے علوم کا عالم ہو، (عالماً بعلوم التجرید والتفرید) تا کہ اس کی خیر خواہی کر سکے اور مرید کو راہِ راست دکھا سکے اس کے حال کے مناسب اس کو اس راہ کے خطرات اور فسادات سے آگاہ کر سکے۔ اگر شیخ ان اوصاف مذکورہ سے متصّف نہیں ہوگا تو اس کی پیروی کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے اور ان سے کلاہ حاصل کرنا کس طرح روا ہوسکتا ہے“۔

اے عزیز! (اللہ تعالےٰ تیرے باطن میں حقیقتِ وصال کو ثابت کرے اور تجھے اپنی محبت کی شراب صبح و شام پینے والوں میں شامل فرمائے) اس راہ (طریقت) کے طالب اور اس گروہ کے محب اس راہ پر تیز قدم رکھنے والے اور میدانِ تحقیق میں اپنے گھوڑوں کو تیز دوڑانے والے ”اللہ تعالےٰ روزِ قیامت تک ان کی کثرت فرمائے اور ان کو مقامِ رفیع پر پہنچائے“ اولیاء اللہ فنافی اللہ اور بقاباللہ کے بلند مقام پر بزرگوں کے قافلوں کے پیشوا اور اولیا کے طائفوں کے مقتدا یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ظاہری اور باطنی، قولی، فعلی، اعتقادی اور حالی پیروی کے بغیر نہیں پہنچے ہیں (اور نہ پہنچ سکتے ہیں) اور جو کوئی گمراہ کرنے والے نفس کی تاریکیوں میں پھنسا ہوا ہے اور باطل کے پھندوں میں گرفتار ہے اور طبیعت کے سب سے نچلے درجہ کی خواہشات میں مقید ہے اور گمراہی و ضلالت میں اَسیر ہے اور اخلاق ناپسندیدہ میں مبتلا ہے تو اگر ایسا شخص صاحب علم ہے اور وہ اپنے علم کے مقتضا کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے اور بشرط علم جمیع اوقات و احوال میں شریعت کی پیروی نہیں کرتا ہے تو وہ کبھی بھی بلند درجہ اور معارف ربانی کے اعلیٰ مقامات اور عرفان کی صداقت تک نہیں پہنچ سکتا اور معرفتِ الٰہی کے شیریں پانی کو جو ظلماتِ طبیعت انسانی میں آبحیات کی طرح ہے نہیں پی سکتا اور اس کی شیرینی سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا اور اپنے ایقان و ایمان کو شراب وجدان کا شیریں جام نہیں پلاسکتا ہے (ایقان و ایمان و وجدان سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا) جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا اِرشاد ہے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوْرًا [۱] (اور ان کا پروردگار انہیں پاکیزہ شراب پلائیگا) وہ اس ارشاد کا مصداق نہیں بن سکتے ان کو یہ شراب میسّر نہیں آسکتی اور جنّت کے باغات کی ہواؤں

---

[۱] ۲۹پ الدھر۲۱۔

سے وہ خوشبو نہیں حاصل کر سکتے۔ جس کے بارے میں ارشاد ہے مِنۡ تَسۡنِیۡمٍ ۙ عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ ؕ[1] (تسنیم سے جو ایک چشمہ ہے مقرب بندے پئیں گے) ان کے مشام جاں محروم رہیں گے۔ یہ لوگ گلشن مراد میں پہنچ کر گلِ مقصود نہیں چن سکیں گے اور ضلالت، گمراہی اور جہالت کے میدان میں یونہی سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ پس اس طریق کے طالب (صوفی وسالک) کو چاہیئے کہ اپنی پوری ہمت اور توجہ اس طرف (متابعت شریعت پر) مبذول رکھے۔ جان و دل کے ساتھ اتباع شریعت میں کوشاں رہے ایک لمحہ کے لیے بھی اس راہ میں آرام نہ کرے اور شریعت کی راہ میں درست ایمان اور یقین کامل کے ساتھ صدق وصفا کا قدم رکھے اگر ایسا نہیں کرے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ صحرائے گمراہی میں مارامارا پھرتا رہے گا قطعہ

خلافِ پیغمبر کسی رہ گزید — چلا راستہ جو خلاف نبی
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید — تو ہرگز نہ پہنچا وہ منزل کبھی
کسانیکہ زین راہ برگشتہ اند — نبی کی اطاعت سے جو ہیں پھرے
برفتند و بسیار سرگشتہ اند — پریشان و برگشتہ آخر رہے

مُراد اور مُرید کے معانی

حضرت درّ یتیم نے بصد تکریم قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ اربابِ تصوف لفظ مراد و مرید کے کیا معنی مراد لیتے ہیں (تصوف کی اصطلاح میں ان الفاظ کے کیا معنی ہیں) حضرت نے فرمایا کہ ان الفاظ کا اطلاق دو معانی پر کیا گیا ہے اولاً مقتدی و متقدا دوم محبّ و محبوب پھر مرید کے معنی حسبِ موقع ان شاء اللہ بیان کیے جائینگے۔ البتہ مراد کے معنی بیان کیے جاتے ہیں ان کو سمع اعتقاد سے سُننا چاہیے معنی اول تو یہ ہیں کہ قوتِ ولایت الٰہی اور اس کی نامتناہی عنایت کا جذبہ اس کے تصرّف میں اس درجہ پر ہو (وہ اس پر اس قدر تصرف رکھتا ہو) کہ بستر ضلالت کے مریضوں اور جہالت میں گرفتار بیماروں کا علاج کر سکے اور ایسے لوگوں کو استعداد اور قبول ہدایت کی اہلیت کا اختلاف اس کی نظر میں ہو اور ارشاد و معاملات کے تمام راستوں پر گہری نظر رکھتا ہو۔ (مریدوں کے اختلاف استعداد اور راہِ ہدایت پر رہنمائی کے متعدّد طریقوں سے کما حقہ، اس کو واقفیت ہو) ایسا شخص ''سالک مجذوب'' ہوتا ہے یعنی پہلے تو اس نے صفات نفسانی کے تمام ہلاکت خیز مقامات کو قدم سلوک سے طے کر لیا ہو اور پاکیزہ جذبات کی مدد سے اور واردات و کیفیات رَبّانی کے مدّت مدید تک جاری رکھنے کے نتیجہ میں (واردات و کیفیات کی مداومت سے) وہ مدارجِ قلبی و روحانی کی بلندیوں کو عبور کر کے کشف و یقین کے عالم میں پہنچ گیا ہو۔ انوارِ حقائق کا مشاہدہ اور اسرارِ دقائق کا معائینہ اس کی منزل بن گیا ہو (اس کی نظر انوارِ حقائق کا مشاہدہ کر رہی ہو اور اسرار الٰہی کے دقائق اس کے معائنہ میں ہوں یہی سالک مجذوب ہے) اور مجذوب سالک وہ ہے کہ اولاً امداد الٰہی کی قوت اور جذبات کی اعانت سے اس نے مقامات کی بساط کو طے کر لیا ہو اور عالمِ کشف وعیاں میں پہنچ گیا ہو۔ اس مقام پر پہنچ

---

[1] پ ۳۰ التّطفیف ۲۷ – ۲۸

جانے کے بعد (معرفت اور قربت کے) ان تمام منازل اور مراحل کو قدم سلوک سے (سلوک کے طریقہ سے ان مراحل سے گزرا ہو) اور حقیقت حال کی صورت عالم میں دوبارہ پایا ہو (یہ مجذوب سالک ہے) پیروی و پیشوائی کا مرتبہ بس انہی دو اصحاب کیلئے مسلّم ہے۔ (سالک مجذوب یا مجذاب سالک) اور بس۔

ابیات

سالک مجذوب و مجذوب سلوک — سالکِ مجذوب و مجذوبِ سلوک
برسریر مقتدائی دو ملوک — اقتدا کے تخت پر ہیں دو سلوک
آنکہ باشد سالک و مجذوب بس — جو کہ سالک یا فقط مجذوب ہو
رہنمائی رانگفتہ ہیچ کس — رہنما اس کو کبھی تم مت کہو
لیک ز انفاس شریف این دو شیر — پشت پر ہو ذات پاک ہر دو شیر
میشود روباہ بر ضیغم دلیر — لومڑی ہوجائے شیروں پہ دلیر

سالک ابتر ومجذوب ابتر

(یہ خیال رہے کہ سالک ابتر اور مجذوب ابتر بھی ہوتے ہیں) سالک ابتر وہ ہے کہ جو ابھی تک مجاہدہ کی تنگیوں سے نکل کر مشاہدہ کی صفائی تک نہیں پہنچا ہو اور مجذوب ابتر وہ ہے کہ جس نے ابھی سیر وسلوک کی باریکیوں اور درجات و مقاماتِ درویشی کی حقیقتوں وخطرات وتدابیر دفاع سے آگاہی نہیں پائی ہو ان دو شخصوں میں سے کوئی بھی اقتدائی اور شیوخت کا استحقاق نہیں رکھتا (شیخ نہیں بن سکتا) اس کا سبب یہ ہے کہ مرید کی استعداد وقابلیت میں تصرف کا اختیار قانونِ طریقت کے موافق ان کے سپرد نہیں ہوا وہ جو تصرف کرتے ہیں در حقیقت اس کی خرابیاں اس کی خوبیوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔

بیت

ہر تدادی راکہ ایشان می کنند — کرتے رہتے ہیں وہ جس دل کی دوا
آن عمارت نیست ویران می کنند — ہوگیا ویراں نہیں کچھ بھی بسا

مرید میں استعداد کمال

مرید میں استعداد کمال کی مثال انڈے کی سی ہے کہ اس میں اڑنے کی استعداد موجود ہوتی ہے اور اگر ایسا انڈہ ایک بالغ مرغ کی حمایت وتاثیر ہمت اور تصرف میں آجائے کہ جس میں قوت توالد وتفریخ کا ہیجان موجود ہو اور ایک عرصہ تک اس کے روحانی تصرّفات اور کمال پرواز کے خواص اس کے اندر نفوذ کر جائیں تو آخر کار اس بیضہ سے بیضگی کا لباس اتار لیا جاتا ہے (بیضہ میں پرندہ پرورش پانے لگتا ہے) اور پھر وہی مرغِ بالغ اس کو کمال استعداد تک پہنچا دیتا ہے یعنی بیضۂ مرغ میں پرورش پانے والے پرندہ میں اُڑان کی جس قدر استعداد ہوتی ہے یہ صیانت اس کمال تک اس کو پہنچا دیتی ہے۔ اگر ایک بیضہ کو کسی ایسے مرغ کے تصرّف وصیانت میں دے دیا جائے جو ابھی تک بلوغ وتفریخ کے مرتبہ تک نہیں پہنچا ہے اور صیانت کی یہ مدت پوری بھی ہوجائے پھر بھی اس بیضہ میں اڑان

کی جو استعداد تھی وہ فاسد ہوجائے گی اور پھر اس کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔

اسی طرح اگر ایک مرید اپنے وجود کو ایسے شیخ کے تصرّف میں دے دیتا ہے جو مرتبہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور سیر وطیر و سلوک وجذبہ کے مراتب حاصل کر چکا ہے (یہ سب مراتب واوصاف اس کی ذات میں موجود ہیں) تو پھر اس کے وجود کے بیضہ سے مرغ حقیقت (جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) باہر نکل کر ھُویّتِ ذات کی فضا میں اڑنے لگتا ہے اور فیض رسانی کا مرتبہ بھی اس کو حاصل ہوجاتا ہے۔

اگر مرید کسی سالک ابتر یا مجذوب ابتر کے تصرف میں ہوگیا (اس کو اپنا شیخ بنالیا) تو پھر کمالِ انسانیت کی جو استعداد اس کے اندر موجود تھی وہ فاسد ہوجاتی ہے۔ وہ انسانیت کے مقام اور کمال کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا جس طرح کہ دنیا میں حکمت بالغہ اور خداوندی سنت جاریہ کا مقتضیٰ ہے کہ توالد وتناسل اور طرح طرح کی صورت کا بقا پایا نہیں جاتا مگر بعد مرد وعورت کے تعلقِ زوجیت کے ذریعہ اور ان کے درمیان تاثیر واثر پذیری بواسطۂ شہوت قائم ہے۔ اسی طرح عالم معنے میں بھی حقیقت آدمی جو عبودیت محض کا نام ہے مرید ومراد کے رابطۂ محبت اور مراد (شیخ) کے تصرفات کو قبول کرنے کی ہی صورت میں وجود میں آسکتی ہے۔ اسی کا نام طریقت میں ولادت ثانیہ ہے کہ اکابر صوفیہ اور اہل مکاشفہ کے ارشادات اس سلسلہ میں موجود ہیں۔فرماتے ہیں۔من لّم یولد مّرتین لم یلج ملکوت السّمٰوٰت و الارض (جو دوبارہ پیدا نہیں ہوا وہ آسمانوں اور زمین کی حکومت میں داخل نہ ہوا۔)

رباعی

چون دوبار است شرط زائیدان — جب ولادت کو چاہیئے دو بار
یک زما در دگر زصلب پدر — ماں سے اپنے بدن سے اے ہشیار
یک بزادن درین جہان غرور — ایک کا گھر یہی جہان غرور
یک شدن زین ظلام تن سوئے نور — دوسرے کا محل ہے عالم نور

ہر چند کہ بغیر باپ کے بھی فرزند کا وجود قدرت الٰہی میں ممکن ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام (کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے) لیکن حکمت ظاہر کے اعتبار سے ناممکن ہے۔ اسی طرح بے پدر (بے شیخ) مجذوبوں کی ولادت بھی آفات کا سبب ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ولادت (بے پدر) عالمِ ناسوت وملکوت میں بعض نصاریٰ کی ضلالت اور گمراہی کا سبب بنی تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو ابن اللہ کہا اور گمراہ ہوئے اسی طرح ایک ایسا مجذوب جو شیوخت اور ارشاد کی راہ میں کامل ومکمل نہیں ہے صاحبِ کشف بن جائے تو دوسرے اس کے سبب سے آفات کی توقع سے محفوظ ومامون نہیں ہوسکتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلسلہ اویسیہ والوں کے احوال کا قیاس ان بے پیر مجذوبوں

پر نہیں کرنا چاہیے کہ ان (اویسی حضرات) کی روحانی تربیت کے مزکّی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں یا کوئی اور بزرگِ دین روحانی طور پر ان کی تربیت فرماتا ہے۔ ان حضرات کے مقامات کا بیان انشاءاللہ حسبِ موقع آئندہ کیا جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کسی طالبِ سالک کے دل میں جذبۂ طلب پیدا ہو تو اس کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان دو بزرگواروں یعنی سالک مجذوب یا مجذوب سالک میں سے کسی ایک کا دامن پکڑے اور اس کی متابعت دل و جان کے ساتھ قولاً، فعلاً اور حالاً بجالائے۔ اگر سلوک کی راہ میں اس کو کسی فکرِ عظیم اور کسی بلند مقام سے گزرنا پڑے کوئی مقامِ بلند اس کے سامنے آئے تو ضرور ضرور اپنا نگران رہے، اور کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے بڑائی اور انانیت کا اظہار ہوتا ہے اس لیے کہ بہت سے اہل اللہ اور طریقت کی راہ پر چلنے والے محض اسی کی بدولت قرب الٰہی اور وصول الی اللہ کی منزل سے دور رہ گئے ہیں۔ خواہ سالک نے اس راہ کی کتنی ہی منزلیں کیوں نہ طے کر لی ہوں۔ اور بارگاہِ الٰہی کے راستہ کے منازل سے گزر گیا ہو لیکن وہ شیخ (کی رہبری) کا پھر بھی محتاج ہے اور کسی حال میں بھی اس سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہوتا۔

شیخ مجد الدین کی محرومی

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان کیا کہ شیخ مجد الدین بغدادی چند درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سکر کی کیفیت ان پر طاری ہوئی اسی عالمِ سکر میں انہوں نے کہا کہ ہم بیضۂ بَط تھے اور ہمارے مرشد شیخ نجم الدین کبریٰ ایک مرغ تھے انہوں نے اپنی تربیت کے پر و بال کے نیچے ہم کو لے لیا (ہماری صیانت کی) ہم پھر اس انڈہ سے نکل آئے چونکہ ہم بیضۂ بَط تھے انڈہ سے نکل کر دریا میں پہنچ کر تیرنے لگے اور ہمارے شیخ اسی طرح دریا کے کنارے کھڑے رہے (ان میں ہماری طرح تیرنے کی استعداد نہیں تھی) شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ اپنے اس مرید کے قول سے اپنی فراست کے نور سے آگاہ ہو گئے (ان پر یہ قول کشف ہو گیا) اسی وقت ان کی زبان سے یہ بددُعا نکلی کہ الٰہی! اس کی موت دریا میں واقع ہو۔ شیخ مجد الدین کے کانوں تک یہ آواز پہنچ گئی۔ لرز گئے اور روتے پیٹتے شیخ سعد الدین حموی کے پاس پہنچے۔ شیخ سعد الدین حموی ۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ شیخ مجد الدین بغدادی ان کے پاس پہنچ کر بہت روئے پیٹے اور کہا کہ آپ شیخ سے میری خطا معاف کرا دیں انہوں نے کہا کہ اچھا جس روز شیخ خوش حال ہوں اس وقت تم مجھے خبر کرنا میں تمہارے قصور کی معافی کے لیے کوشش کروں گا۔ ایک دن سماع میں شیخ خوش حال تھے اس وقت شیخ مجد الدین بغدادی نے شیخ سعد الدین کو خبر کی کہ اس وقت موقع ہے۔ شیخ مجد الدین برہنہ پا ایک طشت آگ سے بھرا ہوا سر پر رکھ کر ان کی جوتیوں کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ چونکہ تم درویشوں کے طریقہ پر اپنی پریشان گوئی کی عذر خواہی کے لیے آئے ہو لہٰذا تمہارا ایمان اور دین تو سلامت رہے گا لیکن تمہارا سر ضرور جائے گا (تم نے اپنا دین اور ایمان تو بچا لیا) اور تمہاری موت دریا میں واقع ہو گی۔ ہمارا بھی سر جائے گا اور ملک خوارزم کے بہت سے سرداروں

کے سر تمہارے سر کے ساتھ قلم ہوں گے دنیا تہہ و بالا ہو جائے گی۔ یہ سن کر شیخ مجد الدین بغدادی شیخ نجم الدین کبریٰ کے پاؤں پر گر پڑے اور دین و ایمان کی سلامتی کے مژدہ کے باعث اپنی موت کا غم بھول گئے۔

مثنوی

ازان مژدہ شیخ عالی قدر — سنا مژدہ شیخ عالی قدر
نبودش ہمانا غم جان و سر — نہیں رہ گیا پھر غم جان و سر
کہ گر دین و ایمان سلامت بود — اگر دین و ایمان رہے با امان
اگر جان رود از عزامت بود — تو پرواہ کیا ہے نکل جائے جان

تھوڑے زمانہ کے بعد شیخ کی بات ظہور میں آئی ۔ شیخ مجد الدین خوارزم میں وعظ فرمایا کرتے تھے اور سلطان کی ماں بڑی خوبصورت عورت تھی

مصرعہ

جمالی گرو برداز آفتاب — مقابل نہ تھا حسن میں آفتاب

شیخ مجد دین کے وعظ میں آیا کرتی تھی اور کبھی شیخ کی زیارت کے لیئے جایا کرتی تھی دشمن لوگ موقع کی تلاش میں تھے یہاں تک کہ ایک رات جب بادشاہ بے حد مست تھا سب نے عرض کیا کہ تیری ماں نے مذہب امام ابوحنیفہ کے موافق شیخ مجد الدین سے نکاح کر لیا ہے۔ سلطان اس بات کو سن کر رنجیدہ ہوا حکم دیا کہ شیخ کو دریائے دجلہ میں ڈال دو سب نے ڈال دیا۔

مثنوی

زہی نا خدا ترس سر باختہ — عجب ہے نڈر اور خبطی مثال
کہ گوھر بدریا در انداختہ — کہ موتی دیا جا کے دریا میں ڈال
دری کان بود صد جہا نرا خراج — وہ موتی جو سو دنیا کا تھا خراج
بہ بحر افگند میرود تخت و تاج — ڈبویا الٰہی مٹے تخت و تاج

یہ خبر شیخ نجم الدین کو پہنچی تو حالت غیر ہوگئی اور فرمایا اِنَّـا لِـلّٰـهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥ لوگوں نے فرزند مجد الدین کو پانی میں ڈال دیا اور وہ انتقال کر گئے۔

ابیات

دُری را کہ پروردہ بودم بجان — وہ دُر تھا جو پروردۂ روح و جان
شدہ گوش آرائ اہل جہان — جو تھا زینت گوش اہلِ جہان
چہ بودہ کہ در اب اندا ختند — ہوا کیا جو ڈالا اُسے زیرِ آب
گران گوہری را سبک سا ختند — بھلا قیمتی دُر کیا کیوں خراب

و لیکن چہ افسوس از رفتۂ کار — گذشتہ کا صدمہ ہے لیکن جنوں
گناہ من آمد نہ از روزگار — خطا میری ہے شکوہ کس کا کروں

پھر سر کو سجدہ میں رکھدیا اور ایک عرصہ تک سجدے میں رہے پھر سر کو سجدے سے اٹھایا اور فرمایا حضرت عزت جل جلالہ میں میں نے عرض کیا تا کہ فرزند کے بدلہ میں سلطان محمود سے ملک لے لیا جائے اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا لوگوں نے سلطان کو اس واقعہ کی خبر دی وہ اپنے فعل پر بہت نادم ہوا اور پیادہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سونے سے بھرا ہوا ایک طشت جس پر کفن اور ایک تلوار رکھی ہوئی تھی، لے کر شیخ کے سامنے آیا اور ننگے سر جوتا اتارنے کی جگہ پر کھڑے ہو کر اس نے عرض کیا کہ اگر آپ خون بہا چاہتے ہیں تو یہ سونا موجود ہے اور اگر آپ کو قصاص درکار ہے تو یہ تلوار ہے اور میرا سر موجود ہے شیخ نے جواب میں فرمایا۔

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوْرًا ۝[1] — یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

شیخ مجدالدین کا خونبہا تمہارا سارا ملک ہوگا۔ تمہارا سر بھی جائے گا اور میرا سر بھی اس کے علاوہ بہت سے مخلوق کے سر بھی کاٹے جائیں گے۔ یہ سن کر سلطان محمود مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی چنگیز خاں نے خروج کیا اور پھر جو کچھ گزرنا تھا وہ گزرا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن قوال نے شیخ نجم الدین کی مجلس میں یہ بیت پڑھی۔

بیت

خوش یافتہ اند درازل جامۂ عشق — پایا ہے ازل میں خوب یہ جامۂ عشق
گر یک خط سبز بر کنا رش بودی — گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا

یہ شعر سُن کر شیخ نے اپنی داڑھی پکڑ کر اوپر اٹھائی اور ہاتھ تلوار کی طرح اپنی گردن پر رکھ کر یہ مصرعہ پڑھا ع

گر یک خط سبز بر کنا رش بودی

گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا

گویا یہ اپنی شہادت کی طرف ان کا اشارہ تھا اس کے بعد شیخ نے یہ رباعی پڑھی۔

رباعی

در بحر محیط غوطہ خواہم خور دن — ہوں گا میں سمندر میں بھی اب غوطہ زن
یا غرق شدن یا گہری آوردن — یا ڈوبوں گا یا لاؤں گا موتی روشن
کاری تو مخاطرہ است خواہم کردن — خطرہ ہے ترا کام کروں گا لیکن
یا سرخ کنم روئے زتو یا گردن — ہوں سرخرو یا لال کروں گا گردن

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۵۸

تربیتِ سالک کی مثال

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اکابرِ صوفیہ نے فرمایا ہے کہ سالک کی تربیت مثل اس انڈے کی طرح ہے جو مرشد کی تربیت و ارشاد کے تحت پرورش پا رہا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس تربیت کے زمانہ میں مرید کے دل میں شیخ کی نسبت کسی قسم کا انکار پیدا ہو جائے تو پھر وہ انڈہ گندا ہو جاتا ہے اس گندے انڈہ کو خواہ دنیا کے کسی سالک یا مشائخ عالم میں سے کسی شیخ کی تربیت کے پروں کے نیچے (صیانت) میں رکھ دیا جائے اس کی پرورش نہیں ہو سکتی۔ (اور نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا)۔

اس موقع پر حضرت شیخ اصیل الدین سپیدؒ باز نے کہا کہ حضرت قدوۃ الکبرا کا پیر علی نامی ایک مرید تھا (یہ شخص ہزارہ کا رہنے والا تھا) اور منازل سلوک طے کرنے میں مصروف تھا۔ بہت سے عالی مقامات اور بلند منزلوں کو عبور کر چکا تھا۔ لیکن ابھی تک اپنی منزل (بسر حد اعیان ثابتہ) مقصود تک نہیں پہنچا تھا اور نور الانوار تک اس کا انجام کار نہیں ہوا تھا (نور الانوار کے مرکز تک رسائی نہیں ہوئی تھی) ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کی نسبت اس کے دل میں کچھ تردد پیدا ہوا جس سے اس کے اعتقاد میں کچھ تنزّل اور اطاعت و انقیاد میں کچھ کمی واقع ہوئی اور بعض بے ادبانہ امور اس سے ظہور میں آئے۔ ایک شخص نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی بے ادبیوں کا ذکر کیا۔ حضرت شیخ نے سُن کر فرمایا کہ وہ ہمارے بزرگ خانوادہ اور قدیم سلسلہ سے راندہ ہے بس اتنا کرو کہ اس کو اس دائرہ سے نکال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا جب کبھی جلال کے عالم میں ہوتے تھے تو آپ میں رنج و ملال کے آثار پیدا ہوتے تھے تو اس وقت کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے حضور میں حاضر ہو سکے۔

شعر

چو شمع جلالش زند شعلۂ — اگر شعلہ زن ہو چراغ جلال
بسوزد چو پروانہ صد قلّۂ — پہاڑوں کی چوٹی ہوں آتش مثال

جب پیر علی ہزاروی کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ کے بعض مریدوں سے یہ التجا کی کہ اس پناہ عالم کی درگاہ میں میری سفارش کر کے قصور معاف کرا دیں۔ احباب نے ہر چند کوشش کی لیکن آپ کی کدورت دور نہیں ہوئی۔ آخرکار مجبور ہو کر اس نے سفر کا اِرادہ کیا اور ہمدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب ہمدان میں پیر علی حضرت میر علی ہمدانیؒ کی خدمت میں پہنچا اور تمام حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو دروازہ فرزند عزیز سیّد اشرف جہانگیر نے بند کر دیا ہے اس کو ہم نہیں کھول سکتے جب پیر علی کو یہاں بھی کامیابی نہیں ہوئی تو ہمدان سے مکّہ معظّمہ کا رُخ کیا۔ بہت سی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی کی خدمت میں پہنچا (جو مکّہ معظّمہ میں مقیم تھے)۔ یہاں بہت کوشش کے بعد شیخ نجم الدین اصفہانی سے مقصد برآری کا طالب ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے مردود جس دروازے کو میرے بھائی سید اشرف جہانگیر نے بند کر دیا ہے میں اسے نہیں کھول سکتا بلکہ آج روئے زمین پر کوئی نہیں ہے جو ان کے سامنے کھڑا ہو سکے۔

کسی امروز در روئ زمین نیست — نہیں روئے زمیں پر آج کوئی
کہ پہلو بر زند باوی بتوقیر — جو ہو ان کے مقابل یہ ہے توقیر
نیار دسر بر آدر دن بہمت — نہیں ہمت نکالے سر کو اس سے
کس از زیر کمند آن جہانگیر — کوئی ہے یہ کمند شہ جہانگیر

حضرت قدوۃ الکبرا غلبۂ حال و مستی وصدمہ ووجد وتحیّر میں اس قسم کے اشعار اپنے اور دوسروں کے پڑھا کرتے تھے۔

رباعی

ہر دو عالم را بہ پیچم سر نہد در پائ من — دونوں عالم گر لپیٹوں سب ہیں میرے زیر پا
عرش و کرسی قطرہ با شد دردلِ دریائ من — عرش و کرسی قطرہ ہے اور بحر ہے یہ دل مرا
بلکہ از غیب و شہادت غیر ذات مطلقش — ذات مطلق کے سوا غیب وشہادت سب کا سب
قطرۂ نم آمدہ بر سبزۂ صحرائ من — سبزۂ صحرا پہ میرے قطرۂ تر ہوگیا

اور حضرت شیخ روز بھان کی رباعی بھی اکثر اوقات پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا خوب فرمایا ہے۔

رباعی

آنم کہ جہان چو حقہ مشت منست — وہ ہوں کہ جہان ہے حقہ مشت مرا
این قوت حق نہ قوت پشت منست — ہے قوت حق نہ دبدبۂ پشت مرا
این کون و مکان ہرچہ درین عالم ہست — یہ کون و مکاں جو بھی ہے عالم میں وہ ہے
در قبضۂ قدرت دو انگشت منست — مقبوضۂ قدرتِ دو انگشت مرا

جس وقت کہ شیخ روز بھان بقلی کا ذکر ہوتا تھا تو عجیب وغریب حالتِ وجد حضرت قدوۃ الکبرا پر ہو جاتا اور فرماتے تھے کہ سبحان اللہ مرد ایسا ہونا چاہیئے جس طرح کہ روز بھان کوہ قاف وحدت کے عنقا اور ہوائے احدیت کے ہما تھے۔ ہم انہیں کی بدولت سر بلند ہوئے اور ان کی مذکورہ رباعی کے پڑھنے میں چہرہ مبارک و پیشانی مقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا اور ان کے اس قطعہ کو بھی پڑھتے تھے۔

قطعہ

درین زمانہ منم قائد صراط اللہ — میں اس زمانہ میں ہوں ہادئ صراط خدا
زحد خاور تا آستانۂ اقصیٰ — حدود شرق سے لے تا بمغرب اقصیٰ
روندگان معارف مرا کجا بینند — کہاں سے دیکھ سکے مجھکو رہر وعرفاں
کہ ہست منزل جانم بہ ماورائ ورا — کہ ہے مقام مرا ان کی منزلوں سے جدا

اور حضرت قدوۃ الکبرا اور دوسرے مشائخ کے شطحیات کا ترجمہ اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

چند مشائخ کے توسّط سے تکمیل سلوک

حضرت کبیر نے تختِ سلطنت ولایت ومملکت و ہدایت کے حضور عرض کیا کہ متعدّد بزرگوں سے سلوک کی تکمیل کسطرح

ہوتی ہے فرمایا اگر طالب صادق وسالک واثق کا مرغ استعداد و طائر قابلیت بلند پرواز واقع ہوا ہوتو اس کے پیر کو چاہیئے کہ اس کو دوسرے شیخ کے سپرد کردے جوحصول مقامات ووصول مرادات میں اس سے زیادہ بلند پایہ ومقرب ہو۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو معلوم ہوا کہ اس نے رہنمائی کا منصب امرالٰہی کے سبب اختیار نہیں کیا ہوا ہے بلکہ اپنی جاہ طلبی کے لئے اس کام کو اختیار کیا ہے اور جناب شیخ کی ملازمت ترک کردینی نہایت برا ہے لیکن اگر حضرت شیخ اس کے گھر سے بہت دور ہوں یا کاروانسرائے آخرت کو کوچ کر چکے ہوں تو ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے بزرگ کے دامن کو چنگل سے تھامے جس کا سلوک ختم ہو چکا ہو اور وہ مرید کو انتہا تک پہنچادے اور یہ مقصد بر آری و خدارسی خواہ ایک شیخ سے حاصل ہو یا دو تین شیخ سے میسر آوے لیکن جو ایک ہی شیخ سے سلوک ختم کئے ہو وہ دوسری لطافت و پاکیزگی رکھتا ہے۔

شعر

غلام ہمستم آن سالکی را — میں اس سالک کی ہمت کا ہوں خادم
کہ در ہر دو جہان گیردیکی را — کہ جس کا ہے جہاں میں ایک منعم

ایک کتاب ایک استاد کہنے سے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی بیان کرتے تھے کہ جب شیخ نجم الدین کبریٰ ہمدان گئے اور حدیث کی سند حاصل کی اور سنا کہ اسکندریہ میں ایک بڑے محدّث بافیض ہیں وہاں سے بھی اسکندریہ روانہ ہوگئے اور اُن سے بھی سند حاصل کی لوٹتے وقت ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت رسالت سے عرض کیا یا رسولؐ اللہ مجھکو کوئی کنیت عطا فرمایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوالجناب عرض کیا کہ نون کو تشدید یا تخفیف؟ فرمایا تخفیف نہیں بلکہ تشدید۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اجتناب کے معنی ان پر روشن ہوئے کہ دنیا سے پرہیز کرنا چاہیئے مجرّد ہوگئے اور پیر کی تلاش اختیار کی جہاں پہنچتے تھے ارادت درست نہ کرتے، کیونکہ عالم تھے، کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتے تھے جب ملک خراسان میں قصبہ اتویل میں آئے تو بیمار ہوگئے کوئی انہیں جگہ نہیں دیتا تھا جہاں اتریں آخر تنگ آگئے کسی سے پوچھا کہ اس شہر میں کوئی مسلمان ایسا ہے کہ مسافر و بیمار لوگوں کو ٹھکانا دے تاکہ میں کچھ دن وہاں آرام کروں۔ اس نے کہا کہ یہاں ایک خانقاہ ہے اور ایک پیر صاحب ہیں اگر وہاں جاؤ تو تمھاری خدمت کریں گے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے اس نے کہا شیخ اسمٰعیل قصری۔ شیخ نجم الدین وہاں گئے ان کو شیخ نے جگہ دی۔ درویشوں کے سامنے والے دالان میں وہ ٹھہرے اور ان کی بیماری نے طول کھینچا اور وہ کہتے تھے کہ ان تمام بیماریوں کے باوجود مجھے کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جیسی ان لوگوں کی محفل سماع کی آواز سے تھی کیونکہ میں سماع کا سخت منکر تھا اور اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی قوت نہ تھی ایک رات کو سماع کر رہے تھے۔ شیخ اسماعیل سماع کی گرمی سے میرے سرہانے آئے اور کہا کہ اٹھنا چاہتے ہو میں نے کہا ہاں، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گود میں لیا اور محفل کے درمیان لے گئے اور دیر تک چکر دیتے رہے اور

دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیا۔ میں نے دل میں کہا کہ بس اب میں گرتا ہوں اور تب گرتا ہوں۔ لیکن جب میں ہوش میں آیا تو میں نے خود کو بالکل تندرست پایا۔ اور بیماری کی کوئی علامت میرے اندر موجود نہیں تھی۔ مجھے شیخ اسماعیل سے بڑی عقیدت ہوگئی۔ دوسرے دن میں ان کی خدمت میں گیا اور میں ان کا مرید ہوگیا اور ان کی خدمت میں سلوک میں مشغول ہوگیا ایک مدّت میں ان کی خدمت میں رہا اور وہاں رہ کر احوال باطن سے مجھے آگاہی حاصل ہوگئی۔ علم ظاہری تو میرے پاس پہلے ہی موجود تھا۔ ایک رات مجھے یہ خیال ہوا کہ نجم الدین علم باطن تجھے حاصل ہوگیا اور تیرا علم ظاہری تیرے شیخ سے زیادہ ہے!! صبح کے وقت شیخ اسماعیل قصری نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اب تم یہاں سے جاؤ اور شیخ عمار یاسر کی خدمت میں جا کر کچھ اور حاصل کرو۔ میں سمجھ گیا کہ رات کو جو خطرہ میرے دل میں گزرا تھا شیخ کو اس کی خبر ہوگئی لیکن میں نے اس سلسلہ میں شیخ سے کچھ نہیں کہا اور میں وہاں سے روانہ ہوکر شیخ عمار یاسر کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور ایک مدّت تک وہاں ٹھہرا رہا۔ ایک رات وہاں بھی ویسا ہی خیال میرے دل میں پیدا ہوگیا۔ صبح کو شیخ عمار نے مجھ سے فرمایا کہ اے نجم الدین یہاں سے جاؤ اور مصر میں شیخ روز بھان بقلی کی خدمت میں پہنچو کہ وہ اپنے ایک طمانچہ سے تمہارے سر سے یہ انانیت نکال دیں گے یہ حکم پا کر میں مصر کی طرف روانہ ہوگیا جب میں شیخ روز بھان کی خانقاہ میں پہنچا تو شیخ اس وقت موجود نہیں تھے اور ان کے تمام مریدین مراقبہ میں مشغول تھے۔ کسی نے بھی میری طرف توجہ نہیں کی۔ ایک اور شخص سے میں نے دریافت کیا کہ شیخ کہاں تشریف رکھتے ہیں تو اس نے بتایا کہ وہ باہر ہیں اور وضو کر رہے ہیں۔ میں باہر نکلا وہاں میں نے شیخ روز بھان کو دیکھا کہ وہ بہت تھوڑے پانی سے وضو کر رہے ہیں مجھے فوراً یہ خیال پیدا ہوا کہ شیخ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ اتنے کم پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔ پھر یہ شیخ کس طرح بن گئے! اس عرصہ میں شیخ وضو سے فارغ ہو چکے تھے انہوں نے اپنے بھیگے ہوئے ہاتھ سے میرے منہ پر چھینٹے مارے جیسے ہی پانی میرے منہ پر پڑا میں بیخود ہوگیا اور شیخ خانقاہ کے اندر چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد میں بھی خانقاہ میں پہنچا۔ شیخ نماز تحیۃ الوضو ادا کر رہے تھے۔ میں وہاں کھڑا رہا اور اس امر کا منتظر تھا کہ شیخ سلام پھیریں تو میں ان کو سلام کروں لیکن میں اسی طرح کھڑے کھڑے ایک دوسرے عالم میں پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور سامنے دوزخ ہے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر جہنم میں ڈالا جا رہا ہے۔ اسی جگہ ایک ٹیلا ہے اور ایک شخص اس ٹیلہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ جو کوئی یہ کہہ دیتا ہے کہ میرا تعلق تو ان سے ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور باقی لوگوں کو آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ اتنی ہی دیر میں مجھے بھی پکڑ لیا گیا اور کھینچ کر اس آگ کی طرف لے جانے لگے۔ میں نے کہا میرا تعلق بھی ان سے ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد میں اس بلند ٹیلے پر چڑھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ شیخ روز بھان تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے پاس گیا اور ان کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے ایک گھونسہ میری گدّی پر لگایا۔ گھونسہ اتنی زور کا تھا کہ میں اس کے صدمے سے ان کے سامنے گر پڑا۔ اس وقت اُنہوں نے فرمایا کہ اب آئندہ اہلِ حق کا انکار نہ کرنا۔ گرنے کے صدمہ کے باعث میری آنکھ کھل گئی میں اُٹھ بیٹھا اور شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت وہ نماز ادا کر

چکے تھے۔ میں ان کے سامنے پہنچا اور ان کے قدموں پر سر رکھ دیا اس وقت عالمِ بیداری میں اسی طرح انہوں نے میری گردن پر گھونسہ مارا اور وہی الفاظ اَدا کیئے جو خواب کے عالم میں میں نے سنے تھے اور انانیت کی بیماری میرے دل سے بالکل جاتی رہی (خیال فاسد جو پیدا ہوتا تھا بالکل ہٹ گیا) کچھ دیر کے بعد مجھ سے فرمایا کہ شیخ عمار کی خدمت میں واپس جاؤ۔ جب میں واپس روانہ ہونے لگا تو انہوں نے شیخ عمار کو ایک مکتوب لکھا جس میں تحریر تھا ''کہ تمہارے پاس جس قدر تانبہ موجود ہے اس کو میرے پاس بھیج دو تا کہ میں اس کو زرِ خالص بنا کر واپس کردوں'' !۔

قطعہ

اگر داری مسی تو ای کیمیا گر ‏ ‏ اگر رکھتے ہو مس اے کیمیا گر
بمن بفرست کورا میکنم زر ‏ ‏ تو بھیجو تا بنادوں اس کو میں زر
نہ آن زری کہ اور امی فروشند ‏ ‏ نہ وہ زر بکتا جو ہر کو بکو ہے
کہ مردم بہر اورا میجر و شند ‏ ‏ وہ زر جسکی جہاں کو جستجو ہے

یہ خط لے کر میں شیخ عمار کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرصہ دراز تک وہاں رہا۔ جب سلوک کی منزلیں طے کرلیں تو مجھے حکم دیا کہ میں خوارزم جاؤں فرمایا کہ وہاں عجب طرح کے لوگ ہیں اور اس طریقہ ومشاہدہ کے خلاف ہیں بلکہ قیامت میں دیدارِ الٰہی ہونے کے بھی منکر ہیں۔ فرمایا جاؤ اور کچھ خوف نہ کرو۔ میں خوارزم چلا آیا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے اس مسلک طریقت کو خوب پھیلایا اور بکثرت لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور مدتوں تک وہ لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔

قطعہ

درینجا آمدہ ازروئ ارشاد ‏ ‏ یہاں تشریف لائے بہرِ ارشاد
طریق افگندہ و بنیاد بنہاد ‏ ‏ طریقِ حق کی رکھی پاک بنیاد
کہ مردم از صفائ آن رسیدہ ‏ ‏ ہوا لوگوں پہ ایسا فیض عرفاں
بنہ در منزل و جدان کشیدہ ‏ ‏ کہ سب نے پایا رخت وذوق ووجداں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بعض سالکوں کے سلوک کی تکمیل چند مشائخ کی تربیت سے بھی ہوئی ہے بغیر اسکے کہ وہ اپنے پہلے شیخ سے منکر ہوئے ہوں۔ بہت سے اکابر زمانہ اور بزرگان عصر اس منزل سے گزرے ہیں (چند شیوخ کی خدمت میں رہ کر انہوں نے سلوک کی تکمیل کی ہے) چنانچہ شیخ نجم الدین کبریٰ جو مشائخ کے مقتداء اور اصحابِ کمال کے پیشوا گزرے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح منزل سلوک طے کی ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا جاچکا ہے اس سلسلہ میں اور چند ایسے مشائخ کا ذکر کیا جاتا ہے جو اصحاب تصوّف کے قبلہ اور اربابِ طریقت کے پیشوا گزرے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت شیخ ابوالغیث یمنی (جو صاحب مقامات عالیہ وحالات مبارکہ وانفاس صادقہ وکرامات خارقہ کے مالک تھے) کا ذکر کرتے ہیں۔

شیخ ابوالغیث ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے ایک روز ایک قافلہ کو لوٹنے کے لیے گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ہاتف غیب نے ندا کی **یا صاحب العین علیک العین** (اے قافلہ پر نظر رکھنے والے کوئی دوسرا بھی تجھے دیکھ رہا ہے)۔ یہ سنتے ہی ایک عجیب انقلاب ان کے اندر پیدا ہوا۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کی اور دزدی و غارت گری چھوڑ کر شیخ ابن الافلح کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ان کی صحبت میں ان کے نفس کو پاکیزگی حاصل ہوئی اور دل نورِ معرفت سے منوّر ہو گیا۔ صدقِ ارادت ان میں پیدا ہو گیا۔ کرامات ان سے ظہور میں آنے لگیں۔

شیخ ابوالغیث کی کرامت

ایک دن شیخ کے گھر والوں نے ان سے عطر کی فرمائش کی۔ یہ عطر خریدنے کے لیے ایک عطر فروش کی دوکان پر گئے اور اس سے عطر طلب کیا۔ دوکاندار نے جواب دیا کہ میری دوکان میں کوئی عطر نہیں ہے۔ یہ سن کر شیخ ابوالغیث نے کہا تمہاری دوکان میں بالکل عطر نہیں رہے گا۔ فوراً جس قدر عطر اس کی دوکان میں تھا غائب ہو گیا۔ عطّار نے ان کی شکایت شیخ ابن الافلح سے کر دی شیخ نے ان کو طلب کیا۔ اور چونکہ انہوں نے کرامت کا اظہار کیا تھا اس خطا پر ان کو سزا دی اور فرمایا کہ دو شیر ایک جنگل میں نہیں ہونے چاہئیں، ہماری صحبت سے دور ہو۔ ہر چند کہ ابوالغیث نے معذرت کی اور باوجود الحاح وزاری کے شیخ نے ان کو اپنی صحبت میں رہنے کی اجازت نہیں دی۔ شیخ ابوالغیث یہاں سے دوسرے شیخ کی طلب میں نکلے تاکہ اس کی صحبت سے نفع اندوزی کر سکیں۔ لیکن جس شیخ کی خدمت میں بھی جاتے وہ انکو اپنی صحبت میں رکھنے سے انکار کر دیتا یہاں تک کہ شیخ کبیر ابدال کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت دے دی ان کی خدمت میں جب شیخ پہنچے تب انہوں نے فرمایا کہ یہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا میں ایک قطرہ تھا جو یہاں آ کر دریا میں مل گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اسی طرح کا معاملہ مولانا فخر الدین گورستانی کے ساتھ پیش آیا جو علوم ظاہری کی تحصیل کر چکے تھے لیکن ہمیشہ ان کے دل میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ سلوک کی تعلیم بھی حاصل کرنی چاہیئے مصر کے ایک مدرسہ کے دارالاقامہ میں رہتے تھے اور اپنے مطالعہ میں وقت گزارتے تھے ایک روز پڑھنے سے دل اچاٹ ہو گیا۔ سکون خاطر کے لیے حجرہ سے باہر آئے۔ سلوک اور معرفت کے حصول کی پرانی آرزو دل میں پھر پیدا ہوئی۔ اپنے دل میں کہنے لگے کہ آخر ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی تھا۔ پس آج کا دن وہی دن ہے (جو میری آرزو تھی) لہٰذا وہ گھر لوٹ کر نہیں گئے ان کی کتابیں اور دوسرا ساز و سامان اسی طرح کھلے ہوئے گھر میں پڑا رہا اور یہ سیدھے حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت شبلی اس زمانہ میں مصر میں مسند ارشاد پر متمکن تھے۔ چنانچہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مقاماتِ سلوک کو طے کرنے لگے۔ جب تک حضرت شیخ شبلی بقید حیات رہے ان کی صحبت میں رہے ان کے وصال کے بعد دوسرے شیخ کی تلاش میں مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس وقت شیخ محی الدین طوسی کی ہر طرف شہرت تھی۔ یہ طوس میں مقیم تھے اور حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی اولاد کبار سے تھے۔ شیخ فخر الدین طوس پہنچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن یہاں سے بھی ان کو وہ کچھ حاصل نہ ہو سکا جس کی ان کو طلب تھی

یہاں سے ناکام ہونے کے بعد ایک ویران گاؤں میں شیخ اخی علی قتلقشاہ کے فرزندوں کے پاس پہنچے یہاں بھی ان کو کچھ نہ حاصل ہوسکا شیخ اخی علی قتلقشاہ کے فرزندوں نے کہا کہ میرے والد کا ایک درویش قریہ اَبردہ میں ہے اگر تم وہاں جاؤ تو تمہاری مطلب آوری ہوسکتی ہے۔ انہوں نے دل میں کہا کہ شیخ جب خود ایسا ہے تو اس کا دوسرا درویش کیا ہوگا؟ پھر بھی بطور احتیاط وہ قریہ آبردہ میں پہنچے۔ وہاں شیخ حافظ کسی ضرورت سے دوسرے گاؤں میں گئے ہوئے تھے، اسی دوسرے گاؤں میں نور ولایت سے ان پر منکشف ہوا کہ مولانا فخر الدین ابردہ آئے ہوئے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ایک مہمان عزیز آیا ہے۔ یہاں کا کام ناتمام چھوڑ کر شیخ حافظ ابردہ واپس آگئے جونہی انہوں نے مولانا فخر الدین کو دیکھا تو یہ مصرع پڑھا ۔

ع یار درخانۂ و ما گرد جہان گردیم

یار تو گھر میں ہے میں گرد جہاں پھرتا ہوں

مولانا فخر الدین ان کی خدمت میں رہنے لگے اور جب تک شیخ حافظ زندہ رہے ان کے ساتھ کئی چلّے کئے اور تعلیم پائی۔

تربیت بتدریج کرنا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے لیے ضروری ہے یہ بات کہ اطوار مقامات میں تربیت تدریجاً کرنی چاہیئے۔ جب تک اول مرحلہ میں ادنیٰ مقام پر تربیت نہ کریں اس کو اعلیٰ مقام نہ دیں۔ یعنی مرتبۂ اوّل سے مرتبۂ ثانیہ اور ثانیہ سے مرتبۂ ثالثہ، ثالثہ سے مرتبۂ رابعہ۔ اس طرح بتدریج اس کو اس کے عین ثابتہ تک پہنچائے۔ وہاں سے پھر نزول کرے اور ان مراتب پر بتدریج ترقی کرائے تاکہ مرید تمام مقامات کی یکے بعد دیگرے علی الترتیب سیر کر سکے۔ اس منزل پر جب پہنچ جائے تو اس کے سلوک کو جذب سے بدل دے تاکہ اسکی سیر طیر سے مجاہدہ مشاہدہ سے، مغائبہ معائنہ سے بدل جائے تب خلافت عطا کرے۔ اور ان کو شیوخت کی خلعت پہنا دے اور تصرف کا اذن و اجازت عطا فرما دے۔

اس مرتبہ کو اور منزل کو غیب و شہادت اور خدا و خلق کے درمیان مقامِ توسطّ کہا جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر بندہ کا وجود عرشِ الٰہی کی طرح ہوجاتا ہے کہ اس کا رخ عالمِ غیب کی طرف ہوتا ہے اور دوسرا رخ عالمِ شہادت کی طرف تاکہ اس رخ سے وہ عالمِ غیب سے فیض و رحمت حاصل کرے اور اس دوسرے رخ سے اس فیض کو عالمِ شہادت اور خلق تک پہنچائے البتہ جو مجذوب ہیں وہ اپنے حال کی ابتدا ہی میں اپنے جذبہ کی بناء پر اس راہ کو طے کرتے ہیں وہ ایک ہی جذبہ سے اطوارِ مقامات کی بساط کو طے کر لیتے ہیں۔ اور وہ ایک جذبہ ہی محبّانِ خدا کے جملہ اعمال کا حصل ہوتا ہے۔ جذباتِ حق کی ایک کشش دو جہاں کے اعمال کے برابر ہے۔ (حق تعالیٰ کی کششوں میں سے صرف ایک کشش ہی جن و انس کے عمل کے برابر بن جاتی ہے)۔

چونکہ جملہ مقاماتِ طریقت کی صفا ان کے حال میں مندرج ہوتی ہے اس لیے ان کی روحانیت کشف و وجدان کی فضا میں قیودِ مقامات سے آزاد ہوتی ہے۔ عوام کے مقام سے ان کا مقیّد ہونا صرف مجازاً ہوتا ہے۔ حقیقت میں نہیں ہوتا۔ ان کی سیر سے نفوس کے صفات کی ظلمت زائل ہوجاتی ہے (ان میں ظلمتِ نفوس نہیں رہتی) ان

کے ہر مقام سے اس مقام کی مخصوص صفت کی ظلمت زائل ہوجاتی ہے اس وقت ان کے نفوس کا میدان نور رِ بوبیت سے کامل طور پر منوّر ہوجاتا ہے۔اس کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیے کہ گناہ ومعصیت کی طرف رغبت ایک ایسی ظلمت ہے جو توبۃ النصوح کے مقام پر پہنچ کر زائل ہوجاتی ہے۔ دنیا سے رغبت بھی ایک ظلمت ہے یہ مقامِ زہد پر پہنچ کر زائل ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اس اعتماد میں کمی کہ حق تعالےٰ رزق کا کفیل ہے ایک ظلمت ہے یہ مقام توکل سے زائل ہوجاتی ہے۔

اسی طرح احکام کی اطاعت وبجا آوری میں طبیعت کی کراہت ایک ظلمت ہے جو رضا کے مقام پر پہنچ کر زائل ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اور ظلماتِ صفات کا قیاس کرنا چاہیئے (جب مرید ان مقامات پر پہنچ جاتا ہے تو ہر مقام سے متعلق صفت سے اس کی ظلمت زائل ہوجاتی ہے) یہاں تک کہ نفوس کی جمیع ظلمات تمام مقامات کی سیر کے سبب سے زائل ہوجاتی ہیں۔ اور اس وقت چہرۂ یقین کا جمال تاریکیوں کے ہٹ جانے کے باعث اپنی تجلیاں دکھاتا ہے۔ لیکن بارگاہ خداوندی کے محبوب بندوں کو سلوک سے پہلے کشف حاصل ہوجانے کے سبب سے چونکہ قدم سیر سے وریاضت مقامات کے منازل طے کرنے سے پہلے ان کے وجود وباطن کا ہر رخ نورِ یقین سے روشن ہوتا ہے اور صفاتِ نفوس کی تاریکیاں ان سے نابود ہوتی ہیں لہٰذا تمام مقامات کا خلاصہ ان میں موجود ہوتا ہے اور وہ تمام ظلمتوں سے علیٰحدہ ہوتے ہیں رغبت کے ہوتے ہوئے زاہد وتارک ہوتے ہیں اور اسباب پر نظر رکھتے ہوئے متوکل ہوتے ہیں اور طبیعت پر گراں گزرتے ہوئے وہ راضی رہتے ہیں کیونکہ ان کا وجود حق کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ اپنے ساتھ۔خواجہ ذوالنّون قدس سرہٗ نے حضرت بایزید کے پاس قاصد بھیجا اور کہا اُن سے کہنا کہ کب تک خواب اور راحت ہے قافلہ تو روانہ ہوگیا بایزید نے قاصد سے فرمایا کہ میرے بھائی سے کہنا کہ مردوہ ہے جو رات بھر سوتا ہے پھر قافلہ سے پہلے منزل میں صبح کرتا ہے۔ خواجہ ذوالنّون نے جب یہ جواب سنا فرمایا ان کو مبارک ہو یہ بات ہماری حالتوں کو نہیں پہنچتی۔

محبوبِ مطلق سے مراد سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند سے نقل کرتے تھے کہ علی الاطلاق مراد ومحبوب سرورِ کائنات چارہ گر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ تخلیق کا اصل مقصود حضور کا وجود پاک ہے اور ساری خلق اسی وجود کے صدقہ میں ہے۔

لولاك لما خلقتُ الا فلاك — **اے محبوب تم نہ ہوتے تو آسمانوں کو نہ پیدا کرتا**

کسی مخلوق کو انبیا واولیا سے محبوبیت کا لباس نہ عطا فرمایا بجز حضور کو اور حضور کے فرمانبرداروں کو کیونکہ محبّ سے ترقی کرکے محبوب ہونا حضور کی پوری اطاعت کے بغیر غیر متصوّر ونا ممکن ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [1] — (اے محبوب اہل کتاب سے) فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالیگا۔

---

[1] پ۳ آل عمران ۳۱

ناچار حضرت رسالت کا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں جو محبؔ کا رتبہ رکھتے تھے اور محبوب ہونا چاہتے تھے یہ ارشاد آیا:

لو کان موسیٰ حیًّا لما وسِعه' اِلّا اِتّباعِی — اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو گنجائش نہیں تھی اُن کو میری اطاعت کے سوا۔

اور کوئی محبوب خواہشمند محبوبیت خدا رسیدہ نہیں ہوتا مگر کسی محبوب کے وسیلہ سے کیونکہ خدا تک خدا ہی سے پہنچ سکتا ہے۔ جان لو کہ ازلی محبت حقیقت مصطفویہؑ کی کشش میں ایسی ہے جس طرح مقناطیس کی خاصیت لوہے کے جذب کرنے میں اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ مقناطیس نے جس طرح اپنی قوت جاذبہ، اپنے مجذوب و محبوب کو بخش دی ہے کہ وہ دوسرے لوہے کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ اور جس طرح ہر جاذب کی خاصیت اپنے مجذوب میں سرایت کر جاتی ہے بالکل اسی طرح روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب و مجذوب حق ہے ہزاروں مومنین کی ارواح کی جذب کی خاصیت کو محبت قدیم کے مقناطیس سے اکتساب کر کے ہزاروں اصحاب کی ارواح کو اطراف و اکناف عالم سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق اس خاصیت جذب سے حصّہ پایا اسی طرح انہوں نے تابعین کی ارواح کو اپنی طرف جذب کر لیا ان تابعین حضرات سے مشائخ وعلمائے راسخ بہرہ ور ہوئے۔ ایک قرن سے دوسرے قرن اور ایک بطن سے دوسرے بطن کی جانب یہ سلسلہ جاری رہا اور اسی نہج پر پیری مریدی کا سلسلہ قائم ہوا مرید خود مُراد ہو گیا۔ اور یہ سب کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت ہے۔ پس جب کسی کو ارواح مشائخ سے اتصال کی بدولت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ قدس سے اتصال حاصل ہو گیا تو اس میں محبت الٰہی کی خاصیت پیدا ہو گئی اور اس طرح وہ محبوبی و مرادی کے مرتبہ پر پہنچ گیا اس لیے کہ تمام مشائخ کرام کی ارواح علی الترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ سے پیوستہ اور متصل ہیں اسی شیخ کے واسطہ سے اس میں متابعت کا وصف اور محبت الٰہی کی خاصیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی واسطہ سے ہر مرتبہ اور ہر حال میں اس کو اس خدمت سے بہرہ وری حاصل ہوتی ہے۔

پس ہر ایسا مرید جس کی روح شیخِ کامل مکمل کی روح کے ساتھ متّصل ہو کر اپنے ارادہ سے آزاد ہو گئی۔ (خود اس کا ارادہ کچھ نہیں رہا) اور محبت الٰہی کی خاصیت دوسرے مشائخ سے اس کو میراث میں پہنچی ہے وہ محبوبی اور مرادی کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور دوسرے پر تصرّف کرنے اور ولایت کے درجہ پر آتا ہے اور اس کے برعکس ایسا مرید جو اپنے ارادہ کی قید سے آزاد نہیں ہوا اور اس کی روح شیخ کامل و مکمل کے ساتھ وابستگی حاصل نہیں کر سکی اور دوسرے شیخ سے محبت کا خواص اس کو میراث میں نہیں ملا وہ محبوبی اور مرادی کے مرتبہ پر نہیں پہنچتا اور دوسرے پر تصرف کرنے اور ولایت کے مقام پر نہیں آتا۔

شرائط و آداب بنسبت شیخ و مرید

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی کہ شیوخت کے شرائط اور آداب کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ و مرید کے بارے میں بہت سی شرائط اور دونوں مرتبوں کے بہت سے آداب ہیں اور یہ اس قدر

ہیں کہ ان کی شرح بہت طویل ہے۔ بہرحال شیخ و مرید میں سے ہر ایک کے لیے دس دس شرائط اور دس (۱۰) دس (۱۰) آداب بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کا مجموعہ چالیس ہوتا ہے اور اربعین (چلّۂ صوفیہ) سے اسی جانب اشارہ ہے۔ قلیل کثرت پر دلالت کرتا ہے کہ ایک گھونٹ پانی سے بحر ذخّار کا پتہ چل جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ کی بزرگی کے سلسلہ میں اس قدر دلائل موجود ہیں کہ ان کا شمار کرنا دُشوار ہے۔ یہاں صرف چند آیات (نصوص قرانی) اور احادیث بیان کی جاتی ہیں کیونکہ صوفیوں کی خصلتیں اور عادتیں سب کی سب کتاب وسنت پر مبنی ہیں قول وفعل واعتقاد میں یہی لوگ علماء باللہ ہیں کیونکہ ان کا علم باری تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کی حقیقت کا علم ہے اور یہی لوگ وارثین انبیا ہیں کیونکہ انبیاء صلوۃ اللہ علیہم اجمعین سے ان کا ترکہ ازل سے اور لدنّی ہے اور یہی ہیں جو اپنے بدن پر لباس

علماء امّتی کا نبیاءِ بنی اسرائیل وفی روایةٍ انبیاءُ بنی اسرائیل۔

میری امت کے علما مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔

کا پہنے ہیں اور یہی ہیں جو سر پر تاج

وممّن خلقنا امّةٌ یهدون بالحقّ۔

اور اُن لوگوں سے جن کو ہم نے پیدا کیا وہ گروہ ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

کا رکھے ہیں اور یہی ہیں جو برج امامت کے تارے اور صدف ہدایت کے موتی ہیں۔ شریعت کا علم حاصل کر کے طریقت کی راہ چل کر حقیقت تک پہنچے ہوئے ہیں ان کے علم وعمل دونوں کا پلّہ برابر ہے جیسا کہ کہا۔

اشعار

در راہ خدائی رہبر اند	**ہیں راہ خدا کے پاک رہبر**
بر برج حقیقت اختر اند	**برج عرفاں کے ہیں وہ اختر**
دانستہ و کردۂ و رسیدہ	**ہیں عالم و عامل و رسیدہ**
دریا صفت اند آر میدہ	**دریا کی مثال آرمیدہ**
با علم وعمل زبان شان راست	**ہیں علم وعمل میں پختہ و راست**
میزان صفت اندبی کم وکاست	**میزاں کی طرح ہیں بے کم وکاست**

فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

والّذی نفس محمّدٍ بیدہٖ لئن شئتم لا قصّنّ لکم انّ احبّ عِباد اللّٰه الّذین

اس کی قسم جس کی دست و قدرت میں محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر چاہو تو تم کو بتادوں گا کہ بندگان خدا میں سب سے زیادمحبوب

یحبّون اللّٰہ و یحبّون عباد للّٰہ الا کبرِ ویمشُون علے الارضِ بالنّصیحۃِ ۔	وہ ہیں جو دوست رکھتے ہیں اللہ کو اور اس کبریا کے بندوں کو اور زمین پر چلتے ہیں خیر خواہی کیلئے ۔

حضرت قدوۃ الکبرا رسالہ مکیہ سے نقل کرتے تھے: ''مرید کے لئے ایک شیخ کامل ضروری ہے جس کی اقتداء کی جائے کیونکہ وہ رفیقِ سفر ہے اور جان لو کہ اس امر کے لئے کسوٹی اور معیار ہے اور وہ قرآن وحدیث واجماع امت با ایمان ہے تو جو معیار کے موافق ہوا اور کسوٹی سے کھرا اور آمیزش سے صاف نکلا تو وہ ٹھیک ہے اور جو اس کے خلاف ہوا وہ فاسد وبے کار ہے ۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ۱؎	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

اَصحابی کالنّجوم بایھّم اقتدیتم اھتدیتم ۔	میرے اصحاب مثل تاروں کے ہیں جن کی تم نے اقتدا کی ہدایت پائی۔

اور روایت کی امام غزالی نے احیاء العلوم میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ فرمایا:

الشّیخ فے قومہٖ کالنّبیّ فے امّتہٖ	شیخ اپنی قوم میں گویا ظل نبی ہے اپنی امت میں

کہا کہ یہ نہ مال واشخاص کی کثرت سے ہے نہ قوت کی زیادتی سے بلکہ تجربہ کے زیادہ ہونے کی وجہ سے جو عقل کا نتیجہ ہے ۔یہی سبب ہے کہ بظاہر بھی تم اس امر کا مشاہدہ کرتے ہو کہ کم تر درجہ کے بوڑھوں کی بھی لوگ توقیر وتکریم کرتے ہیں ۔پھر اشراف میں جو شیوخ ہیں ان کا کیا ذکر۔

شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ شیخ وہی ہے جو راہِ حق کا سالک ہو اور اس راہ کے خطرات ومہالک اور ان امور کی طرف آگاہی رکھتا ہو اور وہ مرید کو ان خطرات اور ہلاکت خیز مقامات سے آگاہ کرے۔ (روکے)۔ اور ان امور کی طرف رہنمائی کرے جو اس کے لیے نفع بخش ہیں۔ ضرر رساں باتوں سے مرید کو روکے۔

پس شیخ اور اس کی محبت ایک نیک ہم نشیں اور اس کی صحبت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم نشیں نیک عطار کی طرح ہے اگرچہ وہ اپنے عطر سے نہیں دیتا لیکن اس کی خوشبو تم تک ضرور پہنچتی ہے۔ اور ہم نشیں بد آہنگر کی مانند ہے اگرچہ اس کی آگ سے تم کو کوئی گزند نہیں پہنچتا پھر بھی اس کی بھٹی کا دھواں اور آگ کی لپٹ تم تک پہنچے گی۔

حضرت قدوۃ الکبرا اس ضمن میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

۱؎ پ۵ المآئدہ ۳۵

شعر

ہر بد و نیکی کہ ترا یار شد — اچھا بُرا جو بھی ترا یار ہے
قصہ آہنگر و عطار شد — قصۂ آہنگر و عطار ہے

پس شیخ کے لیے یہ سزاوار ہے کہ وہ فرائض سنن اور نفلی عبادات، ہر قسم کے محرمات وممنوعات سے آ گاہی رکھتا ہو۔ تا کہ وہ حلال وحرام فرض وسنت اور نوافل میں تمیز کر سکے (شریعت کا اس قدر علم رکھتا ہو) اور طریقت میں راہِ حق تعالےٰ کے تمام معاملات سے آ گاہی رکھتا ہو اور مریدوں کے ان مجاہدوں سے کامل آ گاہ ہو جو ہر ایک مرید میں ذوق وشوق پیدا کرنے والے ہیں۔ مریدین کے مزاجوں کا خوب اچھی طرح جاننے والا ہو اوران کے خصائل ذمیمہ کا پہچاننے والا ہو (جیسے حسد، کبر، غرور، بخل، حبِّ جاہ و دولت و مال، حبِّ شہوات وغیرہ) اوران علومِ معرفت سے اس کو پوری پوری آ گاہی ہو جن کی ضرورت مریدوں کو طریقت اور معرفت الٰہی کے حصول میں پیش آتی ہیں۔ لیکن حقیقت میں عارف وہی ہے جو عالم ہائے حقیقت کے مقامات سے ان کی منازل تکوینات، تمکینات، آفات وفوائد سے پوری پوری آ گاہی رکھتا ہو اور مکاشفات بلند تک پہنچ چکا ہو۔ ان مکاشفات کی منزل سے گزر کر مشاہدات و معائنات تک پہنچا ہو، فنا سے گزر کر بقا کی منزل طے کر چکا ہو اور بقا سے بقاء البقا کی منزل کی طرف گامزن ہو اور معرفتِ عظمت و کبریائی کا وحدانیت وفردانیت کے ساتھ جمع کرنے والا ہو تا کہ وہ سالکینِ راہِ خداوندی کی تربیت کر سکے اور جمالِ الٰہی کے طالبوں کی رہنمائی کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی ان کو راہ دکھائے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط [1]

(اے حبیب) آپ فرمادیں یہی میری راہ ہے اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت پر (ہوتے ہوئے) اور وہ لوگ جنہوں نے میری اتباع کی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس قول خداوندی کا مصداق تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جس نے میری اتباع اور پیروی کی خلقِ خدا کو حق تعالےٰ کی طرف بلانے میں بصیرت کے ساتھ یعنی مشاہدہ رویت دل کے ساتھ اور ایمان کے ساتھ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کریم، رحیم، صبور وحلیم ہو۔ درشت خو، بدخو، سخت دل نہ ہو اور نہ بازاروں میں پھرنے والا ہو۔ دنیا کا جمع کرنے والا نہ ہو نہ دنیا کی زینت کو دوست رکھنے والا ہو، نہ شہرت کا اور جاہ کا طالب ہو اور نہ اپنی پیروی کرنے والوں کی کثرت کی آرزو رکھتا ہو۔ مغلوب الحال نہ ہو نہ شاکی ہو۔ اپنے مریدوں پر اس طرح مہربانی اور شفقت کرنے والا ہو جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب پر تھے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے جہاں آپ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں وہاں فرمایا ہے۔

---

[1] پ ۱۳ سورۂ یوسف ۱۰۸

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۱؎

بے شک تمھارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر سخت گراں ہے تمہارا مشقت میں پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی کو، ایمان والوں پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔

جب شیخِ طریقت ان اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصف ہوگا اور وہ طاعت الٰہی کو اسی طرح اپنے مریدوں پر پیش کرے گا تو وہ تربیت مریدین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوگا۔

پس شیخ وہی ہے جو سالک طریقت ہو اس راہ کے نفع ونقصان سے آگاہ ہو پس وہ مریدوں کی ہدایت کرے اور ان کو اللہ کا راستہ دکھائے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام اور اپنے ولی حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ ۲؎

موسیٰ نے ان سے فرمایا کیا میں اس شرط پر آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے سکھادیں گے اس سے جو بھلائی پانے کا علم آپ کو دیا گیا۔''

(رسالہ مکیہ سے حضرت شیخ ابن عربی کا قول ختم ہوا)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ان پاکیزہ کلمات کا جو اوپر مذکور ہوئے تمام مضمون شیخ کے علوم مرتبت اور اس کے شرائط اور مشائخ صوفیہ کے وصفِ حال پر مشتمل ہے اس لئے کہ شیخ کا اس تصرّف سے جو وہ مرید میں کرتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ مرید کے آئینہ دل کو خواہش اور طبیعت کے زنگ سے لا الٰہ الا اللہ کی صیقل سے پاک وصاف کردے اور ذات خداوندی (جلّ وعُلا) کے روبرو اس کے آئینہ دل کو پیش کردے تاکہ اس کے آئینہ دل میں روبرو ہونے کے باعث اور اس کی صفا کی قابلیت کے مناسب جمالِ ذوالجلال منعکس ہوسکے۔ اور اس کے دیدۂ بصیرت اس جمال کے مشاہدہ سے روشن ہوجائیں اور اس کے توسط سے اللہ تعالےٰ کی محبّت مرید کے سویدائے دل میں جاگزیں ہوجائے۔

پس معلوم ہوا کہ بندوں کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت و دوستی کو پیدا کرنا اور ان کے دلوں کو اللہ کی دوستی میں مستغرق کرنا مشائخِ طریقت کا کام ہے۔ اس لیے علمائے راسخ اور مشائخ کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ طالبانِ حق اور سالکانِ مطلق کو اس بات کا حکم دیں جس پر وہ مامور ہیں لیکن اس سلسلہ میں مریدوں کی استعداد اور قابلیت ان کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ سبحان اللہ۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا مرتبہ ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کی پیروی کر کے سالکانِ راہِ خدا تختِ یقین پر متمکن ہوجائیں (منزل یقین تک پہنچ جائیں) اور ان کے قلوب کے آئینوں میں انوار عکوس جلوہ فرما ہوجائیں۔ اللہ تعالےٰ طالبینِ طریقت کو ان کی بقائے حیات کے انوار سے متمتع فرمائے اور ان کے دلوں کو منور فرمائے۔''

۱؎ پ۱۱ التوبہ۱۲۸ ۲؎ پ۱۵ الکہف۶۶

شیخوخیت کی شرائط

شرطِ اوّل

بعض مشائخِ کرام نے شیخی کی ان دس شرطوں کو مستحسن قرار دیا ہے ان میں سے شرطِ اول یہ ہے کہ سالک اس وقت تک مسندارشاد پر نہ بیٹھے جب تک کہ اس کی اجازت شیخ سے نہ ملے اس لئے کہ حضرت شیخ سے یہ منزلت شریف اور پاکیزہ منصب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ ازلی قابلیت اورلم یزلی سعادت اس کو میسر ہو ۔

شعر

دلا تا بزرگی نیاری بدست ‏ ‏ ‏ دلا جب بزرگی نہو زیر دست
بجائی بزرگان نباید نشست ‏ ‏ ‏ بجائی بزرگاں نہ کرنا نشست

اوراس وقت تک دوسرے میں تصرف نہ کرے جب تک شیخ سے یا شیخ کی روحانیت سے یا حق تعالےٰ کی طرف سے وہ اس پر مامور نہ ہواوراسکواس تصرف کا اذن نہ ملے خود بخود اس عظیم اورخطیر کام کی طرف قدم نہ بڑھائے اس کو یقین کے ساتھ یہ بات جان لینی چاہیئے کہ یہ مقام پیغمبرعلیہ السلام کی خلافت اور نیابت ہے ۔حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ نجیب الدین علی بن برغش کے سلسلہ میں (جو ایک زبردست عالم و عارف اور علوم و معارف کا سرچشمہ تھے) فرمایا کہ ان کے والد محترم نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے پاس کھانا لے کر آئے اور انہوں نے ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ اور ان کو بشارت دی کہ تم کو اللہ تعالےٰ ایک صالح اور نیک بخت فرزند عطا فرمائے گا۔ جب انکے یہاں یہ فرزند پیدا ہوئے تو ان کا نام علی رکھا حضرت علیؓ کے نام کی مناسبت سے اور نجیب الدین لقب ۔ یہ فرزند بچپن ہی میں فقیروں سے بہت محبت کرتے تھے ۔ اور ان ہی کے پاس اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ ہر چند ان کے والد محترم ان کے لیے عمدہ قسم کا لباس تیار کراتے اورلذیذ کھانے پکواتے لیکن یہ اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتے تھے اور کہہ دیا کرتے تھے کہ میں عورتوں کے کپڑے نہیں پہنتا اور نہ نازک مزاج لوگوں کا کھانا کھاؤں گا۔ یہاں تک کہ یہ جوان ہوگئے اوران کے اندرطلب کا جذبہ اورقوی ہوگیا۔ وہ اکثر خلوت نشیں رہتے تھے۔ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ کبیر کے روضۂ مبارک سے ایک بزرگ باہر تشریف لائے اوران کے عقب میں چھ ٦ بزرگ اور موجود ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے جارہے ہیں۔ پہلے بزرگ نے ان کے چہرہ کو دیکھ کر تبسّم فرمایا اس کے بعدان کا ہاتھ پکڑلیا۔اور سب سے آخری بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کہا کہ یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک امانت ہے۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو انہوں نے یہ خواب اپنے والد شیخ برغش سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر سوائے شیخ ابراہیم مجذوب (جو اپنے زمانہ کے صاحبِ ہوش مجذوب تھے) اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ شیخ نے کسی خادم کو انکے پاس بھیجا اوراس خواب کو بیان کیا۔انہوں نے فرمایا کہ یہ خواب علی بن برغش کے سوااور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔تعبیر یہ ہے کہ پیراوّل شیخ کبیر ہیں اور بعد کے چھ ٦ بزرگ ان کے سلسلہ کے مشائخ ہیں۔ پیر آخر کو اس زمانہ میں زندہ ہونا چاہیئے کہ انہوں نے آخری

بزرگ کی تربیت میں ان کو دیا ہے پس علی بن برغش کو چاہیئے کہ اپنے اس پیر کو تلاش کرے تا کہ مقصود حاصل ہو جائے انہوں نے اپنے والد سے اجازت سفر طلب کی۔

وہ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں پہنچے تو ان کو پہچان لیا۔ کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ پہلے بزرگ نے دیا تھا (اور جن کو خواب میں دیکھا تھا) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اس خواب سے آگاہ تھے۔ ان کو دیکھ کر مسرّت کا اظہار کیا۔ اور بتایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ایک رات ایسا ہی خواب دکھایا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام نے تمہارے بارے میں مجھے بہت تاکید کی ہے۔ مجھے تمہارا بہت انتظار تھا۔ مجھے حق تعالیٰ نے جو مسندِ ارشاد پر بٹھایا ہے وہ اسی لیے بٹھایا ہے۔ شیخ نجیب الدین علی برسوں تک شیخ کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ ان کو شیخ سے اجازت نامہ حاصل ہوا۔ شیخ کی تصنیفات اور دوسرے بزرگوں کی تصنیفات کی انہوں نے تصحیح (نقل و کتابت) کی ہے[۱] ایک مدّت تک خدمت میں رہنے کے بعد شیخ کے حکم سے یہ شیراز چلے گئے یہاں آکر انہوں نے شادی کی۔ ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ طالبان حق کی رہنمائی میں مشغول ہو گئے ان کے حالات اور ان کی کرامات مخلوق میں مشہور ہیں۔

حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس موقع پر فرمایا کہ میرے مخدوم حضرت گنج نبات قدس سرہٗ مجھ سے ارشاد فرماتے تھے کہ اے فرزند قبل اس کے کہ تم میرے پاس آئے مجھے حضرت خضر علیہ السلام نے ستّر بار تمہاری آمد سے آگاہ کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ کے لیے ایک شہباز کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں نے سمنان کی ہوا سے اڑایا ہے۔ راستہ میں ہر ایک بزرگ طریقت نے اپنا جال بچھایا اور میں نے کسی جال میں ان کو گرفتار نہیں ہونے دیا اور کوشش کر کے دوسروں سے بچا کر یہاں تک لایا ہوں تا کہ یہ آپ کے حلقہ میں آوے۔ خبردار ان کی تربیت میں کوئی کمی نہ کرنا۔ یہ ایک امانت ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے۔

شعر

تبو آور دہ ام مرغی زلاہوت — ہوں لایا پاس تیرے مرغ لاہوت
بدہ ازدانہ یا قوتیش قوت — اسے دو دانۂ یاقوت سے قوت

شرط دوئم

یہ ہے کہ ''نسبت مع الحق'' نسبت حضوری دل میں استوار ہو گئی ہو یعنی دل کا ایک لازمی وصف بن گئی ہو اور وہ نفس سالک کا ملکہ بن جائے (عادت مستقل عمل سے ملکہ بن جاتی ہے) جیسے بینائی قوتِ باصرہ کے لئے اور شنوائی قوت سامعہ کیلئے ایک لازمی وصف ہے اس طرح کہ خواہ ہوشیاریٔ دل سے اسکو کتنا ہی دور کرے لیکن اس نسبت مع اللہ کو دور نہ کر سکے اور اشتغال

---

[۱] حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب ''عوارف المعارف'' کے پہلے راوی یہی ہیں۔ ان کے بعد شیخ ظہیر الدین نطنزی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد صاحب مصباح الہدایت'' شیخ عزالدین کاشانی ہیں۔ مترجم

صوری علامت معنوی کے مانع اور علامت معنوی اشتغال صوری کے مانع نہ بن سکے (بلکہ کسی رکاوٹ کے بغیر ملکہ نفس نسبت مع الحق قائم رہے) حضرت فرماتے تھے کہ پیران نقشبند نے (رضوان اللہ علیہم) ایسے شخص کو بالغانِ طریقت میں شمار کیا ہے اور ایسے ہی شخص کو طالبوں کی تربیت اور تکمیل کے لیے مقرر کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت مخدومی پیرومرشد نے فرمایا کہ مقتدی کو دریائے استغراق اور بحر مشاہدۂ حق میں اس طرح مستغرق ہوجانا چاہیئے کہ رنج والم کا اس پر اثر نہ ہو۔ اس لیے کہ جب یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ کافرہ عورتیں ایک مخلوق یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے نظارہ میں اس طرح مستغرق ہوجائیں کہ وہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور ان کو خبر نہ ہوتو اس سے کہیں زیادہ یہ ممکن ہے کہ حق تعالےٰ کے محب بندے مشاہدہ مطلق کی لذت اور وجود محقّق کے معائینہ میں اس طرح محو و مستغرق ہوں کہ غیر حق کا احساس ہی باقی نہ رہے بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ عامر بن عبدالقیس کے پیر میں زخم ہوگیا اور اتنا بڑھ گیا کہ ان سے کہا گیا کہ یہ کاٹ دیا جائے عامر نے پاؤں کٹوانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کا اختیار حق تعالیٰ کو ہے جو کچھ وہ چاہے میں اس سے خوش ہوں۔ جب وہ زخم ان کے زانوں تک پہنچ گیا تو وہ نماز پڑھنے سے بھی معذور ہوگئے (نماز کے لیے کھڑا ہونا ناممکن ہوگیا) تب انہوں نے آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر کہا کہ الٰہی بلا کو برداشت کرنے کی طاقت تو رکھتا ہوں۔ لیکن تیری خدمت نہ بجالانے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ اگر تو نے مجھے اپنی خدمت سے نہ روکا ہوتا اور ایسی ہزاروں بلائیں ہوتیں تو کچھ پرواہ نہیں تھی لیکن چونکہ یہ بلا مجھے تیری خدمت بجالانے سے روکے گی لہٰذا میں اپنے پاس سے اس بلا کو دور کیے دیتا ہوں لوگوں نے پاؤں کاٹنے کے لیے کسی جرّاح کو بلایا۔ پاؤں کاٹنے سے پہلے نشہ آور دوا لائی گئی کہ پاؤں کاٹنے کی تکلیف کا احساس نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس خود ایک ایسی دوا ہے کہ اس کی وجہ سے مجھے کچھ خبر نہیں ہوگی۔ کسی قاری قرآن کو میرے پاس لاؤ تاکہ کلام الٰہی میرے سامنے پڑھے۔ جب کلامِ الٰہی سن کر مجھ پر کیفیت طاری ہوجائے اس وقت میرا پیر کاٹ ڈالنا اس وقت مجھے کچھ خبر نہیں ہوگی۔ چنانچہ ان کے پاس قرآن پاک پڑھا گیا اور جب ان پر کیفیت طاری ہوئی تو ان کا پاؤں آدھی ران سے کاٹ دیا گیا اور جلا کر زخم کو بند کر دیا گیا۔ انہوں نے ایک آہ بھی نہیں کی۔ جب عمل جراحی تمام ہوگیا تو قرآن خواں خاموش ہوگیا اور وہ بھی اپنے اصل حال میں آگئے تب انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے پاؤں کاٹ ڈالا۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! تب انہوں نے ہاتھ بڑھا کر وہ کٹا ہوا پاؤں اٹھالیا اور کہا کہ الٰہی جب تک تو نے چاہا میرے پاؤں رہے اور جب نہ چاہا تو تو نے پاؤں واپس لے لیا تیرا شکر ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ' کا ارشاد ہے کہ کس کی مجال ہے کہ وہ فنا اور بقا کے سلسلہ میں دم مار سکے اور پیشوائی اور راہ نمائی کے تخت پر بیٹھ سکے! اگر کسی سالک کو ایک تار ریشم سے باندھ کر آسمان سے لٹکا دیں اور ایسی تیز ہوا چلے کہ دنیا کے تمام درخت تمام پہاڑ اور آسمان درہم برہم ہوجائیں اور تمام دنیا کا

نظام برہم ہوجائے تمام دریا پٹ جائیں لیکن اس سالک کو اس جگہ سے ہٹانا چاہیں اور وہ نہ ہٹے (تب وہ مقتدائی اور پیشوائی کے قابل ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پیر ایسا چاہیئے کہ راہِ تقلید چلا ہو اور بارگاہِ تحقیق تک پہنچا ہو اس لیے کہ غیر محقّق کی اقتدا ایک بنیاد فاسد ہے! پیر وہ ہونا چاہیئے کہ طالبانِ طریقت وسلوک کی ایک جماعت نے اس کی تربیت کی پناہ میں اور احباب کی ایک جماعت اس کی درگاہ حمایت میں اپنے مقصد پر پہنچی ہو، اور اپنے سلوک کا سامان اپنے اعیان ثابتہ کی منزل تک پہنچایا ہو۔ (لوگوں نے اس کی رہنمائی سے اپنی منزل پائی ہو)۔ نیابت رسولؐ کی معطّر ہوا اس کے مقام کے دماغ میں چلی ہو (وہ پیر نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند منصب پر فائز ہو)۔

تحقیق اور تقلید کا فرق

اس موقع پر ایک عزیز نے تحقیق وتقلید کا فرق دریافت کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن ہرات کے چند اکابر (علماء) حضرت شیخ احمد جام کے پاس آئے آپس میں توحید ومعرفت کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی۔ ایک مقام پر شیخ نے فرمایا تم تقلید کے اعتبار سے یہ بات کہہ رہے ہو۔ ان کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ہستی صانع کے ثبوت میں اور اس کی وحدت پر اس کی ازلیت وابدیت پر ہزاروں دلیلیں موجود ہیں آپ ہم کو مقلّد کس طرح کہہ رہے ہیں شیخ نے فرمایا کہ خواہ تمہارے پاس ہزاروں دلیلیں کیوں نہ موجود ہوں پھر بھی تم مقلّد ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے اس قول پر کوئی دلیل بھی ہے؟ شیخ نے خادم سے فرمایا کہ تین دانے موتی کے لاؤ اور ایک طشت بھی! جب یہ چیزیں آ گئیں تو شیخ نے ان سے کہا کہ بتایئے موتی کی اصل کیا ہے ؟ انہوں نے کہا کہ ابر نیساں کے قطرے صدف کے اندر چلے جاتے ہیں اور اس کے جوف میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے موتی بن جاتے ہیں۔ شیخ نے ان موتیوں کو طشت میں ڈال دیا اور کہا کہ تم میں سے ہر ایک ازروئے تحقیق اپنا ہاتھ اس طشت کے قریب لے جائے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کہے کہ یہ تینوں موتی پگھل کر پانی بن جائیں۔ آئمہ کرام نے کہا کہ یہ تو عجیب بات ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہو تو! پہلے تم کہو۔ بعد میں مَیں کہوں گا۔ ان حضرات نے باری باری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شیخ نے جو کچھ کہا تھا کہا لیکن وہ جوں کے توں موتی ہی رہے۔ جب شیخ کی باری آئی اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اس وقت انہوں نے طشت کے قریب منہ لے جا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اسی دم وہ تینوں موتی پانی ہوگئے۔ ائمہ ہرات یہ دیکھ کر حیران رہ گئے تب شیخ نے فرمایا اسکن باذن اللّٰہ تعالیٰ (اللہ کے حکم سے ٹھہر جاؤ۔) یہ کہتے ہی وہ پانی ایک موتی ناسفتہ کی شکل میں ہوگیا اور ٹھہر گیا سب لوگ حیران رہ گئے اور جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا اس کا انہوں نے اعتراف کیا۔

شرطِ سوم

شرطِ سوم یہ ہے کہ مرید کا بیکار اور غلط کاموں پر مواخذہ کرے۔ خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ۔ صغیر ہوں یا کبیر۔ اس سلسلہ میں مواخذہ کو نظر انداز نہ کرے اور تساہل کو روا نہ رکھے۔ اگر اس نے مرید کی ہَفوات کے سلسلہ میں کسی قسم کا تساہل کیا تو گویا اس نے اپنے اس بلند مقام کا حق ادا نہیں کیا اور وہ مرید کی ہلاکت

کے درپے ہے اس لیے کہ شیخوخیت کا مقام تو مرید کی تطہیر کے لیے ہے یعنی اس کو تمام ظاہری و باطنی ناپاکیوں سے اور صفات مذمومہ سے پاک کردے جیسا کہ بعض عارفین نے فرمایا ہے: **و مثله کمثل امام غاش رعیته و فی الاخرة مسٔول وما خوذ** "اس کی مثل ایک بادشاہ کی طرح ہے جس نے خیانت کی ہے۔ جو رعیت کا مالک ہے اس سے آخرت میں سوال کیا جائے گا۔ اور وہ ماخوذ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا عتاب

حضرت قدوۃ الکبرا کا گوہر علی نامی ایک مرید تھا اور حقیقت میں وہ دریائے شریعت کا ایک گوہر اور طریقت کی کان کا ایک جوہر تھا۔ ایک دن گوہر علی ہرات کے بازار سے گزر رہے تھے۔ ہرات کی عورتیں بڑی غارتگرِ ہوش ہوتی ہیں۔ گوہر علی نے کسی عورت سے بازار میں دو چار باتیں کیں لیکن اس میں شائبہ نفس بالکل نہیں تھا (گوہر علی اس سے پاک ومنزہ تھے) لیکن اس پر بھی انہوں نے اسی وقت توبہ واستغفار کی اور لوٹ کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حسبِ معمول حاضر ہوئے لیکن حضرت نے ان کی طرف بالکل التفات نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد بطورِ وعظ آپ نے سلسلۂ کلام شروع فرمایا اور سخت غضبناک ہوکر فرمایا کہ ذرا اس گدھے کو تو دیکھو کہ بازار میں حسین عورتوں کے جمال کا نظارہ کرتا رہتا ہے اس کے بعد آپ نے حضرت دریتیم کو (جو مریدوں کے احتساب کے منصب پر مامور تھے) حکم دیا کہ گوہر علی کو ہماری مجلس سے نکال دو۔ یہ سنتے ہی ایک قلندر نے گوہر علی کو پکڑ کر مجلس سے باہر کر دیا (حرم وصل سے محروم کر دیا) جب چند روز اس طرح گزر گئے گوہر علی نے حضرت دریتیم کو اپنا سفارشی بنایا۔ اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں رجوع کیا اور جیسا کہ قلندروں کا طریقہ ہے اسے جوتوں کی جگہ کھڑا کر کے اس کی گوشمالی کرائی اور تمام مریدوں نے معافی کی درخواست کی اور اس کی خطا معاف کر دی گئی۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرقۂ ضلالت کی ہدایت کرنے والوں اور گمراہوں کو راہِ ہدایت پر لگانے والوں کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ طالبان طریقت کے خطرات سے واقف رہیں تا کہ مریدوں کے دل میں کوئی وسوسہ خلافِ شریعت وطریقت پیدا نہ ہو اور ایسی نیت وارادہ سے جو کم ہمتی کے باعث اس میں پیدا ہوگئی ہو اس کو باز رکھیں۔

ایک بار سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا سیلان کے راستے سے گزرے ایک جنگل میں (یہ ایک ایسا جنگل تھا جس کے اِدھر اُدھر کہیں آبادی نہیں تھی) چنانچہ بغیر کچھ کھائے پیئے دو تین روز تک سفر کیا۔ کچھ لوگ بھوک پیاس سے بیقرار ہوگئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا جب ساتھیوں کے اس اضطراب اور پریشانی سے آگاہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ لوہے کا ایک ٹکڑا لاؤ۔ ایک قلندر کے پاس زنجیر کا ایک ٹکڑا تھا اس نے وہ ٹکڑا خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے کچھ دیر اس لوہے پر نظر ڈالی وہ لوہا خالص سونا بن گیا آپ نے بابا حسین خادم کو وہ سونا دیا اور فرمایا یہاں سے پانچ چھ جریب (فرلانگ) کے فاصلہ پر ایک بازار ہے اس کو سوق المجانین (پاگلوں اور دیوانوں) کا بازار کہتے ہیں اس سونے کے ٹکڑے کو لو اس کے ٹکڑے کرو اور ایک ایسا ٹکڑا جس سے ہمارے ساتھیوں کے دو تین روز کی خوراک کا بندوبست ہو جائے بیچ ڈالو اور باقی ٹکڑے پانی میں پھینک دینا۔

بابا حسین سوق المجانین میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں دریتیم ہاتھ میں درّہ لیے کھڑے ہیں اور بازار کو دیکھ رہے ہیں بابا حسین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمایا کہ آپ کو تو حضرت قدوۃ الکبرا نے اسلامی مملکت کی نگرانی پر مقرر فرمایا تھا۔آپ یہاں کیسے آ گئے اور یہ درّہ ہاتھ میں کیوں ہے۔ یہ سُن کر حضرت درّ یتیم نے فرمایا کہ خاموش رہو اور اولیاء خدا سے مناظرہ مت کرو کہ ان لوگوں کا طرفۃ العین میں کہیں سے کہیں پہنچ جانا کچھ عجیب نہیں ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے سوق المجانین کا احتساب بھی میرے سپرد فرما دیا ہے۔ یہ درّہ اس وجہ سے میرے ہاتھ میں ہے کہ اگر کوئی اس گروہ کے خلاف کوئی عمل کر بیٹھے اور ان کے حال کی خلاف ورزی کرے تو میں اس کو سزا دوں اور دوستان حق کو جب کھانے پینے کی ضرورت پڑے اور وہ اس بازار میں آئیں تو اپنی خواہش کے مطابق کھانے پینے کا سامان خرید لیں! البتہ تم جس کام کے لیے آئے ہو وہ کام کرو! تم جاؤ کہ حضرت قدوۃ الکبرا تمہارے منتظر ہیں۔ یہ سن کر بابا حسین نے حضرت کے حکم کے بموجب عمل کیا اور بارگاہِ عالی میں روانہ ہو گئے۔حضرت کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کیا کہ میں ساتھیوں کی تین یوم کی خوراک خرید لایا ہوں اور باقی تمام سونا پانی میں ڈال دیا ہے۔حضرت کے مرید تنگر قلی کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی۔اُن کے دل میں یہ خیال آیا کہ اتنا سونا خواہ مخواہ ضائع کر دیا۔ممکن تھا کہ کسی ضرورت مند کے کام آ جاتا۔اس خطرہ کے دل میں پیدا ہوتے ہی حضرت نے ان کی طرف نگاہِ غضب سے دیکھا اور فرمایا کہ خدا کے معاملہ میں تمہیں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے! تو جہانِ پروری خدا کو سکھا رہا ہے۔جوارحم الراحمین ہے غرضکہ تنگر قلی پر آپ نے عتاب فرمایا کہ جس کی شرح ممکن نہیں ہے۔تنگر قلی بہت شرمندہ ہوئے اور بارگاہِ عالی سے تین روز کے لیے معزول کر دیئے گئے۔آخر کار انہوں نے حضرت نورالعین کو اپنی پناہ بنایا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ عذرخواہی کی اور ان کو معاف کر دیا گیا۔اور حسبِ سابق نوازشوں سے سربلند ہونے لگے۔

شرطِ چہارم

شیخ کے لیے چوتھی شرط یہ ہے کہ مرید کی حرکات وانفاس پر محاسبہ کو لازمی قرار دے (مریدوں کا محاسبہ کرتا رہے) مرید کے خلوص اور صدق کے مطابق اس کی تمام باتوں کا محاسبہ کرے۔کسی طرح اور کسی موقع پر اس میں مسامحت نہ کرے (ڈھیل نہ دے) اور اس کے تمام معاملات میں عزیمت کے ساتھ عمل فرمائے اور کسی طرح بھی اس کو رخصت (اجازت) نہ دے کہ یہ رخصت تو عوام کے لیے ہے کہ یہ لوگ صرف رسمی ایمان اور اس کے بھی اطلاق پر قناعت کر بیٹھے ہیں۔ لیکن طالبِ حقیقت کے لیے جس کا ایمان عوام کے ایمان سے بلند تر ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مجاہدوں اور ریاضتوں کے شدائد کو برداشت کرے کیونکہ جس نے طلب کیا تو اسکو راہ میں تاریکیوں کے مصائب سے چارہ کار نہیں ہے۔ شیخ ابومدین سے منقول ہے کہ **ماللمرید الرخص** (مرید کیلئے اور رخصت یہ کیا ہے؟) شیخ ابوطالب خرزج فرماتے ہیں کہ رخصت شرعی کو طلب کرنا اور تاویلات کو قبول کرنے سے جو مسامحت نفس میں پیدا ہوتی ہے اس سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز مرید کے لیے اور کوئی نہیں ہے (مرید کو اس سے بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا مریدوں کا روزانہ محاسبہ فرماتے تھے

حضرت قدوۃ الکبرا کی ہمیشہ کی یہ مقررہ عادت تھی کہ آپ اپنے اصحاب کا نماز مغرب ادا کرنے اور حلقہ ذکر سے فراغت کے بعد محاسبہ فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں مسامحت سے اعتراض فرمایا کرتے تھے (کبھی چشم پوشی نہیں فرماتے تھے) آپ نے ہر ایک مرید کو دوسرے کا جاسوس مقرر کر رکھا تھا۔ اس طرح ہر ایک مرید کے تمام افعال و اعمال آپ کے سامنے پیش ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی مرید نوافل کی ادائیگی میں بھی سُستی کرتا یا اعمالِ حسنہ میں ذرا بھی کاہلی کرتا تھا اس کو بقدر اس کی کاہلی اور سستی کے جھڑکا جاتا اور ناراضگی کا ایسا اظہار کیا جاتا جس کی شرح ممکن نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاؤ الدّ ولہ سمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ تمام انبیائے کرام دنیا میں اس لئے تشریف لائے تا کہ مخلوق کی آنکھ کھولدیں اپنی کمی اور حق تعالیٰ کے کمال سے اور اپنی ناتوانی اور حق تعالیٰ کی قدرت سے اور اپنی سختی اور حق تعالیٰ کے عدل سے اور اپنی ناواقفی اور حق تعالیٰ کے علم سے اور اپنی پستی اور حق تعالیٰ کی بلندی سے اور اپنی بندگی اور حق تعالیٰ کی خداوندی سے اور اپنی ناداری اور حق تعالیٰ کی بے پرواہی سے اور اپنی درویشی اور حق تعالیٰ کی نعمتوں سے اور اپنے فنا اور حق تعالیٰ کے بقا سے۔ اور اسی طرح شیخ بھی اس لئے ہے کہ مرید کی آنکھ کو ان امور میں کھولدے تو جتنا مرید اپنے قیام و کمال میں زیادہ کوشش کرتا ہے یا عمل کرتا ہے تا کہ اس کا کمال ظاہر ہو سکے شیخ اس سے اتنا ہی زیادہ رنجیدہ ہوتا ہے اس لیے کہ شیخ مرید کی تربیت میں یہ تمام صعوبات اس لیے برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے مرید کی اس آنکھ کو بند کردے جو کمال کی دیکھنے والی ہے اور کمال حق کی مشاہدہ کرنے والی آنکھ کو کھول دے۔ پس مرید اگر اپنے کمال کو دیکھنے والی آنکھ کھولتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے شیخ کے رنج میں اضافہ کرتا ہے۔ اپنے رنج میں نہیں! پس مرید کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے نفس کی گھات میں لگا رہے اگر اپنے کمال نظارہ کے لیے کسی وقت اس کی آنکھ وا ہو جائے تو فوراً اس کو بند کردے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا اور نفس کو اس سے خبردار نہیں کرے گا تو پھر اس کا نفس ہر طرف سے اپنے کمال کے مشاہدہ کے لیے آنکھیں کھول دے گا۔ اور کمالِ حق کے مشاہدہ سے اپنی آنکھوں کو بند کردے گا کہ نفس کی خاصیت ہی یہی ہے۔

شرطِ پنجم

پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے لیے لازم ہے کہ وہ مرید کے سامنے تنزیہہ و تقدیس کی سب سے زیادہ کامل صورت میں (پاکیزہ صورت اور پاکیزہ حال میں) پیش ہو اور اپنے مرید پر اپنے رازوں کو ہرگز ظاہر نہ کرے سوائے اسکے کہ وہ اس کے کھانے پینے اور سونے اور دوسرے اوصاف بشری کا صرف مشاہدہ کر سکے اور اس کی دوسری باتوں سے آگاہ نہ ہو ورنہ شیخ کی خدمت میں کمی پیدا ہوگی اور ایک طرح سے اس میں مرید کا بھی نقصان ہے۔[1] پس لازم ہے کہ شیخ متحمل رہے اور اسرار الٰہی اور افکار ربّانی کو طالب کے حوصلہ کے بقدر بیان

---

[1] ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر اپنے اسرار سے مرید کو مطلع کرے گا اس سے مرید میں ضعف و نقصان پیدا ہوا تو یہ امر بھی اس کی قلت مردت کا باعث ہوگا۔

کرے ورنہ سم قاتل کی طرح مضرت رساں ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بعض اسرار منتہی کے لئے ہیں اگر مبتدی آگاہ ہوتا ہے تو اُس کے انکار کا سبب ہوتا ہے اور پھر یہ انکار اس کے حرمان کا باعث بنے گا۔حق تعالیٰ تمام طالبوں کو ان مہلکات سے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولا د امجاد کے صدقہ میں محفوظ رکھے۔

شعر

بدم درسرکنی ای یار زنہار — برا دل میں کہے تو مجھکو اے یار
اگر گردی دمی در گرد افکار — اگر دم بھر پھرے تو گردِ افکار

ان حضرات (مشائخ) کے بہت سے اسرار اس انداز کے ہیں کہ مبتدی سالک ان کو نہیں سمجھ پاتا۔اور اگر نہ سمجھتے ہوئے بھی اس نے ان کو تسلیم کرلیا اور دل میں ان کو چھپائے رکھا۔معاذ اللہ اگر کسی دوسرے کے سامنے (جو اس کا اہل نہیں ہے) بیان کر دیا تو بڑی قباحت ہوگی۔اسی لیے اکثر مشائخ نے یہی فرمایا ہے کہ پیر کے اسرار کو ظاہر کر دینا منصور کی طرح سولی پر چڑھا دیتا ہے۔چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ عمرو عثمان مکی قدس سرہ نے جو شیخ منصور کے استاد اور شیخ تھے ایک کتابچہ تصنیف کیا تھا جو علمِ توحید پر مبنی تھا۔اس کتابچہ میں انہوں نے توحیدِ الٰہی کے بہت سے حقائق و معارف بیان کیے تھے اور اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اس کی تصنیف میں صرف کر دیا تھا۔چونکہ اسرار توحید کے وہ راز اور نکات عام افکار کے ادراک سے باہر تھے اس لیے وہ اس کتابچہ کو مخلوق کی نظر سے چھپا کر رکھتے تھے۔شیخ منصور نے پوشیدہ طور پر وہ کتابچہ حاصل کرلیا۔اور اس کے رازوں کو آشکارا کر دیا۔علمائے ظاہر تک وہ غوامض توحید پہنچے چونکہ مسائل و مباحث بہت دقیق اور باریک تھے وہ نہ سمجھے اس سے منکر ہوئے اور چھوڑ دیا۔شیخ عمرو عثمان مکّی کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے حلّاج (منصور) پر نفریں کی اور ان کے حق میں بددعا کی اور کہا کہ الٰہی! منصور پر کسی شخص کو مقرر فرمادے جو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو سولی پر چڑھا دے۔پس منصور پر جو کچھ گزری یہ استاد کی اسی بددُعا کا نتیجہ تھا۔

قطعہ

پیش این الماس بی اسپر میا — بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ رانبود حیا — کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا
نکتہا چون تیغ پولا داست تیز — نکتے ہیں تلوار فولادی سے تیز
گرنداری تو سپر واپس گریز — گر نہیں رکھتا سپر کر جا گریز

حضرت شیخ کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں عرض کیا کہ مشائخ وصوفیہ کی جماعت میں سب سے پہلے بزرگ کون تھے جو ان اشارات (اسرار تصوّف) کو معرضِ تحریر میں لائے (رموزِ تصوف کو سب سے پہلے تحریر کیا) اور کس طرح ان کو بیان کیا اور میزان لسان نے ان کو کس طرح بیان کیا؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے بیان فرمایا کہ اسرار معارف کا مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ بیان میں آسکیں اس لیے کہ علوم معارف جس طرح کہ ہونا چاہیئے دل ہی

میں نہیں آتے ، اور جس طرح یہ دل میں اترتے ہیں انکو بیان اور قیدِ کتابت میں نہیں لایا جاسکتا۔ حضرت خواجہ ذوالنون مصری پہلے بزرگ ہیں جوان اشارات کو عبارات میں لائے اور اس موضوع پر گفتگو کی۔ جب طبقہ دوم میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس علم کی نگہداشت کی اور اس کو وسعت بخشی اور اس موضوع پر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جب حضرت شبلی کا زمانہ آیا تو وہ اس علم کو منبر پر لے گئے اور مخلوق پر ظاہر کردیا۔

اشعار

سر کہ سر بمہر نمودند عاقلان	جس سر کو عاقلوں نے کیا سربمہر تھا
دیوانہ را نگر کہ بمردم نثار کرد	دیوانہ نے کیا اسے ہر شخص پر نثار
ہرگوہری کہ بود بدریائ دل نہان	دریائے دل میں جتنے تھے پوشیدہ موتیاں
بیرون کشید و ردِ ہمہ روزگار کرد	سب کو نکالا رکھدیا پھر پیشِ روزگار
راز درون پردہ برون کرد چون خطیب	اندر کا بھید کردیا باہر خطیب نے
آمد قرار منبر و خود آشکار کرد	منبر پہ آیا خود ہی کیا اس کو آشکار

رباعی

کہا میں سنتا ہوں اور میں کہتا ہوں کیا کونین میں میرے سوا کوئی ہے؟

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر	کہاں کون ہے غیر اور نقش غیر
سوی اللہ و اللہ معافی الوجود	قسم ہے خدا کی نہیں جز خدا
من می شنیدم و گویم من	میں سنتا ہوں اور کہتا ہوں برملا
ایاہست درود جہان غیرمن	کہ ہے کوئی دنیا میں میرے سوا

خواجہ ذوالنون نے فرمایا کہ تین سفر میں نے کیے اور تین علم لایا پہلے سفر میں وہ علم لایا کہ عام وخاص سب نے قبول کرلیا اور دوسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو خاص نے قبول کیا اور عام نے نہیں قبول کیا اور تیسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو نہ خاص نے قبول کیا اور نہ عام نے تو میں منفرد تن تنہا اکیلا باقی رہ گیا شیخ الاسلام پیر ہرے کہتے ہیں کہ پہلا تو توبہ کا علم تھا جس کو خاص وعام نے قبول کرلیا دوسرا توکّل ومعاملہ ومحبت کا علم تھا کہ خاص نے قبول کیا نہ عام نے نہیں اور تیسرا حقیقت کا علم تھا جو مخلوق کی عقل وعلم کی طاقت میں نہیں ہوتا۔ لوگ سمجھ نہ سکے اور ان کو چھوڑ دیا اور ان پر انکار کے لئے اُٹھے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔ پچھلا سفر پاؤں سے نہیں ہوا تھا کیونکہ اس تک قدم سے جانے والے نہیں جاتے کہ سب مل کر روانہ ہوجائیں۔

شرطِ ششم

یہ ہے کہ مرید کو اس کی اجازت نہ دے کہ دوسرے پیر کے پاس یا دوسرے پیر کے مریدوں کے پاس بیٹھے کیونکہ ممکن ہے کہ اس مرید کی خواہش جداگانہ ہیں اور ان کے پیر کا حکم ان کی خواہشوں کے خلاف ہے تو ہر ایک دوسرے پیر کے حکم کو اپنی خواہش کے موافق پاتا ہے تو خواہ مخواہ ادھر جھکتا ہے اور یہ جھکنا اس گروہ کے

نزدیک ارتداد معنوی ہےاور یہ مرتد ہونا طریقت کے رو سے دوری و بےتعلقی کا موجب ہے جب دوسرے پیر کی طرف جھکا تو اس کا پیر نظر سے گر جاتا ہےاور دوسرے پیر کی صحبت پر مائل ہوتا ہےاور اس کی خدمت اختیار کرتا ہےاور اگر یہ دوسرا شیخ بھی اربابِ حقیقت سے ہے تو مقامِ پیری کے موافق اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کو پہلے پیر نے فرمایا تھا اور جب ان کے فرمان کو اپنی خواہش کے خلاف پاتا ہے تو پھر اپنے پیر کی طرف رجوع کیا، معلوم ہوا کہ مرید سچا نہ تھا اس مثل کے موافق کہ یہاں سے ہانکا وہاں سے بھگایا ذلیل و بے کار و سرگرداں جانے والوں کے ساتھ نفس و جہالت کے قیدخانہ میں گیا۔ خدا کی پناہ اس بےتعلقی و رسوائی سے۔

نقل ہے کہ خواجۂ زمانہ گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز اپنے پیر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں تھے حضرت معین الدین کسی اسلامی امر اہم کے لئے دارالسلطنت دہلی میں سلطان شمس الدین سے ملنے آئے جو خواجہ قطب الدّین کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین استقبال کے لئے نکلے اور بڑی تعظیم سے آپ کو لائے۔ حضرت گنج شکر حضرت شیخ معین الدین کی زیارت کو نہ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ جب تمہارے دادا پیر شہر میں آئے تو کیوں ان کی خدمت میں تم نہیں گئے۔ فرمایا کہ دو وجہ سے میں ان کی خدمت سے محروم رہ گیا ایک وجہ یہ کہ مجھے کام تو اپنے پیر سے ہے نہ کہ دوسرے سے، دوسری وجہ یہ کہ دونوں حضرات ایک مجلس میں تھے اگر پہلے میں اپنے پیر کا قدمبوس ہوتا تو پیر اپنے پیر کے ادب سے اس کو ادب نہ شمار کرتے اور اگر دادا پیر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو پیر کے واسطہ ہونے کا ادب ترک ہوا جاتا ہے۔ ہم کو دادا پیر کی پہچان تو پیر ہی سے حاصل ہوئی ہے نہ کہ دوسرے سے۔ بالآخر حضرت خواجہ معین الدین نے حضرت خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ بابا بختیار میں نے سنا ہے کہ مولانا فرید نے تم سے تعلّق پیدا کیا ہے وہ کیسے شخص ہیں میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ حضرت نے مولانا کو طلب کیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خواجہ کے پاؤں پر لا کر ڈال دیا جب نظر شیرف ان کے چہرہ پر پڑی تو بہت خوش ہوئے فرمایا کہ بہت اچھے شخص ہیں ایک دن حضرت خواجہ معین الدین اور حضرت خواجہ قطب الدّین بیٹھے تھے حضرت شیخ فرید خدمت کے لئے کھڑے تھے آپ نے فرمایا کہ بابا بختیار اب اس کا وقت ہے کہ فرید کو نظمِ ولایت وعقدِ معرفت کا یکتا بنادو، فرمایا بہت اچھا اور دونوں بزرگوار حجرہ میں گئے پھر جو کچھ دینا تھا دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس تمثیل کے مطابق ارشاد فرمایا کہ تمام مشائخ کا اس پر اتّفاق ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ ہمیشہ مرید کی عادت کے خلاف حکم کرے کہ ارادت نام ہے ترک عادت کا مثلاً ایک مرید ہے کہ بہت زیادہ اور بڑے بڑے وظیفوں اور دُرودوں کا شغل رکھتا ہے باطن اور اذکار باطنی و ظاہری کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس صورت میں ظاہر ہے کہ شیخ اس کو ان وظائف کثیرہ سے روکے گا۔ اور سلسلہ کے وظائفِ مقررہ میں مشغول رہنے کا حکم دے گا اور جو اشغال اہم ہیں ان میں مشغولیت کا حکم دے گا۔ اسی طرح دوسرے شیخ کا ایک مرید ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ مشائخ کے معمولِ وظائف کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا البتّہ باطنی توجہ پر خاص نگاہ رکھتا ہے۔ نمازِ فرض کو بھی کبھی کبھی ترک کر دیتا ہے تو اس صورت میں شیخ کیلئے ضروری ہے کہ اسکو وظائف میں مشغول ہونے کی ترغیب

دے اور توجّہ اشغالِ باطنی میں جتنا بزرگانِ مشائخ کا معمول ہے اس سے زیادہ توجّہ کرنے سے روکے۔ اس لیے کہ طائفۂ صوفیہ اور مشائخ کبرا ءکا اس پر اتفاق ہے کہ صوفی کو ''ابوالوقت'' ہونا چاہیئے۔ ابن الوقت نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کی تصریح انشاءاللہ اس کے مقام پر کی جائے گی۔ اب دونوں مریدوں کا کسی جگہ پر رہنے کا اتفاق ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے اپنے اشغال کے بارے میں دریافت کیا۔ دونوں نے اپنے اشغال و وظائف ایک دوسرے سے متضاد پایا تو اس موقع پر کچھ تعجب نہیں کہ دونوں دل کے عادات انکار کے طور پر دونوں سے ظاہر ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً فرمایا کہ شیخ ابوبکر قحطی جو شیخ عثمان حیری کے مریدوں میں سے تھے کی بغداد کے مشائخ میں سے ایک شیخ سے ملاقات ہوئی انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارے پیر نے تم کو کیا تعلیم دی ہے مرید نے جواب دیا کہ مجھے اطاعت الٰہی بجا لانے اور گناہ کو جرم جاننے کو فرمایا ہے۔ تمہارے پیر نے یہ ایک پوشیدہ غرور تم کو سکھایا ہے کیونکہ تصّوف اور توحید میں یگانگت چاہیئے حالانکہ وہ گناہوں کو اپنے سے سمجھتا ہے اور عمل کو اپنے سے جانتا ہے کیوں نہ موافقِ ارشاد:

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ٥ [1] اور تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا

عمل و قول کو اس سے دیکھے جس شخص کی بندگی کی وفاء ذات ربوبیت میں داخل نہ ہوئی اس کا شمول بندگی میں نہ ہوا ہر چند کہ ان بزرگ نے افعال کو اپنے سے دیکھنا اس کو تنگی فرمایا لیکن ہرگز مرید یہ ملاحظہ نہیں کرسکتا۔ نعوذ باللہ اگر ابوبکر قحطی کے دل میں یہ سن کر اپنے شیخ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو جاتی تو کس قدر خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ طبیب حاذق اور تجربہ کار حکیم کی طرح ہے جو ہر مریض کا علاج اور اس کی دوا اس کے مرض اور اس کے مزاج کے مطابق تجویز کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کے مزاج میں گرمی اور صفرا کا غلبہ ہے تو اس کیلئے شربت نبات تجویز کرتا ہے اور ایک شخص کو ہیضہ کا مرض ہو تو اس کو فاقہ کراتا ہے۔ یہی کیفیت مشائخ کی ہے وہ بھی مرید کے حسبِ حال اس سے مجاہدہ کراتے ہیں کسی سے سخت اور کسی سے سہل اگر مختلف استعداد کے یہ مرید ایک دوسرے کے حال سے مطابقت چاہیں (کہ سب کی تربیت یکساں انداز پر کی جائے) تو یقیناً یہ ان کی محرومی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ حضرت خواجہ مظفر کرمانشاہی قدس سرہ کو ریاست اور امیری کی حالت میں یہ دولت سلوک نصیب ہوئی اور کرامت کا تاج ان کے سر پر رکھ دیا گیا۔ ؎

رباعی

کسی را بی مشقت تاج برسر کسی کو بے مشقّت دیدیا تاج
نہادہ بادشاہی خشکی و تر عطا خشکی تری کا کردیا راج

---

[1] پ ۲۳ صٓفّت ۹٦

دگررا کردہ در منزل جگر ریش — کسی کو کردیا منزل میں زخمی
بس آنگہ خواند سوئے مسند خویش — وہاں سے لوٹا وہ مسند پہ اپنی

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ ہم کو تو اس درگاہ میں بندگی کے راستہ سے پہنچنا نصیب ہوا۔ اور خواجہ ابومظفر کرمان شاہی کو خداوندی اور ریاست کے ذریعہ سے یہ دولت نصیب ہوئی۔ یعنی ہم نے مجاہدہ سے مشاہدہ حاصل کیا اور انہوں نے مشاہدہ کے ذریعہ مجاہدہ کی منزل پائی۔ خود حضرت خواجہ ابومظفّر فرماتے ہیں کہ جو کچھ لوگوں کو وادیوں اور جنگلوں کے طے کرنے کے بعد ملتا ہے مجھے وہ مسند اور بالش پر بیٹھتے ہوئے مل گیا۔ اربابِ رعونت انکے اس قول کو دعویٰ پر محمول کریں گے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت ہے۔

شعر

نہ ہر کس میرسد منزل باین راہ — نہیں ہر اک کی منزل کو ہے یہ راہ
نہ ہرکس می نہد پا برسرگاہ — نہ سب کی ہے رسائی تا بدرگاہ

اور یہ دعویٰ نقصِ حال پر گواہ ہے۔

شرطِ ہفتم

یہ ہے کہ ابتدائے تربیت میں مرید کو پاک غذا کے بارے میں یقّین دلائے کیونکہ اکثر بیشتر مریدین کیلئے یہی قوت وغذا آفت بن جاتی ہے کہ اکثر لوگ پیٹ کے بندے ہیں اپنی تمام ہمت اسی کھانے پینے پر مرکوز رکھتے ہیں ان کی اصلاح کی تدبیر یہ ہے کہ ان کو ایسی جگہ رکھا جائے کہ اس کے اطراف میں اور کوئی نہ ہو اور ان کو خلوت میں بٹھا دیں اور شیخ اپنی ہمت سے ان کی مدد کرے اور ان کو جتلا دے کہ تمہارا رزق تمہاری کوشش کے بغیر یقیناً تم کو ملے گا یہ عمل اس وقت تک جاری رکھا جائے کہ اس سلسلہ میں ان کا یقین پختہ ہو جائے اور توکل کی دولت ان کو حاصل ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پاک غذا ایک بیج کی طرح ہے جو سالک کے معدہ کی زمین میں بویا جاتا ہے۔ اگر وہ بیج پاک اور حلال غذا کا ہے تو اس سے اعمال صالحہ کا درخت پیدا ہوگا اور اگر مشتبہ روزی کا بیج بویا گیا ہے تو اس سے خطرات فاسدہ اور عبادت میں کسالت پیدا ہوگی (عبادت میں کسل اور دل میں وسوسے پیدا ہوں گے) اور اگر حرام روزی ہے تو معصیت ونافرمانی کا درخت نشوونما پائے گا۔ حضرت شیخ ابواسحاق شامی قدس سرہ حضرت شیخ ابواحمد ابدال قدس سرہ کی والدہ کو اکل حلال کی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے تاکہ پاکیزہ اور پاک دودھ اس نومولود کو پلاسکیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابواحمد ابدال سلطان فرشنافہ کے صاحبزادہ تھے جو چشت کے شرفا اور ملک کے امیروں میں سے تھے۔

ان کی ایک بہن بہت ہی صالح تھیں شیخ ابواسحاق شامی ان کی خاطر سے کبھی کبھی ان کے وہاں جایا کرتے تھے اور ان کے یہاں کھانا بھی کھاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ان صالحہ بی بی سے کہا کہ تمہارے بھائی کے ایک فرزند پیدا ہوگا جسکی بڑی شان ہوگی تم کو اپنے بھائی کی بیوی کی نگرانی کرنی چاہیئے تاکہ حمل کے زمانہ میں مشتبہ اور حرام غذا نہ کھائیں۔ وہ ضعیفہ عفیفہ حضرت ابواسحاق شامی کے ارشاد کے مطابق اپنے

ہاتھ سے رسی بٹتی تھیں۔اوراس کوفروخت کرتی تھیں اوراس کی قیمت سے اپنی بھاوج کی ضروریات پوری کرتی تھیں۔ تاانیکہ ۲۶۰ھ میں المعتصم باللہ کی حکومت کے زمانہ میں خواجہ ابواحمد پیدا ہوئے وہ صالحہ خاتون ان کو اپنے گھر لے آئیں اور حلال روزی سے ان کی پرورش کرتی رہیں۔کبھی کبھی شیخ ابواسحاق شامی بھی ان کے گھر تشریف لاتے تھے۔اورعہدِ طفلی میں خواجہ ابواحمد کو بھی کبھی کبھی دیکھ لیتے تھے۔اور فرماتے تھے کہ اس بچّے سے ایسی خوشبو آرہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے ایک زبردست خاندان پیدا ہوگا اوراس کی ذات سے عجیب وغریب احوال وآثار مشاہدہ میں آئیں گے۔ [۱]

شرطِ ہشتم

شرطِ ہشتم یہ ہے کہ اگر کوئی شیخ اپنے کسی ہم عصر شیخ کو نسبت میں اپنے سے قوی پائے تو شیخ کو چاہیئے کہ اس کی صحبت اختیار کرے اوراپنے مریدوں کو بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دے اس لیے کہ اس کی اور دوسروں کی بہتری اسی میں ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس شیخ کی شیوخیت ،حبِّ جاہ پر مبنی ہے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہے۔اور وہ صرف دنیاوی دولت کو کمانے کے لیے ولی بن بیٹھا۔ ہمت ونسبتِ طریقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔حبِّ ریاست اور خواہش برتری کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے۔(یہ بہت بڑا نقص ہے)اسی اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

لو کان موسیٰ حیّاً لما وسعه الّا اتّباعی	اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

الیاس وعیسیٰ ہمارے پیغمبر کے حکمِ شریعت کے ماتحت ہیں تو مشائخ کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت شیخ الاسلام احمد زندہ پیل جامی کی توجّہ ہرات کی طرف ہوئی اور سب ساتھی سفر کے لئے کمر بستہ ہوئے جب شکیبان گاؤں میں پہنچے چند ہمراہی بزرگوں نے پوچھا کہ حضرت شیخ ہرات میں داخل ہوں گے شیخ نے فرمایا کہ اگر لوگ لیجائیں تو جائیں گے اور اگلے مشائخ ہرات کو باغیچۂ انصاریاں کہتے تھے اور باغیچہ میں لوگ نہیں آسکتے بغیر باغباں کی اجازت کے۔

شعر

بی نفس رخصت این باغبان	آنے کی رخصت جو نہ دے باغباں
رہ نتوان یافت درین بوستان	پا ہی نہیں سکتا رہِ بوستاں

حضرت شیخ احمد جام کے پہنچنے کی خبر جابر بن عبداللہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا ہم جاتے ہیں شیخ الاسلام احمد جام کے محافہ کو کاندھے پر اٹھا کر شہر میں لے آتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کے والد شیخ عبداللہ انصاری کے محافہ کو نکال لائیں

[۱] سلسلۂ عالیہ چشتیہ آپ ہی سے جاری ہوا۔آج بھی لاکھوں سے فزوں حضرات اس سلسلے عالیہ سے وابستہ ہیں اور وہ پیش گوئی صادق آئی ہے۔

اور شہر میں اعلان کیا کہ سارے بزرگ حضرت شیخ الاسلام احمد کے استقبال کے لئے نکلیں، سب بزرگ نکلے اور روانہ ہوئے جب شکیبان گاؤں میں پہنچے اور حضرت شیخ کی خدمت میں آئے اور ان کی مبارک نگاہ آپ پر پڑی تو اپنی جگہ پر رہ گئے اور بڑی کیفیت پیدا ہوئی۔ دوسرے دن محافہ لائے اور درخواست کی کہ یہ طے پایا ہے کہ آپ کو کاندھے پر شہر میں ہم لے چلیں کرم فرمایئے اور محافہ میں بیٹھئے حضرت شیخ الاسلام نے قبول کیا اور محافہ میں بیٹھے آگے کے دونوں بازو کو شیخ جابر بن عبداللہ اور قاضی ابوالفضل یحیٰی نے پکڑا اور پیچھے کے دونوں بازو کو امام ظہیرالدین زیاد اور امام فخرالدین علی ہیبتی نے پکڑا اور روانہ ہوئے اور کسی کو نہیں دیا۔ حضرت شیخ چپ تھے یہاں تک کہ کچھ دیر چلے پھر فرمایا کہ محافہ کو رکھ دو تا کہ ایک بات ہم کہیں جب محافہ کو رکھ دیا تو فرمایا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ارادت کیا چیز ہے؟ سب نے کہا فرمایئے فرمایا ارادت فرمانبرداری ہے سب نے کہا بجا ہے فرمایا کہ جب ایسا ہے تو آپ لوگ سوار ہوں تا کہ دوسرے لوگ محافہ اُٹھائیں تا کہ ہر ایک کا ایک حصّہ ہو جائے بزرگ لوگ سوار ہوئے دوسروں نے محافہ کو لیا اتنی مخلوق شہر اور گاؤں سے آئی تھی کہ بہتیرے مشہور حضرات تھے کہ ان کی نوبت نہ آئی جب شہر میں پہنچے اور شیخ عبداللہ انصاری کی خانقاہ میں اترے تو اکثر بزرگوں نے جو پیرو مرشد تھے اپنے مریدوں کو شیخ الاسلام کے حضور پیش کیا اور خود بھی فائدہ مند ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو کسی طرح اجازت نہ دیں کہ برادرانِ طریقت کے سوا دوسرے کے ساتھ بیٹھے اور نہ کسی سے بات چیت کرے اور نہ کسی سے دوستی اختیار کرے اور نہ کسی کو دیکھنے جائے اور نہ کسی کو اپنے دیکھنے کی اجازت دے اور دوسرے اس کی اجازت نہ دے کہ اپنے واقعات و واردات کو دوستوں سے کہے اگر ان سب باتوں میں اس کو آزاد چھوڑ دے اور منع نہ کرے تو یقیناً اس کے حق میں برائی کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر سو آدمی ایک طرح کے کسی امر میں اکٹھا بیٹھیں اور ایک پریشان ان میں ہو تو موافق اس مثل کے کہ اکثر بھی برے کے تابع ہوتے ہیں وہ سب پر غالب ہو جاتا ہے اور اس کی صحبت پریشانی کو لوٹا لاتی ہے غیر جنس سے بچنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔

مصرعہ

روح را صحبت ناجنس عذابست الیم
روح کو صحبتِ ناجنس ہے اک سخت عذاب

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صحبت اس شخص سے رکھنا چاہیئے جس سے پوری طرح ربط ہو تا کہ حصول مقصود کا سبب ہو اور وہ نسبت کی کشش حقِ سبحانہ وتعالیٰ کی ایک محبّت ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو بجز اجنبیت اور جدائی کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لیے بعض بزرگان طریقت نے فرمایا ہے کہ وجد و حال والے ان لوگوں کے پاس جن پر علمی احکام کا غلبہ ہے نشست نہ کریں کیونکہ انکی صحبت وجد و توحید کے عطایا اور طریقوں کو بند کر دیتی ہے نیک اور عبادت گذار اور اہلِ علم درحقیقت عزّت والے ہیں اور غنیمت ہیں۔ ہم انکے معتقد ہیں لیکن وہ نسبت وطریقت کے مناسب نہیں ہیں۔ خاص محبت کے وقتوں میں اس قسم کے لوگوں کے آنے پر آپ بے حد متوحّش ہوتے تھے اور لوگوں کی

بلند حکایات بیان نہیں فرماتے تھے۔ایک بار محلہ خواجہ گفتی کے حجرہ میں اس خادم سے اہل معرفت کے حکایاتِ عالی بیان فرماتے ہوئے بیحد گرم ہو گئے تھے اور یہ خاکسار آپ کے دلپذیر معارف اور معرفت کے انوار کے سایہ میں محو ہو چکا تھا کہ اچانک ایک صاحب آ گئے جن پر زہد و تقویٰ کی نسبت غالب تھی، ان کے آتے ہی حضرت قدوۃ الکبرا خاموش ہو گئے اور فرمایا ''سخنے از شما گریخت''، بس اب بات ختم۔یعنی آنے والا چونکہ ان حکایات کا زیادہ معتقد نہیں ہے۔اس لیے سلسلۂ کلام ختم کیا جاتا ہے۔ یہ سن کر ان صاحب نے فرمایا کہ جناب میں تو ان باتوں کا معتقد ہوں۔حضرت نے فرمایا کہ اس کی پرکھ کے لیے ہمارے پاس کسوٹی ہے اور وہ کسوٹی ''آمدِ سخن'' ہے۔یعنی بے ساختہ اور بغیر فکر کے سلسلۂ کلام جاری رہنا۔ چنانچہ تمہارے آنے سے پہلے ہم اتنی تیزی اور روانی سے گفتگو کر رہے تھے جیسے پن چکی کی پھرکی ہوا سے تیز چلتی ہے۔تمہارے آتے ہی وہ کیفیت ختم ہوگئی ہم محض تمہارے کہنے سے اس معیار کو ترک نہیں کر سکتے۔اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مقدّس میں کچھ محرم اسرِ ار طریقت حاضر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم علومِ مکاشفہ کے دقائق اور اسرارِ مشاہدہ کے حقائق ظاہر فرما رہے تھے کہ کچھ ایسے لوگ مجلس شریف میں آئے جن میں ان اسرار کے سننے کی قابلیت اور استعداد نہیں تھی اس وقت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمروا انائکم (اپنے برتنوں کو ڈھانک لو) اس وقت جو لوگ محرمِ اسرار تھے وہ سمجھ گئے کہ اس کا کیا مطلب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا یہ ہے کہ اپنی استعداد کو چھپا لو کہ تمہارے توجہّ و سخن فہمی کے سبب بات آتی تھی اگر کہا جاتا کہ یہ لوگ اس کی قابلیت نہیں رکھتے تو غلطی میں پڑتے ہیں اور نقصان والے ہوتے ہیں اور آنے والے لوگوں نے سمجھا کہ اپنے برتنوں کے منہ کو ڈھانک لو تا کہ زہریلے جانور نہ پڑیں سبحان اللہ ۔ چونکہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی اتنا وسیع المعنی تھا اسی لئے آپ کے کلام کی شان میں وارد ہوا ہے:-

اُوْتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ [۱]

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حقائقِ صوفیہ کا اظہار اور اس طائفہ علیہ کے دقائق کا بیان کبھی کبھی سننے والے کی برکت کا بھی نتیجہ ہوتا ہے۔ایک عزیز بیان کرتے تھے کہ میں حضرت امیر کی خدمت میں بہت زیادہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب کبھی آپ کی مجلس میں حضرت خواجہ (حسن بصری) تشریف لے آتے تھے تو حضرت امیر قدس سرہٗ عجیب و غریب معارف اور اسرارِ طریقت بیان فرمانے لگتے تھے۔ جب کبھی حضرت خواجہ امیر کی مجلس میں آ جاتے تو بے اختیارانہ آپ گفتگو شروع فرما دیتے اور پھر ایسے نادر حکایات و اسرار و معارف آپ کی زبان سے ادا ہونے لگتے تھے کہ دوسرے اوقات میں کبھی آپ بیان نہیں فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ حسن بصری کا معمول

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ علیہ جب منبر پر تشریف لے جاتے تو معرفت و طریقت کے ایسے

---

[۱] مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں یعنی بات چھوٹی سے مضمون بڑا (بخاری و مسلم)

لطیف نکات اور مقامات جو عارفوں کے مناسب حال ہوں بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ حسن بصری وعظ میں معارف کے بیان کرنے اور حقائق طریقت کے اظہار پر بہت ہی زیادہ مائل تھے بایں ہمہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب تک حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا منبر کے نیچے آ کر نہیں بیٹھ جاتی تھیں۔ اس وقت تک وعظ شروع نہیں فرماتے تھے ایک روز آپ بہت دیر تک بی بی رابعہ بصری کا انتظار کرتے رہے اور دیر تک چشم براہ رہے جب لوگوں کے دل تنگ آ گئے ان میں سے ایک نے بطور نکتہ چینی عرض کیا کہ کیا ہوا اگر ایک بڈھی عورت منبر کے پایہ کے پاس نہ آئی اور اتنے لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے جس لقمہ کو ہاتھی کے منہ کے لئے آراستہ کیا ہے اس کو چیونٹی کے منہ میں کیسے رکھوں اور جو نوالہ گینڈے کے لئے تیار کیا ہے چوزۂ مرغ کے منہ میں نہیں ڈالا جا سکتا ۔

شعر

عیسیٰ دلی بباید تا بشنود زبور — لازم کہ دلِ عیسیٰ ہو تا سن سکے زبور
ہر خر چگونہ فہمد مترنم طیور — سمجھے ہر ایک خر کیا یہ نغمۂ طیور

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے مقاماتِ خواجہ میں دیکھا ہے کہ شاہِ بلخ نے اپنی لڑکی سلطان احمد خضرویہ کے لئے پیش کی آپ نے بے مناسبتی کی وجہ سے قبول نہ کیا لڑکی بے حد رنجیدہ ہوئی اور تخلیہ میں حضرت سلطان کے پاس ایک شخص بھیجا اور کہا کہ ہم تم کو اس طریق میں جوانمرد سمجھتے تھے۔

مصرعہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم
خود غلط تھا جو ہمارا تھا خیال

یہ کیا بخل تھا جو آپ نے کیا۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ایک محتاج آپ کے ذریعہ سے دولتِ معنوی تک پہنچے؟ جب اس بات کو حضرت سلطان نے سنا تو بڑا رجحان ہوا ان کو قبول کیا اور عقدِ نکاح میں لے آئے۔ تھوڑے دنوں میں ایسا ہو گیا کہ آپ ان کے واردات و واقعات کے حل کرنے سے عاجز ہو گئے بالآخر حضرت سلطان العارفین کے پاس بسطام میں لے گئے، ایک دوسرے کی یکجائی بے حد محرمانہ و بارتبہ تھی چند مرتبہ تنزل فرماتے تھے تب سلطان احمد ان کے نکتوں کو سمجھتے تھے۔ بسطام میں حضرت سلطان العارفین نے بارہا فرمایا کہ یہ تمہارے مکشوفات و واقعات کا حل تمہاری برکت سے ہے۔ اس کمال محرمی سے جو ان کے درمیان واقع ہوئی سلطان احمد کو رشک وغیرہ آ گئی فاطمہ نے معلوم کر لیا شوہر کو پکارا اور کہا کہ تم میرے بدن کے محرم ہو اور وہ میری جان کا محرم ہے ۔

شعر

میان محرم جان و تن ای یار — میانِ محرم جان و تن زار
زروئے قرب آمد فرق بسیار — بڑا ہے فرق نزدیکی میں اے یار

فاطمہ حضرت سلطان العارفین کے سامنے حقائق نما و معارف کشا رخسار و عذار کو بے حجاب و بے نقاب کئے بیٹھی تھیں ایک دن حضرت سلطان العارفین نے کہا اے فاطمہ ہاتھ پر نقش و نگار تم نے بنایا ہے۔ اسی وقت

انہوں نے اپنے منہ کو چھپالیا اور کہا کہ جب تک میرے ہاتھ کے نقش ونگار آپ نہیں دیکھتے تھے میری صحبت آپ سے جائز تھی جب نگاہ میرے ہاتھ اور نگار پر پڑی اب باہمی اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں ہے ۔

قطعہ

تا کہ میان من و تو ای نگار　　میری تری دوستی تھی اے نگار
بود بہم صحبت معنی نگار　　از پئے نظارۂ معنے نگار
نیست رو ہمدہم زین سپس　　ہمدمی جائز نہیں میرے لئے
چون نظر افتاد بدست و نگار　　دیکھنے جب تم لگے دست و نگار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سب لوگوں کی صحبت نسبت میں خلل ڈالنے کا سبب نہیں ہے بلکہ اکثر لوگوں کی صحبت تو ایسی ہوتی ہے کہ وارد الٰہی وفیض نامتناہی کا سبب ہو جاتی ہے شیخ علاؤالدولہ سمنانی سے نقل فرماتے تھے کہ حضرت شیخ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یکایک ایک کیفیت قوی کا نزول ہوا آپ حفاظت حال کے لیے خلوت میں تشریف لے گئے خلوت میں پہنچتے ہی وہ کیفیت ختم ہوگئی۔ آپ فوراً باہر تشریف لے آئے۔ باہر آتے ہی وہ کیفیت پھر طاری ہوگئی۔ اس وقت آپ پر ظاہر ہوا کہ یہ حال اور کیفیت اس اجتماع اور اصحاب کی ہم نشینی کی برکت سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ سے نقل کرتے کہ ایک روز آپ نے بطرق عتاب وخطاب اپنے اصحاب سے فرمایا ''کہ تم لوگ ہمیشہ اجنبی لوگوں سے اختلاط رکھتے ہو اور ان سے تمہاری مصاحبت رہتی ہے اور یہ طریقہ صرف اُن طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک طبقہ کے لیے روا ہے اول تو وہ جماعت اور وہ لوگ جو بحرِ شہود میں اور حال حضوری میں مستغرق ہیں تو یہ لوگ محض اس خوف سے کہ کہیں کوئی بات ان کو شہودِ حق سے محروم نہ کردے اس سبب سے یہ لوگ احباب کی مجالست اور اصحاب کی مخالطت ہمیشہ کرتے ہیں تاکہ ان کے احوال ہمیشہ پوشیدہ رہیں۔ اور احباب کو ان کی اس نسبت سے آگاہی حاصل نہ ہو اور پیش از وقت احباب آکر جمع نہ ہو جائیں (اس لیے اجنبیوں سے ملتے رہتے ہیں) کیونکہ قرب لوگوں کو تسخیر کرنے والا ہے۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام نے اسی قرب سے تسخیرِ نفوس کی ہے۔ اسی طرح بادشاہ بھی ہزاروں نفوس کی تسخیر اسی قرب کے ذریعہ کر لیتے ہیں۔ (طریقت میں ایسا قرب منع ہے) اور یہی اس بات کا راز اور اس کی اصل ہے کہ چھوٹے بڑوں کے باطن پر تصرّف کر لیتے ہیں (یہی قرب اس تصرف کا ذریعہ بنتا ہے بچہ بڑوں سے ہمیشہ قریب رہتا ہے) اور بچہ ربّ تبارک وتعالیٰ سے قریب العہد ہوتا ہے۔ اور کمسن بچّوں کی محبت جو دِلوں میں ہوتی ہے اس کا سبب بھی یہی ہے۔ منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارش کا پانی اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے رب سے قریب العہد ہے۔

دوسرے اُس گروہ کے لیے اجنبیوں سے اختلاط روا ہے جو تجلّی ذاتی کی حیرانی اور دہشت کے عالم

میں ہیں یہ حضرات سراپا سوختہ ہوتے ہیں اور غیروں کے دیکھنے سے ان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور غیرِ حق ان کی کوئی مراد نہیں ہوتی اور نہ غیرِ حق سے ان کا کچھ مقصود ہوتا ہے۔ یہ حضرات حق تعالیٰ کی طرف سے دوسروں کی تکمیل پر مامور ہیں اور حق تعالیٰ کے حکم سے صاحبِ استعداد لوگوں کے باطن پر تصرّف کرتے ہیں اور ان کے دلوں کو دنیاوی مرادوں کی قید سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ ان دو گروہوں کے علاوہ لوگوں کے ساتھ ہم نشینی اور کسی کو جائز نہیں ہے۔ ہاں سوائے اس عالم کے جو اس آیتِ کریمہ کے بموجب

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ [1] اور اپنے رب کی نعمت کا (خوب) بیان فرمائیں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اجنبی کی صحبت مبتدی اور متوسّط کے لئے ایک زھرِ قاتل اور نسبت میں خلل کا باعث ہے اور جمعیت خاطر میں اس سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔ پس ناجنس کی صحبت سے احتراز کرنا چاہیئے۔

سبحان اللہ سبحان اللہ، صحبت کی بھی کیا تاثیر ہے کہ ناجنس کا لباس بھی وقت میں خرابی اور وحشت پیدا کرتا ہے۔

ایک درویش نے کہا کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت میرے دل میں مرشد کی صحبت میں پہنچنے کا خیال پیدا ہوا، میں اٹھا وضو کیا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی میرے پاس پوستین موجود تھی۔ میں نے اپنی پوستین پہننی چاہی ایک دوسرے شخص کی پوستین وہاں موجود تھی وہ میرے جسم پر ٹھیک آ گئی میں نے اپنی سمجھ کر پہن لی، جب حضرت والا خانقاہ سے باہر تشریف لائے حضرت کے دیدار سے میں مشرف ہوا اور حضرت کی خدمت میں بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد فجر کی نماز ادا فرمانے کے بعد دوسرے لوگ بھی آ گئے اور حلقہِ ذکر شروع ہو گیا۔ حلقۂ ذکر کے اختتام پر حضرت مراقبہ میں مشغول ہوئے ایک لحظہ کے بعد اپنے سر کو اٹھا کر فرمایا کہ مسجد میں کوئی بیگانہ نہ رہے تلاش کے بعد لوگوں نے کہا کہ کوئی نہیں ہے پھر مراقبہ میں گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا کہ اچھی طرح تلاش کرو کہ بیگانہ نہ ہو کیونکہ مراقبہ میں جیسی جمعیت حاصل ہونا چاہیئے ویسی حاصل نہیں ہو رہی ہے لوگوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ کوئی بیگانہ یہاں موجود نہیں ہے۔ تیسری مرتبہ یہی مضمون فرمایا میں نے اپنی پوستین کو جب غور سے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ میری پوستین نہیں ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ اس پراگندگی کا سبب کہیں یہی نہ ہو۔ میں نے خدمت والا میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں یہی بات ہے۔ میں یہ سنتے ہی باہر نکل کر گیا اور وہ پوستین اتار دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ جمعیت خاطر نہ ہونے کا یہی سبب تھا۔

قطعہ

چرا مردم بصحبت نیک مائل — نہ کیوں نیکوں کی صحبت پر ہو مائل
نباشد کاندرو تاثیر دارد — ہر اک انسان، کہ ہے صحبت میں تاثیر
بود در جامہ ہم تاثیر مردم — لباس خلق میں ہوتا اثر ہے
کسی کین نشنود تقصیر دارد — نہ مانے جو تو یہ اس کی ہے تقصیر

---

[1] پ ۳۰ الضّحیٰ ۱۱

شرطِ نہم

مقاماتِ خواجہ میں مذکور ہے کہ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ اس راہِ سلوک کا پورا پورا علم رکھتا ہو کہ جس مرید کو اس راہ میں کوئی دقت پیش آئے وہ اس سے عہدہ برآ ہو سکے اور مرید کی ان مشکلوں کو دور کر سکے۔ جلالی اور جمالی تجلیّات میں تمیز کرا سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی نیتوں اور اَسرار سے واقف ہو، اسی بنا پر مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنی تمام مشکلات اپنے احوال اور اپنے شبہات اپنے شیخ کے سامنے پیش کرے یہ نہ کہے کہ شیخ کو میرے تمام حالات کی اطلاع ہے۔ اس لیے کہ یہ مشیخت کے شرائط میں سے نہیں ہے (ضروری نہیں کہ شیخ مرید کے تمام احوال سے باخبر خود بخود ہو جائے)۔

امام شیخ ابوالقاسم قشیری سے منقول ہے! انہوں نے فرمایا کہ شیخ اور مرشد اگر صاحبِ اشراق ہے اس صورت میں مرید کا عرض احوال مناسب نہیں ہے اور ترکِ ادب ہے۔ اور اگر اہلِ اشراق سے نہیں ہے تو ترکِ عرض ترکِ ادب ہے (مرید کے لیے خلافِ ادب ہے) بہت سے مشائخ اشراق نے (جو صفائے قلب سے مرید کا حال معلوم کر لیتے ہیں) مرید کے خاطر اور باطنی احوال سے آگاہی کو مشیخت اور ارشاد کی شرط قرار نہیں دیا ہے یعنی شیخ کا صاحبِ اشراق ہونا ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ صرف یہ شرط رکھی ہے کہ اگر مرید کو سلوک میں کوئی مشکل پیش آئے یا مدارجِ قرب کے طے کرنے میں کوئی رُکاوٹ پیدا ہو جائے تو مرید کے عرض حال کے بعد شیخ کو اس کی مشکل حل کرنا چاہیئے تاکہ ترقی کا دروازہ اس پر کھل جائے۔ مرید حالتوں کو بطریق ظاہر عرض کرے اور یہ نہ کہے کہ شیخ جانتا ہے کیونکہ بیان کی حاجت ہے کبھی ہوتا ہے کہ جانتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نہیں جانتا، چونکہ تکمیل کے لئے نہ جاننا کوئی عیب نہیں ہے تو چاہیئے کہ پیر سے عرض کرے۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبانِ مبارک سے کیا خوب کہا ہے ؎

مثنوی

یکی پرسید زان گم کردہ فرزند	کسی نے پوچھا اے گم کردہ فرزند
کہ ای روشن گہر پیر خرد مند	کہ ہو روشن دل و پیرِ خرد مند
زمصرش بوئ پیراہن شمیدی	تھا بو کو مصر سے جامہ کے سونگھا
چرا درچاہ کنعانش ندیدی	نہ چاہِ کنعان میں کیوں اسکو دیکھا
بگفت احوال مابرق جہانست	کہا حالت مری برقِ جہاں ہے
دمی پیدا و دیگر دم نہانست	کبھی پیدا کسی دم وہ نہاں ہے
گہی بر طارم اعلیٰ نشینم	کبھی ہوں طارمِ اعلیٰ پہ بیٹھا
گہی برپشت پائ خود نہ بینم	کبھی خود پاؤں کو اپنے نہ دیکھا
اگر درویش بر حالی بماندی	اگر درویش اک حالت پہ رہتا
سر دست ازدو عالم برفشاندی	دو عالم سے وہ ہاتھوں کو اٹھاتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخِ طریقت نے ''اشراق برخواطر'' یعنی مریدوں کے احوال سے بذریعہ اشراق آگاہ ہونا'' کو ارشاد و تکمیل کی شرط قرار نہیں دیا ہے لیکن شاید ہی ایسا کوئی شیخ ہو جو اپنے مرید کے ظاہری اور باطنی احوال سے آگاہ نہ ہو اس لیے کہ مرید میں بعض خصائل ذمیمہ اور بعض اوصافِ خسیسہ موجود ہوتے ہیں ان کو خطرۂ شیطانی کی دخل اندازی کے باعث وہ اپنے پیر پر ظاہر نہیں کرتا۔ (ظاہر کرنا اس کیلئے مشکل ہوتا ہے) پس جبکہ یہ صورتِ حال ہو اور شیخ اس کے خواطر سے آگاہ نہ ہو تو پھر کس طرح اپنے مرید کو ان ذمائم سے روک سکتا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیا کو خواطر سے آگاہ فرما دیتا ہے۔ (ان میں یہ وصف ہوتا ہے) اور بعض کو نہیں۔ چنانچہ طبقات الصوفیہ میں میرے مطالعہ سے گزرا ہے کہ شیخ الاسلام (حضرت عبداللہ انصاری ہردی) نے تحریر فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے خواجہ ابوعلی فارمدی کو خواطر سے آگاہی بخشی تھی۔ اس کے باوجود اس کے اظہار کی ان کو اجازت نہیں تھی۔ اور شیخ احمد زندہ پیل کو خواطر سے آگاہی بھی بخشی تھی اور اسکے اظہار کی اجازت بھی فرمائی گئی تھی۔ بلکہ تمام خواطر کو آپ کے دل کا تابع بنا دیا گیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صاحبِ کشف المحجوب (حضرت شیخ علی بن عثمان جلابی الہجویری الغزنوی قدس سرہ) کو منزلِ سلوک میں وقفہ سے دوچار ہونا پڑا (ترقی میں وقفہ پیش آ گیا) اور اس کا حل کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ کشود کار کے لیے وہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کی خدمت میں گئے۔ اُن کو اس مسجد میں جو اُن کے مکان کے سامنے تھی موجود پایا۔ وہ وہاں تنہا کھڑے تھے اور حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کو جو واقعہ اور وقفہ پیش آیا تھا اس کو بعینہٖ وہ ایک ستونِ مسجد سے بیان کر رہے تھے۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری نے ان سے بغیر دریافت کیے ہوئے اس کا جواب پالیا تو کہا کہ اے شیخ یہ تو میرا ہی واقعہ ہے۔ یہ سن کر شیخ ابوالقاسم گرگانی نے جواب دیا کہ اے فرزند! اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس ستون کو میرے لیے گویا کر دیا تھا اس نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا اسی کا میں اس کو جواب دے رہا تھا۔

شرطِ دہم

مقاماتِ خواجہ میں (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) نے فرمایا ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ یک شبانہ روز میں مرید سے صرف ایک مرتبہ اختلاط کرے۔ بس اس سے زیادہ اختلاط اور مجالست نہ کرے کہ کثیرۃ المشاہدہ فقد الحرمۃ (کثرتِ ملاقات توقیر ضائع کرنا ہے) اپنا حجرہ یا مقام مریدوں سے الگ رکھنا ضروری ہے۔ مریدوں کے اجتماع کے لیے جگہ جداگانہ ہونا چاہیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا معمول

حضرت قدوۃ الکبرا سفر اور حضر دونوں صورتوں میں اس شرط کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے اگر آپ سفر میں ہوتے تھے تو اپنا خیمہ دوسرے خیموں سے الگ نصب کراتے تھے۔ اور دوسرے خیمے مریدوں کے لیے ہوتے تھے۔ ان کے درمیان قدرے فاصلہ بھی رکھا جاتا تھا اور اگر حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی (حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات) کی خدمت میں تشریف لے جاتے تو وہ حجرے مخصوص فرما دیتے تھے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا حضرت قدوۃ الکبرا کے لیے۔ ان دونوں حجروں کے

درمیان صرف ایک دریچہ ہوتا تھا۔اور دونوں حجرے قریب قریب ہوتے تھے۔اور دوسرے مریدوں اور مخلصوں کے لئے خانقاہ مخصوص فرما دیتے تھے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے روح آباد میں بھی اسی طرح کے دو کمرے تیار کرائے تھے،ایک وحدت آباد دوسرا کثرت آباد، آپ خود وحدت آباد میں آرام فرماتے تھے جہاں آپ کا سجادہ تھا اور اس وحدت آباد کو دس صاحبوں کے سوا کسی نے نہیں اٹھایا۔حضرت نورالعین، یہ خادم نظام یمنی، شیخ کبیر، شیخ عارف، شیخ معروف، شیخ الاسلام، شیخ رکن الدین شاہ باز، شیخ مبارک، ملک محمود، بابا حسین اور ایک راج جو دیوار اٹھاتا تھا اور یہ لوگ مٹی اور پانی کا کام کرتے تھے،حضرت قدوۃ الکبرا اس جماعت کو کبھی کبھی اپنے عشرہ مبشرہ کے لقب سے بھی یاد فرمالیا کرتے تھے۔کثرت آباد میں جو دائرہ کے باہر تعمیر کیا گیا تھا تمام افراد خاندان اور اصحاب صومعہ، خدام ومریدین قیام پذیر تھے۔ ذکر حلقہ اسی کثرت آباد میں کیا جاتا تھا۔ دوسرے تمام لوگ آپ کے جمال کا مشاہدہ (جو وحدت آباد کے دائرہ کا مرکز تھا) صرف دو بار کر سکتے تھے۔اس سے زیادہ آپ کا دیدار ممکن نہ تھا۔بجز اس کے کہ کبھی کبھی حضرت نورالعین اور حضرت کبیر نصف شب میں یا صبح کے وقت شرفِ ملاقات حاصل کر لیتے تھے۔

شعر

اشرف این مردم چنانکہ کثرت آباد آمدند	خلق یہ اشرف مثال خلق آباد آئے ہے
عارفان را در مقام وحدت آباد است وطن	عارفوں کا ہے مقام وحدت آباد اک وطن

دوسرے مشائخ کرام کا دستور

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہم جن شہروں میں گئے اور جن مشائخ کی خانقاہوں میں ہمارا گزر ہوا وہاں ہم نے یہی اصول جاری وساری پایا۔چنانچہ ہرات میں شیخ عبداللہ انصاری ہروی کی خانقاہ میں اشغال کا حجرہ الگ ہے اور مریدوں اور معتقدوں کے جمع ہونے کے لیے ایک دوسری خانقاہ ہے۔

شعر

زبہر خاص دارد بارگاہی	برائے خاص ہے درگاہ اکرام
زبہر عام دیگر خانقاہی	بنی ہے خانقاہ اک از پئے عام

اسی طرح شہر سمرقند میں خانقاہِ خواجگان میں جداگانہ انتظام ہے۔

مرید اور مسترشد کی شرائط

شیخ وشیوخت کی شرائط کی طرح مرید ومسترشد کے لیے بھی دس شرطیں ہیں:-

شرطِ اول

یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ سے کوئی بات نہ چھپائے اور خیر وشر سے جو کچھ اس کے دل پر وارد ہو شیخ کے حضور میں تمام وکمال پیش کر دے تاکہ شیخ اس کے احوال باطن سے کلی طور پر آگاہ ہو کر اس کی

استعداد کی حقیقت سے وقوف حاصل کرے۔اس کے مناسب حال روش اختیار کرے۔اوراس کے مزاج کے مطابق اس کے باطنی امراض کا علاج کر سکے۔

شرطِ دوم

دوسری شرط یہ ہے حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ اپنے پیر سے جو کچھ مشاہدہ کرے اس پر اعتراض نہ کرے خواہ بحسبِ ظاہر وہ اس میں کوئی بھلائی نہ دیکھتا ہو اس صورت میں جب وہ مضطرب ہو اور کوئی صورت اس کی تاویل کی اس کے سمجھ میں نہ آتی ہو تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کو یاد کرے اور اس بات پر یقین کرے کہ طریقت میں اس بات سے زیادہ اور کوئی چیز مضر نہیں ہے جتنا کہ اکابر پر اعتراض کرنا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کا تدارک ممکن ہے مگر اعتراض کا تدارک ممکن نہیں ہے کیونکہ معترض ہرگز معذور نہیں ہے اس لیے کہ وہ حجاب جو اعتراض کے باعث پیدا ہو جاتا ہے کسی طرح رفع نہیں ہو سکتا۔اعتراض انتہائی نامبارک اور نامناسب ہے اور یہ فیض مرشد کے مقابل میں ایک دیوار (رکاوٹ) ہے۔پس اے طالب تجھے اس سخت مرض سے پرہیز لازم ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اربابِ طریقت واصحابِ سلوک کے بعض افعال اگرچہ بحسبِ ظاہر خلاف شریعت نظر آتے ہیں لیکن جس کی آنکھوں میں کشف وعیاں کا سرمہ لگا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ افعال بالکل درست اور صحیح ہیں۔ پس جبکہ اربابِ بصیرت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ان حضرات سے ایسے افعال کا صدور (جو خلافِ شریعت ہوں) ممکن ہی نہیں ہے۔سوائے کسی وجہ خاص کے (جو بظاہر نظر نہیں آتی) اس لئے ان کی جانب انکار واعتراض کی نظر سے نہ دیکھے۔ چنانچہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابوالغیث یمنی سے ان کے اصحاب نے ایک دن گوشت کی فرمائش کی۔آپ نے فرمایا کہ فلاں دن بازار لگے گا اس دن تم گوشت کھا سکو گے۔ جب مقررہ دن آیا تو خبر آئی کہ ڈاکوؤں نے ایک قافلہ لوٹ لیا ہے۔اس خبر کو آئے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک ڈاکو آیا اور حضرت کی خدمت میں ایک گائے نذر کی۔ شیخ نے درویشوں سے کہا کہ اس گائے کو ذبح کرلو اور گوشت پکالو۔لیکن اس کا سر اسی طرح رکھا رہنے دینا۔اس کے بعد ایک دوسرا ڈاکو آیا اور گیہوں کی ایک بوری خدمت میں پیش کی شیخ نے حکم دیا کہ یہ گیہوں پیس کر روٹیاں پکالو۔فقراء نے ویسا ہی کیا جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا۔جب کھانا تیار ہو گیا تو شیخ نے درویشوں سے فرمایا کھانا کھاؤ۔اس جماعت میں کچھ فقہاء بھی موجود تھے۔ان کو یہ سب باتیں معلوم ہو چکی تھیں شیخ نے ان لوگوں کو بھی کھانے میں شرکت کے لیے بلایا لیکن وہ نہیں آئے۔ شیخ ابوالغیث نے فقراء سے فرمایا کہ تم لوگ کھاؤ کہ فقہاء حرام مال نہیں کھاتے ہیں۔ جب تمام مرید کھانا کھا چکے تو ایک شخص حاضرِ خدمت ہوا اور اس نے کہا اے حضرت میں نے ایک گائے آپ کی درگاہ کے درویشوں کے نذر کرنے کے لیے روانہ کی تھی راستہ میں ڈاکوؤں نے اسے چھین لیا۔ شیخ نے کہا اگر تم اس گائے کا سر دیکھ لو تو کیا پہچان لو گے اس نے کہا جی ہاں! شیخ نے حکم دیا خادم گائے کا وہی سر اٹھا لائے (جو شیخ کے حکم سے جوں کا توں رکھ دیا گیا تھا) اس شخص نے کہا کہ یہ میری ہی گائے کا سر ہے کچھ دیر بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے حضرت میں آپ کی نذر کے لیے ایک بوری

گیہوں لایا تھا راستہ میں ڈاکوا سے لوٹ کر لے گئے ۔ حضرت نے گیہوں کی گون طلب فرمائی اوراس کو دکھائی اس نے پہچان لیا۔ آپ نے فرمایا کہ فقیروں کی نذر فقیروں کے پاس پہنچ گئی۔ جب فقہانے یہ مشاہدہ کیا تو فقیروں کے ساتھ کھانے میں نہ شریک ہونے پر بہت پشیمان ہوئے۔ اور شیخ کی عدم اطاعت سے گمراہی میں گرفتار ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرات صوفیہ اور اصحاب طریقت اپنے اعیان ثابتہ سے آگاہ ہوتے ہیں اور اپنے آثار واحکام سے ان کو وقوف حاصل ہوجا تا ہے اوران آثار میں بعض احکام ذمیمہ موجود ہوتے ہیں تو بہت جلد ان افعال پر اقدام کرتے ہیں۔ تا کہ جلد ہی توبہ واستغفار کرلیں۔ پس ان کے بعض افعال اسی قبیل سے ہوتے ہیں اور اکثر وہ افعال ظاہری اعتبار سے مذموم نظر آتے ہیں لیکن ان میں کسی نہ کسی کا فائدہ پنہاں ہوتا ہے۔ (پس اسی افادیت کی بناء پر ان کے صدور سے گریز نہیں کیا جاتا)۔

حضرت مولانا روم کا ایک واقعہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مولوی رومی قدس سرہٗ (مولانا جلال الدین رومی) نے اپنے فرزند سلطان ولد کو حضرت شمس الدین (شمس تبریزی) کی خدمت میں دمشق بھیجا اور بہت سا سونا اور چاندی ان کو دیا اوران سے کہا کہ جب حضرت شمس الدین کی خدمت میں پہنچو تو یہ مال وزران کے جوتوں میں ڈال دینا اوران کے جوتوں کا رُخ سرزمین روم (قونیہ) کی طرف کردینا۔ مولانا نے سلطان ولد کو بتایا کہ جب تم دمشق پہنچو تو محلہ صالحیہ میں ایک مکان پیکر کے نام سے مشہور ہے وہاں جانا۔ وہاں مولانا شمس الدین تم کو ایک خوبصورت فرنگی لڑکے کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہوئے ملیں گے۔ ان کا شطرنج کا کھیل اس طرح ہورہا ہوگا کہ جب مولانا بازی جیت لیتے ہیں تو وہ فرنگی زادہ سے سونا لیتے ہیں اور جب وہ فرنگی زادہ بازی جیت لیتا ہے تو وہ مولانا کے تھپڑ مارتا ہے! خبردار تم یہ رنگ دیکھ کر کہیں ان کے منکر نہ ہوجانا وہ فرنگی پسراسی گروہ صوفیہ کا ایک فرد ہے۔

رباعی

بچشم بد مکن زنہار زنہار — نہ دیکھو چشم بد سے ان کو زنہار
نظر براین ہمہ نیکان دادار — نہ کرنا عادلوں نیکوں کا انکار
کہ افعال ہمہ خاصان بعامان — کہ عامی کی نظر میں فعل خاصاں
نماید عکس در چشمان انکار — نظر آتا ہے اُلٹا اور بے کار

لیکن وہ خود اپنے مقام سے بے خبر ہے حضرت مولانا شمس الدّین قدس سرہ محض اس لئے اس کے ساتھ شطرنج کھیل رہے ہیں کہ اس کو اس کے مقام سے آشنا کردیں۔

جب سلطان ولد دمشق پہنچے تو مولانا شمس الدین کو اسی جگہ شطرنج کھیلتے ہوئے پایا جس کی نشان دہی مولانا روم نے کی تھی جب سلطان ولد اوران کے ہمراہی حضرت شمس کی خدمت میں پہنچے تو ان کے ہمراہیوں نے مولانا کے سامنے اظہار عزت وتعظیم کے لیے سر جھکا یا اوران سب پر رقت طاری ہوگئی۔ جب فرنگی زادہ نے یہ

کیفیت دیکھی تب وہ سمجھا یہ کوئی بہت بڑے بزرگ ہیں۔ وہ اپنی بے ادبیوں پر بہت شرمندہ ہوا۔ ٹوپی سر سے اتار کر رکھ دی۔ اسی وقت اسلام قبول کرلیا۔ اور اس کے پاس جو کچھ مال و دولت موجود تھا۔ اس نے چاہا کہ اسی وقت اس کو لٹا دے لیکن مولانا شمس الدین نے اجازت نہیں دی۔ بلکہ اس کو حکم دیا کہ فرنگستان لوٹ جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو راہِ حق دکھاؤ۔ اور خود اس جماعت کے قطب بن جاؤ۔

سلطان ولد نے جو کچھ زر و سیم لائے تھے مولانا شمس الدین کی جوتیوں میں ڈال دیا اور ان کا رُخ روم کی طرف کر دیا۔ پھر مولانا سے تمام ارادتمندوں کے ساتھ روم تشریف لے جانے کی استدعا کی۔ مولانا نے ان کی گذارش قبول کر لی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور سلطان ولد (اور دوسرے ہمراہی) ان کی رکاب میں روانہ ہوئے! مولانا شمس الدّین نے فرمایا کہ اے بہاء الدین تم بھی سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے سر جھکا کر جواب دیا بادشاہ بھی سوار ہو اور غلام بھی سوار ہو۔

شعر

نزیبد بندہ را در خدمت شاہ ۔۔۔ نہیں ہے شاہ کے ہوتے یہ زیبا
کہ برنشیند براسپی اندرین راہ ۔۔۔ کہ بیٹھے گھوڑے پہ ہمراہ بندہ

یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ الغرض دمشق سے قونیہ تک بہاء الدین (سلطان ولد) اسی طرح پیادہ پا ان کی رکاب کے ساتھ ساتھ آئے۔ جب حضرت شمس الدین قونیہ میں پہنچے تو انہوں نے سلطان ولد کی خدمات کا مولانا روم سے تذکرہ کیا اور سوار ہونے کے سلسلہ میں جو کچھ انہوں نے جواب دیا تھا وہ بھی مولانا روم کو سنایا اور ان کے جواب پر بہت مسرّت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے دو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ سَر اور سِرّ،سَر تو میں نے مولانا کے خلوص اور محبت کی راہ میں جدا کیا۔ اور سِر سلطان ولد کو بخش دیا۔ اگر بہاء الدّین کو عمر نوح بھی میسّر آجاتی اور وہ اس راہ (طریقت) میں وہ تمام عمر صرف کر دیتے تو ان کو وہ آتش محبّت میسّر نہ آتی جو اس سفر میں میں نے ان کو عطا کر دی ہے''۔ امید ہے کہ تم سے بھی بہت سے حصے پائیں گے۔

مسند عالی سیف خان کا بیان ہے کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا سے میری عقیدت بہت بڑھ گئی اور از روئے اطاعت وصدق ارادت میرا دل اس بات پر آمادہ ہوا تو میں نے یہ پختہ ارادہ کرلیا کہ علائق روزگار اور علائق دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلوں۔ جزوی اور کلی طور پر تجرید (تنہائی اور خلوت گزینی) کو اپنا شعار بناؤں لیکن حضرت اس کو نہیں مانتے تھے کہ جس حال میں ہوں اس سے کچھ نکلوں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بعض طالبان طریقت کو قرب کے شرف سے مشرف فرمایا ہے ان کے لئے لوگوں کی کثرت سے ملاقات اور عوام کا اژدحام توجہ باطنی کے لئے مانع نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [1] ۔۔۔ وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید وفروخت غافل نہیں کرتی اللہ کی یاد سے۔

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۷

وہ اپنے معمولات سے ذرا سی دیر کے لئے غافل نہیں ہوتے پس دنیا سے تعلّق رکھتے ہوئے جس کام کا حکم دیا گیا ہے اس میں مشغول رہو چونکہ آپ کے دیدار اور شرفِ ملاقات سے ہر روز میری عقیدت میں ایک اور دس کی نسبت سے اضافہ ہو رہا تھا۔ ایک روز حضرت نے محض میرے امتحانِ عقیدت کے لیے رات کے وقت مجھے اپنے خرگاہ میں طلب فرمایا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حسین وجمیل عورت کہ چشم زمانہ نے جس کی مثال نہیں دیکھی اور لوگوں کے کانوں نے اس کی طرح کا حُسن نہیں سنا اندر بیٹھی ہوئی ہے۔ چینی کی صراحی اور حلبی پیالہ قریب رکھا ہے اور کھانے کی وہ تمام چیزیں جو ایسے موقع پر ہوتی ہیں موجود ہیں۔ میں کچھ دیر خدمت گرامی میں بیٹھا رہا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ باہر جاؤ اس واقعہ کے بعد بھی میں حسبِ معمول آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا۔ آپ نے میری ارادت کو ملاحظہ فرمالیا اور جان لیا کہ پہلے سے سوگنا زیادہ ہے اس واقعہ کو کچھ مدت جب گزر گئی تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ہم نے ایسا عظیم گناہ کیا جو تمہارے مشاہدہ سے گزرا لیکن اس کے باوجود تمہارے اعتقاد اور ارادت میں کچھ خلل پیدا نہیں ہوا۔ تعجب کی بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے مخدوم۔ اے میرے آقا۔ بندہ کو اس سے کیا سروکار کہ وہ بزرگوں کے معاملہ میں پڑے۔ ہاں۔ میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ عورت کوئی جنّی تھی کسی دوسرے کی بیوی یا کوئی عورت نہیں تھی۔ اور وہ شراب کوئی خانہ ساز شربت تھا اور اگر یہ نہ بھی ہوتو ''عصمت'' شرط انبیاء ہے (ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا) اولیا کے لیے عصمت شرط نہیں ہے۔ جب آپ نے میرا یہ جواب سماعت فرمایا تو ارشاد کیا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ تمہارا نام اولیا کے دفتر میں درج کیا جائے۔

شرطِ سوم

شرط سوم مرید کے لیے یہ ہے کہ شیخ کی طلب کا جذبہ مرید میں صادق ہو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اپنی اس طلب سے باز نہ آئے۔ خواہ تمام دنیا کی تلواریں اس کے سر پر کھنچی ہوں۔ (وہ اپنے طلب سے باز نہ آئیں)۔

بیت

عاشق ثابت قدم آنکس بود در کوئ دوست	عاشق ثابت قدم بس وہ ہے کوئے دوست میں
رو نگر داند اگر شمشیر بارد برسرش	منہ نہ پھیرے سر پہ اس کی گو کہ برسے تیر و تیغ

حضرت مولانا قطب الدین دمشقی سے روایت ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب طالب صادق و مرید واثق اللہ تعالیٰ کی ہدایت وعنایت سے شیخ کے حضور میں باریاب ہوتو اس کو اس بارے میں اپنا اطمینان کر لینا چاہیئے کہ شیخ میں اقتدائیت کی صلاحیت ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ بہت سے طالبان راہِ حقیقت اس منزل میں ہلاک ہوئے ہیں۔ اس موقع پر حضرت دُرِّیتیم نے عرض کیا کہ مشائخ کی معرفت اس وقت تک جب تک کسی کی آنکھ کو نورِ عرفان سے روشن نہ کیا ہو کس طرح حاصل ہوسکتی ہے اور مقتدی تو اس معاملہ میں بالکل ہی کورا اور نابلد ہوتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ رسالہ ''مکیہ'' میں فرمایا گیا ہے **"یعرف ذالک بانحوان الناس و من احوال الجماعة الذین یعتقدون و یحبونه"** اس کی شناخت دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے اور اس جماعت کے حالات سے کی جاسکتی ہے جو اس شیخ کی پیرو ہے۔ اور ان لوگوں سے جو اس سے محبت کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے جو اس کام میں مشغول ہیں معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اقتدائیت

کی بعض علامات اور ولایت کی بعض نشانیاں سابقہ اوراق میں بیان ہو چکی ہیں۔ان کے ذریعہ سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔ایک اور مقررہ کسوٹی بھی ہے وہ یہ کہ جب تم اس شیخ کے حضور میں پہنچو تمہارا دل حق کی طرف کھنچنا چاہیئے اور تمہارا دل تعلقاتِ زمانہ سے ٹھنڈا ہوکر رہ جائے اور ایسا شیخ صاحبانِ بصیرت کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہتا ع

مشک غماز ست نتواند نہفتن بوئ را
مشک خود غماز ہے بوکو چھپانا ہے محال

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایسے شخص کی جو قدر و قیمت میں کبریت سرخ کی طرح ہے اور عنقائے مغرب کی طرح ناپید ہے اگر خوش قسمتی سے صحبت حاصل ہو جائے تو پھر اس کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیئے اور اپنے دل میں اس کو یقین کر لینا چاہیئے کہ اس کے لیے سوائے اس ذاتِ گرامی کے کوئی اور شیخ نہیں ہے اور خدا تک سوا اس کے کوئی اور شیخ نہیں پہنچا سکتا اسی کا نام توحید مطلب ہے اور بے شک یہ ایک رکن عظیم ہے اکثر مریدوں سے اس راہ میں غلطی سرزد ہوئی ہے اور اس ایک غلطی کے باعث وہ طریق الٰہی سے کٹ گئے اس وجہ سے کہ وہ مشائخ کے معاملے میں تذبذب میں پڑ گئے اور ہر ایک طریقہ سے انہوں نے چاشنی کا ذائقہ چکھا اور اس طرح وہ پریشانی اور تشویش کا شکار ہو گئے۔

اس موقع پر شیخ کبیر نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت توحیدِ مطلب سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ توحید مطل سے یہ مراد ہے کہ طالبِ تحقیق یقین کے ساتھ یہ جان لے کہ مطلب تک سوائے اس شیخ کے ذریعہ کے پہنچنا ممکن نہیں ہے۔جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔یقیناً جو اس سلسلہ میں تشویش اور تذبذب کا شکار ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کس وادی میں اس کو ہلاک کرے۔ پس جس طرح کہ حق تعالیٰ واحد ہے قبلہ واحد ہے اسی طرح سزادار یہی ہے کہ مطلب بھی واحد ہوتا کہ شیطان اس میں تصّرف نہ کرے۔اسی طرح اس کا نفس بھی اس معاملہ میں اس کو پریشان اور عاجز نہ کرے۔پس یہی سزاوار ہے کہ مرید صادق اور مخلص ہو اور اس راہ میں صدق بس یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں پوشیدہ طریقہ پر اور ظاہری طور پر مستقیم (ثابت قدم) رہے اور تمام اطوار کے ساتھ طالبِ پروردگار رہے۔یعنی بدن کے ساتھ،نفس کے ساتھ،قلب کے ساتھ،عقل کے ساتھ،اپنے سر کے ساتھ اور اپنی روح کے ساتھ اور اخلاص یہ ہے کہ اسکی تمام حرکات وسکنات،قیام،قعود اور دوسرے تقلبات (تبدیلیوں) افعال واقوال صرف خدا کے لیے ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدّین نقشبند فرماتے تھے کہ بعض لوگوں سے خطاب کرنے میں یہ فرماتے رہے ہیں کہ تواضع اور نیازمندی اختیار کرو اور خود کو ایسا بنالو کہ اگر اعتقاد صادق کے ساتھ تم کسی سنگِ سیاہ کی طرف توجہ کرو تب بھی اپنے مقصود کو پہنچ جاؤ اور مطلب سے بہرہ مند بنو۔اگر نیازمندی سے خالی اور عاری ہو گئے اور اس صورت میں کسی پیغمبر کی صحبت بھی تم کو میّسر ہو ہرگز مقصود حاصل نہ ہو گا نہ کسی معنی کا فیضان ہو گا۔

شعر

صدق و نیاز باید تدبیر این سفررا　　ہے اس سفر کا ساماں صدق و نیاز زیبا

زاہد ترانہ بینم یک زہد آن دوائی　　زاہد نہیں سمجھتا تجھکو میں ایک ذرّہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عابد ایک ویرانہ کے گوشہ میں عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور یہاں مجاہدہ میں اپنے شب و روز بسر کرتے تھے، صرف جمعہ کے دن نمازِ جمعہ اَدا کرنے کے لیے جامع مسجد میں آتے تھے نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر اسی ویرانہ میں لوٹ جاتے باقی نمازیں وہیں ادا کرتے اسی طرح ایک مدت گزر گئی جب شہر کے اکابر اور دوسرے بزرگوں کو ان کے اس حال سے آگاہی ہوئی تو ان کے دلوں میں ان کی صحبت کی بہت خواہش پیدا ہوئی۔ ان سے ان کے احوال کے بارے میں ہر چند لوگوں نے دریافت کیا لیکن انہوں نے کچھ نہیں بتلایا۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے ایک دن ان کا دامن پکڑلیا اور عرض کیا کہ آپ جب تک اپنا حال نہیں بتلائیں گے میں آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ مجبوراً عابد کو بولنا پڑا کہ کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا آپ کا نام کیا ہے۔ آپ کہاں رہتے ہیں۔ آپ کے مرشد کون ہیں؟ انہوں نے کہا میرا نام عبدالصدق ہے میں توکل کے گوشہ میں رہتا ہوں۔ میرے شیخ بھی اسی زاویہ میں مقیم ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ از راہِ عنایت اپنے شیخ سے ہم لوگوں کو بھی ملوایئے تاکہ جس طرح آپ سے شرف اندوز دیدار ہوئے ہیں ان سے بھی شرف اندوز ہوسکیں عابد نے جواب دیا کہ حضرت مرشد معذور ہیں اور چلنے پھرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ انشاءاللہ دوسرے جمعہ کو (نماز سے فراغت کے بعد) اگر تمہارا دل ملاقات کو چاہے تو میرے ساتھ چلنا۔ اس گفتگو کے بعد ایک دوسرے کو رخصت کیا اور عابد ویرانے کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان عابد کا کوئی شیخ یا مرشد تو تھا نہیں۔ یہ بہت ہی حیران و پریشان تھے کہ آئندہ جمعہ لوگوں کو میں کیا جواب دوں گا۔ یہ اسی فکر میں تھے کہ خود سے غافل ہوگئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب جن کی نورانی داڑھی تھی فرماتے ہیں کہ کل جو تیرا دامن پکڑے وہی تیرا پیر ہے۔ یہ جب خواب سے بیدار ہوئے تو بہت ہی خوش تھے۔ جب صبح ہوئی یہ باہر نکلے تو ان کا دامن ایک پودے کے کانٹے سے اُلجھ گیا (کانٹے نے دامن پکڑلیا) انہوں نے کہا کہ بس یہی میرا پیر ہے۔ اس نے میرا دامن پکڑا ہے۔ یہ اس کے سامنے بڑے ادب سے بیٹھ گئے۔ اور اس طرح اس کے سامنے سر جھکایا کہ جس طرح پیروں کے سامنے تعظیماً سر جھکاتے ہیں اور جس طرح پیروں کی خدمت میں رہتے ہیں یہ بھی اس خارِ نہالچہ کے سامنے آنے جانے لگے۔ لیکن شرم کے مارے کافی مدت تک شہر نہیں گئے۔ آخر کار ان کے دل میں آیا کہ شہر چلنا چاہیئے اگر اس شخص نے میرے پیر کے بارے میں دریافت کیا تو میں ساری حقیقت اس سے بیان کردوں گا اور اپنے اس دورخے پن کے چہرہ سے نقاب الٹ دوں گا۔ یہ خیال کرکے جب یہ شہر میں پہنچے اور جمعہ کی نماز ادا کی تو لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور معذرت کرنے لگے کہ شاید آپ ہمارے اس دن کے استفسار سے ناراض ہوگئے (اور آنا ترک کردیا) انہوں نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں میرے نہ آنے کا۔ سبب کچھ اور تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے پیر سے تمہاری

ملاقات کراؤں گا (اور کریم وہ ہے جو وعدا پورا کرے) اب اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ عابد نے کہا بہت خوب آپ لوگ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ ایک جمِ غفیر ان کے ساتھ ساتھ روانہ ہوگیا۔ ادھر یہ عابد اس فکر میں غلطاں و پیچاں راستہ طے کر رہے تھے کہ جب میں بتاؤں گا کہ میں ''خار'' کا مرید ہوں تو لوگ میرے بارے میں کیا کہیں گے لیکن جب یہ اس کانٹے والے پودے کے پاس پہنچے (جس سے ان کا دامن الجھ گیا تھا) تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس پودے کے قریب ایک بہت ہی عجیب و غریب فرش بچھا ہوا ہے اور اس فرش پر ایک عمر رسیدہ شخص جن کی داڑھی سفید ہے تشریف رکھتے ہیں۔ اس بزرگ کو دیکھ کر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ میں مخلوق میں رسوائی سے بچ گیا۔ عابد نے ساتھ آنے والے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ یہ ہیں میرے پیر و مرشد۔ ان کی قدم بوسی کرو۔ وہ لوگ بڑی نیاز مندی کے ساتھ ان شیخ سے ملے اور بڑے ادب سے ان کے سامنے بیٹھے رہے۔ کچھ دیر تصّوف کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی آخر کار انہوں نے فرمایا کہ آئندہ آپ لوگ مجھ سے نہ مل سکیں گے۔ اس کے بعد جس کسی کے دل میں میری ملاقات کا شوق اور مجھ سے ارادت و عقیدت کا جذبہ پیدا ہو وہ میرے اسی خلیفہ اور مرید (جس کا نام عبدالصدق ہے) کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جائے۔ ہر ایک نے یہ بات قبول کر لی۔ اور پھر یہ لوگ وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ سب لوگ چلے گئے اور اس متمثّل صورت نے بھی جانے کا اِرادہ کیا تو عبدالصدق نے اس کا دامن پکڑ لیا۔ اور اپنا تمام ماجرا اس سے بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں تو تمہارے صدق ہی کی صورت ہوں حق تعالیٰ نے تمہارے کشود کار کے لیے یہ سامان مہیا فرما دیا تھا۔ اب تم کچھ فکر نہ کرو بے فکر ہو کر جس کام میں مشغول رہتے ہو اس میں مشغول رہو۔

حضرت خواجہ بہاؤالدّین نقشبند کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ آپ فرماتے تھے کسی ایک جگہ (ایک پیر) سے اپنا تعلق استوار رکھنا اور اس پر استقامت دکھانا اعلیٰ مرادوں کے حصول کا ذریعہ ہے اور ایک ہی پیر سے مستقل تعلق رکھنا بلند مقامات پر پہنچنے کا ذریعہ ہے، نہ یہ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو ایک جگہ ہے وہ ہر جگہ ہے جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ نہیں ہے بلکہ ہر جائی تو اس پرندہ کی طرح ہے جو یہاں سے اڑا وہاں جا بیٹھا راہِ طلب میں مذبذب اور بزرگان طریقت نے کچّے اور بے قرار ہر جائی کا ثمرہ الخیر نام رکھا ہے۔ اس ہر جائی سے سوائے تضیع اوقات کے اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

مرید کیلئے ضروری ہے کہ اپنے پیر کے تمام افعال کو محبوب رکھے (پسند کرے) اور اسکے کسی کام کو مکروہ یا ناپسند نہ جانے۔ مرشد کے تمام افعال اسکی محبّت کے سبب سے مرید کو محبوب ہونا چاہیئے۔ اگر اتفاق سے پیر سے کوئی ناپسندیدہ کام سرزد ہو جائے تو اس کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ یہ سوچے اور اس امر میں غور کرے کہ اس میں بھی کوئی ایسی حکمت ہوگی جو میرے احاطۂ علم سے باہر ہے تا کہ ایسا ناروا خیال اس کی فیضیابی میں سدِ راہ نہ بن جائے۔ مرید کی ارادت شیخ کے ساتھ ایسی ہونا چاہئیے کہ وہ اپنے شیخ کو تمام لوگوں سے

بہتر سمجھے اور سب سے زیادہ دوست رکھے۔ یہاں تک کہ اپنے نفس سے زیادہ وہ اس کو محبوب ہو۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

لا یکمل ایمان المرءِ حتّی اکون احبّ الیه من نفسهٖ و ولدهٖ ومالهٖ	کسی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک وہ اپنی جان اولاد اور مال سے زیادہ مجھے محبوب نہ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی کے بارے میں فرماتے تھے کہ ان کا ارشاد ہے کہ مرید اپنے پیر کو کامل اور نقصان وزوال سے پاک ومنزہ جانے اور مقصودِ کونین اور وجودِ دارین اسی سے حاصل ہے۔

قطعہ

زبہرِ کام خود ای کام پیکر	ہمارا مدعا ہے پیر کا در
ندارم در جہان جز پیر دیگر	نہیں رکھتا جہاں میں دوسرا گھر
زبہر حاجیان کعبۂ راہ	برائے حاجیان کعبۂ راہ
نبا شد قبلۂ جز پیر خوشتر	نہیں قبلہ سوائے پیر خوشتر

شرطِ چہارم

شرطِ چہارم مرید کے لیے یہ ہے کہ ہر معاملہ اور ہر بات میں شیخ کی اقتداء نہ کرے جب تک شیخ اس کو اس کام کے کرنے کا حکم نہ دے۔ ممکن ہے کہ بعض باتیں شیخ نے اپنے مقام کے اعتبار سے اپنے لیے گوارا اور پسند کرلی ہوں اور وہ مرید کی نسبت اس کے مقام اور اس کے خاص مشرب کے لحاظ سے اس کے لیے زہر قاتل ہوں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

شعر

توصاحب نفسی ای غافل میان خاک وخون میخور	توصاحبِ نفس ہے غافل میان خاک وخون کھالے
کہ صاحبدل اگر زہری خوردآن انگبین باشد	کہ صاحبدل جو کھائے زہر بھی وہ انگبین ہوئے

اس لیے شیخ کی نقل مرید کے لیے جائز نہیں ہے۔ وہ شغل ہو یا مراقبہ یا اس طرح کے دوسرے احوال۔ جب تک شیخ کا حکم نہ ہو۔ ایسے کام نہ کرے۔ خواہ وہ نفلی نماز ہی کیوں نہ ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ مرید گفتگو میں، چلنے پھرنے میں اور کھانے اور سونے میں بھی شیخ کی تقلید نہ کرے۔ جب تک اس سلسلہ میں پیر حکم نہ دے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک ضعیفہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کا ساتھ کا بیٹا بھی تھا۔ اس نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے اس بیٹے کو آپ سے بہت تعلق خاطر ہے۔ میں نے اپنے حقوق سے اس کو آزاد کردیا ہے۔ آپ اس کو خدمت میں قبول فرمالیں۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے رضائے الٰہی کے لیے اس کو اپنی خدمت میں قبول فرمالیا اور اس کے لیے ریاضت ومجاہدہ فرمادیا۔ چند روز کے بعد وہ ضعیفہ اپنے بیٹے سے ملنے آئی۔ چونکہ اس کی غذا صرف جو کی روٹی تھی اور عبادت وریاضت کے لیے راتوں کو جاگنا بھی ہوتا تھا۔ اس لیے وہ بہت لاغر ہوگیا تھا۔ اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

بیٹے سے مل کر وہ حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں آئی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک طبق رکھا ہے اور اس میں مرغوں کی بہت سی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں جو ابھی ابھی حضرت شیخ نے تناول فرمایا تھا۔ عجوزہ نے شیخ قدس سرہ سے کہا کہ اے میرے سردار! آپ خود تو مرغ کا گوشت کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنا دست مبارک ان ہڈیوں پر رکھ کر فرمایا۔

تم باذن الله الذی یحیی العظام وھی رمیم — اس خدا کے حکم سے اُٹھ جو بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالتا ہے۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سارے مرغ زندہ ہوگئے اور بانگ دینے لگے اس وقت شیخ نے اس ضعیفہ سے کہا کہ جب تمہارا بیٹا ایسا بن جائے گا (اس مرتبہ پر پہنچ جائے گا) تو پھر وہ جو چاہے کھائے۔

مبتدی مرید ایک بیمار کی طرح ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مبتدی مرید اور طالب مقتدی ایک پیٹ کے بیمار کی طرح اور شیخ منتہی اور مقتدا ایک تندرست شخص کی مانند ہے۔ اور بہ نسبت ایک تندرست شخص کے ایک بیمار کو نقصان پہنچانے والی غذاؤں سے پرہیز لازمی ہے۔ اور تندرست کو پرہیز کی ضرورت نہیں ہے۔ پس شیخ و مرید کے حال کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ بعض ایسی غذائیں اور ماکولات ہیں کہ صحیح البدن شخص ان کو ہضم کر سکتا ہے۔ لیکن بیمار شخص ان کو کھالے تو یقیناً وہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ مولوی رومی قدس سرہ نے فرمایا ہے:

قطعہ

صاحب دل را ندارد آن زیان — صاحبِ دل کا نہیں اس سے زیاں
کہ خورد او زہر قاتل را عیان — زہر قاتل بھی اگر کھالے عیاں
زانکہ صحت یافت از پرہیز رست — کیوں کرے پرہیز صحت پا گیا
طالب مسکین میانِ تپ درست — اور طالب تو ہے تپ میں مبتلا

پس جانبین کے اطوار اور طرفین کے اسرار کا اندازہ اسی سے کر لینا چاہیئے کہ بعض اسرار و احوال شیخ کے لیے دوسرے ہیں اور بہت سے اذکار و اشغال مرید کے لیے دوسرے ہیں۔ پس اس صورت میں مرید کو بعض افعال سے روکنا شیخ کا عین کرم ہے۔ جس طرح ایک حکیم حاذق مرض کی تشخیص کر لیتا ہے اور مرض پیدا کرنے والے مادہ کا ادراک کر لیتا ہے تو مضر غذاؤں سے اس کو روک دیتا ہے۔ تاکہ اس کے مرض میں اضافہ نہ ہو وہ جو کچھ کرتا ہے از روئے عنایت و شفقت کرتا ہے۔ اس کو بیمار سے عداوت تو نہیں ہوتی کہ غذاؤں سے منع کر دیتا ہے۔ شیخ کے سلسلہ میں شفقت اور افادیت کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

شرطِ پنجم

مرید کے لیے پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے کلام و حکم کے ظاہر معنی پر ٹھہرا رہے اور ہرگز اس کی تاویل نہ کرے تاکہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے صدقِ عقیدت کے بموجب اس کے درجات میں

ترقی کا اشارہ فرمائے اور فہم دقائق میں اس کے لیے آسانیاں پیدا فرمادے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرید خدمت شیخ میں مصروفِ عمل تھا۔ شیخ نے ہیزم کشی (لکڑیاں کاٹ کرلانے) کی خدمت اس کے سُپرد تھی۔ چنانچہ وہ ہر روز لکڑیاں جنگل سے لایا کرتا تھا۔ اور جس جگہ شیخ حکم دیتے وہاں ان لکڑیوں کو ڈال دیتا تھا۔ یا اگر کسی کو دے دینے کا حکم ہوتا اس کو دے دیتا۔ اتفاق سے ایک دن شیخ حقائقِ معرفت کے بیان میں مصروف تھے اور اصحابِ طریقت ان جواہر معارف وحقائق کے سننے میں محو تھے کہ اس حال میں وہی مرید لکڑیوں کا گٹھا لے کر حاضر ہوا اور معمول کے مطابق دریافت کیا کہ ان کو کہاں ڈال دوں، دومرتبہ عرض کیا شیخ نے اس کی طرف بالکل توجّہ نہیں فرمائی کیونکہ وہ حقائق کے بیان میں بالکل ازخود رفتہ ہورہے تھے جب اس نے دوبارہ دریافت کیا کہ میں لکڑیاں لے آیا ہوں۔ اب کیا کروں۔ شیخ نے ناراض ہوکر کہا کہ کتنی بار مجھ سے پوچھے گا جا آگ میں جا کر بیٹھ جا۔ مرید بہت ہی پرخلوص اور سلیم القلب تھا۔ شیخ کے اس حکم کے بموجب (شیخ کے ارشاد پر تامل کیے بغیر) تنور میں جو خوب گرم تھا چلا گیا۔ اس واقعہ کو کافی دیر گزر گئی۔ تب شیخ کو یہ خبر پہنچی کہ وہ ہیزم کش مرید تنور میں جا کر بیٹھ گیا ہے۔ شیخ جلدی سے اٹھے اور اس کو آگ سے باہر نکالا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کا ایک بال بھی آگ سے نہیں جلا تھا۔ اور حضرت خلیل اللہ کی طرح آگ اس پر گلزار بن گئی تھی ؎

شعر

با یاد او در آتش سوزندہ شد خلیل — لیکر کے یاد اس کی گئے آگ میں خلیل
آتش زہاب چشمہ آبِ زلال شد — آگ ایک نہر و چشمہ، آبِ رواں ہوئی

شرطِ ششم

شرط ششم مرید کیلئے یہ ہے کہ وہ شیخ کے اشارات اور احکام ظاہری کو بجالائے (ان پر بھروسہ کرے) اور تعمیل میں جلدی کرے خواہ وہ اس اشارت کے معنی سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔ کہ شیخ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تعمیل غایت مقصود اور مقام حصول کی نہایت ہے (اسی سے منزلِ مقصود نصیب ہوتی ہے) حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ شیخ کا حکم بجالانے میں مرید کو وہ راستہ اختیار کرنا چاہیئے جو حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ نے حضرت شمس تبریزی کا حکم بجالانے میں اختیار کیا تھا کہ انہوں نے تو خلافِ شریعت احکام کی بجا آوری میں اس حد تک عمل کیا، موافق شرع احکام کی اطاعت کے سلسلہ میں تو کہنا ہی کیا ہے (تأمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) جب تک مرید کا عقیدہ اس حد تک اور اس مرتبہ تک نہیں پہنچے گا۔ (جس حد تک مولانا رومی نے حضرت شمس تبریزی کی اطاعت کی) اس وقت تک اس کو اس راہ میں ترقی میسّر نہ ہوگی۔ اس موقع پر حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ حضرت مولانا روم کی فرمانبرداری حضرت خواجہ میں اور جو واقعہ ان میں گزرا آج کل لوگ ایک دوسرے کے خلاف بیان کرتے ہیں از راہِ عنایت اس سلسلہ میں جو کچھ حقیقت ہے اس سے سرفراز فرمائیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ان دونوں واقعات کے سلسلہ میں دو قسم کی روایتیں ہیں اور وہی لوگ بیان

کرتے ہیں۔ میں نے حضرت سلطان ولد (فرزند گرامی حضرت مولانا رومی) سے اس سلسلہ میں تحقیق کی تھی وہ میں بیان کرتا ہوں بلکہ میں اس یگانہ روزگار ہستی (شمس تبریزی) کے آغاز حال وابتدائے کار سے اس سلسلہ بیان کو شروع کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ سلطان ولد فرماتے تھے حضرت خلاصۂ ارواح واشباہ وسراپردہ رشمع وشمعدان ومصباح شمس الدین محمود نے اپنے ابتدائے کار اور آغاز حال کے سلسلہ میں خود اس طرح فرمایا ہے کہ:

''میں مکتب میں تھا کہ ابھی قریب بہ بلوغ نہیں ہوا تھا چالیس چالیس دن تک مجھے سیرت محمدی کے عشق میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہوتی اور اگر کھانے پینے کے لئے کہتے تو میں ہاتھ اور سر سے منع کر دیتا۔''

حضرت شمس الدین محمود (شمس تبریزی) شیخ ابو بکر سیلہ باف تبریزی کے مرید تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجابی کے مرید تھے۔ جن کے مرید شیخ اوحدالدین کرمانی بھی تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت شمس تبریزی شیخ بابا کمال خجندی کے مرید تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ شاید آپ نے ان تمام اکابر کی صحبت سے فیض پایا ہے اور تربیت حاصل کی ہے۔ بہرحال آپ اپنے احوال کے آخری مرحلہ میں ہمیشہ سفر میں رہتے تھے اور سیاہ نمدہ پہنتے تھے، آپ جس شہر میں پہنچتے وہاں آپ کا قیام کارواں سرائے میں ہوتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ بغداد میں پہنچے تو آپ کی ملاقات شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہ سے ہوئی۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ کس کام میں مصروف ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کا پانی کے طشت میں مشاہدہ کر رہا ہوں۔ شمس تبریزی نے فرمایا اگر تمہاری گردن میں دنبل (پھوڑا) نہیں نکلا ہے تو اس کو آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے۔

کہا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں مولانا شمس الدین بابا کمال خجندی کی صحبت میں رہتے تھے تو اس وقت وہاں شیخ فخر الدین عراقی بھی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ کے حکم کے بموجب مقیم تھے ان کی صحبت میں شیخ فخر الدین عراقی کو جو فتوح اور کشف حاصل ہوتا وہ اس کو نثر و نظم کے لباس سے آراستہ کر دیتے تھے۔[1] اور بابا کمال خجندی کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔ لیکن شیخ شمس الدین قدس سرہ سے ایسی کسی بات کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز بابا کمال نے ان سے فرمایا کہ اے فرزند شمس الدین وہ اسرار و معارف جو فرزند عزیز فخر الدین عراقی پر منکشف ہوتے ہیں تم پر منکشف نہیں ہوتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان سے کچھ زیادہ ہی مجھ پر منکشف ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ انہوں نے بعض مصطلحات کو اپنا لیا ہے وہ اپنی واردات و معارف کو بہت عمدہ طریقہ سے عبارت میں پیش کر دیتے ہیں۔ مجھ میں ایسی لیاقت موجود نہیں ہے۔ یہ سُن کر بابا کمال خجندی نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ تم کو ایک ایسا مصاحب عطا فرمائے گا جو اولین و آخرین کے معارف کو تمہارے نام سے پیش کرے گا اور

---

[1] شیخ فخر الدین عراقی قدس سرہ کی نثر میں بلند پایہ کتاب ''لمعات'' موجود ہے جس کی شرح حضرت جامی نے اشعۃ اللمعات کے نام سے لکھی ہے نظم میں آپ کا دیوان غزلیات یعنی دیوان عراقی موجود ہے۔

حکمت و معرفت کے چشمے اس کی زبان سے جاری ہوں گے اور وہ ان کو حرف وصوت کے لباس میں پیش کرے گا۔ لباس کی وضع تمہارے نام سے مشہور ہوگی۔ [۱]

مشہور ہے کہ مولانا شمس الدین (تبریزی) ۶۴۳ھ میں قونیہ تشریف لے گئے۔ اور شکرریزان کی سرائے میں قیام کیا۔ اس زمانہ میں مولانا رومی درس وتدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ایک روز مولانا رومی فاضل شاگردوں کے ساتھ ایک حوض کے کنارے تشریف فرما تھے۔ چند کتابیں آپ کے پاس رکھی تھیں اس مجلس درس وتدریس میں مولانا شمس الدین بھی پہنچ گئے اور مولانا سے پوچھا کہ یہ کون سی کتابیں ہیں۔ مولانا رومی نے جواب دیا کہ اس کو قیل وقال کہتے ہیں اس کو تم کیا جانو۔ مولانا شمس الدین نے ہاتھ بڑھا کر وہ کتابیں اٹھالیں اور سب حوض میں ڈال دیں۔ مولانا رومی سخت پریشان ہوئے۔ اور فرمایا۔ ہائے ہائے درویش! یہ تم نے کیا کیا؟ ان میں بعض کتابیں میرے والد محترم کی تصانیف تھیں جن کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں ہے۔ حضرت شمس تبریزی نے پانی میں ہاتھ ڈال کر ایک ایک کتاب نکال کر ان کو دے دی کسی کتاب پر بھی پانی کا اثر نہیں ہوا تھا (کوئی کتاب تر نہیں ہوئی تھی۔) مولانا رومی نے ان سے کہا کہ اے درویش! یہ کیا راز ہے۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ ذوق وحال ہے۔ تم اسے کیا جانو! یہ اسرار دیکھ کر مولانا بہت حیران ہوئے ان کے دل میں ان کی خدمت میں رہنے کا جذبہ پیدا ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مولانا رومی نے سب کچھ ترک کر دیا اور ہر وقت آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

ایک روز یہ دونوں حضرات خلوت میں بیٹھے تھے کہ مولانا شمس تبریزی نے کہا کہ کسی شاہد (معشوق) کو لاؤ مولانا رومی اٹھ کر گئے اور اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آپ کی خدمت میں لائے اور کہا شاہد حاضر ہے۔ شمس تبریزی نے کہا کہ یہ تو میری بہن ہے۔ کسی نازنین پسر کو لاؤ۔ مولانا رومی نے اسی وقت اپنے صاحبزادہ سلطان ولد کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ تو میرا فرزند ہے۔ اچھا یہ چھوڑو۔ اس وقت اگر تھوڑی سی شراب مل جائے تو لاؤ کہ پینے کو جی چاہتا ہے۔ مولانا رومی باہر آئے اور یہودیوں کے محلہ سے شراب کا ایک گھڑا (صراحی) بھروا کر خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت شمس تبریزی نے فرمایا اے جلال الدین! ہم تمہاری اطاعت اور حسنِ عقیدت کا امتحان لے رہے تھے اور اس میں تم کو کامل پایا (جس قدر بیان کی جاسکتی ہے اس سے زیادہ طاعت تم میں موجود ہے) اس کے بعد مولانا رومی کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہو گئے اور تین ماہ تک مسلسل خلوت میں رات دن صوم وصال (لگاتار روزے) سے رہے اور کسی وقت بھی باہر نہ نکلے۔ نہ کسی شخص کی مجال تھی کہ ان کی خلوت میں داخل ہو سکے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سلطان ولد سے جو کچھ میں نے سنا تھا وہ بس یہی تھا۔

بعض لوگ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کی تقریب اور موقع اس کے علاوہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک

---

[۱] دیوان شمس تبریزؒ اس پیش گوئی کا مصداق ہے کہ کلام حضرت رومی رحمتہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور دیوان شمس تبریز کا کہلاتا ہے (مترجم)۔

روز مولانا رومی درس سے فارغ ہوکر شاگردوں کے ساتھ شکرریزان کی سرائے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ حضرت شمس تبریزی آپ کے سامنے آئے اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر آپ کو روک لیا اور کہا کہ اے امام المسلمین بایزید بسطامی زیادہ بزرگ ہیں یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت جلال الدین رومی کا بیان ہے کہ اس سوال کی ہیبت سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے ساتوں آسمان شق ہوکر زمین پر گر پڑے ہیں اور میرے باطن سے ایک آگ بلند ہوئی جو میرے دماغ تک جا پہنچی اور دھواں ساق عرش تک جا پہنچا ہے۔ پھر میں سنبھل گیا اور میں نے ان کو جواب دیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا **ماء فناک حق معرفتک یااله العلمین.** میں تجھے اتنا نہ پہچان سکا جتنا تیری معرفت کا حق تھا۔ اور بایزید بسطامی پکار اٹھے **سبحانی ما اعظم شانی** میں سبحان ہوں اور میری شان کس قدر بلند ہے۔ **وانا سلطان السلاطین** اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ابویزید بسطامی کی پیاس ایک گھونٹ پانی ہی سے ختم ہوگئی اور وہ سیرابی کا دعویٰ کر بیٹھے اور ان کے ادراک کا کوزہ پُر ہوگیا۔ روشنی اسی قدر اندر داخل ہوتی ہے جتنی روزن میں وسعت ہوتی ہے۔ لیکن مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاس عظیم تھی اور یہ پیاس لحمہ بہ لحمہ بڑھتی رہی آپ کا سینہ مبارک [۱] **اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ** کی کشادگی کے ساتھ کشادہ ہوا۔ [۲] **وَاَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَة**'' کے بقدر اس کو وسعت بخشی گئی لہٰذا آپ تشنگی کا اظہار فرماتے رہے (آپ سیراب نہ ہوئے) اور ہر روز آپ زیادتی قرب کی استدعا فرماتے رہے پس بایزید بسطامی کو حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت؟! یہ جواب سنتے ہی مولانا شمس الدین نے ایک نعرہ مارا اور گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت مولانا رومی گھوڑے سے اتر پڑے شاگردوں کو حکم دیا کہ وہ شمس تبریزی کو اٹھا کر مولانا رومی کے مدرسہ میں لے جائیں۔ جب وہ ہوش میں آئے تو ان کا سر مولانا رومی کے زانو پر رکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت شمس تبریزی مولانا کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔ پھر وہاں ان کو جو کچھ ملا وہ محتاج بیان نہیں۔

شرطِ ہفتم

یہ ہے کہ خود کو سب سے کم تر جانے اور کسی پر اپنا حق نہ جانے نہ کسی کا اپنے اوپر حق خیال کرے کہ جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو اور عقیدہ رکھے کہ دو جہاں میں حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے پیر کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے تا کہ اس مقام پر پہنچے جہاں مظاہر کی دیوار اس کی بصیرت سے بالکل ہٹا دی جائے خلیل کی طرح اپنے سے یہی کہے کہ

اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۚ [۳]	بے شک میں نے یکسو ہوکر اپنا رخ اسی کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

---

[۱] کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے کشادہ نہیں کر دیا۔ پ ۳۰ سورہ نشرح ۱

[۲] اور اللہ کی زمین وسیع وفراخ ہے۔ ۱۲۔ پ۲۳ سورہ زمر ۱۰ [۳] پ ۷ الانعام ۷۹

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے منقول ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر تربیت کے بارے میں بطور نبی کے ہے۔ پیر اپنی قوم میں نمونہ نبی کا ہے اپنی امت میں۔

شعر

ایکہ کنی فرق نبی از ولی | کر نہ بیان فرقِ نبی و ولی
ہر دو یکی دان و رہا کن دوئی | دونوں کو اک جان ہٹا دے دوئی

گفتم کہ پیا مبری تو یا پیر | میں بولا ہو پیر یا پیمبر
گفتہ کہ دوئی زراہ برگیر | بولا کہ دوئی کو دور تو کر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک مرید بڑی دور سے حضرت سید الطائفہ کے پاس آیا اور مرید ہوا اور طالب ہدایت ہوا کہ سبیل مقصود وراہِ شہود کے سلوک کا طریقہ بتا دیں۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا اگر سچے طالب ہو تو آؤ اور کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جنید اللہ کے بھیجے ہیں چونکہ طالب سچا تھا فوراً تعمیل کی۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا پیغمبر برحق و رسول مطلق حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں میں ان کی درگاہ کا ادنیٰ غلام اور ان کی بارگاہ کا کمینہ جاروب کش ہوں لیکن میں تمہارے اعتقاد کی جانچ اور تمہارے اطاعت کی تحقیق کر رہا تھا تو بہ کرو اللہ ہم کو تم کو بخشے اور اللہ تعالیٰ تمہاری طلبِ محبوب کو بڑھائے۔

قطعہ

بدانکہ پیر سراسر صفات حق باشد | تو جان پیر کو ہے مظہر صفات خدا
اگرچہ نماید بصورت بشری | اگرچہ نظروں میں رکھتا ہے ایک شکل بشر
بہ پیش تو چو کف ست بہ وصف چون دریا | تری نظر میں ہے اک کف مگر ہے وہ دریا
بہ پیش خلق مقیم است و ہر دمش سفری | مقیم کہتے ہیں سب کر رہا ہے پر وہ سفر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو چاہیئے کہ اس کا مقصود و مراد پیر کے سوا کوئی نہ ہو اور سارا مقصد اس کا ذاتِ شیخ کے سوا کچھ نہ ہو کیونکہ شیخ کی صورت میں حق تعالیٰ کی تجلیاں ہیں کیونکہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے پیر بیچ میں سبب ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

رباعی

نی رفع عطش زتشنگان آب کند | کم پیاس کو پیاسوں سے نہ یہ آب کرے
نی دفع کلال خفتگان خواب کند | اور دفع تکان نہ نیند اور خواب کرے
حاشا کہ کند غیر مسبب کاری | حاشا کہ کرے غیر مسبب کوئی کام
لیکن زپس پردۂ اسباب کند | گو نظروں میں در پردۂ اسباب کرے

حضرت قدوۃ الکبرا بارہا حضرت شیخ مظفر بلخی کو یاد کرتے تھے اور ان کو عالی ہمت فرماتے تھے اور

فرماتے تھے کہ لاکھوں شاباشی اُن کے اس قول پر ہو جو کہا ہے کہ حق تعالیٰ جلوہ گاہ فردوس میں اگر شرف الدین کے ظہور میں تجلی نہ کرے تو میں ہرگز نہ دیکھوں

مصرعہ

فردوس چہ کار آید گر یار نباشد
فردوس ہے کس کام کی جب یار نہیں

جب تک کہ صرف پیر کی ذات مقصود و محل عقیدت نہ ہو اس کا کام اس سے آگے نہ بڑھے گا اور پیر کی نسبت مرید کے اخلاص کا کمال یہ ہے کہ اس کے سوا سب کم ہے اگر ایسا کرے تو اس کا نقص نہیں ہے۔

شعر

کسیکہ دررہ اخلاص آنچنین نرود — کرے اگر رہ اخلاص میں نہ یوں تگ و دو
بکوئ وصل دلآرام نازنین نرود — وصال اس کا دلآرام نازنین سے نہ ہو

یہ ان کی ہمت کا کمال ہے کہ دو جہاں کے مقصود سے منہ پھیر دیا اور مقصد کی جانب رخ فرمایا۔

قطعہ

منصب وی برتراز کونین آمد گفتہ اند — اس کا درجہ دو جہان سے بڑھکر ہے سب نے کہا
کوسِ عالی ہمتی بر ذروۂ اعلیٰ زنند — کوسِ ہمت ذروۂ اعلیٰ پہ ہے اس کا بجا
روبسوئ حور جنت کردن از دون ہمتی است — حور جنت کی طرف رخ کرنا ہے دون ہمتی
ہر کجادون ہمت آمد برسرِ او پازنند — جس جگہ دون ہمت آیا لات سے مارا گیا

شرطِ ہشتم

یہ ہے کہ کسی امر میں خیانت نہ کرے اور پیر کی تعظیم میں بے انتہا کوشش کرے۔ اور اپنی عمارتِ دل میں اس ذکر کی جس کو پیر نے فرمایا ہو دل سے بے حد سعی کر کے پورا کرے اور جب کبھی ذکر کے علاوہ شہوت وغیرہ کا خطرہ دل پر گذرے تو اسی وقت ذکر کی طرف رجوع کرے اور مشغول ہو اور جان لے کہ ایک وقت میں دو مخالف امروں میں مشغول نہیں ہو سکتا تا کہ غفلت طاری نہ ہو۔ یوں برا خطرہ ہرگز نہیں گھسنے پاتا تو ذکر سے غفلت کو دور کرنا چاہیئے کیونکہ ذکر کی حقیقت غفلت کا ہٹانا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ خواجگی نے فرمایا کہ مرید کے لئے شرط یہ ہے کہ ہمت کو ایسا بلند کرے کہ پیر کو اپنی جان سمجھے اور آپ اس کا جسم و قالب ہو جائے۔

بیت

دل بتو زندہ است مگر جان توئ — تم سے ہے دل زندہ مگر جان ہو تم
منتِ جان چیست چو جانان توئ — منتِ جان کیا ہے جو جانان ہو تم

جب پیر مرید کی جان ہو گیا اور مرید پیر کا قالب ہو گیا یعنی جس طرح کہ تمام قالب بھر پور سر سے پاؤں تک بالکل جان سے بھرا ہوا ہے مرید کا تمام جسم پیر کی محبت سے بھر جائے اور قالب تو خرقہ ہے اور جان خرقہ پوش ہے

تو مرید خرقہ ہوا اور پیر خرقہ پوش یہاں تک کہ ایک ہونے کے خیال کا غلبہ ایسا ہو کہ جو بات مرید کہے گویا پیر نے کہا ہو جو مرید سنے گویا پیر نے سنا ہو اور جو مرید دیکھے گویا پیر نے دیکھا ہو اور جہاں مرید جائے گویا پیر گیا ہو اور جس کو مرید پکڑے گویا پیر نے پکڑا ہو اور مرید کا سارا جسم ایک قالب ہو گیا ہو اور سارا وجودِ پیر مرید کی جان ہو جائے۔ تیرا پاؤں اس کا موزہ ہو گیا اور تیرا ہاتھ اس کی آستین اور تیری آنکھ اس کی کھڑکی اور جو پیر لوگ لکھتے ہیں کہ تب اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور اس کی صحبت میری صحبت اور اس کا خرقہ میرا خرقہ' وہ اسی مقصود کا راز ہے۔ جب ایک ہونے کے خیال کے غلبہ کی وجہ سے پیر مرید کی جان ہو گیا اور مرید پیر کا قالب اور پیر مرید کا خرقہ بن گیا اور مرید پیر کا خرقہ پوش ہو گیا تو جس مرید کا خرقہ پیر ہو اگر عارضی خرقہ کی طرف وہ توجہ نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور یہ سب مریدوں کو نہ چاہیئے بلکہ اس مرید کو جو پیر کی جگہ پر پہنچا ہو کیونکہ ایسا مرید تو ایک صفت ہے جو ذاتِ پیر کے ساتھ قائم ہے اور اس کے دریائے ذات میں ڈوبا ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقۂ شیخ فقیر کو دے دیا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب یہ ناچیز فقیر مخدومی و مخدوم عالم پیشوائے بنی آدم حضرت شیخ علاؤالدین (طیب اللہ مثواہ) کی خدمت میں باریاب ہوا اور حضرت کی ظاہری اور باطنی نگاہوں سے مجھ کو اختصاص حاصل ہوا تب حضرت نے طرح طرح کے خاص لباس (خرقے) اور دوسرے تبرکات مرحمت فرمائے تو میں نے اسی دن وہ خرقہ اور دوسرے تبرکات ایک فقیر کو دے دیئے۔ بعض متعلقین حضرات نے جو مجھ سے کدورت رکھتے تھے ازروئے غصہ وحسد طعنہ زنی شروع کر دی کہ ذرا اس کو دیکھو اس نے پیر کا خاص خرقہ دوسرے کو دے دیا۔ ایسا بھی کہیں ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ تک پہنچا دی۔ حضرت مرشد نے فرمایا کہ اشرف کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو لغو و بے معنی ہو۔ تم لوگ خود اس سے دریافت کرو کہ اس نے یہ کیوں کیا۔

جب ان لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا تو اس فقیر نے ان سے جواب میں کہا کہ خرقہ عین پیر ہے یا غیر پیر ہے ظاہر ہے کہ خرقہ عرض کی طرح ہے (قائم بالغیر) یقیناً وہ غیر پیر ہے۔ اور پیر کی نظر غیر پر نہیں ہوتی اور مرید پیر کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ پس اس کی نظر بھی غیر پر نہیں ہوتی۔ اگر میں ان عوارضات کی طرف التفات کرتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ میں پیر سے کچھ بھی اکتساب نہیں کر سکتا اور جو شخص پیر سے اکتساب نہیں کر سکا اس کو پیر سے کیا نسبت اور تعلق؟

مصرعہ

شان بین مُحَمَّد ومُحَمِّد چون این
کتنا فرق ہے حامد ومحمود میں

میرا یہ جواب ان لوگوں نے حضرت مرشدی تک پہنچا دیا۔ حضرت نے میرا جواب سن کر تحسین فرمائی اور میرے حق میں یہ دعا فرمائی کہ اے اشرف تیری خوشبو شرق سے غرب تک پھیلے گی۔

شرطِ نہم

شرط نہم مرید کے لیے یہ ہے کہ مرید کو دو جہان سے کوئی خواہش اور حاجت نہ رہے جب تک اس میں

خواہش اور حاجت باقی ہے وہ خواہشات کا طالب ہے (اور پیر کا طالب نہیں ہے) اور مرید نہیں ہے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مرید کو شیخ کے قابو میں اس طرح ہونا چاہیئے جیسے مردہ غسّال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے۔ پس مرید کے لیے مناسب ہے کہ شیخ اس کے لیے جو کچھ چاہے اس کے سوا اس کی اور کچھ خواہش اور آرزو نہ ہو۔ اس صفت کے لحاظ سے اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ اس کو مرید ہی نہ کہیں کہ اس منزل پر پہنچ کر اب خود اس کا ارادہ تو باقی ہی نہ رہا جس کے باعث اس کو مرید کہا جائے۔ مرید کے لفظ کا اب اس کی ذات پر اطلاق کرنا بس ایک تسامحہ ہوگا (بھول چوک کے سوا کچھ نہیں) اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ کے کلام میں کبھی خطا اور غلطی کا گمان نہ کرے۔ اس لئے کہ شیخ کے افعال اور اقوال تمام تر احوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں کہ جو اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝	اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے ۔ نہیں ہوتا
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ [1]	ان کا فرمانا مگر وحی جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے۔

پس شیخ کی طرف غلطی کا گمان ایک خیال فاسد ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین کا ایک واقعہ

حضرت شیخ الاسلام خواجہ نظام الدین قدس اللہ سرہ ایک شب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا **یا ملک الفقراء المساکین** (اے بادشاہ فقراء ارباب احتیاج) جب شیخ نظام الدین بیدار ہوئے تو ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ المساکین کے بجائے والمساکین ہونا چاہیئے تھے۔ عطف کی وجہ سے (واؤ برائے عطف درمیان میں ہونا چاہیئے تھا) کہ فقرا اور مساکین کے درمیان مغائرت موجود ہے۔ لیکن اسی وقت اس وسوسہ سے وہ پشیمان ہوئے اور فرمانے لگے اے کاش میں پڑھا ہوا نہ ہوتا کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر اعتراض نہ ہوتا۔

شعر

بر حرفِ ہیچ کس منع انگشت اعتراض	مت رکھ کسی کے حرف پہ انگشت اعتراض
تا کلک صنع نیست کہ خطی خطا کشد	یہ وہ قلم نہیں ہے کہ کھینچے خطِ خطا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے قول کو مرید بالکل ارشاد خداوندی سمجھے اگر شیخ کے مقولہ میں کچھ اشکال معلوم ہو تو اسکو اپنے فہم کا قصور سمجھے جب اس میں صفائے ادراک پیدا ہوگی تو وہی مقولہ صحیح معلوم ہوگا یا اسکی صحت کو پہنچ جائیگا حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ میرے مخدوم و مرشد حضرت علاؤ الدین فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نظام الدین (طاب مثواہ) نے ایک دُعا حضرت فریدالدین گنج شکر

[1] پ ۲۷ النجم ۳۔۴

سے سیکھی تھی۔اور پیر کے ارشاد کے بموجب اس کو اپنے وظائف میں شامل کرلیا تھا۔اور اس کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے لیکن اس دعا میں ایک لفظ پر اعراب بظاہر غلط نظر آتا تھا، علمائے نحو آپ سے ہر چند کہتے تھے کہ آپ اعراب کو بدل دیں (کہ وہ غلط ہے) لیکن آپ نے اعراب نہیں بدلا۔اور اسی طرح بظاہر غلط اعراب کے ساتھ وہ دعا پڑھتے رہے۔ایک طالب علم نے آپ سے اس بارے میں بہت ضد کی اور کہا کہ یہ اعراب غلط ہے اور اس طرح یہ لفظ غلط ہوجاتا ہے۔تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو غلط سمجھوں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں نے اپنے پیر کو غلطی سے منسوب کیا اور یہ محال ہے۔ کچھ عرصہ بعد تحقیق و تدقیق نحوی سے ہر ایک کو معلوم ہوگیا کہ وہی اعراب جس کے ساتھ حضرت پڑھا کرتے تھے اس لفظ پر صحیح تھا۔

شعر

کسی کہ طالب و سالک رہِ خدا باشد — ہر ایک شخص جو ہے طالبِ طریق خدا
دم از خطاش زدن بر تراز خطا باشد — خطا بتانا اُسے ہے خطا سے بڑھ کر خطا

شرطِ دہم

یہ ہے کہ ہر اس شخص کے حکم کا فرمانبردار ہو جس کو شیخ نے اس پر افسر کر رکھا ہو۔ خواہ خود علم میں اس ہستی سے بلند و برتر ہی کیوں نہ ہو۔ (شیخ نے جس کو اس پر مقدم رکھا ہے اس سے علم میں بالاتر اور بلند ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کرے اور خود سے مقدم جانے) اور یہ اعتقاد رکھے کہ شیخ نے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہی بہترین ہے اور سب طریقوں میں اشرف ہے۔اور اس کا شیخ سب سے زیادہ کامل ہے ورنہ اکثر صورتوں میں بحسب اوقات اس کا دل کسی اور اشرف و اکمل کی طرف متوجہ ہوگا اور یہ رغبت و میلان نسبتِ ذوقیہ کے ظہور میں مانع ہوگا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین فرماتے تھے کہ ہم ایک بار مولانا ابو بکر کی ملاقات کے لیے گئے ان کی خدمت میں اس وقت ایک شخص بھی موجود تھا۔ جو کسی دوسرے رسمی پیر کا ارادت مند تھا۔ حضرت مولانا ابو بکر نے اس شخص سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ تم اپنے پیر کو زیادہ چاہتے ہو یا حضرت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں اپنے پیر کو حضرت امام اعظم سے زیادہ چاہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اے کتّے! تو اپنے شیخ کو امام اعظم سے زیادہ دوست رکھتا ہے۔اور سخت طیش کے باعث وہ وہاں نہ بیٹھ سکے اور اٹھ کر گھر میں چلے گئے۔ میں اور وہ دونوں شخص حیران تھے۔ کچھ دیر بعد وہ شخص اُٹھ کر چلا گیا اور میں وہاں تنہا رہ گیا اور یہ سوچ رہا تھا کہ مولانا نے اس شخص کے بارے میں یہ کیا بات کہہ دی۔ کچھ دیر کے بعد مولانا باہر تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ وہ شخص کہاں چلا گیا میں نے عرض کیا کہ وہ تو اسی وقت چلا گیا تھا۔مولانا نے فرمایا کہ آؤ اس سے چل کر عذر خواہی کریں۔ چنانچہ ہم اس شخص کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ راستہ میں اس شخص سے ملاقات ہوگئی وہ سامنے آکر کہنے لگا۔ میں آپ ہی کی خدمت میں جارہا تھا۔ اس وقت آپ کے غصہ کی وجہ سے آپ کی بات کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکا۔اب میرا جواب سنیے! کہ میں پچاس سال سے مسلکِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پیرو ہوں۔

اور امام اعظم کبھی مجھے ناپسندیدہ اور نامناسب کام سے نہیں روک سکے۔لیکن میرے پیر نے چند ہی روز میں تمام برے کاموں سے مجھے روک دیا۔ اور اب میں ان کی بیعت کی برکت سے حق تعالیٰ کی طرف رغبت اپنے دل میں پاتا ہوں پس اگر ایسے شخص کو اس شخص کے مقابل میں زیادہ دوست رکھنا اور زیادہ چاہنا از روئے شریعت وطریقت جائز نہیں ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔یہ سن کر مولانا نے اس کے سر اور چہرہ کو بوسہ دیا اور اس سے بہت معذرت کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اپنے سے بالا پیر بھائی کی خدمت وملازمت بہت زیادہ ضروری ہے اسی لئے حضرت نے تمام اپنے ساتھیوں کو حضرت کبیر کی خدمت وتعظیم کا حکم دیا تھا۔قریب قریب فرماتے تھے جس طرح کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے کہا ہے قیامت میں ہر شخص کسی چیز پر فخر کرے گا میرا فخر اس ترک خدا یعنی خسرو دہلوی کے سینہ کے سوز پر ہوگا۔ اسی طرح ایک رات اس فقیر کے سر میں ندا کی کہ اشرف دنیا میں کیا ہاتھ لگا جو میری سب سے بڑی نعمت ہو۔ہم نے عرض کیا بار خدایا اگر چہ تو نے مجھ کو بے حد نعمتیں دی ہیں۔

وَاِنْ تَعُدُّ وْاِنعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَاؕ [1] اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں گن نہ سکو گے۔

لیکن چار نعمتوں کا شکر میں ادا ہی نہیں کرسکتا اور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ مجھے ان چار چیزوں پر فخر ہوگا: ایک یہ کہ مجھے درگاہ مصطفیٰ وبارگاہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں اور چار دب کشوں میں پیدا کیا دوسرے یہ کہ حضرت والا درجت سرکار علائی کے شرف خدمت سے مجھے مشرف کیا، تیسرے یہ کہ عرفان الٰہی ووجدان نامتناہی کی دولت وشوکت مجھے دی۔چوتھے یہ کہ دریائے حقائق کے دو گوہر اور کان دقائق کے دو جوہر مجھے نصیب کئے اور وہ دو گوہر ایک حضرت نور العین دوسرے حضرت کبیر ہیں۔خدا نے چاہا تو ان کے ولایت کی روشنیاں اور ہدایت کے اثرات قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی پیاری اولاد کے طفیل

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے ہر پیشوا اور رہنما کے اصحاب واحباب میں ایک پیر بھائی بالا ہوتا آیا ہے اور میرے احباب میں میرے فرزند شیخ کبیر ہیں۔جب حضرت کبیر نے بیابان فنا سے میدان بقا کا سامان باندھا اور وصال حقیقی کی منزل میں پہنچے تو حضرت درِّ یتیم کو اس عہدہ سے سرفراز کیا اور فرمایا کہ یہ منصب میرے فرزندوں میں فرزند کبیر کی اولاد میں کسی ایک کو ہر زمانہ میں پہنچتا رہے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی نے اپنی حیات کے آخر وقت میں چار خلیفہ کو رشد وہدایت کے محل پر بٹھایا اور چاروں کو ارشاد کی اجازت دی ایک خواجہ عبداللہ برقی، دوسرے خواجہ حسن اندقی، تیسرے خواجہ احمد یسوی جو ترک تھے، چوتھے خواجہ عبد الخالق غجدوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت شیخ یوسف کے بعد ان چاروں سے جن کا ذکر ہوا ان کے پہلے یعنی یار پیش قدم مقام ارشاد میں تھے۔

[1] پ۱۴ النحل ۱۸

دوسرے حضرات نے ادباًان کی خدمت وملازمت کی کیونکہ یار پیش قدم کا ادب رکھنا طریقت کے لوازم سے ہے اور جب ان پہلے پیر بھائی کی رحلت وسفر آخرت کا وقت قریب ہوا سب پیر بھائیوں کو دوسرے یعنی خواجہ حسن اندقی کی طرف اشارہ کیا اور اُن کا سفرِ آخرت قریب ہوا تو سب پیر بھائیوں کو خواجہ احمد یسوی کی صحبت کا اشارہ فرمایا اور سپرد کردیا جب خواجہ احمد یسوی کا سفر ترکستان کی طرف ہوا سارے پیر بھائیوں کو خواجۂ جہاں خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی فرمانبرداری کا اشارہ کیا۔

شعر

از صدائ گنبدِ گردون چنین آمد بگوش — کان میں یوں گنبد گردوں سے آتی ہے صدا
کز بزرگان ہر کسی نوبت نبوبت میزنند — باری باری سے بزرگوں کی ہیں بجتی نوبتیں

مرید حتی الوسع شیخ کی خدمت بجالائے

حضرت نورالعین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے خدمت شیخ کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ مقامات خواجہ میں منقول ہے کہ مرید کو حد درجہ خدمتِ شیخ میں کوشاں رہنا چاہیئے اور کسی مالی اور جانی شے سے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ مرید کے لئے شیخ کی خدمت سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں ہے۔

شعر

ارادت نداری سعادت مجوئ — ارادت نہیں تو سعادت کہاں
بچوگانِ خدمت بر آورد گوئ — ملے گیند چوگان خدمت سے ہاں

شیخ کی خدمت سے مرید کو جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ دونوں جہاں کی لذتوں سے زیادہ ہے۔

حضرت شیخ سیف الدّین باخرزی نے کس طرح شیخ کی خدمت کی

حضرت نے تقریباًان الفاظ میں فرمایا کہ ایک بار حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کیلئے خطا سے ایک کنیز لائی گئی۔ شب زفاف سے پہلے آپ نے اپنے ارادت مندوں سے فرمایا کہ آج رات ہم ایک مشروعہ لذت میں مشغول رہیں گے۔ تم لوگ بھی میری موافقت میں آج رات کی ریاضت ترک کردو (آج رات ریاضت مت کرو) اور آسودگی وراحت کے ساتھ اپنے اپنے گھروں میں آرام کرو۔ یہ فرما کر شیخ گھر میں چلے گئے۔ شیخ سیف الدین باخرزی نے یہ کیا کہ ایک مشک پانی سے بھر کر شیخ کے خلوت خانہ کے باہر دروازہ پر لیکر کھڑے ہو گئے۔ اور تمام رات اسی طرح کھڑے کھڑے گزاردی۔ جب صبح ہوئی اور شیخ خلوت سے باہر تشریف لائے تو انکو وہاں کھڑا ہوا پایا۔

شیخ نے ان سے فرمایا کہ ہم نے کیا یہ نہیں کہا تھا کہ آج رات ہر شخص اپنی لذت (مشروعہ) وآرام میں بسر کرے پھر تم نے ریاضت و تکلیف کیوں اٹھائی؟ شیخ سیف الدین نے جواب دیا کہ شیخ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہر شخص اپنی لذت میں آج رات مصروف رہے اور میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی لذت نہیں تھی کہ میں شیخ کے آستانہ پر خدمت میں مصروف رہوں۔ (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا) یہ سن کر شیخ بہت خوش ہوئے

اورفرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ شاہان وقت تمہاری رکاب میں دوڑیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک بارایک سلطان شیخ سیف الدین کی زیارت کے لیے آیا۔ واپسی کے وقت اس نے حضرت شیخ سے استدعا کی کہ میں نے ایک گھوڑا آپ کی نذر کیا ہے۔ شیخ محترم قدم رنجہ فرمائیں تا کہ اپنے ہاتھ پر سے آپ کو گھوڑے پر سوار کراؤں۔ شیخ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ اور خانقاہ کے دروازہ پر آئے۔ سلطان نے آپ کی رکاب پکڑلی تا کہ آپ اطمینان وآسانی سے سوار ہو جائیں۔ مگر گھوڑا بدک گیا اور باگ تڑا لی تقریباً پچاس قدم تک سلطان شیخ کے ساتھ دوڑتا ہوا گیا۔ اس سے قبل اس گھوڑے نے کبھی سرکشی نہیں کی تھی۔ شیخ سیف الدین نے سلطان سے کہا کہ اس گھوڑے کی سرکشی میں حکمت یہ تھی کہ ایک رات ہم شیخ الاسلام شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اے سیف الدین تمہاری رکاب میں سلطان دوڑیں گے۔ اس طرح آج ان کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ گھوڑے کی سرکشی میرے شیخ کے ارشاد کا مصداق ہے اور آپ کے کلمات مقدسہ سے یہ رباعی ہے ۔

رباعی

ہر شب بمثال پاسبان کویت	ہر رات کو مثل پاسبان کوچہ
میگردم گرد آستان کویت	پھرتا ہوں میں گرد آستان کوچہ
باشد کہ بر آید ای صنم روزحساب	ممکن ہے ”صنم“ روز قیامت مرا نام
نامم زجریدۂ سگان کویت	ہو رونق دفتر سگان کوچہ

ایک بارحضرت قدوۃ الکبرا نے سفرحج کا ارادہ کیا اور چند اصحاب (مریدوں) کے ساتھ آپ مکہ معظمہ (زاداللہ شرفاً وتعظیماً) کو روانہ ہوگئے۔ یہاں سے دو تین منزلیں طے کرنے کے بعد آپ خطۂ اودھ میں پہنچے اودھ میں آپ نے حضرت شمس الدین کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ شیخ شمس الدین نے آپ کی دعوت کا شاندار انتظام واہتمام کیا۔ چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کو شوربا بہت مرغوب تھا۔ لہٰذا شیخ شمس الدین خود اس کے پکانے میں مشغول ہوگئے۔ شوربا تیار کرنے میں ان کا ہاتھ جل گیا۔ انہوں نے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی ان کے ہاتھ پر نظر پڑی تو آپ نے دریافت فرمایا! کسی خادم نے بتادیا کہ شوربا پکاتے ہوئے ہاتھ جل گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے فرزند عزیز (شمس الدین) میرے پاس آؤ۔ پھر فرمایا کہ یہ داغ ولایت ہے جو تمہارے ہاتھ پر لگائی گئی ہے۔ کوئی پرواہ نہیں۔ اور زبان مبارک سے ذرا سا لعابِ دہن اس زخم پر لگا دیا فوراً وہ زخم اچھا ہو گیا۔

شیخ کی خدمت سے کوتاہی مقصد سے محرومی ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شیخ کی خدمت سے جی چراتا ہے تو ایسا شخص مقصد حاصل نہیں کرسکتا۔ خدمت میں کوتاہی کا تو ذکر ہی کیا اگر شیخ پر جان قربان نہ کرے تو یہ بھی بے ہمتی کی بات ہے۔ ایک جان کیا ہے۔ ایسی ہزار جانیں شیخ پر قربان کردے تب بھی کم ہے بے چارہ

مجذوب شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

شعر

جان نقد محقر است حافظ	جان ایک حقیر شے ہے حافظ
از بہر نثار خوش نباشد	کرنے کو فدا نہیں کچھ اچھی

اس سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ امیر علی دینوری کا ایک مرید تھا جس کو محمد شہر آبادی کہتے تھے شیخ نے اس مرید کو بازار سے کسی چیز کے لانے کا حکم دیا۔ یہ بازار گئے۔ ان کے پاس اس وقت اس چیز کو خریدنے کے لیے کچھ نقدی نہیں تھی۔ انہوں نے خود کو بیچ ڈالا۔ اور جو دام ملے اس سے وہ چیز خرید کر پیر کی خدمت میں روانہ کردی۔ جب اس واقعہ کو کچھ دن گزر گئے اور اس شخص کو جس نے ان کو خریدا تھا یہ قصہ معلوم ہوا اس نے ان کو جانے کی اجازت دے دی تاکہ پیر کے پاس چلے جائیں۔ محمد شہر آبادی اجازت پاکر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امیر علی نے ان سے کہا کہ اے جواں مرد! چند ہزار سال تک ہماری جان غیبت عدم میں تیرے عشق آفرینش میں سوختہ رہی لیکن وہ فراق اور جدائی شاید کافی نہیں تھی کہ یہ ظاہر میں بھی ضروری تھا۔ اب ایک ہفتہ کے لیے قرب ظاہری بھی درکار ہے۔ (ایک ہفتہ کے لیے تم ہمارے پاس رہو)۔

حضرت درّ یتیم نے آداب پیر و مرید کی وضاحت کے سلسلہ میں گزارش کی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ مقامات[۱] خواجہ میں بیان کیا گیا ہے:

> ''نیت کے اخلاص اور سبب سے بے توجہی کو مناسب وقتوں میں اپنی ذات میں تلاش کرے اور دیکھے کہ نیت میں کس حد تک خلوص پیدا ہوا ہے اور ترک سبب کی کیفیت کس حد تک موجود ہے۔ تاکہ ان دونوں کی موجودگی کے باعث اس کے اندر دوسروں سے آگے بڑھنے اور دوسروں سے مرتبہ میں بلند ہونے کی رغبت کا جذبہ، بزرگی کی خواہش دوسروں پر برتری اور لوگوں کو اپنا مطیع بنانے کی آرزو جو مخلوق کی جبلّت میں داخل ہے، باقی نہ رہ جائے۔ وہ اپنے نفس کو ٹٹولے۔ ہر چند کہ وہ طبعی آرزوؤں سے معرا اور خواہشوں کی چنگاریوں سے پاک ہو چکا ہے۔ پھر بھی اس کو بالکل پاک وصاف نہ سمجھے۔ ممکن ہے کہ لوگوں پر تصرف کا جذبہ اور دوسروں کو اپنی طرف راغب کرنے کی

---

[۱] چونکہ اس کتاب کا ذکر کئی جگہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ہے لہٰذا مترجم اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہے'' مقامات خواجہ'' سے مراد کتاب اسرار التوحید فی مقامات شیخ ابوسعید'' ہے۔ یہ کتاب یعنی مقامات خواجہ آپ کے پوتے کے فرزند'' یعنی پر پوتے کی تصنیف ہے۔ یعنی محمد ابن منور ابن ابی سعید ابن طاہر ابن ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ اسرار ہم نے اس کو ۵۷۰ھ میں مرتب کیا تھا ۱۳۱۷ھ میں یہ کتاب'' ماسکو'' سے شائع ہو چکی ہے حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے اس کا کوئی مخطوطہ ہوگا۔ (شمس بریلوی)

آرزو اپنی حد سے زیادہ باریکی کے سبب کہیں اس میں چھپی تو نہیں رہ گئی ہے۔اور وہ اس سے بے خبر ہے۔ جب وہ یہ دیکھے کہ بعض طالبانِ حقیقت ازروئے صدق وارادت اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس سے ارشاد و ہدایت کے طالب ہیں تو عجلت کے ساتھ آمادہ تصرف نہ ہو(انکی ہدایت وارشاد کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے)اور توقف کرے تا اینکہ اسکا صدق وارادت اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ظاہر ہو تب اس طرف توجہ کرے۔''

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زمانۂ قبل کے مشائخ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) مرید کی تربیت میں جلد اقدام نہیں فرماتے تھے۔ جب تک کہ اعتقاد واطاعت کی کسوٹی پر اس کو کس نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ خانوادۂ زیدیاں میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اس خاندان سے وابستگی چاہتا اور ملازمت کی خواہش کرتا تو اولاً اس کی اصلاح حال کراتے اور اس کو قرآن مجید حفظ کراتے۔ جب قرآن پاک حفظ ہو جاتا تو اس سے شب وروز میں دو ختم کرواتے اور تسلسل کے ساتھ اس سے طے کے روزے رکھواتے اس کا افطار جنگل کی گھاس اور جنگلی پھلوں سے کرواتے وہ اپنے تمام اثاث البیت سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا تب کہیں اس کو حلقۂ ارادت میں لاتے (مرید کرتے)اور پھر اس کے لیے کچھ اور شرائط ارشاد وتلقین کے لیے مقرر کر دی جاتیں۔ چونکہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور لوگوں میں وہ ہمت باقی نہیں رہی لہٰذا وہ شرائط بھی باقی نہیں رہیں۔اب تو یہ حالت ہے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ایک شخص آج مرید ہوا اور دوسرے دن خلافت وولایت کا طلب گار بن گیا ؎

شعر

کسی کا مروز بر شخصی مرید است — یہ بکتا ہے ہوا ہے جو مرید آج
چنان لافد کہ بہ از بایز یداست — نہیں ہے مثل اسکا بایزید آج

اس بیان کی مناسبت سے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں سنو جو مشائخ متقدمین کا پیشوا اور شیوخ کاملین کا مقتدا گزرا ہے کہ حضرت خواجہ شبلی قدس سرہ وزیرزادہ تھے اور اپنے شہر کے حاکم تھے۔ جب حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں آئے تو عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں رہنے کا خواستگار ہوں اور آپ سے بیعت کا طالب ہوں۔حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ میاں! تم وزیرزادہ ہو تم نے اس شہر پر حکمرانی کی ہے اس لیے میں تم کو جو کچھ حکم دوں اسے شاید تم بجا نہ لاسکو گے۔پس بیعت کس طرح قائم رہ سکے گی۔انہوں نے جواب دیا کہ میں آپ کا ہر حکم بسر وچشم بجالاؤں گا۔

شعر

ہر چہ فرمائی بفرماسرورا فرمان برم — جو بھی فرماؤ گے آقا وہ بجالاؤں گا میں
سرنمی تابم زحکمت بندہ ام تازندہ ام — زندگی بھر آپ کا خادم ہی کہلاؤں گا میں

آپ نے فرمایا نہیں تم نہیں کرسکو گے۔تین مرتبہ دونوں میں یہی بات ہوئی چونکہ خواجہ شبلی طالب صادق تھے لہٰذا حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ سر منڈوانا اور گدڑی پہننا ہے ؎

شعر

قلندران حقیقت بہ نیم جو نخرند — قلندران حقیقت نہ آدھے جو میں بھی لیں
قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست — قباء اطلسی اس کا جوہے ہنر سے جدا

کیا تم یہ کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! مجھے یہ قبول ہے۔اس وقت فرماندہی کا خیال ترک کر کے حضرت سید الطائفہ کے سامنے حاضر ہو گئے۔حضرت سید الطائفہ کے حکم سے اسی وقت سر مونڈا گیا اوران کو گدڑی پہنا دی گئی اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ درویشوں کی ہمیانی (پٹی)اور زنبیل (کاسہ) ہاتھ میں لو اور جہاں جہاں تم نے حکمرانی کی ہے اور جہاں کے لوگوں کی نظر میں تم امیر و بزرگ تھے وہاں وہاں جاؤ اوران سے بھیک مانگو۔

قطعہ

عقل مردیست خواجگی آموز — عقل ہے مرد اقتدار آموز
عشق بازیست بادشاہی سوز — عشق ہے نار بادشاہی سوز
بنہ از شیخ عشق آن داری — رکھدے تو عشق پیر کے آگے
درمیان انچہ درمیان داری — جس کی الفت تھی آج سے پہلے

پیر کے فرمان کے موافق جھولی ہاتھ میں لی اور گدائی کرنے لگے۔پہلی مرتبہ جو بھیک مانگ کر آئے تو سونا چاندی لائے، دوسری مرتبہ مختلف جنس لائے، تیسری مرتبہ میں نوبت چھدام اور پیسوں کی پہنچی آخر درجہ کہ روزانہ بھیک مانگنے جاتے اور کچھ نہ لاتے آخر کار ایک روز جھولی خالی لائے اور پیر کے سامنے رکھدیا حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کیوں آج کچھ نہ لائے؟ عرض کیا مجھے آج کسی نے نہیں خریدا۔حضرت نے فرمایا اب تمہارا خریدار خدا ہے چلّہ میں بٹھایا۔معاملہ یہاں پہنچا کہ وہ پیشوائے زمانہ ہوئے۔

رباعی

کسی کو بر در دلہا گدائی — دلوں کے در کی جس نے کی گدائی
کند آخر بیابد بادشاہی — بالآخر کرتا ہے وہ بادشاہی
چو کالا راکسادی شد ببازار — گھٹا جس مال کا بھی نرخ بازار
یقین می دان کہ شد پیدا خریدار — یقین رکھو ہوا پیدا خریدار

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ شرائط خود ہمارے زمانہ میں موجود تھیں۔ میں خود حضرت مخدومی کے دروازہ پر اس جذبہ کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔لیکن اس خدمت کی نہایت کو نہیں پہنچ سکا۔جس طرح حضرت مخدومی کے اکثر مرید کم سے کم بارہ سال تک امتحان کی کسوٹی پر پرکھے گئے ہیں اور اپنی قابلیت اور اہلیت کے معیار کو ظاہر کیا ہے۔تب کہیں انہوں نے اسرار طریقت کی خوشبو سونگھی ہے (اسرار طریقت سے آگاہ ہوئے) ہیں اور شرف اشغال سے مشرف ہو سکے ہیں۔ دوسرے طالبان طریقت کا ذکر ہی کیا ہے۔ خود حضرت مخدوم زادہ حضرت شیخ نور الحق والدین نے خانقاہ میں آٹھ برس لکڑی جمع کرنے کا کام کیا ہے۔

ایک دن اعظم خاں۔مخدوم زادۂ بزرگ (میرے مخدوم کے بڑے صاحبزادہ) جو حضرت شیخ نورالحق کے بھائی تھے اس وقت وزیر سلطنت تھے۔حضرت مخدومی کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔کہ ان کی موجودگی میں۔مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھڑ لادکر لائے اور باورچی خانہ میں لاکر ڈال دیا۔حضرت خان اعظم یہ منظر دیکھ کر تڑپ گئے اور کہنے لگے بھائی نور تم نے حضرت والد ماجد کی تمام نعمتوں کو غارت کر ڈالا۔لیکن وہ اسی طرح ہیزم کشی کرتے رہے۔ایک دن حضرت مخدومی تشریف فرما تھے۔آپ کے سامنے ہی مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھا لا رہے تھے۔حضرت مخدومی کی نظر مبارک ان پر پڑی تو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا مخدوم زادہ کے سر سے ایک گز کی بلندی سے ان کے ساتھ ساتھ چلا آرہا ہے۔اس روز سے حضرت مخدومی نے ان کی یہ خدمت موقوف کردی اور حکم دیا کہ جس مقام پر ضعیف عورتیں پانی بھرتی ہیں وہاں زمین خراب ہے اوران بےچاریوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں (اوران کے برتن گر کر ٹوٹ جاتے ہیں) تم وہاں جاکران کے پانی کے برتن پنگھٹ سے اٹھا کر صاف ستھری سخت زمین پر رکھ دیا کرو۔(وہاں سے وہ اٹھالیا کرینگی) چارسال تک وہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔حضرت مخدومی فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے آجکل اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں کہ بغیر خدمت کے ہی چاہتے ہیں کہ نعمت حاصل کرلیں

مصرعہ

نا بردہ رنج گنج میسر نمی شود
بے رنج کے کسی کو خزانہ نہیں ملا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ سراج الحق قدس سرہٗ حضرت مخدومی کی نسبت کمال درجہ لطف ومہربانی فرمایا کرتے تھے۔لیکن ان سے خدمت اس حد تک لیتے تھے کہ اکثر اوقات حضرت سراج الحق پالکی میں سوار ہوجاتے اور سیر کو نکل جاتے۔حضرت مخدومی پالکی کا سیدھے ہاتھ کا ڈنڈا اپنے کاندھے پر رکھ کر دور تک پالکی لے جاتے تھے اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ شیخ سراج الحق قدس سرہ کے خدام کھانے کی گرم گرم دیگ (دیگچی) حضرت مخدومی کے سر پر رکھ دیا کرتے تھے۔آپ کے بعض خدام کوشش کرتے کہ وہ برتن آپ سے لے کر خود اپنے سر پر رکھ لیں۔لیکن حضرت مخدومی کسی دوسرے کو دینے پر تیار نہیں ہوتے تھے۔

اشعار

بسی بر سر کشیدہ دیگِ نعمت	بہت سر پر اٹھایا دیگِ نعمت
کہ برسر نہادہ دیگ نعمت	بسا سرپر لیا ہے دیگ نعمت
بسی در آتش اندوہ سختہ	بہت دن آتش غم میں ہو سختہ
بیاید تا شود این دیگ پختہ	تو پائے پھر کہیں وہ دیگ پختہ
کسی کین دیگ نعمت پختہ خوردہ	کسی نے دیگ نعمت سے جو کھایا
ز دیگ آسمان سرپوش بردہ	فلک کی دیگ سے سرپوش لایا
چہ داند نعمتی این دیگ خامی	بھلا کیا دیگ کو جانے کوئی خام
نداند سرّ ہیچ از خاص دعامی	کہ سرِّ خاص کا دانا نہیں عام

حضرت مخدومی نے یہ گرم دیگچیاں اس کثرت سے اپنے سر پر اٹھائی تھیں کہ آپ کے سر کے تمام بال (جل کر) گر گئے تھے۔ اکثر اوقات شیخ سراج الحق قدس سرہ کی پالکی حضرت مخدومی کے سسرال والوں کے محل کے سامنے سے گذرتی تھی (اس حال میں کہ پالکی کا بازوئے راست حضرت مخدومی کے کندھے پر ہوتا تھا) اس زمانہ میں آپ کے سالے منصب وزارت پر فائز تھے۔ انہیں حضرت مخدومی کی اس خدمت سے بہت شرم و عار آتی تھی اور کہا کرتے تھے کہ اے بے ننگ و نام عالم یہ خدمت کر کے مجھے کیوں شرمندہ کر رہا ہے۔ حضرت مخدومی جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ

قطعہ

چہ می گوئی کہ زین ننگ تمام است	یہ کیا کہتے ہو ہے یہ ننگ کا کام
کہ مارا در جہان زین ننگ نام است	جہاں میں ہے مرا اس ننگ سے نام
کسی کورا بود زین خدمتش ننگ	جو کہتا ہے اسے کارِ کمینہ
زند فرداز حسرت سینہ برسنگ	تو کل کوٹے گا وہ حسرت سے سینہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے بہت چاہا کہ آپ کی خدمت میں مشکل کام سرانجام دیا کروں لیکن حضرت مخدومی اس فقیر پر اس قدر مہربانی فرماتے اور مجھے لطف و کرم سے نوازتے کہ کوئی سخت کام مجھ سے نہیں لیتے تھے۔ اور میں بھی **الاطاعة احسن من الخدمة** (فرمان پذیری خدمت سے زیادہ بہتر اور احسن ہے) کے بموجب اسی خدمت کو بجالاتا جس کا آپ حکم فرماتے۔ کبھی کبھی میں حضرت کے ''قدمچہ'' کو صاف کر دیا تھا اور اس ''قدمچہ'' کے صاف کرتے وقت کبھی بھی نجاست کی بُو میرے دماغ میں نہیں آئی۔ لیکن ایک روز میں چھپ کر حضرت کے ''قدمچہ'' کو صاف کر رہا تھا کہ آپ کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ حضرت مخدومی نے فرمایا کہ خوب اچھی طرح صاف کرو۔ کہ اس طرح تم اپنی اولاد کے فقر کی نجاستوں کو صاف کر رہے ہو۔

قطعہ

نروید تا کسی خاشاک کثرت	نہ جھاڑے جب کوئی خاشاک کثرت
ز جا روب عیوں درگاہ وحدت	پلک سے تا ملے درگاہ وحدت
نہ بیند پیش گاہ وحدت حق	نہ دیکھے پیش گاہ وحدت حق
مقید در نیاید سوئ مطلق	مقید پھر نہ آئے سوئے مطلق

حق تعالیٰ نے یہ جو کچھ سعادت ابدی اور دولت سرمدی مجھے عطا کیا ہے وہ اسی جاروب کشی سے حاصل ہوا ہے۔

قطعہ

آنہا کہ جام خدمتِ مردان کشیدہ اند	جو لوگ جام خدمتِ مرداں کو ہیں چکھے
در بر قبائے دولتِ یزدان کشیدہ اند	وہ خلعت خدا سے ہیں ملبوس ہوگئے
مردان زراہ رنج و تعب از حضیض گلِ	ان مرد بعد رنج کے پستی سے خاک کے
براوج وصل عشق بہمت رسیدہ اند	اوج وصال عشق کے ہیں لوٹتے مزے

حضرت مخدومی نے بار بار فرمایا کہ اس راہ (طریقت) میں جوانمرد کو تیار ہو کر آنا چاہیئے۔جس طرح میرے فرزند اشرف (قدوۃ الکبرا) نے اپنی ولایت کے تمام اسباب فراہم کر لئے تھے اور اپنی قابلیت کے چراغ کو روغن اور فلیتہ (بتی) سے تیار رکھا تھا۔ بس اسے دیا سلائی دکھانے کی دیر تھی۔ (آگ کی لو دکھاتے ہی وہ چراغ روشن ہو گیا) پس یہی ایک توجہ کرنا باقی رہ گیا تھا۔

اشعار

مریدی کان چراغ خویش آورد	مرید اپنا چراغ دل جو لایا
ز شمع حال خود پیریش پر کرد	تو اس کے پیر نے اس کو جلایا
چراغ قابلیت گر نباشد	چراغ قابلیت گر نہوئے
چہ کار آید زپیرش گر خراشد	تو پھر کیا پیر گر اس کو تراشے
اگر نیسان ہمہ گوہر بریزد	اگر نیساں سے سب موتی ہی برسے
صدف گرنیست لو لواز چہ خیزد	صدف ہی جب نہیں موتی ہے کیسے

آداب الشیوخ

پہلے شرائط شیخ مختصراً بیان کردئے گئے۔اب چند آداب بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلا ادب

حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ شیخ کو چاہیئے کہ مرید کی استعداد کو دیکھے اور اس کے انجام کار پر نگاہ رکھے۔اگر اس میں دیکھے کہ تصفیہ وجہ خاص کی قابلیت رکھتا ہے تو وہ اشغال جو وجہ خاص کے مناسب ہیں اس کو خاص طور پر بتائے اور مقربین و کاملین کے طریق پر رہنمائی کرے اور بعضوں نے اس مذہب کو مذہب شطار کہا ہے مگر کسی ہی میں ہوتا ہے کہ وہ تصفیہ وجہ خاص کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہو ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) اگر جان لے اور دیکھے کہ سلسلہ تربیت کے سلوک کی استعداد اس کے وجود کا جزء ہے تو اس کی ترغیب دے لیکن اس مشرب کے لئے بلند ہمت چاہیئے۔

شعر

تا نبود سالک ہمت بلند	ہوئے نہ گر سالک ہمت بلند
بر سر این برج نریزد کمند	پھینکے نہ اس برج پر ہرگز کمند

تو ایسے شخص کو پہلے اچھی نصیحت اور ترغیب اور ڈرانا اور جنت دوزخ کا ذکر سناوے اس کے بعد فرائض اور مقررہ سنتوں اور چاشت و اشراق و تہجد و تحیۃ الوضوء جو علماء و بعض مشائخ کا پسندیدہ

ہے سب کا شائق بنائے اس کے بعد جو شغل اس کے مناسب ہو اس میں مشغول کرے لیکن ذکر جہری اس کے لئے زیادہ مفید ہے۔

قطعہ

سر نز ند آتش ز آہن برنگ   لوہے سے آتش نہ نکالے گی رنگ
تا نز ند بر دل سندان ترنگ   مارے نہ اہرن پہ اگر وہ ترنگ
روئے دل آرائی نہ بیند کسی   روئے دل آرائی نہ دیکھے کوئی
تا نزد ایندز آئینہ زنگ   آئینہ سے چھیل نہ ڈالیں جو زنگ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو طالب و مرید کی قابلیتوں اور استعدادوں کا فرق و امتیاز نہ ہو اور اس کی پہچان نہ ہو کہ کون صاحب کس شغل میں مشغول ہو اس کو مسندِ ارشاد پر بیٹھنا حرام ہے اور مریدوں میں تصرف کرنا برا ہے اور جو پہلی نگاہ میں مرید کے انجام کو نہ دیکھے کہ کس مرتبہ کو پہنچے گا اور کس حال و ذوق سے مشرف ہوگا اور اس کا انجام کیا ہوگا اس کو پیری کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بزرگ گروہ کسی لوہار سے کم نہیں ہے کہ جس وقت کوئی لوہا اس کے سامنے لاتے ہیں اپنے ملکہ سے وہ صفتوں کو جانتا ہے کہ وہ لوہا کس چیز کی صلاحیت اور کس ہتھیار کی قابلیت رکھتا ہے اور کیا چیز اس سے ہوگی۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی کو سلسلۂ ارادت میں نہیں لاتے جب تک اس کی حالتوں کو لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتے۔

قطعہ

چو مرأت الصفا روحانیۂ شیخ   مثالِ آئینہ روحانیۂ شیخ
نماید ہرچہ ہست در لوح محفوظ   دکھاتی ہے کتاب لوحِ محفوظ
خیال زشت دارد در جہان او   بڑا ہے بدعقیدہ وہ جہاں میں
کہ در آئینہ شان نیست ملحوظ   نہیں جو آئینہ میں ان کے ملحوظ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ارشاد و پیری کی قابلیت کی ایک شرط یہ ہے کہ طالب کی استعداد کو جانے اور یہ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کو سرمۂ عرفان سے سرگیں کئے ہو کہ اپنی فراست سے مرید کے انجام کار اور اس کی قابلیت کو پہلی ہی مرتبہ صرف دیکھنے سے جان لے۔ دوسرے یہ کہ خداوندی شناخت اور کشف سے اس کی حالت سے باخبر ہو جائے مثلاً واقعہ اور الہام سے قابلیت و اہلیت سے خبردار ہو جائے چنانچہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے تھے کہ شب پنجشنبہ کے انتالیسویں چلہ میں میں نے بے خودی میں دیکھا

کہ مسافروں کی ایک جماعت پہنچی ہے اوران کے درمیان ایک جوان ہے جس پر حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت کی ایک نظر ہے اس کو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ جب میں اپنی حالت میں آیا تو خادم سے کہا کہ ہرگز کسی مسافر کو میرے باہر آنے تک چلے جانے کی اجازت نہ دو۔ اتفاقاً اسی وقت ایک مسافر گروہ پہنچا میں نے کہا کہ کل جمعہ کے دن جب چلہ ختم ہو چکا ہوتو جامع مسجد میں جہاں میں بیٹھتا تھا وہ لوگ مجھ سے ملیں۔ جمعہ کے دن مسجد میں میرے آنے پر مسافر لوگ آئے اورسلام کیا۔ میں نے کتنا ہی غور کیا اس کو اُن کے درمیان نہ پایا جسے میں نے دیکھا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی دوسری قوم آئے گی نماز ادا کی اور خانقاہ میں آیا۔خادم نے آکر عرض کیا کہ اُن لوگوں میں سے ایک شخص جوان کی خدمت کرتا رہتا ہے ان کے اسباب کی نگرانی میں تھا اور مسجد میں نہیں آسکا تھا اب وہ شیخ کی زیارت کرنے کی درخواست کرتا ہے میں نے کہا۔ اچھا۔ جب وہ اندر آیا دور سے میں نے دیکھا اور سمجھ گیا کہ وہی ہے۔

مصرعہ

بر آمد صورتی کان دید در خواب وہ صورت آئی جس کا دیکھا تھا خواب

اس نے سلام کیا اور کچھ دیر بیٹھ کر باہر چلا گیا میں نے خادم کو بلا کر کہا جاؤ اور اس جوان سے کہو کہ تم کو چند روز یہاں ہمارے پاس رہنا چاہیئے اوران لوگوں سے علیحدہ ہو جاؤ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب خادم باہر گیا اس کو دیکھا کہ اِدھر لوٹ چکا تھا اور دروازہ پر کھڑا تھا۔خادم نے اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیخ سے کہو کہ مجھے قبول فرمالیں اور میں بھی یہاں درویشوں کی خدمت میں مشغول رہوں خادم نے کہا کہ میں بھی اسی کام کے لئے آیا ہوں اسے بیان کیا اور اسے حضرت شیخ کے پاس لے گیا اور خدمت میں لگا دیا اس نے ایسی خدمت کی جس سے زیادہ بہتر آدمی سے ممکن نہیں تین سال کے بعد ذکر کہا اور چند خلوت بھی بیٹھا۔حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مشائخ کو بصیرت دی ہے اور فراست نصیب کی ہے کہ مرید پر آنے والے واردات سے وہ مطلع ہوجاتے ہیں اور فرمادیتے ہیں کہ آج یا کل یا پرسوں یا اتنے دِنوں میں مرید پر فلاں واردات کا نزول ہوگا اور اُس کو اس سے آگاہ کردیتے ہیں۔

شعر

دہد نیسان چو آبی گوھران را جو موتی کو ہے دیتا آب نیسان
صدف را گو کہ بکشاید دہان را صدف کو کہہ دو کھولے اور دندان

تا کہ اس دولت کمال وآب فیض زلال کے لئے آمادہ وتیار ہوجائے اور بلند حال ہوجائے اور جس طرح آنے والے واقعات اس پر ظاہر کرتے ہیں گذشتہ حالات کو بھی اُس پر روشن کردیتے ہیں۔حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی سے نقل کرتے تھے کہ فرماتے تھے میں سفر میں تھا اور میرا ایک طالب اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا میں جہاں تھا وہاں سے میری نظر اسکے نزول حال پر پڑی میں نے دیکھا کہ ایک وارِدِعالی اس پر نازل

ہورہاہے اور بڑااچھاحال اس پر کشف ہورہاہے اسی وقت میں اٹھااور وہاں گیا۔ وہ مغلوب ہوکراس کیف میں مست ہوگیا تھامیں نے اس کو آواز دی اور کہا کہ کس حال میں ہواور کیا دیکھتے ہوکہو بولا میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں نے پھر کہا کہ کہو' بولانہیں کہہ سکتا میں نے کہا بیہودہ نہ بکو کہواس طرح ڈانٹنے سے کہا

رباعی

چنان صورت کزان عالم مرااز لطف بنمودند | کرم سے ایسی صورت مجھکو اس عالم سے دکھلایا
بفکرم در نمی گنجد چگونش بر زبان آرم | ہماری عقل میں آتا نہیں میں منہ سے کیا بولوں
ازان دریائے حسن اوکہ بی قعراست دبی ساحل | جو ہے بے قعر و بے ساحل اسی بحر تجلی سے
کشیدہ جان من جامی چسالش برلسان آرم | پیا ہے روح نے میری پیالہ کیسے لب کھولوں

بلاشبہ مقام بہت بلند تھالیکن جب میں نے دیکھا کہ اس واقعہ سے اس کی ذات میں عجب ظاہر ہوگا تو اس کو میں نے باز رکھا بالآخر وہ تجلی صمدیت کی صفت سے موصوف ہوا جس کا تذکرہ اپنے محل پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا اسی سلسلہ میں دوسری حکایت بھی فرماتے تھے اور شیخ عبداللہ سے نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ عبداللہ نے کئی درویشوں کو چلہ میں بٹھایا تھا ایک رات خادم سے کہا آج کی رات درویشوں کو زبردست کیف ہوگا۔ خیال رکھو کہ وہ بے خودی نہ کریں اور خلوت سے باہر نہ جائیں اور جنگل و پہاڑ کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

قطعہ

چو صوفی رارسد وارد گرانبار | ہوئی صوفی کی جب حالت گر انبار
زخلوت سرنہددر سوئی کہسار | نکل بھاگے گا وہ خلوت سے کہسار
دران وادی بود سرگشتہ جاوید | رہے جنگل میں سرگشتہ ہمیشہ
اگر واقف نبا شد پیرش ازکار | نہ ہو گر پیر اس کا واقف کار

خادم موجود رہتا تھاناگاہ بابامحمود نعرہ مارتے فریاد کرتے خلوت سے باہر تڑپے دوسرے درویش نے بھی جس کا نام ہندوالیاس تھابابامحمود کے بعد باہر جست کی خادم ان کے پیچھے دوڑا ہندوالیاس تک تو پہنچ سکااوران کو پکڑ لیالیکن بابامحمود جنگل و پہاڑ کی طرف چلے گئے۔

شعر

زشیرین داروی کورا در افتاد | ہوا جب جذبۂ شیریں اُسے یاد
گرفتہ کوہ و صحرا ہمچو فرہاد | گیا وہ کوہ و صحرا مثل فرہاد

ہندوالیاس پیر کے انتظام وتربیت کی خوبی سے کسی قدر اپنی حالت پر آگئے بابامحمود اسی طرح مجذوب ومغلوب رہے۔ **شعر**

مرید افتد چو از تربیت پیر | مرید آغوش مرشد سے جو نکلا
رود در جذبۂ جاوید تاثیر | ہمیشہ جذب میں پھرتا رہے گا

اوران سے کرامتیں اورخلاف عادت باتیں اس دیار میں مشہور ہوئیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کو فراست دی ہے اور جماعت صوفیہ میں

بصیرت رکھی ہے کہ زمانہ میں پیدا ہونے والے حالات اور آنے والے واقعات کو آنکھ جھپکتے معلوم کر لیتے ہیں بلکہ دنیا کے پوشیدہ بھید اور انسان کے چھپے حالات ان کے سامنے مثل ہتھیلی پر رکھی ہوئی چیز کے ہیں۔

رباعی

مرا ایشانرا بود آئینہ صاف — انہیں کا دل ہے اک آئینہ صاف
زدود از صیقل انوارالطاف — چڑھا ہے صیقل انوار الطاف
چو عنقائی بصیرت شان زند پر — کرے مرغ بصیرت ان کا پرواز
پرد از ذروہ این قاف تا قاف — تو دم میں طے کرے از قاف تا قاف

اور یہ خود ان کے نزدیک بہت کم ہے کہ طالبان خدا و سالکان راہ ہدا کی حقیقت و قابلیت کو آنے والے حالات سے جان لیں کہ کس کس کا نتیجہ اور کس کی رسائی اور کس طالب کا انجام کار اور کس ساتھی کا آخری معاملہ کیا ہوگا۔

شعر

کسی کو دست دارد جام جمشید — ہے رکھتا ہاتھ میں جو جام جمشید
عجب نی دیدہ گریک ذرہ خورشید — عجب کیا ذرہ بھر دیکھے جو خورشید

اسی سلسلہ میں شیخ معز بلخی سے ایک حکایت نقل کی کہ شیخ رکن الدین جب پہلی مرتبہ ملتان سے دہلی پہنچے چند امام اور پیشرو لوگوں نے بغرض امتحان آپس میں طے کیا کہ شیخ ملتانی کے پاس ہم سب چلیں اور چند مسئلے امتحاناً پوچھیں۔ آخر کار بزودی کے پانچ مسئلوں کو مقرر کیا کہ دریافت کریں گے جب شیخ کے پاس پہنچے تو انہیں پانچ مسئلوں کو پوچھا۔ حضرت شیخ نے جو دریائے علوم کے غوطہ لگانے والے اور سلطنت عقل کے مدبر تھے ہر مسئلہ کا دو دو تین تین طرح سے جواب دیا لیکن چونکہ ان کے دماغ میں بوئے اخلاص کا کوئی اثر نہ تھا بحث کرنے لگے۔

شعر

چو خواہی نفحۂ از عنبر خاص — اگر ہے سونگھنا کچھ عنبر خاص
مشامی پرکن از کافور اخلاص — تو بھر لو سر میں تم کافور اخلاص

تب حضرت شیخ نے اپنے علوم باطن سے اُن کے جوابات بیان کئے اس طرح کہ پانچوں مسئلوں کی گتھی سلجھ گئی اس کے بعد ان شرمندہ مولوی صاحبان نے ارادت اختیار کی بعض نے انکار سے توبہ کی اور خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت شیخ کو ان کے جواب دینے کے بعد عجیب وغریب رقت وگریہ ہوا لوگوں کے اس رونے کا سبب پوچھنے پر فرمایا کہ تیس سال کے کچھ اوپر سے میں ان واقعات کے انتظار میں تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میں بزودی پڑھتا تھا اور میرا سبق یہیں پہونچا تھا ہر چند کہ استاد ذہن نشین کراتے تھے۔ مجھکو نہیں معلوم ہوتا تھا، میں نے حضرت والد شیخ صدرالدین کو دیکھا کہ میرے پیچھے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے فرزند اٹھو ان پانچ

مسئلوں کو میں تمہیں بتاؤں گا مجھے پکڑ کر خانقاہ میں لائے اور عبادت خانہ میں لے گئے۔ ایک شرح و بیان سے کہ اس سے بہتر کوئی نہ ہوگا ان پانچ مسئلوں کا مقصد مجھے بتا دیا اور آخر میں فرمایا اے فرزندان پانچ مسئلوں کو خوب خیال رکھو کہ ایک دن تم کو اس بیان سے کام پڑے گا۔

شعر

نصیحت کردہ ام دردل نگہدار ۔۔۔ نصیحت یاد رکھ تو بادل شاد
کہ روزی پیش تو می آیداین کار ۔۔۔ کہ اک دن کام آئے گی تری یاد

میں اس وقت کا منتظر تھا جو ظاہر ہوا اور یہ حکایت بھی اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا بیان کرتے تھے کہ ایک بزرگ اپنے لڑکے کو درس میں بھیجتے تھے اور بڑی تاکید کرتے تھے کہ کچھ پڑھ لے، لڑکا باپ کے کہنے پر کچھ کان نہ دھرتا تھا۔

شعر

شود روز آسودہ زین رہ گذر ۔۔۔ ہو آسودہ اس راہ میں بے خطر
پسر چون کند گوش پندِ پدر ۔۔۔ پسر گر سنے دل سے پند پدر

ایک دن اس کے والد نے کہا کہ جو مجھے کسی مسافر کے آنے کی خوشخبری دے گا وہ جو مانگے میں اس کو دوں گا۔ خدا کی شان ان کے لڑکے نے انتظار کرتے کرتے ایک مسافر کو دیکھا اور باپ کے پاس مژدہ لایا کہ ایک مسافر آتا ہے جب مسافر آیا تو باپ کے دامن کو پکڑ لیا کہ اپنا وعدہ وعہد پورا کیجئے۔ باپ نے کہا کیا چاہتے ہو؟ ناخلف بیٹے نے کہا یہی چاہتا ہوں کہ اب پھر پڑھنے کے لئے نہ بھیجئے۔ باپ نے جب سنا فکرمند ہوئے کہ دونوں صورت نقصان سے خالی نہیں ہے۔

بیت

یکی را گر بودھردو تفکر ۔۔۔ کسی کو گر کہیں ہود و تفکر
فتد کشتیش دربحر تحیّر ۔۔۔ ہے کشی اس کی در بحرِ تحیّر

بے حد غور وفکر کے بعد فرمایا کہ اچھا تعلیم کے لئے نہ جاؤ لیکن ایک شرط ہے کہ سورہ م اِنَّـا فَتَـحْـنَـا یاد کرلو لڑکے نے قبول کرلیا سورہ انا فتحنا یاد کرلی۔

شعر

زسرّ فتحنا چہ داند پَسر ۔۔۔ فتحنا کا سرّ کیسے جانے پسر
کہ اورا ازوپیش آید ظفر ۔۔۔ کہ اس کو ملے گی اسی سے ظفر

ایک مدت کے بعد جب پدر بزرگوار نے دارِ دنیا سے سرائے آخرت کا سامان باندھا شیخ کے مریدین وخلفاء باہم جمع ہوئے اور بالآخر طے یہ پایا کہ لڑکے کے سوا باپ کے سجادہ پر کون بیٹھے گا۔

قطعہ

درختی گر رود از باغ مایہ　　لیا جب باغ سے پیڑوں نے مایہ
بود از تخمِ او امیدِ سایہ　　تو ہوگی تخم سے امید سایہ
صدف گر رفتہ ازدریائ گوہر　　صدف نے بحر سے پھینکا جو جوہر
چہ باکست گر بود بر جائ گوہر　　حرج کیا ہو کسی جا جو وہ گوہر

بالآخرلڑکے کوسجادہ پر بٹھایا گیا دن بدن پیرزادہ صاحب سجادہ کا کام بڑھتا جاتا تھا اوراس کی پیری کا چمن کرامتوں کے میووں کے لئے تیار تھا ایک دن اس لڑکے نے اُس شہر کی طرف جہاں اس کے والد کے مریدین تھے سفر پر کمر باندھی اور روانہ ہوا۔ جب شہر کے لوگوں نے پیرزادہ کے آنے کی خبر پائی۔ چندمیل استقبال کو آئے اور بادشاہ شہر بھی تھوڑی دور تک آیا اورشہر میں عزت و احترام سے لائے چونکہ ان کے والد کے مرید اعلیٰ اورادنیٰ سب تھے خلوص وعقیدت کے ساتھ سب اُمڈ پڑے لیکن علماء نے اعتراض کیا کہ جس شخص نے قرآن پاک بھی نہ پڑھا ہو اس طریقہ میں کس طرح داخل ہوگا اور طالبان حق کو راستہ کیسے دکھلائے گا کیونکہ اس راہ کی لازمی شرط علم ہے یہ جھگڑا آخر عقلمند بادشاہ تک پہونچا اس نے علماء کو بلا کر اس واقعہ کو دریافت کیا علماء نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے پیر زادہ کو بھی بلانا چاہیئے۔ بادشاہ نے مجمع کیا سب علماء کو بلایا اور پیرزادہ کو بھی طلب کیا۔ بادشاہ نے پیرزادہ کے اصحاب کی طرف رخ کر کے کہا کہ یہ علماء کہتے ہیں کہ صاحب سجادہ نے کچھ پڑھا نہیں ہے اس کی تصدیق یا تکذیب کس طرح کی جائے؟ مریدوں نے کہا ہم کو مولویوں کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ لوگ فقراء کے اسرار سے باخبر نہیں ہیں اگر کچھ کہیں تو معذور ہیں۔

قطعہ

زعالم چون نباشد زاہد آگاہ　　نہیں جب حال سے زاہد ہے آگاہ
گر انکاری کند معذور باشد　　کرے انکار گر وہ تو ہے معذور
چہ داند مشرب آبحیات او　　وہ کیا جانے رہ آب حیات آج
کہ در ظلمات خود مستور باشد　　کہ جو ظلمات میں اپنے ہو مستور

لیکن اگر وہ امتحان کرنا چاہتے ہیں تو پیرزادہ سے سوالات کریں۔ علماء نے کہا کہ انہوں نے قرآن نہیں پڑھا ہے پہلے ہم کو قرآن کی کوئی سورۃ سنائیں۔ انہوں نے پوچھا کون سی سورۃ پڑھی جائے سب نے مل کر کہا کہ سورہ انافتحنا پڑھیں۔ پیرزادہ نے باپ کے حکم سے یہی سورۃ یاد کی تھی فوراً سنادی اور ایک حرف کی بھی غلطی نہ ہوئی۔ سب شرمندہ ہوئے بادشاہ نے گڑگڑا کر معافی طلب کی اور خود ان کا مرید ہوا۔

شعر

بود درویش را نوعی سرانجام　　فقیروں کے ہیں ہوتے اس طرح کام
کہ از آغاز دریا بند انجام　　کہ پہلے جان لیتے ہیں وہ انجام

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے حضرت بہاءالدین نقشبند سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص صوفیہ کے سامنے آتے ہے تو وہ اپنے آئینہ دل پر نظر کرتے ہیں جو کچھ ان کے دل میں اس کے آنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے وہ جان لیتے ہیں کہ یہ چیز اسی سے ہے ان کو اس سے کوئی کام نہیں ہے اسی کے مطابق اس سے برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ شیخ کی روحانیت عالم مثال میں جلوہ افروز رہتی ہے جو شخص سامنے آتا ہے اس کا مثالی نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے اسی کو تجلّیٰ مقابلہ کہا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور ایک شخص آیا جس کے دل میں فلسفیوں کا عقیدہ جما ہوا تھا ظاہراً اسلام کی صورت میں بہروپ تھا جب کچھ دیر بیٹھا تو حضرت نے فرمایا کیا تو فلسفی مذہب کا ہے وہ شرمندہ ہوا اور اسی وقت دل میں اپنے مذہب سے توبہ کی اور اہلِ سنت و جماعت کے مذہب میں مضبوطی سے آگیا۔ فوراً حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اللہ کا شکر ہے تو سنی ہوگیا۔ ہرگز اس سے نہ پھرنا، وہ جلدی سے اٹھا سر کو حضرت کے پاؤں پر رکھدیا اور مرید ہو کر سلوک میں مشغول ہوا۔

چنان آئینہ صافی دل صاحب نظر دارد	دلِ صاحب نظر ایسا ہے اک آئینۂ صافی
کہ ہر صورت کہ پیش آید ہمہ تشبیہہ بردارد	کہ آئی سامنے جو شکل اس میں ہے اتر جاتی

دوسرا ادب

<u>(پیر مرید کے مال کی لالچ نہ کرے)</u> یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر مرید کے مال کی لالچ سے پاک ہو اور کسی طرح اس کے مال و خدمت کی طرف مائل نہ ہو اگرچہ مرید خود اپنے تمام کاموں پر پیر کی خدمت مقدم رکھے گا۔ پیر تربیت و ہدایت کو جو بہترین نعمت اور اعلیٰ درجہ کی عطا ہے بدلہ قبول کر کے باطل نہ کرے۔ اگر مرید یکبارگی اپنی املاک و اموال ترک کرنا چاہے تو اجازت نہ دے مگر اس وقت جبکہ اس کے مقابلہ میں ایسا کیف و حال بدلہ دے سکے جو مرید کے لئے موجب تسلی و باعث دل جمعی ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر مرید بلند ہمت و صاحب عزم ہو اور کیف و حال میں مضبوط و قوی ہو تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اتباع سنت میں تمام مال خرچ کرنے کی اجازت بزرگوں نے دی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ضروری اور لابدی مقدار سے زیادہ اور بچت میں بزرگوں نے اس کی اجازت دی ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا ایک مرید تمام مال لایا آپ نے اس کو اجازت نہ دی اور فرمایا کہ روز مرہ کے خرچ بھر نکال لو اور زیادہ کو خرچ کر ڈالو کیونکہ تمام مال خرچ کر دینے کے بعد مطالبۂ نفس سے میں تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے اسی وجہ سے فرزند تنگر قلی کو ایکبارگی سامان دنیا سے نکلنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ شاہان سمرقند سے تھے اور بڑا دبدبہ تھا اور اقتدار رکھتے تھے بہت اصرار کیا تھا کہ ایکبارگی علیٰحدگی اختیار کریں اور تعلقات و موانع سے دامن بچالیں اس فقیر نے کہا کہ اے فرزند ابھی تمہارا نفس توکل کے کمال کو نہیں پہنچا ہے

شعر

گرچہ شرط راہ تجرید ست لیکن ایعزیز	گرچہ ہے تجرید شرط راہ لیکن اے عزیز
برنتابد ہر کسی این بار ازروئ تمیز	زور ہر بازو میں ہوتا ہے نہیں اس بار کا

تیسرا ادب

یہ ہے کہ شیخ صاحب ایثار ہو لذتوں کا قربان کر دینا اور ظاہری تعلقات کو توڑ دینا پیر پر غالب ہوتا کہ اس کے دیکھنے سے مرید کے عقیدہ کا صدق و یقین زیادہ ہو اور تعلقات کو چھوڑ دینا اور لذتوں کا قربان کر دینا اور علیٰحدگی و تنہائی کا شوق اس کو حاصل ہو اور پیر کی حالت پر بدظنی کا عقیدہ جو راہ فیض کی رکاوٹ ہے اس سے دور ہو اور اس کا دل پیر کے تصرفات پر یقین کرے کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر ہر حالت میں مرید کا زینہ ہے اور حضرت صمدیت کی نزدیکی کی بلند چوٹی پر چڑھنا بجز اس زینہ کے ممکن نہیں ہے اور چاہیئے کہ اگر کوئی نذر و فتوح غیب سے پہنچے تو ضرورت سے زیادہ کو خرچ کر ڈالے اور ذخیرہ نہ بنائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ قطع تعلقات اور ترک ملکیت جس کو مشائخ نے پیروں کے لئے فرمایا ہے اس سے مراد مال و منال کی کثرت اور خزانہ جمع کرنے کو ترک کرنا ہے نہ یہ کہ پیر کو محتاج ہونا چاہیئے کیونکہ اتنا جس سے ساتھیوں اور طالبوں کی حاجت پوری ہو بہت زیادہ ضروری ہے۔ مبتدی کو کھانے پینے سے بے فکری نہ ہو تو اس کے کام میں تفرقہ پڑے گا۔

ایک دن میں صالحیہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ پیشواؤں کے قطع تعلقات اور سارے کل و جز اسباب دنیا کو ترک کر دینے کی بات نکلی فرمایا کہ یہ لوگ عجیب عقیدے رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ درویش کو محتاج اور منگتا ضرور ہونا چاہیئے اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز کسی پیر و مرشد کو خلق کا محتاج نہیں رکھا ہے اور کیوں یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے خدائے برتر کے سوا کسی اور کے محتاج ہوں۔

قطعہ

چو دارند از ولایت بر سراین تاج	ولایت کا ہیں رکھے سر پہ جب تاج
چرا بر خلق میکر دند محتاج	تو کیوں مخلوق کے ہوئیں وہ محتاج
بسر ہرگز ولایت تاج دارد	لقب دنیا میں ہے ان کا ولی کا
خدایش چون بکس محتاج دارد	خدا منگتا کرے پھر کیوں کسی کا

حالانکہ اللہ تعالیٰ دنیا کو اس تمام سامان عیش و اسرار آلات لشکر و جیش کے ساتھ ان کی برکت سے قائم کئے ہوئے ہے بلکہ آفرینش اور نور عقل کی پیدائش سے مقصود یہی لوگ ہیں۔

قطعہ

چو مقصود از وجود آفرینش	یہی تخلیق کے گویا ہیں مقصود
ہم ایشانند در بکشائ بینش	یہی ہیں عقل کی راہوں میں باجود
کہ خوش دانندراہ حق نمودن	کہ راہ حق کے ہیں یہ لوگ ہادی
نعیم ہر دو عالم را فزو دن	بڑھاتے ہیں دو عالم کی یہ شادی

حضرت شیخ مجدالدین بغدادی قدس سرہ العزیز کا سالانہ خرچ دسترخوان خانقاہ دولاکھ اشرفی تھا اور میں حساب کرتا ہوں تو پانچ لاکھ اشرفیوں کی اپنی جائیداد ہمارے طریقہ کے صوفیہ پر وقف کی اور اسی طرح مثلاً شیخ الشیوخ حضرت ابوسعید ابوالخیر کے پاس اسقدر مال ومنال تھا کہ جب سفر کعبہ کا قصد کیا تو ریشمی خیمے کھڑے کئے جاتے تھے جن کی طنابیں بھی ریشمی ہوتی تھیں اور سونے کی میخیں لگائی جاتی تھیں ۔

قطعہ

چو گردون برزدہ خرگاہ زربفت	فلک نے گاڑا جب خیمہ سنہرا
طناب ریشمین با میخ زربست	طناب ریشمی سونے کا کھونٹا
دران خرگاہ چون خورشید زرین	تو اس خرگاہ میں خورشید پایہ
مہ مہتر شدہ اصحاب پروین	تھا آقا چاند ہر ساتھی ستارہ

اثناءراہ میں خرقان پہنچے اور شاہی پردے اور بادشاہی خیمے کو شہر کے کنارے نصب کیا حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی نے نورفراست سے جان لیا اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ایک بزرگ مہمان آیا ہے کچھ فقیرانہ مہمانی کرنی چاہیئے ۔ دوجو کی روٹی بڑی دشواری سے مہیا کی اور خادم کے ہاتھ بھیجا۔ جب خادم بارگاہ حضرت شیخ میں پہنچا دیکھا کہ ایک دنیا خیمے کے گرد سرڈالے ہوئے ہے اور ایک آسمان ستاروں سے بھرا ہوا دروازے پر کھڑا ہے ۔

شعر

درون در گہی دید چون آسمان	وہاں جاکے دیکھا عجب یہ سامان
زمین بوس اوہم زمین ہم زمان	زمیں بوس ہے ہر زمین و زمان

خادم مجمع کی وجہ سے حضرت شیخ کے پیام کو پہنچانے سے عاجز رہا اور کہا کہ کون ہوگا جو میری خبر حضرت شیخ ابوسعید کے کان تک پہنچادے

قطعہ

کہ باشد آنکہ عرض مور مسکین	کوئی ہے جو کہ عرض مور مسکین
رساند بر سلیمانی بہ تمکین	کو پہنچا دے سلیمان تک بہ تمکین
فرستادہ چو مور اندر خورخویش	مثال مور دی اپنی غذا ہے
پر ملخی ضیافت از کم و بیش	ضیافت کے لئے جو کچھ ملا ہے

دیر ہوگئی کہ خادم دروازہ پر بیٹھا رہا۔ جب حضرت شیخ کے خادموں نے دسترخوان سامنے بچھایا فرمایا کہ بھائی شیخ ابوالحسن کا خادم دروازہ پر بیٹھا ہے اور دعوت کا کھانا لایا ہے۔ بلایا۔ خادم اندر آیا جو کی دوروٹیاں حضرت کے سامنے رکھ دیں بڑے شوق سے مائل ہوئے اور حضرت شیخ ابوالحسن کی تعریفوں میں زبان کھولی ۔

قطعہ

دو نانی جو کہ پیش آوردبی قید — دو روٹی جو کی لایا ہے جو بے قید
بسی بہترز قرص ماہ خورشید — مقابل اس کے کیا ہے ماہ وخورشید
بلی بر خوان دولت سرفراز است — ہے دسترخوان دولت پر سرافراز
یکی از ناز دیگر بانیاز است — کوئی با نیاز اور کوئی ہے با ناز

بالآخرفرمایا سبحان اللہ کسی کی ناز ونعمت سے پرورش کرتے ہیں اور دوسرے کوسوز وگداز دوڑ دھوپ کے بعد دیتے ہیں اور پچھلی صورت چیز ہی دوسری ہے۔

مقامات حضرت خواجہ سے حضرت قدوۃ الکبرا نے نقل کیا کہ اکثر محققین اس پر ہیں کہ پیر کے لئے اتنی دنیا جو مریدوں کی کافی و مناسب خوراک ہو ضروری اور تکمیل کے شرائط سے ہے کیونکہ اتنی دنیا اگر نہ ہوگی تو مریدوں کو مجبوراً حاجت بھر کے لئے دنیاوی کام میں مشغول کرے گا اور یہ شروع شروع میں کمال شغل کے خلاف ہے۔

شعر

نیارد ہر مرید اندر ہدایت — مریدِ نوکو کیسے ہوگا معلوم
کہ باشد دریقین رزق غایت — کہ پہنچے گا یقیناً رزق مقسوم

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس کو صاحب جاہ ہونا چاہیئے تا کہ مرید سے بیحد عاجزی اور اطاعت ظاہر ہو اور طریقت کا رکن اعظم پیر کی غلامی ہے اور پیر کے صاحب درجہ ہونے کی حالت میں زیادہ ہے، بعض لوگ اس اطراف کے جنہوں نے بزرگوں کی روش کو مختلف شہروں ملکوں میں نہیں دیکھا تھا حضرت قدوۃ الکبرا کے بارے میں ساتھیوں کے لئے سامان واسباب کی کثرت وافراط کے سبب کچھ برا کہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ یہ تو آپ کے کمال حال کا سبب تھا کیونکہ قریب پانچ سونفر فقرا وحز با مختلف شکل کے مثلاً قلندر، جوگی جنی اور کمبل پوش لوگ اور آپ کے بہت سے اصحاب جو لباس تصوف ومعرفت پہنے تھے حضرت قدوۃ الکبرا کی بدولت کھانے پہننے کی بشری حاجتوں سے مطمئن تھے اور دلجمعی کے ساتھ ہر شخص اپنے مناسب حال شغل میں بآرام رہتا تھا۔

قطعہ

کریمی کہ درپیش بسیارکس — سخی ایک بہتوں کے آگے جو روز
زنعمت کشد روز دستارخوان — بچھاتا ہے نعمت کا دسترخوان
دگر عکس او میخورد باد دیگ — کوئی دوسرا کھاتا ہے باد دیگ
چہ نسبت بود در دل این و آن — ہے نسبت ہی کیا دونوں کے درمیان

چوتھا ادب

(شیخ کا فعل قول کے موافق ہونا چاہیئے۔) یہ ہے کہ دعوت میں فعل کی قول سے موافقت ہو۔ یعنی کسی کام کو کرنے نہ کرنے کیلئے جو کچھ فرمائے پہلے خود اس پر

کاربند ہونا چاہیئے ورنہ لوگوں پر چنداں اثر نہ ہوگا جیسا کہ اگلوں نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے عمل وحظ سے نفع نہیں پہنچایا وہ لفظ سے ہرگز نہ نفع پہنچائے گا پس اس مصلحت سے پیر پر لازم ہے کہ جو فرمائیں پہلے خود کاربند ہوں اس وقت دوسرے سے فرمائیں کیونکہ زبان حال زبان قال سے زیادہ گویا ہے۔

شعر

گر بود در ماتمی صد نوحہ گر	ہوں کسی ماتم میں گر سونوحہ گر
آہ صاحب دردبا شد کارگر	آہ صاحب درد ہوگی کارگر

تا کہ اس وعید کے دائرہ شمول سے باہر رہے جس کو اس آیہ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ o كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالا تَفْعَلُوْنَ [1]	کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے ضرور جس کام کو آپ نہ شروع فرمایا ہو دوسرے پر اثر نہ ہوگا چنانچہ حضرت خواجہ نظامی نے فرمایا ہے۔

بیت

پذیرا سخن بود شد جائے گیر	تھیں مقبول باتیں ہوئی جائے گیر
سخن کز دل آید شود دلپذیر	کہ جو بات دل سے ہو ہے دلپذیر

لکھا ہے کہ امام اعظم کے حضور ایک عورت آئی عرض کیا کہ میرا لڑکا مٹھائی بہت کھاتا ہے گھر میں جو کچھ تھوڑا بہت ہوتا ہے سب مٹھائی پر خرچ کر ڈالتا ہے میں محتاج ہوں کس طرح بسر ہوگی براہ کرم میرے لڑکے کو مٹھائی کھانے سے روک دیجئے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ تین روز بعد اپنے لڑکے کو میرے پاس لانا تا کہ اس کو سمجھادوں چنانچہ تین دن کے بعد وہ لڑکے کو لے گئی۔ حضرت نے اس کو نصیحت کی وہ زیادہ مٹھائی کھانے سے رک گیا عورت نے پوچھا کہ اے امام کیا سبب تھا کہ اسی روز حضرت نے نصیحت نہ کی فرمایا کہ مجھے بھی مٹھائی سے رغبت تھی میں نے بھی تین دن مٹھائی نہیں کھائی تا کہ میرے کلام میں اثر پیدا ہو۔

شعر

اگرچہ پندرا تقصیر نبودہ	نہیں ہے وعظ کی گو کوئی تقصیر
سخن ناکردہ را تاثیر نبودہ	پہ قول بے عمل میں کیا ہو تاثیر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ خواجگی راوی ہیں کہ کسی نے حضرت خواجہ ابو حفص کبیر

---

[1] پ۲۸ الصف۲ ، ۳

رحمۃ اللہ علیہ سے ایام بیض کے روزوں کا ثواب دریافت کیا آپ نے کچھ جواب نہ دیا چند روز کے بعد اس شخص سے پھر ملاقات ہوئی ٹھیک جواب دیا اور امید سے زیادہ ثواب کے موتی پروئے سائل نے کہا آپ نے اسی دن کیوں نہ جواب دیا فرمایا اس وقت ایام بیض کے روزے میں نہ رکھتا تھا مجھے حق تعالیٰ سے شرم آئی کہ اس بارے میں بات کروں۔

خواجہ سری سقطی سے منقول ہے کہ ان سے صبر کے معنی کسی نے پوچھا اسی وقت ایک بچھو نے آپ کو کاٹا مگر آہ نہ کی اور اپنی جگہ سے نہ ہلے اسی طرح صبر کا بیان شروع کیا اس حالت کے متعلق سب نے پوچھا تو فرمایا کہ اگر میں اپنی حالت سے تجاوز کرتا تو میرا قول فعل کے خلاف ہوتا حق تعالیٰ سے میں نے شرم کی اور حضرت خواجہ ابراہیم ادھم سے کسی نے درویشی کی صفت پوچھی وہ فوراً گھر کے اندر چلے گئے وہاں سے واپس آکر جواب دیا میری املاک میں چار پیسے موجود تھے مجھ کو شرم معلوم ہوئی کہ اس قدر مال موجود ہو اور میں درویشی کا بیان کروں۔ایک مجلس میں چند حضرات درود شریف کا ورد کررہے تھے وہاں ایک بزرگ بیٹھے تھے ان کی حالت میں تغیّر ہوا اٹھ کر گھر کے اندر چلے گئے اور وہاں سے واپس آکر درود شریف پڑھنا شروع کیا کسی نے پوچھا کہ آپ نے پہلے درود شریف کیوں نہ پڑھا تو جواب دیا کہ مجھے شرم معلوم ہوئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھوں اور میرے گھر میں کوئی چیز ان کی سنت کے خلاف ہو۔حضرت خواجہ شقیق بلخی نے شروع شروع میں ایک کافر پر اسلام پیش کیا اس نے انکار کیا اور خواجہ کو مارا۔مدت کے بعد جب شقیق کامل ہوگئے وہی کافر آیا اور اسلام قبول کیا شقیق نے حال پوچھا تو بولا کہ پہلے آپ گناہوں سے آلودہ تھے اور میں بھی اس درجہ کفر میں پھنسا تھا۔نجس نجس کو پاک نہیں کرسکتا جب آپ طاہر ہوئے تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے واسطہ سے مجھ کو پاک کردیا۔

شعر

در آب آلودگی چون گشت ظاہر — نجاست جب ہوئی پانی میں ظاہر
نبا شد ہمچو آب جوئ طاہر — نہ دریا کی طرح وہ ہوگا طاہر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے البتہ ان شرائط کا حکم دینے کے وقت موجود ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ پرہیز سے آزاد ہے اور طالب ابھی بیماری میں ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ علوم اس سے حاصل کرنا چاہیئے جس نے خود اس سے فائدہ اُٹھایا ہو کیونکہ جس علم نے اس کو فائدہ نہ دیا ہو دوسرے کو کیا فائدہ دے گا۔جب علوم ظاہر اس طرح ہیں تو علوم باطن کو بھی اسی طرح حاصل کرنا چاہیئے (یعنی علوم باطن کی تعلیم بھی اس شخص کو سزاوار ہے جو اس راستہ پر چل چکا ہو)۔

پانچواں ادب

(کمزور اور کم ہمت مریدوں سے نفس کی مخالفت زیادہ نہیں کرانا چاہیئے)

یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کو کمزوروں

کے ساتھ نرمی کرنی چاہیئے کیونکہ جب طالب میں عقیدت وارادت کی کمزوری دیکھے اور سمجھ لے کہ نفس کی مخالفت اور پسندیدہ چیزوں کے چھوڑنے میں سچی نیت نہیں رکھتا تو چاہیئے کہ اس کے ساتھ مدارات کرے اور اس کو اس وجہ سے کہ نیت کا سچا پختہ نہیں ہے واپس نہ کرے اور اس طریق سے محروم نہ کرے اور شقاوت کا خط اس کی پیشانی پر نہ کھینچے کیونکہ اس بزرگ جماعت کا وصف ہے قدس اللہ تعالی اسرارہم کہ قَوم'' لَّا یَشقٰی جَلِیسُھُم (یہ قوم اپنے ساتھیوں کی شکایت نہیں کرتی) تو اسے قبول کرلے اور اس طرح بسر کرے کہ اس کو نقصان کی پستی سے کمال کی بلند چوٹی پر چڑھادے اور شروع میں تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے منع کرے اور حدِ رخصت پر اقتصار کرے تاکہ جلدی میں تنفر نہ ہو اور الٹے قدم پھر نفس طبیعت پر نہ جھک پڑے اور رفتہ رفتہ اس کو قبضہ میں لائے۔

شعر

چو مرغی کز برائ دانۂ کام	مثال مرغ جو از بہر دانہ
بتدریجش فتد در حلقۂ دام	ہے پھنستا جال میں وہ رفتہ رفتہ

اور وہ فقراء کے زیادہ میل جول اور عرصہ تک کی صحبت سے اثر پذیر ہو اور ہم جنسی کا رنگ پائے اور اس کا ارادہ قوت اختیار کرے اور مناسبت وجنسیت کے اثر سے محبت کا جذبہ اس میں جڑ پکڑلے اور رخصت کی پستی سے عزیمت کی بلندی پر ترقی کرے اور سب مشقتوں کو برداشت کرے۔ لکھا ہے کہ ایک شہزادہ کسی بزرگ کی صحبت میں آیا اور دنیا سے بالکل علیحدہ ہوگیا۔ شیخ اس میں کمزوری محسوس کرکے وقت پر اچھے اچھے کھانے اس کے لئے موجود کرتے رہتے اور کہتے کہ نعمت کا خوگر ہے اور اس سے انس ہوگیا ہے اس کے ساتھ مہربانی اور ولدہی سے بسر کرنا چاہیئے اور لذتوں سے اسکو بالکل منع نہیں فرمایا۔ فرماتے تھے کہ آہستہ آہستہ عادت ترک کرانا چاہیئے۔ جب وقت آئے گا وہ آپ ان سخت ریاضتوں کی طرف میلان کرے گا اس لذت کی وجہ سے جو پائے گا۔ حضرت نور العین فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے تنگر قلی کی نسبت یہی برتاؤ کیا ہے وہ صاحبِ جاہ تھے اور جب توفیق توبہ پائی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو ایکبارگی ریاضت کا حکم نہیں دیا آہستہ آہستہ ریاضتوں میں لائے پہلے پہل جیسا ان کا تقاضائے طبع تھا اسی قسم کا کھانا کپڑا دیا۔

شعر

چو بام وصل بلند آمدای عزیز جہان	ہے بام وصل جب اونچا تو ای عزیز جہان
برو بر آمدن از سرعتی چگونہ توان	ہے اس پہ جلدی سے چڑھنے کا کس میں پھر امکان

چھٹا ادب

(**کلام کی صفائی**) مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ کلام کو صاف ہونا چاہیئے شیخ کو اپنی گفتگو خواہش کے میل اور مذاق ومہملات سے پاک وصاف رکھنا چاہیئے تاکہ مریدین اس کے نفع کا اثر ظاہر دیکھیں کیونکہ گفتگو مرید کے دل میں مثل بیج کے ہے جو پڑے گا وہی ظاہر ہوگا تو پیر کو چاہیئے کہ مرید سے گفتگو کے وقت کلام کو خواہش کے میل سے پاک رکھے اور جو مرید کے دل میں ڈالے معرفت کے

پانی سے اس کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے تو ضرور حقائق کے پھل ظاہر ہوں گے اور اشارات کی حقیقتوں سے متحقق ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کرے تا کہ وہ اپنی بے سبب عنایت سے ڈاکوؤں اور چوروں اور شیطان اور نفس کی خواہشوں کی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ مرید سے گفتگو کے وقت حق سبحانہ وتعالیٰ سے معنی کے لئے دُعا کرے کہ اس وقت کا کام سننے والے کے حال کی صلاح اور فوائد کو شامل ہو اور یہ کہ اس کی زبان حق کی گویا ہو اور اس کی گفتگو فائدہ رسانی میں صادق ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے گفتگو کے وقت اپنے کو اپنے سے خالی کرے اور اپنے کو پانی کا پرنالہ سمجھے کہ حق تعالیٰ چشمۂ معرفت سے ابرِ کرم اس کی زبان پر بہاتا ہے اسی لئے حضرت مولوی نے اپنے کو ''نے'' سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ کہا۔

شعر

بشنواز نی چون حکایت میکند — سن تو نے سے کرتی ہے وہ کیا بیان
کز جدائی ہا شکایت میکند — دوری کی کرتی شکایت ہے عیان

کیونکہ نے کو خدا رسیدہ کاملوں اور مکملوں سے جو اپنے سے اور خلق سے فانی ہو گئے ہیں اور حق کے ساتھ باقی ہیں پوری نسبت ہے بالخصوص بعض موقوں پر نفی کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور اس گروہ نے اپنے وجود عارضی کی نفی کر کے بعد میں حقیقی مردہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

شعر

چوابری کز دم دریا بر آید — اگر بادل کوئی دریا سے اٹھا
وگر باسیل سوئے خود گراید — تو کل سیلاب دریا میں گرایا

جسطرح کہ نے اپنے سے خالی ہے جو آواز از قسم نغمہ والحان اس سے منسوب ہے درحقیقت بجانیوالے سے ہے نہ کہ اس سے۔

شعر

ہر آن صوتی کہ خیزد ازدم نی — صدا کوئی اگر اس نے سے آئی
زنائے میدہد خبری نہ از وی — خبر دی اس نے یاں کوئی ہے نائی

اسی طرح یہ بزرگ لوگ بالکل اپنی خودی سے خالی ہو گئے ہیں جو کچھ ان پر غالب ہے افعال واقوال واخلاق واوصاف سے وہ حضرت حق کے کمالات ہیں جو ان میں ظاہر ہوئے اور ان میں مرتبۂ مظہریت سے زیادہ نہیں ہے اگر مراد نے سے قلم ہے جو اپنے سے تعبیر کی ہے تو وہ بھی درحقیقت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ حرکت دینے والا اور تصرف کرنے والا دوسرا ہے جس طرح کہ مشائخ کی گفتگو اور ان کے درجات اور جو اُن سے ظاہر ہوتا ہے سب حق تعالیٰ سے ہے کہ:

یُضِلُّ اللّٰہُ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُؕ[۱] اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہے۔

کی صفت نے ان کی شان میں ظہور کیا ہے جسطرح نے سے پہلی مرتبہ میں ۔

رباعی

آتش ست این بانگ نائی نیست باد — بانگ نائی کو ہوا مت کہہ ہے آگ
ہر کہ این آتش ندارد نیست باد — وہ مٹے رکھتا نہیں جو اس سے لاگ
آتش عشق است کا ندرنی فتاد — عشق کی نے میں پڑی ہے تیز نار
جوشش عشق است کاندرنی فتاد — جذبۂ الفت کی نے میں ہے اُبھار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ کی بات کہنا اسی کے لئے زیبا ہے جو سالوں جان کی جھاڑو سے اور مدتوں یقین کی راہ سے خانقاہ مشائخ کے پاخانہ گیا ہو اور سر پر اٹھا کر دوسری جگہ پھینکا ہو۔ شیخ ابوالمکارم کو جب راہِ حق تعالیٰ کے سلوک کا جذبہ پیدا ہوا خراسان سے قصد طواف کعبہ کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے پاس آئے اور سلوک میں مشغول ہوئے اور اس گروہ کی باتیں حاصل کرتے تھے ان کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے لحاظ سے مقام شکر ہے کہ ایک شخص پانسو کوس کی راہ طے کر کے اور منزلیں قطع کر کے آیا اور اپنے دقایع کا حل چاہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا شیخ عمو سے نقل کرتے تھے کہ میں ایک بزرگ شیخ ابوبکر فالیزبان کی زیارت کے لئے بخارا گیا ان کو تلاش کیا کوئی گھر نہ تھا صرف ایک دروازہ رکھتے تھے وہ وہاں تھے میں سامنے گیا سلام کیا مجھکو بٹھایا اور دسترخوان لائے جو کی روٹی تھی اور نمک، میں بھوکا تھا ہاتھ بڑھایا اور کھانے لگا۔ کھانے کے درمیان ان کو دیکھا کہ وہ روتے تھے۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھ سے کہا تم کھاؤ میں فرطِ مسرت سے روتا ہوں کیونکہ ابوالقاسم جنید نے مجھ سے کہا تھا کہ جلد ہاں جلد ہوگا کہ یہ باتیں ایسی ہوں گی کہ ایک گلی میں دو حجرہ ہوں گے ان میں سے ایک حجرہ میں یہ باتیں ہوں گی (یعنی تصوف کی) اور دوسرے میں نہ ہوں گی۔ دوسرے حجرہ میں رہنے والا معارف سیکھنے کیلئے پڑوس کے حجرہ میں جانے کی تکلیف برداشت نہیں کرے گا آپ ہرات سے چل کر بخارا آئے ہیں ابھی تک اچھا ہے۔

ساتواں ادب

<u>بات کا بطور کنایہ کہنا ہے</u>۔ پیر جس وقت مرید میں کوئی بری چیز معلوم کرے اور چاہے کہ اس پر گرفت کرے تاکہ وہ اس سے پاک ہوجائے تو بات بطور کنایہ کہنی چاہیئے اور صاف صاف کہنے سے بچے۔ نصیحت اس طرح دلدہی اور حکمت سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ ایک دن ان کلمات

---

۱ پ۲۹ المدثر ۳۱

شریفہ ومقاماتِ لطیفہ کا جامع حضرت کے ساتھ ایک راستہ میں گذر رہا تھا اتفاقاً نگاہ ایک خوبصورت عورت پر پڑی اور دل کی سوزش اور قلب کی کشش اس کی طرف حد سے گذر گئی ایسا کہ کھانا پینا بھی کبھی چھوٹ جاتا تھا اور میرے اس واقعہ سے کوئی باخبر نہ تھا مگر پوشیدہ نہ رہ گیا۔

شعر

نسازد گر کسی از عشق اظہار — کرے گر عشق کا کوئی نہ اظہار
بخواند ہر کسی بر ورق رخسار — بتادیتے ہیں سب کچھ زرد رخسار

جب حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں مقررہ عادت کے موافق میں گیا جیسے ہی اس فقیر کے چہرہ پر نگاہ پڑی کسی قدر تبسم فرمایا ۔

شعر

چو در بحردلش این دُرِّاسرار — جو نکلا بحر دل سے دُرِّ اسرار
بر آمد ازتبسم کرد اظہار — تبسم کا کیا اس وقت اظہار
زہی دریائے اسرار منور — زہے دریائے اسرار منور
کہ ریزد ازتبسم دُرّ و گوہر — تبسم سے ہے جھڑتا دُرّ و گوہر

معرفت وحقیقت کی بعض باتیں فرمائیں اور اس کے ذیل میں قصّہ مجنون کی ایک بات نکالی کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے عشق حقیقی کے شرف سے مشرف کیا تھا دوسرے کے لئے نقصان ہے ۔

شعر

درین سودا کہ از عشق بتا نست — یہ سودا جو کہ ہے عشق بتاں کا
یکی را سود و دیگر راز یانست — ہے باعث نفع کا بھی اور زیاں کا

اس بات کے سنتے ہی وہ میلان میرے دل میں نہ رہ گیا گویا تھا ہی نہیں ۔بعض مشائخ کا قول ہے کہ مریدوں سے علی الاعلان مواخذہ کرنا چاہیئے یہ زیادہ مناسب اور حکمت سے زیادہ قریب ہے جیسا کہ خواجہ علاؤالدین عطار قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ ایک مرید اجازت لیکر وطن گیا جب خدمت شریف میں واپس آیا ایک بڑا مجمع تھا خواجہ نے فرمایا ہمارے بزرگوں کا دستور محاسبہ ہے لہٰذا جدائی کے وقت سے لیکر سامنا ہونے تک جو گذرا ہے سب بیان کرنا چاہیئے اس نے سب عرض کیا ۔

شعر

زاوّل تابہ آخر ہرچہ بودہ — زاوّل تابہ آخر جو ہوا تھا
بعرضِ سلطنت یکیک نمودہ — وہ اک اک بات کو حضرت سے بولا

اور قلب اقدس میں جمادیا لیکن ایک چیز جس کو نہ کہہ سکا حضرت خواجہ نے فرمایا یہ نہ ہوگا سب کو کہنا

چاہیئے ورنہ میں خود کہوں گا اور تجھ کو رسوا کروں گا بالآخر مجمع میں کہا ۔

شعر

صاحب دل آئینہ شش سربود — صاحب دل آئینہ شش سربنا
زانجہت از شش طرف ناظر بود — شش جہت سے چیز کو ہے دیکھتا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ کے لئے تعریض ضروری ہے اور وہ ساتھیوں اور دوستوں کو برے کام سے بطور کنایہ ومثال کے آگاہ کردینا اور باخبر بنانا ہے کیونکہ انداز سنت مصطفیٰ اور فن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ زمانۂ رسالت میں اگر کسی صحابی سے کوئی ناگوار اور سخت کام واقع ہوتا وہاں آپ فرماتے تھے کہ جو اس قسم کا کام کرتا ہے وہ اچھا نہیں ہے اور اگر کسی جماعت وقوم سے کوئی برائی اور خرابی صادر ہوتی تو فرماتے تھے کہ جن لوگوں میں کہ ایسی بری روش ہے کس طرح بھلائی ہوگی سبحان اللہ کیسا خلق مصطفےٰ تھا ہاں جس میں ایسا خلق ہو اس کی شان میں نازل ہوتا ہے ۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○ [1] — اور بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔

رباعی

کسی کو مظہر ستار باشد — جو ہوتا ہے ظہور شان ستار
بعیب برہنہ ستار باشد — کھلے عیبوں پہ ہوتا ہے وہ ستار
ازان راہ اولیاء اوبرحمت — اسی سے اولیاء حق کی رحمت
بیاران بر زجان دلدار باشد — ہے یاروں کے لئے غمخوار و دلدار

قریب قریب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے واقعہ سے فرماتے تھے کہ کیا کہنا ہے انبیاء کے خلق کا کہ اسلام کی تبلیغ بھی اسی کنایہ سے کرتے تھے اگرچہ دوسرے موقعہ پر ڈرانے کے انداز پر کرتے تھے روشن تاویل اور زیادہ صحیح قول حضرت خلیل اللہ کی شان میں وہ ہے جو تفسیر زاہدی میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں تین قومیں تھیں ایک ستارہ پوجتی تھی دوسری چاند کو پوجتی تھی تیسری آفتاب پوجتی تھی آپ نے چاہا کہ ان کو دعوت دیں اور یہ تینوں قومیں نہایت سخت دل اور اپنے کفر میں مصر تھیں اور جماعت بڑی تھی آپ نے کہا کہ ا یکبارگی ان پر دعوت کا اظہار کروں گا تو نہ سنیں گے ۔

شعر

دلی کان بود ازخم آہن بتر — جو دل لوہے سے ہو کجی میں بتر
درو پند مردم نگیرد اثر — نصیحت نہیں کرتی اس میں اثر

---

[1] پ۲۹ القلم ۴

تو حیلہ پیدا کیا کہ پہلے آپ اکیلے اس قوم میں گئے اور انہی لوگوں میں ایک آپ ہو گئے جس طرح وہ لوگ ستارہ طلوع ہونے کے منتظر رہتے تھے آپ نے بھی کیا یہاں تک کہ ستارہ نکلا تو بطور کنایہ وتعریض کے نہ کہ از راہ شک وتردد آپ نے کہا هٰـذَا رَبِّـيْ ج[1] (یہ میرا رب ہے) تاکہ وہ لوگ جانیں کہ ہم میں سے ہیں اور بھاگ نہ جائیں۔ جب ستارہ ڈوب گیا آپ کہنے لگے اس طرح کہ وہ لوگ سن لیں کہ یہ ستارہ نکلا اور ڈوب گیا خدا کے لئے تغیر وتبدل جائز نہیں ہے اگر یہ صفت خدا کی ہو تو بندہ اور خدا میں کیا فرق ہو۔

شعر

اگر این وصف راشمری ز صانع — اسی کو سمجھے تم گر وصف صانع
چہ باشد فرق در مصنوع و صانع — ہے کیا مصنوع اور صانع میں مانع

تو یہ خدا نہیں ہے اسے ہم دوست نہیں رکھتے اور چاند میں بھی ایسا ہی کہا اور طلوع آفتاب میں اسی طرح فرمایا تو جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے سنا ان کی عقل میں آ گیا سب نے کہا ٹھیک کہتا ہے کہ خدا کے لئے تغیر ادر حرکت نکلنا اور ڈوبنا عیب ہے سب پھر گئے اور دین ابراہیم میں آ گئے اس طریقہ سے ان کو اسلام میں لائے اور اس کو تلبیسات انبیاء کہتے ہیں تو ابراہیم کا کلام بطور تعریض تھا اور مقصود اس سے یہ رکھا تھا۔

بیت

مکن انکار تو درکارِ اخیار — نہ کر ہرگز کبھی انکار اخیار
کہ ہست درکارِ شان بسیار اسرار — کہ ان کے کام میں بے حد ہیں اسرار

اور وہ حق ہے نہ کہ معاذ اللہ ایسا ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت شیخ شمس بلخی سے نقل کرتے تھے انبیاء اظہار نبوت کے بعد اور اظہار نبوت سے پہلے شرک سے معصوم ہوتے ہیں چنانچہ کتب عقائد میں آیا ہے کہ دونوں حالتوں میں یہ حضرات سب سے زیادہ صاحب عرفاں ہوتے ہیں اور اس تقریر پر لازم آتا ہے عقیدہ کے خلاف کہنا اور حضرت ابراہیم نے اپنی زوجہ کو هٰـذِهٖ اُخْتِیْ (یہ میری بہن ہے) کہا مراد آپ کی یہ تھی کہ دین میں میری بہن ہے اور یہ ٹھیک ہے دوسرے یہ کہ جب چاہتے تھے کہ حیلہ کریں بتوں کو توڑنے کے لئے تو کہتے اِنِّـیْ سَـقِیْم'' (میں بیمار ہوں) حالانکہ تندرست ہوتے مقصود اس میں آپ کا یہ تھا کہ انسان کسی وقت بیماری سے خالی نہیں ہوتا اگر چہ اسکو معلوم نہ ہو یا آپ کا مقصود یہ تھا کہ جو مرنے والا ہے وہ بیمار ہونے والا ہوگا کیونکہ حادث برائے نام موجود ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون اور یحیٰ بن زید کو شہر انطاکیہ میں تبلیغ کے لئے بھیجا اور یہ واقعہ بیان سے زیادہ ہے جب وہ لوگ گئے اور تبلیغ کا اعلان کیا تو انطاکیہ والوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی۔

---

[1] پ ۷ الانعام ۷۶

شعر

کسی راکہ درنار باشد مقر کسی کا جہنم میں ہو گر قرار
سر از حظ دعوت بر آرد بدر ہے وہ دعوت حق سے کرتا فرار

نالائقی سے جولوگ ان کو رکھتے تھے انہیں بہت تکلیف دی اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قواس کو حکم دیا کہ وہ جا کران کو قید سے نکال لائیں اور تبلیغ میں ان کا ساتھ دیں۔ قواس جب آئے ایک دن سارے اہل ملک بتخانہ میں جمع تھے قواس ان کی شکل بنا کر بتخانہ میں گئے اور تعظیم وادب سے بتوں کی پوجا کو اٹھے حالانکہ دل سے خدا کی نماز ادا کرتے تھے۔

شعر

بحراب بتان از ترس اغیار عدو کے ڈر سے محراب بتاں میں
بدل در کردہ سجدہ سوئے دا دار کیا سجدہ خدا کا تا نہ سمجھیں

ان کا بادشاہ آپ کی اس تعظیم کو دیکھ کر تعجب میں ہو کر رہ گیا بولا کسی نے اس عظمت ومحنت کے ساتھ بتوں کی پوجا نہیں کیا ہے یہاں تک کہ اپنے پاس بلایا اور مقرب کا عہدہ دیا ایسا ہوا کہ قواس ہی ملک کا انتظام کرنے اور مسندِ قرب پر جلوس فرما ہونے لگے۔ ع

بقربت زدیگر کسان برگزشت وہ قربت میں اغیار سے بڑھ گئے

ایک دن قواس نے بادشاہ سے کہا میں نے سنا ہے کہ دو آدمی آپ کو دوسرے دین کی دعوت دیتے تھے آپ نے قید خانہ میں بند کر دیا ہے بڑی جرأت انہوں نے کی ہے ان کو بلایئے تا کہ ان کی بات میں سنوں۔ ان کو قید خانہ سے بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو قواس نے کہا تمہارا خدا قادر ہے کہ نئی مخلوق پیدا کردے اور مردہ کو زندہ کردے اس طرح کہ ہم لوگ دیکھ لیں انہوں نے کہا ہاں بے شک قواس نے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا لوگو بتاؤ یہ کیا کہتے ہیں میں تو روئے زمین پر کسی مخلوق کو نہیں سمجھتا کہ مردہ کو زندہ کردے اور میں اس کام سے عاجز ہوں بادشاہ کی طرف رخ کیا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کوئی علم اور حق ہے اب آپ اپنے بتوں سے کہیئے کہ وہ مخلوق پیدا کریں اور مردہ کو زندہ کریں تا کہ یہ عزت آپ کو اور آپ کے بتوں کو ہو۔ بادشاہ نے کہا تم جانتے ہو کہ یہ بت تو مردہ ہیں کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے شمعون اور یحییٰ سے کہا جو دعویٰ کیا ہے اس کو لاؤ دکھاؤ۔ ایک اندھے غلام کو اور ایک مردہ کو جو سات روز کا مردہ تھا لے آئے کہنے لگے غلام کو آنکھ والا کردو انہوں نے مٹی کی دو گولیاں بنائیں اور اپنے تھوک سے تر کیا اور غلام کی دونوں آنکھوں میں رکھد یا اور دُعا کی اسی وقت آنکھ کا حلقہ ہو گیا اور غلام دیکھنے لگا، اور دعا کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا کی برکت سے مردہ کو زندہ کر دیا اس کے بعد قواس خوش ہو گئے اپنا حال شمعون و یحییٰ سے ظاہر کیا شمعون نے بادشاہ کو اور قوم کو دعوت دی۔ حضرت

قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ تو اس نے یہ جانا اور بتوں کو پوجنا بطور تلبیس کیا تھا۔

شعر

مرو از رہ تو از تلبیس ابلیس　　نہ بن تو پیر و تلبیس ابلیس
کہ میبا شد برایںان این زتلبیس　　کہ نافع خلق کو ہے حق کی تلبیس

آٹھواں ادب

نفلوں کا بڑھا دینا ہے۔ اس کی حالتوں کے غلبہ کو اعمال صالحہ سے اوقات کو سنوارنے بنانے میں مانع نہ ہونا چاہیئے اور یہ خیال نہ کرے کہ مجھکو اس کی حاجت نہیں ہے کیونکہ افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم باوجود کمال حال کے کہ کوئی آپ کا نظیر نہیں ہوسکتا عبادت پر سب سے زیادہ حریص تھے کہ راتوں کو نماز میں اس قدر قیام فرماتے کہ پائے مبارک ورم کر آتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے اتفاقاً ملک روم میں ایک مذہب اہل سنت و جماعت و مشرب اساطین دین و دیانت کے مخالف و معاند سے ملاقات ہوئی وہ شریعت پر طریقت کو ترجیح دیتا تھا اس کے جواب میں کہا گیا کہ اے شخص اگر تم ایک لفظ بھی لا دو جو شریعت میں نہ ہو تو ہم اعتراف کرلیں کہ شریعت طریقت سے علیٰحدہ ہے لیکن یاد رہے کہ اخلاق کو بدلنا دل اور روح کو صاف کرنا عروج وترقی ونزول وغیرہ سب قرآن میں لکھا ہے جو تِبْیَـانـاً لِکُلِّ شَیْ ءٍ (ہر چیز کا روشن بیان) ہے اور مشائخ نے کشف وتحقیق سے اس کو مستنبط کیا ہے۔ اور رسالوں میں لکھ دیا ہے یہ سب شریعت کے قواعد ہیں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند کہ مشائخ کے کلمات میں ہم نے تلاش کیا اور بزرگان زمانہ کی خدمت میں پہنچے ان لوگوں کی کسی گفتگو اور صوفیوں کی کسی بات نے عبادت معاف ہونے پر دلالت نہ کی اگرچہ بلند و بالا مقام ومقصد تک وہ پہنچے ہوئے تھے لیکن عمل صالح کا کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا۔ یہاں تک کہ مرنے کے وقت ان کا کوئی ادب فوت نہ ہوا چنانچہ حضرت شبلی قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے نقل کرتے ہیں جس وقت نزع میں تھے حضرت کبیر دنیوری نے فرمایا کہ شبلی نے مجھ سے کہا کہ وضو کرا دو انہیں میں نے وضو کرا دیا اور داڑھی کا خلال بھول گیا ان کی زبان بے قابو تھی میرے ہاتھ کو پکڑا اور اپنی داڑھی میں لا کر خلال کیا پھر جان دے دی۔ ایک بزرگ نے اسکو سنا تو کہا کہ لوگ کیا کہتے ہیں اس مرد کے بارے میں کہ آخر عمر میں بھی اس سے آداب شریعت سے کوئی ادب فوت نہ ہوا۔ حضرت ابوالحسن مالکی کہتے ہیں کہ خیر نساج کی جانکنی کے وقت میں موجود تھا ان پر غشی طاری تھی شام کی نماز کا وقت آیا تو آنکھ کھولی اور دروازہ کی طرف اشارہ کر کے کہا ٹھہر جا مجھکو امان دے تو اللہ کا محکوم ہے میں بھی اس کا محکوم ہوں تیرے پاس جو حکم ہے وہ فوت نہیں ہوتا میں تیرے قبضہ میں ہوں لیکن مجھکو نماز کا حکم ہے اس کا وقت آ گیا اور فوت ہونے کا اندیشہ ہے اس کے بعد پانی طلب کر کے وضو کیا اور شام کی نماز ادا کی پھر سو گئے اور آنکھیں بند کرلیں اور جان دے دی۔ اللہ اللہ مردوں نے راہِ عبادت وطریق تعبد اس طرح طے کی ہے اس وقت کسی مقام پر پہنچے ہیں اور اگر پناہ بخدا ایسا نہ ہو اور اس کے

دل میں دوسرے قسم کا فاسد خطرہ آئے کہ مجھے عبادت کی کیا ضرورت ہے تو اس کا ٹھکانا محرومی کا قعر جہنم ہے ۔ جس طرح کہ کسی معاذ رازی کے سامنے لوگوں نے ایک قوم کا حال نقل کیا کہ کہتے ہیں ہم اس مقام پر پہنچے ہیں کہ ہم کو نماز نہ پڑھنی چاہیئے فرمایا کہہ دو کہ پہنچے ہو مگر جہنم میں پہنچے ہو ۔

قطعہ

آنہا کہ در طریق آئینہ دویدہ اند	طور سلوک جس کے کہ دیدہ شنیدہ ہیں
رخت سلوک خویش بمنزل کشیدہ اند	وہ منزل سلوک میں سامان کشیدہ ہیں
گویند درسلوک بجائیٔ رسیدہ ایم	کہتے ہیں ہم سلوک میں پہنچے بڑی جگہ
آری رسیدہ اند بدوزخ رسیدہ اند	ہاں ہاں رسیدہ ہیں وہ پہ دوزخ رسیدہ ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے دار دنیا میں اعمال مطلوب ہیں اسی لئے بزرگان عارفین اور دنیائے معرفت کے غواص حضرات نے فرمایا ہے کہ سالک عارف کو چاہیئے کہ اپنے کو احکام مشاہدہ کا محکوم و مغلوب نہ بنائے اور پوری ہمت سے وظائف عبادات اور اعمال حسنہ و افعال صالحہ میں کوشش کرے اور کسی وقت آرام نہ کرے اور زیادہ عجیب وہ معلوم ہوتا ہے جو دریائے شہود میں ڈوبا ہوا اور صحرائے وجود کا سیاح ہو اور ذرات کائنات و اجزاء موجودات کے ہر ذرہ و جز کو وجود تعالیٰ کا آئینہ جانے اور اس میں اسماء الٰہی و اوصاف نامتناہی کا پرتو معائنہ کرے وہ عبادت و وظائف اور نوافل کی پابندیوں میں کیوں اس کے شہود سے غافل اور اس کے انوار کے ملاحظہ سے فراموش ہو جاتا ہے کیونکہ مشاہدہ تو اعمال کے نتیجوں سے ایک نتیجہ ہے فوری طور پر یہاں ظاہر ہوا ہے اور مقام اس کا دارالجزاء ہے اور اس وطن کا مقتضیٰ جو دار خدمت ہے عمل آیا ہے اور مقتضیٰ اس مقام کا جو دار قربت و نزدیکی ہے جزا اور اعمال کے نتیجوں کا ظہور ہے پس مشغولی کے موافق اسی وطن میں اعمال کے نتیجوں کا ظہور اس مقام میں نتائج اعمال کے نقصان کا سبب ہوگا اور یہ عارف کیلئے بالکل نقصان اور ٹوٹ ہے تو نہایت درجہ کوشش کرنی چاہیئے اور پوری سعی بجالانی چاہیئے تا کہ ہر مقام پر اس کے مناسب عمل کرے ۔

مثنوی

ہر کہ او در مجلس رندان نشست	مجلس دنداں میں جس نے کی نشست
لشکر پرہیز خود بر ہم شکست	لشکر تقوٰے کو اپنے دی شکست
ہر کہ ہر دم ہمدمِ رندان بود	جو کہ ہر دم ہمدم رنداں بنا
ہمچو رندان دم زند رندان بود	رند وہ رندوں میں خود ہو جائے گا

مروی ہے کہ امام زین العابدین علی بن حسینؓ ہزار رکعت نماز روز پڑھتے تھے ایک رات ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان اعمال مکشوف ہوا تو دیکھا کہ ان کی عبادت حضرت امیر سے بہت کم تھی حضرت

نے تمام اعمال صالحہ اور وظائف مقررہ بڑھا دیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صوفی ہر چند مغلوب الحال ہو لیکن ادائے عبادت مقررہ سے چارہ نہیں ہے جس طرح کہ منصور حلاج باوجود اس دعویٰ کے ہر رات دن میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات جس کی صبح کو قتل کئے گئے پانچ سو رکعت ادا کی تھی۔ بعض کامل اور ناداں لوگ کہتے تھے کہ جب کوئی عرفان و وجدان کی نہایت اور آخری درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو تکالیف وعبادات ساقط ہو جاتے ہیں اس آیہ کریمہ سے استدلال کیا اور مشائخ کا قول شہادت میں لائے

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ ؎۱ — اور عبادت کرو اپنے رب کی یہاں تک کہ آوے تم کو یقین۔

اس فقیر نے اس کے جواب میں کہا خدا کی پناہ کوئی سمجھدار اس معنی کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے کیونکہ علماء ظاہر کی اصطلاح میں یقین سے معنی مرنے کا دن ہے اور صوفیوں کے موافق اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک بندہ یقین سے مشرف نہیں ہوا ہے وہ عابد ہے اور عبادت اس کی طرف منسوب ہے۔ جب یقین درجۂ کمال کو پہنچا تو عبادت کی نسبت اس سے اٹھ گئی اور وہ عابد ومعبود ہے کہ حقیقت نے اپنے جمال جہاں آرا کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا اور یقیناً جان گیا کہ سب ایک چیز پر قائم ہے اور اس کی اپنی ذات کسی وصف کے قیام کا محل نہیں ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ ؎۲ — یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ ایک پرند ہے نہ معلوم کس سعادتمند کی شاخ پر بیٹھے ؎

شعر

ہمہ کس بمیدان کوشش درانند	ہیں میدان کوشش میں سب آدمی
دلی گوئی دولت نہ ہرکس برند	مگر گوئے دولت نہ پائیں سبھی

نواں ادب

(مرید سے تعظیم کی توقع نہ رکھے) اپنے حق سے اترنا ہے مرید سے اپنی تعظیم وتکریم کی امید نہ رکھنی چاہیئے لیکن مریدوں کا اس پر قائم رہنا سب ضروری باتوں سے زیادہ ضروری ہے مگر پیر کے لئے اس کی امید رکھنی پسندیدہ نہیں ہے کسی وقت مرید کے حقوق ادا کرنے سے غافل نہ ہو کیا صحت میں اور کیا بیماری میں اور سفر وحضر میں اور تنگی و وسعت میں بلکہ ہر وقت مرید کے حقوق ادا کرنے اور اس کی حالتوں سے باخبر رہنے میں سستی وتن آرامی نہ کرے، ان کی ارادت کی صداقت پر اعتماد کرنے کے سبب اس کو چھوڑ دینا جائز نہ سمجھے اور پیر کو مرید کی تمام بیماریوں کی تشخیص میں مثل ایک طبیب کے

؎۱ پ ۱۴ الحجر ۹۹ ؎۲ پ ۲۷ الحدید ۲۱

چاہیئے کہ اس کے تمام اعضاء سے حقیقت معلوم کرے اور نبض کی رگوں سے خطرات سے آگاہی حاصل کرے ۔قریب قریب حضرت قدوۃ الکبرا نے مثنوی مولوی سے ایک حکایت نقل کی کہ پرانے زمانے میں ایک بادشاہ تھا کہ زیور آثار آئندہ ولباس اعمال موجودہ سے آراستہ اور طرق انصاف وقاعدۂ دادرسی سے پیراستہ اتفاقاً ایک دن شکار کے لئے سوار ہوا تھا کہ اس کی نگاہ ایک لونڈی پر پڑی لاکھ جان سے اس کے چہرہ کا عاشق ہوگیا ۔

شعر

یک کنیزک دیدشہ برشاہ راہ	شہ نے ایک لونڈی کو دیکھا پیش راہ
شد غلام آن کنیزک جان شاہ	ہوگیا پھر اس کا خادم پادشاہ

جب اس کے عشق کا غلبہ حد سے بڑھ گیا اور اس کے چہرہ کی محبت کا دریا سر سے اوپر آ گیا بہت سی اشرفیاں دیں اور اس لونڈی کو خرید لیا اور گھر میں لے آیا۔قریب تھا کہ اس کے گلزار وصال سے لذت کا پھول چنے اور اس کے تل کے لب جوئبار پر بیٹھے کہ بیماری کا بار خزاں اور جان آزاری کا صرصر اس کے گلزار حال پر چلا ۔

شعر

چون خرید اورا وبرخوردارشد	جب خریدا اور پھل کھانے لگا
آن کنیزک ازقضا بیمار شد	ہوگئی بیمار وہ شان خدا

حکماءشہر واطباء نامی کو جمع کیا کہ اس کا علاج کریں ہر چند دوا کی صحت رونما نہ ہوئی ۔

شعر

ہرچہ کردنداز علاج و ازدوا	جس قدر سب نے علاج اس کا کیا
گشت رنج افزون و حاجت ناروا	مرض اس کا دن بدن بڑھتا گیا

جب طبیبوں کی دوا سے ناامید ہوا مسجد کی طرف رخ کیا اور عاجزی و نیازمندی کے ساتھ بارگاہ خالق جان وعطا کنندہ درمان میں مناجات کی وہ رونے چلانے میں تھا کہ اس کو نیند آ گئی ۔خواب میں ایک پیر خوش نصیب آئے اور کہا تیری حاجت پوری ہوئی اُٹھ کل جو میری شکل میں آئے تیرے درد کی دوا اس کے دواخانہ میں ہے جب وعدہ کی صبح افق نصیب ومطلع تقدیر سے نکلی بادشاہ نے آنکھ دروازہ پر رکھی ناگاہ ایک نورانی شخص دور سے ظاہر ہوا بادشاہ بڑی تعظیم سے ان کو لایا اور بیمار کی بیماری عرض کی بیمار کو دکھلایا طبیب حاذق نے نبض وقارورہ سے مرض کی علامتیں دریافت کیں ۔کہا ان لوگوں نے درد کی دوا نہیں کی ہے بلکہ اس کے درد کو سمجھے ہی نہیں ہیں ۔

شعر

گفت ہر دارو کہ ایشان کردہ اند	بولا ان لوگوں نے کی ہے جو دوا
آن عمارت نیست ویران کردہ اند	کچھ نہ کی تعمیر ویران کردیا

کیونکہ اس کو ایسی بیماری ہے کہ طبیعت شناس اطبا نبض وقارورہ کے قیاس سے نہیں جان سکتے ۔

شعر

درد دل را از کجا داند طبیب — درد دل کو جانے گا کیسے طبیب
گرچہ باشد درہمہ حکمت لبیب — گرچہ ہو حکمت میں عاقل اور لبیب

مگر وہ طبیب جو عشق کے پوشیدہ درد کا علاج کرے اور عشق کے آثار جو انسانی شجر پر لپٹے ہوئے ہیں اور اس کی آرزو جو دل میں رکھتا ہے باہر کردے ۔

مثنوی

رنجش از سودا واز صفرا نبود — سودا اور صفرا سے بیماری نہ تھی
بوئ ہرہیزم پدید آید زدود — لکڑیوں کی بودھویں سے کھل گئی
عاشقی پیداست از زاری دل — عاشقی کا چشمہ ہے زاری دل
نیست بیماری چو بیماری دل — کچھ نہیں ہے مثل بیماری دل
علت عاشق زعلت ہا جداست — ہر مرض سے علت عاشق جدا
عشق اصطرلاب اسرارِ خداست — عشق اصطرلاب ہے سرِّ خدا
عاشقی گرزین سر وگرزان سراست — عاشقی اِس سر سے ہو یا اُس سر سے ہو
عاقبت مارا بدان در رہبراست — فائدہ آخر کسی رہبر سے ہو

جب لائق طبیب اس کے اندرونی مرض سے خبردار ہوا تو بادشاہ سے چھپائے رکھا اور دوسرے طریقہ سے ظاہر کیا کہ بیمار کو خالی مکان میں رکھو جہاں میرے اور بیمار کے سوا کوئی دوسرا نہ ہوتا کہ میں اس سے بعض چیزیں دریافت کروں جب سب نے خالی کردیا تو طبیب نے محبوب کے درد محبت کو پوچھا بالکل ظاہر نہ کیا کیونکہ حدیث نبوی وخبر مصطفوی کے معنے سے آگاہ تھی کہ جس نے عشق کیا اور عفت و پرہیز گاری برتی اور چھپایا اور مرگیا تو وہ شہید مراجب بیمار نے صریح طور پر بیان نہ کیا تو عاقل طبیب نے دوسری ترکیب سے پوچھا اور اس کی تفتیش میں کمر چست کی ہر شہر کا نام لیتا تھا اور نبض پکڑے تھا اور اس کے چہرہ کی رنگت پر نگاہ کئے تھا اسی طرح ہر شہر کا نام لئے جاتا تھا۔نبض اسی طرح چلتی رہی اور چہرہ کی رنگت اسی حال پر دیکھا ۔

قطعہ

سوئ قصہ گفتنش میداشت گوش — قصہ کہنے پر لگائے تھا وہ گوش
سوئ نبض جستنش میداشت ہوش — جستجو میں نبض کے تھا اس کا ہوش
تاکہ نبض از نام کہ گردد جہان — ہے اچھلتی نبض کس کے نام سے
او بود مقصود جانش درجہان — ہے وہی مقصود خاص و عام سے

ہر شہر اور اس کے اہالی کا نام لیتا چونکہ یک بیک نام لیتا تھا تو صفحۂ دل سے امتحان لئے جانے کا نقش صاف کر رہا تھا۔

بیت

نام شہری برد زانہم در گذشت — نام پہلے اک لیا پھر دوسرا
زانکہ رنگ روئے اودیگر نگشت — کیونکہ رخ کا رنگ جیسا تھا رہا

پوچھتے پوچھتے سمرقند کی بات نکلی اس گلزار وگلشن پر از شاخسار کا نام لیتے ہی اس کے غنچۂ دہن سے بھی نکل پڑا ''سمرقند''۔

شعر

نبض جست وردی سرخ او زرد شد — نبض کو دی رنگ چہرہ کا گیا
کز سمرقندی چو زرگر فرد شد — گویا زرگر پیارا اس کا آپڑا

طبیب نے سمجھ لیا کہ اس کا محبوب سمرقند میں ہے اب اس کے در پے ہوا کہ یہ جان لے کہ اس کا محبوب کس قوم کا ہے اور کیا نام رکھتا ہے اسی طریقہ سے سمرقند کی ہر قوم کا نام لیتا تھا اور اس کی نبض ورنگ رخ کو دیکھتا تھا۔

رباعی

تا کہ نام زرگرش بر لب رسید — نام زرگر لب پہ آخر آگیا
رنگ رویش نبض از شادی جہید — نبض اچھلی رنگ رخ کا کھل پڑا
کرد معلوم او کہ مطلوبش چو زر — سمجھا وہ محبوب اس کا مثل زر
ہست دردی زرگری عالی ہنر — ہے وہاں زرگر کوئی عالی ہنر

طبیب نے جب اس کے زر رخ اور سیم بدن سے اندازہ لگا لیا تو اس کو وصال کی خوشخبری دی اور کہا

مثنوی

من بدانستم کہ رنجت چیست زود — مل گیا تیرے مرض کا اب پتہ
در علاجش سحرہا خواہم نمود — مثل جا دواب کروں گا میں دوا
شادباش و فارغ و ایمن چو من — مطمئن ہو دل کو خوش رکھو سدا
آن کنم باتو کہ باران باچمن — سمجھو مجھکو بہر گلشن ابرسا
ہان دہان این رازرا باکس مگوی — ہاں مگر آئے نہ اس کی گفتگو
گرچہ شاہ از تو کندصد جستجوئے — گرچہ شہ تجھ سے کرے سو جستجو

طبیب اس محبوبہ کے پاس سے خواہ مخواہ اٹھا اور بادشاہ کے حضور میں آیا اور عرض کیا کہ میں نے اس کی بیاری کا علاج سمجھ لیا کہ اس کی طبیعت مرض و بیاری کی کثرت اور دوا پینے کی زیادتی سے ایسی ناہموار ہوگئی ہے کہ کوئی معجون وشربت اثر نہیں کرتا اس کے لئے سنہرا اور جواہرات کا زیور بنانا چاہیئے اور اس زیور کو بعض دواؤں

کے عرق میں ڈالنا چاہیئے تا کہ سوکھے اس کے بعد اس زیور کو وہ پہنے خدا نے چاہا وہ اچھی ہو جائے گی اور ایسا زیور اس شہر میں کوئی نہیں بنا سکتا مگر ایک بڑا ماہر سنار جو سمرقند میں ہے اس کو بہت سے مال وزر کی امید دلا کر لانا چاہیئے بادشاہ نے جان سے قبول کیا اور مصاحبوں کی ایک جماعت کو اس کے بلانے کے لئے بھیجا یہاں تک کہ ایک مدت گزرنے پر اس کو سب لائے اور بیمار کے سامنے بٹھایا اور بعض جواہر اور سونا اس کو دیا تا کہ زیور بنائے اور دوسری بات کہی کہ عورتوں کا اس کے زر پر پورا میلان ہے اپنے سامنے زیادہ خوبصورت بنواتی ہے بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ جب اس کی لونڈی نے وصال محبوب سے لذت حاصل کی تو اچھی ہوگئی اور اس کی بیماری بالکل نہ رہی کیونکہ اپنی دوا پا گئی ۔

شعر

چو داروئ وصالش خورد بیمار — دوائے وصل پی پی کر وہ بیمار
شدہ نیکو زرنج و درد بسیار — ہوا اچھا ہٹا سب درد کا بار

ایک زمانہ اسی پر گذر گیا زرگر کو ایک شربت دے دیا وہ بیمار ہوگیا جب اس کا آفتاب حسن ڈھل گیا اور اس کے رنگ کا مغربی سنہرا پن اضمحلال وسستی کے خورشید میں جالگا تو معشوقۂ ماہرو کے دل سے اس کا عشق سست ہوگیا اور بادشاہ کے حسن کی محبت او پر کود کے آگئی ۔

شعر

عشق نبود عاقبت ننگی بود — عشق کا ایسے نتیجہ ننگ ہے
عشقہائ کز پئ رنگی بود — یعنے وہ جو از برائے رنگ ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ اللہ کیسا عاقل وحاذق اور پیارا طبیب تھا اور پیر لوگ حقیقت میں ایسے ہی ہوتے ہیں اور اس حذاقت کو ہر طبیعت کی فطرت میں نہیں رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت پیر ومرشد کو اس سے سو مرتبہ بڑھکر حذاقت بخشی تھی کہ ہر بیمار کا اس کی طبیعت کے موافق علاج کرتے تھے ۔

غزل

روح افزا روح و دلہا راطبیبی دیگر است — روح افزا روح ودل کا ہے کوئی دیگر طبیب
بہر بیمارئ دلہا راطبیبی دیگراست — دل کی بیماری کی خاطر ہے کوئی دیگر طبیب
ہر طبیبی را نصیبی از دوا آمد ولی — ہر طبیب اس کو دوا سے اک نصیب آیا مگر
حضرت مخدومی مارا نصیبی دیگر است — پیر و مرشد کیلئے میرے ہوا دیگر نصیب
برمنابر گرچہ خطبا خطبہ میخواند ولی — منبروں پر گرچہ خطبا خطبہ پڑھتے ہیں مگر
خطبۂ عشقی کہ میخواند خطیبی دیگراست — عشق کے خطبہ کو پڑھتا ہے جو ہے دیگر خطیب

از غرائب اولیا گرچہ کسی دیدم ولی | میں نے دیکھی ہیں غرائب اولیا بے حد مگر
در عجائب اصفیا مارا غریبی دیگراست | ہے عجائب اصفیا میں میرا اک دیگر غریب
درسپاہی بیحدت گرچہ نقیبانند ولی | تیرے لشکر میں نقیبوں کی ہے کثرت گو مگر
اشرف سمنان بدرگاہت نقیبی دیگر است | اشرف سمنان ترے در کا ہے اک دیگر نقیب

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پیروں کو ضرور چاہیئے کہ اپنے ساتھیوں کے بھیدوں کی حفاظت کرنے کو زیادہ ضروری سمجھیں اوران کے جو کشف وواقعات کو معلوم کرے اس کا اظہار واشاعت نہ کرے اور جب خلوت میں جائے تو اس کی تحقیق کرے اور کہتے ہیں کہ اس قسم کی حالت اگرچہ نعمات الٰہیہ وانعامات نامتناہیہ سے ہے لیکن اس پر ٹھہر جانا اور اس میں نگاہ جمانا بُعد ودوری اور ناپیدی و مہجوری کا سبب ہے حضرت خواجہ سے نقل کرتے تھے کہ طرح طرح کی ریاضتیں اور مجاہدے کشف صورت کا سبب ہیں اور کبھی ہوتا ہے کہ صاحب کشف کا مکاشفات کی طرف پورا میلان ہوتا ہے اور اس میلان کے ہونے سے مقصود حقیقی سے باز رہتا ہے۔ اسی وجہ سے بعضوں نے اس کو راستہ کا غول بیابانی کہا ہے اور خواجگان ترک کے بزرگ خانوادہ نے اس خیال کی بناء پر ایسا فرمایا کہ اُن مکاشفات کے ہونے سے نہایت پست مقصود کا پابند نہ ہو جائے۔

دسواں ادب

(مرید کو زیادہ قریب نہ ہونے دے) حضرت خواجہ نے فرمایا ہے اگر جان لے کہ زیادہ دیکھنے سے اس کی عظمت مرید کے سامنے کم ہوتی ہے تو اس کو دور رکھنے کی کوشش کرے اور ایسی جگہ ٹھہرائے جو بہت دور نہ ہو اور نزدیک بھی نہ ہو ہر چند کہ کبھی کبھی آئے پھر اسی جگہ جہاں ٹھہرا ہے چلا جائے تاکہ موافق حدیث نبوی واثر مصطفوی:

زرغبًّا تزداد حبًّا | زیارت کرو ناغہ کرکے بڑھو گے محبت میں

کے عمل کیا جائے۔ درویشان اہل عشق کا طریقہ یہ ہے کہ مرید کو اپنے سامنے بہت نہیں رہنے دیتے۔ فرماتے ہیں کہ آتے جاتے رہو اور اپنی محبت کو تازہ رکھو، یہ پیری کے آداب وشرائط کے جامع قوانین ہیں اگر ایسے شخص کی صحبت ہاتھ لگے تو اس کے دامن کو مضبوط پکڑلو جب تک اپنا خون اس مٹی سے نہ ملا دو اس کے دروازہ سے نہ اٹھو۔ حضرت خواجہ بار بار زبان مبارک سے فرماتے تھے ؎

شعر

پائ من جز بدرت بردردیگر نہ رود | تیرے در کے سوا یہ پاؤں نہ جائیں کسی در
گر مراسر برود عشق تو از سر نہ رود | سر سے جائے نہ ترا عشق جو کٹ جائے بھی سر

اس کے بارگاہ کی ملازمت اوراس کی شدید خدمت کو بہت زیادہ ضرور جانے اور اس کی صحبت کو اللہ تعالیٰ کی صحبت سمجھے ؎

قطعہ

صحبت شیخ بہ ز ذکر خداست — صحبتِ شیخ ہے ذکر خدا سے بہتر
ذکر با شیخ بہ ز ذکر خداست — ذکر باشیخ ہے ذکر خدا سے بہتر
زانکہ اونیست آن صفات خداست — اس کا پیکرنہیں' وہ تو ہے صفات خدا
وصف اونیست وصف ذات خداست — وصف اس کا ہے اصل وصف ذات خدا

مثنوی

ہر کہ با شیخ ہمنشین گردو — پیر کا جوکہ ہمنشیں ہوگا
پاک از خشم و کبرو کین گردو — نہ کبھی اہل کبر وکیں ہوگا
صحبت شیخ صحبت حقست — صحبت پیر حق کی صحبت ہے
رحمت شیخ رحمت حقست — رحمت پیر حق کی رحمت ہے
پیش او میر تاکہ میر شوی — اس پہ مرجاؤ تاکہ میر بنو
ازہمہ واقف و خبیر شوی — سب سے واقف بنو خبیر بنو
پیش او ہرکہ مُرد زندہ شود — جو مرا اُس پہ ہوگیا زندہ
چون ملائک بسوئ عرش رود — ملکوتی بنا وہ عرش گیا
لیک گر طبل باز گونہ زند — کوئی باتونی لات گر مارے
بہر رو پوش گرد ہزل زند — منہ چھپانے کو ہزل کی تانے
تو ازانہا مرم میفت ازاسپ — بھڑ نہ ان سے اُلجھ نہ گھوڑے سے
روہمی کن علوم حق راکسب — علم حق سیکھ لے تو سینے سے
دامنش را مہل و پیش مرو — چھوڑو دامن نہ اس کے پیچھے چلو
ہر طرف رومکن بدان سوشو — ہر طرف دیکھو مت اسی سو ہو
ہرچہ گویند کہ خواہد او آن شو — جس طرح تجھکو چاہے وہ ہوجا
ہر سوئ کو رواندت میدو — جس طرف تجھکو لے چلے توجا
رنج اور ابکش کہ گنج بری — کرو محنت ملے خزانہ ہزار
پائ او بوس تا سری ببری — پاؤں کو چوموتا بنو سردار
ہر کہ ازجان غلام شاہ شود — جو بنا جان سے غلام شاہ
ملک وانس را پناہ شود — ملک و آدمی کا وہ ہے پناہ

حضرت کبیر نے پیر کے ساتھ مرید کے آداب کو دریافت کیا فرمایا کہ مقامات خواجہ میں ہے مرید کے لئے

پیر کے آداب کا لحاظ رکھنا سب سے زیادہ ضروری ہے کیسا ضروری لحاظ کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تصوف بالکل ادب ہی ہے کیونکہ ادب دلوں کی محبت کو کھینچنے والا ہے چونکہ روح کی خوبی اور عقل کے کمال کا مشاہدہ حسن ادب ہی کی صورتوں میں ہوسکتا ہے لہٰذا جب مرید پیر کی صحبت میں باادب ہوتا ہے پیر کے دل میں محبت کے ساتھ جگہ بنالیتا ہے اسی ذریعہ سے اللہ کا منظور نظر ہوجاتا ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ روزانہ دوستوں کے دل میں تین ہزار ساٹھ مرتبہ رحمت کی نظر کرتا ہے جب تجھکو اس جگہ دیکھتا ہے تو دونوں جہان کے تیرے کام بن جاتے ہیں اگر یہ دولت نصیب نہ ہوتو دوبارہ کوشش کروکہ ان کے دل میں جگہ بنالو۔

شعر

جایٔ کن در اندرونہا خویش را	اُن دلوں میں کرلے تو اپنا مقام
دور کن ادراک غیر اندیش را	فہم غیر اندیش کا لینا نہ نام

پیر کے بعض حقوق تربیت کا بدلہ حسن ادب کا لحاظ رکھنے کے سوانہیں دے سکتا پس پیران طریقت، جو معنوی باپ ہونے کی نسبت رکھتے ہیں، کا وقار وتعظیم بڑے حقوق سے ایک حق کا ادا کرنا ہے جو شخص کہ بموجب فرمودہ

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِاللّٰهَ — جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا (اس نے) اللہ کا (بھی) شکر ادا نہ کیا۔

پیر، جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے اسباب ربوبّیت سے سب سے زیادہ نزدیک سبب ہے، کے حقوق ادا کرنے میں مستعدی نہیں کرتا وہ حقوق الٰہی کے ادا کرنے سے قاصر رہے گا کیونکہ جس نے ادنیٰ مربی کے ساتھ تواضع نہ کی وہ رب اعلیٰ تک نہ پہنچا۔

قطعہ

بتو نعمت زدست ہر کہ رسد	تجھ کو ملتی ہیں نعمتیں جو تو چل
نہ بمیدان شکر گر بی پایٔ	شکر کی راہ گو کہ ہو بے پائے
کی بشکر خدا قیام کند	کس طرح شکر حق کریگا ادا
تارک شکر بندگان خدایٔ	تارک شکر بندگان خدائے

پیر بھی اسی لئے ہے (حضرت قدوۃ الکبرانے) حضرت نورالعین کو پدر معنوی کے طور پر پالا اور حقیقی فرزندی کے رتبہ کو پہنچادیا اور حضرت نورالعین نے بھی معنوی باپ ہونے کے حقوق ایسے ادا کئے جو ایک انسان اور جنس عنصری سے ممکن ہے۔

شعر

بنوعی یار خدمت برکشیدہ — تھا ایسا بار خدمت کو اٹھایا
کہ ناید اور زجنس آفریدہ — کہ جیسا دوسرے سے بن نہ آیا

لہٰذا اسی نسبت سے اس گروہ کی ولایت کا انتقال فرزند جو مرید ہو اس کی طرف ہوتا ہے۔

بیت

اگر آئینۂ دل صاف گردو — اگر آئینۂ دل صاف ہوجائے
مظلہ نور پر الطاف گردو — تو ظل نور پر الطاف ہوجائے

اگر کوئی فرزند نسبی ہے اور دونوں جانب کی نسبت حاصل نہیں کی تو مثل فرزند نوح علی نبینا وعلیہ السلام کے ہے کہ

اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ۚ [۱] — وہ آپ کے اہل سے نہیں۔

اس کی صفت ہے پس جو راہ شکر میں تیز رفتار نہیں ہے وہ مضمون آیہ کریمہ:

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ [۲] — اگر تم شکر کروگے (تو) یقیناً تمہیں (اور) زیادہ دوں گا۔

سے باخبر نہیں ہوتا بلکہ اس کا ضد سماتا ہے پیر ہر حال میں مرید کا زینہ ہے تا کہ مرید پیر کی ہم جنسی اور مناسبت کے تعلق و واسطہ سے اس کے حقوق سے باہر آئے اس وقت تک کہ مناسبت کے وسیلہ سے حق سبحانہ وتعالیٰ کا عرفان ہو اور حقتعالیٰ کے حقوق کی ذمہ داری سے باہر آسکتا ہے اُس وقت جبکہ اسکو دریائے صورت سے ساحل حقیقت تک عبور کرنے کی قوت ہوگئی تو خلیل کی طرح اپنے سے کہتا ہے کہ:

اِنِّىۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِىَ لِلَّذِىۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِيۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۚ [۳] — بے شک میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

یہاں ہوتا ہے کہ سالک کی دیدۂ بصیرت دود یکھنے کے پردہ سے پاک ہوجاتی ہے اور مظاہر کی دیوار بالکل اس کے سامنے سے اُٹھ جاتی ہے۔ جب تک اس درجہ پر نہ پہنچے تمام امور میں پیر کی خدمت و پیروی اور اسکی تقلید مرید پر واجب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کہتے تھے کہ مجھکو شروع میں حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ نے اپنی تقلید کا حکم دیا حق تعالیٰ نے ان کو تقلید کی پستی سے تحقیق کی بلندی پر پہنچادیا۔

قطعہ

فراز ذروۂ تحقیق توحید — عروج ذروۂ تحقیق توحید
رسیدن میتوان از شیب تقلید — پہنچ سکتے ہیں اس پر اہلِ تقلید

---

[۱] پ ۱۲ هود ۴۶ [۲] پ ۱۳ ابراهیم ۷ [۳] پ ۷ الانعام ۷۹

ریا ہم باعث اخلاص گردد ہو تو مخلص ریا پر بھی اگر چل
کہ چشم باغبان از تخم بروید کہ دیکھا بیج سے مالی نے ہے پھل

اور ان بزرگ نکتوں اور لطیف اشاروں کے جامع کا کام حضرت قدوۃ الکبرا کی تقلید سے تحقیق پر انجام ہوا اور کوچہ ریا سے محل اخلاص میں پہنچا۔

آدابِ مُریدین

حضرت قدوۃ الکبرا سلطان ولد سے نقل کرتے تھے کہ جو پرندز مین سے اوپر اڑتا ہے اگر آسمان تک نہیں پہنچتا لیکن اتنا تو ہے کہ جال سے دور ہے اسی طرح اگر کوئی درویش ہوجائے اور درویشوں کی صورت بنالے اگر چہ بطورمکرور یا ہوااوراُن کے کمال کو نہ پہنچے لیکن اتنا تو ہے کہ خلقت اور بازاریوں سے ممتاز ہوتا ہے اور دنیا کی زحمتوں سے رہائی پاتا اور ہلکا ہوجاتا ہے کیونکہ ہلکے لوگوں نے نجات پائی اور گراں بارلوگ ہلاک ہوئے جو کچھ ساراادب ہے جمہورصوفیہ کے نزدیک دس ادب میں موجود ہے۔

پہلاادب

مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ مرید کواپنے دل میں ٹھان لینا چاہیئے کہ میرا کشودکار پیر ہی کی خدمت و ملازمت صحبت سے ہوسکتا ہے تواس کے آستانۂ دولت پر مجھکو یا جان دیدینی چاہیئے یا مقصود تک پہنچنا چاہیئے چنانچہ مجذوب شیرازی کہتے ہیں۔

شعر

خدا را رحم ای منعم کہ درویش سرکویت خدارا رحم کر منعم کہ کوچہ کا ترے منگتا
درِ دیگر نمیداند رہی دیگر نمیگرد نہ کوئی در ہے وہ رکھتا نہ کوئی راستہ لیتا

اور جو مرید اس اختیار کے زیور سے آراستہ ہوتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ پیر کے ہٹانے اور دور کرنے سے وہ نہیں پھرتا اور اس کے دل میں رخنہ نہیں پڑتا کیونکہ اس راہ میں پیروں کی طرف سے جانچ بہت ہوتی ہے جو اُن کے امتحان سے کامیاب نکلا ان کی نگاہ کیمیا تاثیر میں مقبول ہوجاتا ہے۔

شعر

عبارت گر ز محک پیر گردد کھرے گر وقت محک پیر ہوجاؤ
وجودت کیمیا تاثیر گردد تو بالکل کیمیا تاثیر ہوجاؤ

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت ابوعثمان حیری سے نقل کیا کہ وہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ملازمت میں نیشاپور پہنچے اور حضرت ابوحفص حداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کو گئے جب اُن کے نور ولایت کو دیکھا تو نگاہ بافیض کی خاصیت نے جذبات احوال کی قوت سے ان کو کھینچ لیا اور اپنا مرید کرلیا انہوں نے واپس ہونے تک شاہ کرمانی سے یہاں رکنے کی اجازت لے لی اور ابھی شروع جوانی میں تھے ابوحفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کو اپنے سامنے سے ہٹادیا اور فرمایا میرے پاس نہ بیٹھا کر ابوعثمان نے تعمیل حکم کیا اور اُلٹے پاؤں لوٹ گئے یہاں تک کہ نگاہ سے غائب ہوگئے۔

دل میں طے کیا کہ اُن کے گھر کے دروازہ پر ایک کنواں کھودیں اور اس کنویں میں بیٹھیں اور باہر نہ آئیں مگر جبکہ اس کو بلاویں۔ کہتے ہیں سال بھر وہ اس کنویں میں بیٹھے رہے اس کے بعد جب شیخ نے ان کی ارادت کی سچائی معلوم کی تو اپنی خدمت میں بلایا اور بے حد نوازا اور عزت کی اور مرحبا کہا اور اپنے مخصوصین سے بنالیا۔

حضرت نورالعین نقل کرتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی زادۂ روم کی نسبت یہی معاملہ کیا کہ جس وقت قاضی زادہ کی حضرت قدوۃ الکبرا کی توفیق خدمت نے رہبری کی تو صدارت اور قضا کو چھوڑ دیا جو کچھ بھی ہے اس سے نکل آئے اور خدمت کی بنیاد رکھی اور حضرت عمداً بے پرواہی کرتے تھے قریب سات برس تک جب نگاہ اقدس قاضی زادہ پر پڑتی تھی اپنی مجلس شریف سے نکال دیتے تھے اور سخت باتیں فرماتے تھے کہ قاضی زادہ عجب طرح کا ایک کم ہمت اور بے شرم ہے کہ کھانا کھانے کے لئے میرے پاس آتا ہے اور کبھی ہوتا کہ اپنے ساتھیوں کے گھر دو ایک منزل کے بعد جہاں پہنچ سکتے تھے آپ تشریف لیجاتے قاضی زادہ روتا چیختا پیچھے پیچھے آتا تھا کبھی بشری تقاضا سے کمزوری اور فتور واقع ہوتا تھا تو پھر اس طرح برتاؤ کرتے تھے کہ قاضی زادہ کا شوق سرے سے تازہ ہوجاتا تھا ایک بار اپنے حجرہ میں قاضی زادہ فراغت حاصل کئے ہوئے تھے اور لُنگی منہ پر رکھکر آپ ہی آپ کہتے تھے کہ اے محمد (اے قاضی زادہ) بہتیرے ہیں جو دولتِ ولایت سے محروم ہیں تو بھی اُنہیں میں سے ہو جا محنت کی حد یہی ہے جو تم کر چکے اب نہیں کر سکتے۔

چو آب محنت از سر بر گذشتہ	جو آب محنت ہے اب سر سے اونچا
در آب ورطہ پائ شدہ	بھنور میں چاہئے پھر بیٹھ جانا

وہ خود کہتے تھے کہ اسی فکر میں ایک لحظہ گذرا تو کسی پاؤں کی آہٹ اپنے حجرہ میں مجھے معلوم ہوئی اور میں نے توجہ کی ناگاہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ اے محمد رومی آرام سے سوتے رہو کہ تیرے کام کافی مقدار کو ہو چکے ہیں گھبرا کر اٹھا اور بے تابی کے ساتھ کہنے لگا۔

اینکہ می بینم بہ بیدار یست یارب بخواب	یہ کہ میں ہوں دیکھتا بیداری ہے یارب کہ خواب
خویشتن رادر چنین نعمت پس از چندی عذاب	اپنے کو نعمت میں ایسی بعد از قہر و عذاب

حضرت کو میں نے دیکھا حجرے سے باہر گئے اور میں موافق اپنی خدمت کے راہِ خدمت کو بڑے شوق اور پوری آرزو کے ساتھ طے کرتا رہا یہاں تک کہ اپنے وسیع کرم سے قبول کرلیا اور اس گروہ کے مقامات ومکشوفات کو آنکھ جھپکتے دکھلا دیا اور نیشاپور کی ولایت سپرد کی جب تک رہے وہیں رہے اور جس مقام ومنزل کو پہنچے وہ تو پھر پہنچے۔

دوسرا ادب

پیر کے تصرفات کو مان لینا ہے اس کے تصرفات کو نافذ کرنے کا راستہ اپنی جان اور مال میں کشادہ رکھے اور وہ جو فرمائے تابعدار اور نیاز مند راضی اور خوش رہے کیونکہ اس کی

محبت وارادت کے موتی سوااس طریقہ کے چمکدار نہ ہونگے اور اسکی سچائی واخلاص کی کھرائی اور بانگی اس انداز کے سوا معلوم نہیں ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبرا تقریباً فرماتے تھے کہ ایک دن شیخ ابوعثمان ہارونی نے بعض مسلمانوں کے خرچ کے لئے کچھ طلب کیا کسی نے نہ دیا ابوعثمان کا دل تنگ ہو گیا ایسا کہ مجلس میں رونے لگے جب رات آئی ابوعمر جوان کے مریدوں سے ہیں نماز عشاء کے بعد دو ہزار درہم کی ایک تھیلی ابوعثمان کے سامنے لائے اور کہا کہ اس کو اس بارے میں جو آپ چاہتے ہیں صرف کیجئے ابوعثمان خوش ہو گئے ان کو دعاء خیر دی۔ جب صبح ہوئی تو ابوعثمان مجلس میں بیٹھے کہا اے لوگو ہم ابوعمر سے بے حد امیدوار ہوئے آج رات کو دو ہزار درہم مسلمانوں کے خرچ کے لئے لے آئے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ابوعمر لوگوں کے درمیان سے اٹھے اور برسر مجمع کہا کہ وہ میری ماں کا مال تھا وہ اس سے راضی نہیں ہے اس کو مجھے واپس کر دیجئے تا کہ میں اس کو واپس دوں۔ ابوعثمان نے فرمایا یہاں تک کہ لوگ اس تھیلی کو لائے اور ان کو واپس دی جب رات آئی پھر اس درہم کی تھیلی کو ابوعثمان کے سامنے لے گئے اور عرض کیا کہ اچھا ہو کہ اس کو ایسا خرچ کیجئے کہ ہمارے سوا کوئی نہ جانے، ابوعثمان رو پڑے انہوں نے کہا بسا اوقات سکوت گفتگو سے زیادہ فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شہر روم میں کہ جس کی شان میں یہ ہے کہ اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا حضرت نورالعین کی بیماری کے سبب ایک سال کامل قیام فرمایا اور طبیبان زمانہ جمع ہوئے کوئی طبیب اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہوا۔ اتفاقاً ایک طبیب یونان کی زمین سے آیا حضرت نورالعین کے نبض وقارورہ کو دیکھا بھالا اور علاج کے لئے آمادہ ہوا اور کہا کہ اس بیماری کے لئے میں تیل بناتا ہوں جس کو جسم مبارک پر ملیں گے لیکن تھوڑا سا آدمی کا گوشت چاہیئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا متحیر ہوئے کہ آدمی کا گوشت کس طرح پیدا کیا جاسکتا ہے۔ قاضی محمد رومی اس واقع سے آگاہ ہوئے اور جنگل کو متوجہ ہوئے ایک گھڑی بعد آئے اور ایک برتن میں اپنا سیدھا ہاتھ کاٹ کر چھپائے ہوئے لائے طبیب کے حوالے کیا اس طرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا مطلع نہ ہوئے اور خود کو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا کہ فلاں جگہ ہم جاتے ہیں جب طبیب روغن بنا کر لایا اور وہ حضرت نورالعین کے جسم مبارک پر ملا گیا کچھ بیماری کی کمی معلوم ہوئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑا تعجب کیا کہ روغن کیسے تیار ہوا؟ طبیب نے عرض کیا کہ آپ کے فلاں مرید نے جو اس شکل کا ہے ایک ہاتھ لا کر دیا اور میں نے روغن تیار کر لیا اور اس شخص کے ہاتھ سے میں سرتا پا حیرت میں ہو گیا۔

شعر

کسی کز بہر جانان جان کشیدہ　　جو کوئی جاں فدا کر دے بجاناں
چہ شد گر پارۂ از جان بریدہ　　عجب کیا کاٹا گر اک پارۂ جاں

حضرت قدوۃ الکبرا کو معلوم ہوا کہ روم کا قاضی زادہ ہے متردّد ہوئے جہاں قاضی زادہ پوشیدہ مقام میں تھے تلاش کر کے لائے بہت افسوس کیا اور فرماتے تھے کہ کوئی ایسا کرتا ہے جو تم نے کیا ہے آخر کار معرفت کی ایک

بات چلنے لگی حضرت قدوۃ الکبرا معرفت گوئی میں آئے، کہتے کہتے کسی قدر گرم ہوئے اور فرمایا کہ قاضی زادہ کہاں ہے قاضی زادہ پاؤں پر کھڑے ہو گئے اسی وقت اس ہاتھ پر ذرا سا دم کر دیا ہاتھ نے وہیں سے گوشت پیدا کرنا شروع کر دیا کہ چند دِنوں میں پورا ہاتھ نکل آیا۔

شعر

بر ہر زمین کہ روزی آن نازنین بر آید | نکلے اگر کسی دن وہ نازنین کسی جا
از بہر پائ بوسش دست از زمین بر آید | نکلے گا ہاتھ بہرِ پابوسی پھر زمین کا

تیسرا ادب

اختیار کو مٹا دینا ہے کسی کام کو دنیا کا ہو آخرت کا ہو بہت ہو تھوڑا ہو پیر کی اجازت کے بغیر شروع نہ کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ بزرگوں نے کہا ہے نہ کھائے اور نہ پیئے اور نہ پہنے اور نہ سوئے اور نہ لے اور نہ دے لیکن پیر کی اجازت سے اور اسی طرح تمام عبادتوں میں کہ روزہ اور افطار اور نفلوں کی زیادتی اور فرائض پر اقتصار اور ذکر و مراقبہ و تلاوت وغیرہ پیر کی اجازت اور مقرر کرنے کے بغیر شروع نہ کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ ابونصیر خباز کے ساتھی بہت تھے ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے حج کا اِرادہ کیا۔ راستہ میں حصری کی زیارت کو گئے حصری نے ان سے چاہا کہ کچھ اگر ممکن ہو تو پڑھو ان میں سے ایک نے آواز بلند کی ۔

رباعی

ہمایٔ اوج وحدت از خوش آواز | ہمائے اوج وحدت سن کے آواز
بسویٔ آشیانت کرد پرواز | لگا کرنے تری جانب کو پرواز
چوصیتِ مرغ لاہوتی رسیدہ | صدائے مرغ لاہوتی سنا جب
بسویٔ باغ وحدت پر کشیدہ | بسوئے باغ وحدت وہ چلا تب

حصری بے قرار ہوئے وجد میں آ گئے اور کہا تم جیسوں کیلئے بوجھ نہیں ہے لوٹ جاؤ اور کہا کیا تم لوگ ابونصیر خباز کے شاگرد نہیں ہو جو گوہری کے اس پہاڑ پر رہتے ہیں۔ سب نے کہا ہاں ہیں۔ فرمایا ان سے اجازت لئے بغیر باہر آ گئے ہو، لوٹ جاؤ اور انکے پاس جاؤ۔

شعر

کسی راکعبہ گر درخانہ باشد | اگر گھر میں کسی کا کعبہ ہووے
بوادی سرزند دیوانہ باشد | ہے دیوانہ اگر جنگل میں بھٹکے

جوان کے کہنے سے لوٹ گیا سلامت رہا اور جو چلا گیا لُو میں جل گیا اور عرفات تک نہ پہنچا۔

شیخ الاسلام ۲۵ ماہِ رمضان المبارک کو گجرات سے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہنچے اور پابوسی سے مشرف ہوئے اور قیام گاہ کثرت آباد کے پہلو میں مقرر ہوا حضرت کے خادم لوگ ماہ رمضان میں کھانے کی تقسیم دو نماز کے

درمیان کرتے تھے کھانا بٹنے کے وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ الاسلام کا حصہ الگ کرلو اور دے دو آپ نماز عصر ادا کر رہے تھے کہ خدام کرام نے حصہ پہنچا دیا۔ پہنچتے ہی کھالیا اور پیالہ کو صاف کر کے رکھ دیا۔ جب حضرت کے پاس آئے حضرت نے فرمایا کیوں روزہ افطار کر دیا کیونکہ زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا عرض کیا ایک روزہ کا کفارہ ساٹھ روزہ آسان ہے لیکن خطِ فرمان سے سرکشی گراں ہے۔

شعر

کسی از دم پیر یا بد اثر | دم پیر سے با اثر ہو کوئی
کہ از خطِ او سر نیارد بدر | کرے گا نہ پھر حکم سے سرکشی

چوتھا ادب

یہ ہے کہ <u>پیر کی نشست پر بیٹھنے سے گریز کرے۔</u> نہایت درجہ اس بارے میں کوشش کرے کیونکہ اس میں نحوست ضرور ہے۔

بیت

دلا تا بزرگی نیاری بدست | دلا جب بزرگی نہ ہو زیر دست
بجائے بزرگان نباید نشست | بجائے بزرگاں نہ کرنا نشست

اور جس کو جان لے کہ پیر کو ناپسند ہے ہرگز اس کو نہ کرے اور پیر کی دلدہی و بردباری اور حسن خلق پر اعتماد کرنے کے سبب اس کو چھوٹی بات نہ سمجھے کیونکہ اس کی تاثیر مریدوں کی ذات میں بہت بڑی ہے کیونکہ وہ جس قدر اپنے کو پیر کی مرضی میں لگاتے ہیں اور پیر کی ناپسندیدہ چیزوں سے بچتے ہیں تا کہ اس پرہیز سے ان کو پیر سے مناسبت پیدا ہو اور اس نسبت کے ہونے سے پیر کے باطن سے حضور و جمعیت کی نسبت مرید کے باطن میں منتقل ہو مثل فتیلہ کے جو دھواں رکھتا ہے دھواں کی مناسبت سے آگ کو جلد کھینچ لیتا ہے۔

بیت

چراغ نسبت پیر ار فروزی | جو شمعِ نسبتِ مرشد جلائے
کند نورش بباطن دلفروزی | چمک پھر نور سے اس کے وہ پائے

اسی طرح مرید کا دل پیر کے اختیارات وتصرفات کو مان لینے اور اپنے کو پیر کی مرضیوں میں لگا دینے کی مناسبت سے محبت الٰہی کا جذبہ پیر کے باطن سے کھینچتا ہے اور جمعیت اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کے شرف سے مشرف ہوتا ہے۔

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ حضرت قاضی حجت ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں کھانا کھاتے تھے اور آش پیتے تھے حضرت کا ایک مرید بڑے شوق سے گوشت کھا رہا تھا فرمایا گوشت زیادہ کھانا انسان کی فطرت کو گراں کر دیتا ہے اور مریدوں کی طبیعت میں سستی ڈال دیتا ہے۔ حضرت قاضی حجت کے کان میں جب یہ مبارک بات پڑی اس دن سے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً ایک مدت کے بعد

کھانے کی مجلس میں پھر نظر شریف حضرت قاضی پر پڑی دکھا کہ بالکل گوشت کھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے فرمایا کہ گوشت کھانے کی طرف رجحان کم دیکھا جاتا ہے بکول فرخ حسین نے عرض کیا کہ آج ساتواں سال ہے کہ قاضی حجت گوشت کھانے سے باز آئے ہیں۔ حضرت کو تعجب معلوم ہوا دریافت فرمایا پھر بکول نے عرض کیا ایک دن حضور نے شاید کسی مرید کی نسبت گوشت کھانے کے بارے میں کوئی بات فرمائی تھی۔ اس دن سے ان کی بھی گوشت کھانے سے طبیعت ہٹ گئی ہے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس کو اس کی سختی طبیعت کے سبب سے یہ بات ہم نے کہی تھی ورنہ لوگوں سے ہر شخص کے لئے وہ کلام واقع نہیں ہوا تھا بالآخر حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے ہاتھ سے گوشت کی بوٹی ان کو کھلائی۔ فرمایا بلاشبہ سچا طالب امر و نہی کے راستہ میں جب تک اس درجہ پر پاؤں نہ رکھے منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔

کسی راگوش ہوش ار باز باشد — جو اپنے ہوش کو اک کان کردے
براہِ بندگی جان باز باشد — رہِ طاعت میں جاں قربان کردے
زہر گوہر کہ ریزد ازد ہان پیر — جھڑے موتی زبان پیر سے جو
مرید از جان صدف پرواز باشد — صدف کے مثل اپنی جان کردے

پانچواں ادب

مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا ہے کشف دقائع میں۔ واقعات کے کشف میں وہ خواب میں ہو یا بیداری میں پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اپنی خودی سے اس کی صحت پر تعین نہ کرنا چاہیئے کہ خطا کا موقع اور شک واقع ہونے کا محل بہت ہوسکتا ہے تمام کاموں میں منتظر رہنا چاہیئے کہ کلام پیر میں کیا مذکور ہوتا ہے اور پیر کی زبان کو شجر موسیٰ جاننا چاہیئے۔

مثنوی

دراور وادی ایمن کہ ناگاہ — تو آجا وادی ایمن کہ ناگاہ
درختی گویدت اِنّی اَنَا اللّٰہُ — شجر تجھ سے کہے اِنّیْ اَنَا اللّٰہُ
چوسرِّ اَنا بر آید از درختی — اَنَا کا سر ہے کہتا جب درخت ایک
پرا نبود روا ازنیک بختی — تو کیوں بولے نہ اس کو نیکبخت ایک

اور یقین کرلے کہ وہ خدا سے کہتا ہے نہ کہ ہوا سے اور دریائے بے نطق سے سیراب ہوا ہے اور اس کے دل کو دریائے موجزن کی طرح سمجھے جو علوم و کشف کے طرح طرح کے موتیوں اور معارف کے جواہر سے بھرا ہے کہ ہر وقت عنایت ازلی کی ہوا چلنے سے موج زنی پر آتا ہے اور موتیوں اور جواہر کو کنارے ڈال دیتا ہے۔

دلِ پیران بدان ای یار ہوشیار — سمجھ پیروں کے دل کو یار ہشیار
کہ باشد بہتر از دریائے ذخّار — مقابل اس کے کیا ہے بحر ذخّار

چو بادِ فیض آید در و زیدن ہوائے فیض جب چلنے ہے لگتی
بریزد از زبان لولوئ شہوار تو جھڑتا ہے زباں سے درِّ شہوار

بس ہمیشہ منتظر وحاضر رہنا چاہیئے تا کہ پیر کی باتوں کے نتیجوں اور فائدوں سے محروم اور بے نصیب نہ رہے اور پیر جو حکم عالم معانی میں کرے جلد مامور ہو۔ مجذوب شیرازی کیا خوب کہتے ہیں ۔

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید تو مے سے رنگ سجادہ اگر پیر مغاں کہد ے
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا کہ ناواقف نہیں سالک ہے، راہ ورسم منزل سے

روایت ہے کہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آنحضرت ؐ کی مجلس میں جب کوئی سائل سوال کرتا اور مسئلہ پوچھتا تو ایک جماعت کے لوگ جواب دینے میں جلدی کرتے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو اس آیت سے ادب سکھایا اور اس سے منع کیا کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ الآیہ اے ایمان والو نہ آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول سے۔

تو ساتھیوں کے لئے زیادہ ضروری یہ ہے کہ تمام امور میں پیر کے سامنے جلد بازی نہ کرے اور احکام سے مامور ہو اور جمیع امور سے کیونکہ پیر موافق اس کے کہ الشّیخ فی قومہٖ کالنّبیّ فی اُمّتہٖ (پیر اپنی قوم میں پر تو ہے نبی کا اپنی امّت میں) وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور خدا کی رحمت ہے جو بندوں پہ نازل ہوئی ہے کہ اس سے تکمیل سلوک اور رسائی میں نفع پائیں اور خواہشات وسموم واقعات کی حرارت سے رہائی پائیں اور محبتِ دنیا کے دریا میں نہ ڈوبیں ۔

استماع کلام اوبہتر بات کو اس کی سننا ہے بہتر
از ہزاران کتاب علم وہنر پڑھنے سے کل کتاب علم و ہنر
رحمت عالم است مرد خدا رحمت حق ہے پیر مرد خدا
مرشد و دستگیر ہر دوسرا مرشد و دستگیر ہر دوسرا
دست دروی زنید تا برہید تھام لو ان کو تا رہائی ملے
روئ سویش بعشق و صدق نہید ملو ان سے بڑی محبت سے
نوح وقت است او درین دوران اس زمانہ میں ہیں وہ نوحِ جہاں
کشتی او رہاند از طوفان وہ ہٹاتے ہیں کشتی سے طوفاں

ے پ ۲۶ الحجرات ا

رنج طوفان و آب سہل بود	رنج طوفان و آب سہل تو مان
زان قوی تر بدانکہ جہل بود	اس سے بڑھکر ہے جہل اسکو جان
ہست طوفان حقیقت این عالم	ایک طوفاں ہے یہ تمام عالم
غرق در وی امیر و شاہ و حشم	غرق اس میں امیر و شاہ و حشم
بگریز ند بسوئے کشتی نوح	بھاگتے ہیں بسوئے کشتیِ نوح
تاز غرقہ خلاص یابد روح	تا کہ بچ جائے ڈوبنے سے روح
شہوات جہان چو طوفا نست	شہوات جہاں تو طوفاں ہے
ہر کہ زو رُست او مسلمانست	جو بچا جلد وہ مسلماں ہے
و آنکہ از جہل ماند در شہوات	جس نے شہوت کی سمت کی پرواز
کافراست ارچہ آورد صلوات	ہے وہ کافر پڑھے اگرچہ نماز
کشتی ایمنی ولّی خداست	کشتی مطمئن ولی خدا
از برائے شما میانِ شماست	واسطے تیرے ہے پناہ ترا
تاشمارا رہاند از طوفان	پاس آئے نہ تیرے تا طوفاں
زانکہ این درداست او درمان	اس مرض کا ہے وہی اک درماں
اللہ اللہ فداء او گروید	اللہ اللہ اسپہ ہونا فدا
تاچہ اوبرنہم فلک گروید	آسمان نہم پہ تاہو جا
اللہ اللہ درا غلام شوید	اللہ اللہ غلام اس کے بنو
ہر طرف کو رودجملہ روید	جس طرف وہ چلے ادھر ہی چلو
تاچنین دولت نگردو دفوت	ایسی دولت کہیں نہوے فوت
روید و آورید ہش از موت	ہاں چلو ان کی طرف قبل از موت

چھٹا اَدب

مقاماتِ خواجہ میں لکھا ہے۔ آواز کا پست کرنا ہے پیر کی صحبت میں آواز بلند نہ کرنا چاہیئے کیونکہ بزرگوں کے سامنے آواز بلند کرنا ایک طرح کا ترکِ ادب ہے ۔

بیت

زطبع نازک دلدار ترسم	ہوں طبع نازک دلبر سے ڈرتا
کہ آوازہ ام آزردہ گردد	کہ آزردہ مرے آوازہ سے ہو

روایت ہے زمانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض لوگ آنحضرت کی مجلس میں آواز بلند کرتے تھے ان کو ادب سکھانے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ الَاتَرْفَعُوْ آ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [1] — اے ایمان والواس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔

نقل ہے کہ اس کے بعد ایسے وہ لوگ ہو گئے کہ آواز کی بے انتہا پستی سے بات دشواری سے سمجھی جاتی اور یہ آیت کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط [2] — بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے پرکھ لیا ہے۔

بھی نازل ہوئی ہے۔ پیر کے ساتھ ہنسی کھیل کا طریقہ نہ برتے نہ قول میں نہ فعل میں کیونکہ ہنسی کھیل سے پیر کی عزت نظر سے اٹھ جاتی ہے اور وقار کی چادر نگاہ سے ہٹ جاتی ہے اور مقامات نزول فیض میں رکاوٹ ظاہر ہو جاتی ہے تو چاہیئے کہ اُن سے خطاب کرنے میں تعظیم واحترام کا خیال رکھے۔ مروی ہے کہ ابتدائے نبوت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول کا نام تعظیم وتوقیر سے نہ لیتے یا محمد یا احمد کہکر پکارتے تھے ان کو ادب سکھانے کے لئے یہ آیت آئی کہ:

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ [3] — اور ان کے سامنے زیادہ بلند آواز سے بات نہ کرو ایک دوسرے کے ساتھ تمہارے بلند آواز میں باتیں کرنے کی طرح (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمھیں شعور (بھی) نہ ہو۔

دوسری آیت آئی کہ:

لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً ط [4] — نہ بنالو اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں اگلوں نے کہا ہے کہ نہ ان کو نام لے کر پکارو نہ کنیت سے اور آداب خدائے برتر سے ادب آموز ہوں کہ وہ فرماتا ہے يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ توتم کہو يَانَبِيَّ اللّٰهِ ۔ جس طرح کہ قول میں پیر کے ساتھ ہنسی بند رکھے فعل میں بھی اس کے احترام وتوقیر کو واجب سمجھے تو چاہیئے کہ اس کی موجودگی میں اپنا سجادہ نہ بچھائے مگر فرض نماز کے وقت اور پیر کے سامنے نہ ہنسے اور سماع کے وقت جہاں تک ہو سکے اپنے کو ہلنے اور کودنے چلانے سے بچائے مگر یہ کہ اختیار وغیرہ ہاتھ سے جاتا رہے۔

ساتواں ادب

مقامات خواجہ میں لکھا ہے ۔ گفتگو کے اوقات کا جاننا ہے جس وقت چاہے کہ پیر سے

---

[1] پ ٢٦ الحجرات ٢ [2] پ ٢٦ الحجرات ٣ [3] پ ٢٦ الحجرات ٢ [4] پ ١٨ النور ٦٣

دین و دنیا کی کسی ضرورت میں کوئی بات کہے تو چاہیئے کہ پہلے پیر کا حال معلوم کرے کہ اس کی بات سننے کی فرصت رکھتا ہے یا نہیں اور جرأت کر کے دلیری کے ساتھ بات نہ کہے اور بات کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے کلام میں باادب رہنے کی دعا کرے اور اس کی بات کو حقیقت و معرفت کے ظاہر کرنے کے لئے واسطہ جانے کہ دریائے غیب سے ساحل شہادت پر لاتا ہے اور مرید کو چاہیئے کہ پیر کی ہمجنسی اور پیر کے دل سے فیض کا پرتو کرنے کی قابلیت حاصل کرے تاکہ اس مناسبت و ہمجنسی سے فیوض غیبی وارادت لاریبی حاصل کئے جاسکیں اور ہرگز بے موقع بات نہ عرض کرے۔

شعر

حرامش بلود نعمت بادشاہ حرام اس پہ ہے نعمت بادشاہ
کہ وقت سخن را ندارد نگاہ جو وقت سخن پہ نہ رکھے نگاہ

روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی صحبت میں زیادہ سوال کرنے میں مبالغہ کرتے تھے اور بے موقع عرض کیا کرتے تھے آنحضرتؐ اس سے ملول ہوتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ [1]

اے ایمان والو جب تم رسول سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہو تو اپنی بات عرض کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔

مسلمان منافق سے ممتاز ہو گیا۔ نقل ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کسی نے اس آیت پر عمل نہ کیا ایک اشرفی لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ اور چاہیئے کہ پیر سے سوال کرنے میں اپنی حد سے نہ بڑھ جائے اور بجز اس حال کے جو اس پر چھپا ہو کچھ نہ پوچھے یعنی اپنی ضروری حالتوں سے زیادہ پیر سے نہ دریافت کرے اور اس کے سوا بے کار ہے جس طرح کہ مفید کلام وہ ہے جو سننے والے کی سمجھ کے موافق ہو مفید سوال بھی وہ ہے جو سائل کے مرتبہ کے موافق ہو۔

آٹھواں ادب

بھیدوں کے چھپانے میں ہے مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر اپنی کرامات و واقعات وغیرہ سے جو کچھ پوشیدہ رکھے اور مرید اس پر آگاہ ہو تو اس کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ تلاش کرے اور اگر فرض کر و اس کا سر چلا جائے جب بھی اس کو ظاہر نہ کرے۔

فرد

قلم سِرِّ سلطان چہ نیکو نہفت قلم شاہ کا خوب ہے ہے راز دار
کہ تا کارد برسرنزقش نگفت کہ چاقو سے کٹ کر کیا آشکار

منصور حلاج پر جو افتاد آئی وہ استاد کے راز کو ظاہر کردینے سے آئی مروی ہے کہ عمر و عثمان مکی نے

---

[1] پ ۲۸ المجادلہ ۱۲

جواُن کے استاد تھے مسئلہ توحیداور علم صوفیہ میں چند جز تصنیف کئے تھے جن کووہ ان سے پوشیدہ رکھتے تھے منصور نے ان کو پالیااور ظاہر کر دیااور خلقت پر کھول دیا بات باریک تھی لوگ نہ سمجھے ۔

رباعی

ہرکہ اورا طالع شاہی بود — جس کی قسمت طالع شاہی بنے
محرم اسرار الٰہی بود — محرم اسرار الٰہی وہ ہے
وانکہ از اسرار دل آگاہ نیست — جو نہیں ہے سِرِ دل سے باخبر
در حریم سر حقش راہ نیست — اس پہ قصر سرِّ حق کا بند در

اس پر منکر ہوئے اور مہجور کر دیا۔ استاد نے حلاج پر نفرین کی اور کہا الٰہی کسی کو اس پر مقرر کر کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ لے اور دار پر چڑھادے ۔

شعر

کسی کو سرّ وحدت کرد اظہار — کیا ہے سرّ وحدت جس نے اظہار
سزایش در طریقت دار باشد — سزا اس کی طریقت میں ہے بس دار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت پیرو مرشد سے روایت رکھتا ہوں کہ فرماتے تھے کہ منصور پر جنید کی دعا سے یہ افتاد آئی کہ ان کے ایک بھید کو ظاہر کیا تھا اور وہ یوں ہے کہ ایک دن منصور جنید کی خدمت میں گئے جب دروازہ پر پہنچے دروازہ کو کھٹکھٹایا اندر سے جنید نے آواز دی کون ہے کہا، حق ! جنید نے کہا حق نہیں ہو بلکہ حق کی طرف سے ہو اور کہا کون سی لکڑی ہوگی جس کو تو خراب کرے گا کونسی لکڑی اور دار ہے کہ تجھ سے لوگ چرب کریں دوسرے سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا شہر جونپور کی جامع مسجد میں اترے بعض مخلص احباب مثلاً حضرت کبیر وحضرت قاضی رفیع الدین اودھی وحضرت شیخ ابوالمکارم وخواجہ ابوالوفاء خوارزمی گوشۂ مسجد میں شرف حاضری سے مشرف تھے، حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک عجیب وغریب حال ووجد کا غلبہ تھا کہ کوئی بولنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ بعض معرفت کی باتیں متشابہات کی اور وجد پیدا کرنے والی آپ فرماتے تھے اسی اثناء میں یہ کلمہ زبان مبارک سے نکل پڑا ۔

شعر

دلش چون بحر عمان جوش کردہ — کیا جب دل نے دریا کی طرح جوش
دو گوہر ریختہ خاموش کردہ — ہوا وہ ڈال کر دو موتی خاموش

" **قال الاشرف النّاس کلّھم عبد" لعبید"** فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ سارے لوگ میرے بندے کے بندے ہیں ۔ پہنچے ہوئے لوگوں نے گوش دل سے سنا لیکن اس کا اظہار اچھا نہ سمجھا کیونکہ بعض علماء ظاہر جو اسرار باطن سے باخبر نہیں ہیں اگر سن لیں تو تاب میں نہ رہیں اور انکار پر سر اٹھائیں ' جب ایک

مدت گذرگئی حاجی صدرالدین علماوفضلا کے مجمع میں بیٹھے تھے کہ کسی سلسلہ میں اس کلمہ مبارکہ کونقل کیااس بات کے ظاہر ہوتے ہی بعض حاسدلوگ جو ہٹ دھرمی پرآمادہ تھے اعتراض پرآگئے اوراس باریک بات کی تحقیق میں شروع ہوگئے۔اس قدر کہ حضرت میر صدر جہان وحضرت قاضی شہاب الدین سے اس کلمہ کونقل کیا حضرت قاضی نے فرمایا درویش لوگ ہیں نہ معلوم کس مقام وحالت میں بات کہی ہے اورکس وجہ سے ان سے یہ کلمہ نکل پڑا ہے۔ٹھیک یہی ہے کہ ہم معرض اعتراض میں نہ آئیں اور روگردانی کے مقام سے باہر ہوں اور جو بات شطحیات (متشابہات) کی قسم سے ہواس میں غور کرنا اچھانہیں ہے بالخصوص یہ ایک سیّد ہیں بے حد بلند حال اور بڑے باکمال پورے صاحب تصرف ہیں اور میں آج کسی کونہیں دیکھتا کہ زور مقاومت میں ان کے ہم پہلو ہو۔

شعر

ندارو ہیچ کس آن زور بازو — نہیں ہے کوئی بھی ایسا دلاور
کہ باگردی بود او ہم ترازو — شجاعت میں جو ہو ان کے برابر

ایک شخص جو وحشت کا باعث تھا بولا ایسے شہر میں جو متبحر علماء اور قابلِ فخر فضلا اور درویشوں سے بھرا ہو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی متکبرانہ وجابرانہ بات کہے دوسرا اس کے جواب کے راستہ میں نہ چلے اور سوال نہ کرے بہت ابھار کر حضرت میر کو اس پر لائے کہ محمود بہیّہ جو ایک سخت کلام اور وحشی طالب علم تھا اس کو حضرت قدوۃ الکبرا کے پاس بھیجیں کہ اس کے معنی کو دریافت کرے۔حضرت قاضی نے فرمایا محمود بہیّہ مشائخ کی مجلس کے آداب نہیں جانتا خدا نہ کرے ایسی بات کہے جو خاطر سید کی گرانی کا سبب ہو کل میں حضرت سید کی خدمت میں جاؤں گا اور اس معنی کی تحقیق اس کلمہ کی شرح کی صورت میں جس طرح کہ مشائخ دریافت کرتے ہیں کرونگا اس طرح کہ حضرت سید کا قلب شریف گراں نہ ہو۔

شعر

برگ گل ہر چند دارد نازکی — برگ گل میں ناز کی ہر چند ہے
خاطر یارم ازان نازکتر است — اس سے نازکتر ہے خاطر یار کی

حضرت قدوۃ الکبرا مقررہ وظیفوں کے بعد اپنے مبارک ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ حضرت قاضی شہاب الدین کے قدم آگئے حضرت چند قدم استقبال کو آئے اور بڑی تعظیم کرکے لاکر بٹھایا جیسا کہ حضرت کی عادت تھی کہ ہر شخص سے اس کے مشرب کے موافق برتاؤ کرتے تھے۔بعض فقہی باریکیاں اور قابلِ غور حقائق کو باہم حل کرنے لگے اس طرح سے کہ قاضی اور ان کے ہمراہیوں کے دل کو تسکین ہو جاتی تھی بالآخر موافق

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ؈ [1] ہرگروہ (ان میں سے) اسی پرخوش ہے جو اسکے پاس ہے۔

مصرع:

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است
جن میں ہو ذکر یار کا اچھی وہی ہے بات

---

[1] پ ۲۱ الروم ۳۲

بات رفتہ رفتہ تصوف ومعرفت میں پہنچی اور عرفان کے لطیفے آگئے جس وقت کہ حضرت قدوۃ الکبرا حقائق الٰہی ودقائق نامتناہی کو بیان کرتے تھے چہرہ مبارک وجبین اقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا صوفیہ و جماعت علیہ کے کلمات اور باریکیوں کی بات اس درجہ بلند ہوئی کہ لوگوں کے ذہن میں دشواری سے آتی تھی اور موتی برسانے والی زبان کے معارف کے اثرات سے حاضرین ایسے متاثر اور خوش ہوئے کہ آپے سے باہر ہوگئے

مثنوی

سخن در حقائق بسی تیز شد — کلام حقیقت بہت تیز تھا
صدف در دقائق گہر ریز شد — صدف نکتوں پر خود گہر ریز تھا
نہ ز انسان معارف رسیدہ بلند — نہیں ہیں بشر سے معارف بلند
کہ ادراک عالی رساند کمند — کہ ادراک عالی کا پہنچے کمند
بسی از نوادر گہر سفتہ شد — پرویا نوادر گہر خوب سا
زاسرار ناگفتنی گفتہ شد — جو تھی ان کہی اسکو بھی کہدیا
چنان مجلس از وجد آمودہ گشت — وہ جلسہ عجب وجد سے بھر گیا
کہ جان ودل از ذوق آسودہ گشت — کہ آسودہ جان اور دل ہوگیا
روان ازمی ذوق از دست شد — مئے ذوق ہاتھوں سے ایسا بہا
زہستی کہ بودہ ہمہ پست شد — کہ ہستی سے ہر ایک نیچا ہوا

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک گھڑی کے بعد دریائے حقائق راز سے ساحل ساز وبیابان مجاز کو عبور کیا اور قاضی کی خاطر مدارات میں آئے حضرت قاضی چاہتے تھے کہ رخصت کریں حضرت نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ فقراء کے چھوٹے سے کثیف گھر میں آپ کے قدم آنے کا سبب شاید کسی بات کا دریافت کرنا تھا۔ حضرت قاضی نے خوفزدہ ہوکر بڑی شرم سے عرض کیا۔

بیت

کیست بدین حضرت گردون علم — روبرو سرکار کے ہے کس میں دم
کزرہ اعراض فشار و قدم — جو چلے اعراض سے دو اک قدم
آری اگر فائدہ خویش را — ہاں اگر جو فائدہ کے واسطے
عرض رسانیم کم و بیش را — عرض کریں تھوڑا بہت آپ سے

کل بعض علماء زمانہ فضلائے شہر نے حضرت میر اور اس فقیر کے سامنے نقل کیا کہ ایسی بات حضرت سید سے نکل پڑی ہے بظاہر ابہام رکھتی ہے اب حضور کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ اس کا مضمون تو نہایت آسان ہے کہ لفظ الناس الخ الف لام کے ساتھ صادر ہوا ہے اور الف لام عہد کے لئے بھی آیا ہے کیونکہ اکثر اہل زمانہ ہوا وہوس کے بندے ہیں

اور حق تعالیٰ نے ہمارے نفسانی ہوا و ہوس کو ہمارا بندہ و محکوم بنا دیا ہے۔ جب اہل دنیا ہوائے نفسانی کے بندے ہوئے تو گویا ہمارے بندے کے بندے ہیں اور ہمارے محکوم کے محکوم ہیں احکام نفسانی کے کثرت کے اعتبار سے ایسا فرمایا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ بادشاہ شہر نے یوسف منزلت درویش کے حضور ایک خط بھیجا کہ مجھ سے کچھ مانگو، انہوں نے جواب میں اس رباعی کو لکھکر روانہ کر دیا ؎

رباعی

از حرص و ہوا دو بندہ دارم	ہے حرص و ہوا دو بندہ میرا
در ملک خدای پادشاہم	مملوک خدائے رب اعلیٰ
تو بندۂ بندگان مائیٔ	بندوں کا ہمارے تو ہے بندہ
از بندۂ بندگان چہ خواہم	کیا بندۂ بندگان میں یارا

دوسرے معنی ذوق سے معلوم کرسکو گے اور جس نے ذوق نہ پایا وہ مزے کو نہ سمجھا۔ حضرت قاضی نے جب مفہوم مضمون کو معلوم کیا تو نہایت پسند کیا خوش خوش روانہ ہوئے، حضرت قدوۃ الکبرا نے جانے کے بعد فرمایا کہ کون روسیاہ تھا جس نے اس بات کو علماء کی مجلس میں نقل کیا حاجی صدرالدین بھی مجلس میں بیٹھے تھے کہ حضرت کی بات کا اثر ظاہر ہوا ؎

ہر آن حکمی کہ در تقدیر رفتہ	ہر اک کی جس قدر لکھی ہے تقدیر
ہمان بیرون زوہن پیر رفتہ	زباں سے اپنے کہتا ہے وہی پیر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ سے میں راوی ہوں کہ ایک پیر تھے اور ان کے بہت مریدین تھے انہوں نے ہر ایک کو خاص طریقہ پر اپنے قرب سے مشرف کیا اور صاحب راز بنایا تھا ان میں سے ایک جو اسرار کے حفاظت کی اہلیت نہ رکھتا تھا اور پیر اس حقیقت کو اس سے سمجھے ہوئے تھے لیکن وہ جلدی کرتا تھا اور پوشیدہ میں حضرت پیر سے بارہا کہہ چکا تھا اور مبالغہ کیا تھا کہ میں مخلصوں سے ہوں مجھے بھی وہ بات جو اپنے مخصوصوں سے فرمایا ہے بتایئے تاکہ میری ارادت و اخلاص بھی آپ کی نگاہ بافیض میں ظاہر ہو۔ پیر نے چاہا کہ بلا آمادگی کے اس کو دوسروں سے علیٰحدہ کر دکھائے فرمایا آج کی رات مجھے ایک کام ہے تم آؤ تاکہ تمھارے ساتھ اس کو کروں اور اس بھید کو خوب محفوظ رکھنا سلام کیا اور کہا میں مخلصین سے ہوں جب رات ہوئی تو آیا پیر ہاتھ پاؤں خون سے رنگا ہاتھ میں ایک تلوار لئے باہر آئے کہا میں نے فلاں مرید کو مار کر ایک بورے میں رکھدیا ہے آؤ تاکہ کسی مقام تخلیہ میں لے جا کر دفن کر دیں' اس بورے کو اس شخص کی گردن پر رکھا ایک خاص مقام پر لیجا کر دفن کر دیا۔ پیر جب گھر میں آئے یہ مرید جلدی سے اس شخص کے باپ کے پاس آیا کہ پیر نے کہا تھا میں نے اس کو مارا ہے جا کر بتا دیا کہ پیر نے تیرے لڑکے کو مار ڈالا۔ میں نے اور پیر دونوں نے فلاں جگہ پر اس کو دفن کر دیا ہے

باپ نے جب یہ بات سنی اسی وقت بادشاہ کے سامنے گیا اور کیفیت واقعہ ظاہر کیا۔ بادشاہ کو پیر سے بڑی عقیدت تھی بعید از قیاس اسکو خیال کیا۔ لوگ اس مرید نمائشی مخلص کو حاضر لائے وہ بولا واقعہ ٹھیک ہے اور میں نے خود پیر کے ساتھ دفن کیا ہے کسی کو میرے ساتھ کیجئے تا کہ واقعہ کی صورت میں صاف کھولدوں۔ قصہ مختصر بادشاہ نے اپنے معتمدوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ بھیجی۔ جب اس جگہ پر پہنچے تو معلوم کیا کہ ایک بکری کو ذبح کر کے بورے میں ڈال کر دفن کر دیا ہے۔ پیر نے اس واقعہ کی خبر پائی اس شخص کو خود جسے فرمایا تھا کہ میں نے قتل کر ڈالا ہے حاضر کر دیا اور بر سر مجمع اس مرید نمائشی مخلص کی رسوائی و بے عزتی کی ۔

محرم دولت نبود ہر سری	محرم دولت نہ ہو ہر ایک سر
بار مسیحا نہ کشد ہر خری	بار مسیحا نہ لے ہر ایک خر

پیر نے اپنی صحبت سے اس کو نکال دیا اور یہ بھی نہ کیا کہ بادشاہ کے ملازمین اس کو سزا دیں فرمایا کہ اس کی سزا یہی بہت ہے کہ میں نے اپنی صحبت سے ہٹا دیا ہے ۔

ہر کہ او از چشم مردم شد نہان	جو ہو آنکھوں سے لوگوں کی نہاں
خاک خور آمد چو اشکِ مردمان	گر پڑا وہ مثل اشکِ مردماں
چون گل از گلشن بگلخن می فتد	باغ سے گل لے چلیں آتشکدہ
زین سبتر اورا چہ باشد در جہان	اس سے بدتر اس کا کیا ہوگا سماں

نواں ادب

<u>پیر کے سامنے اپنے اسرار کا ظاہر کرنا ہے</u> چاہیے کہ اپنے اسرار کو واردات ظاہری و باطنی و واقعات کلی و جزوی کو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور ہر کرامت و عنایت جو حق تعالیٰ اسکو عطا فرمائے کھلے لفظوں میں یا کنایہ سے حضرت پیر کی مشکل کشا اور حق نما رائے کے لئے عرض کر دے کیونکہ حضرت پیر سے بھید چھپانے کی مقدار میں اس کے باطن کے تار میں گرہ پڑ جاتی ہے کہ اس گتھی کے سبب شیخ سے طلب مدد و فتوح کا راستہ بند ہو جاتا ہے ۔

مثنوی

مر بد و نیکی کہ مراشد عیان	جو بد و نیکی ہوئی مجھ پر عیاں
در دل خود راز نکردم نہان	دل میں کیا اپنے نہ راز نہاں
ہر کہ زیاری کہ وفادار شد	جو ہے وفادار کسی یار کا
کرد نہان سرّ زاسرار خود	محرم اسرار وہ اپنا بنا
یافت ہما نرا کہ سقیم غریب	پایا اسی کو ہے مریض غریب
کرد نہان در درون ازطبیب	درد چھپائے ہے جو نزد طبیب

عقدۂ پر پیچ کہ در دل فتاد
کیست جزاز یار کہ آردکشاد
ہرکہ برد مہرشہی نام نیست
دان بہ یقین نیک سرانجام نیست
کیست کہ بی یار بمنزل رسید
درره بی یار چہ بمشکل کشید
اشرف بی یار درین رہ قدم
ہر کہ نہادہ ست شدہ در عدم
خیز بند گام برہ بارفیق
تا نشود یار بدریا غریق
رہ نتوان رفت یقین بی رفیق
قال رفیق ہو ثم الطریق
ہرچہ درین راہ بہ پیش آیدت
غولی ازان راہ کہ بنمایدت
صورتِ رنگین کہ نماید عذار
جلوہ دہد پیش تو ازہر کنار
نور درفشان کہ کشاید نقاب
ذرّہ دران نور بود آفتاب
نور ازو بانگ اناالحق زند
درہمہ آفاق اناالیق زند
باید مرسالک سیّار را
کزہمہ اعراض کند یاررا
یک بیک از ہرچہ بود ازنیاز
عرض دہد پیش خداوند راز
تاچہ بفرمایدش آن دیدہ را
وانچہ کند دیدہ پسندیدہ را

عقدۂ پر پیچ کہ دل میں پڑا
کون ہے جزیار کے جو کھولتا
جسپہ نہیں لطف ہے سردار کا
جان لو انجام ہے اس کا برا
کون ہے بے یار کے پہنچا وہاں
ہے رہ بے یار تو بار گراں
راہ میں بے یار کے اشرف قدم
جس نے بھی رکھا گیا وہ پھر عدم
اُٹھ قدم تو راہ میں رکھ بارفیق
تاکہ نہویار بدریا غریق
جاسکے نہ راہ میں وہ بے رفیق
کہتے ہیں ہو یار تو پھر ہو طریق
راہ میں جو کچھ تجھے پیش آگیا
غول ہے رہ کا دکھائی جو پڑا
صورت رنگین کہ جو ہو گلعذار
سامنے تیرے ہو ہر اک سمت یار
لے چمک تو کھولدے جب وہ نقاب
ذرّہ ہے اس نور کا اک آفتاب
نور اس سے بانگ اناالحق کہے
خلق میں ساری اناالیق کہے
چاہیئے یہ سالک سیّار کو
سب سے ہٹ جائے اور لے وہ یار کو
جو بھی ہو اسکے لئے راز و نیاز
عرض کرے پیش خداوند راز
تاکہ وہ فرماتا ہے کیا دیدہ کو
کرتا ہے کیا اور پسندیدہ کو

بعضی ازان لائق اقبال ہست — اُن میں سے کچھ لائق اقبال ہے
برخی ازان درحق انزال ہست — ان میں سے کچھ درپے انزال ہے
ہرچہ کہ قابل بود آن اقبلش — جو کہ ہو قابل اُسے اقبل کہو
زانچہ کہ اعراض بودانزلش — موجب اعراض کو انزل کہو
ہر کہ ازین گونہ نصیحت شنید — جس نے کہ اک گونا نصیحت سنا
رخت بدروازۂ وجدان کشید — اس کا اثاثہ در وجداں گیا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے جو سالک کہ اپنے واقعاتِ سلوک کو بارگاہ پیر میں عرض نہیں کرتا وہ نار گمراہی و بیابان رسوائی میں سرگرداں رہتا ہے جس طرح کہ بے دین کافر نے اپنے سلوک کے لئے کام کیا صحرائے بے دینی وکوہستان خودی میں پریشاں پھرتے ہیں۔ مروی ہے کہ ہرقل نام کا ایک مرد بنی اسرائیل میں تھا زہد وریاضت کی صفت سے مشہور بیابان توکل میں انتہا درجہ پر پہنچ کر اور طرح طرح کی سخت ریاضتیں کرتا ہوا ایک درویش کی خدمت میں سلوک کے لئے بسر کرتا تھا آنکھ جھپکنے بھر کو بھی شغل باطنی سے آسودہ نہ ہوتا تھا ۔

شعر

چنان در شغل باطن بود مشغول — تھا ایسا شغل باطن میں وہ مشغول
کہ دل از خورد و پوشش داشت معزول — کہ دل تھا کھانے اور کپڑے سے معزول

ایک رات حجرہ میں مشغول تھا دونور سفید اور سیاہ ظاہر ہوئے اور اس کا جھنڈا وہاں پہنچا کہ عالم کو ڈھانپ لیا ۔

بیت

چو رنگ تیرہ و روشن برآمد — سیہ اِک رنگ نکلا ایک اجلا
زنور روز و شب روشن ترآمد — وہ نور روز و شب سے بڑھ کے نکلا

دل میں اس طرح یقین کیا کہ دن کا پیدا کرنے والا سفید نور ہے اور رات کا بنانے والا سیاہ نور ہے اہرمن ویزدان کہنے کا مصداق یہی ہے اور ان انوار کا حال زاہد سے نہ کہا۔ جب ایک مدت تک اسی عقیدہ پر مصر رہا اور یقین کرلیا تو زاہد سے منکر ہوگیا اور بحث کرنے لگا نئے مذہب کی بنیاد کھڑی کردی۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے بے چارہ مجذوب شیرازی نے بھی اس بیابان کی خبر دی ہے ۔

شعر

دوراست سرآب درین بادبان ہوشدار — اس صحرا میں پانی ہے بہت دور خبردار
تاغول بیابان نفریبدز سرابت — دکھلا کے سراب آنکھ کو شیطاں نہ دے دھوکا

پیر کی رہبری کے بغیر اس وحشی اور دشوار گذار جنگل کو طے کرلینا ممکن ہی نہیں ہے ۔

مثنوی

کیست درین منزل حیرت فزائ — کون ہے اس منزل حق کا بھلا
راہ نماید بخدا جز خدائ — ہاں بخدا جز بخدا رہنما
ہرکہ درین راہ بہ بی نور روئ — چمکتا نہیں جس کا اس رہ میں رو
گام زند خیرہ شود سو بسوئ — رکھے وہ قدم تو پھرے سوبسو
در دو جہان راہ نماتر زپیر — پیر سے بڑھکر نہیں ہے رہنما
ہیچ کسی نیست زمن یادگیر — دو جہاں بھر میں نہیں ہے شک ذرا
وصل اگر بایدت ای راہ رو — وصل تجھکو راہرو گرچاہیئے
گفتۂ اشرف شنو وراہ رو — گفتۂ اشرف کو تو سن راہ لے

دسواں ادب

یہ ہر قسم کے اداب صوفیہ پر مشتمل ہے جوان میں مریدوں کے لئے رائج ہیں اس لئے مرید کو چاہئے کہ جو کچھ پیر سے نقل کرے تو سننے والے کی سمجھ کے موافق نقل کرے اور جس بات میں کوئی پوشیدگی و باریکی ہو اور سننے والا اس کی حقیقت تک نہ پہنچے تو نہ کہے جیسا کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **تکلّمو النّاس علیٰ قدرِ عقو لھم**۔(کلام کرو لوگوں سے ان کی عقل کے موافق)

شعر

سخن باہر کسی باید بقدر فہم او گفتن — سخن ہر شخص سے اسکی سمجھ کا چاہئے کہنا
چہ دریا بند انعام از رموز نکتۂ دانا — بھلا چوپائے کیا سمجھیں رموز نکتۂ دانا

کیونکہ جس بات کا مطلب سننے والا نہ سمجھے وہ فائدہ نہیں دیتی بلکہ نقصان کا خیال ہے اور ممکن ہے کہ سننے والے کا عقیدہ پیر کے حق میں خراب ہو جائے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کی طرف پیٹھ کرنے سے بچنا چاہیئے اور اس کی طرف پاؤں نہ پھیلائے اور سامنے بیٹھنے کو کسی طرح ترک نہ کرے جیسا کہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سامنے بیٹھنا بہتر ہے مل کر قریب بیٹھنے سے اور پیر کی طرف گھورنے سے پرہیز کرے بلکہ اپنی نگاہ کو اکثر اوقات قدم پر یا زانو پر رکھے۔ کیونکہ پیر کو گھورنا دلیری اور خود بینی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا سفر کعبہ کے ارادہ سے کمر بستہ ہوئے جب مبارک قدموں نے خطۂ اودھ کو مشرف کیا تو شیخ شمس الدین کے عبادت خانہ میں اترنا ہوا جب ہر طرح کی خدمت و مہمانی کرلی تو حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اس سفر میں کرم فرما کر اپنی ہم رکابی کے شرف سے بندہ کو مشرف فرمایئے کہ مبارک قدموں کی جدائی کے صدمات برداشت کرنا ممکن نہیں ہے فرمایا جس طرح آپ کا دل چاہے میں کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ ملک جو اس خانوادہ کے مریدین واصحاب وخلفاء سے بھرا ہوا ہے خالی رہا جاتا ہے، جب بھائی شمس الدین کے مبارک قدم یہاں ہوں تو اس دیار کے لوگ اُن کے روشن رخسار کے نظارہ سے فائد مند ہوں۔ اسی گفتگو

میں کچھ راستہ خطۂ اودھ سے ہمراہ جارہے تھے حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑے اصرار سے حضرت شیخ شمس الدین کو قصبۂ منگلسی سے رخصت کیا اور بعض نصیحتیں وقت کے مناسب فرماتے تھے اور آخر میں یہ فرمایا کہ جو فتوح اس سفر میں خدائے مفتح الابواب اور بزرگان اہل عرفان سے مجھکو پہنچے گا وہ خدا نے چاہا تو تم کو نصیب ہوگا جب شیخ شمس الدین منگلسی سے رخصت ہوئے تو شعر پڑھنے کے طور پر یہ ابیات پڑھتے تھے اور روتے تھے ۔

ابیات

فراق روئ مبارک مرا چنان باشد	فراق روئے مبارک کا ہے مجھے ایسا
کہ بہر آدم از روضہ چنان باشد	تھا جیسے حضرتِ آدم کو خلد کا چھٹنا
بل آنچنا نست فراق جمال میمونت	ہے ایسا بلکہ فراق جمال پاک حضور
کہ وقت مرگ روان از بدن روان باشد	کہ وقت موت بدن سے ہو جیسے جان جدا
زچشم مردم چون نور میشود بیرون	ہے ہوتا آنکھ سے لوگوں کے نور جب باہر
چگونہ روشنی چشم مردمان باشد	تو اب ہو کیسے بھلا نور اور نظارہ
زچشم ما و جمال تو فرق دانی چیست	ہے میری آنکھ میں اور تیرے حسن میں کیا بعد
ہمانقدر فرقی کان بفرقدان باشد	جو فرق ان دو ستاروں میں ہے بحکم خدا
ہمان نصیب بود بہر باز رخسارت	مجھے وہی ترے رخسار سے ہے مل جاتا
کہ برگ گل چمن از ماہ آسمان باشد	گل چمن پہ جو ہے ماہ آسماں کی عطا
مرا کہ ذرّۂ نور تو شمس کرد جدا	تمھارے نور کے ذرّہ نے مجھکو شمس کیا
چگو نہ ذرّۂ خورشید درجہان باشد	تو کیسے ذرّہ ہو خورشید سے جہاں میں جدا

قصبۂ منگلسی سے خطۂ اودھ تک حضرت قدوۃ الکبرا کی طرف پیٹھ نہ کی اسی طرح الٹے پاؤں راستہ پر چلتے تھے جب سفر سے حضرت لوٹے تو موافق اس کے کہ سخی نے جو وعدہ کیا پورا کیا جو تبرکات مختلف مشائخ سے پائے تھے شیخ شمس الدین کے سپرد کیا اتنا کہ ایک پیسہ کسی درویش غارنشیں سے پایا تھا وہ بھی ان کو دے دیا ہاں بے شک بزرگوں کا وعدہ ایسا ہی ہے ۔

مثنوی مولوی

وعدۂ باشد حقیقی دلپذیر	وعدے ہوتے ہیں حقیقی دلپسند
وعدۂ باشد مجازی طاسہ گیر	وعدے ہوتے ہیں مجازی باگزند
وعدۂ اہل کرم گنج روان	وعدۂ اہل کرم گنج رواں
وعدۂ نا اہل شد رنج روان	وعدۂ نا اہل ہے غم کا مکاں

ان کلمات شریفہ ومقامات لطیفہ کا جامع ہر چند کہ دامن ہندوستان اور اطراف زمانہ وجوانب ملک میں بزرگان عصر وا کا بر دہر کی خدمت میں پہنچا اور اس گروہ کے طرح طرح کے آداب برتے اور دیکھا سنا لیکن کسی مرید نے پیر کی اور طالب نے مطلوب کے ادبوں کا لحاظ ایسا نہیں کیا ہے جس طرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے پیر کی نسبت کیا ہے اس وقت سے کہ حضرت حضور پیر ومرشد کی ارادت سے مشرف ہوئے ہیں جب تک کہ سفر آخرت فرمایا ہے ہرگز ان کی طرف پاؤں نہیں پھیلایا اور نہ تھوک ڈالا۔

بیت

فرو تر نباشد برخسار آب	گھٹے گا نہ رخسار کا آب و تاب
کہ افگندہ تف بر رخ آفتاب	کیا کس نے تف بر رخ آفتاب

اگر چہ سرحد مغرب میں دو ہزار فرسنگ مسافت ہوتی۔ کوئی بارہ برس متفرق طور پر درگاہ عالم پناہ حضرت پیر ومرشد میں رہے تھے شہر جنت آباد میں بول وبراز نہ کیا۔

چو فردوسم دہد یار از عنایت	کرم سے یار گر فردوس دیدے
نباید کرد در وی بول و غایت	براز و بول اس میں پھر نہ کیجئے
ازان روزی کہ او گندم چریدہ	اسی دن سے کہ ہے گیہوں کو کھایا
سراز فردوس عالی برکشیدہ	تھا اپنا ہاتھ جنت سے اٹھایا

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ شاہ شجاع کرمانی نے ایک مدت تک چشت میں قیام کیا زمانۂ قیام میں ہرگز چشت میں اپنا وضو نہیں توڑا۔ حضرت قدوۃ الکبرا ایک راستہ میں ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ گذر رہے تھے۔ نظر مبارک ایک کتّے پر پڑی جو اصحابِ کہف کا پتہ دیتا تھا فرمایا غالبًا یہ وہ کتا ہے جس کو حضرت پیر ومرشد کے آستانہ پر میں نے دیکھا تھا بڑے شوق سے زبان مبارک سے بلایا کتا آیا اور حضرت کے پیچھے چلنے لگا جب قیام گاہ پر پہنچے تو کچھ کھانا اپنے کپڑے میں رکھکر کتے کو حضرت نے کھلایا۔

سگی کز آستان یار وکوی دل ربا آید	کوئی کتا مکان وکوچۂ دلدار سے آئے
چنان باشد کہ گہ گہ اشنا براشنا آید	تو ایسا ہے کہ جیسے یار ملنے یار سے آئے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کے سامنے پاؤں نہ پھیلانا چاہیئے اور نہ نفل وظیفوں میں مشغول ہونا چاہیئے کیونکہ کوئی شغل پیر دلپذیر کے رخسار کے نظارہ ودید سے بڑھکر نہیں ہے۔

کسی بکوچۂ مقصود جان گذر دارد	وہی تو کوچۂ مقصود میں گذر رکھے
کہ بردو ابروی چون طاق تو نظر دارد	جو طاق ابرو پہ تیرے ہوا ک نظر رکھے
ہر آنکہ عارف و ماہر بود عبادت را	جو ہوے جانتا پہچانتا عبادت کو
دل از نظارۂ رویت چگو نہ بردارد	وہ کیسے دل کو نظارہ سے دور کر رکھے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کا ایک مرید تھا اس کو پیر کے وحدت نما و کثرت ربا رخسار کے دید و مقابلہ کے سوا دوسرا کام نہ تھا۔ رات دن اس کام میں لگا ہوا تھا ان کے پوشیدہ وعلانیہ دیدار کی مداومت کرتا تھا۔ ایک دن شیخ کے ایک ساتھی نے رشک وانکار کے طور پر اس سے کہا کہ چہرہ مبارک کا دیکھنا حضرت شیخ کے تمام ساتھیوں اور دوستوں کا طریقہ وحصّہ ہے لیکن تو اس کام میں بہت مبالغہ کرتا ہے اور اس قدر انہماک ظاہری اعمال وافعال کا مانع ہو جاتا ہے اور اس بے چارہ نے جواب میں یہ رباعی پڑھی ۔

رباعی

تا روی ترا بدیدم ای شمع طراز	جب رخ کو ترے دیکھا اے شمع طراز
نہ کارکنم نہ روزہ دارم نہ نماز	کچھ کام نہ کیا نہ روزہ نہ نماز
چون باتو بوم مجازمن جملہ نماز	تو ساتھ ہو گر مجاز ہو میری نماز
وربی تو بوم نماز من جملہ مجاز	گر تو ہی نہیں نماز ہے میری مجاز

یہ ایک شمہ تھا اس بزرگ گروہ کے آداب کا کہ صوفیوں نے اس کی پابندی کی ہے۔ اگر مرید اس کی پابندی کرے تو جو مقصود ہے رحمت الٰہی کے انوار کا پہنچنا اور آثار و برکت کا اترنا وہ صحبت پیر کے وسیلہ سے نازل ہوگا اور ہر وقت فیض پہنچے گا صدقہ میں نبی اور باکمال اولاد کے۔

لطیفہ ۷

اصطلاحات تصوف

قال الاشرف لا ینبغی لاحد ان یشتغل فی اشغال التصوف الا ان یعلم علوم التعرف وعقائدہ و اصطلاحاتہ و مقاماتہ و اطلاق کلماتہ فی مجازی حالاتہ

حضرت اشرف نے فرمایا کہ کسی ایسے شخص کے لئے جو علوم تعرف اور اس کے عقائد، اس کی اصطلاحات مقامات اور کیفیات و احوال میں جو کلمات زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کے اطلاق سے واقف نہ ہو اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اشغال تصوف میں مشغول ہو۔

اصطلاحات تصوف کی اہمیت:۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب مجھے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی [1] سے شہر کاشان میں شرف نیاز حاصل ہوا تو اس وقت کچھ ارباب تصوف اور اصحاب معرفت حضرت شیخ سے کتاب فصوص الحکم (مصنفہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) پڑھ رہے تھے۔ میں بھی اُس درس میں شریک ہوگیا۔ وہ حضرات کتاب مذکور کا مقدمہ ختم کر چکے تھے لیکن حضرت شیخ نے اس خصوصی محبت اور مہربانی کے باعث جو آپ مجھ پر فرماتے تھے اس مقدمہ کا پھر اعادہ فرمایا۔ میں نے فتوحاتِ مکیہ کی ایک جلد اور ایک نسخہ اصطلاح کبیرہ شیخ اکبر آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا۔

ایک دن حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی نے اس فقیر اور بعض دوسرے اصحاب کی موعظت کے لئے فرمایا کہ جب تک طالبِ طریقت اور سالک راہ معرفت اس فن کی اصطلاحات کی باریکیوں اور حقائق سے کما حقہٗ آگاہ نہیں ہو جاتا اور ان کی حقیقت اس کے ذہن نشین نہیں ہوجاتی اس وقت تک وہ کلماتِ صوفیہ کی باریکیوں اور اس طائفہ علیہ کے مقامات تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کا تعارض دور کرسکتا ہے جو تصوف کی حقیقت کے سلسلہ میں آیات اور احادیث محکمات وارد ہوئی ہیں اور نہ وہ کلمات مشائخ کو ان کے محل راسخ پر صرف کرسکتا ہے۔ مثال کے طور پر

---

[1] حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی قدس سرہ صاحب شرح کاشانی و مصنف فصوص وفلوک حضرت شیخ صدرالدین قونوی کے بعد شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ کے فلسفہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے شارح سمجھے جاتے ہیں۔ اصطلاحات تصوف پر آپ کی تصنیف لطیف شرح کاشانی کے حاشیہ پر طبع ہوچکی ہے۔ احقر مترجم کے پاس بحمداللہ یہ تمام سرمایہ گرانمایہ موجود ہے۔

اسی آیہ کریمہ کو لے لیجئے[1] لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَالسَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ کہ اس آیت کا نصف تنزیہ میں وارد ہوا ہے اور نصف آخر ایک اصطلاح تشبیہ ہے۔ اگر طالب علم، علوم اصطلاح کا جاننے والا نہیں ہے تو پھر وہ کس طرح اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح بعض آیات ایسی ہیں جن سے موجودات کا عدم ثابت ہوتا ہے اور بعض آیات وجود کے اثبات پر دلیل ہیں (ان شاء اللہ حسب موقع اس کی تشریح کی جائے گی)۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح بعض رسائل تصوف کا بھی سمجھنا مصطلحات تصوف سے واقفیت کے بغیر ناممکن ہے۔ جیسے بشارت الاخوان، ارشاد الاخوان، فوائد الاشرف، اشرف الفوائد یا وہ رسالہ جو وحدت الوجود کی بحث میں اصطلاح تصوف کے مطابق سرزمین روم میں مَیں نے لکھا تھا۔ جب میں واپس سرزمین بنگال میں پہنچا تو اس سرزمین کے لوگوں نے اس کو پسند نہیں کیا۔ جس کا باعث یہ تھا کہ تصوف کی اصطلاحات کے دقائق اُس وقت تک اُس سرزمین میں نہیں پہنچے تھے۔ پس اس عدم واقفیت کے باعث لوگوں نے اس سے انکار کیا اور اس کے مباحث پر اعتراضات کئے **کما تضرع ریاح الوردبالجعل** (جس طرح گلاب کی خوشبو جعل نامی کیڑے کو مضطرب کر دیتی ہے) ۔ حسود گر نتواند شنید عیبی نیست (حاسد اگر نہ سن سکے تو کوئی حرج نہیں ہے)۔ جُعَل بود متنفر ز نگہت گل۔ (گوبر کا کیڑا پھول کی خوشبو سے نفرت کرتا ہے) چنانچہ اس خیال اور ضرورت کے تحت حضرت قدوۃ الکبرا نے اس خادم کو جو نظام غریب یمنی کے نام سے موسوم ہے حکم دیا کہ تصوف کی بعض اصطلاحیں جو ہم نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی سے فہم کی ہیں اور ان کی توضیح و تشریح سے وقوف حاصل کیا ہے ان کو اور جو حضرت شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) کی تصنیفات سے جمع کئے ہیں تحریر کرو تاکہ ہندوستان کے صوفیا بھی ان سے بہرہ مند ہوسکیں۔ پس حسب الحکم اس فن کو حروف تہجی کی موافقت کے ساتھ معرض تحریر میں لایا ہوں تاکہ طالب صادق حسب ضرورت فوراً اس تک پہنچ سکے صدقہ میں نبی کے اور ان کی بزرگ آل کے۔

شرف الف[2]

الالف:۔ الف سے اشارہ ہے ذات احدیت یعنی حق تعالیٰ کی طرف اس اعتبار سے کہ ازل الازال میں اول اشیا وہی ہے۔

الاتحاد:۔ وجود واحد کا شہود ہے۔ اس حیثیت سے کہ تمام اشیا حق کے ساتھ موجود ہیں یعنی وہ ظاہرہ موجود ہیں حق سے اور وہ معدوم ہیں اپنی ذات سے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ایسا وجود خاص موجود ہے جو حق کے ساتھ متحد ہے۔

---

[1] (اس کی مثل کوئی شئے نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ پ ۲۵۔ شوریٰ ۱۱) [2] اصطلاحات میں جو باب بندی کی گئی ہے۔ اس میں ''باب'' کی بجائے مولف نے ''شرف'' کا لفظ تحریر کیا ہے۔ مثلاً بابِ الف کی بجائے شرف الف لکھا ہے۔

الاتصال:۔ بندہ کا اپنے عین کو ملاحظہ کرنا ہے جو وجود احدی سے متصل ہے قطع نظر کر کے تقید سے اور اس کے تعین میں وجود حق سے اور اپنی جانب اضافت کرنے کو ساقط کر دینا ہے اور علیحدگی کو ہٹانا اور دوئی کو مٹانا ہے۔

الاثبات:۔ احکام عبادت کا قائم کرنا ہے موصلات وانوار تجلیات کے اثبات سے پہلے۔

الاحد:۔ اسم ذات ہے باعتبار تعدد صفات و اسماء تعینات کے نہ ہونے کے۔

الاحدیۃ:۔ اعتبار ذات ہے۔ سب کو ساقط کر کے جس طرح کہ واحدیت سب کو ثابت کر کے۔

الاحدیۃ الاحد والجمع:۔ ذات کا اعتبار ہے نہ ساقط کر کے نہ ثابت کر کے اس طرح کہ اس میں حضرت واحدیت کی نسبت داخل ہو جس طرح کہ ماہیت یا بشرط لاشی ہے یا بشرط شے ہے اور بشرط لا شے احدیت اور بشرط شے واحدیت ہے اور لا بشرط شے وحدت ہے اور احدیت بشرط شے احدیۃ الجمع ہے۔

الاحتجاب:۔ یہ کہ پردہ پر غالب ہو اور حجاب یہ کہ پردہ میں مغلوب ہو تو حق تعالیٰ کو محتجب کہہ سکتے ہیں، اور محجوب و حجاب نہیں بول سکتے۔

احصاء الاسماء الالٰھیہ:۔ اسماء الٰہیہ کی تحقیق ہے حضرت واحدیت اور احدیت میں رسوم خلقیہ کے فنا اور بقاء احدیت کی بقا سے لیکن احصاء اسماء الٰہیہ اسماء سے متخلق ومتصف ہونا موافق تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (متصف ہوا اخلاق خدا سے) کے تو وہ جنت وراثت میں داخل ہونے کا سبب ہے بشرطہ فرمانبرداری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۝ لا الَّـذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط	وہی وارث ہیں جو ٹھنڈے سائے والے باغوں کی
هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ [1]	میراث پائیں گے۔ وہ ہمیشہ انہیں میں رہیں گے

اور احصاء اسماء یوں کہ معانی پر یقین کرنا اور اس کے مفہوم پر عمل کرنا تو وہ جنت افعال میں داخل ہونے کو مستلزم ہے بشرط توکل کے مقام جزا و سزا میں۔ جس نے احصاء کیا داخل ہوا جنت میں۔

الاحوال:۔ بندہ پر پروردگار کی نعمتوں کا فیضان ہے اور نعمت یا نیک کام کے بدلے میں ہوتی ہے۔ یا نفس کی پاکی اور دل کی صفائی کے سبب سے یا محض کرم ہی کرم ہے اور احوال کو جو احوال کہتے ہیں اس سبب سے کہ پھیرنے والا بندہ کو پھیرتا ہے رسوم خلقیہ وطبقات دوری سے صفات حقیہ ودرجات قرب کی طرف اور یہ ہیں ترقی کے معنی۔

الاحسان:۔ بندہ کا محقق ہونا ہے بندگی کے ساتھ' مشاہدہ سے حضرت ربوبیت کے نور بصیرت سے یعنی حق کو موصوف پائے اور اس کی صفت سے اس کو دیکھے۔ اسی لئے فرمایا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

[1] پ ۱۸ المومنون ۱۰-۱۱

کَـاَنَّکَ تَـرَاہُ (گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے) اس لئے کہ بندہ نے صفات کے پردوں کے پیچھے سے دیکھا ہے تو حق کو درحقیقت نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ خود اپنے وصف (بصیر) کے ساتھ اپنی صفت کو دیکھنے والا ہے۔ نورِ بصیرت سے حق تعالیٰ کی رویت کا مقام محل روح میں مشاہدہ ہے۔

الاخلاص:۔ معائنہ الٰہی سے خلق کو خارج کر دینا۔ اس طرح جیسا کہ خارج کر دینا چاہیئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ میں نے اس کو اپنے بندوں میں سے اس بندے کے دل میں ودیعت رکھ دیا ہے جسے میں نے دوست بنالیا۔

شیخ یعقوب مکفوف فرماتے ہیں کہ مخلص وہ ہے جو اپنی خوبیوں کو (حسنات کو) اسی طرح چھپاتا ہو جس طرح اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے۔ شیخ محمد بن مردزی فرماتے ہیں کہ ہر کام کی اصل کے دو مرجع ہیں (اصل دو ہیں جن کی طرف ہر کام رجوع ہوتا ہے)۔ ایک فعل تو اس کا ہے جس کا مرجع تیری ذات ہے اور ایک فعل تیرا ہے جس کا مرجع اس کی ذات ہے۔ جو کچھ اس نے کیا اس پر راضی رہنا اور جو خود کرتا ہے اس میں مخلص رہنا۔ اخلاص ہے (اما الرضا بما فعل والا خلاص فیما یفعل) پس اگر تم نے یہ کیا تو تم یقیناً سعید ہو اور دونوں جہاں میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ شیخ ابوعثمان فرماتے ہیں کہ خالق کی طرف مداومت کے ساتھ نظر رکھنے کے باعث مخلوق کی دید کا فراموش کر دینا اخلاص ہے۔

الادراک:۔ ادراک دو طرح کا ہے۔ ادراک مرکب اور ادراک بسیط۔ ادراک مرکب سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کے وجود کا علم ہے۔ اس ادراک کا شعور رکھتے ہوئے اس طرح کہ وجود حق سبحانہ تعالیٰ معلوم ہے۔ اور ادراک بسیط یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے وجود کا علم ہونا۔ لیکن اس علم سے آگاہ نہ ہونا یہ جانتے ہوئے کہ معلوم صرف وجود حق سبحانہ تعالی ہے اور کچھ نہیں۔

الادب:۔ شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) فرماتے ہیں کہ ادب سے کبھی تو ادب شریعت مراد لیا جاتا ہے اور کبھی اس سے مراد ادب الخدمۃ ہوتا ہے۔ اور کبھی ادب سے مراد ادب الحق ہوتا ہے۔ ادب شریعت تو یہ ہے کہ اس کے رسوم سے آگاہی ہو یعنی احکام شریعت سے آگاہی اس کا نام ادب شریعت ہے۔

ادب الخدمۃ:۔ ادب الخدمت یہ ہے کہ خدمت ادا کرنے میں یہ شعور باقی نہ رہے کہ خدمت کی جا رہی ہے۔ "**الفناء عن رویتھا.**" بحد مبالغہ یعنی خدمت بحد مبالغہ کی جائے عدم شعور خدمت کے ساتھ اس کی دید میں فنا ہوتے ہوئے۔

ادب الحق:۔ اس چیز کو جان لینا کہ کیا تمہارے لئے ہے اور کیا حق تعالیٰ کے لئے ہے۔ یعنی اپنے حق اور باری تعالیٰ کے حق سے معرفت حاصل کرنا، ادب الحق ہے اور صاحب ادب اہل بسیط سے ہوتا ہے۔

الارادۃ:۔ یہ پہلا مقام ہے سلوک کے مقامات میں سے شیخ ابو علی دقاق قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مرید

اس وقت تک مرید نہیں ہوتا جب تک اس کے لیے بیس سال تک صاحب الشمال ہونا نہ لکھ دیا جائے شیخ ابوبکر واسطی فرماتے ہیں کہ مرید کا پہلا مقام اپنے ارادہ کو ساقط کر کے ارادۂ حق کا ظہور ہے۔ ابوبکر الکتانی فرماتے ہیں کہ مرید کے لیے حکم ہے کہ اس میں تین چیزیں ہوں' غلبۂ خواب کے وقت سونا' کم کھانا' ضرورت کے وقت بولنا۔ عبدالرزاق [1] کاشی فرماتے ہیں کہ یہ آتش محبت کا ایک شعلہ اور انوارِ مؤدت کی ایک چمک ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کا فرمان ہے کہ یہ ذاتِ الٰہیہ کا تعلق ہے وجود وعدم میں سے ایک کی تخصیص کے ساتھ۔

ارایک التوحید:۔ وہ اسماء ذاتیہ ہیں جو مظاہر ذات ہیں پہلے بارگاہِ علم میں پھر حضرت عین میں۔

الاسم:۔ اصطلاح صوفیہ میں وہ لفظ نہیں ہے جو اپنے مصداق پر باعتبار وضع کے دلالت کرے بلکہ اسم ذات ہے مسمّٰی کا باعتبار صفتِ معیت کے اور صفت معیت باوجود یہ ہے جیسے علیم و قدیم یا عدمیہ ہے جیسے قدوس و سلام اور شیخ اکبر نے فرمایا کہ وہ بندہ کے حال پر حاکم ہے اسماء الٰہیہ سے۔

الاسماء الذاتیہ:۔ وہ ہے کہ اس کا وجود غیر کے وجود پر موقوف نہ ہو اگر چہ ایک اعتبار تعلق سے موقوف ہو اور اس کو اسماء اولیہ ومفاتیح الغیب واسمیہ وائمابیہ اور اسماء کہتے ہیں۔

استقامت:۔ شیخ واسطی فرماتے ہیں کہ یہ وہ خصلت ہے جس سے حسنات کامل ہوتے ہیں اور اس کے فقدان (گم ہو جانے) سے حسنات ناقص رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے [2] فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ (استقامت کرو جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے)۔

الاشارہ:۔ یہ ہوتا ہے قرب کے ساتھ مع حضور عین کے اور باوجود بعد کے بھی۔

الازل:۔ وہ ہے جس کی ابتداء یا اول نہ ہو۔

الابد:۔ وہ ہے جس کی انتہا نہ ہو۔

الاسم الاعظم:۔ اسم اعظم تمام اسماء کا جامع ہے یعنی ایسا اسم خداوندی ہے جو اس کے تمام اسماء کا جامع ہے۔ جس طرح دریا اپنی تمام شاخوں کا مجامع ہے [3]۔

الاصطلام:۔ دل پر جو حیرت غالب ہوتی ہے یعنی عشق الٰہی اور افراطِ محبت سے جو حیرت دل پر غالب ہوتی ہے۔ وہ اصطلام ہے۔ (یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصطلام وہ غلباتِ حق ہیں جو حکمت بندہ کو اپنا مقہور بنا لیتے ہیں۔ امتحان لطف کے لیے قلب ممتحن اور قلب مصطلم دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ (شیخ ہجویری)

---

[1] شیخ عبدالرزاق کاشانی نے ارادت کی تعریف ایک مقام پر اس طرح بھی کی ہے کہ دل میں محبت کی ایک چنگاری ہے جو سالک کو حصول حقیقت کے لئے مستعد اور آمادہ بنا دیتی ہے۔ اگر ارادت نہ ہو تو داعی محبت کے لیے استعداد پیدا نہیں ہوتی۔ مترجم

[2] پ۱۲ ھود ۱۱۲ [3] تعریفات میں کہا گیا ہے کہ اسم اعظم اللہ ہے۔

الاعراف:۔مقام طلوع ہےاوروہ اطراف پرنظر اٹھانے کا مقام ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے۔

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ج لے — اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک (جنتی اور دوزخی) کوان کی علامت سے پہچانیں گے۔

(کتاب تعریفات میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ اعراف اس مقام سے مراد ہے جواعراض کا مطلع ہےاور یہ مقام مقام شہودِحق ہے)۔

الاعیان ثابتہ:۔اعیان ثابتہ وہ اعیان ممکنات ہیں جوحق تعالیٰ کی صورِعلمیہ میں معلوم ہیں۔اسمائے الٰہیت کے ساتھ اعیان ثابتہ کی نسبت ایسی ہے جیسے ابدان کی نسبت ارواح کے ساتھ یاارواح کی نسبت ابدان کے ساتھ (مختصر الفاظ میں اعیان ثابتہ کی تعریف اس طرح کر سکتے ہیں کہ حقائق ممکنات ثابتہ درعلم خداوندی۔(کاشانی)۔

الافق المبلین:۔مقام دل کی نہایت کا نام ہے یعنی نہایت مقامِ قلب ہے۔

الافق الاعلیٰ:۔افق اعلیٰ وہ ذات ہے جواپنے تمام صفات وافعال سے موصوف ہے۔تاکہ اپنے وجد کے سبب سے تمام فرق ظاہر ہواوروہ کمال ہےاورنہایت مقامِ ارواح ہےاوروہ حضرت الٰہیت اور حضرت واحدیت ہے۔

الافق الذاتی:۔افق الذاتی سے مراد وہ ذات ہے جو مجرد ہے اپنے صفات وافعال سے اوراس جمع میں تفرقہ نہیں ہےاوروہ غایت نقصان ہےاورمعنی ہجران ہے۔

الاقتصاد:۔آنے والی عادت کے معنیٰ میں ہے۔

الالھیہ والالوھیہ:۔مرتبہٗ اسماءالٰہیہ مراد ہے اسماءالٰہیہ موثرہ سےاورموثر ہراسمِ الٰہی ہے جو بشر کی طرف منسوب ہےاورشیخ کے نزدیک حق کی علامت ہے عارفین کے دلوں پر۔

الالھیتہ:۔ہراسم الٰہی ہے منسوب فرشتہ یاروحانی کے۔

الالھام:۔وہ چیز ہے جوڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دلوں میں اچھائی اور بہتری سے۔

الالقاء:۔دل میں ایک نور ہے ازقسم خیر، جس سے فسق وتقویٰ میں بندے فرق کرتے ہیں۔اگر دلوں میں کوئی چیز شر سے پیدا ہوتو اس کو وسوسہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الالیاس:۔عبارت ہے اُمّ الکتاب کے فیض اورعقل اول سے۔

اُمُّ الکتاب:۔اصطلاح تصوف میں عقل اول ہے۔

الامُھات الحقائق:۔ائمہ اسماءامہات الحقائق ہیں اور یہ سات ہیں۔

الامناء:۔ملامتی لوگ ہیں۔جیسا کہ پہلے گزرا۔

لے پ۸ الاعراف ۴۶

الآن الدائم:۔ امتداد حضرت الٰہی ہے اور نفس رحمانیہ لازماً اسی امتداد ازلی میں مندرج ہے اور ازل وابد کے ساتھ وقت میں موجود ہوں گے اور وقت ازل وابد کے ساتھ وقتِ واحد میں پائے جائیں گے۔ نسبت ثابتات کو سرمدی کہا گیا ہے۔ متغیرات کی نسبت ثابتات کے ساتھ زمانہ ہے اور ثابتات کی نسبت متغیرات کے ساتھ دہر ہے۔ اس طرح زمان کی اصل سرمدی ہے اور زمانہ کے انات (لمحات) اس کے سرمدی نقوش ہیں اور ان ہی نقوش سے وہ ظاہر ہے۔ (دقیقہ، ساعت، روز شب اور سال میں ظہور پذیر ہے) یہی نقوش زمانہ کے احکام وصور ہیں۔ جوشئ سرمدی اور دوامی ہے وہ ہر حال میں دوامی اور سرمدی ہے۔ اس کو حضرتِ عندیت بھی کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لیس عند ربک صباح ولامساءٌ** (میرے پروردگار کے پاس صبح وشام نہیں ہیں اور وہ صبح وشام سے پاک منزہ ہے)۔

الانانیت:۔ انانیت حقیقی وہ ہے جس کو بندہ اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور نسبت دیتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے میرا نفس، میری روح، میرا دل۔ اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔

انانیت حق:۔ وجودیت کا نام ہے یا عدمیت العبد ہے۔ جس میں عبد معدوم ہے۔ ''وما فی یَدِہٖ مِلوَلاہ ''اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ اس کے آقا اور مولا کا ہے۔ اور تحقیق وجود عینی تحقق ہے بحیثیت رتبۂ ذاتیہ کے۔

الانزعاج:۔ وعظ و سماع کی تاثیر سے حق تعالیٰ کی طرف دل کی حرکت (وعظ و سماع کی تاثیر سے دل میں رجوع الٰہی کے لئے حرکت پیدا ہونا)۔

الانموزج:۔ **الظل و الطل هوالفرع وايضاً الانموزج**۔ هوالامر لكل المجمل یعنی انموذج ظل ہے اور ظل ایک فرع ہے۔ نیز انموذج وہ امر کلی مجمل ہے۔

الانضراع الجمع:۔ یہ ایک فرق بعد از جمیع ہے بسبب ظہور وحدت کثرت میں اور اعتبار کثرت وحدت میں۔

الانس:۔ دل میں حضرت الٰہیہ کے جمال کے مشاہدہ کا اثر ہے وہ جمالِ جلال ہے ایسا ہی شیخ اکبر بن عربی کی اصطلاح میں ہے۔

الانتباہ:۔ حق کا تنبیہہ کرنا ہے بندہ کو بطریق تصوّف کے۔

الانابت:۔ غفلت سے رجوع ہونا ذکر (الٰہی) کی طرف ''انابت'' ہے اور بعض اکابر کے نزدیک ظاہر میں جس کا نام توبہ ہے۔ اگر وہ باطن سے ہے تو اس کا نام انابت ہے۔

الائمۃ الاسماء:۔ ائمۃ الاسماء سات ہیں۔ ۱۔ حیّ ۲۔ عالم ۳۔ مرید ۴۔ قادر ۵۔ سمیع ۶۔ بصیر ۷۔ اور متکلم۔ ائمہ سبع اصول مجموع اسماء الٰہیہ ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی قدس سرہ نے [1] سبع اسمائے الٰہیہ میں سمیع و بصیر کے بجائے الجوا اور المقسط فرمایا ہے۔ اور شیخ عبدالرزاق کاشانی کے نزدیک یہ دونوں اسماء المقسط

---

[1] سبع وصول کی تشریح اصطلاحات کے سلسلہ میں آئندہ ہوگی۔

والجواد بھی اسمائے ثانیہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جود و عدل ائمہ سبع پر موقوف ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا فیض و جود موقوف ہے مستفیض کی استعداد پر اور جود کہتے ہیں ہر مناسب چیز کے عطا کرنے کو اس طرح عدل موقوف ہوگا اسکی استعداد کے دیکھنے پر اور دعائے سائل پر اپنی زبانِ استعداد سے اور قبولیت پر اس کی دعا کے کلمۂ کن سے اس طریقہ پر جو کہ سائل کی استعداد کے موافق ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ ط[۱] یعنی بلسانِ استعداد حضرت کا شانی کی نظر میں جواد و مقسط بھی ایسے ہی اسماء ہیں جیسے موجد و خالق ورازق اور یہ تینوں اسماء اسمائے ربوبیت ہیں۔ بعض مشائخ نے اسم الحی کو امام ائمہ سبعہ کہا ہے۔ اسم الحی عالم پر مقدم بذات ہے اور حیات علم کے لیے شرط ہے۔ اس لئے الحی العالم پر مقدم ہوا (کیونکہ شرط کو مشروط پر تقدم حاصل ہے) لیکن حضرت کے نزدیک اسم عالم امامت کے لئے زیادہ بہتر ہے کیونکہ امامت ایک اضافی امر ہے جو ماموم کا مقتضی ہے اس لئے امام ماموم سے اشرف ہے۔ اسی طرح علم مقتضی ہے اس امر کا کہ معلوم قائم ہو (موجود ہو) اس کی ذات کے ساتھ اور حیات متقاضی "غیر حی" نہیں ہے اور حیات عین ذات ہے اور کسی نسبت کی مقتضی نہیں ہے۔ ظاہر ہوا کہ علم اشرف ہے حیات سے۔ اس سے تقدم بالطبع لازم نہیں آتا جس طرح کہ بدن کے مزاج معتدل کے لیے حیات شرط ہے اور حیات کو مزاج پر تقدم بالشرف حاصل ہے۔

شرف ب

الباء:۔ البا سے اشارہ ہے اول موجودات کی طرف جو ممکن الوجود ہے۔ یعنی موجود الممکن وہ مرتبہ ثانیہ ہے یعنی تعین اول وثانی وتجلی ثانی جو مرتبہ وحدتِ واحدیت ہے حق تعالیٰ کے علم میں۔

باب الابواب:۔ توبہ ہے۔

البارق:۔ یہ جناب قدس کی طرف سے ایک لائحہ بارق ہے (بجلی جیسی چمک) جو دکھائی پڑتی ہے اور نہیں بھی دکھائی پڑتی اور یہ شروع کشف سے ہے۔

الباطل:۔ ماسویٰ الحق کو باطل کہتے ہیں اور وہ کوئی شے نہیں ہے (وھو لیس بشئی یعنی) عدم محض ہے۔

الباطن:۔ صور علمیہ کے وجود ہیں۔

باطن ظاہر علم:۔ عین وجود ہے جو تمام شیون و اعتبارات کو شامل ہے۔

البدن:۔ کنایہ ہے اس نفس سے جو مراحل سالکین ومنازل سائرین میں سیر قاطعہ میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔

البرق:۔ لوامع نور سے پہلی چیز جو سالک پر ظاہر ہوتی ہے اور بندہ کو دخول کی دعوت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب میں۔

---

[۱] جو کچھ تم نے (حسب استعداد لسان) طلب کیا تو وہ تم کو دیا۔ پ۱۳ سورہ ابراہیم ۳۴

البرزخ:۔ وہ ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو۔ جس طرح حال، ماضی و مستقبل کے درمیان برزخ ہے۔ برزخ اپنے طرفین سے تعلق رکھتا ہے۔ (جب تک طرفین نہیں ہوں گے اس وقت تک برزخ نہیں پایا جائے گا)۔ اس عالم مثال کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ جو اجسام کثیفہ اور ارواح مجردہ کے درمیان ہے۔ اس طرح قبر کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ کہ وہ دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے۔ اسی نسبت سے تصور شیخ کو بھی برزخ کہتے ہیں کہ وہ واسطہ ہے قاصد و مقصود کے درمیان۔

برزخ البرازخ:۔ حضرت واحدیت تعین اول کو کہتے ہیں کہ وہی تمام برازخ کی مجموع کی اصل ہے۔ اس کو برزخ اول و برزخ اعظم و اکبر بھی کہتے ہیں اور برزخ البرازخ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہتے ہیں۔

البسط :۔ بسط دل کے مقام میں اسی طرح ہے جس طرح رجاء مقام نفس میں ہے۔ بسط کی ضد قبض ہے جس طرح خوف مقابلۂ رجاء ہے۔

البسط فی المقام الخفی :۔ یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کو ظاہر میں خلق کے ساتھ پھیلا دے اور باطن میں سمیٹ لے۔ (جس پر بسط واقع ہو وہ مبسوط ہے۔ اور جس سے بسط و کشادگی حاصل کی جائے وہ منبسط ہے) بسط ایک ایسی رحمت ہے جو حق کی طرف سے خلق کے لیے ہے تا کہ تمام اشیاء اس میں سما جائیں۔ اور وہ کسی شے میں نہ سما سکے۔ وہ مؤثر ہو اشیاء میں اور خود کوئی شے اس میں موثر نہ ہو سکے۔

البصیرت :۔ نور قدس سے منور دل کی ایسی قوت کو کہتے ہیں جس کے بغیر حقائق اشیاء کا دیکھنا ممکن نہ ہو جیسے آنکھ کہ سورج کے نور سے یا چاند یا ستاروں کی روشنی کی مدد سے ظاہری اشیاء کو دیکھ لیتی ہے فلاسفہ اور حکماء نے بصیرت کو ''قوت عاقلہ نظریہ'' کہا ہے اور جب یہ ہدایت کے نور سے اس طرح منور ہو جاتی ہے کہ تمام پردے (حجابات) خیال اور وہم اس کے دیدہ و دل سے مرتفع اور دور ہو جائیں تو حکیم (فلسفی) اس کو قوت قدسیہ سے موسوم کرتا ہے۔

البُعد :۔ شیخ (شیخ اکبر) کے نزدیک مخالفات پر قائم ہو جانا ہے۔ اور کبھی بعد تیری طرف سے ہوتا ہے اور حالتوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے اسی طرح قرب بھی بدلتا ہے۔

البقاء:۔ بندہ کا اپنے فعل کا مشاہدہ کرنا ہے اس طرح کہ یہ فعل قائم بارادہ الٰہی ہے (رویت العبد لفعله بقیام اللّٰہ علی ذلك)

البقرہ:۔ اس نفس سے کنایہ ہے جو ریاضت کے لیے مستعد ہو جائے (استعداد ریاضت جس میں پیدا ہو جائے) اور خواہش کے قلع قمع کی صلاحیت آجائے کہ یہی اس کی زندگی ہے اور قبل اس کے کہ یہ صلاحیت نفس میں پیدا ہو کیش کہتے ہیں اور اس صفت کے ساتھ جیسا سلوک میں آتا ہے تو بدنہ کہتے ہیں۔

البوادہ:۔ بوادہ۔ بادہ کی جمع ہے اور بادہ وہ حیرت ہے جو ناگاہ غیب سے قلب پر طاری ہو جائے جو بسط کا باعث بن جائے یا اس سے قبض کی کیفیت طاری ہو اور شیخ کے نزدیک وہ چیز ہے جو ناگاہ

دل میں غیب سے آئے بطور وہلہ کے یا باعث مسرت ہو یا سبب رنج ہو۔

بیت الحکمت:۔ بیت الحکمت اس قلب کو کہتے ہیں جس پر اخلاص غالب ہو۔

بیت المقدس:۔ وہ قلب طاہر ہے جو تعلق غیر سے پاک ہو۔

بیت الحرام:۔ انسان کامل کا دل ہے کہ محبوب کے سوا اس میں اور کچھ حرام ہے۔

بیت العزۃ:۔ وہ دل ہے جو ''فنا در حق'' میں مقام جمع سے واصل ہو۔

شرف ت

التاء:۔ کنایہ ہے ذات سے باعتبار تعینات اور تعدّدات کے۔

التانیس:۔ مظاہر حسنہ میں تجلی کا نام ہے۔ مرید مبتدی میں انس پیدا کرنے کے لیے یا اس کو سلوک سے مانوس بنانے کے لیے تاکہ اس میں تصفیہ اور تزکیہ پیدا ہو جائے۔ اس کو تجلی فعلی بھی کہتے ہیں۔ بسبب ظہور کے اسباب کی صورتوں میں۔

التجرید:۔ سالک کے قلب کا ماسوئ اللہ سے خالی ہونا۔

التجلّی:۔ انوار غیوب (انوار الٰہی) سے دلوں پر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے (متصف ہونا ہے اخلاص والہیت سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صحیح ہے کیونکہ زیادہ کامل و پاک ہے)۔

التجلی الاوّل:۔ تجلی اول مرتبہ وحدت ہے جو منشا احدیت اور واحدیت کا ہے اور یہ عین ذات ہے۔ بحیثیت ذات کے اعتبارات احدیت کے ساقط ہونے سے۔

التجلی الثانی:۔ مرتبہ واحدیت ہے۔ اعیان ثابتہ کا ظہور اسی مرتبہ میں ہے تفصیل کے ساتھ کہ اعیان ثابتہ مرحلۂ اول میں بہ اجمال ہیں [۱]۔ اس مرتبہ میں اعیان ثابتہ تفصیل کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

التجلي شهودي:۔ اس وجود کا ظہور جو اسم النور سے مسمّٰی ہے تجلی شہودی ہے یعنی کائنات میں حقیقت کا ظہور' ظہور اسماء کے ساتھ تجلی شہودی ہے۔

التجرید:۔ غیر و مخلوق کو دل سے پھینک دینا ہے۔

التحقیق:۔ اسمائے الٰہیہ میں ظہور حق کو کہتے ہیں اور جو محقق و محجوب نہیں ہوتا حق کی وجہ سے خلق سے اور خلق کی وجہ سے حق سے۔

---

[۱] اصطلاح تجلی کی توضیح مختلف اکابر نے اپنے اپنے الفاظ میں کی ہے اور ہر ایک کی تعبیر و تفسیر میں فرق ہے۔ علامہ کاشانی فرماتے کہ باعتبار قبولیت تاثیر حق کا نام تجلی ہے۔ حضرت شیخ ہجویری اور شیخ اکبر نے بھی اس اصطلاح کی صراحت فرمائی ہے۔

التحکم:۔دعا میں انتہائی خصوصیت کا زبان انبساط سے ظاہر کرنا ہے۔

التلوین:۔ پردہ ہونا ہے احکام حال سے یا مقام بلند ہے بسبب آ ثار وحال کے یا مقام پست ہے اور تلوین در مقام تجلی کرنا ہے۔تمام تجلیات اسمائیہ سے حالتِ بقا میں فنا کے بعد (حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نزدیک تلوین فرق بعد الجمع ہے اور اس فرق میں کثرت فرق، وحدت جمع کے لیے حجاب نہیں بنتی اور یہ وہ مقام احدیت ہے کہ جو ''فرق در جمع'' ہے اور اس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔''کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ ۔[۱]''اور اس میں شک نہیں کہ یہ تمام مقامات میں اکمل مقام ہے۔بعض حضرات نے کہا کہ تلوین بعض تمکنیات اسمائیہ کا تغیرّ ہے بعض پر۔(تلوین کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے کہ سالک کا ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا تلوین ہے)اس سلسلہ میں شیخ ابوبکر فرماتے ہیں کہ بعض عرفا کے نزدیک تلوین ایک مقام خاص ہے لیکن ہماری نظر میں یہ کامل ترین مقام ہے۔اس لئے کہ تلوین میں بندہ کا حال وہ حال ہے ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کل یوم ھو فی شان.

بعض ارباب تصوف ومشائخ عظام فرماتے ہیں کہ یہ مقام تلوین نہایتِ حال تمکین ہے۔وہ تلوین جو تلونیات ہے وہ ''فرق بعد از جمع'' کے مبادیات میں سے ہے۔اوراس مقام پر موحد آ ثار کثرت کے ظہور سے محجوب بن جاتا ہے۔حکم وحدت کے لحاظ سے صاحب فصوص (مصنف فصوص الحکم حضرت شیخ اکبر قدس سرہ) کے نزدیک تلوین تکوین سے بلند مرتبہ اور اعلیٰ ہے)۔

التجلّی:۔متصف ہونا ہے اخلاق الٰہیہ سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صحیح ہے کیونکہ زیادہ کامل اور پاک ہے۔

التقویٰ:۔ترکِ شہوات وشبہات کا نام ہے۔

التخلی:۔خلوت کا اختیار کرنا ہے اور ہر اُس چیز سے روگردانی کرنا ہے جو حق سے ہٹا دے۔

التدانی:۔مقربین کی معراج ہے۔

التدلی:۔مقربین کا نزول ہے اور بمقابلہ نزول حق کے اُن کی طرف تدانی کے وقت بولا جاتا ہے۔

الترقی:۔احوال ومقامات ومعارف میں نقل وحرکت کرنا ہے۔

التفرید:۔بندے کا ٹھہرنا حق کے ساتھ اور حق کا بندے کے ساتھ۔

التصبر:۔نفس کو مکروہات کا متحمل بنانا اور تلخیوں کو برداشت کرنا۔

التصوّف:۔ آداب شریعت کے ساتھ ظاہر و باطن میں قیام ہے۔ اور وہ خُلقِ الٰہی ہے اور کبھی اچھے اخلاق کے

---

[۱] پ ۲۷ الرحمٰن ۲۹

برتنے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔اور اسکو لینا جو بندہ پر حق سے وارد ہوتا۔

التّوکل:۔توکل اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے۔ وعدہ اور وعید میں۔بعض اصحاب کے نزدیک توکل خدا پر اعتماد کرنا اور اپنے کام کو اس کے سپرد کردینا ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ امور میں مسبب پر نظر رکھتے ہوئے سبب سے قطع نظر کرلینا توکل ہے۔

التولی:۔بندہ کا حق کی طرف سے خود اپنی طرف لوٹنا۔

التوبہ:۔اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی ندامت اور کثرتِ دعاءِ مغفرت کے ساتھ رجوع کرنا ہے اور کہا گیا کہ توبہ ظاہر میں ہے اور انابتہ باطن میں ہے حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا ہے کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے۔حضرت یحییٰ بن معاذ کا قول ہے ایک ایسی خطا جس کے ساتھ توبہ ہے ستّر دروازوں سے زیادہ کشادہ ہے۔حضرت ابوالحسن بصری نوری کا فرمان ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا ہر شے سے توبہ کرے۔

التمکین:۔شیخ اکبر کے نزدیک تمکین تلوین میں موجود ہے۔اور بعض نے کہا ہے کہ وہ موصول کی حالت ہے۔

التوحید:احدیت جمع وفرق ہے اور یہ توحید حق ہے اس کی ذات سے اس کی ذات کے لئے اور اس توحید کی صورت ابتدا میں اشهدان لا اله الا هو ہے۔

التواجد:۔استدعاء وجد کا نام ہے۔بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اظهار حالة الوجد من غير وجد بغير وجد کے حالت وجد کا اظہار و تحریک قلب باستماع سماع بغیر تحرک ابدان اور دل میں حرکت پیدا کرنا سماع کی سماعت پر اس طرح کہ بدن میں جنبش نہ ہو۔اور تواجد باب تفاعل سے ہے اور تفاعل میں اکثر اس صفت کا اظہار ہوتا ہے جو صفت اس ظاہر کرنے والے میں نہ ہو۔مثلاً تمارض اور تجاہد۔

التواضع:۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے لئے اپنی کمی و کمزوری ظاہر کرنا بہتر ہے۔غلبہ و بلندی کے اظہار اور سیلاب معصیت سے یہاں تک کہ فقیر مقام صفوت تک پہنچے اور وہ جب کہ آرام کو چھوڑ دے اور مجاہدوں اور عبادت میں کوشش کرے اور کمی رتبہ کو پسند کرے اور مدح وذم دونوں میں یکساں رہے حضرت ابوالقاسم نے کہا کہ بندہ کی شروعات خیر سے ہوتی ہے۔ جب لوگ اس کو پہچان لیتے ہیں تو وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے اور یحییٰ بن معاذ نے فرمایا کہ ریاست کی محبت آدمی کے نفس میں ایک آگ ہے جب وہ اُن کے دلوں پر روشن کیجاتی ہے تو اُنکے ایمان کو سوخت کردیتی ہے۔

ث

الثروت:۔ماسویٰ اللہ سے غناء سالک کو ثروت کہتے ہیں۔

ثلج احساس:۔سالک کے دل میں یقین کی ٹھنڈک ہے فناء الفناء کے بعد۔

شرف ج

الجبروت:۔ شیخ ابوطالب مکی کے نزدیک وہ عالم عظمت (الٰہی) ہے لیکن اکثر عرفا ومشائخ نے فرمایا ہے کہ عالم وسط ہے۔ جبروت سے مراد برزخ کبریٰ ہے۔ اور تفصیل اجمال پر جواعیان ثابتہ ہیں

الجذبت:۔ حق تعالیٰ کے حضور میں تقرب کی منزل ہے کہ حق تعالیٰ کا اپنی عنایت ورحمت سے اپنے بندہ کی تمام ضروریات کا مہیا فرما دینا جب کہ بندہ طے منازل وقطع مراحل میں مصروف ہو بغیر کسی کلفت امور کے۔

الجزاء:۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ حق بدلہ ہے۔ اس کے نزدیک اُس عمل کا جوموافق امر کے کیا ہے اور جان لو کہ اعمال جو بندوں سے صادر ہوتے ہیں وہ اُن کی نیت ہی کے موافق ہیں تو جس کا عمل جنت کے لئے ہے اُسے جنت کی جزاء دی جائے گی اور جس کا عمل صرف اللہ کے لئے ہے نہ جنت کی خواہش میں اور نہ خوف جہنم سے تو حق ہی اس کا بدلہ ہے نہ کچھ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جس نے مجھے دوست رکھا میں اُسے قتل کرتا ہوں اور جسے میں نے قتل کیا تو مجھ پر اس کی دیت ہے اور جس کی دیت مجھ پر ہے تو میں خود اس کی دیت ہوں۔

الجرس:۔ اجمال خطاب ہے ساتھ ایک ضرب کے قہر سے۔

الجَسَد:۔ جو کچھ ارواح سے ظاہر اور متشکل ہو وہ جسم نوری ہو یا ناری ہو۔ جسم ناری جَسَد کثیف ہے۔ برخلاف جَسَد لطیف روحانیہ کے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ [1] فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (پس متشکل ہوا اس کے لئے پورا بشر)۔

جلا:۔ ذات کا ظہور ہے پاک اپنی ذات کے لئے بالذات۔

الاستجلا:۔ ظہور ذات ہے اس کی ذات سے تعینات میں۔ حضرت قدوۃ الکبراء نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ جلاء عبارت ہے ظہور حق سے عالم میں بغیر وجود آدم کے اور استجلاء عبارت ہے ظہور حق سے مرتبۂ انسانی میں جو خلقتِ آدم علیہ السلام سے ہے کمال اسماء میں کہا گیا ہے کہ جلا مرتبۂ وحدت میں استجلاء حضرت واحدیت میں ہے۔

جلال:۔ بصائر وابصار سے حق کا حجاب میں ہونا ہے کوئی غیر ہویتِ حق کی حقیقت کو نہیں جانِ سکتا۔ اس طور پر جس طرح کہ وہ خود کو جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے [2] وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ" اور تم نہیں جان سکتے قدر حق کو جیسا کہ اس کی قدر کے جاننے کا حق ہے۔" کون اس کو اس طرح پر جان سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ ہے اور سوائے اللہ کے کوئی اس کی ذات کو اس طرح نہیں دیکھ سکتا۔ جس طرح کہ وہ خود کو دیکھتا ہے۔ ارشاد فرمایا [3] لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ" (بینائی اس کا ادراک نہیں کر سکتی اور وہ بینائیوں کا ادراک کرتا ہے)۔

الجلوہ:۔ بندہ کا صفات الٰہیہ کے ساتھ خلوت سے نکلنا ہے۔

جمال:۔ حق کی تجلی ہے بطریقِ حق حق کے لیئے اور جمال مطلق کے لئے ایک جلال ہے اور وہ جمال کی قہاریت

---

[1] پ۱۶ سورہ مریم ۱۷ [2] پ۲۴ سورہ زمر ۶۷ [3] پ سورہ انعام ۱۰۳

ہےاور یہ مرتبہ بلندی جمال کا ہے لیکن اس کی پستی کا مرتبہ اس کا ظہور ہے تمام اعیان میں جیسا کہ کہا ہے۔

ترا جمال حقائق میں سارے ہے ظاہر — بجز جلال کے تیرے نہیں کوئی ساتر
حجاب اس کے ہوئے خلق کے لئے روشن — تمام اس سے ہوئے اس میں ضم ہوئے سائر

تعینات اکوان میں اُس کا محجب ہونا ہے۔اور ہر جمال ایک جلال رکھتا ہے اور ہر جلال ایک جمال چنانچہ جلال تقاضا کرتا ہے کہ بالکل کوئی چیز ظہور سے مدرک نہ ہو باوجود اس کے کہ کچھ چیز مدرک ہوتی ہے یہ جمال جلال ہے اور جمال عنایت ظہور ہے اور انتہائی ظہور میں جب کسی قدر مدرک ہوجاتا ہے تو یہ جلال جمال ہے۔

الجمیعت:۔حضرت حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے میں ہمت کا جمع کرنا ہے۔(اس کی ضد) تفرقہ یعنی دل کا کسی دوسری طرف لگانا اور خلق کے ساتھ مشغول ہونا۔

الجمع:۔شہود حق ہے بغیر خلق کے۔

جمع الجمع:۔شہود خلق ہے جو قائم بحق ہو یعنی حق کے واسطہ سے۔

جنت الاعمال:۔ظاہری جنت ہے۔یعنی خوشگوار کھانے اور لذیذ مشروبات جنت الاعمال ہے جیسا کہ فرمایا اللہ نے جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [۱] (ان کے اعمال کا انعام)

جنت الوارثیۃ:۔نفس کی صفت ہے جو اخلاق حمیدہ سے ہوتی ہے اور ان اخلاق حمیدہ کا حصول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن متابعت کے کمال سے ہوسکتا ہے۔

جنت الصفات:۔یہ معنوی جنت ہے صفات اور اسمائے الٰہیہ کی تجلیوں سے اور یہ صرف صاحبِ دل کا دل ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۙ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۠ [۲]

جنت الذات:۔وہ جمالِ احدیت کا مشاہدہ ہے اور وہ روح کی جنت ہے۔

الجنایب:۔نفوس میں راستہ کے چلنے والے منازل اور اہل توشہ و پرہیزگاری و طاعت ہیں اور ان کی سیر سیر الی اللہ ہے اور اہل شہود و اعیان کے اعتبار سے اہل جنائب پردہ میں ہیں تو جو قائم ہیں وہ اہل عین ہیں اور جو قطع کرنے والے ہیں وہ جنائب ہیں۔یہ جمع ہے جنیب کی بروزن فعیل جنوب سے اُسکے معنی دوری کے ہیں۔یعنی حضرت حق سے یہ لوگ معرفت حقائق اشیاء سے دور ہیں کیونکہ عقول کو جو کمزور ہیں وہم سے نسبت رکھتی ہیں استدلال کے حجاب میں ہیں ان کو رہبر بنا کر یہ اثر سے مؤثر کو تلاش کرتے ہیں تا کہ اہل دل ہونے تک پہنچیں اور اہل قرب کے مقامات مرتبہ سیر فی اللہ کو نہیں پاتے۔

جھتا الضیق والسعۃ:۔ذات کے لئے تنگی و فراخی دو اعتبار ہیں لیکن ذات کی پاکی کے موافق ہے ہر اُس چیز سے جو ہمارے فہم و عقل میں آئے اور وہ اعتبار وحدت حقیقت ہے۔مصرعہ

---

[۱] پ۲۶ سورہ احقاف ۱۳ [۲] پ۳۰ سورہ فجر ۲۹

اس کی حضرت میں نہیں غیر کا دخل

نہ وجود کے اعتبار سے نہ تعقل کے اعتبار سے۔ اللہ کو اللہ ہی پہچانتا ہے لیکن باعتبار ظہور کے تمام مراتب میں بلحاظ اسماء وصفات کے جو مظاہر غیر متناہیہ کو چاہتے ہیں وہی وسعت ہے تو فرق ہے اور جمع ہے اور وحدت ہے اور کثرت ہے اور تنگی ہے اور فراخی ہے۔

جھتا الطلب:۔ یہ دونوں جہت وجوبیہ اور امکانیہ اعیان ثابتہ کے ظہور کے لئے ہیں اور اعیان کی طلب ظہور اعیان ہے اسمائے ظہور سے اور طلب اسمایہ ربوبیت ہے اور اس کی طلب بے شک اجابت کی شان ہے۔ یہ دونوں سوال وحضرت او حضرت تعین اول ہے۔

جواھر العلوم والانبیاء والمعارف:۔ حقائق ثابتہ ہیں، کہ ان میں اختلاف شرائع سے تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ اور نہ امم زمانہ کے اختلاف سے ان میں کچھ تبدیلی آتی ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّيْنِ مَاوَصىّٰ بِهٖ نُوحًا وَّالَّذِىٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ط [1]" (تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جسکا حکم ہم نے نوح کو دیا اور جسکا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اسمیں پھوٹ نہ ڈالو)۔

شرف ح

حال:۔ ایک عطیہ ہے جو صرف موہبت الٰہی سے بغیر عمل کے دل پر طاری ہوتا ہے۔ جیسے خوف وغم یا قبض وبسط یا شوق وذوق۔ صفات نفس کے ظہور سے حال زائل ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کے بعد دل پر حال وارد ہو یا نہ ہو۔ اگر یہ حال دوامی بن جائے یا ملکہ بن جائے تو پھر اس کو حال نہیں کہتے بلکہ یہ مقام کہلاتا ہے۔

حجۃ الحق علی الحق:۔ انسان کامل ہے جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ پر حجت بنے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔" [2] يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ج فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ لا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ." (اے آدم ان کے ناموں سے فرشتوں کو خبر دو پس انہوں نے ان ناموں سے فرشتوں کو آگاہ کیا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے "اِنِّىٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَاتُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ٥ ."(صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم ٥)۔ (کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمانوں کی چھپی باتوں اور زمین کی چھپی باتوں کو اور ان باتوں کو جو تم آشکارا کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو جانتا ہوں)۔ (سچ فرمایا اللہ نے جو بہت بڑا ہے)۔

حجاب:۔ دل میں صور کونیہ (وہ صورتیں جو موجود ہیں) کا نقش پذیر ہونا جو خالق کی تجلّی کو مانع ہوں۔

---

[1] پ ۲۵ سورہ شوریٰ ۱۳ [2] پ۱ سورہ بقر ۳۲

حروف حقائق:۔اعیان کی حقائق بسیطہ ہیں۔

حروف عالیات:۔شیونات ذاتیہ ہیں جوغیب الغیوب میں اس طرح پوشیدہ ہیں جس طرح گٹھلی یا بیج میں درخت پوشیدہ ہے۔

حروف المغنیہ:۔وہ عبارت ہے جس سے حق بندہ کومخاطب کرے۔

حربیہ:۔اس کے چند مراتب ہیں،حربۂ عام خواہشوں کی بندگی کے لئے اور حربۂ خاص مرادوں کی نیازمندی کے لئے اپنے ارادوں کوارادہ حق میں فنا کرنے سے اور حربۂ خاص الخاص رسوم وآثار کی غلامی کیلئے اپنے وجود کو تجلی نورالانوار میں فنا کرکے۔

حضرت جمع وحضرت وجود:۔حقیقت الحقائق۔

الحضور:۔دل کا حاضر ہونا ہے حق کے ساتھ جب کہ وہ حق سے غائب ہو۔

حفظ العھد:۔واجبات کی فرمانبرداری کرنا ہے اور ممنوعات سے بچنا ہے۔

حفظ العھد الربوبیۃ والعبودیہ:۔بھلائی کواللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اور برائی کو اس کے برعکس اپنی طرف۔

الحقیقت:۔اپنے اوصاف کے آثار کی نفی اس کے اوصاف سے اس طرح کہ کوئی فاعل نہیں ہے تیرے ساتھ۔تیرے اندر اور تجھ سے سوائے تیرے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔"[۱] مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَا صِيَتِهَا ."اور بعضوں نے کہا ہے کہ محققین کا حکم ہے (شیخ ابن عربی نے حقیقت کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ غلبہ اوصاف حق کے واسطے سے بندہ کا اپنے اوصاف سے خالی ہوجانا،حقیقت کی اس طرح توضیح بھی کی گئی ہے کہ بندہ کی اقامت وصل خداوندی کے محل میں اور محل تنزیہ میں اس کے راز سے واقف ہونا)

الحق:۔جوواجب ہوا بندہ پر اللہ کی طرف سے اور جس کوواجب کیا حق نے اپنے اوپر۔

حقیقت الحقائق:۔وہ ذات احدیت ہے جو جامع ہے تمام حقائق کی۔

الحقیقت الرفیعہ:۔جوثابت متحقق ہے۔

الحقیقت الحیثیۃ:۔جومتحقق ہے اگرچہ تقدیرًا۔

الحزن:۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،بے شک اللہ تعالیٰ خوش ہونے والے متکبرین کو دوست نہیں رکھتا ہے۔(وہ اس کی بارگاہ میں ہیں)اور وہ دوست رکھتا ہے ہر اس دل کو جوحزین وغمگین ہے۔اور سفیان بن عقبہ نے فرمایا کہ اگر امت میں رنجیدہ اور رونے والے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس امت پر رحم نہ فرماتا اور یحییٰ بن معاذ نے کہا کہ جس نے طرق حزن کی مسافت قطع نہ کی تو اس کے دل نے آسمان کا سفر نہ کیا اور سرپر نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ لوگوں کا سارا رنج مجھ پر ہو۔

---

[۱] پ۱۲ سورہ ھود ۵۶۔**ترجمہ:**۔ کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو۔

حروف اصلیہ :۔ حروف اصلیہ ہیں باعتبار مندرج وداخل ہونے کے مرتبہ اول میں جو وحدت ہے بغیر ان کے ایک دوسرے کے امتیاز کے اور اگر محض علم کی وجہ سے امتیاز ہو تو شیونات ذاتیہ اور حروف عالیہ بھی کہتے ہیں۔ نیز کہتے ہیں۔ الحقیقة الحقیقة المتحقق ولو تقدیرا۔

الحقیقت المحمد یہ:۔ ذات ہے تعین اول کے ساتھ تو اُس کے لئے سب اچھے نام ہیں اور وہ اسمِ اعظم ہے۔

حقائق الاسماء:۔ ذات کی نسبت وتعینات ہیں کیونکہ تعینات صفات ہیں اور اُس کے بعض صور علمیہ اور اسماء کا بعض تعینات ذات یعنی صفات سے ممتاز کرنا ہے۔

حقائق الاشیاء وحقائق الکونیہ:۔ صور علمیہ ہیں۔

حق الیقین :۔ مقام جمع احدیت میں شہود حق کو کہتے ہیں۔

الحکمت :۔ حقائق اشیاء کا علم اُن کے اوصاف وخواص اور احکام کے ساتھ نیز اسباب کا مسببات کے ساتھ ارتباط کا جاننا اور نظام موجودات کے انضباط کے اسرار کا سمجھنا اور ان کے مقتضاء کے بموجب عمل کرنا۔ فرمایا گیا ہے:[۱] وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔'' (اور جسے حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی)۔

الحکمۃ المنطوق بھا:۔ علم شریعت وطریقت ہے۔، دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ علم شریعت کا مصداق ہے ''بدان وبگو'' (جانو اور بیان کرو)۔ اور علم طریقت یہ ہے کہ ''بداں وبگو با اہل طریقت۔'' (یعنی علم وحکمت حاصل کرو اور اہل طریقت سے بیان کرو)۔

الحکمۃ المسکوت عنھا:۔ حقیقت کے اسرار ہیں کہ علماء ظواہر وعوام اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیوہ کے گھر مہمان تھے اس بیوہ کے بچے آگ تاپ رہے تھے جو اس نے جلا رکھی تھی وہ بولی اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ زیادہ مہربان ہے اپنے بندوں کے حق میں یا میں اپنی اولاد پر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ زیادہ مہربان ہے کیونکہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں دوست نہیں رکھتی کہ اپنے فرزند کو آگ میں ڈالوں۔ اللہ تعالیٰ بھلا کس طرح بندہ کو آگ میں ڈالے گا حالانکہ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے تو گریہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے۔

الحکمۃ المجھولہ:۔ یہ ہے کہ غیر پر ایجاد شے کی حکمت پوشیدہ ہو جس طرح کہ بعض بندوں کو مبتلائے رنج کرنا اور بچوں کی محبت اور آگ میں ہمیشہ رہنا اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے ہونے پر راضی ہونا اور اعتقاد کرنا عدل ہے۔

---

[۱] پ۳ سورہ بقر ۲۶۹

الحکمت الجماعۃ:۔ حقیقت کی معرفت اوراس پرعمل کرنا اسی کے ساتھ باطل سے آگاہی اوراس سے اجتناب! جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللّٰھم ارنا الحق حقًا وار زقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه. (الٰہی ہمیں حق کوحق دکھااور اسکی اتباع کی توفیق عطافرمااورہمیں باطل کو باطل دکھااوراس سے بچنے کی توفیق دے)

الحیرت العظمیٰ:۔ حیرت عظمیٰ تک نبی یا ولی کے سوا کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔ وہ چند نفیاں ہیں وہ اظلال وگم گشتگی ہے، وہ سطوت محبت ہے کہا گیا ہے کہ حیرت غیر کا مشاہدہ کرنا ہے۔

الحق المخلوق بہ:۔ وہ عقل اول ہےاورامام مبین ہے۔

الحیاء:۔ حضرت جنید قدس سرہ سے حیا کے بارے میں سوال کیا گیا کہ حیا کیا ہےتو آپ نے فرمایا کہ نعمت کے مطالعہ اوراپنی تقصیر کے مشاہدہ کے درمیان ایک حالت پیدا ہوتی ہے اسی کا نام حیا ہے۔ بعض صحابہ نے کہا ہے کہ بدبختی کی پانچ علامتیں ہیں۔ سخت دل ہونا آنکھوں کی خشکی، رغبتِ دنیا، امید کی درازی اور قلتِ حیا، (یعنی قلتِ حیا یک گونہ بدبختی ہے) حضرت ابوبکر دراق نے فرمایا کہ اکثر میں دو رکعت پڑھکر فارغ ہوتا ہوں۔ اس حالت میں کہ میں بجائے اُسکے ہوں جو چوری سے فارغ ہو حیا کی وجہ سے ۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف اس وقت سے حیا رکھتا ہے کہ آنکھ جھپکنے کو جمال الٰہی وخیال متناہی کے گلزار ولالہ زار کے شہود وجود سے نکل کر خار فضول سے اسکے وقت کا دامن الجھ جائے۔ (مشاہدہ جمال الٰہی سے محرومی کے وقت سے اسکو حیا آتی ہے)۔

شرف خ

الخاطر:۔ ہر وہ خطاب جوقلب وضمیر پر وارد ہواور یہ چار قسم پر منقسم ہےاوراول خاطر ربانی ہے۔ شعر

نہ اس خاطر میں کوئی بھی خطر ہے
خطاؤں کا نہ اس میں کچھ گذر ہے

وسیل ابن عبداللہ اس خاطر کوسببِ اول کہتے ہیں اور یہ خاطر قوت اورنشاط سے بہرہ ور ہوتی ہے، دوم خاطر ملکی خاطر ملکی جس پر نازل ہوتی ہے یا اس خاطر کا جومندوب یا معروض ہوتا ہے اس کیلئے یہ اصلاح کا باعث بنتی ہے۔ اس خاطر کو اگر الہام سے تعبیر کیا جائے تو روا ہے۔ یہ فرض ومستحب کی طرف ابھارتی ہے۔ سوم خاطر نفسانی:۔ وہ خاطر ہے جس میں خواہشات نفس ہوں اس کو حاجب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے چہارم خاطر شیطانی:۔ یہ بندہ کو حق تعالیٰ کے احکام کی مخالفت پر ابھارتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَوَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ [1] (اورشیطان تم کو فقر سے ڈراتا ہے اورتم کو برُے کام کرنے کا حکم دیتا ہے)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "لمسّة للشیطان تکذیب بالحق وایعاد اشرّ۔"

---

[1] پ۳ سورہ بقر ۲۶۸

(البتہ شیطان کا چھو لینا حق کو جھٹلانا اور برائی کا وعدہ کرنا ہے) خاطر شیطانی کا نام وسواس ہے۔

(حضرت شیخ محی الدین ابن عربی خاطر کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ خاطر اس وارد کو کہتے ہیں کہ کسی سابقہ تفکر یا تدّبر سے قلب میں پیدا ہو۔ (انہوں نے بھی ان چار قسموں پر اتفاق کیا ہے)۔

اور چاروں خاطروں کو میزان شریعت میں تولنا چاہیئے۔ اگر وہ خاطر تم کو دعوت حق دے رہی ہے اور کوئی دوسری خاطر اس میں مزاحم نہیں ہے تو وہ خاطر ربّانی ہے۔ اگر دعوت خیر اس میں موجود ہے لیکن کوئی دوسری خاطر مانع اور مزاحم ہے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر مَلَکی ہے اور اگر وہ ایسی خاطر ہے جس میں کراہت یا شرع کی مخالفت ہو تو اگر وہ تھوڑی سی توجہ سے زائل ہو جائے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر شیطانی ہے اور اگر برابر سرکشی کرے تو وہ خاطر نفسانی ہے۔ صادق صافی دل جو حضوری حق سے فائز ہے۔ وہ ان خواطر کے درمیان آسانی سے تمیز کر سکتا ہے۔ تبوفیق الٰہی۔

الخاتم:۔ خاتم وہ ہے جس نے تمام مقامات طے کر لیے ہوں اور نہایت کمال پر پہنچ گیا ہو۔

الخاتم النبوت:۔ وہ ذات گرامی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کو ختم فرما دیا ہو اور یہ ذات گرامی تمام عالم میں صرف ایک ہی ہوتی ہے (اور وہ ذات گرامی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے) خاتم ولایت کا ذکر ہم لطیفہ ولایت کے سلسلہ میں کر چکے ہیں۔

خرقۃ التصوف:۔ یہ وہ جامہ ہے جو مرید اپنے پیر مرشد کے ہاتھ سے پہنتا ہے جس کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی ہے اور جس کی ارادت اس نے اختیار کی ہے۔ خرقہ پہننے میں چند چیزوں کی رعایت ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ ایک تو یہ کہ اس میں مرید کی زیب و زینت ہے تاکہ مراد کے اس جامہ سے پیر کی صفات سے تلبّس حاصل کر سکے۔ جس طرح اس نے ظاہری لباس میں پیر سے مشابہت حاصل کی ہے۔ اسی طرح اس کے لباس تقویٰ سے بھی ہم رنگ ہو جائے۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ اس سلسلہ میں باقی کیفیت کو انشاء اللہ اس کے موقع و محل پر پیش کریں گے۔

الخزائن العلمیہ:۔ حقائق اشیاء اور اس کے اعیان ثابتہ کو کہتے ہیں۔

الخزائن الوجودیہ:۔ یہ اسمائے الٰہیہ الوجودیہ کے حقائق ہیں اس میں حقائق کونیہ امکانیہ داخل نہیں ہیں۔

خضر:۔ عبارت ہے بسط سے اور الیاس عبارت ہے قبض سے اور حضرت خضر کا زمانہ حضرت موسٰی علیہ السلام کے زمانہ سے اس وقت تک ہونا یا تو روحانیت ہے جو حضرت خضر کی صورت میں متمثّل ہو کر مسترشد کے ارشاد کے لیے سامنے آتی ہے (تاکہ ارشاد کا جویا اس سے رشد و ہدایت حاصل کر سکے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسی وجود عنصری نے اتنی مدت حیات پائی ہو۔ (ہماں وجود عنصری امتداد یافتہ) جس طرح اصحاب کہف کے لئے ہوا اور یہ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ لیکن عارف کے نزدیک اس کے معنی اس صفت کے ہیں جو اس پر غالب ہے اور متمثّل ہو کر اس کے سامنے آ جاتی ہے جبکہ دوسری صفت اس کی وجہ سے مضمحل ہو جاتی ہے۔ وہ حضرت خضر

علیہ السلام کی روح ہے یا وہ روح القدس ہے۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ ان اقوال کی حقیقت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک دن حضرت خضر علیہ السلام سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ہیکل جسمانی اور ہیئت بدنی کو زندہ اور باقی رکھا ہے۔ جس طرح حضرت ادریس علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ حق تعالیٰ نے مجھے قوت عطا کی ہے کہ میں جب چاہتا ہوں متمثل و متشکل ہوسکتا ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے بہرائچ میں ملاقات ہوئی، وہ اس طرح کہ میں ایک بار حضرت سید سالار مسعود غازی کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے بہرائچ گیا وہاں کی زیارت سے مشرف ہوکر میں حضرت دلپذیر جعفر کی خدمت میں گیا میں اور سید جعفر بر سبیل تفریح پانی کی سیر کررہے تھے۔ ہم ایک دوسرے سے استفادہ میں مشغول تھے۔ یکا یک عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے ہم لوگوں سے مصافحہ کیا اور انہوں نے اپنے جسم کی روحانیت کے کچھ واقعات ہم سے بیان کئے۔ اس سلسلہ میں کچھ دیر گزری ہوگی۔ کہ اس عرصہ میں حضرت خضر علیہ السلام چند صورتوں میں متمثل ہوئے کبھی ایک بوڑھے شخص کی شکل میں کبھی جوان آدمی کی صورت میں اور کبھی بچّے کے روپ میں نظر آئے۔

الخطرہ:۔ یہ وہ جذبہ ہے جو بندہ کو قرب کی دعوت دیتا ہے۔ اور بندہ اس کے دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔

الخلۃ:۔ صفات حق تعالیٰ میں بندہ کا تحقق خلت کہلاتا ہے۔

الخلوۃ:۔ حق کے ساتھ سرِّ کا محادثہ خلوت ہے (گفتگوَ راز حق کے ساتھ) اس حیثیت سے کہ کوئی غیر اس میں داخل نہ ہو۔ یہ خلوت کی حقیقت ہے لیکن ظاہر میں تو خلوت غیر سے الگ ہوجانا ہے بذریعہ ظاہر خلوت کے معنی وحقیقتِ خلوت تک رسائی پاسکتا ہے۔

الخلع العادات:۔ عبودیت کا تحقق ہے حق میں، اس طرح پر کہ اس عبودیت میں ایسا داعیہ باقی نہ ہو۔ جو اقتضائے طبیعت و عادت ہو۔

الخلق الجدید:۔ نفس رحمان سے ہر ایک موجودات ممکنہ تک وجود کی امداد کا پہنچانا ہے۔ ممکن الوجود بذاتِ خود معدوم ہے کہ اگر موجد کا فیض وجود نہ ہوتا تو ہر وجود (ممکن الوجود) معدوم ہوتا۔ چونکہ وجود کا عطا فرمانا پے در پے متصل ہے۔ ہر آن میں نئی پیدائش ہوتی ہے ممکنۃ الوجود کے وجود کی نسبتوں کے اختلاف کے ساتھ ایک بچے (نومولود) کے اعضاء وجود دیکھو کہ ایک پوست کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ہر آن ان میں خلقِ جدید کا ظہور ہوتا ہے۔

خلع العذار:۔ کنایہ ہے ان کے مستحبات کی پابندی کے چھوڑ دینے سے۔

شرف د

الدبور:۔ وہ صولت (شان وشکوہ) ہے جو نفس کے داعیہ اور اس کے غلبہ کے باعث صدور میں آئے اس کو پچھوا ہوا سے تشبیہ دی گئی ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہے اور ایسی شوکت کے صدور کا باعث طبیعت جسمانیہ ہوتی ہے جو اس کے نور کا مقام غروب ہے۔ اس کے مقابلہ میں ریح صبا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے وہ روح کی خواہش اور اس کے غلبہ سے ظہور میں آتی ہے۔ اسی بناء پر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''میں صبا سے منصور و مظفر ہوا اور قوم عاد دبور سے ہلاک کی گئی۔''

الدرۃ البیضاء:۔ درۃ البیضاء عقل اول کو کہتے ہیں۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ''اوّل ماخلق اللّٰہ العقل۔'' (سب سے اول چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ عقل ہے) اس طرح بھی آیا ہے کہ ''اول ماخلق اللہ الدرۃ البیضاء۔'' (سب سے اول درۃ البیضا کو پیدا کیا گیا)۔

شرف ذ

ذخائر اللہ:۔ اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب اور دوست بندے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بلائیں دفع فرماتا ہے جس طرح ذخیرہ (اجناس) سے فاقہ کی بلا دفع ہوتی ہے۔

الذوق:۔ شہود حق کے درجات میں سے اول درجہ ہے حق کے ساتھ پے در پے بجلی چمکتے وقت تھوڑی دیر تجلی برقی کی وجہ سے اگر نفس سے رُکا رہے اور مقام مشہود کے ذریعہ سے اگر رسائی پائے تو ذوق ہے [1]۔ اگر یہ اپنی نہایت کو پہنچ جائے تو پھر اس کو ''ری'' کہا جاتا ہے۔

ذوالعقل:۔ وہ ہے جو خلق کو ظاہر میں دیکھتا ہے اور حق کو باطن میں۔ حق اس کے لئے آئینہ خلق ہے اور آئینہ کا جمال (بظاہر) اس صورت سے چھپ جاتا ہے جو اس میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ بے شک آئینہ میں یہ حجاب مطلق ہے مقید کے باعث۔

ذوالعین:۔ ذو العقل کے برعکس ذوالعین حق کو ظاہر میں دیکھتا ہے۔ اور خلق کو باطن میں خلق اس کی نظر میں آئینہ حق ہے اور حق نے اس آئینہ میں ظہور کیا ہے۔ پس ظہور حق کے باعث خلق مستور ہے جس طرح آئینہ صورتوں کی

---

[1] شیخ اکبر قدس سرہ ذوق کی اس طرح تعریف کرتے ہیں کہ ذوق تجلیات الٰہی کے مبادیات کا آغاز ہے تعریفات میں کہا گیا ہے کہ ذوق سے وہ نور عرفانی مراد ہے جو خداوند تعالیٰ اپنی تجلیات سے اپنے اولیا کے دل میں پیدا کرتا ہے۔ جس کے باعث وہ کتاب کی مدد کے بغیر حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں۔ مترجم۔

جلوہ گری سے چھپ جاتا ہے۔اسی طرح۔

ذوالعقل والعین:۔جوخلق وحق کوایک ساتھ دیکھے اوران دونوں مشاہدوں سے کوئی اس کے لئے حجاب نہ ہو کثرت کی طرف ذاتِ واحد احد کے شہود سے اور شہود احدیت ذات حق کی طرف شہود کثرت خلقیہ سے اور یہ تین درجے ہیں اور پچھلا زیادہ کامل ہے جو اس راہ کے پیشواؤں کا مقام ہے۔

الذھاب:۔دل کا غائب ہوجانا ہے ہرمحسوس کے حس کرنے سے بسبب مشاہدہ کرنے محبوب کے جس طرح پر ہے۔

شرف ر

الراعی:۔علوم سیاست کی معرفت سے متحقق اورایسے نظام کی تدبیر سے متمکن ہو جو صلاح عالم کا موجب ہو۔

الران:۔وہ پردہ جو بصیرت اور عالم قدس کے درمیان دل کے لئے اُوٹ بن جائے۔ہیئات نفسانیہ کے غلبہ سے،اور ظلمات جسمانیہ کا ایسا غلبہ دل میں ہو جس کے باعث انوار ربوبیت کلی طور پر حجاب میں آجائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"کَلَّا بَلْ رَّانَ اَنْ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ [1]"(نہیں۔نہیں ان کے دلوں پر زنگ چڑھا ہوا ہے اس سے جو کچھ کہ وہ کرتے تھے۔)

الرّب:۔اسم حق ہے اس کے اسماء میں سے۔اس نسبت کے اعتبار سے جو اس کی ذات کو عین موجودات سے اور اعیان ثابتہ سے ہے۔جو اسم الٰہی کا منشا ہیں جیسے قادر اور مرید لیکن ذات کی نسبت کائناتِ خارجیہ کی طرف تو یہ منشأ اسماء ربوبیت ہیں۔جیسے رزاق اور حفیظ۔رب بغیر کسی نسبت کے (بغیر اضافت) خاص اسم الٰہی ہے اور وہ کسی ایسے وجود کا متقاضی ہے جو مربوب ہو اور وہ اقتضاء معبود کو ثابت کرتا ہے اور معبود کا مقرر فرمانا حضرت علمیہ میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اکوان سے اسماءِ ربانی کی ایک صورت اسمی ہے کہ حق اس صورت کی پرورش فرماتا ہے اپنے اسی اسم سے یعنی رب الارباب سے جمیع مربوبات کی جس سے مراد تمام موجودات خارجیہ ہیں۔

رَبُّ الارباب:۔حق تعالیٰ ہے باعتبار اسم اعظم اور تعین اول کے کہ وہ منشا ہے تمام اسماء کا۔وہی نہایت النہایات وقبلۂ حاجات وکعبہ خواہشات ورغبات وحاوی مطالب وجامع حاجات ومعارب ہے۔اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے۔"وَاَنَّ اِلٰــی رَبِّکَ الْــمُنْتَھٰی ۝ [2]"(بے شک تیرے پروردگار کی طرف منتہا ہے)اور ہمارے نبی مکرم علیہ السلام اس تعین اول کا مظہر ہیں۔اور ربوبیت عظمیٰ آپ ہی کے ساتھ مخصوص اور مختص ہے۔

رتبۂ اسماءِ الٰھیہ:۔ تمام اسماء الہیہ یا ذاتیہ ہیں یا صفاتیہ یا فعلیہ ہیں۔ اس لئے کہ اسم کا اطلاق ذات پر باعتبار نسبت کے ہوتا ہے۔اور اسی سے اس کا تعین ہوتا ہے۔ اور یہ اعتبار (جس کا ذکر کیا گیا ہے) یا تو ایک امر عیبی

---

[1] پ۳۰ سورہ مطففین ۱۴ [2] پ۲۷ سورہ نجم ۴۲

نسبی مخصوص ومعین ہے جیسے اول وآخر یا غیر نسبی ہے جیسے قدوس وسلام" ایسے اسماء اسمائے ذات کہلاتے ہیں۔اگر ان اسماء کے معنی عدمی نہیں بلکہ وجودی ہیں۔جن کا اعتبار عقل کرتی ہے اس طرح کہ ذات پر ان کو زائد سمجھا جاتا ہے۔تو یا تو ان کا تعلق غیر ذات پر موقوف نہیں ہے۔جیسے حیٌ اور واجبٌ یا موقوف ہے غیر کے سمجھنے پر نہ کہ وجود پر جیسے عالم اور قادر تو ایسے اسماء کو اسمائے صفات کہتے ہیں اور اگر ان کا تعلق موقوف ہے وجود غیر پر جیسے خالق ورزاق تو اس قسم کے اسماء کو اسمائے افعال کہتے ہیں۔اس لئے کہ یہ مصدر افعال ہیں۔

الرتق:۔اصطلاح میں اجمال مادۂ وحدانیت ہے اس کو عنصر اعظم مطلق بھی کہا گیا ہے۔اور بستہ تھا آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے پہلے اور کشادہ ہو گیا خلق سے اس کے تعین کے بعد اور حضرت واحدیت کی نسبت پر بولتے ہیں۔واحدیت کے عدم ظہور کے اعتبار سے اور بطون اشیاء پر جیسے حقائق کہ پوشیدہ تھے ذات احدیت میں حضرت واحدیت میں تفاصیل حقائق سے پہلے مثل درخت کے تخم میں۔

الرجاء:۔ثقۃ الجود من الکریم:۔رجا کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔بعض کہتے کہ جلال کو بنظر جمال دیکھنا رجاء ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دل کی شادمانی حسن وعدہ پر رجاء ہے۔

الرّحمٰن:۔اسم حق ہے باعتبار جمعیت اسمائیہ کے جو حضرت الٰہیہ میں ہے کہ اسی بارگاہ سے وجود اور ہر وہ چیز جو متابع وجود ہے کمالات سے فائز ہوتی ہے تمام ممکنات پر۔اسی لیے بعض حضرات نے اس کی اس طرح تعریف کی ہے کہ وہ فیض وجود ہے۔

الرَّحیم:۔اسم حق ہے۔باعتبار کمالات معنویہ کے فیضان کے اہل ایمان پر جیسے معرفت حق اور توحید۔

الرحمۃ الانشائیہ:۔یہ وہ رحمتِ رحمانیہ ہے جو مقتضائے نعمت ہے اس طرح کہ عمل پر سابق ہے جیسا کہ رحمتی وسعت کل شیئی۔(میری رحمت نے ہر شئی کو ڈھانک لیا ہے)۔

الرحمۃ الوجوبیہ:۔یہ وہ رحمت رحیمیہ ہے جو محسنین کے لئے موعود ہے (جس کا وعدہ محسنین سے کیا گیا ہے) فرمایا گیا "اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝[۱]" یہ رحمت داخل ہے انشائیہ میں کیونکہ وعدۂ رحمت عمل کے ساتھ مخصوص ہے (عمل احسان سے مختص ہے)

الرداء:۔بندہ پر صفات حق کا ظہور ہونا ہے۔

الردی:۔زبر کے ساتھ وہ بندہ کا حق کے صفات کا ظاہر کرنا ہے غلط طور پر اور وہ بندہ کی ہلاکی ہے۔حدیث قدسی ہے:۔الکبریآء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فی واحد منھما فقضمۃ ایی کسرۃ.

(بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے۔پس ان دو میں جس نے مجھ سے نزع کیا میں اس کو توڑ دوں گا)۔

---

[۱] پ ۸ سورہ اعراف ۵۶ (بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں سے)۔

الرجا:۔ کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جلال کو بہ نظر جمال دیکھنا ہے کہا گیا ہے کہ حسن وعدہ پر دل کا خوش ہونا ہے۔

الرسم:۔ خلق اور صفات خلق کا نام ہے۔ کیونکہ ماسویٰ اللہ سب اس کے آثار ہیں جو پیدا ہیں اس **جلیل** قدرت افعال والے کے افعال سے۔

الرِّی:۔ تمام مقامات میں ان کی نہایات کا نام ہے۔

رسوم العلوم رقوم العلوم:۔ انسان کے مقامات شعور ہیں جو رسوم الٰہیہ ہیں جیسے سننا دیکھنا جو شکل بدنی میں بدستور ظاہر ہوئے ہیں اور مقامات شعور تھوڑے سے ہیں گویا کہ آراستہ فرمایا ہے دارالقرار کے دروازہ پر حق و باطل کے درمیان ناچار۔ پس جس کسی نے اپنی ذات کو اور اپنی صفات کو تمام و کمال پہچان لیا وہ عارف ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ پھر آثار حق' آثار صفات اور اس کے اسماء کا عارف بن جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے۔ (فقد عرف ربہ)۔

الرعونۃ:۔ حظ نفس کے ساتھ وقوف ہے اور طبائع کو مقتضی ہے۔

الرقیقہ:۔ لطیفہ روحانیہ کو بولتے ہیں واسطہ لطیفہ پر جو دوستی کے درمیان رابطہ ہے جیسے حق سے بندہ کو مدد پہنچتی ہے اور اس رقیقہ کو رقیقہ العروج اور رقیقہ الارتقاء بھی کہتے ہیں اور رقائق کا اطلاق علومِ طریقت وسلوک پر بزرگوں نے کیا ہے۔ ہر اس چیز کو بھی کہا گیا ہے جس سے سرِّ عبد لطیف ہو جائے اور جو اس کے نفس کی کثافت کو اس سے گھٹا دے۔

الروح:۔ یہ بولا جاتا ہے بمقابل اس کے جو القا کرنے والا ہے۔ دل کی جانب **علم غیب** کو مخصوص طریقہ پر اصطلاح صوفیا میں انسانیت مجرّدہ کے لطیفہ کا نام ہے۔ اصطلاح اطباء میں ایسا بخار لطیف ہے۔ جو روح ونفس کے درمیان پایا جاتا ہے اور یہ مدرک کلیات و جزئیات ہے۔ حکما (فلاسفہ) نے قلب وروح کے درمیان فرق نہیں کیا۔ اور وہ قلب وروح کو نفس ناطقہ کہتے ہیں۔

الروح الاعظم، والاقدم والاول والآخر:۔ عقل اول کو کہتے ہیں۔

روح الالقاء:۔ علم غیب کا قلب پر القاء کرنے والا اور وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ قرآن کو بھی روح القاء کہتے ہیں۔

الرغبۃ:۔ نفس کی رغبت ثواب میں اور دل کی رغبت حقیقت میں یعنی ملکوت میں اور سیر کی رغبت حق میں ہے۔

الرھبۃ الظاھر:۔ تحقیق قلب ہے امر سابق میں۔

الریاضۃ:۔ (۱) ریاضت الادب۔ فرمانبرداری نفس سے نکلنا ہے۔ (۲) ریاضت الطلب۔ مراد کی صحت ہے خلاصہ یہ کہ وہ عبارت ہے اخلاق محمودہ کی تہذیب سے۔

شرف ز

الزاجر:۔مومن کے دل میں واعظ حق کا نام ہے اور یہ وہ نور ہے جو دل میں اترتا ہے اور مومن کو حق کی طرف بلاتا ہے

الزّجاجۃ:۔صاحب دل کے دل کی طرف اشارہ ہے۔اس صاحب دل کی روح چراغ ہے اس کا نفس شجرہ ہے اور اس کا بدن مشکوۃ ہے کہ یہ سب مراتب مطلق کے مظاہر ہیں۔

الزّمر:۔نفس کلیہ کو زمر کہتے ہیں۔

الزمان:۔زمانہ حضرت عندیت (واجب الوجود) کی طرف مضاف ہے۔اس لیے اس کی آن ''دائم'' ہے۔

زواھرالانبیاء زواھرالعلوم زواھرالوصلہ:۔یہ علوم طریقت ہیں۔جو تمام علوم میں اشرف وانور ہیں۔اس کو زواہر دصلیہ اس لیے کہتے ہیں کہ وصل بحق علم طریقت پر موقوف ہے۔

الزوائد:۔غیب پر ایمان ویقین کی زیادتی ہے۔

الزیتونیہ:۔وہ نفس ہے جو قوت فکر سے نور قدس کے ساتھ اشتغال کے لیے مستعد اور آمادہ ہو۔

زینت:۔نفس کی استعداد اصلی کو کہتے ہیں۔

الزاھد:۔حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ دنیا میں زاہد نہیں ہوسکتا مگر وہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حکمت کو ثابت فرمادیا اور اس کے ساتھ اس کی زبان کو گویا کردیا اور دنیا کے عیوب کو اور اس کی بیماری و دوا کو اسے دکھادیا اور اسکو دنیائے دارالسلام کی جانب سلامتی کے ساتھ نکال لیا۔شیخ جعفر خلدی فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کا نام دنیا ہے اور سب کی سب فانی ہیں اور وہ چار یہ ہیں۔مال، کلام، طعام اور خواب ومنام۔مال سرکش بنادیتا ہے،کلام غافل کردیتا ہے خواب نسیان لاتا ہے اور طعام بے ہوش کردیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ محبتِ دنیا کی طرف نہ جھکو کیونکہ تم کسی شکستگی کو جو تم پر جہاد کی طرف مائل ہونے سے زیادہ گراں ہو نہ لاسکو گے۔شیخ جلاء فرماتے ہیں دنیا کو چشم زوال سے دیکھنا زہد ہے۔شیخ دارانی کا ارشاد ہے کہ زہد اس چیز کا ترک ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غفلت میں ڈالے اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس عالم سے جس کو محبتِ دنیا نے مخمور کردیا ہو کچھ نہ پوچھو۔ایسا نہ ہو کہ وہ میری راہِ محبت سے تجھ کو ہٹادے وہی میرے بندوں پر ڈاکو ہیں۔

شرف س

السابقہ:۔ایک عنایت ازلی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ۔ [1]

اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے انکے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔

---

[1] پ ۱۱ سورہ یونس ۲

السالک:۔اللہ کی طرف سیر کرنے والا' یہ مرید و منتہی کا متوسط درجہ ہے جب تک کہ وہ سیر میں ہے۔
السبحۃ:۔تمام ہیتوں (ہئیات) کا جوہر ہے۔یعنی ہیولیٰ کہ بذات خود غیر واضح ہے اور بغیر صورت کے واضح و تشخص نہیں ہوسکتا۔ وہ ایک محل ہے اور حال اس کا مقوم ہے (حال کا مقام ہے) اس میں رنگا رنگی ہے کہ ہر لحظہ ایک نیا رنگ اختیار کرتا ہے اور ہر نفس ایک صورت کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔
الستر:۔ ہر وہ چیز جو خدا سے محجوب کر دے جیسے عطاء دنیا اور عبادات و اعمال پر رکا رہنا۔
الستائر:۔اعمال و صور کونیہ ہیں کہ اسماء الٰہی کے مظاہر ہیں۔
الستور:۔ بدن انسانیہ کی ہیاکل (ہئیت اور جسمانی بناوٹ) کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو رابطہ ہے غیب و شہادت اور حق و خلق کے درمیان۔
سجود القلب:۔شہود حق تعالیٰ کے وقت' ذاتِ حق میں بندہ کا فنا ہوجانا سجود القلب ہے اس طور پر کہ جوارح کی مشغولیت اسکو حق سے باز نہ رکھے۔(جوارح کی حرکات مانع شہود نہ ہوں)۔
السحق:۔ بندہ کی ترکیب کا قہر کے نیچے جانا ہے۔
سدرۃ المنتھی:۔ وہ برزخ کبیر ہے جہاں کامل مکمل کی سیر اور اہل کمال کے اعمال و علوم ختم ہوتے ہیں۔(اپنی نہایت کو پہنچ جاتے ہیں) اور یہ مرتبہ اسمائیہ کی انتہا ہے۔
السِّر:۔علم حق کو کہتے ہیں۔
سرّ الحال:۔ جو اس حال میں مقصود حق تعالیٰ سے پہچانا جائے۔
سرّ العلم:۔حقی ہے کہ اس علم کا دانا ہے کہ عالم حق عین حق ہے حقیقت میں اگرچہ غیر حق ہے۔اعتبار میں۔
سرّ الحقیقت:۔ظاہر کرنا حقیقت حق کو ہر شے میں۔
سر التجلیات:۔ ہر شی میں کل شی کا نظارہ کرنا یا شہود (شھود کل شیء فی کل شی)۔

آن یکی در ہر یکی پیدا نگر — اک وہی ہر ایک میں ہے مستتر
یک نظر در چشمِ مستِ مانگر — میری چشمِ مست پر ہو اک نظر

اور یہ شہود تجلی اول کے انکشاف سے ہوتا ہے بحالت نزول اور ایسی تجلی والا احدیت الجمع کو تمام اسماء میں مشاہدہ کرتا ہے۔ساتھ متصف ہونے ہر اسم کے تمام اسماء سے بسبب اتحاد اسماء کے ذات احدیت سے اور ممتاز ہونے اسماء کے تعینات میں جو کائنات میں ظاہر ہوئے ہیں جو کہ صورت اسماء ہیں۔
سرّ القدر:۔ ازل میں ہر عین کا جو کچھ حق ذات ہے اور جو کچھ اس عین کا احوال ہے وہ سر القدر کہلاتا ہے اب اس عین کا جو کچھ اقتضاء ہوگا وہی ظاہر ہوگا اس عین کے زمانۂ وجود خارجی میں اور حکم تابع ہے علم کا اور علم تابع ہے معلوم کا۔ پس یقیناً حق تعالیٰ جو حاکم و حکیم ہے حکم فرماتا ہے ہر شے پر مگر اُس شے پر جس کو ہر عین کے بارے میں جان لیا ہے حضرت علمیت میں اس کے ثبوت کے وقت جبکہ قافلہ ہائے جمال کو دکھایا۔

سرُّ الرّبوبیہ:۔توقف ہے ربوبیت کا مربوب کے فوائد پر کیونکہ ربوبیت ایک نسبت ہے اورنسبت کے لئے ضروری ہے منتسب اوریہی منتسب مربوب ہے اور مربوب اعیان ثابتہ اعیان ثابتہ ہے عدم میں اور جو موقوف ہے معدوم پر وہ خود معدوم ہے۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں۔

الربوبية سرّ لو ظهرت لبطلت	ربوبیت ایک سرّ ہے جو اگر ظاہر ہو
المربوبية ؎	جائے تو مربوبیت باطل ہوجائے۔

سرسرالربوبیہ:۔ایک قسم کا ظہور ہے صوراعیان میں اور صوراعیان بحیثیت اسکے کہ وہ مظہر رب ہیں پس وہ قائم ہیں ذات رب کے ساتھ۔ اس طرح رب ظاہر ہے تعیناتِ اعیان سے اوراعیان موجود ہیں وجود رب سے اس حیثیت سے اعیان عبد اور مربوب ہیں اورحق تعالیٰ اعیان کا رب ہے لیکن حقیقت میں حصول ربوبیت حق کے ساتھ ہی قائم ہے کہ اعیان ازل میں اپنے احوال کے ساتھ معدوم تھے۔ پس ہر آئینہ سرالربوبیۃ کو بھی ایک سر ہونا چاہیئے کہ اگر ظاہر ہو جائے یہ سرتب بھی ربوبیت باطل نہ ہو لو ظهرت لم يبطل الربوبية۔

سرائرالآ ثار:۔اسماءالہیّہ ہیں جو اکوان کے باطن میں روشن ہیں۔

السرار:۔سالک کا فنا ہونا، وصول کامل کے حال میں، جیسا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔"لي مع اللّٰه وقت لا يسعني فيه ملك مقرب ولا نبي مرسل" (میرے لیے خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت بھی ہے کہ اس وقت میرے پاس نہ کسی فرشتہ کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کی)۔

سعۃ القلب:۔انسان کامل کا تحقق ہے حقیقت برزخیہ کے ساتھ جو جامع ہے وجوب وامکان کا۔

السفر :۔حق تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ کا نام ہے اسفار چار ہیں۔

اوّل:۔السیر الی اللہ ہے یعنی منازل نفس سے افق مبین کی طرف۔ یہ دل کا مقام نہایت ہے۔اور مبدا ہے۔

تجلیات اسمائے حق کا۔اس مقام پر تحقق ہوتا ہے اسماء کا اسمائے حق کے ساتھ۔

سیر ثانی:۔السیر فی اللہ ہے:۔ یہ صفات حق سے اتّصاف (موصوف ہونے) کا نام ہے اور اسماء کا تحقق ہے اسمائے حق سے افق اعلیٰ تک۔ یہ روح کا مقام نہایت ہے اور حضرت واحدیت کی نہایت ہے۔

سیر ثالث:۔ترقی ہے جمع یعنی جمع کی اور حضرت احدیت کی اور یہ مقام قاب قوسین ہے جب تک دوئی باقی ہے اور جب دوئی اٹھ گئی اور مغائرت جاتی رہی تو ولایت کی نہایت ہے اور مقام اوادنیٰ ہے۔

سیر رابع:۔السیر باللہ عن اللہ تکمیل کے لئے اور یہ فنا کے بعد بقا اور جمع کے بعد فرق کا مقام ہے۔

سقوط الاعتبارات:۔احدیت ذات کا اعتبار ہے۔

؎ مخلوق کا ہر فرد مربوب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ رب کریم سے پرورش پا رہا ہے اور جسکی پرورش کی جائے وہ مربوب ہے۔

السمائیۃ:۔وہ معرفت جو عبارت میں نہ سما سکے۔

سوال الحضرتین:۔وہ سوال ہے جو حضرت وجوب (واجب الوجود) سے لسان اسمائے الٰہیہ میں صادر ہوا نفس الرحمان سے جو صور اعیان (ثابتہ) کا طالب ظہور تھا۔اور دوسرا وہ سوال ہے جو حضرت امکان سے ہے زبان اعیان میں جو طالب ظہور امکان ہے اسماء میں اور طالب امداد نفس ہے اتصال پر۔دونوں سوالوں کی اجابت ابدی ہے۔

السُّکر:۔وارد قوی کی وجہ سے منجانب حق غائب ہو جانا ہے اور عقل کا مشاہدہ سے مخمور ہو جانا ہے۔

السَّکینۃ:۔جو بندہ نزول غیب کے وقت سکون واطمیان پاتا ہے۔

سوادالوجہ فی الدارین:۔ذات خداوندی میں اس فنائے کلی سے عبارت ہے کہ ظاہراً او باطناً کیا دنیا کیا آخرت سالک کیلئے کوئی اورہستی باقی نہ رہے۔اور وہ فقر حقیقت ہے اور عدم اصلی کی طرف رجوع کرنا ہے۔اسی بناء پر کہا گیا ہے۔

"اذا تم الفقر فهو الله." (جب فقر تمام ہو گیا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے)۔

شرف ش

الشاھد:۔مشاہدہ کے اثر سے دل پر جو کیفیت یا اثر ظاہر ہو خواہ علم لدنّی کے ذریعہ ہو یا بطریق وجد ہو یا حال وتجلی سے ہو یا شہود اس کا واسطہ ہو۔

الشجرہ:۔انسان کامل کو کہتے ہیں۔

الشرب:۔تجلیات کا درمیانی درجہ ہے۔

الشریعۃ:۔اپنے فعل کی نسبت سے بندگی کے التزام کو شریعت کہتے ہیں۔

الشطح:۔(شطحیات جمع) الشطح لغت میں حرکت کو کہتے ہیں۔اسی اعتبار سے چکّی کو اس کی حرکت کی کثرت کی بنا پر شطاح کہتے ہیں۔پانی کی جب اس قدر کثرت ہو جاتی ہے کہ بجائے بہنے کے ابلنے لگتا ہے تو اس موقع پر کہتے ہیں "شطح الماء فی النھر۔" عارفوں کی اصطلاح میں واجدین (وجد کرنے والوں) کی تیز حرکت کو "شطح" کہتے ہیں۔جب ان کا وجد اس قدر قوت پکڑ لیتا ہے کہ وہ ان کی استعداد کے ظرف سے اُبل پڑتا ہے اور معارف واسرار الٰہی سے جو ایک بحر ذخار ہے کچھ پانی باہر نکل کر آجاتا ہے۔اور ایسی عبارتوں کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز رہتی ہے۔ان عبارات اور بیان کو شطح کہتے ہیں۔

شعب الصدع:۔حضرت واحدیت سے حضرت احدیت کی طرف ترقی کر کے جمع بر جمیع وفرق ہے لیکن صدع الشعب اس کے برعکس احدیت سے واحدیت کی طرف نزول ہے۔بقا بعد از فنا کے حال میں غیر کی تکمیل کے لئے۔

الشفع:۔ خلق ہے اور وہ وجود کا مرتبہ ثانیہ ہے اور شفع و وتر دونوں منقسم ہیں جفت و طاق کی طرف کیونکہ اسماء الٰہیہ ظاہر یہ تو خلق ہیں جب تک حضرت واحدیت کی شفعیت حضرت احدیت کی وتریت سے نہ ملی اسماء الٰہیہ ظاہر نہیں ہوئے۔

الشکر:۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ بار الہا! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں کہ تیرا شکر ادا کرنا میرے لیے ایک نعمت ہے جو تیری طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی کہ اے داؤد! اب تم نے شکر ادا کر دیا (یہ کہنا بھی شکر میں داخل ہے)

شیخ ابوبکر درّاق فرماتے ہیں کہ شکر مشاہدہ احسان اور عزت و حرمت کا تحفظ ہے۔ شیخ ابوعثمان کہتے ہیں کہ ''شکر شناخت عجز است از شکر۔'' شکر ادا کرنے سے عاجز رہنے کی شناخت ہی شکر ہے۔ حضرت جنید قدس سرہٗ نے کہا کہ شکر یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی نعمت کو اسکی طاعت پر مددگار بناؤ۔

الشھود:۔ رویت حق بحق شہود ہے (حق کا مشاہدہ حق کے ساتھ)۔

شھود المفصل فے المجمل:۔ ذاتِ احدیت میں کثرت کو دیکھنا ہے۔

شھود المجمل فے المفصل:۔ احدیت کو کثرت میں دیکھنا ہے۔

شواھد الحق:۔ مکون سے حقائق اکوان کا مشاہدہ کرنا ہے۔

شواھد التوحید:۔ تعینات اشیا کو کہتے ہیں اس لیے کہ ہر شئی میں ایک احدیت (یکتائی) موجود ہے۔ ایک تعین خاص کے ساتھ کہ وہ اسی تعین خاص کی بناء پر اپنے غیر سے ممتاز ہے۔

شواھد الاسماء:۔ احوال و اوصاف و افعال کے اعتبار سے رنگوں کا اختلاف جیسے مرزوق رزاق سے محی زندہ سے اور مردہ ممیت سے۔

الشیون:۔ تعین اولیٰ کے جمال کی کثرت ہے۔ یہ شیونات ذاتیہ ہیں اور اُن انوار التوحید کو کہتے ہیں جو اہل معرفت کے دلوں پر جلوہ گر ہوتے ہیں شیون کو حروف عالیہ بھی کہا جاتا ہے۔

شرف ص

الصدیق:۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد جس نے اپنے پوشیدہ حال میں میری تصدیق کی تو میں نے اس کو مقبولیت کے وقت اعلانیہ صدیق کر دیا۔ حضرت ابراہیم خواص نے فرمایا کہ خلق اللہ سے دو عادتوں میں جدا ہوگئی۔ ایک یہ کہ انہوں نے نوافل کو طلب کیا اور فرائض کو ضائع کر دیا، اور دوسرے یہ کہ انہوں نے ظاہر کو اختیار کیا اپنے نفس کے لئے صدق کو اختیار نہ کیا۔

الصبر:۔ حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے اور اللہ

تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد میرے اخلاق اختیار کرو کیونکہ میں صبور ہوں اور ابو عثمان مغربی نے کہا میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ اگر مقرب ہونا چاہتے ہو تو صبر کو لازم کر لو اور ابن عطاء نے کہا کہ صبر بلا کے ساتھ موافق آداب کے واقع ہونا ہے۔

الصعق:۔حق میں تجلّی ذات کے وقت فنا ہو جانا ہے۔

صورۃ الحق:۔ یہ رسول اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بسبب متحقق ہونے آپ کے حقیقت احدیت و واحدیت کے ساتھ اور اُسکی تعبیر صاد سے کی جاتی ہے جیسا کہ اس پر ابن عباس نے روشنی ڈالی ہے۔ جب صاد کا معنی پوچھا گیا تو فرمایا کہ مکہ میں ایک پہاڑ ہے جس پر عرشِ رحمٰن تھا۔

شرف ط

الطوالع:۔تجلیات اسمائے الٰہیہ سے بندہ کے دل پر جو پہلی تجلی وارد ہوتی ہے اور تنویر باطنی سے اس کے اخلاق واوصاف کو مزین کرتی ہے۔

الطاھر:۔وہ پاک وجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخالفات سے محفوظ رکھتا ہے۔

طاھر الظاھر:۔وہ شخص جس کا دامن معاصیٔ ظاہر سے پاک ہو۔

طاھر الباطن:۔وہ معصوم ہے جس کو حق تعالیٰ وسواس اور خطرات شیطانی اور تعلق غیر سے محفوظ رکھے۔

طاھر السِرّ:۔وہ ہے جو ایک لحظہ اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ رہے۔

طاھر السِرّ العلانیہ:۔وہ صاحب کمال جو حقوق حق وخلق کی ادائیگی میں دائم وقائم ہو جانبین کی رعایت کے ساتھ۔

الطبیعۃ:۔وہ فعل یا حرکت جو بغیر ارادہ کے سرزد ہو۔صوفیہ کے نزدیک طبیعت کے معنی ہیں وہ سرایت کرنے والی شیئ جو سرایت کرتی ہے تمام موجودات یعنی عقول ونفوس مجرد اور غیر مجرد اور تمام اجسام میں، حکماء کے نزدیک یہ وہ قوت ہے جو شرف العباد ہے اور تمام اجسام میں جاری وساری ہے تاکہ اجسام کو ان کے کمال طبعی پر پہنچادے تو جو حکماء کے نزدیک ہے وہ اسکی ایک قسم ہے جو صوفیوں کے نزدیک ہے۔

طب الروحانیہ:۔قلوب کے کمال کی صورت میں ایک علم ہے جو دلوں کے امراض وآفات کو بیان کرتا ہے۔مع حفظ صحت واعتدال کے اور دفع امراض وصحتِ کامل اور کمالات کے اعتدال سے بحث کرتا ہے۔(اس میں تمام دلی امراض اور اس کے علاج سے بحث کی جاتی ہے اور اعتدال قلب اور حفظِ صحت کے اصول بیان کئے جاتے ہیں۔)

طبیب روحانی:۔وہ شیخ ہے جوطب روحانی کا عارف ہواورارشاد وتکمیل پر قادر ہو۔(طبیعت کوکمال پر پہنچا سکے)۔

الطبیعۃ الکلیہ:۔یہ نفس رحمان ہے۔

الطریقۃ:۔وہ سیرت جوسا لک الی اللہ کے ساتھ مخصوص ہواز قسم قطع منازل وترقی درجات ومراحل۔

الطرازالاول:۔احکام الوہیت کا نام ہے۔

الطمس:۔تمام رسوم کا فنا ہوجانا کلی طور پر صفات نورالانوار میں طمس ہے۔

شرف ظ

الظاھرالوجودو وجودالظاھر:۔وہ حق کی تجلی وظہور ہے صور ممکنات میں قبل وجود ظاہر کے تعینات اعیان ثابتہ میں پہلے اور تعینات خارجیہ میں دوبارہ۔دوسری مراد ظاہر وجود سے حضرت وجود کی حیثیت عالمیہ ہے۔

ظاھرالعلم:۔صورعلمیہ کو کہتے ہیں۔

ظاھرالممکنات:۔صوراعیان اور صفاتِ الممکنات میں تجلی حق ہے۔اس تجلی کو وجود اضافی کہتے ہیں ظاہر وجود بھی کہا جاتا ہے۔

الظل الظاھرؒ:۔ایک وجود اضافی ہے جو اعیان ممکنہ کے تعینات کے ساتھ ظاہر ہے۔اور تعینات معدومات کے احکام کو بھی کہتے ہیں جو اسم النور کے ساتھ ظاہر ہوا۔اور یہ وہ وجود خارجی ہے جو اعیان ممکنہ سے منسوب ہے۔صور اعیان میں جو نور ظاہر ہے وہ اعیان کی ظلمت عدمیہ کو چھپالیتا ہے۔اس طرح وہ نور سایہ بن جاتا ہے۔بالکل اسی طرح جیسے ظل کے وجود کا ظہور نور سے ہے۔(نور نہ ہوتا تو سایہ نہ ہوتا)اور سایہ خود اپنے نفس میں معدوم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" [۱] اَلَمۡ تَرَاِلٰی رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ج"(کیا تو نے اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سایہ کو دراز کیا)۔پس یہ وجود اضافی ہے جو اعیان ممکنات کو دیا گیا ہے کہ اس نور سے پہلے ظلمت عدم تھی۔

الظلمۃ:۔مشائخ نے فرمایا ہے کہ ظلمت عدم نور کا نام ہے یہ اسی کی شان ہے کہ جب چاہتا ہے اس کو منور فرما دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡايُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ	اللہ ایمان لانے والوں کا ولی ہے جو اُن کو
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۵ط [۲]	ظلمات سے نکال کر عالم نور میں لاتا ہے۔

---

[۱] پ ۱۹ سورہ فرقان ۴۵ [۲] پ۳ سورہ بقر ۲۵۷

ظلمت کا اطلاق کبھی علم بالذات پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ غیر منکشف نہیں ہوتا۔

الظل الاوّل:۔ عقل اول کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اول عین (وجود) جو نورِ حق سے ظاہر ہوا اور جس نے صورت کثرت کو قبول کیا اور وحدت ذاتیہ کے شیون کا جس میں تعین ہوا وہی عقل اوّل ہے۔

ظل الٰہ:۔ انسان کامل ہے جو متحقق ہے حضرت واحدیت کے ساتھ۔ ۱

شرف ع

العالم:۔ ظل وجود ثانی ہے۔ اور سلطان ظل اللہ وہی موجود ہے یعنی وجود حق، جو صور مجموع میں ظاہر ہے، ظہور حق اور وجود ممکنات مسمّٰی ہے اسم غیر سے۔ اضافت وجود یہ ممکنات سوائے اس نسبت کے اور کوئی وجود نہیں ہے۔ وجود حقیقت میں عین حق ہے اور ممکنات ثابتہ اپنی عدمیّت کے ساتھ، حق سبحانہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں۔ اور یہ ممکنات وہ شیون ذاتیہ ہیں جو غیب الغیوب میں ہیں پس بہرطور عالم صورت حق ہے اور حق ہویت عالم ہے اور یہ تمام تعینات وجود واحد میں احکام اسم الظاہر ہیں حق کے اور اسم الظاہر مقام تجلّی ہے اسم الباطن کا۔

عالم الجبروت:۔ اسمأ وصفات الٰہیہ کے عالم کو کہتے ہیں۔

عالم الامر وعالم الملکوت وعالم الغیب:۔ عالم ارواح وروحانیات ہیں جو امرِ حق سے موجود ہیں مادہ اور مدّت کے توسط کے بغیر۔

عالم الخلق وعالم الملک وعالم الشھادۃ:۔ عالم اجسام وجسمانیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم الخلق کو عالم الامر کے بعد پیدا فرمایا ہے مادہ اور زمان کے ساتھ۔

العارف:۔ وہ صاحب نظر ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے خود کی ذات وصفات وافعال کا دیکھنے والا بنادیا ہے اور اس کی یہ معرفت دیدہ ہو شنیدہ نہ ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا:۔ عارف کے لئے ہر سانس میں ایک ہزار شہید کا درجہ ہے اور شہداء آرزو کرتے ہیں کہ عارف ہو جائیں بسبب اس کے بلندی درجہ کو چاہتے ہیں۔

العارف العظیم القلب الکبیر العباد:۔ عہد کا توڑ دنیا ہے کہتے ہیں تو کرتے نہیں ہیں یا وعدہ کرتے ہیں تو وفا نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ۲ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ ہ" (بڑا ناگوار ہے اللہ کے نزدیک یہ کہ کہو اس کو جو نہیں کرتے)۔

العبادت:۔ انتہائی مسکینی و بے چارگی ہے۔ شعر

جیسے کوئی اِک بندۂ مسکین وفقیر　　دروازہ پہ ان کے ہوں پڑا خوار وحقیر

عبادت عام کے لئے ہے اور عبودیت خاص اور خاص الخاص کے لیے سلوک طریقت میں۔ خاص کی عبودیت حق کی بارگاہ میں سچے ارادہ کے ساتھ اپنی نسبت کا صحیح کرنا ہے اور خاص الخاص کی عبودیت یہ ہے کہ وہ مشاہدہ فرمائیں۔

---

۱ جیسا کہ مولانا روم نے فرمایا ہے۔ پیر کامل صورتِ ظلِ الٰہ　یعنی دید پیر دیدِ کبریا　۲ پ ۲۸ الصف ۳

کہ سب قائم ہے حق کے ساتھ بندگی وتعبد میں اور یہ گروہ مقام احدیت فرق وجمع میں حق کے ساتھ ہے۔

العبادلۃ:۔ تجلیات اسمائیہ والے ہیں جب تحقق پائیں اسماء الٰہی کے کسی اسم کی حقیقت سے اور متصف ہوں اس صفت سے جو اس اسم کی حقیقت ہے۔ اور اپنے کو عبودیت سے اس اسم سے منسوب کیا ہو بسبب مشاہدہ کرنے ربوبیت کے اور وہ اسم ہر بندہ کا ایک نام کے ساتھ یہاں مخصوص ہے۔

عبداللہ:۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عبداللہ وہ بندۂ کامل ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے تمام اسماء کیساتھ تجلّی فرماتا ہے اور یہ نام اس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک اس بندے کا عین ثابت تمام اعیان ثابتہ کا جامع نہیں بن جاتا ایسا بندہ تمام بندوں میں اتم واکمل ہوتا ہے اور یہ ولی کا ارفع واعلیٰ مقام ہے کہ وہ تمام اوصاف الٰہی کے ساتھ اتصاف حاصل کرلے چنانچہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ اسمِ خاص ہے (آپ کی ذاتِ گرامی سے مخصوص ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ يَدْعُوْهُ [1]"

(اور بے شک کہ جب کھڑے ہوئے عبداللہ کہ دعا فرمائیں)

پس یہ اسم حقیقت میں حضور ہی کے لئے ہے اور آپ کے بعض وارثوں کے لئے خاص نیازمندی کے باعث اور ان حضرات پر جو غیر اقطاب ہیں اس اسم کا اطلاق بطور مجاز ہے اور اصحابِ سلوک سے ایسا کوئی سالک نہیں ہے کہ وہ اسماء حق سے کسی اسم سے متصف نہ ہو، تمام بندے اسم الٰہی میں سے کسی نہ کسی اسم سے موسوم ہیں جیسے عبدالرزاق اور عبدالعزیز اس اسم کے معنے کے قرینے سے نام پاتا ہے۔ ہم نے اس بات کو یہاں مختصراً بیان کردیا ہے۔

العبرۃ:۔ جو کچھ گذرے اس پر آدمیوں کی ظاہری حالتیں بھلی اور بری سے اور جو کچھ جاری ہے آدمیوں پر نفع ونقصان سے دنیا وآخرت میں ثواب وعذاب پر جو لوگوں کو ملے گا اور جزاء میں اور بواطن وامور پوشیدہ پر تاکہ ظاہر ہو اس پر نتائج امور اور معرفت غیوب فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امرت ان یکون نقطی ذکرًا وصمتی فکر اونظرتی عبرۃ (میں مامور ہوں کہ میری گویائی ذکر ہو اور میرا سکوت فکر ہو اور میری نظر عبرت ہو) عبرت میں عبور داخل ہے ملاحظہ حکمت سے ظواہر خلقت میں دیکھنے سے حکمت حکیم کو ظاہر وجود میں باطن وجود تک یہاں تک کہ حق وصفاتِ حق کو وہ تمام اشیاء میں مشاہدہ کرے۔

العلم الاضافی:۔ وہی وجود علمی ہے۔

علم الیقین:۔ وہ جو طریق نظر واستدلال سے ہو۔

عین الیقین:۔ جو بطورِ کشف وعطا ہو۔

حق الیقین:۔ جو آلودگی خاک وگل سے جدا ہونے سے ہو۔ کہا گیا ہے کہ علم الیقین اولیاء کے لئے اور

---

[1] پ ۲۹ سورہ جن ۱۹

عین الیقین خواص اولیاء کے لئے اور حق الیقین انبیاء کے لئے اور بعض صوفیہ نے کہا کہ علم الیقین تفرقہ کا حال ہے اور عین الیقین جمع کا حال ہے اور حق الیقین جمع الجمع کا حال ہے کہا گیا ہے کہ علم الیقین عقیدہ ذہنیہ حقہ ہے بغیر ترددو اضطراب کے ،اور عین الیقین مشاہدہ ہے بغیر حجاب کے اور حق الیقین ایک ہوجانا ہے بعد قرب کے اور فرمایا کہ عالم علم الیقین کے ساتھ چاہتا ہے عالم وعلم ومعلوم کو اور جب ترقی کی عین الیقین تک تو ہوگیا علم ومعلوم ،اور جب ترقی کی حق الیقین تک تو ہوگیا معلوم اور کچھ نہیں۔علم الیقین وہ ہے جو دلیل نے دیا اور عین الیقین وہ ہے جس کو مشاہدہ وکشف نے عطا کیا اور حق الیقین وہ ہے جو حاصل ہوا اس چیز سے جس کا مقصود یہ مشہود ہے اور یہ اصطلاح صغیر سے ہے۔

العقیدہ:۔ اور وہ تصدیق قلبی ہے۔

العموم:۔ جو اشتراک سے صفات میں واقع ہوتا ہے۔

العدل:۔ وہ ایک بھید ہے جس پر آسمان وزمین اور جواُن میں ہے قائم ہے۔

العقل العادی:۔ وہ عقل ہے جو وہم وخیال کی آمیزش سے امن میں نہیں ہے۔

العقل المحقق:۔ جو اُس کے مقابل ہے۔

العقاب:۔ علم ہے۔

العقل الاول:۔ عقل اوّل جبرئیل علیہ السلام ہیں اور یقین اول کو بھی کہتے ہیں۔

عقل کل:۔ بعض جبرئیلؑ کو اور بعض اسرافیل کو بھی کہتے ہیں۔

عقول:۔ عالم ارواح کے نفوس ہیں ملائیکہ واجسام سے اور عرش سے تحت الثریٰ تک عناصر ومو الیہ سے۔

العماء السحاب:۔ اس رقیق بادل کو کہتے ہیں جو قدرے سورج کی روشنی کو چھپا دیتا ہے یہ لغوی معنی ہیں۔اصطلاح تصوف میں وہ تعین ہے جو جامع ہو تمام تعینات کا اجمالی طور پر اس کو تعین اول بھی کہتے ہیں۔یعنی اس سے حضرت واحدیت مراد لیتے ہیں۔

العلۃ:۔ عبارت ہے بندہ کی بقاء لذت سے عمل یا حال یا مقام میں یا اسم کا بقا ہے صفت کے ساتھ۔

العمدۃ معنویہ:۔ روح عالم وقلب عالم اور نفس عالم کو کہتے ہیں۔

العنقا:۔ کنایہ ہے ہیولیٰ سے اس لئے کہ ہیولیٰ عنقا کی طرح دیکھا نہیں جا سکتا اور ہیولیٰ بغیر صورت کے متشخص نہیں ہوسکتا۔بظاہر موجود نہیں ہوسکتا۔ہیولیٰ مطلقہ معقولہ تمام اجسام میں مشترک ہے۔

عوالم اللبس:۔ حضرت احدیت کی طرف سے تمام مراتب نازلہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ ذات اقدس تنزل فرما کر تعینات کے ساتھ مراتب میں جلوہ فگن ہوکر متصف ہوئی صفات روحانیہ مثالیہ حیثیہ سے۔

العین الثابتہ:۔ حقیقت شی حضرت علمیہ (الٰہی) میں جو ابھی موجود نہیں ہے بلکہ معدوم ہے ثابت ہے علم الٰہی میں مرتبہ الثانیہ میں۔

عین الشئی:۔ عین اشیاء حق ہے۔

عین اللہ وعین العالم:۔انسان کامل ہے جو حقیقتِ برزخیہ کبری کے ساتھ متحقق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اسکی نظر سے نظر فرماتا ہے عالم پر اور اسی کے وجود سے مخلوق پر رحمت فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

''لَوْ لاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلاکَ.''(اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا)۔

چونکہ اللہ تعالیٰ اسم البصیر کے ساتھ متحقق ہے ناچار وہ دیکھتا ہے عالم تعین میں یہ اسم اور اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔

عین الحیوانات:۔اسم''الحی'' کا باطن ہے اور اس کے بعد کہ تحقیق پائے حی سے اور چشم حیات سے شربت پیے

العید:۔مایعود علی القلب من التجلی ووقت تجلی کیف کان۔یعنی عید وہ کیفیت ہے جو تجلی کے وقت دل پر عائد ہوتی ہے جیسا بھی ہو۔

عین الحکم:۔زبان فرحت سے دعا کے وقت نہایت خصوصیت کا ظاہر کرنا ہے۔

شرف غ

الغراب:۔جسم کلّی سے کنایہ ہے اور جسم کلّی حضرت احدیت کے عالم قدس سے بغایت دور ہے اس لیے اس کا ادراک نوریت اس بُعد کے ساتھ نہیں ہوسکتا اور غراب (کوّا) بُعد و رنگ میں اس کے مانند ہے۔

الغشاوہ:۔وہ چیز ہے جس کے باعث آئینہ دل مکدر ہو جائے۔

الغنی:۔مالکِ تمام اغنی بالذات صرف ذات حق تعالیٰ ہے کہ حقیقت اشیا اس کی ملک ہے اور بندہ غنی وہ ہے جو حق کے ساتھ غنی ہو اور غیر حق سے مستغنی ہو پس جس کے پاس (ساتھ) حق ہے وہ سب کچھ رکھتا ہے۔ بلکہ غیر حق کو نظروں میں نہیں لاتا۔جب بندہ مطلوب کو پالیتا ہے تو وہ شہود محبوب سے خوش ہو جاتا ہے (شہود محبوب کی بشارت حاصل ہوتی ہے۔)

الغوث:۔وہ قطب ہے کہ جب اس سے پناہ لی جاتی ہے تو اُس وقت وہ اسم غوث سے موسوم کیا جاتا ہے۔اور چند نام اس کی ذات متبرکہ پر بولے گئے ہیں قطب اور قطب المدار اور انسان کامل اور جہانگیر اور مثل اس کے۔

الغربۃ:۔بمقابلہ دوری وطن کے تلاش مقصود میں بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حال سے غربت اُس کی لازمی حقیقت ہے۔

غربۃ الحق:۔معرفت غیب سے دہشت کی وجہ سے۔

غیبۃ القلب:۔اُس علم سے جو جاری ہے احوال خلق سے حس کو مشغول کر لیتا ہے۔

الغیب:۔ہر وہ چیز جس کو حق نے بندہ سے اس کی وجہ سے چھپایا نہ کہ اپنی طرف سے۔

غیب الھویۃ وغیب المطلق:۔ ذات حق ہے باعتبار لاتعین کے۔

الغیب المکون والغیب المصون:۔ ذات اور کنہ ذات ہے۔

وَمَا قَدَرُو اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ [۱] (اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کا حق تھا)۔

مصرعہ غیر او قدر او نمی داند غیر حق قدر حق کو کیا جانے

الغین الدین:۔ ایک صدا اور ردک ہے اور صد باریک پردہ ہے جو روشن ہوتا ہے تصفیہ سے اور زائل ہو جاتا ہے نور تجلی سے بواسطۂ بقاء ایمان کے اس کے ساتھ لیکن [۱] غین شہود سے فراموشی ہے یا شہود سے پردہ میں ہو جانا ہے صحت اعتقاد کے ساتھ۔

شرف ف

الفتوۃ:۔ یہ رقیق کا مقابل ہے تفصیل ہے مائدہ مطلقہ کی مادۂ نوعیہ کی صورتوں میں مع ظہور اس کے جو باطن ہے حضرت واحدیت میں نسبت اسمائیہ سے اور ظاہر ہونے اس چیز کے جو پوشیدہ ہے ذات احدیت میں شیون ذاتیہ سے جیسے حقائق کونیہ تعین خارجی کے بعد۔

الفتوح:۔ جو کشادہ ہو بندہ پر بعد اس کے کہ بند تھا اس پر ظاہری و باطنی نعمتوں سے جیسے ارادتیں اور عبادتیں اور علوم اور معارف اور مکاشفے وغیرہا۔

الفتح القریب:۔ وہ چیز جو کشادہ ہو بندہ کے دل پر مقام دل سے اور ظاہر ہوں اس پر دل کے صفات و کمالات وقت طے کرنے اور قطع کرنے منازل نفس کے چنانچہ اسی مقام کا اشارہ ہے:

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ [۲] اللہ کی طرف سے مدد اور قریب آنے والی فتح

الفتح المبین:۔ وہ چیز ہے جو کشادہ ہو بندہ پر مقام ولایت وتجلیات الوار اسماء الٰہیہ سے جو مٹا دینے والے ہیں دل کے صفات و کمالات کو اشارہ ہے اس حالت کی طرف قول اللہ تعالیٰ کا:۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا [۳] بے شک فتح دی ہم نے تمہارے لئے روشن فتح

یعنی صفات نفسیہ وقلبیہ کو۔

الفتح المطلق:۔ یہ تمام فتوحات (باطنی میں) اعلیٰ اکمل واعظم ہے اور یہ وہ کیفیت یا حال ہے جو بندہ کے لئے فتح کر دیتی ہے تجلیات ذات احدیت کو اور بندہ تمام رسوم خلقیہ کی فنا کے بعد عین جمع میں پہنچ جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔

---

[۱] پ۲۴ سورہ زمر ۶۷ [۲] پ ۲۸ الصف ۱۳ [۳] پ ۲۶ الفتح ۱

[۱] حضرت علی بن عثمان ہجویری قدس سرہ ''کشف المحجوب'' میں اس کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں "غین" دل پر ایک باریک پردہ ہوتا ہے جو استغنا سے اُٹھ جاتا ہے اور یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک لطیف دوسرا غلیظ۔ غلیظ کافروں اور غافلوں کے لئے۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ [1] جب اللہ کی فتح اور مدد آئے

الفترت: ۔انکسار اور ضعف کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس حرارت کا ساکن ہو جانا ہے جو طالب کے لیے ہدایت میں لازم ہوتی ہے۔ (ہدایت میں طالب کی حرارت کا سکون فترت ہے)۔

الفرق الاوّل: ۔خلق کی وجہ سے حق سے احتجاب اور رسوم خلقیہ کا باقی رہنا فرق الاول ہے۔

الفرق الثانی: ۔قیام خلق کا شہود ہے حق کے ساتھ اور وہ کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت ہے اور غیر سے پردہ میں ہو جانا ہے بوجہ وحدانیت کے وحدت و کثرت سے۔

الفرقان: ۔عالم تفصیلی ہے جو فرق کرنے والا ہے حق و باطل کے درمیان اور قرآن علم لدُنّی اجمالی ہے۔ جو تمام حقائق کا جامع ہے۔

فرق الجمع: ۔مراتب میں واحد کا اپنے ظہور میں کثیر ہونا اس سے مراد احدیت کا ظہور شیون ہے۔

فرق الوصف: ۔ظہور ذات باعتبار احدیت ہے ان اوصاف کے ساتھ جو حضرت واحدیت میں ہیں

الفرق بین المتخلق والمتحقق: ۔متخلق وہ ہے جس نے بالقصد و بالارادہ اوصاف حمیدہ اور فضائل اخلاق کو حاصل کیا ہو اور کمینگیوں اور برائیوں سے پرہیز کیا ہو اور اس کے لئے اسمائے الہیہ ہیں اور متحقق وہ ہے یعنی متحقق باسمائے الٰہیہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف واسماء کا مظہر بنایا ہو۔ اور اس پر اپنے اسماء واوصاف کی تجلّی فرمائی ہو۔ اور اخلاق واوصاف (کبھی) اس سے محو ہو گئے ہوں۔

الفرق بین الکمال والشرف والحسنہ: ۔کمال سے مراد اسمائے الٰہیہ اور حقائق کونیہ کا حصول ہے۔ جس شخص میں ان اسمائے الٰہیہ اور حقائق کونیہ کا حظ وافر موجود ہوگا اور ان کا ظہور بدرجۂ تم ہوگا اور جمعیت الٰہیہ تمام اسمائے صفات کے ساتھ اس میں جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اس کا کمال زیادہ ہوگا اور جس میں اسمائے الہیہ سے یہ حظ کم اور ناقص ہوگا اتنا ہی وہ مرتبہ خلافتِ الہیہ سے بعید تر ہوگا۔ لیکن شرف عبارت ہے اٹھ جانے سے درمیان کی چیزوں سے موجد اور موجود کے درمیان اور ہر شے کہ اس کے اور حق کے درمیان وسائط کم ہوں اور اس کے احکام وجوب اس کے احکام امکان پر غالب ہوں تو وہ اغلب ہے اور اگر وسائط زیادہ ہوں اس کے اور حق کے درمیان تو احسن ہے تو عقل اول و ملائکہ مقربین انسان سے کامل اشرف ہیں اور انسان اُن سے زیادہ اکمل۔

الفطور: ۔خلق کی تمیز حق سے تعین اور توابع تعین کی وجہ سے۔

الفھوانیہ: ۔عالم مثال میں مکالمہ([2] اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ قَالُوۡا بَلٰی) کے طریقہ پر حق کا خطاب ہے۔

الفیض الاقدس: ۔صور اعیان میں جو خود اس کے علم میں تھیں حق سبحانہ کا ظہور باعتبار ازل، ان صور اعیان کی قابلیتوں اور ان کی قبول فیض کی استعداد کے ساتھ۔

---

[1] پ ۳۰ النصرا [2] پ ۹ الاعراف ۱۷۲

الفیض المقدس:۔ عبارت ہے ظہور وجود حق تعالیٰ سے پست احکام و آثار و اعیان سے اور یہ دوسری تجلّی ہے مرتب ہے تجلّی اول پر یہ مرأۃ الحقائق سے منقول ہے جو حضرت قدوۃ الکبرا کی تصنیف ہے۔

شرف ق

القابلیۃ الاولیٰ:۔ اصل اصول ہے اور یہ تعین اول ہے۔

قابلیۃ الظهور:۔ محبت اوّل ہے جس کی طرف اس حدیث قدسی میں ارشارہ ہے۔ (جو اس حدیث قدسی کا مشارٌ الیہ ہے) فاجبت ان اُعرف فخلقت الخلق لاعرف (چونکہ میں اس بات کو دوست رکھتا تھا۔ کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ پہچانیں)۔

قاب قوسین:۔ امر الٰہی (جس کا نام دائرہ وجود ہے) میں اسماء کے درمیان تقابل کے اعتبار سے قرب اسماء کو قاب قوسین کہتے ہیں۔ جس طرح بداء (تخلیق) واعادہ، نزول وعروج، فاعلیۃ وقابلیۃ میں تقابل ہے یعنی یہ وہ اتحاد ہے حق کے ساتھ جس میں تمیز ذاتیہ واعتبار یہ باقی رہتی ہے۔

قرب الفرائض:۔ ذات بندہ کا ذاتِ حق میں فنا ہو جانا جب حق آلہ بندہ بن جاتا ہے (کہ اس کا کام حق کا کام ہوتا ہے)۔ تو اس کو قرب الفرائض کہتے ہیں۔ اور اگر بندہ آلۂ حق بن جاتا ہے تو اس کو قرب نوافل سے موسوم کیا جاتا ہے۔

القبض:۔ قبض وخوف ورجاء اور بسط کے درمیان فرق یہ ہے کہ خوف ورجاء کا تعلق متوقع، مرغوب ومکروہ امور سے ہوتا ہے۔ (مرغوب سے رجا اور مکروہ سے خوف) لیکن قبض وبسط کا تعلق وقت حاضر سے ہے نہ کہ آئندہ سے (یعنی کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں)۔

القدم:۔ سابقہ ازلی اور عنایت لم یزلی ہے۔ اپنے اس حکم سے حق تعالیٰ بندہ کو کمال پر پہنچا دیتا ہے اور اس کی استعداد کو تمام وکمال کر دیتا ہے۔ بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ آخری عطا ہے۔ جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''لایزال جھنم یقول هل من مزید حتّی یضع الجبار فیها قدمه فیقول قَطُّ۔ قطُّ۔'' (جہنم برابر یہ کہتا رہے گا کہ کچھ اور کچھ اور ڈالو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا پس وہ کہے گا بس! بس!!)۔

اس موہبت آخر کو قدم کہتے ہیں۔ کیونکہ قدم آخری عضو ہے کسی شے کی صورت کا اور یہ آخری عطا ہے۔ حق تعالیٰ کے عطیوں سے کہ قریب فرماتا ہے بندہ کو کسی اسم سے کہ جب بندہ اتصال پاتا ہے تو کامل ہو جاتا ہے۔

قدم الصدق:۔ بے حد اور اعلیٰ درجہ کی لطف و کرم جو اللہ تعالیٰ اپنے صالح اور مخلص بندوں کو عطا فرماتا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔
''وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط''(الآخر) ۱؎
(مومنوں کو یہ خوش خبری پہنچا دیجیئے کہ ان کے لیے ان کے رب کے نزدیک قدم صدق ہے)

القرب:۔ حق اور بندہ کے درمیان عہد سابق کو وفا کرنے کا نام ''قرب'' ہے۔

القشر الفراد:۔ هو العلم الدنى الاجمالى الجامع للحقائق كلها۔

قشر علم لدنی اجمالی ہے جو تمام حقائق کا جامع ہے۔ یعنی علم باطن مغز کی طرح ہے اور علم ظاہر پوست کی مانند ہے گویا قشر شریعت سے (مغز) طریقت کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور طریقت سے حقیقت کی حفاظت کی جاتی ہے اس لیے کہ جس کا حالِ طریقت شریعت سے محفوظ نہیں ہوتا۔ (شریعت اس کی نگہدار نہیں ہوتی) اس کا حال وانجام آخر کار وسوسہ اور خواہش نفسانی بن جاتا ہے۔ ونعوذ باللّٰہ من الحور بعد الکور (میں ترقی کے بعد تنزل سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں ۱؎) اور جو کوئی حقیقت کی حفاظت طریقت سے نہیں کرتا تو اس کی حقیقت میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ الحاد زندقہ تک پہنچ جاتا ہے۔

القطب:۔ وہ ایک ذات ہے جو تمام عالم میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے اور وہ قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔

القطبیۃ الکبرے:۔ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور یہ باطنِ پیغمبر ہے۔ قطب الکبرا صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثان خاص ہی سے کسی کو یہ منصب ملتا ہے۔ پس قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن شریف پر (جس طرح آپ خاتم انبیاء ہیں اسی طرح آپ کے باطن شریف پر قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے)

القیامۃ:۔ موت کے بعد دائمی حیات کی طرف اٹھنا ہے اور یہ تین قسم پر ہے۔ پہلی قیامت موت طبعی کے بعد حیات کی طرف اٹھنا ہے کسی ایک برزخ علوی یا سفلی میں موافق حال دنیا کے مردوں کے جیسا کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کما تبعثون تموتون وکما تموتون تبعثون۔ (جس طرح تم مبعوث ہوئے مرو گے اور جس طرح مرو گے مبعوث ہو گے)۔ اور یہ قیامت صغرا ہے جس کا اشارہ ہے قول من مات فقد قامت قیامتہ (جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی) اور دوسری قیامت موت سے دائمی قلبی زندگی کی طرف اٹھنا ہے عالم قدس میں جیسا کہ فرمایا کہ ارادہ سے مرجاؤ تاکہ طبیعت سے رہائی

۱؎ پ ۱۱ یونس ۲

۱؎ تصوف پر تنقید کرنے والے کاش اس قول کو پیش نظر رکھتے۔ کاش ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے ان اقوال کا مطالعہ کیا ہوتا۔ مترجم

پاؤاور یہ قیامت وسطیٰ ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ او من کان میتا فا سیینا۔(کیا جو تھا مردار تو زندہ فرمایا ہم نے) یہ نورولایت بنایا گیا ہے اور تیسری قیامت اٹھنا ہے حق تعالیٰ میں فنا ہونے کے بعد حقیقی حیات کی طرف بقا بالحق کے وقت اور یہ قیامت کبریٰ ہے جس کا اشارہ کیا گیا ہے:۔

فاذا جاء ت الطّا مّة الکبریٰ (پس جب آئی قیامت کبریٰ)

القلب:۔ ایک نورانی جو ہر مجرد ہے جو روح ونفس کے درمیان واقع ہے یہ جو ہر انسانیت سے متحقق ہوجاتا ہے حکمانے اس جوہرکومرکب تسلیم کیا ہے۔اوراس کونفس وبدن میں متوسط سمجھتے ہیں اوراس کوقرآن پاک میں الزجاجہ(شیشہ' کانچ) کے مثل بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادربّانی میں ہے۔

"اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ ط۔ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشکوٰۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِےْ زُجَاجَۃ ط [۱]"

ترجمہ:۔اللہ نور ہے آسمانوں اورزمین کا۔اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے اوروہ چراغ فانوس میں ہے۔

القوامع:۔ مقتضیات طبع ونفس وہوا سے بازرکھنے والے موانع ہیں۔قوامع اسماءالٰہیہ کی امداد ہیں اورسیرفی اللہ میں تائیدات الٰہی ہیں اہل عنایت پر۔

شرف ک

الکتاب المبین:۔لوح محفوظ کوکہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے۔ [۲] وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِس اِلَّا فِےْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔" (ہرخشک اور ہرتر لوح محفوظ میں موجود ہے)۔

الکل:۔حضرت واحدیت الٰہیہ کے اعتبار سے اسم حق ہے جوتمام اسماء کا جامع ہے اوراسی اعتبار سے کہا گیا ہے۔"اَحَدٌ بِالذَّاتِ وَکُلٌّ بِا لْاَسْمَاءِ" (ذات کے اعتبار سے احداوراسماء کے لحاظ سے کل)۔

الکلمۃ:۔ماہیات واعیان حقائق موجودات خارجیہ کے مرواحد سے مراد ہے لیکن معقولات خاص ہیں کلمہ معنویہ کے ساتھ اورکلمہ وجودیہ سے علیحدہ اورکلمہ تامہ سے جدا مجرد۔ وہ ماہیت جو باعتبار وجوداورلوازم وجود کے ہے اس کوحرف غیبیہ کہتے ہیں۔اوراگر ماہیت اپنے لوازم (وجود) کے ساتھ ہے تواُسے کلمہ غیبیہ لکھتے ہیں اوراگر ماہیت وجود بےلوازم کے ساتھ ہوتو اُسے حرفِ وجودیہ کہتے ہیں۔

کلمہ آنحضرت:۔کلمۂ کن کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا۔

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ہ [۳]

(اس کام کا تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کوچاہےتواس کوفرمائے ہوجاتو وہ فوراً ہوجاتی ہے)۔

کلمہ کن محل صورت میں ارادتِ کلیہ ہے وہ ارادہ کرنے والے کے ارادہ کا تعلق ہے۔ مراد کے ہونے سے

---

[۱] پ ۱۸ النور ۳۵ [۲] پ ۷ الانعام ۵۹ [۳] پ ۲۲ یٰسٓ ۲۲

کمال ذاتی:۔ ذات کا ظہور ہے اپنے بطون میں اور اندراج الکل ہے اس کی وحدت میں اسکی تمام صورتوں اور احکام کے ساتھ جو مراتب الٰہیہ کونیہ میں مشاہدہ میں آتے ہیں اور ثابت ہوتے ہیں اور ظہور میں آتے ہیں اور اس اعتبار سے کمال ذاتی ظہور موجودات سے مستغنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے[1] اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْن ٥ (اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے مستغنی ہے۔) بعض ارباب طریقت فرماتے ہیں کہ کمال ذاتی تعین اول میں ہے اور کمال اسماء تعین ثانی میں۔

کمال اسمائی:۔ ظہور ذات ہے تعینات میں موافق معلومات علمیہ کے صور خارجیہ میں جو آئینہ صفات ہیں اور موسوم ہیں غیر و سِوا سے تو شے کا ہونا اس کا ہونا ہے شے میں بالقوہ

الکشف:۔ کشف سے مراد وہ عقیدۂ یقینیہ ہے جو قطع علائق کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ خداوند کی طرف متوجہ کامل ہو۔ کشفِ مقام جمع سے پہلے ہے اس لیے کہ کشف جمع کو فرق کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔

الکنز المخفی:۔ هویت احدیت مکنو نه در غیب (غیب میں پوشیدہ ہویت احدیت) یہی ہویت ہر باطن کا بطون ہے۔

الکنود:۔ شریعت میں تارک فرائض ہے اور طریقت میں تارک فضائل ہے اور حقیقت میں وہ نادان ہے۔ جو اس چیز کا خواہاں ہو جس کو خدا نہیں چاہتا اور جو مشیت حق میں حق سے نزاع کرتا ہے اور نعمت حق کا حق شناس نہیں ہے۔

کون الفطور:۔ غیر مشیت ہے اور یہاں فطور حق سے تعین کی وجہ سے خلق کی تمیز ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں تکثیر واحدی جو حق ہے تمیز تعینات کے باعث موجب تفرقہ و جمعیت الٰہیہّ واحدیہ ذاتیہ نہیں ہے۔

کوکب الصبح:۔ پہلا نور جو تجلیات و اطلاق سے رخ کرتا ہے اس مظہر پر جو نفس کلیہ کی مظہریت کے ساتھ متحقق ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔[2] فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ اللَّیْلُ رَاٰکَوْ کَبًا ج (پس جب ان پر رات کا اندھیرا آیا (کچھ رات بھیگی) تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا)۔

الکیمیا:۔ موجود پر قناعت اور مفقود کے لئے تشویش کو ترک کر دینا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں القناعت کنزٌ لا یغنیی (قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا)۔

کیمیائے سعادت:۔ اخلاق کی درستگی ہے کمینگیوں سے بچنے اور نفس کو برائیوں سے پاک کرنے اور فضیلتوں کے حاصل کرنے اور زیور کمالات سے آراستہ ہونے سے۔

کیمیاء العلوم:۔ باقی رہنے والی اُخروی پونجی کو بعوض دنیوی مٹنے والی تھوڑی چیز کے بدل لینا ہے۔

---

[1] پ ۱۰ عنکبوت ۶ [2] پ ۷ انعام ۷۷

کیمیاءالخواص:۔دل کا خالص کر لینا ہے کون سے مکون کے پردہ میں۔

شرف ل

اللائح:۔جو نورِ تجلی سے ظاہر ہو پھر پوشیدہ ہو جائے اور اسکو بارقہ اور خطرہ بھی کہتے ہیں۔

اللاھوت:۔وہ حیات جو تمام اشیاء میں جاری وساری ہے اور اس کو عالم احدیت بھی کہا گیا ہے بعض نے اس کا اطلاق وحدت پر کیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ناسوت اس کا محل ہے اور یہ روح ہے۔

اللب:۔وہ عقل جو نورِ قدس سے منور ہو اور اوہام وتخیلات کے قصور سے پاک صاف ہو۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝ [۱]

ترجمہ:۔کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

لبُّ اللّب:۔مادۂ نورِ الٰہی قدیم ہے جس کے باعث عقل تائید پاتی ہے اور تخلیات واوہام کے قصور سے باہر آ کر علوم صحیحہ کا ادراک کرتی ہے جو بالا ہیں اس مدرک کے ادراک سے جس کا دل کون سے لگاؤ رکھتا ہے اور یہ علم محفوظ ہے اُس عالم کی سمجھ سے جو پردہ میں ہے علم رسمی کے اور وہ حسن سابقہ سے ہے جو مقتضی ہے حسن خاتمہ کا۔

اللبس:۔یہ وہ صورِ عنصریہ ہیں جو حقائق روحانیہ کا لباس ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''وَلَوۡ جَعَلۡنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلۡنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّا يَلۡبِسُوۡنَ ۝ [۲] (اور اگر ہم فرشتہ کو نبی بناتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہ وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں)۔

اور اسی لبس کی وجہ سے حقیقۃ الحقائق صور انسانیہ ہیں جیسا کہ اس کلام قدسی میں اشارہ فرمایا گیا ہے اَولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں اور ان کو میرے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا)۔

اور اللبس وہ ہے جس سے پندِ الٰہی واقع ہو ان کانوں کو جو یاد کرنے والے ہیں اسکو۔جس کا ارادہ فرماتا ہے کہ ان کو سکھائے۔

لسان الحق:۔انسان کامل ہے جو مظہریت اسم المتکلم سے متحقق ہو۔

اللطیفہ:۔وہ اشارہ جس کے معنے دقیق ہوں مگر اُس اشارہ سے ایک معنیٰ فہم میں روشن ہو جو عبارت میں نہ آ سکے۔

اللطیفہ الانسانیہ:۔ لطیفہ انسانیہ کو حکماء نفس ناطقہ سے تعبیر کرتے ہیں اور صاحب دل حضرات ''دل'' کو کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں روح کا تنزل ہے نفس کے مرتبہ قریبہ کی طرف۔ اس کو نفس سے ایک اعتبار

---

[۱] پ ۲۳ الزمر ۹ [۲] پ ۷ انعام ۹

سے مناسبت ہے اورایک اعتبار سے روح سے مناسبت ہے اگر وجہ اول موجود ہوتو اس لطیفہ انسانیہ کو صدر کہتے ہیں اور اگر دجہ ثانی موجود ہوتو پھر اس کو دل لکھتے ہیں۔

اللوح:۔ وہ کتاب مبین ہے اور نفس کلیہ کو کہتے ہیں۔

اللوائح:۔ بجلی کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور فوراً چھپ جاتا ہے۔ لوائح لائحہ کی جمع ہے اس کا اطلاق اس شئی پر کیا جاتا ہے جو حس کے لیے عالم مثال سے ظاہر ہوا اور یہ کشف صوری سے ہے لیکن پہلے معنی کے لحاظ سے لائحہ کشف معنوی سے ہے جناب قدس سے۔

اللوامع:۔ روشن انوار جو مبتدی کے لئے پیدا ہوتے ہیں کمزور نفس والوں پر یہ نور عالمِ خیال سے حسِ مشترک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہ اس کا حواس ظاہر سے مشاہدہ کرتے ہیں اور ان انوار کو مثل تاروں اور چاند سورج کے انوار کی طرح دیکھتے ہیں اور ان انوار سے ان کا ماحول روشن ہو جاتا ہے اگر یہ انوار قہر ہیں تو سرخ رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں اور اگر انوار لطف کے غلبہ سے ہیں تو زرد اور سبز رنگ میں نظر آتے ہیں۔

لیلۃ القدر:۔ وہ رات ہے جو سالک کو تجلی خاص سے مشرف کراتی ہے تاکہ وہ اس تجلی کی بناء پر اپنے قدر و مرتبہ کو پہچان سکے جو محبوب کی نظر میں ہے۔ اور یہ وقت سالک کے وصول کی ابتداء ہے عین جمع تک اور اہل کمال کے لئے معرفت میں ایک مقام ہے (یعنی اہل کمال کا معرفت میں یہ ایک مقام ہے)۔

شرف م

المسالک والمسلوک لاجلہ:۔ عمل معنوی میں سب سے عظیم عمل ہے اور یہ انسان کامل کی حقیقت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی)۔ لولاك لما خلقت الافلاك (اگر آپ کی ذات مقصود نہ ہوتی تو یقیناً افلاک کو پیدا نہ کرتا)۔ شیخ ابو طالب مکی قدس سرہ اپنی تصنیف قوت القلوب میں فرماتے ہیں۔ افلاک دائرہ ہیں بنی آدم کے انفاس کے ساتھ ساتھ۔ شیخ اکبر (محی الدین عربی) کا بھی یہی ارشاد ہے۔

مائۃ القدس:۔ وہ علم ہے جو نفس کو پاک کرتا ہے طبیعتوں کے میل سے اور خواہش کی برائیوں کی نجاست سے یا شہود حقیقی ہے تجلی قدیم کا جو حدث کو دفع کرنے والا ہے۔

المبدائیہ:۔ یہ محض ایک اضافت ہے ذات صمدیت کی تقدیم کے اعتبار سے حضرت واحدیت کے ساتھ کہ تمام تعینات کا منشا وہی ہے اور اسماء وصفات واضافات واعتبارات عقلیہ کی ایک نسبت ہے۔

المبداء:۔ اعتبارات واضافات اورنسبتوں کا سرچشمہ وخزانہ ہے ظاہر وجود و باطن ہے میدانِ تعلقات واذہان میں اور وجود مطلق واحد واجب العبادات ہے تعین وجود سے نسبتِ علمیہ ذاتیہ میں اوراس نسبت کی حیثیت سے محقق حق کومبداء کہتے ہیں۔

مبادي النهايات:۔ عبادت کے فروض (فرایض) ہیں جیسے۔نماز، روزہ وغیرہ نہایت صلوٰۃ کمال قرب ہے اورحقیقت سے واصل کرنے والی ہے۔اسی طرح نہایت زکوٰۃ از روئے صدق واخلاص مشغولیت حق میں غیرحق کا بذل ہے۔(غیرحق سے تعلق ختم کردینا) نہایت صوم رک جانا ہے یا خودکوروک لینا ہے رسوم خلقیہ سے اس طرح کہ ذات حق میں فنا ہوجائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) الصوم لی وانا اجزی به (روزہ صرف میرے لئے ہےاور میں ہی اس کی جزا ہوں)۔اسی طرح نہایت حج یہ ہے کہ معرفت کا وصول ہواور بقابعدازفنا کا تحقق ہواسلئے کہ تمام مناسک حج جووضع کئے گئے ہیں وہ منازل سالک کواس مقام احدیت تک پہنچادیتے ہیں جہاں جمع وفرق موجود ہے۔

المبادی الاول:۔ جیسے عقلِ کل ونفس کل اوردوسرے نزول کے مراتب نوع اخیرتک۔

مبنی التصوف:۔ بروایت [۱] ابومحمد رویم تین خصلتیں ہیں فقرواحتیاج اورصرف وایثاراورترک اعتراض واختیار۔

المحقق بالحق:۔ وہ محقق ہے جوحق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ہر متعین میں بغیراس کے تعین کے کیونکہ اللہ تعالیٰ اگرچہ مشہود ہے ہرمقید میں اس کے اسم یاصفت یااعتبار یاحیثیت سے وہ محصورنہیں ہوتاان مقیدات میں اورنہ مقید ہوتا ہےاس تقید سے، یہ تقید نہ اطلاق ہےاورنہ تقید۔

المحقق بالحق والخلق:۔ وہ صاحب نظر جواس امر کا مطالعہ کرے کہ ہرمطلق وجود میں اپنے تقید کی کوئی وجہ رکھتا ہےاور ہرمقید کی اطلاق کے ساتھ ایک وجہ موجود ہےاوروہ اس امر کا بھی مشاہدہ کرے کہ وجود حقیقی ایک ہےاس کی وجہ وجہ مطلق ہےاورایک وجہ سے مقید ہےاس منظر کا مشاہدہ بطریق ذوق کے متحقق ہوتا ہےحق اورخلق کے ساتھ اسی طرح فناوبقاء کے ساتھ۔

المجذوب [۲]:۔ وہ شخص ہے جس کو حق تعالیٰ اپنے لئے قبول فرمائے اور اپنی بارگاہ انس کے لئے اس کو اختیار فرمالے اور اپنے باب مقدس سے اس کو تقدیس عطا فرما کر مقدس بنا دے اور تمام نعمتیں اس کو اس طرح عطا فرمادے کہ وہ تمام مقامات کو بغیر کسی تکلیف و مشقت و طلب کے طے کرلے۔ اس فقیر (یعنی حضرت

---

[۱] شیخ الشیوخ رویم (بن احمد المتوفی ۳۰۳ھ تفصیل کے لئے دیکھئے نفحات الانس ازحضرت جامی قدس سرہ وطبقات الصوفیہ

[۲] کتاب التعریفات میں مجذوب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔کہ مجذوب وہ ہے جس کواللہ تعالیٰ بندوں میں سے چن لے اوروہ بغیرجہدوکوشش کے تمام مراتب ومقامات عالیہ پرپہنچ جائے(تعریفات)۔

اشرف سمنانی (قدوۃ الکبرا) کے خیال میں چونکہ مجذوب مقامات کلیہ کو طے نہیں کرتا ہے اس لیے اس کو مشیخت اور اقتدائی کے لئے مناسب خیال نہیں کیا گیا (وہ مقتدا اور شیخ نہیں بن سکتا) مجذوب کے مراتب چہار گانہ ان شاءاللہ آئندہ بیان کیے جائیں گے۔

المجال الکلیہ والمطالع الاصلیہ والمنصات:۔ یہ مفاتح الغیوب کے مظاہر ہیں اور یہ پانچ ہیں اول مرتبۂ وحدت ہے جو تعین اولیٰ ہے کہ اس کے اوپر مرتبہ لاتعین واطلاق اور احدیت صرف کا ہے۔ثانی مرتبہ واحدیت کہ تعین دوم ہے،سوم ارواح ہیں چہارم امثال اور پنجم اجسام۔

مجمع البحرین:۔ بارگاہ قاب قوسین ہے بحر وجوب وامکان کے اجتماع کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ بارگاہ جمع الوجود ہے باعتبار جمع ہونے اسماء الٰہیہ وحقائق کونیہ کے۔

مجمع الاھواء:۔ بارگاہ جمال مطلق ہے کہ کوئی خواہش بغیر اس جمال کے میلان نہیں کرتی مگر اس کے التفات سے۔

مجمع الاضداد:۔ یہ ہویت مطلق اضداد ہے

المحبۃ الاصلیۃ:۔ محبت ذاتیہ ہے یعنی خود اپنا محبوب ہے اور خود اپنا محب ہے اور یہ محبت اصلیہ تمام اقسام محبت کی اصل ہے، دوست کے درمیان جو دوستی ہوتی ہے تو یا ذات میں مناسبت کیوجہ سے یا طرفین کی وجہ سے یا متحد ہونے کی وجہ سے وصف میں یا مرتبہ میں یا حال میں یا فعل میں اور اگلوں نے کہا ہے کہ محبت تو محبوب کی محبت ہے۔

المحفوظ:۔ وہ ہے جس کی حفاظت مخالفتِ قول وفعل اور ارادت میں حفیظ مطلق فرماتا ہوتا کہ وہ جو کچھ کہے یا کرے یا وہ جو چاہے وہ حق کو پسند ہو اور وہ نہ چاہے مگر اس کو جسے خدا چاہے۔

محوارباب الظواھر:۔ اوصاف عادات کو اور بری خصلتوں کو ہٹانا ہے اور اس کے مقابل اثبات ہے اور وہ احکام عادات کو قائم کرنا اور اخلاق پسندیدہ کو حاصل کرنا ہے۔

محوارباب السرائر:۔علتوں اور آفتوں کو زائل کرنا ہے۔اور یہ اثبات بندہ کے اخلاق ورسوم افعال واوصاف کے رفع کرنے سے ہے،حق کے افعال واخلاق وصفات کی تجلیوں سے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(حدیث قدسی) کنت سمعه الذی یسمع به (میں بندہ کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے)۔(محوارباب السرائر کا یہ وصف ہے)۔

محوالجمع ومحوالحقیقی:۔ وحدت میں کثرت کا فنا ہو جانا۔

محو العبودیہ و محوعین العبدیۃ:۔ اعیان کی طرف وجود کی اضافت کو ساقط کردینا ہے کیونکہ اعیان شیون ذاتیہ ہیں ظاہر حضرت واحدیت میں بحکم عالمیت کے اور اعیان معلومات ہمیشہ معدوم العین ہیں اور وجود حق ہے ظاہر آئینہ اعیان میں اور آئینہ باعتبار وجود عین نظر آتا ہے اور اعیان

اس بناء پر کہ ممکنات ہیں، معدوم اور اعیان ممکنات کے لئے آ ثار ہیں اُس وجود میں جو ظاہر ہے اعیان میں اور وجود عین حق ہے اور وجود کی نسبت اعیان کی طرف ایک اعتباری نسبت ہے اور افعال و تاثیرات وجود کے تابع ہیں اور اعیان معدوم اور معدوم نہ مؤثر ہوسکتا ہے نہ فاعل بلکہ موجود حق ہے۔ تعالیٰ شانہ وجل جلالہ ایک اعتبار سے حامد اور ایک اعتبار سے محمود، پس حق ہے جو عابد ہے باعتبار تعین وتقید کے صورت عبد میں اور وہ ایک شان ہے شیون ذاتیہ سے اور حق معبود ہے باعتبار اطلاق کے اور ذات عبد نے عدم اصلیہ میں جگہ پائی۔

۱؎ وَمَارَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج (اور نہیں پھینکا تم نے جب کہ پھینکا تم نے لیکن اللہ نے پھینکا)۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے "۲؎ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ۔" (نہیں ہوتی سرگوشی تین لوگوں کی مگر وہ اُن کا چوتھا ہے اور نہ پانچ کی مگر وہ اُن کا چھٹا ہے اور نہ کم کی اس سے اور نہ زیادہ کی مگر وہ اُن کے ساتھ ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ۳؎ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ م (بے شک کفر کیا جنھوں نے کہا کہ اللہ تین کا ایک ہے)۔ پہلی آیت میں اثبات فرمایا کہ چوتھا ہے تین کا دوسری آیت میں تین کے دوسرے تیسرے کی نفی فرمائی کیونکہ اگر کوئی ایک تین سے وہ ہوتا تو ممکن ہوتا ان کی طرح اس کی شان اس سے پاک و برتر ہے ہاں اگر چوتھا ہو تو تین کے سوا ہو، باعتبار حقیقت کے اور عین اُن تین کا ہو باعتبار وجود کے یا غیر ہو باعتبار تعینات غیر کے اور عین غیر ہو باعتبار حقیقت عین کے۔

المحق:۔ وجود عبد کا ذات حق میں فنا ہوجانا۔ جس طرح محو ہے کہ افعال عبد کا فعال حق میں فنا ہوجانا ہے۔ اسی طرح وجود عبد کا ذات حق میں فنا ہوجانا محق ہے۔ طمس صفات حق میں بندہ کی صفات کا فنا ہوجانا ہے۔ ہر وہ فعل جو کسی شیئ سے صادر ہوا اس کو فاعل مطلق (فعال لمایرید) کا فعل سمجھنا، دوسرے یہ کہ ہر صفت جو کسی موصوف میں پائی جائے اس میں صفات حق کا مشاہدہ کرنا۔ اور طمس وجود نہ پائے غیر وجود حق کے۔

المحاضرہ:۔ حق کے ساتھ دل کی حضوری ہے اس طرح کہ اسمائے حق تعالیٰ وتقدس سے فیض حاصل کیا جائے۔

المحاذات:۔ غیر حق کو فراموش کر کے بندہ کا حاضر ہونا ہے ذات حق کے ساتھ مراقبہ میں۔

المحادثہ:۔ عالم ملک سے کسی صورت میں ظاہر ہو کر بندہ سے حق تعالیٰ کا خطاب فرمانا جس طرح شجرۃ الطور سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔

المخدع:۔ مقام سرّ قطب ہے افراد واصلین سے۔

المدد الوجودی:۔ حق تعالیٰ موجودات کی مدد فرماتا ہے نفس رحمانی سے وجود میں تاکہ ترجیح دیتا ہے وجود عالم کو عدم عالم پر اور وہ تحلیل ہونے میں بدل دیتا ہے غذا سے اور نفس کو مدد عطا فرماتا ہے ہوا سے جو

۱؎ پ۹ الانفال ۱۷ ۲؎ پ ۲۸ المجادلہ ۷ ۳؎ پ۶ المائدہ ۷۳

ظاہر ومحسوس ہے لیکن جمادات وافلاک وروحانیات تو عقل حکم کرتی ہے ان کے وجود کے رجحان کی ہمیشگی پر مرجح کی وجہ سے اور مشاہدہ حکم کرتا ہے کہ ہر ممکن ہر آن میں خلق جدید ہے جیسا کہ فرمایا۔

"بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۵ ؂" (بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں)۔

المراتب کلیۃ:۔ اول مرتبہ ذات احدیت ہے دوم مرتبہ حضرت الٰہیہ ہے اس کا نام مرتبہ حضرت واحدیت ہے۔ سوم مرتبہ ارواح مجردہ چہارم مرتبہ نفوسِ عالم جسے عالم ملکوت و عالم مثال بھی کہتے ہیں۔ پنجم مرتبہ ملک ہے جسے عالم شہادت بھی کہتے ہیں۔ ششم مرتبہ کون وجامع یعنی انسان کامل جو مجلی ہے تمام مجموع اور تمام صور کا۔ اس طرح یہ مجالی یا مراتب جو پانچ کہے جاتے ہیں دراصل چھ ہیں۔ اس لئے کہ مجالی مظہر ہیں اور مظہر ہی سے مراتب ظاہر ہوتے ہیں۔ ذات احدیت کے مجلی چھ ہیں۔ یہ واضح رہے کہ ذات احدیت میں تعداد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اعتبار ذاتِ احدیت ہی اعتبار کا سبب ہے کیونکہ عالمیہ اور معلومیہ اور اس مرتبہ کے تنزلات تمام مراتب کی اصل ہیں اور اس مرتبہ کے علاوہ مجالی باطن ہے یا ظاہر اور ذاتِ احدیت کی مجلی انسان کامل ہے۔

مرأت الکون:۔ وجود وحدانیت کا وہ مضاف ہے جس میں تمام اکوان اور ان کے اوصاف واحکام ظاہر ہوتے ہیں اور وہ خود ظہور اکوان کے باعث مخفی ومستور ہو جس طرح آئینہ کا جمال اور وجہ مرأۃ ظہور صور (صورتوں کے ظہور) کے باعث پوشیدہ رہتا ہے۔

مراۃ الوجود:۔ وہ تعینات جو شیئون باطنہ سے منسوب ہیں اور اکوانِ شیؤن کی صورتیں ہیں اور شیون تعینات کے ساتھ وہ وجود متعین ہے جو وجود کے آئینہ میں شیون کی ظاہری صورتیں ہیں وجود واحد ان صور اکوان میں متعین ہے۔

مراۃ الحضرتین:۔ حضرت وجوب وامکان، اور آئینہ حضرتین انسان کامل ہے کہ وہ حضرت الٰہیہ کا آئینہ ہے جو مظہر ذات ہے اپنے تمام اسماء کے ساتھ۔

المسافرۃ:۔ بندہ کے لئے ہے سرّ میں اور عرف میں رات کی گفتگو ہے۔

مسالک جوامع الاثنینیۃ:۔ اسمائے ذاتیہ کے ساتھ ذکر ذات ہے بغیر اسماء وصفیہ وفعلیہ کے بلکہ عارف اسمائے ذاتیہ کے ساتھ اور ذاکر کا شہود اسماء ذاتیہ ذات ہے اور ذات مطلق ہے جو تمام اسماء کی اصل ہے اور تعظیم مطلق کے وجود کی اصل ہے جس میں تمام اوصافِ حق شامل ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ثنا کی جائے اس کے علم یا وجود یا قدرت کے ساتھ تو گویا ان اوصاف کے ساتھ اس کو مقید کر دیا گیا۔ اور حق کی ثنا اگر اسماء ذاتیہ سے کہیں جیسے قدوس اور سبوح اور سلام اور غنی اور اسی طرح کے دوسرے اسماء تو حق کی ثنا اور مجموع اسماء کہہ دیا گیا۔

مستوی الاسم الاعظم:۔ بیت الحرام ہے جو حق کے ساتھ وسعت پذیر ہے، یعنی کامل صاحب دل کا دل ہے۔

؂ پ ۲۶ سورہ قٓ ۱۵

المعرفت:۔ حضرت واحدیت ہے جوتمام اسماءالٰہیہ کا منشا ہے۔

المستھلک:۔ ذات احدیت میں فنا ہوجانے والا اس طرح کہ اس سے کوئی رسم باقی نہ رہے۔

المسئلۃ الغامضہ:۔ اعیان ثابتہ ہیں کہ صوراسمائے الٰہیہ حضرت علمیہ میں وجود کی احدیت کے اعتبار سے عین واجب الوجود ہیں۔

المستریح:۔ وہ بندہ ہے جس کو خداوند تعالیٰ سرِّ قدر سے مطلع فرمادے اوراس طرح وہ یہ مطالعہ کرے کہ جو کچھ مقدور ہے اس کا وقت معلوم پروقوع پذیر ہونا واجب ہوگا اور جو کچھ مقدور نہیں ہے اس کا وقوع ممتنع اور محال ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ المقدور کائن (جو مقدور ہے وہ ہوگا)۔

مشارق شمس الحقیقت:۔ عین احدیت میں فنائے کامل سے پہلے تجلیات ذات کا نام ہے۔

مشارق الفتح:۔ یہ تجلیات اسمائیہ ہیں اور تجلیات اسمائیہ اسرارِغیب اور تجلیات ذات کی کنجیاں ہیں۔

مشرق الضمائر:۔ وہ منور جس کو اللہ تعالیٰ آگاہی فرمادے آدمیوں کے دلوں پر اسم الباطن کے نور تجلی کی بزرگی سے جیسا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر دلوں پر مطلع تھے۔

المضاھات بین الشیون والحقائق:۔ حقائق کونیہ کی ترتیب ہے حقائق الٰہیہ پر جو اسماء ہیں کہ ان اسماء کی ترتیب جب شیون ذاتیہ پر ہوگی تو یقیناً یہ اکوان ظلال اسماء ہوں گے۔اور اسماء ظلال تیون۔

المضاھات بین الاکوان:۔ اکوان کی نسبت ہے حضرات ثلاثہ یعنی حضرت وجوب وحضرت امکان وحضرت جمع بین الوجوب والا مکان سے۔ جو کچھ اکوان میں موجود ہے وجوب کے ساتھ اس کی نسبت جس قدر زیادہ قوی ہوگی اتنا ہی وہ اشرف واعلیٰ ہوگا جیسا کہ ملکیہ وروحیہ و لبسیطہ فلکیہ اگر یہی نسبت امکان کے ساتھ قوی ہوگی تو پھر اتنا ہی اخس اور ادنیٰ ہوگا جیسا کہ سفلیہ عنصریہ ولبسیطہ ومرکبہ اور جس کی نسبت حضرت جمع سے زیادہ ہوگی وہ حقیقت انسانیہ ہوگی۔اور ہر انسان جو امکان کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور احکام کثرت کا اس میں غلبہ ہوگا وہ کافروں اور محجوبوں میں شمار ہوگا اور اگر وجوب کی طرف اس کا میلان زیادہ ہوگا اور احکام وحدت کا اس پر غلبہ ہوگا اس کا شمار سابقیں و صدیقین میں ہوگا جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ اور اگر یہ میلان برابر اور مساوی ہوگا تو پھر دنیا میں اس پر کان مقتصراً من المومنین (وہ ایمان لانے والوں میں مقدار پر صبر کرنے والا تھا)۔کا اطلاق ہوگا اور باعتبار اختلاف کے دوطرفوں میں سے کسی ایک طرف اگر جھکاؤ ہے تو ان پر یہ ارشاد صادق آئے گا۔ اختلف المومنون فی قوت الایمان وضعفہ (مختلف ہیں ایمان کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے ایمان والے)۔

المطالعہ:۔ عارفوں کے لئے حکم سلطانی (حکم خداوندی) کے ابتدائی توقیعات (فرامین) ہیں اور عارفوں سے سوال ہونے سے اس کے بارے میں جو راجع ہو حوادث ومطالع کی طرف بولا جاتا ہے نورانیت مشاہدہ پر زمانہ انوار فرمان اس کی چمک کی ابتداء میں۔

المطلع:۔قرآن پاک کی تلاوت کے وقت (جو ذات خداوندی کا کلام ہے) متکلم کا شہود ہے جو اس صفت کلام کے ساتھ متجلی ہے جس کا موردوہ آیت ہے جیسا کہ امام جعفر صادق نے ارشادفرمایا لقد تجلی اللّٰہ لعبادہ فی کلامہ ولکن لا یبصرون بصفة الھیته ھی مصدق تلك الایة (اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اپنے بندوں کے لئے جلوہ فرما ہوتا ہے لیکن وہ اسے دیکھتے نہیں صفت الٰہیہ سے جو اس آیت کے موجب ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز مسجد میں امام موصوف پر حال طاری ہوگیا اور وہ سجدہ میں گر کر خاموش ہوگئے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو ان سے اس کیفیت کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ماذلت اکدرایته حتی اسمعھا من المتکلم (میں ہمیشہ اس آیت کو پڑھا کرتا تھا یہاں تک کہ آج میں نے اس کو اس کے متکلم سے سنا) اور شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ مرہ نے اس سلسلہ میں ارشادفرمایا کہ اس وقت امام کی زبان شجر موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھی کہ انہوں نے اس درخت سے انی انا اللہ کی آواز سنی۔ اور مشاہدہ جو مطالع وہ عام ہے کیونکہ مقام شہود حق ہے ہر شے میں کہ جلوہ فرما ہے اس صفت سے جس صفت کی وہ شے مظہر ہے جیسا کہ وارد ہے حدیث میں مامن ایةٍ الاّ ولھا ظھرٌ وبطن ولکل حرف حدٌّ و لکلّ حدٍّ مطلعٌ (کوئی ایسی آیت نہیں جس کی پشت پر ظاہر اور باطن نہ ہو۔ ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اور ہر حد کے لئے ایک مطلع ہے)

معالم اعلام الصفات:۔حضرت شیخ نعمت اللہ ولی فرماتے ہیں کہ معالم اعلام سے مراد انسان کے اعضائے شریفہ ہیں۔ جیسے آنکھ۔کان۔ کہ اس محل پر صفات کے معانی واصول ظاہر ہوتے ہیں گویا یہ اعضا معلم محل ظہور ہیں۔مثلاً معالم الدین معالم الطریق۔

المعلم الاول ومعلم الملک:۔حضرت آدم علیہ السلام ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ [1] (اے آدم علیہ السلام ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام کی خبر دیجئے)

مغرب الشمس:۔تعینات حق کے باعث ذات حق کا پنہاں ہونا ہے اور روح کا جسم میں پردہ میں رہنا۔

مفتاح سرّ القدر:۔ازل میں اعیان ممکن (الوجود) کی استعداد کا اختلاف ہے۔

المفتاح الاول:۔غیب الغیوب یعنی احدیت صرف میں تمام اشیاء کا اندراج ہونا جس طرح شجر (درخت) کا گٹھلی میں موجود ہونا۔اس کو حروف الاصلیہ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

مفرح الاحزان احراح مفرح الکروب:۔ایمان بقدر اخراج مفرح احزان ہے۔

المفیض:۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے کیونکہ حضور اللہ تعالیٰ کے ناموں سے

---

[1] پ ۱ سورہ البقرہ ۳۳

متحقق اورافاضۂ نور ہدایت کے مظہر ہیں اور سب کے لئے واسطہ وذریعہ ہیں۔

مجموع المقام:۔ ہر اسم کے حقوق کا ادا کرنا ہے کیونکہ اگر اس منزل کے حقوق جس میں ہے وفا نہ کرے (جو اس کی ذات میں موجود ہیں) تو سالک اوپر کے مقام پر ترقی نہیں کرسکتا مثلاً اگر قناعت کے ساتھ تحقیق نہ پائے تو اس کے لئے توکل درست نہیں ہے اور حقیقت توکل کی تحقیق نہ ہو تو تسلیم کی منزل اس میں درست اور صحیح نہیں ہوسکتی اور اسی طرح دیگر امور سمجھو اور وفا کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ جب تک درجہ سافل سے سالک میں کچھ بھی باقی رہے گا اس وقت تک وہ مقام عالی پر ترقی نہیں کر سکے گا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ سافل کے بقایا اور اس مقام کے درجات عالیہ مقام عالی میں محسوس ومعلوم ہوتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مقام عالی سالک کی ملکیت بن جائے اور اس مقام پر اسے اس طرح ثبات حاصل ہو کہ وہ سالک کا حال بن جائے اور اس مقام کا نام اس پر پورے طور پر صادق آئے۔ حصول معنی مقام عالی اس طرح ہو کہ وہ اس کا مسمیٰ بن جائے تاکہ اسے متوکل یا قانع کہا جاسکے یعنی اسم اپنے مسمیٰ کے ساتھ پایا جائے مقام کو مقام اسی سبب سے کہتے ہیں کہ سالک کو اس مقام پر اقامت حاصل ہوتی ہے۔

مقام تنزل الربانی:۔ یہ نفس رحمانی ہے یعنی مراتب تعینات میں وجود حقائق کا ظہور۔

المکانت:۔ منازل عنداللہ میں یہ ایک منزل ارفع واعلیٰ ہے اور اس کا اطلاق مکان کی مکانت (مکان ہونے) پر کیا جاتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ ۵ [۱] (بڑے اقتدار والے بادشاہ کے پاس مقام صدق میں)۔

المشاھدۃ:۔ اس کا اطلاق دلائل توحید کے ساتھ اشیاء کی رویت پر ہوتا ہے۔ اشیاء میں رویت حق کو بھی مشاہدہ کہتے ہیں اور حقیقت یقین بلا شک پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

المکاشفہ:۔ تحقیق امانت بالفہم پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے اور کسی زیادتی حال کے تحقق پر اس کا اطلاق کرتے ہیں کبھی بمقابلہ تحقیق اشارہ کو مکاشفہ کہا جاتا ہے۔

المرید:۔ وہ جس کی ارادت ناقدہ ہے اس طرح سے کہ مرید ہے ارادہ حق کے ساتھ۔ وہ جو سب سے بے لگاؤ ہے اللہ کی طرف اسم سے اور کہا گیا ہے کہ مرید وہ ہے جو ارادہ سے علیحدہ ہو۔

المراد:۔ وہ مجذوب ہے اس کے ارادہ سے مع امور کے مہیا کرنے کے تو وہ بغیر مشقت کے رسوم ومقام کا بڑھ جانا ہے۔

المحو:۔ اوصاف عادت کا ہٹانا ہے اور کہا گیا کہ علم کا زائل کرنا ہے اور کہا گیا کہ حق جس کا نشر وتنقیہ فرمائے۔

---

[۱] پ ۲۷ سورہ قمر ۵۵

المجاهدة:۔ بدنی مشقتوں کو نفس کا برداشت کرنا ہے اور ہر حال پر خواہش کی مخالفت ہے۔

المکر:۔ باوجود مخالفت کے نعمتوں کا پے در پے آنا ہے اور مع بے ادبی کے حال کا باقی رکھنا ہے اور بغیر کام وسعی کے آیات وکرامات کا ظاہر کرنا ہے۔

الملک:۔ عالم شہادت کا نام ہے اس کو عالم محسوس بھی کہتے ہیں۔

الملکوت:۔ ملک کے مقابل میں عالم ملکوت ہے جس کو عالم غیب بھی کہتے ہیں۔ صرف غیب نہیں بلکہ عالم غیب حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں شیخ عبدالرزاق کاشانی (صاحب شرح کاشانی) کا مجھے شرفِ خدمت حاصل تھا اس وقت میں نے حضرت سے ملکوت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اصطلاح میں بعض مشائخ کے نزدیک اس کے معنیٰ ''عالم معانی'' کے ہیں جو ''عالم قوت'' کے مقابل میں ہے۔ لیکن اس فقیر کے نزدیک حضرت واحدیت سے مراد ہے کہ اعیان ثابتہ اس کے مظہر ہیں۔ حضرت اجمالی کو بھی عالمِ ملکوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ حضرت واحدیت ہے۔

مداُلھم:۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو واسطۂ افاضۂ حق ہیں اور جس پر چاہتے ہیں بندوں سے اس کی مدد فرماتے ہیں اہل ایمان مرد و عورت کی نور ولایت سے مدد فرماتے ہیں۔

المناصفہ:۔ وہ انصاف ہے جو حسن معاملہ حق اور خلق کے ساتھ ہو۔ اس فقیر (حضرت مخدوم اشرف سمنانی) کے نزدیک باہمی نزول ہے جو جانبین کے درمیان ہے۔

المنہج الاوّل:۔ تمام صفات و اسماء کا مرتبت ذات میں انتشار ہے اور وہ اہل نظر جو بینا ہو گیا ہو مرتبۂ اسماء وصفات کے نور سے تمام مرتبۂ ذات میں اس کو راہ دکھائی گئی ہو قریب ترین راستہ اور پہلے طریق میں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ منہج اوّل سے مراد سفر اوّل ہے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی فرماتے ہیں کہ سالک کی ابتدا ہے آغاز سلوک میں مصطلحات کے اس مختصر مجموعہ میں جو کچھ فارسی میں مذکور ہے وہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے فرمودات ہیں جو اس فقیر نے اس سے حاصل کئے ہیں اور بعض اصطلاحِ کبیر حضرت شیخ صدر دین قونوی قدس سرہٗ کی توضیحات ہیں [1]۔

منقطع الواحد:۔ غیر کا انقطاع کلی، عین جمع احدیت ہے (اعتبار غیر نہیں)۔

منقطع الاشیاء:۔ حضرت وجود اور حضرت جمیع کو کہتے ہیں۔

---

[1] حضرت قدوۃ السالکین قدوۃ الکبرا جہانگیر اشرف سمنانی قدس سرہ نے اکثر مصطلحات کی توضیح فصیح و بلیغ عربی زبان میں کی ہے۔ لیکن لطائف کے ترجمہ میں اس امتیاز کو قائم نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ تمام فارسی اور عربی عبارات کا ترجمہ اردو میں اس ہیچمدان شمس بریلوی نے پیش کر دیا ہے۔ مختصر عربی عبارات بھی کہیں کہیں پیش کر دی ہیں۔

منتھی المعرفۃ:۔ حضرت واحدیت ہے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے۔اگر چہ تمام سالکوں کا سلوک مرتبہ واحدیت تک ہے لیکن اس فقیر اشرف کے نزدیک مرتبۂ وحدیت تک ہے، اکثر عارفوں کو یہ قول عجیب معلوم ہوگا لیکن حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کے مقامات سے یہ امر ظاہر ہوجاتا ہے مگر من لم یذق لم یدرع (وہی اس لطف کو جان سکتا ہے جس نے اس شراب کی لذت پائی ہے) کہ حضرت واحدیت منشاء غیر ہے انشاء نفس رحمانی کے اعتبار سے۔

المناسبۃ الذاتیۃ:۔ حق اور انسان کامل کے درمیان یہ مناسبت الذاتیہ دووجہوں سے ثابت ہے۔

(۱) بسبب ضعف تاثیر مراتب جواُس کی تجلّی کو متعین ہے اس حیثیت سے کہ حاصل نہیں کر سکتا کسی صفت کو جو مخالف ہو اسکی تقدیس میں بغیر تعین کے کیونکہ قادح نہیں ہے۔عصمتِ وجدان و وحدانیت حق اور اس کے خلق میں اکثر احکام امکان وخواص وسائط سے۔(۲) بندہ کا متصف ہونا صفاتِ حق کے ساتھ اور اسماء الٰہیہ کے ساتھ اس کا تحقق! اگر کبھی ایسا ہو کہ وجہ اوّل کے ساتھ مناسبت بغیر ثانی کے پائی جائے تو محبوب مقرب ہوگا اور وجہ ثانی کا حصول بغیر وجہ اوّل کے محال ہے دونوں صورتوں میں مراتب کثیرہ ہیں لیکن امر اوّل (یا وجہ اوّل) میں موافق غلبہ نور وحدت کے کثرت پر اور ضعف غلبۂ وحدت کے کثرت پر اور قوت تسلط احکام وجوب کے امکان پر اور کمزوری اُس کی، لیکن امر ثانی میں اس کا تحقق ہے مجموع کے ساتھ یا تحقق بعض کا ہے بغیر بعض کے اگر یہ مناسبت ہر دو وجوہ کے ساتھ حاصل ہوجائے تو بوجہ اوّل کے جو کمال ہے محبوب حق ومقصود بالذات ہو اور بحیثیت حقیقت کے برزخ البرزاخ وآئینۂ ذات والوہیت معًا ہوجائے۔

المنازلۃ:۔ شیخ نے فتوحات میں فرمایا کہ جان لو کہ منازلت دو فاعلوں کا فعل یہاں ہے اور وہ دو میں سے ہر ایک کا تنزل ہے کہ دوسرے کو طلب کرتا ہے اور اُس پر نازل ہوتا ہے دونوں مجتمع ہوتے ہیں راستہ میں ایک مقام معین میں اور اُس کا نام منازلہ ہے بسبب طلب کرنے ہر ایک کے اس نزول کو دوسرے پر اور یہ نزول بر بنائے حقیقت بندہ کی جانب سے ترقی ہے اور ہم نے اس کا نام نزول اسی لئے رکھا ہے کہ بندہ اس ترقی سے نزول بالحق چاہتا ہے۔

المیمون:۔ یہ وہ مہتم بالشان ملائکہ ہیں جو جمال حق کے شہود کی شدت کے باعث مشاہدہ حق میں اس طرح مشغول ہیں کہ یہ ان کو نہیں معلوم کہ خدائے تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا ہے چوں کہ وہ غیر حق سے غائب ہیں اس لئے وہ سجدہ آدم کے لئے مکلف نہیں تھے۔

الموت:۔ خواہشات نفس کا ختم کردینا موت اختیاری ہے اور اگر نفس حیوانیہ میل نہ کرے لذتوں اور نفسانی شہوتوں اور بدنی تقاضاؤں کی طرف تو ضرور مائل ہوگا سفلی جانب کو اور اپنے مرکز میں نفس ناطقہ کو جذب کرے گا۔اس صورت میں دل یعنی نفس ناطقہ کی موت واقع ہوجائے گی حیات حقیقت علمیہ

سے موت جمیلہ کی طرف اوراگرنفس جوصاحب مراد ہے اپنی خواہشات سے باز رہے گا تو وہ محبتِ اصلیہ کے سبب سے جو حبّ الوطنِ من الایمان ۔(وطن کی محبت ایمان ہے) کا اقتضاء ہے اپنے اصل وطن میں پہنچ کرنور سے زندہ ہوجائے گا۔ یہ اس کی حیات ذاتیہ ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موت توبہ کا نام ہے جیسا کہ ارشاد ہے فَتُوۡبُوۡآ اِلٰی بَارِئِکُمۡ فَاقۡتُلُوۡآ اَنۡفُسَکُمۡ ط[۱] (تو توبہ کروا پنے خالق کی طرف پس قتل کروا پنی جانوں کو)اسی مخالفت نفس کو جہادِا کبر کہا گیا ہے

الموت الابیض:۔اس سے مراد بھوک ہے،جس کا پیٹ مرگیا اس کا دل زندہ ہوگیا۔

الموت الاخضر:۔رنگا رنگ پیوندوں کی گدڑی پہننا حسین اور نرم و نازک لباس کو ترک کر کے گدڑی پر قناعت کرنا۔

الموت الاحمر:۔نفس کی مخالفت کرنا موت احمر ہے۔

الموت الاسود:۔مخلوق کی ایذارسانی کا بغیر رنج وغم کے برداشت کرنا یا یہ کہ لذت یاب ہونا اگر یہ محبوب کی طرف سے ہو توکل مـایفعل المـحبوب محبوب“۔(جو کچھ محبوب کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ) کا مصداق سمجھنا۔بعض مشائخ نے کہا ہے کہ فنا ہوجانا ہے محبوب میں اس کے شہود سے اُس سے فعل محبوب میں فناءافعال کے مشاہدہ سے بلکہ محبوب میں اپنے اور خلق کے نفس کو فنا ہوجانے کے مشاہدہ سے اگر نفس موت اسود سے فنا ہوجائے تو اس وقت دل زندہ ہوجاتا ہے۔

المیزان:۔ترازو میں اقوال شدیدہ (اقوال راست)اورافعال حمیدہ کا ان کے اضداد سے وزن کرسکنا اور یہ عدالت ہے اور وحدت حقیقت کا ظل ہے جو مشتمل ہے علم شریعت،علم طریقت،علم حقیقت پر ان علوم کا محقق تحقیق کے بعد عالم بن جاتا ہے۔مقامِ احدیت جمع وفرق کا۔ اہل ظاہر کی میزان شریعت ہے اور اہل باطن کی میزان وہ عقل ہے جو نورِ قدس سے منور ہے اور اہل خواص کی میزان علم طریقت ہے اور ارباب خاص الخواص کی میزان عدل الٰہی ہے اور عدل الٰہی کا تحقق انسان کامل کے مناصب میں سے ایک منصب ہے۔

شرف ن

النبوّت:۔خبر دینا ہے حقائق الٰہیہ سے یعنی معرفت ذاتِ حق ، اسماء صفات ، اورخداوندتعالیٰ وتقدس کے احکام سے اوراس کی دو قسمیں ہیں۔ایک نبوت تعریف ہے یعنی صفات ذات و اسماءذات سے خبر دینا دوم نبوت تشریح جو خبر دینا ان سب سے مع تبلیغ احکام اور تادیب اخلاق (تعلیم اخلاق)تعلیم حکمت کے اس کی اور بہت سی قسمیں ہیں، یہ نبوت رسالت کے ساتھ مخصوص ہے۔

---

[۱] پ ۱ سورہ بقر ۵۴

النجبا:۔ یہ وہ چالیس حضرات ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دنیا والوں کے کاموں پر مامور ہے ان کی کیفیت، تصریح وتوضیح لطیفۂ سابقہ میں بیان کی جا چکی ہے۔

النفس:۔ لطائف غیوب سے دلوں کی تفریح (فرحت پذیری) کا نام ہے۔ محب کے اس اُنس کو بھی کہتے ہیں جو محبوب کے ساتھ ہے۔

النفس الرحمانی:۔ وہ وجود اضافی ہے کہ وحدانیت حقیقت میں ہے اور کثرتِ غیوب معانی میں ہے۔ یعنی حضرت واحدیت میں اعیان کے احکام (جو ایک کثرت ہے) جس طرح حروف کی صورتیں ہیں اپنے مخارج کے ساتھ اوّل وآخر میں اسی طرح نفس انسانی بھی مختلف ہوجاتا ہے نفس رحمانی تزویج اسمائی ہے جو احاطہ اسم الرحمٰن کے ماتحت داخل ہے۔

نفس انسانی:۔ باطن سے ظاہر کی طرف گرم ہوا کا چھوڑنا ہے اور تازہ ہوا کا اپنے اندر لانا ہے۔ سانس راحت رساں ہے سانس لینے والے کے لئے۔

النفس:۔ ایک بخار لطیف ہے اور ایک پاکیزہ جوہر شریف ہے جو قوت حیات اور حس وحرکتِ ارادیہ ہے۔ حکما اس کو روح حیوانی کہتے ہیں۔ یہ بدن اور نفس ناطقہ کے درمیان ایک واسطہ ہے اور قرآن پاک میں شجرۃ الزیتونیہ کے نام سے موسوم ہے اور مبارکہ کی صفت سے موصوف ہے۔ جو نہ شرقیہ ہے اور نہ غربیہ یعنی نہ شرق عالم ارواح مجردسے ہے۔ اور نہ غرب عالمِ کثیفہ سے متعلق ہے۔

النفس الامّارہ:۔ طبیعت بدنیہ کی طرف مائل رہتا ہے اور لذات شہوانیہ کا ایک حکم ہے (لذات شہوانیہ پر ابھارتا ہے) اور دل کو سفلیہ کی طرف کھینچتا ہے یہ نفس ماوائے شر اور منبع اخلاق ذمیمہ ہے (تمام اخلاق ذمیمہ کا سرچشمہ ہے) اور افعال سیئہ کا مخزن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ [۱] (بے شک نفس امارہ برائی کی طرف راغب کرتا ہے)۔

النفس اللوّامہ:۔ وہ نفس جو نورِ دل سے ہدایت یاب ہوا اور خواب غفلت سے بیدار ہوجائے اور اصلاح دل میں کوشاں ہو۔ ربوبیت اور خلقیت کے درمیان اگر ظلمانیت کی بنا پر اس سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اس کے تدارک اور تنبیہ کے لئے خداوندی نور کو اپنے لئے ضروری اور لازمی قرار دے اور نفس کے گناہ سے بذریعہ استغفار کے درگاہ رحیم وغفار کے حضور میں رجوع کرے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو قسم کے ساتھ یاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے [۲] لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ (میں قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو بہت ملامت کرنے والا ہے)۔

النفس المطمئنہ:۔ لباس صفات ذمیمہ کو اتار کر اخلاق حمیدہ کی خلعت لطیف کو پہننے والا نفس، نفس مطمئنہ ہے۔

---

[۱] پ۱۳ سورہ یوسف ۵۳ [۲] پ۲۹ سورہ قیامۃ ۲

اور دل کی طرف پوری طور سے توجہ کر کے نہایت جناب اقدس کی طرف جو پاک ہے حسِ ظلمانیہ کی خباثت سے پہنچنے کی کوشش کرے۔ طاعت وبندگی پر ہمیشہ قائم رہے اور درگاہ رفیع الدرجات پر ساکن ہوجائے تاکہ بارگاہ ایزدی سے اس طرح اس کو خطاب ہو۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۝ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ۝ [1]

(اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)

النکاح الساری فی جمیع الذاری:۔ حسن کی توجہ ہے جو حق تعالیٰ نے فرمایا کُنۡتُ کَنۡزًا مَخۡفِیًّا (تھا میں خزانہ پوشیدہ) اشارہ ہے خفا وغیبت کی سبقت کی طرف اور ظہور وتعین کا اطلاق سبق ازلی ذاتی پر ہے قول اس کا فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرَفَ (تو چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں)۔ اشارہ ہے امید اصلی وحب ذاتی کی طرف جو وصل ہے درمیان خفا وظہور کے اور لِاُعۡرِفَ اشارہ ہے بجائے اصل کے اس کی طرف اور یہ وصلت اصل نکاح ہے جو ساری ہے تمام اہل وعیال میں اور وحدت مقتضی ہے حسب ظہور احدیت کی جو ساری ہے تمام مراتب تعینات مرتبہ و تفاصیل کلیات میں اور وحدت نگہبان کثرت ہے کیونکہ کثرت کو شامل ہے تمام صورتوں میں پریشانی وتفرقہ واقتران سے یہ وحدت کی کثرت سے وصلت ہے اور وہ نکاح اول ہے مرتبہ حضرت وحدیت میں احدیت وجود اضافی کے ساتھ تمام مراتب اکوان میں یہاں تک کہ حصول نتیجہ میں حدود وقیاس وتعلیم وتعلم وغذا ومتغذی ومرد وعورت میں اور یہ حب ذاتی مقتضی ہے محبت ومجوبیت کو بلکہ عالم مقتضی ہے عالمیت و معلومیت کو اور یہ نکاح اول وحدت کا ساری ہونا ہے کثرت میں اور ظہور تثلیث سبب ہے اتحاد کا تاثیر وفاعلیت ومفعولیت سے اور وہ نکاح ساری ہے تمام اہل وعیال میں۔

نھایت سفر اوّل:۔ وجہ احدیت سے حجاب کثرت کا اُٹھ جانا۔

نھایت سفر الثانی:۔ حجاب وحدت کا اٹھ جانا علمیہ باطنہ سے۔

شعر

کثرت ہے حباب وحدت ہے آب — کثرت چو حباب و حدتش آب
کر رفع حجاب تا ملے آب — بردار حجاب آب دریاب

نھایت السفر الثالث:۔ ظاہر و باطن دونوں قیدوں سے تقید کو زائل کردینا یا ان کا زائل ہوجانا ہے۔ احدیت عین جمع میں حصول کی وجہ سے۔

نھایت السفر الرابع:۔ حق سے خلق کی طرف رجوع ہونا ہے اور خلق کا اضمحلال حق میں۔ اس سفر کی نہایت

---

[1] پ ۳۰ سورہ فجر ۲۷،۲۸

میں عین واحد کوصورت کثرت میں مشاہدہ ومطالعہ کرنا ہےاورصورت کثرت کوعین وحدت میں دیکھنا ہے۔

نون والقلم:۔ ''ن'' حضرت احدیت میں علم اجمالی کو کہتے ہیں اور قلم حضرت تفصیل ہے۔

النور:۔ حق تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہےاور وہ ایک تجلی حق ہے اسم ''الظاہر'' کے ساتھ یعنی مجموع اکوان کی صورتوں میں ظاہر کا وجوداوران تمام چیزوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو پیدا ہوتی ہیں علوم ذاتیہ سے اور ارادت الٰہیہ سے جو خلق کے طالب ہیں۔

نورالانوار:۔ حق تعالیٰ ہے کہ جملہ انوار کا نور ہےاور وہ عین ثابتہ ہے۔

شرف و

الواوٗ:۔ تمام موجودات میں وجہ مطلق کا نام ہے۔

الواحدیت:۔ اعتبار ذات کو کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اسماء واحدیت کی پوشیدگی و استتار اسماء بذات میں ہے اور تکثر اسمائے صفات کے ساتھ ہے (لہٰذا اسماء بذات ایک اعتبار سے الواحدیت ہے)۔

الواحد:۔ اسی اعتبار کے ساتھ (جو واحدیت میں مذکور ہوا) اسم ذات ہے۔

الوارد:۔ جو نازل ہو دل پر عمل عبد کے حقائق سے [1]

الواقعہ:۔ عالم غیب سے جو کچھ دل پر وارد ہو جس طرح بھی اس کا ورود ہو۔

واسطۃ الفیض وواسطۃ المدد:۔ انسان کامل ہے جو خلق اور حق کے درمیان ایک رابطہ ہے دونوں جانب سے مناسبت ہونے کی وجہ سے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں:- لولاك لما خلقت الا فلاك۔ (اگر نہ ہوتے آپ تو پیدا نہ کرتا آسمانوں کو)۔

الوتر:۔ سقوط اعتبار کے لحاظ سے ذات کی ایک حالت ہے اسلئے کہ احدیت کو غیر کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہیں ہے۔

الوجود:۔ حق کا اپنی ذات کے ساتھ اپنی ذات کا وجدان ہے، اس اعتبار سے حضرت جمع کو حضرت وجود بھی کہا جاتا ہے۔

وجھا الھدایہ:۔ جذبہ وسلوک کی غایت کو کہتے ہیں۔ اوران دونوں سے مراد ہدایت ہے۔

وجھا الاطلاق والتقید:۔ اعتبار ذات کو کہتے ہیں جب کہ جمیع اعتبارات ساقط ہوجائیں اور اعتبارذات ذات کا ہے موافق تمام اعتبارات کے کیونکہ ذات وجود ہے من حیث ہو ہو (جو ہے جیسی بھی وہ ہے) اور وجود اعتبار مطلق کے سقوط کے مطابق

---

[1] حضرت ہجویری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' کہ حلول معانی جو دل میں آئے تعریفات میں الوارد کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ خواطر پسندیدہ سے جو کچھ دل پر ولد دہو بغیر تفکر اور تدبر کے۔ مترجم

ذات ہے یعنی وہ حقیقت جو ہر شئے کے ساتھ ہے، بغیر مقارت کے موافق عدم محض کے تو ضرور وجود شے کا مقارن نہ ہوگا کہ اُس کے ساتھ موجود ہو اور آپ معدوم ہوا اور ہر شے غیر ہے بغیر ندایلت کے کہ غیر وجود اعیان معدومہ ہیں اور اگر وجود شے سے جدا ہو تو وہ شے موجود نہ رہ جائے۔

والمعدوم:۔ لیس بشیٔ عندنا (کوئی شے نہیں ہے ہمارے نزدیک) اور اشیاء وجود کی وجہ سے موجود ہیں اور آپ معدوم اگر وجود کو قید تجرد سے مقید کرلے یعنی اس قید سے کہ نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی شے تو واحدی ہے اور اس کا غیر اس کے ساتھ نہیں ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''کان اللّٰہ ولم یکن معہ شیٔ۔'' (تھا اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی چیز)۔ محققین نے کہا ہے کہ وہ اب ہے جیسا تھا اور اگر مقید کریں اس کے ساتھ کہ شے ہے تو وہ عین مقید ہے جیسا کہ تم نے جانا کہ غیر وجود ہے وجود کی وجہ سے موجود ہوسکتا ہے اگر تجلی کرے کسی صورت میں اور اپنے کو منسوب مقید کرے اس صورت سے اور جب اضافت کو ساقط کرے تو وہ صورت بغیر وجود کے معدوم ہوجائے۔ یہ ہے ترجمہ قول موحد کا جو فرمایا کہ توحید اضافتوں کا ساقط کرنا ہے اور ٹھیک ہو جو کہیں کہ موجود عین حقیقت واجب الوجود ہے اور ممکن میں زائد اور شک نہیں کہ سیاہ کی سیاہی اور انسان کی انسانیت ان کے وجود کا غیر ہے۔

الوجہ الحق:۔ حضرت شاہ نعمت اللہ نے فرمایا۔ مصرعہ

ہر چہ بینی بوجہ حق ہمہ اوست

(جو بھی دیکھو بوجہ حق ہے وہی)

اس لئے کہ کسی شے کی حقیقت نہیں ہے سوائے حق کے کہ وہی حقیقت ہے اہل حقائق کے نزدیک اور عین حق کہ مقیم ہے تمام اشیاء میں اور وہ قیوم ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ ط[1]'' (تو تم جس طرف بھی رخ کروگے وہاں ذات الٰہی موجود ہے)۔ اہل نظر جب بنظر کشف قیومت کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ وجہ حق کو تمام اشیاء میں دیکھتا ہے۔

وجہ جمع العابدین:۔ تمام عالم کی توجہ اس کی بارگاہ کی طرف ہے اور وہ حضرت الوہیت ہے۔

الورقا:۔ نفس کلیہ کو کہتے ہیں جو قالب عالم ہے اور وہی لوح محفوظ اور کتاب مبین ہے۔

وراءِ اللبس:۔ واحدیت سے پہلے حضرت احدیت میں حق ہے کیونکہ حضرت واحدیت حضرت ثانی ثانیہ ہے اور اس کے بعد حضرت تلبیس ہے معانی اسماء وحقائق اعیان میں اس کے بعد صورتِ روحانیہ میں اس وقت صورت مثالیہ میں آخر صورت جسمیہ میں۔

الوصف الذاتیہ الحق:۔ احدیت جمع ہے اور وجوب ذاتی اور ذات عالم سے غنی ہے۔

---

[1] پ ۱ سورہ البقرہ ۱۱۵

الوصف الذاتی للخلق:۔امکان ذاتی اور احتیاج ذاتی ہے۔

الوصل:۔وحدت حقیقت ہے جو بطون وظہور کے مابین واصلہ ہے۔بعض مشائخ نے وصل کو "سبق رحمت بہ محبت" کا حاصل کہا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔"فاجبلت ان اعرف فخلقت الخلق۔(میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں پس خلق کو پیدا کیا)۔بعض حضرات نے اس کو قیومیتِ اشیاء سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ قیومیت حق سے کثرت وصل پاتی ہے بعض بعض سے اور بالفعل اس کا تنزہ اشیاء عین حدوث ہے، حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا جس نے فصل سے وصل کو اور سکون سے حرکت کو پہچانا وہ قرار فی التوحید کی منزل پر پہنچ گیا،حرکت سے مراد سلوک ہے اور سکون سے قرار عین احدیت ذات ہے۔وصل کی ایک تعبیر یہ بھی کی گئی ہے کہ بندہ کا اپنے اوصاف سے گذر کر اوصاف حق میں فنا ہو جانا وصل ہے اور یہ اسمائے الٰہی کا تحقق ہے جو احصاء اسماء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔جیسا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من احصا ھا دخل الجنۃ۔(جس نے احصاء کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگیا)۔

الوصل الفصل:۔جمع فرق ہے یعنی کثرت میں وحدت کا ظہور،جو سبب وصل ہے فصلوں کے لئے بسبب اتحادِ کثرت کے وحدت سے۔جس طرح کہ فصل وصول ظہور کثرت ہے وحدت میں کیونکہ کثرت فصل کرنے والی ہے وصل وحدت میں اس کے لئے کثرت ہے تعینات میں جو موجب ہے قسم قسم کے ظہور وحدت ہونے کا مختلف فوائد میں جیسے اختلاف وجہ واحد کا چند آئینوں میں۔

الوصل الاصل:۔جانے کے بعد لوٹنا ہے اور نزول کے بعد عروج کا نام ہے اور ہم میں سے ہر ایک نے اعلیٰ مراتب سے جو عین احدیت ہے تنزل کیا ہے وہ اعلیٰ مراتب یا عین احدیت ازل میں وصل مطلق تھا ادنیٰ ہبوط سے جس کا نام عالم عناصر ہے بعض تو اس ہبوط یا تنزل میں غایت پستی میں اسفل السافلین تک پہنچ گئے اور بعض نے اس سے سلوک کی طرف رجوع کرلیا اور السیر الی اللّٰہ و فی اللّٰہ میں مصروف ہو کر صفات حق سے انصاف پیدا کیا اور ذاتِ حق میں فنا ہو گئے تاکہ پھر وہی وصل حقیقی میسر آجائے جو ازل میں میسّر تھا۔

الوفا بالعھد:۔اپنے اس عہد سے عہدہ برآ ہونا جو اپنے پروردگار سے اسکی ربوبیت کے اقرار کی صورت میں [1] اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط کے جواب میں بلیٰ کہہ کر کیا تھا۔

الوفا بحفظ العھد التصرف:۔عہد کے حفاظت کی نگہداشت کرنا چاہیئے تاکہ ترک عبودیت نہ ہونے پائے اور عطائے تصرفات اور خرق عادات کے وقت تم اپنے عجز سے غافل نہ رہو۔

الوقت:۔دل کا حاضر وقت ہونا تاکہ وقت حال میں جو کچھ رونما ہو اگر وہ حق کے تصرف سے بغیر کسب کے ہے تو تیرا

---

[1] پ ۹ سورہ الاعراف ۱۷۲

فعل رضائے الٰہی کے مصداق ہونا چاہیئے اور تجھے وقت کے حکم میں ہونا چاہیئے اور خاطر میں غیر کا خطور دگز نہیں ہونا چاہیئے اور اگر اس تصرف کو اپنے کسب سے متعلق پائے تو پھر جو کچھ اس میں اہم ہو اس کو اختیار کر لے۔ اور ماضی و مستقبل کا خیال ترک کر دے کہ وہ حال فوت شدہ ہے اگر تو ماضی و مستقبل کے تدارک کی فکر کرے گا تو یہ وقت کا ضائع کرنا ہے۔ الصوفی ابن الوقت کے مطابق صوفی کو صرف حال کو پالینا ضروری ہے۔

الوقت الدائم:۔ ہمیشہ رہنے والا آن ہے۔

الوقفة:۔ وقفہ سے مراد و مقامات کے درمیان ٹھہرنا ہے تاکہ مقامِ اوّل کی تنویر کے حقوق سے جو حق ادا کرنے سے باقی رہ گیا ہے اُسے ادا کر سکے اور سامان کرنے کے لئے اس کا جو ترقی کرے گا مقام ثانی کے آداب سے۔

الواجد:۔ جو دل کو ان احوال سے جو اس کے لئے غیب ہوں مشاہدہ سے بدل دے۔

الولہ:۔ وجد کا زیادہ ہونا۔

الوجد الوقوف الصادق:۔ مراد حق کے ساتھ ٹھہرنا ہے یعنی بندہ کی مراد مرادِ حق ہو۔

ولی اور والی:۔ اس کے معانی پچھلے لطیفہ میں آ چکے ہیں۔

شرف ہ

الھا:۔ اعتبار ذات ہے بلحاظ حضور کے۔

الھواء:۔ اعتبار ذات ہے بلحاظ غیب وفقدان کے۔

الھباء:۔ ایک مادہ ہے کہ مصور اجسام عالم کی صورتوں کو اس میں پیدا کرتا ہے۔ اس کو عنقا بھی کہتے ہیں، حکماء نے اس کا نام (ہیولیٰ) ہیولا رکھا ہے حضرت امام نے اس کو ''ہبا'' فرمایا ہے۔

الھیولا:۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کا نام ہے ہر وہ باطن جس سے صورت ظہور میں آتی ہے اس کو ہیولا (ہیولیٰ) کہتے ہیں۔

الھجوم:۔ قوت دقت سے دل پر جو کچھ وارد ہو بغیر تکلف و تصنع کے۔

الھیبط:۔ دل پر جلالِ الٰہی کے مشاہدہ کا اثر اور کبھی اس جمال سے ہوتا ہے جو جلال کا جمال ہے۔

ھمت الآفات:۔ درجات پر پہنچنے کی ہمت کا پہلا درجہ ہے یہی باقی کی طلب پر اکساتا ہے اور فانی کے ترک پر آمادہ کرتا ہے:۔

ھمت الانفس:۔ ہمت کا دوسرا درجہ ہے اس ہمت کے صاحب کا دل لگا ہوا ہے۔ اجر عمل پر (عمل کی طرف رغبت دلانا ہے۔) اور اس کا دل عمل کے ثواب کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس وعدہ کی توقع رکھتا ہے اس طرح وہ مشاہدہ حق کی طلب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں احسان کی امید پر مصروف رہتا ہے۔

ھمت ارباب الھمم العالیۃ:۔ یہ ہمت کا تیسرا درجہ ہے بلند ہمتیں سوائے حق کے اور کسی سے متعلق نہیں رہتیں اور اس کے غیر کی طرف التفات نہیں کرتیں۔ یہ ہمت کا اعلیٰ مرتبہ ہے بلکہ یہاں تک یہ صاحب

ہمت احوال ومقامات پر بھی راضی نہیں ہوتا اور اسماءٔ وصفات کی منزل پر بھی توقف نہیں کرتا۔اور سوائے عین ذات کے کسی طرف نظر نہیں اٹھاتا۔

الھوی:۔ نفس کا تقاضائے طبع کی طرف جھکنا ہے اور بلندی سے پستی کی طرف اعراض کرنا ہے اور زیادتی محبت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

الھویت:۔ حقیقت جو عالم غیب میں ہے۔

الھمۃ:۔ یہ ان تین صورتوں میں بولا جاتا ہے (۱) بمقابلہ دل کے آرزوں سے خالی کرلینے کے (۲) بمقابلہ ابتداء صدق مرید کے (۳) بمقابلہ ہمتوں کے صفاء ایام سے۔

شرف ی

الیاقوت الحمراء:۔ وہ نفس کلیہ ہے جو نور اور ظلمت سے ممتزج ہے (نور اور ظلمت کی باہم ملاوٹ ہے) اس کا تعلق جسم سے ہے برخلاف عقل مفارق کے کہ اس کو درۃ البیضاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الیدان:۔ اسماء الہیہ متقبالہ ہیں جیسے عالم تعین میں فاعل اور قابل اسی اعتبار سے حق تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا۔ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَلِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۱ (تجھے کون سی چیز مانع ہوئی ہے اس سے کہ تو سجدہ کرے اس کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا)

بعض حضرات نے اسکو حضرت وجوب وامکان سے تعبیر کیا ہے اور حق یہ ہے کہ تقابل اسم ہے فاعل میں بھی تقابل پایا جاسکتا ہے جیسے جمیل اور جلیل اور تقابل میں فاعل دیکھا جاسکتا ہے۔جیسے راجی اور خائف۔

یوم الجمعہ:۔ ملاقات ورسائی کا وقت ہے تعین جمع سے۔ شعر

بعین جمع داخل کہ شود یوم جمعہ این باشد مبارک جمع باشد اگر روزے چنان باشد

(جمعہ کا دن ہے کہ کچھ مجمع ہوجائے اور یہ مجمع کیا مبارک ہوگا جو اس دن جمع ہو۔)

یوم العید:۔ سالک کا جمیع الجمیع سے واصل ہونا۔اس کے لئے وہی یوم عید ہے۔

الیقین:۔ یقین کے چند مرتبے ہیں اہل شریعت وطریقت وحقیقت سے ان کے عقائد واحوال ورسائی کے موافق مشاہدہ کی حالت میں اور اس دنیا میں یہی یقین ہے اور دیدار کا وعدہ ہے کل کو۔

یقین کے سلسلہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الیقین الایمان کلہ (یقین مکمل ایمان ہے)۔ابوسعید الخذری کا ارشاد ہے کہ علم وہ ہے جو تجھے عمل میں رکھے اور یقین وہ ہے جو تجھے اٹھائے رہے۔ابومنصور طوسی کا ارشاد ہے کہ درویشی چار چیزوں کی محتاج ہے۔علم جو ہموار کرے ذکر جو اُنس پیدا کرے، تقویٰ جو برائی سے روکدے، اور یقین جو عمل پر ابھارے۔

حضرات صوفیہ کی متداولہ کتب اور ان کے رسائل میں جو مصطلحات مذکور ہیں وہ ہم نے مختصراً بیان کردیں۔

---

۱ پ ۲۳ سورہ ص ۷۴

لطیفہ۸

حقیقتِ معرفت راہ سلوک وسلسلہ تربیت ووجہ خاص وحجب ظلمانی ونورانی وانواع تجلیات وتلبیس ابلیس

قال الاشرف :

السلوك هوالخروج عن الصفات البشريةوالدخول فى مقامات العلية.

ترجمہ: حضرت اشرف جہانگیر (قدوۃ الکبرا) فرماتے ہیں کہ صفات بشریہ سے نکلنا اور مقامات علیہ میں داخل ہونا سلوک ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہر گردہ صوفیہ کا سلوک مختلف ہے چونکہ اس جگہ ہم کو صوفیہ کے مہتم بالشان گروہ اور طائفہ علیہ کے سلوک کو بیان کرنا مقصود ہے لہٰذا دوسرے مذاہب کے طریقۂ سلوک کو بیان کرنا تضیع وقت سمجھا گیا۔ حضرت نور العین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ کلمات مشائخ میں کہا گیا ہے کہ الطرق الى الله بعد دانفاس الخلائق (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے طریقے مخلوق کے سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں یعنی نا قابل شمار)۔

ایک اور جگہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ نہ شرق میں ہے نہ غرب میں۔ نہ عجم کے ساتھ مخصوص ہے نہ عرب کے ساتھ بلکہ بندہ کے دل میں ہے۔ بظاہر مشائخ کے ان دونوں ارشادات میں تعارض پایا جاتا ہے اس لئے کہ مقولہ اول سے غیر محدود ہونا سمجھا جاتا ہے اور کلمۂ ثانی سے حد بندی معلوم ہوتی ہے پس ان دونوں متضاد بیانات میں تطبیق وتوفیق کس طرح ہوسکتی ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ طرق الى الله بعددانفاس الخلائق سے مراد راستوں کی کثرت نہیں ہے جن سے سلوک کیا جائے بلکہ مراد اس سے حق کا پانا ہے ہر سالک عارف کو ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کی صنعتوں اور غیر متناہی ایجادوں سے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے مارایت شیئًاالّا رايت الله (میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی جس میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نہ کیا ہو) تو ہر مصنوع مثل ایک راہ کے ہے اپنے صانع کی طرف تو مشائخ کا قول پورا اترآیا کہ اللہ کی طرف راستے تبعداد انفاس خلائق ہیں ؎ شعر

ففی کل شئی لہ آیۃ	ہر شئ میں اس کی ایک نشانی موجود ہے جو اس امر
تدل علی انہ واحدٌ	کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ وہ واحد دیکتا ہے۔

گوشہ نشیں گنجہ (نظامی گنجوی) نے کیا خوب کہا ہے۔

شعر

ہر آنچہ آفریدست بینندہ را | نگاہوں میں اہل نظر کے جہاں
نشان میدہد آفر یندہ را | ہے خلاق کا اپنے دیتا نشاں

پس جب یہ معلوم ہوگیا کہ ان غیر محدود اور غیر منحصر راستوں پر گامزن نہیں ہوسکتے تو اب سوائے دل کے راستہ کے سلوک کا اور کوئی راستہ نہیں رہا۔اس سلوک کے تمام مشائخ نے بحسب تفصیل بہت سے مشرب مقرر کیے ہیں۔ ہر چند کہ یہ مشرب بے شمار ہیں لیکن وہ مشارب کثیرہ اور مذاہب کبیرہ صرف ان دو مشربوں پر منحصر ہیں ایک سلوک سلسلہ تربیت اور دوسرا سلوک وجہ خاص۔

اخیار، ابرار، شطار اور ان کے علاوہ طرق سلوک، سلوک سلسلہ تربیت میں داخل ہیں۔اور بہت سے اولیائے اکمل اور عرفائے مکمل اسی سلوک سلسلہ تربیت کی راہ سے منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔صرف تھوڑے سے مشائخ نے اپنے بعض مریدوں اور طالبوں کو ''سلوک وجہ خاص'' کے ذریعہ منزل پر پہنچایا ہے لیکن یہ طریق سلوک ہر طالب کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطعہ

معشوق در دو عالم چون فروشد بخوبی | معشوق دو جہاں میں خوبی میں جب ہے یکتا
عاشق نشاید الا ازہر دو کون فردی | کونین میں ہے اس کو عاشق بھی فرد زیبا
ہر رو بہی نیارد درراہ عشق رفتن | ہے راہ عشق چلنا دشوار لومڑی پر
درراہ عشق باید مردی وشیر مردی | اس راہ میں چلیگا جو شیرِ مرد ہوگا

یہ مشرب تو ایک ایسا گلستان ہے کہ ہر باغبان اس میں گل چینی نہیں کرسکتا اور یہ مذہب (مسلک) ایسا بوستان ہے کہ ہر شخص یونہی اس میں جا کر نہیں بیٹھ سکتا۔

لجامعہ

بہ گلزاری کہ گل بسیار باشد | بہت گل رکھتا ہے جو صحن گلزار
رہش از ہر طرف پر خار باشد | ہے اس کی راہ ہر جانب سے پرخار
درین گلزار چون آرد قدم زد | قدم رکھے وہ کیسے اس چمن میں
کسی کورا قدم افکار باشد | کہ جس کا ہر قدم ہو پراز افکار

اس سلوک اول میں (سلوک لسبلسلہ تربیت) بعض سالکوں کو چالیس سال اور بعض کو پچاس پچاس سال گزارنے پڑے ہیں۔تب کہیں وہ عروسِ مقصود کی نقاب کشائی کرسکے ہیں اور اپنے معبود(مقصود) کے چہرہ زیبا سے نقاب لٹ سکے ہیں اور دوسرے سلوک میں اگر پیرومرشد کی مدد طالب راہ کے مقدراور طالع کے موافق ہوئی اور مرشد

کی دستگیری اورعنایت اس کے حال کے مطابق ہوگئی تو تھوڑی مدت ہی میں سالک اپنے وجدان مقصود وعرفان معبود کی سرحد میں پہنچ جاتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ بعض طالبوں اور کامل مریدوں کوحق تعالیٰ اس راہ میں ایک ہفتہ یا ایک مہینہ میں منزل مقصود تک پہونچادے اور دریائے غیب سے ساحل شہود پر بٹھادے۔

شعر

راہرو پیمود رہ را دوگام	دو قدم میں راہ کو طے کرلیا
حاصل از رہ کرد خودرا در دو گام	منزل مقصود کو حاصل کیا
ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ[۱]	یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

سلوک کے یہ دونوں طریقے سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تمسک رکھتے ہیں۔لیکن ان دونوں میں طریقہ اول بہت مشہور ہے۔وہ ہی معمول رہا ہے حالانکہ طریقہ ثانی نادر وآسان ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ ہر چند کہ جس قدر زیادہ وقت گزرے گا حقائق ظاہر ہوں گے اور سلوک وجہ خاص کا صدور خلائق سے ہوگا۔اب سلوک بہ سلسلہ تربیت کی تشریح کی جاتی ہے۔توجہ سے سنو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِيۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ۙ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سَافِلِيۡنَ ۙ[۲]	بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا پھر اس کو ہر نیچی سے نیچی بات کی طرف پھیر دیا۔

جب حقیقت انسانی کے شہباز نے وحدت صمدانی کی فضا سے پرواز کرکے صحرائے واحدیت میں اپنے پروبالِ انفصال کو کھولا تو فضائے عالم ارواح کو چار ہزار سال تک اپنی شکارگاہ بنائے رکھا۔ہزار سال بھی اس مدت کو کہا گیا ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان اللّٰــه خلق الارواح قبل الاجساد باربعة آلافٍ	بے شک اللہ تعالیٰ نے ارواح کو جسموں سے چار ہزار سال پہلے تخلیق فرمایا۔
وفی روایة الف سنة	ایک روایت میں ہزار سال آیا ہے۔

قطعہ

چو انسان را حقیقت ہمچو شہباز	وجود انس نے جب تنکے شہباز
زو کر وحدت خود کرد پرواز	کیا ہے مامن وحدت سے پرواز
نشیمن ساختہ برشاخ ثانی	نشیمن کرلیا پھر شاخ ثانی
بباغِ روح کردہ باغبانی	چمن میں روح کے کی باغبانی

۱؎ پ٦ مائدہ ۵۴ ۲؎ پ ۳۰ التین ۵-۴

اسی فضا میں روح انسانی کے شجر سے بہت سی شاخیں ہوئیں۔ چنانچہ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور سے ارواح انبیاء علیہم السلام پیدا کی گئیں اور ارواح انبیا سے ارواح اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) ظہور میں آئیں اور ارواح اولیاء سے ارواح مومنان کا وجود ہوا اور ارواح مومنان سے ارواح عاصیاں کا ظہور ہوا اور عاصیوں سے منافقوں اور منافقوں سے کافروں کی روح پیدا کی گئیں۔ الغرض روح انسانی کی بہت سی شاخیں ہیں اور ہر شاخ پر مرغ روحانی کا بسیرا تھا۔ ان روحانی شاخوں میں سے چند یہ ہیں۔ عقل کل۔ نفس کل۔ جوہر یا شکل کل۔ جب اس مرغ روح نے یہاں سے پرواز کی تو شاخ مثال پر آ کر بیٹھا۔ **شعر**

زباغ روح چون پرواز کردہ	چمن سے روح کے کی جبکہ پرواز
بہ گلزار مثال آواز کردہ	تو گلزار مثال آ کر دی آواز

اس طرح ایک مدت تک شاخ مثال پر مرغ روح ترنم سرا رہا تب کہیں صحرائے مثال سے نکل کر میدان اجسام میں پہنچ سکا۔ شجرہ روح کی طرح درخت انسانی کی بھی بہت سی شاخیں ہیں۔ جسم کل۔ عرش وکرسی۔ فلک زحل۔ فلک مشتری۔ فلک مریخ۔ فلک شمس۔ فلک زہرہ۔ فلک عطارد۔ فلک قمر۔ کرہ نار۔ کرہ باد۔ کرہ آب۔ کرہ خاک۔ جمادات ونباتات اور حیوان اور حیوان میں انسان ہے (حیوان ناطق) پس حقیقت میں انسان اتنے مرحلوں سے گزر کر اس عالم فانی میں ظہور پذیر ہوا۔ اور یہ موجود تمام موجودات سے پست ترین ہے۔ اسی طرح لطافت حقیقی سے انتہائی بعد کے باعث نہایت کثیف ہے چنانچہ تمام موجودات میں آخریں اور اسفل ہے۔ پس جو فیض بھی (عالم بالا) سے اس کو پہنچتا ہے وہ ان تمام مراتب بالا سے گزرتا ہوا اس تک پہنچتا ہے اور ان احکام وآثار سے منصبغ (مستفید) ہوتا ہوا اس تک پہنچتا ہے کہ یہ انسان دوسرے عالم معنوی کی جمیعت کے اعتبار سے جامع ترین موجودات ہے اگرچہ بحسب صورت (بظاہر) ان میں ہی داخل ہے اور اسی کلی کا ایک فرد ہے۔ اسی کا نام عالم انسانی ہے کہ یہی عالم انسانی، عالم ظہور ذات احدیت ہے جس میں تمام موجودات سفلی وعلوی ظاہری وباطنی جمع ہیں۔

مثنوی از حضرت جہانگیر اشرف

دران گلزار چون کم دید آرام	جو دیکھا اس چمن میں کم ہے آرام
نہادہ رو بسوئے باغ اجسام	توجہ کی بسوئے باغ اجسام
نہال باغ رابسیار شاخ است	نہال جسم کی شاخیں ہیں زیادہ
کہ بلبل رادر میدان فراخ است	ہے بلبل کو جہاں میداں کشادہ
چو انسان شاخ پائین شجر شد	جب انساں شاخ پائین شجر ہے
ازان ہر شاخ شاخش پر ثمر شد	لہٰذا ٹہنی ٹہنی پر ثمر ہے

بلی شاخی کہ دارد میوہ بسیار
نہد سرانشیب ازباراثمار
اک ایسی شاخ جس میں میوہ اکثر
جھکاتی بوجھ سے نیچے ہے وہ سر

گل گلزار انسانی غریب است
مل بازار سبحانی عجیب است
ہے کیا نادر گل گلزار انساں
عجوبہ ہے مل بازار سجاں

زہی باغی کہ ازوی شاخ انسان
دہد مر باغبان راباغ عرفان
عجب ہے باغ جس سے شاخ انساں
ہے دیتا باغباں کو باغ عرفاں

بسی دروی گلی اسماء کلی
شگوفہ ازنسیم فیض ازلی
گلِ اسماء کلی خوب اس میں
نسیم فیض ازلی سے کھلی ہیں

درخت باغ رااین طرفہ باراست
کہ در بارش درختان وثماراست
درخت باغ کا طرفہ ہے یہ بار
کہ جس سے پھل میں ہیں اشجار واثمار

ہزاران بلبل اندر باغ عالم
بہ اسماء می کند باہم ترنم
ہزاروں بلبل اندر باغ عالم
ہیں نغمہ سنج سب اسماء سے باہم

عجب این قطرہ از دریائ وحدت
کہ در قطرہ بود صحرائ کثرت
عجب ہے بحر وحدت کا یہ قطرہ
کہ اس قطرہ میں ہے کثرت کا صحرا

ازیں قطرہ چو گردد بحر موّاج
دری آید کہ باشد درۃ التاج
اسی قطرہ سے جب ہو بحر مواج
ملے موتی کہ جو ہے درۃ التاج

اگر خواہی کہ در دریائ عرفان
زنی غوطہ چو غواصان وجدان
اگر غوطہ زنی ہو بحر عرفاں
ہے مقصد مثل غواصان عرفاں

طلب از گوہر اشرف کہ ثمینست
کہ بحر وحدت اوراتا بسینت
اشرف سے کر تو چشم بینا
ہے بحر و حدت ان کے تابسینہ

نہنگ بحر عرفان نام دارد
دروبحر نہنگ آشام دارد
نہنگ بحر عرفاں نام ان کا
وہیں بحر نہنگ آشام ان کا

حقیقت انسانی مذکور ہر ایک مراتب مسطور میں کہ تنزل فرمایا ہے تو ضرور اس کے لئے ایک تعین وتقید رونما ہوا اور اس تعین وتقید کے سبب سے دولت قرب شہود سے دور اور حضور کی لذتوں سے مہجور پڑا رہا۔ خصوصًا خلقتِ انسانی وصور جسمانی میں کہ یہاں ایک خاص تعین پیدا ہوا اور قابل گریز تقید ظاہر ہوا جس کے سبب سے بعض افراد انسانی نے دعوئ انانیت سے سرکشی کی اور اپنے کو مستقل الوجود دیکھا۔ عجب دوری ومہجوری ہے۔ اللہ کی پناہ ہے اس سے بیابان محرومی وصحرائ مہجوری میں شہسوار

حقیقت انسانی شکار کرتا تھا اور آرزو کے ہرہرن اور شکار رنگ وبو کے پیچھے رہوار کو فکریں تھیں ناگاہ سعادت ازلی ودولت لم یزلی کا شیرو ببر غیبی کچھار اور لاریبی بیشہ سے رونما ہوا اور ہوائی ہرنوں اور خودنمائی کے شکار اس سے گوشۂ عدم میں آ گئے اور اس کا میلان شکار گاہ احدیت وفنا فی الصمدؔ کی طرف ہو۔اس وقت اس نے سرِارادت کو بارگاہ میں رکھا کہ اس کو گوشۂ خطرناک وبیابان پر خطر میں گذارنا ہو سکے مظہر موسیٰ ہوکر طور راہ پر قدم رکھے اور دامن کسی خضر صفت کا کہ جس کی شان میں

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ	تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک
اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا	بندے (خضر) کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس
وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ [۱]	سے رحمت دی اوراسے اپنا علم لدنی سکھایا

نازل ہوا ہے پکڑ لے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں پیرومقتدا ہونے کی قابلیت واستعداد کے شرائط اس آیت سے استنباط کئے گئے ہیں تو پیر کو چاہیئے کہ ان پانچوں اوصاف سے موصوف اور معرفت عارفانہ سے معروف ہو جیسا کہ مرصاد فرماتے ہیں پہلے عبدیت خاص سے مخصوص ہونا کہ مِنْ عِبَادِنَا ہے۔دوسرے حقائق ایتاء وعطاء کا قبول استحقاق کرنا بارگاہ سے بلاواسطہ کے کہ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً ہے۔تیسرے رحمت خاص کے پانے کی خصوصیت ہونی مقام عندیت سے کہ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ہے۔چوتھے علوم کے سیکھنے کا شرف حضرت حق سے ہونا کہ عَلَّمْنٰهُ ہے پانچویں بلاواسطہ علوم لدینہ کی دولت پانا کہ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ہے۔قریب قریب مثنوی مولوی کے اشعار پڑھے ۔

مثنوی

پیر تابستان و خلقان تیرماه	پیر گرمی خلق ہے گرمی کا ماہ
خلق مانند شبند و پیر ماه	خلق گویا رات ہے اور پیر ماہ
کردہ ام بخت جوان را نام پیر	کردیا بخت جواں کا نام پیر
کو زحق پیر ست نی زا مام پیر	ہے جو پیر حق نہیں ہے سن میں پیر
او چنان پیر است کش آغاز نیست	ابتدا جس کی نہیں ایسا ہے پیر
یا چنان در یتیم انباز نیست	ایسا گوہر ہے نہیں جس کا نظیر
خود قوی تر میشود خمر کہن	خود قوی تر ہوتا ہے خمر کہن
خاصہ آن خمری کہ باشد من لدن	لیکن اچھی ہے شراب من لدن

[۱] پ ۱۵ الکہف ۶۵

پیر را مگزین کہ بی پیر این سفر | پیر کو لے کیونکہ بے اس کے سفر
ہست بس پُر آفت وخوف وخطر | ہے بہت پُر آفت وخوف وخطر
گر نباشد سایۂ پیر ای فضول | پیر کا سایہ نہو گر اے فضول
پس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول | تجھ کو پھر سرگشتہ رکھے بانگِ غول
غولت ازرہ افگند اندر گزند | ڈالے تجھ پر غول آفت راہ سے
از تو دانا تر درین رہ بسپرند | تجھ سے دانا تر اسی رستہ چلے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے جب ایسا پیر ہاتھ لگے تو اس کا دامن مضبوط پکڑے اور پیر کو چاہیئے کہ پہلے مرید کو علوم شرعیہ کی جس کی ضرورت اصلی ہے سکھائے اور بعض عقائد صوفیہ سے بطور اجمال کے آگاہ کردے اس کے بعد کسی شغل میں جو اس کی حالت کے مناسب ہو مشغول فرمائے لیکن سب اشغال سے مرید مبتدی کے لئے ذکر جہر زیادہ مفید ہے۔ مرید ان اذکار و افکار اور رات دن سیر بدرجہ کمال میں پہلے مرتبہ حیوانیہ پر پہنچتا ہے اور جو کچھ تمام حیوانات پر ظاہر ہوتا ہے اس پر ظاہر ہوتا ہے۔

شعر

درین منزل بو داز لطف سبحان | ہے اس منزل میں ہوتا فضل سبحاں
بکشف دیدہ اش مکشوف حیوان | اسے کھلجاتا ہے مکشوف حیواں

جب اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے تو مرتبہ نباتیہ میں پہنچتا ہے نباتات کی خاصیتیں معلوم کرتا ہے اور اشیاء کی تسبیح کو سمجھتا ہے۔

قطعہ

درینجا شد ضمیر پاک سالک | ہوا اس جا ضمیر پاک سالک
بملک بر نبات مرز مالک | شہ ملک نبات از حکم مالک
شدہ در ہر زمان اسرار تسبیح | رمانہ میں ہوئے اسرار تسبیح
بہ پیش فکر سالک راہ تشریح | برائے فکر سالک راہ تشریح

جب اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے اور خیمہ بیان ترقی وعروج میں قائم کرتا ہے تو شہر جماد میں پہنچتا ہے اس کے عجیب اسرار اور نادر حکمتوں پر آگاہ ہوتا ہے اس کے کانوں کے دفینے اور خزانوں کے جواہر گویا آنکھوں کے دیکھے ہوجاتے ہیں۔

مثنوی

درینجا از جواہر کان اسرار | یہاں پر گوہروں کے کان اسرار
بہ پیش جوہری آرند خروار | حضور جوہری کرتے ہیں انبار

ولی این جوہر کان معانی　　مگر یہ جوہر کان حقائق
بکار جوہری ناید تو دانی　　نہیں ہے جوہری کے کچھ بھی لائق

جب اس منزل سے اوپر ٹہلتا ہے تو خیمہ مرغزار خاک میں نصب کرتا ہے یہاں ایک دفتر دیکھتا ہے اور دیوان پاتا ہے عجائب و غرائب سے بھرا ہوا جس میں کلمات اسرار والفاظ آثار بے حد و بے شمار ہیں۔

مثنوی

بآخر خاک چون بریشت شب رنگ　　ہے آیا خاک میں جس دم کہ رہوار
عجائب خود بدہ شہری خوردہ اورنگ　　تو دیکھا شہر شاہی کا سزاوار
چہ نادر مسکن انواع اصناف　　ہے کیسا مسکنِ انواع اصناف
کہ نبود ہمچو او در ہیچ اطراف　　نہ اس کی مثل ہے قطعاً بہ اطراف
چو سیمرغ درون قاف مظہر　　ہے کوہِ قاف میں سیمرغ جیسا
رسیدہ صیت او در ہفت کشور　　ہے ہفت اقلیم میں آوازہ اس کا

جب اس مرتبہ سے عبور کرتا ہے تو سلوک کی کشتی کو دریائے آب میں ڈالتا ہے اور قلزم

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط [1]　　اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندگی دی۔

میں تیراک ہو جاتا ہے اور کشتی

بَسَطْتُ الْاَرْضَ عَلَى الْمَآءِ　　اور پانی پر زمین کو بچھا دیا۔

ساحل مقصود کو مل جاتی ہے۔

مثنوی

چو کشتی را در آب افگند ملّاح　　جو کشتی ڈالدے پانی میں ملّاح
بدر یائی عیان شدغرق ارواح　　تو بحر کشف میں ہوں غرق ارواح
چہ دریائی کہ اور انیست پایاب　　عجب دریا نہیں ہے جس کا پایاب
بہر سو آشنارا کرد غرقاب　　ہوا تیراک ہرسمت اس میں غرقاب

جب سالک کا سامان دریائے آب سے ساحل ہوا کو پہنچتا ہے تو ایک ایسی دنیا میں گذر واقع ہوتا ہے کہ باد ہوائی و نسیم خوشنوائی کے سوا کوئی لطافت و دبستگی اس گلزار و سمن زار سے باہر نہیں آتی۔

---

[1] پ ۱۷ انبیاء ۳۰

مثنوی

چو در بحر ہوا افگند زورق — جو بحر باد میں کشتی کو ڈالا
جہا نرا یافت جملہ ظل بیرق — تو پایا خلق کو جھنڈے کا سایہ
بصحرائی ہوازاینجا گذر کرد — بیابانِ ہوا میں واں سے گزرا
بصور تہائی غیبی در نظر کرد — امورِغیب کو آنکھوں سے دیکھا

اسی طرح مرتبہ بمرتبہ نزول کے برعکس عروج کرتا ہے جتنا سالک کی کثافت اور تقید کم ہوگا لطافت ظاہراور وسعت زیادہ ہوگی اور مراتب عالیہ سے نسبت زیادہ کامل ہوگی اورعلم وادراک بہت وسیع ہوگا یہاں تک کہ اپنے عین ثابت تک پہنچ جائے اور وہ اسم کہ اس کا عین ثابت جس کا مظہر ہے بصورتِ استعداد کلی ہیولانی الوصف کے اس پر جلوہ فرما ہوجائے۔معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت عین ثابت میں سالک ان تین مراتب میں ایک سے خالی نہ ہو۔

مرتبہ اوّل:۔ یہ کہ اس کا عین ثابت تمام اعیان ثابتہ وصور علمیہ کو جامع وشامل ہومثلاً عین ثابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض کامل وفرمانبرداروں اور کامل سالکوں کے اعیان ثابتہ کو جنہوں نے قدم بقدم سلوک کیا ہے پس اپنے عین ثابت پر ہی آگاہ ہوجانا یقیناً آگاہ کردے تمام اعیان ثابتہ اور اس کے احکام وآثار پر ازل سے ابد تک۔گوشہ نشین گنجہ نے اس مقام کا مکرر نشان دیا ہے۔ **شعر**

دران دائرہ گردش راہ او — یہاں پر تو وہ گردش راہ ہے
نمود از سرِ او قدمگاہ او — نمودار سرسے قدمگاہ ہے

پیروان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جنہوں نے اپنے مرکب سلوک کو قدم مبارک کے نشان پر چلایاہے صاحب فصوص ہیں کہ وہ اپنے مقام جمعیت سے خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا میری بصارت وبصیرت و خیال کی آنکھ کو تو میں نے چشم بصارت سے وہ دیکھا جو محسوس نہیں ہوتا مگر اسی سے اور میں نے چشم بصیرت سے وہ دیکھا جو مدرک نہیں ہوتا مگر اسی سے اور میں نے چشم خیال سے وہ دیکھا جونہیں دیکھا جاسکتا مگر اسی سے تو ہوگیا معاملہ میرے لئے دیکھا بھالا ہوا اور حکم جو خیالی وہمی تھا تقلید کی وجہ سے موجود یقینی ہوگیا تو میں نے جان لیا مرتبہ اس کا جس نے پیروی کی حضور کی اور حضور رسول مبعوث سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں نے مشاہدہ کیا تمام انبیاء کا آدم علیہ السلام سے لیکر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور مشاہدہ کرادیا اللہ تعالیٰ نے مجھکو انبیا کے تمام ماننے والوں کا یہاں تک کہ نہیں باقی رہا ان میں سے کوئی جو ہو چکا اور جو ہوگا قیامت تک ان کے خواص وعوام سے اور میں نے تمام گروہ کے مرتبوں کو دیکھا تو جان لیا ان کے اقرار کو اور آگاہ ہوگیا سب چیزوں سے جس پر وہ بالا جمال ایمان لائے اس چیز سے جو عالم علوی میں ہے اور میں نے ان

سب کو دیکھا بھالا۔

مرتبہ دوئم:۔ یہ کہ سالک کا عین ثابت بعض اعیان ثابتہ کا جامع ہوتو اس کی آگاہی اس مقام میں بعض افرادعالم کے لئے ہوان کے احکام و آثار کچھ بیان کرے۔ جیسا کہ فتوحات میں دوسرے سے نقل فرماتے ہوئے منقول ہے کہ جب میں بلاد اندلس سے بحر روم کو پہنچا تو اپنے دل میں قصدکیا کہ دریا میں اس وقت تک سوار نہ ہوں گا جب تک اپنے احوال ظاہرہ وباطنہ وجودیہ کی تفصیلات کو نہ دیکھ لوں جو کچھ مقدر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پراور میرے بھائیوں پر اپنی آخرعمر تک تو متوجہ ہوا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف پورے حضوروشہود اور کامل مراقبہ کے ساتھ تو دکھادیا اللہ تعالیٰ نے میرے اور میرے ساتھیوں کے تمام احوال کو جو میری آخرعمر تک جاری ہوں گے ظاہر وباطن میں یہاں تک کہ تمہارے والد اسحٰق بن محمد اور تمھاری صحبت کو اور تمھارے احوال وعلوم وذوق ومقامات ومکاشفات اور تمھاری تمام خصوصیات کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ پھر میں دریا میں سوار ہواعلم و یقین کی حالت میں اور وہی ہوا جو معلوم ہوا تھااور وہی ہوگا بغیر کمی بیشی کے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم شیخ عبدالرزاق کاشی اپنے پیر سے نقل کرتے تھے کہ میرے پیر کی ایک خاص نگاہ تھی کہ جب چاہتے کہ کسی کے حال پر آگاہ ہوجائیں تو اس پر ایک نظر کرتے اور اس کو اس کے دنیا وآخرت کے احوال کی خبر دے دیتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریبًا ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت سید علی ہمدانی مدینۃ الاولیاء میں بزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے اس فقیر کی طرف اشارہ کیا کہ ان لوگوں کے حالات موجودہ وواقعات آئندہ کماحقہ معرض بیان میں لائے حضرت میر کے قلب مبارک کی توجہ کوفقیر کے دل میں حق تعالیٰ نے القا فرمایا اوران حضرات کے حالات کوظاہر کردیا جیسا کہ تمام جزوی وکلی واقعہ میں نے حضرت میر سے عرض کردیا چندروزگذرنے پر جوعرض کیا گیا تھاوہی دیکھا گیا۔

مرتبہ سوم:۔ یہ ہے کہ اس کا عین ثابتہ کسی کے اعیان ثابتہ کا جامع نہ ہوصرف اپنے ہی عین ثابتہ کا جامع ہو جیسا کہ شیخ نجم الدین صغیر نے اپنے مکشوفات حضرت قدوۃ الکبراسے بیان کرتے ہوئے کہا کہ چلہ کے آخر میں ماہ رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ کو اولین وآخرین کے حالات مجھ پر منکشف کردیئے گئے بلکہ ازل و ابد کے معاملات کو مجھ پر ظاہر کردیا گیا اور اب جب کہ میں ساٹھ سال کا ہوں مجھے یقین ہوگیا ہے کہ میری اولادمقام میثاق ازلی میں بابا آدم کےتلوے میں تھی۔

شعر

چو عکس او بجام خام افتاد — پڑا جب عکس اس کا جام می میں
نظر آغاز برانجام افتاد — پڑیں اول سے آخر تک نگاہیں

شیخ نجم الدین کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ سالکوں اور درویشوں کے چاروں مراتب براہ کرم بیان فرمادیں فرمایا جب تک کہ طالب از سرتا پا طلب یعنی علم یقین سے آراستہ نہ ہوا یک دن پریشانی وخلل سے جھوٹا اور بے کار ہو جائے گا اور وہ سالک جو حق کا فیض کامل عین اللہ سے دل میں نہیں رکھتا نفس کی ذات سے ایک کتا ہو جائے گا۔

قطعہ

الف سالک است بیعت صدق	سچی بیعت الف ہے سالک کی
زو شدہ سالک راہ حق زیبا	راہ حق چلنا اس کو ہے زیبا
از رہِ لطف جوھر طالب	ہے لطافت سے جوھر طالب
ظل آبست ممترخ زصفا	سایہ پانی کا باجلاء و صفا

جب سالک عنایت الٰہی ومدد غیر متناہی سے اپنے عین ثابت تک پہنچ جائے تو اس مقام میں سلوک ختم ہوجاتا ہے اور سیر جذبہ جلیہ سے بدل جاتی ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک اس راہ میں رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس سلوک والے کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ جب اس مرتبہ سے نزول فرماتا ہے اور اپنے مقام اصلی کی طرف لوٹتا ہے تو طالبوں کی تربیت کرسکتا ہے۔

بیت

ہرآن سالک کہ کرد انزال واعراج	بلند وپست کی پائی جو معراج
بفرق طالبانست درۃ التاج	مریدوں کے ہے سر پر درۃ التاج

اور اگر عنایت ازلی وہدایت لم یزلی سے ناگاہ بلا واسطہ سلوک کے شرف جذبہ سے درگاہ عرفان معروف میں مشرف ہوا اور اسی جذبہ کی حالت میں اگر کسی بزرگ کی بارگاہ میں پہنچ جائے جس کا دونوں سلوک میں کام مقصد تک انجام پاچکا ہو اور وہ اس کو سلوک سلسلۂ تربیت میں کر کے حضرت جذبہ میں لوٹا لائے تو اس کو مجذوب سالک کہتے ہیں تو ایسا شخص بھی اقتداء کے لئے مناسب ہے سوا ان دونوں صاحب دولت کے راہ یقین کے سالکوں اور برسوں کے راستہ کے چلنے والوں کی تربیت کے لئے کوئی مناسب نہیں ہے اور یہ ایک تاج ہے عظیم الجواہر جس کے سر پر رکھدیں اور لباس ہے بڑے مرتبہ کا جس کے بدن پر پہنادیں۔

رباعی

در انحضرت کہ بار عام باشد	جب اس سرکار کا دربار ہے عام
بدید ارش ہمہ را کام باشد	تو اس کی دید سے ہراک ہے خوش کام
ندانم تا کرا لطفش بخواند	خبر کیا لطف اس کا کس سے بولے
کہ در خاصان کلام از عام باشد	کہ خاصوں میں ہے ہوتی گفتگو عام

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر سالک جذبہ کی بارگاہ تک نہ پہنچ سکے اور راستہ ہی میں ٹھہر جائے تو اس کو صرف سالک کہیں گے! سرحد جذبہ پر ٹھہر جائے اور راہوار سلوک کو صحرائے ہدایت میں نہ دوڑائے (منزل سلوک کو طے نہ کرے) تو اس کو فقط مجذوب کہیں گے۔ ان دو بزرگواروں میں سے کسی سے سالکوں کی تربیت شاذ ونادر ہی ہوئی ہے۔لیکن ان کا نفس (فرمودہ) بہت جلد کارگر ہوتا ہے ان حضرات کی روش ان کی سیرت اور ان کے طور طریقے اور کھانے پینے کے معاملات بالکل خلاف قیاس ہوتے ہیں۔کبھی ایسا ہوتا ہے کتنا ہی کھالیں پیٹ نہیں بھرتا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بالکل کھاتے ہی نہیں۔قریب قریب فرمایا کہ

شیخ ابراہیم مجذوب کا حال

حضرت شیخ نجیب الدین بزغش نے فرمایا کہ مجھے شیخ ابراہیم مجذوب کی ہم نشینی کی بہت آرزو تھی میں نے ایک دن موسم سرما میں انہیں بازار میں دیکھا۔انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ یہ وقت ہے کہ ہم تم ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آج کی رات بازار کی مسجد میں گزاریں گے۔چنانچہ میں ان کے ساتھ مسجد میں چلا گیا۔میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کے لیے کھانا لے آؤں۔انہوں نے کہا کہ نہیں میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔کچھ دیر کے بعد بارش ہونے لگی۔بجلی چمک رہی تھی۔پرنالے بہنے لگے۔ جب ہم نے عشا کی نماز پڑھ لی۔اور تمام لوگ مسجد سے نماز پڑھنے کے بعد چلے گئے صرف ہم دونوں وہاں رہ گئے تو شیخ ابراہیم مجذوب نے مجھ سے کہا کہ مجھے تو بھوک لگ رہی ہے کھانے کے لیے کچھ لاؤ۔ رات بہت اندھیری تھی ۔بارش ہو رہی تھی۔ بجلی خوب چمک رہی تھی میرے پاس کچھ اشرفیاں تھیں وہ میں نے ان کو دے دیں اور کہا کہ اس وقت تو آپ معاف کیجئے کہ ایسی بارش اور اندھیری رات میں کھانا کیسے لایا جائے گا۔ان شاء اللہ کل صبح اس رقم سے کھانا خرید لیں گے۔انہوں نے اشرفیاں لے لیں اور کچھ دیر صبر کیا لیکن پھر کہنے لگے کہ مجھے بھوک لگی ہے اٹھو اور میرے لیے کھانے کو کچھ لاؤ میرا مکان اس مسجد سے بہت فاصلہ پر تھا لیکن اس مسجد کے پاس ہی میرے ایک عزیز رہتے تھے جو بہت مالدار تھے، میں مجبوراً مسجد سے نکل کر ان کے گھر پر گیا چونکہ میں نے سن رکھا تھا کہ شیخ ابراہیم مجذوب بہت زیادہ کھاتے ہیں لہٰذہ میں نے اپنے عزیز سے کہا کہ میرے یہاں کچھ مہمان آگئے ہیں میں نے کچھ لوگ اس لحاظ سے کہا کہ ایک بھی حقیقت میں جمع ہے اور اس میں بہت سے لطیفے مثل نفس،قلب وروح موجود ہیں۔انہوں نے مجھ سے کہا کہ بہت دیر ہوئی پکا ہوا کھانا تو ختم ہو چکا ہے۔انہوں نے نوکروں کو حکم دیا اور ہر ایک نے سینی میں ناپختہ اناج رکھ لیا۔کسی کی طباق میں چاول تھے۔کسی کے سر پر باقلا(سبزی)سے بھری ہوئی سینی تھی۔بعض میں چنا اور گندم تھا ایک عدد دنبہ تھا اور ایک عدد پتیلی تھی یہ سب میرے ہمراہ مسجد میں لائے اور کہا اب آپ خود کھانا پکالیں۔میں نے یہ تمام سامان اٹھا کر شیخ ابراہیم کے سامنے رکھ دیا۔میرے خیال میں یہ سب سامان پچاس (عجمی)من ہوگا اور میں نے شیخ سے کہا کہ میں ابھی کھانا تیار کرتا ہوں۔انہوں نے کہا کہ رہنے دو میں ایسا ہی کھالوں گا۔چنانچہ انہوں نے وہ تمام اجناس ناپختہ

ہی کھالیں اور کچھ دیر سکون سے بیٹھے رہے کچھ دیر کے بعد ایک فقیر (دریوزہ گر) مسجد کے قریب سے گزرا انہوں نے اس کی جھولی چھین لی۔اس جھولی میں تقریباً دس من (عجمی) روٹی کے ٹکڑے اور کھانے کی چیزیں موجود تھیں وہ جھولی فقیر سے چھین کر مسجد میں لے آئے اور یہ تمام کھانا بھی کھالیا۔

جب آدھی رات گزر گئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اب سوجاؤ۔تم نے میری وجہ سے بہت زحمت اٹھائی ہے۔لیکن اگر تم نے حرکت کی یا تم جاگتے رہے تو میں تم کو مار ڈالوں گا۔ میں مسجد کے ایک گوشہ میں چلا گیا اور سونے کی کوشش کی۔میری یہ ہمت نہیں تھی کہ میں ذرا سی بھی جنبش کروں یہاں تک کہ اگر جسم کے کسی حصہ میں کھجلی بھی ہوتی تو کھجانے کی مجال نہیں تھی۔اسی مسجد میں ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔وہ ہر گھنٹے کے بعد اٹھتے اور اس پتھر کو اٹھاتے اور میرے سرہانے آکر کہتے کہ جی چاہتا ہے کہ اس پتھر سے اس کو کچل کر ہلاک کردوں۔پھر آپ ہی آپ کہتے کہ نہیں!اس کا مارڈالنا مناسب نہیں ہے کہ اس کا باپ بوڑھا شخص ہے۔کل قیامت کو زاری کرے گا اس پتھر کو پھر اپنے مقام پر رکھ دیتے۔چند بار ایسا ہی کیا۔مجھ کو ڈر سے نیند نہیں آتی تھی لیکن اپنے کو ایسا دکھاتا تھا کہ میں نیند میں ہوں۔پھر انہوں نے مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم سونہیں رہے ہو۔خیر میں نے تم کو بہت زحمت دی ہے اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور معاف کرتا ہوں اور اب میں مسجد کی چھت پر جارہا ہوں تا کہ تم مجھ سے بے خوف ہوجاؤ ۔اور آرام سے سو جاؤ ۔ یہ کہہ کر وہ چھت پر چلے گئے۔مسجد کے ناودان کے مقابل ایک کمرہ تھا امام مسجد نے وہاں بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔ابراہیم مجذوب اس کمرہ کے اندر چلے گئے خوف کے باعث میں اوپر گیا اور اس کمرے کا دروازہ باہر سے بند کردیا تا کہ میں آرام سے سو جاؤں۔ابھی میں جاگ ہی رہا تھا کہ اندر سے روٹی کھانے کی آواز مجھے سنائی دی مجھے سخت تعجب تھا کہ اس کمرہ میں سوائے کتابوں کے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی پھر وہ کیا کھارہے ہیں۔جب صبح کو وہاں سے چلے گئے تو میں اس کمرہ کے اندر گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تمام کتابوں کی جلدیں کھا گئے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کے بغیر منزل نہیں مل سکتی حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلوک میں اگر بارگاہ نبوی وسرکار مصطفویؐ کی فرمانبرداری واطاعت کے راستہ سے کچھ بھی انحراف ہوتو اپنے منزل مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں ہے جیسا کہ بعض اگلوں نے اپنے مرکب سلوک کو بلاواسطہ برزخ البرازخ کے چلایا ہے درگاہ نورالانوار تک نہیں پہنچے ہیں اور ان کو اس بارگاہ سے ڈانٹ کر ہٹا دیا ہے۔تقریباً شیخ علاؤالدولہ سمنانی سے نقل کیا کہ شیخ مجدالدین بغدادی نے فرمایا ہے کہ واقعہ میں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سوال کیا کہ آپ بوعلی سینا کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ایک شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہا بغیر میرے وسیلہ کے تو میں نے اسکو روک دیا

اپنے ہاتھ سے اس طرح تو گر گیا جہنم میں اور اسی طرح شیخ شہاب الدین مقتول جواُن کے پیروی کرنے والوں سے ہیں لیکن حضرت شیخ فخر الدین رازی عتاب کئے گئے ہیں بسبب اپنے کمال حیرت ناگوار کے تیس برس کے بعد ایک اپنے تحقیق کردہ مسئلہ سے رجوع کیا ہے اس واقعہ سے بے حد رنجیدہ ہوئے روتے تھے کہ اگر میری تمام تحقیقات اسی طرح پر نکلیں تو کیا کروں گا؟ ؎

شعر

یقینی را کہ دانستم گمان شد — گمان ثابت ہوا جس پر تھا ایقاں
چہ سودائی کہ سود من زیان شد — یہ کیا سودا کہ خود ہے نفع نقصاں

اُن کے ایک شاگرد نے اس واقعہ کو حضرت شیخ محی الدین عربی سے زبان عجم میں بیان کیا، آپ نے امام کو لکھا کہ اگر چاہتے ہو کہ تم کو اپنے معلومات سے رجوع نہ کرنا پڑے اور چیزیں ٹھیک طور پر معلوم ہو جائیں تو چاہیئے کہ تصفیہ وجہ خاص کو اپنی حالت کا ملازم خاص بنالو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ میں بعض کو کھانے پینے کی بالکل حاجت نہیں ہوتی اگرچہ بہت دن اور بے شمار سال گذر جائیں چنانچہ شیخ اردبیلی جس وقت کہ وہ نزع میں ہوئے تو تو روٹی تر کر کے اُن کے حلق میں لوگوں نے ٹپکایا اور تھوڑا سا شوربا بھی ان کے حلق میں ٹپکانے لگے انہوں نے روکا اور کہا تیس برس سے روزہ میں رکھتا رہا اب روزہ ہی کی حالت میں جاتا ہوں۔

حکایت بروایت جعفر خلدی

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بعض اہل جذب عقلا اور صاحبِ معرفت ظرفاء سے عجیب وغریب حالات اور تعجب خیز واقعات کا صدور ہوا ہے۔ بظاہر اگرچہ ان کے اقوال خلاف ادب معلوم ہوتے ہیں لیکن بارگاہ الٰہی میں وہ آب زلال سے بھی زیادہ خوشگوار ہیں اس لیے کہ ان حضرات میں سے اکثر معشوق صفت گزرے ہیں اور یہ حضرات ہمیشہ سے محرمان اسرار رہتے چلے آئے ہیں اور دائمی طور پر حریم راز کے ہمنشیں رہے ہیں۔آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیخ جعفر خلدی فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں تھا۔وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا تمام چہرہ اپنی عبا میں چھپائے ہوئے تھا یکا یک وہ اٹھا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگا کہ تو کس کو زیادہ پسند کرتا ہے یہ کہ دہی کا شربت اور فالودہ دو یا یہ کہ تیرے گھر کی ان قندیلوں کو توڑ ڈالوں۔ پھر اپنی جگہ پر لوٹ کر سو رہا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شیخ کوئی گنوار ہے یا کوئی ولی اللہ ہے۔ میں یہی سوچ رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا اس کے پاس ایک بڑی سی زنبیل تھی یہاں تک کہ اس شخص کو اس نے دیکھ لیا اور اس کے پاس پہنچا اور اس کے سرہانے پہنچ کر کہا کہ میں تمھارے لئے کچھ چیز لایا ہوں، یہ کہکر اس نے زنبیل سے چھاچھ کا سالن اور فالودہ نکالا۔وہ شخص اٹھ کر بیٹھ گیا اور یہ دونوں چیزیں کھالیں اور

کچھ باقی چھوڑ دیا۔ اور کہا لے یہ اپنے بچوں کے لیے لے جا۔ وہ شخص بچا ہوا سامان لے کر واپس ہوا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوگیا۔ اس کے پاس پہنچ کر میں نے کہا کہ اے شخص تم کو خدا کی قسم سچ کہنا کہ تم اس شخص کو پہچانتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں نے اس سے پہلے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے بچے کئی روز سے مجھ سے چھاچھ کا سالن اور فالودہ کی فرمائش کررہے تھے۔ میں ایک غریب شخص ہوں۔ محنت مزدوری کرکے پیٹ پالتا ہوں۔ میں نے بچوں سے کہہ دیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کچھ زیادہ مزدوری دلوادے گا تو میں تمہاری خواہش پوری کردوں گا۔ آج میں نے ایک دینار کمایا تھا۔ حسب وعدہ میں نے چھاچھ کا سالن اور فالودہ پکانے کا سامان خریدا باورچی خانہ میں جاکر ان چیزوں کو تیار کرنے لگا کہ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی تو ہاتف غیبی نے مجھ سے کہا کہ اٹھ اور جو کچھ پکایا ہے مسجد اقصٰی میں لے جا اور اس شخص کو کھلا دے جس نے اپنے منہ کو عبا میں چھپا رکھا ہے۔ وہ ہمارا ایک شوخ مہمان ہے۔ یہ ہم نے تمھارے ہاتھ سے اسی کے لیے تیار کرایا ہے جو کچھ اس کے سامنے سے بچ رہے وہ اپنے بچوں کو کھلا دینا کہ اس میں نیک بختی کا اثر ہوگا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرے بچے وہ کھانا لے کر آئے کہ وہ کھائیں۔ لیکن میں وہ سب لے کر یہاں آگیا جیسا کہ تم نے دیکھا۔

حضرت نورالعین فرماتے تھے کہ روم کے اکابرمیں سے ایک صاحب حضرت قدوۃ الکبرؒا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقت کے بارے میں کچھ باتیں انہوں نے دریافت کیں۔

حضرت نے اس سلسلہ کے تمام نکات ان کے سامنے بیان فرمائے۔ چونکہ سائل کا اس استفسار سے مقصود استفادہ نہیں تھا۔ اس نے حضرت سے الجھنا شروع کردیا۔ حضرت نے ان سے کہا کہ اے عزیز! تم سلوک دانی کا دعویٰ کرتے ہو اور خود کو مرشد کہتے ہو۔ اپنی اس بزرگی کا کچھ باطنی نشان اور علامت پیش کرو۔

جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ روحہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

میں نے اسباب دنیا کو جمع کیا اور ان کو ایک رسی سے باندھا اور اس کو دریائے یاسیت (نا امیدی) ڈال دیا۔ اس وقت میں نے اس فانی دنیا سے آرام و استراحت حاصل کی اور حضرت جبّار جل جلالہ تک پہنچا۔

تو بتاؤ کہ دریائے ایاسیت کیا ہے اور صحرائے ایاسیت کس کا نام ہے اور جب اس دریا کو عبور کیا تو کس کشتی میں بیٹھ کر اس کو عبور کیا اور کس ساحل پر پہنچے یہ سالک کے لیے اوّل منزل ہے یا اسکا آخری درجہ ہے۔ یہ صوفیہ کرام کے رموز وارشادات ہیں کہ جو کوئی اس گروہ سے متعلق ہے وہ ان باتوں کو جانتا ہے۔

رباعی

کسی کین بحر را غواص باشد — اگر اس بحر کا کوئی ہو غواص
بد اند سرِّ غواصان دیگر — تو جانے راز غواصان دیگر

کسی کو نیست از جوہر فرد شان — نہیں ہے جوہری کوئی تو پھر کیا
چہ داند قیمت یا قوت و گوہر — وہ جانے قیمت یا قوت و گوہر

درد منداں خونخوار کی ماہیت اور سالکان جاں سپار کی کیفیت سوائے بہرہ مند کے اور کوئی نہیں جانتا اور سوائے خرد مند (سالک) کے اور کوئی بیان نہیں کر سکتا۔

آنکس داند حال دل غمگینم — میرے دل پرغم کی وہ حالت جانے
کو راہم ازین نمد کلاہی باشد — جسکی کہ بنی ہو اسی نمدہ سے کلاہ

مرد ہے وہ کہ جس نے ترک کا خود اپنے سر پر رکھا ہو اور ہمت کے اسلحہ سے سر سے پاؤں تک آراستہ ہو وہی اس معرکہ میں زخم کھا سکتا ہے اور اس زخم پر مرہم کا پھاہا رکھ سکتا ہے۔

قطعہ

جرعہ ترک نوش باید کرد — آہنی گھونٹ چاہیئے پینا
تا شوی مست فقرتا ابد — تا کہ ہو مست فقر تا ابد
خرقۂ ازصفائے صبر بپوش — صبر کے صاف خرقہ کو پہنو
تا شوی مرد فرد نزداحد — تا بنو ایک مرد نزداحد

جز وکل کو ترک کرنا چاہیئے جس سے مراد جان قربان کرنا ہے اور شمع الٰہی کا پروانہ بننا ہے۔ بیشک جو کچھ آبخورہ میں ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے۔

ع

از کوزہ ہمان برون ترآرد کہ دروست — کوزہ سے نکلتا ہے وہ جو اس میں ہے

نفس کی نظر سے اس فقیر کے قول پر نظر نہیں کرنا چاہیئے بلکہ دیدۂ دل سے دیکھنا چاہیئے کہ اس نہر میں کون سے دریا کا پانی جاری ہے۔

غزل

درون مصر جان خود چہ یوسف نازنین دارم — عجب یوسف ہے مصر جان میرے نازنیں پیدا
کہ صد ہیچو زلیخائے بکویش ہمنشیں دارم — زلیخا سیکڑوں ہیں گرد اس کے ہمنشیں پیدا
بخلوتخانہ سینہ کہ ازاغیار خالی شد — یہ خلوتخانۂ سینہ ہوا غیروں سے جو خالی
چہ شاہد نازک موزون من خلوت نشین دارم — عجب معشوق نازک اس میں ہے خلوت نشیں پیدا
زوصل شاہد بلقیس در عالم سلیمانم — سلیمانِ جہاں ہو وصل سے بلقیس عالم کے
کہ جن وانس وحش وغیر در زیر نگین دارم — کہ جن وانس وحیواں ہیں میرے زیر نگیں پیدا

چودر دل صورت خورشید معنی بشود طالع — ہے ہوتا دل میں طالع صورت خورشید معنی جب
سر گردون بزیر پائے ہمّت برزمین دارم — سر گردون مری ہمت کے نیچے ہے زمین پیدا
نثار وصل تو اشرف مثال دین ودنیارا — تمھارے وصل پر اشرف نچھاور دین و دنیا کو
کند نقد روانرا ہم کہ صد دنیا بدین دارم — کرے اور نقد جاں بھی گو ہوں سو دنیا و دیں پیدا

حضرت درّ یتیم نے ظلمانی حجابوں اور نورانی تجلیوں کے متعلق ادب سے سوال کیا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تجلّیات ومکشوفات کا بیان واظہار مشائخ نے بطور تفصیل کے فرمادیا ہے اور ہر ایک نے سلوک کے مطابق طویل راہ طے کی ہے اب اختصار وکمال اختصار کے طور پر کہا جاتا ہے کہ جب طالب صادق اور سالک واثق اذکار وافکار میں مشغولی کرتا ہے اور ریاضت کی راہ بمشقت طے کرتا ہے تو اس کے لئے اچھی اور بری صورتیں ظاہر ہوتی ہیں تو اس طرف توجہ نہ کرے اور نہ تجلیوں کی طرف نہ چمکوں کی طرف نہ چمکتے انوار کی طرف اور نہ روشن رنگوں کی طرف اور جان لے یقینی طور پر کہ نورِ حقیقی پاک ہے اس سے کہ رنگین اور شکل دار اور کسی جہت میں ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

انّ لِلّٰــــہ تــعـــالــیٰ سبعین الفِ حجابٍ مّن نّورٍ وّظلمۃٍ — بے شک اللہ تعالیٰ کے ستّر ہزار حجاب نور وظلمت کے ہیں۔

ظلمانی حجابات اور نفسانی پردے تو جیسا کہ پانچوں حواس اور طبیعتیں اور عوارض اور برے اخلاق اور ذلیل عادتیں اور خواہش وشہوات اور شیطانی خیالات اور نفسانی وسوسے ہیں اور ظلمتوں کے ان اقسام سے ہر ایک کی شاخیں ہیں کہ جس کی شرح زیادہ طول رکھتی ہے اور ظلمانی حجابوں کا اٹھ جانا سالک پر بہت آسان ہے بہ نسبت نورانی حجابوں کے کیونکہ نفس بالطبع نور کی طرف مائل ہے بہ نسبت ظلمت کے۔ دس دس ہزار رنگ ہر لطیفہ قالب وقلب ونفس کے نیچے پوشیدہ ہیں کہ جن کا مجموعہ ستّر ہزار رنگ ہوتا ہے ان میں سے دس ہزار ظلمانی حجابات لطیفہ قالبیہ میں چھپے ہیں اور ان کا رنگ تاریک ہے۔ جب اشغال واذکار ترقی پکڑتے ہیں تو انوار روشن ہوتے ہیں تو ان تہ بہ تہ تاریکیوں کو بعض کو بعض کے اوپر مشاہدہ کرتا ہے۔ جب سالک کا وجود زیادہ لطیف ہو جاتا ہے تو انوار کی لطافت زیادہ صاف ہوجاتی ہے جیسا کہ سفید پانی کا پھین۔ اور ان میں سے دس ہزار لطیفہ نفسیہ میں پوشیدہ ہیں جن کا رنگ نیلا ہے اور برائیوں کے خطرات اور تاریکیوں کے صفات کا سرچشمہ و منشا اسی میں ہے اور دس ہزار ان میں سے پوشیدہ ہیں لطیفہ قلبیہ میں جن کا رنگ زیادہ لال ہے جیسا کہ آگ کا شعلہ۔

شعر

چو نور شمع رویش بر فروزد　　جو اس کے شمع روکا نور چمکے
نقاب از غیرت از پیشش بسوزد　　نقاب رخ کو آگے سے جلادے

دس ہزار حجابات لطیفہ سرّ یہ میں پوشیدہ ہیں کہ اس کا رنگ سفید ہے جیسے سفید اور صاف شیشہ جس میں آفتاب کا عکس پڑ رہا ہو۔

بیت

شعاع نور اوکز اضطراب است　　اس کی شعاع نور تو ہے اضطراب میں
تو گوئی آفتابی اندر آب است　　جیسے کہ آفتاب ہی اندر ہے آب میں

اوران میں سے دس ہزار لطیفہ روحیہ میں رکھدیا ہے جس کا رنگ زیادہ زرد ہے نہایت صفائی اور لطافت میں۔

شعر

ازان نوری کہ تابانست واحمر　　اسی سے جو ہے نور سرخ و تاباں
نمایاں شد برنگ نوراصفر　　ہوا ہے نوراصفر میں نمایاں

اور دس ہزار مندرج ہیں لطیفہ خفیہ میں کہ جس کا رنگ قلعی کردہ آئینہ کی طرح ہے مثل آنکھ کی سیاہی کے تپلی کے کنارے میں اس جگہ سالک چشمۂ آب حیات سے کچھ سیراب ہو جاتا ہے اور دس ہزار پوشیدہ ہیں لطیفۂ حقیقت میں کہ جس میں لطائف اور انوار قائم ہیں اور اس کا رنگ زیادہ ہرا ہے اور آنکھ کو روشن کرتا ہے اور دل میں فرحت پہنچاتا ہے زندگی کا رنگ اسی سے نکلتا ہے۔

اس کے بعد عقیق کے رنگ میں نمایاں ہوتا ہے۔

بیت

درینجا سالک سرّ دقیق است　　یہاں باریک سر کا ہے وہ رہرو
کہ آخر نور از رنگ عقیق است　　کہ آخر ہے عقیقی رنگ سے ضو

حضرت قدوۃ الکبرا مرصاد سے نقل فرماتے تھے کہ جب آئینۂ دل آہستہ آہستہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کی قلعی سے صیقل پا جائے اور طبیعت کا زنگ اور بشری صفات کی تاریکیاں اس سے مٹ جائیں تو عینی انوار کے قابل اور لاریبی اسرار کے پرتو ہونے کا محل ہو جاتا ہے شروع حالت میں وہ انوار اکثر بطور بجلی اور چمک کے ظاہر ہوتے ہیں اور ہر چمک پر ہزار طرح کی ترقی بڑھتی ہے۔

شعر

یــا ایّھــاالبــروق الّـذی تـلـمـع	اے چمکدار بجلیو بولو
مـن ای اکـنـاف الـجـمیع تطلع	کس طرف سے طلوع کرتی ہو

جیسی صفتوں میں زیادتی ہوتی ہے انوار کو زیادہ قوت ہوتی ہے بجلیوں کے بعد چراغ وشمع ومشعل اور روشن آگ کی طرح مشاہدہ ہوتا ہے۔پھر انوار علوی ظاہر ہوتے ہیں ابتدا چھوٹے تاروں کی صورت سے اور بڑا یہ کہ چاند کی صورت میں مشاہدہ واقع ہوتا ہے اور اس کے بعد آفتاب کی طرح پر اور اس سے بڑے انوارمثال سے پاک نمایاں ہوں گے۔

سالک کوان انوار سے اعراض کرنا چاہیئے حضرت قدوۃالکبرا نے فرمایا کہ سالک کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ ان تمام انوار سے اعراض کرے اوراپنی تمام تر توجہ مراقیٔ عروج (عروج کی سیڑھیوں) پر مبذول رکھے۔مجذوب شیرازی(حافظ شیرازی) نے شاید اسی موقع کے لیے یہ شعر کہا ہے : ؎

شعر

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود	ہوں ان کی ہمت عالی کا زیر چرخ غلام
ز ہر چہ رنگ تعلق پزیرد آزاد است	ہر ایک رنگ تعلق سے جو کہ ہیں آزاد

ان انوار کے منشا اوران انوار کے منابع رنگا رنگ ہیں۔سالک کی روحانیت، شیخ کی ولایت، انوار نبوت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاءواولیاءمشائخ کےارواح پاک اور بارگاہ حضرت عزت اورمختلف ذکروں کےانوار،خصوصاً کلمہ طیبہ کا نوراورقرآن وایمان واحسان واسلام اورمختلف عبادتوں اور طاعتوں کا نور کہ ہرایک کے لئے جداگانہ نور ہےاور ہرعبادت ومنشا سے دوسرانور ہوتا ہےاور ہرطاعت سے دوسراسروراٹھتا ہےاس کےمناسب

؎

ہرعبادت را حضوری دیگر است	ہر عبادت کا جدا گانہ حضور
ہر اطاعت را سروری دیگر است	ہر اطاعت کے لئے دیگر سرور
ہر چراغی کز عبادت برکنی	تم عبادت سے جلاؤ جو چراغ
مطلع انوار و نوری دیگر است	مطلع انوار اور دیگر ہے نور

یعنی ہر ایک کا ذوق اور رنگ دوسرا ہے۔ جب انوار پوری طرح سے ظلمانی حجابات سے باہر نکل آتے ہیں تو پھرخیال کے لئے ان میں تصرف کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔حضرت قدوۃالکبرا نے تقریباً ان الفاظ

میں فرمایا کہ ایک درویش اپنے خلوت خانہ میں مصروف عبادت تھے اور ان کے مرشد نے جس شغل کا حکم دیا تھا اس میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک ایسا نور نمایاں ہوا جس نے تمام دنیا کو ڈھانک لیا اور ہر چیز کو اپنے اندر چھپالیا درویش کو یہ خیال ہوا کہ یہ نور الٰہی ہے اور حضور نامتناہی کی شان تجلی ہے ان کے پیر اس خطرہ سے آگاہ ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ راہ سے بھٹک جائے گا تو صورت مثالی میں تجلّی کی اور فرمایا کہ اے مرید ہرگز دوسرا خیال نہ لا اور سلوک کی راہ اختیار کر اور ان سب کو نہ دیکھ اور چلا چل کہ یہ تو تیرے وضو کا نور ہے ۔

چو بینی ذرّۂ خورشید انوار	جو دیکھو ذرۂ خورشید انوار
درخشد در ہمہ اطراف واقطار	چمکتے اس سے ہیں اطراف واقطار
ولی باید ترا خورشید روئی	مگر اس دم کوئی خورشید رو ہو
کہ آگاہد ترا زین رنگ وبوئی	بتائے تم کو جو اس رنگ وبوکو

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مریدوں کے عقیدہ کی تقویت اور پختگی کے لیے مشائخ کی ارواح نمایاں ہوجاتی ہیں۔جس کے باعث مرید کی عقیدت اور پختہ اور زیادہ ہوجاتی ہے۔اور اکابر (شیوخ) کے مرتبوں کا فرق بھی اس سے ظاہر ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی سے نقل کرتے تھے کہ حضرت بایزید کے کسی مرید سے جو حساب میں تجربہ کار تھا منقول ہے کہ ایک دن کسی نے اس سے پوچھا کہ تم اس خاندان کے کس طرح ارادتمند ہوئے اور اس کا کیا سبب ہے کہ بایزید بسطامی کے سوا تم نے کسی اور سے بیعت نہیں کی اس نے جواب دیا کہ مجھے اور تو کچھ معلوم نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ ایک مرتبہ میں وضو کر رہا تھا۔اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ قبلہ کی دیوار شق ہوگئی اور اس طرف کی فضا نمودار ہوگئی اور آسمان پر ستارہ مشتری نظر آنے لگا۔میں نے حیرت سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے! کسی نے مجھ سے کہا کہ یہ سلطان العارفین بایزید بسطامی کا نور ہے۔ذرا دیر کے بعد ایک دوسرا آسمان نظر آیا۔یہ آسمان تمام تر نورانی ہورہا تھا۔جیسے سورج! میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ شیخ مجدالدین بغدادی کا نور ہے' یہ سن کر اس درویش کو سخت تعجب ہوا۔یہ بات سنانے کے بعد میں نے کہا کہ یہ بات میں نے اس وجہ سے بیان نہیں کی ہے کہ میں ان بزرگوں کے مراتب میں کسی قسم کی تفریق کررہا ہوں یا شیخ مجدالدین بغدادی کو میں سلطان العارفین پر ترجیح دے رہا ہوں۔ایسا نہیں ہے۔بات صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو جس مشرب کے حوالہ کردیا ہے۔جب وہ اس مشرب کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو وہ اسی طریقہ کا متبع بن جاتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ اس کے اثبات قدم کے لئے اس مسلک میں اس کے شیخ کو اعلیٰ مراتب میں اس کو جلوہ فرما دکھادیتا ہے۔

نور مطلق کیسا ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب نور اور رنگ بے حد ہوجاتا ہے تو بے لونی و بے رنگی وبے مقامی وبے شکلی میں آجاتا ہے اور نور مطلق وہ ہے جو ان سب سے پاک

اورالوان وانوار سے منزہ ہے اور جو کچھ ظاہر میں نمایاں ہوتا ہے کبھی ہوتا ہے کہ ذکر کا نور رہو اور کبھی ہوتا ہے کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے غلبوں سے بشری صفات کے پردے پھٹ جاتے ہیں اور ابر کی طرح ایک پرتو روحانیت کا بجلی کی طرح دکھائی پڑتا ہے اور لوامع ذکر کے نور سے ہیں اور وضو کے نور سے بھی ہیں جیسا کہ مذکور ہوا اور اسی وقت یہ شعر فرمایا۔

بیت

چہ نسبت بہ وان رخ بے نظیر — کہاں مہر کہاں وہ رخ بے نظیر
کہ ذرہ کجا و آفتاب منیر — وہ ذرہ ہے یہ آفتاب منیر

لیکن لوائح وہ نور ہے جس کا منشا نماز وقرآن واسلام وایمان ہے اور بروق ولوامع ولوائح کے درمیان فرق یہ ہے کہ بروق بجلی کی طرح تڑپتے ہیں اور جلد منقطع ہوجاتے ہیں اور لوامع ولمعان یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں کچھ دیر رک جاتے ہیں اور لوائح نور آفتاب کی طرح ہے کہ چمک کا عکس آئینہ سے ہر جگہ پڑتا ہے اور کسی قدر ٹھہرتا ہے۔ پھر حجاب میں ہوجاتا ہے تو نماز یا قرآن یا اسلام یا ایمان کا نور آئینہ دل پر عکس ڈالتا ہے اور لوائح میں ذوق بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے لیکن جو کچھ کہ چراغ وشمع ومشعل اور اس کے مثل دیکھتا ہے تو وہ ایک نور ہے حاصل کیا ہوا پیر کی ولایت کے آفتاب سے یا بارگاہ نبوت سے جو سِرَاجًا مُّنِيرًا ہے یا تحصیل علوم سے یا قرآن سے یا ایمان سے اور وہ چراغ وشمع دل ہے اور اگر قندیل وفانوس کی صورت میں ہے تو عرفان کا نور ہے جیسا کہ اس کی مثال بیان فرمائی

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ [1](الآیۃ) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ ہو۔

اگر علوی چیزیں مثلاً تارے اور چاند اور سورج کو دیکھے تو انوار روحانیت سے ہے اور کبھی ان کا معائنہ آسمان میں ہوتا ہے لیکن آسمان ایسا ہوتا ہے جو ہوا کی طرح صاف ظاہر ہوتا ہے اور کبھی نفس ایسا صاف ہوتا ہے کہ وہ آسمان کی طرح دکھائی دیتا ہے اور دل اس مقام میں چاند کی طرح نمایاں ہوتا ہے جب آئینۂ دل بالکل صاف ہوجاتا ہے تو ماہ کامل نمایاں ہوتا ہے اور کدورت کی وجہ سے ناقص دکھائی دیتا ہے اور اگر دو چاند ایک بار نمایاں ہوں تو روح دل کا آفتاب ہے جب آفتاب اور چاند اور تارے دریا اور حوضوں اور کنویں میں دکھائی دیں تو روحانیت کے انوار ہیں روح کی صفائی کی ترقی تاروں کے درجہ سے لیکر آفتاب تک ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے لئے ہوا ایسا ہی سمجھنا چاہیئے اور اس محل میں سچا حاکم دل ہے جو وہ کہے اس کو سنے لیکن وہ دل جو سننے کے لائق ہو۔

رباعی

نہ ہر دل صاحب اسرار باشد — نہیں ہوتا ہر اک دل جائے اسرار
نہ ہر کس صادق الاقرار باشد — نہ ہر اک شخص کا سچا ہے اقرار

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۵

دلی کو دارد از عرفان صقالت — وہ دل صیقل ہوا عرفان سے جس کا
بہ پشیش جام جم بیکار باشد — مقابل اس کے جام جم ہے بے کار

اسی کے حکم میں ہے:

مَـا كَـذَبَ الْـفُـؤَادُ مَـارَاٰی — نہیں جھوٹ بولا دل جو دیکھا۔

اور آیہ کریمہ:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط[1] — اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔

کہ حقیقت میں لکھنے والا تو وہ دل ہے اور دکھانے والا اللہ تعالیٰ ہے جب ھٰـذَا رَبِّیْ (یہ میرا پروردگار ہے) کا بتانے والا حق ہوا اور کام دل اس ذوق کے قابل ہوا اور غیب وشہادت وظاہر وباطن یکساں ہو تو اس مرتبہ میں:

سَنُـرِيْهِـمْ اٰيٰتِنَـا فِـى الْاٰفَـاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ [2] — عنقریب ہم انہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں گے (عالم کے) اطراف میں اور ان کے نفسوں میں۔

کی لذت عطا ہوتی ہے اگر اپنے میں دیکھے تو حق کو دیکھے جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا ما نظرت فی شیءٍ الّاو رأیت اللّٰہ فیہ ۔جب پردے بالکل سامنے سے اٹھ جائیں اور شہود کا مقام بلاواسطہ میسّر ہوتا ہے تو کہتا ہے ما نظرت فی شیءٍ اِلّاو رأیت اللّٰہ فیہِ۔اور اگر شہود کے دریائے ناپیدا کنار میں ڈوب جائے تو شاہد کا وجود جویاں ہو جاتا ہے۔

بیت

چو در دریا فتدیک قطرۂ آب — پڑے دریا میں جب پانی کا قطرہ
بود آن قطرہ ہم در پائے سیراب — تو وہ قطرہ بنے سیراب دریا

اس مرتبہ میں سید الطائفہ کا قول جلوہ گر ہوتا ہے کہ مـا فـی الـوجـود سـوی الـلّـٰـه (اللہ کے سوا کچھ وجود میں نہیں) اس مقام میں تمام مشاہد کا شہود ہوتا ہے ان کے آئینہ میں نیز مشاہد کی نگاہ سے ہوتا ہے چنانچہ صاحب مرصاد کہتے ہیں۔

رباعی

عمریست کہ در راہ تو پایست سرم — عرصہ سے تری راہ میں ہے پاؤں یہ سر
ما خاک در تو بدید کان می سپرم — آنکھیں ہیں مری اور ہے تری خاک در
زان روئے کنون آئینہ روئے توام — اس رو سے کہ میں آئینہ روہوں ترا
از دیدۂ تو بروئے تو می نگرم — ہے تری نگہ سے رخ پہ ترے میری نظر

---

[1] پ۱۸ النور ۳۵ [2] پ ۲۵ حٰمٓ السجدہ ۵۳

اور مقام انوار میں انوار کے رنگ جو دکھائی پڑیں تو وہ دوسرا رنگ رکھتے ہیں اس مقام کے مناسب۔ مقام لوامگی نفس میں (جبکہ نفس لوامہ کی آمیزش اس مقام میں ہو) نور کا رنگ ارزق (نیلا) ہوتا ہے اور یہ کیفیت نور روح کے امتزاج کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یا ظلمت نفس اس نور کے ساتھ امتزاج پاتی ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ ضیائے روح ظلمت نفس نوری سے مل کر ارزق بن جاتا ہے۔

بیت

اگر باروح نور نفس ملحق — جو نور نفس سے ہو روح ملحق
بود رنگی نماید ہمچو ارزق — نمایاں اس سے ہو گا رنگ ارزق

نیلا لباس جو مبتدی صوفی پہنتے ہیں اسی مقام کی علامت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شروع میں مشائخ طالبوں کو تجلیات کے رنگ کے موافق لباس پہناتے تھے تا کہ ہر شخص کی علامت ہو اس مقام وانوار سے ؎

شعر

درین رہ طالبا نرا ہر زمانی — یہاں طالب کا جو وقت وزماں ہے
لباس ہر کسی باشد بیانی — لباس ہر شخص کا اس کو بیاں ہے

جیسے جہاد اصغر میں جنگ کی علامتیں جب نفس کی تاریکیاں کم ہو جاتی ہیں اور نور روح بڑھ جاتا ہے تو نور سرخ نظر آتا ہے اور جب صفائی بہت زیادہ ہوجاتی ہے تو نور سفید ظاہر ہوتا ہے جب نور روح دل کی صفائی سے ملتا ہے تو سبز نور ظاہر ہوتا ہے اور جب بالکل مصفا ہوجاتا ہے تو ایک نور مثل آفتاب کے ظاہر ہوتا ہے اور جب پورا روشن ہوتا ہے تو نگاہ اُس پر قابو نہیں پاتی

قطعہ

بصرز نور تو بر تو ظفر نمی یابد — تری چمک سے نہیں قابو پاتی تجھ پہ بصر
ترا چنانکہ توئی دیدنش نمی یابد — تو جیسا ہے نہیں پاتی ہے ویسا اس کی نظر
زتو چگونہ خبر شد دل مرا کہ زلطف — ہوئی خبر ترے دل کو مری بھلا کیسے
طراز پیرہن از تو خبر نمی یابد — لباس وجسم کو اب تک نہیں ہے تیری خبر

نورحق کا انعکاس

جب نورحق سایہ نور روح پر ڈالتا ہے تو مشاہدہ ذوق شہود سے ملا ہوا ہوتا ہے جب نور حق بلا روحی حجابات اور دل بے پردہ مشاہدہ میں آتا ہے تو بے رنگی وبے کیفیتی وبے حدی و بے مثلی و بے نہایتی و بے ضدی وبے ندمی ظاہر کرتا ہے تمکین وتمکن اس کے لوازم سے نہیں ہے۔ یہاں نہ طلوع رہتا ہے نہ غروب نہ داہنا رہتا ہے نہ بایاں نہ نیچے رہتا ہے نہ اوپر نہ زمان رہتا ہے نہ مکان نہ نزدیکی رہتی ہے نہ دوری ،نہ رات رہتی ہے نہ دن

لیس عند اللّٰہ صباح و مساءٌ
یہاں نہ عرش ہے نہ فرش نہ دنیا ہے نہ آخرت ۔

ابیات

چو تابد آفتابِ ذات دا دار — جو چمکے آفتابِ ذات دادار
نہ ماند از وجود کون آثار — رہیں پھر کون کے باقی نہ آثار
ہمہ سر در عدم گیرند الحق — عدم میں سرنگوں سب ہونگے الحق
زنور آفتاب ذاتِ مطلق — جو چمکے آفتاب ذاتِ مطلق
وگر بیضائ عرش ست ذرّہ گردد — جو بیضا عرش کا ہے ہو گا ذرّہ
وگر دریائ فرش ست قطرہ گردد — جو دریا فرش کا ہے ہوگا قطرہ
بنزد او نبا شد صبح و شامی — نہیں نزدیک اس کے صبح اور شام
چہ روز است اینکہ او را نیست نامی — عجب دن ہے نہیں جس کا کوئی نام
شرف از قطرۂ دریا کشیدہ — شرف قطرہ سے دریا کو ہے پہونچا
شدہ دریا داز قطرہ ندیدہ — ہوا دریا مگر قطرہ نہ دیکھا

قطعہ

نور یبدو اذا ابد متمکن — چمکا ہے نور اور ہوا وہ متمکن
شمس طلعت و من راھا امن — نکلا ہے شمس جو اسے دیکھے وہ ہے ایمن
والقوم ذات اذ من کم قلت — ہے قوم ایک ذات یہی قول ہے مرا
و کم اقوال لیکن مع من — اور کتنے قول ایسے ہیں جن میں کہ ہے مامن

ذکر انوار جلالی

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ انوار جمالی کا بیان بالا جمال مذکور ہوا اب انوارِ جلالی کی شرح سنو، صفات جلالی عالم خداوند سے ہے اس کا فناء الفنا اقتضا کرتی ہے ان حالتوں کی شرح کا بیان قاصر ہے کیونکہ احوال عیان ہیں نہ کہ بیان بلکہ غیب ہے نہ کہ شہادت، پہلے نور ظاہر ہوتا ہے جلا دینے والا کہ خاصیت لَا تُبۡقِیۡ وَلَا تَذَرُ ۝ ع۱[1] (نہ باقی رکھتا ہے نہ چھوڑتا ہے) ظاہر ہوتی ہے درحقیقت سات جہنم اسی نور کے پرتو سے ہے۔ بے چارہ مجذوب شیرازی اسی بیان کی خبر دیتے ہیں ۔

---

[1] پ ۲۹ سورہ مدّثر ۲۸

قطعہ

زباغ وصل تویابد ریاض رضوان آب — ترے وصال کے گلشن سے جنتیں سیراب
زتاب ہجر تو دارد شرار دوزخ تاب — بنی شرار جہنم ترے فراق کی تاب

صفاتِ جمال کے انوار چمکانے والے ہیں نہ کہ جلانے والے اور جلال کے انوار جلانے والے ہیں نہ کہ چمکانے والے اور ہر عقل اور سمجھ ان معانی کا ادراک نہیں کرتی اور کبھی ہوتا ہے کہ صفات جلال کا نور محض تاریک ہوتا ہے اور عقل کس طرح سمجھے تاریک نور کو کیونکہ عقل دوضدوں کے جمع کو محال جانتی ہے اگر اس اشارہ کو سمجھ سکتے ہو جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ کو چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سرخ ہوگئی پھر اور چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سفید ہوگئی پھر اور چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی اور اب سیاہ ہے تو اس سیاہ آگ کے دھوئیں کو عقل کیسے سمجھے اور اس مقام سے کہ وحدت کی حقیقت وحدانیت ہے جب نظر کرو تو ہر جگہ دو جہان میں جو نور وظلمت ہے یہ قہر ولطف کے انوار کے پرتو سے ہے کہ:

اَللّٰـهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط [1] — اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا

اور اسی حقیقت کی بنا پر نور وظلمت کو لفظ جَعَلَ سے ثابت کیا نہ کہ لفظ خَلَقَ سے فرمایا

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ط ۵ — آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا۔

خلقت دوسرے کی بتائی اور جعلیت دوسرے کی ان اشاروں کے ضمن میں بہت سے معنی ہیں جو ہر سمجھ کے لائق نہیں ہیں ۔

شعر

محرم دولت نبود ہر سری — محرم دولت نہو ہر ایک سر
بار مسیحا نکشد ہر خری — بار مسیحا نہ لے ہر ایک خر

لیکن صفات جلال سلوک کے مقام فناء الفنا میں الوہیت کی ہیبت ظاہر کرتی ہیں ایک سیاہ نور بقا دینے والا مارنے والا جلانے والا دیکھا جاتا ہے کہ اس کی ممیت ہونے کی سطوت عظمت سے ظلم اعظم ورسوم فہم کا توڑ ودفعیہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس معنی میں ایک رمز فرماتے ہیں ۔

شعر

دیدیم نہان گیتی و ازاصل جہان — دیکھا کہ ہے پوشیدہ جہان دگیتی
واز علت دعا بر گزشتم آسان — آسانی سے چھوڑ آیا میں سب تاریکی

---

[1] پ۱۸ النور ۳۵ [2] پ ۷ انعام ۱

در نور سفید و سیاہ ماہ ندیدیم	میں نور سفید و سیاہ میں رہتا تھا
زان نیز گزشتیم نہ این ماند نہ آن	اس سے بھی نکل آیا یہی ہے نہ وہی

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم طلب راہ ارنـا الاشیـاء کمـا ھی (دکھا ہم کو چیزیں جیسی ہیں) میں صفات لطف وقہر کے انوار کا ظہور طلب فرماتے ہیں جو صفات ذات ہیں اور جس چیز کا عالم میں کوئی وجود ہے یا صفات لطف کے انوار کے پرتو سے ہے یا وجود حقیقی لایزالی ولم یزلی کے انوار کے پرتو سے ہے جیسا کہ فرمایا:

هُـوَ اْلاَ وَّلُ وَاْلا خِـرُوَ الـظَّا هِرُ وَالْبَاطِنُ ع ۱	وہی اوّل ہے اور وہی آخر اور وہی ظاہر ہےاور وہی باطن۔

دوسری جو چیز ہے اس کے ساتھ ہے یا اس سے ہے یہ ہے صاف بے پوست کی بات ۔

رباعی

دل مغزِ حقیقت است تن پوست بہ بین	دل مغزِ حقیقت ہے بدن ہے اک پوست
درکسوت روح صورت دوست بہ بین	اس کسوتِ روح میں تو ہے صورت دوست
ہر چیز کہ او نشان ہستی دارد	جو چیز کہ رکھتی ہے نشان ہستی
یا اوست بجائ دیدہ یا دوست بہ بین	یا خود ہے بجائے دیدہ یا ہے ہمہ اوست

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ابتدائے سلوک میں یا انتہائے سلوک میں بعض سالکوں کو یہ مرحلہ پیش آتا ہے کہ تجلی صمدیت سے مشرف ہوتے ہیں اور یہی سالک کی ہلاکت کا مقام ہے یہاں مرشد کامل کی ضرورت ہوتی ہے وہی اس کو بھنور سے نکال کر لاسکتا ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ اخی محمد دہستانی جب مغلوب الحال ہوگئے تو ان کے شیخ نے ان کو للکارا اور دریافت کیا کہ تم کس حال میں ہو اور تم نے کیا دیکھا بتاؤ! تو انہوں نے کہا نہ میں جانتا ہوں اور نہ میں کہہ سکتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کیا بکواس کرتے ہو (گھاس مت چباؤ۔ ژاژ مخائی) اسکے بعد وہ جو جو کہہ سکتے تھے وہ انہوں نے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ مقام ''بہت عالی'' تھا۔ اس کے کچھ دنوں بعد پھر تجلی صمدیت ان پر آشکارا ہوئی۔ یہ مقام اتنا بلند ہوتا ہے کہ اس مقام پر پہنچ کر سالک کی کھانے پینے کی احتیاج ختم ہو جاتی ہے۔ جب اخی محمد دہستانی نے اپنے آپ کو اس مقام میں دیکھا تو ان میں غرور پیدا ہوا اور دل میں یہ خیال آیا کہ نہ کھانا حق کی صفت ہے اور اب یہ صفت مجھ کو حاصل ہوگئی ہے۔ پس اس کے باطن میں خدائی کا دعویٰ پیدا ہونے لگا اور کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا۔ میں ۲ ان کو بہت مارتا تھا اور ان کے منہ میں لکڑی ٹھونس دیتا تھا ان کے منہ میں شربت ڈالتا تھا

---

۱ پ۲۷ الحدید۳ ۲ یعنی ان کے شیخ ۱۲

وہ فوراً الٹ دیتے تھے اور ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا۔ میں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا کہ خود ہی کھائیں گے۔لیکن چھ سال گزر گئے انہوں نے کچھ نہیں کھایا لیکن وہ میرے پاس رہے۔ان کی ایک سعادت یہ تھی کہ وہ خود کو مجھ سے کسی وقت بے نیاز نہیں سمجھتے تھے۔اور اگر کبھی ایسا ہو جاتا تو وہ اس بھنور میں پڑ کر کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔میں اس معاملہ کے بعد کعبہ شریف کو گیا اور ان کو ہمراہ لیتا گیا۔ ان کو ساتھ لے جانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ کچھ لوگ اس حال کو ناممکن سمجھتے تھے اور حق تعالیٰ کی قدرت میں شک کرتے تھے اوراس شک میں ان کا نقصان تھا جب ان لوگوں نے ان کی اس حالت کا مشاہدہ کیا توان کا وہ شک رفع ہوگیااور یقین آ گیا۔ جب کعبہ مکرمہ سے ہم لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو میں نے اخی محمد دہستانی سے کہا کہ اگرتم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہو اور اگرتم میرے مرید ہو تو تم کو وہی کرنا پڑے گا۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرماتے تھے اور میں کرتا ہوں (یعنی کھانا پینا جاری رکھنا) اگر ایسا نہیں ہے تو تم یہاں سے جاؤ۔اب تم میرے پاس نہیں رہ سکتے اس وقت میرے ساتھ علی دوستی موجود تھے انہوں نے ان کے منہ میں لقمہ رکھ دیا اورانہوں نے کھالیا۔اس کے بعد میں نے ان کے لیے تین نوالے روزانہ مقرر کردیےاور وہ کھانے لگے۔اس طرح حق تعالیٰ نے ان کواس بھنور سے بچالیا۔حضرت فرماتے تھے کہ سالک و عارف کی کامیابی کی غایت ونہایت اس کے عین ثابتہ وصور علمیہ تک ہے۔ یہ مقام خاص اہل وراثت میں اکمل شخص کے لئے ہےاور بعضوں کو ہوتا ہے کہ اس مرتبہ سے عبور عطا فرماتے اور منزل وحدت تک پہونچادیتے ہیں۔ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ [1] ۔ چنانچہ فتوحات مکیہ میں مذکور ہے کہ جب ابن القائد مرتبہ وصول میں حضرت واحدیت تک پہنچ گئے اچانک ان کو وہاں قدموں کے نشان نظر آئے ان کو بڑی غیرت آئی کہ یہ کس کے قدم کے نشان ہیں۔حالانکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کوئی شخص مجھ سے اس منزل میں سبقت نہیں لے جاسکتا۔آخر کار ان کو بتایا گیا کے قدموں کے یہ نشانات تمہارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں تب ان کے دل کو تسکین ہوئی۔

شعر

چہ عالی ہمتا نند کز فتوت ہے کیسی عالی ہمت وہ جماعت
کہ پی در پی روند راہِ نبوّت چلے جو پے بہ پے راہِ نبوّت

حضرت قدوۃالکبرانے فرمایا کہ ایک روز حضرت مخدوم (شیخ علاؤالدین گنج نبات کے روبرو کشف کا ذکر ہوا حضرت مخدومی نے فرمایا کہ کشف محققین کی اصطلاح میں نسبت شہودیہ کا ملکہ بن جانا ہے اور وجود ذوقیہ کا وصف لازم بن جانا کشف ہے اس طرح کہ ایک ذرادیر کے لیے بھی سالک اس کی نسبت سے غافل

---

[1] یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

نہ ہو اور اس شہود سے غفلت نہ برتے۔ بعض مشائخ کے نزدیک کشف سے مراد سالک کی چشم نگاہ سے حجاب کونی و نقاب ظاہری کا اٹھ جانا اور دور ہوجاناہے اس طرح سے کہ سوکوس اور ہزار کوس کے واقعات بھی اس کے سامنے ہوں۔صرف یہی نہیں بلکہ ہر زمانہ کے معاملات اور واقعاتِ روزگار کا وہ مشاہدہ کرے۔

رومیوں اور زنگیوں کی جنگ

ایک دن حضرت قدوۃالکبرا بلخ کی جامع مسجد میں تشریف فرماتھے آپ کے ساتھ بعض احباب و اصحاب کبار مثلاً شیخ نجم الدین صغیر، شیخ نجم الدین کبیر۔ بابا قلی ترک اوران کے علاوہ کچھ اور حضرات تھے۔اس وقت آپ معارف(طریقت) پراظہار خیال فرمارہے تھے اور اہالیان مجلس ہمہ تن گوش ان معارف کو سن رہے تھے کہ یکا یک آپ اپنا عصالے کر اٹھے اور جامع مسجد کی دیوار پر کئی مرتبہ بڑے غضب کے ساتھ مارا۔ حاضرین اس عجیب وغریب حالت کے مشاہدہ سے حیران تھے جب یہ حالت جلال فرد ہوئی تو حضرت نورالعین نے جرأت کرکے آپ سے دریافت کیا کہ یہ کیا صورت تھی اور آپ نے کس وجہ سے عصا دیوار پر مارا آپ نے بہت کچھ ٹالا ۔ لیکن اصرار کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس وقت دریائے پارہ کے قریب رومی فوج کے ایک دستہ اور زنگیوں کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی اور دلیرانہ جنگ و جدال جاری تھا۔رومیوں کے دستہ میں ہمارا ایک مرید بھی شامل تھا۔اس نے ہم سے مدد چاہی تھی۔ہمت فقیرانہ نے اس کی دستگیری کی اور حق تعالیٰ نے رومی دستہ کو مظفر وفتحمند فرمایا اور زنگیوں کا لشکر منہزم ہوگیا۔سوسوار زنگیوں کے میدان جنگ میں کام آئے۔ان حبشیوں میں سے ایک حبشی ابلق گھوڑے پر سوار تھا۔اس کے بائیں ہاتھ پر تلوار کا ایسا کاری زخم آیا کہ وہ کٹ گیا۔بعض مریدوں کی تسکین خاطر اور کچھ طالبوں کے یقین وعقیدۂ فاتر کے لئے فرمایا کہ اس واقعہ کی تاریخ لکھ لو۔چند روز کے بعد اسی جنگ کا ایک زخمی سپاہی یہاں آیا اور اس کے بیان سے اور حضرت کے بیان سے جب مقابلہ کیا گیا تو بالکل ایک ہی بات نکلی ۔

قطعہ

زہی نورِ ضمیر حضرت میر — خوشا نورِ ضمیر حضرت میر
کہ جام جم بہ پیشِ اوسفال است — ہے جام جم مقابل اس کے ایک جام
زماضی تا باستقبال احوال — گذشتہ اور آئندہ کی حالت
بہ پیش چشم او موقوف حالست — نگہ میں حال ان کے ہیں سب انجام

صاحبقران تیمور لنگ کے حملہ کے وقت حضرت قدوۃالکبرا بعض اصحاب کے ساتھ مثلاً حضرت نورالعین وحضرت شیخ ابوالقاسم وشیخ علی سمنانی و باباحسین خادم ومولانا عزیزالدین بطور تفریح طبع بہادروں کی جنگ اور مقابلہ کا منظر دیکھنے کے لئے ایک پہاڑی پر تشریف لے گئے تھے وہاں چڑھ کر دیکھا کہ دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں۔

مثنوی

یلان بر نشستند از بہرجنگ — ہوئے پہلوان بہرِ حملہ سوار
زرہ پوش درجنگ کردہ نہنگ — زرہ پوش نے ہاتھ میں لی کٹار
چو میدان بلشکر بر آراستند — جومیداں میں فوجیں ہوئی ہیں کھڑی
زہر سو یلان مردمی خواستند — دکھانے لگے پہلواں مردمی
زہر فوج آمد یل جنگ ساز — ہر ایک فوج سے نکلا ایک جنگجو
چو کوہی کہ آید بکوہِ فراز — پہاڑ آئے جس طرح خود کوہ کو
ہز بران تناور در آریختند — شجاع و پہلواں بھڑنے لگے
چو شیران بشیران بہم ریختند — بہم شیر سے شیر لڑنے لگے

جب دونوں لشکر گتھ گئے اور فوج کے بہادروں نے تلواریں بلند کیں تو حضرت نے فرمایا کہ دونوں لشکر میرے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہوں فتح دوں اور جس کو چاہوں کامیابی بخشوں ۔ اس گفتگو کے اثناء میں آستینیں چڑھائیں اور اپنے دونوں بازو بڑھائے اور اپنے داہنے بازو کو ایک فوج کے مقابل رکھا اور بائیں بازو کو دوسری فوج کے مقابل لائے اور جس پنجہ کو اوپر کرتے تھے اس طرف کا لشکر فتحمند ہوتا تھا۔اور دوسرا لشکر شکست خوردہ ہوتا تھا۔آپنے پانچ مرتبہ اپنے پنجہ کو بلند فرمایا اور جس طرف یہ پنجہ بلند کیا تھا اس کو پانچوں بار فتح حاصل ہوئی۔اس حالت کا وقوع عجائبات میں سے ہے۔ اور آپ شیخ روز بھان کی رباعی پڑھتے جاتے تھے۔

رباعی

آنم کہ جہان چو حقہ درمشتِ من است — وہ ہوں کہ جہاں بھر میں ہے سکہ میرا
این قوت حق زقوت پشتِ من است — یہ قوت حق ہے نہ کہ دعویٰ میرا
این کون ومکان ہر چہ درین عالم ہست — یہ کون مکاں جو بھی ہیں اس عالم میں
در قبضۂ قدرت دوانگشتِ من است — دو انگلیوں سے سب پہ ہے قبضہ میرا

حضرت نورالعین فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے تلبیس ابلیس کا ذکر واقع ہوا۔فرمایا کہ سالک طریقت کے لئے ہر تجلی جو رحمان نمایاں فرماتا ہے بعینہ وہی تجلی سالک کے سامنے شیطان بھی آراستہ کرتا ہے جس طرح کہ رحمان کے لئے ایک عرش ہے اور وہ اُس پر مستولی ہے اسی طرح شیطان کے لئے بھی ایک تخت ہے اور وہ اس پر مسلط ہے پس اس راہ میں ایک باخبر پیر ہونا چاہیئے تاکہ تجلیات رحمانی ومکائد شیطانی میں تمیز کرے۔بیچارے مجذوب شیرازی اس خونخوار وادی میں بہت روئے ہیں اور کہا ہے ؎

بیت

دوراست سرِ آب درین بادیہ ہشدار | ہے دور یہاں پانی رہو ہوش سے تا کہ
تاغول بیابان نفریبد بہ سرابت | دکھلا کے سراب آنکھ کو شیطاں نہ دے دھوکا

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ عبداللہ خفیف فرماتے ہیں کہ شیخ ابو محمد خفاف چند مشائخ شیراز کے ساتھ یکجا بیٹھے ہوئے تھے اور مشاہدہ کے بارہ میں گفتگو ہورہی تھی۔ ہر ایک اپنے اپنے حال کے مطابق اس سلسلہ میں گفتگو کررہا تھا۔ شیخ ابو محمد خفاف خاموش بیٹھے تھے۔ شیخ موصل حصاص نے ان سے کہا کہ کچھ تم بھی کہو انہوں نے کہا کہ اس بارے میں بہت عمدہ باتیں کہی جا چکی ہیں۔ لہٰذہ میں کیا کہوں! شیخ موصل حضاص نے کہا آخر کچھ تو کہو! انہوں نے کہا کہ جو کچھ آپ حضرات نے فرمایا وہ علم کی انتہا تھی حقیقت مشاہدہ نہ تھی۔ حقیقت مشاہدہ یہ ہے کہ حجاب منکشف ہو جائے اور آپ اس ذات کو عیاں دیکھیں ان لوگوں نے کہا یہ بات تم کو کہاں سے حاصل ہوئی اور تم کو یہ کس طرح علم ہوا؟ تب انہوں نے کہا کہ میں ایک بار تبوک کی وادی میں تھا۔ بہت سے فاقہ کر چکا تھا اور بہت سی تکلیفیں میں نے برداشت کی تھیں۔ میں مناجات میں مشغول تھا کہ یکا یک حجاب اٹھ گیا۔ اور میں نے اس بحت کو عرش پر جلوہ گر پایا۔ میں نے اس کے حضور میں فوراً سجدہ کیا اور عرض کیا: مَوْلَایَ مَا هٰذَا مَكَانِيُ وَمَوْضَعِيُ مِنْكَ اے میرے آقا! تیرے حضور میں میرا مرتبہ و مقام کیا ہے۔ جب حاضرین نے یہ بات سُنی سب لوگ خاموش رہے۔ شیخ موصل حصاص نے ان سے کہا ذرا چلو تا کہ بعض مشائخ کی زیارت کریں۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور شیخ موصل حصاص ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو محدث وقت شیخ ابن سعدان کے گھر لے گئے۔ ان کو سلام کیا۔ ابن سعدان نے ان کی تعظیم وتکریم کی اور مرحبا کہا۔ شیخ موصل حصاص نے محدث ابن سعدان سے کہا کہ اے شیخ ذرا وہ حدیث سنادیجئے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

للشّيطان عرش بين السّماء والارض اذا اراد لعبد فتنةً كشف له عنه | شیطان کے لئے ایک تخت ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے جب وہ کسی بندہ کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کو اس بندہ پر ظاہر کردیتا ہے۔

جب شیخ ابو محمد خفاف نے یہ حدیث شریف سنی تو کہا کہ ازراہ کرم ایک بار اس کو اور دھرا دیجئے جناب محدث ابن سعد ان نے اس کو دہرادیا۔ یہ سُن کر رونے لگے اور وہاں سے اٹھ کر باہر چلے گئے اور چند روز تک میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ چند روز کے بعد جب وہ آئے تو میں نے کہا کہ اتنے دنوں سے کہاں تھے انہوں نے کہا کہ اس روز کے بعد سے جتنی نمازیں میں نے پڑھی تھیں ان کی قضا پڑھ رہا تھا۔ اس لیے کہ میں نے اس دن سے شیطان کی بندگی کی تھی اور جس جگہ میں نے اس کو دیکھا تھا اور سجدہ کیا تھا میں وہاں پہنچا اور میں نے اس پر لعنت

بجیجی اس کے سوا اور کچھ چارہ نہیں تھا۔اس کے علاوہ اور کچھ شیخ ابومحمد خفاف نے بیان نہیں کیا۔

ایک بار شیخ کبیر نے صوفیہ کرام کے مذاہب کی تکمیل اور مشارب کی تفصیل پر گفتگو شروع کی اور یہ بات ہونے لگی کہ مشارب صوفیہ میں سے کون سا مشرب مقصد سے نزدیک ہے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ طریق الٰہی وسبیل نا متناہی کے ارباب سلوک واہل سیر سلوک وجہ خاص کے ذریعہ سے سرحد تک پہنچ گئے ہیں لیکن سلسلۂ ترتیب وترکیب کی راہ ودرگاہ کے تیز رفتاروں اور رہ نوردوں کی فضیلت ہی دوسری ہے، کیونکہ یہ لوگ ہر منزل میں دوسرا فائدہ پاتے ہیں اور ہر محفل میں دوسرے نعمت کھاتے ہیں اور جو سالک کہ اس طریق سے سلوک تمام نہیں کرتا بالآخر اس کو ندامت ہوتی ہے اور اس کے وقت کا نتیجہ حسرت سے مل جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ایک روز خانقاہ سکاکیہ میں مجھ پر غیوبت طاری ہوئی (میں خود سے غائب ہوگیا)اس حال میں میں نے امام محمد غزالی کو دیکھا کہ وہ سر بزانو بیٹھے ہوئے تھے ان کی انگلیوں میں قلم دبا ہوا تھا اور حیران وششدر تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کیا تحریر کررہے ہیں۔ اور کس فکر میں ہیں انہوں نے فرمایا کہ فکرمند کیوں نہ ہوں کہ میں نے دنیا میں سیمرغ کی بہت سی صفات تحریر کی تھیں اب اس وقت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا تھا وہ سب غلط تھا۔ میں نے اپنے اس مشاہدہ کو شیخ نورالدین اسفرائنی سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ عجیب بات ہے میں نے بھی جبکہ میں قصبہ سفان میں تھا مشاہدہ کیا کہ حق تعالیٰ مجھ سے فرمارہا ہے کہ تجھے نہیں معلوم کہ جس قدر بھی حسرتیں ہوسکتی ہیں ان سب میں اہم حسرت امام غزالی کی ہے کہ وہ سلوک کے مدارج تمام کیے بغیر ہی ہمارے حضور میں آگیا۔جب میں اس غیب سے بیدار ہوا۔تب میں عالم ظاہری میں سختی کے ساتھ سلوک میں مشغول ہوگیا۔

سلسلہ ترتیب کی شرح اجمالاً جو مناسب تھی بیان کردی گئی جو اس گروہ کے لیے موزوں ہوسکتی تھی۔اب رہا ''سلوک وجہ خاص'' کا بیان جو صرف طالبان صادق کے ساتھ مخصوص ہے اس کو انشاء اللہ ''لطیفہ اذکار''میں بیان کیا جائے گا۔

ہر چند کے صرف صوفیہ کا مخصوص طبقہ ہی سلوک (طریقت)کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اگر چشم انصاف سے دیکھا جائے تو صناع کے تمام طبقے (ہر قسم کے صناع) اور مختلف قسم کے لوگ بھی راہ سلوک طے کررہے ہیں اور یہ بات تم پر ایک مثال سے واضح ہوجائے گی۔تم آسمان اور زمین کے درمیان خانقاہ وگنبد فرض کرو اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک شیخ کامل ، دوسرے ارباب ولایت واصحاب ہدایت کو آپ کے بیشمار خلفاء اور ند ماءِ کبیر متصور کرو ۔صوفیائے نامدارد مشائخ روزگار کو ان کے اصحاب و طلبہ جانو۔ اور باقی جس قدر طالبان سلوک اور مریدین ہیں یہ سب کے سب گویا ان کے خادم ہیں یہ تمام اصحاب جان ودل کے ساتھ راہ سلوک طے

کر رہے ہیں ۔اب جس قدر ارباب صنعت وحرفت ہیں اور جو اپنے اپنے کام اور صنعت میں مشغول ہیں یہ درحقیقت طالبوں کے کام میں مشغول ہیں کیونکہ بیج بونے والا جو کھیت میں کام کرتا ہے اور طرح طرح کی کھانے کی چیزیں مرتب کرتا ہے اس میں طالبوں کا حصہ ضرور ہے اور کپڑا بننے والا جو بُنائی کی کاریگری میں شغل رکھتا ہے اُن کے لئے لباس بناتا ہے اور اسی طرح تمام طرح کے لوگ اور امراءِ زمانہ وشاہان یگانہ جو بظاہر دولت وحکومت رکھتے ہیں مگر حقیقت میں درویشوں کے خزانہ کے نگراں اور ان کے کاروبار کے محاسب ہیں یہاں اللہ تعالیٰ کا قول

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ ۱؎ — اور میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

کے عروس کے چہرہ کا جمال رخسار سے نقاب اٹھاتا ہے اور وہ یوں کہ جن وانسان ہر ایک کسی کام پر ہیں تاکہ وہ اہل اخلاص خدمت حق میں مشغول رہیں۔پس دنیا والے جو خانقاہ دنیا کے عملہ ہیں ان کو چاہیئے کہ نیت یوں کریں کہ میں اس کام کو اس لئے کرتا ہوں تاکہ مسلمانوں کی حاجتوں کے پورا کرنے اور ان کی ضروریات میں صرف ہو اور اہل طاعت اطمینان سے مشغول رہیں۔ اگر ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق حرفتوں اور صنعتوں میں مشغول نہ ہوتو دنیا تباہ ہوجائے اور کسی کو مخلصانہ عبادت ودلجمعی کا اطمینان نہ رہے اور عالم کا دارومدار انہیں فرمانبرداروں کی فرمانبرداری پر ہے اور ہر حالت میں راہ شریعت پر ثابت قدم رہیں اور اپنی کمائی کو مال حرام وشبہ سے بچائے رکھیں اورنہ زیادہ لیں نہ کم دیں اور جب کسی کو پائیں کہ اس حرفت میں ناواقف ہے اور اس مال کی قیمت نہیں جانتا تو زیادہ قیمت پر اس سے نہ بیچیں۔حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن بازار تشریف لے گئے ایک جگہ زمیں پر گیہوں کا ڈھیر لگا تھا اور اسے بیچا جارہا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیری میں دستِ مبارک ڈال کر گیہوں کو دیکھا آپ کا دستِ مبارک نمی سے تر ہوگیا آپؐ نے جب دریافت کیا تو اس غلہ کے مالک نے کہا اوپر گرمی پہنچ گئی ہے جس کے سبب سے اس میں نمی آگئی ہے۔حضور علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا جو گیہوں بھیگا ہوا تھا وہ تم نے اوپر کیوں نہیں ڈالا تاکہ ہر شخص دیکھ لیتا کہ یہ گیہوں بھیگا ہوا ہے ۔پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من غشّنا فلیس منّا — جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اور اس بارے میں کوشش کرے کہ اس کے ہاتھ سے دوسرے کو راحت وآرام پہنچے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے مناجات کی کہ الٰہی !بہشت میں جو میرا ہم نشیں ہوگا اسکو میں دیکھ لوں !ارشاد باری ہوا کہ کل تم

۱؎ پ ۲۷ الذّٰریت ۵٦

شہر سے باہر نکلنا جو پہلا شخص تم کو ملے گا وہی جنت میں تمہارا ہم نشین ہوگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایسا ہی کیا جب وہ شہر سے باہر نکلے تو انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لکڑیوں کا ایک گٹھا پیٹھ پر لادے آرہا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو سلام کیا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمہارا کیسا معاملہ ہے (کس طرح اس کی عبادت کرتے ہو) جس کے باعث نبیوں کی ہم نشینی کا تم کو شرف حاصل ہوا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا: جناب میں ہر روز اپنے ہاتھ سے لکڑیاں چن چن کر یہ گٹھا تیار کرتا ہوں۔ اس کو شہر میں لاتا ہوں۔ نصف درم میں فروخت کرتا ہوں۔ اس نصف درم میں سے دو ''چھدامیں'' (دو دانگ) اپنی والدہ کو دے دیتا ہوں، دو چھدام اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہوں اور باقی دو چھدام (دمڑیاں) اللہ کی راہ میں محتاجوں اور درویشوں کو دیتا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ سُن کر کہا جاؤ اپنا بازار دیکھو تم واقعی اس کے لائق ہو کہ نبیوں کی ہم نشینی تم کو حاصل ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو! ہیزم کش نے جواب دیا کہ مجھے بہشت میں یہ مرتبہ اس بوجھ اٹھانے کے باعث حاصل ہوا ہے۔ یہ سلسلہ تو میری موت تک جاری رہے گا۔

قرآن مجید میں بھی اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ [1]	اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی ہوئی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کرو۔

ایک اور جگہ اس سلسلہ میں اس طرح تاکید فرمائی گئی ہے:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ ۞ز [2]	تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ۔

یہ تاکید اہل صنعت وحرفت کے روشن دلوں سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ ان کو یہ بات اور یہ تاکید اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے جب وہ اس روش اور طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے تو بظاہر بھی ان کا یہ طرز عمل سلوک کہا جائے گا۔ اور بباطن بھی واللہ اعلم بالصواب

بیت

ہر کرا توفیق این افعال شد	جن کو ان احوال کی توفیق ہے
در جہان او صاحب احوال شد	صاحب احوال دنیا میں ہوئے

---

[1] پ ۳ البقرہ ۲۶۷ [2] پ ۱۷ الحج ۲۸

لطیفہ ۹

شرائط تلقین اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری وساری رہے ہیں
وفضیلت ذکر جلی بر خفی

(در بیان شرائط تلقین اذکار مختلفہ موضوعہ مشائخ وفضل ذکر جلی بر خفی)

قال الاشرف:

الذکر عبارة عن المداومة علی الکلمة الطیّبة

ترجمہ:۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا ذکر نام ہے کلمہ طیّبہ پڑھنے کی پابندی کا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خدائے تعالیٰ کے اذکار عشق الٰہی کے میخانہ کی شراب ہے اور آبِ رواں اور کبھی نہ ختم ہونے والے چشمہ کا پانی ہے جو بالکل پوشیدہ طریقہ سے پیاسے کے حلق اور ناطق کے دہن میں پہنچتا ہے مقصود کونین اور وجود خافقین (کائنات) اور جو کچھ اس میں ہے اسی شراب اور اسی پانی کے ایک گھونٹ کا اثر ہے۔

بیت

مئی ذکر است از میخانہ عشق

جہاں یک جرعہ از خمخانہ عشق

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ○ ۱ اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔

سے مراد یہی شراب ہے۔ جب عالمِ غیب سے ایک گھونٹ اس شراب کا حصار وجود میں پہنچتا ہے تو اس کا پرتو دل طالب میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ تب وہ انتہائی مستی اور ذوق میں سرخوشی اور شوق سے جمالِ ذوالجلال کی طلب میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اس وقت غوغائے بشریت مغلوب ہو جاتا ہے اور جسمانی اشغال وشغف مٹ جاتے ہیں نفسانی تحریکیں اور شخصی خواہشات فنا ہو جاتی ہیں۔

جب تلقین ذکر اور اس کی شرائط کی بات چھڑی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس بارے میں صاحب ''بدایہ،، نے بہت کچھ لکھا ہے جن کا تذکرہ ''مرصادالعباد'' ۲ میں بہت زیادہ ہے بلکہ اپنے اصحاب کو اس کے مطالعہ کی تاکید فرمایا کرتے تھے اس کام کی ابتدا میں اہم ترین شرط یہ ہے کہ ذکر کو کسی شیخ کامل اور صاحب تصرف سے حاصل کیا جائے کہ فوائد کلی اسی صورت میں حاصل ہوسکتے ہیں اس لئے کہ ذکر تقلیدی اور چیز ہے اور ذکر تحقیقی اور ہے

۱ پ ۲۹ الدھر ۲۱ ۲ کتاب مرصادالعباد کی فصل دوازدہم تا چہاردہم اس پر مشتمل ہے۔

لوگوں کے منہ سے سن کر یا ماں باپ سے سن کر اس ذکر کو یاد کر لینا ذکر تقلیدی ہے۔

شعر

صدف گر باشد از دریائے تحقیق
بہ از لُولُوئے تقلیدی بتصدیق

ترجمہ:۔سیپ اگر دریائے تحقیق سے ہو تو وہ اس موتی سے بدر جہا بہتر ہے جو تقلیدی ہے۔

اگر چہ یہ ذکر دفع شیطان کے لئے کافی ہو جاتا ہے لیکن حصول مقصود اور وصول معبود اس سے شاذ و نادر ہی ہوتا ہے جس طرح ایک تیر گر کی دکان سے تیر لے لیا جائے اس سے دشمن سے مدافعت تو کی جاسکتی ہے لیکن اس تیر کی بات ہی کچھ اور ہے جو بادشاہ کے ترکش سے لے لیا جائے، اُس سے سب دشواریاں ہٹا دیں گے۔

بیت

اگر تیری بود از ترکش شاہ
امان بخشد جہانرا از ہدف گاہ

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت نجیب الدین سہروردی قدس سرہ سے منقول ہے کہ شیخ شمس الدین صوفی جامع شیراز کے امام تھے ان کے تمام اوقات ذکر وتلاوت اور گونا گوں عبادات میں بسر ہوتے تھے۔لیکن انہوں نے کسی شیخ سے تلقین ذکر حاصل نہیں کی تھی ایک دن انہوں نے واقعہ میں اپنے ذکر کو نور کی صورت میں دیکھا کہ اُن کے منہ سے نکل کر زمین میں اُتر گیا ہے۔ دل میں کہا کہ یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں وارد ہے:۔

اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ[1] اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے۔

انہوں نے اس کے خلاف پایا وہ سمجھ گئے کہ اس کا باعث یہ ہے کہ مشائخ سے ذکر کی تلقین حاصل نہیں کی ہے۔پس فوراً وہ شیخ روز بہان بقلی کے کسی مرید سے رجوع ہوئے اور ان سے تلقین ذکر حاصل کی۔اسی رات انہوں نے واقعہ میں مشاہدہ کیا کہ اُن کا ذکر نور کی صورت میں صعود کر رہا ہے (بلندی پر جا رہا ہے) اور اس نے آسمان کو پھاڑ دیا ہے۔اس کے بعد وہ شیخ الشیوخ کی خدمت میں پہنچے اور پھر بڑا مرتبہ حاصل کیا۔

شرائطِ ذکر

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر بغیر ادب اور اس کی شرائط پوری کئے چنداں سودمند نہیں ہوتا اس لئے میں سب سے پہلے اس کی چند شرائط بیان کرتا ہوں، ان شرائط کو پورا کیا جائے تا کہ ذکر اور فکر کے ثمرہ سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔

اوّل شرط یہ ہے کہ مرید کو ارادت میں صادق ہونا چاہیئے اور پیر کے ہر حکم کی بجا آوری میں اس طرح ہو

---

[1] پ۲۲ فاطر ۱۰

جیسے پیر پر عاشق ہو۔

شعر

مراور ایچ تدبیری نباشد

مرید ار عاشقِ پیری نباشد

دوم یہ کہ اس میں دردطلب ہواورراہِ سلوک کا پوراپوراجذبہ ہو۔

بیت

اگر تنرہ نوداز ترلش شاہ

امان بخشد جہانرا از ہدف گا

ترجمہ:۔مردِ راہ اگراصلی دردنہیں رکھتا تواس کا علاج سوائے درد راہ کے کچھ نہیں ہے۔

سوم یہ کہ خلق سے گھبرائے اور ذکر سے مانوس ہو۔

قال الاشرف من اشتغل بالخلق لایکون طالباً للخالق. حضرت اشرف نے فرمایا جوخلق میں مشغول رہا وہ خالق کا طالب نہیں بن سکتا۔

ہر حالت میں اوّلاً عوام کی عادات کوترک کرے اورعوام کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کرے تا کہ سب سے الگ ہوکر ذکر کی پناہ میں آجائے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ١٥ پھرانہیں چھوڑ دیجئے اس حال میں کہ وہ اپنی کج بحثی میں کھیلتے رہیں'

چہارم شرط یہ ہے کہ جب ذکرکومستقل اور ہمیشہ کے لیے اپنائے اوراختیار کرے تواس کی بنیاد پختہ اوراستوارتوبہ پررکھے۔ تمام گناہوں سے باز رہے۔

یہ شرائط جو بیان کی گئی ہیں اگران کی مخالفت کی جائے گی تو ذکر کا تصرف زیادہ نہیں ہوسکتا۔

آدابِ ذکر

پہلا ادبِ ذکرتو یہ ہے کہ ذکرکرتے وقت پوراوضوکرے اگرغسل کرسکے تواور بھی بہتر ہے کہ دوست کا ذکرکرتے وقت اعدائے کفارنفس سے مقابلہ ہےاور بغیرہتھیار کے مقابلہ دشوار ہوتا ہے۔

جواں گراژدر پیکار باشد

ولی بی اسلحہ بی کارباشد

ترجمہ:۔جواں مرد کیسا ہی شیر جنگ کیوں نہ ہواگر جنگ میں اس کے پاس ہتھیار نہیں تو وہ بے کار ہے۔

جیسا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الوضوء سلاح المومن وضو مومن کا ہتھیار ہے۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ کپڑے پاک پہنے۔سنت کے اعتبار سے لباس کی پاکیزگی کی چارشرطیں ہیں:١۔نجاست سے پاکی ٢۔مظلمہ سے پاکی (وہ لباس جوکسی سے باجبروظلم حاصل نہ کیا ہو۔)

١؎ پ۷انعام۹۱

۳۔حرمت سے پاکی یعنی لباس خالص ریشم کا نہ ہو۔

۴۔تکبّر اور رعونت سے پاک ہو(یعنی کوتاہ ہو) جیسا کہ ارشاد ہے:۔وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ہ ای ققصر اور اپنے کپڑے پاک رکھیئے، یعنی کوتاہ رکھیئے)

تیسرا ادب یہ ہے کہ ایسا گھر انتخاب کرے جو خالی ہو پاک وصاف ہو۔چھوٹا ہو اور تاریک ہو کہ ایسا گھر اثر کے لئے اچھا ہوتا ہے۔ چنانچہ گوشہ نشیں گنجہ نے فرمایا ہے:۔

سکندر بتاریکی آورد رائی — کہ خاطر بتاریکی آید بجائی

نہ بنی کزین قفل زرّین کلید — بتاریکی آرند جوھر پدید

ترجمہ: سکندر نے تاریکی میں فیصلہ کیا کیونکہ تاریکی میں یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔تو نے نہیں دیکھا کہ اس سنہری چابی والے تالے سے تاریکی میں جوہر ظاہر ہوتے ہیں۔

اگر قدرے خوشبو بھی جلائی جائے (عود لوبان وغیرہ) تو زیادہ اچھا ہے

چوتھا ادب یہ ہے کہ قبلہ رو ہوکر بیٹھے اور ہر وقت مربع ہوکر بیٹھنا منع ہے (دونوں پاؤں بچھا کر) لیکن ذکر کے وقت منع نہیں ہے۔ کہ حضرت کونین صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمانے کے بعد اسی جگہ مربع صورت میں تشریف فرما ہوکر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے، یہ سلسلہ آفتاب کے طلوع ہونے تک جاری رہتا۔ذکر کا بہترین وقت رات ہے خصوصاً سحر کے وقت، اس لئے کہ رات میں حواس ظاہری کا تصرف عالم محسوس میں نہیں رہتا جب عالم محسوس سے باز رہا تو حواس کی توجہ باطن کی طرف زیادہ کی جاسکتی ہے ۔

چو فارغ گشت مرد ازکار محسوس
شدہ در باطنی اسرار جاسوس

ترجمہ: محسوسات کے کام سے جب انسان فارغ ہو جاتا ہے تو پھر وہ اسرار باطن کی طرف توجہ کرتا ہے اور ان کا جاسوس بن جاتا ہے

اس وقت وہ واردات غیبی اور الہامات خداوندی کا ادراک کرسکتا ہے۔یہی سبب تھا کہ بارگاہ الٰہی سے۔یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ہ قُمِ الَّیْلَ ۲؎ پ۲۹ المزمّل ۱ کا خطاب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں پہنچا (یعنی اللہ تعالیٰ نے ذکر کے لیے آپ سے رات کے وقت اٹھنے کو فرمایا کہ ''اے کمبل پوش رسول رات کے وقت اٹھیے) اور اس طرح بیداری شب کی خلعت آپ کے قد زیبا کو پہنائی گئی۔حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ نے اس شب بیداری کی سعادت کی طرف اشارہ کیا ہے۔فرماتے ہیں:۔

چون چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد — بافقر گر بود ہوس ملک سنجرم

۱؎ پ۲۹ المدثر ۴ ۲؎ پ ۲۹ المزمّل ۱

سرچون قلم زلوح دجودم بریدہ باد گرتاپپای دوش فرودآیداین سرم

تایافت جان من خبراز ملک نیم شب صدملک نیم روز بیک جونمی خرم

ترجمہ: شاہ سنجر کے چتر کی طرح میرے بخت کا چہرہ بھی سیاہ ہوجائے اگراس فقر کے ہوتے ہوئے بھی میں ملک سنجر کی آرزو کروں۔ خدا کرے کہ میرا سرلوحِ وجود سے اس طرح اڑادیا جائے جس طرح قلم کا سرقلم کرتے ہیں اگر میرا یہ سرکسی غیر کے لیے جھکے۔ جب سے میری جان کو ملک نیم شب (شب بیداری) کی خبر ملی ہے کہ اگر کوئی ملک نیم روز مجھے ایک جو کے بدلہ میں دینے پر تیار ہوتو بھی میں اس کونہیں خریدوں۔

اس راہ کا مدار مشقت پر ہےاوررات کی عبادت دن کی عبادت سے زیادہ دشواراور مشکل ہوتی ہے۔

قطعہ

یدوم العزثمّ ینام لیلاً یغوص البحر من طلب اللّاٰلی

ومن ادام العلیٰ من غیر کدٍ اضاع العمر فی طلب المحال

ترجمہ: ہمیشہ کی عزت ہے اگررات کوطلب کرے۔ جوگوہر کا طالب ہے وہ بحر میں غوطہ لگائے جوکوئی بغیرکوشش کے بلندی چاہتا ہے وہ طلب محال میں عمر ضائع کرتا ہے۔

طریق تعلیم طالب صادق، مبتدی

کیفیت ذکر گفتن: ذکر کے وقت ہاتھوں کورانوں پر رکھے دل کو حاضر کرے اورآنکھوں کو بند کرے اورنہایت تعظیم کے ساتھ **لاالٰہ الااللّٰہ** سے ذکر کا م آغاز کرے۔ یہ پاک کلمہ اتنی قوت کے ساتھ ادا کرے جتنی کہ اس میں ہے۔ بلندآواز سے یہ کلمہ کہے۔ تلقین ذکر کی دوسری شرطیں یہ ہیں:۔

مرید شیخ کی وصیت ونصیحت سے تین روزتک روزہ رکھے۔ اگر طے کے یہ تین دن ہوں تو اوربھی اچھا ہے۔ ان دنوں میں یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہمیشہ باوضورہے اور ہروقت ذکر کرتا رہے خواہ ادھرادھرآتا جاتا ہومگر پھربھی دل میں ذکر کرتا رہے۔ لیکن لوگوں سے ملنا جلنا کم کردے۔ اورزیادہ بہتر تو یہ ہے کہ ان تین دنوں میں خلوت گزیں رہے۔ صرف ضرورتاً کلام کرے۔ افطار میں زیادہ کھانا نہ کھائے۔ اورشب کوذکر میں جاگ کرگزارے۔ یاجس طرح بھی طالب کا مقتضائے طبیعت ہوا تنا ہی جاگے۔

حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا کہ فرزند تنگر قلی چونکہ امیرزادہ تھے جب وہ تلقین کے شرف سے مشرف ہوئے تو ان کو ''طے،، کے لیے میں نےنہیں کہا۔ چونکہ نازک طبع تھے صرف ان سے تین روزے رکھوائے گئے۔ القصہ اس کے بعد شیخ کے حکم سے غسل کرےاورغسل میں غسل اسلام کی نیت کرے۔ جس طرح جب کوئی شخص (غیرمسلم) دین اسلام میں داخل ہوتا۔ توسب سے پہلے غسل اسلام کرتا اس کے بعد حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم اس کوکلمہ طیبہ پڑھاتے۔ پس جب اسلام مجازی کے لیے غسل لازمی ہےتواس اسلام حقیقی کیلئے اوربھی ضروری اوراولیٰ ہے۔

غسل میں جب پانی جسم پر ڈالے تو اس وقت یوں کہے ’’خداوندا! وہ جسم جو ناپاک تھا اس کو میں پانی سے پاک کررہا ہوں۔ الٰہی! تو میرے دل کو جو خداوند کی انگلیوں میں ہے اپنی عنایت کی نظر سے اور معرفت کے نور سے پاک فرما دے۔،، جب غسل کر چکے تو عشاء کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہو۔ اور قبلہ رو ہو کر شیخ کے مقابل میں بیٹھے اور شیخ کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہو۔ اس وقت شیخ اس کے مناسب حال جو کچھ وصیت اور شرط مناسب ہے وہ اس کو کرے اور تلقین کے اسرار اور ذکر کے خواص اس کے صلاحیت اور اہلیت کے مطابق بیان کرے اور وجود جسمانی کی تعریف کرے (اس کی معرفت سے آگاہ کرے) کہ جو عالم کبریٰ کا نمونہ ہے۔ اگر چہ اس وجود جسمانی کو عالم صغریٰ کہتے ہیں لیکن حقیقت میں عالم کبریٰ ہے۔ لیکن اس طرح جو فہم مرید میں آسکیں اور طالب پر نظر کرتے ہوئے اس کی جمعیت خاطر کے لیے چند کلمات بھی کہہ دے۔

مرید شیخ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے اور اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے اور دل کو تمام چیزوں سے ہٹالے۔ اپنی قوت تصرف سے اس کے دل کو اپنی طرف حاضر کرے۔ مرید اپنا منہ شیخ کی طرف رکھے۔ اور بصد نیاز شیخ کا خیال دل میں رکھے (شیخ کے دھیان کے سوا اور کچھ دل میں نہ ہو) شیخ پہلے اُس کو درود شریف تین مرتبہ تلقین کرے۔ اور ایک دفعہ بڑے سکون اور طمانیت کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ طیّبہ کہے۔ مرید بھی اس کے بعد شیخ جیسی آواز میں لاالٰہ الاّاللّٰہ بہت زور سے کہے! شیخ پھر دوسری مرتبہ اسی طرح کہے اس طرح تین بار اس کی تکرار کرے۔

ہمارے بعض مشائخ کا ارشاد ہے کہ لاالٰہ الاّ اللّٰہ کو شیخ مرید کے سامنے کہے اور مرید اس کو گوش ہوش سے سنے اس کے بعد مرید کہے اور شیخ سنے۔ جب مرید کلمہ پڑھے تو شیخ کو چاہیے کہ وہ مرید کو کلمہ شروع کرنے کی جگہ اور ختم کرنے کی جگہ بتادے یہاں تک کہ تین مرتبہ یکے بعد دیگرے کہے، اس کے بعد شیخ دعا کرے اور مرید اس دعا پر آمین کہے۔ پھر شیخ اسی طرح تین بار درود شریف پڑھے۔ جس طرح پہلے تین مرتبہ پڑھا تھا۔ اس کے بعد شیخ عطاء تلقین یوں کرے کہ جس طرح میں نے اپنے پیروں اور مشائخ سے اس کو پایا ہے وہ میں تجھ کو دیتا ہوں۔ مرید اس کو قبول کرے۔ جب تین بار اس طرح تلقین ہو جائے تو اُٹھے اور فاتحہ پڑھے اور قبولیت کے لئے تکبیر کہے اور اپنے خلوت خانہ میں چلا جائے اور وہاں قبلہ رو ہو کر مربع (دونوں زانو بچھا کر) بیٹھے اور موافق ترتیب کے ختم ذکر میں مشغول ہو جائے۔

ذکر کے اطوار وانداز

حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا کہ ذکر کے طور اور ڈھنگ بہت سے ہیں لیکن صرف تین اشارے بیان کئے جاتے ہیں کہ نفی کی ابتداء داہنی طرف سے کرے اور بائیں طرف اثبات کرے۔ کیونکہ دل بائیں جانب واقع ہے۔ توجہ سے ذکر سخت اور بلند آواز سے پے بہ پے کرے۔ دل میں اس ذکر کے معنی پر غور کرے اور وسوسوں اور خواطر کی نفی کرے چنانچہ جب معنی لاالٰــــہ الاّالــلّٰــــہ پر غور کرے گا۔ تو ہر وسوسہ جو دل میں پیدا ہوتا ہے اس سے اس کی نفی ہو جاتی ہے۔ اور یہ تین خواطر مشہور ہیں۔ چنانچہ ضرب

اس طرح لگائے کہ میں کوئی چیز نہیں چاہتا، میں کچھ طلب نہیں کرتا، اور سوائے خداوند تعالیٰ کے میرا کوئی محبوب اور مقصود نہیں ہے۔ سوائے اللہ کے تمام خاطر کی لا اِلٰہ سے نفی کردے اور ارادہ ثلاثہ میں مبالغہ کرے یعنی **لا مقصود الا اللّٰہ ولا محبوب الا اللّٰہ ولا موجود الا اللّٰہ** جب مرید ذکر میں خوب ڈوب جائے اور گرمی پیدا ہوجائے تو پھر لا موجود الا اللہ کے ارادہ کے سوا اور کچھ خیال میں نہ لائے۔ بلکہ اس ارادہ میں اتنا مبالغہ اور سعی کرے کہ خود کو اور تمام موجودات کو اس شہود میں محو کردے۔ یہاں تک کہ اپنا شعور بھی باقی نہ رہے۔ اور مرید پر اس آیہ کریمہ کا مفہوم واضح ہوجائے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ہ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ [1] جو بھی زمین پر ہے سب کو فنا ہے اور باقی ہے آپ کے رب کی ذات جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔

بیت

چنان درذکردل منظور گردد
کہ ذاکر ذکر یک مذکور گردد

ترجمہ: ذکر میں دل اس قدر محویت اختیار کرجائے کہ ذاکر اور ذکر ایک ہوجائیں۔

جب ذاکر دریائے شہود سے نکل کر ساحل وجود پر آجائے تو کچھ دیر مراقبہ کرے اور جس سے اس کو دلی تعلق ہوا پنی نظروں سے اسکو بھی دور کردے اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اثنائے ذکر میں شیخ کی ولایت سے مدد طلب کرے اور لا اِلٰـہ کی نفی سے اس تعلق قلبی کو منقطع کردے اور اس چیز کی محبت کی جڑ کو دل سے اکھاڑ پھینکے۔ **الا اللّٰـہ** (اثبات) کے تصرف سے حق تعالیٰ کی محبت اس مجازی محبت کی قائم مقام بنادے۔ پس اسی طریقہ سے اسی ترتیب پر ہمیشہ عمل کرے تاکہ رفتہ رفتہ اپنے تمام محبوب اور مالوف چیزوں سے اس کا دل فارغ ہوجائے۔

ع

باخانہ جای رخت بود باخیال دوست
ترجمہ: خیال دوس سے گھر کو سجالے۔

ذکر میں جب مداومت ہوتی ہے تو اس سے اہتار و بے خودی پیدا ہوتی ہے۔ صوفیہ کے یہاں اہتار یہ ہے کہ ذکر کے غلبات سے ذاکر کی ہستی اس ذکر کے نور میں سماجائے اور ذکر اور ذاکر ایک ہوجائے اور علائق وعوائق (تعلقات وروابط) کا بار اس کے وجود سے اتر جائے اور دنیا اور عالم جسمانیات سے سبکبار ہوکر عالم روحانیات میں آجائے (اس کو اہتار کہا جاتا ہے) سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

سیرو اسیق المفردون!قیل منھم دیکھو کہ مفردون تم سے سبقت لےگئے! کہا گیا ہے

---

[1] پ ۲۷ الرحمٰن ۲۶، ۲۷

یارسول اللّٰہ قال الذین یھتدون بذکر اللّٰہ حتی وضع الذکر عنھم اوزارھم فوردوا القیامۃ خفافا.

یارسول اللہ! مفردون کون لوگ ہیں۔فرمایا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بوجھوں کو ان کے ذکر الٰہی نے اتار پھینکا ہے۔اور یہ لوگ قیامت میں سبکبار ہو کر وارد ہوں گے۔

دل تو خلوت گاہ حق ہے کہ فرمایا گیا ہے:۔

لایسعنی ارضی وسمائی وانما یسعنی قلب عبدی المومن

(ارض و سما کہاں تری وسعت کو پاسکے،،میرا ہی قلب ہے کہ جہاں تو سما سکے)

کیونکہ بادشاہ دل کی بارگاہ میں غیروں کا گزر جب ہوتا ہے تو وقار وحدت اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ وہاں تفرید کر دی جائے (صرف فرد باقی رہے وہاں اور کوئی نہ ہو) پس جب لا الٰہ کا دربان اور نگہبان بارگاہ دل کو زحمت اغیار سے خالی کر دے تو سلطان الا اللّٰہ کی تجلّی کی آمد آمد کا منتظر رہنا چاہیے(کہ اب دل میں سلطان الا اللّٰہ تشریف فرما ہوگا) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَافَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ۵ [1] توجب آپ (تبلیغ رسالت کے کاموں سے) فارغ ہوں تو (عبادت وریاضت) میں محنت فرمائیں(صرف)اپنے رب کی طرف راغب رہیں۔

شعر

جاخالی کن کہ شاہ ناگاہ آید
چون خالی گشت شہ بخرگاہ آید

ترجمہ: جگہ خالی کر کیونکہ اچانک شاہ آنے والا ہے۔جب جگہ خالی ہوگی تو خرگاہ سے شاہ آئے گا۔

تلقین ذکر کی مثال

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ تلقین ذکر کی مثال درخت کے اس بیج کی طرح ہے جو بویا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک مثال بیان کی ہے

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً کیا آپ نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی
کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ پاک کلمہ کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے۔
اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَافِی السَّمَآءِ ۵ [2] جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

اور وہ شجر کلمہ طیبہ لاالٰہ الّا اللّٰہ ہے۔جب مزاولت اور مداومت کے ساتھ اس درخت کی پرورش ہوگی تو اس جڑیں اور جڑوں کے ریشے دل سے تمام اعضاء جوارح تک پہنچیں گے اور پھر سر سے پیر کے ناخن

---

[1] پ ۳۰ نشرح ۸ [2] پ ۱۳ ابراھیم ۲۴

تک کوئی ایسی جگہ نہیں رہے گی کہ جہاں شجرہ ذکر کے ریشے اور سوتے نہ پہنچ جائیں۔ چونکہ اس جڑ کی کشت کاری شیخ کے ہاتھوں سے زمین قالب میں ہوتی ہے اس لئے شجرہ ذکر کی شاخ آسمان دل تک پہنچ جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

اَصۡلُهَاثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَافِی السَّمَآءِ ۝ ۱ — اس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اسکی شاخیں آسمان میں ہیں

اس مقام اور منزل پر پہنچ کر زبان سے ذکر کو دل لے لیتا ہے اور خود صریحاً کلمہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کہنا شروع کر دیتا ہے جب دل ذکر کو شروع کر دے تو اس وقت ذکر زبان کو روک دینا چاہیے تا کہ دل زیادہ سے زیادہ ذکر کر سکے۔ کیونکہ ذکر زبان سے اس کو تشویش ہوتی ہے۔ پس جب دل ذکر سے رک جائے تب زبان سے ذکر کرنا چاہیئے تا کہ دل رفتہ رفتہ پورے طور پر ذاکر بن جائے۔ غرضکہ ذکر دل کو ذکر زبان سے مدد پہنچا تا رہے تا کہ شجرِ ذکر پرورش پاتا رہے اور اوپر کو بڑھتا رہے اور پھر اپنے کمال کو پہنچ جائے اور اس کی نہایت حضرت جل وعلا ہے اور اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے کہ:

اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُه‘ ۲ — اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے اور نیک عمل کو اللہ بلند فرماتا ہے۔

شگوفہ مشاہدہ

جب یہ شجرہ طیبہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس میں مشاہدے کے شگوفے آنے لگتے ہیں اور پھر مشاہدات کے یہ شگوفے رفتہ رفتہ مکاشفات اور علم لدنی پھل لانے لگتے ہیں فرمایا گیا کہ:

تُؤۡتِیۡ اُکُلَهَا کُلَّ حِیۡنٍۭ بِاِذۡنِ رَبِّهَا ۳ — ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔

ان پھلوں کا اصل مقام وحدت ہے۔ پہلے تخم توحید بویا جاتا ہے پھر اس کی پرورش کرتے ہیں۔ تب اس سے ثمرہ وحدت حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک بڑا راز ہے اور آفرینش سے مقصود یہی نکتہ ہے

بجز توحید در گیتی دگر نیست — درخت کون را بہ زین ثمر نیست

ترجمہ:۔ سوائے توحید کے اس دنیا میں کچھ اور نہیں اور درخت وجود کا اس سے بہتر اور کوئی پھل نہیں ہے۔

یہ اسرار مسکونات غیب کا خلاصہ، ہیں، اور جو گوہر اسرار کہ غیب کے خزانوں میں مدفون ہیں سب ان موتیوں کے لئے سیپ ہیں۔ اور آیت کریمہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا یُّصۡلِحۡ لَکُمۡ اَعۡمَالَکُمۡ ۴ — اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ (اللہ) تمھارے لئے تمھارے اعمال کو درست فرمادے گا۔

---

۱ پ۱۳ ابراھیم ۲۴ ۲ پ۲۲ فاطر ۱۰ ۳ پ۱۳ ابراہیم ۲۵ ۴ پ۲۲ الاحزاب ۷۰

میں اسی صلاحیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ہر شخص کے لیے بقدر صحت وقدرت اس شجرہ کی پرورش کرنے میں صلاح وفلاح ہے اوران میں ایسے صاحبان دولت بھی موجود ہیں جو سلطنت حقیقی تک پہنچ جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاذْکُروُاللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ [۱] اور اللہ کو کثرت سے یاد کروتا کہ تم کامیابی حاصل کرو۔

ذکر کے اقسام

شیخ ابوالوفا خوارزمی قدس سرہٗ نے ذکر کے اقسام جو معدن معانی اور مخزن سجانی ہے حضرت قدوۃ الکبرا سے دریافت کیے تو انہوں نے فرمایا کہ ذکر چار قسم کا ہے۔ ایک وہ کہ زبان پر ہو لیکن دل میں نہ ہو۔ دوسرے وہ جو زبان پر بھی ہو اور دل میں بھی ہو۔ ''شکر زبان دل کا مرے ترجمان ہے،، لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل اس سے غافل ہوتا ہے اور دوسری چیز میں مشغول ہوتا ہے لیکن زبان اپنا کام کرتی ہے۔ یعنی ذکر میں مشغول رہتی ہے۔ تیسرے وہ کہ زبان بھی ذکر میں مشغول ہوتی ہے اور دل بھی۔ چوتھے وہ کہ دل ذاکر ہوتا ہے اور زبان خاموش رہتی ہے۔ یہ حقیقت ذکر ہے۔ کہ دل بولے اور زبان چپ رہے، یہ انتہائے مقام (ذکر) ہے اس مقام پر دل کا ذکر سماعت میں آتا ہے۔ جس طرح صرف زبان سے ادا کرنے میں کان سنتے ہیں لیکن دل اس سے غافل رہتا ہے۔ اسی طرح یہاں دل ذاکر ہوتا ہے کان اس ذکر کو سنتے ہیں اور زبان اس سے غافل ہوتی ہے یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ اس مقام میں دل زبان بن جاتا ہے اور زبان دل بن جاتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ سلطان المشائخ (حضرت معروف کرخی قدس سرہ) کے زمانہ میں ایک صوفی تھے وہ کثرت کے ساتھ ذکر دل میں مشغول رہتے تھے اور خود اپنے کانوں سے دل کا ذکر سنتے تھے۔ وہ جنگلوں اور بیابانوں میں اس گمان سے نکل کر چلے گئے کہ جس طرح میں ذکر دل سن رہا ہوں اور تمام دنیا بھی سنتی ہوگی۔ حضرت شیخ معروف کی خدمت میں یہ بات عرض کی گئی اور دریافت کیا گیا کہ کیا دوسرے لوگ بھی اس کو سنیں گے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس ذکر کو صاحب ذکر کے علاوہ کوئی اور نہیں سن سکتا۔ البتہ اگر کوئی صاحب دل ہو اور اس مقام پر پہنچ گیا ہو اور اس ذکر کی لذّت سے آشنا ہو تو وہ سن سکتا ہے۔

از دُرِ دریای دل دردمند	جز صدف دل نبود بہرہ مند
ہمدم دریای دل خویش شو	ورنہ ازین بحر بساحل کرو

ترجمہ:۔ دریائے دل دردمند کے موتی سے صدف دل کے علاوہ کوئی بہرہ مند نہیں۔ اپنے دل کے دریا کا ہمدم بن جا ورنہ اس دریا کو ساحل بنالے۔

---

[۱] پ ۲۸ جمعہ ۱۰

حضرت قدوۃ الکبرا نے فتاویٰ صوفیہ سے یہ قول نقل فرمایا کہ:۔

''اس کتاب فتاویٰ صوفیہ کے مرتّب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والدمحترم سے یہ بات سنی کہ وہ اپنے محترم والد کا یہ واقعہ بیان کرتے تھےاور یہ صاحب شیخ کبیر کے خلفاء اور فقرا میں سے تھے (درویش دوست بزرگ تھے) کہ میرے والدمحترم رحمتہ اللہ علیہ شیخ مذکور کے فقیروں (خلفاء) میں سے ایک فقیر کے پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا (مولف فتاویٰ صوفیہ کے والد) میں اس وقت کم سن تھا لیکن ذی فہم تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں دونوں حضرات گفتگو کرنے لگےاور میں ذکر الٰہی سن رہا تھااور یہ دونوں گفتگو میں مشغول تھے میں اس ذکراوراس کے ذاکر سے بہت متحیر ہوا کہ اس وقت حجرہ میں ان دونوں حضرات کےاور میرے علاوہ کوئی چوتھا شخص نہیں تھا۔ جب ہم لوگ واپس ہوئے اور والدمحترم حجرہ سے باہر نکلے تو میں نے والدمحترم سے عرض کیا کہ ایسا واقعہ پیش آیا۔تب انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ اس فقیر کے دل کا ذکر تھا تمہیں مبارک ہوا ے فرزند کہ تم نے وہ ذکر سن لیا تم کو اللہ تعالیٰ مقام فقرا کی رسائی عطا فرمائے گا۔ چنانچہ وہ اللہ کے ولی ہوئے۔

ذکر کلمۂ نفی واثبات

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تخصیص ذکر لا الٰـہ الاّ الـلّٰـہ میں دوسروں کے اذکار سے پہلے قرآن پاک کے ارشادات سنو جو اس کے اختصاص کے گواہ ہیں۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى ۱؎ (پارہ۲۶سورۂ فتح آیت۶۲) اوراللہ نے لازم کردیا ان پرتقویٰ کا کلمہ

اور یہ کلمہ تقویٰ لَا الـہ الّا اللّٰہ ہےاوراس کا نام کلمہ تقوی اس لیے رکھا گیا کہ بندہ جس وقت گویا ہوتا ہےتو اس کے دل میں جو نورتوحید موجود ہےاس سے وہ اس کلمہ کو کہتا ہے۔ پس جب وہ انتہا کو پہنچے گا پل صراط پرتو یہی نوراس کو آتش دوزخ سے بچائے گا، یہ نور ٹھنڈک ہے جو آگ کے شعلہ کو دباتی ہے کیونکہ یہ نوررحمت کا نور ہےاور یہ رحمت مومن کونصیب ہوتی ہےاس کے پروردگار کی طرف سے پس بندہ نے جب اس رحمت کو زبان سے کہا تو نورتوحید سے اپنے دل کو روشن کرلیا۔اوراس روشنی سے اپنے سینہ کومنور کرلیااور گویا اسی چمک کے نور سے انسان ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ ابوالحسن نوری کونوری کہنے کی یہ وجہ تھی کہ جب وہ ذکر کرتے تھےتو ان کی زبان سے نور نکلتا تھااورادھراُدھر پھیل جاتا تھا۔اللہ تعالیٰ کا ایک اورارشاد یہ ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۲؎ اے مومنو! اللہ سے ڈرو۔اورسیدھی بات کہو۔

۱؎ پ۲۶ سورہ فتح ۲۶ ۲؎ پ۲۲ الاحزاب ۷۰

یعنی قولوا قول لاالٰہ الا اللّٰہ (یعنی قول لاالہ الا اللّٰہ کہو) رسالہ مکیہ میں آیا ہے (صاحب رسالہ مکیہ تحریر فرماتے ہیں:

وکل قلب احب اللّٰہ وار ضاہ وقربہ وادناہ واراد ان یوصلہ الیٰ مقام النبوۃ ان کان فی زماننا اومقام الولا یہ فھوتعالیٰ یسلط الذکر علٰی ذالک القلب لنیورہٗ ویظھرہٗ بشدۃ ضیائہٖ وقوۃ تصرفہ فکلمۃ لآ الٰہ الا اللّٰہ التوحید وقد ذکر اللّٰہ ھذہ الکلمۃ فی القرآن صریحًا فی موضعین الاولُ قولہ تعالیٰ اِذَا قِیۡلَ لَھُمۡ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ والثانی قولہ تعالیٰ:فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ معناہ اعلم ان اللّٰہ ھو الذی یستحق الالوھیۃ دون غیرہٖ واذاعلمت ان التوحید انما یصح بکلمۃ لاالہٰ الااللّٰہ علمت ان ھذا الاسم من اعظم الاسماء فائدۃً وان ھذا الذکر افضل الاذکار قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الہ الااللّٰہ،،

وقال سھل التستری رحمۃ اللّٰہ علیہ لیس لِقول لاالٰہ الااللّٰہ ثوابُ الاالنظرالی وجھہ عزوجل والجنۃ ثواب الاعمال اعلم ان کلمۃ التوحید اذا قالھا الافر ینفی عن ظلمۃ الکفرو یثبت فی قلبہ نور التوحید اذا قالھا المومن وان قالھافی کل یومٍ الف مرۃً فبکل مرۃ ینفی عنہ شیئًا لم ینفعہ المرۃ الاولی مقام العلم باللّٰہ لا ینتھی الی الابدوولھذا قال لما قال للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلمً فاعلم انہ لاالہ الااللّٰہ لم یقل علمت لان العلم باللّٰہ لانھایۃ لہ الی الابد.

ترجمہ:۔ ہر وہ دل جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرما لیا اور چن لیا اور نزدیکی وقرب عطا فرمایا اور ارادہ فرما لیا کہ اس کو بارگاہ نبوت کی حاضری نصیب فرمائے اگر وہ ہمارے زمانہ میں ہو یا مقام ولایت تک پہنچادے۔ پس اللہ تعالیٰ ذکر کو ایسے دل پر مسلط فرما دیتا ہے تاکہ اس کو منور کردے اور شدّت ضیاء اور قوّتِ تصّرف سے اس کو ظاہر کردے۔ پس کلمہ لاالہ الا اللہ کلمۂ توحید ہے اور بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کا ذکر قرآن پاک میں کیا ہے صریح طور پر دو مقامات پر۔ اول اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔ اِذَاقِیۡلَ لَھُمۡ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ۵ لا [1]

---

[1] جب ان سے کہا جاتا تھا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے تو وہ تکبر کرتے تھے۔ پ۲۳ الصّٰفٰت ۳۵

اوردوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۱؎اس کے معنی یہ ہیں کہ جان لوکہ بے شک اللہ ہی الوہیت کا مستحق ہے نہ کہ اس کا غیراور جب تم نے یہ جان لیا کہ توحیداس کے سوانہیں ہے تو کلمہ لاالٰــــــــــہ کو صحیح طور پر جانا بے شک یہ اسم باعتبار فوائد کے اسم اعظم سے ہے اور بے شک یہ ذکر تمام اذکار میں افضل ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے افضل ذکر لاالٰہ الاّاللّٰہ ہے۔

اور شیخ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لاالٰــــہ الاّاللہ کا ثواب دیدارالٰہی عزوجل ہے جب کہ جنت تو ثواب عمل ہے معلوم ہوا کہ اس کلمہ توحید کو جب کافر کہتا ہے تو یہ کلمہ اس کو تیرگئی کفر سے نکال دیتا ہے اوراس کے دل میں نورتوحید ثبات حاصل کرلیتا ہے،اور جب مومن یہ کلمہ ادا کرتا ہےاورروزانہ ہزارمرتبہ کہتا ہے تو ہر باراس چیز کی نفی کرتا ہے جس کی پہلے نفی نہیں کی تھی۔خدا شناسی کے مقام کی انتہا نہیں ہے اس سبب سے جب بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا یہی فرمایا کہ پس جان لوکہ اللہ کے سوااور کوئی معبودنہیں ہے۔یہ نہیں کہا کہ آپ نے جانا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبودنہیں ہے کیونکہ خدا شناسی کی ابد سے کوئی انتہا نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا تقریباً ان الفاظ میں فرماتے تھے کہ ہرنفس (شخص) پرایک شیطان خوبصورت پرندہ کی شکل میں بیٹھا ہے۔ جب طالب صادق ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو ایک ایسا نوراس کی زبان سے جھڑتا ہے جس سے وہ شیطان اُن کے سروں سے اٹھ جاتے ہیں، ذاکر بھی اس شیطان سے آگاہ ہوتا ہے۔منقول ہے کہ شیخ ابوالقاسم قیصری کہتے ہیں کہ میں ہفتہ میں صرف ایک بار کچھ کھاتا تھا۔ایک جن میرے پاس آیا کرتا تھااورسلام کرکے بیٹھ جاتا تھا۔لیکن وہ مجھے دکھائی نہیں دیتا تھاایک روز میں نے اس جن سے کہا۔کیا ہی اچھا ہو کہ تم میرے سامنے آجاؤ۔یکا یک میں نے دیکھا ایک خوبصورت نوجوان میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میں نے کہا کہ تم کون ہواس نے کہا میں صاحب ایمان جنوں میں سے ہوں۔ جب تم جیسے لوگوں کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے اور میں ان کے سلام کے لیے حاضر ہوتا ہوں (بس اسی وجہ سے تمہارے پاس آتا ہوں) میں نے کہا اب جب کبھی تم میرے پاس آیا کرو تو ظاہر صورت میں آیا کرو!اس طرح میرے اور اس کے درمیان دوستی ہوگئی اس نے مجھ سے بہت سی باتیں سیکھیں ایک دن میں نے اس سے کہا کہ آؤ مسجد میں چلیں اور کچھ دیر وہاں بیٹھیں۔ وہاں پہنچ کر اس نے کہا کہ ان آدمیوں کو تم کس طرح دیکھتے ہو میں نے کہا۔بعض کو خواب میں بعض کو جاگتے میں۔ اس نے کہا جو کچھ ان کے سروں پر ہے دیکھتے ہو میں نے کہا نہیں مجھے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس نے میری آنکھوں کو ملا۔ میں نے دیکھا کہ ہر شخص کے سر پر کوّا بیٹھا ہوا ہے۔بعض لوگوں کی آنکھوں تک اپنے پر پھیلا رکھے ہیں اور بعض لوگوں کے محض سر

۱؎تو آپ یقین رکھئے کہ کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے۔پ۲۶ محمد ۱۹

پر بیٹھا ہوا ہے۔کبھی ایک کے سر سے اتر کر دوسرے کے سر پر جا بیٹھتا ہے۔میں نے کہا کہ یہ کیا تماشہ ہے اس نے مجھ سے کہا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کیا نہیں پڑھا ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَلَهٗ قَرِيْنٌ ٥ [۱] اور جو اندھا بن گیا رحمٰن کے ذکر کی طرف سے ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ (ہر وقت) اس کا ساتھی ہے۔

یہ شیطان ہیں جو ان کے سروں پر بیٹھے ہیں اور ہر ایک پر اس کی غفلت کے مطابق اس کا غلبہ ہے۔وہ جن دوست اسی طرح میرے پاس آتا رہا۔ایک دن اس نے مجھے صدقہ اور خیرات کا کھانا کھاتے دیکھ لیا بس اسی روز سے آنا بند کر دیا۔

قطعہ

زاغ غفلت برسر ہر سالکی برنشستہ تافرو ماند زیاد
گرکسی تیر خدنگ یاد زد پرزند از فرق مردم ہمچو باد

ترجمہ:۔ ہر سالک کے سر پر ایک زاغ (شیطان) بیٹھا ہوا ہے۔تاکہ اس کو یاد الٰہی سے روک دے اگر سالک کے پاس یاد الٰہی کا تیر موجود ہے تو وہ اس کو نشانہ بناتا ہے۔اور پھر وہ زاغ اس کے سر سے ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے۔

کلمہ کی خصوصیت ظاہری اور باطنی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ لا الٰـہ الا اللّٰہ کلمہ کی خصوصیت ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی (باعتبار شریعت اور باعتبار معرفت) باعتبار شریعت تو یہ ہے کہ سرور کونین سید الانبیاء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے افضل الذکر لا اِلٰـہ اِلاّ اللّٰـہ یعنی سب سے افضل ذکر لاَ الٰـہ الا اللّٰـہ کا ورد ہے اور باطنی اعتبار سے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ [۲] (اس کی طرف پاکیزہ کلام چڑھتا ہے) کلمہ طیب لا الٰـہ الا اللّٰـہ ہے یعنی یہ کلمہ بارگاہ الوہیت تک جاسکتا ہے کیونکہ اس کلمہ میں نفی و اثبات مرکب ہے اور نسیان کا مرض اس نفی و اثبات کے معجون سے دور کیا جاسکتا ہے کیونکہ غفلت مرکب ہے ذکر حق کی نفی اور ذکر اغیار کے اثبات سے لہٰذا شربت شکنجبین کو سرکہ نفی اور شکر اثبات سے کام میں لائیں تاکہ غفلت کے صفراوی مادہ کو کاٹ دے لاالہٰ سے ما سوا اللہ کی نفی کرے الا اللہ سے حضرت حق کا اثبات کے یہاں تک کہ جب اس علاج کی پابندی وہمیشگی کرے تو آہستہ آہستہ ماسوا اللہ سے روح کے لگاؤ کی بیماری شربت لاالہٰ اِلااللہ سے زائل ہو جائے اور غفلت کی بیماری کٹ جائے اور ذاکر کی تندرستی بواسطۂ جمال الااللہ کے سراپردہ عزت

[۱] پ۲۵ زخرف ۳۶ [۲] پ۲۲ فاطر ۱۰

سے رونما ہواور موافق وعدہ

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ ؎۱ تو مجھے تم یادکردیں تمہیں یادکردوں گا۔

کےحرف وآواز کےلباس سے پاک ہوجائے اورعظمت الوہیت کےنورکی تجلّی میں

كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؎۲ اس کی ذات کےسواہر چیز ہلاک ہونے والی ہے

کی خاصیت آشکاراورذکرروح ذاکراوروجودذاکرکےساتھ دریائے ناپیدا کنارذاکری اَذْکُرْکُمْ میں ڈوب کرفنا ہوجائے۔ یہاں پراَذْکُرْکُمْ ذاکری روح کی قائم مقامی کرے ذکروذاکرومذکورایک ہوجائے اوراب ذکربغیرشرکت کے ہاتھ آئے

مصرعہ

تاز خود بشنود نہ ازمن وتو

ترجمہ:۔تاکہ اپنے آپ سے سنے نہ کہ من وتو سے

آیۃ کریمہ

لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ؎۳ آج کس کی بادشاہی ہےصرف اللہ کی جوایک ہےسب پرغالب۔

اورراز

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؎۴ اللہ نے گواہی دی کہ اس کےسواکوئی معبودنہیں

یہاں پرظاہرہوتاہے۔گوشہ نشیں گنجہ شایداسی خزانہ سےگوہرریزی کرتے ہیں

چون قدمت بانگ برابلق زند جزتوکہ آرد کہ انا الحق زند

کیست درین دائرۂ دیر پائ کولمن الملک زند جزخدائ

ترجمہ:۔جب پہلی بارتونےآواز بلندکی توتیرے بغیرکون تھاجس نےاناالحق کہااس دیرپادائرہ میں کون ہے جولمن الملک کہتاہے سوائےخداتعالٰی کے۔

اورحضرت شیخ یوسف حریری کا اشارہ جوفرمایا کہ کسی نے اللہ نہیں کہا سوا اللہ کے اس حالت میں سمجھ میں آتا ہےاوراس کاعلم ہوتاہےاورمحقق کواس کلمہ کی حقیقت روشن ہوجاتی ہےاورمعلوم ہوتاہے کہ اسلام کی بنیاداس کلمہ پرکیوں رکھی ہے، دوسرے کلموں پرکیوں نہ رکھی

مصرعہ

کہ داند سّراین اسرار ہیہات

کون اس بھید کو جانتا ہے۔اَہ

یہ اس لئے ہے چونکہ شرک معنوی سے رہائی کی صورت بغیر اس کلمہ کے معنی کے نہیں ہوسکتی ہے۔

؎۱پ۲البقرہ۱۵۲ ؎۲پ۲۰قصص۸۸ ؎۳پ۲۴المومن۱۶ ؎۴پ۳ال عمران۱۸

آفرینش راہمہ پی کن بہ تیغ لاالہٰ
تادلت خالی شودسلطان الّاالله را

ترجمہ:۔تمام آفرینش کولاالہٰ کی تیغ سے ختم کرتا کہ تیرادل خالی ہوالا اللہ کے سلطان کے لئے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰ نے بشارت الذاکرین میں فرمایا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں عبادت پروردگار عالم کا شوق فزوں ہوااورانہوں نے ملازمت حق تعالیٰ میں رنگارنگی پسند فرمائی (چندقسم کی عبادات کا شوق پیدا ہوا) تو سر نیاز بارگاہ الٰہی میں جھکا دیااورسوز وگداز کے ساتھ عرض کیا کہ الہٰ العالمین! اپنی مقررہ عبادت میں مجھ کو کچھ زیادہ جسمانی محنت نہیں اٹھانی پڑتی۔لہٰذا میں ایسی مزید عبادت چاہتا ہوں جس میں مجھے محنت اٹھانی پڑے۔

قطعہ

اگر در راہ رفتن رنج باشد مسافراہ محنت سنج باشد
چوزاد رنج رہرو خورد یابد کہ او امید وار گنج باشد

ترجمہ:۔اگرراہ چلنے میں رنج اٹھانا پڑے تو مسافر محنت کا عادی ہوجاتا ہے اگرراہرو کے پاس رنج کا سامان تھوڑا ہوتو خزانے کا امید وار کیسے ہوسکتا ہے۔

حضرت خالق زمین وآسمان کی بارگاہ سے خطاب ہواقُلْ لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه (تم کلمہ طیّب پڑھا کرو)۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو میری جان کی غذا ہے اور ہروقت میری زبان پررواں ہے میں تواورعبادت کا تجھ سے طلب گار ہوں۔پھرارشاد ہواقُلْ لاَاِلٰـهَ اِلَّا اِللّٰـه ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر درخواست کی اورکسی اورعبادت کی طلب پرجسارت فرمائی۔پھرارشاد ہواقُلْ لاَاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ

چوموسیٰ راگذشت ازحدجسارت شدہ از داورگرددن اشارت
کہ ازمن ای عبادت خواہ میدان بگفتن کلمۂ اسرارِ آسان

ترجمہ:۔حضرت موسیٰ کی جسارت جب بارگاہ ایزدی میں حد سے بڑھی تو فرمان ہوا کہ مجھ سے عبادت کے طلبگار جان لے کہ کلمہ اسرار کہنا آسان ہے۔

اورفرمایا کہ اے موسیٰ اس اسرارالٰہی کے کلمہ کو پڑھنے کی میں نے تمہیں توفیق عطا کی ہے اورتمہارے دل کے دریا میں میں نے یہ موتی اس طرح رکھ دیا ہے کہ تم آسانی سے اس کوساحل زبان تک پہنچادیتے ہو(آسانی سے ادا کرنے کی ہم نے تم کوتوفیق بخشی ہے) ذرا ان کافروں اورنافرمانوں کوتودیکھو کہ ان کے لیے ایک کلمہ پاک کا کہنا اورزبان سے ادا کرنا اتنا دشوار ہے کہ اس کے مقابل ناخن سے پہاڑ کھودنا وہ آسان خیال کریں گے۔

؎

برائے کافران زین درسفتن
بسی آسان نماید کوہ کندن

ترجمہ:۔کافروں کے لئے اس کلمہ کا پڑھنا ناخن سے پہاڑ کھودنے سے بدرجہا مشکل ہے۔

خصائص ذکر

حضرت قدوۃ الکبرٰ سے ذکر کی خصوصیات کے سلسلہ میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ ذکر میں وقت کی پابندی نہیں ہے اس لیے کہ بندہ ذکر کے لیے مامور نہیں ہے۔یعنی وقت کی پابندی کے ساتھ اس پر ذکر مذہب نے فرض نہیں کیا ہے کہ فلاں وقت ذکر کرو اور فلاں وقت نہ کرو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ نماز اگرچہ سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے لیکن بعض اوقات میں اس کا پڑھنا درست نہیں ہے۔لیکن ذکر عام حالات میں ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اَلَّـذِیۡـنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّ قُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ [1] جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے ہوئے۔

اس کی تفسیر میں مفسرین (مشائخ) نے فرمایا ہے کہ اس حکم سے تمام اوقات اور ہمہ حالات میں ذکر کی اجازت ہے اور اس کا استیعاب ہوتا ہے۔

ذکر کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے ذکر کے مقابلہ میں اپنے ذکر کا وعدہ فرمایا ہے۔جیسا کہ فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ سے ثابت ہے۔حضرت جبریل علیہ السلام کے اخبار سے یہ خبر منقول ہے کہ انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ:

یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے آپ کی امت کو ایک ایسی چیز عطا فرمائی ہے۔جو گذشتہ امتوں میں سے کسی امت کو بھی میں نے نہیں دی۔آپ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے اے اخی جبرئیل؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔اور یہ آپ کی امت کے سوا اور کسی امت سے نہیں کہا گیا ہے۔ **(لم یقل هذا لاحد غیر هذه الامة).**

حضرت قدوۃ الکبرٰ نے حضرت میر سے نقل فرمایا، واضح رہے کہ لطائف اشرفی میں جہاں جہاں لفظ حضرت میر آیا ہے اس سے مراد حضرت سیّد السادات قدوۃ الطائفہ سیّد جلال بخاری ہیں، کہ

انہوں نے روضۃ العلماء سے نقل فرمایا ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ستون ہے جس کا سر یاقوت سرخ کا ہے اور یہ ستون عرش کے نیچے ہے اور اس کا پاؤں اس مچھلی کے پشت پر رکھا ہے جو زمین کے ساتویں طبق میں ہے۔ پس جب کوئی بندہ لاَ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰـهُ مُحَـمَّدٌ رَّسُوۡلَ اللّٰه صدق نیت کے ساتھ کہتا ہے تو عرش کانپ جاتا ہے پس ہل جاتی ہے مچھلی اور

[1] پ۴ آل عمران ۱۹۱

وہ پایہ جس پر ستون ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے عرش ساکن ہوجا، اس وقت عرش عرض کرتا ہے کہ یارب میں کس طرح ساکن ہوجاؤں حالانکہ تو نے اس کلمہ کے کہنے والے شخص کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہیں بخشے ہیں خواہ وہ آشکارا ہوں یا پوشیدہ تب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آسمان کے رہنے والو! تم گواہ رہنا کہ بے شک وشبہ میں نے اس کلمہ کے پڑھنے والے کے تمام صغیرہ اور کبیرہ علانیہ اور پوشیدہ گناہ بخش دیئے۔،،

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لا الہٰ الا اللہ کے بجز کسی پر بھروسہ اور اعتماد نہ کرو کہ بے شک یہ اسلام کی سپر ہے اور جب یہ سپر مستحکم نہیں ہوتی تو تیر اس میں پیوست ہوجاتا ہے۔،،

اور سید ممدوح نے فرمایا ''جو تیر سپر (ڈھال) کو پار کرجاتا ہے وہ صاحب سپر کو ہلاک کردیتا ہے۔،،

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جو کوئی کلمہ **لاَاِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰه** کو مردہ یا زندہ کی نجات وبخشش کے لیئے پڑھے تو اس کو ضرور نجات حاصل ہوگی۔ جیسا کہ شیخ ابوالربیع سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے کلمہ طیبہ کو ستر ہزار مرتبہ پڑھا تھا اور اس کا ثواب کسی کو نہیں بخشا تھا۔ اتفاق سے ایک دن میں ایک دعوت میں گیا وہاں کچھ اور لوگ بھی تھے اور ایک کم عمر لڑکا بھی موجود تھا جو صاحب کشف تھا۔ جب کھانا شروع ہوا تو اس لڑکے نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن کوئی لقمہ نہیں کھایا اور پھر یکبارگی رونے لگا۔ لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں نے دوزخ کا مشاہدہ کیا ہے وہاں میری والدہ عذاب میں مبتلا ہیں۔ شیخ ابوالربیع نے فرمایا کہ اسی وقت میں نے اپنے دل میں کہا کہ الٰہی! تو اس بات سے واقف ہے کہ میں نے ستر ہزار بار کلمہ **لاَاِلٰه اِلاَّ اللّٰه** پڑھا ہے اب میں اس کو اس لڑکے کی ماں کو دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے بخشتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں یہ نیت تمام کی تو وہ لڑکا ہنسنے لگا۔ اور بڑی مسّرت کے ساتھ کہنے لگا کہ اب میری ماں کو عذاب جہنم سے نجات مل گئی۔ **الحمد للّٰہ** یہ کہہ کر اس نے کھانا شروع کردیا۔ شیخ ابوالربیع فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی صحت کی اس لڑکے کے ذریعہ تصدیق ہوگئی اور اس لڑکے کے کشف کی صحت حدیث نبوی سے۔

رباعی

چوگردد روان تیر آتش بسر   شود کلمہ لا الہ اش سپر
گرآن تیرااین سپر کم بود   کنداز در ہفت گردون گذر

ترجمہ:۔ جب آگ کا تیر چھوڑا جاتا ہے تو کلمہ لا الہٰ الا اللہ سپر (ڈھال) بن جاتا ہے۔ اگر اس تیر کے لئے سپر درست اور مضبوط نہ ہو تو آگ کا وہ تیر سات آسمانوں سے بھی نکل جائے گا۔

اذکار جہریہ

حضرت قاضی حجت نے قدوۃ الکبریٰ کے حضور عرض کیا کہ اذکار جہریہ وسریہ کے سلسلہ میں مشائخ کے درمیان کافی اختلاف ہے اور ہر ایک کی فضیلت کے بارے میں بے حد اختلاف پڑ گیا ہے۔

بعض مشائخ نے مکمل طور پر اذکار جہریہ سے منع کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ اذکار جہریہ قرآن وحدیث وفقہی روایات آثار اور عمل مشائک سے ثابت ہے سب سے پہلے اس سلسلہ میں قرآن احکام سنو:

ارشادربانی ہے:

فَاذْکُرُو اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَ کُمْ اَوْاَشَدَّ ذِکْرًاط ۱ تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ ذکر۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اظہار میں مبالغہ کی تاکید ہے (یعنی اس سے بھی زیادہ ذکر کرو) اگر کوئی پوشیدہ کرے یا اس کو چھپائے تو اس کے کافی ہونے پر دلیل ہوتی ہے اور چونکہ فخر کرنا اس میں شامل ہے (کہ اپنے آبا کا ذکر اظہار تفاخر کے لیے کیا کرتے تھے) تو اس کا اظہار واعلان ضروری ہے۔ پس واجب ہوا کہ ذکر خدا کا اعلان اس سے زیادہ کیا جائے (لہٰذا ثابت ہوا کہ ذکر جہریہ کی تاکید ہے)۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تمام اوقات میں ذکر جہریہ کی کس طرح دلیل بن سکتی ہے تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے:

فَاِذَاقَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوْا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَ کُمْ ۲ پھر جب تم اپنے حج کے کام پورے کرلو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔

اس آیت بالا میں ''فا،، تعقیب کے لیے آئی ہے اور اس سے مراد تکبیر ہے۔ اس لیے کہ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد کوئی دوسرا ذکر واجب نہیں ہے۔ اور یہ تکبیر اوقات مخصوصہ میں نماز فرض کے بعد مشروع ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن اس کا ہم یہ جواب دیں گے کہ اس سے مراد تمام اوقات میں ذکر الٰہی ہے نہ کہ اوقات مخصوصہ میں تکبیر کی ادائیگی۔ (تکبیر اوقات مخصوصہ میں کہنا اس سے مراد نہیں ہے بلکہ ہر وقت ذکر کرنا مقصود ہے) چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس طرح ذکر کرو جس طرح تم اپنے آبا کا ذکر کرتے ہو اور یہ لوگ اپنے آبا کا ذکر فخریہ طور پر ہر وقت کیا کرتے تھے۔ نہ یہ کہ کسی مخصوص وقت میں کرتے ہوں۔ پس ان کو حکم دیا گیا کہ تمام اوقات میں اپنے آبا کے ذکر کے بجائے خدا کا ذکر کرو۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ ایک زیادہ واجب کو جو حق اللہ ہے اس سے کیوں تشبیہہ دی گئی جو اس سے وجوب میں کہیں کم ہے یعنی ''حق والد،، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے ذکر میں مبالغہ کیا کرتے تھے'' ازروئے فخر،، بس اسی طرح یہ حکم دیا گیا کہ بقدرامکان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسان پر ذکر خدا میں مبالغہ کریں۔ ہر چند کہ دونوں کے مرتبہ میں تفاوت اور فرق ہے باری تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے:

---

۱ پ۲ البقرہ ۲۰۰ ۲ پ۲ البقرہ ۲۰۰

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا ا؎ پ۵ النساء۱۰۳ تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی چیز فرض نہیں کی ہے۔ جس کی حد معلوم نہ ہو اور حالات عذر میں اس کے تارک کو معذور بھی رکھا ہے۔ سوائے ذکر کے۔ کہ وہ کسی حد پر منتہی نہیں ہوتا اور نہ کسی کو اس کے کسی عذر کی بناء پر معذور رکھا گیا ہے سوائے مجنون اور مغلوب العقل کے بلکہ اپنے بندوں کو ہر حال میں اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: **اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا.** ۲؎ پ۲۲ احزاب ۴۱ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو دن میں بھی اور رات میں بھی، حضر میں بھی اور سفر میں بھی تو انگری میں بھی اور فقیری و مفلسی میں بھی پوشیدہ طور پر بھی اور علانیہ بھی، ہر حال میں۔

(یہ تو آیات قرآنی تھیں جن کو بیان کیا گیا) لیکن حدیثیں تو بہت ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو مذکور ہے مصابیح میں انہوں نے کہا:۔

كان النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم اذا سلم من صلٰوته قال بصوته الاعلىٰ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ الىٰ اخره	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ نماز سے فارغ ہوجاتے تو بلند آواز سے لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ (الیٰ آخرہ) فرماتے۔

دوسری حدیث وہ ہے جو بستان النوادی کے باب الاذکار میں آیا ہے کہ

ان النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم كان يجهر مع اصحابه رضوان اللّٰه تعالىٰ عليهم بالاذكار والتسبيح والتهليل بعد الصّلوة.	بے شک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم (اجمعین) کے ساتھ ذکر تسبیح وتہلیل بلند آواز سے فرماتے تھے۔
تیسری حدیث وہ ہے جو مذکور ہے روضہ میں۔ **حاكياً عن اللّٰه تعالىٰ من ذكرنى فے نفسه ذكرته فى نفسى ومن ذكرنى فى ملآء ذكرته فى مَلَآءٍ غير منه.**	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرتا ہے تو اس کو میں اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور جو کوئی مجھے مجلس یا مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو برسر مجلس یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر جماعت ہوتی ہے۔

اس طرح کی بہت سی روایات ہیں۔ مجموع نوازل، خالی، الحسامیہ، کبریٰ اور صغریٰ میں مذکور ہے کہ قرأت قرآن بآواز بلند حمام میں مکروہ ہے لیکن آواز خفی کے ساتھ مکروہ نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن حمام میں

ا؎ پ۵ النساء ۱۰۳ ۲؎ پ ۲۲ احزاب ۴۱

بآواز بلند تسبیح وتہلیل مکروہ نہیں ہے۔ جیسا کہ صلوٰۃ النوازل، حسامیہ اور الصرفیہ اور ملتقط میں اور البرہانی اور رکنی کی کتاب الکراہیۃ التجنیس میں اور نفاس تجنیس وغیرہ میں مذکور ہے سراجیہ کی کتاب الکراہیۃ اور مختصر الکبریٰ میں آیا ہے کہ حمام میں تسبیح وتہلیل میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خواہ بلند آواز سے ہو جامع نے کہا ہے "لا باس،، سے کراہت اور اساءت کی نفی مراد ہے۔ جیسا کہ اصول میں معروف ومشہور ہے۔ پس یہ روایت قول اوّل کی حمایت میں ہے۔ حوالۃً جو دو مسئلے میں نے بیان کیے ہیں ان کی میں نے تفصیل بعض لوگوں کی ضرورت علمی کے باعث کر دی ہے اور میں نے اخبار کی توضیح وتشریح کو ضروری نہیں سمجھا۔ یعنی مسئلہ قرأت قرآن ومسئلہ تسبیح وتہلیل ان کی تفصیل کتب مذکورہ میں دیکھی جاسکتی ہیں جو درسی کتب ہیں قرأت قرآن پاک کا مسئلہ تو بطور کلی ہے (یعنی حمام میں بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے)۔ لیکن تسبیح وتہلیل کا بآواز بلند ہونا اس کے جزئیات میں سے ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور اس کے لیے کل میں شرط نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق کل سے ہے۔ (**ولیس الشرط یکون فی کل بدان یکون من الکل**) پس جب حمام میں بآواز بلند قرأۃ قرآن کا بدون کراہت جواز ہے اُن شرائط وآداب کے ساتھ جو قرأت قرآن کے لیے ضروری ہیں تو پھر تسبیح وتہلیل کا آواز بلند سے پڑھنا بغیر کسی کراہت کے اولیٰ ہے۔ جیسا کہ قنوت کے بارے میں آیا ہے۔ **لاباس بان یظھر ذکر اللّٰہ تعالیٰ فی الحمام** کہ حمام میں اگر ذکر الٰہی ظاہر کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے تو ادعیہ واذکار میں کوئی بھی مانع موجود نہیں ہے۔ یہاں تک کہ حدث بھی مانع نہیں۔ یہاں تک کہ جنبی کیلئے قرآن کا دعا وذکر کی نیت سے اور دعاؤں اور قنوت کا پڑھنا جائز ہے اور اس پر فتویٰ ہے اس لیے کہ بندہ ہر جگہ ذکر الٰہی کے لیے مامور ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان ہوا۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ حمام کے بارے میں یہ مسئلہ ایک جزئیہ کی شکل رکھتا ہے اور حمام وہ جگہ ہے جہاں غسل کیا جاتا ہے اور لوگ اپنا میل کچیل، اپنی نجاستوں اور گندگیوں کو دور کرتے ہیں بلکہ ایک روایت تو یہ ہے کہ حمام شیطانوں کا مقام ہے اور ان کا گھر ہے۔ کتاب خلاص میں مذکور ہے،، ظاہر ہے کہ حمام اگر نجاستوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے عورات کھلے ہوتے ہیں۔ ستر عورات نہیں ہوتا اس لیے وہاں قرأت قرآن مکروہ ہے۔ لیکن تسبیح وتہلیل آواز بلند کے ساتھ جائز ہے باجود ان چیزوں کے۔ پس تسبیح وتہلیل کا جواز مسجدوں میں، خانقاہوں میں، مشائخ کی رباط میں اور خلوت نشینوں کے گوشوں میں، پاک جگہوں پر، ٹاٹ کے فرش پر جو پاک ہو، وضو کی حال میں۔ تضرع وعاجزی کے ساتھ مربع نشت میں تو اور بھی اولیٰ واعلیٰ ہوا۔ اس لیے کہ ان سب کی بنا تو اذکار وتسبیح ہی کے لیے کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَفِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَابِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ [1]

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا کہ بلند کیا جائے اور ذکر کیا جائے اس میں اللہ کا نام اور اس کی پاکی بیان کرے صبح وشام)۔

---

[1] پ۱۸ ا بور ۳۶

امام فقیہ زندویسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بے شک وشبہ ہر حال میں فرائض اسلام سے ہے اور جہر اولیٰ ہے اخفا سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکراً کَثِیْراًہ [۱] اے ایمان والو! تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ بعض کتابوں میں بعض علماء کا یہ قول مذکور ہے:

یکرہ الصوت بالذکر والدعا — دعا اور ذکر میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔

اور ان حضرات نے سورۂ اعراف کی ان دو آیتوں سے اپنے قول کا استدلال کیا ہے کہ:

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً اِنَّہٗ لاَ یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ہ [۲] — دعا کرو اپنے رب سے گڑ گڑا کر اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والوں کو وہ دوست نہیں رکھتا،

وَاذْکُرْرَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِمِنَ الْقَوْلِ [۳] — اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو عاجزی اور خوف کے ساتھ اور زبان سے (آہستہ) بغیر پکارے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر الذکر الخفیّ — بہتر ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو۔

وقال علیہ السلام لقوم صاحوا بذکر أتدعون اصماً وغائباً انکم ستدعون سمیعاً وقریباً وحاضراًانہ لمعکم — رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے جو ذکر بلند آواز سے کرتے تھے فرمایا کہ کیا تم کسی بہرے اور غائب کو پکارتے ہو بے شک تم سننے والے نزدیک اور حاضر خدا کو پکار رہے ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرٰ نے فرمایا کہ ان آیات مذکورۂ بالا کے سلسلہ میں چند جوابات سنو! لطائف قشیریہ میں ہے کہ:

ادعوا ربکم تضرعاً ای علانیہ وخفیۃ ای سراً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے دعا میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھتا ہے جو مسلمانوں پر دعائے بد کریں حد سے گزر جانا ہے اور تضرع، ضراعت سے مشتق ہے جس کے معنی شدت حاجت کے ہیں۔ **والخفیہ** خفیہ سے مراد اخلاص دل ہے **ادعوا ربکم** کے معنی ہیں اس کی بندگی کرو اور اپنے حوائج اس کی جانب بلند کرو تضرع کے ساتھ اور خفیہ طور پر۔ ضراعت ذلت ہے اور خفیہ میں ریا کا دخل نہیں ہے اور بے شک وہ معتدین یعنی مشرکین کو دوست نہیں رکھتا ہے جو غیر خدا کو پکارتے ہیں۔ (لطائف قشیریہ)

تفسیر بُستی میں ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کہ سَبِحّ اِسْمَ رَبِّکَ [۴] کی تفسیر میں کہا ہے:

---

[۱] پ۲۲ احزاب ۴۱ [۲] پ۸ اعراف ۵۵ [۳] پ۹ اعراف ۲۰۵ [۴] پ۳۰ اعلیٰ ۱

''اے مخاطب اپنی آواز کو اپنے پروردگار کے ذکر میں اپنے رب کے حکم سے بلند کر،،

اور تفسیر الدّ رر میں اسی آیت مفصل سبحؔ کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے:۔

''اور بلند کر اپنی آواز ذکر میں۔''

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کی مدح بیان فرمائی ہے سورہ توبہ میں یہ کہکر

اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَاَوَّاہٌ حَلِیْمٌ ہ [1] بے شک ابراہیم بہت نرم دل نہایت حکم والے تھے۔

اور اس تفسیر میں مذکور ہے کہ ''اواہ'' کے معنی ہیں دعا۔مگر قرآن میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے اُذْکُرْ رَّبَّکَ [2] پ۹ اعراف ۲۰۵ (اپنے رب کا ذکر کر) تو اس ذکر کے معنی ہیں ''امام کے پیچھے نماز میں اپنے نفس میں قرأت کرنے کے۔،، اور یہ قول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے تفسیر بُستی میں

دوسرا جواب یہ ہے کہ پوری سورۂ اعراف کا نزول مکہ میں ہوا ہے (سورہ اعراف تمام تر مکی ہے) پس یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے اور اس وقت مسلمان قلیل تھے اور مشرکین کا غلبہ تھا۔پھر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اسلام ہر طرف پھیل گیا۔تب سورۂ انفال اور سورۂ شعرا کی پچھلی چار آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں ذکر کثیر کا حکم دیا گیا سورہ انفال میں

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا [3]

اے ایمان والو! جب دشمن کی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔

سورہ شعراء میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا:

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ ہ اور شاعردن کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔
اَلَمْ تَرَ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ ہ کیا آپ نے نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔
وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ ہ اور بے شک وہ کہتے ہیں جو (خود) نہیں کرتے۔
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور
وَذَکَرُ اللّٰہَ کَثِیْرًا۔ [4] انہوں نے کثرت سے اللہ کو یاد کیا۔

سورہ احزاب میں فرمایا گیا ہے:

وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا [5] اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد

اور اسی سورہ میں فرمایا گیا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ہ [6] اے ایمان والو! تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔

---

[1] پ۱۱ توبہ ۱۱۴ [2] پ۹ اعراف ۲۰۵ [3] پ۱۰ انفال ۴۵ [4] پ۱۹ شعرا ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷
[5] پ۲۲ احزاب [6] پ۲۲ احزاب ۴۱

سورہ جمعہ میں ارشاد فرمایا گیا

فَاِذَاقُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا	پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں منتشر
فِی الْاَرْضِ وَابْتَغوْا مِنْ فَضْلِ	ہوجاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو
اللّٰهِ وَاذْ كُرُو اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ	کثرت سے یاد کرو تا کہ تم کامیابی
تُفْلِحُوْنَ ٥ [۱]	حاصل کرو۔

ان تمام مذکورہ بالا آیات میں ذکر کثیر کا حکم ہے اور کثیر کی حد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اس نے اعلان کا حکم دیا ہے۔ ظہور اسلام کے لیے اس کے ہر طرف پھیل جانے اور مشرکین پر غلبہ پانے کا۔

اس سلسلہ میں مشہور تفاسیر میں جو کچھ مذکور ہے اور جو کچھ مشہور و معروف تقاریر میں موجود ہے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اب حضرت قدوۃ الکبریٰ نے آیت اُدْعُـوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًاوَّ خُفْيَةً [۲] کے جو معانی بیان کئے ہیں وہ سنیئے! فرماتے ہیں: کہ تضرع سے مراد بدن کی عاجزی اور خفیہ سے مراد اخلاص دل ہے بعض مشائخ نے بھی کہا ہے کہ تضرعاً سے مراد زاری کرنے والے اور خفیہ سے مراد خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

تفسیر قیامی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول منقول ہے کہ خفية ای جهرة یعنی خوف کرنے والوں سے قیامت کے دن پکار کر کہا جائے گا۔ بلند آواز سے اِنَّ اللّٰهَ لَايُضِيْعُ اَجْرَا الْمُحْسِنِيْنَ ٥ [۳] (بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے) تا کہ سب لوگوں کو معلوم ہوجائے وَاسْتَـمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِمِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ٥ [۴] (اور کان لگا کر سن کہ ندا کرے گا ایک منادی مکان قریب سے) کے یہی معنی ہیں۔ دوسرے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اُدْعُـوْا رَبَّـكُمْ تَـضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً کی آیت کا نزول دعا کے بارے میں ہوا ہے اور دعا ذکر میں داخل نہیں ہے (غیر ذکر ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُوْ نِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [۵]	تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا۔

اور ذکر کی شان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُمْ [۶]	پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔

اور لفظ خفیہ لغات اضداد سے ہے یعنی الخفیہ پنہاں کرنا اور آشکارا کرنا دونوں معنی میں آتا ہے جس طرح لفظ ''ظن،، وغیرہ (یہ بھی لغت اضداد میں ہے)

كذافی القاموس	جیسا کہ قاموس میں بیان کیا گیا ہے۔

اور کلیہ ہے کہ جہاں لغت اضداد بیان ہوگا تو وہ محتاج تاویل ہوگا۔

---

[۱] پ۲۸ جمعہ۱۰ [۲] پ۸ اعراف۵۵ [۳] پ توبہ۱۲۰ [۴] پ۲۶ ق۴۱ [۵] پ۲۴ المومن۶۰ [۶] پ۲ البقرہ۱۵۲

تفسیر ابی لیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ: خفیة ای علانیة اور آیت اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً اور دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ سے مراد قرأت متوسط ہے ابتدائے اسلام میں کفار مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے تھے تو اس وقت حکم ہوا کہ آہستہ آواز میں پڑھیئے تا کہ آواز سن کر و مسجد میں جمع نہ ہو جائیں اور مضرت نہ پہنچائیں۔

اس سلسلہ میں حدیث شریف سے جو جواب ہے وہ تفسیر الحقائق میں مذکور ہے۔ بہرصورت یہ احتمال ہے کہ وہاں آواز بلند کرنے میں کوئی مصلحت ہو جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ بے شک غزوات میں جس طرح کہ جنگِ بدر میں آواز بلند کی گئی (اور جنگ فریب ہے اور جنگ میں فریب ردا ہے) اسی طرح لڑائیوں میں گھنٹا بجانے سے منع فرمایا ہے لیکن ذکر میں آواز بلند کرنا تو بالکل جائز ہے تا کہ فرمانبرداری اور عبودیت کا اظہار ہو سکے اور اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو تفسیر بُستی میں سورۂ بنی اسرائیل جو مکہ میں نازل ہوئی ہے کہ تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر

وَلاَتَجْھَرْ بِصَلاَتِکَ وَلاَ — اور آپ اپنی نماز میں نہ بہت زیادہ بلند آواز سے (قرآن) پڑھیں

تُخَافِتْ بِھَا. — اور نہ بالکل آہستہ۔

شیخ ابوبکر نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عشاء سے پہلے تلاوت قرآن میں آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور بعد عشاء اپنے صحابہ کو آواز بلند کرنے کی تاکید فرماتے تھے شیخ ابوبکر نے اور فرمایا کہ آواز بلند کرنے کے جواز کی حدیثیں بہت مروی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض حجرات میں قرآن پاک اس طرح پڑھتے تھے کہ آپ کی قرأت وہ شخص بھی سن لیتا تھا جو باہر ہوتا تھا۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کے مزامیر میں سے کوئی مزمار دے دیا گیا ہے اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

زیّنوا القرآن باصواتکم — یعنی مزین کرو قرآن کو اپنی آوازوں سے

یعنی اپنی آوازوں کو زینت دو قرآن کی تلاوت سے۔

شیخ فقیہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکم الٰہی یعنی نص الٰہی اور اس خبر میں تطبیق اس طرح ہوتی ہے کہ محمول کیا جائے قرآن شریف کو بلند آواز سے پڑھنے کی ممانعت مکہ میں اس وجہ سے تھی کہ مشرکین مکہ رسول اکرم صلی اللہ

ل پوری آیت یہ ہے وَلاَتَجْھَرْ بِصَلاَتِکَ وَلاَ تُخَافِتْ بِھَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلاً .اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ اختیار کرو۔! پ ۱۵ بنی اسرائیل ۱۱۰

علیہ وسلم کو غلطی میں ڈالنا چاہتے تھے اور پکار پکار کر کہتے تھے کہ اس کو مت سنو۔ یہ محض بیکار کی باتیں ہیں۔ اور حضرت ابی موسیٰ سے جو حدیث مروی ہے اور اس وقت کی بات ہے جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو چکے تھے۔ اسلام ظاہر ہی نہیں بلکہ ہر طرف پھیل چکا تھا۔ دور امن و امان تھا اور مشرکوں کو ایذا رسانی سے مسلمان مصوٗن و مامون تھے۔ اس وقت قرآن کی تلاوت میں آواز کا بلند کرنا شعار دین بن گیا تھا جیسے اذان میں اور نعرۂ جنگ میں آواز بلند کرنا۔

حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ تمام ممالک اسلامیہ اور ان کے شہروں اور قصبوں میں اور مشرق سے مغرب تک سلف سے خلف تک میں نے یہ خود دیکھا ہے کہ وہاں مجالس وعظ میں جہاں بڑے بڑے علما فقہا اور نامی صاحبان موجود تھے ذکر جہر کیا جاتا ہے (عوام و خواص سب ہی طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرتا اور ان معترض ہوتا ہے)۔

مشائخ چشت اور ذکر جہر

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مشائخ چشت (قدس اللہ اسرارہم) ذکر جہر نہیں فرماتے تھے۔ پس ذکر بالجہر ان کی متابعت کے خلاف ہے۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ فقیر تیس سال تک زمانہ کے ہر گوشہ میں پرکار کی طرح پھرا ہے اور بہت سے مشائخ زمانہ سے شرف ملاقات حاصل کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مشائخ سہروردیہ اور فردوسیہ بھی ذکر جہر کرتے ہیں۔ جب یہ فقیر حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہ کے روضہ متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوا اس وقت حضرت قطب مشائخ خواجہ قطب الدین مخدوم زادہ صاحب سجادہ تھے۔ جب ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ حلقہ میں بیٹھ کر ذکر جہر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے زمانہ سے آج تک یہ ذکر جہر مشائخ چشت کے دودمان کریم و خاندان قدیم میں مروج ہے۔

میں جب مشہد امیر المومنین حضرت علی موسیٰ رضا میں پہنچا تو سید اجل مقبل الدین، سید رضی الدین، سید قاضی اور انکے اخوان سید شمس الدین و سید تاج الدین و سید شہاب الدین و سید محمد محمود مرقندی حضرات سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ یہ تمام حضرات بھی ذکر جہر کرتے تھے۔ خصوصاً صبح و شام کے وقت ذکر جہر کے لیے اپنے تمام معتقدوں کے ساتھ دائرہ کی شکل میں بیٹھتے تھے۔

غزل

کسی کز بند خود آزاد باشد   دلش درنالہ وفریاد باشد
بیاد روئ توہر صبح وشامی   سمات خانہ درافتاد باشد
کسی کو روئ آن شیرین سخن دید   بکوہ جانکنی فرہاد باشد
نشان عاشق صادق جزاین نیست   کہ درنعرہ دل وجان داد باشد
شرف ازدیدن گلزار رویت   چوبلبل درفغان دلشاد باشد

ترجمہ:۔ جو کوئی قید خودی سے آزاد ہوتا ہے اس کا دل ہر دم نالہ وفریاد میں رہتا ہے۔ تیرے چہرے کی یاد میں ہر صبح وشام گھر کے کونے میں پڑا رہتا ہے جس کسی نے اس شیریں سخن کا چہرہ دیکھا، جانکنی کے پہاڑ کا فرہا دبنا۔ (یعنی

س شیرین سخن محبوب کو جس نے بھی دیکھا بس اس کا گھر برباد ہو گیا)

عاشقِ صادق کا نشان اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ دل وجان کے ساتھ نالہ وفریاد کرتا ہے یا نالہ وفریاد میں اس نے اپنی جان دے دی ہے۔

اشرف تیرے گلزارِ جمال کی دید سے بلبل کی طرح فریاد کرنے میں بھی خوش ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ حضرت خواجہ سری سقطیؒ کے ارشاد کے بموجب بیس سال تک نفی واثبات اور اسم ذات کے ذکر میں اپنے پیر (حضرت سری سقطی) کے آستانہ کی دہلیز پر مصروف رہے اور ادائے فرائض (شریعیہ) کے بعد سوائے ذکر جہر کے آپ کا اور کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ اور ذکر جہر میں آپ اتنا اہتمام کرتے اور آپ کی مشغولیت کا یہ عالم ہوتا اور اس طرح نالہ وفریاد کرتے تھے کہ حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہ کے ہمسایوں نے خلیفۂ بغداد کے حضور میں فریاد کی کہ یہ شخص اتنی بلند آواز سے ذکر کرتا ہے کہ نہ ہم کو دن میں چین ہے اور نہ رات میں ہم کسی وقت سو بھی نہیں سکتے۔

مثنوی

زبس کو نالہ وفریاد کردہ — مرا از بند خواب آزاد کردہ
چنان در ذکر دارد نالۂ زار — کہ خلقی را کند از خواب بیدار

ترجمہ: بس وہ نالہ وفریاد کرتا ہے اور ہمیں سونے نہیں دیتا۔ ذکر میں اس قدر روتا ہے کہ خلق کو خواب سے بیدار کر دیتا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کوئی فقیر اور کوئی شیخ یادِ حق سے غافل نہیں ہوتا اور نہ ہوگا۔ اور اگر خالی ہو تو اس کو فقیر اور شیخ نہیں کہتے۔

ہر کہ نہ گویائے تو خاموش بہ — ہر چہ نہ یاد تو فراموش بہ

ترجمہ: جو کوئی تیری باتیں نہیں کرتا اس سے خاموش بہتر ہے اور جو تجھے یاد نہیں کرتا اس سے فراموش اچھا ہے۔ تمام مخلوق ذکر کرنے پر متفق ہے:

وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ ۝ ¹ — اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ہر چیز اس کی فرمانبردار ہے
اور فَاذْکُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ² — اور ذکر کرو تم خدا کی نعمتوں کا تاکہ تم فلاح پاؤ۔

---

¹ پ۲۱ روم ۲۶ ² پ۸ اعراف ۶۹

صرف یہی آیت نہیں بلکہ تمام کلام اللہ ذکر حق پر دال ہے۔ ہمارا موضوع بحث ذکر مطلق نہیں تھا بلکہ بحث ذکر جلی اور خفی کے بارے میں تھی۔ ہر ذاکر حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تمام مشائخ بھی متوجہ بحق ہیں پس اس مقصد واحد میں دونوں مشترک ہیں۔ پس یہ آوازیں (ذکر) عین موافقت ہے۔ مخالفت کا کوئی عنصر نہیں ہے اگر مرشد ایسا کام اختیار کرے جس میں اس کی توجہ غیر کی طرف ہو اور مشائخ کی توجہ حق کی طرف ہوتی ہے تو یہ ضرور ضدین ہے۔ شاید قائل کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی ہو۔ اس کو چاہیے کہ وہ اس میں غور کرے اور اگر وہ مشرب عشاق اور ذاکران دنیا کے احوال سے باخبر ہوتا تو یہ اعتراض نہ کرتا۔ یہاں تعلق اور معاملہ عمل کا ہے قول کا نہیں ہے۔ بہر حال وہ لوگ جو اہل کمال کہلاتے ہیں۔ لیکن کامل کرنے والے (مکمل) نہیں ہیں ان کو احوال کہا جاتا ہے کہ وہ اس حالت میں جس وقت چشم باطن کھولتے ہیں بزم وحدت سے انیس ہوتے ہیں۔ اور پھر جب وہ عالم کثرت میں آتے ہیں تو وہ ذوق حاصل نہیں ہوتا جو (مکمل) کامل بنانے والوں کو حاصل ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کا حوصلہ اور ان کا ظرف وجود تخلیق فطرت کے وقت تنگ تھا۔ جیسا کہ یحیٰی معاذ رازی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں روز میثاق میں شراب الست کا ایک گھونٹ پی کر ہی ایسا بے ہوش ہوا ہوں کہ اس کے بعد پھر کبھی ہوش میں نہیں آیا۔

قطعہ [1]

شرابی کز ازل درجام کردند	ازان یک جرعہ ام درکام کردند
چنان مستم من از یک جرعۂ او	کہ ازکونین بیخود تام کردند
ازان روز ازل تاابد آباد	زیک جرعہ مرا گمنام کردند
خمار آلودہ رامستان چشمش	مئی از ساقی وحدت دام کردند
زہشیاری نگشتہ مست اشرف	دمادم گرچہ مئی در جام کردند

ترجمہ: ازل میں جو شراب میں جام میں ڈالی گئی ہے اس کا صرف ایک گھونٹ مجھے پلایا گیا ہے

مجھے اس ایک گھونٹ نے اس قدر مست کیا ہے کہ کونین سے مکمل بےخود کر دیا گیا ہوں۔

اس روز ازل سے ابد تک اس ایک گھونٹ نے مجھے گمنام کر دیا ہے۔

اس کی دونوں مست نگاہوں نے شراب پلانے کے لئے ساقی وحدت سے تھوڑی سی شراب سے لی ہے اشرف اپنی ہشیاری کے باعث مست د بےخود نہ ہوسکا اگرچہ اس کو پے در پے جام پلائے گئے۔

ایسا شخص اگر ذکر خفی کہے تو اس کے لئے ٹھیک ہے اپنے نفع کے لئے کیونکہ وہ مقام وحدت میں ہے اور پیر خلق کو کثرت سے وحدت کی طرف بلاتا ہے۔

---

[1] یہ قطعہ حضرت عراقی قدس سرہ خلیفہ وخویش حضرت بہاءالدین ذکریا ملتانی قدس سرہ کی اس مشہور غزل کی زمین میں ہے جس کا مطلع یہ ہے

نخستیں بادہ کاندر جام کردند   زچشم مست ساقی دام کردند

حضرت عراقی قدس سرہ کا تعلق ساتویں صدی ہجری سے ہے۔ مترجم۔

مقام قاب قوسین

حضرت قدوۃ الکبرٰ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ جب سرورکونین سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مقام قاب قوسین پر پہنچے تو انتہائی حیرت اور ہیبت کے سبب آپ کو مجال سخن نہ رہی (از غایت دہشت حیرت مجال نطق نہ داشت) حضرت رب العزت نے جو بے کام و بے زبان ہے عربی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ بیان فرمایا:

التحیات للّٰہ و الصلوٰۃ و الطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ و برکاتہٗ

اس سلام رحمت کو سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت و دہشت میں کچھ کمی ہوئی تو آپ نے فرمایا:

السلام علینا وعلیٰ عباد اللّٰہ الصالحین. جیسا کہ سکندرنامہ میں گوشہ نشین گنجہ شیخ نظامی نے کہا ہے

در آن جائی کاندیشہ نادیدہ جائی — درود از محمد قبول از خدائی
گزر برسرخوان اخلاص کرد — ہم اوخورد ہم بخش ماخاص کرد

ترجمہ:۔اس جگہ جہاں ان دیکھی جگہ کا اندیشہ تھا وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے درود پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اخلاص کے دسترخوان پر گذر رہوا تو حضورؐ نے خود بھی کھایا اور ہمارحصہ بھی مخصوص کیا۔

سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرئیل و میکائیل (علیہما السلام) اور تمام دوسرے فرشتوں نے وصال الٰہی ومقال بانی کی صدائے لامکان واعلان انعام کو سنا۔

مثنوی

صلائی ناز باہم چون زلاہوت — رسیدہ درصماخ گوش ملکوت
بیکبارآن ہمہ ازنیک خواہی — زجان دادند بردعویٰ گواہی

ترجمہ: جب مقام لاہوت سے صلائے ناز بلند ہوئی تو ملائکہ کے کانوں میں بھی پہنچی ان تمام ملائکہ نے بیک زبان ہوکر دل وجان سے اس دعویٰ کی گواہی دی۔

سدرۃ المنتہیٰ سے جہاں سردرعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے (یہ مقام ملائکہ سے بہت بُعد اور مسافت بیشمار پر تھا) وہ ندائے الٰہیٰ اور صلائے کرم نامتناہی جب ان تمام ملائکہ کے کانوں میں پہنچی تو سب پکار اٹھے: **اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھدان محمد اعبدہٗ ورسولہ.**

(حضرت قدوۃ الکبرٰ نے اس مقام پر فرمایا کہ) بے شک زمانہ کے یہ دعویدار اور معاوضہ کرنے والے مشرب عشاق کے ایک رمز کا اثر بھی اپنے اندر نہیں رکھتے (اثر عشق سے بالکل کورے ہوتے ہیں) اور صادقین کے مذہب کے ناز دانداز سے ان کو مطلق خبر نہیں ہوتی لہٰذا ان کی زبان میں بھی گفتگو کرنی چاہیے۔اس طول کلام کی کیا ضرورت تھی اور ہم کو اس تمثیل سے کیا کام ہے ہر شخص سے اس کی سمجھ کے موافق بات کرو۔

سخن باہرکسی باید بقدر فہم اور گفتن
چہ دریابند انعام از رموز نکتہ وایما

ترجمہ:۔ بات اگلے کے فہم وادراک کے مطابق کرنی چاہیے
نکتہ وایما سے کیا انعام حاصل کرنا ہے۔

اے برادر عزیز! سرور کونین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم صاحب دعوت تھے، اولیاء انبیاء علیہم السلام کے تابع ہیں اور فرمانبردار صاحب فرمان کا نمونہ ہے۔ اگر تم صوفیہ کرام کے اقوال اور ان کے افعال اور ان کے امر دنہی کوریا پر مبنی متصوّر کرتے ہو تو یہ کفر محض ہے اور اس کے کہنے میں کوئی تاویل نہیں ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ جو ایسا خیال کرنے والا ہے وہ حقائق ودقائق سے آگاہی نہیں رکھتا وہ نہ آغاز کو سمجھ سکا اور نہ انجام کو۔ نہ اس نے خود کو پہچانا اور نہ خدا کو جانا۔

ازان درپایۂ حیران بماند
بظلمت خواروسرگردان بماند

ترجمہ: وہ اپنے خیالات کے باعث حیران وسرگرداں رہتا ہے اور اندھیرے میں اِدھر اُدھر خوار وذلیل پھرتا رہتا ہے۔

قرآن کریم کے بعض احکام مقتضائے وقت پر مبنی ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ قرآن کریم کے بعض احکام مقتضائے وقت کے اعتبار سے تھے جس طرح فجر وعشا (کی نماز) میں قرأت جہری کا حکم کہ بعض مشرکین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کو ایذا پہنچاتے تھے جب وہ ان حضرات سے قرآن پاک سنتے تھے پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم جہری قرأت کے لیے ان اوقات میں دیا گیا جبکہ یہ کفار ومشرکین اپنے کاموں میں مشغول ہوتے تھے۔ نماز فجر کے وقت تو وہ سوئے ہوتے تھے اور مغرب وعشاء کے اوقات میں وہ اپنے دھندوں میں لگے ہوتے تھے۔ غافل ہوتے اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے تھے۔ اور نماز ظہر وعصر کے لیے قرأۃ خفی کا حکم دیا گیا چونکہ مشرکین وکفار سے ایذا رسانی کا خوف تھا۔ ذرا آیت لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ [1] پر غور کرو جس وقت اسلام کمزور حالت میں تھا سورہ الکافرون کا نزول ہوا اور جب اسلام نے قوت حاصل کر لی اور دین کے آثار کامل اور تمام ہو گئے تو اس وقت حکم ہوا:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ [2] مشرکوں کو قتل کردو جہاں بھی تم ان کو پاؤ۔

اسی طرح اے دوست! اے بھائی: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً [3] کے حکم کا قیاس کرلو (کہ وہ بھی ابتدائے اسلام میں مقتضائے وقت تھا) اب تمام شہروں میں مسلمان اور مومنین صبح کی نماز میں ادعیہ واذکار میں قرأۃ جری کرتے ہیں۔ اس طرح کہ آس پاس کے لوگ ان کی قرأت کو سنتے ہیں۔ پس اس فعل کو کس طرح ''ریا'' کہا جا سکتا ہے:

۱؎ پ۳۰ الکافرون ۶ ۲؎ پ۱۰ توبہ ۵ ۳؎ پ۸ اعراف ۵۵

کسی کین کاررا گوید ریائی — مراین آثار را ازخود نمائی
ریائی داردآن از پائی تاسر — کہ ہمچون خود بداند بہردیگر

ترجمہ: جو شخص اس عمل کو ریا کہتا ہے اور ان آثار کو خود نمائی قرار دیتا ہے وہ خود از سرتا پا ریا کار ہے کہ اپنی طرح دوسروں کو ویسا سمجھ رہا ہے۔

اے برادر! یہ عمل محض صدق واخلاص ہے نفاق اور ریا تو خود تجھ میں موجود ہے کہ تو ایسا مسلمانوں کے حق میں خیال کر رہا ہے کیا شریعت کا تجھے کچھ علم ہے تو جانتا ہے کہ فرمایا گیا ہے کہ فاسد کی بنیاد فاسد ہے اور صحیح کی بنیاد صحیح ہے مگر پڑھنے سے کیا فائدہ جبکہ اس کی باریکیاں تو نہ سمجھا بنیاد صحیح کہ

اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ [۱] ذات گرامی صفات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور آپ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہ خرقہ مشائخ ان سے حضرت حسن بصری رئیس التابعین کے توسط سے مشائخ چشت تک پہنچتا ہے۔ (قدس اللہ ارواحہم) اور ان سے متصلاً حضرت شیخ نظام الحق والدین (حضرت نظام الدین) تک۔ اچھی طرح سمجھ لو اور دل کی آنکھیں کھولو اور خود کو ضلالت وگمراہی میں مبتلا نہ کرو کہ یَوۡمَ لَایَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَابَنُوۡنَ [۲] یعنی قیامت کے دن تجھے مال اور بیٹے کوئی چیز نفع نہیں دے گی سوائے صدق کے کہ یَوۡمَ یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُهُمۡ [۳] کہ اس دن صدیقین کے کام ان کا صدق آئے گا

پس تمام پیران چشت کامل تھے اور ان کے خلفاء کرم جو ان کے قائم مقام ہیں وہ بھی کامل ہیں اور جو ان کی نگاہوں میں منظور اور پسندیدہ ہے وہ بھی کامل ہوا کہ صحیح بنیاد ٹھیک ہوتی ہے اور اگر تم اس کے برعکس سمجھتے ہو تو وہ تمہاری بھینگی نظر کا قصور ہے اور عیب ہے۔ پس تو ابھی تک معائب نفس میں مبتلا ہے۔

فرد

معیوب، عیب ہمہ کسانزانگرد — ازکوزہ ہمان بیردن تراود کہ بدست

ترجمہ: معیوب دوسروں کے عیب دیکھتا ہے۔ کوزہ سے باہر وہی کچھ آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔

چنانچہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کلّ اناءٍ یتر شح بمافیہ ایسے لوگ قلاب (دھوکہ باز) بھی کہے جاتے ہیں۔

اے برادر! اور یہ جو تم نے سنا ہے کہ ذکر خفی ذکر جہر سے افضل ہے (قال علیہ السلام افضل الذکر الخفی) تو تم نے اس حدیث کے حقیقی معنی نہیں سمجھے ہیں۔ سنو! ذکر خفی کا بس وہی اہل ہے کہ جس کی زبان غیر حق کی یاد سے بے خبر ہو اور اس کا دل ذاکر ہوگیا ہو آج کل کے زمانہ میں دنیا بھر کے لوگ معصیت میں گرفتار ہیں

---

[۱] پ۱۳ ابراہیم ۲۴ — [۲] پ۱۹ شعراء ۸۸ — [۳] پ۷ مائدہ ۱۱۹

کہ (ظھر الفساد فی البر والبحر) تو تبلیغ کے اظہار کیلئے ذکر بالجہر کرنا زیادہ اولیٰ اور ضروری ہے دنیا کے شجیع اور بہادر مسلمان جب میدان کارزار میں کفار کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کرتے ہیں تو تکبیر بلند آواز ہی سے کہتے ہیں

مثنوی

درآیند گردان چو در روز جنگ بمیدان دلیران کشند چون نہنگ
چنان نعرہ برہم زنند از کمین کہ گوئی فتاد آسمان برزمین

ترجمہ: جب جنگ کے دن وہ آتے ہیں تو میدان میں شیر کی طرح آتے ہیں اور کمین گاہ سے اس طرح نعرہ بلند کرتے ہیں کہ گویا آسمان زمین پر آ گرے گا۔

تا کہ اس کی ہیبت سے کفار بھاگ جائیں اور ان کی تکبیر کافروں کے دلوں پر اثر کرے اور جنگ درہم برہم ہو جائے

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیروان کی زمین میں بہت سے لوگ گئے ہیں اور سیّاحوں نے اس کی سیر کی ہے اور اس سرزمین کے عجائب وغرائب دیکھے ہیں ان کو معلوم ہے کہ ہمیشہ اس سرزمین کے مسلمان کافروں سے برسرپیکار رہتے ہیں اور یہ معاملہ سکندر و دارا کے زمانہ سے اسی طرح جاری ہے۔ وہاں کے مسلمانوں کو ''شیرداں،، کہا جاتا ہے۔ ایکبار ایسا ہوا کہ جنگ میں فتح ونصرت مسلمانوں کو حاصل ہوئی اور آتش پرستوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔

مثنوی

چو گردان نہادند روسوئ جنگ نمودند پیکار از نام وننگ
نبردی شداندر سیاہ وسفید کہ گردان شدند از روان ناامید
زشروان برآمد صدائ ظفر بگبران رسیدہ ہزیمت وفر

ترجمہ: جب جنگ کی طرف انہوں نے منہ کیا تو ننگ ونام سے برسرپیکار ہوئے۔ سیاہ وسفید میں کوئی فرق نہ رہا اور وہ اپنی جانوں سے ناامید ہو کر لوٹ پڑے۔ شیروانوں سے فتح کی صدا بلند ہوئی اور کافروں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔

شیروان کے چند کفار جو جنگ سے بھاگے تھے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ ان سے جب یہ پوچھا گیا کہ ایسے ہتھیاروں اور آلات جنگ کے ہوتے ہوئے بغیر جنگ کے تم کیسے پسپا ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ تمہاری تکبیر کی آواز جب ہمارے کانوں میں پہنچی تو ایسی ہیبت اور دہشت ہم پر طاری ہوئی کہ دنیا ہماری آنکھوں میں تاریک ہو گئی۔

مثنوی

شنیدم چو آواز ہیبت فگن نوائ دلیران لشکر شکن
شد از ہیبت او چنان آب خون جہان گشت برچشم ما تیرہ گون

ترجمہ: جب تکبیر کی وہ ہیبت اثر آواز ہم نے سنی جولشکر شکن دلا در لگا رہے تھے تو اس کی ہیبت سے ہمارا خون پانی ہو گیا اور دنیا آنکھوں میں تیرہ وتار ہو گئی ہے۔ پس اے بھائی! اگر ذکر کی آواز ان غفلت پرستوں کے کانوں میں پہنچ جائے اور ان میں اتر کرے اور وہ غفلت کی غرقابی سے نکل آئیں اور خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ شاید اس حدیث شریف کے معنی پر تم نے غور نہیں کیا ہے کہ **رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر** جب میدان عبادت کے بہادر اور انانیت کی رزمگاہ کے دلیر نفس کی پیکار میں مشغول ہوتے ہیں اور رستم کی طرح جنگ کرتے ہیں تو ان کو فتح وفیروزی حاصل ہوتی ہے اور:

اِنَّافَتَحْنَالَکَ فَتْحاً مُّبِیْنًا بیشک ہم نے تم کو ایک فتح ظاہر عطا کی ہے۔

سے اس فتح کی جانب اشارہ ہے:

مثنوی

چویابی نصرت از جنگ رجعنا بشادی کوس زن انا فتحنا
کسی کین جنگ رانصرت پناہ است بادرنگ جہان اوبادشاہ است

ترجمہ: جب جنگ رجعنا یعنی جہاد اکبر (نماز) سے فتح ونصرت حاصل کرلو تو پھر مسّرت کے ساتھ انا فتحنا کا نقارہ بجاؤ کہ جس کو اس جنگ (عبادت) میں فتح ونصرت حاصل ہو گئی وہ پھر اس دنیا کے تخت پر بادشاہ بن کے بیٹھتا ہے۔

ذکر خفی سے کیا مراد ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر خفی سے مراد ذاکر کا ذکر میں فنا ہو جانا ہے بلکہ ذاکر وذکر دونوں کا مذکور کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے۔

اس اعتبار سے اگر ذاکر یا ذکر کا شعور اس میں باقی ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی فنا فناء الفناء کے مرتبہ پر نہیں پہنچی ہے۔ اس فناء الفنا سے مراد ذاکر کے شعور کا ذکر ومذکور سے فنا ہو جانا ہے اور اس قسم کا ذکر، ذکر جلی سے افضل ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

افضل الذکر الخفی ذکر خفی افضل ہے۔

اور یہ رباعی اسی ذکر خفی کے سلسلہ میں ہے:

رباعی

ذکر کن ذکرتا ترا جان است پاکیٔ دل زذکر یزدان است
چون تو فانی شوی زذکر بذکر ذکر خضیہ کہ گفتہ اند آن است

ترجمہ: جب تک تیری جان میں جان ہے ذکر کرتا رہ کہ دل کی پاکی اسی ذکر الٰہی سے قائم ہے۔ جب تو ذکر سے

ا پ ۲۶ الفتح ا

ذکر میں فنا ہوجائے گا تو اسی کا نام ذکر خفی ہے۔

حضرت ابوبکر دینوری کے اس قول میں کہ:

ادنی الذکر ان ینسیٰ دونہ ونھایۃ الذکر ان یغیب الذاکر فی الذکر عن الذکر ویستغفر بمذکور عن الرجوع الیٰ مقام الذکر وھذاحال فناء الفناء.	ادنی ذکر یہ ہے کہ اس کے سوا ہر چیز کو بھول جائے اور نہایت ذکر یہ ہے کہ ذاکر ذکر میں غائب ہوجائے اور مذکور سے (خداوند تعالیٰ) استغفار کرے کہ وہ پھر مقام ذکر کی طرف نہ لوٹے۔اس کو حال فناء الفناء کہتے ہیں۔

اور وہ لوگ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے:

اتدعون اصماًو غائباً کیا تم بہرے اور غائب کو پکار رہے ہو۔

استدلال کرتے ہیں (ذکر خفی پر) ان کو یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ اس قول شریف کا صدور ایک واقعہ کی بناء پر ہے جیسا کہ امام نجم الدین صاحب ''منظومہ،، نے بیان فرمایا ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر میں تھے۔ جب یہ حضرات ایک بلند مقام پر پہنچے تو انہوں نے تکبیر و تہلیل بلند آواز میں کی اور اس بلندی (پہاڑی) کے نیچے اعداء دین کا پڑاؤ تھا اور گھات لگائے بیٹھے تھے تو اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم کسی بہرے اور غائب کو پکار رہے ہو۔ بلکہ تم تو ایک سمیع وبصیر کو پکار رہے ہو (پھر آوازیں بلند کرنے کی کیا ضرورت ہے)۔

شریعت میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ بعض احکام شریعت کسی ایک شخص یا ایک مخصوص زمانہ (وقت) کے لئے تھے نہ کہ عام طور پر وہ حکم تھا (طریق عموم پر نہیں) جیسے ۹ عورتوں سے نکاح یا فدیہ کا کھانا۔

مَدّ ذکر کی تفصیل

اس موقع پر حضرت نورالعین نے ذکر کی مد (کھینچا) کے سلسلہ میں عرض کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے لا الہٰ الا اللہ کہا اور اس کو کھینچا(**من قال لا الٰہ الااللّٰہ ومدھا ھدمت عنہ اربعۃ آلاف ذنب من الکبائر**) تو اس کے چار ہزار گناہوں کو منہدم کردیتا ہے۔اور آسمان سے اترتا ہے ذکر کونین کے وقت اور کہا گیا ہے دو شخصوں میں جھگڑا ہوا اور وہ دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن میں سے ایک نے اپنے ساتھی کے خلاف قسم کھائی یوں کہا **اللّٰہ الذی لااللہ الاّ ھو** اور آواز کو مد کے ساتھ کھینچا حالانکہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی قسم میں جھوٹا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو محض کلمہ طیبہ کی مد کے ساتھ پڑھنے سے بخش دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں حضرت میر کی خدمت میں مقام اوچہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ صاحب ضیائیہ آئے اور انہوں نے حضرت میر سے درخواست کی کہ مجھے کلمہ طیّبہ کی تلقین فرمائیں۔حضرت میر نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور

تلقین کلمہ فرمائی اس وقت انہوں نے کلمہ لاالٰـہ الاّ اللّٰـہ کو اتنا بلند اور طویل کھینچا کہ حاضرین مجلس کا دم گھٹنے لگا کہ ان کے ساتھ حاضرین مجلس نے بھی اسی طرح مد کے ساتھ کلمہ پڑھا حضرت میر نے بھی ایک سانس میں کلمہ لا الہٰ الا اللہ کو پورا کیا۔ اس کے بعد حضرت میر نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من قال لاالٰہ الا اللّٰہ ومدھا دخل الجنۃ.	جس نے لا الہ اللہ کہا اور اس کو کھینچا پس وہ جنت میں داخل ہوا۔

حضرت میر نے فرمایا کہ ذکر محبّانہ بھی ہے اور محبوبانہ بھی۔ محبوبانہ یہ ہے کہ کلمہ لا کو مدّ اور شوق کے ساتھ طویل کھینچے کہ اس کی اصل بقا میں ہے۔ امید ہے کہ کلمہ نفی سے اثبات پر پہنچ جائیں گے حالت مدّ میں نفی و اثبات کے اسرار کو دل میں لائے اور کلمہ نفی کی مد کلمہ اثبات (الا اللہ) سے درازتر ہونا چاہیے۔ فضل الٰہی سے جب کسی کے کلمہ اثبات کی تکمیل ہوجائے گی تو وہ محبوب حق بن جائے گا اور اس ذکر میں اس بات پر مستعد اور منتظر اس کا ہوجاتا ہے کہ شاید نفی (کلمہ لا اِلہٰ) ہی میں اس کو پیام اجل آجائے اور پھر الا اللہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے صاحب ذکر کو چاہیے کہ ذکر میں ہمیشہ کوشاں رہے کہ ذکر درست ادا ہو۔ اور ذکر کے حروف (الفاظ) تعظیم کے ساتھ حضور قلب کے ساتھ زبان پر لائے اور دل کو زبان کا ہم سخن بتائے (دل میں ذاکر بن جائے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

من ذکر اللّٰہ وقلبہ ساہٍ عن اللّٰہ فااللّٰہ خصمہ یوم القیامۃ	جس نے اللہ کا ذکر کیا اور اس کا دل اللہ سے غافل رہا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے دشمنی فرمائے گا۔

شعر

اتـلـعـب بـالـدعاء وتزوربہٖ ومـایـدربک مـانـع الدعاء

سھـام الـلّیل لاتخطیٔ ولکن لھـا امــدوالامـد الـقـضـاء

ترجمہ: کیا تو نے دعا کو بازی اور کھیل سمجھ رکھا ہے اور مکر کرتا ہے اس کے ساتھ اور کیا چیز تجھے آگاہ کرتی ہے کہ مانع دعا کیا ہے سہام شب خطا نہیں کرتی ہے لیکن ان کے لئے نہایت ہے اور نہایت قضا ہے۔

ربط قلب

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا پیرومرشد سے دلی لگاؤ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ جب تک مرید صادق کو یہ دلی لگاؤ نہ ہوگا کوئی کام اس کا آگے نہ بڑھے گا خصوصاً ذکر کی حالت میں مرید پر لازم ہے کہ پیر کے روحانیہ کو اپنے پاس حاضر رکھے کیونکہ پیر کی روحانیت کسی جگہ قائم نہیں ہے تو اس کے لئے ہر جگہ اور ہر مقام برابر ہے۔

بیت

بہر جا کہ باشی خدایارتست بہرہ خرامی پئی کارتست

ترجمہ: تو جہاں ہے خدا تیرے ساتھ ہے تو جس راہ پر بھی چلے گا وہ تیرا مددگار رہے۔

مرید اپنے شیخ کی روحانیہ سے الگ نہیں ہوتا اگر چہ شخصیتاً اس سے الگ ہے دوری کا تعلق تو مرید سے ہے۔ جب مرید دل سے شیخ کو یاد کرتا ہے تو پیر اس کے نزدیک ہو جاتا ہے اور پیر کا دل اُس سے متعلق ہو جاتا ہے پھر وہ پیر سے فائدہ حاصل کرتا ہے جب حاجت پڑے مشکل کشائی کے لئے تو پیر کو اپنے دل میں حاضر کر لے اور پیر سے سوال کرے زبان ظاہر سے جو دیکھے تو پھر روحانیہ پیر زبان باطن سے الہام کرتا ہے حقیقت واقعہ کا

رباعی

دل دانائے من دارد زبانی   کہ گوید سرِ عرفان ترجمانی
کسی راگر کشادہ گوش باطن   بوداوبشنود ازحق بیانی

ترجمہ: میرا دل دانا ایک زبان رکھتا ہے جو سرعرفانی کی ترجمانی کرتی ہے۔ اگر کسی شخص کے گوش باطن کھلے ہوئے ہیں تو ممکن ہے کہ وہ حق کی طرف سے کسی پیام کو سن سکے۔

یہ بات میسّر نہیں ہو سکتی مگر اسی وقت جبکہ اپنے شیخ سے رابطہ دلی رکھتا ہو۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے! جب مرید شیخ سے ارتباط دلی پیدا کر لے گا تو وہ فیض جو شیخ کے آئینہ دل میں جلوہ فگن ہے اور اس کو پہنچ رہا ہے۔ اس کا اثر مرید کے دل پر بھی پرتو فگن ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ماصب اللّٰہ شیئًانی صدری الاوقد صبیتہ فی صدرابی بکر   اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں کوئی چیز ایسی نہیں ڈالی جو میں نے (حضرت) ابوبکر کے سینہ میں نہ ڈال دی ہو۔

مثنوی

ازین دل تا بآن دل راہ باشد   کسی داند کزین آگاہ باشد
چوتو در راہ تادر زدی گام   چہ دانی حاصل منزل سرانجام

ترجمہ: اس دل سے اس دل تک تعلق ہونا چاہیئے اس بات کو وہی جانتا ہے جو اس رمز سے آگاہ ہے جب تم دل کے راستہ پر شاذ ہی قدم رکھتے ہو تو پھر منزل اور اس کے سرانجام کو کیا جانو۔

اس موقع پر حالت ذکر میں حضوری قلب کا تذکرہ آ گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرٰ نے فرمایا اس راہ کی نہایت حصول اور س بارگاہ میں غایت وصول صرف حضور دل سے ذکر کرنا ہے

مثنوی

چودر ذکر خدا حاضر نباشی   چہ حاصل گرہمہ عمرخراشی
ولیکن یاد آن روئے دلآرام   نباشد خالی از فائدہ وکام

ترجمہ: جب تم ذکر خدا میں حاضر نہیں ہو تو عمر بھر بھی خروش کرتے رہو اس سے کیا حاصل لیکن اس محبوب دلآرام کی یاد فائدہ و مقصد سے خالی نہیں ہے۔

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ذکر کرنا خواہ وہ بغیر حضور قلب ہی کیوں نہ ہو۔ فائدہ کلی اور سرمایہ اصل ہے۔ چنانچہ عقیدہ نجاح میں بیان کیا گیا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے بغیر حضور قلب بھی معتبر ہے اور اس کے دنیا وآخرت دونوں جہاں میں اچھے آثار ہیں اور محض فرمانبرداری بھی تو عبادت ہے اگر چہ قبول کا حال نہ جانے اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے۔،،

اس سلسلہ میں تفسیر بُستی میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

وَالذّٰکِرِیۡنَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ [1] اور اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔

کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ تین قسم کے افراد ہیں اور انہی میں سے ہیں زبان ہی سے ذکر کرنے والے اور یہی قول یحیٰ بن سلام کا ہے۔ اور شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا کہ ذکر خواہ وہ زبان ہی سے کیوں نہ ہوا یک سلطان عظیم ہے (غلبہ بزرگ) اس کی مثالیں ''فتویٰ الکبرا،، فتاویٰ خانیہ،، اور دوسری کتب میں موجود ہیں۔ کہ ایک شخص دعا کرتا ہے اور دل اس کا غافل ہے تب بھی وہ ذکر ہے اگر دعا کے ساتھ ساتھ دل کی نگہبانی بھی ہو تو ایسا ذکر افضل ہے اور اگر ذکر کے ساتھ رِقّت قلب نہیں ہے تو ذکر کے ترک سے یہ افضل ہے کہ بغیر رِقّت قلب کے ہی ذکر کرے۔ ممکن ہے کہ یہ اس کی استطاعت میں نہ ہو (رقتّ پر اس کو قدرت حاصل نہ ہو)

پس جب ذکر کی فضیلت کو تم نے جان لیا تو تم کو سزاوار ہے کہ تم خدا کا ذکر کرو اور اس کو ہر حال اور ہر وقت میں یاد کرو اور اپنی تمام ضروریات کو اس کی طرف رجوع کرو کہ بے شک یہ عبودیت وبندگی کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے قصّہ میں فرمایا ہے کہ اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو وہ قیامت کے دن تک بطن ماہی میں رہتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول اور مقررہ قاعدہ تھا کہ آپ ذکر جہر فرماتے تھے ہر وقت (بلا قید وقت) کہ طالب مشتاق اور کوئے افتراق کے مجاور کی یہی نشانی ہے کہ وہ نالہ وفغان میں مصروف رہے۔ اپنی طرح آپ اپنے اصحاب (مریدوں) کو بھی ذکر جہر کی تاکید فرماتے تھے۔ اور ہر حال میں اپنے احباب کو حکم فرماتے کہ ذکر جہر کریں یہاں تک کہ حضرت کے مریدین کوچہ وبازار سے بھی ذکر جہر کرتے ہوئے گزرتے تھے۔

رباعی

دلی کان طالب گلزار باشد — چوبلبل درپیٔ گلزار باشد
نباشد خالی اواز نالۂ زار — اگر در کوچہ وبازار باشد

ترجمہ:۔ وہ دل جو اس محبوب کا طالب ہے وہ اس گل کے لیے ہمیشہ بلبل کی طرح فریاد وزاری کرتا رہتا ہے خواہ وہ کسی گلی میں ہو یا بازار میں، ہر جگہ نالۂ زار کرتا رہتا ہے۔

[1] پ۲۲ احزاب ۳۵

حضرت کے بعض ہم عصر اس طریقہ پر اعتراض کیا کرتے تھے اور اس طریقہ کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس طرح ذکر کرنا بدعت ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا ان لوگوں سے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ طالبان حق اور سالکان راہ مطلق اگر اس طرح ذکر نہ کریں تو اس ارشاد ربانی فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ اوَّعَلىٰ جُنُوْبِكُمْ [۱] سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ شاید یہ بات ان کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے کہ ہر جگہ ذکر کرنا اولیٰ ہے خواہ وہ غفلت پرستوں کی مجلس و محفل ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ تفسیر درر میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وضاحت کی گئی ہے اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا [۲] اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ذکر اللّٰہ فی الغافلین مثل الشجرہ الخضراء فی وسط الشجرۃ التی قدخلت ورقھاد ذکر فی الشرعیہ یغتنم الذکربین الغافلین وفی معرک الاسواق.	اللہ کا ذکر غافلوں میں ایسا ہے جیسے ایک سرسبز درخت ان درختوں کے بیچ میں جن کے پتے (سوکھ کر) گر پڑے ہوں اور شرعیہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ غافلوں میں اور بازار کے جھمگٹوں میں ذکر غنیمت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ

ذکر اللّٰہ فی الغافلین کا ملیازرفی القاتلین	غافلوں میں خدا کا ذکر اس طرح ہے جیسے قتال کرنے والوں میں کوئی مبارز (بہادر) آ پہنچے۔

صحاح میں آیا ہے:

لاتقوم الساعۃ علی الارض مااَت یقول اللّٰہ.اللّٰہ	اس وقت تک قیامت زمین پر قائم نہیں ہوگی جب تک کوئی کہتا ہے اللہ اللہ

اور یہ بھی التنبیہہ میں مذکور ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

من دخد السوق فقال لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھوحّی لایموت بیدہ الخیروھو علیٰ کل شئ قدیرہ کتب اللّٰہ لہ الف الف حسنۃ ومحاعنہ الف الف سیئۃٍ ورفع لہ الف الف درجۃ

جو شخص بازار میں داخل ہوا اور پھر اس نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے لیے ملک ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے وہ زندہ کرتا ہے وہ ہی مارتا ہے اور وہ خود ایسا زندہ ہے جس کے لیے موت نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہزار

---

[۱] پ۵ نساء ۱۰۳ [۲] پ۴ آل عمران ۱۹۱

ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس سے ہزار ہزار برائیوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے ہزار ہزار درجے (مرتبے) بلند کر دیتا ہے۔

جامع من الفتاویٰ میں آیا ہے

''ابراہیم بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایام عشرہ میں بازار سے گزر رہے تھے بغیر کسی ضرورت کے اور بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے تھے''۔

لیکن مجلس فسق میں ذکر کرنے کے بارے میں تو خلاصہ وکبریٰ میں مذکور ہے:۔

انہ ان قوی الفس ویشغلون بالفسق وانا نشتغل بتشبیح اللّٰہ فھواحسن و افضل کمن سبح اللّٰہ فی السوق ونوی ان الناس یشتغلون بامور الدنیا و انااسبح اللّٰہ فاذاسبح اللّٰہ فی مثل ھذا الموضع کان افضل من ان یسبح اللّٰہ وحدہ فی غیر السوق.

جبکہ فسق طاقت پکڑ جائے اور فسق زور پکڑے اور ہم اس وقت تسبیح خدا میں مشغول ہوں تو یہ بہتر ہے اور افضل ہے اس بات سے کہ کوئی شخص بازار میں تسبیح خدا اور ذکر کرے اور اس بات کی نیت کرے کہ بے شک لوگ دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں اور میں خدا کی تسبیح کر رہا ہوں۔ اگر یہ نیت نہ ہو تو یہ افضل ہے اس سے کہ تسبیح خدا کرے کوئی شخص تنہا غیر بازار میں (یعنی یہ دونوں نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ لہو ولعب میں مشغول ہیں اور میں بازار میں ذکر خدا کر رہا ہوں۔ اس میں انا نیت ہے اس انا نیت سے بہتر ہے کہ تنہائی میں ذکر کرے۔ اور بازاروں میں ذکر کرنا اس وقت افضل ہے جبکہ دعویٰ انا نیت نہ ہو)

ایک بار فقراء اشرفی کا حضرت سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ (گلبرگہ دکن) میں نزول ہوا حضرت مخدوم زادہ کے خلوص کے باعث حضرت قدوۃ الکبراؒ چار مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ ایک دن ان ملفوظات کا جامع (نظام یمنی) حضرت نور العین وشیخ ابوالمکارم وشیخ مبارک وشیخ یوسف اور بعض دوسرے احباب بطور تفریح طبع ایک باغ میں پہنچے کچھ نوجوان باغ کے چمن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فسق وفجور کے آلات۔ شراب، کباب) چنگ ورباب تمام سامان عیش مہیا تھے ہر ایک شراب کے نشہ میں مست تھا اور اس وقت کے مناسب اشعار خوانی ہو رہی تھی اور لذت جسمانی اور حظ نفسانی کی داد دے رہے تھے اتفاق سے ہم لوگ ذکر جہر کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ ہم لوگ اس باغ کی تفریح میں بلبل بیقرار کی طرح نالہ وزاری کر رہے تھے۔ فرد

چو بلبل درسر گلزار باشد
بگل بردر فغان وزار باشد

ترجمہ: بلبل کی طرح گلزار میں پھول پر آہ وزاری کی۔

جیسے ہی ان لوگوں نے ہمارے ذکر کی آواز سنی عیش کوشی سے رک گئے اور کچھ دیر تک بڑی توجہ سے وہ ہمارے ذکر الٰہی کو سنتے رہے، ذکر صفا اور اس کی برکت سے توفیق الٰہی نے ان کی مدد فرمائی اور توفیق الٰہی کے ساقی نے حال و کیف کا ایک گھونٹ ان کو پلا دیا اور وہ خمارِ معصیت سے نکل آئے مستی کی غفلت، فسق و فجور کی سرخوشی سے ہوشیار ہو گئے۔

مثنوی

زساقی ساغرتوفیق خوردند — شراب توبہ رادر کام بردند
حریف مجلس توفیق دادار — بمستی غفلت آمد کردہشیار

اور ناگاہ گریہ وزاری کرنے لگے اور ہمارے پاس آ گئے بڑے عجز وانکسار کے ساتھ ہمارے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہنے لگے:

مثنوی

شدہ کشتی مادر بحرغرقاب — غان کشتیم درآب دریاب
بود کز درطۂ غرقاب کشتی — بساحل پے نہاداز پادپشتی

ترجمہ: ہماری کشتی گناہوں کے سمندر میں ڈوب گئی ہے اور ہماری مدد کرو کہ ہم بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ کشتی کے یہ ڈوبنے والے آپ کی پشت پناہی سے ساحل نجات تک پہنچ جائیں۔

اس حکم کے مطابق کہ بھائی کا بھائی کی مدد کرنا ایثار ہے۔

ہم نے ان لوگوں کو ساتھ لیا اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سب لوگ شرف توبہ سے شرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور معاصی ومناہی سے ان کو چھٹکارا مل گیا۔

مثنوی

چوبیژن بودہ اندافتادہ درچاہ — کہ آمدرستم توفیق درگاہ
گرفت ازچاہ عصیانش برآورد — بسوئے خانہ توبہ برآورد

ترجمہ: افراسیاب نے بیژن کو گرفتار کر کے کنویں میں ڈال دیا تھا۔ افراسیاب کی بیٹی منیژہ اس پر فریفتہ تھی آخر کار رستم نے اس کو کنویں سے نکالا۔ بارگاہ الٰہی سے توفیق کا رستم آیا اور ان کو کنویں سے نکالا۔ اور توبہ کے گھر تک پہنچایا۔[1] **الٰہی رونا بماء الاستغفار وادرناعن رقدہ الاصرار بالنبی و آلہ المختار**

[1] الٰہی ہم کو استغفار کے پانی سے سیراب کر دے اور خواب اصرار سے بیدار کر دے۔ بطفیل سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ الاطہار رضی اللہ عنہم۔

طریق ذکر مشرب شطاریہ

حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں مشرب شطاریہ کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو حضرت قدوۃ الکبری نے فرمایا کہ اگرچہ مشرب شطاریہ کو مشرب قدیم نہیں کہا گیا ہے (یہ مشرب قدیم نہیں ہے) لیکن اس مشرب میں حصول فوائد اور وصول مقاصد زیادہ

ہیں۔اس مشرب کا رواج شیخ الشیوخ کے خلفاء سے بہت زیادہ ہوا۔اور آپ کے متاخرین خلفاء کے باعث اس کو بہت شہرت حاصل ہوئی اوران کے ذریعہ بہت پھیلا۔ میں نے بھی حضرت میر (سید جلال بخاری) کے ذریعہ اس مشرب کا مزا چکھا ہے۔اس مشرب کے اصول آٹھ ہیں۔ اور ان اصول کو حروف ہشتگانہ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں۔ ب۔ا۔ص۔م۔ش۔ت۔ف۔اورد۔

برزخ وذات باصفات بود — شدّ بامدّ از نکات بود

تحت دفوق بواسطۂ سالک — باقی از فانی الصفات بود

ب سے مراد برزخ ہے ا سے ذات مراد ہے ص سے صفات مراد ہیں م سے مراد مَدّ ہے ش سے مراد شدّ ہے ت عبارت ہے تحت سے ف سے مراد فوق ہے اور د عبارت ہے دم سے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس مشرب کے ارکانِ ہشتگانہ سے پہلا رکن برزخ ہے برزح دو قسم کا ہوتا ہے کبریٰ اور صغریٰ۔ چنانچہ برزخ صغریٰ مرشد کا تصور ہے جس کو مطلق تصوّر، واسطہ اور رابطہ بھی کہتے ہیں۔اور طریقت میں مرشد کا تصوّر ہی اصل کلی ہے۔

نباشد از فنائ خود تحّر — کہ گم گردد دو عالم در تصّور

خدا از ردئ معنی چون جہانگیر — تجلّی میکند درصورت پیر

ترجمہ:۔اپنے فنا کی کچھ حیرت نہیں ہے کیونکہ دو عالم تصّور میں گم ہو جاتے ہیں از روئ معنیٰ خدا، پیر کی صورت میں تجلّی کرتا ہے۔

اس مشرب کا دوسرا رکن اسم ذات اللہ ہے۔فقہاء کے نزدیک یہ اسم ذات جامع صفات کمالیہ کا ہے (جمیع صفات اس میں جمع ہیں) اور علمائے طریقت اور کاملین حقیقت کے نزدیک اسم ذات ''ہو،، ہے۔ پرکار کا ایک ایسا دائرہ ہے جو مرکز موجودات اور نقطۂ کائنات کو محیط ہے:

پس اسی بناء پر بعض اگلے مشائخ نے ذکر ھو کو اختیار کیا اور بعض نے ذکر لہ کو اور ذکر اللہ کو ان میں بعض ذکر کرتے وقت کہتے ہیں ''ھوانت ھو،، اور بعض ذکر لہ اور ذکر اللہ لا الہٰ الاّ ھو اور جمہور نے اختیار کیا ذکر ھو کو اور عوام کا ذکر اللہ ہے اور خواص کا ذکر ھو اور اخص الخواص کا ذکر ھی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شطاریہ مسلک میں ذکر اسم ذات ''ہشت رکن،، کے ساتھ بہت سے فوائد کا حامل اور بے شمار ثمرات کا عطا کرنے والا ہے اور اگر ان ارکان ہشت گانہ کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو وہ زیادہ فائدہ بخش نہیں ہے مگر جبکہ تیئیس ۲۳ سال ذکر اسم اللہ کی پابندی کرے اُس کے بعد نتیجہ دیتا ہے۔ اور فائدے دکھاتا ہے اور تحت عبارت ہے ناف کے نیچے سے کہ نام اللہ کا الف وہیں سے ہوتا ہے اور مد عبارت ہے بہت زیادہ کھینچنے سے لفظ اللہ کے کہ اسماء صفات کا ملاحظہ وہیں سے کیا جاتا ہے اور ناف جسم کے بیچ میں ہے اور اس میں بہت سے اسرار پوشیدہ ہیں اور آگ کا گھر ہے اور شدّ عبارت ہے لفظ اللہ کو

سختی کے ساتھ کھینچنے سے جس قدر شدّ کوسختی سے کھینچے اتنا ہی خطرات کولایعنی کرے اور ذوق وشوق ظاہر ہوتو طالب صادق کو چاہیئے کہ آٹھوں اسماء کالحاظ رکھے اور اتنی کوشش کرے کہ کوئی رکن آٹھوں ارکان سے رہ نہ جائے تا کہ سبب انقطاع ذکر میں نہ ہو

بیت

چو باشد عالم اندر ذات انسان   بودنا چار دردی ہشت ارکاں

یوں تو اصناف مشرب حد سے زیادہ ہیں اگر ان کی طرف توجہ کی جائے تو مقصود اصلی فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذاکر اثبات ونفی کے وہ اقسام جو مشائخ سلف نے وضع فرمائے ہیں ان کی شرح ناممکن ہے۔

کسی کو طالب این راہ باشد
زبحر قطرۂ آگاہ باشد

چنانچہ ذکر دوضربی، سہ ضربی، چہارضربی، وہ ضربی تک مقرر کئے ہیں۔ دوضربی، ۔سہ ضربی، چہارضربی کو مربع، مسدس، مثمن سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

(اس سلسلے میں نقش اس لطیفہ کے آخر ص۔۔۔پر ملاحظہ فرمائیں)

ذکر قلندریہ

اس ضمن میں ذکر قلندریہ کا موضوع چھڑ گیا، فرمایا کہ یہ خاص طور پر صحرائے ہمت کے شیروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ بڑے جوانمردوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ہر بوالہوس اس مشرب خونخوار میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ ہر ہوسناک اس جان لیوا صحرا کی طرف رخ کرسکتا ہے۔

مثنوی

نیارد ہرکسی پاداشتن چیر   زبیم جان خود دربیشۂ شیر
مگرآن شیردل کزآہوئ جان   بشوید دست خود ازخان وازمان

ترجمہ:۔اس میدان میں ہرکوئی شیر کے ڈر کے باعث قدم نہیں رکھ سکتا مگر وہ شیر دل جو جان ومال کی پرواہ نہ کرے

اس کے لئے رستم کی ضرورت ہے جو دلیرانہ طور پر یہاں قدم رکھے اور ایسے پہلوان کی ضرورت ہے جو کارزار اذکار میں ہمت کے ساتھ جان کی بازی لگا سکے۔ اس میدان میں جب تک خون نہیں بہایا جاتا مقصود کا درخت پھل نہیں لاتا۔

نہ ہر کو آید از کوہی بود با دعوت موسیٰ   نہ ہر کس زاید از زالی شود باہیبت رستم

ترجمہ:۔ ہر شخص جو پہاڑ سے اترتا ہے وہ حضرت موسیٰ کی طرح دعوئ پیغمبری نہیں کرسکتا اور اسی طرح زال سے پیدا ہونے والا ہر بچہ رستم کی طرح پر ہیبت نہیں ہوسکتا۔

اذکار کے یہ اقسام بے حد بے شمار وبیروں از قیاس ہیں اور ان کے گونا گوں اسرار حضرات صوفیہ کی کتب سے معلوم ہوسکتے ہیں۔ خود میں نے بحر ذاکرین میں اذکار کے اصناف وانواع اور تمام مشارب طریقت کے اسرار گونا گوں کو بیان کیا ہے جو ان سے آگاہی حاصل کرنا چاہے، بحر ذاکرین کے مطالعہ سے حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگرچہ میں نے تمام مشارب کے اذکار اور ان کے اسرار کو اپنی کتابوں اور رسالوں میں بیان کردیا ہے۔ اور اپنی عمر گرانمایہ کو ان کو شرح میں صرف کیا ہے۔ لیکن ذکر کی حقیقت کہ سالکان

احرار کا مقصود جس سے وابستہ ہے اور کیفیت اسرار اذکار کا پایا جانا اسی پر موقوف ہے وہ متعلق ہے پیر کی رہبری اور مرید کی تابعداری سے

معانی ہرگز اندر حرف ناید کہ بحر قلزم اندر ظرف ناید

ترجمہ:۔ یہ معانی قید حروف میں نہیں آسکتے کہ قلزم کبھی ظرف میں نہیں سماسکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا اس درگاہ کے بعض طالبوں اور اس راہ کے بعض سالکوں کو جو بلند ہمت ہوتے تھے مشرب قلندریہ میں مشغول فرمایا کرتے تھے۔

ایسے لوگوں کو حضرت قدوۃ الکبرا حکم دیتے تھے کہ ریگستان میں جاکر اس مشرب کے اذکار میں مشغول ہوں اگر ریگستان میں نہ جائیں تو نمدہ یا اسی طرح کی کسی چیز سے ایک جھونپڑی بنالیں اور اس میں بیٹھ کر یہ شغل کریں۔ اور خادم کو آش پکانے کا حکم کرتے تھے۔ اکثر اوقات آش بُغرا [1] پکانے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جب ذاکرین ذکر سے فارغ ہوتے تو وہ دسترخوان پر بیٹھتے اور اس آش کے صرف چند چمچہ کھاتے۔ اگر وہ اس وقت کھانے کی طرف راغب نہ ہوں تو ہلاکت کے قریب پہنچ جائیں۔

مشائخ چشت ذکر حلقہ کی صورت میں فرماتے تھے

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ذکر حلقہ صبح وشام مشائخ چشت کا معمول رہا ہے۔ جب میں حضرت خواجگان چشت کے مزارات منورہ کی زیارت کے لیے چشت پہنچا تھا تو میں حضرت مخدوم زادہ صاحب سجاد حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی ملاقات سے مشرف ہوا اور ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی اور گوناگوں لطائف سے انہوں نے مستفید فرمایا۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے فرمایا صبح وشام ذکر حلقہ کا التزام رکھو اسکو کبھی ترک نہ کرنا کہ یہ ہمارے مشائخ کرام کا معمول رہا ہے اور اس قسم کے ذکر (حلقہ) میں بہت سے فائدے ہیں۔ جب تم وظائف معہودہ (مقررہ وظائف) اور مسنونہ اوراد سے خاص طور پر مسبعات عشر کی تلاوت سے فارغ ہوجاؤ تو پھر حلقہ میں بیٹھ جاؤ۔ اس وقت صاحب حلقہ کو چاہیئے کہ نفی واثبات کا کلمہ شروع کرے اور دوسرے شرکاء حلقہ اس میں اس کے ساتھ شریک ہوں۔ اور جہاں بتانے کی ضرورت ہو (محاضرہ وتقریر) اس کا لحاظ رکھیں اور اس امر میں پوری پوری کوشش کریں کہ اثبات میں سب لوگ (تمام حاضرین) ایک ساتھ شریک ہوں اور کسی کی آواز ''اثبات،، میں دوسرے سے الگ اور جُدا نہ ہو جب کلمہ نفی واثبات سے تھکاوٹ پیدا ہونے لگے تو کھڑا ہوجائے اور تین بار کلمہ طیبہ کہے اور کلمہ اثبات کو شروع کرے اور کلمہ اثبات پہلے سے زیادہ کہے جب اس سے بھی تھک جائے کھڑا ہوجائے اور کلمہ طیبہ تین بار کہے اس کے بعد اسم ذات میں مشغول ہو جب تک سکت رکھے جب

[1] آش بغرا ایک خاص قسم کا آش ہے جس کا موجد بغرا خان امیر ترکستان ہے اس میں جو کی پھلوڑیاں بھی پڑتی ہیں۔

تینوں کلمہ ختم ہوتو مقام ذکر میں ٹھہرے اور دل میں غور کرے کہ کن واردات سے بہرہ مندی حاصل ہوئی۔ دل کی دھڑکن کا رخ علوی ہے یا سفلی ہے اور مریدوں اور حاضرین ذکر کے دلوں کے رموزات کو معلوم کریں اور اس نکتہ کو پیش نظر رکھیں کہ سالک کے دل کی دو صفتیں اصلی ہیں مبارک ہو اس شخص کو جس نے اپنے دل کو گم کر کے اس کو شناخت کر لیا اور جس نے اس کی طلب میں کوشش کی یہاں تک کہ اس کو پالیا اور جس میں یہ ادراک نہیں ہے اس کو اپنے دل کی خبر نہیں ہے۔

قطعہ

دل کہ جام جہان نمائ بود ——— مرأت وحدت خدائ بود
خبرشہ سکندر وجمشید ——— کس چہ داندکہ ازچہ رائ بود

ترجمہ:۔ دل جو کہ جام جہاں نما تھا اور وحدت خدائی کا آئینہ تھا، شہ سکندر و جمشید کی کسے خبر کہ کون تھے۔

اور یہ بات مریدوں کے لیے ہے جب وہ اس دریا کو پار کر کے ساحل پر پہنچ جائے پھر دم ونفس پڑھے جیسا کہ شروع میں انہوں نے پڑھا تھا۔ ان امور سے فراغت کے بعد پیران چشت (قدس اللہ اسرارہم) کا فاتحہ پورے اخلاص کے ساتھ پڑھے اور مزید دولت ذوق وشوق کی خواہش کرے اور اپنے پیر اور سر حلقہ کی درازئ عمر اور مسلمانوں کی دعا کے واسطے تکبیر کہے اور اصحاب مصافحہ کریں اور شیخ کے قدموں پر تمام مریدین وارباب حلقہ سر جھکائیں۔ باہم بھی ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اور پیش قدم پیر بھائی کے لئے دوسرے بھائیوں سے زیادہ عاجزی کریں۔ مصافحہ کا طریقہ اور شیخ کے سامنے سر رکھنے کی وضع کے بارے میں لطیفہ ہفتدہم میں بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کے اختتام کے بعد سر حلقہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ مناجات پڑھے ارباب حلقہ بھی اسی طرح ہاتھ اٹھائیں اور آمین کہیں۔ مناجات کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لیں۔ مناجات یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ السَّادَاتِ وَالْعَالَمِیْنَ شَفِیْعِ الْعُصَاةِ وَالْمُذْنِبِیْنَ مُتَمِّمِ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ مُطَهِّرِ الْقُلُوْبِ عَنْ دَنَسِ الشِّرْکِ وَالنِّفَاقِ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ وَعِتْرَتِهِ الطَّاهِرِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْیِنَا ذَاکِرِیْنَ وَاَمِتْنَا ذَاکِرِیْنَ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَةِ الذَّاکِرِیْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْیِنَا عَاشِقِیْنَ وَاَمِتْنَا عَاشِقِیْنَ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَةِ الْعَاشِقِیْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْیِنَا عَارِفِیْنَ وَاَمِتْنَا عَارِفِیْنَ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَةِ الْعَارِفِیْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْیِنَا مِسْکِیْنًا و دَاَمِتْنَا مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْنَ

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَی الْاِسْلَامِ وَالْاِیْمَانِ وَاَمِتْنَا عَلَی الْاِیْمَانِ وَاحْشُرْنَا عَلَی الْاِیْمَانِ وَلَقِّنَّا کَلِمَۃَ الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَافِیْ حَیٰوۃِ الْعُلَمَاءِ وَاَمِتْنَابِمَوْتِ الشُّھَدَآءِ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ الْاَوْلِیَاءِ وَاَدْخِلْنَاالْجَنَّۃَ مَعَ الْاَنْبِیَاءِ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَاسَعِیْدًا وَّ اَمِتْنَا سَعِیْدًاوَّاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ السُّعَدَاءِ رَبَّنَااغْفِرْلَنَاوَلِاِخْوَانِنَاالَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْارَبَّنَااِنَّکَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمُ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَاوَ لِوَالِدَیْنَاوَلِاُسْتَاذِنَاوَلِمَشَائِخِنَاوَلِاِخْوَانِنَاوَلِاَصْحَابِنَا وَلِاَحْبَابِنَا بِنَاوَ وَلِاَرْبَابِنَاوَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ تَابِعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ فِی الْخَیْرَاتِ وَلِمَنْ حَضَرَ اِلَیْنَاوَلِمَنْ غَابَ عَنَّا وَلِمَنْ اَسَّسَ بِنَاءَ ھٰذَاالْمَکَانِ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَافِی الدُّنْیَازِیَارَۃَ قَبْرِسَیِّدِنَامُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِی الْاٰخِرَۃِ لِقَائَہٗ وَشَفَاعَتَہٗ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

ترجمہ:۔ یارب درود نازل فرما سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام سرداروں اور کُل جہان والوں کے سردار اور گناہگاروں کے شفیع ہیں۔ اخلاق کی خوبیوں کے کامل کرنے والے دلوں کو شرک ونفاق کے میل سے پاک کرنے والے اور ان کی آلِ پاک اور ذریّت طاہر پر، اللہ تعالیٰ ان کے تمام اصحاب سے راضی ہو، یارب ہمیں زندہ رکھ اس حال میں کہ ہم ذاکر ہوں اور ہمیں موت دے اس حال میں کہ ہم ذاکر ہوں اور ہمارا حشر ذاکرین کے گروہ میں کر، یارب ہمیں عاشق زندہ رکھ اور عاشق مار اور عاشقوں کے گروہ میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں عارف زندہ رکھ اور عارف مار اور عارفوں میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں مسکین کی زندگی جلا اور ہمیں مسکینی میں موت دے اور مساکین کی جماعت میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں اسلام وایمان پر ثابت رکھ اور ہمیں ایمان پر موت دے اور ایمان پر ہمارا حشر کر اور ہمیں کلمۂ ایمان کی تلقین فرما، یارب ہمیں علماء کی زندگی جلا اور شہداء کی موت مار اور اولیاء کے گروہ میں ہمارا حشر کر اور انبیاء کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما، یارب ہمیں سعید زندہ رکھ اور سعید مار اور سعیدوں میں ہمارا حشر کر، یارب ہماری مغفرت کر اور ہمارے بھائیوں کی جو ہم سے ایمان میں سابق ہوئے اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کی طرف سے خلش نہ کر، یارب تو رؤف ورحیم ہے، یارب ہمیں بخش اور ہمارے

والدین کواور ہمارے استادوں کواور پیروں کواور ہمارے بھائیوں اور دوستوں اوراحباب واصحاب کواورتمام ایماندار مردوں اور عورتوں کواورتمام اسلام والے مردوں اورعورتوں کوزندوں کواور مردوں کواور ہمیں اورانہیں نیکیوں میں ملا اور جو ہمارے پاس حاضر ہوا اور جو غائب رہااورجس نے اس مکان کی بنارکھی یارب ہمیں نصیب کردنیا میں زیارت قبر شریف سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اورآخرت میں ان کی ملاقات اورشفاعت، پاکی ہے(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کے رب کو جورب العزّت ہے اس سے جو کفار کہتے ہیں اور سلام رسولوں پر اورحمد اللہ کو جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

تکبیر عاشقاں

جو بعد ختم فاتحہ پیران چشت یا قبل ذکر حلقہ پڑھی جاتی ہے وہ یہ ہے:۔

تکبیر عاشقان صبح وشام مردان راومردان صبح وشام رامزید ذکر ذاکرانرا عظمتی وبزرگی جمال وجلال خدائے رانور پاک مصطفیٰ راچہار یار باصفارا سرزلفین آل طٰہ ولٰسین رادوازدہ امام چہاردہ معصوم پاک رااہل بیت رااولیاء راانبیاء رااصفیاء راانقیا را زہادراوعبادرامشائخ راسادات راوعلماء شریعت راوپیران طریقت راروندگان راہ راوجونیدگان درگاہ حق راائمہ کبار راقبول طاعت ونگاہداشتِ ایمان خوشنودی مرخدائے راوبلائے کوری شیطان راسلامتی صاحب سجادہ مع فرزندان وخلفاء ومریدان ومعتقدان برائے مزید دولت دارین وشوق وذوق محبت واخلاص کونین ہر کہ بادرویش ودرویش زادگان بصدق واخلاص ظاہروباطن درآید کارش برآید وہر کہ درافتد کاراوبرافتد برای انہزام لشکر کفارونصرت عسکر اسلام دیندار معنی محمد دوازدہ امام ہمبرین سرشاۃ تکبیر برآریم اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاصَاحِبَ الزَّمَانِ شَیْئًا لِلّٰہِ رَجُلَ اللّٰہِ رِجَالَ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ برگزیدہ رحمان انبیاء ایشان خاندان مصطفےٰ ومحبتیٰ چہار یار باصفا شہداء دشت کربلا محمد دوست حبیب اللہ دوست علی ولی اللہ دوست یا کریم یارحیم اللہ دوست اَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاخَلِیْلَ الرَّحْمٰنِ دست وکلہ برزمین نہم پیش خواجگان چشت۔

اس کے بعد اصحاب مصافحہ کریں اورسجدہ بھی کریں اوراپنے سرشیخ کے قدموں پر رکھ دیں اورایک دوسرے سے مصافحہ کریں۔

ذکر مشرب وجہ خاص

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا اگلے درویشوں اور پہلے خداورسول کا سلوک درویشی اسی سلسلہ تربیت پر ہے اورآج بھی ہے۔اکثر طالبان درگاہ حق اورسالکان راہ مطلق اس طریقہ سے مقصد تک پہنچے ہیں۔اورمشائخ طریقت اپنے جن مریدوں میں اس کی قابلیت اورصلاحیت دیکھتے ہیں ان کواس طریقہ سے بھی مخصوص کردیتے ہیں **شعر**

بہرزیر برکی شتابندہ ایست

بہرراہ جویندہ یابندہ ایست

ترجمہ:۔پستی سے بلندی کی طرف کون گیا ہے، وہی جس نے راہ کی تلاش کی اسی نے (منزل) کو پایا۔

جب میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی ملازمت سے مشرف ہوا تو میں نے دیکھ کہ وہ اسی مشرب وجہ خاص کا شغل کرتے تھے اور اپنے تمام مریدوں کو اسی ذریعہ (راستہ) سے حق تعالیٰ سے واصل کرتے تھے۔حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے بعض حضرات نے دریافت کیا تو آپ نے اس مشرب کو لازم کرنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ آج کل کے لوگوں کی ہمتیں بہت کوتاہ ہیں (لوگ پست ہمت ہیں) اور سلسلہ تربیت کی راہ میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں اور مریدوں کی تربیت کے طریقے اور راستے سالکان راہ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔(شیوخ جانتے ہیں کہ مریدوں کو سلوک میں کیا دشواریاں پیش آتی ہیں اور شیخ اچھی طرح جانتا ہے۔کہ اپنے مریدوں کی تربیت کس طرح کرے) پس اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ طالبان خدا اور سالکان راہ کو اس مختصر طریقے سے ہی مقصد تک پہنچا دوں (مدت دراز تک ان کو ریاضت میں مشغول نہ رکھوں) اور ان کو وصول حق کے تخت پر بٹھا دوں۔

مثنوی

یکی باقافلہ طی کرو کہار — یکی درکشی نبشست درکار

براہ بڑاو عمری بسرکرو — زراہ بحراین کشتی بدر کرد

بکعبہ میرسندہردو بتقدیر — یکی درسرعت ودیگر بتاخیر

ترجمہ:۔ایک نے قافلہ کے ساتھ پہاڑی راستہ طے کیا اور ایک نے کشتی میں بیٹھ کر۔

وہ خشکی کے راستے میں عمر بسر کرتا گیا اور وہ بحری راستے میں کشتی کو کنارے تک لے گیا۔دونوں کعبہ پہنچ گئے ایک ذرا جلدی اور دوسرا تاخیر سے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ آپ کی وجہ سے اس مشرب خاص کو بڑی رونق حاصل ہوئی اور اس بازار میں خوب گرمی پیدا ہوئی ہے۔حضرت مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا گیا کہ کیا خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ کا طریقہ متاخرین مشائخ میں سے کس کے طریقہ، تربیت سے مناسبت رکھتا ہے اور کس کے مماثل ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ متاخرین کا تو ذکر ہی کیا ہے۔متقدمین کے بارے میں سوال کرو (کہ متقدمین مشائخ میں سے کس کے مشابہہ اور مماثل ہے) دوسو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ایسے گوناگوں انوار ولایت اور ایسی نوع بہ نوع عنایت کے انوار جو اللہ کے لطف وکرم اور عنایات نامتناہی سے انکے حصہ میں آئے کسی اور شیخ طریقت کو نہ حاصل ہو سکے۔

مثنوی

برآمد خوش چنین پاکیزہ مذہب — زدوداز جذبۂ آئین مشرب

کہ مردم دیدہ اندآئینہ شان — عکوس پر توانوارسبحان

ترجمہ:۔وہ ایسے پاکیزہ مذہب ہوئے ہیں کہ ان کے جذبۂ آئینۂ مشرب میں سے لوگوں نے انوار سبحان کے پرتو کا عکس دیکھا۔
کیا بات ہے بانی مشرب کی کہ آنکھ جھپکتے مقام علم سے منزل عین میں اپنے دم سے لے آئیں اور کیا کہنا ہے صاحب مذہب کا کہ نفس زدنی سے رتبۂ عین سے درجہ علم میں لا نکالیں۔

قطعہ

اگرچہ مظہر نور الٰہی — مشائخ بودہ اند اے یار بسیار
ولیکن چوں بہاء الحق والدین — بنودہ نقشبنداں نقش پندار

ترجمہ:۔اگرچہ بہت سے مشائخ نورِ الٰہی کا مظہر ہوئے ہیں۔لیکن حضرت خواجہ بہاء الحق والدین کی طرح نقشبند کوئی نہیں ہوا۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک شخص (ایک سالک) حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ حضرت کا یہ سلسلہ کہاں منتہی ہوتا ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ اے عزیز کوئی شخص سلسلہ سے کسی جگہ اور مقام پر نہیں پہنچتا ہے۔اس لیے کہ سلوک سلسلہ صوری سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا تعلق سلسلہ معنوی سے ہے۔

ابیات

کسی کز خویش را ور سلسلہ بست — چہ حاصل گر نہ او از سلسلہ رست
چوخود را بستۂ چوں شیر زنجیر — گسل زنجیر وراہ بیشہ درگیر
کہ برشیری رسی در تیہ تجرید — کہ باشد بستۂ زنجیر تفرید
چہ زنجیری کہ از سرحلقۂ او — مسلسل میرود ہر حلقۂ او
زمبدا تا معاد راہ وحدت — میانہ حلقہ ہائ زار کثرت
کہ اول حلقۂ زنجیر این در! — تعین اول ست تادور آخر
بمولود ثلث افتادہ باشد — چو پوری کز مراتب زادہ باشد
اگر شیری تو این زنجیر جنبان! — وگرنہ ہمچوروبہ زیر سینان!
کسی کین سلسلہ جنبان نہ باشد — بدوجز باردرانبان بہ باشد

ترجمہ:۔جس نے خود کو کسی سلسلہ سے وابستہ کرلیا تو اگر وہ زنجیرِ دنیا سے آزاد نہیں ہوا تو کیا حاصل۔ جب تو نے خود کو شیر کی طرح زنجیر سے جکڑ لیا ہے تو پہلے شیر کی طرح اس زنجیر کو توڑ دے اور آزاد ہو کر جنگل کا راستہ لے تا کہ تو تجرید کے جنگل میں پہنچ کر کسی شیر سے مل سکے۔ اور ممکن ہے کہ تو تفرید کی زنجیر میں بندھ جائے کہ وہ ایسی زنجیر ہے کہ جس کی ہر کڑی سلسلہ وار دوسری کڑیوں سے ملی ہوئی ہے۔ مبدا سے لے کر معاد تک راہ وحدت ہے اور ہر کڑی کے درمیان کثرت کا میدان ہے۔ اس زنجیر کا پہلا حلقہ اور پہلی کڑی آخری کڑی تک تعین اوّل ہے اور اس کے بعد

موالیہ ثلٰثہ (جمادات) نباتات اور حیوانات تک یہ سلسلہ موجود ہے اگر تو شیر ہے تو پھر اس زنجیر کو جنبش دے ورنہ پھر تو لومڑی کی طرح شیر کا غلام بنا رہے گا۔ جو کوئی اس سلسلہ سے منسلک نہیں ہے وہ وبار کے سوا کہ نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک عزیز نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے سوال کیا کہ آپ کی یہ درویشی موروثی ہے یا کسبی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس حکم کے مطابق کہ جذبات حق کا ایک جذبہ عمل الثقلین،، کے برابر ہے ہم اس جذبہ کی سعادت سے مشرف ہیں۔ اس شخص نے پھر سوال کیا کہ آپ کے طریقہ میں ذکر جہر وخلوت وسماع ہے فرمایا کہ ہمارے یہاں انجمن میں خلوت ہے یعنی بظاہر خلق کے ساتھ بباطن حق کے ساتھ

شعر

دل وجانم بتومشغول نظردرچپ وراست
تاندانند رقیبان کہ تو منظورمنی

ترجمہ:۔ دل وجاں تیرے ساتھ مشغول ہیں لیکن نظر دائیں بائیں ہے تاکہ رقیب یہ نہ سمجھ سکیں کہ تو میرا مقصود ومنظور ہے جیسا کہ حق تعالٰی کے اس ارشاد میں

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ — وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید وفروخت
لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [1] — غافل نہیں کرتی اللہ کی یاد سے۔

اسی مقام کی طرف اشارہ ہے:

پس حضرت خواجہ کے مقبول ومحبوب مسلک ومشرب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس گروہ کے موافق عقیدہ درست کرے اور اعمال نیک واتباع سنت کرنے اور حرام ومکروہ سے بچنے اور دلائل وجود الٰہی وتوحید وازلیّت وابدیت کو بطریق تصور وحضور حضرات خمس حاصل کر لینے کے بعد ہمیشہ کی حضوری ہے اللہ سبحانہ وتعالٰی کے ساتھ ہر وقت بغیر کسی قسم کے انقطاع وپریشانی وغیرہ کے۔

اور جب یہ حضور سالک کے نفس کا ملکہ بن جائے گا (کہ بلا تکلف اس سے یہ فعل سرزد ہونے لگے) تب اس ملکہ کو مشاہدہ کہا جائے گا۔ اس دولت عظمیٰ کا حصول تین طریقوں سے ہوتا ہے۔

پہلا طریقہ

ذکر کا ہے یعنی حضورِ قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ لاالٰہ اِلَّا اللہ کے ذکر کی تکرار کرے اور تمام محدثات کی نفی کرتے ہوئے عدم اور فنا کی نظر سے ان کو دیکھے اور اثبات کی جانب معبود برحق کے وجود کو بلحاظ قدم وبقامشاہدہ کرے کلمہ طیبہّ کی تکرار کے وقت زبان کو تالو سے لگالے اور اپنے دل صِنوبری کی طرف جو قلبِ

---

[1] پ ۱۸ النور

حقیقی ہے متوجہ رہے اور اپنی سانس کو اندر کھینچے اور پوری قوت سے اس کو ادا کرے اور اس طرح ادا کرے کہ دل اس سے متاثر ہو بغیر اس کے کہ اس کا اثر اس کے ظاہر سے نمایاں ہو مثلاً اگر کوئی شخص اس وقت اس کے پہلو میں بیٹھا ہو تو وہ بھی اس تاثر قلبی سے آگاہ نہ ہو سکے۔لیکن اس فقیر نے اپنے مریدوں کو اس قدر شدّت سے ذکر کے اخفا کے لیے کبھی نہیں کہا (کہ اخفا اس قدر شدید ہو) اور اپنا تمام وقت اس ذکر میں صرف کرے اور کسی صورت میں بھی اس شغل کو ترک نہ کرے۔ چلتے پھرتے۔آتے جاتے۔گفتگو کرتے،کسی کی بات سنتے۔سوتے،اٹھتے، بیٹھتے میں یہ شغل ترک نہ ہو۔اگر بعض دنیوی اشغال کے باعث اس میں بظاہر فتور پڑ جائے۔تب بھی دل کی آنکھیں اسی طرف لگی رہنی چاہیئے۔ بلکہ یہ غافل نہ ہو۔اگر صبح سے پہلے اس ذکر کی تکرار کی جائے تو اس کے اثر اور برکات زیادہ ہوتے ہیں اور تمام دن اس کی برکات جاری رہتی ہے۔خیال رہے کہ کھانا کھاتے، پانی وغیرہ پیتے وقت اس سے غفلت نہ ہو کہ اس صورت میں اس کا اثر جب تک پیٹ میں کھانا رہے گا باقی رہے گا۔حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول تھا۔کہ انھوں نے بابا حسین کو اس بات پر مقرر کیا تھا کہ وہ تمام دوستوں اور مریدوں کے سامنے کھانا کھاتے وقت یہ کہتے رہیں کہ اے دوستو خبردار کھاتے وقت اپنی نسبت سے غفلت میں نہ پڑ جانا اور نہ تمہاری جمعیت میں تفرقہ پڑ جائے گا (جمع تفرقہ سے بدل جائے گی) اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اپنی پناہ میں رکھے۔

غزل

کسی کو طالب دیدار باشد — شب وروزاو پی این کارباشد
نہ باشد خالی یکدم ازخیالش — وگردر خواب وگر بیدار باشد
اگر طالب نباشد این چنین او — چہ کار آید ازد بیکار باشد
بدست اوخورد آب وطعامی — بپایش درره رفتار باشد
بچشم اوبہ بیند ہرجمالی — بگوشش سامع گفتار باشد
نجنبد گاہی اشرف بی ارادہ — کہ ہرگز دور بی دوار باشد

ترجمہ:۔ جو کوئی طالب دیدار ہوتا ہے وہ رات اور دن اسی کام میں مصروف رہتا ہے وہ ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے خیال سے خالی نہیں رہتا خواہ وہ عالم خواب میں ہو یا عالم بیداری میں اگر وہ ایسی باتوں کا طالب ہے تو اس کے یہ باتیں کام نہ آئیں گی، اس کے لئے بے کار ہوں گی۔طالب ایسا ہو کہ اس کا کھانا پینا محبوب ے ہاتھ سے ہو اور رفتار میں وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے والا ہو۔وہ ہر جمال کو اس دوست ہی کی نظر سے دیکھے اور ہر گفتگو کو اسی کے کانوں سے سنے۔

اے اشرف بغیر ارادے کے وہ جنبش ہی نہیں کرتا۔جو کوئی اس دوست کے پیچھے ہر وقت پھرنے والا ہے۔اس شغل میں اس کو ایک کیفیت بے خودی اور بے شعوری پیدا ہوگی جو اس جذبہ کا پیش خیمہ ہے۔ پس طالب کو چاہئیے کہ خود کو اس کیفیت کے حوالہ کردے اور بقدر طاقت اس کی نگہداری کرے اور جب وہ کیفیت

ختم ہوجائے تو پھر تکرار میں مصروف ومشغول ہوجائے۔ جب یہ کیفیت یکے بعد دیگرے پیدا ہونے لگی تو امید ہے کہ اسے ملکہ حاصل ہوجائے گا۔ اگرچہ یہ کیفیت بالفعل اس کا حال نہ ہو اور اس کا حال علم میں گم ہوجائے لیکن جس وقت بھی چاہے گا معمولی سی توجہ سے وہ حال اس کو میسّر آجائے گا۔ اور حبس نفس کی صورت یہ ہے کہ اگر مزاج اس کے برداشت کی طاقت رکھتا ہے کہ ایک سانس میں تین بار یا پانچ بار یا سات بار جتنا کہ کر سکے کلمہ کی تکرار کرے۔ خطرات کے مٹانے اور بےخودی کی کیفیت میں پورا دخل ہے اور وجدان دشیرینی اس سے حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا طریقہ

توجہ مراقبہ ہے کہ اُس حقیقت بیچون وبیمثال کو جو اسم پاک اللہ سے سمجھی جاتی ہے بلاواسطہ عبارت عربی وفارسی وغیرہ کے اس کو ملاحظہ کرے اور اس حقیقت پر نگاہ رکھتے ہوئے تمام قوتوں اور ادراکوں کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو اور اس معنی پر ہمیشگی برتے اور اس پر نگاہ رکھنے میں اُس وقت تک تکلف کرے کہ کلفت جاتی رہے اور جب یہ معنی تصرف جذبہ سے پہلے وجود سالک میں بالکل دشوار ہو تو چاہیئے کہ معنی مقصود کو ایک نورانی بےترکیب شکل میں جو تمام کائنات وموجودات کو گھیرے ہو دل کی آنکھ کے سامنے لائے اور اس سے تمام قوتوں اور ادراکوں کے ساتھ قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ وہ صورت درمیان سے اُٹھ جائے اور مقصود اُس پر مترتب ہوجائے۔

تیسرا طریقہ

پیر کے ساتھ رابطہ ہے جو تربیت یافتہ ہو کہ مقام مشاہدہ تک پہنچا ہو اور جو تجلیاتِ ذاتی سے متحقق ہوچکا ہو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے موافق

هُـمُ الَّـذِيْـنَ اِذَارَاَوْ وُجُـوْ هھُمْ ذكروااللّٰه ۱؎	وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کے چہرے دیکھتے ہیں۔

اس کے رابطہ اور دیدار سے ذکر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ایسے حضرات کی صحبت سے اس ارشاد کے مطابق کہ

هم جلساؤ اللّٰه ۲؎	وہ خدا کے ہم نشین ہیں۔

اللہ کی صحبت کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ پس جب تم کو ایسے عزیز کی دولت ہم نشینی حاصل ہو اور اس کا اثر تم خود اپنی ہی ذات میں پالو تو۔ جہاں تک ممکن ہو اس کی نگرانی کرو۔ اگر اس حصول میں کبھی فتور پڑ جائے تو پھر اس صحبت کو حاصل کرو تا کہ اس کی برکت سے اصل مقصد پر توفگن ہو (اللہ تعالیٰ کے جلساء میں شمول ہوجائے) پس اس کا سلسلہ اس طرح جاری رکھے کہ یہ رابطۂ شیخ بھی ملکہ کی صورت اختیار کرے۔ اس طرح کہ اگر وہ محترم ہستی کبھی موجود بھی نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنے خیال میں رکھتے ہوئے ظاہری اور باطنی قوتوں سے کام لے کر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو اور پھر جو کچھ بھی دل میں آئے اس کی نفی کرے تا کہ بےخودی اور مستی

۱؎ پ ۲؎ پ

کی کیفیت حاصل ہو جائے اور بار بار کے اعادہ سے یہ بھی ملکہ بن جائے اور اس طریقہ سے زیادہ اور کوئی طریقہ اقرب انہیں ہے۔

یہ بات بہت زیادہ وقوع پذیر ہوتی ہے کہ جب مرید میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ پیر اس میں تصرف کر سکتا ہے تو ایسی حالت میں پیر مرید کو پہلی صحبت ہی میں مشاہدہ کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے اگر چہ اس زمانہ میں ایسے گرامی مرتبت اور صاحب حال پیر کا ملنا کبریت احمر کے حصول سے بھی زیادہ مشکل اور دشوار ہے تو پھر ایسی صورت میں جبکہ ایسا رہنما اور صاحب کشف و مشاہدہ پیر نہ ملے تو پھر اوّل الذکر دو طریقوں میں سے جو پہلے مذکور ہوئے ایک طریقہ کیساتھ سغل کرے۔ ان تینوں طریقوں کے بیان سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قلب صنوبری پر توجہ جس کو صوفیہ حضرات وقوف قلبی کہتے ہیں تمام اوقات میں ضروری ہے۔ اور حضرت دالا نے اس کو لوازمِ سلوکِ طریقت میں شمار فرمایا ہے چنانچہ حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کا یہ شعر اس طرف اشارہ ہے:

شعر

مانند مرغی باش ہان بر بیضۂ دل پاسبان کز بیضۂ دل زایدت مستی وذوق وقہقہہ

ترجمہ:۔ اپنے دل کی پاسبانی اور نگہبانی اس طرح مداومت اور مستعدی کے ساتھ تم کرو جس طرح پرندہ اپنے انڈہ کو سیتا ہے کہ تمہارے بیضۂ دل سے بھی ذوق و مسرت و مستی پیدا ہو سکے۔

اب رہا وقوف زمانی کا معاملہ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وقوف زمانی سے مراد اوقات کا محاسبہ ہے کہ تفرقہ سے اُس جمعیت تک گذرتا ہے۔ اسی طرح وقوف عددی ہے۔ اس سے مراد ذکر کی تعداد کا ملاحظہ کرنا ہے کہ اس تعداد سے نتیجہ مرتب ہوا یا نہیں لیکن یہ کوئی لازمی نہیں ہے ممکن ہے کہ ان تینوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر عمل پیرا ہونے سے کسی ایک طریقہ سے انوار واقعات کا ظہور ہونے لگے اور ہر طرف سے آثارِ تجلیات کی درفشانی پیدا ہو۔ چاہیئے کہ اس سے روگردانی کرے مقصود حقیقی سے مشغول رہے حضرت خواجہ کے ارشادات سے ہے کہ واقعات علامت ہیں قبول طاعت کی۔ بس واقعہ سے کوئی دوسری بات حاصل نہیں ہوتی۔

شعر

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم نہ شمم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

ترجمہ:۔ میں تو آفتاب کا غلام ہوں جو کچھ کہوں گا وہ آفتاب ہی سے متعلق ہوگا نہ میں رات ہوں اور نہ رات کا پرستار ہوں کہ خواب کی باتیں کروں۔

جب خداوند بزرگ و برتر ان پسندیدہ طریقوں میں مشغول ہونے کی سعادت عطا فرمائے تو یہ خیال رہے کہ خود کو ان کے ساتھ مشہور نہ کرے اور نہ خود مشہور ہونے کی کوشش کرے۔ اپنے ان طریقوں کو پوشیدہ رکھے اور بقدر امکان اس کے اخفا کی کوشش کرے اور ہر محرم نامحرم سے اس کو پوشیدہ رکھے۔

از درون شو آشناء واز بردن بیگانہ وش این چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان

ترجمہ:۔دل سے یگانہ وآشنا اور باہر سے بیگانہ و ناواقف رہنا دنیا میں یہ پسندیدہ طریقہ بہت ہی کم دیکھا گیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت خواجہ اقدس سرہ سے منقول ہے کہ اس صورت کے لئے زیادہ لطیف نقاب تعلیم وتعلم کا طریقہ ہے جو ارباب علم میں ہوتا ہے اور ہر طائفہ کے پاس ایک بہانہ ہوتا ہے کہ اس بہانہ سے اپنے حال، روش اور مدارجِ ترقی کو پوشیدہ رکھتے ہیں! حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت کا یہ ارشاد مریدوں اور طالبان سلوک کے لیے ہے۔ ورنہ مرشدانِ وقت اور پیشوانِ عصر پہ لازم ہے کہ وہ بطریق شہرت ان احوال باطنی میں مشغول ہوں اور خلق کو معلوم ہونے دیں (ان کی نگاہوں سے نہ چھپائیں) حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے ایک مرید نے اس قسم کی بات حضرت خواجہ کو لکھی تھی تو آپ نے جواب فرمایا تھا کہ تمہاری کتب مطوّلہ ومتداولہ اور دوسری ضخیم کتابوں کی طلب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم تحصیل وتکمیل علوم کا شوق ہے۔ مناسب ہے۔ یہ کیسے کہا جائے کہ علم حاصل نہ کرو۔ ہاں ضرور حاصل کرو لیکن اس طرح کہ طلب علم مقصود اصلی میں حارج اور مانع نہ ہو اور ان علوم کی طرف تمہاری توجہ خاطر تم کو اس طرف سے غافل نہ کردے۔ جب ملک الموت کا سامنا ہوگا تو آخری سانس سے یہ تمام علوم وفنون جدا ہو جائیں گے۔ اس وقت بس تحقیق سّر وحدت اور مطلوب حقیقی کی محبت باقی رہ جائے گی جو حقیقت انسانی بن چکے ہیں اور اس کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ کسی درویش سے کہا گیا کہ جناب ایک مشہور ومعروف شخص جو اپنے خیالی کمالات پر مغرور ہے کہتا ہے کہ اب مجھے کسی مردہ یا زندہ کی احتیاج باقی نہیں ہے (میں کسی کا محتاج نہیں ہوں) یہ سُن کر ان بزرگ درویش نے فرمایا واہ واہ کس قدر غلیظ طبیعت ہے اور کس قدر دبیز حجاب اس کے درمیان حائل ہے اور تنبیہ وہدایت نہ ہونے کے باعث اب اس کا مرض بہت پرانا ہوگیا ہے اب اس کے علاج کی آسان ترین صورت میں سے ایک صورت یہ ہے کہ اس کی ان مونچھوں اور داڑھی کو جن کو پرورش وہ مدت مدید سے کررہا ہے، اس وقت وہ جس عزت وجاہ پر پہنچا ہوا ہے اعراض کی قینچی سے کاٹ دیا جائے۔ اور وہ بزرگ عمامہ جس کی صورت اس کی گردن پر ایک بار ہے وہ اتار کر کنیزوں اور بیواؤں میں تقسیم کردیا جائے۔ اور اس کی قیمتی کپڑون کو مخنثوں (ہجڑوں) کے گھروں میں بھیج دیا جائے اور اس کو گدڑی پہنا کر سر برہنہ کرکے اور ایک جھولی اخروٹوں سے بھر کر اس کی گردن میں ڈال دی جائے۔ پھر اس کو بازاروں اور محلوں میں پھرایا جائے اور وہ اخروٹ گلی کوچوں کے بچوں کی دست برد بنائے جائیں بچوں میں بطور انعام تقسیم کیے جائیں کہ انہوں نے اس مغرور کے سر پر جو چپتیں لگائی ہیں یہ ان کا صلہ ہے ممکن ہے کہ اس طرح ہستی کا موٹا اونٹ کچھ دبلا ہوجائے۔ (غرور خودی کم ہوجائے) اور اس کے وجود میں یہ صلاحیت پیدا ہوجائے کہ وہ وحدت فقر کی سوئی کے ناکہ سے نکل سکے (فقر کی دنیا میں قدم رکھ سکے) تب کہیں یہ ہوسکتا ہے کہ وہ

خیال وصل تک پہنچ جائے۔

مثنوی

زموباریک ترکن رشتۂ تن درآید تادر آن سوراخ سوزن

چوتن ازروزن سوزن برآید خیال وحدت حق روکشاید!

ترجمہ:۔رشتۂ تن کو بال سے زیادہ باریک کرلوتا کہ وہ وحدت کی سوزن کے سوراخ سے نکل سکے۔جب جسم اس سوراخ سوزن سے باہر ہوجائے گا تو اس وقت وحدت حق کا خیال اور تصور ممکن ہے۔

فقر و مذلت کا چہرہ عجز و انکسار کی زمین نیاز پر رکھے ظلمت ہستی اور رعونت خود پرستی سے حق تعالےٰ کی پناہ کا طالب ہو تو ممکن ہے کہ پروردگار اپنی عنایت بے غایت سے اس کو اس کشفِ حجاب اور دبیز پردہ سے نجات دے دے۔ ورنہ یہ ممکن ہے کہ اگر وہ اس حال پر رہا تو موجودہ حجاب رعونت سے کہیں زیادہ دبیز پردہ اور تہ اس پر پڑ جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرے جو ہم خیال نہ ہوں خاص طور پر ایسے لوگوں کی صحبت سے بچے جو نور ایمان سے دور ہیں۔ اور طبیعت کی ظلمات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بایں ہمہ وہ فیض بخشی اور نور رسانی کا دعویٰ کرتے ہیں اور فقر کا لباس پہن کر علم معرفت کے دعویدار بن بیٹھے ہیں اور اپنی تمام عمر دروغ بافی، مکاری اور تباہ کاری میں گزاری ہے (اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کے عقائد کی خباثتوں اور ان کا مکاریوں کے شر سے محفوظ رکھے)۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے ایک خلیفہ کی یہ رباعی بھی اس سلسلہ میں خوب ہے:

قطعہ

باہر کہ نشستی ونشد جمع دلت وزتو نہ رمیدزحمت آب وگلت

زنہار زصحبتش گریزان می باش ورنہ نکند روح عزیزان بجلت

ترجمہ:۔تم جس کے پاس بیٹھے ہو اگر اس سے تم کو جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی تو ایسا شخص تمہاری زحمت و پریشانی کا مداوا نہیں کرسکتا۔ ہوشیار! ایسے شخص کی صحبت سے ہمیشہ بچتے رہو ورنہ بزرگوں کی روح تم کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگر گروہ صوفیہ کی صحبت اور اس جماعت کی ہم نشینی سے کوئی اثر تمہارے اندر مرتب نہ ہو تو پھر تم کو اس جماعت سے نکل آنا چاہیئے۔

قطعہ

آنہا کہ ریاضت کش وسجادہ نشیند باید کہ خدارانمایند و بہ بینند

چون حق نمایندونہ بینند تحقیق — فی اہل سمٰوٰت کہ یاجوج زمین اند
قطاع طریق اندمرددر پی ایشان — کایشان ہمہ غارت گر گنج دل دونیند
تسبیح بکف وپس زانوئ بہ تلبیس — دربحرکمین غرقہ وفارغ زیقینند

ترجمہ:۔جولوگ ریاضت کرنے والےاورسجادہ نشین ہیں ان کوتو خدانما ہونا چاہیئے۔دوسروں کوبھی دکھائیں اورخودبھی دیکھیں اور اگروہ حق نمااورحق بین نہیں ہیں تو پھر بالتحقیق وہ ڈاکو ہیں۔ان کواہل آسمان کہنا غلط ہے وہ زمین کے یاجوج ہیں تم ان کی پیروی نہ کرنا کہ وہ دین ودل کے خزانہ کےلوٹنے والے ہیں ان کے ہاتھ میں تسبیح ہےلیکن زانو کے نیچے دھوکا ہے وہ بحرِ کمین میں غرق ہیں اوریقین سے فارغ ہیں۔

اس قسم کی باتیں بیان کرنا یاان کومعرض تحریر میں لانا میرا شعارنہیں ہےلیکن چونکہ تمہارے اندراخلاص موجود ہے اس لئے یہ باتیں تحریرکی جارہی ہیں۔

قطعہ

شدہ عمرم ہمہ بی کرد کردار — بمنزل نارسیداز ہیچ ہنجار
نشان دادست از گنج مقصود — توانی گرگہر ازسنگ بردار

ترجمہ:۔میری تمام عمرکردار کے لئےتھی لیکن کوئی بھی منزل تک نہ پہنچا۔گنج مقصود کا نشان بتادیاہےتواگرپتھروں سےموتی اٹھاسکتا ہےتواٹھالے۔

حضرات نقشبندیہ کےمسلک کےاہم اصول

حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا کہ خواجگان نقشبند (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کا ارشاد ہے:۔یاد کرد۔ بازگشت۔نگہداشت۔یادداشت۔وقوف زمانی۔وقوف عددی۔وقوف قلبی۔نظردرقدم۔ہوش دردم۔خلوت درانجمن۔سفردروطن

مثنوی

اگر سالک براہ نقشبنداست — مراوراازادرہ این نقش چنداست
کہ گویدمقتدائ نقش بندان — چنین رہ است دردل نقش بندان
نظر درراہ برپشت قدم دار — بیادیار اندرہوش دم دار!
چوخلوت خواہی اندر انجمن کن — سفراز سیرباطن در وطن کن!
براہ یاد کرد اونشستی — یکی کن سوئ دلبرباز گشتی
بانفاس عددباید نگہداشت — بیاد یار باید کرد دل داشت
وقوف قلبی ودیگر زمانی — وقوف عددی باید نشانی

ترجمہ:۔اگر سالک طریقہ نقشبندیہ پرگامزن ہے تو اس کے لیے اس سلسلہ کے چند اصول کی پابندی ضروری ہے۔ اس لیے کہ نقشبندیوں کے پیشوا (حضرت بہاء الدین نقشبند) کا یہ ارشاد ہے کہ:

بس یہی راستہ ہے تم ان نقوش کو دل میں رکھ لو کہ اس راستہ میں پشت قدم پر نظر ہونا چاہیئے اور محبوبِ حقیقی کی یاد کو عالم ہوش میں ہر سانس کے ساتھ قائم رکھو۔ اگر خلوت کے خواہاں ہو تو انجمن میں خلوت کی کیفیت پیدا کرو اور وطن میں رہ کر باطن کے سفر میں مشغول ہو جاؤ اور اس محبوب کی یاد میں ہر وقت بیٹھے رہو اور تمہاری بازگشت اسی محبوب کی طرف ہونا چاہیئے اپنی سانسوں کے عدد کا لحاظ رکھو اور دوست کی یاد میں دل کی نگرانی کرو۔ وقوف قلبی اور وقوف زمانی کا خیال رکھو اور وقوف عددی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

اس سلسلہ کے لطائف واشارات اس فن کے طالبوں پر پوشیدہ نہیں ہیں وہ ان سے واقف ہیں بس ان کے حصول کے لیے دل کو خدا سے لگانا ضروری ہے اور اس کے سوا جو کچھ دل میں ہے اس کا ترک شرط ضروری ہے: **فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی عَنۡ ذِكۡرِنَا**[۱] (پس تم اس سے روگردانی کرلو جو ہمارے ذکر سے روگرداں ہے) یہ حضرت باری تعالیٰ کی پیش گاہ واجب الامتثال کا حکم ہے اور یہاں کسی غدر کی گنجائش نہیں ہے۔ پس جو کوئی ظاہری اور معنوی مشاغل سے پورے طور پر اعراض کرسکتا ہے وہی اس دولت کی نقدی کو پا سکتا ہے۔

توم باش اصلاً کمال اینست وبس
روز خود گم شو وصال اینست وبس

ازخود چوگذشتی ہمہ عیش است وخوشی
ازتو تا دوست بس حجاب توتوئی

ترجمہ:۔ تو خود اصلاً نہ رہے بس یہی کمال ہے۔ تو خود اس میں گم ہو جا بس یہی وصال ہے۔
اگر تو خود سے گذر گیا تو سب عیش ومسرت ہے۔ دوست کے اور تیرے درمیان حجاب تو خود ہے۔

پس جمعیت کی نسبت اسی کے لیے مسلّم ہے کہ اپنی حقیقت کو اس حدیث کے بموجب **کنت کنزاً مخفیا (الی آخرہ)** اپنے انفاس سے اپنی نسبت کو علیٰحدہ کر دے (اپنی ہستی کو فراموش کر دے) اور حق وسبحانہ وتعالیٰ کے سوا اس کے انفاس سے اور کچھ متعلق نہ ہو۔ اور یہ بات اس وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ اس کو بحسب انفاس معرفت قلب حاصل ہو۔ سالکوں کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ اس بات کو دیکھیں اور اس پر غور کریں کہ ان کا دلی لگاؤ کس سے ہے۔ اگر غیر حق سے ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دل واصل بحق نہیں بلکہ واصل بغیر ہے اور اگر حق سے آگاہی ہے اور دل اس سے مشغول ہے تو حق سے پیوستہ ہے اور خود سے کٹا ہوا ہے۔ جیسا کہ مولانا روم نے فرمایا ہے:

مثنوی

اتصال بی تکیف وبی قیاس
ہست رب الناس رابا جان وناس

تامعیشت راست آمدزانکہ فرد
باکسی حق است گورا دوست کرد

گرکشایم بحث ایں رامن بساز
باسوال وباجواب آید دراز

ذوق نکتہ عشق ازمن می رود
نقش خدمت نقش دیگری شود

۱؎ پ ۲۷ نجم ۲۹

بس کنم خود زیر کان رااین بس است بانگ دو کردم اگر دردہ کس اسیت

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ کا تعلق انسانوں اور جنوں سے بے حد و بے حساب ہے یعنی ایسا تعلق جسے ہم سوچ نہیں سکتے اور نہ جس کا ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔(۱) ایسے انسان کی زندگی کے اسباب بالکل درست ہیں جو سچے انسانوں کو اپنا دوست بنائے (یعنی جھوٹوں سے دور رہے)

(۲) اس سلسلے میں اگر گفتگو شروع کروں تو سوال و جواب کا سلسلہ بہت طویل ہوجائے گا اور بحث پھر بھی پوری نہ ہوگی۔(۴) اگر تو باذوق ہے (یعنی سالک راہِ عشق ہے) تو مجھ سے عشق (عرفان الٰہی) کا یہ نکتہ سیکھ لے کہ غیر سے کبھی تعلق نہ پیدا کر۔ (۵) میری اتنی چھوٹی سی بات ہی عقلمندوں کے لئے کافی ہے کہ اگر کسی کو پیالے کی تلچھٹ ہی مل گئی ہے تو اُسے اسی پر اکتفا کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے بندہ کو محض اس کے اصطفا (صفائے قلب) کے باعث برگزیدہ کیا ہے اور اس کو مقام شہود و حضور سے مشرف فرمایا ہے اور اس کے نفس کو محل ظہور سے اور اعتبار کے درجہ سے بغلبۂ شہود و نور اس کی نظروں سے ساقط کردیا ہو تو ایسا نفس منور اس لائق ہے کہ اس کو ''انجم،، کہا جاسکے اور اس کی قسم کھائی جاسکے جس طرح کہ اس کی قسم کھائی گئی وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۱؎ پ ۲۷ سورۃ النجم ا (اور قسم ہے ستارے کی جب وہ آسمان سے اترے) یعنی محل ظہور سے غربت اور درجۂ اعتبار سے اس کا سقوط اور اس کا منور ہونا ہی عینیت ''نور النور،، ہے (نور حقیقی ہے)

اذکار خضریہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ہم نے بعض طالبان طریقت کو اذکار خضریہ میں مشغول رکھا تھا اور ان کے اسرار کو ان کا معمول بنادیا تھا۔ اگر چہ یہ مشرب و مسلک خضریہ بھی لطافت وغرابت سے خالی نہیں ہے اور مقصد سے زیادہ نزدیک ہے لیکن مشرب خاندان چشتیہ اور اس دو دمان بہشتیہ کے ذوق وشوق کی تو بات ہی کچھ اور ہے (اللہ تعالیٰ بزرگان چشت کی خوابگاہ کو جنت بنائے) مشائخ سلف نے اپنے مریدوں کی رہنمائی اور رشد و ہدایت کے لئے اور مستفیدان طریقت کے سلوک کے لئے خود سے اور انفرادی طور پر ہر ایک کے لئے ایک طریقہ اور ایک نہج مقرر فرما دیا تھا (ہر ایک شیخ کا ہر فرد کے لحاظ سے ایک مخصوص اور معین طریقہ تھا جس پر وہ ان کو عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے تھے اور ان کی رہنمائی فرماتے تھے) لیکن مشائخ چشتیہ کا طریقہ اور ان پسندیدہ کیشوں کی روش (اس معاملہ میں) کچھ اور ہے۔ **قطعہ**

بدان کاندر جہان ازروئ عرفان گرفتہ ہرکسی پاکیزہ مذہب

ہمہ اصحاب ازوجدان وعرفان تجاخری کنند باہم زمنصب

اگر دانندذوق ازمشرب ما گذارند مذہب وگیرند مشرب

ترجمہ:۔ازروئے عرفان دنیا کے اندر ہر کسی نے ایک پاکیزہ مشرب کو اختیار کرلیا ہے، تمام ہی لوگ از روئے وجدان وعرفان اپنے اپنے منصب پر نازاں ہیں۔ اگر ان حضرات کو ہمارے مشرب کے ذوق

۱؎ پ ۲۷ سورۃ النجم ۱

کا پتہ چل جاتا تو اپنا مشرب ترک کر کے ہمارا مشرب اختیار کر لیتے۔

ان حضرات چشتیہ کا مشرب مقصد سے بہت زیادہ نزدیک ہے پس جو کوئی سلسلہ چشتیہ کی دوستی کا مدعی ہے اور اس خاندان قدیم اور دودمان کریم اہل چشت کی دوستداری کا دعویدار ہے اس میں یہ دو صفتیں ہونا چاہیئے ایک ترک وایثار اور دوسرے عشق وانکسار! جس میں یہ دو صفتیں موجود نہیں سمجھ لیجئے کہ اس کو مسلک چشتیہ سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور وہ بہشتی مشرب سے بہرہ یاب نہیں ہے۔

قطعہ

اگر در طالبان راہ ای یار	نباشد ترک مال و عشق دلدار
مگو دی را تو ای دل طالب حق	کہ ہستند طالب دنیائ غدّار

ترجمہ:۔ اگر طالبان معرفت کے اندر ترک مال اور عشق محبوب کی کیفیت نہیں ہے تو اے دل تو ایسے لوگوں کو طالبان حق مت کہہ وہ تو اس دنیائے عذار کے طالب ہیں نہ کہ حق کے۔

اس لئے کہ جب ان کی نظر دنیا کے مردار پر ہوگی اس کے خواہاں ہوں گے اور اس جیفۂ مردار کی طرف ان کو رغبت ہوگی تو ان کی جمعیت میں تفرقہ پیدا ہوگا اور تربیت میں تردد رونما ہوگا۔

قطعہ

ہمہ آفت کہ باشد طالبان را	زمیل جیفۂ خونبار باشد
اگر این راہ زن دنیانہ باشد	ہمہ کس طالب دیدار باشد

ترجمہ:۔ طالبان راہ کے لیے تمام تر آفت اس مردار وخونبار دنیا کی طرف رغبت ہے اگر یہ رہزن دنیا بیچ میں نہ ہوتی تو پھر تو ہر شخص ہی طالب دیدار ہوتا ہے۔

لیس الحجاب بین الخالق والمخلوق الا منزلاً واحد اوھی الدنیا وزخرفھا خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی حجاب نہیں سوائے منزل واحد کے اور وہ ہے دنیا اور اس کی آرائش

طریقہ ارشاد وتربیّت مشائخ چشتیہ

اس خاندان میں ارشاد کی ابتدا اس طرح کی جاتی ہے کہ مرید دوامی طور پر دل کے آئینہ پر اپنی توجہ مبذول کرے تاکہ رفتہ رفتہ محسوسات ساقط ہو جائیں اور پیر کی صفات مرید میں سرایت کو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے انوار مرید کے دل میں جلوہ گر ہو جائیں اور یہ آیہ کریمہ:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ[1] اور فرما دیجئے کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔

کے بموجب مقصود حاصل ہو جائے۔ خواہ حالت سِرّی ہو یا جہری، شدت ہو یا نرمی ہر صورت میں جس چیز پر

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۱

بھی نظر کی جائے دیدۂ دل سے دوست کے خیال پر نظر کرے۔

قال الاشرف کلما نظرت فی العالم الصانع ما رایت مصنوعًا الا شاهدت فیه قدرت اللّٰه.

(اشرف کہتا ہے میں نے عالم صانع میں کسی ایسے مصنوع کو نہیں دیکھا جس میں قدرت الٰہی کا میں نے مشاہدہ نہ کیا ہو۔)

کلمہ لا الٰہ اللہ ایک صیقل کی طرح ہے اور دل آئینہ کی مانند ہے جب بھی دل پر مناہی کا زنگار اور معصیت کا حجاب آجات ہے تو پھر وہ عالم علوی کے مکاشفات اور معارف بالحق کے قابل نہیں رہتا اگر دنیا کی محبت موجود ہے تو وہ آفتاب وجود اور اطوار دل کے درمیان ایک برزخ بن جائے گی۔ کہا گیا ہے کہ دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی اصل ہے اور ظاہر ہے کہ آئینہ دل کا زنگار صیقل سے دور کیا جاسکتا ہے اگر آئینۂ دل پر بشریت کا زنگار بہت زیادہ ہے تو ایک اربعین (چلّہ) سے وہ دور ہوسکتا ہے۔ اور اگر یہ زنگار کم ہے تو ایک عشرہ تک خلوت میں معتکف رہے تو یہ تلوین، صفا سے بدل جائے گی اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ ذکر کے ایک حلقہ کی لشت ہی سے ان کے آئینہ دل سے غبار چھٹ جاتا ہے شعر

خواہد کہ بہ بیند رخ اندر رخ مقصود　　　زنگارز آئینہ بہ صیقل بزدائید

اگر تم چاہتے ہو کہ رخ مقصود کا نظارہ کرو تو صیقل ذکر سے دل کے آئینہ سے زنگار دور کردو لیکن یہ بات صرف منتہی حضرات کیلئے مخصوص ہے۔ بندی کو اس سلسلہ میں بڑی ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ مبتدی کو ذکر پر مداوت رکھنی چاہیئے تب کہیں وہ اس مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اذکار جعفری اور اس سلسلہ کے معارف باطنی کا حصر ممکن نہیں ہے محض تیمعناً وتبرکاً اور طالبوں کے تسکین قلب کے لئے یہاں کچھ لکھے جاتے ہیں کہ ان اذکار میں اشارات غریب اور عجیب نشانیاں موجود ہیں من ذاق یدر (جو چکھے وہی جانے)

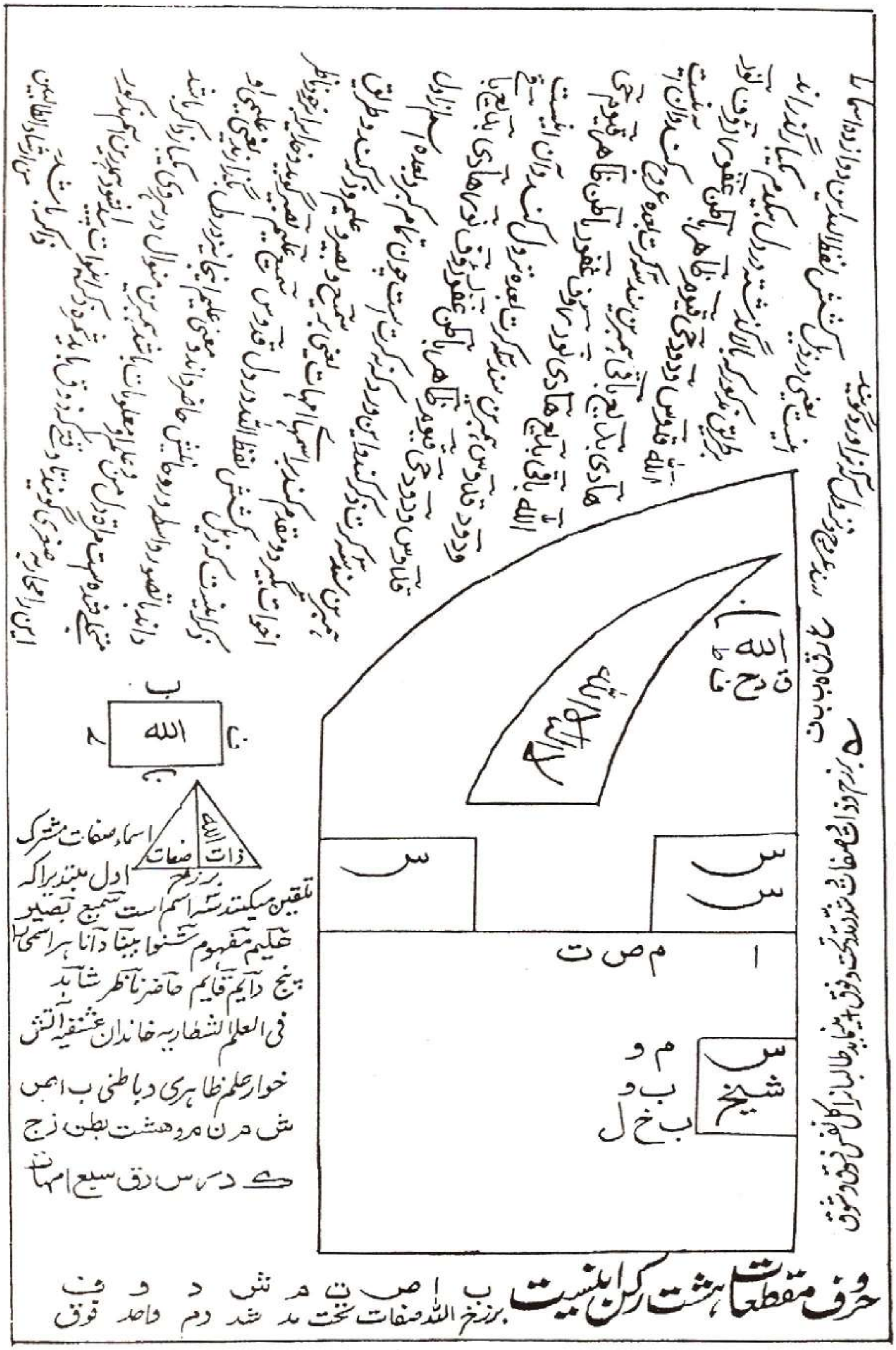
دلت ای یارشد آن لوح اسرار　　　کہ بردی حرف دیگر نیست جز یار

ولیکن چون برآید حرف دوئی　　　چولوح ازصورۂ کثرت نشوئی

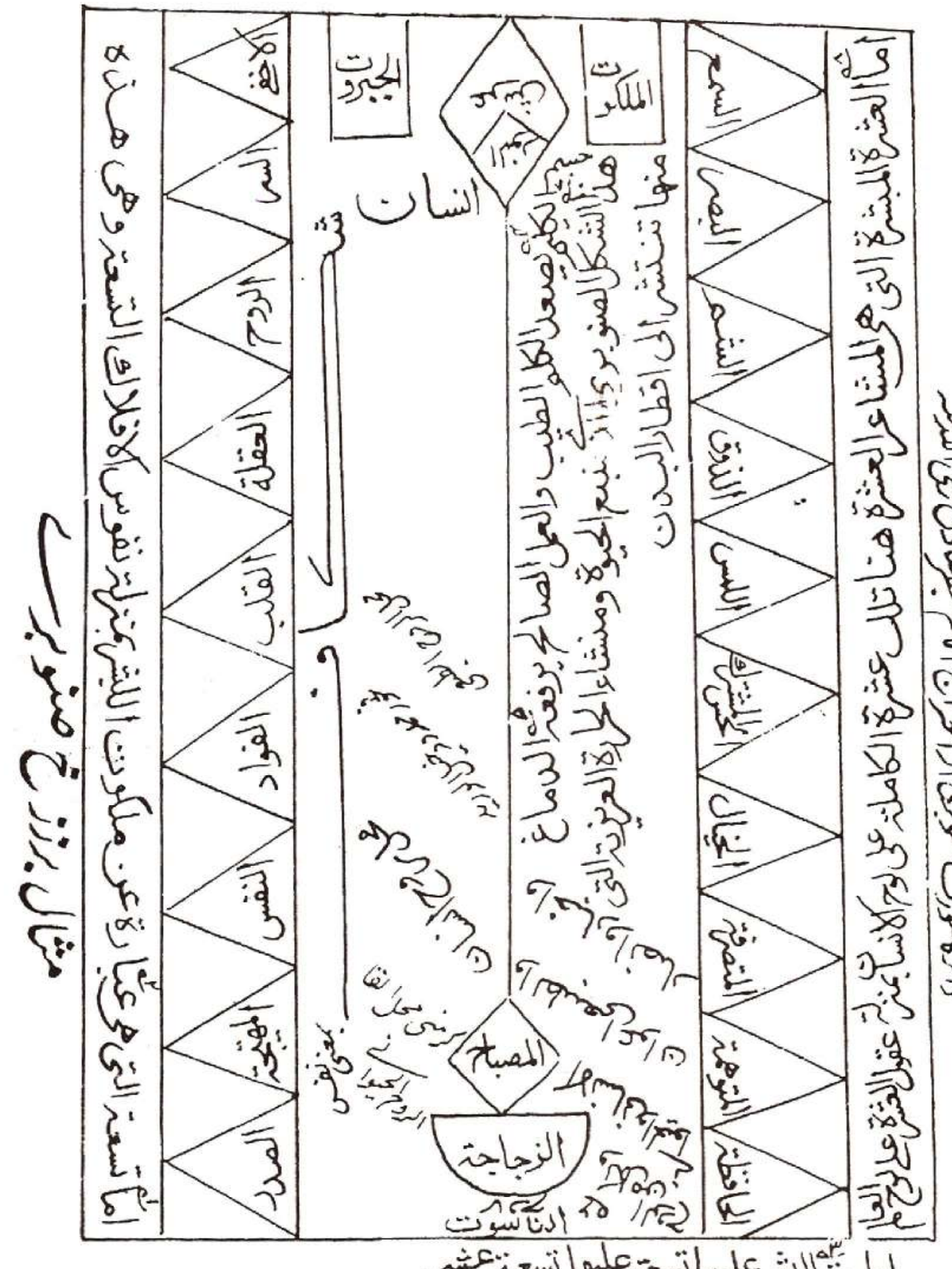
ترجمہ:۔ وہ لوح تیری تجلّی سے اے دوست لوح اسرار بن گئی ہے کہ اس لوح پر سوائے دوست کے اور کچھ مرقوم نہیں ہے لیکن جب اس پر دوئی کی گفتگو تحریر نہیں ہے کلام دوئی نہیں کیا جاسکتا ہے پھر اس لوح کو صاف نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ کثرت کی تحریر کو مٹا نہ دیا جائے۔

ۓ اپ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۱

(ب ۴۵۶ پر صورت شکل صنوبری مرقوم ہے)



اللہ
ذات اللہ
صفات
اسماء صفات مشترک
اول ملتند براکہ
تلقین میکنند ششر اسم است سمیع بصیر
علیم مفہوم شنوا بینا دانا ہر اسمی را
پنج دایم قایم حاضر ناظر شاہد
فی العلم الشطاریہ خاندان عشقیہ آتش
خوار علم ظاہری و باطنی
س
شیخ
م ص ت
حروف مقطعات ہشت رکن النسبت
برزخ اللہ صفات تحت مد شد دم واحد فوق



لواحة البشر عليها تسعة عشر

لـ واد اینست ۲۱۲ لیکن نہ کہ آن عبارت است از ملکوت بشر بمنزلہ نفوس افلاک تسعہ پس آن این ست ۳۱۲ سوزندہ است اومیان رافرشتگان برآن دوزخ نوزدہ اند ۴۱۲ بسوئے اوصعود میکند کلمات طیبہ وبردار وعمل نیک را ۵۱۲ میگوید مراد از عمل دماغ است ۶۱۲ وبرائے ہریک از روح انسانی وحیوانی وطبعی اعوان واخبار وانصار است ۷۱۲ این شکل صنوبری منبع حیات ونشاء حرارت عزیزی است کہ منتشر میشود از وبسوئے اقطار بدن ۸۱۲ لیکن عشر مبشرہ کہ مشاعر است اینجا پس آن عشرہ کاملہ است برلوح انسان بمنزلہ عقولہ عشرہ برلوح عالم ۱۲

لطیفہ۱۰

تفکرومراقبہ،جمع وتفرقہ کے شرائط

(دربیان شرائط تفکرومراقبہ وجمع وتفرقہ)

قال الاشرف:

التفکّرھوالاخراج عن الباطل والاندراج فی الحقّ الکامل

ترجمہ:۔اشرف جہانگیرسمنانی فرماتے ہیں کہ باطل سے خارج ہونااورکامل حق میں مندرج ہوناتفکّر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایاکہ کوئی عبادت تفکّر سے بالاترنہیں ہے۔نوعِ انسانی کودوسری انواع کے مقابل میں اس سےشرف خاص حاصل ہے وہ شریف ترین قوت جوسرشتِ انسان میں انواع کےاعتبار سے رکھی گئی ہےاورنفیس ترین جوہر جوسلسلہ جسمانی میں ودیعت کیا گیاہےوہ یہی تفکّر ہے۔

مولانارومفرماتے ہیں:۔

بیت

ای برادر توہمین اندیشۂ مابقی تو استخوان وریشۂ
گرگل است اندیشہ توگلشنی وربود خارتو ہیمہ گلخسنی

ترجمہ:۔اےعزیز!تیرےاندرجوکچھ ہے وہ یہی اندیشہ اورتفکرّ ہےاس کےعلاوہ جوکچھ ہے وہ محض ہڈیاں اوررگیں اورپٹھے ہیں۔اگرتوپھول ہےتوتیرااندیشہ گلشن ہےاوراگرتوخار ہےتوآتش دان میں جائےگا

صوفیہ کرام کےنزدیک تفکر کے چندمراتب ہیں جب مقدّماتِ علوم میں سالک کوغوروفکر پیداہوتواس کوتذکر کہتے ہیں۔اور جب وہ اس مقام سےترقی کرتاہےاوراس سے بلندمقام پرپہنچتاہےتواس کوفکرت کہتے ہیں اورفکرت سے جوکچھ حاصل ہوتاہے اس کانام تفکر ہے۔(پس اس طرح یہ تین مراتب ہوئے۔تذکر،فکرت،تفکر)چنانچہ گلشن راز کےمصنف(محمودشبستری)فرماتے ہیں۔

مثنوی

تفکّر رفتن ازباطل سوئ حق بجز واندر بدیدن کل مطلق
حکیمان کاندرین کردندتصنیف چنین گفتند درہنگام تعریف
کہ چون حاصل شوددردل تصوّر نخستین حال او باشد تذکّر
وزوچون بگذرد ہنگام عبرت بود نام دی اندر عرف فکرت

تصوّر کان بودبہر تدبّر بنزد اہل دل باشد تفکّر

ترجمہ:۔ باطل سے نکل کر حق محض کی طرف پہنچنا اور کل مطلق کا دیکھنا تفکر ہے۔ حکما اور ارباب دانش نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے تفکر کی تعریف کے وقت وہ اس طرح کہتے ہیں کہ جب دل میں تصوّر حاصل ہوتو پہلے مرتبہ میں اس کا نام تذکر ہوگا اور جب اس کے آگے عبرت کے حصول کے لئے قدم بڑھایا جائے گا تو پھر اس کا نام فکرت ہوگا، وہ تصّور جو تدبّر کے لئے ہو اہل دل اس کو تفکّر کہتے ہیں۔

جناب قاضی حجت نے ان تینوں آثار کا استفسار کیا ہے کہتے ہیں کہ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

تفکر ساعة خير من عبادة ستة وستين سنة ومن عبادة الثقلين

(ایک گھڑی کا تفکر چھیاسٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جن وانسان کی عبادت سے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہر ایک شیخ نے اس حدیث نبوی اور اخبار مصطفوی کے معانی اپنی اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق مراد لئے ہیں۔ بعض شیوخ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث شریف میں پہلا اشارہ دلائل اثبات صانع میں تفکر ہے اور دوسرا اشارہ دلائل وحدت صانع میں تفکّر ہے اور تیسرا اشارہ صانع حقیقی سے جو عجائبات اور ضائع غریبہ ظہور میں آتے ہیں ان میں غور وفکر کرنا ہے۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ پہلا اشارہ عالم ملک میں تفکر کی طرف ہے اور دوسرا عالم ملکوت کے تدبر کی طرف، اور تیسرا عالم جبروت کے تحیرّ پر ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں پہلا اشارہ اجزائے بدنیہ اور اعضائے نفسیہ میں تفکّر کی طرف ہے اور دوسرا اشارہ دلالت کرتا ہے انوار قلبی اور آثار لاریبی میں تفکر کرنے پر اور تیسرا اشارہ دلالت کرتا ہے پے بہ پے کواشف روحیہ اور یکے بعد دیگرے عوارف فتوحیہ کی جانب، لیکن اس فقیر (قدوۃ الکبرا) کے نزدیک پہلا اشارہ ہے توحید افعال کے تذکر کی طرف اور دوسرا دلالت ہے فکرت توحید صفات پر اور تیسرا اشارہ حصول تفکّر توحید ذات کی طرف اور اس میں فنا ہو جانے کی طرف ہے افعال وصفات کے ساتھ اس لئے کہ سالک کا حصول کار اور وصولِ آثار صرف تفکّر نہیں ہے بلکہ تفکر کا نتیجہ کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ ہے غیبت وجود (اپنے وجود سے غافل وغائب ہو جانا) جیسا کہ میر حسن حسینی نے کہا ہے۔

شعر

فکر توہنوز خارخاراست چون فکر نماند عین کاراست

ترجمہ:۔ ابھی تو تیری فکر الجھنوں میں گرفتار ہے جب کوئی فکر نہ رہے تب سمجھ کہ اب کام بنا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سب سے بہترین نعمت جو انسان کے خوانِ دل میں رکھی گئی ہے اور عظیم ترین دولت جس کی طرف لوگوں کو راغب کیا گیا ہے وہ تفکّر ہے۔ اس بناء پر اصحاب تفکر اور ارباب تذکر کو قرآن مجید میں خطاب کے شرف سے نوازا گیا ہے اور چند مقامات پر ان کی نفاست کے باعث یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً ؎ا

جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں وہ غور کرتے ہیں۔ (کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ (سب کچھ) بیکار پیدا نہیں کیا۔

مثنوی

چہ گوہر آمد از دریائے افکار | کہ نرخ اوبود کونین یکبار
چوگوہر افتداز دریاء فکرت | بدست آید ہمہ صحرائے فطرت
چہ سودی ہست درسودائے فکرش | کہ برتر آمد از کالائے ذکرش
چہ سرّی ہست در راہ تفکرّ | کہ برہم میزندل ازتحیّر
چوفکرت نیست درانبان انسان | مگوانسان کہ ناطق نیست حیوان
چوانسان شد بنطق ہرمعانی | بیان ملہم از بہرچہ خوانی
چوانسان رانباشد از تفکّر | چہ حاصل آید ازوی جزمدوّر
زہی کز فکر یوی در جلاوت | ہزاران سال ندید ازعبادت
ازان فرمود آن فرخندہ افعال | کہ فکرت ساعت وسبعین الف سال
زہی بہر تفکّر تیز رفتار | کہ اور انیست ہردہ بحروکہسار
شرف از فکر یابد بہرہ سالک | شود برگردش افلاک مالک

ترجمہ:۔تفکرّ دریائے فکر کا ایسا گوہرِ آبدار ہے کہ یہ کونین اس کا یکبارگی سودا ہے۔ (یعنی دونوں جہان اس کی پہلی بولی (نرخ یکبار) ہیں۔اگر دریائے فکر سے یہ موتی تیرے ہاتھ آجائیں تو کیا کہنے ہیں کہ ان کے حاصل ہونے سے تمام صحرائے فطرت تیرے قبضہ میں آجائے گا۔اس سودائے فکر کا ذرانفع تو دیکھو کہ اس متاع ذکر سے اونچی اور بلند قیمت اور کوئی متاع نہیں ہے۔ راہِ تفکرّ پر چلنا کیسا بھید ہے کہ حیرت سے دل برہم ہوجاتا ہے۔اگر انسان کی جھولی میں فکر کا سرمایہ نہیں ہے تو اس حیوان کا ناطق ہونا تو کجا حیوان ہونا بھی مشتبہ ہے۔انسان جب اس قوت نطق کی بدولت ہر معانی کو سمجھتا ہے تو پھر بیان ملہم کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ انسان کے پاس اگر تفکر کا سرمایہ نہیں ہے تو پھر وہ یوں ہی پرکار کی طرح چکّر کھاتا رہے گا۔اس سرمایہ کے کیا کہنے جس کی بدولت فکر کو توانائی اور جوانمردی حاصل ہو اور ایسی توانائی جو ہزاروں سال کی عبادت سے بھی نہیں آسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت کی فکر ستّر ہزار سال کی عبادت سے برتر ہے۔سبحان اللہ تفکّر کی چال اس قدر تیز رفتار ہے کہ بحر و کہسار کوئی اس کے مانع وحائل نہیں ہوسکتے۔اے شرف (اشرف) سالک کے پاس فکر کا حصہ ضرور ہونا چاہیئے۔اگر ایسا ہے کہ وہ فکر سے بہرہ ور ہے تو وہ گردش افلاک کا مالک بن جائے گا۔

؎ا پ۳ آل عمران، ۱۹

یہاں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ ذاتِ الٰہی میں تفکر اس لئے ممتنع اور محال ہے کہ کس کی ذات پاک کا دامن دست تفکّر سے نہیں پکڑ سکتے اور پائے فکر سے اس خطرناک راستہ کو طے نہیں کیا جا سکتا (اس لئے ذاتِ الٰہی میں تفکر کرنے سے منع کر دیا گیا ہے)

قطعہ

زہی کز خوف یحذرکم روان نیست — نہایت منزل اوراعیان نیست

چرا بایدشدن راہ خطرناک — بسودائ کہ سودی کاروان نیست

ترجمہ:۔اس راہ پر چلنا پرخوف ہے کیونکہ منزل عیاں نہیں ہے لہٰذا خطرناک راہ پر کیوں چلا جائے کہ یہ سودا کاروان کے لئے سود مند نہیں ہے۔

یہ آنکھیں اس کے مشاہدہ جمال سے چکا چوند ہیں (خیرہ ہیں کیا جانیں کہ کیا دیکھا) اور بصیرت باطن اس کے جمال کی حقیقت کی دریافت سے عاجز و درماندہ ہے اور انجام کار اس کا حاصل بے سیرگی کے سوا کچھ نہیں اور سوائے خیرگی اور حیرانی کے کچھ نہیں مل سکتا۔

مثنوی

آنکہ در ذاتش تفکر کرونیست — فی الحقیقت آن نظر در ذات نیست

ہست آن پندار اور زیر براہ — صد ہزاران پردہ آمد تاالٰہ

ترجمہ:۔ یہ جو اس کی ذات میں تفکر کر رہا ہے یہ حقیقت میں اس کی ذات میں تفکرّ نہیں ہے کہ اس گمان کی راہ میں رکاوٹیں ہیں کہ اس گمان اور اس کی ذات کے مابین ہزاروں پردے ہیں۔

اگر اس کے خورشید جمال کا ایک پرتو بھی پڑ جائے تو کائنات تاب نہ لا کر معدوم ہو جائے اور اس کے خورشید ذات کی ایک کرن چمک جائے تو موجودات درہم برہم ہو جائیں۔

مثنوی

آذرہ خورشید زنور قدم — گرسوئ آفاق برآرو علم

نیست بودرخت ہمہ کائنات — ازتف یک لمعہ خوریشد ذات

ترجمہ:۔اگر اس نورِ قدم کے خوریشد کا ایک ذرہ بھی اس دنیا پر جلوہ نما ہو جائے تو تمام کائنات کا سرمایہ اس خورشیدِ ذات کی ایک تجلی سے فنا ہو جائے۔

اس سلسلہ میں مراقبہ اور محاسبہ کا تذکرہ آ گیا۔حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ سالک کی ابتدائے کار کے سلسلہ میں مشائخ عظام نے جو چند الفاظ وضع فرمائے ہیں وہ مواعظہ ومحاسبہ اور مراقبہ ہیں۔لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مراقبہ صرف مبتدی کیلئے ہے ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مبتدی کیلئے بھی ہے اور منتہی کیلئے بھی،البتہ ہر محل کے لئے اس کی کیفیات مختلف ہیں۔چنانچہ ابتداء کار میں (مبتدی کے لیے) اس کی صورت یہ ہے کہ دل میں ہمیشہ اور ہر وقت اس بات کا یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ میرے احوال کا ناظر ہے اور ان سے مطلع ہے اور جو کچھ

ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے اس کے علم میں ہے۔ بعض بزرگوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو یہی تاکید فرماتے ہیں اس لیے کہ اس صورت میں جب مرید کے تمام اوقات اس تفکّر میں گزریں گے کہ خداوند تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور میرے احوال پر ناظر ہے اور میرے اسرار سے آگاہ ہے تو پھر اس سے معصیت کا صدور نہیں ہوگا اور اگر معصیت پر آمادہ بھی ہوگا۔ تو اس یقین کے پیش نظر اس سے اجتناب کرے گا۔ اس صورت حال سے اس کی ترقی ہوگی (سلوک میں اس کے قدم آگے بڑھیں گے)

ایک شیخ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے بہت سے ارادتمند تھے۔ ان عقیدت کیشوں میں ان کا ایک مخصوص مرید تھا جو دوسروں کے رازوں سے شیخ کو مطلع کرتا رہتا تھا۔ ایک بار دوسرے مریدوں نے رشک کے باعث شیخ سے اختصاص کی وجہ دریافت کی شیخ نے کہا کہ کسی موقع پر تم کو بتادوں گا۔ ایک دن شیخ نے ان بے شمار مریدوں میں سے ہر ایک مرید کو ایک ایک چھری اور ایک ایک مرغ دیا کہ جا کر ہر ایک فرد اپنا مرغ ایسی جگہ ذبح کرے کہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ تمام مریدوں نے اپنے اپنے مرغ کو ذبح کیا اور وہ اسی طرح غیر مذبوح مرغ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ شیخ نے اس مرید خاص سے کہا کہ تم نے اپنا مرغ کیوں ذبح نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ ہو اور حضرت والا اس بات سے بخوبی واقف ہیں اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور ناظر ہے (دیکھنے والا ہے) پھر میں اس کو کس طرح ذبح کرسکتا تھا۔ یہ سُن کر شیخ نے دوسرے مریدوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس کی اس خصوصیت وزیرکی کے باعث میں نے اس کو مخصوص خدمت بخشی ہے۔

اشعار

زہی بال ہما ودوٗیدۂ طیر | کہ صاحب طیربوددواہب سیر
کہ مرغان راچوداد اوکام وکارد | کزینہا مرغ بال اوکہ دارد
چودام کارد برمرغان نہادند | زبان مرغ زیرک درفت دند
جز آن مرغی کہ بدپر وردۂ بال | چہ خوش دریافتہ ازصورت حال

ترجمہ:۔ ہما کے پر اور پرندے کی آنکھ کیا خوب ہے کہ پرندے کا مالک سیر کرانے والا ہے جس نے پرندوں کے منہ کو چاقو یا چھری کی طرح بنایا اور کیا خوبصورت پر عطا کئے۔ جب پرندوں کے گلے پر چھری رکھتے ہیں تو ہشیار پرندے کی زبان اسکے منہ میں دبا دیتے ہیں۔ سوائے اس پرندے کے جو کسی کا پالا ہوا ہو کتنی اچھی صورت احوال اس نے پائی۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا کہ بعض مشائخ کرام نے مراقبہ میں بیٹھنے کی مخصوص ہیئت بھی مقرر فرمائی ہے (کہ اس صورت وہیئت کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھا جائے) اور یہ کئی طرح کی ہیں۔ لیکن اس فقیر کی نظر میں مراقبہ کا تعلق باطن سے ہے ظاہری صورت سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہر حالت میں سالک اس بات پر مامور ہے کہ وہ خود کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں سمجھے۔ اس کو اپنے دل میں حاضر کرے اب اگر اس کی حضوری اور مراقبہ

کونشست سے مقیّد کر دیا جائے گا تو پھر جہاں بیٹھنے کی جگہ یا موقع نہ ملے گا وہاں مراقبہ نہیں کر سکے گا اور ایسا نہیں ہے۔

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ بعض جگہیں مراقبہ کے لئے مناسب اور لائق نہیں ہیں جیسے غسل خانہ، پیشاب کرنے کی جگہ یا وہ جگہ جہاں مباشرت کی جاتی ہو لیکن یہ قید ان لوگوں کے لئے جو ہمہ وقت مراقبہ میں مشغول ہوں نامناسب اور بعید ہے۔

قطعہ

چو یاد تو گرفتہ تا سر د پائ نباشم خالی از یاد تو ہر جائ

چو یاد یار باشد روح سالک تن بی روح چون گردد ممالک

ترجمہ:۔ جب تیری یاد میرے سروپا میں جاگزین ہو جائے تو میں کسی بھی جگہ پر رہوں تیری یاد سے خالی نہ رہوں گا۔ جب دوست کی یاد سالک کی روح بن جائے تو پھر تن بے روح ملکوں ملکوں کس طرح پھر سکتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت مولانا روم قدس سرہٗ کی خدمت میں کسی شخص نے کہا کہ سقایہ (غسل خانہ اور ذخیرۂ آب جہاں ہو) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ قرآن پاک پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے وہاں ایک دردمند بھی موجود تھا اس نے جواب دیا کہ میں کیا کروں کہ میں خود کو اس سے جدا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ جب گھوڑے سے اترتا ہی نہیں تو بے چارہ گھوڑا کیا کرے۔

شعر

چو تو از بر بخوانی سورۂ یار چہ باک از کعبہ داز کوئ خمار

ترجمہ:۔ جب تو دوست کا ذکر از بر کر سکتا ہے تو پھر جگہ کی کیا قید دہ کعبہ ہو یا مئے فروش کا کوچہ۔

مراقبہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا:۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ؁ پس تمام ملائکہ نے اسکو سجدہ کیا۔

شعر

نہ مسجود ملائک بود آدم کہ نور پاک دروی بود مدغم

ترجمہ:۔ آدم مسجود ملائک نہیں تھے بلکہ اس میں ذات پاک کا نورِ مدغم اور پنہاں تھا پس فرشتوں نے اس نور کو سجدہ کیا تھا۔

شعر

خاکساران جہاں را بحقارت منگر تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

تو چراغ دل ازنور رقابت برکن کہ مبادا کہ درین خانہ نگاری باشد

؁ پ۱۴ ۱۱ الحجر ۳۰

ترجمہ:۔زمانہ کے خاکساروں کوحقارت کی نظر سے مت دیکھ کہ ممکن ہے کہ اس گردوغبار میں کوئی سوار پوشیدہ ہواور وہی تیرا مقصود ہو تو اپنے چراغِ دل کو نورِ انتظار سے روشن رکھ۔کہ بہت ممکن ہے کہ اس گھر میں وہ محبوب موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام (ان پر اللہ کا سلام ہو) پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ تم علمِ نافع حاصل کرو۔حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی علمِ نافع کیا ہے۔فرمایا کہ علمِ نافع وہ ہے جس سے تم میری عظمت وجلال میری کبریائی اور ہر چیز پر میرے کمالِ قدرت سے آگاہ ہو جاؤ۔پس بے شک یہ علمِ نافع وہ ہے جو تم کو مجھ سے نزدیک کردے گا۔

پس علمِ نافع مشاہدہ کا نام ہے بظاہر بھی اور بباطن بھی۔یعنی علمِ نافع وہ ہے جو تم کو مجھ تک پہنچادے گا اور وہ اس طرح کہ ہر چیز میں تم مجھ کو ہی پاؤ اور ہر آن میں مجھ کو یاد کرو۔

شعر

در بمعنی نظر کنی ہمہ اوست

کہ جہان صورت ست معنی دوست

ترجمہ:۔کہ یہ دنیا ایک صورت ہے اور وہ دوست اس صورت کے معنی ہیں اب اگر تم معانی پر غور کرو تو پھر ہر چیز میں وہ ہی وہ ہے۔

خلقت موجودات اور فطرت کائنات اسی فہم کے لیے بنائی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ	اللہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے
مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ	اور زمینوں میں سے (بھی) ان کے برابر (سات) ان کے
بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ	درمیان (قضاءِ الٰہی کا) حکم جاری ہوتا ہے تاکہ تم جان
شَیْءٍ قَدِیْرٌ لا وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ	لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ نے
بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا [1]	احاطہ فرمالیا ہر شے کا (اپنے) علم سے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اور بمثل یتنزّل الا مر بینھنّ یعنی وہ ظہور کرتا ہے ہر صورت اور ہر شی میں تاکہ تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ ''عالم کنت کنزًا مخفیاً بعالم مخلقت الحق،، یعنی عالم خفا سے تنزل فرمایا ہر معنی کی لطافت میں جو مقدر ہو چکی تھی اور ہر صورت میں جو ممکن تھی لتعلموا انّ اللّٰہ علیٰ کل شی ءٍ قدیر. تاکہ تم اس کی قدرت کو ہر شی میں معائنہ کرسکو۔اور بمصداق اس کے کرو ما رأیت شیـًا الاّ و رأیت اللّٰہ فیہ (میں نے کسی شی کو نہیں دیکھا مگر اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو جلوہ گر پایا)

---

[1] پ۲۸ الطلاق ۱۲

اس فقیر (حضرت قدوۃ الکبرا) کی نظر میں علم النافع وہ ہے جو قطرہ کو دریا سے ملا دیتا ہے اور جز کو کُل میں سمو دیتا ہے اور ہجر سے نکال کر وصال تک اور دوری سے نکال کر اتصال کی قربت تک پہنچا دیتا ہے۔

قطعہ

توحید کہ از مشرب عرفان باشد — در مذہب اہل عشق ایمان باشد
آنکس کہ نہ دیدہ قطرہ با بحر یکی — حیران شدہ ام کہ چون مسلمان باشد

ترجمہ:۔ وہ توحید جو مشرب عرفان سے ہے، ایسی توحید اہل عشق کے مذہب میں ایمان ہے (اہل عشق اسی کو ایمان کہتے ہیں) وہ شخص جس نے قطرہ اور سمندر کو ایک نہیں جانا ئیں حیران ہوں کہ وہ مسلمان کس طرح ہے۔

ایک بزرگ سے منقول ہے کہ اہل ظاہر ایک سے ہزار جانتے ہیں اہل باطن ہزار کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور ایک ہی دیکھتے ہیں۔

مثنوی

دیدہ ام دیوانہ برھم زدہ — سربرآور دہ پابرھم زدہ
کووصال داشت بایار دگر — صدالف رایک الف بین درگذر

ترجمہ:۔ میں نے ایک دیوانہ شوریدہ سر کو دیکھا کہ وہ سر ٹکرا رہا تھا اور پاؤں پٹخ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اگر تم حقیقی دوست سے وصال کے خواہاں ہو تو ہزاروں کو صرف ایک سمجھ کر گزر جاؤ۔

شیخ منصور حلاّج نے اسی قسم کی وصیت جان دیتے وقت کی تھی اور کہا تھا کہ دنیا والے تو اعمال حسنہ اور افعال پسندیدہ کی کوشش میں مصروف ہیں اے مخاطب تجھے اس امر میں کوشش کرنا چاہیئے یعنی وہ کام کرنا چاہیئے جس کے مقابل میں عبادت ثقلین اور طاعت کونین کم ہو۔ پوچھا گیا کہ اے شیخ وہ کون سا عمل ہے فرمایا کہ حقیقت کا علم۔ اسی علم حقیقت کو علم نافع کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے۔

قطعہ

یاری دارم کہ جسم و جان صورت اوست — چہ جسم و چہ جان جملہ جہان صورت اوست
ہم معنی خوب وصورت پاکیزہ — کاندر نظر تو آید آن صورن اوست

ترجمہ:۔ میرا محبوب ایسا محبوب ہے کہ یہ جسم یہ جان اسی کی صورت ہے۔ یہ جسم و جان ہی نہیں بلکہ کل جہان اس کی صورت ہے اس کا باطن بھی خوب ہے اور اس کی صورت بھی پاکیزہ ہے اور ایسی صورت ہے کہ جو چیز بھی مجھ کو نظر آئے گی وہ اسی کی صورت ہوگی۔

مراقبہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۱ — بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

---

۱ پ۲٦ سورۃ الفتح ۱۰

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب راز توحید کا انکشاف فرمایا ہے یعنی بیعت جوتم کررہے ہو یہ تمہارا فعل نہیں ہے بلکہ تمہارا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اس کا ہاتھ ہوتو بیعت کرنے والا ہاتھ بھی اس کا ہاتھ ٹھہرا اس طرح صاحب بیعت نے خود اپنی ذات سے بیعت کی۔

اس سر پر دلیل یہ ہے:۔

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۱ تو جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

قطعہ

شبی درخواب دستم داد دلدار — کہ این دستم برائے جان دل دار

بردئے سینہ دست خویش دیدم — چوگشتم من زخواب خویش بیدار

ترجمہ:۔ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے محبوب نے مجھے اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ میرے اس ہاتھ کو اپنے جان و دل پر رکھ لو۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا ہوا ہے۔

العلم نقطة كثرها الجهال (علم نقطۂ وحدت ہے جاہلوں نے اس کو کثیر بنا دیا ہے)

شعر

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر دوست — علمی کہ رہ بحق نماید جہالتست

ترجمہ:۔اے سعدی لوح دل کو نقش غیر سے صاف کردو۔ وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے علم نہیں بلکہ جہالت ہے۔

پس یہ علم ہے کہ وہ نقطہ وحدت کو دیکھے اور دوسرے کو دیکھنے کی جہالت سے پاک رہے۔اور جاہل وہ ہے جو غیر کو دیکھتا ہے۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ۲ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال بے شک باطل کر دیے جائیں گے۔کو پڑھو اور اس پر غور کرو۔

قطعہ

بیا ای طالب جویائے دلدار — ببین درجان معنی صورت یار

کہ نقطہ در مراتب کرو حرکت — برآمد صورت پر کار دوار

ترجمہ:۔اے دلدار کے طالب وجویا۔آ۔اور جان معنی میں دوست کی صورت کا نظارہ کر،غور کر کہ ایک نقطہ نے بہت سے مراتب میں حرکت کی ہے اور اس سے پرکار کا ایک دائرہ وجود میں آ گیا۔

مراقبہ افعال واوصاف اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج ۳ — اور (اے محبوب) آپ نے (خاک) نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔

---

۱ پ ۲٦ سورہ الفتح ۱۰ ۲ پ ۲۴ سورۂ الزمر ٦۵

قطعہ

چو بوئ آیدت از مشک وعنبر بدان آن بوئ اززلف معنبر
سحر بلبل کہ برگلذار باشد نہ از بلبل کہ از گلذار باشد

ترجمہ:۔ یہ خوشبو جوتم مشک وعنبر میں محسوس کررہے ہو یہ اس زلف معنبر کی بخشی ہوئی خوشبو ہے صبحدم بلبل جو پھول پر نالہ دزاری کررہی ہے یہ بلبل کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس چمن سے ہے۔

رایت ربی فی صورت امرد شاب فوصنع یده علی صدری فوجدت بردانامله فعلمت علم الاوّلین والآخرین. (میں نے اپنے پروردگار کوامرد جوان کی صورت میں دیکھا،اس نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا میں نے اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کیا (سرانگشت کی سردی محسوس کی) تو مجھے اوّلین وآخرین کاعلم حاصل ہوگیا)

بدست ناز آن یار نگویم گرفت ازشیوہ یکروزی گلویم
بگفت ای عاشق جان باز دیگر چہ خواہی گفتمش دیگر چہ گویم
بت سیمین تنم چون کرو آغوش بدست ناز کردہ حلقہ درگوش
غریوی خواستم کردن کہ ناگاہ نہادہ لب بردئ لب کہ خاموش

ترجمہ:۔اس یار کے نازک ہاتھوں ایک روز جو میرے گلے میں تاثیر پیدا ہوئی وہ میں بیان نہیں کرسکتا، کہنے لگا اے عاشق جانباز اور کیا چاہتا ہے میں کیا جواب دوں۔اس بت سیمیں نے میرے تن (وجود) کو جب آغوش میں لیا اپنے ناز والے ہاتھوں سے میرے کانوں میں حلقہ پہنایا اوراچانک اس نے میرے لبوں پر اپنے لب رکھ کر خاموش رہنے کا حکم دیا۔

مراقبہ صمدیت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **اَللّٰهُ الصَّمَدُه**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صمد وہ ہے جو جوف (خلا) نہ رکھتا ہواس لئے کہ جو مجوف ہوتا ہے وہ محتاج ہوتا ہے اور جب اس کا وجود غیر مجوف ہوگا تو کسی چیز کی اس کے وجود میں سمانے کی گنجائش نہ ہوگی۔لیکن اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

شعر

جہان درآفرینش ہمچو ظرفست
نہ ظرفی کش بود جوفی شگرف است

ترجمہ:۔دنیاایک ظرف کی طرح ہے لیکن ایسا ظرف نہیں جس میں جوف نہ ہو،اس میں جوف نہ ہونا تعجب ہی کی بات ہوگی۔

مراقبہ عینیہ الاوصل فصل ولاقرب ولابعد۔

نہ وصل ہے نہ فصل۔ نہ قرب ہے نہ بعد۔یعنی وصل ہو تو کس سے ہو اور فصل ہوتو کس سے ہواور

۳۔پ۹ سورہ انفال ۱۷

قرب ہوتو کس سے ہواور بعد ہوتو کس سے۔

قطعہ

کسی کو از صفات ذات عالی | وجود او لطیف وپاک باشد
نیابد قرب وبعدش درعبارت | کہ برتر از رہ ادراک باشد

ترجمہ:۔وہ ذات جو اپنے صفات عالی کے باعث وجودلطیف و پاک رکھتی ہوتو اس کا قرب وبعد عبارت میں بیان نہیں ہوسکتا۔اس لیے کہ وہ فہم وادراک سے بالاتر ہے۔

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں:**علم التوحید مبائن للوجودو مجودہ مفادق لعلمہٖ** یعنی علم توحید وہ ہے جو موجد کے وجود کو جدا کرے اس کے علم سے،اور وجود توحید یہ ہے کہ اس کی ذات سے اس کا علم جدا ہو۔وحدت یہ ہے کہ صرف ایک ذات کا مشاہدۂ مدام ہو۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لا وَالْمَلٰئِكَةُ اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ بے شک کوئی معبود نہیں ہے
وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ سوائے اس کے درآنحالیکہ فرشتے اور ارباب علم انصاف کے ساتھ قائم ہیں۔

اس شہود کی علامت یہ ہے کہ عالم کو ایک جانے بغیر کسی حس وحرکت کے اور متصرف سمجھے اس میں حق تعالیٰ کو جس طرح روح قالب میں متصرف ہے اسی نکتہ کو اس موحد(منصورحلاج) نے اسی طرح بیان کیا ہے،جس کو یہ حقیقی مشاہدہ حاصل ہوگیا ہواس کا احساس مضمحل ہوجاتا ہے۔بیکار ہوجاتا ہے۔ہراس چیز سے جو اس کے سوا ہے۔(**کاشف بالحقیقة فیضحل احساسه بماسواہ**)۔

پس ایسا صاحب مشاہدہ ''الشاہد الجمع،، ہے سر بسر اوراس کا ظہر وصف تفرقہ سے

(**فهو المشاهد لجميع سر السر وظاهره بوصف التفرقه**)

مثنوی

جہان درچشم وحدت یک وجوداست | کہ پیش واحد خود درسجوداست
کسی کز سجدۂ خود گردد آگاہ | نیابد درمقام لی مع اللہ

ترجمہ:۔چشم وحدت میں یہ سارا جہان ایک وجود رکھتا ہے کہ وہ اس ایک واحد کے سامنے سجدہ ریز ہے جو کوئی اپنے اس سجدہ سے آگاہ ہوجاتا ہے وہ مقام لی مع اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔

مراقبہ: حضرت شیخ نجم الدین صغیر سفری فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ بدیع الدین المعروف بشاہ مدار اپنے مریدوں کو اسی نسبتِ شریفہ سے مخصوص فرمایا کرتے تھے۔جب یہ بات قدوۃ الکبرا سے بیان کی گئی تو حضرت نے اس کو بہت پسند فرمایا۔

مراقبہ: جلوس الموحدفی میدان التوحید وقیل المراقبة رویت الله بلاحجاب

یعنی موحد کا میدانِ توحید میں بیٹھنا مراقبہ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک خداوند تعالیٰ کا دیدار بغیر کسی

حجاب کے مراقبہ ہے۔

اس مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں قبلہ رو ہو کر اس طرح بیٹھے کہ ریڑھ کی ہڈی میں خم نہ ہو اور اس خلوت میں کوئی مداخلت کرنے والا اور سامنے بولنے والا نہ ہو۔ سامنے آنکھیں لگی ہوں۔ اللہ کا نقش اپنے سینہ میں تصور کرے اور پاس انفاس کرے اور غیر حق کو خیال میں مدخل نہ ہونے دے۔ اس طرح اسی حال میں ایک ہفتہ تک مراقبہ کا کام انجام دے اور بزمِ توحید میں دوست کے ساتھ اس کے نورانی حضور میں ہم مجلس رہے

قطعہ

چون نقش یار رادر سینہ دارد — نفس راپاس باآئینہ دارد
شود علم وصال دوست حاصل — کہ آن رادایہ درسینہ دارد

ترجمہ: یار کے نقش کو جب سینہ میں رکھے تو سانس کو پاس کرتے ہوئے آئینہ کی طرح دیکھے۔ وصالِ دوست کا علم حاصل ہوگا اور اس کو سینہ میں محفوظ رکھے۔

مراقبہ: حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نجیب الدین علی ابن بزغش سے ایک شخص نے مراقبہ کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ اسرارِ توحید کی آئیند کائنات میں کوئی مثال بیان فرمادیجئے اور افکار وتفرید کو وجود موجودات میں کسی تمثال سے ظاہر فرمایئے تو آپ نے کہا کہ دو آئینے ہیں اور ایک سیب ہے (ظاہر ہے کہ ہر آئینہ میں ایک ایک نظر آئے گا درآنحالیکہ سیب ایک ہے) فاصلوں میں ایک وہاں موجود تھا۔ انھوں نے ایک قطعہ میں اس مضمون کو اس طرح نظر کیا

قطعہ

شیخ کامل نجیب الدین پیر کہن — این حرف نوآدرد بصحرائے سخن
گفتا کہ زدحدت ازمثال خواہی — سیبی یکی دوانبہ تصور میکن

ترجمہ:۔ شیخ کامل نجیب الدین قدس اللہ سرہٗ نے صحرائے سخن میں یہ ایک نیا نکتہ بیان فرمایا کہ کائنات کے وجود میں اگر وحدت کی تمشیل تم چاہتے ہو تو سنو کہ ایک سیب کو دو آئینوں میں تصوّر کرو۔

اس طرح کی متعدد رباعیات شیخ عزیزالدین محمود الکاشی (صاحب مصباح الہدایت) نے لکھی ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بسلسلہ رشدو ہدایت کئی بار یہ بات بیان فرمائی ہے کہ مراقبہ میں طالب رشد و ہدایت کو عجیب حالت میّسر آتی ہے۔

قطعہ

دل گفت مراعلم لدنی ہوس است — تعلیم کن گرت بدین دست رس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ — درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ:۔ مجھے دل نے کہا کہ علم لدنی ہوس ہے۔ اگر تجھے دین میں دسترس ہے تو مجھے تعلیم کر۔ میں نے کہا کہ الف،

اس نے کہا اور آگے، میں نے کہا کہ مزید آگے کچھ بھی نہیں۔ اگر اس خانہ میں کوئی ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔

قطعہ

این عکس رخ تو داد نور بصرم تادر رخ تو بنور تو درنگرم
گفتی منگر بغیر ماآخر کو غیراز تو کسی ناید اندر نظرم

ترجمہ:۔ تیرے عکس رخ کو میں نے اپنی آنکھوں کا نور دیا تا کہ تیرے چہرے میں تیرا نور دیکھوں، اس نے کہا کہ میرے بغیر نہ دیکھو کیونکہ میری نظر میں تیرے بغیر کوئی نہیں آسکتا۔

قطعہ

ای دوست میان ماجدائی تا کی چون من تو ام این دتوئ ومائ تا کی
باغیر تو مجال غیری چون نماند پس درنظر این غیر نمائی تا کی

ترجمہ:۔ اے دوست ہمارے درمیان جدائی کب تک۔ جب میں تو ہوں تو یہ میں اور تو کب تک۔ جب تیرے بغیر کسی اور کی مجال نہیں ہے تو پھر اس نظر میں غیر نمائی کب تک۔

قطعہ

کثرت چونیک می نگری عین وحدت است ماراشکی نماند درین گرتراشک است
درہر عدوز روئ حقیقت چونگری کزصورتش بہ بینی وکزمادہ اش یک است

ترجمہ:۔ کثرت کو جب غور سے دیکھے گا تو یہ عین وحدت ہے۔ ہمیں تو اس میں ذرا برابر بھی شک نہیں۔ اگر تجھے شک ہے تو ہر عدد کو از روئ حقیقت اگر تو دیکھے تو خواہ صورت کو دیکھے خواہ مادہ کو وہ ایک ہی ہے۔

قطعہ

تاتوئی درمیانہ خالی نیست چہرۂ وحدت ازنقاب کسی
گرحجاب خودی براندازی عشق ومعشوق عاشقست یکی

ترجمہ:۔ جب تک تو درمیان سے ہٹ نہیں جاتا چہرۂ وحدت نہیں دیکھ سکتا۔ اگر خودی کے حجاب کو تو اتار دے تو عشق ومعشوق اور عاشق ایک ہی ہے۔

مراقبہ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ[1] اور اس میں اپنی طرف کی (خاص) روح پھونک دوں۔

کے ارشاد کے بموجب آدم آئینہ کی طرح ہے اور اللہ کی ذات بس اس صورت مرئی کی طرح ہے جو خارج سے نظر آتی ہے اور روح اس صورت کے مشابہ اور مانند ہے جو صورت رائی کے مقابل میں آئینہ میں منعکس ہوتی ہے۔ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کے معنی یہی ہیں ہر چند کہ ایک صورت داخلی آئینہ میں نظر آتی ہے اس کی

[1] پ ۱۴ سورہ الحجر ۲۹

صورت خارجی کا وجود ہے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد کے:۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [1] اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے جمع وتفریق کی وضاحت کے موقع پر ایک عارف باللہ کا قول نقل فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ:

بعض عارفین نے فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی تجلی فرماتا ہے کسی ذات میں تو تمام ذات وصفات اور افعال کو دیکھتا ہے اور ان شعاعوں میں تلاش کرتا ہے اس کی ذات کو اس کی صفات کو اور اس کے افعال کو اور تمام مخلوقات سے اس کے نفس کو پالیتا ہے۔ گویا کہ وہ تمام مخلوقات کے لئے مدبّر ہے اور وہ مخلوقات اس کے اعضاء ہیں اور کوئی شخص ان اعضا سے کسی کو الگ اور جدا گانہ نہیں پاسکتا۔ سوائے اس کے کہ اس کو مسلّم وکامل پاتا ہے۔ اس کی ذات واحد کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی اسکو اسکی ذات واحد کا مشاہدہ ہوتا ہے پھر اس کی صفت اس کی صفت اور اس کا فعل اس کا فعل بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ بالکلّیہ عین توحید میں مستہلک ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے لئے اس مرتبہ سے وراء اور کوئی مقامِ توحید میں نہیں ہے۔ جب روح کی نگاہ جمال ذات کی طرف منعطف ہوتی ہے تو اس وقت وہ نور عقل جو فرق کرنے والا ہے چیزوں کے مابین غلبۂ نور ذات قدیم کے باعث پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ ہر حدوث وقدم کے درمیان تمیز ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اب باطل حق کے نزدیک ہونے کے باعث مٹ گیا اس حال کو ''حال جمع،، سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مراقب منطق ومنظومہ

مثنوی

مردآن باشد کہ در یاد حضور	نیارد اندر خاطراز حور وقصور
زانکہ در یادش چنانم دولتی است	کان زہردوکون برترشوکتی است
ہرکہ از نزدیک یادش ماند دور	گرچہ باحوراست دارد صدقصور
ای برادر ہرچہ بینی درجہان	ہست دردی ذات پاک اونہان
گربودچشم دل تو پاک تر	باشد ازہرچیز دلبر جلوہ گر
ہست ہرفردی خدا را آئینہ	بین تو در ہرآئینہ ہرآئینہ
بعدازین دیدار ادبرتر برائ	بین جمالِ یار خود در ہر سرائ
این ہمہ افراد یک آئینہ دان	کش فلک اور ابود آئینہ دان
کاندران آئینہ روئ یاربین	گربودچشم تویاران یار بین
بعدازیں برتر تراہبرخیال	بین وجود خویش راآئین مثال
اندر وعکس ہمہ اسماء حق	بین بہم توکن لباس غیرشق

[1] پ ۲۰ القصص ۸۸

برتر آزیں خاطر خود پاک کن ذات اورا آئینہ ادراک کن
درچنین آئینۂ ذات خدائ عکس اسمائ جہان بین از درئ
تابود محوتو در عکس شہود تو نمائی درمیان الّاوجود
گرچنین محوی ترا حاصل شود فرق باجمعیتی واصل شود
ہرکرابردست آید این مقام ہست اواہل مقام والسّلام
این مقام اشرف سمنان بود فی زلیخایوسف کنعان بود
صورتم جام جہان بین آمدہ نے چوجمشید جہان بین آمدہ

ترجمہ:۔حقیقی جوانمردوہ ہے جو یادِالٰہی میں اپنے دل میں حوروقصور و جنت کا خیال بھی نہ آنے دے اس لیے کہ اس دوست کی یاد ایسی عظیم دولت ہے کہ اس کی شان وشوکت دونوں جہاں سے بڑھ کر ہے۔ جو بھی اس کی یاد کے قرب سے دور رہا ایسا بدنصیب اگر حوریں بھی رکھتا ہو تو سو (۱۰۰) ناکامیاں اس کے دامن میں ہیں۔اے عزیز! دنیا میں تم کو جو کچھ بھی نظر آتا ہے۔اس میں اس کی ذات پاک پوشیدہ ہے۔اگر تمہاری چشم دل ماسوا سے پاک ہے تو ہر چیز میں وہ محبوب حقیقی تم کو جلوہ گر نظر آئے گا ہر فرد خداوند تعالیٰ کی ذات کی جلوہ گری کے لیے آئینہ ہے بےشک تم ہر آئینہ میں نظر کر کے دیکھو اور اپنی ذات میں اس دیدار کے بعد ذرا اور آگے بڑھو تو اپنے دوست کا جمال ہر جگہ دیکھو گے۔کائنات کے تمام افراد کو (باعتبار کلی) ایک آئینہ سمجھو اور یہ آسمان بھی اس کی جلوہ گری کا ایک آئینہ ہے۔اس آئینہ میں اپنے محبوب کے جمال کا نظارہ کرو اور تمہارے پاس آنکھ ہے تو دوست کے دوستوں کو دیکھو۔اس کے بعد عالمِ خیال میں آ کے دیکھو کہ یہ تمہارا وجود ایک آئینہ کی طرح ہے اور اس آئینہ میں تمام اسمائے حق کا عکس پڑ رہا ہے۔تو اس میں نظر کرو لیکن غیر کے لباس کو اتار دینا شرط ہے۔اس سے آگے اگر اور تم بڑھنا چاہتے ہو تو اس خیال کو بھی دل سے نکال دو اس وقت تم خود اس کی ذات کو ایک آئینہ پاؤ گے۔اس وقت اس آئینہ میں جو ذاتِ خداوندی کا آئینہ ہے تم کو اس کے ماورا تمام اسمائے جہاں کا عکس نظر آئے گا۔جب تمہاری ذات اس شہود حق میں محو ہو جائے گی تو پھر اس میں تم ہی تم نظر آؤ گے ہاں تمہارا وجود اس میں نہیں ہوگا۔اگر تم کو یہ محویت حاصل ہو گئی تو پھر تمہارا حال تفریق جمع سے ہوگا تفرقہ مٹ جائے گا اور حال جمع حاصل ہو جائے گا۔جس کسی خوش بخت کو یہ مقام ہاتھ آ جائے بس وہی صاحبِ مقام ہے (اس کے آگے اور کیا کہوں۔) اس کے فضل و کرم سے اشرف سمنانی کو یہ مقام حاصل ہے۔اب وہ زلیخا (عاشق) نہیں ہے بلکہ اب وہ خود یوسف کنعان (محبوب حق) ہے۔اس کے لطف و کرم سے میری صورت اب ایک ''جامِ جہاں بین،، کی طرح ہے اس دانش مند جمشید کے جام کا کیا ذکر کہ وہ جامِ جہاں نما رکھتا تھا اور میری صورت جامِ جہاں بین ہے۔

لطیفہ۱۱

مشاہدہ ووصول وردیتِ صوفیہ ومومنان دیقین

قَالَ الْاَشْرَفُ!

المشاھدۃ ھی معائنۃ الوجود فی مرات رویۃ المقصود بعین الیقین المفقود.

ترجمہ:۔اشرف سمنانی فرماتے ہیں کہ وجود کا آئینہ میں معائنہ کرنا اور چشم یقین سے مقصود کا دیکھنا مشاہدہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ رویت باری تعالیٰ اور اختیار کا مسئلہ سلف میں بھی مشکل تھا (اسلاف کے خیالات بھی ان ہر دو مسائل میں مختلف ومتضاد رہے ہیں) اور آج بھی اسی طرح مشکل ہے۔کیا شرعی نقطہ نظر سے اور کیا طریقت وحقیقت کے اعتبار سے، پھر بھی عارفانِ کامل اور کاملانِ مکمل نے اس مسئلہ کی اس طرح شرح اور وضاحت کی ہے جس سے ارباب صدق وصفا کو اطمینان وتسکین حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ اور اربابِ تصوّف نے مشاہدہ اوصول، رویت اور یقین کو الفاظ مترادف خیال کیا ہے۔ (معنی ایک ہی ہیں لیکن الفاظ مختلف میں) لیکن محققین صوفیہ نے مشاہدہ، وصول اور رویت میں کچھ فرق کیا ہے۔اور بتایا ہے کہ یہ مختلف ہیں اور فرمایا کہ مشاہدہ اور وصول کا تعلق تو اس جہان فانی سے ہے۔اور رویت دار آخرت سے موعود ہے یعنی آخرت میں وعدہ کردہ شدہ ہے۔

قطعہ

گرچہ دارد نازنین من نقاب بررخ کش ذرہ گردد آفتاب
لیک چشم ازبہر توئی آسودہ کرد جلوۂ در آخرۃ موعود کرو

ترجمہ:۔اگرچہ مرے نازنین کے اس چہرہ پر نقاب پڑا ہے جس کی تجلی کے ایک ادنی کرشمہ سے ذرہ آفتاب بن جائے لیکن اپنے جمال کے پرتو سے میری آنکھوں کی تسکین کے لیے اس نے اپنے دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا ہے۔

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتے ان آنکھوں سے اور نہ دل سے مگر جہت یقین سے اس کا دیدار ہوسکتا ہے۔اور یہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ ایک گردہ نے اسی بات کو روا رکھا ہے کہ بندو دنیا میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کرسکتا ہے آنکھوں سے اور دل کے مشاہدہ سے۔لیکن علمائے

اہل سنت وجماعت اور اربابِ دین ودیانت کا اس پر اجماع ہے کہ جولوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں ان کو مبتدع کہتے ہیں یہ تمام تر مبالغہ علمائے ظاہر اور متشرعان حضرات نے روا رکھا ہے۔صوفیہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔حضرات صوفیہ اور مشائخ کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا وآخرت میں دونوں میں حق تعالیٰ کا دیدار تمام مسلمان مردوں اور عورتوں اور مومنین ومومنات کے لیے نص قرانی،احادیث شریفہ اور اقوال صحابہ کرامؓ اور مشائخ اور اخص الخاص سے جائز ہے۔اس سلسلہ میں اکابر مشائخ کے اقوال سے بھی تائید ہوتی ہے۔بس فرق یہ ہے کہ عام مسلمان آخرت میں ان جسمانی آنکھوں سے اس کا دیدار کریں گے اور خاص بندے (اربابِ طریقت) دیدۂ دل سے دنیا میں اس کا دیدار کریں گے جس میں نہ چگونگی اور نہ کوئی کیفیت اور نہ احساس اور نہ ادراک! لیکن جو بندگان اخص (خاص الخاص) ہیں وہ دنیا میں چشم جاں سے اس کا دیدار کرتے ہیں۔یہ حالت خواب ہوتی ہے یا حال مراقبہ ہوتا ہے۔

بیت (خواجہ حافظ)

دیدن روئ ترا دیدۂ جان بین باید
واین کجا مرتبہ چشم جہان بین منست

ترجمہ:۔ترے دیکھنے کے لئے تو چشم جان بین کی ضرورت ہے۔میری اس چشم جہان بین کو سلیقہ کب ہے۔حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

من رانی فی المنام فقدر االحق جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے:

رایت ربی فی المنام علی احسن صورته میں نے اپنے رب کر بہترین صورت میں خواب میں دیکھا۔

اسی کا نام مشاہدہ ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک سوبیس بار دیکھا اور اس سے ستّر بار سوال کیا اور ان میں سے چار کا میں نے اظہار کیا لیکن لوگوں نے اس سے انکار کیا۔پس میں نے باقی کو چھپالیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدار کی آرزو کی اور عرض کیا رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ (پ۹سورہ الاعراف آیت) اے رب مجھے اپنا جلوہ دکھا۔تا کہ میں تجھے دیکھوں! اگر حق تعالیٰ کی رویت دنیا میں ناممکن ومحال ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رویت باری کی درخواست دنیا میں نہ کرتے۔اس لیے کہ محال طلبی انبیاء علیہم السلام کے لیے معصیت ہے۔اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا لن ترانی فرمانا اس وجہ سے تھا (ظاہری آنکھ) سے دنیا میں رویت ممتنع اور ناممکن ہے۔

مثنوی

گرچہ در دنیا جمالت دیدنی است دیدنی گونید ولیکن دیدنیست

دیدن راہر کہ اومنکر بود | گرمسلمان است خود کافربود
دیدن باشد ولی نوع دگر | دیدہ رازین دیدنی نبوداثر
ہرکرازین ذوقی بود | تاابد ازدیدہ ور شوقی بود
واصل فانی کہ درباقی بود | حاصل دیدار درباقی بود
شرح دیدن برتر ازکیفیت است | ماہری داند کہ ازماہیت است
خیز ازقانون ارنی درنواز | تابردن آید ترازین پردہ راز
راز ساز پردہ از گوش دل | گوش را آن نغمۂ غیرت گسل
تاترا این جملہ یکسازی شود | ہرسر مویت درآوازی شود
بشنوی گوش ازشجرۂ شہود | نغمہ انی انا اللہ از وجود
گرترا ازلن ترانی زخمہا است | زخمہا نبود ترآن نغمہا است
لن ترانی ناز معشوقی بود | گرنہ داند ناز اوشوقی بود
سنگ دل راقابل دیدار کرد | معدنی ازگوہری اسرار کرو
لن بسوئ چشم اُنظر بردلست | ہرکہ این چشمک بداند کامل است
اشرف این نازونیاز ولبران | ہرکہ داند ازیقین نہ دلبر آن

ترجمہ:۔اگرچہ دنیامیں تیراجمال دید کے قابل ہے۔اس کودیدنی تو کہتے ہیں لیکن اس کی دید ہوتی نہیں۔
پس دیدنی کا جوکوئی بھی منکر ہے اگر مسلمان بھی ہوتو وہ کافر ہے۔

ہاں یہ دیدارایک اور ہی قسم کا ہے۔اس دید میں ان آنکھوں کا کوئی تعلق نہیں ہے جوکوئی ان آنکھوں سے اس کے دید کا ذوق رکھے گا وہ ابدتک اس شوق میں کامیاب نہ ہوگا۔ہاں!جب یہ فانی اس باقی سے واصل ہوجائے گا۔اس کی ذات میں فنا ہوجائے گا تب اس باقی میں دیدار حاصل ہوجائے گا۔اس کے دیدار کی شرح کیفیت میں نہیں سماسکتی۔وہ اس سے کہیں برتر ہے کہ ایک ماہر ہی جان سکتا ہے کہ ماہیت کیا ہے۔اٹھ اور رَبِّ اَرِنِی کا ساز بجاتا کہ اس راز سے پردہ تیرے سامنے سے اٹھ جائے۔دل کواس راز کے ساز کا پردہ بنالے اور پھراس دوئی کومٹانے والے نغمہ کوسُن۔تاکہ خودسراپااک راز بن جائے اور تیراہرسرِمو ایک آواز بن جائے۔پھرتو اس وقت شجرہ شہود(شجرطور)سے انی انا اللہ کانغمہ سن سکتا ہے اگر تیرے دل پرلن ترانی کے زخم آتے ہیں تو وہ زخم نہیں ہیں(بلکہ نغمات ہیں) یہ لن ترانی توایک نازِمعشوقانہ ہے جوکوئی اس نازِمعشوقانہ کونہیں سمجھ سکتا تو پھر وہ ایک شوق ہے ایک آرزو ہے۔ذراغورکروکہ دل کے پتھر میں اس نے قبول دیدار کی صلاحیت پیدا کردی ہے اور اس کوگوہراسرار کی کان بنادیا ہے۔یادرکھوکہ لن(نفی) کاتعلق چشم سے ہے اور انظر کا ربط دل سے ہے یعنی اس کو دل سے دیکھ سکتے ہیں اور چشم سر سے ہرگزنہیں دیکھ سکتے۔جو اس لطیف فرق کو جانتا ہے

وہ دراصل مردِ کامل ہے اور طالبِ صادق ہے۔اے اشرف معشوقوں کے یہ ناز و نیاز جو یقینِ کامل کے ساتھ سمجھتا اور جانتا ہے وہی حقیقت میں دلبر ہے:

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب دل کو مرتبہ یقین حاصل ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ وہ ''وہ،، ہے اور جب بندہ کا یہ یقین درست ہو جاتا ہے تو بس سمجھ لینا چاہیئے کہ دیدار حاصل ہو گیا۔

شعر

بدر دیقین پردہ ہائ خیال نماند سراپردہ الاّ جلال

ترجمہ:۔اس منزل پر یقین خیال وگمان کے تمام پردے چاک کرڈالتا ہے اور پھر جلالِ ذات کے سوا اور کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔

اصحابِ کشف و وجدان اور اربابِ شہود وعرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کو اسمائے صفات کے واسطہ کے بغیر اور آئینہ کائنات کے رابطہ سے الگ ہو کر نہیں دیکھ سکتے۔آئینہ کائنات کا رابطہ اور اسمائے صفات کا واسطہ اس کے دیدار کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ اس کی ذات والا صفات ایسی پرنور ہے کہ اس کے نور کا ایک ذرہ بھی کونین کی تمام آنکھوں.....کو جلا دینے کے لیے کافی ہے اور چارسمتوں (خافقین) کے انوار کو درہم برہم کر دینے والا ہے اور اس کی تجلّی اسمائے صفات کے پردہ میں رہ کر ہی عارفان روزگار کی بصیرت کی بقا کا باعث ہے اور س کے رخسار جمال کے ناظروں کا شوق بڑھانے والی ہے۔جیسا کہ ظاہری طور پر ایک دنیاوی مثال ہے کہ ابر کا ایک رقیق پردہ جب دیکھنے والی نگاہوں اور سورج کے مابین واسطہ بن جاتا ہے تو دیکھنے والا اس ابر کے پردہ کے باعث خورشید کو نہ دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ ابر کا یہ پردہ نہ ہوتا تو خورشید کا نظارہ ممکن نہ ہوتا۔پس اسی طرح یہ اسمائے صفات بھی اس کے خورشید ذات اور اصحابِ شہود کی بصیرت کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔

مثنویات

ای برادر چون جمالِ آفتاب نیست صدک ناظران رابی سحاب
پس چنان آن نور خورشیدِ جمال بی وقایت می وراید درخیال
شدوقایت درمن وخورشید ذات بہر ادراک جمال این صفات
گرنباشداین وقایت درمیان ہیچ کس اور انہ بیند درعیان
ہرکہ دانشمند این معنی بود حدوقائع شرح لایعنی بود
گربتابد ذرہ آن آفتاب زآسمان غیب مطلق بے نقاب
محوگردد عالم وآثارِ او درشعاع لمعۂ انوارِ او
جلوۂ دارد عجب خورشید رو ازتہ جلباب کثرت سوبسو

عکس اخوبانِ جہان باشد عیان کاشکار پردہ فی پردہ نہان
ورنہ نور ذات را تقصیر نیست لیک چشما نراچنان تدبیر نیست
ہر کہ اشرف اینچنین دارد نظر او خدارا دیدو سرکرو ازنظر

ترجمہ:۔اے عزیز! جس طرح آنکھیں بغیر حجاب اور پردہ کے جمال آفتاب کا مشاہدہ نہیں کرسکتیں اسی طرح اس خورشید جمال کا نور بھی بغیر پردہ کے کب خیال میں آسکتا ہے (بغیر پردہ دیکھنے کا خیال کس طرح ہوسکتا ہے) یہی پردہ اس خورشید ذات اور میرے درمیان حائل ہے تاکہ اس کی صفات کے جمال کا اوراک کیا جاسکے۔ اگر یہ پردہ درمیان میں نہ ہوتا تو کوئی شخص بھی اس کو عیاں نہیں دیکھ سکتا تھا جو کوئی اس بات کا سمجھنے والا ہے اس کی نظر میں ایسی سینکڑوں رکاوٹیں لایعنی اور بے معنی ہوں گی۔ اگر اس آفتاب جمال کا ایک ذرہ بھی آسمان غیب مطلق سے بے نقاب ہوکر اپنی تابانی دکھائے تو یہ عالم اور اس کے تمام آثار فنا ہوجائیں اور مٹ جائیں۔ بایں ہمہ وہ خورشید ومحبوب اپنے انوار کی کرنوں کی ایک ایک شعاع کی عجیب جلوہ نمائی کرتا ہے۔ کہ کثرت کے پردوں کے پیچھے سے ہر طرف جلوہ نما ہے۔ خوباں جہاں کے عکس سے دنیا میں عیاں ہے کہ وہ پردہ سے آشکارا ہے لیکن پھر بھی پردہ میں عیاں ہے۔

ورنہ نور ذات کا تو کوئی قصور نہیں کہ وہ پردوں کے پیچھے سے بھی عیاں ہے۔ یاں ہماری نگاہوں کو اس کے دیدار کا سلیقہ نہیں آتا۔ اے اشرف جو کوئی ایسی نظر رکھتا ہے کہ پردوں میں اس کے جمال کا مشاہدہ کرسکے تو وہ خدا کو دیکھ سکتا ہے لیکن نظر اس بارے میں سرگرداں رہے گی۔
جیسا کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا ہے سمجھنا چاہیئے کہ یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ عالم کثرت میں اس کا یہ نور بحسب ظہور و تجلی ہے۔ بحسب حقیقت نہیں ہے اس لئے کہ اسکی حقیقت ذات کا ابد تک ادراک نہیں ہوسکتا اور نہ اسکا احاطہ ہوسکتا ہے کبھی بھی نہ بحسب مجموع نہ بحسب تفصیل۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ نسبت شہود کا ملکہ پیدا ہوجانے کو صوفیہ کرام وصول اور مشاہدہ کہتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو عروس وصول کے ناظر ہیں اور خورشید ہائے حصول کے دیکھنے والے ہیں ان کا کچھ اور ہی مشرب ہے (وہ یہ بات نہیں کہتے) کہ ان کے مشرب کی وضاحت کے لیے عبارت کا دامن تنگ ہے اور نہ اشارات میں اس کو سمو سکتے ہیں اور نہ اس کا وزن کرسکتے ہیں۔[۱]

مثنوی

دیدن رخسار اواندر نقاب گرچہ دارد ذوق وشوقی بی حساب
لیک درچشم شہود عارفان پردہ بررخسار نبود بیگمان

---

[۱] بے حجابی میں بھی نکلیں ان کی پردہ داریاں:۔ شمسؔ وہ اتنے نمایاں ہیں کہ پنہاں ہوگئے

بلکہ ایشان رادرین ذوق وصال　　　ہست ذوقی دیگر ازراہ کمال

ترجمہ:۔اس محبوب کے رخسار کا دیدار نقاب کے اندر اگر چہ بڑے ذوق وشوق کا حامل ہے۔لیکن عارفوں کی نگاہ شہود میں اس کے رخساروں پر کوئی پردہ نہیں ہے بلکہ ان حضرات کو اس ذوق وصال میں ایک دوسرا ذوق ازراہ کمال حاصل ہے۔

ہر چند کہ عارفوں کو دنیا کے کارخانۂ عروسی میں عروس زیبا نگار یعنی پروردگار کا مشاہدہ حاصل ہے لیکن اس عروس زیبا نگار کے رخساروں پر جو ایک باریک پردہ پڑا ہوا ہے وہ اس دنیا میں نہیں اٹھ سکتا۔اس لیے کہ اس کے اٹھنے کا وعدہ دار آخرت میں کیا گیا ہے۔تا کہ مشاہدہ ورویت میں فرق باقی رہے۔یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جس قدر لطافت زیادہ ہوگی۔اسی قدر مشاہدہ کی نسبت کامل تر ہوگی۔پس اس دار امکان اور دار آخرت کی لطافت کے درمیان فرق ظاہر ہے۔اور یہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے **لو کشف الغطاء لماازددت یقینا** اگر یہ حجاب دور بھی ہو جائے تو یقیناً میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا (اس کی ذات پر جیسا یقین اس وقت ہے اس وقت بھی رہے گا۔) اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع یقین میں تو کچھ زیادتی نہیں ہوگی۔ہاں شوق وصول اور ذوق حصول میں اضافہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ ابوالبرکات تقی الدین علیؒ الدوستی السمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب کبھی سالک تجلی کے وقت کسی صورت کا مشاہدہ کرے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ تجلی صوری ہے اور حق تعالیٰ کو اس صورت سے منزہ سمجھنا چاہیئے۔البتہ اس کو تجلی حق تعالیٰ جاننا چاہیئے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے انی انا اللّٰہ کی آواز سنی تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ درخت جس سے یہ آواز آئی تھی خدا تھا تو ایسا کہنے والا کافر ہے اور کوئی یہ کہے کہ یہ بات خدا نے نہیں فرمائی تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔پس تجلی صوری کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیئے اور ایسا ہی اعتقاد ضروری ہے اس روز جبکہ انہوں نے یہ بات فرمائی۔اخی علی دوستی بھی موجود تھے۔حضرت شیخ نے فرمایا کہ مجھے علی دوستی کا یہ واقعہ اور جو کچھ انہوں نے اس وقت کہا بہت پسند آیا میں اس وقت درویشوں کے اعتقاد کی استقامت کے لیے اس کو بیان کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے اس سال ایک بار کل موجودات کی صورت میں،،تجلی فرمائی۔علی دوستی نے اس کی تنزیہ اور تسبیح ان الفاظ میں بیان کرنی شروع کر دی جو صور لفظی میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے ادا کرائے تنزیہ وتسبیح اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کے متعلق ان سے دریافت کیا کہ کیا تو نے مجھے دیکھا۔علی دوستی نے جواب دیا نہیں اے پروردگار! فرمایا کہ پھر یہ جو کچھ دیکھا یہ کیا تھا۔؟ علی دوستی نے کہا کہ یہ سب تیرے آثار وافعال اور صور صفات تھے تیری ذات تمام چیزوں سے منزہ وپاک ہے۔ان کا یہ جواب بارگاہ رب العزت میں بہت پسند کیا گیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے طوالع الشموس ؒسے یہ بات نقل فرمائی کہ جب یہ بات محقق ہوگئی کہ بصارت بصیرت سے ہے اور اس سے قائم ہے اور کوئی ادراک بھی بغیر اس کے نہیں ہوسکتا۔ جیسے شعاع جو چراغ کی روشنی سے متعلق ہے اسی طرح بصارت کا تعلق بصیرت سے ہے پس کسی صورت کا دیدار بھی اس وقت تک ہے جب تک بصیرت، بصارت کے ساتھ ہے اور اس سے متعلق ہے۔ جب بصیرت کا تعلق حق سے ہوگیا اور وہ حس باقی سے متعلق ہوگئی اور اس کی طلب اس میں پیدا ہوگئی تو پھر یہ بصارت کہاں باقی رہی وہ تو رخصت ہوچکی کہ اثر بغیر موثر کے نہیں پایا جاتا جب بصیرت نہیں تو بصارت بھی نہیں۔ اس موقع پر بصارت خود بصیرت بن جاتی ہے۔ اور اس کا وصف اختیار کرلیتی ہے پھر وہ کسی صورت کو نہیں دیکھتی اور بصیرت میں حق جلوہ گر ہے۔ پس اب بصارت و بصیرت میں سوائے حق کے کوئی دوسرا نہیں رہا اور جب بصیرت صفت حق بن گئی تو اب بصارت بصیرت بن کر نہ قبل دیکھتی ہے نہ بعد، نہ دایاں دیکھتی ہے نہ بایاں نہ اس کے فوق ہے نہ تحت ہے۔ اب نہ یہاں مناسبت اضداد باقی رہتی ہے اور نہ مشابہت انداد (صندین کا شکل میں آنا) اب بس وہی جیسا کہ وہ ہے رہے گا۔ وھو کما ھو لا ھو اس نسبت کا تعلق صرف کشف سے ہے کہ قوت ادراک یہاں بیکار ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ نے اس بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ	نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ
یُدْرِکُ الْاَبْصَارَج [۲]	احاطہ کئے ہوئے ہے سب نگاہوں کا۔

یہاں غور کرو۔ دیکھو کہ بصیرت یہاں کارفرما ہے اور عقل اس کے ادراک سے بیکار ہے۔ بہرحال یہ بحث بہت طویل ہے۔ ہزاروں دفتر بھی بھر جائیں پھر بھی اس نکتہ رویت کو نہیں پاسکتے۔

رویت کے اقسام وانواع

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف میں:

سیرون ربکم یوم القیامۃ کماترون القمر فی لیلۃ البدر.	نزدیک ہے کہ تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔

عارف کے لیے ایک انکشاف کامل ہے۔ جس میں معارف غریبہ پوشیدہ ہیں اور یہ بات معلوم ہوگی کہ رویت تین طرح کی ہے۔ یقین مشاہدہ اور عیانی۔ یقین یعنی رویت الیقینی، یہ جملہ مومنین کو حاصل ہے کہ ہرایک جانتا ہے کہ رویت حق تعالیٰ حقیقی ہے اور ہم اس کا دیدار کریں گے۔ یہ قسم عوام ہے۔ اور مشاہدہ یہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے وہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی کرتے ہیں لیکن چشم دل کے ساتھ:

کــانـــہ یــراک　　　گویا کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

اور رویت عیانی کا تعلق کل قیامت سے ہے کہ چشم سر سے اس کا دیدار کریں گے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا کہ وصول علم یقین ایسے صوفیہ کرام کو حاصل ہے جو صرف کامل ہی نہیں بلکہ مکمل (کمال پر پہنچانے والے) ہیں۔ یہی وصول علم الیقین رویت ہے۔

چنانچہ رسالہ غوثیہ میں ہے:

یـاغـوث مـن سـانـی عـن الـرویـت بـعـد الـعـلـم فهـومـحـجـوب بـعلم الروية فمن ظن ان الرويت غير العلم فهو معذور

یا غوث حصول علم کے بعد جس نے مجھ سے رویت کے بارے میں دریافت کیا وہ علم رویت سے محجوب ہے جس نے یہ سمجھا کہ رویت غیر علم ہے وہ معذور ہے۔

وصول کیا ہے؟

ایک موقع پر وصول کے بارے میں گفتگو ہونے لگی کہ وصول کیا ہے تو حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شبلی قدس سرہ سے دریافت کیا کہ وصل کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ عطفتین کو دور کردے۔ تجھے وصل حاصل ہوجائے گا۔ یعنی دومیلانات یا دو خواہشات کو ترک کردے اس پر سائل نے سوال کیا کہ حضرت عطفتان کیا ہیں؟ **قــال قــام ذرـة بيـن يـديـكـم فحجبتكم عن الله** کہ ایک ذرّہ تمہارے سامنے ایستادہ ہے پس وہ تمہارے لئے خدا سے حجاب بن گیا ہے۔ سائل نے پھر سوال کیا

فقال ماتدک الذرة قال الدنياو العقبىٰ　　کہ یہ ذرہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَاوَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ[۱]　　تم میں سے کوئی دنیا کا ارادہ کرتا تھا اور کوئی آخرت کو چاہتا تھا۔

پس ان میں اللہ کا طالب کون ہے۔ پھر شبلیؒ نے فرمایا:

اذقـلـت الـلّٰه فهو اللّٰه و اذاسكت فهو الـلّٰـه يـامـن هـم لاهـو سبحانه وحده لاشريک له　　جب تو نے کہا اللہ تو وہ اللہ ہی ہے اور جب تو خاموش رہا تو بھی اللہ ہی ہے، اے وہ ذات جس کے سوا کچھ نہیں وہ پاک اور واحد ہے۔

یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہوگئے ان کو وہاں سے اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا وصول دو طرح پر ہے ایک تو وہ ہے جس کے بارے میں علمائے ظاہر فرماتے ہیں کہ:

الـعـلـم بـالـلّٰـه وصول اليـه　　اللہ تعالیٰ تک پہنچنا علم باللہ ہے۔

---

[۱] پ۴ آل عمران ۱۵۲

چنانچہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا علم یہ ہے کہ جس نے اسکو جانا اوراس پر ایمان لایا گویا وہ اس تک پہنچ گیا،اور دوسری نوعیت وصول کی ہے جوصوفیائے کرام بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ''غیر سے الگ ہوجانا اور خدائے عزوجہ سے اتصال حاصل کرنا وصول ہے،، اس لئے کہ بندے اور خدا کے درمیان نہ آسمان، نہ زمین نہ پہاڑ نہ دریافت دشت نہ بیابان کوئی چیز بھی حجاب نہیں،سوائے اس کے کہ بندہ غیر کے ساتھ مشغول ہو۔

شعر

چون نماند دردلت اغیار نام   پردہ ازمجوب برخیز وتمام

ترجمہ:۔جب تیرے دل میں غیر کا نام باقی نہیں رہے گا تواس مجوب کے رخ سے تمام پردے اٹھ جائیں گے۔

اس منزل پر سالک کوکمال مشاہدہ اس درجہ مستغرق کردیتا ہے کہ اس میں کسی غیر کونہیں سنا جاسکتا۔

مصرع:اَنا من اھویٰ ومن اھویٰ انا

ترجمہ:۔میں وہ ہوں جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور جس کو میں دوست رکھتا ہوں وہ میں ہی تو ہوں۔سے اس مرتبہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مثنوی

ہمدم گراز برذُرّ وجود   غرق گردد دردل بحرشہود

دُرّودریا ہردو باہم گم شود   ہمچو جوئی کاخران قلزم شود

ترجمہ:۔اگرکوئی ہمدم ایک دُرّ وجود کے لیے بحرشہود کے اندرغرق ہوجائے تو اس وقت دراور دریا دونوں ایک ہوجائیں گے جس طرح ایک نہر قلزم میں گرکرخود قلزم بن جاتی ہے

مومنوں کی رویت

جب یہ ذکر چھڑا کہ مومنوں کورویت حق کس طرح ہوگی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا مومنوں کی رویت کے بارے میں وضاحت یہ ہے کہ اصحاب سنت وجماعت اورارباب دین ودیانت کی رائے اس سلسلہ میں مشہور ہے اوران کا اعتقاد ظاہر ہے۔اور اسلاف کرام کی کتب عقائد میں اس کی صراحت موجود ہے۔حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سلسلہ میں آئی ہے:

واذانظروا الی الجمال طابوا   اور جب اس کے جمال کا نظارہ کریں گے تو شادماں ہوں گے

واذانظروا الی الجلالہ زابوا.   اور جب اس کے جلال کا مشاہدہ کریں گے تو پگھل جائیں گے۔

یعنی جومومنین بہشت میں پہنچیں گےاور بہشت کوحور وغلماں سے آراستہ پیراستہ پائیں گے تو خوشی سے مست ہوجائیں گے اوراس کے بعد جمال حق کا نظارہ کریں گے تو بے حد وحساب طرب حاصل ہوگی۔اور جب جلال حق پر نظر کریں گے تو ان میں گداز پیدا ہوگا

پ۴ آل عمران ۱۵۲

شعر

چشم شوخ تو خون من ریختہ بود
آہ ازنہ لب تو دستگیرم بودی

ترجمہ:۔ تیری شوخ چشم نے میرا خون کردیا ہے۔آہ تیرے لبوں نے میری دستگیری نہ کی۔ کہ بہشت پگھلنے کی جگہ نہیں۔

قطعہ

چون جمال یار دیدہ آن زمان ‏ درطرب آیندازحسنش نیاز
ورجلال اونماید ذرّۂ ‏ گربود صدکوہ آید درگداز

ترجمہ:۔ جب دوست کا جمال دیکھیں گےتو دوست کا حسن دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوں گےاگراس کا جلال اپنا ایک ذرہ بھی بے نقاب کردےتواگرسو پہاڑ بھی ہوں پگھل جائیں۔

اس موقع پر شیخ خادم حسین نے عرض کیا کہ گداختن،، سے یہاں کیا مطلب ہے؟ کیا یہ گداز حقیقی ہے یااس کی کوئی تاویل ہے۔حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا کہ یہ گداختن حقیقی نہیں ہے۔کہ جنت پگھلنے کی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ گداختن سے مراد یہ ہے کہ جب وہ جمال حق کا مشاہدہ کریں گےتوان تمام چیزوں کو بھول جائیں گے جوانہوں نے جنت میں دیکھی ہوں گی۔اوراس وقت ان کوکوئی چیزیادنہ رہے گی۔اوروہ یہ خیال نہ کرسکیں گے کہ وہ چیزانہوں نے دیکھی ہے یانہیں!

غزل

چوبینند عاشقان درروئ معشوق ‏ چہ معشوق کہ اور انیست ثانی
زنند خیمہ زملک خویش بیرون ‏ زدیدار جمال کامرانی
جمال حور دارد کامرانی ‏ بجنب صورت آن پر معانی
بل ازہر دوجہان چیزی نباشد ‏ کہ تمثیاش بود ازانس وجانی
اگر از نعمت کونین معرض ‏ نباشد پیش حسن جاودانی
مگوازناظران روئ باقی ‏ کہ نبود ازوجود خویش فانی
اشرف ازگلشن دیدار آنکس ‏ گلی چیسند کہ داند باغبانی
اگر نبود وجودش ہمچونرگس ‏ جہ بینند گلشن دیدار جانی

ترجمہ:۔جب عاشقوں نے معشوق کے چہرے میں دیکھا۔ ایسا معشوق کہ جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ تو اپنے ملک سے باہر خیمہ زن ہوگئے، دیدار جمال سے کامران ہوئے۔ حور کا جمال کامرانی کا حامل ہے۔ جو اس پر معانی صورت میں ہے بلکہ دو جہاں میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو انس وجانی کی تمثیل ہو۔ اگر کونین کی نعمت بھی حاصل ہوجائے تو حسن جاودانی کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے باقی کا چہرہ دیکھنے والوں سے نہ کہو کہ اپنا وجود

فانی نہیں تھا۔اس کے گلشن دیدار سے اشرف نے وہ پھول چنے جو باغبان جانتا ہے۔اگراس کا وجودنرگس کی طرح نہ ہوتا تو گلشن میں دیدار جانی کیسے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

وَاِذَارَاَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نَعِیۡماً وَّ مُلۡکًا کَبِیۡرًا ۱؎ — اور جب تو وہاں (کسی طرف بھی) نظر اٹھائے نعمت ہی دیکھے اور بہت بڑی بادشاہت۔

منقول ہے کہ جب مومنین جمال حق کی پہلی نظر دیکھیں گے تو اس کے ذوق سے اسّی سال تک مست و بے خبر رہیں گے۔

بیت

جمال درنظر شوق ہم چنان باقی — گدا اگر ہمہ عالم بدود ہند گداست

ترجمہ:۔نظر شوق میں آرزوئے جمال اسی طرح باقی ہے اگر گدا اگر کو تمام عالم بھی دے دیا جائے جب بھی وہ گدا گر رہے گا۔

اس موقع پر قاضی اشرف نے عرض کیا کہ جب مومنین حال دیدار میں ہوں گے وہ ان چیزوں سے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔جیسے نعمتوں سے بہرہ ور ہونا،حوروں سے مباشرت کرنا اور اس طرح کی دیگر لذتوں سے بہرہ یاب اور محفوظ ہوں گے یا نہیں؟اس کا جواب ''معدن المعانی،، میں اس طرح دیا گیا ہے کہ یہ تمام نعمتیں دوسری حالت میں ہوں گی لیکن یہ نعیم دارین میں جمع نہیں ہوسکتی ہیں کہ بہشت کی لذتوں اور خواہشات لذت کے اعتبار سے دیدار خداوندی کل نعیم کا دیکھنا ہے۔یہ ایک نعمت نعیم دارین کا جمع ہوجانا ہے۔کسی نے خوب کہا ہے۔

فرد

ہرچہ ہست ازمنظر حسن وجمال — محو گردد پیش حسن لایزال

(ہیچ ہیں سب منظر حسن وجمال — سامنے ہے جب وہ حسن لایزال)

اس اعتبار سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بہشت حواس کی بہرہ مندی کے لیے تو ایک معدن ہے لیکن دل کی لذت تو خدائے عزوجل کے دیدار میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ صوفیہ کرام کا طبقہ عالیہ اگرچہ جنت میں حور وقصور کی طرف متوجہ اور ان کی لذتوں سے بہرہ یاب ہوگا لیکن ان کا ذوق وشوق عام مسلمانوں کے ذوق وشوق سے سوا ہوگا بلکہ وہ رویت الٰہی جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے حورعین کے نظارہ اور مندرجہ بالا محلات کے ملاحظہ سے حاصل کرینگے یہ نکتہ ہر طبیعت کے ادراک کے لائق نہیں ہے۔

قطعہ

کسی کو اینچنین ادراک باشد زلذتہائ بشری پاک باشد
بود ذوقی مرایشان رابدیدار کہ برتر ازہمہ ادراک باشد

ترجمہ:۔ جب کسی کوایسا دیدار میسّر آجائے جوادراک سے بالاتر ہےتو یقیناً بشری لذتوں کی کیا پرواہ کرے گا۔ ذوق دیداراسی کو ہوسکتا ہے جوتمام ادراک سے بلندوبالا ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرافرماتے ہیں کہ رویت کی لذّت شوق کے اندازہ کے مطابق ہے جس مقدار کاکسی کوشوق ہوگا (اتنا ہی بہرہ یاب ہوگا) بعض کودنیا سے مشتاق لے جاتے ہیں اور یہ بہت بڑا کام ہے۔

قطعہ

روزمحشر کہ من ازخواب گراں برخیزم ہمچونرگس بجمالت نگران برخیزم
گردرانجای شہیدان غمت راطلبند من بخون غرق کفن نعرہ زنان برخیزم

ترجمہ:۔ جب روزمحشر میں خواب گراں سے میں بیدار ہوں گا تو نرگس کی مانند تیرے جمال کودیکھتا ہوا اٹھوں گا اوراگروہاں تیرے غم کے شہیدوں کوطلب کریں گے (پکاریں گے) تو میں خون میں غرق کفن میں سے نعرہ مارتا ہوا اٹھوں گا۔

اور بعض حضرات کواللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے آخرت میں یہ شوق عنایت فرمادے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا جب دوزخیوں سے اللہ تعالیٰ ماکثوافرمائے گا (دیرتک انتظار کرو) تواس خطاب کی لذت سے دوزخی عذاب کی وحشت اوردوزخ کی عقوبت کوبھول جائیں گے۔ جیسا کہ حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا

یـاغـوث لاوحشـت ولاحـرقة فـی النـار بعد الخطاب لاهلها یاغوث دوزخیوں سے خطاب کے بعد آگ میں حرکت اور وحشت باقی نہیں رہے گی

ان کارونادھونااورآہ وبکا کرنافراق کے باعث تھانہ کہ بوجۂ عذاب۔

قطعہ

چویوسف برسرزندان گذر کرد خطابی کرو بازندانیان ساز
زیاد شوق آن آواز زندان شدہ گلشن پراز گلہائ طناز

ترجمہ:۔ جب حضرت یوسف قید خانہ کی طرف سے گذرے اورقیدیوں سے مخاطب ہوئے تو قید خانہ ان کی یاد کے شوق میں رنگا رنگ پھولوں سے مہکتا ہوا گلشن محسوس ہونے لگا۔

حضرت قدوۃ الکبرافرماتے تھے کہ جب طالب کا دل آتش شوق کے دیدار سے جلتا ہے اور سالک کی جان یار

کی محبت کے شعلے سے جلنےلگتی ہےتواس وقت تمثیل کے پانی سے اسکی اس آگ کوٹھنڈا کیا جا تا ہےاس لیے کہ عاشقوں کے لیے یہ لباس تمثیل نہ ہوتو ان کالباس حیات پارہ پارہ ہوجائے۔

قطعہ

عاشقان راوصال دانی چیست — یافتن راہ دربساط مثال
زانکہ وصل خدائ بی کم وکیف — جزتمثل محال ہست محال

ترجمہ:۔تمہیں معلوم ہے کہ عاشقوں کے لیے وصال کیا ہے؟ ان کا وصال یہ ہے کہ ان کو بساط مثال کی طرف راستہ مل جائے اس لیے کہ اس ذات کا جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے تمام اغراض سے پاک ہے،سوائے تمثیل کے وصال محال ہے محال۔

چنانچہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اضطراب واشتیاق بہت زیادہ ہوااور جدائی کی آگ حد سے بڑھ گئی تو آپ کو معراج مثال کا عروج عطا کیا گیا۔(معراج عطا ہوئی)اور آپ کے سراقدس پر وصل کا تاج سجایا گیا۔حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رایت ربی فی لیلة المعراج فے احسن — میں نے اپنے رب کولیلۃ المعراج میں ایک جوان امرد
صورتہ شاب اوامردذی قطط — مرغولہ موکی بہترین صورت میں دیکھا۔

اوراسرارمثال سے مطلع ہونا کوئی آسان کام نہیں ہےاورانوارمثال پرنظررکھنا کسی معمولی کردار کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطعہ

ای براور پایٔ درراہ مثال — مشکل است وبہترین پندار حال
ہرکرا شاہ مثال یار داد — برسریر لایزالی پانہاد

ترجمہ:۔اے دوست راہ مثال میں پاؤں رکھنا بہت مشکل ہے لیکن اسکوبہترین حال سمجھنا چاہیئے۔جس کسی کوشاہ مثال اپنے حضور میں باریاب فرماتا ہے۔گویااس نے لایزالی تخت پر اپنا قدم رکھ دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒانے فرمایا کہ شیخ سہل عبداللہ تستری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضوررسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہوراس عالم میں ایک تمثل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نوروجودکوتمثیل مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور پیکرکوتخیل مرتضوی میں جلوہ نمافرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ [1] — بے شک جلوہ گرہواتمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدپُرنورکاسایہ نہ ہونااسی بناء پرتھا۔

---

[1] پ ٦ المائدہ ١٥

شعر

سایہ نداری کہ تو نورمہی روکہ تو خودسایہ نور الٰہی

ترجمہ:۔ چونکہ آپ ایک عظیم نور تھے اس لیے آپ کا سایہ نہ تھا اور نور الٰہی کا سایہ کس طرح ہوسکتا تھا۔
بے شک آپ کا وجود مبارک آفتاب حقیقت کا پرتو تھا اور ظاہر ہے کہ پرتو کا سایہ نہیں ہوتا

مثنوی

بود ذاتش پر توخورشید ذات تافتہ انوارِ اور ازشش جہات

لاجرم نور خدا مسند بود سایہ اوانوار باہم ضدبود

ترجمہ:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی خورشید ذات کا ایک پرتو تھی جس کے انوار شش جہات سے تاباں تھے۔ بے شک خدا کا نور حقیقت محمدی میں تھا اس لیے اس کا سایہ نہ تھا کہ سایہ اور نور تو باہم متضاد ہیں۔ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

امام ابوبکر قحطیؒ فرماتے ہیں:

رایت رب العزۃ علی صورۃ النبی الامیؐ. میں نے خدا کو نبی الامی کی صورت میں دیکھا۔

اور مجھے معلوم ہے کہ یہ ذات گرامی کون ہے تو النبی الامی کو سمجھ اور عندہٗ ام الکتاب (اور اس کے پاس ام الکتاب ہے) کو پڑھ اور سمجھ۔ اور یہ جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ یہی تمثیل ہے۔ یہ بطور تمثیل وتشبیہ نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت مولانا رومیؒ کے معارف سے یہ بات فرمائی کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ انسان دنیا میں اس حشمت سرمدی کے لائق اور دولت ابدی کے شایاں اس وقت بن سکتا ہے کہ جب وہ اس عالم سفلی سے گزر کر گلزار علوی میں پہنچ جائے جس طرح وہ پہلے لالہزار علوی سے نکل کر اس کوہسار سفلی میں آیا تھا۔

قطعہ

اگر خواہی کہ بینی بارعلوی زسفلی برگذر وآثار علوی

کہ علوی روئے علوی رابہ بیند درین گلذار سفلی گل بچیند

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکثر سالکوں کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجاہدہ سے مشاہدہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور بعض حضرات کو اس حالت میں کہ مسند نشین ریاست ہوتے اور صدر بالش پر بیٹھے ہوتے ہیں اس عروس کا نظارہ میسر آجاتا ہے۔ بہرحال وہ مستغنی ہے جیسا چاہے کرے کسی کے لئے دم مارنے کا موقع نہیں ہے۔

مثنوی

یکی پیمودہ راہ عشق بسیار بدیدہ تاجمال یار دلدار
یکی در بزم عیش خودنشستہ شراب وصل خوردہ باخجستہ

چنانچہ خواجہ مظفرؒ سے منقول ہے کہ فرماتے تھے جو کچھ دوسرے لوگوں کو سخت مراحل، خونخوار جنگلوں کو طے کرنے اور جانگداز دشت و در میں رہنے کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ میں نے سروری اور حکومت کے تخت پر بیٹھ کر پالیا۔ اصحاب رعونت ان بزرگ کے اس قول کو ایک دعویٰ سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ایسا کہنا ان کے حال کا نقص تھا۔ نشان کمال نہیں تھا۔

بدستان راست نابدکار رستم ززالی زشت آید زیب پرچم

ترجمہ:۔ عام لوگ رستم نہیں بن سکتے اور عورتوں کے ہاتھ میں پرچم زیب نہیں دیتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں بابا تنگر قلی جو قلماق ترک تھے اور دوسرے دوست علی جو اوزبک ترک تھے منازل سلوک طے کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان دونوں اصحاب کے حال کے مطابق ہر ایک کے لئے الگ الگ طریقہ کار مقرر کیا گیا۔ تنگر قلی کو ذکر کے لئے ایک ایسا کمرہ عنایت کیا گیا جس میں اعلیٰ درجہ کا فرش تھا اور دوست علی کے لیے سخت ریاضت مقرر کی گئی۔ ہمارے بعض ساتھی اس موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ مرشد حضرات حاذق اطبا کی مانند ہیں کہ وہ مرض کے مطابق ہی ادویہ سے کام لیتے ہیں۔

مثنوی

طبیبان انظر تیزاست ای یار کہ درد ہر کسی دانند زنہار
یکی از درد سر دیگر زسودا بنالیدند ہردو پیش بیطار
زنظر تربیت فرمود شان را گلاب این را وآنرانیز جادار

ترجمہ:۔ اے دوست جو طبیب ہیں ان کی نظر بہت تیز ہے اور وہ ہر ایک کی بیماری کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ دو شخص تھے ایک کے سر میں درد تھا اور دوسرا سودا کی بیماری میں مبتلا تھا۔ یہ دونوں بجائے طبیب کے معالج حیوانات کے پاس پہنچ گئے، اس نے دونوں کے علاج کیلئے گلاب تجویز کر دیا (حالانکہ دونوں مرض ایکدوسرے کے متضاد ہیں)

پس کچھ عرصہ کے بعد تنگر قلی حجرۂ تربیت سے فارغ ہو کر باہر آئے تو حضرت نے ترکی زبان میں پوچھا ''از حجرہ کوردنگر،تو انہوں نے کہا ''منی بعناء پیکر ادل کوروم وکیم ہیچ کبشین عالمدار کورمسابولقاہی اور فی البدیہہ ترکی زبان میں یہ شعر پڑھا

شعر ترکی:۔

کوروم اول خورشید نی کم برچہ عالم ذرہ
دورایچندم اول دریانی کم کم عرش پرسنگ قطرہ

(اس سے آگے آخر تک ترکی عبارت ہے)

لطیفہ۱۰

تفکرومراقبہ،جمع وتفرقہ کے شرائط

(دربیان شرائط تفکر ومراقبہ وجمع وتفرقہ)

قال الاشرف:

التفکّرھوالاخراج عن الباطل والاندراج فی الحقّ الکامل

ترجمہ:۔اشرف جہانگیرسمنانی فرماتے ہیں کہ باطل سے خارج ہونااورکامل حق میں مندرج ہوناتفکّر ہے۔

حضرت قدرۃ الکبرانے فرمایاکہ کوئی عبادت تفکّر سے بالاترنہیں ہے۔نوعِ انسانی کودوسری انواع کے مقابل میں اس سےشرف خاص حاصل ہے وہ شریف ترین قوت جوسرشتِ انسان میں انواع کےاعتبار سے رکھی گئی ہےاورنفیس ترین جوہر جوسلسلہ جسمانی میں ددیعت کیاگیاہےوہ یہی تفکّر ہے۔

مولاناروم فرماتے ہیں:۔

بیت

ای برادر توہمین اندیشۂ مابقی تو استخوان وریشۂ
گرگل است اندیشہ توگلشنی وربود خارتو ہیمہ گلخنسی

ترجمہ:۔اےعزیز!تیرےاندرجوکچھ ہےوہ یہی اندیشہ اورتفکرّ ہےاس کےعلاوہ جوکچھ ہےوہ محض ہڈیاں اوررگیں اورپٹھے ہیں۔اگرتوپھول ہےتوتیرااندیشہ گلشن ہےاوراگرتوخارہےتوآتش دان میں جائےگا

صوفیہ کرام کےنزدیک تفکر کےچندمراتب ہیں جب مقدّ ماتِ علوم میں سالک کوغوروفکر پیداہوتواس کوتذکر کہتے ہیں۔اورجب وہ اس مقام سےترقی کرتاہےاوراس سے بلندمقام پرپہنچتاہےتواس کوفکرت کہتے ہیں اورفکرت سے جوکچھ حاصل ہوتاہے اس کانام تفکرہے۔(پس اس طرح یہ تین مراتب ہوئے۔تذکر،فکرت،تفکر)چنانچہ گلشن راز کےمصنف(محمودد شبستری)فرماتے ہیں۔

مثنوی

تفکّر رفتن ازباطل سوئ حق بجز واندر بدیدن کل مطلق
حکیمان کاندرین کردند تصنیف چنین گفتند درہنگام تعریف
کہ چون حاصل شوددردل تصوّر نخستین حال او باشد تذکّر
وزوچون بگذرد ہنگام عبرت بود نام دی اندر عرف فکرت

تصوّر کان بود بہر تدبّر بنزد اہل دل باشد تفکّر

ترجمہ:۔ باطل سے نکل کر حق محض کی طرف پہنچنا اور کل مطلق کا دیکھنا تفکر ہے۔ حکما اور ارباب دانش نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے تفکر کی تعریف کے وقت وہ اس طرح کہتے ہیں کہ جب دل میں تصوّر حاصل ہوتو پہلے مرتبہ میں اس کا نام تذکر ہوگا اور جب اس کے آگے عبرت کے حصول کے لئے قدم بڑھایا جائے گا تو پھر اس کا نام فکرت ہوگا، وہ تصّور جو تدبّر کے لئے ہو اہل دل اس کو تفکّر کہتے ہیں۔

جناب قاضی حجت نے ان تینوں آثار کا استفسار کیا ہے کہتے ہیں کہ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

تفکر ساعة خير من عبادة ستة وستين سنة ومن عبادة الثقلين

(ایک گھڑی کا تفکر چھیاسٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جن وانسان کی عبادت سے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہر ایک شیخ نے اس حدیث نبوی اور اخبار مصطفوی کے معانی اپنی اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق مراد لئے ہیں۔ بعض شیوخ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث شریف میں پہلا اشارہ دلائل اثبات صانع میں تفکر ہے اور دوسرا اشارہ دلائل وحدت صانع میں تفکّر ہے اور تیسرا اشارہ صانع حقیقی سے جو عجائبات اور ضائع غریبہ ظہور میں آتے ہیں ان میں غور وفکر کرنا ہے۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ پہلا اشارہ عالم ملک میں تفکر کی طرف ہے اور دوسرا عالم ملکوت کے تدبر کی طرف، اور تیسرا عالم جبروت کے تحیرّ پر ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں پہلا اشارہ اجزائے بدنیہ اور اعضائے نفسیہ میں تفکّر کی طرف ہے اور دوسرا اشارہ دلالت کرتا ہے انوار قلبی اور آثار لاریبی میں تفکر کرنے پر اور تیسرا اشارہ دلالت کرتا ہے پے بہ پے کواشف روحیہ اور یکے بعد دیگرے عوارف فتوحیہ کی جانب، لیکن اس فقیر (قدوۃ الکبرا) کے نزدیک پہلا اشارہ ہے توحید افعال کے تذکر کی طرف اور دوسرا دلالت ہے فکرت توحید صفات پر اور تیسرا اشارہ حصول تفکّر توحید ذات کی طرف اور اس میں فنا ہو جانے کی طرف ہے افعال وصفات کے ساتھ اس لئے کہ سالک کا حصول کار اور وصولِ آثار صرف تفکّر نہیں ہے بلکہ تفکر کا نتیجہ کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ ہے غیبت وجود (اپنے وجود سے غافل وغائب ہو جانا) جیسا کہ میر حسن حسینی نے کہا ہے۔

شعر

فکر توہنوز خارخاراست چون فکر نماند عین کاراست

ترجمہ:۔ ابھی تو تیری فکر الجھنوں میں گرفتار ہے جب کوئی فکر نہ رہے تب سمجھ کہ اب کام بنا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سب سے بہترین نعمت جو انسان کے خوانِ دل میں رکھی گئی ہے اور عظیم ترین دولت جس کی طرف لوگوں کو راغب کیا گیا ہے وہ تفکّر ہے۔ اس بناء پر اصحاب تفکر اور ارباب تذکر کو قرآن مجید میں خطاب کے شرف سے نوازا گیا ہے اور چند مقامات پر ان کی نفاست کے باعث یاددہانی کرائی گئی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً [۱]

جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں وہ غور کرتے ہیں۔ (کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ (سب کچھ) بیکار پیدا نہیں کیا۔

مثنوی

چہ گوہر آمد از دریائے افکار — کہ نرخ اوبود کونین یکبار
چوگوہر افتداز دریاء فکرت — بدست آید ہمہ صحرائے فطرت
چہ سودی ہست درسودائے فکرش — کہ برتر آمد از کالائے ذکرش
چہ سرّی ہست در راہ تفکرّ — کہ برہم میزندول ازتحیّر
چوفکرت نیست درانبان انسان — مگوانسان کہ ناطق نیست حیوان
چوانسان شد بنطق ہرمعانی — بیان ملہم از بہرچہ خوانی
چوانسان رانباشد از تفکّر — چہ حاصل آید ازوی جزمدوّر
زہی کز فکر یوی در جلاوت — ہزاران سال ندید ازعبادت
ازان فرمود آن فرخندہ افعال — کہ فکرت ساعت وسبعین الف سال
زہی بہر تفکّر تیز رفتار — کہ اور انیست ہردہ بحروکہسار
شرف از فکر یابد بہرہ سالک — شود برگردش افلاک مالک

ترجمہ:۔تفکرّ دریائے فکر کا ایسا گوہرِ آبدار ہے کہ یہ کونین اس کا یکبارگی سودا ہے۔(یعنی دونوں جہان اس کی پہلی بولی (نرخ یکبار) ہیں۔اگر دریائے فکر سے یہ موتی تیرے ہاتھ آجائیں تو کیا کہنے ہیں کہ ان کے حاصل ہونے سے تمام صحرائے فطرت تیرے قبضہ میں آجائے گا۔اس سودائے فکر کا ذرا نفع تو دیکھو کہ اس متاع ذکر سے اونچی اور بلند قیمت اور کوئی متاع نہیں ہے۔راہِ تفکّر پر چلنا کیسا بھید ہے کہ حیرت سے دل برہم ہوجاتا ہے۔اگر انسان کی جھولی میں فکر کا سرمایہ نہیں ہے تو اس حیوان کا ناطق ہونا تو کجا حیوان ہونا بھی مشتبہ ہے۔انسان جب اس قوت نطق کی بدولت ہر معانی کو سمجھتا ہے تو پھر بیان ملہم کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ انسان کے پاس اگر تفکر کا سرمایہ نہیں ہے تو پھر وہ یوں ہی پرکار کی طرح چکّر کھاتا رہے گا۔اس سرمایہ کے کیا کہنے جس کی بدولت فکر کو توانائی اور جوانمردی حاصل ہو اور ایسی توانائی جو ہزاروں سال کی عبادت سے بھی نہیں آسکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت کی فکر ستّر ہزار سال کی عبادت سے برتر ہے۔سبحان اللہ تفکّر کی چال اس قدر تیز رفتار ہے کہ بحر و کہسار کوئی اس کے مانع وحائل نہیں ہوسکتے۔اے شرف (اشرف) سالک کے پاس فکر کا حصہ ضرور ہونا چاہیئے۔اگر ایسا ہے کہ وہ فکر سے بہرہ ور ہے تو وہ گردش افلاک کا مالک بن جائے گا۔

[۱] پ۳ آل عمران، ۱۹

یہاں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ ذاتِ الٰہی میں تفکر اس لئے ممتنع اور محال ہے کہ کس کی ذات پاک کا دامن دست تفکّر سے نہیں پکڑ سکتے اور پائے فکر سے اس خطرناک راستہ کو طے نہیں کیا جا سکتا (اس لئے ذاتِ الٰہی میں تفکر کرنے سے منع کر دیا گیا ہے)

قطعہ

زہی کز خوف یحذرکم روان نیست　　　نہایت منزل اوراعیان نیست
چرا بایدشدن راہ خطرناک　　　بسودائی کہ سودی کاروان نیست

ترجمہ:۔اس راہ پر چلنا پر خوف ہے کیونکہ منزل عیاں نہیں ہے لہٰذا خطرناک راہ پر کیوں چلا جائے کہ یہ سودا کاروان کے لئے سود مند نہیں ہے۔

یہ آنکھیں اس کے مشاہدہ جمال سے چکا چوند ہیں (خیرہ ہیں کیا جانیں کہ کیا دیکھا) اور بصیرت باطن اس کے جمال کی حقیقت کی دریافت سے عاجز و درماندہ ہے اور انجام کار اس کا حاصل بے سیرگی کے سوا کچھ نہیں اور سوائے خیرگی اور حیرانی کے کچھ نہیں مل سکتا۔

مثنوی

آنکہ در ذاتش تفکر کرونیست　　　فی الحقیقت آن نظر درذات نیست
ہست آن پندار او زیر براہ　　　صدہزاران پردہ آمد تاالہٰ

ترجمہ:۔ یہ جو اس کی ذات میں تفکر کر رہا ہے یہ حقیقت میں اس کی ذات میں تفکّر نہیں ہے کہ اس گمان کی راہ میں رکاوٹیں ہیں کہ اس گمان اور اس کی ذات کے مابین ہزاروں پردے ہیں۔

اگر اس کے خورشید جمال کا ایک پرتو بھی پڑ جائے تو کائنات تاب نہ لا کر معدوم ہو جائے اور اس کے خورشید ذات کی ایک کرن چمک جائے تو موجودات درہم برہم ہو جائیں۔

مثنوی

ذرہ خورشید زنور قدم　　　گرسوئ آفاق برآروعلم
نیست بودرخت ہمہ کائنات　　　ازتف یک لمعہ خوریشد ذات

ترجمہ:۔اگر اس نورِ قدم کے خوریشد کا ایک ذرہ بھی اس دنیا پر جلوہ نما ہو جائے تو تمام کائنات کا سرمایہ اس خورشیدِ ذات کی ایک تجلی سے فنا ہو جائے۔

اس سلسلہ میں مراقبہ اور محاسبہ کا تذکرہ آ گیا۔حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ سالک کی ابتدائے کار کے سلسلہ میں مشائخ عظام نے جو چند الفاظ وضع فرمائے ہیں وہ مواعظہ ومحاسبہ اور مراقبہ ہیں۔لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مراقبہ صرف مبتدی کیلئے ہے ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مبتدی کیلئے بھی ہے اور منتہی کیلئے بھی،البتہ ہر محل کے لئے اس کی کیفیات مختلف ہیں۔چنانچہ ابتداء کار میں (مبتدی کے لیے) اس کی صورت یہ ہے کہ دل میں ہمیشہ اور ہر وقت اس بات کا یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ میرے احوال کا ناظر ہے اور ان سے مطلع ہے اور جو کچھ

ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے اس کے علم میں ہے۔ بعض بزرگوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو یہی تاکید فرماتے ہیں اس لیے کہ اس صورت میں جب مرید کے تمام اوقات اس تفکّر میں گزریں گے کہ خداوند تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور میرے احوال پر ناظر ہے اور میرے اسرار سے آگاہ ہے تو پھر اس سے معصیت کا صدور نہیں ہوگا اور اگر معصیت پر آمادہ بھی ہوگا۔ تو اس یقین کے پیش نظر اس سے اجتناب کرے گا۔ اس صورت حال سے اس کی ترقی ہوگی (سلوک میں اس کے قدم آگے بڑھیں گے)

ایک شیخ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے بہت سے ارادتمند تھے۔ ان عقیدت کیشوں میں ان کا ایک مخصوص مرید تھا جو دوسروں کے رازوں سے شیخ کو مطلع کرتا رہتا تھا۔ ایک بار دوسرے مریدوں نے رشک کے باعث شیخ سے اختصاص کی وجہ دریافت کی شیخ نے کہا کہ کسی موقع پر تم کو بتادوں گا۔ ایک دن شیخ نے ان بے شمار مریدوں میں سے ہر ایک مرید کو ایک ایک چھری اور ایک ایک مرغ دیا کہ جا کر ہر ایک فرد اپنا مرغ ایسی جگہ ذبح کرے کہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ تمام مریدوں نے اپنے اپنے مرغ کو ذبح کیا اور وہ اسی طرح غیر مذبوح مرغ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ شیخ نے اس مرید خاص سے کہا کہ تم نے اپنا مرغ کیوں ذبح نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ ہو اور حضرت والا اس بات سے بخوبی واقف ہیں اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور ناظر ہے (دیکھنے والا ہے) پھر میں اس کو کس طرح ذبح کرسکتا تھا۔ یہ سُن کر شیخ نے دوسرے مریدوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس کی اس خصوصیت وزیرکی کے باعث میں نے اس کو مخصوص خدمت بخشی ہے۔

اشعار

زہی بال ہما ود۹یدۂ طیر	کہ صاحب طیربوددواہب سیر
کہ مرغان راچوداد اوکام وکارد	کزینہا مرغ بال اوکہ دارد
چودام کارد برمرغان نہادند	زبان مرغ زیرک درفت دند
جز آن مرغی کہ بدپر وردۂ بال	چہ خوش دریافتۂ ازصورت حال

ترجمہ:۔ ہما کے پر اور پرندے کی آنکھ کیا خوب ہے کہ پرندے کا مالک سیر کرانے والا ہے جس نے پرندوں کے منہ کو چاقو یا چھری کی طرح بنایا اور کیا خوبصورت پر عطا کئے۔ جب پرندوں کے گلے پر چھری رکھتے ہیں تو ہشیار پرندے کی زبان اسکے منہ میں دبا دیتے ہیں۔ سوائے اس پرندے کے جو کسی کا پالا ہوا ہو کتنی اچھی صورت احوال اس نے پائی۔

حضرت قدوۃ الکبرا ؒ نے فرمایا کہ بعض مشائخ کرام نے مراقبہ میں بیٹھنے کی مخصوص ہیئت بھی مقرر فرمائی ہے (کہ اس صورت وہئیت کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھا جائے) اور یہ کئی طرح کی ہیں۔ لیکن اس فقیر کی نظر میں مراقبہ کا تعلق باطن سے ہے ظاہری صورت سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہر حالت میں سالک اس بات پر مامور ہے کہ وہ خود کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں سمجھے۔ اس کو اپنے دل میں حاضر کرے اب اگر اس کی حضوری اور مراقبہ

کونشست سے مقیّد کر دیا جائے گا تو پھر جہاں بیٹھنے کی جگہ یا موقع نہ ملے گا وہاں مراقبہ نہیں کر سکے گا اور ایسا نہیں ہے۔

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ بعض جگہیں مراقبہ کے لئے مناسب اور لائق نہیں ہیں جیسے غسل خانہ، پیشاب کرنے کی جگہ یا وہ جگہ جہاں مباشرت کی جاتی ہو لیکن یہ قید ان لوگوں کے لئے جو ہمہ وقت مراقبہ میں مشغول ہوں نامناسب اور بعید ہے۔

قطعہ

چو یاد تو گرفتہ تا سر د پائ — نباشم خالی از یاد تو ہر جائ

چو یاد یار باشد روح سالک — تن بی روح چون گردد ممالک

ترجمہ:۔ جب تیری یاد میرے سروپا میں جاگزین ہو جائے تو میں کسی بھی جگہ پر رہوں تیری یاد سے خالی نہ رہوں گا۔ جب دوست کی یاد سالک کی روح بن جائے تو پھر تن بے روح ملکوں ملکوں کس طرح پھر سکتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت مولانا روم قدس سرہٗ کی خدمت میں کسی شخص نے کہا کہ سقایہ (غسل خانہ اور ذخیرۂ آب جہاں ہو) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ قرآن پاک پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے وہاں ایک دردمند بھی موجود تھا اس نے جواب دیا کہ میں کیا کروں کہ میں خود کو اس سے جدا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ جب گھوڑے سے اترتا ہی نہیں تو بے چارہ گھوڑا کیا کرے۔

شعر

چو تو از بر بخوانی سورۂ یار — چہ باک از کعبہ داز کوئ خمار

ترجمہ:۔ جب تو دوست کا ذکر از بر کر سکتا ہے تو پھر جگہ کی کیا قید دہ کعبہ ہو یا مئے فروش کا کوچہ۔

مراقبہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا:۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۙ[۱] — پس تمام ملائکہ نے اسکو سجدہ کیا۔

شعر

نہ مسجود ملائک بود آدم — کہ نور پاک دروی بود مدغم

ترجمہ:۔ آدم مسجود ملائک نہیں تھے بلکہ اس میں ذات پاک کا نور مدغم اور پنہاں تھا پس فرشتوں نے اس نور کو سجدہ کیا تھا۔

شعر

خاکساران جہاں رالحقارت منگر — تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

تو چراغ دل از نور رقابت بر کن — کہ مبادا کہ درین خانہ نگاری باشد

[۱] پ۱۴ الحجر ۳۰

ترجمہ:۔زمانہ کے خاکساروں کوحقارت کی نظر سے مت دیکھ کہ ممکن ہے کہ اس گردوغبار میں کوئی سوار پوشیدہ ہواور وہی تیرا مقصود ہو تو اپنے چراغِ دل کونورِانتظار سے روشن رکھ۔کہ بہت ممکن ہے کہ اس گھر میں وہ محبوب موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدعلیہ السلام (ان پر اللہ کا سلام ہو) پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ تم علمِ نافع حاصل کرو۔حضرت داؤدعلیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی علمِ نافع کیا ہے۔فرمایا کہ علمِ نافع وہ ہے جس سے تم میری عظمت وجلال میری کبریائی اور ہر چیز پر میرے کمالِ قدرت سے آگاہ ہوجاؤ۔پس بے شک یہ علمِ نافع وہ ہے جوتم کو مجھ سے نزدیک کردے گا۔

پس علمِ نافع مشاہدہ کا نام ہے بظاہر بھی اور بباطن بھی۔یعنی علمِ نافع وہ ہے جوتم کو مجھ تک پہنچادے گا اور وہ اس طرح کہ ہر چیز میں تم مجھ کو ہی پاؤ اور ہر آن میں مجھ کو یاد کرو۔

شعر

دربمعنی نظر کنی ہمہ اوست
کہ جہان صورت ست معنی دوست

ترجمہ:۔کہ یہ دنیا ایک صورت ہے اور وہ دوست اس صورت کے معنی ہیں اب اگر تم معانی پر غور کروتو پھر ہر چیز میں وہ ہی وہ ہے۔

خلقت موجودات اور فطرت کائنات اسی فہم کے لیے بنائی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ	اللہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے
مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ	اور زمینوں سے (بھی) ان کے برابر (سات) ان کے
بَیْنَھُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ	درمیان (قضاءِ الٰہی کا) حکم جاری ہوتا ہے تاکہ تم جان
شَیْءٍ قَدِیْرٌ لا وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ	لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ نے
بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۱؎	احاطہ فرمالیا ہر شے کا (اپنے) علم سے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اور بمثل یتنزّل الا مر بینھنّ یعنی وہ ظہور کرتا ہے ہر صورت اور ہر شی میں تاکہ تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ ’’عالم کنت کنزًا مخفیاً بعالم مخلقت الحق،، یعنی عالم خفا سے تنزل فرمایا ہر معنی کی لطافت میں جو مقدر ہو چکی تھی اور ہر صورت میں جو ممکن تھی لتعلموا انّ اللّٰہ علیٰ کل شی ءٍ قدیر . تاکہ تم اس کی قدرت کو ہر شی میں معائنہ کرسکو۔اور بمصداق اس کے کرو ما رأیت شیئًا الاّ و رأیت اللّٰہ فیہ (میں نے کسی شی کو نہیں دیکھا مگر اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو جلوہ گر پایا)

۱؎ پ۲۸ الطلاق ۱۲

اس فقیر (حضرت قدوۃ الکبرا) کی نظر میں علم النافع وہ ہے جو قطرہ کو دریا سے ملا دیتا ہے اور جز کو کُل میں سمو دیتا ہے اور ہجر سے نکال کر وصال تک اور دوری سے نکال کر اتصال کی قربت تک پہنچا دیتا ہے۔

قطعہ

توحید کہ از مشرب عرفان باشد — در مذہب اہل عشق ایمان باشد
آنکس کہ نہ دیدہ قطرہ با بحر یکی — حیران شدہ ام کہ چون مسلمان باشد

ترجمہ:۔ وہ توحید جو مشرب عرفان سے ہے، ایسی توحید اہل عشق کے مذہب میں ایمان ہے (اہل عشق اسی کو ایمان کہتے ہیں) وہ شخص جس نے قطرہ اور سمندر کو ایک نہیں جانا ئیں حیران ہوں کہ وہ مسلمان کس طرح ہے۔

ایک بزرگ سے منقول ہے کہ اہل ظاہر ایک سے ہزار جانتے ہیں اہل باطن ہزار کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور ایک ہی دیکھتے ہیں۔

مثنوی

دیدہ ام دیوانہ برھم زدہ — سر برآور دہ پابرھم زدہ
کو وصال داشت بایار دگر — صدالف رایک الف بین درگذر

ترجمہ:۔ میں نے ایک دیوانہ شوریدہ سر کو دیکھا کہ وہ سر ٹکرا رہا تھا اور پاؤں پٹخ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اگر تم حقیقی دوست سے وصال کے خواہاں ہو تو ہزاروں کو صرف ایک سمجھ کر گزر جاؤ۔

شیخ منصور حلاّج نے اسی قسم کی وصیت جان دیتے وقت کی تھی اور کہا تھا کہ دنیا والے تو اعمال حسنہ اور افعال پسندیدہ کی کوشش میں مصروف ہیں اے مخاطب تجھے اس امر میں کوشش کرنا چاہیئے یعنی وہ کام کرنا چاہیئے جس کے مقابل میں عبادت ثقلین اور طاعت کونین کم ہو۔ پوچھا گیا کہ اے شیخ وہ کون سا عمل ہے فرمایا کہ حقیقت کا علم۔ اسی علم حقیقت کو علم نافع کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے۔

قطعہ

یاری دارم کہ جسم وجان صورت اوست — چہ جسم وچہ جان جملہ جہان صورت اوست
ہم معنی خوب وصورت پاکیزہ — کاندر نظر تو آید آن صورن اوست

ترجمہ:۔ میرا محبوب ایسا محبوب ہے کہ یہ جسم یہ جان اسی کی صورت ہے۔ یہ جسم وجان ہی نہیں بلکہ کل جہان اس کی صورت ہے اس کا باطن بھی خوب ہے اور اس کی صورت بھی پاکیزہ ہے اور ایسی صورت ہے کہ جو چیز بھی مجھ کو نظر آئے گی وہ اسی کی صورت ہوگی۔

مراقبہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ[۱] — بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

---

۱ پ۲۶ سورہ الفتح ۱۰

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب راز توحید کا انکشاف فرمایا ہے یعنی بیعت جو تم کر رہے ہو یہ تمہارا فعل نہیں ہے بلکہ تمہارا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اس کا ہاتھ ہو تو بیعت کرنے والا ہاتھ بھی اس کا ہاتھ ٹھہرا اس طرح صاحب بیعت نے خود اپنی ذات سے بیعت کی۔

اس سر پر دلیل یہ ہے:۔

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ا تو جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

قطعہ

شبی درخواب دستم داد دلدار | کہ این دستم برائے جان دل دار
بردیٔ سینہ دست خویش دیدم | چو گشتم من زخواب خویش بیدار

ترجمہ:۔ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے محبوب نے مجھے اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ میرے اس ہاتھ کو اپنے جان و دل پر رکھ لو۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا ہوا ہے۔

العلم نقطة كثرها الجهال (علم نقطۂ وحدت ہے جاہلوں نے اس کو کثیر بنا دیا ہے)

شعر

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر دوست | علمی کہ رہ بحق تماید جہالتست

ترجمہ:۔اے سعدی لوح دل کو نقش غیر سے صاف کردو۔ وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے علم نہیں بلکہ جہالت ہے۔

پس یہ علم ہے کہ وہ نقطہ وحدت کو دیکھے اور دوسرے کو دیکھنے کی جہالت سے پاک رہے۔ اور جاہل وہ ہے جو غیر کو دیکھتا ہے۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ۲ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال بے شک باطل کردیے جائیں گے۔ کو پڑھو اور اس پر غور کرو۔

قطعہ

بیا ای طالب جویائے دلدار | ببین درجان معنی صورت یار
کہ نقطہ در مراتب کرو حرکت | برآمد صورت پر کار دوار

ترجمہ:۔اے دلدار کے طالب و جویا۔آ۔اور جان معنی میں دوست کی صورت کا نظارہ کر، غور کر کہ ایک نقطہ نے بہت سے مراتب میں حرکت کی ہے اور اس سے پرکار کا ایک دائرہ وجود میں آ گیا۔

مراقبہ افعال واوصاف اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج ۳ اور (اے محبوب) آپ نے (خاک) نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔

---

۱ پ۲٦ سورہ الفتح ۱۰ ۲ پ۲۴ سورۂ الزمر ٦۵

قطعہ

چو بوئ آیدت از مشک وعنبر　　　بدان آن بوئ اززلف معنبر
سحر بلبل کہ برگلزار باشد　　　نہ از بلبل کہ از گلزار باشد

ترجمہ:۔ یہ خوشبو جوتم مشک وعنبر میں محسوس کررہے ہو یہ اس زلف معنبر کی بخشی ہوئی خوشبو ہے صبحدم بلبل جو پھول پر نالہ وزاری کررہی ہے یہ بلبل کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس چمن سے ہے۔

رایت ربی فی صورت امرد شاب فوضع یده علی صدری فوجدت بردانامله فعلمت علم الاوّلین والآخرین. (میں نے اپنے پروردگارکوامرد جوان کی صورت میں دیکھا،اس نے اپناہاتھ میرے سینہ پررکھامیں نے اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کیا(سرانگشت کی سردی محسوس کی)تو مجھےاوّلین وآخرین کاعلم حاصل ہوگیا۔

بدست ناز آن یار نگویم　　　گرفت ازشیوہ یکروزی گلویم
بگفت ای عاشق جان باز دیگر　　　چہ خواہی گفتمش دیگر چہ گویم
بت سیمین تنم چون کرو آغوش　　　بدست ناز کردہ حلقہ درگوش
غریوی خواستم کردن کہ ناگاہ　　　نہادہ لب بردئ لب کہ خاموش

ترجمہ:۔اس یار کے نازک ہاتھوں ایک روز جو میرے گلے میں تاثیر پیدا ہوئی وہ میں بیان نہیں کرسکتا، کہنے لگا اے عاشق جانباز اورکیا چاہتا ہے میں کیا جواب دوں۔اس بت سیمیں نے میرے تن(وجود)کو جب آغوش میں لیا اپنے نازوالے ہاتھوں سے میرے کانوں میں حلقہ پہنایااوراچانک اس نے میرے لبوں پراپنے لب رکھ کرخاموش رہنے کاحکم دیا۔

مراقبہ صمدیت اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے اَللّٰہُ الصَّمَدُہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صمد وہ ہے جو جوف(خلا)نہ رکھتا ہواس لئے کہ جو مجوف ہوتا ہے وہ محتاج ہوتا ہےاور جب اس کا وجود غیر مجوف ہوگا تو کسی چیز کی اس کے وجود میں سمانے کی گنجائش نہ ہوگی۔لیکن اس کاعلم ہر چیز پرمحیط ہے۔

شعر

جہان درآفرینش ہیچو ظرفست
نہ ظرفی کش بود جوفی شگرف است

ترجمہ:۔دنیاایک ظرف کی طرح ہےلیکن ایساظرف نہیں جس میں جوف نہ ہو،اس میں جوف نہ ہوناتعجب ہی کی بات ہوگی۔

مراقبہ عینیہ الاوصل فصل ولاقرب ولابعد۔

نہ وصل ہے نہ فصل۔ نہ قرب ہے نہ بعد۔یعنی وصل ہو تو کس سے ہو اور فصل ہوتو کس سے ہواور

سے پ۹ سورہ انفال ۱۷

قرب ہوتو کس سے ہواور بعد ہوتو کس سے۔

قطعہ

کسی کو از صفات ذات عالی — وجود او لطیف وپاک باشد
نیابد قرب وبعدش درعبارت — کہ برتر از رہ ادراک باشد

ترجمہ:۔وہ ذات جواپنے صفات عالی کے باعث وجودلطیف وپاک رکھتی ہوتواس کا قرب وبعدعبارت میں بیان نہیں ہوسکتا۔اس لیے کہ وہ فہم وادراک سے بالاتر ہے۔

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں: **علم التوحید مبائن للوجودو مجوده مفادق لعلمهٖ** یعنی علم توحیدوہ ہے جوموجد کے وجودکوجدا کرے اس کے علم سے،اور وجودتوحید یہ ہے کہ اس کی ذات سے اس کاعلم جدا ہو۔وحدت یہ ہے کہ صرف ایک ذات کا مشاہدۂ مدام ہو۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لا وَالْمَلٰئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ — اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ بے شک کوئی معبودنہیں ہے سوائے اس کے درآنحالیکہ فرشتے اورارباب علم انصاف کے ساتھ قائم ہیں۔

اس شہودکی علامت یہ ہے کہ عالم کوایک جانے بغیرکسی حس وحرکت کے اورمتصرف سمجھے اس میں حق تعالیٰ کوجس طرح روح قالب میں متصرف ہے اسی نکتہ کواس موحد(منصورحلاج)نے اسی طرح بیان کیا ہے،جس کویہ حقیقی مشاہدہ حاصل ہوگیا ہواس کااحساس مضمحل ہوجاتا ہے۔بیکارہوجاتا ہے۔ہراس چیز سے جواس کےسوا ہے۔(**كاشف بالحقيقة فيضحل احساسه بماسواه**)۔

پس ایساصاحب مشاہدہ''الشاہدالجمع،،ہے سربسراوراس کاظہروصف تفرقہ سے

(**فهو المشاهد لجميع سر السر وظاهره بوصف التفرقه**)

مثنوی

جہان درچشم وحدت یک وجوداست — کہ پیش واحد خود درسجوداست
کسی کز سجدۂ خود گردد آگاہ — نیاید درمقام لی مع اللہ

ترجمہ:۔چشم وحدت میں یہ سار جہان ایک وجودرکھتا ہے کہ وہ اس ایک واحد کے سامنے سجدہ ریز ہے جوکوئی اپنے اس سجدہ سے آگاہ ہوجاتا ہے وہ مقام لی مع اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔

مراقبہ: حضرت شیخ نجم الدین صغیرسفری فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ بدیع الدین المعروف بشاہ مدارا پنے مریدوں کواسی نسبتِ شریفہ سے مخصوص فرمایا کرتے تھے۔جب یہ بات قدوۃ الکبرا سے بیان کی گئی تو حضرت نے اس کو بہت پسند فرمایا۔

مراقبہ: جلوس الموحدفی میدان التوحید وقیل المراقبة رویت الله بلاحجاب

یعنی موحد کا میدانِ توحید میں بیٹھنا مراقبہ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک خداوند تعالیٰ کا دیدار بغیرکسی

حجاب کے مراقبہ ہے۔

اس مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں قبلہ رو ہو کر اس طرح بیٹھے کہ ریڑھ کی ہڈی میں خم نہ ہو اور اس خلوت میں کوئی مداخلت کرنے والا اور سامنے بولنے والا نہ ہو۔ سامنے آنکھیں لگی ہوں۔ اللہ کا نقش اپنے سینہ میں تصور کرے اور پاس انفاس کرے اور غیر حق کو خیال میں مدخل نہ ہونے دے۔ اس طرح اسی حال میں ایک ہفتہ تک مراقبہ کا کام انجام دے اور بزمِ توحید میں دوست کے ساتھ اس کے نورانی حضور میں ہم مجلس رہے

قطعہ

چون نقش یار رادر سینہ دارد　　نفس راپاس باآئینہ دارد
شود علم وصال دوست حاصل　　کہ آن رادایہ درسینہ دارد

ترجمہ: یار کے نقش کو جب سینہ میں رکھے تو سانس کو پاس کرتے ہوئے آئینہ کی طرح دیکھے۔ وصالِ دوست کا علم حاصل ہوگا اور اس کو سینہ میں محفوظ رکھے۔

مراقبہ: حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نجیب الدین علی ابن بزغش سے ایک شخص نے مراقبہ کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ اسرارِ توحید کی آئیند کائنات میں کوئی مثال بیان فرمادیجئے اور افکار وتفرید کو وجود موجودات میں کسی تمثال سے ظاہر فرمایئے تو آپ نے کہا کہ دو آئینے ہیں اور ایک سیب ہے (ظاہر ہے کہ ہر آئینہ میں ایک ایک نظر آئے گا درآنحالیکہ سیب ایک ہے) فاصلوں میں ایک وہاں موجود تھا۔ انھوں نے ایک قطعہ میں اس مضمون کو اس طرح نظر کیا

قطعہ

شیخ کامل نجیب الدین پیر کہن　　این حرف نوآدرد بصحرائ سخن
گفتا کہ زوحدت ازمثال خواہی　　سیبی یکی دوانبہ تصور میکن

ترجمہ:۔ شیخ کامل نجیب الدین قدس اللہ سرہٗ نے صحرائ سخن میں یہ ایک نیا نکتہ بیان فرمایا کہ کائنات کے وجود میں اگر وحدت کی تمثیل تم چاہتے ہو تو سنو کہ ایک سیب کو دو آئینوں میں تصوّر کرو۔

اس طرح کی متعدد رباعیات شیخ عزیزالدین محمود الکاشی (صاحب مصباح الہدایت) نے لکھی ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بسلسلہ رشد وہدایت کئی بار یہ بات بیان فرمائی ہے کہ مراقبہ میں طالب رشد وہدایت کو عجیب حالت میسّر آتی ہے۔

قطعہ

دل گفت مراعلم لدنی ہوس است　　تعلیم کن گرت بدین دست رس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ　　درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ:۔ مجھے دل نے کہا کہ علم لدنی ہوس ہے۔ اگر تجھے دین میں دسترس ہے تو مجھے تعلیم کر۔ میں نے کہا کہ الف،

اس نے کہا اور آگے، میں نے کہا کہ مزید آگے کچھ بھی نہیں۔ اگر اس خانہ میں کوئی ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔

قطعہ

این عکس رخ تو داد نور بصرم — تادر رخ تو بنور تو درنگرم
گفتی منگر بغیر ماآخر کو — غیراز تو کسی ناید اندر نظرم

ترجمہ:۔ تیرے عکس رخ کو میں نے اپنی آنکھوں کا نور دیا تا کہ تیرے چہرے میں تیرا نور دیکھوں، اس نے کہا کہ میرے بغیر نہ دیکھو کیونکہ میری نظر میں تیرے بغیر کوئی نہیں آسکتا۔

قطعہ

ای دوست میان ماجدائی تاکی — چون من تو ام این دتوئ ومائ تاکی
باغیر تو مجال غیری چون نماند — پس درنظر این غیر نمائی تاکی

ترجمہ:۔ اے دوست ہمارے درمیان جدائی کب تک۔ جب میں تو ہوں تو یہ میں اور تو کب تک۔ جب تیرے بغیر کسی اور کی مجال نہیں ہے تو پھر اس نظر میں غیر نمائی کب تک۔

قطعہ

کثرت چونیک می نگری عین وحدت است — ماراشکی نماندرین گرتراشک است
درہر عدوزروئ حقیقت چونگری — کزصورتش بہ بنی وکزمادہ اش یک است

ترجمہ:۔ کثرت کو جب غور سے دیکھے گا تو یہ عین وحدت ہے۔ ہمیں تو اس میں ذرا برابر بھی شک نہیں۔ اگر تجھے شک ہے تو ہر عدد کو از روئ حقیقت اگر تو دیکھے تو خواہ صورت کو دیکھے خواہ مادہ کو وہ ایک ہی ہے۔

قطعہ

تاتوئی درمیانہ خالی نیست — چہرۂ وحدت ازنقاب کسی
گرحجاب خودی براندازی — عشق ومعشوق عاشقست یکی

ترجمہ:۔ جب تک تو درمیان سے ہٹ نہیں جاتا چہرۂ وحدت نہیں دیکھ سکتا۔ اگر خودی کے حجاب کو تو اتار دے تو عشق ومعشوق اور عاشق ایک ہی ہے۔

مراقبہ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ [۱] اوراس میں اپنی طرف کی (خاص) روح پھونک دوں۔

کے ارشاد کے بموجب آدم آئینہ کی طرح ہے اور اللہ کی ذات بس اس صورت مرئی کی طرح ہے جو خارج سے نظر آتی ہے اور روح اس صورت کے مشابہ اور مانند ہے جو صورت رائی کے مقابل میں آئینہ میں منعکس ہوتی ہے۔ نَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ کے معنی یہی ہیں ہر چند کہ ایک صورت داخلی آئینہ میں نظر آتی ہے اس کی

[۱] پ ۱۴ سورہ الحجر ۲۹

صورت خارجی کا وجود ہے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد کے:۔

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [1] اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا ؒ نے جمع وتفریق کی وضاحت کے موقع پر ایک عارف باللہ کا قول نقل فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ:

بعض عارفین نے فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی تجلی فرماتا ہے کسی ذات میں تو تمام ذات وصفات اور افعال کو دیکھتا ہے اور ان شعاعوں میں تلاش کرتا ہے اس کی ذات کو اس کی صفات کو اور اس کے افعال کو اور تمام مخلوقات سے اس کے نفس کو پالیتا ہے۔ گویا کہ وہ تمام مخلوقات کے لئے مدبّر ہے اور وہ مخلوقات اس کے اعضاء ہیں اور کوئی شخص ان اعضا سے کسی کو الگ اور جدا گانہ نہیں پاسکتا۔ سوائے اس کے کہ اس کو مسلّم وکامل پاتا ہے۔ اس کی ذات واحد کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی اسکو اسکی ذات واحد کا مشاہدہ ہوتا ہے پھر اس کی صفت اس کی صفت اور اس کا فعل اس کا فعل بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ بالکلّیہ عین توحید میں مستہلک ہوجاتا ہے۔ اور انسان کے لئے اس مرتبہ سے وراء اور کوئی مقامِ توحید میں نہیں ہے۔ جب روح کی نگاہ جمال ذات کی طرف منعطف ہوتی ہے تو اس وقت وہ نور عقل جو فرق کرنے والا ہے چیزوں کے مابین غلبۂ نور ذات قدیم کے باعث پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ ہر حدوث وقدم کے درمیان تمیز ختم ہوجاتی ہے کیونکہ اب باطل حق کے نزدیک ہونے کے باعث مٹ گیا اس حال کو ''حال جمع،، سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مراقب منطق ومنظومہ

مثنوی

مردآن باشد کہ دریاد حضور	نیارد اندر خاطراز حور وقصور
زانکہ در یادش چنانم دولتی است	کان زہردوکون برترشوکتی است
ہرکہ از نزدیک یادش ماند دور	گرچہ باحوراست دارد صدقصور
ای برادر ہرچہ بینی درجہان	ہست دردی ذات پاک اونہان
گربودچشم دل تو پاک تر	باشد ازہرچیز دلبر جلوہ گر
ہست ہرفردی خدا را آئینہ	بین تو در ہرآئینہ ہرآئینہ
بعدازین دیدار ادبرتر برائ	بین جمالِ یار خود در ہر سرائ
این ہمہ افراد یک آئینہ دان	کش فلک اور ابود آئینہ دان
کاندران آئینہ روئ یاربین	گربودچشم تویاران یار بین
بعدازیں برتر تراہبرخیال	بین وجود خویش راآئین مثال
اندر وعکس ہمہ اسماء حق	بین بہم توکن لباس غیرشق

[1] پ ۲۰ القصص ۸۸

برتر آزیں خاطر خود پاک کن ذات اورا آئینہ ادراک کن
درچنین آئینۂ ذات خدائ عکس اسمائ جہان بین از درئ
تابود محوتو در عکس شہود تو نمائی درمیان الّا وجود
گرچنین محوی ترا حاصل شود فرق باجمعیتی واصل شود
ہرکرابردست آید این مقام ہست اواہل مقام والسّلام
این مقام اشرف سمنان بود فی زلیخایوسف کنعان بود
صورتم جام جہان بین آمدہ نے چوجمشید جہان بین آمدہ

ترجمہ:۔حقیقی جوانمردوہ ہے جو یادِالٰہی میں اپنے دل میں حور وقصور و جنت کا خیال بھی نہ آنے دے اس لیے کہ اس دوست کی یاد ایسی عظیم دولت ہے کہ اس کی شان وشوکت دونوں جہاں سے بڑھ کر ہے۔ جو بھی اس کی یاد کے قرب سے دور رہا ایسا بدنصیب اگر حوریں بھی رکھتا ہوتو سو(۱۰۰) ناکامیاں اس کے دامن میں ہیں۔اے عزیز! دنیا میں تم کو جو کچھ بھی نظر آتا ہے۔اس میں اس کی ذات پاک پوشیدہ ہے۔اگر تمہاری چشم دل ماسوا سے پاک ہے تو ہر چیز میں وہ محبوب حقیقی تم کو جلوہ گر نظر آئے گا ہر فرد خداوندتعالیٰ کی ذات کی جلوہ گری کے لیے آئینہ ہے بے شک تم ہر آئینہ میں نظر کر کے دیکھو اور اپنی ذات میں اس دیدار کے بعد ذرا اور آگے بڑھو تو اپنے دوست کا جمال ہر جگہ دیکھو گے۔ کائنات کے تمام افراد کو(باعتبار کلی) ایک آئینہ سمجھو اور یہ آسمان بھی اس کی جلوہ گری کا ایک آئینہ ہے۔اس آئینہ میں اپنے محبوب کے جمال کا نظارہ کرو اور تمہارے پاس آنکھ ہے تو دوست کے دوستوں کو دیکھو۔اس کے بعد عالمِ خیال میں آکے دیکھو کہ یہ تمہارا وجود ایک آئینہ کی طرح ہے اور اس آئینہ میں تمام اسمائے حق کا عکس پڑ رہا ہے۔تو اس میں نظر کرو لیکن غیر کے لباس کو اتار دینا شرط ہے۔اس سے آگے اگر اور تم بڑھنا چاہتے ہوتو اس خیال کو بھی دل سے نکال دو اس وقت تم خود اس کی ذات کو ایک آئینہ پاؤ گے۔اس وقت اس آئینہ میں جو ذاتِ خداوندی کا آئینہ ہے تم کو اس کے ماورا تمام اسمائے جہاں کا عکس نظر آئے گا۔ جب تمہاری ذات اس شہود حق میں محو ہوجائے گی تو پھر اس میں تم ہی تم نظر آ ؤ گے ہاں تمہارا وجود اس میں نہیں ہوگا۔اگر تم کو یہ محویت حاصل ہوگئی تو پھر تمہارا حال تفریق جمع سے ہوگا تفرقہ مٹ جائے گا اور حال جمع حاصل ہوجائے گا۔جس کسی خوش بخت کو یہ مقام ہاتھ آجائے بس وہی صاحبِ مقام ہے(اس کے آگے اور کیا کہوں۔)اس کے فضل وکرم سے اشرف سمنانی کو یہ مقام حاصل ہے۔اب وہ زلیخا(عاشق) نہیں ہے بلکہ اب وہ خود یوسف کنعان(محبوب حق) ہے۔اس کے لطف وکرم سے میری صورت اب ایک ’’جامِ جہاں بین،، کی طرح ہے اس دانش مند جمشید کے جام کا کیا ذکر کہ وہ جامِ جہاں نما رکھتا تھا اور میری صورت جامِ جہاں بین ہے۔

لطیفہ۱۱

مشاہدہ ووصول ورد یتِ صوفیہ ومومنان دیقین

قَالَ الْاَشْرَفُ!

المشاهدة هی معائنة الوجود فی مرات روية المقصود بعين اليقين المفقود.

ترجمہ:۔اشرف سمنانی فرماتے ہیں کہ وجود کا آئینہ میں معائنہ کرنا اورچشم یقین سے مقصود کا دیکھنا مشاہدہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ رویت باری تعالیٰ اور اختیار کا مسئلہ سلف میں بھی مشکل تھا (اسلاف کے خیالات بھی ان ہر دو مسائل میں مختلف ومتضاد رہے ہیں) اور آج بھی اسی طرح مشکل ہے۔کیا شرعی نقطہ نظر سے اور کیا طریقت وحقیقت کے اعتبار سے، پھر بھی عارفانِ کامل اور کاملانِ مکمل نے اس مسئلہ کی اس طرح شرح اور وضاحت کی ہے جس سے ارباب صدق وصفا کو اطمینان وتسکین حاصل ہوتا ہے۔چنانچہ حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ اور ارباب تصوّف نے مشاہدہ اوصول، رویت اور یقین کو الفاظ مترادف خیال کیا ہے۔(معنی ایک ہی ہیں لیکن الفاظ مختلف ہیں) لیکن محققین صوفیہ نے مشاہدہ، وصول اور رویت میں کچھ فرق کیا ہے۔اور بتایا ہے کہ یہ مختلف ہیں اور فرمایا کہ مشاہدہ اور وصول کا تعلق تو اس جہان فانی سے ہے۔اور رویت دار آخرت سے موعود ہے یعنی آخرت میں وعدہ کردہ شدہ ہے۔

قطعہ

گرچہ دارد نازنین من نقاب — بررخ کش ذرہ گردد آفتاب
لیک چشم از بہر توئی آسودہ کرد — جلوۂ در آخرۃ موعود کرو

ترجمہ:۔اگرچہ مرے نازنین کے اس چہرہ پر نقاب پڑا ہے جس کی تجلی کے ایک ادنی کرشمہ سے ذرہ آفتاب بن جائے لیکن اپنے جمال کے پرتو سے میری آنکھوں کی تسکین کے لیے اس نے اپنے دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا ہے۔

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتے ان آنکھوں سے اور نہ دل سے مگر جہت یقین سے اس کا دیدار ہوسکتا ہے۔اور یہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ ایک گردہ نے اسی بات کو روا رکھا ہے کہ بندو دنیا میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کرسکتا ہے آنکھوں سے اور دل کے مشاہدہ سے۔لیکن علمائے

اہل سنت و جماعت اور اربابِ دین و دیانت کا اس پر اجماع ہے کہ جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں ان کو مبتدع کہتے ہیں یہ تمام تر مبالغہ علمائے ظاہر اور متشرعان حضرات نے روا رکھا ہے۔صوفیہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔حضرات صوفیہ اور مشائخ کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں دونوں میں حق تعالیٰ کا دیدار تمام مسلمان مردوں اور عورتوں اور مومنین و مومنات کے لیے نص قرانی، احادیث شریفہ اور اقوال صحابہ کرامؓ اور مشائخ اور اخص الخاص سے جائز ہے۔اس سلسلہ میں اکابر مشائخ کے اقوال سے بھی تائید ہوتی ہے۔بس فرق یہ ہے کہ عام مسلمان آخرت میں ان جسمانی آنکھوں سے اس کا دیدار کریں گے اور خاص بندے (اربابِ طریقت) دیدۂ دل سے دنیا میں اس کا دیدار کریں گے جس میں نہ چگونگی اور نہ کوئی کیفیت اور نہ احساس اور نہ ادراک! لیکن جو بندگان اخص (خاص الخاص) ہیں وہ دنیا میں چشم جاں سے اس کا دیدار کرتے ہیں۔یہ حالت خواب ہوتی ہے یا حال مراقبہ ہوتا ہے۔

بیت (خواجہ حافظ)

دیدن روئ ترا دیدۂ جان بین باید
واین کجا مرتبہ چشم جہان بین منست

ترجمہ:۔ترے دیکھنے کے لئے تو چشم جان بین کی ضرورت ہے۔میری اس چشم جہان بین کو سلیقہ کب ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

من رانی فی المنام فقدر اا الحق جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے:

رایت ربی فی المنام علی احسن صورته میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں خواب میں دیکھا۔

اسی کا نام مشاہدہ ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک سو بیس بار دیکھا اور اس سے ستّر بار سوال کیا اور ان میں سے چار کا میں نے اظہار کیا لیکن لوگوں نے اس سے انکار کیا۔پس میں نے باقی کو چھپا لیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدار کی آرزو کی اور عرض کیا رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ (پ۹ سورہ الاعراف آیت) اے رب مجھے اپنا جلوہ دکھا۔تاکہ میں تجھے دیکھوں! اگر حق تعالیٰ کی رویت دنیا میں ناممکن و محال ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رویت باری کی درخواست دنیا میں نہ کرتے۔اس لیے کہ محال طلبی انبیاء علیہم السلام کے لیے معصیت ہے۔اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا لن ترانی فرمانا اس وجہ سے تھا (ظاہری آنکھ) سے دنیا میں رویت ممتنع اور ناممکن ہے۔

مثنوی

گرچہ در دنیا جمالت دیدنی است دیدنی گونید ولیکن دید نیست

دیدن راہر کہ اومنکر بود | گرمسلمان است خود کافربود
دیدن باشد ولی نوع دگر | دیده رازین دیدنی نبوداثر
ہرکرازین ذوقی بود | تاابد ازدیده ور شوقی بود
واصل فانی کہ درباقی بود | حاصل دیدار درباقی بود
شرح دیدن برتراز کیفیت است | ماہری داند کہ ازماہیت است
خیز ازقانون ارنی درنواز | تابردن آید ترازین پرده راز
راز ساز پرده از گوش دل | گوش را آن نغمۂ غیرت گسل
تاترا این جملہ یکسازی شود | ہرسر مویت درآوازی شود
بشنوی گوش ازشجرۂ شہود | نغمہ انی انا اللہ از وجود
گرترا ازلن ترانی زخمہا است | زخمہا نبود ترآن نغمہا است
لن ترانی ناز معشوقی بود | گرنہ داند ناز اوشوقی بود
سنگ دل راقابل دیدار کرد | معدنی ازگوھری اسرار کرو
لن بسوئ چشم اُنظر بردلست | ہرکہ این چشمک بداند کامل است
اشرف این نازونیاز ولبران | ہرکہ داند ازیقین نہ دلبر آن

ترجمہ:۔اگرچہ دنیامیں تیراجمال دید کےقابل ہے۔اس کودیدنی تو کہتے ہیں لیکن اس کی دید ہوتی نہیں۔
پس دیدنی کا جوکوئی بھی منکر ہےاگرمسلمان بھی ہوتووہ کافر ہے۔

ہاں یہ دیدارایک اورہی قسم کا ہے۔اس دید میں ان آنکھوں کا کوئی تعلق نہیں ہے جوکوئی ان آنکھوں سےاس کے دید کا ذوق رکھے گا وہ ابدتک اس شوق میں کامیاب نہ ہوگا۔ ہاں! جب یہ فانی اس باقی سے واصل ہوجائے گا۔اس کی ذات میں فنا ہوجائے گا تب اس باقی میں دیدارحاصل ہوجائے گا۔اس کے دیدار کی شرح کیفیت میں نہیں سماسکتی۔ وہ اس سے کہیں برتر ہے کہ ایک ماہر ہی جان سکتا ہے کہ ماہیت کیا ہے۔اٹھ اوررَبِّ اَرِنِی کا ساز بجاتا کہ اس راز سے پردہ تیرے سامنے سے اٹھ جائے۔ دل کواس راز کے ساز کا پردہ بنالے اور پھراس دوئی کومٹانے والے نغمہ کوسُن۔تاکہ خودسراپا اک راز بن جائے اور تیرا ہرسرِ مو ایک آواز بن جائے۔ پھرتو اس وقت شجرہ شہود(شجرطور) سے انی انا اللّٰہ کا نغمہ سن سکتا ہے اگر تیرے دل پرلن ترانی کے زخم آتے ہیں تو وہ زخم نہیں ہیں (بلکہ نغمات ہیں) یہ لن ترانی توایک نازِمعشوقانہ ہے جوکوئی اس نازِمعشوقانہ کونہیں سمجھ سکتا تو پھر وہ ایک شوق ہےایک آرزو ہے۔ ذراغورکروکہ دل کے پتھر میں اس نے قبول دیدار کی صلاحیت پیدا کردی ہےاوراس کوگوہراسرار کی کان بنادیا ہے۔ یادرکھوکہ لن (نفی) کا تعلق چشم سے ہے اور انظر کا ربط دل سے ہے یعنی اس کو دل سے دیکھ سکتے ہیں اور چشم سر سے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ جو اس لطیف فرق کو جانتا ہے

وہ دراصل مردِ کامل ہے اور طالبِ صادق ہے۔ اے اشرف معشوقوں کے یہ ناز و نیاز جو یقینِ کامل کے ساتھ سمجھتا اور جانتا ہے وہی حقیقت میں دلبر ہے:

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب دل کو مرتبہ یقین حاصل ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ وہ ''وہ،، ہے اور جب بندہ کا یہ یقین درست ہو جاتا ہے تو بس سمجھ لینا چاہیئے کہ دیدار حاصل ہو گیا۔

شعر

بدر دیقین پردہ ہائ خیال نماند سراپردہ الاّ جلال

ترجمہ:۔ اس منزل پر یقین خیال و گمان کے تمام پردے چاک کر ڈالتا ہے اور پھر جلالِ ذات کے سوا اور کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔

اصحابِ کشف و وجدان اور اربابِ شہود و عرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کو اسمائے صفات کے واسطہ کے بغیر اور آئینہ کائنات کے رابطہ سے الگ ہو کر نہیں دیکھ سکتے۔ آئینہ کائنات کا رابطہ اور اسمائے صفات کا واسطہ اس کے دیدار کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ اس کی ذات والا صفات ایسی پر نور ہے کہ اس کے نور کا ایک ذرہ بھی کونین کی تمام آنکھوں......کو جلا دینے کے لیے کافی ہے اور چارسمتوں (خافقین) کے انوار کو درہم برہم کر دینے والا ہے اور اس کی تجلّی اسمائے صفات کے پردہ میں رہ کر ہی عارفان روزگار کی بصیرت کی بقا کا باعث ہے اور س کے رخسار جمال کے ناظروں کا شوق بڑھانے والی ہے۔ جیسا کہ ظاہری طور پر ایک دنیاوی مثال ہے کہ ابر کا ایک رقیق پردہ جب دیکھنے والی نگاہوں اور سورج کے مابین واسطہ بن جاتا ہے تو دیکھنے والا اس ابر کے پردہ کے باعث خورشید کو نہ دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ ابر کا یہ پردہ نہ ہوتا تو خورشید کا نظارہ ممکن نہ ہوتا۔ پس اسی طرح یہ اسمائے صفات بھی اس کے خورشید ذات اور اصحابِ شہود کی بصیرت کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔

مثنویات

ای برادر چون جمالِ آفتاب نیست صدک ناظران رابی سحاب
پس چنان آن نور خورشیدِ جمال بی وقایت می وراید درخیال
شدوقایت درمن وخورشید ذات بہر ادراک جمال این صفات
گرنباشداین وقایت درمیان ہیچ کس اور انہ بیند درعیان
ہرکہ دانشمند این معنی بود حدوقائع شرح لایعنی بود
گربتابد ذرہ آن آفتاب زآسمان غیب مطلق بے نقاب
محوگردد عالم وآثارِ او درشعاع لمعۂ انوارِ او
جلوۂ دارد عجب خورشید رو ازتہ جلباب کثرت سوبسو

عکسِ اخوبانِ جہان باشد عیان　　کاشکار پردہ فی پردہ نہان
ورنہ نور ذات را تقصیر نیست　　لیک چشما نراچنان تدبیر نیست
ہرکہ اشرف اینچنین دارد نظر　　او خدارادیدوسرکرو ازنظر

ترجمہ:۔اے عزیز! جس طرح آنکھیں بغیر حجاب اور پردہ کے جمال آفتاب کا مشاہدہ نہیں کرسکتیں اسی طرح اس خورشید جمال کا نور بھی بغیر پردہ کے کب خیال میں آسکتا ہے (بغیر پردہ دیکھنے کا خیال کس طرح ہوسکتا ہے) یہی پردہ اس خورشید ذات اور میرے درمیان حائل ہے تاکہ اس کی صفات کے جمال کا اوراک کیا جاسکے۔ اگر یہ پردہ درمیان میں نہ ہوتا تو کوئی شخص بھی اس کو عیاں نہیں دیکھ سکتا تھا جو کوئی اس بات کا سمجھنے والا ہے اس کی نظر میں ایسی سینکڑوں رکاوٹیں لایعنی اور بے معنی ہوں گی۔ اگر اس آفتاب جمال کا ایک ذرہ بھی آسمان غیب مطلق سے بے نقاب ہوکر اپنی تابانی دکھائے تو یہ عالم اور اس کے تمام آثار فنا ہوجائیں اور مٹ جائیں۔ بایں ہمہ وہ خورشید ومحبوب اپنے انوار کی کرنوں کی ایک ایک شعاع کی عجیب جلوہ نمائی کرتا ہے۔ کہ کثرت کے پردوں کے پیچھے سے ہر طرف جلوہ نما ہے۔ خوباں جہاں کے عکس سے دنیا میں عیاں ہے کہ وہ پردہ سے آشکارا ہے لیکن پھر بھی پردہ میں عیاں ہے۔

ورنہ نور ذات کا تو کوئی قصور نہیں کہ وہ پردوں کے پیچھے سے بھی عیاں ہے۔ یاں ہماری نگاہوں کو اس کے دیدار کا سلیقہ نہیں آتا۔ اے اشرف جو کوئی ایسی نظر رکھتا ہے کہ پردوں میں اس کے جمال کا مشاہدہ کرسکے تو وہ خدا کو دیکھ سکتا ہے لیکن نظر اس بارے میں سرگرداں رہے گی۔
جیسا کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا ہے سمجھنا چاہیئے کہ یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ عالم کثرت میں اس کا یہ نور بحسب ظہور وتجلی ہے۔ بحسب حقیقت نہیں ہے اس لئے کہ اسکی حقیقت ذات کا ابدتک ادراک نہیں ہوسکتا اور نہ اسکا احاطہ ہوسکتا ہے کبھی بھی نہ بحسب مجموع نہ بحسب تفصیل۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ نسبت شہود کا ملکہ پیدا ہوجانے کو صوفیہ کرام وصول اور مشاہدہ کہتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو عروس وصول کے ناظر ہیں اور خورشید ہائے حصول کے دیکھنے والے ہیں ان کا کچھ اور ہی مشرب ہے (وہ یہ بات نہیں کہتے) کہ ان کے مشرب کی وضاحت کے لیے عبارت کا دامن تنگ ہے اور نہ اشارات میں اس کو سمو سکتے ہیں اور نہ اس کا وزن کرسکتے ہیں۔[1]

مثنوی

دیدن رخسار اواندر نقاب　　گرچہ دارد ذوق وشوقی بی حساب
لیک درچشم شہود عارفان　　پردہ بررخسار نبود بیگمان

---

[1] بےحجابی میں بھی نکلیں ان کی پردہ داریاں:۔ شمسؔ وہ اتنے نمایاں ہیں کہ پنہاں ہوگئے

بلکہ ایشان رادرین ذوق وصال ہست ذوقی دیگر ازراہ کمال

ترجمہ:۔اس محبوب کے رخسار کا دیدار نقاب کے اندر اگرچہ بڑے ذوق وشوق کا حامل ہے۔لیکن عارفوں کی نگاہ شہود میں اس کے رخساروں پر کوئی پردہ نہیں ہے بلکہ ان حضرات کو اس ذوق وصال میں ایک دوسرا ذوق ازراہ کمال حاصل ہے۔

ہر چند کہ عارفوں کو دنیا کے کارخانۂ عروسی میں عروس زیبا نگار یعنی پروردگار کا مشاہدہ حاصل ہے لیکن اس عروس زیبا نگار کے رخساروں پر جو ایک باریک پردہ پڑا ہوا ہے وہ اس دنیا میں نہیں اٹھ سکتا۔اس لیے کہ اس کے اٹھنے کا وعدہ دار آخرت میں کیا گیا ہے۔ تا کہ مشاہدہ ورویت میں فرق باقی رہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جس قدر لطافت زیادہ ہوگی۔اسی قدر مشاہدہ کی نسبت کامل تر ہوگی۔پس اس دار امکان اور دار آخرت کی لطافت کے درمیان فرق ظاہر ہے۔اور یہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے **لو کشف الغطاء لمازددت یقینا** اگر یہ حجاب دور بھی ہو جائے تو یقیناً میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا (اس کی ذات پر جیسا یقین اس وقت ہے اس وقت بھی رہے گا۔) اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع یقین میں تو کچھ زیادتی نہیں ہوگی۔ہاں شوق وصول اور ذوق حصول میں اضافہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ ابوالبرکات تقی الدین علیؒ الدوستی السمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب کبھی سالک تجلی کے وقت کسی صورت کا مشاہدہ کرے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ تجلی صوری ہے اور حق تعالیٰ کو اس صورت سے منزہ سمجھنا چاہیئے۔البتہ اس کو تجلی حق تعالیٰ جاننا چاہیئے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے انی انا اللّٰہ کی آواز سنی تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ درخت جس سے یہ آواز آئی تھی خدا تھا تو ایسا کہنے والا کافر ہے اور کوئی یہ کہے کہ یہ بات خدا نے نہیں فرمائی تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔پس تجلی صوری کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیئے اور ایسا ہی اعتقاد ضروری ہے اس روز جبکہ انہوں نے یہ بات فرمائی۔اخی علی دوستی بھی موجود تھے۔حضرت شیخ نے فرمایا کہ مجھے علی دوستی کا یہ واقعہ اور جو کچھ انہوں نے اس وقت کہا بہت پسند آیا میں اس وقت درویشوں کے اعتقاد کی استقامت کے لیے اس کو بیان کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے اس سال ایک بار کل موجودات کی صورت میں،، تجلی فرمائی۔علی دوستی نے اس کی تنزیہ اور تسبیح ان الفاظ میں بیان کرنی شروع کر دی جو صور لفظی میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے ادا کرائے تنزیہ وتسبیح اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کے متعلق ان سے دریافت کیا کہ کیا تو نے مجھے دیکھا۔علی دوستی نے جواب دیا نہیں اے پروردگار! فرمایا کہ پھر یہ جو کچھ دیکھا یہ کیا تھا۔؟ علی دوستی نے کہا کہ یہ سب تیرے آثار وافعال اور صور صفات تھے تیری ذات تمام چیزوں سے منزہ وپاک ہے۔ان کا یہ جواب بارگاہ رب العزت میں بہت پسند کیا گیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے طوالع الشموس[۱] سے یہ بات نقل فرمائی کہ جب یہ بات محقق ہوگئی کہ بصارت بصیرت سے ہے اور اس سے قائم ہے اور کوئی ادراک بھی بغیر اس کے نہیں ہوسکتا۔ جیسے شعاع جو چراغ کی روشنی سے متعلق ہے اسی طرح بصارت کا تعلق بصیرت سے ہے پس کسی صورت کا دیدار بھی اس وقت تک ہے جب تک بصیرت، بصارت کے ساتھ ہے اور اس سے متعلق ہے۔ جب بصیرت کا تعلق حق سے ہوگیا اور وہ حس باقی سے متعلق ہوگئی اور اس کی طلب اس میں پیدا ہوگئی تو پھر یہ بصارت کہاں باقی رہی وہ تو رخصت ہوچکی کہ اثر بغیر موثر کے نہیں پایا جاتا جب بصیرت نہیں تو بصارت بھی نہیں۔ اس موقع پر بصارت خود بصیرت بن جاتی ہے۔ اور اس کا وصف اختیار کر لیتی ہے پھر وہ کسی صورت کو نہیں دیکھتی اور بصیرت میں حق جلوہ گر ہے۔ پس اب بصارت وبصیرت میں سوائے حق کے کوئی دوسرا نہیں رہا اور جب بصیرت صفت حق بن گئی تو اب بصارت بصیرت بن کر نہ قبل دیکھتی ہے نہ بعد، نہ دایاں دیکھتی ہے نہ بایاں نہ اس کے فوق ہے نہ تحت ہے۔ اب نہ یہاں مناسبت اضداد باقی رہتی ہے اور نا مشابہت انداد (صندین کا شکل میں آنا) اب بس وہی جیسا کہ وہ ہے رہے گا۔ وھو کما ھو لا ھو اس نسبت کا تعلق صرف کشف سے ہے کہ قوت ادراک یہاں بیکار ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ نے اس بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

لَاتُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ	نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ
يُدْرِکُ الْاَبْصَارَ ج [۲]	احاطہ کئے ہوئے ہے سب نگاہوں کا۔

یہاں غور کرو۔ دیکھو کہ بصیرت یہاں کارفرما ہے اور عقل اس کے ادراک سے بیکار ہے۔ بہر حال یہ بحث بہت طویل ہے۔ ہزاروں دفتر بھی بھر جائیں پھر بھی اس نکتہ رویت کو نہیں پا سکتے۔

رویت کے اقسام وانواع

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف میں:

سیرون ربکم یوم القیامة کماترون القمر فے لیلة البدر.	نزدیک ہے کہ تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔

عارف کے لیے ایک انکشاف کامل ہے۔ جس میں معارف غریبہ پوشیدہ ہیں اور یہ بات معلوم ہوگی کہ رویت تین طرح کی ہے۔ یقین مشاہدہ اور عیانی۔ یقین یعنی رویت الیقینی، یہ جملہ مومنین کو حاصل ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ رویت حق تعالیٰ حقیقی ہے اور ہم اس کا دیدار کریں گے۔ یہ قسم عوام ہے۔ اور مشاہدہ یہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے وہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی کرتے ہیں لیکن چشم دل کے ساتھ:

کانہ یراک گویا کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

اور رویت عیانی کا تعلق کل قیامت سے ہے کہ چشم سر سے اس کا دیدار کریں گے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ وصول علم یقین ایسے صوفیہ کرام کو حاصل ہے جو صرف کامل ہی نہیں بلکہ مکمل (کمال پر پہنچانے والے) ہیں۔ یہی وصول علم الیقین رویت ہے۔

چنانچہ رسالہ غوثیہ میں ہے:

یاغوث من سانی عن الرویت بعد العلم فھو محجوب بعلم الرویۃ فمن ظن ان الرویت غیر العلم فھو معذور

یا غوث حصول علم کے بعد جس نے مجھ سے رویت کے بارے میں دریافت کیا وہ علم رویت سے محجوب ہے جس نے یہ سمجھا کہ رویت غیر علم ہے وہ معذور ہے۔

وصول کیا ہے؟

ایک موقع پر وصول کے بارے میں گفتگو ہونے لگی کہ وصول کیا ہے تو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شبلی قدس سرہ سے دریافت کیا کہ وصل کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ عطفتین کو دور کردے۔ تجھے وصل حاصل ہو جائے گا۔ یعنی دو میلانات یا دو خواہشات کو ترک کردے اس پر سائل نے سوال کیا کہ حضرت عطفتان کیا ہیں؟ **قال قام ذرۃ بین یدیکم فحجبتکم عن اللہ** کہ ایک ذرّہ تمہارے سامنے ایستادہ ہے پس وہ تمہارے لئے خدا سے حجاب بن گیا ہے۔ سائل نے پھر سوال کیا

فقال ماتدک الذرۃ قال الدنیاو العقبیٰ کہ یہ ذرہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الدُّنۡیَاوَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الۡاٰخِرَۃَ [1] تم میں سے کوئی دنیا کا ارادہ کرتا تھا اور کوئی آخرت کو چاہتا تھا۔

پس ان میں اللہ کا طالب کون ہے۔ پھر شبلیؒ نے فرمایا:

اذقلت اللّٰہ فھو اللّٰہ و اذاسکت فھو اللّٰہ یامن ھم لاھو سبحانہ وحدہ لاشریک لہ جب تو نے کہا اللہ تو وہ اللہ ہی ہے اور جب تو خاموش رہا تو بھی اللہ ہی ہے، اے وہ ذات جس کے سوا کچھ نہیں وہ پاک اور واحد ہے۔

یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئے ان کو وہاں سے اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا وصول دو طرح پر ہے ایک تو وہ ہے جس کے بارے میں علمائے ظاہر فرماتے ہیں کہ:

العلم باللّٰہ وصول الیہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنا علم باللہ ہے۔

---

[1] پ۴ آل عمران ۱۵۲

چنانچہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا علم یہ ہے کہ جس نے اسکو جانا اور اس پر ایمان لایا گویا وہ اس تک پہنچ گیا، اور دوسری نوعیت وصول کی ہے جو صوفیائے کرام بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ''غیر سے الگ ہوجانا اور خدائے عزوجہ سے اتصال حاصل کرنا وصول ہے،، اس لئے کہ بندے اور خدا کے درمیان نہ آسمان، نہ زمین نہ پہاڑ نہ دریافت دشت نہ بیابان کوئی چیز بھی حجاب نہیں، سوائے اس کے کہ بندہ غیر کے ساتھ مشغول ہو۔

شعر

چون نماند دردلت اغیار نام　　　پردہ ازمحجوب برخیز وتمام

ترجمہ:۔ جب تیرے دل میں غیر کا نام باقی نہیں رہے گا تو اس محجوب کے رخ سے تمام پردے اٹھ جائیں گے۔

اس منزل پر سالک کو کمال مشاہدہ اس درجہ مستغرق کر دیتا ہے کہ اس میں کسی غیر کو نہیں سنا جا سکتا۔

مصرع: اَنا من اھویٰ ومن اھویٰ انا

ترجمہ:۔ میں وہ ہوں جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور جس کو میں دوست رکھتا ہوں وہ میں ہی تو ہوں۔ سے اس مرتبہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مثنوی

ہمدم گراز بردُرّ وجود　　　غرق گردد دردل بحرشہود

دُرّودریا ہردو باہم گم شود　　　ہمچو جوئی کاخران قلزم شود

ترجمہ:۔ اگر کوئی ہمدم ایک دُرّ وجود کے لیے بحرشہود کے اندر غرق ہوجائے تو اس وقت دراور دریا دونوں ایک ہوجائیں گے جس طرح ایک نہر قلزم میں گر کر خود قلزم بن جاتی ہے

مومنوں کی رویت

جب یہ ذکر چھڑا کہ مومنوں کو رویت حق کس طرح ہوگی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا مومنوں کی رویت کے بارے میں وضاحت یہ ہے کہ اصحاب سنت وجماعت اور ارباب دین ودیانت کی رائے اس سلسلہ میں مشہور ہے اور ان کا اعتقاد ظاہر ہے۔ اور اسلاف کرام کی کتب عقائد میں اس کی صراحت موجود ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سلسلہ میں آئی ہے:

واذانظروا الی الجمال طابوا　　　اور جب اس کے جمال کا نظارہ کریں گے تو شادماں ہوں گے

واذانظروا الی الجلالہ زابوا.　　　اور جب اس کے جلال کا مشاہدہ کریں گے تو پگھل جائیں گے۔

یعنی جو مومنین بہشت میں پہنچیں گے اور بہشت کو حور وغلماں سے آراستہ پیراستہ پائیں گے تو خوشی سے مست ہوجائیں گے اور اس کے بعد جمال حق کا نظارہ کریں گے تو بے حد وحساب طرب حاصل ہوگی۔ اور جب جلال حق پر نظر کریں گے تو ان میں گداز پیدا ہوگا

پ۴ آل عمران ۱۵۲

شعر

چشم شوخ تو خون من ریختہ بود

آہ ازنہ لب تو دستگیرم بودی

ترجمہ:۔ تیری شوخ چشم نے میرا خون کر دیا ہے۔ آہ تیرے لبوں نے میری دستگیری نہ کی۔ کہ بہشت پگھلنے کی جگہ نہیں۔

قطعہ

چون جمال یار دیدہ آن زمان   درطرب آیند از حسنش نیاز

ورجلال اونماید ذرّۂ   گربود صدکوہ آید درگداز

ترجمہ:۔ جب دوست کا جمال دیکھیں گے تو دوست کا حسن دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوں گے اگر اس کا جلال اپنا ایک ذرہ بھی بے نقاب کر دے تو اگر سو پہاڑ بھی ہوں پگھل جائیں۔

اس موقع پر شیخ خادم حسین نے عرض کیا کہ گداختن،، سے یہاں کیا مطلب ہے؟ کیا یہ گداز حقیقی ہے یا اس کی کوئی تاویل ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ گداختن حقیقی نہیں ہے۔ کہ جنت پگھلنے کی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ گداختن سے مراد یہ ہے کہ جب وہ جمال حق کا مشاہدہ کریں گے تو ان تمام چیزوں کو بھول جائیں گے جو انہوں نے جنت میں دیکھی ہوں گی۔ اور اس وقت ان کو کوئی چیز یاد نہ رہے گی۔ اور وہ یہ خیال نہ کر سکیں گے کہ وہ چیز انہوں نے دیکھی ہے یا نہیں!

غزل

چو بینند عاشقان درروئ معشوق   چہ معشوق کہ اور انیست ثانی

زنند خیمہ زملک خویش بیرون   زدیدار جمال کامرانی

جمال حور دارد کامرانی   بجنب صورت آن پر معانی

بل از ہر دوجہان چیزی نباشد   کہ تمثیاش بود ازانس وجانی

اگر از نعمت کونین معرض   نباشد پیش حسن جاودانی

مگوازناظران روئ باقی   کہ نبود ازوجود خویش فانی

اشرف ازگلشن دیدار آنکس   گلی چیسند کہ داند باغبانی

اگر نبود وجودش ہمچونرگس   جہ بینند گلشن دیدار جانی

ترجمہ:۔ جب عاشقوں نے معشوق کے چہرے میں دیکھا۔ ایسا معشوق کہ جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ تو اپنے ملک سے باہر خیمہ زن ہوگئے، دیدار جمال سے کامران ہوئے۔ حور کا جمال کامرانی کا حامل ہے۔ جو اس پر معانی صورت میں ہے بلکہ دو جہاں میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو انس وجانی کی تمثیل ہو۔ اگر کونین کی نعمت بھی حاصل ہو جائے تو حسن جاودانی کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے باقی کا چہرہ دیکھنے والوں سے نہ کہو کہ اپنا وجود

فانی نہیں تھا۔اس کے گلشن دیدار سے اشرف نے وہ پھول چنے جو باغبان جانتا ہے۔اگر اس کا وجود نرگس کی طرح نہ ہوتا تو گلشن میں دیدار جانی کیسے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

وَاِذَارَاَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نَعِیۡماً — اور جب تو وہاں (کسی طرف بھی) نظر اٹھائے نعمت ہی

وَّ مُلۡکًا کَبِیۡرًا — دیکھے اور بہت بڑی بادشاہت۔

منقول ہے کہ جب مومنین جمال حق کی پہلی نظر دیکھیں گے تو اس کے ذوق سے اسّی سال تک مست و بے خبر رہیں گے۔

بیت

جمال درنظر شوق ہم چنان باقی — گدا گر ہمہ عالم بدود ہند گداست

ترجمہ:۔نظر شوق میں آرزوئے جمال اسی طرح باقی ہے اگر گداگر کو تمام عالم بھی دے دیا جائے جب بھی وہ گداگر رہے گا۔

اس موقع پر قاضی اشرف نے عرض کیا کہ جب مومنین حال دیدار میں ہوں گے وہ ان چیزوں سے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔جیسے نعمتوں سے بہرہ ور ہونا،حوروں سے مباشرت کرنا اور اس طرح کی دیگر لذتوں سے بہرہ یاب اور محفوظ ہوں گے یا نہیں؟ اس کا جواب ''معدن المعانی،، میں اس طرح دیا گیا ہے کہ یہ تمام نعمتیں دوسری حالت میں ہوں گی لیکن یہ نعیم دارین میں جمع نہیں ہوسکتی ہیں کہ بہشت کی لذتوں اور خواہشات لذت کے اعتبار سے دیدار خداوندی کل نعیم کا دیکھنا ہے۔یہ ایک نعمت نعیم دارین کا جمع ہوجانا ہے۔کسی نے خوب کہا ہے۔

فرد

ہرچہ ہست ازمنظر حسن وجمال — محوگردد پیش حسن لایزال

(ہیچ ہیں سب منظر حسن وجمال — سامنے ہے جب وہ حسن لایزال)

اس اعتبار سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بہشت حواس کی بہرہ مندی کے لیے تو ایک معدن ہے لیکن دل کی لذت تو خدائے عزوجل کے دیدار میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ صوفیہ کرام کا طبقہ عالیہ اگرچہ جنت میں حور و قصور کی طرف متوجہ اور ان کی لذتوں سے بہرہ یاب ہوگا لیکن ان کا ذوق وشوق عام مسلمانوں کے ذوق وشوق سے سوا ہوگا بلکہ وہ رویت الٰہی جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے حورعین کے نظارہ اور مندرجہ بالا محلات کے ملاحظہ سے حاصل کرینگے یہ نکتہ ہر طبیعت کے ادراک کے لائق نہیں ہے۔

قطعہ

کسی کو اینچنین ادراک باشد　　زلذتہایٔ بشری پاک باشد
بود ذوقی مرایشان رابدیدار　　کہ برتر ازہمہ ادراک باشد

ترجمہ:۔ جب کسی کوایسا دیدار میسّر آجائے جوادراک سے بالاتر ہےتو یقیناً بشری لذتوں کی کیا پرواہ کرے گا۔ ذوق دیداراسی کو ہوسکتا ہے جوتمام ادراک سے بلندوبالا ہو۔

حضرت قددۃ الکبرافرماتے ہیں کہ رویت کی لذّت شوق کے اندازہ کے مطابق ہے جس مقدار کا کسی کوشوق ہوگا (اتنا ہی بہرہ یاب ہوگا) بعض کودنیا سے مشتاق لے جاتے ہیں اور یہ بہت بڑا کام ہے۔

قطعہ

روزمحشر کہ من ازخواب گراں برخیزم　　ہمچونرگس بجمالت نگران برخیزم
گردرانجای شہیدان غمت راطلبند　　من بخون غرق کفن نعرہ زنان برخیزم

ترجمہ:۔ جب روزمحشر میں خواب گراں سے میں بیدار ہوں گا تو نرگس کی مانند تیرے جمال کودیکھتا ہوااٹھوں گا اوراگر وہاں تیرے غم کے شہیدوں کوطلب کریں گے (پکاریں گے) تومیں خون میں غرق کفن میں سے نعرہ مارتا ہوااٹھوں گا۔

اور بعض حضرات کواللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے آخرت میں یہ شوق عنایت فرمادے گا۔

حضرت قددۃ الکبرانے فرمایا جب دوزخیوں سے اللہ تعالیٰ ماکثوا فرمائے گا (دیرتک انتظار کرو) تواس خطاب کی لذت سے دوزخی عذاب کی وحشت اوردوزخ کی عقوبت کوبھول جائیں گے۔ جیسا کہ حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا

یـاغـوث لاوحشـت ولاحـرقة فـی النـار بعد الخطاب لاھلھا　　یاغوث دوزخیوں سے خطاب کے بعد آگ میں حرکت اور وحشت باقی نہیں رہے گی

ان کارونادھونااورآہ وبکا کرنافراق کے باعث تھا نہ کہ بوجۂ عذاب۔

قطعہ

چویوسف برسرزندان گذر کرد　　خطابی کرو بازندانیان ساز
زیاد شوق آن آواز زندان　　شدہ گلشن پراز گلہایٔ طناز

ترجمہ:۔ جب حضرت یوسف قیدخانہ کی طرف سے گذرے اورقیدیوں سے مخاطب ہوئے تو قیدخانہ ان کی یاد کے شوق میں رنگا رنگ پھولوں سے مہکتا ہواگلشن محسوس ہونے لگا۔

حضرت قددۃ الکبرافرماتے تھے کہ جب طالب کا دل آتش شوق کے دیدار سے جلتا ہے اور سالک کی جان یار

کی محبت کے شعلے سے جلنے لگتی ہے تو اس وقت تمثیل کے پانی سے اسکی اس آگ کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے اس لیے کہ عاشقوں کے لیے یہ لباس تمثیل نہ ہوتو ان کا لباس حیات پارہ پارہ ہوجائے۔

قطعہ

عاشقان راوصال دانی چیست یافتن راہ دربساط مثال
زانکہ وصل خدائ بی کم وکیف جز تمثل محال ہست محال

ترجمہ:۔تمہیں معلوم ہے کہ عاشقوں کے لیے وصال کیا ہے؟ ان کا وصال یہ ہے کہ ان کو بساط مثال کی طرف راستہ مل جائے اس لیے کہ اس ذات کا جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے تمام اغراض سے پاک ہے، سوائے تمثیل کے وصال محال ہے محال۔

چنانچہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اضطراب واشتیاق بہت زیادہ ہوا اور جدائی کی آگ حد سے بڑھ گئی تو آپ کو معراج مثال کا عروج عطا کیا گیا۔(معراج عطا ہوئی) اور آپ کے سراقدس پر وصل کا تاج سجایا گیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رایت ربی فی لیلۃ المعراج فی احسن صورتہ شاب اوامرددزی قطط

میں نے اپنے رب کو لیلۃ المعراج میں ایک جوان امرد مرغولہ موکی بہترین صورت میں دیکھا۔

اور اسرار مثال سے مطلع ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے اور انوار مثال پر نظر رکھنا کسی معمولی کردار کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطعہ

ای براور پائ درراہ مثال مشکل است وبہترین پندار حال
ہرکرا شاہ مثال یار داد برسریر لایزالی پانہاد

ترجمہ:۔اے دوست راہ مثال میں پاؤں رکھنا بہت مشکل ہے لیکن اسکو بہترین حال سمجھنا چاہیئے۔جس کسی کو شاہ مثال اپنے حضور میں باریاب فرماتا ہے۔گویا اس نے لایزالی تخت پر اپنا قدم رکھ دیا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ شیخ سہل عبداللہ تستری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اس عالم میں ایک تمثل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور وجود کو تمثیل مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور پیکر کو تخیل مرتضوی میں جلوہ نما فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ [1] بے شک جلوہ گر ہوا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدپُرنور کا سایہ نہ ہونا اسی بناء پر تھا۔

---

[1] پ ٦ المائدہ ١٥

شعر

سایہ نداری کہ تو نورِ ہی — روکہ تو خودسایہ نور الٰہی

ترجمہ:۔چونکہ آپ ایک عظیم نور تھے اس لیے آپ کا سایہ نہ تھا اور نور الٰہی کا سایہ کس طرح ہوسکتا تھا۔

بے شک آپ کا وجود مبارک آفتاب حقیقت کا پرتو تھا اور ظاہر ہے کہ پرتو کا سایہ نہیں ہوتا

مثنوی

بود ذاتش پر توخورشید ذات — تافتہ انوارِ اور ازشش جہات

لاجرم نور خدا مسند بود — سایہ اوانوار باہم ضدبود

ترجمہ:۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی خورشید ذات کا ایک پرتو تھی جس کے انوار شش جہات سے تاباں تھے۔بے شک خدا کا نور حقیقت محمدی میں تھا اس لیے اس کا سایہ نہ تھا کہ سایہ اور نور تو باہم متضاد ہیں۔ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

امام ابوبکر قحطیؒ فرماتے ہیں:

رایت رب العزۃ علی صورۃ النبی الامیؐ. میں نے خدا کو نبی الامی کی صورت میں دیکھا۔

اور مجھے معلوم ہے کہ یہ ذات گرامی کون ہے تو النبی الامی کو سمجھ اور عندہٗ ام الکتاب (اور اس کے پاس ام الکتاب ہے) کو پڑھ اور سمجھ۔اور یہ جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔یہی تمثیل ہے۔یہ بطور تمثیل وتشبیہ نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت مولانا رومیؒ کے معارف سے یہ بات فرمائی کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ انسان دنیا میں اس حشمت سرمدی کے لائق اور دولت ابدی کے شایاں اس وقت بن سکتا ہے کہ جب وہ اس عالم سفلی سے گزر کر گلزار علوی میں پہنچ جائے جس طرح وہ پہلے لالہزار علوی سے نکل کر اس کوہسار سفلی میں آیا تھا۔

قطعہ

اگر خواہی کہ بینی بارعلوی — زسفلی برگذر وآثار علوی

کہ علوی روئ علوی رابہ بیند — درین گلذار سفلی گل بچیند

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکثر سالکوں کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجاہدہ سے مشاہدہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور بعض حضرات کو اس حالت میں کہ مسند نشین ریاست ہوتے اور صدر بالش پر بیٹھے ہوتے ہیں اس عروس کا نظارہ میسر آجاتا ہے۔بہرحال وہ مستغنی ہے جیسا چاہے کرے کسی کے لئے دم مارنے کا موقع نہیں ہے۔

مثنوی

یکی پیمودہ راہ عشق بسیار بدیدہ تاجمال یار دلدار
یکی در بزم عیش خودنشستہ شراب وصل خوردہ باخجستہ

چنانچہ خواجہ مظفرؒ سے منقول ہے کہ فرماتے تھے جو کچھ دوسرے لوگوں کو سخت مراحل، خونخوار جنگلوں کو طے کرنے اور جانگداز دشت ودر میں رہنے کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ میں نے سروری اور حکومت کے تخت پر بیٹھ کر پالیا۔ اصحاب رعونت ان بزرگ کے اس قول کو ایک دعویٰ سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ایسا کہنا ان کے حال کا نقص تھا۔ نشان کمال نہیں تھا۔

بدستان راست نابدکار رستم ززالی زشت آید زیب پرچم

ترجمہ:۔ عام لوگ رستم نہیں بن سکتے اور عورتوں کے ہاتھ میں پرچم زیب نہیں دیتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں باباتنگر قلی جو قلماق ترک تھے اور دوسرے دوست علی جو اوزبک ترک تھے منازل سلوک طے کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان دونوں اصحاب کے حال کے مطابق ہر ایک کے لئے الگ الگ طریقہ کار مقرر کیا گیا۔ تنگر قلی کو ذکر کے لئے ایک ایسا کمرہ عنایت کیا گیا جس میں اعلیٰ درجہ کا فرش تھا اور دوست علی کے لیے سخت ریاضت مقرر کی گئی۔ ہمارے بعض ساتھی اس موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ مرشد حضرات حاذق اطبا کی مانند ہیں کہ وہ مرض کے مطابق ہی ادویہ سے کام لیتے ہیں۔

مثنوی

طبیبان انظر تیزاست ای یار کہ درد ہر کسی دانند زنہار
یکی از درد سر دیگر زسودا بنالیدند ہردو پیش بیطار
زنظر تربیت فرمود شان را گلاب این را وآنرانیز جادار

ترجمہ:۔ اے دوست جو طبیب ہیں ان کی نظر بہت تیز ہے اور وہ ہر ایک کی بیماری کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ دو شخص تھے ایک کے سر میں درد تھا اور دوسرا سودا کی بیماری میں مبتلا تھا۔ یہ دونوں بجائے طبیب کے معالج حیوانات کے پاس پہنچ گئے، اس نے دونوں کے علاج کیلئے گلاب تجویز کر دیا (حالانکہ دونوں مرض ایکدوسرے کے متضاد ہیں)

پس کچھ عرصہ کے بعد تنگر قلی حجرۂ تربیت سے فارغ ہو کر باہر آئے تو حضرت نے ترکی زبان میں پوچھا ''از حجرہ کوردنگر،، تو انہوں نے کہا ''منی بعناء پیکر ادل کوروم وکیم ہیچ کبشین عالمدار کورمسا بولقاہی اور فی البد بہہ ترکی زبان میں یہ شعر پڑھا

شعر ترکی:۔

کوروم اول خورشید نی کم برچہ عالم ذرہ
دورایچندم اول دریانی کم کم عرش پرسنگ قطرہ

(اس سے آگے آخر تک ترکی عبارت ہے)

لطیفہ۱۲

صوف وخرقہ وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہر ایک کے معنی اور مرید ومراد کے شرائط اور مقراض وطاقیہ کا تذکرہ

(اور بیان انواع لباس مشائخ از سوف وخرقہ وامثال آن ومعنی ہر یک وشرائط اردت مرید ومراد وذکر مقراض طاقیہ)

قال الاشرف:

الارادة وهى داعية مختلفة فے الصدور مقدمة على الافعال.

ترجمہ:۔حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ ارادت ایک داعیہ ہے مختلف النوع جو لوگوں کے سینوں میں ہوتا ہے اور یہ افعال پر مقدم ہے۔

اصحابِ ارادت پر واضح ہو کہ جب عنایتِ ربانی کی ہوا فضائے سجانی سے چلنا شروع ہوتی ہے اور دریائے وحدانیت سے شجرۂ ایمانی پر رحمت صمدانی کی بارش شروع ہوتی ہے تو باغِ دل تر وتازہ ہو جاتا ہے اور نہال ایمان میں حرکت وجنبش ہونے لگتی ہے تو اس وقت دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے اور دل میں طلبِ ارادت (مرید ہونے کی خواہش) پیدا ہوتی ہے اور انسان مبدا ومعاد کی جستجو میں مشغول ہو جاتا ہے پس اس وقت بادِ عنایت ایزدی کے جھونکے اپنی آغوش میں لے کر کسی صاحب دل (مرشد) تک پہنچا دیتے ہیں تا کہ وہ اس کو قبول فرمالے۔

شعر

گر تو سنگ صخروفا مرمرشوی
چون بصاحب دل رسی گوھر شو

ترجمہ:۔اگر تم سنگ خارہ ہو تو سنگ مرمر ہو جاؤ گے۔اگر کسی صاحب دل تک پہنچ جاؤ گے تو گوہر بن جاؤ گے۔

جب تم اس کی خدمت میں پہنچ جاؤ گے تو وہ شریعت کے حکمت خانہ سے تم کو شربتِ شفا پلائے گا اور طریقت کے دواخانہ سے وفا کی معجون مفرح کھلائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ	اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل فرماتے ہیں
وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ [۱]	جو رحمت اور شفا ہے ایمان والوں کے لئے۔

یہ شرعی دوائیں امراض جسمانی میں اعتدال اور امراض سے مقابلہ کی قوت پیدا کرتی ہیں اور طبیعت نفسانی کے قویٰ میں ہوائے روحانی کی جانب سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تا امراض جہالت سودا میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

[۱] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۲

شعر

علاج علت سرسام عنّابست ونیلوفر

توازسیرد عدس جوئ دوائ اوزہی سودا

ترجمہ:۔سرسام کا علاج تو عناب اور نیلوفر سے کیا جاتا ہے تو بجائے اس کے اس کو لہسن اور مسور کھلا رہا ہے۔ کیا پاگل پن ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا نے فرمایا کہ مریدوں کا اولیائے روزگار کی ارادت میں داخل ہونے اور زمانہ کے اصفیا سے مستفید ہونے کا سرچشمہ یہ ارشاد خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْااتَّقُوااللّٰہَ وَابْتَغُوْآ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ۱؎	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

ایک دوسری آیت ہے:

یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۲؎	ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

تفسیر قیامی میں لکھا ہے کہ الوسیلہ الی اللّٰہ کے معنی فقراؤ مشائخ کا تقرب ہے جیسا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من ارادان یجلس مع الانبیاء قلیجلس مع العلماء من ارادان یجلس مع اللّٰہ فلیجلس مع الفقراء	جو یہ چاہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں بیٹھے پس اس کو چاہیئے کہ وہ علماء کے پاس بیٹھے اور جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے وہ فقرا کے ساتھ بیٹھے۔

اس ارشاد میں فقرا سے مراد مشائخ ہیں کہ یہی حضرات ضلالت کے صحرا میں ادھر ادھر پھرنے والوں کو سیدھے راستہ پر ڈال دیتے ہیں اور وادی جہل میں سرگرداں لوگوں کی ہدایت کرنے اور سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں۔

جب ارادت کا ان دلائل سے ثبوت بہم پہنچ گیا تو پھر بیعت بھی لازم دواجب ہوگئی۔ اس لیے کہ ارادت تو بیعت کے بغیر ایک بے بنیاد وعدہ ہے۔

شعر

چو برہم دست در یاران نباشد

یقین میدان کہ آن پیمان نباشد

ترجمہ:۔جب تک یاروں کا ہاتھ یار کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ یقین کرلو کہ وہ عہد و پیمان نہیں ہے۔

اصحاب بیعت اور ارباب ارادت کی دلیل یہ آیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱؎ پ ۶ المائدہ ۳۵ ۲؎ پ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۱؎

بے شک جولوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔تو جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا اور جس نے اس عہد کو پورا کیا جواس نے اللہ سے کیا (تھا) تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔

اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے اس کا دوسرا نام شجرہ المبایعۃ بھی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰؒ نے فرمایا کہ ارادت دو طرح کی ہے ''ارادت صوری اور ارادت معنوی،، ارادت معنوی کے بارے میں تو کہا جاچکا ہے کہ وہ اس سلسلہ سلوک کا ایک فرض ہے اور اس درگاہ کے واجبات میں سے ہے اور ارادت ظاہری سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ استحسان مشائخ ہے اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور متقدمین حضرات کے عہد میں سلسلہ بیعت اور سرمنڈانے کا یہ طریقہ نہیں تھا۔بعد میں اس کو مستحسن سمجھا گیا البتہ خرقہ کا دنیا عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود تھا۔تم کو معلوم ہوگا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خرقہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا البتہ یہ بیعت قصر وحلق نہیں تھا۔قصر وحلق اور بیعت کا قاعدہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کے عہد سے شروع ہوا ان کی نسبت کسی بدعت کا گمان ہرگز نہیں کیا جاسکتا کہ وہ متقدمین کے پیشوا اور قدوۃ کاملین تھے۔جب تک ان کو صحیح نقل نہیں ملی ہوگی انہوں نے اس سلسلہ کو شروع نہیں کیا ہوگا۔بایں ہمہ صحیح یہ بات ہے کہ ارادت کا تعلق اور بیعت کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مشائخ سے منقول اور ایک بزرگ سے دوسرے بزرگ تک سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا ہے اور اولیٰ اور انسب یہی ہے کہ ارادت صوری کا تعلق ایسے شخص اور ایسی ذات سے قائم کیا جائے جو خدارسیدہ ہو اور بارگاہ الٰہی میں برگزیدہ ہو۔

شعر

ارادت باکسی آرای براور | کہ باشد ہمچو مادر آب دآذر
بگیر آن کف کہ دربحرہوائی | بگیردست تواز آشنائی

ترجمہ:۔ارادت ایسے شخص سے قائم کرنا چاہیئے جو ہماری طرح آگ اور پانی میں ہو۔اس شخص کا ہاتھ پکڑ (بیعت کر) جو سمندروں اور طوفان میں تجھے پہچان کر تیری دستگیری کرے۔

۱؎ پ ۲۶ الفتح ۱۰

اوراس برگزیدہ شخص کا سلسلہ اجازت مسلسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک بلافصل پہنچتا ہواگراس کے سلسلۂ اجازت میں کہیں سے خلل ہو(وہ سلسلہ درمیان میں کہیں سے ٹوٹا ہو) تو ایسے شخص سے بیعت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ جن کا سلسلۂ اجازت صحیح ہے ان سے بیعت کرنا درست ہےاوران کے ہاتھ پرتوبہ کرنا مناسب ہے خواہ وہ سرحد کمال تک نہ پہنچا ہو۔

حضرت شیخ خواجگی سے منقول ہے کہ ایسے خلفاء سے جن کا سلسلۂ ارادت ان مشائخ تک پہنچتا ہے بیعت کرنا زیادہ درست ہےاور دوسروں کوان کے احوال پر چھوڑ دے۔ان بزرگوں کے نام یہ ہیں۔شیخ حارث محاسبی،سیدالطائفہ جنید، شیخ ابومحمد رویم، شیخ ابوالعباس ابن عطاء شیخ عمروعثمان مکی قدس اللہ اسرارہم(ان حضرات کے سلسلہ کے خلفا سے بیعت کرنا زیادہ بہتر ہے)اس فقیر کے خیال میں ایسے سلسلہ میں بیعت کرنا اچھا ہے جن کا تعلق ان چودہ مشہور خانوادوں سے ہےاوران کی اقتدار اہم ہے۔انکے علاوہ ان سلسلوں میں بھی بیعت کی جاسکتی ہے۔جن کا سلسلہ ائمہ سادات تک پہنچتا ہے، یہ پسندیدہ اورمناسب ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرؒ انے فرمایا کہ سلسلہ صحیح میں بیعت کرنے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ ان واسطوں کے درمیان بیعت کرنے والے شخص کا پیراس کی استمداد کی اہلیت نہیں رکھتا ہےتواس سلسلہ میں انتہا تک کوئی نہ کوئی پیر ایسا ضرور ہوگا جواس کی فریاد کو پہنچے گا اوراس کی مدد کرے گا۔چنانچہ اس سلسلہ میں منقول ہے۔کہ ایک شخص کوموت کے وقت ایک مشکل مرحلہ سے دوچار ہونا پڑااس نے اپنے پیر کی طرف توجہ کی لیکن وہ پیراس مشکل کوحل نہ کرسکا تواس نے اپنے پیر کی طرف رجوع کیالیکن اس کے پیر سے بھی وہ مشکل مسئلہ حل نہ ہو سکا توانہوں نے اپنے پیر سے رجوع کیااوراس طرح سلسلہ بہ سلسلہ ہرایک اپنے پیر کی روحانیت سے رجوع کرتا رہا تا آنکہ روح مقدس وپرنور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سلسلہ پہنچااور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس نے اس مرید کی دستگیری فرمائی اوراس کی مشکل کوحل فرمادیا۔(آپ کی ذات گرامی کونین کے غموں کودور کرنے والی ہے)اسی طرح جب کبھی اصحاب طریقت کی راہ میں کوئی دشواری حائل ہوتی ہےتو پیراس کی مددفرماتا ہے۔اوراگر وہ پیر مددنہیں کرسکتا تو پھراس کا پیر مدد کرتا ہے جیسا کہ بعض مشائخ نے ارشادفرمایا ہے کہ اگرتوبہ کی راہ میں کوئی خلل واقع ہوجاتا ہےتو بے شک اس کی مدداس کا پیر کرتا ہے جس کے ہاتھ پراس نے توبہ کی ہےاوراگر وہ مددنہیں کرسکتا تو پھر وہ مدد کرتا ہے جواس سے بلند ہے یعنی اس کا پیر ہےاوراگراس سے بھی اس مشکل کاحل ممکن نہیں ہوتا تو پھر یہ سلسلہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہےاورحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مددفرماتے ہیں:

مثنوی

ہرکہ درین سلسلۂ خاندان دست زدہ واصل جانانہ دان

رست ازین سلسلۂ روزگار — سلسلہ یافت ززلف نگار
گرچہ درین سلسلۂ حلقہ — سست بود، ہیچ مکن فرقہ
زانکہ سرحلقہ اورمحکم است — کش بود آویختہ عالم کم است

ترجمہ:۔ جوکوئی اس سلسلہ خاندان سے وابستہ ہوگیا سمجھ لوکہ واصل جانانہ ہوگیا یعنی محبوب حقیقی تک پہنچ گیا جس کے ہاتھ میں اس محبوب کی زلف آگئی وہ اس سلسلہ روزگار سے آزاد ہوگیا۔اس سلسلہ(زنجیر) میں کوئی کڑی کمزور بھی ہوتو پرواہ نہیں ہے۔کچھ فرق نہ سمجھوکہ اس زنجیر کا سرااور پہلی کڑی تو بہت مضبوط ہے وہ پہلی کڑی ایسی ہے کہ اس سے تمام عالم بھی وابستہ ہوتو بھی بہت کم ہے۔وہ اس سے زیادہ وزن کی متحمل ہوسکتی ہے۔

شرائط بیعت

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا کہ یہ سلسلہ وسائط مشائخ (مشائخ کے واسطوں کا سلسلہ) حضرت سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے تاابندم (ہمارے زمانہ تک) بہت طویل ہے۔اوراس سے یہ راہ سلوک وطریقت بہت روشن ہوگئی ہےاوراس سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں۔چنانچہ حضرت اخی علی مصری سے منقول ہے کہ اکابر کے واسطہ اور مشائخ کے سلسلے درمیان میں جس قدر زیادہ ہوں گے اتنی ہی یہ راہ روشن ہوگی اوراسی قدر فوائد حاصل ہوں گے۔اور راہ سلوک آسان ہوگی۔احادیث شریفہ کے سلسلہ میں اس کے برعکس ہے کہ جس احادیث کی اسناد میں جس قدر وسائط کم ہوں گے اتنی ہی وہ حدیث معتبر ہوگی اور صحیح تر ہوگی۔جیسا کہ صحابۂ کرام نے فرمایا ہے کہ وسائط جس قدر زیادہ ہوں گے اتنا ہی تغیر کا احتمال زیادہ ہوگا۔اس کے خلاف جس قدر خرقے زیادہ اورنور مشائخ سے نسبت زیادہ ہوگی اتنا ہی راستہ زیادہ روشن ہوگا۔

مثنوی

گرچہ شہ برلشکرسیارہ سر — میکنداز راہ لطف خود گذر
لیک فوجی کہ درسرحد بود — ازجماعت بیشتر وارد نظر

ترجمہ:۔ اگرچہ بادشاہ لشکر سیارہ سر پر اپنے لطف وکرم سے گزرتا ہے لیکن وہ فوجی جو سرحد پر کھڑا ہے وہ جماعت سے زیادہ نظر رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا کہ بیعت اس وقت تک درست نہیں ہوسکتی۔جب تک شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جائے اور سر پر قینچی نہ چلائی جائے۔(بال نہ کترے جائیں) اور شیخ سے خرقہ نہ پائے اگرچہ مقراض اور خرقہ کو لازمی شرائط میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن سلسلہ صوفیہ میں اس کا استعمال اس کثرت سے ہوا ہے کہ اب اس کو کوئی ترک نہیں کرتا ہے۔حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری سے منقول ہے کہ مرید اس وقت تک کامل مرید نہیں بن سکتا جب تک شیخ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لے اور اس کے بال نہ کاٹے جائیں اور اس کو شیخ خرقہ عطا نہ فرمائے۔خرقہ سے مراد ٹوپی اور ایک چادر یا کپڑا ہے۔حضرت قدوۃ الکبرؒ نے تقریباً ان الفاظ

میں فرمایا کہ حضرت شیخ احمد کنبوہ حضرت شیخ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طاقیہ کی درخواست کی حضرت نے ان کو طاقیہ (کلاہ جو عمامہ کے نیچے پہنا جاتا ہے) عنایت فرمادیا اور بیعت نہیں کی۔ جب حضرت شیخ نظام الدینؒ نے سفر آخرت اختیار فرمایا تو شیخ احمد حضرت شیخ نصیرالدینؒ (چراغ دہلی کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا بس وہی کافی ہے۔ اس وقت جو صوفی حضرات وہاں موجود تھے۔ آپس میں بحث کرنے لگے کہ ان کو جو طاقیہ ملا ہے وہ محض تبرک ہے بغیر بیعت کے ارادت درست نہیں ہوتی۔ (یعنی شیخ احمد مرید نہیں ہیں) حضرت شیخ نصیرالدین محمود نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا۔ پھر دہلی کے اکابر اور دوسرے مکاتب صوفیہ سے اس سلسلہ میں رجوع کیا گیا۔ چنانچہ اس استفسار اور حضرات صوفیہ کی تصانیف و رسائل کے مطالعہ اور چھان بین کے بعد یہی بات قرار پائی کہ بغیر بیعت کے ارادت درست نہیں ہے" پس وہ کلاہ جو شیخ احمد کو دی گئی ہے وہ محض تبرک ہوگی۔

حضرت شیخ ابواسحاق جب شیخ عبداللہ خفیفؒ قدس سرہ کے مرید ہوئے تو صرف بیعت کی (خرقہ و کلاہ حاصل نہیں کیا) لیکن مقراض اور خرقہ بھی اہم امور میں سے ہے اور بعض ارباب تصوف اور مشائخ کا کہنا یہ ہے کہ بیعت ان تین چیزوں کا نام ہے اوّل مقراض یعنی سر منڈوانا یا بال کتروانا، دوم پیر راہبر کا اقرار، سوم پیر سے خرقہ حاصل کرنا۔ کم ہو یا زیادہ (یعنی خرقہ کے کپڑے کم ہوں یا زیادہ ہوں) بعض مشائخ نے یہ بھی کہا ہے کہ سر کے صرف تین بال دو سیدھی طرف سے کہ علائق کونین سے قطع تعلق کی جانب اشارہ ہے کاٹ لینا چاہیئے اور ایک بال بائیں طرف سے جس سے وجود غیر سے قطع تعلق کیطرف اشارہ ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ بال لینے کے سلسلہ میں تعداد کا تعین کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن معمول یہ رہا ہے کہ مرید کے سر سے تین بال کاٹ لیتے ہیں اور اس سلسلہ میں قیاس یہ کیا جاتا ہے کہ طالب و مطلوب کے درمیان جو کثیف ترین پردے ہیں وہ یہ تین ہیں۔ اول خلق جو طاعت و عبادت میں حجاب بنتا ہے، دوم دنیا جو آخرت کا حجاب ہے، سوم عقبیٰ جو حجاب مولیٰ ہے پس جب مرید کے یہ تین بال لیے جاتے ہیں تو اس سے مراد ان تمام حجابات کا قطع کرنا ہوتا ہے۔ بعض مشائخ بجائے تین بالوں کے چار بال لیتے ہیں ایک بال پیشانی سے اور ایک ایک دائیں بائیں سے اور ایک گدی کی طرف سے ان چار بالوں کے قطع کرنے سے بھی انہی چار حجابات کا قطع کرنا ہوتا ہے۔ تین حجابات تو مذکور ہو چکے چوتھا حجاب نفس ہے یا اس سے مراد چار ترک کونین ہے (یعنی کونین کو بالکل ترک کر دینا اس کے تمام لوازم کے ساتھ)

مثنوی

تانبّری چار تار موئ سر — چارتار یار کی گیری بسر
چار تارعشق گیروسازکن — پردہ راآنگہ زدل آغازکن
چار تاری یار کی آید بساز — گرنمانی گوش نفس خویش باز
چار تار یار گرآید بچنگ — بشنوی ازنغمۂ ہرموئ رنگ

ترجمہ:۔ جب تک تو سر کے یہ چار بال نہیں کاٹے گا تو دوست کے چار تار تجھے میسّر نہیں آسکیں۔گے پس عشق کے ان چار تاروں کو حاصل کر کے اس سے چارتارہ بنالے اور چارتارہ پر اپنا راگ چھیڑ دے۔لیکن دوست کا یہ چارتارہ (ساز) اس وقت تک نہیں چھڑ سکتا جب تک تو اپنے نفس کی گوشمالی نہیں کرے گا۔جب دوست کا یہ چارتارہ چھڑ جائے گا تو اس کے ہر تار سے ’’رنگ،، کا نغمہ پیدا ہوگا۔

مقراض کی ابتداء کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ فرماتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں جب کوئی پیدا ہوتا تو آپ اس کو کسی نہ کسی کسب میں مشغول فرمادیتے تھے یہاں تک کہ آپ کے یہاں شیث علیہ السلام پیدا ہوئے۔ابتدائے عمر ہی سے حضرت شیث (علیہ السلام) کی عادت یہ تھی کہ وہ مخلوق سے الگ تھلک رہتے اور زمانہ کی پابندیوں سے خود کو آزاد رکھتے۔جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اس طرف راغب پایا تو سوچ میں پڑ گئے کہ ان کو کس کسب میں مشغول کروں وہ اسی فکر میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا الشیث صوفی (شیث صوفی ہے) اس کے بعد حضرت شیث علیہ السلام کو خلوت میں بٹھادیا گیا۔ان کی خلوت نشینی کا ہر طرف شہرہ ہوگیا اور پھر یہ شہرت اس درجہ پر پہنچ گئی کہ وہ مرجع خلائق بن گئے لوگ آپ کی زیارت کے لیے ٹوٹے پڑتے تھے اور آپ سے فوائد حاصل کرتے تھے جب لوگوں کا آنا جانا اس طرح حد سے بڑھ گیا تو جبرئیل علیہ السلام پھر تشریف لائے اور حضرت شیث علیہ السلام کو مقراض دی اور کہا اب جو کوئی محبت اور دوستی کا تعلق تم سے پیدا کرنا چاہے اس قینچی سے اس کے سر کے بال کاٹ لینا تا کہ تمہارے اور اس کے درمیان اتحاد کی علامت بن جائے۔

مثنوی

کسی کو در جہاں خلوت نشین بشد — دراو مجمع اصناف دین شد

وگر چون موئ حکمش برسر آمد — کہ گیرد موئ فرق کش درآمد

گرفتہ موئ ازفرق خلائق — کہ مشعر گشت برقطع خلائق

ترجمہ:۔ جب کوئی خلوت نشین ہوجاتا ہے تو اس کے مجمع میں دین کو اضافہ ہوتا ہے اور جو کوئی اس کے حکم کے بال سر پر رکھ لیتا ہے یعنی حکم مان لیتا ہے تو سر کے بال اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے۔خلائق کے سر سے بال اتار کر ثابت کیا جاتا ہے کہ قطع خلائق کیا گیا ہے۔

مقراض قطع کا آلہ ہے یعنی پیر مرید کو اس مقراض کے ذریعہ غیر سے منقطع کردیتا ہے۔حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ بعض اوقات تین بال سیدھی طرف کے اور کبھی بائیں طرف کے اور کبھی پیشانی سے کاٹ لیتے تھے۔ یہی سلطان المشائخ کا معمول تھا۔ لیکن اگر امراء وسلاطین حلقہ ارادت میں داخل ہوں تو بجائے سر کے بالوں کے ان کی موچھوں کے بال لیے جائیں۔ یہی اولیٰ ہے اور ان کے گلے میں دستار ڈال دی جائے۔ جس سے

یہ ظاہر ہو کہ یہ بندہ گنہ گار جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا تھا۔اب اس کی بارگاہ میں (خطا کاروں کی طرح) حاضر ہو رہا ہے اور اپنے نفس کی گردن کو شریعت کی قید میں مقید کر رہا ہے اور اب باری تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشائخ کی پناہ کا خواہاں ہے اس طرح شر نفس اور شیاطین سے پناہ طلب کرتا ہے۔

مثنوی

گریزد بندہ گراز خداوند — بصحرا سرنہدز آرام گاہی
چوخواہد آمدن برخواجۂ خویش — بصاحب دولتی جوید پناہی
رسن در گردن اندازد بیارد — بہ پیش خواجہ وخواہد گواہی

ترجمہ:۔جو بندہ خداوند کریم سے گریز کرتا ہو وہ اپنا سر صحرا کی آرامگاہ میں رکھتا ہے لیکن اگر وہ اپنے خواجہ وآقا کے حضور آنا چاہے تو پیرومرشد کے ہاں پناہ حاصل کرے۔گلے میں رسی ڈال کر آئے اور اپنے خواجہ کے سامنے توبہ کرے اور گواہی دے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مرید کے سر پر کلاہ چارتر کی رکھی جائے اس کلاہ میں تکمہ ہونا چاہیئے کہ یہ تکمہ اشارہ ہے اس نقطۂ وحدت کی طرف یعنی چار چیزوں کو ترک کر کے وہ نقطۂ وحدت پر آگیا ہے اور اپنے اعیان ثابتہ کے نقطہ نظر پر پہنچ گیا ہے اور یہ بات مرید منتہی کے منصب اور مرتبہ سے نسبت رکھتی ہے کہ وہی اس کا اہل ہے اگر مرید قابل سعادت اور افادت کے لائق ہے تو اس کو اپنی کلاہ عنایت فرمادے ورنہ عام صورت میں اپنے سر سے مس کر کے اس کو اڑھادے اور وہ مرید شیخ کے تمام اصحاب اور حاضرین مجلس سے مصافحہ کرے، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں دوگانہ ادا کرے۔یہ شکرانہ اس سلسلہ میں ہے کہ اس کو توبہ کی دولت حاصل ہوئی اور شیخ کی دست بوسی کی نعمت میسر آئی اگر مرید اس لائق ہے کہ وحدت کا کام (کار وحدت) کر سکتا ہے تو اس کے مناسب حال کوئی خدمت اس کے سپرد کر دی جائے۔اور اگر وہ شیخ کے ہاتھ پر صرف توبہ ہی کرنا چاہتا تھا اور بیعت سے اس کا مقصود صرف توبہ کرنا تھا تو یہ بھی ایک گرانمایہ اور عظیم سعادت ہے اور بہت ہی خوشگوار دولت ہے۔

شعر

سری باید کہ پوشد تاج دولت
بری شاید کہ بیندزیب وحشمت

ترجمہ:۔تاج پہننے کے لئے موزوں اور مناسب سر ہونا چاہیئے اور زیب وحشمت کے لئے مناسب جسم درکار ہے۔

جب کوئی مرید ارادت کے لیے حضرت پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور ارادت کا نام لیتا تھا تو حضرت اس سے بہت بچتے تھے اور آپ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور فرماتے تھے آج کل مرید کہاں ہے

اگر کوئی مرید تھا تو حلقۂ مریدان جہاں کے سردار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور پیروں اور مرشدوں کے سردار سرور کونین اصلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور ان کے بعد چند اور دوسرے حضرات متقدمین میں تھے۔ جو ارادت کی حدوں تک پہنچے تھے چونکہ آپ کے خدام عظام نے آپ کے زبان سے متعدد بار یہ بات سنی تھی اس لیے جب کوئی طالب ارادت خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو اس کو سمجھا دیا جاتا تھا کہ (ارادت کے بجائے) توبہ کی التماس کرے۔ جب آپ کے گوش مبارک میں توبہ کا نام پہنچتا تو آپ حد درجہ مسرور ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے بھائی آؤ۔ آؤ۔ ہم تم مل کر توبہ کریں اور ہم تم کہ بحرِ عصیاں میں غرقاب ہیں توبہ کر کے ساحلِ بخشش تک پہنچ جائیں، جیسا کہ مجذوت شیرازی (حافظ) نے کہا ہے

شعر

نہال بلبل اگر بامنت سریاریست

کہ مادو عاشق زاریم وکار مازاریست

(آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں ۔۔۔ تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل)

فرماتے تھے کہ اس بیعت میں ایک فائدہ اصل اور سرمایہ کل یہ حاصل ہوتا ہے کہ اس طرح ایک مغفور کا ہاتھ اس وسیلہ سے حاصل ہو جائے جو ایک بدکار کی مغفرت اور ایک زشت کار کی آمرزش کا موجب بن جائے۔

شعر

چہ بہت زین کہ ازایصال دستی

بدست آرد سعادت نیکبختی

ترجمہ:۔ کتنا اچھا ہے کہ ایسے ہاتھ سے اتصال کے نتیجے میں نیک بختی کی سعادت ہاتھ آجائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے مرید اس زمانہ کے پیروں سے اچھے ہیں کیونکہ مرید کا بیعت سے مقصود دین کا استفادہ ہے (حصول دین ہے) اور بیشتر پیروں کا مقصود مرید کرنے سے اس کمینی دنیا کا حصول ہے اور فرق صاف ظاہر ہے۔ (کہ دونوں میں کون بہتر ہے)۔

عطائے کلاہ وخرقہ

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے ارشاد فرمایا کہ کلاہ سرسوائے مرید قابل کے اور اپنا خرقہ جز مرید کامل کے کسی اور کو نہیں دینا چاہیئے کیونکہ تاج شاہی کی قدر و قیمت اور شاہی خلعت کے اسرار ہر بے سروپا کی سمجھ میں نہیں آسکتے

شعر

نباشد ہرسری در خوروتاجی

نیابد ہربری زیب دواجی

ترجمہ:۔ ہر ایک سر تاج کے قابل نہیں ہوتا اور ہر ایک جسم پر قبا خوبصورت نہیں معلوم ہوتی۔

کہتے ہیں کہ حضرت شیخ زین الدین خوانی کا بیان ہے کہ جب میں مصر سے نکل کر بغداد پہنچا تو وہ طاقیہ جو شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائیتی نے مجھے عطا کی تھی اور بہت سے اکابر کے سر پر رہ چکی تھی۔ میرے پاس تھی۔ بغداد میں میری ملاقات پیر تاج گیلانی سے ہوئی انہوں نے یہ طاقیہ مجھ سے طلب کی۔ چنانچہ جیسا کہ فقیروں اور درویشوں کا دستور ہے (کہ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے) میں نے وہ طاقیہ ان کو دے دی۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ طاقیہ مجھ سے فریاد کر رہی ہے اور ان بزرگوں کے نام بتا رہی ہے جن کے سروں پر وہ رہی تھی کہ میں فلاں کے سر پر رہی ہوں اور فلاں بزرگ نے مجھے استعمال کیا ہے اور آج تم نے مجھے مے نوش کے سر پر رکھ دیا جو ہر وقت شراب نوشی میں مشغول رہتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں اپنے ایک مرید کو ساتھ لے کر اس طاقیہ کو حاصل کرنے کے لیے نکلا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس وقت میخانہ میں ہے اور شراب پینے میں مشغول ہے۔ چنانچہ میں وہاں پہنچ گیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ فلاں کمرہ میں ہے جب اس کمرہ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بدمست پڑا ہوا ہے اور وہ طاقیہ اس کے سر پر موجود ہے۔ میرے ھمراہی نے کہا آپ باہر چلیں میں ٹوپی کو اس کے سر سے اتار کر لاتا ہوں۔ میں باہر چلا آیا، چنانچہ میرے ہمراہی نے وہ طاقیہ اس کے سر سے اتار لی اور کمرہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور طاقیہ لے کر میرے پاش آیا کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کو ایک ایسی دوا پینے کو مل گئی (کسی پیر کی نظر اس پر پڑ گئی) کہ تین روز تک مدہوش پڑا رہا۔ عالم غیبت میں رہا۔ جب عالم غیبت سے ہوش میں آیا تو ایک سال تک مطلقاً کسی سے بات نہیں کی اگرچہ اس نے اس تاج کرامت کی قدر نہیں کی۔ لیکن پھر بھی اس کو کچھ نہ کچھ مل گیا۔

مثنوی

گلی کز دوست آید چون نبوئی رساند بویٔ خود از نیکخوئی
کسی کش از دماغ پاک بوید زگلزار دو عالم دست شوید

ترجمہ:۔ وہ پھول جو دوست سے حاصل ہوا ہے اگر تو اس کو نہیں سونگھتا پھر بھی وہ اپنی نیک خوئی سے تجھے اپنی خوشبو پہنچائے گا اور جو کوئی پاکیزہ دماغ کے ساتھ اس کو سونگھ لے گا تو پھر دونوں عالم کے باغ اس کے لئے بے کار ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ طریقت کے اشغال کی طلب اپنے پیر سے کرنا چاہیئے اور راہ سلوک کی راہنمائی اسی سے حاصل کرنا چاہیئے۔ البتہ اگر پیر معذور ہوں فقدان حال کی وجہ سے یا مرید اور شیخ کے درمیان بعد مسافت ہو یا راستہ طے کرنا دشوار ہو یا پیر کا وصال ہو گیا ہو تو دوسرے پیر کی طلب کی جا سکتی ہے لیکن اولیٰ اور انسب یہی ہے کہ پیر بیعت وارشاد ایک ہی ہو۔ خود پیر کی رضا مندی حاصل کر کے دوسرے شیخ کی طرف بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔ بعض حضرات نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ ہم لطیفہ رآداب میں بیان کر چکے ہیں۔

قطعہ

خدایک دل نہاد درسر دتن کہ بریک یار بندی دل بہنجار

نہ بہر آنکہ دل صدپارہ سازی　　　　وہی ہر پارہ از بہر صدیار

ترجمہ:۔خداوند تعالیٰ نے سروتن کے ساتھ ایک ہی دل عطا فرمایا ہے تاکہ تم ایک ہی دوست سے دل کو لگاؤ دل اس لیے نہیں ہے کہ اس کے سو ٹکڑے کر کے سو یاروں میں ایک ایک ٹکڑا تقسیم کر دو۔

ہر چند کہ شیوخ نامدار اور اکابر روزگار میں یہ مقولہ مشہور رہا ہے کہ ''ارادت یکجا و نعمت صد جا''، لیکن ان لوگوں کو ایسے لوگوں سے کیا نسبت جن کو شیخ اول ہی سے دولت حاصل ہوئی ہے اور اسی کے توسط سے دولت اخروی سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں۔

شعر

چہ نسبت درمیان این وآنست　　　　کہ فرقی اززمین تا آسمانست

ترجمہ:۔ان کے اور اُن کے درمیان کیا نسبت، کیونکہ ان کے مابین تو زمین وآسمان کا فرق ہے۔

بایں ہمہ مشائخ روزگار نے متعدد اکابر سے بھی کسب فیض کیا ہے جیسا کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ مجھے ۱۱۴ مشائخ سے یہ نعمت ارشاد حاصل ہوئی ہے اور طائفہ صوفیہ میں سے خواہ دور یا نزدیک جس کسی کے بارے میں یہ سنا گیا کہ صاحب بصیرت ہے میں نے اس کی صحبت حاصل کی ہے اور شرف دیدار حاصل کیا لیکن ان تمام فیاض و برکات کو میں نے حضرت مخدومی شیخ علاؤالدین گنج نبات قدس سرہٗ) کا طفیل سمجھا اور ان ہی کی دولت وسعادت کا ایک حصّہ جانا۔

قطعہ

کرم ازاز ہمائ استخوانی　　　　رسیدہ ازطفیل شاہ باراست

خورد گرتشنۂ ازجوئ آبی　　　　زدریا دیدہ اوزان جان نوازاست

ترجمہ:۔ہما کی ہڈیوں کو جو برابر کرم پہنچا وہ شاہباز کے طفیل سے پہنچا ہے۔ پیاسے نے اگر نہر سے پانی پیا تو یہ اس جان نواز دریا کا ہی پانی ہے۔

خدا کی قسم اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے اور ہر زبان کو ہزاروں بیان مل جائیں تب بھی میں اپنی اس دولت سرمدی اور حشمت ابدی کا ذرا سا بھی شکرانہ ادا نہ کرسکوں۔

ہرسرموگر　زبان　گردد　　　　ہرزبان　درخوربیان　گردد

سرموی　بیان　شکرانہ　　　　نتوانم　چوصدلسان　گردد

الحمدللہ ان تمام مشائخ سے ہم نے فرزند عزیز نورالعین کے لئے دولت حاصل کی ہے اور ان سب حضرات نے ان کے حق میں دُعاء کی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ روزگار سے منقول اور صوفیہ نامدار کا معمول ہے کہ جب انہوں نے

اپنے کسی مرید کی پرواز کی صلاحیت کو غیر معمولی پایا ہے تو انہوں نے خود دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے تا کہ وہ (دوسرا شیخ) اس مرید کو سیر وسلوک کی انتہا تک پہنچا دے جیسا کہ ابھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

حضرت شیخ طہٰ حضرت شیخ اسماعیل سمنانی کی خدمت میں منازل سلوک طے کررہے تھے اور بہت سی منازل طریقت کو ان کی خدمت میں رہ کر قطع کرلیا تھا۔لیکن جب شیخ اسمٰعیلؒ نے ملاحظہ فرمایا کہ شیخ طہٰ کا ظرف قابلیت بہت وسیع ہے تو ان کو لے کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی بہت زیادہ سفارش کی اور کہا کہ آپ شیخ طہٰ کی تربیت میں کبھی بھی دریغ نہ فرمائیں گے اور میری یہی آخری گذارش ہے حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت شیخ اسمٰعیل کے ارشاد کے بموجب شیخ طہٰ کی تربیت میں بھرپور کوشش فرمائی حضرت فرمایا کرتے تھے کہ فرزند طہٰ سمنان کی یادگار ہے یہ گوہر نفیس مجھے سمنان کے معدن لطیف سے ہاتھ آیا ہے لہٰذا اس کی پرداخت اور تربیت میں کوئی کوتاہی میں نے نہیں کی ہے۔

مثنوی

کسی کو را باحسان یار جانی فرستد از دل وجان ارمغانی
بباید داشتن ازنیک خوئی بہ نیکوتر مکان ازتازہ روئی

ترجمہ:۔جب کوئی کسی کو دوست جانی دل وجان سے تحفہ دیتا ہے تو اسے نیک خوئی سے اچھے مکان میں تازہ روئی کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ محمد بابا سماسی قدس سرہ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کو حضرت میر کلال قدس سرہٗ کے سپرد فرماتے ہوئے ارشاد کیا تھا کہ میرے اس فرزند بہاؤالدین کی تربیت اور شفقت میں کوئی کوتاہی نہ کرنا اگر تم نے اس سلسلہ میں کوئی کوتاہی کی تو میں تم کو معاف نہیں کروں گا۔

حضرت میر کلال نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں مرد نہیں اگر میں خواجہ کی اس وصیت میں ذرا بھی کوتاہی کروں۔ جب حضرت خواجہ بہاؤالدین جوان ہوئے تو حضرت میر کلال نے حضرت خواجہ محمد سماسی کے ارشاد کے بموجب ان کی بھرپور تربیت فرمائی اور ایک دن مجمع عام میں خواجہ بہاء الدین نقشبند کو طلب فرمایا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند بہاء الدین میں نے حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ کی وصیت اور ان کے ارشاد کو تمہارے حق میں پورا کردیا اس کے بعد اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے اپنی چھاتیوں کو تمہارے لیے خشک کردیا (جو کچھ میرے سینہ میں موجود تھا تم کو پہنچا دیا) اب تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے بیضہ سے باہر آ گیا ہے (بشریت کی ظلمت تمہارے وجود سے نکل چکی ہے) چونکہ تمہارا مرغ بہت بلند پرواز ہے اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں جہاں کی خوشبو بسی ہے خواہ وہ ترک میں ہو یا تاجیک میں وہاں سے مزید رشدوہدایت حاصل کرو اور اس حصول میں ذرا بھی دریغ نہ کرنا۔یعنی

اب تم کو کسی اور مرشد سے رجوع کرنا چاہیئے میرے پاس جو کچھ دولت طریقت تھی وہ میں نے تم کو دے دی چنانچہ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند ترک مشائخ میں سے ایک بزرگ شیخ قثم کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے۔اس کے بعد سمنان تشریف لائے اور سمنان میں شیخ علاء الدولہ سمنانی کے ایک خلیفہ کی خدمت میں رہ کر کسب فیض فرمایا۔حضرت قدوۃ الکبرؒا فرماتے تھے کہ شیخ کے حضور میں پہنچ کر ارادت حاصل کرنا اور بیعت سے بہرہ مند ہونا کچھ اور ہی بات ہے (یعنی بہتر اور اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں پہنچ کر بیعت کرے اور حلقہ ارادت میں شامل ہو) لیکن اکثر بزرگوں اور حضرات شیوخ نے دور دراز جگہوں سے دوسرے مقامات پر کلاہ ارادت بھیجی ہے (ایسا بھی ہوا ہے کہ شیخ اور مرید کے درمیان بعد مسافت ہے اور مرید نے خواہش کی ہے۔ چنانچہ شیخ نے اس کو کلاہ ارادت وہاں سے بھیج دی ہے) اور باوجود دوری کے خرقۂ اجازت سے بھی نامزد کر دیا ہے۔

طبقات الصوفیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ نجیب الدین علی بزغش طریقت کی تکمیل اور تعلیم تصوف کی دولت جب حضرت شیخ الشیوخ (حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی) سے حاصل کر چکے اور شیراز واپس ہوئے تو شیخ الشیوخ نے شیخ نجیب الدین بزغش اور شیخ شمس الدین کو (جنہوں نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا تھا) چالیس ٹوپیاں مرحمت فرمائیں۔ ہر ایک ٹوپی پر شیراز کے کسی ایک بزرگ اور شیخ کا نام لکھا ہوا تھا اور کہا کہ جب تم لوگ شیراز پہنچو تو سب سے پہلا کام یہ کرنا کہ یہ ٹوپیاں ہر اس شخص کو پہنچا دینا جس جس کا نام اس پر تحریر ہے۔ پھر کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونا چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابوالوفا نے بھی اپنی کلاہ شیخ علی ہیتی کے ہاتھ سے شیخ جا گیر کو بھیجی تھی اور ان کو اپنے پاس آنے کی زحمت نہیں دی اور کلاہ ارسال کرتے وقت فرمایا کہ میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ شیخ جا گیر کو میرے مریدوں میں داخل فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھے عنایت فرما دیا۔اس قسم کی اور بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ مشائخ نے اپنے مریدوں اور طالبوں کو کلاہ ارادت اور خرقہ اجازت دور دراز مقامات سے ارسال کیے ہیں۔اور اس طریقہ پر عمل کیا ہے۔ پس ان حضرات کا عمل ہمارے لیے ایک دلیل ہے۔

بچپن میں مرید کرنا

ایک دن بچوں کو داخل ارادت کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو حضرت قدوۃ الکبرؒا نے فرمایا کہ بچوں کی ارادت یہ ہے کہ ان کے باپ اپنے بچوں کو جس شیخ کا چاہیں مرید کرا دیں۔ ایسی ارادت جائز ہے اس کا قیاس اسلام قبول کرنے کے سلسلہ پر کرنا چاہیئے کہ باپ کے ساتھ بچے بھی اسلام قبول کر لیتے ہیں اور کسی ہوشمند بچے کا مرتد ہونا بھی اسی طرح درست ہے جیسے اس کا اسلام لانا اس پر جبر کیا جائے لیکن اسے قتل نہ کیا جائے پس جب ان کا اسلام لانا درست ہے تو اسی طرح بیعت کرنا بھی درست ہے۔ حضرات مشائخ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کا قیاس اس مسئلہ نکاح پر کرنا چاہیئے جس کا تعلق ولی سے ہے۔ جب کمسن کے ولی کا کرایا ہوا نکاح درست ہے یعنی اگر باپ نے اپنے بیٹے کا نکاح اپنی ولایت میں کر دیا ہے تو بیٹے کے

بالغ ہونے پر بھی وہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر باپ کے علاوہ کسی اور نے جیسے چچا وغیرہ نے کر دیا ہے تو بلوغ پر اس کو اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار ہے پس یہاں بھی یہی حکم ہے کہ اگر کسی بچہ کے باپ نے اپنے بیٹے کو کسی شیخ کا مرید کرادیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس کو فسخ بیعت کا اختیار نہیں ہے ہاں اگر باپ کے علاوہ ایسا ہوا ہے تو وہ بیعت کا اعادہ کر سکتا ہے۔

بیعت ہر طبقہ سے لینا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرؒا نے فرمایا کہ بعض مشائخ روز گار اور صوفیہ صافی کردار جوانمرد اور صاحب ہمت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں جو صالح اور نیک کردار ہوتے ہیں لیکن اس فقیر کا خیال یہ ہے کہ ہر رذیل شریف اور ادنی واعلیٰ سے خواہ وہ کسی طبقہ سے ہوں اس طائفہ عالیہ کو بیعت میں قبول کر لینا چاہیئے اور جو لوگ توبہ کرنا چاہتے ہوں

مثنوی

بیارندگی چون درافتادمیغ ندارد زبوم وبرآبی دریغ

کہ ہرکن کہ اواہل احسان بود برد نیک وبد ہردو یکساں بود

ترجمہ:۔ جب بادل برسنے پر آتا ہے تو زمین ہو یا پانی ہر جگہ برستا ہے اسی طرح جو کوئی صاحب احسان ہوتا ہے اس کا رویہ ہر نیک وبد کے ساتھ یکساں ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ غفّار ہے اور مشائخ کرام صفت غفّاری کے مظہر ہیں۔ اسی طرح ان کا ایک لازمی وصف ستّاری اور عیب پوشی بھی ہے۔ پس جو کوئی مہربانی اور رحمت سبحانی کو فاجروں اور بدکاروں سے دور رکھتا ہے وہ شیوخت کے منصب سے عہدہ برآ نہیں ہوتا۔

مشوتا توانی زرحمت بری کہ رحمت برندت چو رحمت بری

ترجمہ:۔ جہاں تک ہو سکے رحمت سے بری نہ ہو کہ اگر رحمت سے گریز کرے گا تو رحمت سے محروم ہو جائے گا۔

جب پہلی مرتبہ رایات علائی واعلام فقرائی کا نزول ظفر آباد میں ہوا ''اللہ تعالیٰ اس شہر کو آفتوں سے محفوظ رکھے،، تو حضرت شیخ حاجی چراغ ہند اور قدوۃ الکبرا کے درمیان جامع مسجد ظفر خان میں اتفاقاً ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں حضرات وہاں تشریف فرما تھے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کی ایک جماعت وہاں آئی یہ لوگ چوری اور ڈکیتی میں بہت مشہور تھے انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے داخل ارادت ہونے کی درخواست کی اور اس پر مصر ہوئے۔ حضرت قدوۃ الکبرؒا نے ازراہ انکسار حاجی چراغ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے مریدوں میں داخل کر لیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ارادت نام ہے توبہ کا اور یہ لوگ توبہ کرتے نہیں ہیں۔ پس یہ ارادت میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں اس سلسلہ میں باہم بہت کچھ اصرار ہوا (حاجی چراغ ہند کسی طرح راضی نہیں ہوئے) تب حضرت قدوۃ الکبرؒا نے فرمایا کہ ہم جوانمرد لوگ ہیں اور سائل کو اپنے دروازہ سے

ناامید واپس نہیں کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں سے کہا کہ آگے بڑھو تا کہ ہم تم کو اپنی بیعت دارادت میں داخل کریں۔ان لوگوں نے اپنے ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیئے جیسے ہی حضرت نے ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا وہ لرز گئے اور توبہ واستغفار کرنے لگے جب خود انہوں نے توبہ کی استدعا کی تو حضرت نے ان میں سے ہر ایک کو توبہ کرائی ان کے سر پر ٹوپی رکھی اور ان کے بال تراشے جب حق تعالیٰ نے ان کو شرف ارادت سے مشرف کرایا تو بیعت کی برکت سے سلوک کی توفیق ان کو حاصل ہوئی اور اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ اور بزرگان طریقت میں ان کا شمار ہونے لگا۔

گہ آری خلیلی زبتخانہ   کنی آشنائی زبیگانہ

ترجمہ:۔کبھی بت خانہ حضرت خلیل جیسے خدا دوست کو پیدا کرتا ہے اور ایک بیگانہ کو اپنا آشنا بنا دیتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرمایا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک کسی کو مرید نہیں کرتے۔ جب تک لوح محفوظ میں اپنے مریدوں کی فہرست میں اس کا نام نہیں دیکھ لیتے۔اور کسی کے ہاتھ میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں دیتے ہیں جب تک مغفورین میں اس کا نام لکھا نہیں پاتے۔ آپ بعض مریدوں کی نسبت فرمایا کرتے تھے۔کہ تم اور تمہاری دو تین پشتوں تک ہم نے (ارادت میں) قبول کرلیا ہے۔ان ملفوظات کا جامع اور مولف (حاجی نظام غریب یمنی) حضرت کا ہمرکاب تھا۔اس وقت جزائر فلسطین میں بعض لوگوں نے فرنگیوں کے ڈر سے پوشیدہ طور پر حضرت کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا اور کافی تعداد میں بیعت سے مشرف ہونے کے لئے آئے۔حضرت نے ازراہ ترحم ان سے فرمایا کہ تم کو اور تمہارے بیٹوں اور پوتوں تک کو ہم نے قبول کرلیا ہے، چنانچہ ان لوگوں کی اولاد نے بھی اس ارادت کو پورا کیا۔(وہ اس خاندان میں رہے)

نظم

میان ماوشما عہد درازل رفتست   ہزار سال برآید ہمان نخستینی
مرا یقین است کہ برتختہ عقیدہ خویش   بجائ مہر رخ من دگر تو ننگزینی

ترجمہ:۔ہمارے اور تمہارے درمیان ازل سے یہ عہد ہو چکا ہے، ہزاروں سال گذرنے کے باوجود بھی وہی اولیت ہے مجھے یقین ہے کہ اپنے عقیدہ کے مطابق تم میرے رخ کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھو گے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کبھی کبھی ازروئے لطف وکرم وفور جذبات کے وقت احباب سے تقریباً یوں فرمادیا کرتے تھے کہ اشرف جہانگیر ام کم ازشیخ جا گیر نیستم (یعنی میں اشرف جہانگیر ہوں میں شیخ جاگیر سے کم نہیں ہوں) جن کا یہ قول ہے ''میں اس وقت تک کسی سے عہد نہیں لیتا جب تک میں اس کا نام لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتا۔ کہ میرے مریدوں میں اس کا نام مرقوم ہے جن کی مغفرت کا وعدہ کیا جا چکا ہے،، اور یہ قول بھی ہے ''مجھے ایسی کاٹ کرتی ہوئی گزرنے والی تلوار دی گئی ہے جس کے ایک طرف مشرق اور ایک طرف مغرب ہے اگر میں پہاڑ کی طرف اشارہ کردوں تو وہ بھی

ریزہ ریزہ ہو جائے۔،، پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے حالت وجد میں یہ اشعار فرمائے ؎

قطعہ

گرہمائ ہمتم از ہم کشاید بال و پر | بیضۂ گردون بود درزیر بالم استخوان
بادشاہان چون نشینند برسریر سلطنت | گر نہ باشد بر سر شان سایہ من سائبان

ترجمہ:۔ ہمائے ہمت اگر اپنے بال و پر کھولے تو آسمان میرے پروں کے نیچے آجائے، بادشاہ تخت شاہی پر کس طرح بیٹھ سکتے ہیں اگر ان کے سروں پر میرا سایہ نہ ہو۔

باباحسین خادم اور مولانا عزیز الدین شجرہ نویس۔ شیخ یحییٰ کلاہ دار خدمت میں موجود تھے۔ جبکہ ۷۷۷ھ میں روح آباد میں عید الفطر آئی۔ چند دن میں اطراف و اکناف سے تقریباً دس ہزار افراد شرفِ ارادت کے حصول سے مشرف ہوئے۔ ان مذکور الصدر لوگوں نے معمول اور قاعدہ کے مطابق ان تمام مریدوں میں سے ہر ایک کا نام مریدوں کے دفتر میں تحریر کیا۔ کئی دفتر بھر گئے۔ مذکورہ بالا خدام نے مریدوں کے دفاتر کی کثرت اور بہتات کے بارے میں عرض کیا اور کہا کہ اب تو ان دفتروں کی نگہداشت دشوار ہوگئی ہے آپ نے حکم دیا کہ مریدوں کے تمام دفتر میرے پاس لاؤ چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی آپ نے خود اپنے دست مبارک میں وہ دفتر لیے اور ان سب دفتروں کو دھوڈالا اور فرمایا کہ ہم نے اپنے تمام مریدوں کے اعمال نامے دھو دیئے ہیں اور ان کے نام مغفرت پانے والوں کے دفتروں میں لکھ دیئے ہیں اور ہم نے حق تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک کوئی شہر اور کوئی زمین ایسی باقی نہ رہے جہاں اشرف کے مرید موجود نہ ہوں۔ اور اس فقیر کے خلفاء دوزخ کا منہ نہ دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ استدعا اپنی عنایت بے غایت سے قبول فرمالی ہے۔

شعر از سکندر نامہ

ہرآنچہ ازخدا خواستم زین قیاس | خدا واد برداد کردم سپاس

ترجمہ:۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس قسم کی جس قدر خواہشیں کی ہیں اس نے اپنے لطف و کرم سے ان کو قبول کرلیا ہے۔

عورتوں کی بیعت کا معاملہ

حضرت قدوۃ الکبرؒا نے فرمایا کہ مشائخ صوفیہ اور اس طائفہ علیہ نے عورتوں کو بھی بیعت کیا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ جو مشائخ میں جاری و ساری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [1] | تو انہیں بیعت فرمالیا کریں اور ان کیلئے اللہ سے استغفار فرمائیں بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

---

[1] پ ۲۸ الممتحنہ۱۲

عورتوں کو بیعت کرنے کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح مذکور ہے۔ بے شک جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو بیعت کرنے والی عورتیں پانی سے بھرا ہوا پیالہ لے کر حاضر ہوتیں اور وہ اپنا ہاتھ اس پیالہ میں ڈالتیں۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک اس پانی میں ڈالتے اور عورتیں پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہوتی تھیں:

انہ کان اذابایع النساء دعابقدح من ماءٍ فغمس ایدیھن فیہ غمس رسول اللّٰہ علیہ وسلم یدہ فیہ جالساً من وراع الحجاب.

مشائخ کرام بھی سنت کے مطابق عورتوں کو مرید کرتے تھے۔اس فقیر کے نزدیک عورت کی بیعت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کو نصیحت پردہ پوشی کی جائے اور اگر کسی عورت کو یہ خواہش ہو تو اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ سامنے نہ آئے اور پردہ میں بیٹھے۔

سکندرنامہ

چہ خوش گفت جمشید بازای زن	کہ در پردہ یا گور بہ جائ زن
زنی کو نماید بہ بیگانہ روئ	ندارد وشکوہ خودوشرم شوئ

ترجمہ:۔جمشید نے کیا عمدہ بات کہی ہے کہ عورت کی جگہ پردے میں یا قبر میں بہتر ہے جو عورت نامحرم کو منہ دکھاتی ہے۔اس کی نہ عظمت باقی رہتی ہے اور نہ شرم وحیا۔

عورت کو مرید کرتے وقت نماز وروزہ کی تاکید کرنی چاہیئے اور شوہر کی رضا جوئی اور رضا طلبی کی اس کو ترغیب دیں تاکہ عورت اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اور زیب وزینت کر کے خوش گوئی کے ساتھ شوہر کا استقبال کرے۔شوہر کی خاطر جوئی ایک ایسی عبادت ہے کہ کوئی ورد یا وظیفہ اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔ یہ باتیں ان عورتوں کے بارے میں کہی گئی ہیں جو زیور وزینت کی طرف رغبت رکھتی ہیں۔ ورنہ بعض عورتوں کو حق تعالیٰ نے کشف واقعات میں ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ بہت سے اصحاب سلوک کشف واقعات میں ان کے دست نگر رہے ہیں۔اور ان کا مرتبہ بہت سے اللہ والوں سے بھی دو چند تھا۔جیسا کہ صاحب فتوحات (محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے۔''یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ مردوں کے بارے میں ہے البتہ کبھی کبھی ان میں عورتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔لیکن باعتبار تغلب مردوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ان میں چند ابدال بھی ہیں۔ جب دریافت کیا گیا کہ ابدال کتنے ہیں تو کہا کہ چالیس نفوس۔ جب کہا گیا کہ آپ نے چالیس نفوس کہا ہے آپ نے چالیس افراد کا لفظ کیوں نہیں استعمال کیا تو فرمایا کہ ان میں اکثر عورتیں بھی ابدال گزری ہیں۔،،

حضرت شیخ عبدالرحمٰن سلمی صاحب طبقات الصوفیہ نے''نساء عابدات وعورات عارفات،، کے احوال میں ایک جداگانہ تذکرہ لکھا ہے اور اس میں کافی شرح وبسط کے ساتھ ان کے حالات بیان کیئے ہیں۔

قال بعضھم ولو کان لنساء کماذکرنا لفضلت اللنساء علے الرجال.

(بعضوں نے کہا ہے اگر ایسی عورتیں ہوں جن کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ مردوں سے زیادہ بزرگ ہوں گی)

شعر

فلا التانیث لاسم الشمس عیب

ولا التــذکیــر فخــر لـلھلال

ترجمہ: شمس کا اسم مؤنث ہونا عیب نہیں ہے لیکن ہلال کے لئے مذکر ہونا قابل فخر نہیں ہے۔

چنانچہ ایسی صالح عورتوں میں ایک حضرت رابعہ عدویہ ہیں۔ شیخ سفیان ثوری ان سے بہت سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے ان کے پاس جایا کرتے تھے اوران کے مواعظ سننے کا ان کو بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری ان کی خدمت میں گئے اور ان سے دریافت کیا کہ سلامتی کیا ہے؟ یہ سوال سن کر رابعہ عدویہ رونے لگیں۔ سفیان نے دریافت کیا کہ آپ کس بات پر رونے لگیں تو انہوں نے کہا کہ میں اس سلامتی سے تنگ آچکی ہوں۔

حضرت بی بی رابعہ بصری اور حضرت فاطمہ منکوحہ شیخ سلطان احمد خضرویہ کے فضائل اور مجاہدات آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں جیسا کہ شرائط وآداب میں گذر چکا ہے اور طبقات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت امّ احسان اہل کوفہ میں ایک زاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت سفیان ثوری ان کی خدمت میں بھی گئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان (امّ احسان) کے زہد وعبادت کی بناء پر حضرت سفیان نے ان سے نکاح کرنا چاہا تھا۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں ایک بار ان کے گھر میں پہنچا تو ان کے یہاں چٹائی کے ایک ٹکڑے کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی اور وہ بھی پرانی چٹائی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر تمہارے چچازاد بھائیوں کو ایک رقعہ لکھ کر بھیج دیا جائے تو وہ یقیناً تمہارا خیال کریں گے (اور سامان خانہ داری فراہم کردیں گے) انہوں نے مجھے جواب دیا اے سفیان میرے دل اور میری نظر میں تو اس سے بھی بہت بلند خیال موجود ہے جو تم نے کہا۔ میں دنیا کا جب اس ہستی سے سوال نہیں کرتی جو اس دنیا پر متصرف ہے اور اس کا مالک ہے تو پھر کسی اور سے کیا سوال کروں جو اس پر تصرف اور قدرت نہیں رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا نے فرمایا کہ اگرچہ عورتیں بھی بلند مراتب پر پہنچی ہیں لیکن ان سے مریدوں کی تربیت نہیں ہوسکی ہے (لوگ ان کے مرید نہیں ہوئے) اس لیے کہ ان کا پردہ اس چیز میں حائل اور اس کے منافی ہے۔ جس طرح کہ نبوت کے مرتبہ پر کوئی عورت نہیں پہنچ سکی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض مشائخ نے ان سے استفادہ کیا ہے اور معارف وحقائق حاصل کئے ہیں۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں بیان فرماتے ہیں کہ میں کئی سال تک فاطمہ بنت المثنّی کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہوں اور ان کی عمر غالباً ۹۵ سال سے کچھ زیادہ ہی ہوگی پھر بھی مجھے شرم آتی تھی کہ میں ان کے چہرہ پر نظر ڈالوں ان کو ایک نظر دیکھوں اس عمر میں ان کے چہرہ کی تازگی اور ناز کی کا یہ عالم تھا کہ کہتے ہیں کہ

جوکوئی ان کو دیکھتا تھا وہ ان کو چودہ سال کا سمجھتا تھا۔ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عجیب ہی معاملہ تھا وہ مجھے ان تمام لوگوں میں جوان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے زیادہ بہتر سمجھتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے اس شخص کی مانند کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ یہاں آتا ہے تو اپنے تمام اوصاف وکمالات کے ساتھ یہاں آتا ہے اور باہر کچھ بھی نہیں چھوڑ کر آتا اور جب یہاں سے جاتا ہے تو بہت کچھ ساتھ لے جاتا ہے اور میرے سامنے کچھ چھوڑ کر نہیں جاتا۔

حضرت شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاتحہ الکتاب کو مجھے مشغول رکھنے اور میری خدمت بجالانے کا حکم دیا ہے۔لیکن خدا کی قسم یہ فاتحہ الکتاب،، اللہ تعالیٰ سے میری مشغولیت میں مانع ہوکر اپنی طرف مجھے کبھی نہ مشغول کر سکی۔اور میرا حجاب نہ بن سکی۔ایک دن کچھ مشائخ آپ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ضعیفہ آپ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میرا شوہر فلاں شہر میں ہے اور وہاں وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔فاطمہؒ نے کہا کہ تو چاہتی ہے کہ تیرا شوہر واپس آجائے۔اس نے کہا ہاں۔میں نے فاطمہ کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ اے مادر محترم! آپ سُن رہی ہیں کہ یہ عورت کیا چاہتی ہے انہوں نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو! میں نے کہا کہ اس عورت کا مقصد پورا ہونا چاہیئے۔انہوں نے فوراً فاتحہ الکتاب سے کہا کہ اے فاتحہ الکتاب! جاؤ اور فوراً اس کے شوہر کو لے آؤ۔یہ کہہ کر انہوں نے فوراً فاتح الکتاب کو پڑھنا شروع کر دیا (سورۃ فاتحہ) اور ان کے ساتھ میں بھی پڑھنے لگا۔میں سمجھ گیا کہ انہوں نے سورہ فاتحہ کو پڑھ کر کوئی صورت پیدا کی ہے اور اس صورت کو اس عورت کے شوہر کو لانے کے لیے بھیجا ہے۔چنانچہ بھیجتے وقت انہوں نے کہا کہ اے فاتحۃ الکتاب فلاں شہر میں جاؤ اور جہاں اس عورت کے شوہر کو دیکھنا اس کو نہ چھوڑنا۔جب تک یہاں نہ لے آؤ۔چنانچہ فاتحہ کے بھیجنے کے بعد اس کے شوہر کے آنے میں بس اتنا وقت صرف ہوا جتنا اس مسافت کے قطع کرنے میں صرف ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ بیٹے کی ارادت باپ سے اولی اور آخریٰ ہے کہ بیٹے کے پیکر عنصری اور ہیکل جسمانی کی پرورش اس سے ثابت اور لازم ہے۔پس اگر وہ طریقت کی تربیت بھی کرے تو دوحق جمع اور دونسبتیں باہم محقق ہوجائیں گی۔اس طرح اگر کوئی باپ بیٹے کا مرید ہوجائے تو یہ بھی جائز ہے چنانچہ جب حضرت شیخ احمد ابدال کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سلوک عطا فرمائی اور وہ حضرت شیخ ابواسحاق شامی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے تو جب شیخ مرید ہوکر واپس آئے تو انہوں نے اپنے والد کے میخانہ کے ظروف توڑنا شروع کر دیے اور میخانہ کا دروازہ خوب مضبوط بند کر دیا تو ان کے والد محل کی چھت پر چڑھے اور بالاخانہ کے ایک بڑے سوراخ سے ان پر نیچے پتھر پھینکنا شروع کیے تو وہ سوراخ رفتہ رفتہ تنگ ہونا شروع ہوگیا۔جب خواجہ احمد ابدال کے والد نے اپنے بیٹے کی یہ کرامت دیکھی تو اسی وقت ان کے ہاتھ پر توبہ کرلی اور ان کے مرید ہوگئے اور اس قسم کی اور بھی مثالیں ہیں کہ لوگ اپنے بیٹوں کے مرید ہوگئے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ جس پر چاہے نوازش کرے۔**ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآءَ**.

مرید حقیقت میں مراد ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جو کوئی مرید ہے وہ حقیقت میں مراد ہے اس لیے کہ وہ مراد حق نہ ہوتا تو مرشد اس کو خلعت ارادت عطا نہ فرماتا۔ پس مرید و مراد میں فرق اتنا ہے کہ مرید مبتدی ہے اور مراد منتہی۔ مرید متحمل ہے اور مراد محمول ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ [1] — اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے۔

اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا گیا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ [2] — (اے محبوب) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا (مبارک) سینہ (علم وحکمت اور نور معفرت کیلئے) کشادہ نہ فرمایا۔

یا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ — اے میرے رب مجھے اپنی ذات دکھا۔ میں تجھے دیکھوں

قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ [3] — فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا:

اَلَمْ تَرَاِلیٰ رَبِّکَ [4] — کیا آپ نے اپنے رب (کی قدرت) کو نہ دیکھا

اس طرح مرید راہ رو ہے اور مراد منزل رسیدہ ہے۔ پس ایک راہ رو منزل رسیدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

مرید کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں

منقول ہے کہ مرید حقیقی میں چار چیزیں ہونی چاہئیں تا کہ وہ حقیقی مرید بن سکے۔

۱۔ مرض وصحت دونوں اس کے لئے یکساں ہوں اور ہر حال میں راضی برضائے الٰہی رہے۔

۲۔ فقر وغنا اس کی نظر میں برابر ہوں۔

۳۔ مخلوق کی مدح وذم دونوں کو یکساں سمجھے۔

۴۔ بہشت ودوزخ دونوں اس کے لئے برابر ہوں۔

چنانچہ ایک مرید کا مقولہ ہے کہ میں کونین سے سوائے اُس کے اور کچھ نہیں چاہتا ہوں۔

مرید کو ارادت خود نہیں ہوتی (بلکہ توفیق الٰہی سے اس میں پیدا ہوتی ہے) اور مرید قائم بخود ہے لیکن مراد قائم بحق ہے (یہی ان دونوں میں فرق ہے)

منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سے دریافت کیا گیا کہ درویش کو کم سے کم کیا چیز مطلوب ہونا چاہیئے جس کے باعث اس پر فقرد ارادت صادق آنے آپ نے فرمایا اس میں تین چیزیں ہونا چاہیئے اور

---

[1] پ ۱٦ طٰہٰ ۲۵ [2] پ ۳۰ الم نشرح ۱ [3] پ ۹ الاعراف ۱۴۳ [4] پ ۱۹ الفرقان ۴۵

ان تین سے کم نہ ہونا چاہیئے۔

ا۔ پیوند درست لگا سکے۔۲۔ سچ بات سن سکے اور کہہ سکے۔۳۔ سیدھا پاؤں زمین پر رکھ سکے۔

اس وقت حاضرین میں کچھ درویش بھی موجود تھے۔ جب ان باتوں کو سن کر یہ لوگ اپنے مقام پر واپس آئے تو آپس میں کہنے لگے کہ آؤ اس موضوع پر ایک دوسرے سے کچھ گفتگو کریں۔ چنانچہ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اس سلسلہ میں کہا۔ جب شیخ علی ہجویری (داتا گنج بخش) کی بولنے کی باری آئی تو آپ نے کہا

ا۔ درست پیوند لگانے سے مراد یہ ہے کہ پیوند فقر کی نیت سے لگائے، زینت کے خیال سے نہ لگائے اگر فقر کی نیت سے پیوند لگائے گا اور اگر وہ نادرست بھی لگ گیا تو حسن نیّت کے باعث وہ درست ہوگا۔

۲۔ سچ بات سننے اور کہنے سے مراد یہ ہے کہ حال سے سنے خودی سے نہ سنے اور نیت وحق اور ذکر و وجد کو اس میں صرف کرے نہ بہر منزل (یعنی حق رسی سے اس میں تصرف کرے نہ کہ خوش طبعی اور مزاح کے طور پر) اور اس بات کو عقل سے نہیں بلکہ حقیقت زندگی کے ساتھ سمجھے۔

۳۔ سیدھا پاؤں زمین پر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پاؤں جب زمین پر مارے تو وجد کے ساتھ مارے لہوولعب کے طور پر نہ مارے۔

شیخ ہجویری کی اس توضیح کو ان کی عدم موجودگی میں شیخ ابوالقاسم گرگانی سے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے درست کہا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسکی جزا عطا فرمائے۔

خرقہ پہنانا

حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقہ پہنانے کے سلسلہ میں فرمایا:

الخرقه علامة العشاق وهيبة على الفساق خرقہ عاشقوں کی علامت ہے اور فاسقوں کے لیے ایک ہیبت ہے۔)

خرقہ پہنانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بارگاہ صمدیت سے خرقہ لے کر آئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چار ٹکڑے کر دیئے تھے۔ ایک قطعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ٹکڑا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اور ایک حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کو اور ایک قطعہ حضرت علی مرتضٰی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور وصیت فرمائی کہ اس کی حفاظت کرو، حاجت کے وقت اس کو نکالو، ایک دن سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں حضرات سے وہ قطعات طلب فرمائے۔ اصحاب مذکور میں سے تین حضرات نے یہ ٹکڑے تلاش کیئے لیکن ان کو نہیں ملے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور چاروں قطعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوا کہ اے علی تم کو مبارک ہو، پہنو اور دوسروں کو پہناؤ۔

نزدل خرقہ کا سبب طائفہ مشائخ نے ایک اور بھی بیان کیا ہے، جیسا کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر سے واپس تشریف لائے تو آپ کے سر پر ''درہ التاج،، درخشاں تھا۔ جو بہشت میں آپ کو عطا ہوا تھا اور خزانہ الٰہی سے ایک خلعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنایا گیا تھا۔ جب آپ نے وہ خلعت خاص پہنا تو خاطر شریف میں یہ خیال گزرا کہ میرے امّتیوں کو بھی اس خلعت خاص سے بہرہ اندوزی حاصل ہوتو کیا ہی خوب ہو چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس خلعت خاص سے آپ کے امتیوں کو بھی حصہ ملے گا۔ ایک شرط اس کے لیے مقرر کی جاتی ہے جو کوئی اس شرط کو پورا کرے گا وہی اس خلعت کیلیے سزادار ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے شرطِ معین پر ظاہر فرمادی۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی سیر سے دنیا میں واپس تشریف لائے تو اصحاب کرام پر یہ بات ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ چاروں اصحاب کرام میں وہ کون ہے جو رموز کنوز الٰہی اور درِّ مکتوم لامتناہی کے بارے میں بات کریگا چنانچہ پہلے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تم کو یہ خرقہ پہنایا جائے تو تم کیا کروگے انہوں نے جواب دیا کہ میں رہ صدق وصفا میں اس کی آخری حدوں تک جاؤں گا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں عدالت کا ایک وقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں حیا کی بارش سے کشت زار ردزگار کو سیراب کروں گا پھر حضرت علی مرتضٰی سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ خرقہ نفس کا پردہ پوش ہے لہٰذا سزاوار یہ ہے کہ اس سے ستر عیوب کا کام لیا جائے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی یہ خرقہ تم کو مبارک ہو کہ اس کی شرط یہی تھی جو تم نے بیان کی۔

مثنوی

چوخرقہ آمداز ستّار عیوب	بسوئ خانقاہ شیخ محبوب
مریدان رابتوفسیق خلافت	نویدی داد باعزوکرامت
کہ من باہر کسی از رہ خطابی	سوالی میکنم گوید جوابی
مراور اخرقہ تشریف دادار	بپو شانم برائ شیخ ستار

ترجمہ:۔ستّارِعیوب کی بارگاسے پیارے محبوب کی بارگاہ میں جب خرقہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توفیق خلافت کی بنا پر بڑے عزت واحترام کے ساتھ اپنے اصحاب سے اس کی خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ میں ہر ایک سے ایک سوال کرتا ہوں جو کوئی اس کا صحیح جواب دیگا تو دادار اعظم پروردگار عالم کا یہ خرقہ اس کو عطا کروں گا۔ جو عیب پوش شیخ ہوگا۔(اس کی صراحت اوپر گذر چکی ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سات قسم کا خرقہ پہنا جاتا ہے۔

۱۔صوف ۔۲۔ملمعہ ۔۳مرقع ۔۴۔کبود۔۵۔سیاہ۔۶۔سفید۔۷۔ہزار میخی

۱۔صوف

سب سے پہلے جس نے صوف (اون) کا لباس پہنا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے کہ جب وہ بہشت سے دنیا میں تشریف لائے تو ہدیہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ایک گوسفندان کے پاس بھیجی۔اس کے بالوں کو حضرت حوّا نے کاٹا اور حضرت آدم نے اس اون سے کپڑا بُن کر پہنا۔آپ کے بعد حضرت یحییٰ وحضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون یا صوف کا لباس پہنا اور صوفی کی اسی صوف سے نسبت کامل ہے۔صوف کے تمام حروف کے معانی مشہور ہیں۔پس جو کوئی اس معانی سے بہرہ ور ہے وہ اس کا سزاوار ہے (ص سے صبر و سے وفا عہد اور فا سے فقر) وہ مبتدی مرید جو صوف پوش ہے اس کو چاہیئے کہ وہ ریاضت اور کثرت مجاہدہ میں کوشش بلیغ بجالائے تا کہ یہ صفات اس میں بدرجہ کمال سرایت کر جائیں۔اگر یہ صفات اس میں نہیں ہیں تو پھر وہ ایک اسم بغیر مسمی ہے (وہ نام اس پر صادق نہیں آئے گا) پھر وہ صاحب خرقہ نہیں بلکہ خرقہ کا طفیلی ہوگا۔البتہ وہ حضرات جنہوں نے اپنے جسموں کو مجاہدہ کی بھٹی میں اور کی آگ سے گداختہ کیا ہے اور جنہوں نے اپنے نفسانی وحیوانی خواہشات کے آلات کو لذایذ سے روک لیا ہے۔اور جسم و جان اور خانمان کو اس راہ پر فنا کر چکے ہیں اور جن کا:

موتوا قبل ان تموتوا　　　　مرجاؤ تم مرنے سے پہلے۔

پر عمل ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفوس کو لذتوں اور شہوتوں، بیویوں، غذاؤں اور پینے کی چیزوں (ماکولات مشروبات اور ملبوسات) سے ہماری خاطر روک لیا ہے۔یقیناً ان کو ہم اپنا راستہ دکھا دیں گے یعنی اپنی ذات تک پہنچنے کا راستہ۔

مثنوی

ای صوفی صافی گہر، مہر وچنین بے سروپا　　　　ازجسم وجان اندر گزر پی ہر دوشو جویان ما
مانند عیسیٰ ای پسر بکشائ بال و پر و پر　　　　خوش پرشواز دام زمین بر چرخ و بر کیوان ما

ترجمہ:۔اے صوفی صافی گہر بغیر سر اور پاؤں کے ایسے چلتا جا کہ جسم وجاں سے گذر جا اور ان دونوں کے بغیر بھی ہمارے متلاشیوں میں ہو جا حضرت عیسی کی طرح اے بیٹے اپنے بال و پر کھول لے اور خوبصورت پروں کے ساتھ پرواز کرتا ہوا زمین کی قید سے نکل کر ہمارے آسمان پر آجا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر کے نزدیک وہ جامہ جس کا تعلق عادت سے ہے (یعنی عادتاً جو لباس پہنا جاتا ہے) اس کا اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ جامہ اور خرقہ عین شخص نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک عرض (قائم بالغیر) ہے جس کا تعلق جوہر وجود سے ہے جس وقت تمام اعضا اور جوارح انسان اس خاکدان (دنیا) میں مرنے کے بعد چھوڑ جاتا ہے تو پھر ان کا کیا اعتبار رہتا ہے۔ ایک معیّن لباس کا پہننا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابھی اسباب فانی کی طرف میلان باقی ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ ابھی وہ ظاہر کو نہیں چھوڑ سکا ہے اور

ترک عادت نہیں ہوسکا۔ پس جوکوئی اس مرتبہ پر ہوتا ہے اس کو خام کہا جاتا ہے:

قال الاشرف لیس الحجاب بین العبدو المعبود سوی العادت الطبیعة

حضرت اشرف فرماتے ہیں کہ عبد اور معبود کے درمیان عادت اور طبیعت کے سوا اور کوئی حجاب نہیں ہے۔

قال الاشرف لیس الوصول الیٰ اللّٰہ مالم یخرق العاداۃ

حضرت اشرف فرماتے ہیں کہ اس وقت تک وصول الی اللہ میسر نہیں ہوسکتا جب تک عادات (طبیعہ) کو ترک نہ کیا جائے۔

۱۔ جامۂ غیر معین

شاہ شجاع کرمانی رحمہ اللہ علیہ جو ایک ولی اللہ تھے ہمیشہ غیر مخصوص لباس پہنا کرتے تھے یہ فقیر (اشرف سمنانی) جس وقت حضرت مخدوم عالم وپیشوائے بنی آدم شیخ علاؤالدین (گنج نبات) قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت کی ظاہری اور باطنی نظر سے نوازا گیا۔ حضرت نے طرح طرح کے لباس مجھ مرحمت فرمائے میں نے وہ تمام کپڑے اسی روز ایک فقیر کو دے دیے۔ بعض معاندین اور معارضہ رکھنے والے لوگوں نے خود پرستی اور حسد کی بنا پر میری غیبت میں میرے اس طرز عمل پر نکتہ چینی شروع کردی اور طعنہ زنی کرنے لگے کہ آج تک نہیں ہوا ہے کہ مرشد کے خاص لباس کو دوسرے کو دے دیا جائے یہ بات کہاں سے سیکھی ہے کہ شیخ کا خرقہ سائل کو بخش دیا۔

قطعہ

اگر یابد کسی ازخلعت خاص — نباشد جائزش بردیگر ایثار
کہ آن لطفی بوداز جانب او — نباید دادنش ازدست یکبار

ترجمہ:۔ اگر کسی شخص کو خلعت خاص مل جائے تو اسے دوسرے پر ایثار کرنا جائز نہیں ہے یہ تو خلعت بخشنے والے کی طرف سے ایک لطف خاص ہے اس کو یکبار ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔

لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ (قدس سرہ) تک پہنچا دی (کہ اشرف نے عطا فرمودہ خرقہ کسی کو خیرات کردیا ہے) حضرت نے ان لوگوں کی بات سن کر فرمایا کہ فقیر کا فعل بے معنی نہیں ہوتا تم خود اس سے (اشرف سے) جا کر دریافت کرو کہ ایسا کیوں کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس فقیر سے دریافت کیا۔ اس عاجز نے ان سے کہا کہ بنائے جامہ عین پیر ہے یا غیر پیر۔ عین پیر تو اس کو کسی طرح سمجھا ہی نہیں جاسکتا اس لیے کہ جامہ عرض ہے جو ہر نہیں ہے اس لیے وہ بہر صورت غیر ہے اور پیر کی نظر غیر پر نہیں ہوتی۔ اور مرید پیر کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ پس اگر میں عوارضات پر توجہ کروں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں نے پیر کی صفات سے اکتساب نہیں کیا ہے۔ اور جس نے پیر کی صفات سے اکتساب نہیں کیا ہے اس کو پیر سے کیا نسبت۔

مصرعہ:۔

شتان بین مُحَمَّدُ و مُحَمِّدُ

(مُحَمَّدُ اور مُحَمِّدُ کے لفظی ترجمہ میں بڑا فرق ہے)

جب ہماری یہ گفتگو حضرت پیرومرشد کے سمع مبارک تک پہنچی تو بہت زیادہ تعریف فرمائی اور تحسین وآفرین کی۔اوراس فقیر کے حق میں دعا کی کہ دولت اشرفی کا شہرہ اورشوکت شنگرفی کا آوازہ مشرق سے مغرب تک پہنچے

قطعہ

چہ فرخ ساعتی کو درحق من برآورد ازلب خودیک دعائ

زوم ازہمت اوکوس دولت بچرخ ہفتمین چون بادشاہی

ترجمہ:۔سبحان اللہ وہ کیسی عمدہ ساعت تھی کہ حضرت نے میرے حق میں اپنے مبارک لبوں سے ایک دعا فرمائی ان کی دعا کی برکت سے آج میری سطوت ودولت کا نقارہ فلک ہفتم پر بجایا جارہا ہے۔

۲۔خرقہ ملمعہ

چمکیلا اور بھڑکیلا خرقہ مبتدی اگر پہن بھی لے تو اس کو کوشش کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کا مالک بنے کہ اس کے حروف کے معانی سے خودکو موصوف بنائے اوراگر کوئی کامل اس کا استعمال کرے تو اس کو اپنی بلند ہمت سے ملک وملکوت سے گزر جانا چاہیئے کہ وہ سلوک کی ابتداء سے نہایت منزل تک پہنچنے میں ہر منزل سے فیض یاب ہوا ہے اوراس کو اس مرتبہ اور درجہ سے نصیب کامل حاصل ہوا ہے اورلمعات غیبی کی کرنیں اس پر چمکی ہیں اگر متوسط اس کو استعمال کرے تو زیادہ مناسب ہے۔کیونکہ ابھی وہ لمعان انوار کی منزل سے نہیں گزرا۔

مثنوی

ملمعہ آن کسی درپوشد ای یار کہ برتابدہمہ لمعان انوار

نہ آن کو دردورنگی بودہ باشد کہ یکرنگی بتابد اندرین کار

ترجمہ:۔اے دوست ملمعہ وہ پہنے جو تمام لمعانِ نوار کو چمکائے نہ کہ وہ جو دورنگی میں پھنسا ہوا ہو۔کیونکہ اس کام میں یکرنگی ہی چمکتی ہے۔

۳۔خرقہ مرقعہ

اگر مرید پیوند دار خرقہ پہنے تو اس کو اپنے دل میں یہ پختہ ارادہ کرلینا چاہیئے کہ میں نے یہ مرقعہ اس لیے پہنا ہے کہ مجھے یہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے میراث میں ملا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَطَفِقَا يَخۡصِفٰنِ عَلَيۡهِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّةِ[۱] اوردونوں جنت کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے۔

اوراس کے حروف کے وصف سے خودکو متصف کرنا چاہیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ جب سلوک میں باطن کا اعتبار ہے تو پھر اس ظاہری خرقہ

[۱] پ ۱۶ طٰہٰ ۱۲۱

کی کیا ضرورت ہے (اس سے کیا حاصل) حضرت نے جواب میں فرمایا اس لیے پہنتے ہیں کہ عوام میں اوران میں تمیز ہو سکے اور ان صفات سے جو اس خرقہ کے جو ہر حروف سے حاصل ہوتے ہیں اگر صوفی متصف ہے تو کل روز قیامت میں وہ اولیاء کے ساتھ ہوگا اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہم نشینی اس کو نصیب ہوگی اور وہ ان ہی کے ساتھ محشور ہوگا۔ ورنہ وہ اولیا اور انبیاء کے اس لباس سے بے بہرہ رہے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ لباس اس کی جان کا دشمن بن جائے گا۔ اشرف کہتا ہے کہ:

من لبس الخرقه فيكون مشتغلاعلى تغير الاخلاق ذميمة وان لم يفعل ذالک فقد خات من لباس الانبياء والاولياء.	جس نے خرقہ پہنا پس وہ اپنے اخلاق بد کو بدلنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس نے بے شک اس نے اولیاء اور انبیاء کے لباس سے خیانت کی۔

منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک سیاہ پوش درویش تھا (ایک درویش سیاہ خرقہ پہنتا تھا) اور اطراف واکناف کی سیر کرتا پھرتا تھا۔ ایک دن وہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس کے سامنے دو سرخاب دریا کے کنارے اپنے بال و پر کھولے بیٹھے۔ تھے ناگاہ مادہ سرخاب نے دور سے اس سیاہ پوش فقیر کو دیکھ لیا کہ سامنے سے آرہا ہے مادہ سرخاب نے اپنے نر سے کہا کہ ایک خونخوار اور ہمارا کھا جانے والا آدمی آرہا ہے لہٰذا ہم کو اپنے بال و پر سمیٹ کر اڑ کر پانی میں چھپ جانا چاہیئے۔ نر سرخاب نے کہا کہ تو یہ ٹھیک کہتی ہے کہ آدمی ہمارا دشمن ہے لیکن تو یہ نہیں دیکھتی کہ وہ ماتمی رنگ کا لباس پہنے ہوئے ہے اس لیے میرا خیال اور ظن غالب یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے کسی کو ایذا نہیں پہنچے گی اس لیے کہ جو شخص ایسا لباس پہن لیتا ہے تو دوسرے کے دکھ کو وہ اپنا دکھ سمجھنے لگتا ہے لہٰذا تو بے خوف بیٹھی رہ۔ یہ دونوں جانور گفتگو کر ہی رہے تھے کہ اس سیاہ پوش فقیر نے صیّاد کی طرح ظلم کا جال بچھایا اور نر سرخاب کو پکڑ لیا۔ مادہ سرخاب نے جب اپنے نر کو گرفتار پایا تو اس کی جان پر بن گئی (کہ پرندوں میں جس قدر محبت سرخاب کے جوڑے میں ہوتی ہے کسی دوسرے میں نہیں ہوتی) اور یہ فقیر بھی یہ تماشا دیکھ چکا تھا کہ کسی جگہ سرخاب کو شکار کر کے اس کے کباب آگ پر بھون رہے تھے تو اس کی مادہ نے اس آگ میں گر کر جان دے دی تھی۔

چودر آب ہجراں فرد بردسر چکاوک درآتش زدہ بال وپر

ترجمہ:۔ جب آب ہجراں سر سے اوپر آنے لگا تو چکاوک نے اپنے بال و پر آگ میں ڈال دیئے۔

بہر حال اس درویش نے اس سرخاب کو کھالیا۔ مادہ سرخاب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں جا کر فریادی ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے درویش سے پوچھا اس نے بہت سے عقلی اور شرعی دلائل پیش کیے لیکن وہ نر سرخاب کے شکار کی کوئی قابل قبول دلیل پیش نہ کر سکا۔ آخر حضرت سلیمان علیہ السلام

نے فیصلہ کیا کہ اس مقدمہ میں قصاص صرف یہ ہے کہ درویش کا یہ لباس اتار لیا جائے کہ آئندہ دوسرے لوگ اس لباس کو پہن کر دوسروں کو فریب نہ دے سکیں۔

مثنوی

اگر صورت کنی معنی طلب کن — دا گرنہ خویش راازجان ادب کن
ازین معنی اگر صورت کنندش — چودیگر قاصدان رہ کم زنندش

ترجمہ:۔اگر صورت بناتا ہے تو اس کے معنی بھی پیدا کر ورنہ اپنے آپ کو ادب سے جدا کر لے، اگر اس طرح صورت کے معنی ہوں گے تو قاصد اس راہ پر کم ہی جائیں گے۔

۴۔خرقہ کبود

نیلے رنگ کا خرقہ اگر کوئی پہنے تو اس کیلئے لازم ہے کہ آسمان کی طرح ایک ساعت بھی آرام سے نہ بیٹھے اور چرخ دوار سے اگر اس کو کوئی رنج والم پہنچے تو راضی برضا رہے اور اس کا نفس مکروفریب سے آزاد رہے اور اپنی استعداد کے ظرف کو معارف کے نیلے رنگ (نیل) سے بھر لے کہ جب گونا گوں حوادث کا اس کو شکار ہونا پڑے تو اس کی یک رنگی پر حرف نہ آئے

فرد

این ہمہ رنگہاء پر نیرنگ
خم وحدت کند ہمہ یکرنگ

ترجمہ:۔یہ تمام خوبصورت رنگ خم وحدت نے ایک رنگ میں ڈال دیئے ہیں۔

اسی طرح سالک کو جس لباس میں بھی تم ملبوس دیکھو سمجھ لو کہ اس کے جامہ کا رنگ سالک کی حالت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔پس مبتدی سالک کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ جس رنگ کا لباس پہنے اس رنگ سے منسوب صفات کو اپنے اندر پیدا کرے تا کہ وہ لباس اس کے لئے مناسب اور درست بن جائے۔

مثنوی

کبود آنکس کند در برکہ گردد — زہر چہ آن زیراین چرخ کبوداست
نہ رد آرد بہر رنگی کہ بیند — زخم کثرۃ ازوحدت ربود است

ترجمہ:۔نیلا رنگ وہ پہنے جو خود ہر چیز کو اس نیلے آسمان کے نیچے اسی رنگ میں دیکھے۔جو رنگ نظر آئے اس پر توجہ نہ کرے بلکہ خم کثرت میں وحدت کو دیکھے۔

۵۔خرقہ سیاہ

خرقہ سیاہ کا پہننا اس شخص کے مناسب حال ہے جس نے اپنے آپ کو بھوک پیاس سے مہذّب بنالیا ہو۔ اور آداب ریاضت ومجاہدات سے مودب بن گیا ہواور سیاہ لباس پہن کر نعش کا ماتمی ہو۔ (ماتم کررہا ہے) اور عبادت کی تلوار سے تن کو قتل کردیا ہو اور تمام دنیا پر فنا کی چار

تکبیریں پڑھ چکا ہو(تمام دنیا کوترک کر چکا ہو)

فرد

بیاتا دست ازین عالم بشویم
وجود خویش راتکبیر گویم

ترجمہ:۔اے دوست آ،تا کہ اس دنیا سے ہاتھ دھولیں اوراس پر چار تکبیریں پڑھ لیں۔

لباس کا تعلق اہل میّت سے ہے(مردے کے اعزا سیاہ لباس پہنتے ہیں)ایک درویش سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے کسی شخص نے دریافت کیا کہ سیاہ لباس کیوں پہنا ہے انہوں نے کہا کہ میں تین گروہوں کی میت کا عزادار ہوں(ان کے ماتم میں سیاہ لباس پہنا ہے) ایک علماء کا گردہ ہے، دوسرا فقراء کا گردہ ہے اور تیسرا اُمراء کا گروہ ہے جو اصحاب عزا ہیں۔حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس سرائے فانی سے دارالقرار کی طرف تشریف لے گئے تو اپنی میراث میں یہ تین چیزیں چھوڑ گئے۔ایک علم، دوسرے فقر اور تیسرے تیغ۔علم تو علماء نے اختیار کیا اوراس کے باعث مغرور ہوگئے،علم کو جاہ وسروری کا ذریعہ بنایا اور جدل وعداوت میں مبتلا ہو گئے۔(مناظروں میں الجھ گئے)فقر کو فقراء نے اختیار کیا اوراس کو اسباب معاش اور آلات غنا بنالیا۔تلوار مجاہدین نے سنبھال لی لیکن جہاد کا حق ادا نہ کر سکے اور وہ شریعت کے حکم پر جہاد کا فرض ادا نہیں کرتے چونکہ یہ تینوں گروہ اپنی اصل خدمت بجا نہیں لائے اس لئے وہ مردوں کی مانند ہیں اور میں نے ان ہی تینوں مردوں کے غم میں یہ سیاہ لباس پہن لیا ہے۔

مثنوی

سیاہ آنکس بپوشداز حریفان — کہ او درماتم خودشستہ باشد
این تارسیاہ ازبہر زینت — بزیرچرخ خود رارستہ باشد

ترجمہ:۔حریفوں میں سیاہ لباس وہ پہنتا ہے جو خود اپنے ماتم میں بیٹھا ہو، یہ سیاہ دھاگا زینت کیلئے نہیں ہے جو اس نے اپنے چرخے سے کاتا ہے۔

۶۔خرقہ سفید

جو سفید لباس پہنے اسکو چاہیئے کہ وہ تمام معاصی ومناہی سے تائب ہو جائے اور اپنے آنسوؤں سے دنیاوی غم کو توبہ کے صابون سے دھوڈالے(لباس کو صاف شفاف بنالے)جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **خیر الثیاب الابیض** (سفید لباس سب سے بہتر ہے)اپنے دل کے صحیفہ کو نقش اغیار اور ہوائے شرار سے پاک وصاف کرے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِیۡنَ[۱] — بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

[۱] پ ۲ سورہ بقرہ۲۲۲

اہل اشارت (ارباب علم) نے اس ارشاد کے سلسلہ میں بہت کچھ کہا ہے۔ پا کیزگی کے سلسلے میں یہ ہے کہ جب تک باطنی نزاہت (پاکی) اور نظافت (ستھرائی) نہ ہوگی، اس وقت تک ظاہری پاکی کچھ کام نہیں آسکتی ہے۔ جب تک سینہ پاک وصاف نہیں ہے اس وقت تک روشنی سے کیا حاصل۔

مصرع

کزحرص جاروبی پیوستہ درین کردی

(کہ تو حرص وہوا کی جھاڑو اس میں لگا تا رہتا ہے)

ملک عراق میں یہودیوں، نصرانیوں اور مسلمانوں میں تمیز کرنے کیلئے علامت رکھی گئی ہے اس علامت سے باہمدگر امتیاز ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہودی اپنے کندھے پر زرد رنگ کے کپڑے کا ایک ٹکڑا لگا لیتے ہیں، نصاریٰ ایک ٹکڑا نیلے رنگ کے کرپاس (کتان) کا اپنی پگڑی میں ٹانک لیتے ہیں تا کہ ایک دوسرے میں تمیز کی جا سکے۔

مشائخ کا لباس ان کی شخصیت اور ان کے مقام پر دلالت کرتا ہے جس طرح شاہی علم اس امر کا نشان ہوتا ہے کہ فوجی دستہ اپنی اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور لشکر اپنی جگہ پہنچ جائے۔ اگر شرط مذکور فقیر میں نہیں ہوگی تو وہ ایک ایسا اسم ہوگا جس کا کوئی مسمی نہ ہو (اس کو فقیر نہیں کہیں گے)

۷۔خرقہ ہزار میخی

اگر یہ لباس پہنے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے وجود کو مجاہدہ اور ریاضت کی ضربات سے مجروح کرے اور ہزار جرعہ زہرنا کامی کے شربت کا پیتا رہے (خود کو نامراد رکھے) اور سوزن نامرادی سے خود کو سجالے اور فقر وفاقہ !اختیار کرے

قطعہ

کسی کند بروجود ہزار میخی را — کہ برہوائے دل خود ہزار میخ زند

بصد ہزار صلابت مراد دنیارا — بچار میخ بفرعون چار میخ زند

ترجمہ:۔ وہ شخص ہزاروں پیوند والی گدڑی پہننے کا اہل ہے یا اس کو سزاوار ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو سولی پر چڑھادے (چار میخ کی سزا دیدے) اور ہزار سخت چوٹوں (ضربات) کے ساتھ دنیا کو اور خواہش کو اس طرح چار میخ کی سزا دے جیسے فرعون بنی اسرائیل کو دیا کرتا تھا اور ان کو چار میخ۔۔۔ کرتا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرٰ نے فرمایا اگر چہ خرقہ سات طرح کا ہے لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مشائخ میں سے ہر ایک شیخ نے اپنی اپنی پسند کا خرقہ اختراع وایجاد کرلیا ہے اور ان کے انواع حد شمار سے باہر ہو گئے ہیں۔ ہر چند کہ دودمان چشت وخاندان اہل بہشت میں بھی قطع پیراہن کا خرقہ اختیار کیا گیا ہے لیکن جب یہ فقیر حضرت مخدوم زادہ خواجہ قطب الدین کی خانقاہ میں پہنچا اور وہاں مجھ پر طرح طرح کی مہربانیاں کی گئیں اور خصوصی الطاف سے نوازا گیا تو وہاں مجھے وہ خرقہ پسند آیا جو شیخ احمد بن سلطان فرسنانہ سے منسوب تھا چنانچہ میں نے اسی لباس کو اپنا ملبوس بنالیا اپنے خلفاء کو بھی اسی لباس میں ملبوس کیا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے خاندان میں یہ خرقہ مشہور ہوگا۔ جب دوسری مرتبہ

حضرت قدوۃ الکبرا جونپور شہر میں تشریف لائے تو اکابر واشراف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نور الدین بن سید اسد الملۃ ظفر آبادی جن کا سلسلہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سے ملتا ہے بھی آپ کی خدمت میں آئے اور خرقۂ تبرک کی التماس کی۔ آپ نے جو خرقہ خاندان چشت کے اسلوب کا پہن رکھا تھا وہ انہیں عطا فرمایا جناب سید نور بہت بہرہ مند ہوئے آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ اسلوب خرقہ ہمیں بہت پسند آیا ہے۔ امید ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ الامجاد کی طفیل یہ مقبول ہوگا۔

اگر خرجی اور بالا پوش کوئی شخص پسند کرے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے وجود کا پیرہن عشق اللہ تعالیٰ سے چاک کیا ہو اور کھے شریعت اور طریقت کی پابندیوں کو ملحوظ رکھے اور قیود امر ونہی سے پاؤں باہر نہ رکھے۔ اور اس بات کا اعلان کرے کہ جو کوئی مجھ سے اپنا راز کہے گا میں اس کے راز کو پوشیدہ رکھوں گا اور جو کوئی میری پشت پناہی (مدد) کا طالب ہوگا اس کی میں مدد کروں گا اور اپنے خرقہ کی آستین سے اپنے براوران طریقت کی عیب پوشی کرونگا۔ سجادہ قربت کی بساط ہے کہ ہمت سے اس پر بیٹھے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے طریقت میں الحق کے معنی دریافت کئے آپ نے جواب دیا کہ الحق مخلوق سے ترک سوال اور حق کی طمع رکھنے کی شہادت ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ یہ خرقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ شہادت ہے اس امر کی کہ فقیر فاقہ میں ثابت قدم ہے۔ پھر میں نے آپ سے مصلی کے معنی دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ شہادت ہے اس امر کی کہ فقیر کو حق تعالیٰ سے وصول حاصل ہو گیا ہے۔

کلاہ۔ طریقت میں کلاہ تاجِ کرامت ہے جس کو بادشاہوں کی طرح سر پر رکھا جاتا ہے۔ کلاہ تصرف ہے مملکت تکبر اور گردن کشی پر۔

کلاہ چہار ترکی:۔ اس سے یہ چار ترک مقصود ہیں: ۱۔ترک معاصی ۲۔ترک مناہی ۳۔ترک ملاہی (لہو ولعب) ۴۔ترک نواہی۔ اس کے علاوہ اشارہ ہے ترک طعام، ترک کلام، ترک خواب اور عوام سے ترک صحبت کی طرف کلاہ چار ترکی سے کبھی وہ چار گوشہ کلاہ بھی مقصود ہوتی ہے جس کے چاروں گوشے محیط ہوتے ہیں شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت پر یعنی ایک گوشہ شریعت پر، دوسرا طریقت پر، تیسرا معرفت پر اور چوتھا حقیقت پر محیط ہوتا ہے۔ کلاہ کے اوپر تکمہ بھی لگایا جاتا ہے جس سے وجود واحد حق تعالیٰ کا مشاہدہ مراد ہوتا ہے۔

دستار:۔ سر پر اس طرح دستار باندھنا جس طرح مشائخ چشت باندھتے تھے اس طرح ہے کہ سات پیچ (لپیٹ) کی ہو اور ہر کور (لپیٹ) میں بل ہوں جس سے اشارہ اس طرف ہے کہ سر کو ماسوا حق تعالیٰ سے موڑ لیا ہے سات پیچ سے کم اور زیادہ کی دستار بھی باندھی گئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مروی ہے کہ آپؐ نے کبھی تو بہت لمبی دستار باندھی ہے اور کبھی بہت کم لمبی اور کبھی نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ کم (میانہ)

جس سے یہ تینوں صورتیں مفہوم ہوتی ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) سات لپیٹ کا عمامہ باندھا کرتے تھے۔ایک روز محفل سماع میں بے خود ہوگئے (وجد میں آگئے) حالت وجد میں عمامہ کی ایک لپیٹ کھل گئی آپ فوراً ہوش میں آگئے اور اس لپیٹ کو دوبارہ باندھ لیا پھر سماع میں مشغول ہوگئے جب سماع کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے استفسار پر فرمایا کہ میری دستار کا ہر کورہ ایک اقلیم سے منسوب ہے اور ہر اقلیم کا قیام اس کورہ (لپیٹ) سے مربوط ہے اگر میں اپنی اس کھلی ہوئی کورہ (لپیٹ) کو نہ باندھتا تو احتمال تھا کہ اس سے مربوط اقلیم درہم برہم ہوجاتی

قطعہ

بصورت گرنہی دستار برسر معانی کورۂ دستار دست آر

کہ از ہرکورۂ دستار ایشان سرشاہان ہفت اقلیم بشمار

ترجمہ:۔جس صورت میں تو نے دستار سر پر باندھی ہے اس صورت میں دستار کی لپیٹ کے معانی سمجھ لے کہ ان کی دستار کی ہر لپیٹ کے ساتھ ہفت اقلیم کے بہت سے بادشاہوں کے سر تو شمار کرسکتا ہے۔

دستار کے دونوں سرے باہر نکالنا بعض مشائخ کا طریقہ رہا ہے۔دستار کے ایک سر سے کا شملہ بنانا مشائخ چشت کی سنت ہے اور دونوں سروں کا باہر رکھنا اس میں دوستوں کے لئے یہ اشارہ موجود ہے کہ رشتۂ محبت کے دو سر ہیں۔ایک سر کا تعلق عاشق سے اور دوسرے کا تعلق معشوق سے ہے یا اس سے مراد ہے کہ ان دوسروں سے ظاہر و باطن کے رشتوں کو قید کرلیا ہے۔حاجت انسانی (بول و براز) اور وضو کے وقت ان سروں کو شملہ کیا جاسکتا ہے (دستار کے سر کو لپیٹ میں پیوست کرلینا) علماء فش کو سر کے پیچھے ڈال دیتے ہیں (فش یعنی شملہ) جس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ علوم شریعت کو حاصل کرلیا ہے اور اسباب دنیا کو پس پشت ڈال دیا ہے اور خود کو حق کے کاموں میں مشغول کردیا ہے لیکن مشائخ کرام شملہ پس پشت نہیں رکھتے بلکہ بل دے کر سامنے رکھتے ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابھی کام درپیش ہے (تکمیل کار باقی ہے) دیکھئے کیا سامنے آتا ہے۔دوسرے یہ کہ یہ حضرات خود کو مردہ خیال کرتے ہیں اور میت (مردے) کا شملہ سامنے رکھا جاتا ہے۔

مشائخ چشت دستار اس طرح باندھتے ہیں کہ دونوں کان بندش میں آجاتے ہیں۔مشائخ سہروردیہ بایاں کان ڈھانپ لیتے ہیں جو اشارہ ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ لوگوں کے عیوب ونقائص نہیں سنیں گے۔وہ دایاں کان کھلا رکھتے ہیں تاکہ نصائح ومواعظ کو گوش ہوش سے سنیں۔مشائخ چشت رحمہم اللہ تعالیٰ دستار سے دونوں کان چھپالیتے ہیں کہ نہ وہ حق سنیں اور نہ باطل سنیں جو حق کے مقابلہ میں ہے اور اصلاً اس کا کوئی وجود نہیں ہے جو کچھ ہے وہ حق ہے ہر باطل سے انکار نہ کرو کہ بعض باطل ظاہر میں آتے ہیں۔

خرقہ:۔حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکابر روزگار اور مشائخ نامدار نے پانچ قسم کے خرقے پہننا بیان کیا ہے۔طریقت میں جو خرقہ پہنا جاتا ہے وہ پانچ قسم کا ہوتا ہے۔منجملہ ان کے سب سے پہلے خرقۂ ارادت ہے جو بیعت

کے روز شیخ اپنے مرید کو عطا فرماتا ہے اور اس کو توبہ کی تلقین کرتا ہے اور صلاح وتقویٰ کے لباس سے آراستہ کرتا ہے۔ دوم خرقۂ محبت ہے کہ پیر ارادت کے بعد مرید کو جامہ یا خرقہ دیتا ہے یا یہ صورت ہوتی ہے کہ دو درویش بہمدیگر بطور رفاقت عرصہ دراز تک ایک ساتھ رہے ہوں۔ جب ان دونوں میں جدائی واقع ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو خرقۂ محبت پیش کرتا ہے جس طرح حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ کئی سال تک سفر میں ساتھ ساتھ رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ سفر وحضر میں زندگی بسر کی جب سرزمین روم سے حضرت شیخ بدیع الدین (شاہ مدار) سرزمین اودھ کی طرف واپس ہوئے تو حضرت شاہ مدار نے قدوۃ الکبرا کے ہاتھ سے خرقۂ محبت پہنا اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کے باعث دونوں حضرات بہت روئے۔

قطعہ

چو پردین یکدگر بودیم یکجا بچرخ دوستی درمرز انباس
زباہم چون نبات النعش دیگر فتادیم ای فلک فریاد ازیاس

ترجمہ:۔ پروین کی طرح دونوں یکجا تھے اور اس فلک دوستی کے نیچے وہ لوگوں سے ایک پناہ گاہ میں تھے۔ اور اب صورت یہ ہے کہ نبات النعش (قطب کے قریب سات ستارون کا جھرمٹ) کی طرح بام دوستی سے گر کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اے فلک فریاد ہے اس ناامیدی سے۔

تیسری قسم کا خرقہ، خرقہ، تبرک ہے کہ ایک دوسرے (بزرگ) کو اس کے عقیدے کے اقتضا کے طور پر دیا جاتا ہے جیسا درویش صالح سمرقندی کا معاملہ ہے کہ وہ حضرت شیخ علاوالدین سمنانی کے دربار سے وابستہ بلند پایہ مرید تھے ایک مدت دراز تک حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ خلوص واتحاد کے راستے پر گامزن رہے۔ جب یہ حضرت شیخ سماءالدین کی خانقاہ واقعہ ردولی سے سمنان کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقہ تبرکسان کو عطا فرمایا۔ شیخ مذکور کا اپنے شیخ سے عقیدت کا معاملہ اور ان کے جذبۂ مرایقت کے آثار اس مرتبہ کو پہنچ گئے تھے کہ کسی مرید اور کسی طالب طریقت سے ان کا فرق کرنا ممکن نہیں تھا

بیت

دو مغزی بودہ اندباہم چوبادام درایشان فرق نہ جز پوست بادام

ترجمہ:۔ گویا یہ دونوں باہم محبت واتحاد میں ایک بادام میں دو مغز (گری) کی طرح تھے ان دونوں میں سوائے پوست بادام کے اور کوئی فرق نہیں۔

خرقہ نوع چہارم، خرقۂ صحبت ہے کہ ایک شیخ جب اپنی زندگی میں اپنے کسی مرید کو دیکھتا ہے کہ اس کی ہمت کا ہما بلند پر واز واقع ہوا ہے تو اس کو وہ کسی دوسرے شیخ کے حوالے کردیتا ہے جن کا حال اس سے اعلیٰ تر ہے تو وہ اس کو دوسرے شیخ کی خدمت یں جانے کی اجازت دے دیتا ہے تاکہ وہ ضائع نہ ہو۔ یہ رخصت بعض مشائخ کی صورت روحانیہ سے بھی کبھی کبھی واقع ہوتی ہے کہ عالم معاملہ میں یاخواب میں وہ جس شیخ کی خدمت میں بھیجنا مقصود

ہوتا ہے ان کی طرف اشارہ کر دیتا ہے تا کہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مزید تربیت حاصل کرے

مثنوی

ہرکہ باشد درره حق راہبر ره نماید تا کہ خود کرده سفر
چون رساند ہمره خودرا بجائ کش بود حاصل نزپیر رہنمائی
پس بگوید اور بدیگر رہنمائی گفت ازینجا پیشتر تو رہنمائی

ترجمہ:۔ جوکوئی راہ حق میں رہنمائی کا فرض ادا کرتا ہے وہ اس کو وہ راستہ دکھاتا ہے جس پر اس نے خود سفر کیا ہے جب وہ اپنے ہمراہی کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جس پر اپنے رہنما کے عمل سے عمل کر کے پہنچا ہے تو وہ دوسرے رہنما سے (جس کے سپرد ہمراہی کو کررکھا ہے) کہتا ہے کہ اب یہاں سے آپ اس کی رہنمائی کیجئے۔

پانچواں خرقہ،خرقہ حقیقی ہے کہ شیخ سلسلہ اپنے لطف عام سے اپنے مرید خاص کو اس کے حصول کی طرف راغب کرتا ہے اور وہ خرقہ اس کو عطا کر کے اس کے واردات طریقت مواقع اور حوادث سلوک کا کفیل بن جاتا ہے۔ یہ شیخ و مرید کے درمیان ایک معاملت ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کو اس کی خبر ہو بعض مشائخ علماء وصلحا کی جماعت کے سامنے اس منصب بلند اور شرف ارجمند کو سعادت مند مرید کے سپرد کر دیتے ہیں اور بعض کسی کو مطلع کرنا ضروری نہیں سمجھتے) اس خرقہ کی دولت کا حصول اور اس شوکت کا وصول بہت زیادہ محنت اور بہت تکلیف اٹھانے کے بعد ممکن ہوتا ہے۔

مثنوی

بسی باید دویدن ورپی این کار کہ بنماید رخ مقصود دلدار
کسی کز سرنہ پوید راہ داور نپوشد خلعت خورشید خادر

ترجمہ:۔اس امر خطیر کے حصول کیلئے بہت تگ ودو کرنا پڑتی ہے تب کہیں دلدار کے رخ مقصود کا نظارہ ہوتا ہے جو کوئی سر کے بل اس راہ کو طے نہیں کرتا وہ اس خلعت کو نہیں پہن سکتا جو مرتبہ میں خورشید خاوری کی طرح بلند ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیروں کی مہربانی اپنے مریدوں پر اور مرشد کی کرم گستری رشد و ہدایت کے طالبوں پر اس درجہ ہوتی ہے کہ زبان خامہ اس کی شرح سے عاجز ہے ان حضرات کی مہربانی اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ اپنی طویل،عمر جاودانی کا محصول (حاصل کردہ سرمایہ) اور تمام زندگی کی پونجی اپنے مرید کو پلک جھپکاتے بخش دیتے ہیں۔

بیت

زشکری کہ آن نعمت افزون بود
دلی نعمت پیش ازین چون بود

ترجمہ:۔شکر ہے کہ وہ نعمت زیادہ تھی لیکن اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوسکتی ہے۔

کوئی نعمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک روزہ مصاحب کو اپنی سو سال کی کمائی ہوئی نقدی عطا کرتے ہیں۔

مثنوی

چہ گویم وصف آن پاکیزہ گوہر — کہ از یک کف دہد دریائ گوہر

زدیگر کف ہمہ کون ومکانرا — بہ بخشد ہرکہ را خواھد مانرا

ترجمہ:۔میں اس پاکیزہ گوہر ہستی کا وصف کیا بیان کروں کہ مرشد ایک ہاتھ سے دریائے گوہر عطا کر دیتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے تمام کون ومکان کا سرمایہ اس کو بخش دیتا ہے اور جسے امان کی طلب ہو وہ دیتا ہے

حضرت شیخ ابوالعباس قصاب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر ایک سال تک حضرت شیخ ابوالعباس کی خانقاہ میں مقیم رہے منقول ہے کہ صوفیوں کے جماعت خانہ میں حضرت شیخ ابوالعباس کی ایک مخصوص جگہ تھی وہ اکتالیس سال تک اسی ایک جگہ پر مقیم رہے۔صوفیوں کی جماعت میں سے اگر کوئی صوفی رات میں نفلی نماز زیادہ پڑھتا تو شیخ ابوالعباس فرماتے کہ اے فرزند! سو جاؤ کہ پیر جو کچھ کرتا ہے وہ تمہارے ہی لئے کرتا ہے کہ اس کو اس عمل کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ حاجت ہے۔اس ایک سال کی مدت میں حضرت ابوالعباس قدس سرہٗ نے حضرت ابوسعید (ابوالخیر) سے کسی رات یہ نہیں فرمایا کہ اے فرزند تم سو جاؤ اور یہ نفلی نماز مت پڑھو جیسا کہ وہ دوسرے مریدوں سے کہا کرتے تھے۔شیخ ابوالعباس قدس سرہ نے شیخ ابوسعید کو اپنے قریب سونے کی جگہ دیدی تھی (شیخ ابوسعید کی خوابگاہ شیخ ابوالعباس کی خوابگاہ کے برابر تھی) ایک رات شیخ ابوالعباس کی خوابگاہ کے برابر تھی) ایک رات شیخ ابوالعباس قدس سرہ خانقاہ سے باہر تشریف لائے انہوں نے فصد کھلوائی تھی رگ کا منہ کھل گیا تھا شیخ ابوسعید کو اس حال کی خبر تھی وہ اسی وقت اپنی چادر اور جامہ لے کر شیخ ابوالعباس قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔شیخ کے اس ہاتھ کو باندھا جس کی رگ کھل گئی تھی،ان کا ہاتھ دھویا ان کے کپڑے جو خون سے تر تھے اتارے اور اپنے کپڑے ان کو پیش کئے۔شیخ ابوالعباس نے ان کے کپڑے پہن لئے۔شیخ ابوسعید نے شیخ ابوالعباس کے کپڑے دھوئے اور ان کو الگنی پر سوکھنے کے لئے ڈال دیا خود نماز پڑھنے میں مصروف ہوگئے وہ کپڑے رات بھر میں خشک ہوگئے۔شیخ ابوسعید ان کپڑوں کو لپیٹ کر شیخ کی خدمت میں لائے شیخ نے اشارہ کیا کہ تم ان کپڑوں کو پہن لو شیخ ابوسعید نے حسب الحکم حضرت ابوالعباس کے کپڑے پہن لئے اور اپنے گوشۂ عبادت میں چلے گئے۔جب صبح ہوئی تو لوگ سو کر اٹھے اور شیخ ابوالعباس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ شیخ ابوالعباس قدس سرہ شیخ ابوسعید کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور شیخ ابوالعباس کا لباس شیخ ابوسعید کے جسم پر ہے سب لوگ حیران رہ گئے۔ان کی حیرانی دیکھ کر شیخ ابوالعباس قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کل رات نچھاوریں لٹائی گئیں ہیں تمام نچھاوریں شہر مہنہ کے اس جوان (ابوسعید) کے حصّے میں آگئیں اس کو مبارک ہوں۔

مثنوی

نباشد خلعت درویش دربر　　　　که نبود نعمتی درجامہ مضمر
کسی کین خلعتی در برکشیدہ　　　　زجیب آن قرطق عرشی دریدہ

ترجمہ: درویش کے جسم پرایسی خلعت (خرقہ) نہیں ہوتی کہ جس میں کوئی نہ کوئی نعمت پوشیدہ و پنہان نہ ہو۔جس کسی نے یہ خلعت (خرقہ) پہن لی اس کی عظمت کے سامنے (دنیاوی) عزت وجاہ کا دامن پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔

اوّل وآخراوراوسطاً تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہواس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

لطیفہ۱۳

حلق وقصر

قال الاشرف:

الحلق والقصر ھو وضع اشعار العلائق والعرائق عن فرق الطالب الاقتصار الید من الامور الکونین بطالب.

(حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ حلق وقصر یہ ہے کہ طالب کے سر سے علائق وعوائق کے بال دور کئے جائیں اور طالب کے ہاتھ کو کونین کے امور سے روکا جائے۔)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حلق وقصر دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں لیکن حلق قصر سے افضل ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مشعر ہے کہ آپ نے حاجیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ سر منڈانے والوں پر اللہ کی رحمت ہو، صحابہ کرام نے عرض کیا اور بال چھوٹے کرانے والوں پر؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جملہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام نے یہی ''والمقتصرین،، کو دہرایا۔ اسطرح چار مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ (اولین) ارشاد فرمایا۔ پس اگر حلق کو قصر پر فضیلت نہ ہوتی تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم ''اہل حلق،، پر رحمت کی تکرار نہ فرماتے اور مقصرین کے حق میں جو ترحم فرمایا گیا یہ عطف ہے اصل نہیں ہے یعنی ضمناً ہے پس ثابت ہوا کہ حلق قصر سے افضل ہے۔

حلق میں فوائد جسمیہ اور بدنیہ اسقدر ہیں کہ شرح و بیان میں نہیں آسکتے۔ حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ تین کام خود کرنے چاہئیں کہ اسمیں بہت زیادہ منفعت ہے اور جسم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ امور ثلاثہ یہ ہیں (۱) سر منڈانا، (۲) افطار میں سب سے پہلے چاولوں کی پیچ پینا (۳) پیروں کے تلووں میں تیل ملنا۔ مخلوق کا اعمال صلوٰۃ میں غیر مخلوق سے آگے ہونا یا افضل ہونا طبع رسا پر پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب میں حضرت مخدومی (شیخ علاؤالدین گنج نبات) کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی تو حضرت مخدومی نے سعادت حلق کا تاج میرے سر پر رکھنا چاہا اور میرا سر اپنے زانوئے اطہر پر رکھا اور اپنے دست مبارک میں اُسترہ لیکر میرے سر کو مونڈا تو میں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے

قطعہ

بمکتب خانہ توفیق از لطف — جو استاد ازل تعلیم کردیم
بہ پیش پائے تو از موئے ہستی — نہادم ازسر وتسلیم کردیم

(مکتب خانۂ ازل میں توفیق الٰہی نے جب سے تعلیم دینا شروع کی تو میں نے اپنے سر سے موئے ہستی اتار کر تیرے قدموں میں ڈال دیا)

میرے یہ اشعار سنکر حضرت مخدومی نے فرمایا اللہ اللہ! فرزند اشرف ایسا مت کہو کیونکہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے تم کو بطور امانت حاصل کیا ہے اور یہ امانت ایک عجیب امانت ہے۔ میں نے تو ایک کرامت کے حصول کا شرف حاصل کیا ہے، پھر حضرت مخدومی نے فوراً فرمایا میں نے تیرے سر گیسو سے ایک تار ابال اسلئے لیا ہے کہ یہ تار روز قیامت میرے سر پر سایہ فگن ہو۔ حضرت مخدومی نے یہ قطعہ ارشاد فرمایا۔

ستر وہ ازسرت مویئم کردم　　　زمیم توجدا اس جسیم کردم
زہر موئے توتیغے کردہ یکبار　　　سرغیر خدا، دونیم کردم

ترجمہ:۔ میں نے تیرے سر سے جو یہ بال مونڈے ہیں گویا یہ تیرے میم کے میم سے جسیم (ج) کو جدا کیا ہے۔ میں نے اس تلوار کے ذریعہ تیرے وجود سے غیر خدا کا سر دوٹکرے کر دیا ہے۔

حضرت مخدومی نے اس قسم کے اور بہت سے مہر آ گیں جملے بھی خرقہ پہناتے اور حلق کرتے وقت ارشاد فرمائے تھے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مبتدی کے لئے حلق سے قصر بہتر ہے کہ پہلی بار اس راہ میں قدم رکھنا دشوار ہے جب مرید کے قدم، مقام نہایت پر پہنچ جائیں اسوقت حلق کریں کیونکہ مشائخ ترتیب کے ساتھ کام کرتے ہیں اور تدریجاً سالک سے کام لیتے ہیں۔ حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی سے منقول ہے کہ جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد خداوندی کے بموجب **مُحَلِّقِیْنَ رُئُوْسَکُمْ** (اپنے سروں کو منڈوا کر) محلوق ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ خداوندی سے چار کلاہ لے کر آئے اور سر اقدس پر انہوں نے استرہ چلایا اور چاروں ٹوپیاں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر رکھیں۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سر پر استرہ چلایا اور کلاہ یک ترکی اُن کے سر پر رکھ دی پھر تکبیر کہی، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے سر کے بالوں کو صاف کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کلاہ دو ترکی پہنائی۔ پھر تکبیر کہی حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمانؓ کے سر کے بال صاف کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سر پر کلاہ سہ ترکی رکھی پھر تکبیر فرمائی۔ اب حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کے سر کے بال مونڈے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلاہ چار ترکی ان کو پہنادی اور تکبیر کہی۔ پس چار پیر اور چار تکبیر سے یہی معنی مقصود ہیں۔

لطیفہ۱۴

مشائخ کے خانوادون کی ابتداء جو اصل میں چودہ ہیں

(دربیان مبدء خانوادۂ مشائخ کہ دراصل سلف چہاردہ بودند)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک اپنی اپنی مدت خلافت گذار کر اور مخلوق کی ہدایت فرما کر اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو حضرات تابعین نے خلق کو (دین کی) دعوت دی اور دین کا راستہ دکھایا۔ جب دوسری صدی ہجری کا آغاز ہوا تو تابعین حضرات سب کے سب اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اُسوقت تمام عُلماء نے متفق اللفظ ہو کر یہ بات کہی:۔

''**اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**''۔ میرے اصحاب ستاروں کی طرف ہیں۔تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء و پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی تو صحابہ کرامؓ کے حق میں تھا اور آج کوئی فرد بھی صحابہ کرامؓ میں سے موجود نہیں ہے کہ ظاہر ی طور پر ہم ان کی اقتداء کریں اور کسی دوسرے کیلئے ان کے سوا دعوت دین روا نہیں ہے۔ پس امام اعظم (حضرت ابوحنیفہ) و امام محمد ابو یوسف نے اس امر پر اجماع کیا کہ اس زمانہ میں خلفائے راشدین کا جو قائم مقام ہو اس کے لئے دعوت دین روا اور جائز ہے کیونکہ تابع متبوع کی مانند ہوتا ہے اور نائب منیب کیطرح چنانچہ تلاش بسیار کے بعد حضرت علیؓ کے خلیفہ اور نائب و قائم مقام حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو پایا۔ چنانچہ علماء و تابعین میں سے ہر ایک نے اُن کی طرف رجوع کیا اور ان سے بیعت کی اور ان کے مرید ہوگئے۔ یہ پیری مریدی کا سلسلہ اور طریقہ اُسی دن سے شروع ہوا، ورنہ اس سے قبل محض بیعت کرنا اور ہم نشینی کا دستور تھا بلکہ صرف صحبت (ہم نشینی)

حضرت خواجہ مودود چشتی اپنی (کتاب) ''حجّت السالکین''، میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ حسن بصری بہت زیادہ بوڑھے ہوگئے تو انہوں نے اپنی خلافت دو حضرات کے سپرد کی۔ ایک حضرت شیخ عبدالواحد بن زید اور دوسرے حضرت شیخ حبیب عجمی۔ یہ دونوں حضرات اُسوقت یگانۂ روزگار اور سرآمد زمانہ شمار ہوتے تھے۔ اس زمانے میں جو چودہ خانوادے علماً و مشائخ میں مشہور ہیں وہ ان ہی دو مخدوم حضرات کے واسطے سے حضرت خواجہ حسن بصری تک پہنچتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ مشائخ روز گار میں۔ چودہ خانوادے مشہور ومعروف ہیں لیکن متاخرین صوفیاء کے ذریعہ اور بہت سے خانوادے پیدا ہوئے ہیں اور بہت سے خانوادے سادات کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے جا ملتے ہیں۔ ان چودہ خانوادوں کی صراحت وتوضیح کے بعد ہم انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ ان باقی خانوادوں کو سلسلہ تحریر میں لائیں گے۔ ان چودوہ خانوادوں کے تمام مشائخ اکابر روزگار اور اماثر نامدار ہیں

سب سے سب مذہب اہلسنت وجماعت کے پیرو ہیں۔ واضح رہے کہ ان چودہ خانوادوں میں پانچ خانوادے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے واسطہ سے اورنو خانوادے حضرت حبیب عجمی کے واسطہ سے حضرت خواجہ حسن بصری تک پہنچتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے واسطہ سے حضرت حسن بصری تک پہنچنے والے پانچ خانوادے یہ ہیں:۔

۱۔زیدیاں ۲۔عیاضیاں ۳۔اوہمیاں ۴۔ہبیریاں ۵۔چشتیاں

اورنو خانوادے جو حضرت حبیب عجمی کے واسطہ سے حضرت حسن بصری تک پہنچتے ہیں یہ ہیں:۔

۱۔جیبیاں ۲۔طیفوریاں ۳۔کرخیاں ۴۔سقطیاں ۵۔جنیدیاں ۶۔گازرونیاں ۷۔فردوسیاں ۸۔طوسیاں ۹۔سہروردیاں

یہ ہیں کُل ۱۴ خانوادے جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔اب ہرایک خانوادے کے پیشوا کے کچھ فضائل وخصائل اور ہرایک کی توبہ کا موجب ومحرک بیان کرتے ہیں۔

اس سلسلے کا آغاز تمام سلاسل اور خانوادوں کے پیشواوسرحلقہ حضرت خواجہ حسن بصری کے احوال سے کیا جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ

حضرت حسن بصریؒ، جوخوان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ہیں اور دسترخوان مرتضویؓ سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں، کی والدہ جوحضرت ام سلمہؓ کی کنیز تھیں، ایک دین کسی کام میں مشغول تھیں، حسن جو اُسوقت شیر خوار تھے، بھوک سے رونے لگے، حضرت امّ سلمہؓ نے اُن کو چُپ کرانے کے لئے اپنا سرپستان اُن کے منہ میں دے دیا، یہ اسکو چُوسنے لگے، انتہائی شفقت ومحبت کے باعث اُن کے پستان سے دودھ کے چند قطرے نکل کر اُن کے منہ میں چلے گئے۔ یہ جو کچھ برکتیں اور عظمتیں اُن سے ظہور میں آئیں ان ہی چند قطرات شیر کا فیض ہیں۔

مثنوی

نہاد اندر نہاد آن چشمۂ شیر — زلطف پاک آن دانای تقدیر
کہ ہرکو قطرۂ ازوی چشیدہ — زشیرش برسر شیری رسیدہ

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے ان کے دودھ میں ایک ایسا وجود ڈال دیا جو بالکل پاک ہے کہ اگر کوئی ایک قطرہ بھی اس سے چکھ لے تو منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصریؒ نے عہد طفلی میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزۂ پاک سے تھوڑا سا پانی پی لیا تھا جب وہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس برتن سے پانی کس نے پیا ہے آپ کو بتایا گیا کہ حسن نے پیا ہے، تب سردر کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا علم اس میں سرایت کر

جائے گا۔ایک دن حضرت ام سلمہؓ نے حسن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش اطہر میں دے دیا تو آپ نے از راہ شفقت وکرم حسن کو گود میں لے کراُن کے حق میں دُعائے خیر فرمائی۔آپ کے تمام آثار اسی دُعا کی برکت کا نتیجہ ہیں

منقول ہے کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور آپ نے دستار مبارک اٹھا کر اپنے زانوئے اطہر پر رکھ لی تھی۔حسن کا عالم طفلی تھا،کھیلتے ہوئے آئے اور دستار مبارک اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہائیں! ہائیں! یہ کیا کر رہے ہو؟ اے لڑکے بے ادبی نہ کرو۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو یہ بہت بڑا شخص ہوگا،اپنے زمانے کا مقتدا اور پیشوا ہوگا۔ میری دستار ولایت اس کے سر پر ٹھیک رہے گی۔

قطعہ

نگویم آنکہ بی ادبی است کزوی ادیب روز گار خویش گشتہ
ندستارش بدست آورد بی حکم کہ دست باطنش درپیش گشتہ

ترجمہ:۔میں نہیں کہہ سکتا کہ اس نے بے ادبی کی بلکہ اپنے مؤدبانہ خصلت کا مظاہرہ کیا ہے۔دستار بھی بغیر حکم کے نہیں اٹھایا تھا بلکہ اس وقت ان کا اندرونی ہاتھ اُن کے سامنے آ گیا تھا۔

منقول ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا **سمّوه حسنا فانّه حسن الوجه.** ''اس کا نام حسن رکھو، یہ خوب رُو ہے۔،،

حضرت ام سلمہؓ نے آپ کی پرورش فرمائی اور وہی آپ کی دیکھ بھال فرمایا کرتی تھیں اسی محبت وشفقت کے باعث آپ کی پستان میں دودھ آ گیا تھا(اور دودھ کے چند قطرے اُن کے حلق میں پہنچ گئے تھے جیسا کہ مذکور ہوا) حضرت ام سلمہ فرمایا کرتی تھیں کہ الٰہی اسکو مقتدائے خلق بنانا۔پس ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے ایک سوتیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شرف دیدار حاصل کیا۔ان اصحاب میں ۷۰ ستر تو اصحاب بدر تھے،حضرت حسن بصریؒ حضرت علیؓ کے مرید تھے،بعض کہتے ہیں کہ آپ کو حضرت حسن بن علیؓ سے ارادت حاصل تھی لیکن قول اوّل زیادہ صحیح ہے۔

ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ یہ گوہر فروشی کیا کرتے تھے اسی بناء پر آپ کو حسن لؤلؤی کہتے تھے ایک بار یہ تجارت کے سلسلہ میں روم تشریف لے گئے، وزیر مملکت کے پاس جانا ہوا۔ اس نے کہا کہ آج مجھکو ایک جگہ جانا ہے۔تم میرے ساتھ چلو۔ انہوں نے قبول کرلیا، پس یہ لوگ جنگل کی طرف گئے جنگل میں پہنچکر حسن نے دیکھا کہ وہاں ایک عالیشان خیمہ لگا ہے، یہ خیمہ دیبا کا تھا اسکی طنابیں ریشم کی اور میخیں سونے کی تھیں، بے شمار سپاہی تمام ہتھیاروں سے لیس خیمے کے اطراف میں گشت کررہے تھے اور آپس میں کچھ باتیں کرتے

جاتے تھے، پھر یہ تمام سپاہی واپس ہو گئے۔ان کے بعد تقریباً چار سو ادیب اور فیلسوف آئے ہر ایک نے خیمہ کا چکر لگایا پھر لوٹ گئے۔ان کے بعد کچھ پیران باصفا آئے وہ بھی خیمے کے گرد پھر کر چلے گئے ان کے بعد کچھ حسین اور خوبرو عورتیں آئیں، وہ بھی اسی طرح پھر کر چلی گئیں۔ان کے بعد چار سو ماہرو کنیزیں آئیں ہر ایک کے ہاتھ میں زروجواہر کے بھرے ہوئے طشت تھے انہوں نے بھی دوسروں کی طرح خیمہ کا چکر لگایا اور سب کی سب واپس چلی گئیں، سب سے آخر میں قیصر روم اپنے وزیروں کے ساتھ خیمہ کے اندر گیا اور کچھ کہکر واپس آ گیا۔حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں یہ تمام باتیں دیکھکر حیران تھا، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔میں نے اپنے ہمراہی وزیر سے دریافت کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ وزیر نے مجھے بتایا کہ قیصر روم کا ایک لڑکا بہت ہی خوبصورت تھا، وہ اچانک بیمار ہوا۔بڑے بڑے حاذق طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے اور آخر کار وہ مر گیا۔اس کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا جہاں خیمہ نصب ہے۔ہر سال اس کی قبر کی زیارت کے لئے (سپاہ، امراء وزراء اور بادشاہ) ایک مرتبہ یہاں آتے ہیں، سب سے پہلے عظیم الشان لشکر اس کے خیمہ کے گرد پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے شاہزادے! اگر تمہاری موت کو ہم جنگ و جدل سے رفع کر سکتے تو ہم سب اپنی جانیں قربان کر دیتے لیکن یہ معاملہ تو اس کا تھا جس سے ہم جنگ نہیں کر سکتے۔یہ کہکر وہ واپس ہوتے ہیں، پھر دانا اور فلاسفر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاہزادے! اگر ہماری عقل و دانش اور علم و خرد تجھ سے موت کو دور کر سکتی تو ہم اسکے رفع کرنے میں تقصیر نہ کرتے۔یہ کہکر وہ بھی واپس چلے جاتے ہیں اس کے بعد پیران محترم آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے شاہزادے! اگر ہماری سفارش اور ہماری گریہ وزاری اور ہماری دانشوری سے تمہاری موت ٹل سکتی تو ہم ضرور کوشش کرتے لیکن یہ تو اس ذات کے اختیار کی بات ہے جہاں گریہ وزاری اور سفارش وشفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے۔اس کے بعد وہ کنیزیں آتی ہیں جو ہاتھوں میں زروجواہر کے بھرے ہوئے طشت لئے ہوتی ہیں وہ بھی خیمہ کے گرد پھرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اگر ہم اپنے حسن و جمال سے تمہاری قضا کو روک سکتے اور تم کو خرید سکتے تو ہم ایسا ضرور کرتے لیکن ہم اپنے حسن و جمال اور مال سے تم کو نہیں خرید سکتے وہاں نہ مال کی قدر ہے اور نہ حسن و جمال کی۔ان کنیزوں کے بعد قیصر روم اپنے وزیروں کے ساتھ خیمہ کے اندر داخل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اے جان پدر! میں تیرے لئے لشکر عظیم لے کر آیا، دانشوروں کو لایا، پیروں اور شفاعت کرنے والوں کو لایا، حسین و جمیل کنیزوں کو بے شمار زروجواہر کے ساتھ لایا اور اب میں خود آیا ہوں، اگر تیرے لئے میرے ہاتھ سے کچھ ہو سکتا تو میں ضرور کرتا اور یہ بے چارگی اور بے بسی اس شخص کی ہے جو روئے زمین کا بادشاہ ہے لیکن بانیہمہ جلالت شان وہ بھی قضائے الٰہی کے سامنے عاجز ہے، تجھ پر سلام ہو۔

جب دوسرا سال آتا ہے تو پھر یہی سب کچھ کیا جاتا ہے اور پھر واپس آ جاتے ہیں۔ان باتوں نے حسن بصری کے دل کو بہت متاثر کیا اور اسی وقت وہاں سے پلٹ پڑے اور بصرہ واپس آ گئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک ان کو انجام کار معلوم نہیں ہو جائے گا وہ ہنسی کا نام نہیں لیں گے اس کے بعد وہ عبادت الٰہی اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسّی ۸۰ سال تک انکی طہارت سوائے حوائج ضروریہ کے نہ ٹوٹی۔

خانوادہ زیدیاں

شیخ عبداللہ بن عوف کے پانچ فرزند تھے یہ پانچوں حضرات شیخ عبدالواحد بن زید کے مُرید ہو گئے تھے۔ان حضرات نے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید سے خود کو اس طرح منسوب کیا کہ کہ اپنی خاندانی نسبت اور خود نسبت مکانی کو اس میں گم کر دیا۔حضرت شیخ عبدالواحد نے (ان حضرات کی ریاضت اور عبادت سے متاثر ہو کر) ہر ایک کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ان پانچوں حضرات میں سے ہر ایک حافظ کلام ربّانی تھا علوم (متداولہ معقول ومنقول) پر ہر ایک کو کامل دسترس تھی۔محنت وریاضت ومجاہدہ میں ہر وقت مشغول رہتے تھے،خلوت اور بیابان میں ان کے شب وروز گزرتے تھے،ان میں سے ہر ایک صائم الدہر اور قائم اللیل تھا ان کی افطار جنگلی پھل اور گھاس سے ہوتی تھی تین دن اور تین رات کا روزہ رکھنا ان کا معمول تھا کبھی کسی جاندار کو ایذا نہیں پہونچائی۔

بیت

میازار موری کہ دانہ کش است   کہ جان وارد و جان شیرین خوش است

ترجمہ:۔چیونٹی کو بھی مت ستاؤ کہ اسکی جان ہے اور جاں شیریں ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے۔کبھی اپنے کپڑوں سے جوں نکال کر نہیں ماری نہ سانپ اور بچھوؤں کو تکلیف دیتے تھے اگر کوئی شخص ان کی ہم نشینی کا خواستگار ہوتا یا کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا تو سب سے پہلے اپنے حال کی اصلاح کرتا،قرآن پاک حفظ کرتا،چونکہ ان کے یہاں قرآن از بر ہونے کے بعد ان کی تلقین ہوتی بغیر حافظ القرآن ہوئے کسی کو ان کی صحبت میں باز یابی نہیں ہوسکتی تھی۔ان حضرات میں سے ہر ایک،ایک قرآن دن میں اور ایک قرآن رات میں ختم کرتا تھا۔

مثنوی

تن اینجابہ نان جوین ساختن   دل آنجا بگنجینہ پر داختن
بکن طعمۂ خود گیاہای خاک   کہ حاصل شود صحبت جان پاک

ترجمہ:۔یہاں نان جوین (جو کی روٹی) سے تن کی پرورش کرنا اور دل کو (معرفت) کا خزانہ بنانا ہے۔اپنی خوراک سبزیوں اور پودوں سے حاصل کرو کہ اس سے صاف اور پاک روح کی پرورش ہوتی ہے۔

دنیا کی خوشی کے اسباب اور علائق سے بالکل الگ تھلگ تھے،جو کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوجاتا تھا وہ بھی دنیا سے رغبت نہیں رکھتا تھا نہ کبھی گھر کی طرف رُخ کرتا اور نہ کہیں گھر بناتا۔شہر وقریہ میں آنا جانا ترک کر دیتا بس جنگل میں لبیرا کرتا یا پہاڑوں کو اپنا مسکن بناتا۔

بیت

ہرکہ درراہ عزیزان نہاد   سربسوی بیشہ وصحرانہاد

ترجمہ:۔جو کوئی بھی ان بزرگوں کی راہ اختیار کرتا ہے وہ صحراؤں میں جابسیرا کرتا ہے۔

جو کوئی بھی خاندان زیدیان میں مرید ہوتا وہ تجرید اختیار کر لیتا۔زیدیوں کا لباس ٹاٹ کا ہوتا تھا کبھی کبھار صرف پتوں سے ہی

ستر پوشی کر لیتے تھے کسی سے رزق کیلئے طالب وخواہاں نہیں ہوتے تھے اگر کوئی شخص فتوح بھیج بھی دیتا تب بھی اسکی طرف رخ نہیں کرتے تھے اور اس فتوح کو اُسی وقت غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے اپنے نفس پر اس فتوح کو قطعاً خرچ نہیں کرتے تھے۔ یہ حضرات بہت ہی سلیم القلب ہوتے۔ اگر کوئی شخص ان کو جنگل سے پکڑ کر لے آتا اور اپنا غلام بنالیتا تو یہ دم نہیں مارتے، اور پوری تندہی سے اس لانے والے کی خدمت کرتے اگر کوئی ان کو غلام بنا کر دوسروں کے ہاتھ بیچ ڈالتا تو پھر یہ اُس خریدنے والے کی خدمت میں لگ جاتے اور ذرا بھی تامل نہیں کرتے اور نہ اپنے دل میں ملال لاتے۔

قطعہ

چہ آزاد گانندر روزگار | کہ ہر کس کند بندہ شان تن دہند
وگر بہرایشان فردشد کسی | بجان ودل ازبندگی دم زنند

ترجمہ:۔ یہ حضرات زمانہ میں کیسے آزادمرد ہیں کہ اگر کوئی ان کو غلام بنالے تو اسکی خدمت پر تیار ہو جاتے ہیں، اگر کوئی انکو غلام بنا کر دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے تب بھی یہ اس دوسرے شخص کی خدمت میں لگ جاتے ہیں۔

خانوادۂ عیاضیاں

یہ خانوادہ حضرت فضیل بن عیاض سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ طبقۂ اوّل کے صوفیاء سے ہیں آپ کی کنیت ابوعلی ہے اور آپ اصلاً کوفی ہیں بعض کہتے ہیں کہ آپ خراسانی ہیں اور مرد کے مضافات کے رہنے والے ہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ سمرقند میں پیدا ہوئے تھے کوفہ میں ان کو لے آئے تھے اور کوفہ ہی میں نشو ونما پائی اسی لئے کوفی الاصل کہلاتے ہیں اور بعض لوگ بخاری الاصل کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ نے محرم ۱۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی وفات بیت اللہ شریف میں چاہ زمزم کے قریب ایک قاری کی زبان سے یہ آیت سنکر ہوئی:۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ[1] | اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے۔

جیسے ہی آپ نے یہ آیت سنی ایک نعرہ بلند کیا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی بے شک دوست دوست کی نشانی پر اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور یہی انہوں نے کیا: شعر

من مات عشقا فليمت هكذا | لاخير فى عشق بلاموت

ترجمہ:۔ جو عشق میں مرتا ہے وہ اسی طرح مرتا ہے۔ اس عشق میں کیا خوبی جس میں موت نہ آئے۔ آپ کے تائب ہونے کی کوئی صراحت طبقات الصوفیہ میں نہیں کی گئی ہے بلکہ طبقات الصوفیہ سے

---
[1] پ ۱۳ سورہ ابراہیم ۴۹

یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ آبا داجداد سے درویش زادہ تھے لیکن صاحب تذکرۃ الاولیا (خواجہ فریدالدین عطار) کہتے ہیں کہ پہلے یہ راہزن اورڈاکو تھے۔ پھرانہوں نے راہزنی سے توبہ کرلی اوریہی بات زیادہ مشہور ہے۔

سیرت عیاضیان یہ ہے کہ وہ ہر وقت سفر میں رہتے ہیں۔ مجرد رہتے ہیں کسی جگہ اقامت اختیار نہیں کرتے شادی نہیں کرتے اور نہ گھر بناتے ہیں۔ پیوند دار خرقہ پہنتے ہیں۔ اگر راستہ میں کپڑے کا کوئی ٹکڑا پڑا ہوتا ہے تو نماز پڑھ کر اپنے خرقہ میں اس کا جوڑ لگا لیتے ہیں، جہاں کہیں رات ہو جاتی ہے عشاء کی نماز اسی جگہ پڑھ لیتے ہیں اور وہیں شب باشی اختیار کرلیتے ہیں لیکن تمام رات عبادت میں بسر کرتے ہیں۔ کھانے کی کوئی چیز بغیر طلب کے مل جاتی ہے تو کھا لیتے ہیں ورنہ فاقہ سے رہتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے تو وہاں سے فوراً چل پڑتے ہیں یہ حضرات اکثر برہنہ پا رہتے ہیں، تیسرے روز افطار کرتے ہیں اور وہ بھی مہمان کے ساتھ۔ یہ حضرات سخت ریاضت ومجاہدہ کرتے ہیں۔ لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے۔ اگر کوئی صاحب سعادت ان سے ملاقات کا خواہاں ہوتا ہے یا ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل کو ماسوی اللہ کے خیال سے خالی کرے اور جو کچھ اس کی ملکیت میں ہے سب خدا کی راہ میں فقراء اور مساکین پر خرچ کردے، تجرد اختیار کرے اور فاقہ کو اپنا شعار بنائے، اپنی اولاد اور خاندان کو خدا کے حوالے کردے۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہو اس کے بعد ہی ان کے شرف ارادت سے مشرف ہوسکتا ہے۔

قطعہ

شعار وسیرت این خوب کیشان	چنین بودہ کہ آند مذکور گشتہ
زقید خانہ وفرزند واسباب	شدہ آزادۂ ومسرور گشتہ

ترجمہ:۔ ان بلند ہمت وخوب سیرت حضرات کا شعار یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ حضرات فرزند وخانہ واسباب کی قید سے آزاد رہتے ہیں۔

خانوادہ ادہمیان

یہ سلسلہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم سے ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کا تعلق طبقۂ اوّل کے صوفیائے کرام سے ہے۔ آپ کی کنیت ابواسحاق ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے:۔ ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن منصور البلخی۔

شیخ ابراہیم بن ادہم شہزادے تھے۔ ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ ایک بار شکار کے لئے گئے ہوئے تھے، ہاتف غیبی نے ندا کی:۔ ''اے ابراہیم! تجھے اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔''

مثنوی

برآمد چون بسوی صیدطیار	ندا آمدز نزہت گاہ جبار
کہ ای صیاد صیدپیشۂ تنگ	بصیدخویشتن ناکردہ آہنگ
ترا ازبہر کاری آفرید ند	نہ ازبہر شکاری آفریدند

ترجمہ:۔ جب طیار شکار کے لئے روانہ ہوا تو ہاتف غیبی سے صدا آئی کہ شکار تمہارا پیشہ نہیں ہے۔لہٰذا شکار کا ارادہ ترک کردو چونکہ تم کو ایک خاص کام کے لئے پیدا کیا ہے اس طرح شکار کھیلنے کے لئے تو پیدا نہیں کیا ہے۔

جیسے ہی انہوں نے یہ آواز سنی،حقیقت سے آشنا ہوئے اور طریقت کا راستہ اختیار کرلیا اور مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے، پھر وہاں وہ جس مرتبہ پر پہنچے وہ سب کو معلوم ہے لیکن تذکرۃ الاولیاء میں آپ کی توبہ کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ جس زمانے میں بلخ کے حکمران تھے اور ایک جہان ان کے زیر فرمان تھا چالیس مرصع ڈھالیں اور پچاس مرصع طلائی گرز ان کے جلوس میں غلام لے کر چلتے تھے۔اس زمانے میں ایک شب یہ اپنے محل سرا میں آرام کررہے تھے۔ستّر ۷۰ کنیزیں طرح طرح کے زیوروں سے آراستہ و پیراستہ ان کی خدمت میں موجود تھیں کہ اچانک اعرابی صورت کا ایک شخص ان کے محل کی چھت پر پھرنے لگا۔(اس کے پیروں کی دھمک سن کر) انہوں نے کہا کہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تمہارا ایک شناسا ہوں۔انہوں نے کہا کہ تم چھت پر کیا کررہے ہو؟ اس نے کہا کہ میرا اونٹ گم ہوگیا ہے اُسے تلاش کررہا ہوں۔ابراہیم نے کہا کہ کتنے نادان ہو کہ اونٹ کو چھت پر تلاش کررہے ہو، اونٹ کا چھت پر چڑھنا ناممکن ہے۔اس شخص نے جواب دیا کہ تم سے زیادہ نادان تو نہیں ہوں کہ تم اس حریم ناز و نعمت میں اور اس زرین لباس میں عزت و احترام کے ساتھ خدا کو تلاش کررہے ہو، یہ تو چھت پر اونٹ تلاش کرنے سے زیادہ مشکل اور ناممکن سی بات ہے اور سو ہزار درجہ بڑھ کر عجیب ہے۔ابراہیم بن ادہم نے جیسے ہی یہ بات سنی ان کا دل لرز گیا اور اسی وقت ارادہ کرلیا کہ عیش و آرام کے اس تمام اسباب کو ترک کردینا چاہیئے۔جب صبح ہوئی اور دولت سرمدی کی نسیم نے چلنا شروع کیا تو محلسرا سے باہر نکل کر دربار عام میں آکر بیٹھے۔اچانک ایک باہیبت شخص دربار میں داخل ہوا اور ان کے تخت کے سامنے ٹہلنے لگا۔اس کی ہیبت کی وجہ سے کسی شخص میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس کو دربار سے باہر نکال دے یا اس طرح تخت کے سامنے ٹہلنے سے روک دے۔

ابراہیم بن ادہم نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس سرائے میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ابراہیم نے کہا کہ یہ سرائے کہاں ہے یہ تو میرا محل ہے۔اس شخص نے کہا کہ تم سے پہلے یہ کس کی ملک تھا؟ انہوں نے کہا کہ میرے والد کی ملک تھا۔انہوں نے کہا کہ اس سے پہلے کس کی ملک تھا؟ اس طرح چند بار سوال و جواب ہوتے رہے۔تب اس شخص نے کہا کہ جب یہ محل باری باری اتنے لوگوں کی ملک رہ چکا ہے تو پھر یہ سرائے (رباط) نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ یہ کہکر وہ شخص یکا یک غائب ہوگیا۔یہ باتیں سنکر ابراہیم کی حالت غیر ہوگئی اور یہ اسی حیرت کے عالم میں جنگل کی طرف نکل گئے اور ادھر اُدھر پھرنے لگے۔یہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ اچانک اُس شخص سے ملاقات ہوئی۔ابراہیم نے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں خضر ہوں۔یہ سنتے ہی ان کے اندر حق شناسی کی آگ بھڑک اٹھی۔یہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ لشکر سے جدا ہوگئے اچانک ایک آواز سنی کہ بیدار ہو جا قبل اس کے کہ موت سے بیدار کیا جائے۔

بیت

زہی بیدار بختی کز سر خواب

شود بیدار پیش از مرگ بیدا

ترجمہ:۔اے بیدار بخت خواب سے جاگ جا۔قبل اس کے کہ موت سے پہلے تجھے جگایا جائے۔

جب انہوں نے یہ آواز سنی تو از خود رفتہ ہو گئے۔ جب حالت کچھ سنبھلی تو ایک ہرن ان کے سامنے آیا انہوں نے اس کا پیچھا کیا تو ہرن بولنے لگا اور ان سے کہا ''تم کو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔،، یہ سن کر انہوں نے ہرن کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا۔ راستہ میں ایک گڈریا ان کو مل گیا انہوں نے اپنی مرصع کلاہ اور زربفت کی قبا اس گڈریے کو دیدی اور اس کی گدڑی لے کر خود پہن لی اور جنگل میں کسی طرف کو چل پڑے۔

اس گروہ (پیروان ابراہیم بن ادہم) کی سیرت یہ ہے کہ سروپا برہنہ ہمیشہ مسافرت میں رہتے ہیں۔خالی ہاتھ، خالی پیٹ رہنا ان کا شعار ہے ان کا کیسہ بھی ہمیشہ خالی رہتا ہے۔

جب سلطان ابراہیم حضرت فضیل بن عیاض کے شرف ارادت سے مشرف ہوئے اور چودہ عجمی من کا خرقہ انہوں نے پہنا من عجمی دو رطل کا ہوتا ہے اس اعتبار سے ۱۴ منی خرقہ ۲۸ رطل وزنی ہوا) ایک روایت میں ہے کہ دس من وزنی اور ایک دوسری روایت کے اعتبار سے ۹ من عجمی وزن کا خرقہ آپ نے پہنا۔بعض نے سات من بھی کہا ہے ہفت من سے کم کسی نے نہیں بتایا ہے۔حضرت ابراہیم بن ادہم نے یہ خرقہ اپنے ایک مُرید کو عطا کر دیا۔جو شخص ان کا مرید ہوتا وہ اپنے آباواجداد اور شہر ووطن کی نسبت محو کر کے خود کو ادہمی کہتا۔

آپ کے تمام مریدین آپ کی پیروی میں ہفت منی اور نومنی خرقہ پہنتے ہیں اور اس طرح سلطان ابراہیم کی پیروی کرتے ہیں۔

آپ کے پیرو اور ارادت مند خواہ کسی حال میں ہوں تجرید وتفرید کو اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں، مجرد اور تنہا رہتے ہیں۔سفر دحضر میں ذکر جلی میں مشغول رہتے ہیں۔حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت شیخ قوام الدین ادہمی کی خدمت سے مشرف ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ خواہ سفر میں ہوں یا گھر پر ذکر جلی کو اختیار کروں۔ چنانچہ ذکر جلی پر میری یہ مدادمت سفر وحضر کی صورت میں اُن ہی کے ارشاد اور حکم کے بموجب ہے۔اگر چہ بعض عدادت رکھنے والے ہمارے اس اقدام کے انکار پر کمر بستہ ہو گئے اور جھگڑنے لگے۔

ان حضرات کو از قسم ماکولات بطور فتوح بغیر ارادہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ سب فقراء ومساکین پر خرچ کر دیتے ہیں اور ان کے طفیل میں دو چار لقمے ان کے منہ میں بھی پہونچ جاتے ہیں۔ یہ حضرات تمام رات بیدار رہتے ہیں۔ جو کوئی ان کی ملازمت وارادت کا قصد کرے اس کو چاہیئے کہ سب سے پہلے اپنے آئینۂ دل کو خواہشات کونین کے زنگ سے صاف کرے اور اپنے نفس کو احکام شریعت کی بجا آوری سے مہذب بنائے، جب اس کا نفس ادامر کی بجا آوری پر تیار ہوجائے گا۔ تب کہیں ان حضرات کی صحبت وارادت سے شرف یاب ہوگا۔

مثنوی

ہر کہ در راہ سلوک از ردی صدق جادۂ شہزادہ ادہم گرفت

بایدش اعراض ازکونین وباز راہ ورہ پیبودن اوہم گرفت

ترجمہ:۔جس کی نے راہ سلوک میں صدق کی راہ سے شہزادہ ابراہیم بن ادہم کی راہ پر قدم رکھا اس نے کونین کوخواہشات کو ترک کردیا۔تب کہیں ان کی طرح اس راستہ کو طے کرلیا۔

خانوادۂ ہبیر یان

یہ خانوادہ شیخ ہبیرہ بصری سے تعلق رکھتا ہے۔شیخ ہبیرہ بصری کے ارادت مندوں کی سیرت یہ ہے کہ یہ لوگ کسی شہر یا قریہ میں قیام نہیں کرتے ہیں۔جنگل اور ویران جگہوں پر پھرتے ہیں۔راہ تجرید اختیار کرتے ہیں۔ان کی خوراک سبزہ،گھاس اور جنگلی پھل ہوتے ہیں یا حوضوں میں پڑے جو کچھ غلے اور دانے مل جاتے ہیں۔یہ حضرات شب وروز وضو سے رہتے ہیں۔یہ لوگ فتوح قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا کی بندگی خدا کے لئے کرتے ہیں نہ کہ دنیا کے لئے۔ہم خدا کی بندگی خدا کی محبت کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔یہ حضرات روزہ کی افطار سبزہ اور نمک سے کرتے ہیں۔ان حضرات کی ارادت وصحبت کے حصول کے لئے انسان کے ظاہر اور باطن کا تصفیہ لازمی ہے بغیر اس تصفیہ کے ان کی ملازمت کا شرف حاصل ہونا محال ہے۔

قطعہ

شنواز سیرت ایشاں کہ چون گنج بردن ازخانہ دربیرانہ باشند

زخود وارستۂ وازخانمان ہم انیس صحبت جانانہ باشند

ترجمہ:۔سنو!ان حضرات کی سیرت ایسی ہے جیسے گنج جو گھر سے باہر ویرانہ میں ہوتا ہے،اپنے پرائے سے بیگانہ ہوکر اپنے محبوب کی صحبت کا شیدائی ہوتا ہے۔

خانوادۂ چشتیان

چشتیوں کا سلسلہ شیخ ممشاد علو دنیوری سے ملتا ہے۔چشتیوں کے مَبَداء حضرت شیخ ابواسحاق چشتی رحمتہ اللہ علیہ ہیں،اور چشت نام کے دو مقام ہیں۔ایک ولایت خراسان میں ایک شہر ہے اور دوسرا ولایت ہند میں ملتان اور اوچہ کے درمیان ہے اور یہ قریہ چشت ملتان سے زیادہ قریب ہے۔شیخ ابواسحاق چشتی کا تعلق خراسان سے ہے۔لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کا تعلق شام سے ہے اس لئے کہ آپ کو شیخ ابواسحاق شامی کہتے ہیں۔آپ ابدالوں میں سے تھے چشت تو کفرستان تھا۔شیخ ابواسحاق نے وہاں اسلام پھیلایا۔اسلام کی تبلیغ کرنے کے بعد آپ چشت سے بغداد پہنچے۔وہاں پہونچکر آپ شیخ علو دنیوری کے مرید ہوئے۔شیخ نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ابواسحاق شامی۔شیخ نے فرمایا کہ اب تم کو ابواسحاق چشتی کہیں گے کہ تم چشت کے خواجہ(سردار)ہو تم ہی چشت میں اسلام پھیلاؤ گے۔اس کے بعد حضرت علو دنیوری نے آپ کو خلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ اب چشت میں جاؤ کہ

وہاں اکابر کی ایک جماعت سلطان فرسنافہ کی نسل سے پیدا ہوگی جس کے مربّی وپیشواتم ہوگے۔ پس آپ پیر کے ارشاد کے بموجب چشت تشریف لائے۔ سلطان فرسنافہ جو چشت کے شرفاء میں سے تھے، ان کی ایک صالحہ بہن تھیں، حضرت ابواسحاق ان کے یہاں گاہے گاہے تشریف لیجایا کرتے تھے اور ان کو آپ نے یہ بشارت دی کہ تمہارے بھائی (سلطان فرسنافہ) کے یہاں عنقریب بیٹا پیدا ہوگا جو اکابر دا ماثر کا منبع ہوگا۔ سلطان کے یہاں ولادت کا زمانہ قریب تھا۔ جب یہ بات آپ نے فرمائی تھی۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد ہی سلطان فرسنافہ کے یہاں شیخ احمد ابدال پیدا ہوئے اور وہ سن شعور پر پہونچکر حضرت ابواسحاق شامی سے بیعت ہوئے۔ تب سے خواجگان چشت یہ پانچ حضرات ہیں یعنی ان پانچ افراد پر خواجگان چشت کا اطلاق ہوتا ہے:۔

ا۔ خواجہ ابواسحاق چشتی ۲۔ خواجہ احمد چشتی۔ ۳۔ خواجہ محمد چشتی۔ ۴۔ خواجہ ناصرالدین ابو یوسف چشتی۔ ۵۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی۔ خواجہ قطب الدین چشتی اور حضرت شیخ احمد زندہ پیل جامی کے مابین کچھ اختلاف پیدا ہوگئے تھے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد اختلاف ختم ہوگیا اور خواجہ قطب الدین مودود چشتی نے حضرت شیخ احمد زندہ پیل سے بہت کچھ حاصل کیا۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی کے مرید کو چشتی کہتے ہیں۔ اسی طرح جو بھی اس سلسلہ سے وابستہ ہوتا ہے چشتی کہلاتا ہے۔

حضرات چشت کی سیرت کے سلسلہ میں صرف چند باتیں یہاں تحریر کی جاتی ہیں:۔ یہ حضرات شہر وقریہ میں مکانات بناتے ہیں۔ مخلوق کو دعوت حق دیتے ہیں اور باطل کی دنیا سے نکال کر حق کی طرف لاتے ہیں۔ ہمیشہ دینا اور آرزوہائے دنیا سے الگ رہتے ہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ کو اپنا شعار بنائے رہتے ہیں۔ فقر وفاقہ میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہمیشہ فقیروں اور مسکینوں کی صحبت میں رہتے ہیں اور کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ یہ حضرات سماع کو دوست رکھتے ہیں اور اہل سماع کو پسند کرتے ہیں، اپنے پیروں کا عُرس منعقد کرتے ہیں۔ صاحبان ثردت سے زیادہ فقیروں اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں۔ اپنے مہمانوں اور مسافروں کے ہاتھ خود دھلاتے ہیں۔ فقیروں کے سامنے آش اور کھانا خود ہی پیش کرتے ہیں اور کبھی کسی مالدار کو غریب اور فقیر پر ترجیح نہیں دیتے۔ ان کے افطار میں اکثر لذیذ چیزی ہوتی ہیں۔ (اکثر لذیذ چیزوں اور نعمتوں سے افطار کرتے ہیں) ان حضرات کے التفات سے مرید کے دل میں دنیا کی محبت سرد پڑ جاتی ہے، یہ حضرات مُرید کو بہت جلد توبہ کراتے ہیں۔

قطعہ

کسی کزمُریدان چشتی بود ۔۔۔ درد سیرتی ازبہشتی بود
بظاہر شریعت بباطن حضور ۔۔۔ جزین ہردوسیومیش زشتی بود
بہر کس بہ اخلاق سازندبس ۔۔۔ اگر مسجدی یاکنشتی بود
بطوفان بلوی، جہاں راچو نوح ۔۔۔ دم جودشان ہم چوکشتی بود

کہ اشرف دریں خاندان شگرف صفا بیشتر، کم درشتی بود

ترجمہ:۔ جوکوئی سلسلۂ چشتیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوجاتا ہے۔اس میں جنتیوں جیسی سیرت پیدا ہوجاتی ہے۔ان کا ظاہر شریعت کے مطابق ہوتا ہےاور باطن حضورحق میں حاضر ہوتا ہے۔اس کے علاوہ تیسری چیز کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ حضرات ہر شخص کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا نصرانی ہو۔ مصیبت کے طوفان کے وقت دنیا کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ان کا وجود امن وامان عطا کرنے والی ہستی ہوتا ہے۔اے اشرف اس خاندان چشت میں جو بہت ہی انوکھا اور پاکیزہ خاندان ہے صفا اور درستی بہت زیادہ ہے، درشتی اور سختی بہت کم ہے۔

خانوادہ حبیباں

یہ سلسلہ حضرت حبیب عجمی سے ملتا ہے۔ شیخ حبیب عجمی ابتدائے حال میں بڑے مالدار تھے، دولت کی بہتات تھی اور لوگ ان سے روپے پیسے کا معاملہ رکھتے تھے۔آپ کی توبہ کا محرک اور سبب یہ ہوا کہ حبیب عجمی کا معمول تھا کہ ہر روز اپنے روپے کی وصولی کے لئے بصرہ جاتے تھے اور قرض داروں کے گھروں پر پہنچتے تھے۔جس کسی کے گھر پر جاتے اگر وہ ان کا روپیہ ادا کردیتا تو رقم وصول کر لیتے اور اگر وہ شخص قرض ادا نہ کرتا تو اُس سے اس کے گھر تک آنے کا معاوضہ وصول کر لیتے اور اسی رقم سے اپنا روزانہ کا خرچ پورا کرتے۔معمول کے مطابق ایک دن تقاضائے زر کیلئے ایک شخص کے گھر پر گئے وہ شخص گھر پر موجود نہیں تھا۔انہوں نے رقم طلب کی۔قرضدار کی بیوی نے کہا کہ میرے پاس تمہیں دینے کو کچھ نہیں ہے۔البتہ گوشت کا ایک ٹکڑا موجود ہے اگر چاہو تو وہ لے لو۔انہوں نے کہا کہ لاؤ پارچہ گوشت ہی دے دو۔ چنانچہ یہ گوشت لے کر گھر آئے۔اپنی بیوی سے کہا کہ ہانڈی چڑھا کر گوشت پکالو۔ان کی بیوی نے کہا کہ لکڑیاں نہیں ہیں گوشت کیسے پکاؤں؟اور آٹا بھی نہیں ہے۔ حبیب عجمی پھر اپنے قرضداروں کے گھر پہنچ گئے اور پامُزد میں اُن سے لکڑیاں اور آٹا حاصل کر کے گھر لے آئے۔ جب کھانا پک کر تیار ہوگیا تو ایک سائل نے ان کے دروازے پر آکر آواز دی اور کھانا مانگا۔ حبیب دروازے پر آئے اور غصّہ سے سائل سے کہا کہ میں اتنا کچھ تم کو دیتا ہوں پھر بھی تم سیر نہیں ہوتے اور مانگنے آجاتے ہو۔کیا ہم تمہیں دیتے دیتے خود فقیر ہوجائیں سائل ناامید ہوکر ان کے دروازے سے لوٹ گیا۔ جب گھر میں لوٹ کر آٹے اور ہانڈی کو کھولا تو کیا دیکھا کہ اس کے اندر خون ہی خون ہے۔ یہ میاں بیوی دیکھکر بہت حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے ان کی بیوی نے کہا کہ یہ سب کچھ اس ڈانٹ کا نتیجہ ہے جو تم نے فقیر کو دی تھی۔ حبیب بہت پشیمان ہوئے وہ جمعہ کا دن تھا۔ یہ گھر سے نکل کر حضرت حسن بصری کی مجلس میں حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔راستہ میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ یہ جب ان بچوں کے قریب پہنچے تو ان بچوں نے کہا کہ یہاں سے بھاگ چلو کہیں اس سُو دخور حبیب کی گرد ہم پر نہ پڑ جائے۔ حبیب یہ سنکر بہت افسردہ خاطر ہوئے۔ بس یہ حضرت حسن بصری کی مجلس میں پہنچے اور توبہ کی۔ جب حبیب آپ کی مجلس میں توبہ کر کے واپس ہوئے تو راستہ میں وہی

بچے کھیلتے ہوئے ملے ان کو دیکھکر بچوں نے کہا کہ اب ہم نہیں بھاگیں گے اب انکی گرد ہم پر پڑنا چاہئے کہ وہ توبہ کر کے آرہے ہیں۔ یہ سنکر حبیب نے کہا الٰہی ابھی ابھی کچھ دیر ہوئی کہ میں نے تیرے سامنے عہد کیا ہے تو نے میرے نام کو تائبوں میں شامل کرلیا اور خورد و کلاں کے دلوں میں میری دوستی کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ اللہ اللہ! یہ کہتے ہوئے حبیب اپنے گھر واپس آئے اور پھر منادی کرادی کہ حبیب پر جس کسی کا کوئی حق ہو وہ آئے اور اپنا حق اس سے حاصل کر لے۔ انہوں نے اپنے تمام مال کو ایک جگہ ڈھیر کر دیا۔ مال طلب کرنے والے آتے تھے اور اس مال سے اپنے حق کے بقدر اٹھا کر لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مال کا ڈھیر ختم ہو گیا، پھر ایک دعویدار آیا اور اپنا مال طلب کیا انہوں نے اس شخص کو اپنی بیوی کی چادر اتار کر دے دی۔ پھر ایک شخص اور آیا اور مال کا طلب گار ہوا۔ انہوں نے اپنا پیرہن اتار کر اس شخص کو دے دیا اور خود ننگے ہو گئے۔

حضرت حبیب عجمی نے دریائے فرات کے کنارے ایک عبادت خانہ بنالیا تھا اور وہاں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ دن میں حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرتے اور پوری رات عبادت میں صرف کر دیتے تھے، آپ کو عجمی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ قرآن مجید صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتے تھے۔

جن حضرات کا اس خانوادہ سے تعلق ہے ان کے کچھ خصائل یہ ہیں:۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پوتوں میں دو شخص تھے ایک کا نام مبارک بن حمزہ بن عبدالرحمٰن بن عوف تھا۔ مبارک نے علوم دینی اپنے دادا (عبدالرحمٰن بن عوف) سے حاصل کئے تھے اور درجۂ اجتہاد پر فائز تھے انہوں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا تھا اور دوسرے شیخ العرب محمد بن حمزہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کہلاتے تھے یہ دونوں برادران جو متقی اور صالح افراد میں سے تھے حضرت حبیب عجمی کے مرید ہو گئے اور خلوت و عزلت اختیار کر لی۔ ان کے شب و روز عبادت و ریاضت میں گزرتے تھے۔ انہوں نے خود کو جیپاں کہلوایا اور اپنے نسب پدری وجدی اور وطن کی نسبت کو محو کر دیا۔ حضرت حبیب عجمی نے ان دونوں بھائیوں کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ تم دونوں کوہ حرا کے دامن (وادی) میں چلے جاؤ اور وہاں عبادت میں مشغول رہو، دوسرے لوگوں سے اختلاط نہ کرنا، مجرد و منفرد رہو۔ سات دن کے بعد ایک خرما سے افطار کرو اور دو یا تین خرما تک کھانے کی اجازت ہے۔ اس سے زیادہ نہ کھانا۔ یہ حضرات (دونوں بھائی) بارہ سال تک دامن کوہ حرا میں مشغول عبادت رہے۔ حبیب عجمی کے وصال کے بعد اس سلسلہ کے لوگوں کا معمول ہو گیا کہ یہ لوگ دن میں کچھ نہیں کھاتے پیتے۔ لوگوں میں نہیں اٹھتے بیٹھتے۔ کسی کی فتوح قبول نہیں کرتے جنگلی پھلوں اور کوہستانی گھاس پات کھاتے اور وہ بھی بیس روز یا چالیس روز کے بعد۔ اگر کسی شخص میں ان کی ملازمت میں حاضری کی خواہش پیدا ہوتی تو اس کے لئے لازم اور ضروری تھا کہ ان افعال مذکورہ کو اپنائے تب کہیں شرف صحبت و ارادت سے مشرف ہو سکتا تھا۔

قطعہ

کسی کز جسیبان عجمی بود | زتجرید وتفرید باید گزید
دل از آب ونان بایدش کندوباز | لیسرچشمۂ وصل شاید رسید

ترجمہ:۔جوکوئی حبیب عجمی کے سلسلہ سے وابستہ ہونا چاہتا ہے اسکوتجرید وتفرید اختیار کرنا چاہیئے۔ پہلے دل سے آپ ونان کی خواہش کودور کردینا چاہیئے۔تب کہیں وہ ان کے وصل کے سرچشمہ سے سیراب ہوسکتا ہے۔

خانوادۂطیفوریاں

سلسلہ طیفوریاں سلطان العارفین سے ملتا ہے جوطبقۂ اول کے اصحاب تصوف سے ہیں۔سلطان العارفین کا نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سردشاں ہے۔آپ کے دادا مجوسی تھے، پھراسلام قبول کرلیا تھا۔ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ ایک مسلمان شخص بطور مہمان ان کے گھر آیا۔ان کے دادا بہت کریم النفس تھے اور بہت ہی مہمان نواز تھے لیکن جب انہوں نے آگ کوسامنے رکھا تو ان مسلم مہمان کومعلوم ہوا کہ میرا میزبان آتش پرست ہے۔لہٰذاانہوں نے اس کے کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالا۔سردشان نے مہمان سے کہا کہ تم نے کھانے سے ہاتھ کیوں روک لیا؟ کیا سبب ہوا؟ مسلمان مہمان نے کہا کہ میں خدا آشنا ہوں میں کسی بیگانے کے یہاں کھانا نہیں کھاسکتا،سردشان کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میرے نفس کی بزرگی اورشرافت سے یہ بات بعید ہوگی کہ میرے گھر سے مہمان بھوکا چلا جائے، پس سروشان نے اسلام قبول کرلیا۔

سیدالطائفہ (حضرت جنید بغدادی) سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ شیخ بایزیدطیفور رہم درویشوں کے درمیان اسی طرح سرفراز وسربلند ہیں جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی جماعت میں۔حال توحید میں جملہ سالکان طریقت کی نہات حضرت بایزید کی بدایت ہے۔اوروہ سالکین طریقت جواُن کے بدایت حال کوپہنچ جاتے ہیں وہ اپنی نہایت (انتہا) کو پالیتے ہیں اوراس قول پر دلیل یہ ہے کہ سلطان العارفین بایزید مانتے ہیں کہ دوسوسال جب بوستان پرگزرجاتے ہیں تب کہیں وہ پھول کی طرح کھلتا ہے۔

حضرت ابوسعیدابوالخیر (قدس اللہ سرہٗ) فرماتے ہیں کہ میں بایزید کے اشارہ پر اٹھارہ ہزار عالم کا مشاہدہ کررہا ہوں اور پھر بھی بایزیدان میں کہیں نہیں ہیں یعنی جو کچھ بایزید سے ہے وہ حق میں محو ہے۔

آپ کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ جب آپ کی والدہ نے آپ کو مکتب میں پڑھنے کے لئے بھیجا اور ایک دن سورۂ لقمان پڑھ رہے تھے، جب اس آیت کریمہ پر پہونچے اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیۡکَ[1] (میرا شکر کرواوراپنے ماں باپ کا۔) تو آپ نے استاد سے اس کے معنی دریافت کئے۔ استاد نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ ان معانی نے ان کے دل پر عجیب اثر کیا۔ انہوں نے بستہ رکھدیا اور

[1] پ ۲۱ سورہ لقمٰن ۱۴

استاد سے اجازت لیکر گھر آئے۔ان کی والدہ نے ان کو دیکھکر کہا کہ اے طیفور! کس کام سے گھر آ گئے؟ کیا کچھ مجبوری درپیش ہے یا کوئی ہدیہ لائے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں میں نے آج قرآن کریم میں یہ آیت پڑھی ہے اور استاد نے یہ معنی بتائے ہیں لہٰذا اب میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ مجھ سے دو مخدوم کی خدمت نہیں ہوسکتی یا تو آپ خداوند تعالیٰ سے مجھے مانگ لیجئے کہ بس آپ ہی کی خدمت کرتا رہوں یا پھر مجھے خداوند تعالیٰ کی خدمت (طاعت وعبادت) کے لئے بخش دیجئے تاکہ میں سراپا اسی کا خدمت گذار بن جاؤں۔اُن کی والدہ نے جواب دیا کہ میں تم کو خداوند تعالیٰ کے کام کے لئے وقف کرتی ہوں اور میں اپنا حق تم کو بخشتی ہوں۔ بس یہ سنکر آپ بسطام سے نکل کھڑے ہوئے اور راہ سلوک کا حصول اپنا مقصود قرار دے دیا۔ پھر جو کچھ ہوا وہ ہوا۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان العارفین نے ایک سو تیرہ مشائخ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کیا۔ان بزرگوں میں ایک حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔سلطان العارفین نے ایک سو پچاس سال کی عمر پائی اور آپ نے تربیت کمال حضرت حبیب عجمی سے پائی۔

سلطان العارفین کے اکثر مُریدان صادق اور طالبان واثق نے جو آپ کے خدمت میں حاضر باش تھے۔خود کو ان کی ذات سے منسوب کر کے طیفوریان کہلانا پسند کیا اور اپنے آباداجداد اور شہرداحصار کی نسبت کو معدوم کر دیا۔طیفوریوں کی روش اور طریقہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کو خلافت کا منصب ملتا اور خرقہ پہنتا تو اس خرقہ کو''بایزیدی'' کہتے تھے آپ کا یہ خرقہ چار طرح کا ہے۔سلطان العارفین طیفور کے چار خلفاء تھے،شیخ مسعود،شیخ محمود،شیخ ابراہیم اور شیخ احمد۔شیخ مسعود طیفوری نے خرقہ شکر پارہ جسکو''تماچہ،،بھی کہتے ہیں پہنا اور شیخ محمود طیفوری نے''ہزار ریشہ سیاہ،،کا خرقہ پہنا اس خرقہ کو''خرقہ ہزار میخی،،بھی کہتے ہیں۔شیخ ابراہیم طیفوری نے خرقہ خشت پارہ مربع،،زیب تن کیا اور شیخ احمد طیفوری کو''خرقۂ صوف،،شیخ نے عطا فرمایا۔خلافت اور خرقہ پوشی سے سرفراز ہو کر یہ چاروں حضرات سلوک کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ یہ حضرات سات دن یا دس دن کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔دنیا اور اہل دنیا سے بالکل کنارہ کش رہتے تھے، چرندوں درندوں کے سوا ان کا کوئی انیس نہیں تھا، چنانچہ جنگلی جانور اور پرندے بھی اُن سے مانوس تھے اور ان کے پاس بےخوف وخطر آتے تھے اور انکی زیارت کرتے تھے۔یہ حضرات کسی جاندار کو نہیں ستاتے تھے۔جس کسی شخص میں انکی زیارت اور ملازمت کا ذوق وشوق پیدا ہوتا تھا وہ ان ہی اوصاف سے موصوف ہو کر داخل ملازمت ہوسکتا تھا اور ان کی پابوسی کی سعادت سے مشرف ہوسکتا تھا۔

قطعہ

کسی کاندر رہ طیفوریان است — ہوایش ازجہاں کافور باشد

عروس کون رااز گوشۂ چشم — نہ بیند گرچہ بہ از حور باشد

ترجمہ:۔جو طیفوریوں کی راہ پر گامزن ہے اسکی خواہشِ دنیا بالکل نیست ونابود ہو جاتی ہے وہ اس دنیا کی عروس کو گوشۂ چشم سے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا خواہ وہ حور تمثال ہی کیوں نہ ہو۔

خانوادۂ کرخیاں

یہ خانوادہ حضرت معروف کرخی سے ملتا ہے۔ حضرت معروف کرخی صوفیائے طبقۂ اوّل سے ہیں۔ آپ مشائخ متقدمین سے ہیں اور شیخ سری سقطی کے استاد ومرشد ہیں۔ آپ کی کنیت ابومحفوظ ہے۔ آپ کے والد کا نام فیروز فیروزاں ہے۔ بعض نے کہا کہ معروف کرخی علی الکرخی کے فرزند ہیں۔ آپ کے والد غلام تھے، پھر آزاد کردیئے گئے تھے اور وہ حضرت علی بن موسیٰ رضا کے دربان تھے۔ امام علیؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے لیکن ایک روز حضرت نے دربار عام منعقد کیا تھا۔ لوگوں کا اژدہام ہوا اور یہ کچل کر ہلاک ہوگئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی کو بچپن میں نصرانی معلموں میں سے ایک معلم کے سپرد کیا گیا۔ معلم نے ان سے کہا کہ کہو خدا تین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خدا ایک ہے۔ ہر چند معلم نے کوشش کی کہ یہ کہیں کہ خدا تین ہیں ان کو ڈرایا، دھمکایا لیکن ان کی زبان سے یہی نکلا کہ خدا ایک ہے۔

بیت

کسی کورا دم توحید باشد   یکی گوید اگر ترسید باشد

ترجمہ:۔ اگر کوئی توحید کا خواہاں ہوتو اس کو لاکھ ڈرائیں تب بھی یہی کہے گا کہ خدا ایک ہے۔

آخر کار جب انہوں نے اپنے والدین کا دین قبول نہ کیا تو انہوں نے آپ کو گھر سے نکالدیا۔ یہ وہاں سے نکل کر حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں پہونچ گئے۔ جب انکے ماں باپ نے دیکھا کہ بیٹا ہمارے ہاتھ سے جارہاہے تو انہوں نے کہا کاش وہ ہمارے پاس آجائے ہم بھی اسکا دین قبول کرلینگے۔ جب انہوں نے یہ سنا تو گھر آئے اور ماں باپ کو حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں لے گئے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور یہ خود حضرت شیخ داؤد طائی کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کے مُرید ہوگئے۔ اسی درگاہ سے آپ کو خلافت حاصل ہوئی۔ شیخ داؤد طائی کو حضرت حبیب عجمی سے خلافت حاصل تھی۔

حضرت معروف کرخی کے مریدوں نے خود کو کرخیاں کی نسبت سے مشہور کیا اور خود کو کرخیاں،، کہلوایا۔ کرخ بغداد کے ایک محلّہ کا نام ہے۔ کرخیوں کی سیرت یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر حال میں دنیا سے الگ تھلگ رہتے ہیں، خوف الٰہی سے ان کا بیشتر وقت گریہ وزاری میں گزرتا ہے، کلمہ نفی واثبات [لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ] کا ورد کثرت سے کرتے ہیں کشف میں یہ حضرات اس مرتبہ پر فائز تھے کہ عرش سے فرش تک ان کی نگاہوں کے سامنے رہتا تھا۔ جو کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا وہ ان کی سیرت اختیار کرکے شرف مریدی سے مشرف ہوتا۔

قطعہ

کسی کز دودۂ معروف باشد   باوصاف خدا موصوف باشد
بعرفان بایدش معروف بودن   نہ از جاہ جہان معروف باشد

ترجمہ:۔ سلسلۂ معروف کرخی سے جو کوئی وابستہ ہوتا ہے وہ صفات الٰہی سے موصوف ہوتا ہے۔ اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کرتا ہے جس پر تخلقا باخلاق اللہ صادق آتا ہو۔ عرفان کی دنیا میں اسکو معروف کرخی کیطرف ہونا چاہیئے

اور دنیا کی چاہ میں مبتلا یا مصروف نہیں ہونا چاہیئے۔

خانوادۂ سقطیاں

یہ سلسلہ حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا ہے۔آپ کا تعلق طبقۂ اول کے صوفیاً سے ہے۔آپ کی کنیت ابوالحسین ہے۔آپ شیخ جنید اور تمام بغدادیوں کے استاد ہیں۔آپ حارث محاسبی وبشر حافی کے اخوان معرفت سے ہیں اور معروف کرخی کے شاگرد ہیں۔طبقۂ ثانیہ کے اکثر صوفیہ اپنی نسبت ارادت آپ تک پہنچاتے ہیں۔سوم ماہ رمضان ۲۵۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:۔

''میں نے سری سقطی جیسا کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ ان پر ستر سال گذر گئے اور کسی نے ان کو چت لیٹا نہیں دیکھا، سوائے غلبۂ موت میں کہ جب انتقال ہوا تو ان کو چت لٹایا گیا۔مراد یہ ہے کہ ستر سال تک وہ پاؤں پھیلا کر پلنگ پر نہیں سوئے،،

منقول ہے کہ ایک روز سید الطائفہ شیخ سری سقطی کے گھر آئے (جو آپ کے حقیقی ماموں تھے) شیخ سری اپنے گھر میں جھاڑ دیتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے

شعر

لافی النہار ولافی اللیل لی فرح

فلاابالی اطال الیل اُم قصراً

ترجمہ:۔میرے لئے نہ دن میں فرحت ہے اور نہ رات میں۔مجھے کیا پرواہ ہے کہ رات طویل ہوگئی یا کوتاہ۔

سقطیوں کی نسبت آپ ہی سے ہے یعنی سری سقطی سے جو حضرت معروف کرخی کے مرید وخلیفہ تھے۔سقطیاں تین افراد تھے جو ابنائے ملوک برمک سے تھے۔اول شیخ عزیز بن ملک بن یحییٰ برمکی، دوسرے شیخ عمر بن ملک فضل برمکی۔تیسرے شیخ علی بن ملک عبداللہ برمکی۔یہ تینوں حضرات خلیفۂ بغداد کے وزیر تھے۔جب ان سعادت مندوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی تو حضرت سری سقطی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے اور سلوک کے راستہ کو اختیار کرلیا اور خود کو سقطیاں کہلوایا۔انہوں نے اپنے آبا داجداد کے نسب کی نسبت کو ترک کردیا۔ان تینوں حضرات کے خصائل وشمائل بھی ویسے ہی تھے جیسے دوسرے سقطیوں کے،مگر ان چند باتوں میں دوسرے لوگوں سے ممتاز تھے۔

ایک تو یہ کہ تینوں صاحبان معتکف رہتے تھے۔تیسرے دن ان میں سے ایک فرد شام کے وقت خلوت سے باہر نکل آتا اور صرف دس گھروں پر جاکر سوال کرتا اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خوراک جمع کرکے لاتا۔ایک بار ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ فتوح کیوں قبول نہیں کرتے؟ کہ آپ کو اس تفرقہ (پریشانی خاطر) سے نجات مل جائے۔ان حضرات نے جواب دیا کہ فتوح قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے دنیا کو نہیں چھوڑا ہے، دوسرے یہ کہ جو کوئی فتوح لے کر آئے گا وہ کچھ حاجت رکھتا ہوگا تو ہمارا دل حاجت اور ضرورت پورا کرنے کی طرف لگ جائیگا۔جب اسکی ضرورت پوری ہوجائے گی تب ہی فتوح ہمارے لئے حلال ہوگی۔اگر ایسا نہیں ہے یعنی فتوح لانے والے کی کوئی حاجت نہ بھی ہو جب بھی جیسا کہ معلوم ہے کہ جو کوئی فتوح لاتا ہے تو دل اس کی طرف متوجہ وراغب ہوتا ہے

کہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ دل محسن کی طرف کھچتا ہے اوراس کی محبت پیدا ہوتی ہے۔جب یہ بات ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے خدا کی محبت میں دوسرے کو شریک بنالیا۔

یہ حضرات یعنی ''سقطیاں،، ایک ہی وضو سے مغرب اور فجر کی نماز ادا کرتے تھے، شام سے صبح تک ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔یہ لوگ دوپہر کے کھانے کے بعد یعنی قیلولہ کے وقت سوتے تھے (تمام شب بیدار رہتے تھے) حلقہ میں بیٹھ کر ذکر جلی کرنا پسند کرتے تھے، جو کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا تھا وہ ان اوصاف سے متّصف ہوتا تب ہی شرف ملازمت حاصل کرسکتا تھا۔

قطعہ

کسی کہ سر بسری دودۂ سری دارد	زسرسری زسرجان خویش برگیرد
چوسر بسر بہ چنین سردری شود مسرور	ضیائی لمعۂ معش بہ دہر درگیرد

ترجمہ:۔جو کوئی خانوادۂ سری سقطی میں شرکت کی آرزو رکھتا ہو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل سے خودی کو نکالدے جو کوئی ایسی سروری اور سرداری پر مسرور ہوتا ہے اس کی شمع کے شعلہ کی روشنی تمام دنیا میں پھیل جاتی ہے۔

خانوادہ جنیدیاں

خانوادۂ جنیدیاں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ سے ملتا ہے آپ کا تعلق طبقۂ ثانیہ کے ارباب تصوف سے ہے۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور آپ کا لقب قواریری وزجاج اور خراز ہے۔آپ کو قواریری اور زجاج اس سبب سے کہتے ہیں کہ آپ کے والد آگمینہ فروش تھے۔اور خراز اس بناء پر کہتے ہیں کہ خرز (ریشم) کا کام کرتے تھے۔آپ اصلاً نہاوندی ہیں لیکن آپ کا مولد ومنشاء بغداد ہے۔آپ ابوثور (سفیان ثوری) کے مذہب کے پیرو تھے۔اور امام شافعی کے عظیم شاگردوں میں سے تھے۔شیخ سری سقطیؒ حارث محاسبی اور محمد قصار سے فیض محبت پایا تھا۔اور ان حضرات کے شاگرد تھے۔آپ صوفیائے کرام کے اماموں اور سرداروں میں سے ہیں۔ تمام اکابر صوفیاء آپ سے خود کو منسوب کرتے ہیں۔مثلاً شیخ خراز، شیخ رویم، شیخ نوری اور شیخ شبلی وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ) شیخ ابوالعباس عطار کہتے ہیں:۔اس علم تصوف میں ہمارے مرجع اور مقتدی جنید ہیں۔،،

ایک بار خلیفۂ بغداد نے شیخ رویم سے کہا:۔اے بے ادب! انہوں نے جواب دیا کہ میں بے ادب نہیں ہوسکتا کہ تمام عمر شیخ جنید کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور حال یہ ہے کہ کوئی ایک روز بھی شیخ جنید کی صحبت میں رہا ہو وہ ہرگز بے ادب نہیں ہوسکتا اور میں نے تو تمام عمر ان کی صحبت میں گزاری ہے پھر میں کسطرح بے ادب ہوسکتا ہوں؟

شیخ ابوجعفر حدّاد کہتے ہیں کہ اگر عقل مرد ہوتی تو جنید کی صورت میں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ اس طائفہ کے تین افراد ایسے باکمال تھے کہ ان کے مثل کوئی چوتھا نہیں تھا۔ شیخ جنید بغداد میں ابوعبد اللہ جلا شام میں اور ابوعثمان خیری نیشاپور میں حضرت جنید کو خلافت حضرت سری سقطی سے عطا ہوئی۔ جنیدیاں دو اصحاب تھے، ایک شیخ عثمان بن علی دقاق اور دوسرے شیخ محی الدین منصور، یہ دونوں عزیزان گرامی بارگاہ حق تعالیٰ کی آراستہ وپیراستہ ہستیاں تھیں ان دونوں کے علاوہ بھی اور بہت سے مشائخ ہیں جنکی حضرت سید الطائفہ سے نسبت درست ہے۔ ۲۹۷ھ میں آپ کا

انتقال ہوا۔ رسالہ قشیریہ اور طبقات الصوفیہ (عبدالرحمٰن سلمی) میں یہی تاریخ وفات مذکور ہے۔ لیکن تاریخ الیافعی میں آپ کی تاریخ وصال ۲۹۸ھ تحریر ہے۔ بعض نے ۲۴۹ھ میں تاریخ وصال بتائی ہے۔

جنیدیوں کے شمائل وخصائل وہی ہیں جو دوسرے صوفیائے کرام کے ہیں لیکن ان میں ایک خصلت زیادہ تھی اور وہ یہ کہ ان کے کھانے پینے کا سامان ایک فرشتے کے ذریعہ جو آدمی کی شکل میں ہوتا تھا غیب سے آتا تھا اور ہاتف غیبی ان کو آواز دے کر کہتا کہ ''تم ہمارے کام میں مشغول رہو ہم تمہاری ضرورتوں کو پورا کرنے میں مشغول ہیں۔،، اگر کوئی سائل ان کے پاس آتا تو اس کی ضرورت غیب سے پوری ہو جاتی تھی چونکہ یہ حضرات چالیس روز سے بھی زیادہ کے بعد افطار کرتے تھے۔ پس ایک فرشتہ انسان کی شکل میں ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا لاتا تھا اور پکار کر کہتا کہ لایا کل ولا یشرب (نہ کھانا اور نہ پینا) فرشتہ کی صفت ہے۔ پس بہت اصرار سے ان کا روزہ افطار کراتا۔ ان حضرات کا زمانہ احکام الٰہی کے نفاذ اور اسرار لامتناہی کے اجراء کا زمانہ تھا۔ جو کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا وہ اوصاف مذکورہ سے متصف ہوتا تب ان کی صحبت وارادت سے شرف یاب ہوتا۔

رباعی

کسی کز دودۂ حضرت جنیداست زحظ ہردو کون اونا امیداست

زبہر قطع شاخ ماسویٰ را کشیدہ تیغ ہمچون برگ بیداست

ترجمہ:۔ جو کوئی خانوادۂ حضرت جنید سے تعلق رکھتا ہے وہ دونوں جہاں کی لذتوں سے کنارہ کش ہوتا ہے۔ ماسوٰی اللہ کی شاخ کو قطع کرنے کے لئے وہ برگ بید کی طرح تلوار کھینچے ہوئے رہتا ہے۔

خانوادۂ گاذرونیاں

گاذرونیاں خانوادہ کا سلسلہ حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی اور حضرت سلطان ابواسحاق گاذرونی سے ملتا ہے۔ حضرت ابواسحاق گاذرونی جو گاذرون کے فرمانروا تھے۔ ترک سلطنت کر کے حضرت شیخ عبداللہ خفیف کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔ طبقات الصوفیہ میں مذکور ہے کہ شیخ ابواسحاق گاذرونی کی نسبت تصوف میں شیخ ابوعلی حسین بن محمد ن الفیر وزآبادی سے ہے اور حضرت عبداللہ خفیف کو ارادت خواجہ محمد ردیم سے حاصل تھی اور خواجہ محمد رویم حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی کے مُرید ہیں۔ جب شیخ ابواسحاق نے شیخ عبداللہ سے شرف ارادت حاصل کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:۔

''اے ابواسحاق گاذرونی! ہم نے تم کو دین دیا اور دنیا بھی عطا کی۔ تم اپنا علم وطبل بلند کرو۔،،

علم وطبل کی شرح ان کے لطیفہ میں پیش کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

رباعی

کسی کز دودۂ اسحاق باشد بہ مردم نادر آفاق باشد

زندگر کوس دولت رابہ ہمت صدائیش نغمۂ نہ طاق باشد

ترجمہ:۔ جو کوئی خانوادۂ اسحاق گاذرونی سے وابستہ ہوتا ہے وہ لوگوں کے درمیان ایک نادرۂ روزگار شخصیت بن

جاتا ہے اگر وہ اپنی دولت وسلطنت فقر کا نقارہ بجائے تو اسکی آواز آسمانوں کے لئے نغمہ بن جائے گی۔

خانوادۂ فردوسیاں

فردوسیوں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ فردوسیہ کی ابتداء سلسلہ سہروردیہ سے ہے یعنی شیخ ضیاءالدین ابو نجیب سہرردری اور فردوسیاں ایک ہی پیر کے مرید ہیں جن کا واسطہ سید الطائفہ (جنید بغدادی تک ہے۔

ایک روز حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ جو اکابر فردوس ہیں اور حضرت علاؤالدین طوسی جو طوس کے اکابر سے ہیں اور ان دونوں حضرات کے مابین اخوت دینی قائم تھی۔ یہ دونوں حضرات حضرت شیخ ضیاءالدین ابوالنجیب سہرردری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ عمر ختم ہونے پر آگئی اور مقصد برآری ابھی تک نہیں ہوسکی ہے شیخ ابوالنجیب نے فرمایا کہ ہم بھی اسی غم میں مبتلا ہیں۔ اگر تم رُوئے مقصود دیکھنا چاہتے ہو تو کسی کی ارادت کا حلقہ گلے میں ڈالنا چاہیئے۔ ان دونوں حضرات نے کہا کہ جس کے لئے آپ کا ارشاد ہواُس کی مریدی اختیار کرلی جائے۔ شیخ ضیاءالدین ابوالنجیب نے کہا ہم بھی ابھی تک کسی کے مرید نہیں ہوئے ہیں۔ یہاں ایک بزرگ ہیں جو محرم اسرار اور جامع العلوم والانوار ہیں شیخ وجیہہ الدین ابوحفص ان کا نام نامی ہے، آؤ ہم تینوں ان کے شرفِ ارادت سے مشرف ہوجائیں، جب یہ تینوں حضرات شرف ارادت سے مشرف ہوئے تو حضرت شیخ وجیہہ الدین ابوحفص نے حضرت ابونجیب سہر وردی اور اور حضرت شیخ علاؤالدین طوسی کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے اپنے شہر ومسکن کو واپس جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو ہدایت کرو، اور ان کو توبہ پر آمادہ کرو۔ یہ فرما کر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا ہاتھ پکڑ کر شیخ ابونجیب سہروردی کے حوالہ کیا اور کہا کہ ان کا کام (مقصد) تم پورا کرو۔ یہ وہ ہستی ہے کہ درویشی کا طریقہ اس شخص کی بدولت تازگی پائے گا اور اس ارشاد کے بموجب شیخ ابونجیب نے شیخ نجم الدین کبریٰ کو سات ماہ تک اپنی خدمت میں رکھا اس کے بعد ان کو خرقہ پہنایا اور فرمایا کہ تم مشائخ فردوس ہو۔ اسی روز سے خانوادۂ فردوسیاں وجود میں آیا (جو شیخ نجم الدین کبریٰ سے منسوب ہے)

شیخ نجم الدین کبریٰ اور شیخ ضیاءالدین ابونجیب کی نسبت شیخ وجیہہ الدین ابوحفص سہروردی سے ہے۔ شیخ وجیہہ الدین کی نسبت شیخ احمد اسود اور ان کی نسبت شیخ ممشاد علو دینوری سے اور ان کی نسبت شیخ جنید بغدادی سے، شیخ جنید بغدادی کی نسبت شیخ سری سقطی سے اور شیخ سری سقطی کی نسبت ارادت حضرت معروف کرخی سے اور حضرت معروف کرخی کی نسبت شیخ داؤدطائی سے اور ان کی نسبت شیخ حبیب عجمی سے اور ان کی نسبت حضرت حسن بصری سے ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

فردوسیوں اور سہروردیوں کی نسبت حضرت معروف کرخی سے ممتاز ہے کہ حضرت معروف کرخی کی نسبت حضرت علی مرتضیٰؓ تک ائمہ کے واسطے سے بھی ہے وہ اس طرح ہے:۔

۱۔ شیخ معروف کرخی ۲۔ حضرت امام علی رضا ۳۔ حضرت امام موسیٰ کاظم ۴۔ حضرت امام جعفر صادق

۵۔ حضرت امام محمد باقر ۶۔ حضرت امام زین العابدین ۷۔ حضرت امام حسین ابن علیؓ ۸۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ رکن الدین فردوسی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ تمام فردوسی حضرات کا سلسلہ شیخ نجم الدین کبریٰ تک پہنچتا ہے اور حضرت امام علی رضا نے اپنے پیر حضرت امام موسیٰ کاظم سے جو نسبت حاصل کی تھی اور جو امانت ان سے ملی تھی وہ اپنے آخری مُرید تک پہنچا دی اور آپ نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ یہ امانت اور نعمت نجم الدین کبریٰ کا حصہ ہے جو ہمارے سلسلہ میں چند نسبتوں کے بعد آئے گا۔ پس جس کسی کو یہ نسبت ملی وہ اس نے اپنے بعد آنے والے کو پہونچا دی (سلسلۂ فردوسیہ میں یکے بعد دیگرے یہ نعمت منتقل ہوتی رہی) یہاں تک کہ حضرت نجم الدین کبریٰ کے حصہ میں آئی۔

قطعہ

کسی کز دودۂ فردوسیاں است	معاد او بہ نجم الملتہ والدین است
بدایت سلسلہ از کبردیہ است	بایشاں گشتہ انساب داین است

ترجمہ:۔ جو شخص خاندان فردوسیہ سے تعلق رکھتا ہے اسکا حشر شیخ نجم الدین کبریٰ کے ساتھ ہوگا۔ اور آغاز تو سلسلۂ کبردیہ سے ہے، ان ہی کے ساتھ ہو جاؤ جن کا نسب یہ ہے۔

خانوادۂ طوسیاں

خانوادہ طوسیاں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی سے تین واسطوں سے ملتا ہے فردوسیاں اور طوسیاں ایک ہی خرقہ کے سلسلے ہیں۔ ان کی سیرت کے سلسلے میں یہ چند باتیں بیان کی جاتی ہیں کہ یہ حضرات سماع مزامیر کے ساتھ سنتے ہیں اور حال و وجد میں رقص کرتے ہیں۔ ذکر جہری پر سختی سے کاربند رہتے ہیں۔ خیر و شر سے جو کچھ ان کو پیش آتا ہے اس سے سرتابی نہیں کرتے اور اس کا کھوج نہیں لگاتے اور نہ سبب و غایت معلوم کرنے کے درپے ہوتے ہیں ان کا عمل صرف اس پر ہے کہ **ماصنع الله فهو الخير** (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے پیدا کیا ہے وہ خیر ہے) یہ حضرات مسلم و کافر میں امتیاز نہیں کرتے۔ نعمتوں کی تقسیم میں سب کو برابر رکھتے ہیں۔

مصرع:۔ بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست۔ ترجمہ:۔ اس عام دسترخوان پر دوست و دشمن سب برابر ہیں۔ ان کا مہمان کافر ہو یا مسلمان دونوں کا احترام کرتے ہیں، جو کوئی ان کی ملازمت و ارادت کا خواستگار ہوتا ہے اس کا یہ افعال اختیار کرنے پڑتے ہیں تب ان کی صحبت کے شرف سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

قطعہ

کسی کز دود مان طوسیان است	بنزدش کافر و مسلم برابر
چہ ایشان مظہر لطف خداوند	جلال ولطف سوئے ادست دائیر

ترجمہ:۔ جو کوئی خانوادۂ طوسیاں سے تعلق رکھتا ہے اس کی نظر میں کافر و مسلم برابر ہیں کہ مسلمان تو لطف خداوندی کا مظہر ہے اور کافر پر اس کا جلال دائر و سائر ہے۔

خانوادۂ سہروردیاں

حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کا سلسلہ تین واسطوں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک اور دو واسطوں سے حضرت شیخ ممشاد دینوری تک پہنچتا ہے (یعنی ۱۔ حضرت شیخ وجیہہ الدین ابوحفص، ۲۔ حضرت شیخ احمد اسود، ۳۔ حضرت شیخ ممشاد دینوری، اور

۴۔حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی)

حضرت شیخ ممشاد دینوری حضرت سید الطائفہ کے خلیفہ تھے۔ ان حضرات کے لطائف میں سے کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ:۔مرید ہونے سے قبل بارہ سال تک حضرت شیخ ضیاءالدین ابونجیب سہروردی کا یہ معمول رہا کہ وہ اپنے نفس کو سات روز کے بعد پینے کو پانی دیتے تھے اور تین خرمے کھلاتے تھے۔ جب آپ شیخ وجیہہ الدین کی خلافت سے سرفراز ہوئے تو تیس سال تک نہیں سوئے، شب دروز قبلہ رو بیٹھے رہتے تھے۔عرش سے فرش تک کی تمام موجودات کے مریدوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ خانوادۂ سہروردیاں سے جسقدر مشائخ کونسبت حاصل ہے یہ کثرت کسی اور خانوادے کو میسر نہیں

رباعی

کسی کو دم از دودۂ سُہردرد زند بایدش بہراو سُہر درد
بہ گلزار وجداں بوقت سحر شگفتہ بدار دم سُہر درد

ترجمہ:۔یعنی جو سلسلہ سہروردیہ سے تعلق کا خواہاں ہے اسکو چاہیئے کہ اس کے حصول کے لئے بیداری کو اختیار کرے۔ کہ صبح کے وقت باغ وجدان پر سہردرد کی ہوا کا گذر ہوتا ہے۔اس سے سہردرد کے دم کو تازگی ملتی ہے۔

ان چودہ خانوادوں کی جو مشائخ میں مشہور ہیں شرح کردی گئی اور دوسرے سلاسل جو ان چودہ خانوادوں کے نکلے ہیں یا سادات سے مستنبط ہیں یا حضرت اویس قرنی سے فیض یافتہ ہیں۔انشاء اللہ تعالیٰ اس لطیفہ کے بعد آنے والے لطیفے میں بیان کئے جائیں گے۔

خانوادہ اویسیاں

خاندان اویسیہ کا منشا اسی لطیفہ میں بیان کیا جاتا ہے۔شیخ الطریقت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ نے کہا ہے کہ خداوند بزرگ و برتر کے اولیاء میں کچھ وہ لوگ بھی ہین جنکو مشائخ طریقت و کبراء حقیقت اویسیاں کہا جاتا ہے۔یہی مشائخ طریقت اویسیہ کے نام سے موسوم ہیں اور ان حضرات کو عالم ظاہر میں کسی پیر و مرشد کی ضرورت نہیں ہوتی کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عنایت میں بذات خود پرورش فرماتے ہیں جس میں کسی دوسرے کا واسطہ نہیں ہوتا۔جس طرح حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بے واسطۂ غیر پرورش فرمائی۔اور یہ ایک بہت ہی عالی اور بہت ہی عظیم مقام ہے کبھی کسی کو یہ دولت نصیب ہوجاتی ہے اور یہ مقام میسر آجاتا ہے:۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ [۱] یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

اسی طرح بعض ایسے اولیائے کرام ہیں جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ کی اتباع میں بعض طالبانِ طریقت کی تربیت اپنی قوت روحانی سے فرماتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ بظاہر ان کا کوئی پیر و مرشد ہو، یہ جماعت بھی سلسلۂ اویسیاں میں داخل ہے بہت سے ایسے مشائخ طریقت گزرے ہیں کہ ابتدائے سلوک میں ان کی توجہ اس مقام کی طرف مبذول رہی ہے جیسے شیخ عظیم شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی جن سے حضرت ابوالجناب نجم الدین کبریٰ کے مشائخ سلسلہ کا تعلق ہے۔ اسی طرح حضرت شیخ ابوسعید

[۱] پ ۲۷ سورہ حدید آیت ۲۱

ابوالخیراور شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ اردا حہم کہ ابتدائے سلوک میں ان کا ذکر بس یہی تھا کہ ہمیشہ اویس اویس،، کہتے رہتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مخدومی کے شرف خدمت سے مشرف ہونے سے قبل اس فقیر کی توجہ بھی اس مقام کی طرف تھی حضرت اویس قرنی کی روحانیہ مبارکہ نے مجھے اس راستہ پر لگایا اور دل میں سلوک کی خواہش اور زیادہ پیدا کردی حضرت اویس قرنی کی روحانیہ خیر نے مجھے اشارہ فرمایا کہ راہ سلوک کو طے کروں اور اس حصول دولت کا بعث حضرت خضر علیہ السلام ہوئے کہ میں نے حضرت مخدومی کی ارادت کا شرف حاصل کیا۔ بعض مشائخ کے ساتھ یہ صورت بھی پیش آتی ہے کہ پہلی کوشش میں یہ سعادت حاصل ہوگئی اور پھر آخر میں بزرگان روزگار میں سے کسی بزرگ کی بدد سے سلوک کا شرف بھی حاصل کیا۔ بعض حضرات اس دشوار منزل میں اوّل سے آخر تک صرف اویسی ہی رہے مثلاً خواجہ نظام الدین گنجوی کہ وہ اوّل سے آخر تک اویسی ہی رہے چنانچہ ان کے اشعار سے یہ مترشح ہوتا ہے:۔

مثنوی

اگر بہ زخود گلبنی دیدمی	گلی سرخ یازرد ازد چیدمی
چوازران خودخورد باید کباب	چہ کردم بدرویزہ چون آفتاب

ترجمہ:۔ اگر میں اپنے باغ سے بہتر کسی باغ کو پاؤں تو اسکے سرخ یا زرد پھول توڑلوں، میرا باغ سب باغوں سے اچھا ہے جب میں اپنی ران سے گوشت کے کباب کھا سکتا ہوں تو پھر مجھے اس آرزو میں آفتاب کیطرح دربدر پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔

کچھ ہی صورتحال حضرت خواجہ حافظ شیرازی کی ہے جو مجذوبان زمانہ کے مقتدا اور محبوبان پروردگار کے پیشوا تھے وہ بھی اس سلسلۂ اویسیہ کی نسبت سے مشرف تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرٰ نے فرمایا کہ سیاحت کے دوران جب ہم شہر شیراز میں پہنچے اور وہاں کے اکابر سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ حافظ شیرازی کی ملاقات سے قبل یہ شعر ہم سن چکے تھے۔ شعر

حافظ از معتقدان است گرامی دارش	زانکہ بخشایش بس روح مکرم بادست

ترجمہ:۔ یعنی حافظ اس کے معتقدوں میں سے ہے اس کا احترام کرو، اس کی عزت کرو۔ اسلئے کہ ایک بہت ہی گرامی قدر روح اس کے حال پر اپنی بخشائش مبذول رکھتی ہے۔

اسی لئے ہم نے جان لیا تھا کہ وہ اویسی نسبت رکھتے ہیں جب ان سے ملاقات ہوئی اور ہمارے ان کے درمیان محرمانہ صحبت پیش آئی تب ہم کو اندازہ ہوا کہ وہ بہت ہی بلند مشرب کے مالک ہیں۔ ایک عرصہ تک ہم دونوں شیراز میں ساتھ ساتھ ہے ہر چند کہ ہم نے بہت سے مجذوبان روزگار اور محبوبان کردگار کو دیکھا تھا لیکن ان کو ہم نے بہت بلند مشرب پایا۔

اس زمانے میں جو کوئی سلوک وطریقت کی نہایت کے جاننے کا خواہاں ہوتا وہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ان کے اشعار بہت ہی معارف نما اور حقائق کشاء ہیں۔ اکابرزمانہ نے ان کے اشعار کو''لسان الغیب،، کہا ہے بلکہ ایک بزرگ نے تو اس سلسلہ میں یہاں تک کہا ہے کہ کوئی دیوان خواجہ حافظ کے دیوان سے بہتر نہیں ہے، اگر پڑھنے والا شخص صوفی ہوگا تو اسکو معلوم ہو جائے گا۔

حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار بھی اویسی مشرب تھے اور ان کا مشرب بہت ہی بلند تھا بہت سے نادر اور عجیب علوم مثلاً ہیمیا وسیمیا، کیمیا اور ریمیا کا اظہار ان سے ہوا اور ایسا عبور ان علوم پر زمانے میں شاید ہی کوئی رکھتا ہو۔ ایک بار **مکہ معظمہ زادہا اللّٰہ تشریفاً وتکریماً** کے سفر میں ہم ایک دوسرے کے شریک صحبت رہے ہیں اور ایک دوسرے سے استفادہ کیا ہے۔

لطیفہ۱۵

سلسلۂ حضرت قدوۃ الکبرا

اور سلسلۂ حضرت نورالعین اور سلف وخلف کے مشائخ کا بیان اوران کے خلفاء

اور ہرایک کی تاریخ وفات اوراعراس بزرگان اور متعدد اکابر سے فضائل حاصل کرنیکا فائدہ کیا ہے۔

قال الاشرف:

سلسلة المشائخ سلسلة تصل الیٰ شجرة المقصود من ربط ربق عنه عتق من رق المتعدّدة:.

ترجمہ:۔(حضرت) اشرف جہانگیر کا کہنا ہے کہ مشائخ سلاسل کا سلسلہ شجر مقصود تک پہنچتا ہے اور جس نے اس سلسلہ سے رابطہ پیدا کرلیا بہت سی غلامیوں سے آزاد ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ہر چند کہ اس فقیر (اشرف) نے متعدد اکابر اور بکثرت اماثر سے بہرہ پایا ہے متعدد شیوخ سے بہرہ مند ہوا ہوں) جس کی صراحت اور توضیح ناممکن ہے لیکن حقیقت میں بندہ خاندان بہشتی اور دودمان چشتی کا پروردہ اور خاک سے اٹھایا ہوا ہے پھر آپ نے حضرت ابوسعید ابوالخیر کی رباعی ارشاد فرمائی۔

رباعی

من بی تو دمی قرارنتوانم کرو — واحسان تراشمار نتوانم کرو

گربرتن من زبان شود ہرموئ — یک شکر تواز ہزار نتوانم کرو

ترجمہ:۔ میں تیرے بغیر ایک دم بھی قرار سے نہیں رہ سکتا، تیرے بغیر دم بھر کو مجھے قرار نہیں آسکتا اے دوست تیرے احسانات کا میں شمار نہیں کرسکتا۔ اگر میرے جسم پر ہر بال زبان بن جائے جب بھی تیرے ہزاروں احسانات سے ایک احسان کا شکر بھی ادا نہیں کرسکتا۔

اس لطیفہ میں چودہ شجرے بیان کئے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

شجرۂ اوّل:۔ان مشائخ کے سلاسل کا بیان جو خاندان چشتیہ بہشتیہ سے ملتے ہیں۔

شجرۂ دوم:۔سلسلۂ قادریہ وغوثیہ

شجرۂ سوم:۔سلسلۂ کبرویہ

شجرۂ چہارم:۔سلسلۂ سہروردیہ

شجرۂ پنجم:۔سلسلۂ نقشبندیہ

شجرۂ ششم:۔سلسلۂ مشائخ یسویہ (جو مشائخ ترک کا منشا ہے)

شجرۂ ہفتم:۔سلسلہ مشائخ نوریہ

شجرۂ ہشتم :۔سلسلۂ مشائخ خضر دیہ۔
شجرۂ نہم :۔سلسلۂ مشائخ شطّاریہ۔
شجرۂ دہم :۔سلسلہ مشائخ سادات حسنیہ وحسینیہ۔
شجرۂ یازدہم :۔سلسلۂ مشائخ زاہدیہ۔
شجرۂ دوازدہم :۔سلسلہ مشائخ احمدیہ۔
شجرۂ سیزدہم :۔سلسلہ ومشائخ انصاریہ۔
شجرۂ چہاردہم :۔سلسلۂ مشائخ جوسیدالطائفہ جنید بغدادی سے ملتا ہے۔

شجرۂ اوّل
سلسلہ مشائخ دودمان چشت وخاندان بہشت

سلسلۂ حضرت قدوۃ الکبرا اس طرح ہے کہ آپ نے خرقۂ ارادت واجازت حضرت شیخ العارفین وقطب الکاملین حضرت شیخ علاء الحق والدین سے پہنا اورانہوں نے خرقۂ ارادت واجازت حضرت قدوۃ العارفین دزبدۃ الواصلین حضرت شیخ اخی سراج الدین قدس سرہ سے پہنا اورانہوں نے خرقۂ ارادت واجازت حضرت قدوۃ الکاملین وعمدۃ المتاخرین حضرت نظام الحق والدین المعروف شیخ نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ (ہند) سے پہنا۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین

حضرت شیخ اخی سراج الدین جوحضرت نظام الدین اولیاء کے خلفائے اودھ میں سرآمدوسرحلقہ تھے سرزمین اودھ مملکت ہندوستان کے پہلے شخص ہیں جوحضرت کی ارادت وخلافت سے مشرف ہوئے آپ کا اسم شریف حضرت شیخ عثمان تھا چونکہ حضرت نظام الدین اولیاء تمام احباب واصحاب سے زیادہ آپ پر توجہ فرماتے تھے اس لئے آپ کولفظ ''اخی،،(میرے بھائی) سے مخاطب فرماتے تھے،آپ کے بارے میں حضرت نے ارشادات گرامی بکثرت استعمال فرمائے ہیں۔حضرت اخی سراج کم عمری ہی میں جبکہ آپ کے چہرے پرخط بھی نہیں نکلا تھا (داڑھی) نہیں نکلی تھی آپ کے شرف ارادت سے مشرف ہوئے تھے،آپ کا وطن اورمسکن مضافات اودھ میں تھا۔آپ کی والدہ ماجدہ لکھنؤ میں مقیم تھیں۔کچھ مدت گذرجانے کے بعد آپ اپنی والدہ سے ملنے کے لئے لکھنؤ تشریف لے جاتے تھے ورنہ آپ کا زیادہ وقت حضرت مرشد کی خدمت میں گذرتا تھا اورخانقاہ کے ایک گوشہ میں رہتے تھے۔کتاب اورقرآن مجید کے سوا کچھ ساز وسامان آپ کے پاس نہیں تھا۔اس گوشہ خانقاہ میں ایک گوشہ خود اپنے لئے مخصوص کرلیا تھا اور ایک جگہ ملاقات کے لئے مخصوص تھی۔

جب نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے اشارہ کے بموجب کچھ مریدوں کے نام عطائے خلافت کے لئے منتخب کئے گئے تو اس میں اُن کا نام بھی رکھا گیا۔ جب ناموں کی یہ فہرست سلطان المشائخ کے حضور میں پیش کی گئی اورآپ کا نام دیکھا تو آپ کے سلسلہ میں ارشادفرمایا کہ طریقت میں سب سے اول درجہ علم کا ہے۔ چونکہ حضرت اخی سراج الدین

علوم رسمی و کسبی کے زیور سے معرّا تھے (علوم رسمی کا اکتساب نہیں کیا تھا) لہٰذا مرشد کے حکم کی تعمیل میں حصول علم کے لئے آپ کو حضرت مولانا فخر الدین زرادی کے سپرد کر دیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ان کو صرف چھ ماہ میں دانشمند بنادوں گا۔ چنانچہ ان کی خاصی عمر ہوگئی تھی۔ جب انہوں نے تحصیل علم کی طرف توجہ کی (اور مولانا زرادی سے پڑھنا شروع کیا) مولانا زرادی نے ان کی تعلیم کی طرف دوسرے طلبا سے زیادہ توجہ فرمائی اور علم صرف، نحو، فقہ اور اصول قواعد میں محض ان کی خاطر ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کو تصریف عثمانی سے موسوم کیا۔ اخی سراج الدین نے ابتدائی کتابیں بہت کم مدت میں ختم کرلیں اور جب خاصی استعداد پیدا کرلی اس وقت ان کا خلافت نامہ مہر اشرف شریف سے مختوم کر کے قبل اس کے کہ یہ ہند کی طرف مراجعت کریں حضرت سلطان المشائخ نے شیخ نصیر الدین محمود کے ہاتھ اودھ روانہ کرادیا۔

جب تک حضرت سلطان المشائخ زندہ رہے یہ ان کی خدمت میں موجود رہے۔ جب سلطان المشائخ اس موت کے شرف سے مشرف ہوئے (موت وہ پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے سلطان المشائخ نے وصال فرمایا) ان کا قیام دارالسلطنت دہلی میں رہا۔ سلطان المشائخ کے وصال کے تین سال بعد یہ لکھنوتی تشریف لے گئے اور حضرت سلطان المشائخ کے کتب خانہ کی بعض اہم کتابیں جو اُن کو بعض اوقات عنایت کی گئی تھیں اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں پہونچ کر آپ نے اس مملکت (بنگال) کو اپنے انوار و برکات سے نوازا اور مستفید فرمایا اور بہت سے لوگوں کو اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کیا۔ چنانچہ اس دیار کے اکثر ملوک اور امراء بھی آپ کے زمرۂ سعادت وارادت میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین نے بہت طویل عمر پائی۔ اپنی عمر کے آخری سالوں میں آپ نے اپنے استاد مولانا رکن الدین اندر پتی (جو حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات کے جامع ہیں) کے لئے بہت سا روپیہ (زر) اور نفیس تحفے، ملبوسات، فواکہ اور خوشبویات بھیجے۔ جب آپ کے سفر آخرت کا وقت قریب آیا تو آپ نے لکھنوتی کے سرزمین میں اپنے مدفن کے لئے جگہ کا انتخاب فرمایا اور اس جگہ کے سرہانے ایک اور قبر تیار کرا کے مشائخ کے ملبوسات خصوصاً حضرت سلطان المشائخ کے بعض کپڑے جو دہی سے بطور تبرک اپنے ساتھ لائے تھے اس میں دفن کرادیئے۔ اس قبر کے پائین جو اپنی قبر تعمیر کرائی تھی اس پر اپنا مقبرہ تعمیر کرایا۔ اکابر و اماثر کے ملبوسات کی برکت سے آپ کا مقبرہ قبلۂ ہندوستان اور کعبۂ دوستان بن گیا۔

بیت

در مقامیکہ نشان کف پائ تو بود　　　سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

ترجمہ:۔ جس مقام پر تیرے پاؤں کے نشانات ہوں گے وہ جگہ صاحب نظران کی سجدہ گاہ ہوگی۔

امید ہے کہ قیام قیامت تک آپ کے خلفائے کبار خلق کی رہنمائی اور ہدایت و بیعت میں مصروف رہیں گے۔ بطفیل نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت مولانا شہاب الدین

آپ کوسب سے بڑی اور عظیم نعمت اور کرم نامتناہی یہ حاصل ہوا کہ آپ حضرت سلطان المشائخ کی امامت کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔ جب حضرت شہاب الدین ارادت کی دولت سے مشرف ہوئے تو خواجہ نوح (جو سلطان المشائخ کے اقرباء میں سے تھے) کی تعلیم آپ کے سپرد ہوئی۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ سے فرمایا کہ تمام علوم دینی کی ان کو تعلیم دو اور مسائل ضروریہ سے آگاہ کرو۔ ایک چھوٹا حجرہ جو خانقاہ میں تھا آپ کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کے عظیم خادموں میں شامل رہ کر اپنی تمام تر عمر خدمت مرشد میں بسر کر دی۔

آپ کو بڑی شدت سے یہ آرزو تھی کہ ایک دفعہ جماعت صوفیہ کی امامت کا شرف مجھے حاصل ہو جائے۔ چونکہ یہ عظیم منصب صاحب تقویٰ ویقین، شیخ زادہ راستین خواجہ محمد امین ابن مولانا بدرالدین اسحاق (نبیرہ حضرت گنج شکر) کے سپرد تھا۔ اس لئے کوئی شخص اس میں مداخلت نہیں کرسکتا تھا لیکن مولانا شہاب الدین اس سعادت کے حصول کے منتظر تھے۔ چونکہ یہ موسیقار سے بھی زیادہ خوش نوا اور خوش لحن تھے اور نغمہ سرائی میں ان خوش نوا پرندوں سے بھی بڑھکر تھے چنانچہ ایک موقع پر جبکہ خواجہ محمد امین موجود نہیں تھے ان کو امامت کا اشارہ کیا گیا۔ انہوں نے قرآن پاک ایسی قرأت اور ایسی لحن سے پڑھا کہ حضرت سلطان المشائخ پر بہت اثر ہوا اور ایک عجیب وغریب وجدانی کیفیت حضرت میں پیدا ہوگئی۔ نماز کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے آپ کی قرأت کی بہت تعریف کی۔ حضرت سلطان المشائخ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی مقررہ اور مخصوص جگہ پر رونق افروز ہوئے تو مولانا شہاب الدین حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے قدموں پر سر رکھدیا۔ حضرت نے آپ کا سر اٹھایا۔ سر اٹھاتے وقت آپ کے کندھے سے جانماز نیچے گر پڑی۔ آپ نے وہ جاءنماز (مصلّٰی) مولانا شہاب الدین کو عطا فرمایا۔ مولانا اس عطیہ پر بہت خوش ہوئے اور پھر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا۔

بیت

گردست دہد ہزار جانم
برپائے مبارکت فشانم

ترجمہ:۔ مجھے اگر ہزار جانیں میّسر آجائیں تو سب کو آپ کے پائے مبارک پر قربان کر دوں۔ حضرت سلطان المشائخ نے یہ سنکر فرمایا ''اللہ اللہ کیا نیازمندی ہے۔''

بیت

ای سردر سردران دو عالم
بریک سرموئے تو فشانم

ترجمہ:۔ اے دو عالم کے سرداروں کے سردار تیرے ایک بال کی نوک پر میرا سب کچھ قربان۔

مولانا شہاب الدین نے پھر قدموں پر سر رکھ دیا اور بہت سی نوازشوں سے سر بلند ہوئے۔ اسی زمانے میں

حضرت خواجہ محمد امین نے حضرت گنج شکر کے مزار اقدس کی زیارت کا قصد کیا۔ چنانچہ حضرت شیخ کے حکم کے بموجب مولانا شہاب الدین کو اپنی نیابت سپرد کر کے وہ روانہ ہوگئے۔ اس کے بعد بھی یہ منصب امامت آپ ہی کے سپرد رہا اور جب تک حضرت سلطان المشائخ مسند رشد و ہدایت پر رونق افروز رہے سعادت کی یہ دولت یعنی امامت آپ ہی کے سپرد رہی۔

حضرت قدوۃ الکبرٰ فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ چھت پر رونق افروز ہوئے کیونکہ کچھ اصحاب چھت پر بیٹھ ہوئے تھے اور کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ اثنائے گفتگو میں مریدین کی ریاضت کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس جوان کو جو کھڑا ہے (دیکھو) کہ اس جوان سے ہر چند میں کہتا ہوں کہ تم بھی اس پانی سے وضو کر لیا کرو جس سے میں وضو کرتا ہوں اور مریدین میرے لئے گرم کرتے ہیں کہ ٹھنڈی ہوا میں خود کو زحمت دے کر دریا پر جا کر وضو مت کرو لیکن یہ اس سے باز نہیں آتا۔ دوستوں نے یہ مژدہ مولانا شہاب الدین کو منایا بہت مسرور ہوئے ''اس جوان سے،، حضرت کی مراد آپ ہی کی ذات تھی۔

ایک روز حضرت سلطان المشائخ تشریف فرما تھے اور آپ کے اصحاب (خلفاءً) اپنے اپنے خلافت نامے پیش خدمت کر رہے تھے جن پر آپ اپنی مُہر ثبت فرما رہے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے مولانا شہاب الدین سے فرمایا کہ تم اپنے خلافت نامے کو ترتیب کیوں نہیں دیتے؟ جناب مولانا نے انکسار کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد آپ کو خلافت سے سرفراز کیا گیا۔ حضرت مولانا شہاب الدین کو حضرت کے دوسرے خلفاء کے مقابلے میں سماع سے بہت زیادہ شغف تھا۔ جب مولانا کو سفر آخرت پیش آیا تو خانقاہ کے قریب ہی اُس قبر میں آپ کو دفن کیا گیا جو آپ نے اپنی زندگی میں بنوائی تھی۔

حضرت مولانا برہان الدین غریب

آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، آداب کوشی اور احباب نوازی میں بہت مشہور تھے۔ بہت ہی روشن اور لطیف طبع رکھتے تھے ان کو حضرت سلطان المشائخ سے خلوص، اعتقاد اور اطاعت کیشی جسقدر تھی وہ دوسرے اصحاب سے کہیں زیادہ تھی۔ اس عقیدت کیشی کا ایک معمولی سا نمونہ یہ ہے کہ جب تک آپ زندہ رہے آپ نے کبھی غیاث پور کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے (کہ یہ ادب شیخ کے خلاف ہے) یہ حال ادب کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔ ارادت اور عقیدت میں بھی آپ اکثر اصحاب سے بڑھ کر تھے اور دوستی اور محبت کی راہ میں آپ سب سے آگے تھے۔

ظرافت کلام اور لطافت طبع تو گویا ایک آیت تھی جو آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ میر حسن، امیر خسرد اور دوسرے خوش طبع حضرات آپ کے والہہ وشیفتہ تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود ادرھی نے علوم عجیبہ وغریبہ آپ ہی سے حاصل کئے تھے۔ ایک روز سلطان المشائخ نے شیخ نصیر الدین اددھی سے دریافت کیا کہ کہاں رہتے ہو اور کس سے تحصیل علم کر رہے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ مولانا برہان الدین غریب کے یہاں رہتا ہوں اور اُن ہی سے تحصیل علم کر رہا ہوں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا:۔

مصرع

مردرہ باش ہرکجا خواہی باش

ترجمہ:۔ جہاں کہیں رہو مرد باتقویٰ اور پاک وصاف ہوکر رہو۔

مولانا برہان الدین غریب وجدوحال میں ایک طرز خاص کے موجد تھے۔اگر کسی دوسرے شخص سے اس طرز کا وجدوحال ظہور میں آتا تو لوگ کہتے کہ یہ نقل ہے (یہ تو وہی طرز ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ کی خاطر شریف کو مولانا برہان الدین غریب کی جانب سے کچھ ملال پہنچا تھا جس کی صورت یہ ہوئی کہ جب مولانا برہان الدین غریب بہت بوڑھے ہو گئے اور عمر ستر سال ہوگئی اور چٹائی کے فرش پر بیٹھنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا تو آپ نے ایک کمبل کو دوہرا کر کے سجادہ کی طرح چٹائی پر ڈال دیا اور اس پر بیٹھنا شروع کر دیا۔مولانا علاؤالدین زنبیلی اور ملک نصرت نے اس صورت حال کو کچھ اور ہی رنگ دیکر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا اور یہ ظاہر کیا کہ مولانا برہان الدین نے شیوخت اور سجادگی کا ڈول ڈال لیا ہے۔حضرت سلطان المشائخ یہ بات سنکر رنجیدہ ہوئے۔اس کے بعد مولانا حسب دستور حاضر خدمت ہوتے تو سلطان المشائخ ان کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے۔جب مولانا نے یہ دیکھا کہ حضرت کا ملال خاطر کسی طرح دور نہیں ہوتا تو وہ گھر کو ماتم کدہ بنا کر بیٹھ گئے۔آپ کے دوست احباب ماتم پرسی کے لئے آتے تھے۔ایک روز حضرت امیر خسرو تشریف لائے تو ان کو شدید رنج اور تکلیف کے عالم میں پایا۔حضرت امیر خسرو نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عفو وتقصیر کے لئے عرض کیا اور مولانا برہان الدین نے بھی بدل وجان توبہ واستغفار کی۔حضرت سلطان المشائخ نے ان کی غلطی کو معاف فرمادیا۔اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد آپ کو خلافت کے شرف سے مشرف کیا گیا۔

حضرت سلطان المشائخ کے وصال کے بعد مولانا برہان الدین خلق خدا کی رہنمائی فرماتے رہے، پھر آپ دیوگیر چلے گئے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت مولانا علاء الملۃ والدین زنبیلی

مولانا علاؤالدین زنبیلی بھی حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے مشرف تھے مولانا علاؤالدین زنبیلی فصاحت وبلاغت زبان دبیان میں بے عدیل وبے مثل تھے۔معارف طریقت کے دقائق کی تشریح ووضاحت میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا آپ نے عبدالسلام فریدالدین شافعی سے جو اودھ میں مقیم تھے تفسیر کشاف پڑھی۔مولانا شمس الدین یحییٰ اور بعض دوسرے علمائے عصر آپ کے ہم درس تھے۔

ایک روز حضرت سلطان المشائخ نے بام خانہ پر نماز باجماعت ادا فرمائی، مولانا علاؤ الدین اور ان کے ساتھ بعض دوسرے لوگ بہت دیر میں آئے ان حضرات نے دوسری جماعت کی اور مولانا علاؤالدین زنبیلی نے امامت کا فریضہ انجام دیا۔آپ کی قرأت کالحن عجیب وغریب تھا اور اس میں اسقدر نغمگی تھی کہ سلطان المشائخ نے بڑی توجہ سے

آپ کی قرأت کوسنااوراقبال خادم کوحکم دیا کہ یہ میرا مصلّٰی لے جا کر مولانا کو دے دو۔ جب مولانا نے سلام پھیرا تو اقبال خادم نے مصلّٰی پیش کیا۔آپ نے بڑی عزت وتکریم کے ساتھ اس کوقبول کرلیا۔

مولانا علاؤالدین زنبیلی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں خلافت کا بارنہیں اٹھاسکتا ہوں۔ ہر چند کہ مجھےاس سعادت سے سربلند کیا گیا ہےلیکن میں خود کواس سعادت کے قابل نہیں پاتا۔ ہمیشہ اسی طرح کا عجز وانکسار فرمایا کرتے تھے(آپ امیر حسن سجری) کے مرتبہ ملفوظات ''فوائدالفواد،، کا بہت زیادہ مطالعہ کیا کرتے تھےاوراس کوحصول دولت ودارین کا موجب اور سعادت کونین کے وصول کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

مولانا نے اپنی زندگی ہی میں اپنی قبر بنوادی تھی اور یہ عمارت حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ کے چبوترے پر جواندرونی وہلیز کے دروازے کے سامنے دوسرے احباب کی قبور سے متصل ہے۔

حضرت مولانا وجیہہ الدین یوسف کلاکہری

مولانا وجیہہ الدین یوسف کلاکہری حضرت سلطان المشائخ کے ایک صادق دواثق خلیفہ تھے۔زہدوعبادت میں نظیرنہیں رکھتے تھے۔مولانا برہان الدین کا حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں شرف یاب ہونے کا باعث آپ ہی ہوئے تھےجس طرح خودمولانا وجیہہ الدین مولانا عمر کلاکہری کے واسطہ سے خدمت میں باریاب ہوئے تھے۔سلطان المشائخ سےنسبت اورشیفتگی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن حضرت کی خانقاہ کی طرف جب روانہ ہونے لگےتو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس راہ کوقدموں سےنہیں بلکہ سر کے بل طے کرنا چاہیئے

بیت

عاشقی کو زسر قدم نکند
راہ معشوق راقدم نزند

ترجمہ:۔عاشق جب تک سرکوقدم نہیں بنالیتااس وقت تک معشوق ومحبوب کے راستہ پرقدم نہیں رکھتا۔یہی باتیں کررہے تھے کہ آپ پرایک عجیب قسم کی کیفیت طاری ہوگئی اور معلق ہوکراس راستہ کو طے کیا۔آپ کے اصحاب کا خیال تھا کہ یہاں سےغیاث پور کا فاصلہ کافی ہےلیکن مولانا وجیہہ الدین نے تین قلابازیوں میں یہ تمام راستہ طے کرلیا اور خانقاہ پہونچ گئے

شعر

براہ دوست گرعاشق زندگام
نداندرفتن رہ راسر انجام

ترجمہ:۔عاشق جب دوست کے راستہ میں قدم رکھتا ہےتو پھروہ اس راہ کے سرانجام کونہیں سوچتا حضرت سلطان المشائخ نے جسقدر پاکیزہ کلمات آپ کے بارے میں فرمائے ہیں کم ہی کسی کی نسبت ایسا فرمایا ہوگا۔

ولایت چندیری کا حکمران تمر نامی شخص تھا اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر خلیفہ موسیٰ کو چندیری کے لئے نامزد فرمادیا جائے تو ان کی تشریف آوری کی برکت سے میری ملکی مہمات کامیاب ہوجائیں گی اور شورش ختم ہوجائیگی حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس کام کے لئے مولانا یوسف مناسب رہیں گے۔ چنانچہ اقبال خادم نے حضرت کے اشارے کے بموجب خلعت خلافت حاضر کی، حضرت نے آپ کو خلعت خلافت پہنائی اور آپ کو تمر کے ہمراہ روانہ کردیا۔ حضرت نے سب سے پہلی نصیحت ان کو یہ فرمائی کہ رہنے سہنے کے ہر حال میں میری پوری پوری پیروی کرنا اور ایک لمحہ کے لئے بھی ملاحظہ (مراقبت) سے خالی نہ رہنا۔ ان دو کلمات میں حضرت نے خلوت خانے کے تمام اسرار آپ کو تفویض فرمادیئے۔

جب مولانا دائی چندیری کے ساتھ نواح چندیری میں پہونچے تو چند ہی دن میں اس کو فتح حاصل ہوگئی اور اسکی تمام مہمات سرہوگئیں۔ پھر آپ نے چندیری ہی کو اپنا مسکن اور وطن بنالیا۔ اس دیار کے لوگ اگر کبھی سلطان المشائخ کی خدمت میں ارادت کے لئے حاضر ہوتے تو آپ اُن سے فرماتے کہ میرے بھائی یوسف وہاں موجود ہیں تم ان ہی سے استفادہ کرو اور ان ہی کے مرید ہوجاؤ۔

حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ

حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ حضرت سلطان المشائخ کے مخلص احباب اور حضرت سے خلافت پانے والے اصحاب میں سے تھے، حضرت سلطان المشائخ کے حضرت گنج شکر کی ارادت سے شرفیاب ہونے کے پہلے سے آپ حضرت سلطان المشائخ کے رفیق وہم صحبت تھے اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کو قول دیا تھا کہ جب آپ کو حضرت گنج شکر سے ارادت وخلافت حاصل ہوگی تو میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو آپ کا مرید ہوں گا۔ پس جب اس وعدہ کے ایفا ہونے کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ اب بندہ آپ کی ارادت کے شرف سے مشرف ہونا چاہتا ہے۔ مجھے یہ توقع اور امید ہے کہ ارادت کے وقت آپ کو حضرت مرشد سے جو نعمت بھی ملی ہے وہ میرے حصہ میں آئے گی (مجھے عطا ہوگی) حضرت سلطان المشائخ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی اور ان کو بیعت کرلیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ جو شخص سب سے پہلے مجھ سے بیعت ہوا وہ ایک مرد صالح ہے۔

حضرت قاضی القضاۃ قاضی محی الدین کاشانی

قاضی محی الدین کاشانی جو حضرت کے مخلصین اور آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ علوم غریبہ اور خصائل عجیبہ سے آراستہ تھے۔ آپ کے جد محترم قاضی قطب الدین کاشانی شہر کاشان کے استاد تھے، ان تمام فضائل وشمائل کے باوجود جب آپ حضرت کے شرف ارادت سے مشرف ہوئے تو اس ارادت کے حصول کو ایک بہت ہی عظیم اور خوشگوار دولت سمجھا۔

شعر

شریف وقدرہ اصحاب علم بود برد
نگار صدق وارادت بدست اوربستند

ترجمہ:۔ چونکہ وہ ایک شریف انسان اور پیشوائے اصحاب علم تھے لہٰذا شوق ارادت کے نقش ونگاران کے ہاتھوں پر بنائے گئے یا صدق وارادت کا معشوق ان کے ہاتھ آ گیا۔

جب حضرت قاضی محی الدین سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو شب وروز حضرت ہی کی خدمت میں بسر کرتے تھے۔ برخلاف دوسرے حضرات کے کہ ان کو یہ دولت حاصل نہیں تھی۔ اسی بناء پر جسقدر حقائق اور وقائق معرفت وطریقت آپ حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کرتے تھے دوسروں کو اس قدر موقع میسر نہیں آتا تھا۔ جب آپ ارادت وخلافت سے مشرف ہوئے تو اپنی جاگیر کے اسناد اور مزارع کے فرامین حضرت سلطان المشائخ کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور فقر ومجاہد کی راہ کو اختیار کرلیا۔ آپ کے خلافت نامہ میں حضرت سلطان المشائخ نے خاص اپنے قلم سے یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے:۔

ترجمہ خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''تم کو تارک دنیا رہنا چاہیئے۔ دنیا اور ارباب جاہ کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے۔ گاؤں، علاقہ، روزینہ اور وظیفہ قبول نہ کرنا، بادشاہوں کا انعام قبول نہ کرنا، اگر کوئی مسافر تمہارے پاس آئے اور اس وقت تمہارے پاس (اس کے لئے کچھ نہ ہو) تو اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھنا اور اس کے لئے کسی قسم کی تکلیف نہ کرنا (کہ کہیں سے کچھ حاصل کرلو) ورنہ تم ایک بڑے جال میں پھنس جاؤ گے۔ اس دام میں نہ پھنس جانا، اگر تم نے یہ جو کچھ میں نے تم کو حکم دیا کرو گے اور میں تمہاری ذات سے گمان رکھتا ہوں کہ تم ویسا ہی کرو گے تو تم میرے خلیفہ ہوا اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر نگہبان اور نگران ہے۔،، آپ کی رحلت سلطان المشائخ کے حضور میں ہوئی۔

حضرت مولانا وجیہہ الدین

حضرت مولانا وجیہہ الدین پایلی حضرت کے خلفائے کاملین میں سے تھے اور زہد وتقویٰ میں سب سے سبقت رکھتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ ایک بار جب مولانا وجیہہ الدین حضرت گنج شکر کے مقبرہ منورہ کی زیارت کے لئے اجودہن تشریف لے گئے اور زیارت کی تو آپ کی مرقد مبارکہ سے آواز آئی کہ ''اے پایل کے ابوحنیفہ! آو۔،، اس آواز کو تمام لوگوں نے سنا۔

ایک دن حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ میں بہت زیادہ اثدہام تھا۔ بڑی کثرت سے لوگ موجود تھے۔ اس اژدہام میں مولانا وجیہہ الدین کے پاپوش گم ہوگئے جب حضرت سلطان المشائخ نے سنا کہ مولانا کے پاپوش گم ہوگئے ہیں تو آپ نے اپنے پاپوش آپ کو بھیج دیئے۔ مولانا نے حضرت سلطان المشائخ کے کفش کو اپنے عمامہ کے پیچ میں رکھ لیا اور عجیب ذوق وشوق کی حالت میں گھر کو روانہ ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ جوتیاں تو آپ کو پہننے کے لئے دی گئی ہیں، آپ ان کو پہنتے کیوں نہیں؟ آپ نے ان کو جواب دیا کہ یہ تو میرا تاج ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا

شعر

برسر خود برگرفت این خاک راہ
تاج دولت راکہ دادہ بادشاہ

ترجمہ:۔ بادشاہ نے جوتاج دولت مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس خاکسار (خاک راہ) نے اپنے سر پر رکھ لیا ہے جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کو حوض شمسی کے کنارے دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا فخر الملۃ والدّین

حضرت مولانا فخر الدین بہت ہی پرہیزگار اور عبادت گزار فرد تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے خلافت حاصل ہوئی۔ آپ حافظ کلام ربانی تھے اور آپ کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ کرامت سے بہت اعراض کرتے تھے۔ ایک روز حضرت مولانا صاحب کو بہت زیادہ پیاس محسوس ہوئی اور اس وقت کوئی شخص موجود نہیں تھا کہ اُس سے پانی مانگیں غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا ایک کٹورا تھا۔ جب آپ نے وہ کٹورا دیکھا تو ہاتھ مار کر اس کٹورے کو توڑ دیا اور فرمایا کہ میں کرامت کا پانی نہیں چاہتا،،۔ جب سلطان المشائخ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا ''کرامت کو رونہیں کرنا چاہیئے۔،، جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو سلطان المشائخ کی درگاہ کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا فصیح الدّین

حضرت مولانا فصیح الدین ارباب فصاحب کے پیشوا اور اصحاب بلاغت میں منتخب تھے آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، چونکہ آپ انواع علوم وفضائل سے آراستہ اور زہد وتقویٰ کے لباس سے پیراستہ تھے اس بناء پر ارادت، خلافت کے مرتبہ میں دوسرے اصحاب پر سبقت رکھتے تھے۔

جب قاضی محی الدین کاشانی اور جناب مولانا فصیح الدین حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت سلطان المشائخ نے جناب قاضی محی الدین کو جلد ہی مرید کرلیا اور مولانا فصیح الدین سے فرمایا کہ میں حضرت شیخ کبیر (حضرت گنج شکر) کی روحانیت سے اجازت طلب کروں گا۔ جیسا کہ فرمان ہوگا اس کو بجالاؤں گا۔ چنانچہ ایک مدت کے بعد جناب مولانا کو حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا۔ واضح رہے کہ جب مشائخ ہند کے باب میں حضرت کبیر استعمال کیا جائے تو اس سے مراد حضرت گنج شکر ہوتے ہیں اور حضرت شیخ اکبر سے مراد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی ذات ہوتی ہے۔ مولانا فصیح الدین نے بھی حضرت سلطان المشائخ کی حیات ہی میں وفات پائی۔

حضرت امیر خسرو دہلوی

ملک فضائل کے بادشاہ اور کمالات کی سلطنت کے سلطان حضرت امیر خسرو ترک اللہ حضرت سلطان المشائخ کے مخصوص خلفاء اور ندیموں میں سے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ جس قدر ظاہری اور باطنی التفات آپ سے رکھتے تھے۔ بہت کم کسی کو یہ شرف حاصل تھا۔ آپ کے حالات ابتداء سے آخر تک ''لطیفۂ شعراء،، میں بیان کئے جائیں گے (انشاءاللہ تعالیٰ)

قطعہ

درپیش شعر خسروشکر اگر زندم — گوئید راست طبعان شیرین زبان ندارد
درگفتن معارف اصحاب معرفت را — چون این جہان معنی دیگر زمان ندارد
ہر درکہ ریخت یزدان درمعدن نظامی — جز جان ترک دلہا دیگر مکان ندارد

ترجمہ:۔اگر خسرو کے شعر کے سامنے شکر مقابلہ کا دعویٰ کرے تو انصاف پسند یہی کہیں گے کہ شکر شعر کے مقابلے میں شیرین زبان نہیں ہے۔اصحاب معرفت کے معارف بیان کرنے میں سوائے اس ذات کے جو جہان معنی ہے، زمانہ اور کوئی ہستی نہیں رکھتا ہے۔یعنی خسرو کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے نظامی گنجوی کی کان میں جو جواہر پیدا کئے ہیں اس کے رکنے کے لئے سوائے ترک دل کے جان کے پاس کوئی اور جگہ نہیں ہے۔

حضرت امیر حسن

خیالات غریب اور نکات عجیب کے انتزاع کرنے والے حضرت امیر حسن بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔آپ نے حسن معنوی کو آبدار اشعار کی صورت میں اور سیرت کی نازک ولطیف الفاظ میں تصویر کشی کی ہے۔حضرت سلطان المشائخ جس لطف واحسان کا اظہار ان دوحضرات (امیر خسرداورامیر حسن) کے سلسلہ میں بیان فرمایا کرتے تھے، ایسا کسی دوسرے کے بارے میں ظہور میں نہیں آیا حضرت امیر حسن اور امیر خسرو ظاہری و باطنی اسرار سے مخصوص تھے۔

قطعہ

حافظ گوہر نظامی را — جز حسن نیست کس بحسن مقال
ہمہ الفاظش اززبان فصیح — تازگی دارد وخیال وکمال

ترجمہ:۔سوائے امیر حسن کے حسن مقال کے ساتھ نظامی گنجوی کے جواہر کا اور کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہے۔ان کی زبان فصیح ہے۔جس قدر الفاظ ادا ہوتے ہیں ان میں تازگی بھی ہوتی ہے اور کمالات خیال کے مظہر بھی ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا بہاء الملّۃ والدّین اُدھمی اودھی

آپ حضرت سلطان المشائخ کے کامل خلفاء اور ندیموں میں سے تھے۔کبھی کبھی لوگ آپ کو دار الامانی بھی کہا کرتے تھے۔ زیور علم سے آراستہ اور خلعت معانی سے پیراستہ تھے۔ان کی تجرید کا یہ عالم تھا کہ دوسرے اصحاب اس سے محروم تھے۔

آپ اپنے وطن مالوف (ملتان) کو ترک کر کے حضرت سلطان المشائخ کی ارادت میں داخل ہوئے اور ظاہری و باطنی کمال کے حصول میں اس درجہ کوشش وسعی کرتے تھے کہ ہر روز دریا (دریائے جمنا) عبور کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس طرح ہر لحظہ وہر نفس ان کو دریائے ماسویٰ سے عبور میسر آتا تھا (دریائے جمنا عبور کر کے حضرت کی خدمت میں پہونچتے اور فیضیاب ہوتے)

حضرت شیخ مبارک گوپاموی

آپ اپنے پیر (سلطان المشائخ) کی محبت سے سرشار اور مرشد کی دوستی میں بےنظیر تھے۔

آپ کو امیر داد بھی کہا جاتا تھا۔آپ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے ہیں۔حضرت سلطان المشائخ نے محبت نامے اور محبت وخلوص پر مشتمل مراسلے جسقدر آپ کو تحریر فرمائے ہیں وہ بہت کم کسی دوسرے کو لکھے گئے ہوں گے۔

حضرت سلطان المشائخ کے بعض مریدین ومعتقدین جیسے شیخ نصیرالدین محمود، مولانا علاؤالدین وغیرہ جب سلطان المشائخ سے شرف نیاز حاصل کر کے اپنے اپنے وطن کو مراجعت فرما ہوتے تو حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ''راستہ میں میرے بھائی شیخ مبارک گوپاموی سے ملتے ہوئے جانا۔،،حضرت سلطان المشائخ آپ کے حقوق کی ادائیگی کا اسقدر اہتمام کرتے تھے کہ دوسرے کسی شخص کے لئے یہ اہتمام نہیں ہوتا تھا۔

حضرت خواجہ موید الدین کرہؒ

آپ کا ظاہر علوم سے آراستہ اور باطن فضائل وکمالات سے پیراستہ تھا۔حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے مخلصین میں سے تھے۔ابتدائے حال میں بڑے صاحب شان وشوکت اور متمول فرد تھے۔جب حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تو مالی مشاغل سے دست کش ہو گئے اور شان وشوکت کو ترک کر دیا اور مجاہدہ، ریاضت اور راہ سلوک کو اختیار کرلیا۔جب سلطان علاؤالدین (خلجی) سریرآرائے سلطنت ہوا اور اورنگ حکومت پر جلوس فرمایا تو ان کو اپنے حضور میں طلب کیا تاکہ ان کو کسی منصب پر فائز کر دے۔امراء شاہی نے عرض کیا کہ وہ تو اب ارباب تصوف کے ارادت مند ہو گئے ہیں اور صوفیوں کی سیرت اختیار کر لی ہے اور انہوں نے سلطان المشائخ کی خدمت کا شرف حاصل کرلیا ہے۔

حضرت شیخ قطب الملۃ والدین

آپ علم وعمل میں یگانۂ روزگار تھے اور حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کاملین اور ندمائے خاص سے تھے۔آپ کے آباد اجداد بھی گوشہ نشین حضرات تھے، انہوں نے تمام عمر گوشہ نشینی میں گزاری تھی۔انہوں نے اموال دنیا اور اصحاب جاہ وثروت سے تعلق نہیں رکھا۔اس درجہ قانع تھے کہ افاضل روزگار نے ان کے بارے میں کہا ہے۔

شعر

شیر نربوسد بہمت مردقانع راقدم

مادہ سگ خاید بدندان پای مردی ہردری

ترجمہ:۔جوشیر نر ہے ہمت سے مرد قانع کے قدم چومتا ہے اور کُتیا تو ہر بیگانہ شخص کو کاٹتی ہے آپ صرف نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے خلوت سے باہر قدم نکالتے تھے اس کے علاوہ نہیں، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام اعظم ابوُحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ہانسی کے مشائخ کے آپ پیشوا تھے۔سلطان المشائخ سے ان کو اسقدر محبت تھی کہ جب کوئی آپ کے سامنے حضرت سلطان المشائخ کا نام لیتا تو آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی تھیں۔

شعر

بیاد قامت اان نازنین سرشک دوچشم
بہرزمین کہ ببارد درخت ناز برآید

ترجمہ:۔اس نازنین کی قامت کی یاد میں میری آنکھوں سے اس طرح آنسوگرتے ہیں کہ اگر وہ کسی زمین پر گریں تو اس زمین سے درخت ناز اُگ آئے۔

سلطان المشائخ سے نہایت درجہ محبت اور آپ کی ذات گرامی سے ان کو اس درجہ شغف تھا کہ وہ دہلی چھوڑ کر حضرت کبیر (گنج شکر) کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے کبھی نہیں گئے۔

حضرت شیخ قطب الدین منوّر

حضرت قطب الدین منوّر اور حضرت شیخ نصیرالدین محمود حضرت سلطان المشائخ کے قدیم ترین خلفاء اور ظریف ندیموں میں سے تھے۔ یہ دونوں اکابر ایک ہی روز حضرت کی خلافت سے مشرف ہوئے۔ جب خرقۂ خلافت شیخ قطب الدین کو آپ نے پہنا دیا تو ارشاد فرمایا کہ اب شیخ نصیرالدین محمود کو بلاؤ ان کو بھی خرقۂ خلافت پہنایا جائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان کو خرقۂ خلافت حضرت نے پہنایا تمام اصحاب نے مبارکباد پیش کی۔

حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو اور عطائے خرقہ میں جو تقدیم وتاخیر ہوئی ہے اس سے آزردۂ خاطر نہ ہو تا کہ تم دونوں کا مرتبہ میری نظر میں یکساں ہے اور پھر یہ مصرعہ ارشاد فرمایا

مصرعہ

خضر ہمان ست مسیحا ہمان

ترجمہ:۔وہی خضر ہے وہی مسیحا۔

ایک دن حضرت سلطان المشائخ بیٹھے ہوئے تھے۔ان حضرات کی تعریف وتوصیف کسی نے کی تو فرمایا کہ یہ دونوں عزیز میر سے مرغ حال کے دو باز ہیں کہ ان ہی کے چنگال میں سب پرداز کرتے ہیں۔

اتفاق سے ایک روز حضرت شیخ قطب الدین نے حضرت شیخ نصیرالدین محمود سے کہا کہ حضرت سلطان المشائخ نے جو اسرار تم پر منکشف کئے ہیں مجھے بھی اُن سے آگاہ کرو۔انہوں نے کہا کہ انصاف شرط ہے کہ جو اسرار سلطان المشائخ نے تم پر ظاہر کئے ہیں اُن سے تم مجھے آگاہ کرو۔ پھر دونوں حضرات نے کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر ان حضرات نے خود ہی یہ شعر پڑھا

بیت

عشقی کہ زتو دارم ای شمع چگل
دل داند ومن دانم ومن دانم ودل

ترجمہ:۔اے چین وچگل کے حسین میرے دل میں تیری جو محبت ہے اسکو بس دل جانتا ہے اور میں جانتا ہوں

پھر یا میں جانتا ہوں اور یہ دل جانتا ہے اور کوئی واقف نہیں ہے۔

جب حضرت سلطان المشائخ نے یہ بات سنی تو بڑی تعریف کی جب آپ نے شیخ قطب الدین کو رخصت کیا تو فرمایا کہ کتاب عوارف المعارف تو تمہارے جد شیخ جمال الدین ہانسوی نے حضرت شیخ کبیر سے خلافت حاصل کرنے وقت حاصل کی تھی۔ میں نے بھی حضرت شیخ کبیر (گنج شکر) سے خلافت پائی اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی نے میری تربیت فرمائی اور مجھ پر انعام واکرام فرماتے تھے۔ جب میں اُن سے رخصت ہونے لگا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کتاب جو حواشی وفوائد سے آراستہ ہے میں تم کو دیتا ہوں لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ یہ کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند تمہارے پاس آئے گا اس کو تم اس نعمت اور دولت کے دینے میں دریغ نہیں کروگے جو میں نے تم کو عطا کی ہے۔ پس اس وعدے کے بموجب جو تمہارے جد محترم سے ہوا تمہاری کتاب اب میں تم کو دیتا ہوں اور ان سے حاصل کی ہوئی نوازش اور تربیت میں تم کو سونپتا ہوں۔ ہرگز ہرگز تم اس بات کو سرسری اور معمولی بات نہ سمجھنا کہ میں ایک عظیم نعمت تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند سلطان المشائخ کے تمام خلفاء مسند شیوخت اور ارشاد پر متمکن ہوتے ہوئے شریعت واحکام دین کے اطاعت گزار تھے (شریعت مطہرہ کے پورے پورے پابند تھے) لیکن حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو حق تعالیٰ نے جو بزرگی دولایت عطا فرمائی تھی اس مرتبہ اور درجہ پر حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے کوئی نہیں پہونچا۔ اس قدر آثار ولایت وکرامت اور انوار ہدایت آپ سے ظہور میں آئے کہ کسی اور سے ظاہر نہیں ہوئے، بلکہ پورے ہندوستان میں کوئی بھی صاحبِ ولایت آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں یہ سخن بہت مشہور ومعروف ہے۔

قطعہ

غلام بخت بلندش ایاز مقصوداست کسی کہ ہمت اوچون نصیر محموداست
شب حصول وصول خدا بمعر اجش کمینہ منزل وادنی مقام محموداست

ترجمہ:۔ حضرت نصیر الدین محمود کا مقام یہ ہے کہ بلند بخت ایاز اس کا غلام ہے کس کی ہمت ہے جو اس مقام تک پہنچے اگر کسی کو خدا کی معراج بھی حاصل ہو جائے تو بھی وہ منزل اور مقام محمود کے مقابلے میں ادنی ہے۔

حضرت قدوۃ الانام مولانا فخر الدین زرّادی

قدوۃ الانام، شیخ الاسلام مولانا فخر الدین زرادی جو زمانے کے نامدار علماء اور فقیہان روزگار میں منتخب تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے اہم ندیموں اور کاملین خلفاء میں سے تھے۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے تمام خلفائے کبار اور صاحبان اسرار میں سب سے زیادہ علوم غریبہ اور مسائل عجیبہ کے زیور ولباس سے آراستہ تھے۔ حضرت کا التفات ظاہری وباطنی حضرت مولانا کی نسبت اسقدر تھا کہ دوسرے احباب آپ پر رشک کرتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک دانشور جو مالکی مسلک تھا، بغداد سے حاضر خدمت ہوا۔ یہ دانشور

اپنے عہد میں منفرد تھا اور زمانہ کے بہترین صاحبان بلاغت میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس دانشور نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان میں ایک دروازہ ظاہر ہوا اور ایک فرشتہ ہاتھ پر طباق لئے ہوئے جس پر سبز کپڑا پڑا تھا زمین پر آیا۔ میں نے اس فرشتہ سے پوچھا تم کون ہو اور یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں فرشتہ ہوں اور اس طبق میں علمِ لدنّی میں سے کچھ علوم ہیں اور اس پر جو کپڑا پڑا ہے وہ شریعت ہے میں اس کو ڈھک کر لئے جا رہا ہوں تا کہ ان علوم لدنی کو مولانا فخر الدین زرادی کے سینۂ بے کینہ میں پہنچا دوں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے مولانا زرادی کا پتہ چلایا۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرت کی خدمت میں ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ہاں وہ بزرگوار ابھی یہاں موجود تھے شاید اس وقت وہ خانقاہ کے گوشہ میں ہوں گے۔ جب ان کو تلاش کیا گیا تو واقعی وہ اسی جگہ (گوشۂ خانقاہ میں) موجود تھے، چنانچہ وہ دانشور بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ ان سے ملا اور مولانا نے بھی ان کے ساتھ مکرمت وتعظیم کا اظہار کیا اور ان کو فقہ کی ایک کتاب نذر کی۔

حضرت شیخ تاج الملّۃ والدّین

اصحاب ملاحت میں منتخب اور ارباب صباحت میں صاحب مقام بلند حضرت شیخ تاج الدین جو تقویٰ اور پاکیزگی کے لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ کے خلفائے کبار اور مخصوص حضرات میں سے تھے۔

ابتدائے حال میں یہ بڑی شان وشوکت کے مالک تھے لیکن جب آخر میں شرف ارادت وخلافت سے مشرف ہوئے تو فقر وفاقہ کی زندگی اختیار کی اور سخت مجاہدہ کرنے لگے اور اسطرح بادیۂ توحید اور وادی تفرید کو طے کیا۔

بیت

مملکت عشق شداز کرم الٰہیم
پشت من وپلاس غم اینست قبائے شاہیم

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عشق کی مملکت میری ملک بن گئی ہے اب اگر میری پیٹھ پر غم کا ٹاٹ ہے تو اب یہ میرے لئے قبائے شاہی ہے۔

آپ صورت وسیرت میں حضرت سلطان المشائخ کی صورتِ جانِ جہان آرا سے مشابہ تھے اور حضرت سلطان المشائخ جان جہان آرا جیسے خصائل رکھتے تھے اس مشابہت کی سعادت کی بدولت حضرت سلطان المشائخ کے مُریدین آپ کے دیدار سے بہت شغف رکھتے تھے اور احباب آپ کے ایثار کی طرف زیادہ مائل تھے۔

بیت

ازان بپای سہی سوادفتم چون گل
کہ اندکی بشمایل نگار من ماند

ترجمہ:۔ میں اس سروسہی کے پاؤں پر پھول کی طرح اس وجہ سے پڑا ہوا ہوں کہ اس میں میرے محبوب

کے کچھ شمائل (خوبیاں) موجود ہیں۔

صوفیہ کرام کے مجمع میں اور اس طائفہ علیہ کی محفل میں سماع کا کیف ان پر سب سے زیادہ غالب تھا۔ مزامیر کی تھوڑی سی آواز ان کو قوالوں کی طرف کھینچ کرلے جاتی اور اس وقت اگر یہ نقد جان بھی اُن پر نثار کر دیتے تو تھوڑا تھا خلعت واموال کا دے دینا تو معمولی سی بات تھی۔

دیوگیر کے سفر میں منزل کستون سے واپسی پر آپ چند روز بیمار رہے۔ جب نزع کا عالم ہوا تو ہنسنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے:۔

مثنوی

عاشقی را یکی فشردہ بدید	کوہمی مردخوش ہمی خندید
گفت پیرابوقت جان دادن	چیست خندیدن وخوش افتادن
گفت خوبان چوپردہ برگیرند	عاشقان پیش شان چنین میرند

ترجمہ:۔ افسردہ خاطر شخص نے ایک عاشق کو دیکھا کہ مر رہا ہے اور ہنس رہا ہے۔ اس شخص نے اس سے کہا کہ اے پیر! اس وقت خوش ہونے اور ہنسنے کا کیا موقع ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب معشوق عاشق سے پردہ ہٹاتا ہے تو اس وقت عاشق اس کے سامنے اسی طرح ہنستے ہوئے جان قربان کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء الدّین برنی

سمہ اصحاب ظرافت میں منتخب اور ارباب لطافت میں برگزیدہ اور انجمن کے فصحا میں سب سے اعلیٰ اور برتر مولانا ضیاء الدین جو زیور فضائل سے آراستہ اور شمائل نا متناہی کے اعلیٰ لباس سے پیراستہ حضرت سلمان المشائخ کے خلفائے کبار میں سے تھے اور آپ کی مجلس کے قدیم اصحاب ظِرافت سے آپ کا تعلق تھا۔ جس مجلس اور محفل میں آپ موجود ہوتے تھے فضلائے روزگار کے کان ان کی طرف لگے ہوئے ہوتے تھے اور جس محفل میں آپ تشریف فرما ہوتے فصیحانِ روزگار کے ہوش ان کی طرف متوجہ ہوتے۔

کم سنی ہی سے آپ نے مہبط انوار آستانے کی مجاورت اختیار کر لی تھی (آستانہ شیخ المشائخ پر حاضر ہوتے تھے) اور اس منزل اسرار کی حاضری کو اپنے لئے لازم کر لیا تھا اور غیاث پور کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ چونکہ آپ کی طبعیت سلاطین کی محفل کو آراستہ کرنے والی تھی اور آپ امرائے زمانہ کی محفل کو رونق بخشنے والے تھے، جوانی ہی میں سلطان محمد انار اللہ برہانہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ سلطان محمد سے منسلک ہو کر انہوں نے خوب ترقی کی اور دولت وعزت حاصل کی۔ سلطان فیروز شاہ کے عہد سلطنت میں چونکہ ان کی عمر ستر سال کی ہوگئی تھی لہٰذا یہ شاہی خدمات سے وظیفہ لیکر مستعفی ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور صفیانہ رنگ میں آگئے اور کُتب کی تصنیف وتالیف میں منہمک ہو گئے۔ آپ کی تصانیف اور رسائل میں ثنائے محمدی، صلوٰۃ کبیرہ، حرمت نامہ، عنایت نامہ، الٰہی نامہ، مآثر سادات اور تاریخ فیروز شاہی قابل ذکر ہیں۔

تاریخ فیروز شاہی کو تاریخ ہائے سلاطین میں خاتم کتب کہنا چاہیئے .یہ تاریخ تمام سلاطین کے آثار واحوال کی

جامع ہے۔ان تمام کتب ورسائل کو آپ نے بڑی خوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔سلطان المشائخ کی صحبت کے اثر سے مشرب صوفیہ میں انتہا کو اور فقر و فاقہ کے مذہب کمال پر پہونچ گئے آپ نے سفر آخرت کو بڑی پامردی سے طے کیا۔آپ کی تنگ دستی کا یہ عالم تھا کہ کفن بھی آپ کو فقیرانہ نصیب ہوا اور سلطان المشائخ کے خطیرہ کے قریب اپنی والدہ کے قبر کے پائیں دفن کئے گئے .رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ مؤیدالدین انصاری

قبلۂ ارباب تصوف وکعبۂ اصحاب معرفت ،مظہر انوار دینداری خواجہ مؤیدالدین انصاری کا دل جب انقلابِ زمانہ کے باعث کاروبار کی منفعت سے اُچاٹ ہوگیا تب حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے سرفراز ہوئے جس وقت سے آپ شرف ارادت سے مشرف ہوئے پھر کبھی ایک آن کے لئے بھی اربابِ شان وشوکت اور اصحابِ دولت کی طرف آپ نے توجہ نہیں کی۔

آپ کو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد واحفاد سے اس قدر لگاؤ تھا اور ان کی فرمانبرداری کا ایسا جذبہ آپ میں تھا جو بہت کم کسی میں ہوگا اور اس وسیلہ سے بارگاہِ خداوندی سے مغفرت کے امیدوار تھے۔سماع کے شوق اور سوزِ عشق سے سوختگی کا یہ عالم تھا کہ لوگ اس امر میں آپ کی طرف اشارہ کیا کرتے تھے۔سلطان المشائخ سے جو خلوص اور تعلق خاطر آپ کو تھا بہت کم کسی کو ہوگا۔

حضرت خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ جب میری زوجہ سلطان المشائخ کے شرف ارادت سے مشرف ہوئیں تو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے میں بہت ہی شکستہ خاطر رہتی ہوں۔آپ نے اقبال خادم کو حکم دیا کہ روٹی (ٹکیہ) اور خرما لے کر آئے۔جب یہ چیزیں حاضر کی گئیں تو حضرت نے ان کو مرحمت فرمائیں۔کچھ ہی مدت کے بعد فرزند پیدا ہوا۔حضرت سلطان المشائخ کے حضور میں اس کو پیش کیا گیا۔آپ نے محمد نورالدین انصاری نام تجویز فرمایا۔

حضرت خواجہ شمس الدین

جامع فنون خاص اور شان ہائے خلوص کے صاحب شمس الدین،خواہرزادہ امیر حسن شاعر بھی حضرت سلطان المشائخ کے مخلصین میں سے تھے اور شروع سے ہی حضرت سلطان المشائخ سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے،نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔جب تک یہ سلطان المشائخ کے جمالِ جہاں آرا کو نہیں دیکھ لیتے تھے اس وقت تک تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے

شعر

درا ثنائے نماز ای جان نظر بر قامتت دارم
مگر از قامت خوبت قبول افتد نماز من

ترجمہ:۔اے جانِ من نماز کے درمیان میں اپنی نگاہ تیری قامت پر رکھتا ہوں مگر تیری ہی اس خوبی قامت سے میری نماز قبول ہوتی ہے۔

جب یہ بیمار ہوئے تو علاج کے لئے طبیب کو بلایا گیا۔انہوں نے کہا کہ میری بیماری کسی خلط کے فساد کے

سبب سے نہیں ہے بلکہ یہ بیماری بے اختلاط کی ہے (مجھے مُرشد کا قرب اور ان سے اختلاط حاصل نہیں ہے)

قطعہ

ماجرائے دل دیوانہ بگفتم بہ طبیب | کہ ہمہ شب درچشم است بفکرت بازم
گفت ازین نوع حکایت کہ تو گفتی سعدی | دردعشق است ندانم کہ چہ درمان سازم

ترجمہ:۔میں نے اپنے دلِ دیوانہ کا ماجرا طبیب سے بیان کیا کہ مجھے مرض یہ لاحق ہے کہ تمام رات میری آنکھیں اس دوست کے فکر وخیال میں کھلی رہتی ہیں تو طبیب نے کہا کہ تو نے اے سعدی جو حکایت بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجھے دردِ عشق ہے اور اس کا علاج میں نہیں جانتا۔

حضرت سلطان المشائخ کو جب آپ کی بیماری کی اطلاع ہوئی تو اس مریضِ محبت کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے ابھی آپ اُن کے مکان تک نہیں پہونچے تھے کہ آپ کے پاس خبر آئی کہ بیمار کاروان سرائے وصال محبوب کی طرف روانہ ہو گیا اور انتقال کے وقت یہ شعر زبان پر تھا

شعر

پیش ازان دم کہ نگارم بعیادت بسر آید
جان بدیدار نگاراز سرحسرت بدر آید

ترجمہ:۔اس وقت سے پہلے کہ وہ محبوب عیادت کے لئے میرے بالین پر آئے اس کے دیدار کے لئے جان حسرت کے ساتھ نکل جاتی ہے۔

مولانا نظام الدین

زائرالحرمین اور سائرالخافقیں مولانا نظام الدین حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار سے ہیں آپ کا وطن مالوف شیراز تھا۔لباس تقویٰ سے آراستہ اور زیور زہدوتقویٰ سے پیراستہ تھے۔انواع علوم غریبہ واصناف معلوم عجیبہ پر عبور رکھتے تھے۔آپ اہلِ تصوف کی سیرت اور اربابِ صدق وصفا کی طینت سے بہرہ ور تھے۔نعمتِ سماع سے بھرپور حصہ پایا تھا اور اس کا بڑا ذوق وشوق تھا۔

خواجہ سالار سنین

قدوۂ ارباب عشق ومنتخب اصحاب صدق خواجہ سالار سنین جو شرف زہدوورع سے مشرف اور وصف عبادت وتقویٰ سے متصف تھے،حضرت سلطان المشائخ کے کامل واکمل خلفاء اور ندماء میں سے تھے۔جب آپ حضرت کی ارادت وخلافت سے سربلند ہوئے تو ابتدائے حال ہی سے خلوت نشینی اختیار کرلی تھی۔

حضرت سلطان المشائخ کی صحبت نے ان پر اسقدر اثر کیا کہ جس وقت بھی وہ حضرت کا جمال جہان آراد یکھتے اور حضرت کے علوِ مرتبت کا ان کو خیال آتا تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی ان کی حالت سماع دوسرے احباب واصحاب کے مقابلہ میں زیادہ اثر آفرین تھی۔

ایک دن اربابِ ذوق وشوق اور صوفیہ کرام کا مجمع تھا اور قوالوں نے سماع شروع کر رکھا تھا حضرت مولانا پر

اس شعر نے ایک خاص اثر کیا۔

شعر

از سر زلف عروسان چمن دست بدارو

بسر زلفش اگردست رسد باد صبارا

ترجمہ:۔اگر اس محبوب کی زلفوں تک بادِ صبا کا ہاتھ پہونچ جائے تو پھر وہ عروسانِ چمن سے تعلق ختم کردے۔اخیر عمر میں آپ کو ایک مرض لاحق ہوگیا تھا اور اسی مرض میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت مولانا فخر الملّۃ والدّین حیرتی

مولانا فخر الدین حیرتی حضرت سلطان المشائخ کے اصحاب خلافت میں منتخب تھے اور اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ سے آراستہ اور اہل علم کی خصوصیات سے پیراستہ تھے۔آپ پر مشربِ عشق کا غلبہ تھا۔حافظ قرآن تھے اور ایسی عمدہ قرأت سے قرآن پاک پڑھتے تھے کہ اسکو سنتے ہی آپ کے احباب واصحاب رونے لگتے تھے۔

حضرت مولانا شیخ شہاب الدّین کنتوری

حضرت مولانا شیخ شہاب الدین کنتوری زیارت مکہ معظّمہ کے شرف سے مشرف تھے۔آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار میں سے تھے۔لطافت طبع وعاطفت ومہربانی میں تمام اصحاب سے ممتاز تھے۔

حضرت سید محمد کرمانی

اولادرسولؐ میں منتخب اور احفادحضرت تبولؓ میں برگزیدہ خاندان مرتضوی ومصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرزند یعنی سید محمد حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار اور وزرائے نامدار میں سے تھے۔آپ کی ذاتِ مظہر اسرارِ الٰہی ومصدر انوار نامتناہی تھی۔آپ کے والد اور آپ کے دادا بھی اس خاندان شریف اور خانوادۂ لطیف سے ارادت وخلافت یافتہ تھے۔

جب سیّد محمد نے بحکم الٰہی اس دنیا میں قدم رکھا تو آپ کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں لایا گیا۔آپ کے جد محترم سیّد محمد کرمانی اور آپ کے گرامی قدر نانا بھی خدمت والا میں موجود تھے۔ان حضرات نے ان کا نام تجویز کرنے کی ہر ایک سے درخواست کی لیکن از راہِ انکسار کسی نے نام تجویز نہیں کیا۔جب ان حضرات نے حضرت سلطان المشائخ سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ میرا نام بھی محمد ہے اور اس بچے کے دادا کا نام بھی محمد ہے۔پس مولانا مناسب یہ ہے کہ ان کا نام بھی محمد رکھا جائے۔یہ سنکر حاضرین میں سے ہر شخص نے مبارکباد پیش کی اور دعائے خیر وبرکت فرمائی۔ان تمام دعاؤں کی قبولیت بہت جلد ظاہر ہوگئی۔

جب سید محمد بالغ ہوئے تو ان کے والد حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں ان کو لے کر حاضر ہوئے اور آپ کا مرید کرایا۔ جب آپ جوان ہوئے تو زمانے کے کاروبار میں لگ گئے بانیہمہ آپ کو اس زمانے میں جاہ وجلال کے اعلیٰ مراتب کے حصول سے اعراض تھا بلکہ مجاہدہ اور مشاہدہ کے راستہ پر لگ گئے اور حضرت سلطان المشائخ کی حضوری کا شرف حاصل کیا یہاں تک کہ آپ کو حضرت کے اصحاب کبار داصحاب نامدار میں شمار کیا جانے لگا۔آپ نے

اس سلسلہ میں ایک عظیم خدمت انجام دی اور وہ یہ کہ حضرت سلطان المشائخ کے الفاظِ متبرکہ اوراقوال مقدسہ کو جمع کیا (جو آج بھی سیر الاولیاء کے نام سے موجود ہے) اگرچہ جمع ملفوظات کی خدمت دوسرے اکابر واماثر (مثلاً امیر حسن اور امیر خسرد) نے بھی انجام دی لیکن حضرت سلطان المشائخ کے ارشادات گرامی اور ملفوظات سامی کو ان سے بہتر طریقے پر اور کوئی جمع نہیں کر سکا۔ان کے جمع کردہ ملفوظات تمام طائفوں میں مقبول ہیں اور تمام طبقوں میں ان کو بہت اہم اور گراں مایہ سمجھا جاتا ہے۔

ان ملفوظات کے ذریعہ بادیۂ ضلالت کے بہت سے گم گشتگان ہدایت یاب ہوگئے اور منزل حقیقت کا راستہ نہ پانے والے بہت سے لوگوں نے راستہ پالیا اور یہی گم کردہ راہ اصحاب عرفان کا مقصد بن گئے اور ارباب وجدان کا مطلوب قرار پائے۔یہی ہدایت یافتہ حضرات،حضور کی رونمائی کرنے والا آئینہ اور معبود حقیقی کی معرفت کا راز طشت از بام کرنے والا جام بن گئے۔

حضرت جمشید قلندر

خورشید فلک منظر حضرت جمشید قلندر حضرت کے مخلص خلفائے کبار میں سے تھے۔جمشید اس عصر کے قلندروں کی جماعت کے پیشوا اور ارباب تجرید کے سربراہ تھے۔جب حضرت سلطان المشائخ کی شرفِ ملازمت سے مشرف ہوئے تو چندروز تک اس عالم پناہ خانقاہ میں مقیم رہے اور دارادات کی نظریں آپ پر پڑیں اور الہامات کی نگاہوں سے فیضیاب ہوئے تو حضرت کی بندگی اور غلامی کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیا۔جب حضرت سلطان المشائخ نے ان کو عطائے خلافت اور ہم نشینی کا اہل پایا،لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی صلاحیت ان میں پیدا ہوگئی تو حضرت نے ان کو خرقۂ خلافت سے ملبوس فرمایا۔

حضرت شیخ حیدر

حضرت علیؓ کی سیرت اور حضرت عثمانؓ کے خصائل سے آراستہ حضرت شیخ حیدر،حضرت کے مخلصین خلفاء میں سے تھے۔حضرت شیخ المشائخ دوسرے اصحاب کی بہ نسبت آپ سے بہت زیادہ التفات مکرمانہ فرمایا کرتے تھے۔حضرت کی خدمت گزاری میں اس درجہ کوشاں رہتے تھے کہ دوسرے خدام سے اس خصوصیت میں بڑھ گئے تھے۔

خادم سلطان المشائخ بابا اقبال

خدامِ عظّام کے پیشوا،ملازمان کرام میں منتخب،صاحب جمال وجلال بابا اقبال دوسرے خادمان کے مقابلے میں حضرت سلطان المشائخ کے زیادہ محرم اسرار تھے حضرت سلطان المشائخ جس قدر لطف وعنایت اور مہربانی ان کے حال پر فرماتے تھے،دوسرے خادموں کو یہ بات میسر نہیں تھی۔اس لئے کہ ظاہر وباطن میں حضرت کے محرم اسرار یہی تھے۔ہر چند کہ حضرت لالا بھی زیور خدمت سے آراستہ اور خلعت ملازمت سے پیراستہ تھے اور دوسرے خادموں کے مقابلہ میں بہت زیادہ سراہے جاتے تھے اور ان کی تعریف کی جاتی تھی۔لیکن یہ شرف صرف بابا اقبال کو حاصل تھا کہ وہ ہر ایک راز (اندک وبسیار) کے محرم تھے اور حضرت ہر بات اُن سے فرمادیا کرتے تھے یہاں تک کہ مریدین میں سے اگر کسی سے کوئی لغزش اور خطا سرزد ہوجاتی توان کو درمیان میں لاکر معافی طلب کی جاتی تھی۔

حضرت شیخ لطیف الدین

مظہرِ لطائف ومصدرِظرائف حضرت شیخ لطیف الدین حضرت سلطان المشائخ کے مخلصین خلفاء اور صاحب کمال ندیموں میں سے تھے۔آپ کی ذات جسقدر مجمع اسرار اور مرجع انوار تھی ایسا شرف کم کسی کو حاصل تھا۔حضرت سلطان المشائخ نے آپ کے بارے میں بہت کچھ فرمایا ہے اور جیسا کچھ آپ نے ارشاد فرمایا وہ تھوڑی مدت ہی میں ظہور میں آ گیا۔حق تعالیٰ نے جس کے نصیب میں جو کمالات مقدر فرما دیئے ہیں وہ ان بزرگوں کی زبان سے صادر ہو جاتے ہیں۔

قطعہ

نباشد آنچہ اندر لوح محفوظ — زایشان اززبان صادرنباشد
بہرچہ نیک دبدگویندایشان — جزآن اندر جہان ظاہر نباشد

ترجمہ:۔جو امر کسی کی نسبت لوح محفوظ میں موجود نہیں ہوتا ہے ان بزرگوں کی زبان سے وہ بات کبھی نہیں نکلتی۔یہ حضرت جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں خواہ وہ جیسا بھی ہو اس کے خلاف بات کبھی دنیا میں ظہور میں نہیں آتی ہے۔

حضرت شیخ برہان الدّین

حضرت شیخ برہان الدین دولت آبادی جو گونا گوں علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ اور ہر طرح کے کمالات صوری ومعنوی سے پیراستہ تھے۔حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے آپ نے جاہ ومرتبت کے اعلیٰ مراتب سے منہ موڑ کر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت و ملازمت کو اختیار کر لیا تھا۔اور حضرت کے خلوص اور خصوصیت سے اسقدر ممتاز ہوئے کہ حضرت سلطان المشائخ کی جناب میں جب تک یہ موجود رہتے اس وقت تک حضرت بس آپ ہی کو مخاطب فرماتے تھے۔

حضرت ملک زادہ مسعود بک

سعادت سرمدی سے بہرہ ور اور سیادت ابدی کے حامل جناب ملک زادہ مسعود بک،فنون فضائل سے آراستہ اور گونا گون خوبیوں سے پیراستہ تھے خاص طور پر فن شاعری میں کمال حاصل تھا۔آپ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، چونکہ ابتدائے عمر ہی سے صاحب جاہ وجلال تھے اور منصب کمال رکھتے تھے ادھیڑ عمر میں حضرت سلطان المشائخ کی نظر سعادت بخش کے منظور بن گئے اور حضرت کے التفات کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے تو خلوص وعقیدت کے راستے پر بہت تیزی سے بڑھے اور بہت کم مدت میں سلوک کی منازل کو طے کر لیا۔اور حضرت کے جذب جلی سے آپ کو شرف حاصل ہوا۔آپ کا کلام بہت ہی بلند پایہ ہوتا تھا۔ان خصوصیات کی بناء پر جب حضرت سلطان المشائخ کا التفات آپ کی جانب دوسروں سے زیادہ ہوا تو کچھ لوگ تعصب کی وجہ سے آپ کی غیبت کرنے لگے۔ان لوگوں کی باتیں سنکر حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے:اے دوستو!ان کو معذور جانو کہ جو کوئی جیسا چھوڑتا ہے ویسا ہی پاتا ہے۔

حضرت ملک بہاؤالدّین کرد

حضرت ملک بہاؤالدین کرد جو زیور زہد وعبادت سے آراستہ اور تعبد وتقویٰ کے لباس سے پیراستہ تھے،حضرت سلطان المشائخ کے ولایت مآب اصحاب

اور خلفائے ہدایت انتساب سے تھے۔ آپ کو دیگر اصحاب سے سماع کا شوق زیادہ تھا اور نغمات سُن کر سوز و گداز آپ میں اسقدر پیدا ہوتا تھا کہ دوسرے اصحاب میں یہ بات نہیں تھی، آپ نے عقیدت اور خلوص کے ساتھ راہ سلوک کو اس طرح طے کیا کہ اس سے زیادہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ واردات والہامات سے آپ بہت زیادہ بہرہ ور تھے۔ دوسرے تمام خادموں سے آپ زیادہ سزادار کرم ہوتے تھے۔

آپ اکثر و بیشتر حضرت سلطان المشائخ کے مکارم اخلاق اور کرم نوازی کو بیان کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے وقت کا زیادہ حصہ وجد و حال میں گزرتا اور خیال وصال کے دریا میں غوطہ زن رہتے۔ مختصر یہ کہ حضرت سلطان المشائخ کے ولایت نہاد خلفاء کی تعداد کی تفصیل حیطۂ بیان سے باہر ہے صرف برائے حصول خیر و برکت چند نام اس مجموعہ (لطائف اشرفی) میں پیش کر دیئے گئے ہیں ورنہ مشرق سے مغرب تک کوئی مقام اور کوئی قصبہ اور شہر ایسا نہیں ہے جو حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں اور آپ سے استفادہ کرنے والوں سے خالی ہو۔

قطعہ

شمار زمرۂ خدام علی سیرت — چگونہ شرح وہم کز شمار بیرون است
ہمہ مرید و ہمہ معتقد بشرق و غرب — چنان پراند کہ گوہر بہ بحر مخزونست

ترجمہ:۔ حضرت والا سیرت کے خدام کے گروہوں کا شمار سے باہر ہیں کسطرح کروں اور اسکی تشریح کسطرح ہوسکتی ہے بس یوں سمجھ لو کہ مشرق سے لیکر مغرب تک تمام مقام آپ کے مریدوں اور معتقدوں سے اسطرح پُر ہیں جسطرح سمندر میں موتی ہیں۔

اب اُن بعض اکابر دا ماثر کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت قطب الدین شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے نسبت رکھتے ہیں حضرت قاضی عبدالمقتدر، حضرت شیخ حمید لاہوری، حضرت شیخ الیاس صوفی، حضرت شیخ علاؤالدین اللہ، حضرت شیخ محمد سادی، حضرت شیخ صدر الدین حکیم اور حضرت سید محمد گیسودراز۔

حضرت سیّد محمد گیسودراز

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے آپ بہت سی بلند پایہ کتب کے مولف و مصنف ہیں۔ آپ ۴ رجب ۷۲۰ھ میں پیدا ہوئے آپ نے ایک[۱] سو پانچ سال چار ماہ اور بارہ روز کی عمر پائی اور بروز شنبہ ۱٦ ماہ ذی تعدہ ۸۲۵ھ بوقت چاشت وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ گلبر گہ ولایت دکن میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب ہم حضرت میر سید محمد گیسودراز کی خدمت سے مشرف ہوئے تو حضرت سے اسقدر معارف وحقائق حاصل ہوئے کہ کسی اور شیخ سے حاصل نہیں ہوئے، سبحان اللہ آپ بڑے جذبۂ قوی کے مالک تھے۔ عرصہ تک ہم قصبۂ گلبر گہ (ملک دکن) میں مقیم رہے۔ دو مرتبہ اس سرزمین میں رایات علائی کا گذر ہوا

حضرت سید محمد گیسودراز نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے حاصل کیا تھا انہوں نے

[۱] فارسی متن میں حضرت گیسودراز کی عمر ایک سو چھ سال بتائی گئی ہے لیکن ولادت وصال کی جو تاریخیں بتائی گئیں اسکے مطابق آپ کی عمر وہ بنتی ہے جو ہم نے ترجمہ میں دے دی ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی سے حاصل کیا تھا اور آنجناب نے خرقۂ ارادت واجازت حضرت الکبیر صاحب السریر شیخ حضرت فریدالحق والدین المعروف بہ گنج شکر قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا۔

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ کبیر (حضرت گنج شکر) کے خلفائے کبار سے ہیں۔ ان سے خرقۂ ارادت واجازت شیخ برہان الدین ہانسوی نے حاصل کیا اور ان سے شیخ قطب الدین منور نے اور ان سے شیخ نور الدین ہانسوی شغل کش نے خرقہ ارادت و خلافت حاصل کیا۔

حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابر

حضرت قطب المشائخ شیخ علی احمد صابر بھی حضرت شیخ کبیر کے خلفائے کاملین میں سے ہیں۔ درمیان میں کچھ شکررنجی پیدا ہوگئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد وہ اختلاف بڑی خوبی کے ساتھ ختم ہوگیا۔

حضرت مولانا داؤد

آپ علوم ظاہری و باطنی کے زیور سے آراستہ وپیراستہ تھے۔ آپ نے اپنی تمام عمر عزلت وخلوت میں بسر کردی۔ مولانا داؤد پالہی مؤ کے رہنے والے تھے جو قصبۂ ردولی کے قریات میں سے ایک قریہ ہے حضرت شیخ کبیر دومرتبہ ردولی جب تشریف لے گئے تو مولانا داؤد کے گاؤں پالہی مئو میں نزول اجلال فرمایا اور مولانا داؤد کی خاطر سے اس مسجد کے گوشہ میں جو پالہی مئو میں ہے ایک چلہ خلوت نشین رہے، پھر قصبہ ردولی تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا تقی الدّین

آپ بھی حضرت کبیر کے خلفاء میں سے ہیں۔ ابتدائے حال ہی سے فقروفاقہ میں زندگی بسر کرتے تھے، آپ حضرت مولانا داؤد کے برادرزادہ تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مولانا تقی الدین کے کمال حال کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب ''رجال الغیب،، سے ایک شخص کا انتقال ہوگیا تو اشارۂ غیبی کی بناء پر چند''رجال الغیب،، مولانا تقی الدین کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اس شخص کی جگہ اس جماعت میں داخل ہوجائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم اپنی عفیفہ بیوی سے اس سلسلہ میں اجازت طلب کریں گے، دیکھیں وہ کیا کہتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی عفیفہ بیوی سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ''رجال الغیب،، کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں؟ کیا ان کے بیوی بچے ہوتے ہیں یانہیں؟ آپ نے واپس آکر رجال الغیب سے یہی دریافت کیا۔ یہ لوگ سنکر متبسم ہوئے۔ آپ پھر بی بی صاحبہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ رجال الغیب تو بے خانماں لوگ ہیں۔ یونہی پھرتے رہتے ہیں۔ آپ کو اُن سے کیا نسبت؟ یہ سنکر ''رجال الغیب،، نے کہا سبحان اللہ! یہ کیسے لوگ ہیں کہ اپنی علو ہمت کے مقابل ہمارے بلند منصب کی ان کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔

مثنوی

چہ مردانند اندر راہ دادار — نہان ازمردم وگم کردہ آثار
زعالی مرتبہ درچشم نازند — مقام وحال سیصد وشصت اخیار

ترجمہ:۔حق تعالیٰ کی راہ میں کیسے لوگ ہیں جن کا لوگوں کے درمیان کوئی نام اور نمود نہیں ہے۔اور اُن کی نظر میں مقام اور منصب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

حضرت داؤد کا مرقد منوّر ایک تالاب کے کنارے جواسی موضع میں ہے، واقع ہے اور حضرت مولانا تقی الدین کا مزار انہونہ قصبہ میں جو خطۂ اودھ میں ہے ایک حوض کے کنارے پر بنایا گیا ہے آپ (مولانا داؤد) نے خرقۂ ارادت واجازت حضرت قطب الاقطاب قطب الحق والدین سے حاصل کیا تھا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قطب دہلی

آپ کی وفات[۱] بروز دوشنبہ۱۴ماہ ربیع الاول۶۳۳ھ میں ہوئی تھی آپ نے عمر مبارک ۵۲سال پائی۔

قاضی حمید الدین ناگوری

قاضی محکمہ معارف ودادر مدینہ عوارف حضرت حمید الدین ناگوری حضرت ولایت مآب حضرت خواجہ (قطب الدین) کے مخلصین خلفاء میں سے ہیں۔حضرت خواجہ قطب الدین جس قدر التفات ظاہری وباطنی آپ پر فرماتے تھے اتنا کسی اور پر نہیں فرماتے تھے۔اسی التصات اور انوار ارادت کا نتیجہ تھا کہ کتب بلند پایہ اور تالیفات لائقہ آپ نے مرتب فرمائیں خاص طور پر''طوالع الشموس،، تو آفتاب ہائے حقائق کا مطلع ہے اور کاسہ ہائے وقائق کا منبع ہے، ایسی خصوصیات کی حامل اور کوئی کتاب نہیں ہے''طوالع الشموش،، میں جیسے معارف وعوارف بیان کئے گئے ہیں کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہیں۔آج یہ کتاب تمام فرقوں اور تصوف کے مختلف سلاسل جیسے ملل ونحل ومکاتب فکر کا دستور ہے اور بطور سند پیش کی جاتی ہے۔آپ نے برورز دوشنبہ۱۱رمضان المبارک۶۴۱ھ ہجری میں وفات پائی۔

مولانا فخر الملّۃ والدین حلوائی

اکابر عصر میں مفخر و یکتائے زمانہ مولانا فخر الدین حضرت کے خلفاء میں سے تھے(حضرت خواجہ قطب الدین کے خلیفہ تھے) حضرت خواجہ نے آپ کے سلسلہ میں جو کچھ پاکیزہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں دوسروں کے بارے میں ایسے کلمات ارشاد نہیں فرمائے۔

مولانا برہان الدین

مولانا برہان الدین حلوائی حضرت شیخ اکبر (خواجہ قطب الدین) کے منتخب احباب میں سے تھے اور آپ کے اسرار باطنی وظاہری کے محرم اور بہت سے صوری ومعنوی انوار سے بہرہ ور تھے۔

شیخ بدرالدّین غزنوی

فلک عرفان کے ماہِ کامل اور بزمِ وجد کے صدرِ محفل حضرت شیخ بدالدین غزنوی جو زیورِ علوم غریبہ سے آراستہ اور حقائقِ عجیبہ کے لباس سے پیراستہ تھے حضرت خواجہ قطب الدین اوشی کے خلفائے کبار میں سے تھے۔حضرت شیخ امام الدین پانی پتی آپ سے نسبت رکھتے تھے اور شیخ بہاؤالدین عمر عاشق پانی پتی کو ان سے نسبت تھی۔حضرت عماد شریف دہلوی ان سے نسبت رکھتے تھے اور ان سے شیخ بہاؤالدین عماد شریف احمد آبادی نسبت رکھتے تھے۔

---

[۱] متن میں کاتب کی غلطی سے لفظ وفات کی جگہ ولادت لکھا گیا ہے جو کہ صریح غلط ہے۔

حضرت قطب الدین اوشی نے خرقۂ ارادت واجازت قطب العارفعین وعمدۂ الواصلین معین الحق والدین حسن سجزی چشتی سے پہنا۔حضرت معین الدین چشتی نے سیوم ماہ ذی الحجہ ۶۳۳ھ[۱] کووصال فرمایا۔حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے خرقہ ارادت واجاز حضرت قطب العارفین، زبدۃ الکاملین حضرت خواجہ عثمان ہارون سے پہنا۔حضرت خواجہ ہارون نے خرقہ ارادت واجازت قدوۃ المتقد مین حضرت حاجی شریف زندنی سے پہنا اورانہوں نے خرقہ ارادت واجازت قدوۃ العارفین حضرت خواجہ قطب الدین مودودچشتی سے پہنا

حضرت خواجہ مودودچشتی

آپ یعنی حضرت خواجہ مودودچشتی حضرت خواجہ یوسف کےفرزنداکبر تھے۔حضرت خواجہ یوسف نے اپنے ان فرزندکوکم سنی ہی میں تحصیل علم کی طرف متوجہ کیااورحصول علم کی تاکید فرمائی اوراپنا قائم مقام نامزدفرمایا۔ چنانچہ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف کوحفظ کرلیااورعلوم دینیہ کی تحصیل میں مشغول ہوگئے۔ جب آپ کی عمر۲۶ سال ہوئی تو آپ کے والد بزرگوارخواجہ یوسف کا انتقال ہوگیاتو آپ کوان کی مسند پر بٹھایا گیا۔ بہت جلدآپ لوگوں کے منظورنظر بن گئے اورعوام وخواص میں مقبولیت حاصل کی۔اعلیٰ وادنیٰ اشراف واراذل اس قدرآپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئےجسکی شرح ناممکن ہے۔آپ کوحضرت شیخ الاسلام احمدالنامقی الجامی کی دولت تربیت اورشرف صحبت بھی میسرآئی۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضرت شیخ الاسلام ولایت جام سےشہر ہرات میں تشریف لائے تھے آپ نے ۵۲۷ھ میں وفات پائی، آپ نے خرقہ ارادت واجازت حضرت قدوۃ المتقدمین خواجہ یوسف سےحاصل کیا۔

خواجہ یوسف چشتی خواجہ ابومحمد چشتی خواجہ ابواحمد چشتی

خواجہ یوسف خواجہ محمد شمعان کےخلف اکبر تھےاورخواجہ محمد بن احمدابدال چشتی کےخواہرزادہ تھے،خواجہ محمدابدال نے پینسٹھ سال کی عمرتک شادی نہیں کی۔آپ کی بہن خدمت کیا کرتی تھیں،آپ کےکھانے پینےاورکپڑوں کاانتظام ان ہی کےسپرد تھا۔آپ کی بہن کی عمربھی چالیس سال کی ہوگئی تھی لیکن بھائی کی خدمت اورطاعت الٰہی میں مشغولیت کے باعث وہ شادی کی طرف راغب نہیں تھیں۔

ایک رات خواجہ محمد بن احمدابدال نے اپنے والد(احمدابدال) کوخواب میں دیکھا۔انہوں نے فرمایا کہ مملکت شام میں فلاں شخص محمد شمعان نامی ہے جوعلوم وفنوں سے آراستہ ہےاورعبادت الٰہی میں مصروف ومشغول ہےتم اپنی بہن کانکاح ان سے کردو۔ جب یہ بیدارہوئے توکسی کے ذریعے انہیں طلب کیااوراپنی بہن کاعقدان سے کردیااب وہ چشت ہی میں رہنے لگے۔ان ہی کے صلب سےخواجہ یوسف پیداہوئے۔خواجہ محمد بن احمدکی چھیاسٹھ سال کی عمر میں شادی ہوئی لیکن کوئی اولادنہ ہوسکی اس لئے خواجہ محمد،خواجہ یوسف کواپنے فرزندکی طرح سمجھتے تھےاوران کی تربیت میں مصروف رہتے تھے۔ان کوتحصیل علم میں مشغول رکھتے اورمعرفت الٰہی کی طرف اُن کی رہنمائی فرماتے۔ان کی وفات کے بعدمعتقدین نے آپ ہی کوان کاجانشین بنایا۔

آپ نے حضرت شیخ الاسلام انصاری سے اس وقت شرف ملازمت حاصل کیا جب وہ چشت کے بزرگوں کے

---

[۱] حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کےوصال مبارک کی اصل تاریخ ۶ رجب المرجب ہے(اخبارالاخیار)

مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے، جب شیخ الاسلام ہرات واپس تشریف لائے تو اکثر و بیشتر اپنی مجالس ومحافل میں آپ کا ذکر کرتے اور آپ کی تعریف فرماتے۔ آپ نے ۴۵۹ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے چوراسی (۸۴) سال کی عمر پائی۔ آپ یعنی (خواجہ یوسف) نے خرقۂ ارادت واجازت شیخ الاسلام خواجہ محمد بن احمد چشتی قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا جو خواجہ احمد کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے جیسا کہ آپ کے والد نے فرمایا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر چوبیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ آپ تمام علوم دینی اور معارف یقینی (معرفت) میں اس عمر میں کمال حاصل کر چکے تھے۔ آپ بہت زاہد ومتقی تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے اور دنیا والوں سے اجتناب کرتے تھے۔

جب سلطان محمود سبکتگین سومنات (ہند) پر حملہ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کو برکت کے لئے ہمراہ لے گیا اور فتح سے ہمکنار ہوا چنانچہ کا کو خادم کی مدد اور تعاون سے سلطان کو فتح حاصل ہوئی (اس کی تفصیل تذکرہ مشائخ چشت اور آثار الکرام میں موجود ہے) آپ نے ۱مرآۃ الاسرار کے مطابق آپ کا وصال ۴۲۱ھ میں ہوا۔ ۴۱۱ھ میں وفات پائی۔ آپ نے خرقۂ ارادت واجازت اپنے والد گرامی حضرت خواجہ احمد ابدال قدس اللہ سرہ سے پہنا تھا جو سلطان فرسنافہ کے فرزند تھے سلطان فرسنافہ چشت کے والی وحاکم تھے سلطان فرسنافہ کی بہن ایک بہت ہی صالحہ خاتون تھیں۔ حضرت شیخ ابواسحاق شامی کبھی کبھی آپ کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ نے ان کو بشارت دی تھی کہ اُن کے بھائی (سلطان فرسنافہ) کے یہاں ایک فرزند پیدا ہونے والا ہے چنانچہ ۲۶۰ھ میں جبکہ معتصم باللہ خلیفہ عباسی کا دور ملوکیت تھا، خواجہ احمد متولد ہوئے سلطان فرسنافہ کی صالحہ بہن نے آپ کی پرورش فرمائی۔ خواجہ احمد ابدال نے ۳۵۵ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے خرقہ ارادت واجازت حضرت خواجہ ابواسحاق قدس اللہ سرہٗ سے پہنا تھا۔ آپ کا مزار مبارک عکہ (شام) میں ہے۔ خواجہ ابواسحاق نے خرقۂ ارادت واجازت قطب المتقد مین حضرت علو دینوری سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ علو دینوری نے خرقۂ ارادت واجازت حضرت ہبیرہ بصری سے اور انہوں نے خرقۂ ارادت حضرت حذیفہ مرعشی سے اور انہوں نے خرقۂ ارادت واجازت تارک مملکت وسلطنت حضرت ابراہیم ادہم قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت ابراہیم ادہم نے خرقۂ ارادت واجازت حضرت فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت عبدالواحد بن زید سے اور انہوں نے رئیس التابعین حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہٗ نے خرقۂ ارادت واجازت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے پہنا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خرقۂ ارادت واجازت سید المرسلین وخاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔

---

۱ مرآۃ الاسرار کے مطابق آپ کا وصال ۴۲۱ھ میں ہوا۔

شجرۂ دوم۲
سلسلۂ قادریہ غوثیہ

اس شجرہ کی بناء (بنیاد) حضرت غوث الثقلین قطب ربانی محبوب سبحانی میر سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

حضرت والا کی کنیت ابومحمد ہے۔ آپ کی علوی اور حسنی نسبت ہے۔ آپ حضرت ابوعبداللہ صومعی کے نواسے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی الخیرات الجبار فاطمہ بنت عبداللہ صومعی ہے۔ آپ کی ولادت ۴۷۱ھ اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ابھی میں کم سن تھا کہ عرفہ کے روز میں جنگل کی طرف نکل گیا وہاں میں نے ایک گائے کی دُم پکڑ لی تا کہ کھیت میں ہل چلاؤں۔ اس گائے نے اپنا منہ میری طرف کر کے کہا کہ ''اے عبدالقادر! کیا تم کو اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور کیا تم کو اسی کام کے لئے حکم دیا گیا ہے،،؟ میں یہ آواز سن کر ڈر گیا اور وہاں سے گھر واپس آ گیا میں مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ تب میں نے دیکھا کہ حاجی عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں نیچے اترا اور اپنی والدہ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کے لئے آزاد کر دیجئے اور اجازت دیجئے تا کہ میں بغداد جا کر علم حاصل کروں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ محترمہ نے اس تبدیلی اور تغیر خاطر کا سبب دریافت کیا میں نے تمام ماجرا والدہ سے بیان کر دیا۔ وہ سن کر رونے لگیں، پھر اُٹھ کر گئیں اور اسی (۸۰) دینار نکال کر لائیں۔ جو کہ میرے والد مرحوم کا ترکہ تھا۔ اس میں سے چالیس دینار انہوں نے میرے بھائی کے حصے کے نکال لئے اور باقی چالیس دینار میرے جامہ میں بغل کے نیچے سی دیئے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے سفر کی اجازت مرحمت فرمائی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ ہر حال میں سچ بولوں گا۔ پھر وہ مجھے رخصت کرنے باہر تک آئیں اور فرمایا کہ اے فرزند! جاؤ کہ میں نے خدا کے لئے تم سے ترک تعلق کر لیا۔ اب قیامت تک تمہارا منہ نہ دیکھ سکوں گی۔

میں ایک چھوٹے سے قافلہ کے ساتھ بغداد کو روانہ ہو گیا۔ ہم ابھی ہمدان سے کچھ آگے بڑے تھے کہ ساٹھ سواروں کا ایک جتھا جنگل سے نکل آیا اور قافلہ والوں کو پکڑ لیا۔ لیکن مجھ سے کسی نے تعرض نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد اُن میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ اے فقیر! تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ اُس نے کہا کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے جامہ میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں وہ شخص یہ سمجھا کہ میں اُس سے مزاحاً یہ بات کہہ رہا ہوں۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا پھر ایک دوسرا شخص (ڈاکو) میرے پاس آیا

اس نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا اور میں نے وہی جواب دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا۔ یہ بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ دونوں اپنے سردار کے پاس پہونچے اور جو کچھ مجھ سے سنا تھا اس کو بتایا۔ اس سردار نے مجھے بلایا۔ یہ لوگ ایک ٹیلے پر بیٹھے ہوئے لوٹ کا مال تقسیم کر رہے تھے۔ سردار نے مجھ سے کہا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے؟ میں نے کہا کہ چالیس دینار ہیں میرے جامہ میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتارو۔ انہوں نے میرے کپڑے اتارے جس طرح میں نے ان کو بتایا تھا وہ چالیس دینار میرے جامہ کی بغل سے برآمد ہوگئے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ اس اقرار پر تجھے کس نے مجبور کیا کہ تو نے بتا دیا کہ تیرے جامہ کی بغل کے نیچے دینار سلے ہوئے ہیں میں نے اُس کو بتایا کہ میری ماں نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں ہر حال میں سچ بولوں گا پس میں نے ان کے عہد میں خیانت نہیں کی اور سچ بتا دیا۔ یہ سنکر وہ سردار رونے لگا اور بولا کہ میں تو اتنی مدت سے اپنے پروردگار کے عہد میں خیانت کر رہا ہوں۔ یہ کہکر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اس کے دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ اے سردار تم ڈاکہ اور چوری کے معاملات میں ہمارے سردار رہے ہو اب توبہ میں بھی تم ہمارے پیشوا اور سردار ہو۔ اس طرح اس کے تمام ساتھیوں نے بھی میرے ہاتھ پر توبہ کی اور جس قدر مال قافلہ کا لوٹا تھا وہ سب کا سب واپس کر دیا۔ سب سے پہلے میرے ہاتھ پر توبہ کرنے والے یہی لوگ تھے۔

حضرت والا ۴۸۸ھ میں بغداد پہنچے اور پوری توجہ کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔ طریقت وتصوف میں آپ کی نسبت دو سلسلوں پر منتہی ہوتی ہے ایک تو حبیب عجمی پر اور دوسری امام موسیٰ کاظم پر۔ (ایک نسبت اس طرح ہے)

ابوعبدالقادر بن ابی صالح بن عبداللہ الجیلی۔ آپ نے حضرت شیخ ابوسعید مبارک بن علی مخزومی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الھنکاری سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ ابی الفرح الطرطوسی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے خرقۂ ارادت شیخ ابی الفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی سے پہنا اور انہوں نے شیخ ابوبکر شبلی سے خرقہ پہنا اور شیخ ابوبکر شبلی نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ سری سقطی سے۔ انہوں نے حضرت معروف کرخی سے اور انہوں نے امام داؤد طائی سے خرقۂ ارادت پہنا۔ حضرت داؤد طائی نے حضرت حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ سے خرقۂ ارادت پہنا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا دوسرا سلسلۂ ارادت و بیعت جو سادات کا سلسلہ ہے اس طرح ہے:۔

آپ کا سلسلہ شیخ ابوسعید مخزومی سے بصورت عن فلان عن فلان سید الطائفہ جنید بغدادی تک اسی طرح ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور حضرت جنید بغدادی نے شیخ سری سقطی سے اور شیخ سری سقطی نے حضرت معروف کرخی سے اور انہوں نے حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا سے اور انہوں نے اپنے والد موسیٰ الکاظم سے انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے اور انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد امام حسین سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) سے خرقۂ ارادت حاصل کیا۔

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد کی نسبت خرقہ اس طرح ہے کہ:

حضرت غوث الثقلین سے ان کے فرزند صالح حضرت سید عبدالرزاق نے خرقہ پہنا اور سید عبدالرزاق سے ان کے فرزند صالح ابی صالح نے اور ابی صالح سے ان کے فرزند صالح کبیر ابی نصیر محی الدین نے اور اُن سے اُن کے فرزند صالح احمد بن محمد نے اور اُن سے انکے فرزند صالح حسن الشریف نے خرقہ پہنا۔ حسن الشریف سے ان کے فرزند صالح محمد الشریف نے خرقہ پہنا اور اُن سے ان کے فرزند صالح حضرت علی الشریف نے خرقہ پہنا۔ اُن سے ان کے فرزند صالح موسیٰ الشریف نے خرقہ پہنا اور ان سے ان کے فرزند صالح محمد حسین الشریف نے خرقہ پہنا اور ان سے ان کے فرزند صالح احمد بن حسین الجیلی نے خرقہ پہنا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صالح احمد بن حسین الجیلی سے ان کے فرزند نور العین اعز وارشدار جمند سید عبدالرزاق کو نسبت حاصل ہوئی۔

شیخ محی الدین ابن عربی

صاحب فصوص کی نسبت خرقہ دو ہیں ایک حضرت غوث الثقلین سے ایک واسطہ سے بذریعہ شیخ محمد یونس قصار ہے اور دوسری نسبت حضرت خضر علیہ السلام کو ایک واسطہ سے پہنچتی ہے۔ جیسا کہ خود حضرت شیخ نے فرمایا ہے۔

نسبت هذالخرقة المعروفة من يدابى الحسن على بن عبدالله بن الجامع ببستانه بالمقلى خارج الموصل سنه احدى وستمايته ولبسها ابن الجامع من يدالخضر عليه السلام وفى الموضع الذى البسه الخضر اياهاالبسها ابن جامع على تلك الصررة من غيرزيادة ونقصان.

ترجمہ:۔ میں نے یہ مشہور خرقہ شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن الجامع کے ہاتھ سے ان کے باغ مقلی جو مضافات موصل میں ہے ۶۰۱ھ میں پہنا اور ابن جامع نے خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے پہنا اور جس جگہ خضر علیہ السلام نے ان کو خرقہ پہنایا تھا اسی موضع میں انہوں نے مجھے پہنایا، اسی صورت میں بغیر کسی زیادتی اور نقصان کے۔

اور ایک دوسری نسبت بغیر واسطہ کے حضرت خضر علیہ السلام تک پہنچتی ہے جیسا کہ خود انہوں نے فرمایا **صحبت اناوالخضر عليه السلام وتادبت به واخذت عنه وصايا كثيرة.**

ترجمہ:۔ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت حاصل کی اور ان سے ادب حاصل کیا اور ان سے بہت وصیتیں حاصل کیں۔

صاحب فصوص الحکم کے مآثر کی شرح اور اصحاب خصوص کے اس پیشوا کے مکارم کا بیان اور اسکی تفصیل بیان کے احاطہ میں نہیں آسکتی اور نہ صحائف روزگار میں تحریر کی جا سکتی ہے۔ آپ نے اپنی تصانیف میں اسقدر حقائق ومعارف بیان کئے ہیں کہ صوفیائے کرام میں کسی دوسرے سے یہ کام نہیں ہو سکا ہے اور نہ کسی کتاب میں ایسے معارف وحقائق پائے گئے ہیں۔

مثنوی

زہی آں قدوہ ارباب توحید خہی آن زبدۂ اصحاب تفرید

در دریایٔ تحقیق ومعارف خورخضرایٔ ارشاد وعوارف

محی الحق والدین کان اسرار پناہ زمرۂ ابرادرواحرار

فصوص معرفت ازمعدن اور بجوہریان رسید از مخزن او

جہان را واردات اداز فتوحات زنقذ جوہر کان کرامات

ملوکان صفارا مخزنی نیست کہ پُرازمعدن آن جوہری نیست

بردی ساکنان وحدت آباد درتوحید وزتفرید بکشاد

زہی خضرو سکندرذات پاکش کہ مجری آب حیوانست خاکش

زدریایٔ حضور ش بحرقطرہ زنورش لمعۂ خورشید ذرّہ

زلطف لانہایت دربدایت شدہ خاتم ولایت ازعنایت

نوٹ:۔ یہ تمام اشعار حضرت شیخ محی الدین ابن عربی المعروف بہ شیخ اکبر نوراللہ مرقدہ کی تعریف میں ہیں اوران اشعار میں آپ کی مشہور کتابوں میں فصوص الحکم اورفتوحات مکیہ کا ذکر بہت ہی خالص انداز اورصفت ایہام وتوریہ میں کہا گیا ہے، تمام اشعار جامع ملفوظات شیخ نظام غریب یمنی کی طبع کا نتیجہ ہیں ان کوحضرت قدوۃ الکبرا سے منسوب نہ کیا جائے۔ مترجم

ترجمہ مثنوی:۔ ۱۔ آپ ارباب توحید کے پیشوا ہیں آپ کا کیا کہنا اورآپ اصحاب تفرید میں منتخب ہیں

۲۔ تحقیق ومعارف کے آپ موتی ہیں اورارشادوعوارف کے آسمان کا سورج ہیں۔

۳۔ آپ کا نام نامی محی الدین ہے آپ اسرار معرفت کی کان ہیں اورتمام ابرارواحراء کی پناہ۔

۴۔ معرفت کے یہ نگینے جوفصوص الحکم کے نام سے مشہور ہیں آپ ہی کی کان کے نگینے ہیں جواُن کے خزانے سے نکل کرزمانے کے جوہریوں کے پاس پہونچے ہیں۔

۵۔ تمام زمانے کیلئے آپ کی واردات جوفتوحات مکیہ میں بیان کی گئی ہیں وہ کان کرامات سے نکلے ہوئے جواہر ہیں

۶۔ صفائے باطن کے بادشاہوں (صوفیائے کرام) کے پاس ایسا کوئی خزانہ نہیں ہے جوان جواہر سے پُر نہ ہو۔

۷۔ دنیائے وحدت کے رہنے والوں کے لئے آپ نے تفرید سے توحید کا دروازہ کھول دیا ہے۔

۸۔ آپ کی ذات پاک سے آب حیات کا ظہور ہوتا ہے جس سے خضروسکندر فیضیاب ہوتے ہیں۔

۹۔ آپ کے دریائے حضوری کے لئے سمندر ایک قطرہ کی طرح ہے اورآپ کے نورمعرفت کے مقابل میں خورشید ایک ذرّہ کی طرح ہے۔

۱۰۔ خداوند تعالیٰ کے لطف لانہایت سے آپ سلوک ومعرفت کی ابتداء ہی میں خاتم ولایت کے منصب پر فائز ہوگئے تھے۔

حضرت شیخ محی الدین بلاد اندلس میں ۱ ۲۷رمضان المبارک ۵۶۰ھ شب دوشنبہ کو پیدا ہوئے اور آپ کا وصال ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ میں شب جمعہ کو دمشق میں ہوا اور آپ کو القونیوی کے باہر دفن کیا گیا، اب یہ جگہ صالحیہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ صدرالدّین محمد بن اسحاق القونیوی

آپ کی کنیت ابوالمعالی ہے۔ شیخ صدرالدین علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، چاہے عقلی ہوں یا نقلی، آپ کے اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے درمیان سوال و جواب کا سلسلہ بہت مشہور ہے۔

مولانا قطب الدین المعروف بہ علامہ شیرازی علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں اور کتاب جامع الاحوال اپنے قلم سے لکھ کر آپ کے سامنے پڑھی ہے اور وہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ مولانا صدرالدین شیخ اکبر کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ شیخ اکبران کو شیخ کبیر فرماتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی سے منقول ہے کہ وہ (شیخ صدرالدین) شیخ محی الدین ابن عربی کے پسر متبنیٰ تھے۔ حضرات صوفیہ میں سے شیخ مویدالدین جندی، مولانا شمس الدین ایکی شیخ فخرالدین عراقی اور شیخ سعیدالدین فرغانی قدس اللہ ارواحہم اور بعض دوسرے اکابر صوفیہ نے آپ کے حجرے میں آپ سے تربیت پائی ہے اور آپ کی صحبت میں کمال حاصل کیا ہے۔ شیخ سعدالدین حموی کی صحبت میں آپ بہت زیادہ رہے ہیں۔ ان سے آپ نے بہت سے سوالات بھی کئے ہیں شیخ صدرالدین کو بعض مشاہدات میں ابتداء سے انتہا تک جو کچھ ان کو پیش آنے والا ہے سب دکھا دیا گیا تھا۔

جب شیخ اکبر قونیہ میں آئے تو شیخ صدرالدین کے والد کی وفات کے بعد ان کو والدہ شیخ محی الدین ابن عربی کے حبالۂ عقد میں آ گئیں جس کی وجہ سے آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کی خدمت اور صحبت میں پرورش پائی۔ آپ شیخ کے کلام کے ناقد اور شارح ہیں مسئلہ وحدت الوجود میں شیخ کا مقصود اس طرح کہ عقل اور شرح کے مطابق ہو، آپ کی تحقیقات کے تتبع کے بغیر سمجھنا مشکل ہے۔

آپ کی تصنیفات بہت ہیں منجملہ ان کے تفسیر سورۂ فاتحہ مفتاح الغیب، فصوص، فکوک، شرح حدیث ہیں۔ کتاب نفحات الٰہیہ میں انہوں نے اپنی واردات کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کے کمالات کا پتہ چلتا ہے، آپ کے اور مولانا جلال الدین رومی کے مابین بڑی خصوصیت اور یگانگت تھی۔ ایک بار شیخ شرف الدین قونیوی نے شیخ صدرالدین کبیر سے پوچھا کہ کہاں سے کہاں تک اور ان دونوں کے درمیان حاصل کیا ہے؟ جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

''علم سے موجودات خارجیہ تک اور اس میں حاصل یہ ہے کہ نسبت جامعہ کی تجدید ہو جائے جو جانبیں میں ظاہر ناظر دو حکم کی ہیں۔''

شیخ مویدالدین جندی

آپ شیخ صدر الدین قونیوی کے مخلص اور مخصوص احباب میں سے تھے۔ آپ نے ظاہری و

---

۱ بعض کتابوں میں آپ کی تاریخ ولادت ۱۷ رمضان المبارک لکھی گئی ہے۔

باطنی علوم کی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی ہے۔ شیخ موید الدین جندی نے شیخ اکبر (شیخ محی الدین ابن عربی) کی بعض تصنیفات جیسے فصوص الحکم، مواقع النجوم کی شرح لکھی ہے بعد میں فصوص الحکم کی جسقدر شرحیں لکھی گئی ہیں انکا ماٰخذ یہی شرح ہے اوراس سے بہت سے حقائق ودقائق کا اظہار ہوتا ہے۔

شیخ موید الدین جُندی اس سلسلہ میں خود فرماتے ہیں کہ میری شرح کا خطبہ حضرت شیخ کبیر نے تحریر فرمایا ہے۔ اس اثناء میں آپ نے مجھ پر ایسا تصرف فرمایا کہ کتاب فصوص الحکم کے تمام مباحث ومطالب مجھ پر واضح ہوگئے۔ شیخ ابن الفارض کی طرح حقائق ومعارف کے بیان میں اس شرح میں ان کے عربی اشعار بھی لطیف ہیں۔

اسی طرح کچھ اشعار شیخ فخر الدین عراقی نے اپنی کتاب لمعات میں نقل کئے ہیں۔

شعر

البحر بحرٌ علیٰ ما کان فی قدم	ہے بحر، بحر وہی جو کہ آپ سے پہلے تھا
ان الحوادث امواج وانهار	جوادثات زمانہ ہیں، موجیں اور نہریں
لایحجبنک اشکال تشاکلها	کہیں حجاب نہ بن جائیں خالق کونین
عمن تشکل فیها وهی استاد	یہ رنگارنگ صور اور یہ مختلف شکلیں

آپ نے قصیدہ تائیہ فارضیہ کا جواب بھی لکھا ہے (یعنی اسی طرز میں قصیدہ لکھا ہے)

شیخ سعید الدین فرغانی

شیخ کبیر (صدرالدین قونیوی) کے مخلص اصحاب میں سے ہیں۔ علوم غریبہ اور مصطلحات عجیبہ سے بہرہ وافر رکھتے ہیں۔ قصیدہ تائیہ فارضیہ کی بہت ہی اعلیٰ پایہ کی شرح آپ نے لکھی ہے۔ ایک اور تصنیف منہاج العباد الی المعاد کے نام سے ہے۔ مذاہب آئمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اس کا موضوع ہے۔ اس راہ کے راہرؤوں کو اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے بلکہ بہت اہم اور ضروری ہے ان کو نسبت خرقۂ سلوک شیخ کبیر سے حاصل ہے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔ اور ان کے خرقۂ اورادت کی نسبت حضرت شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی سے ہے (شیخ کبیر سے خرقۂ تبرّک حاصل کیا ہے اور خرقۂ ارادت وخلافت شیخ نجیب الدین علی بزغش شیرازی سے) شیخ نجیب الدین علی بزغش نے خرقۂ ارادت شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردی) سے اور انہوں نے اپنے عم بزرگ شیخ نجیب الدین سہرردی سے۔ شیخ الشیوخ کی نسبت خرقہ ان کے دو چچاؤں سے ہے۔ ایک تو یہی شیخ نجیب الدین سہرردی سے اور دوسرے شیخ وجیہہ الدین سے ہے اور آپ کی نسبت خرقہ قاضی وجیہہ الدین سے بھی بتاتے ہیں۔ اس سلسلہ کے باقی واسطوں کو حسب موقع بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

شیخ ابُومحمد عبدالرحمٰن الطفونجی

شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مقام طفونج (بغداد کے نزدیک ایک مقام) کے رہنے والے تھے ایک روز یہ منبر پر آئے اور کہا **انابین الاولیاء کالکرکی بین الطیور اطولهم عنقاء.** (میں اولیاء اللہ کے درمیان ایسا ہوں جیسے پرندوں میں کلنگ کہ اس کی گردن سب سے لمبی ہوتی ہے)

ذکراصحاب غوث الصّمد انی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

شیخ ابوعمرحریفینی

غوث الثقلین کے مخلص اصحاب میں سے ہیں ان کے تائب ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ تیز ہوا میں کبوتروں کا ایک غول گذررہا ہے۔ایک کبوتر نے کہا

سبحان من عندہٗ خزائن کل شیء و ماینزلہ الابقدرمعلوم

ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں وہ ان کو ایک معلوم انداز کے مطابق اتارتا ہے دوسرے کبوتر نے کہا:

سبحان من اعطیٰ کل شیء خلقه ثم هدیٰ

ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر شے کو وجود بخشا اور پھر اس کی رہنمائی فرمائی۔تیسرے کبوتر نے کہا:

سبحان من بعث الانبیاء حجته علےٰ خلقه وفضل علیهم محمدًا

ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس نے انبیاء کو مبعوث فرمایا کہ مخلوق پر اس کی حجت بنیں۔اوران سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضلیت بخشی۔

ایک اور کبوتر نے کہا:۔

کل مافی الدنیا باطل الاّماکان اللّٰه ورسولهٗ

ترجمہ:۔ جوکچھ دنیا میں ہے وہ باطل ہے سوائے اس کے جو کچھ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے۔

ایک اور کبوتر نے کہا:۔

یااھل الغفلة عن مولکم قوموا الیٰ ربکم.

ترجمہ:۔اپنے مالک سے اے غافل رہنے والو! اپنے پروردگار کی طرف کھڑے ہوجاؤ

(آپ کہتے ہیں کہ) ان کبوتروں کی حمد وثنا سنکر میں خواب غفلت سے بیدار ہوا اور میری حالت میں عجیب انقلاب برپا ہوگیا، میرا دل دونوں جہان کی آرزدؤں سے سرد ہوگیا میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ میں خود کو ایسے شخص کے حوالہ کروں گا جو حق کا راستہ دکھائے ہیں اسی خیال میں چلاجارہا تھا کہ ایک نورانی چہرے والا شخص نمودار ہوا اور اس نے میرا نام لے کر السلام علیکم کہا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اس کے بعد میں نے اس شخص کا دامن پکڑلیا اور اس کو قسم دے کر کہا کہ بتاؤ تم کون ہو اور تم کو میرا نام کسطرح معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا کہ میں خضر ہوں میں شیخ عبدالقادر کے پاس بیٹھا ہوا تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابوالعباس! کل رات مقام صدیقین میں ایک شخص کے اندر جذبۂ خدا پرستی پیدا ہوا ہے اس کے اس جذبہ کو بارگاہ الٰہی میں قربت حاصل ہوگئی ہے اور بالائے ہفت آسمان سے اسکو مرحبا کہا گیا ہے۔اس نے اپنے دل میں یہ عہد کرلیا ہے کہ وہ خود کو کسی شیخ کے سپرد کرے گا آپ جایئے اور اسکو میرے پاس لے آیئے چنانچہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھکر

فرمایا خوش آمدید اے وہ کہ جس کے دل میں پرندوں کی زبان سے تسبیح سن کر جذبۂ خداطلبی پیدا ہوا ہے پھر آپ نے مجھے یہ بشارت دی کہ عبدالغنی ابن نقطہ نامی شخص تمہارا مرید ہوگا جو ایک بہت بڑا ولی اللہ ہوگا یہ ارشاد فرما کر کلاہ طاقیہ میرے سر پر رکھی جس کی خنکی میں نے اپنے دماغ میں محسوس کی اور دماغ سے دل تک اسکی ٹھنڈک پہنچی اور دماغ سے دل تک عالم ملکوت کا حال مجھ پر منکشف ہوگیا۔

شیخ بقابن بطور

آپ حضرت غوث الثقلین کے معاصرین میں سے تھے آپ سے اسقدر حقائق ومعارف ظہور میں آئے جن کی شرح ناممکن ہے شیخ بقابن بطور کی نسبت ارادت وخلافت کے بارے میں بات تحقیق تک نہیں پہنچ سکی ہے۔

شیخ قضیب البان الموصلی

آپ کبراء متقدمین اور کاملین روزگار میں سے تھے۔حضرت غوث الثقلین کے مریدوں میں سے ہیں ان کو کشف صوری میں اسقدر قدرت حاصل تھی کہ مختلف صورتوں میں آجاتے تھے اور بیک وقت کئی جگہوں پر موجود رہتے تھے۔لوگوں نے حضرت غوث الثقلین کے سامنے عرض کیا کہ شیخ قضیب البان نماز نہیں پڑھتے ،حضرت غوث الاعظم نے سن کر فرمایا کہ ہائیں، ہائیں! ایسا مت کہو کہ اس کا سرتو ہمیشہ سجدے میں رہتا ہے۔

شعر

بظاہر گرنباشد درعبادت
چہ شد درسرعبادت کروعادت

ترجمہ:۔اگر ظاہراً عبادت نہیں کی تو کیا ہوا۔چونکہ اُسے مخفی عبادت کی عادت ہوگئی ہے۔

شیخ ابن القائد

شیخ محمد الاوانی المعروف بہ ابن القائد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدوں میں سے تھے انکو مفرد الحضرت بھی کہا جاتا ہے آپ مفردان میں تھے۔منصب افراد پر فائز تھے۔

شیخ ابوالسعود بن الشبل

آپ بھی حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں سے تھے۔

شیخ ابومدین المغربی

آپ کا نام نامی شعیب بن حسین ہے اور آپ ابومدین مغربی کے نام سے مشہور ہیں یہ گروہ صوفیہ کے مقتدیٰ ہیں۔آپ کی صحبت میں بہت سے مشائخ درجۂ کمال کو پہنچے ہیں ان ہی شیوخ میں سے ایک حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ہیں۔امام عبداللہ یافعی کہتے ہیں کہ یمن کے اکثر شیوخ شیخ عبدالقادر جیلانی سے نسبت رکھتے ہیں اور بعض کی نسبت شیخ ابومدین سے ہے۔ان شیخ ابومدین کو شیخ مغرب کہا جاتا ہے اور حضرت غوث الثقلین شیخ مشرق ہیں

شیخ ابوالعباس بن العریف الاندلسی

آپ کے بارے میں صاحب فتوحات مکیہ اپنے شیخ سے یہ واقعہ سناتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن میں اپنے شیخ ابن عریف سے رخصت ہوکر جنگل میں سیر کے لئے نکل گیا میں جس گھاس یا درخت کے پاس پہونچتا تو وہ کہتا (کہتی) کہ مجھے لے لو، (حاصل کرو) کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں۔اس طرح ہر ایک گھاس نے مجھے اپنے بارے میں بتایا میں نے یہ ماجرا اپنے شیخ

سے بیان کیا (یعنی ابن عربی کے شیخ نے ابن عریف سے یہ بات بیان کی) تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کی ہے اب تم وہاں پر جاؤ اگر اس مرتبہ بھی گھاس پھونس تم سے ہم کلام ہوں تو سمجھنا کہ تمہاری توبہ قبول نہیں ہوئی۔ یہ شیخ کے ارشاد کے بموجب جب جنگل میں پہونچے تو اس مرتبہ کسی چیز یا گھاس نے ان سے کلام نہیں کیا، یہ بہت شرمائے اور اپنے شیخ سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ تمہاری توبہ قبول کر لی گئی ہے اور یہ اسکی نشانی ہے۔ آپ کا انتقال ۵۳۶ھ میں ہوا۔

شیخ ابو الرّبیع الکفیف

شیخ ابوالربیع الکفیف المالقی، شیخ ابوالعباس ابن العریف کے مرید تھے۔

شیخ ابن الفارض

شیخ ابن الفارض الحموی المصری قدس اللہ سرہٗ کی کنیت ابوالحفص ہے۔ مصر میں آپ پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد مصر کے اکابر علماء میں سے تھے۔ شیخ ابن الفارض کا ایک دیوان ہے جو معارف وفنون لطائف پر مشتمل ہے ان قصائد میں سے ایک قصیدۂ تائیہ ہے جو سات سو پچاس اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ مشائخ کرام میں بہت ہی مشہور ومعروف ہے (تائیہ ابن الفارض کہلاتا ہے) اسی طرح علم وفضل والوں میں بھی اسکی شہرت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس قصیدے میں شیخ نے سیر وسلوک کے تمام منازل، علوم دینیہ کے جمیع حقائق ومعارف یقینیہ خود اپنے ذوق سے اور دوسرے مشائخ عظام وا کابر صوفیہ کے معارف وارادات کو اس میں جمع کر دیا ہے اور ان حقائق ومعارف کو ایسی خوبی اور عمدگی کے ساتھ نظم کیا ہے کہ یہ بات کسی دوسرے کو میسر نہ آسکی اور ارباب فضل وہنر میں سے کسی کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ نوع بشر سے اکثر کا مقدور نہیں ہے کہ ایسا قصیدہ کہہ سکے۔

شعر

من کل لطف فیه لفظ کاشف فی کل معنی منه حسن باهر
بحر ولکن الطفادة عنبر مزن ولکن الغیوب جواهر

ترجمہ:۔ اس میں جو لفظ ہے وہ کاشف ہے ہر معنی میں ہر لطف کا اور اس میں حسن ظاہر بھی ہے۔ یہ بحر ہے لیکن خرمن آفتاب عنبر ہے، باران ہے لیکن اس کے جواہر چھپے ہوئے ہیں۔

شیخ ابن الفارض رضی اللہ عنہ اس قصیدہ کے بارے میں کہتے تھے کہ جب میں قصیدہ تائیہ مکمل کر چکا تو خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ

''اے عمر! تم نے قصیدہ کو کس نام سے موسوم کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اس کا نام لوائح الجنان وروائح الایقان رکھا ہے۔،،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں بلکہ تم اس کا نام ''نظم السلوک،، رکھو۔

پس میں نے اس کا یہی نام رکھا ہے۔

منقول ہے کہ یہ قصیدہ شعر وقانون فکر کے تحت نہیں کہا گیا ہے (جیسا کہ عام طور پر شعر کہا جاتا ہے) بلکہ آپ پر جذبۂ محبت وعشق الٰہی طاری ہوتا تھا اور آپ اس جذبہ کے تحت دس دس، بارہ بارہ دن تک اپنے حواس سے غائب

رہتے تھے اس کے بعد جب ہوش وحواس میں آتے تھے تو بے اختیار اشعار لکھتے چلے جاتے تھے اور اس طرح تیس چالیس اشعار لکھ لیتے تھے پھر آگے بھول جاتے تھے۔ اسکے بعد پھر ایسا ہی جذبہ طاری ہوتا اور پھر ہوش میں آتے تو پھر اس طرح اشعار لکھتے چلے جاتے تھے۔ پس یہ پورا قصیدہ واردات الٰہی اور الہامات نامتناہی کے تحت کہا گیا ہے۔ اکثر اکابر روزگار نے اس قصیدے کی شرحیں لکھی ہیں۔

شیخ صدرالدین قونیوی کی مجلس میں علماء اور طلبا حاضر ہوتے تھے اور مختلف علوم پر گفتگو ہوتی تھی اختتام پر قصیدہ نظم السلوک کے بعض اشعار پڑھے جاتے تھے شیخ برہان الدین عجمی زبان میں اشعار کی تشریح میں ایسے ایسے عجیب وغریب معارف بیان فرماتے تھے کہ اُن کو صرف ذوق ووجدان رکھنے والے حضرات ہی سمجھ سکتے تھے اور دوسروں کے بس کی بات نہیں ہوتی تھی، اشعار کے معانی بیان کرتے وقت ہر لحظہ اور ہر آن ایک نئے معانی آپ کو وارد ہوتے تھے حضرت نام حضرت امام عبداللہ یافعی کو آپ کا یہ شعر بہت پسند تھا

شعر

ھنیئًا لاھل الدیر کم سکروابھا

وما شربوامنھا ولکنّھم ھموا

ترجمہ:۔ اے شراب خانے کے لوگو! تم نے کس قدر شراب پی ہے حالانکہ انہوں نے شراب نہیں پی ابھی اس کا ارادہ ہی کیا ہے۔

شیخ برہان الدین اپنے کچھ اصحاب کبار کے ساتھ ان کے مرقد کی زیارت کے لئے گئے تو دیکھا کہ آپ کی قبر کے چاروں طرف مٹی کے انبار لگے ہیں آپ ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے اور یہ شعر پڑھا

شعر

مساکن اھل العشق حتیٰ قبورھم

علیھا تراب الذل بین المقابر

ترجمہ:۔ اہل عشق کے مسکن یہاں تک کہ ان کی قبروں پر بھی خواری کی مٹی کے ڈھیر ہیں دوسری قبروں کے درمیان پھر آپ نے اردگرد اور قبر سے مٹی صاف کی۔ اس مٹی کو اپنے دامن میں بھر بھر کر دوسری جگہ ڈالا اور اسطرح قبر کو مٹی سے بالکل پاک وصاف کردیا۔

شیخ ابن فارض رضی اللہ عنہ نے ۲ جمادی الاوّل ۶۳۲ھ کو انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ حمّاد دبّاس

حضرت شیخ حمّاد دبّاس رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الثقلین کے مشائخ میں سے تھے۔ آپ بالکل ان پڑھ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے معارف واسرار کے دروازے آپ پر کھول دیئے تھے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے ایام جوانی تھے جب آپ شیخ حمّاد دبّاس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت غوث الثقلین بڑے ادب کے ساتھ آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ اُٹھ کر کسی ضرورت سے باہر گئے تو شیخ حمّاد نے

فرمایا کہ اس عجمی شخص کا قدم اس کے وقت میں تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔ چنانچہ کچھ مدت گذر جانے کے بعد تمام اولیاء اللہ کی گردنیں آپ کے زیرِ قدم تھیں (اور حضرت حمّاد کا وہ اشارہ اور پیشگوئی ہو کر رہی)

شیخ حمّاد دبّاس رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ رمضان ۵۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔

شجرۂ سوئم

سلسلۂ کبرویہ

سلسلۂ کبرویہ کا منشاد مبنیٰ جو حضرت شیخ الشیوخ ابونجیب الدین سہروردی تک مسلسل پہنچتا ہے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ ہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کی کنیت ابوالجناب ہے اور آپ کا نام نامی احمد عمر الخیوفی ہے اور لقب کبریٰ ہے۔ اوّلاً آپ میں جو جذبہ پیدا ہوا وہ بابا فرخ تبریزی کا فیضِ نظر تھا، پھر آپ حضرت شیخ اسماعیل قصری کے مُرید ہوگئے اور آپ ہی سے تربیت سلوک حاصل کی۔ پھر ان کے اشارے کے بموجب آپ حضرت شیخ عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں مزید تربیت حاصل کی۔ بعدازیں سلوک راہ الٰہی کی تحصیل و تکمیل اور مقامات نامتنا ہی پر عبور حضرت شیخ روز بہان کبیر کی خدمت میں میّسر ہوا اس کی تفصیل اس ''ملوفاظات،، میں دوسرے مقام پر کی گئی ہے۔

حضرت شیخ روز بہان کبیر کو بھی حضرت ابوالنجیب سہروردی سے نسبت ہے۔ چنگیز خان لعین کا خروج آپ (نجم الدین کبرا) ہی کی بددُعا کے نتیجے میں ہوا۔ جس نے ربع مسکون کی اکثر عمارتوں کو برباد کرڈالا اور شہر کے شہر ویران کردیئے۔ شیخ نجیب الدین کبریٰ کی شہادت پانے کا موجب بھی وہی لعین ہوا۔ اکثر مقتدایان روزگار و پیشوایان نامدار آپ سے نسبت رکھتے ہیں اور بہت سے اکابر و اماثر آپ کی تربیت سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ آئندہ ان کا ذکر کیا جائیگا۔ آپ کی شہادت کا واقعہ ماہ ربیع الآخر ۶۱۸ھ میں پیش آیا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ کی دوسری نسبت شیخ ابوالنجیب سہروردی سے شیخ عمار یاسر کے واسطہ سے ہے، شیخ روز بہان کے واسطہ سے نہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کی کیفیت یہ تھی کہ اُن پر جب حال اور جذبہ طاری ہوتا اور اس وقت کوئی اُن کی نظروں میں آجاتا تو اُن سے فیضیاب ہوتا اور ولایت کی حد تک پہنچ جاتا تھا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ کو ایک نسبت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بغیر واسطہ کے حاصل ہے۔

ذکر خلفائے شیخ نجم الدّین کبریٰ

شیخ سعدالدین حموی

شیخ سعدالدین حموی شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں۔ آپ صاحب احوال و صاحب ریاضت تھے۔ آپ کے بہت سے اصحاب و مریدین تھے۔ آپ کی تصانیف بھی ہیں آپ کا مسکن قاسیون تھا مدت تک وہاں رہے۔ پھر آپ خراسان واپس آگئے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

آپ علوم ظاہری و باطنی میں اپنے زمانہ میں یگانہ تھے، آپ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں کتاب محبوب اور سجنجل الارواح مشہور ہیں۔ آپ نے اپنی تصانیف میں رمزیہ کلام، مشکل کلمات اور اشکال و دوائر بہت پیش کئے ہیں جن کی بناء پر عقل وفکر ان کی عقدہ کشائی سے عاجز ہے۔ آپ شیخ صدرالدین قونیوی کے معاصرین میں سے ہیں۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور آپ کی وفات بروز عیدالاضحیٰ (۱۰ ذی الحجہ) ۶۲۵ھ میں ہوئی۔

شیخ مجد دالدّین بغدادی

شیخ مجددالدین بغدادی کی کنیت ابوسعید تھی اور نام نامی مجدد الدین شرف المویدبن ابی الفتح بغدادی تھا۔ بغداد آپ کا مولد و وطن تھا، آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں بلکہ انہوں نے آپ کو اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ آپ نہایت خوبرو اور ظریف الطبع تھے۔ شیخ علاؤالدولہ سمنانی فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ آپ اس وقت شیخ نجم الدین کبرا کی صحبت سے مشرف ہوئے (انکے مرید ہوئے) جبکہ آپ ''امرد،، تھے خلاف واقعہ ہے۔

خوارزم شاہ پر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا جوغیظ وغضب نازل ہوا کہ اس نے شیخ مجددالدین کو دریائے دجلہ میں غرق کرادیا تھا اور خود اُس کا ہلاکو بن تولیخان بن چنگیز خان کے ہاتھ سے مارا جانا اور اس لعین کے ہاتھوں مملکت کی بربادی اور روئے زمین کی تباہی کا موجب آپ ہی کی ذات تھی۔

آپ کی شہادت ۶۰۷ھ میں اور بقول بعض ۶۱۰ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کی بیوی کا تعلق نیشاپور سے تھا۔ ان کو نیشاپور بھیج دیا گیا اور ۶۳۳ھ میں نیشاپور سے اسفرائین پہنچادیا گیا۔

شیخ سیف الدّین باخرزی

آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے عظیم خلفاء میں سے تھے، تحصیل وتکمیل علوم کے بعد آپ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تربیت حاصل کی۔ ابتداء میں آپ کو خلوت میں بٹھایا گیا تاکہ چلہ کھینچیں۔ جب دوسرا چلہ کرایا گیا تو شیخ آپ کے حجرے کے دروازے پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دے کر فرمایا کہ اے سیف الدین۔

شعر

منم عاشق مراغم ساز واراست　　　　تو معشوقی ترا باغم چہ کاراست

ترجمہ:۔ میں عاشق ہوں اور مجھے غم سے سروکار رہتا ہے جبکہ تم معشوق ہو تمہیں غم سے کیا سروکار ہے؟ اُٹھو اور باہر آؤ۔ جب وہ باہر آئے تو ان کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے پھر اُن کو بخارا کی طرف روانہ کردیا۔ آپ کا انتقال ۶۵۸ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار بخارا میں زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔

سلسلۂ فردوسیاں

شیخ نجم الدّین فردوسی شیخ شرف الدّین یحیٰ منیری

اکابر سلسلۂ فردوسیاں کا منشاء ومبنیٰ خانوادہ کبرویہ ہے۔ ہندوستان میں خانوادہ فردوسیہ کو

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری سے بہت شہرت ہوئی۔ یہ سلسلۂ فردوسیہ خانوادۂ کبرویہ سے اسطرح ملتا ہے کہ شیخ سیف الدین باخرزی سے یہ نسبت حضرت شیخ بدرالدین سمرقندی کو حاصل ہوئی اوران سے شیخ کن الدین فردوسی کو حاصل ہوئی اور اُن سے شیخ نجم الدین فردوسی کونسبت حاصل ہوئی اور شیخ نجم الدین فردوسی سے یہ نسبت حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کو حاصل ہوئی۔ واضح ہو کہ شیخ نجم الدین فردوسی نجم الدین صغریٰ کہلاتے تھے۔

شیخ نجم الدین صغریٰ کے سیر دولت وشوکت کے دورونزدیک کے خادموں کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی اوران میں محمد تغلق کے امرائے دولت اور مقربان شاہی بھی تھے۔ان سب نے شرف وصول اور قرب کا اعزاز حاصل کیا۔

جب حضرت شیخ شرف الدین تحصیل علوم شرعیہ دریاضات اصلیہ وفرعیہ کی تکمیل کے بعد حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضر خدمت ہوکر ارادت وارشاد کی استدعا کی تو حضرت نے کچھ دیر کے استغراق کے بعد فرمایا برادرم شرف الدین! تم کو ارادت میں قبول کرنا اور سلوک کی دولت عطا کرنے کا شرف میرے بھائی نجم الدین صغریٰ کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے۔تم وہاں جاؤ کہ وہ تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔ جب حضرت کے اشارے کے بموجب آپ نے شیخ نجم الدین صغریٰ کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا تو حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ فقیروں کے پاس سے خالی ہاتھ نہ جاؤ۔اس خاندان چشت کی دولت سماعی وصفائی تم کو مبارک ہو۔حضرت شرف الدین تعظیم بجالائے ،خاندان فردوسیہ میں سماع وصفا کی یہ دولت اسی خاندان کا عطیہ ہے۔

حضرت نجم الدین صغریٰ کے اوصاف ذاتی کی شرح اور آپ کے اخلاق کا بیان اور آپ کے صفات لطیفہ کی تشریح حد سے فزوں اور بیان سے باہر ہے خامہ وبیان اور زبان عیاں نہیں کرسکتے۔

قطعہ

صفات ذات آن عالی مناقب — برون ازحدوبرترازبیان است
زہی آن قدوۃ اصحاب وجدان — خہی آن عمدہ ازعارفان است
شہ ملک دلادوائی پاک — کہ دربزم معارف کامران است
جہان شدتازہ ازباد بہارش — بہار خورم ازسردردان است
دماغ آسودۂ ازباغ فردوس — چراغ دودۂ فردوسیان است
بساتین تاز دارد ازریاحین — زگلزار معارف بوستان است

ترجمہ:۔ا۔اس بلنداوصاف رکھنے والی ہستی کے صفات کا بیان حد سے فزون اور بیان سے برتر وبالا ہے۔

۲۔سُبحان اللہ! ارباب وجدان وطریقت کے اس پیشوا کی کیا تعریف کی جائے اور واہ واہ عارفانِ زمانہ میں اس منتخب ہستی کے اوصاف کیا بیان ہوں؟

۳۔وہ ملکِ خلوص ومحبت کے والی اور حکمران ہیں اور سُبحان اللہ! عارفانِ زمانہ میں اس منتخب ہستی کا کیا کہنا کہ

وہ بزمِ عارفان میں ایک کامیاب ہستی ہیں

۴۔آپ کے باغ عرفاں سے چلنے والی باد بہاری سے دنیا تر وتازہ ہوگئی، بہار کی یہ تمام تازگی اور رونق آپ ہی کے وجود سے ہے کہ آپ باغ عرفاں کے سروراں ہیں۔

۵۔باغ فردوس کی نکہت سے دماغ آسودہ اور خوشبو سے بہرہ مند ہے کہ آپ کی ذات والا سلسلہ فردوسیاں کا چراغ ہے

۶۔باغ اپنے پھولوں سے تر وتازہ اور شاداب رہتا ہے۔گلزار سے یہ مراد نہیں ہے کہ اسکو صرف بوستان کہد یا جائے بوستان میں جب تک تازہ ہوائیں نہ ہوں گی وہ بوستان یا گلزار نہیں ہے۔

شیخ جمال الدّین گیلی

آپ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں۔اس زمانے میں جب ان کے دل میں حضرت شیخ کی ملاقات کو شوق پیدا ہوا تو یہ کتب خانے میں آئے اور ہر علم کی ایک ایک کتاب اپنے پاس رکھ لی اور ان کتابوں کو لے کر حضرت نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اُن سے کہہ رہا ہے کہ اے گیلک اس پشتارے کو پھینکدے، یہ حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ میرے پاس تو کچھ بھی دنیاوی سامان نہیں ہے اور نہ اس سامان کے جمع کرنے کی مجھے خواہش ہے پھر یہ پشتارا کیا ہے؟ تین راتوں میں مسلسل ان سے یہی کہا گیا، آخر کار مجبور ہوکر انہوں نے شیخ نجم الدین کبریٰ سے عرض کیا کہ اے شیخ! یہ پشتارا کیا ہے جس کے پھینکنے کیلئے مجھ سے کہا جارہا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ علوم غریبہ کی منتخبہ کا یہ گٹھڑا ہی وہ پشتارا ہے جسکے پھینکنے کیلئے کہا جارہا ہے۔انہوں نے فوراً تمام کتابیں دریا میں پھینکدیں۔

شیخ بابا کمال خجندی

شیخ بابا کمال خجندی حضرت نجم الدین کبریٰ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔آپ مرتبہ کمال پر فائز تھے۔حضرت شیخ نے ان کو خرقۂ خلافت عطا فرماتے ہوئے کہا کہ مملکت ترکستان میں مولانا شمس الدین مفتی کے ایک صاحبزادے ہیں ان کو احمد مولانا کہتے ہیں یہ خرقہ ان کو پہنچانا ہے اور ان کی تربیت میں تم کوتاہی نہ کرنا جب بابا کمال یہ خرقہ لے کر خجند پہنچے تو راستہ میں کچھ بچوں کو کھیلتا ہوا پایا۔ چونکہ احمد مولانا ابھی کم سن تھے وہ بھی ان بچوں میں موجود تھے لیکن وہ کھیل میں شریک نہیں تھے بلکہ دوسرے بچوں کے کپڑوں کی نگرانی کررہے تھے احمد مولانا نے جب بابا کمال کو دیکھا تو فوراً تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے اور آپ کا استقبال کرتے ہوئے سلام پیش کیا اور کہا کہ جس طرح ہم دوسروں کے ان چند کپڑوں کی نگہبانی کررہے ہیں اسیطرح آپ ہمارے جامہ کی نگہداشت کریں، یہ سنتے ہی بابا کمال نے ان کو آغوش میں لے لیا اور ان کو اسیطرح آغوش میں لئے ہوئے حضرت شمس الدین مفتی کے مکان پر پہنچے۔مفتی صاحب نے یہ حال دیکھکر کہا کہ بابا کمال! یہ فرزند مجذوب ہے ممکن ہے کہ آپ کی مناسب خدمت نہ کر سکے ان سے چھوٹا بھائی زیادہ ہوشیار ہے اور مؤدب ہے، بابا نے فرمایا وہ بھی خوش نصیب ہے ہم تو شیخ کے ارشاد کے بموجب ان احمد مولانا کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے احمد مولانا کو بہت ہی کم مدت میں اپنی تربیت سے فارغ کردیا۔پھر تو اُن کے کمالات کا شہرہ چاروں طرف پھیل گیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بہت سے طالبان طریقت نے انکی صحبت میں تربیت حاصل کی اور مرتبہ کمال کو پہنچ گئے۔آپ سے تربیت حاصل کرنے والوں میں ایک اہم شخصیت بہاؤالدین کبرا کی ہے

کہ انہوں نے اپنے چھوٹے دانشمند بھائی جن کا نام مولانا محمد تھا، کی تربیت مولانا احمد کے سپرد کردی تھی، علاوہ ازیں شیخ بہاؤالدین نے اپنے چھوٹے بیٹے ابوالفتوح کو بھی احمد مولانا کی تربیت میں دے دیا تھا۔ خواجہ ابوالوفا خوارزمی انہی شیخ ابوالفتوح سے نسبت رکھتے ہیں جیسا کہ سلسلۂ مشائخ میں بیان کیا گیا ہے۔

اشعار

رسید فیض علی راز احمد مختار — پس از علی حسن آمد خزینۂ اسرار
حبیب وطائی ومعروف پس سری وجنید — زبوعلی دوگر مغربی سراخیار
عقیب این ہمہ بوالقاسم وپس نساج — امام احمد پس سہردروی وعمار
پس ازاکابر مذکور شیخ نجم الدین — کہ بود قدوۃ اخیار وسردرابرار
کمال واحمد وآنکہ بہاء ملت دین — دگر محمد پس بوالفتوح فخر کبار

ترجمہ:۔ ۱۔ حضرت علیؑ کو فیض پہنچا احمد مختارؐ سے۔ اور علیؑ کے بعد حضرت حسنؓ خزینۂ اسرار بن گئے۔
۲۔ حبیب اور طائی اور معروف کے بعد سری اور جنید آئے اور پھر بوعلی مغربی سرزمین نیکوکاروں کے سردار تھے۔
۳۔ ان کے بعد بوالقاسم اور نساج، اور امام احمد، سہروردی اور عمار تھے۔
۴۔ مذکورہ اکابر میں سے شیخ نجم الدین نیکوکاروں اور ابراروں کے سردار۔
۵۔ کمال اور احمد ملت دین کا خزانہ تھے اور محمد پشت پر تھے بوالفتوح فخر کبار کے۔
بعض حضرات نے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ خواجہ ابوالوفا خوارزمی شیخ نجم الدین کبریٰ کے مریدوں میں تھے۔

شیخ نجم الدین رازی

شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ ''نجم الدین دایہ''، شیخ نجم الدین کبریٰ کے بہت ہی بلند مرتبت مریدوں میں سے ہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے ان کی تربیت شیخ مجدالدین کے سپرد کردی تھی۔ آپ ''مرصاد العباد''، اور تفسیر ''بحر الحقائق''، کے مصنف ہیں۔ چنگیز خان کی تاخت وتاراج اور تباہ کاریوں کے باعث خوارزم کی سکونت ترک کر کے ارض ردم میں چلے آئے، یہاں پر آپ کو شیخ زین الدین فردوسی، شیخ صدر الدین قونیوی اور مولانا جلال الدین رومی جیسے اکابر ومشائخ کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپ نے ۶۵۴ھ میں وفات پائی اور شنونیزیہ مضافات بغداد میں شیخ سری سقطی اور حضرت جنید بغدادی کے مقبرے کے قرب میں ایک مزار ہے اس مزار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آپ ہی کا مدفن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

یہاں آپ کی ایک رباعی درج کی جاتی ہے۔

رباعی

شمع ارچہ چومن داغ جدائی دارد — باگریہ وسوز آشنائی دارد
سررشتہ شمع بہ کہ رشتۂ من — کان رشتہ سری بروشنائی دارد

ترجمہ:۔ شاید شمع میری طرح اپنے دل میں داغ جدائی رکھتی ہے کہ میری طرح وہ بھی سوز وگداز میں مبتلا ہے۔

میرا سررشتہ بہتر ہے یا شمع کا کہ اُسی رشتہ کی بدولت اُس میں یہ روشنی موجود ہے۔

شیخ رضی الدین علی لالا

شیخ رضی الدین علی لالا کا نام علی بن سعید بن عبدالجلیل لالائ الغزنوی ہے آپ کے والد بزرگوار حکیم سنائی کے چچازاد بھائی تھے اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے مُریدتھے۔شیخ رضی الدین لالا شیخ نجم الدین کبریٰ کے اصحاب میں سے تھے ابتدائے سلوک میں اُن کی صحبت میں رہے لیکن ارادت کا شرف شیخ مجدد الدین سے حاصل کیا۔منقول ہے کہ شیخ علی لالا نے ایک سو چودہ ۱۱۴ مشائخ کامل سے خرقہ کا شرف حاصل کیا تھا۔

ان کی وفات کے بعد ۱۱۳ خرقہ موجود تھے،انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور ابورضارتن رضی اللہ عنہ کی صحبت حاصل کی تھی۔ یعنی شیخ رضی الدین علی لالا نے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا الرضارتن بن نصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحبت کی شیخ ابورضارتن بن نصیرؓ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ ہائے مبارک میں سے ایک شانہ عطا ہوا تھا۔شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی اس مبارک ومقدس شانہ کو اپنے خرقہ میں رکھتے تھے اور پھر اس خرقہ کو کاغذ میں لپیٹ کر رکھ دیا تھا اور اس پر اپنے قلم سے تحریر فرمایا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسم کے مقدس شانوں میں سے ایک شانہ ہے جو اس ضعیف بندے کو ایک صحابی کے توسط سے ملا ہے اور یہ وہ خرقہ ہے جو اس فقیر کو شیخ ابوالرضارتنؓ سے حاصل ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر (میں) حضرت ابوالرضارتن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ پر بڑی نوازش فرمائی۔اس فقیر کی ایک نسبت خرقہ حضرت ابوالرضارتنؓ سے بھی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتی ہے۔

حضرت شیخ علاؤالدّولہ سمنانی

حضرت شیخ علاؤ الددلہ سمنانی بن احمد بن محمد البیانکی اصل میں سامانی النسل ملوک سمنان میں سے تھے،حضرت ابراہیم شاہ سمنان کی وزارت کا منصب ان کے سپرد تھا، یہ ایک معرکہ میں شریک تھے،اسی جنگ کے دوران ان پر جذبہ طاری ہوگیا اور انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا ۶۹۹ھ اور بقول بعض ۷۱۵ھ میں شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائینی کرخی کی خدمت میں پہنچے اور شرف ارادت حاصل کیا۔ان کا عارفانہ کلام اس مجموعہ میں مختلف مقامات پر پیش کیا گیا ہے اسلئے تکرار واعادہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا کہ ہم اپنے ابتدائے کار میں (جب راہ معرفت میں قدم رکھا) ان کی خدمت میں باریاب ہوئے تھے اور ان سے بہت سے حقائق ومعارف حاصل کئے تھے۔حضرت شیخ نور الدین اسفرائینی کی نسبت شیخ احمد کورفانی سے ہے اور اُن کی نسبت حضرت شیخ علی لالا سے ہے اور وہ شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں خانقاہ سکّاکیہ کے اندر سولہ سال تک مقیم رہے۔اس مدّت میں انہوں نے ایک سو چالیس چلّے کئے،بعض کہتے ہیں کہ مختلف اوقات میں اُن کے چلّوں کی تعداد ایک سوتیں ہے، جب اُن کی عمر ۷۸ سال کی ہوئی تو شب جمعہ

۲۲ ماہ رجب ۷۳۶ھ میں بمقام بُرج احرار صوفی آباد میں آپ کا انتقال ہوگیا اور قطب الاوتاد عمادالدین عبدالوہاب کے خطیرہ میں دفن ہوئے۔

شیخ ابوالبرکات تقی الدّین

شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی الدولہ سمنانی، شیخ رکن الدین علاؤالدولہ سمنانی کے مریدوں میں سے ہیں۔

امیر سید علی ہمدانی

امیر سید علی ب شہاب بن محمد الہمد انی علوم باطنی وظاہری کے جامع گذرے ہیں اور آپ کی تصانیف بہت مشہور ہیں جو یہ ہیں:۔" کتاب اسرار النقطہ، شرح اسماء اللہ، شرح فصوص شرح قصیدہ خمریہ فارضیہ

آپ شیخ شرف الدین محمود بن عبداللہ المز دتعانی کے مُریدہیں اور وہ شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ کے مُریدہیں اور وہ مرید ہیں شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کے اور وہ مُریدہیں شیخ احمد خرقانی کے جو شیخ علی لالا کے مُریدہیں۔

شجرۂ چہارم

سلسلۂ سہروردیہ

حضرت شیخ ابُو النجیب سہروردی

اس خانوادہ کا منشا اور اس کے بانی حضرت شیخ ابوالنجیب (عبدالقاہر) سہروردی ہیں۔ وہی اس خاندان کے پیشوا اور سربراہ ہیں۔ آپ کی نسبت خرقہ کے سلسلہ میں مختصراً ذکر لطیفہ سابقہ میں آچکا ہے۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں جن میں آداب المریدین بہت مشہور ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب بارہ واسطوں سے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور سلسلۂ خرقہ حضرت شیخ احمد غزالی تک پہنچتا ہے۔

آپ ایک دن قصابوں کی دُکان سے گذر رہے تھے وہاں ایک لٹکا ہوا دنبہ دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ دنبہ کہہ رہا ہے کہ میں مردار ہوں، مجھے ذبح نہیں کیا گیا ہے، قصاب یہ سنکر بے ہوش ہوگیا۔ جب کچھ دیر کے بعد ہوش میں آیا تو حضرت شیخ کے قول کی صحت کا اقرار کیا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ آپ نے ۵۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ عین القضاۃ ہمدانی

مقتدی الانام شیخ عین القضاۃ ہمدانی کی کنیت ابوالفضل عبداللہ بن محمد المشائخی ہے۔ عین القضاۃ آپ کا لقب ہے۔ شیخ محمد بن حمویہ اور شیخ امام احمد غزالی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ کے ظاہری وباطنی کمالات آپ کی تصانیف سے ظاہر ہیں۔ کیا عربی اور کیا فارسی دونوں زبانوں میں آپ نے جس قدر حقائق ودقائق کی شرح کی ہے کم ہی کسی اور نے کی ہوگی۔ آپ سے بہت سے خوارق عادات ظہور میں آئے مثلاً احیاء وامانت وغیرہ۔

شیخ امام احمد غزالی

امام احمد غزالی (برادر حجۃ الاسلام محمد غزالی) علمائے شریعت وطریقت کے مقتدا اور مشائخ معرفت وحقیقت کے پیشوا ہیں۔ آپ کا کلام دارشادات ہرمکتب فکر کے لوگوں کے لئے

ایک دلیل اور ایک سند ہے۔آپ کی توالیف وتصانیف تمام طوائف صوفیہ میں مقبول اور معتبر ہیں۔ان تصانیف میں ایک تصنیف ''سوانح،، ہے اسی کتاب نے شیخ فخرالدین عراقی کو کتاب ''لمعات،، لکھنے پر آمادہ کیا۔

کسی شخص نے امام محمد غزالی کے بارے میں آپ سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ خون میں بیٹھے ہیں جب تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ مسئلہ حیض کے بارے میں غور وفکر کر رہے تھے۔

کچھ حصّہ ان کی تصانیف کا حجۃ الاسلام (امام غزالی) کے پاس پہنچا انہوں نے مطالعہ کیا تو فرمایا کہ سبحان اللہ ہم ڈھونڈتے رہے اور انہوں نے پالیا

بیت

یکی می رود، دیگری می رسد
یکی می رسد و دیگری می ردد

ترجمہ:۔ایک جاتا ہے تو دوسرا آتا ہے اسطرح ایک آتا ہے تو دوسرا جاتا ہے۔

حضرت شیخ احمد غزالی نے ۵۱۷ھ میں وفات پائی۔آپ کا مزار قزدین میں زیارت گاہ ہر خاص وعام ہے۔آپ کے خرقہ کی نسبت حضرت ابوبکر نساج تک پہنچتی ہے۔

حضرت شیخ امام محمد غزالی

امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد غزالی کی کنیت ابُو حامد ہے اور آپ کا لقب زین الدین ہے۔آپ شیخ علی فارمدی کے مُرید ہیں جو حضرت ابوالقاسم گورگانی سے نسبت رکھتے تھے۔

امام غزالی اوائل عمر میں طوس اور نیشا پور میں رہے ۴۸۴ھ میں مدرسۂ نظامیہ بغداد کی مُدرسی پر فائز ہوئے۔جو اُس زمانے میں ایک بہت ہی بڑا اعزاز تھا۔آپ نے کثیر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔آپ کی وہ تصانیف جن سے تمام طبقوں اور فرقوں کے لوگ تمسک کرتے ہیں یہ ہیں کتاب احیاء العلوم، جواہر القرآن، تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدوں میں، مشکوٰۃ الانوار وغیرہ آپ کی مشہور ترین تصانیف ہیں۔ان کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت ہی بلند پایہ تصانیف ہیں۔۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

منقول ہے کہ آپ کی تصانیف کا انکار کرنے والے ایک شیخ نے جو معتزلی عقیدہ رکھتے تھے خواب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انکار کے باعث اس عالم کو سزا دی۔جب یہ عالم خواب سے بیدار ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوڑا مارا تھا اس کا نشان اس کے جسم پر موجود تھا اور جب تک یہ شخص زندہ رہا اس کوڑے کا نشان اس کے جسم پر باقی رہا۔

آپ شہر طوس میں ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۴۸۸ھ میں حجاز کا سفر کیا حج سے فارغ ہوکر آپ دمشق واپس آئے اور ایک عرصہ تک وہاں مقیم رہے، آپ نے شہر طوس میں دوشنبہ ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں وفات پائی جب کہ آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ نے علم طریقت اور خلافت شیخ ابوالمعالی جوینی سے حاصل کیا جو شیخ ابوالقاسم قشیری کے مرید تھے وہ شیخ ابودقاق کے مریُدوں میں سے تھے، اُن کے پیرومرشد سید ابوالقاسم نصیرآبادی تھے، ان کے

شیخ خواجہ ابوبکر شبلی تھے جو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے مرید تھے۔

شیخ ابوبکر طوسی نسّاج

شیخ ابوبکر بن عبداللہ نساج، شیخ ابوالقاسم گرگانی کے مرید ہیں۔توکل،معرفت اور مشاہد میں آپکا کلام اسقدر بلند ہے کہ تمام مشائخ طریقت نے اس بات میں انکی پیروی کی ہے

شیخ ابوالقاس گرگانی

شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام نامی علی ہے،اپنے وقت کے عدیم المثال پیر تھے،ایک روز شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالقاسم گرگانی ایک ساتھ تشریف رکھتے تھے اور بہت سے درویش بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ان درویشوں میں سے ایک درویش کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کون سا بزرگ زیادہ صاحب منزلت ومرتبت ہے۔جیسے ہی اس درویش کے دل میں یہ خیال آیا، پیر ہردی (سید شیخ ابوسعید ابوالخیر) نے اسکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا جوکوئی بیک وقت دو بادشاہوں کوایک تخت پر دیکھنا چاہتا ہو وہ آئے اور ہم درویشوں کو دیکھ لے۔

شعر

ہر کہ بیک تخت ندیدہ دوشاہ
گونگرد سوی دواین کج کلاہ

اللہ تعالیٰ نے اس درویش کے دل سے حجاب کو اٹھادیا اور شیخ کے کلام کا صدق اس پر ظاہر ہوگیا اور وہ دونوں کی بزرگی سے آگاہ ہوگیا۔لیکن ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ آج روئے زمین پران دودرویشوں سے زیادہ بزرگ کوئی اور شخص بھی ہے یا نہیں؟ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے پھر فرمایا کہ یہ ملک بہت مختصر ہے لیکن ہرروز اس ملک میں ابوسعید اور ابوالقاسم جیسے ستّر ہزار افراد خداوند تعالیٰ تک پہنچتے ہیں اور ستّر ہزار کے دل میں خشیت الٰہی پیدا نہیں ہوتی۔

شیخ ابوُعثمان بن سعید

شیخ ابوعثمان بن سعید بن سلام المغربی قدوۂ مشائخ اور علمائے راسخین کے پیشوا تھے آپ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کے مرشد ہیں،زمانے کے اکثر اولیاءاللہ اور حضرات مشائخ کو آپ سے نسبت حاصل ہے۔آپ نے ۹ شوال ۳۷۳ھ میں وصال فرمایا۔

شیخ ابوعلی الکاتب المصری

شیخ ابوعلی الکاتب کا تعلق طبقۂ چہارم کے مشائخ سے ہے۔آپ بہت بڑے شیخ وقت گذرے ہیں۔خواجہ ابوعثمان مغربی آپ کے خلفائے کبار میں سے ہیں آپ کو ابوبکر مصری اور شیخ ابوعلی رودباری سے شرفِ ارادت وخلافت حاصل تھا،آپ کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کو جب علم معرفت وطریقت میں کبھی دشواری پیش آتی اور کوئی نکتہ حل نہیں ہوتا تو سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک خواب میں انکشاف کردیتی تھی۔

حضرت شیخ ابوعلی رودباری

آپ کاتعلق بھی طبقۂ رابعہ سے ہے آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن القاسم بن منصور ہے۔ آپ کے جدّ محترم کے والد وزرائے دربار شاہی سے تھے۔ آپ کانسب

کسریٰ (شاہ فارس) سے ملتا ہے۔شیخ ابوالقاسم گرگانی اورسید الطائفہ جنید بغدادی سے شرف صحبت حاصل کیا تھا اور ابوعبید اللہ رود باری کے ماموں تھے۔شیخ ابوعلی الکاتب جب آپ کا نام لیتے تو سیدنا کہتے تھے اس سے بہت سے مشائخ کو رشک ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ (شیخ ابوعلی رودباری) شریعت سے گذر کر طریقت کے میدان میں داخل ہوئے اور ہم طریقت سے شریعت کی طرف آئے ہیں۔آپ کے خرقہ کی نسبت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتی ہے اور اس سے اوپر اسیطر ح ہے جیسا کہ ہم نے سلسلہ فردوسیاں میں ذکر کیا ہے۔اور کچھ آپ کے فضائل کا ذکر وہاں بھی آیا ہے۔

سیّدالطائفہ شیخ جنید بغدادی

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے متعدد مشہور خانوادے پیدا ہوئے آپ کے خلفائے کبار اور انکی بزرگی اور عظمت کے بارے میں اختصار سے شجرہ جنیدیاں میں لکھا جائے گا، یہاں بھی مختصراً کچھ تحریر کیا جاتا ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے ایک خرقہ کی نسبت یوں ہے:۔

حضرت شیخ سری سقطی
حضرت خواجہ معروف کرخی
حضرت امام علی رضا
حضرت امام موسیٰ کاظم
حضرت امام جعفر صادق
حضرت امام محمد باقر
حضرت امام زین العابدین
حضرت امام حسینؓ
امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سلسلہ برحسب ونسب)

حضرت جنید قدس سرّ ہٗ کی دوسری نسبت خرقہ یوں ہے:۔

حضرت شیخ سری سقطی
حضرت خواجہ معروف کرخی
حضرت خواجہ داؤد طائی
حضرت حبیب عجمی
حضرت حسن بصری
امیر المومنین حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی ایک اور نسبت خرقہ بیان کی جاتی ہے جو حضرت کمیل بن زیادہ اور شیخ عبدالواحد بن زید اور حضرت خواجہ حسن بصری (قدس اللہ اسرارہم) کے واسطوں سے ہے۔

مشائخ کی ایک نسبت حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک اسطرح ہے

حضرت شیخ نجم الدین

حضرت شیخ اسماعیل قصری

حضرت شیخ محمد باکیل

حضرت شیخ محمد بن داؤد المعروف بخادم الفقراء

حضرت شیخ ابوالعباس ادریس

حضرت شیخ ابوالقاسم بن رمضان

حضرت شیخ ابویعقوب طبری

حضرت شیخ عمرو بن عثمان مکی

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی

شیخ عمرو بن عثمان مکی

آپ طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ شیخ منصور حلاج کے استاد ہیں اور شیخ جنید بغدادی سے آپ کو نسبت ہے آپ شیخ خرّاز کے معاصرین میں سے ہیں انکی نسبت خرقہ شیخ ابویعقوب نہرجوری سے ہے آپ کا بغداد میں ۲۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ یعقوب نہرجوری

آپ علمائے مشائخ اور پیشوایان طریقت سے ہیں۔ یہ شیخ جنید، شیخ ابوعمر اور شیخ عثمان مکی کے ہم صحبت تھے۔ بعض نے اس کے برعکس ان کو شیخ ابویعقوب سوسی کا شاگرد بتایا ہے جو مجاور مکہ مکرمہ تھے، آپ کا وہیں ۱۰ جمادی الآخر ۳۳۰ھ کو انتقال ہوا۔ آپ کو شیخ ابویعقوب سوسی سے نسبت خرقہ حاصل تھی اور شیخ ابویعقوب سوسی کو حضرت کمیل زیاد سے اور اُن کو امیر المومنین حضرت حسن مجتبیٰ سے نسبت خرقہ حاصل تھی۔ علاوہ ازیں شیخ ابویعقوب سوسی کو نسبت خلافت واجازت شیخ عبدالواحد بن زید سے بھی حاصل تھی اور حضرت عبدالواحد بن زید کو حضرت حسن بصری سے اور ان کو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے نسبت خرقہ حاصل تھی۔

شیخ ضیاء الدّین عبدالقاہر سہروردی

حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقاہر بن شیخ نجیب الدین سہروردی سے حضرت مولانا رومی کا سلسلہ جاری ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:۔

حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقادر

شیخ قطب الدین الابہری

حضرت شیخ رکن الدین سنجاجی

حضرت خواجہ شمس الدین تبریزی

حضرت مولانا جالال الدین محمد الرومی

ایک قول ہے کہ خواجہ شمس الدین تبریزی شیخ ابوبکر سلہ باف کے مُرید وخلیفہ تھے، شیخ اوحد الدین کرمانی کو بھی شیخ ابوبکر سلہ باف سے ارادت وخلافت حاصل تھی، بعض حضرات کہتے ہیں کہ خواجہ شمس الدین تبریزی شیخ بابا کمال جُندی کے مُرید وخلیفہ تھے اوران ہی کی بارگاہ سے ان کو یہ مژدہ ملا تھا کہ تمہارا ایک مرید مولوی رومی بڑا صاحب کمال ہوگا، بہرحال یہ احتمال ہے کے حضرت خواجہ شمس الدین نے ان تمام اکابر مذکورہ سے تربیت پائی اوران حضرات کی عنایات سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔

مولانا جلال الدین رومی کے مرید شیخ صلاح الدین زرکوب ہیں جن کو صلاح الدین فریدون قونیوی کہا جاتا ہے اولاً تو یہ سید برہان الدین ترمذی کی تربیت میں رہے، بعد میں مولانا رومی کی صحبت وخدمت میں باریاب ہوئے جس طرح خواجہ شمس الدین تبریزی نے مولانا رومی کے حال پرنوازش فرمائی تھی اسی طرح مولانا رومی نے صلاح الدین زرکوب کواپنی نوازشوں سے بہرہ ور فرمایا۔ شیخ صلاح الدین زرکوب برادری کے فرد تھے چنانچہ مولانا ردمی نے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

بیت

یکی گنجی پدید آمد ازین وکان زرکوبی
زہی صورت، زہی معنیٰ زہی خوبی

ترجمہ:۔سنار کی دُکان سے ایک ایسا گنج ہاتھ آیا ہے جو ہرطرح سے یعنی صورت، معنی، سیرت اور خوبی کے لحاظ سے بھی سونا ہے۔

شیخ صلاح الدین مولانا کی خدمت میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے اور زرکوبی کی دُکان آن کی آن میں لٹادی۔

مولانا رومی کے فرزند سلطان ولد جب جوان ہوئے تو مولانا جلال الدین نے شیخ صلاح الدین کی دُختر سے ان کا نکاح کرادیا۔اُن کے فرزند شیخ چلپی عارف انہی خاتون کے بطن سے ہیں۔جب شیخ صلاح الدین کا انتقال ہوگیا تو مولانا رومی کی تمام توجہ شیخ حسام الدین چلپی عارف کی طرف منتقل ہوگئی اور حضرت مولانا نے ان کو خلافت بھی عطا فرمادی۔مولانا رومی شیخ چلپی سے بہت محبت کرتے تھے، یہ محبت عشق کی حد تک پہنچ گئی تھی مثنوی مولوی معنی لکھنے کے محرک بھی یہی شیخ چلپی عارف تھے۔

مولانا جلال الدین رومی کے خلف برحق اورخلیفۂ صدق سلطان ولد ہیں اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ "**ولد الولد سرّ لابیہ لاشک فیہ**"، کا صحیح مصداق ہیں۔مولانا رومی کا خلق بعینہ ان میں موجود تھا آپ نے سیدنا برہان الدین محقق اور شمس الدین تبریزی کی بہت خدمت کی تھی۔

مولانا جلال الدّین محمد بلخی رُومی

حضرت مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی کی ولادت شہر بلخ میں ٦ ربیع الاول ٦٠٤ھ کو ہوئی۔آپ سے ابتدائے حال سے آخر تک اسقدر خوارق ظہور میں آئے ہیں کہ کم ہی کسی سے ظہور میں آئے ہوں گے،آپ نے حضرت فریدالدین عطّار سے بھی شرف صحبت حاصل کیا ہے

انہوں نے آپ کو اپنی تصنیف بھیسر نامہ عطا فرمائی، مولانا نے مرض آخر میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے مرنے پر مغموم نہ ہونا، شیخ منصور حلاّج کا نور ایک سو پچاس سال کے بعد شیخ فریدالدین عطاّر میں جلوہ گر ہوا۔ میں اُن سے کم نہیں ہوں، تم ہر حال میں میری یاد کرتے رہو کہ میں ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں۔ آپ کے انتقال کے وقت شیخ صدالدین قونیوی موجود تھے، مولانا نے فرمایا ''ہمارے دوست ہم کو اس طرف کھینچ رہے ہیں اور مولانا شمس الدین اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ اب چار و نا چار جانا ہی پڑے گا۔'' آپ نے ۵جمادی آلاخر ۶۷۲ھ کو غروب آفتاب کے وقت انتقال فرمایا۔ شیخ مویدالدین جندی نے یہ شعر آپ ہی کی تعریف میں کہا ہے۔

شعر

لو کان فینا للالوهیته صورة

هی انت لااکنی ولاتردّد

ترجمہ:۔ اگر ہمارے درمیان الوہیت کی کوئی صورت ہوتی تو وہ تیری ہی صورت ہوتی اس بات کے کہنے میں نہ میں کنایہ سے کام لے رہا ہوں، ورنہ یہ کہنے میں مجھے کچھ پس و پیش ہے۔

شیخ بہاؤالدّین ولد

حضرت شیخ بہاؤالدین ولد حضرت مولانا جلال الدین رومی کے والد بزرگوار ہیں۔ آپ حضرت نجم الدین کبریٰ کے اصحاب (مریدین) میں سے ہیں۔ آپ کا نام نامی محمد بن احمد الخطیب الکبریٰ ہے، مولانا رومی کی والدہ شاہ علاؤالدین محمد بن خوارزم شاہ کی صاحبزادی ہیں جو خراسان کے بادشاہ تھے اپنی بیٹی کا عقد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مولانا رومی کے والد کے ساتھ کر دیا تھا۔

خواب میں آپ کو سلطان العلماء کا خطاب دیا گیا تھا جس زمانے میں مولانا جلال الدین کم سن تھے تو شیخ بہاؤالدین ولد بغداد کے راستہ سے مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ بغداد پہونچے تو مشائخ نے ان سے دریافت کیا آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا:

مِنَ اللّٰهِ وَاِلَى اللّٰهِ وَلاحَوْلَ وَلاقُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ.

ترجمہ:۔ اللہ کی طرف سے، اور اللہ ہی کی طرف اور کوئی طاقت اور قوت سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے۔

جب یہ کلام شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے سنا تو فرمایا کہ اس کا کہنے والا بہاؤالدین بلخی کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ پھر شیخ الشیوخ نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کے زانو کو بوسہ دیا۔ اُس وقت آپ اونٹ پر سوار تھے۔ پھر شیخ الشیوخ نے آپ سے استدعا کی کہ آپ خانقاہ میں تشریف لے چلیں تو آپ نے فرمایا کہ مسافر کے لئے مدرسہ مناسب جگہ ہے چنانچہ مدرسہ مستنصریہ میں آپ نے قیام فرمایا۔ شیخ الشیوخ نے خود اپنے ہاتھوں سے انکے موزے اتارے۔

آپ چار سال تک آذربائیجان میں رہے، سات سال شہر لارندہ میں قیام کیا اور یہاں

حضرت مولانا جلال الدین رومی کی شادی کر دی۔ اُس وقت مولانا رومی کی عمر اٹھارہ سال تھی ۶۲۳ھ میں مولانا رومی کے یہاں سلطان ولد پیدا ہوئے اس کے بعد مولانا بہاؤ الدین کو سلطان نے قونیہ بلالیا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے، قونیہ ہی میں شیخ بہاؤ الدین ولد نے انتقال فرمایا۔

سیّد برہان الدین محقق ترندی

آپ سیّد ہیں اور مولانا بہاؤ الدین سے تربیت حاصل کی تھی اور ان ہی کے مُرید تھے۔ اشراف ہوئے کے باعث وہ خراسان اور ترمذ میں سید سروران کے لقب سے مشہور تھے جس روز مولانا بہاؤ الدین ولد کا انتقال ہوا یہ ترمذ میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے یکا یک کہنے لگے، افسوس، میرے استاد اور مرشد کا انتقال ہوا۔ واللہ اعلم

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی

حضرت شیخ الشیوخ سہروردی ابو حفص عمر بن محمد البکری حضرت امیر المومنین ابو بکر صیدق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ تصوف میں آپ کی نسبت آپ کے چچا شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی سے ہے۔ آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ سے بھی فیض صحبت حاصل کیا ہے اور اپنے زمانہ کے دوسرے شیوخ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ حضرت غوث الثقلین نے اُن سے فرمایا تھا:

انت آخر المشهورين بالعراق

ترجمہ:۔ تم عراق کے آخری مشہور شخص یعنی شیخ ہو۔

آپ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں عوارف المعارف، رشف النصائح زیادہ مشہور ہیں۔ گروہ صوفیہ میں آپ بہت مشہور ہیں اور صوفیاء کرام آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ ایک موقع پر شیخ محی الدین ابن عربی کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے اُن کے بارے میں کہا

بحر مواج لانهاية له

ترجمہ:۔ وہ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہیں جسکی کوئی نہایت (انتھاہ) نہیں ہے۔

اور جب شیخ محی الدین ابن اکبر سے شیخ الشیوخ کی نسبت دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا جو نور سہروردی کی پیشانی میں چمک رہا ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی کی ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی اور آپ نے ۶۳۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک اسطرح پہنچتا ہے۔ عمر (شہاب الدین) بن محمد بن عبداللہ بن سعید بن حسن بن قاسم بن نصر بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ب قاسم بن محمد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ آپ نے ۱۴ محرم ۶۳۲ھ میں وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے۔

آپ نے شیخ ابو محمد بن عبداللہ البصری سے بھی صحبت و خلافت حاصل کی اور انہوں نے خلافت شیخ ابو مدین مغربی سے حاصل کی تھی۔

شیخ نجیب الدین علی بن بزغش

شیخ نجیب الدین علی بن بزغش الشیرازی جن کی پیدائش کی بشارت اُن کے والد

کوخواب میں ملی تھی حضرت شیخ الشیوخ قدس اللہ سرہٗ کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔آپ نے ماہ شعبان ۶۷۸ھ میں وفات پائی۔

شیخ ظہیرالدّین عبدالرحمان

شیخ ظہیرالدین عبدالرحمٰن بن علی بزغش قدس اللہ سرہٗ شیخ علی بن بزغش کے فرزند ہیں۔اپنے والدمحترم ہی سے انہوں نے بیعت کی تھی لیکن خرقہ انہوں نے شیخ الشیوخ سے حاصل کیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے اپنے خرقہ کاایک کپڑاان کے لئے بھیج دیا تھا، جب یہ پیدا ہوئے توان کووہی کپڑا پہنایا گیا (اسی میں لپیٹ دیا گیا) جوحضرت شیخ الشیوخ نے بھیجا تھااورانہوں نے دنیائے وجود میں آنے کے بعد پہلاخرقہ وہی پہنا تھا۔آپ صاحب تصانیف بھی ہیں آپ نےعوارف المعارف کاترجمہ فارسی زبان میں بہت خوبی سے کیا ہے۔آپ حضرت شیخ الشیوخ کے یہ دواشعار بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے

شعر

وقد کنت لا ارضیٰ من الوصل بالرضٰی — واخذنا من فوق الرضیٰ مشیرما
فلما تفرقنا وشطّه مالنا — قنعت بطیف منک یاتی مُسلما

ترجمہ:

راضی میں وصل یارپہ ہوتا نہ تھا کبھی — اک مرتبہ رضا سے بھی اعلیٰ قبول تھا
لیکن جدا ہوئے تورجوع دورتک ہوا — قانع ترے خیال پہ اے دوست ہوگیا

شیخ ظہیرالدین عبدالرحمٰن نے۷۱۶ھ میں وصال فرمایا۔

شیخ محمد یمنی

شیخ محمد یمنی بھی شیخ الشیوخ کے خلفاء میں سے تھے۔

حضرت شیخ بہاؤالدّین زکریاملتانی

حضرت شیخ بہاؤالدین بن کبیرزکریاملتانی حضرت شیخ الشیوخ قدس اللہ سرہٗ کے اعاظم خلفاء میں سے ہیں۔جب آپ حضرت گنج شکراورشیخ عبدالرحمٰن جلال تبریزی کے ساتھ شرف ارادت کے حصول کے لئے حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان دونوں حضرات کودوسری جگہ جانے کیلئے ارشادفرمایا چنانچہ ہندوستان میں یہ قصہ مشہور ہے۔حضرت بہاؤالدین زکریاتنہا آپ کی خدمت میں عرصہ تک مقیم رہے۔

حضرت بہاؤ الدین ابن زکریا محمد بن ابی بکر اسدی قریشی کی ولادت شب جمعہ (یعنی شب قدر) رمضان المبارک ۵۶۶ھ میں ہوئی۔ آپ نے ایک سوسال عمر پائی، آپ کی وفات ظہراور عصرؒ کے درمیان ۷صفربروز شنبہ۶۶۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزارملتان میں ہے جس سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں اور اسکی زیارت کرتے ہیں۔شیخ جمال اوچی خنداں روؒ مولاناطاہر بیابانی،امیر حسن ہروی وغیرہا آپکے خلفاء میں سے ہیں۔شیخ صدرالدین آپ کے خلفا الصدق اورخلفیۂ برحق ہیں۔شیخ صدرالدین کی ولادت شب جمعہ۶۲۱ھ میں ہوئی۔آپ نے تریسٹھ سال کی عمر پائی،آپ کا

انتقال ظہر وعصر کے درمیان ۳ ماہ ذی الحجہ ۶۸۴ھ میں ہوا۔

شیخ رکن الدین ابوالفتح

آپ اپنے والد شیخ صدرالدین کے خلف اصدق وخلیفۂ برحق ہیں۔ بہت سے اکابر زمانہ آپ سے نسبت ارادت رکھتے ہیں چنانچہ حضرت مخدوم جہانیان سید جلال بخاری کا سلسلہ بھی آپ تک پہنچتا ہے۔آپ کی ولادت بروز جمعہ ۶۴۷ھ میں ہوئی اورآپ نے ۸۸سال کی عمر پائی۔آپ اپنے جد محترم (بہاؤالدین زکریا) کے سجادہ پر باون ۵۲ سال تک متمکن رہے۔آپ نے شب جمعہ ۹ جمادی الاول ۷۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ حاجی صدرالدین چراغ ہند کو بھی شیخ رکن الدین ابوالفتح سے ارادت وخلافت کی نسبت ہے۔سید جلال بخاری کی خلافت کی تفصیل اور نسبتیں شجرۂ سادات میں انشاءاللہ تحریر کی جائیں گی۔حضرت شیخ فخرالدین عراقی اور حضرت میر حسین سادات حسینی کے بارے میں لطیفۂ شعراء میں تحریر کیا جائے گا۔انشاءاللہ

شجرۂ پنجم

(سلسلہ نقشبندیہ)

اس خاندان شریف کا مرجع اور اس پاکیزہ سلسلہ کا منشاء تو حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی ہیں لیکن یہ سلسلہ نیچے کی جانب حضرت خواجہ یوسف ہمدانی سے لتا ہے اس سلسلہ کے نقشبندیہ کہلانے کی وجہ تسمیہ حضرت شیخ بہاءالدین نقشبند بخاری کی ذات گرامی ہے نقش بند کی وجہ تسمیہ ان کی صورت کا نقش قائم کرنے سے ہے، کہ یہ نسبت ان تک پہنچتی ہے اور ان کی نسبت کے تصور سے کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

اس سلسلہ کے بزرگوں کی نسبت خلافت وارادت دو حضرات پر منتہی ہوتی ہے ایک تو حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے اور دوسری شخصیت حضرت شیخ ابوعلی فارمدی کے واسطہ سے ہے جو حضرت ابوالقاسم گرگانی کے توسط سے اپنے منتہا (ختم سلسلہ) تک پہنچتی ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

شیخ ابوعلی فارمدی

آپ کا نام نامی فضل بن محمد ہے آپ کو شیخ الشیوخ خراسان بھی کہا جاتا ہے۔آپ اپنے وقت کے یکتا ومنفرد تھے۔آپ امام ابوالقاسم قشیری کے مرید ہیں۔تصوف میں آپ کا انتساب دوطرف سے ہے ایک تو حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی سے اور دوسری نسبت کا تعلق حضرت ابوالقاسم گرگانی سے ہے۔

خواجہ یوسف ہمدانی

آپ کی کنیت ابویعقوب ہے۔آپ امام عالم، عارف ربانی، صاحب احوال اور اللہ تعالےٰ کی بڑی مہربانیوں، کرامات ومقامات جلیلہ والے خلیفہ تھے، ابتدائے حال میں شیخ ابواسحاق شیرازی سے تعلق تھا اور ان ہی سے آپ کو احوال میں کشائش حاصل ہوئی۔مشہور یہ ہے کہ تصوف میں آپ کی نسبت حضرت شیخ ابوعلی فارمدی سے ہے۔بعض نے کہا ہے کہ یہ نسبت شیخ عبداللہ جوینی سے ہے اور آپ

شیخ حسن سمنانی کی خدمت میں بھی رہے ہیں۔ مرو کے راستہ میں آپ کا انتقال ہوا، سال وفات ۵۳۵ھ ہے آپ کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا تھا۔ ایک مدت کے بعد آپ کی نعش کو مرو میں منتقل کیا گیا جہاں آپ کے مرقد پر عالی شان مقبرہ بنایا گیا جو زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

حضرت خواجہ اکبر نے حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی کے حوالے سے آپ کے اقوال کونقل کیا ہے آپ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ تک سجادہ نشینی پر متمکن رہے اور اسطرح کہ سوائے نماز جمعہ اور نماز عیدین کے آپ باہر نہیں نکلتے تھے آپ کے چار خلفاء نے بہت زیادہ شہرت پائی جو یہ ہیں:۔

۱۔خواجہ عبداللہ برقی ۲۔خواجہ حسن اندقی ۳۔خواجہ احمد یسوی، آپ مشائخِ ترک کے پیشوا ہیں۔ ۴۔حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی۔

حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کا سلسلہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے ملتا ہے۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی

خواجہ عبدالخالق غجداوانی کی روش اور آپ کا مسلک تصوف تمام فرقوں میں حجت ہے۔ آپ صوفیہ کے تمام طبقات میں مقبول ہیں۔ ابتداء میں آپ اویسی تھے اور حضرت خواجہ خضر نے انہیں اپنی فرزندی کے لیئے قبول کیا ہے لیکن بظاہر آپ کو اجازت وخلافت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی سے حاصل ہے۔

حضرت عبدالخالق غجدوانی کے چند خلفاء میں جن میں خواجہ احمد صدیق اور خواجہ عارف دیوگری بہت مشہور ہیں۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی نسبت سلسلہ خواجہ عارف دیوگری تک پہنچتی ہے۔ حضرت خواجہ ابوالخیر قونیوی، خواجہ عارف دیوگری کے مشہور خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ علی رامتینی

آپ خواجہ محمود کے خلفاء میں سے ہیں اور سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت عزیزاں کے لقب سے مشہور ہیں، مقامات عالیہ رکھتے تھے اور علامات متعالی سے سربلند تھے، آپ پاک وصاف اور حلال کمائی کے لئے کپڑا بُن کر روزی حاصل کرتے تھے یعنی آپ کا پیشہ بافندگی تھا۔ جیسا کہ مولانا رومی نے یہ شعر کہا ہے۔

شعر

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شدی

بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را

ترجمہ:۔ اگر علم حال علم قال سے بلند مرتبہ نہ ہوتا تو بخارا کے اعیان و بزرگ خواجہ نساج کے خادم کب بن سکتے تھے۔ آپ غلبۂ حال میں اکثر یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ اگر روئے زمین پر خواجہ عبدالخالق کے فرزندوں میں سے کوئی ایک بھی اس وقت موجود ہوتا تو منصور حلاج ہرگز سولی پر نہ چڑھتے۔

قطعہ

جہان خورشید عبدالخالق آن پیر مریداوست مخلوق جہاندار
اگر بودی یکی ازخدامش الحق نگشتی دادۂ منصور بردار

ترجمہ:۔ وہ پیرعبدالخالق دنیا کے خورشید ہیں دنیا کی مخلوق انکی مُریدہے اگرانکا کوئی ایک خادم بھی اس زمانے میں موجودہوتا تو منصورحلاّج کو پھانسی نہیں چڑھنے دیتا۔

حضرت خواجہ باباسماسی

آپ حضرت عزیزاں کے خلیفہ ہیں اورحضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندکوآپ نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا تھا آپ جب کبھی قصرِ ہندوان کی طرف سے گزرا کرتے تھےتو فرمایا کرتے تھے کہ بہت جلدوہ وقت آنے والا ہے جب کہ قصرہندوان قصرِ عارفان بن جائے گاایک روزحضرت سیدکلال کے مکان سے کہیں واپس تشریف لے جارہے تھےتو راستہ میں آپ کی زبان سے نکلاکراب وہ خوشبوزیادہ ہوگئی ہے،شایدوہ بچہ پیدا ہوگیاہے، چنانچہ حضرت بہاءالدین نقشبند کے دادا تین روز کے اس بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر حضرت باباسماسی کی خدمت میں لے گئے،آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارافرزندہےاوراپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوکرفرمایا کہ اسی فرزندکی خوشبوکی ہم خبردیا کرتے تھے،انشاءاللہ یہ بچہ مقتدائے زمانہ اورپیشوائے دیاروامصارہوگا۔

سیّدامیرکلال

سیدامیرکلال قدس اللہ سرہٗ حضرت باباسماسی کے خلفائے کبارمیں سے ہیں۔حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندکونسبت ارشاد وتلقین اورآدابِ سلوک وطریقت کی تعلیم آپ ہی سے حاصل ہوئی۔

ایک روزحضرت سیدامیرکلال نے خواجہ بہاءالدین نقشبندکواپنے حضورمیں بلایااورفرمایا کہ اےفرزند! بہاءالدین نقشبندمیں نے حضرت خواجہ باباسماسی کی اس وصیت ونصیحت کوتمہارے سلسلہ میں پوراکردیاہے جوحضرت نے مجھےکی تھی اورفرمایا تھا کہ میں نے جو حق تربیت تمہارے سلسلے میں اداکیاہے وہی حق تم میرے فرزندبہاءالدین کے سلسلے میں اداکرنااورکچھ کوتاہی نہ کرنا چنانچہ میں نے تمہاری تربیت میں اس حق کوتمام وکمال اداکردیاہےاورکچھ کوتاہی نہیں کی ہے۔

باباقثم شیخ

باباقثم شیخ ترکستان کے مشائخ میں سے ہیں آپ کاتعلق خواجہ احمد یسوی کے خاندان سے ہے حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند نے بھی آپ سے بہت کچھ فوائدسلوک میں حاصل کئے ہیں۔قثم شیخ کے نوصاحبزادے تھے،خواجہ بہاءالدین کو وہ اپنادسواں بیٹا کہا کرتے تھے۔آپ تین ماہ تک اکتسابِ فیض کے لئے باباقثم شیخ کی خدمت میں رہے۔

شیخ خلیل اتا

شیخ خلیل اتابھی مشائخ ترک سے ہیں۔حضرت بہاءالدین نقشبندایک اشارۂ خواب کی بناءپرآپ کی خدمت میں پہنچے تھے۔

خواجہ بہاءالدین نقشبند

حضرت خواجہ بہاءالدین قدس اللہ سرہٗ کا نام نامی محمد بن محمد البخاری ہے آپ کو شیخ بابا سماسی نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا تھا، سلوک وآداب طریقت کی تعلیم آپ کو بحسبِ ظاہری حضرت امیر کلال سے حاصل ہوئی ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے ورنہ حقیقت میں آپ اویسی ہیں اور آپ نے تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روحانیہ سے حاصل کی ہے آپ کی وفات شب دوشنبہ ۳ ماہ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے آپ کی نسبت سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے جس کا ذکر انشاء اللہ لطیفۂ اذکار میں کیا جائے گا۔

حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کے خلفاء کثیر التعداد ہیں۔ ان میں سے چند حضرات سرحدِ ولایت تک پہنچے ہیں۔ خواجہ علاؤالدین عطار نے اپنے زمانۂ ولایت وشیوخت میں اپنے بعض مریدوں کو تربیت سلوک کے لئے آپ کے سپرد کردیا تھا۔ حضرت خواجہ محمد پارسا حضرت خواجہ بہاءالدین نقشند کے خلفائے اعظم میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا تھا کہ جو امانت مشائخ متقدمین اور حضراتِ کاملین کے خانوادوں سے ہم نے پائی ہے وہ ہم تمہارے سپرد کرتے ہیں۔

شجرہ ششم
(سلسلۂ یسویہ)

اس سلسلہ کے بانی اور اس خاندانِ شریفہ کے مغشاء حضرت خواجہ احمد یسوی ہیں جو ایک مرشدِ برحق اور ہادیٔ طریقت تھے۔ آپ کی نسبت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی سے ہے۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے چار خلیفہ بہت مشہور تھے:۔ ۱۔ خواجہ حسن برقی۔ ۲۔ خواجہ حسن اندقی۔ ۳۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی۔ ۴۔ حضرت خواجہ احمد یسوی۔ جو ترکستان میں ۹۹ ہزار مشائخ کے مقتدا تھے۔

حضرت سلطان احمد یسوی

منقول ہے کہ آپ کے دل میں زیارتِ حرمین شریفین کی خواہش پیدا ہوئی ایک عظیم جماعت کے ہمراہ آپ بڑے طمطراق کے ساتھ روانہ ہوئے بہت سے سکیا پکانے والے باورچی اور متعدد امیر شکار اس جماعت میں موجود تھے۔ جب یہ شکر (جماعت) غجدوان کی سرحد کے قریب پہنچا تو آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ شیر پر سوار ہو اور سانپ کا دُرّہ (کوڑا) ہاتھ میں لے اور اس کو گھماتے ہوئے بلند آواز سے کہے کہ درویشوں کی رسد (خوراک) بھیجو۔ جب وہ شخص اس انداز میں حضرت عبدالخالق کی خدمت میں پہنچا اور ان کو سلطان احمد یسوی کا پیغام پہنچایا تو خواجہ تمام معاملہ سمجھ گئے اور آپ مسکرائے اور کہا کہ اچھا ترک نے اپنی کرامت ہم کو دکھائی ہے اور عجب وغرور ان کے اندر پیدا ہوگیا ہے پس آپ نے ایک مرید کو حکم دیا کہ تم دیوار پر سوار ہو کر اُن کے پاس جاؤ اور سلطان سے دعوت قبول کرنے کی استدعا کرو۔

خادم نے سلطان احمد یسوی کے حضور میں پہنچ کر دعوت کا پیغام دیا اورانہوں نے دعوت قبول کر لی اور حضرت عبدالخالق غجدوانی کی خانقاہ کی جانب پوری جماعت کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ سلطان احمد یسوی کی جماعت کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ایک کوس تک ان کی جماعت کے افراد پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ شیخ عبدالخالق نے خادموں کو حکم دیا کہ پانچ سیر چنا، دوسیر آٹا اور ایک دُنبہ ہمارے حجرے میں رکھ دو اور سلطان کے ہمراہیوں کو دعوت کیلئے بلاؤ۔ آپ کے خدّام حیران تھے کہ اتنے کم سامان سے سلطان احمد یسوی کے اس عظیم لشکر کی دعوت کس طرح ہوگی خواجہ صاحب نے حکم دیا کہ لوگ آئیں اور یہاں (حجرہ) سے ہر شخص دوسیر آٹا اور گھوڑے کے لئے پانچ سیر چنا اور چار افراد پر ایک دُنبہ کے حساب سے سامان لے جائیں۔ لوگ سامان لینے کے لئے دوڑ پڑے اور لشکر کے ہر فرد نے اتنا اتنا سامان وہاں سے لے لیا۔ آپ نے حکم دے دیا تھا کہ جسقدر سامان بتایا گیا ہے ہر شخص اتنا ہی لے اس سے زیادہ نہ لے جو شخص زیادہ لے گا اس کا گھوڑا مر جائے گا۔ ایک شخص نے مقررہ سامان سے زیادہ لے لیا اُسکے گھوڑے نے راستہ میں ٹھوکر کھائی اور گر کر مر گیا۔

تین روز تک اسطرح دعوت کا سلسلہ جاری رہا۔ اب سلطان احمد یسوی نے کوچ کا ارادہ کیا۔ حضرت عبدالخالق کو اس ارادہ سے آگاہ کیا گیا۔ آپ نے سلطان احمد یسوی کو پیغام بھیجا کہ کیوں اتنی مخلوق کو پریشان کرتے ہو؟ اگر مقصود صرف طواف کعبہ ہے تو وہ تو یہاں بھی ہوسکتا ہے چنانچہ آپ کی دُعا سے کعبہ وہیں آ گیا اور سب نے طواف کیا اور عرض کیا کہ میرا مقصود تو آپ کو یہاں بلانا تھا ورنہ کعبہ تو سلطان کے خادم بھی طلب کر سکتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک دفعہ سلطان احمد یسوی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اپنے احباب اور مریدوں کے خلوص کی آزمائش کریں اور ان کے صدق ارادت کو معلوم کریں، چنانچہ انہوں نے ایک دن اپنے پائجامہ میں چمڑے کی ایک تھیلی ہزار روپے رکھ لئے اور اثنائے نماز میں جس کی امامت وہ خود کرتے تھے اس خریطہ کا منہ کھول دیا اور وہ روپے ہر طرف بکھر گئے۔ ہر ایک مریدان روپوں کو اٹھانے میں مشغول ہوگیا مگر صرف دو شخص ان کی اقتدا سے نہیں ہٹے اور ایک شخص آدھا کام کر کے پھر واپس نماز میں شامل ہوگیا بعد میں سب کو معلوم ہوا کہ یہ امتحان لیا گیا تھا۔ اس دن حضرت سلطان احمد یسوی نے فرمایا کہ ''ہمارے صرف ڈھائی مرید ہیں۔ یہ بات آپ نے برسبیل تذکرہ فرمائی تھی۔ ویسے تو سب ہی آپ کی نظروں میں عزیزالوجود تھے۔ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر حضرت قثم کی خدمت میں پہنچا اور آپ کے ظاہری و باطنی التفات سے سعادت اندوز ہوا تو اس نسبت کے سبب سے کہ میرے جدّ اعلیٰ حضرت سلطان احمد یسوی کی اولاد سے تھے، حضرت شیخ قثم نے کئی مرتبہ اشارہ اور کنایہ کے طور پر فرمایا کہ یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ اُس خاندان کے ہوتے ہوئے سلوک کی راہ کسی دوسرے بزرگ کی نسبت سے طے کی جائے میں نے بطور عذرخواہی عرض کیا کہ مشیئت الٰہی اسطرح تھی اور جو کچھ کیا گیا حضرت ابوالعباس (حضرت خضر علیہ السلام) کے اشارے پر کیا گیا ہے کہ ہندوستان جانا ہوا

اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ مجھے نصیب ہوا، انہوں نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ترکوں کا یہ مقولہ ہے

''ارادت پیر مار داد خدمت مین یار'' [1]

پھر آپ نے فرمایا:۔ **اذالفقراء کنفس واحد**

ترجمہ:۔ تمام فقراء ایک نفس واحد کی طرح ہیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ قثم نے مجھے اذکار جہریہ اور اشغال دوریہ سے سر بلند فرمایا جب میں نے فرزند عزیز سید عبدالرزاق کو آپ سے تلقین کے لئے مشرف کرایا تو ظاہری و باطنی توجہ اُن پر بھی مبذول فرمائی۔ حضرت شیخ نے ان کے حسب ونسب کے بارے میں دریافت کیا میں نے عرض کیا کہ یہ (عبدالرزاق) سادات جیل سے ہیں۔ حضرت غوث الثقلین کی اولاد اور احفاد سے ہیں اور یہ میرے پسر متبنٰی ہیں۔ تمام مشائخ نے ان کو قبول فرمالیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم بھی قبول کرتے ہیں کہ تم ہمارے فرزند ہو، تمہارا فرزند ہمارا فرزند ہے حق تعالیٰ سے ہم نے دعا کی ہے کہ انشاءاللہ یہ اپنے وقت کے شیخ الاسلام ہوں گے۔ اس کے بعد میں فرزند عبدالرزاق کو شیخ خلیل اتا کی خدمت میں نے گیا انہوں نے بھی صوری ومعنوی التفات وعنایت سے سرفراز فرمایا۔

جب میں سیّد عبدالرزاق کو حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو انہوں نے بہت ہی زیادہ توجہ اور عنایات مبذول فرمائیں۔ اس کے بعد میں اُن کو جس بزرگ اور شیخ کی خدمت میں لے گیا ہر ایک نے عنایت والتفات سے نوازا اور شیخ الاسلام کا لقب مرحمت کیا۔

سید عبدالرزاق کے سلسلۂ نسب کی تفصیل اس طرح ہے:۔

عبدالرزاق	بن ابی نصیر محی الدین	بن داؤد
بن حسن الجیلی	بن ابی صالح	بن موسیٰ
بن احمد	بن عبدالرزاق	بن عبداللہ
بن ابوالحسن الشریف	بن عبدالقادر جیلی غوث الثقلین	بن موسیٰ الجون سبز رنگ
بن موسیٰ الشریف	بن ابی صالح	بن عبداللہ المحض
بن علی الشریف	بن موسیٰ جنگی دوست	بن حسن المثنیٰ
بن محمد الشریف	بن ابی عبداللہ	بن امیر المومنین حسن المجتبیٰ
بن حسن الشریف	بن یحیٰ	بن امیر المومنین علی بن ابی طالب
بن احمد	بن زاہد	
بن محمّد	بن محمد	

[1] مترجم اس جملہ کے ترجمہ سے قاصر ہے کیونکہ یہ ترک زبان کا محاورہ ہے۔

شجرۂ ہفتم
(سلسلۂ نوریہ)

دودمان نوریہ کی بنیاد اور خاندانِ سروریہ کا منشا حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس اللہ سرہٗ ہیں جو طبقۂ ثانیہ سے ہیں آپ کا نام نامی احمد بن محمد ہے جو ابن البغوی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد بغ شور کے رہنے والے تھے بغ شور مرو و ہرات کے درمیان ایک شہر ہے۔

آپ شیخ سری سقطی، شیخ محمد علی قصاب اور شیخ ابوالحواری کی صحبت میں رہے۔ شیخ ذوالنون مصری سے ملاقات کی ہے۔ آپ شیخ جنید کے معاصرین میں سے ہیں آپ کی ارادت دارشاد وخلافت کا سلسلہ سیّد الطائفہ جنید بغدادی سے ہے۔ ان کا انتقال سیّد الطائفہ کے انتقال سے قبل ۲۹۵ھ میں ہوا۔ لیکن تاریخ یافعی میں سال وفات ۲۸۶ھ تحریر ہے۔ جب شیخ نوری کا وصال ہوا تو شیخ جنید نے فرمایا

"ذهب نصف هذاالعلم بموت النوری،،

ترجمہ:۔ شیخ نوری کے انتقال سے تصوف کا آدھا علم ختم ہو گیا۔

شیخ نوری کا ارشاد ہے:۔

"اِذاتستر الحق عن عین احدکم یعقده استدلال لاخیر فیه،، ترجمہ:۔ جب کبھی تم میں سے کسی کی آنکھوں سے حق پوشیدہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ استدلال کا سہارا لیتا ہے اور اس میں کچھ خیر نہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ایک خراسانی نوجوان شیخ ابراہیم قصّار کے پاس آیا اور کہا کہ میں شیخ نوری کو دیکھنا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ وہ چند سال سے ہمارے پاس تھے لیکن لوگوں کی دہشت (بیگانگی) کے باعث بات نہیں کرتے تھے اور باہر نہیں نکلتے تھے صرف نماز کے لئے باہر آتے تھے

آپ کی وفات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ نے ۱۳ رمضان ۲۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا سلسلہ حضرت سری سقطی سے بھی ملتا ہے۔ ان سلسلہ کے واسطوں اور ان حضرات کے نام پایاں سلسلہ میں بیان ہو چکے ہیں لہذا تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

شجرۂ ہشتم
(سلسلۂ خضرویہ)

شیخ احمد خضرویہ

اس دودمان کبیرہ اور خاندان کثیرہ کے مرجع وشیخ حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور یہ سلسلہ حقیقت میں اویسی ہے اس سلسلہ کے جاری کرنے والے شیخ احمد خضرویہ ہیں۔

آپ کا تعلق طبقۂ اوّل سے ہے آپ کی کنیت ابوطاہر ہے خراسانی مشائخ میں شیخ ابوتراب نخشی اور شیخ حاتم اصم کی صحبت میں آپ رہے ہیں۔

شیخ ابوحفص سے دریافت کیا گیا کہ طائفہ صوفیہ میں آپ نے سب سے زیادہ بزرگ کو پایا؟ تو انہوں کہا کہ احمد خضرویہ سے زیادہ بزرگ اور بلند ہمت میں نے کسی کو نہیں دیکھا، سلوک میں آپ کی نسبت حاتم اصم سے ہے۔آپ نے ۲۴۰ھ میں انتقال کیا۔ بعضوں نے ۲۰۱ھ کہا ہے۔کہا جاتا ہے کہ آپ نے ۹۵ سال کی عمر پائی اور آپ کا انتقال ۱۷ جمادی الاوّل کو ہوا۔آپ کا مزار بلخ میں مشہور زیارت گاہ ہے۔

حاتم بن عُنفوان الاصم

آپ کا تعلق طبقۂ اول سے ہے، ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔آپ خراسان کے قدیم مشائخ میں سے ہیں اور شیخ احمد خضرویہ کے استاد اور پیر ہیں۔آپ نے ۲۳۷ھ میں وفات پائی، کہتے ہیں کہ آپ حقیقت میں بہرے نہ تھے، بلکہ ایک روز ایک شریف بوڑھی عورت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اس کا گوز نکل گیا وہ بہت شرمندہ ہوئی۔کچھ دیر کے بعد اس ضعیفہ نے آپ سے کچھ کہا تو آپ نے کہا اور بلند آواز سے کہو اور ایسا ظاہر کیا جیسے وہ بہرے ہوں، وہ یہ سنکر مسرور ہوئی اُس روز سے آپ نے خود کو بہرہ ہی بنالیا۔شیخ سعدی نے بوستان میں اس واقعہ کو دوسرے انداز ہ میں لکھا ہے۔سلوک میں آپ کی نسبت حضرت شفیق بلخی سے ہے اور ان کو حضرت ابراہیم ادہم سے نسبت ہے۔

شیخ ابوتراب نخشی

آپ کا تعلق طبقۂ اول سے ہے۔آپ کا نام عسکر بن حصین ہے۔آپ خراسان کے مشائخ میں سے ہیں۔آپ علم، زہد، جواں مردی اور توکل میں یگانۂ روزگار تھے۔شیخ ابوحاتم، شیخ عطار بصری کے ہم صحبت رہے ہیں۔علم وسلوک آپ نے شیخ حاتم اصم سے حاصل کیا تھا۔

شیخ ابوتراب ایک روز جنگل میں مصروف نماز تھے۔بادسموم چلنے لگی اور اس کی لُو نے ان کو جھلس دیا۔ایک سال تک بیمار رہے ۲۴۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا یہ وہی سال ہے جس میں شیخ ذوالنون مصری نے وفات پائی۔

شاہ شجاع کرمانی

آپ طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔آپ سلاطین زادے ہیں۔شیخ ابوحفص کے ساتھیوں میں سے ہیں۔آپ نے صحبت، ارادت اور اجازت شیخ ابوتراب سے حاصل کی ہے آپ ابوعثمان حیری کے استاد ہیں۔آپ ہمیشہ قبا پہن کر چلتے تھے اور شیخ باب فرغانی وشیخ نوری وشیخ سیروانی اور شیخ حیری جامہ بردوش چلتے تھے۔شاہ شجاع نے شیخ ابوحفص کے بعد انتقال کیا ان کی وفات ۲۷۰ھ میں ہوئی، بعض کا قول ہے کہ ۳۰۰ھ میں انتقال ہوا آپ کی ایک کتاب کا نام ''سروبرتیؔ معاذ رازی،، ہے۔یحییٰ معاذ رازی نے غنا کا فقر پر جو فضل ثابت کیا ہے انہوں نے اس کتاب میں اس کا جواب دیا ہے۔

شیخ ابوعثمان حیری

آپ طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔آپ کا نام سعید بن اسماعیل الحیری ہے۔آپ رے کے رہنے والے ہیں۔شاہ شجاع کرمانی کے شاگرد ہیں اور علم سلوک کی حقیقت آپ سے معلوم کی ہے۔ماہ ربیع الاول ۲۹۸ھ میں انتقال ہوا۔آپ کا مزار نیشاپور میں ہے۔آپ کا قول ہے:۔

’’کسی حکم الٰہی کے بجالانے میں سستی کرنا اس امر سے کم آگاہی ہے۔‘‘

شیخ حمدون قصّار

آپ کا تعلق طبقۂ اولیٰ سے ہے۔آپ کی کنیت ابوصالح ہے۔ارباب ملامت کے شیخ وامام ہیں(فرقۂ ملامتیہ کے پیشوا ہیں۔ نیشاپور میں نظریہ ملامت کو آپ ہی نے عام کیا۔شیخ ابوتراب نخشبی کی صحبت میں رہے ہیں۔بعض مشائخ روزگار جیسے اسلم بن الحسین اور علی نصیر آبادی کو آپ نے دیکھا تھا،۲۷۱ھ میں نیشاپور میں انتقال ہوا،آپ کا مزار موضع لاحیر میں ہے۔

شیخ ظاہر مقدّسی

آپ ملک شام کے مشائخ متقدمین میں سے ہیں۔حضرت ذوالنون اور شبلی کو دیکھا تھا شیخ شبلی آپ کو فاضل شام (حبر الشام) کہا کرتے تھے۔اپنی ذات کو دوسروں سے شناسا کروانے میں آپ نے بہت ہی شدت سے روکا ہے،طبقۂ صوفیہ میں اس شدت سے اور کسی نے منع نہیں کیا ہے۔آپ نے سلوک اور علومِ صصطر یقت کو شیخ ابوتراب نخشبی سے حاصل کیا ہے۔

شجرۂ نہم

(سلسلہ شطاریہ)

اس سلسلہ کا آغاز حضرت شیخ الشیوخ سے ہوا ہے،حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند یہ سلسلہ مشہور نہیں ہے لیکن اس سلسلہ کے بعض اذکار اس قدر مؤثر ہیں کہ طالبِ صادق حق تعالیٰ کی طرف سے اس راستہ کو جلد طے کرنے کی توفیق پالیتا ہے،یہ سلسلہ حضرت مداقلی ماوراءالنہری کے نام سے مشہور ہے،اس سلسلہ کی کڑیاں یہ ہیں:۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حضرت امام حسینؓ کو، ان سے امام زین العابدینؓ کو، ان سے امام محمد باقرؓ کو، ان سے امام جعفر صادقؓ کو، ان سے سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ کو، ان سے شیخ المعظم خواجہ محمد مغربی کو، ان سے خواجہ اعرابی مزید عشقی کو، ان سے ابوالمظفر مولانا ترک طوسی کو، ان سے شیخ ابوالحسن خرقانی کو ان سے شیخ المعظم والمحترم والمکرّم فداقلی ماوراءالنہری کو، ان سے شیخ حاجی محمد بن عارف القاری کو اور ان سے یہ فقیر جس کا نام اشرف ہے، فیضیاب ہوا۔

حضرت قدوۃ لکبرا نے فرمایا کہ اس خاندان کا ایک اور سلسلہ حضرت شیخ الشیوخ کی اولاد کبار سے جاری وساری ہوا جس کی تفصیل یہ ہے:۔

حضرت عمر معروف بشیخ الشیوخ سے شیخ حماد کو پہنچا، ان سے شیخ نجم الدین کو، ان سے شیخ ضیاء الدین کو، ان سے شیخ رشید الدین کو، ان سے شیخ عبداللہ شطار کو اور ان سے شیخ حسام الدین شطار نے اکتساب فیض کیا۔

یہ سلسلہ شیخ الشیوخ کے فرزندوں سے ابًّا وجدًّا مستقلاً منتقل ہوتا رہا۔ یعنی عن فلاں عن فلاں جاری رہا اور ان سے ہندوستان میں پھیلا۔ میں نے ان حضرات کو ولایت میں دیکھا تھا، انہوں نے مشارب صوفیہ سے بہرۂ وافر پایا ہے۔

شجرۂ دہم

(سلسلۂ سادات حسنیہ وحُسینیہ)

یہ سلسلہ سادات کے واسطوں سے انتہا کو پہنچتا ہے۔ صوفیائے کرام کے تمام سلسلوں اور ارباب طریقت کے تمام گردہوں کا منشاء ومبنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی ہے۔ خصوصاً سلسلۂ سادات کا منشاء آپ ہی کی ذات ہے۔ اس سلسلہ کے بزرگوں کا مختصر حال، ان کی ولادت وفات کی تاریخیں ان کی کرامات اور اُن کے پاکیزہ خصائل کے بارے میں اس لطیفہ میں انشاءاللہ بیان کیا جائے گا جو حضرات خلفائے راشدین کے اوصاف کے بیان میں ہے اور ان کی اولاد واحفاد کا ذکر سیر نبوی کے لطیفہ کے آخری میں بیان کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔

اشرف الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ارادت اور علوم وحقائق معرفت کی نسبت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہے۔

امام زین العابدین علی اصغر نے علوم ومعارف وحقائق اپنے والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ سے اخذ کئے۔

امام سید محمد باقر نے معدن علوم ومخزن حقائق نامتناہی اپنے والد امام زین العابدین سے حاصل کئے اور شرائط سلوک کی تحصیل کی۔

امام جعفر صادق کے اخذ علوم ومعارف وفہوم عوارف کی نسبت آپ کے والد امام محمد باقر سے ہے۔

امام سید موسیٰ الکاظم نے تربیت سلوک اور پرورش اپنے والد امام جعفر صادق سے پائی

امام سید علی رضا نے تربیت وپرورش اپنے والد امام سید موسیٰ الکاظم سے پائی۔

امام سید محمد ن التقی الجواد نے تربیت وپرورش اپنے والد سید علی رضا سے پائی۔

امام سید علی نقی الہادی نے ارشاد وتربیت اپنے والد سید محمد ن التقی الجواد سے پائی

امام سید جعفر مرتضٰی حسن عسکری نے ارشاد و تربیت اپنے والد سید علی الہادی سے پائی۔

امام حسن عسکری سے سید علی اصغر نے تربیت پائی۔ان سے سید عبداللہ نے،ان سے سید احمد نے،

ان سے سید محمود بخاری نے،ان سے سید محمد بخاری نے،ان سے سید جعفر بخاری نے ان سے سید علی ابی المؤید بخاری نے،ان سے سید جلال اعظم بخاری نے،ان سے سید احمد کبیر الحق والدین بخاری نے اوران سے سید المتاخرین وارشد المرشدین حضرت سید جلال مخدوم جہانیان بخاری نے تربیت وخلافت واجازت حاصل کی۔

حضرت سید جلال اعظم بخاری کو خلافت وتربیت واجازت حضرت شیخ الاسلام کبیر بہاؤالحق والدین زکریا (ملتانی) سے بھی حاصل تھی۔

سلسلۂ سادات بخاری

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ آپ (سید جلال مخدوم جہانیان بخاری) کی ذاتِ گرامی سلسلہ سادات بخاری کا منشا ہے اور بہت سے شیوخ کے مقامات کی نسبت کا منبا ہے۔آپ کی ذات گرامی سے اس قدر معارف و دقائق دعوارف اور کرامات عجیبہ صادر ہوئے ہیں کہ متاخرین صوفیہ میں کسی ذات سے اُن کا صدور نہیں ہوا۔آپ مظہر العجائب اور مصدر غرائب تھے۔جب کبھی حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں آپ کے سلسلہ شریف کا ذکر آجاتا یا آپ کا نام آجاتا تو حضرت پر عجیب کیفیت طاری ہوجاتی تھی،اس وقت آپ فرماتے کہ آپ کیسے مظہر العجائب تھے،ہر چند کہ مختلف ملکوں اور شہروں کے اکابر اور زمانے کے اماثر نے مختلف بزرگوں اور مشائخ مختلفہ اور اولیائے زمانہ سے گونا گوں علوم طریقت اخذ کئے ہیں اور حقائق ومعارف کو حاصل کیا ہے لیکن مخدوم جہانیاں نے اس گنبد نیلگوں کے نیچے کوئی بھی درویش ایسا نہیں ہے جس کی ملازمت کا شرف حاصل نہ کیا ہو اور اس فوائد اخذ نہ کئے ہوں۔ان مشاہیر کرام میں سے جن سے آپ نے اخذِ فیض کیا چند مشہور حضرات کے نام یہاں لکھے جاتے ہیں۔

حضرت مخدوم جہانیاں کو سب سے اول نعمتِ طریقت وخلافت اپنے آباد واجداد سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ہے حاصل ہوئی۔

ایضاً آپ نے اپنے عمّ محترم سید محمد بخاری سے بھی تربیت حاصل کی۔

// آپ نے اپنے عمّ محترم سید واحد الدین بخاری سے بھی تربیت حاصل کی۔

// آپ نے تربیت وخلافت امام عبداللہ یافعی سے حاصل کی۔

// آپ نے شیخ ربانی اللہ سرّہٗ فی الارضین شہاب الحق والملۃ والدین (شہاب الدین) ابی سعید سے تربیت و خلافت حاصل کی جو محمود بن محمد کرمانی شافعی کے صحبت یافتہ تھے۔

// آپ کو خلافت حاصل ہوئی شیخ محمد عبید غیثی سے، اور انہوں نے تربیت و خلافت حاصل کی اپنے والد شیخ عبید اللہ سے اورانہوں نے اپنے والد شیخ فاضل بن غیثی سے اور انہوں نے خلافت و تربیت

حاصل کی قطبِ یمن ابوالغیث بن جمیل سے اور انہوں نے خلافت پائی شیخ علی افلح سے اور انہوں نے خلافت پائی شیخ علی حدّ اد سے اور انہوں نے تربیت و خلافت پائی قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے۔

ایضًا آپ شیخ قطب الدین منور سے اور ان کو شیخ نظام الدین اولیاء سے نسبت حاصل ہے۔

// آپ نے خلافت حاصل کی مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی سے۔

// آپ کو خلافت علی شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے اور انہوں نے تربیت و خلافت پائی شیخ نظام الدین اولیاء سے۔

// آپ نے تربیت و خلافت پائی شیخ نورالدین علی بن عبداللہ طراشی سے اور ان کو خلافت حاصل ہوئی سلسلہ بہ سلسلہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے۔

// آپ نے خلافت پائی شیخ رکن الدین علی بن ہیجی سے اور ان کو خلافت ملی سلسلہ بہ سلسلہ سید التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے اور ان کو خلافت حاصل ہوئی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے۔

// آپ کو خلافت حاصل ہوئی حمید الدین ابی الوقت محمد حسین سمرقندی سے۔

// آپ کو خلافت حاصل ہوئی قطب العالم شیخ رکن الدین ابوالفتح بن صدرالدین بن بہاؤالدین زکریا ملتانی سے۔

حضرت مخدوم جہانیان کا سلسلہ دو خانوادوں کے وسیلوں سے ہی رائج ہوا، ایک شیخ رکن الدین سے، دوسرا شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے، اگر چہ آپ نے بے شمار خانوادوں کے معارف وحقائق کی چاشنی چکھی ہے۔

// آپ کو شیخ الاسلام محمود تستری سے عالمِ خواب میں اجازت حاصل ہوئی۔

// آپ کو خلافت واجازت شیخ نجم الدین اصفہانی سے حاصل ہوئی۔

// آپ کو فقیہ یصال قطبِ عدن سے خلافت ملی۔

// آپ کو خلافت واجازت وتربیت قرأۃ علم العوارف وکتب سلوک اوراخذ طریقت قطب المشائخ شیخ عبداللہ قطری سے حاصل ہوئی۔

// آپ کو خلافت واجازت سلطان عیسیٰ سے حاصل ہوئی۔

// آپ کو خلافت واجازت بعالم خواب وبیداری حضرت شیخ مرشد سلطان ابواسحاق گازرونی قدس اللہ سرہٗ سے ملی۔

// آپ کو خلافت وجازت عالمِ خواب میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے حاصل ہوئی۔

// آپ کو خلافت واجازت عالمِ خواب میں حضرت قطب الاولیاء احمد کبیر رفاعی سے ملی۔

ایضًا آپ کوخلافت واجازت بعالم خواب شیخ الاسلام شیخ نظام الدین اولیاء سے ملی۔

// آپ کوخلافت واجازت وتربیت غوث الٰہی حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے حاصل ہوئی۔

// آپ نے خرقہ حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے بغیر کسی واسطہ کے زیب تن کیا۔

// حضرت شیخ اشرف الدین مشہدی لکھتے ہی کہ حضرت مخدوم جہانیاں کوخلافت واجازت ایک سو چالیس سے زیادہ علمائے راسخین اور صاحبان ارشاد مشائخ سے حاصل تھی جن کے خرقہ اور سلسلہ کی نسبت عن فلاں عن فلاں کے واسطے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی ہے، آپ نے علم شریعت وطریقت وحقیقت وعلمِ تصوّف ان سب سے حاصل کیا اور جتنے مشائخ کرام کا ہم نے ذکر کیا ہے ان بزرگوں سے اجازت وخلافت ارشاد اور تلقین کا شرف حاصل کیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب میں آخری بار حضرت مخدوم جہانیاں قدس اللہ سرہٗ کی خدمت بابرکت میں شہراوچ میں پہنچا اور مجھے آپ سے شرفِ اختصاص حاصل ہوا تو اس موقع پر حضرت نے ان تمام اکابروشیوخ کے نام گن گن کر وہ سب فیوض عطا فرمائے جو آپ ان مشائخ سے حاصل کر چکے تھے۔

قطعہ

نہ چند ان نعمتم ایثار کروند — کہ آنرا میتوان کردن حسابی
نبات از شکر اور بیرون نیاید — کہ گر دو سیر از دستِ سحابی

ترجمہ: آپ نے اتنی نعمتیں عطا کی ہیں کہ ان کا حساب نہیں ہوسکتا، شکر سے نبات نہیں نکل سکتی جب تک بادل سے سیراب نہ ہو۔

حضرت مخدوم جہانیاں کی ولادتِ باسعادت بروز پنجشنبہ بوقتِ مغرب شبِ برات ۱۵ شعبان ۷۰۷ھ میں ہوئی اور آپ نے ۷۸ سال قیدِ حیات میں رہ کر بروز چہارشنبہ عیدالاضحیٰ ۱۰ ذی الحجہ ۷۸۵ھ میں غروب آفتاب کے وقت انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار اوچ میں واقع ہے۔ آپ کا مسلک حنفی تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد آپ کو شیخ جمال کی خدمت میں لے کر آئے اور آپ کو اُن کے پیروں پر ڈال دیا۔ اس وقت حضرت جمال نے آپ کے والد کو بشارت دی کہ تمہارا یہ فرزند دنیا میں ایک ایسی بزرگ ہستی ہوگا جس طرح آج کی رات کی بزرگی تمام عالم میں ہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں کے خلفاء

حضرت مخدوم جہانیاں کے چند خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ شیخ صدرالدّین راجو بخاری۔

۲۔ سیّد اشرف الدین مشہدی۔

۳۔شیخ بابوتاج الدین بکھری۔

۴۔سیّدمحمودشیرازی۔

۵۔سیّداشرف جہانگیرسمنانی

۶۔سیّدسکندربن مسعود

۷۔سیّدعلاؤالدین جامع الملفوظ سیّدشرف الدین

۸۔مولاناعطاءاللہ۔

حضرت مخدوم جہانیان کوحضرت شیخ نصیرالدین محموداودھی چراغِ دہلی سے جوتعلق صحبت تھا وہ بہت مشہور ہے اس لئے اس کو تحریرکرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرافرماتے تھے کہ جب یہ فقیر(اشرف) پہلی مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں پہنچا تو جیسا کہ حضرت مخدوم کاطریقہ تھا آپ نے اخذِ مقامات کی ابتداءکی،جب آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ اشرف کے مقامات کامنتقل ہوناممکن نہیں ہے تو بہت مسرور ہوئے اورفرمایا کہ برادراشرف ہم سےضرورکچھ حاصل کرلیں گے۔جب ان کی ملازمت میں پہلی رات ہوئی تو حضرتِ والا کے ارشادسابقہ کے بموجب مین خلوت گاہ میں حاضرہواتو میں نے دیکھا کہ حضرت مخدوم کے ساتوں اعضاءالگ الگ جگہ پڑے ہیں۔اور ہرعضوتسبیح میں مصروف ہےاورمختلف زبانوں میں یہ تسبیح وذکر جاری ہے۔کچھ دیریہی کیفیت رہی،پھر وہ تمام اعضاءیک جاہوگئے۔اس وقت حضرت مخدوم نے مجھ سےفرمایا کہ بھائی اشرف تم کویہ(نعمت)مبارک ہو۔دوسری شب خلوت میں جب میں حاضرہواتو دیکھا کہ آپ کاجسم تجلّی بسیط سےپھیل گیاہےاورتمام خلوت خانہ جسم سے پُر ہوگیا ہےاورجسم کے گوشت کے ٹکڑے دیوارکےسوراخوں سے باہرآنے لگے ہیں۔جب کچھ دیرکے بعدحالتِ اصلی پرواپس آئےتو فرمایا’’میرے بھائی یہ(نعمت) بھی تم کومبارک ہو‘‘تیسری شب مجھےخلوت میں باریابی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ کاجسم اس قدرلطیف ہوگیا ہے کہ ازسرتاپاجسم کا ایک ایک ذرہ دیکھاجاسکتاہے ؎

مثنوی

چنان صافی شدہ ازپائی تاسر	کہ گوہی بیضۂ نور است یکسر
زتاب آفتاب ذات یزدان	شدہ جسم مبارک اور درخشان
اگر در پا بودیک ذرّۂ خاک	نماید سوئی سر آن ذرّۂ پاک

ترجمہ:پاؤں سےسرتک ایساصاف اورشفاف ہوگیاتھاجیسے کہ سراسرایک روشنی کاگولہ ہو۔ذاتِ یزداں کےآفتاب کی تابش سے اُن کاجسم مبارک درخشاں ہوگیاتھا۔اگرپاؤں کے نیچےبھی کوئی مٹی کاذرّہ موجودہوتواس کوبھی ان کےسرکےاندرسے مشاہدہ کیاجاسکتا تھا۔

اس حال کے مشاہدے سے مجھے دہشت ہوئی اور میں خلوت گاہ سے واپس آگیا۔ کچھ دیر کے بعد جب

آپ کے سراپا کا وہ آئینہ مکدر ہوا تو آپ کو اس فقیر کا خیال آیا اور مجھے طلب فرما کر ارشاد کیا ''برادرم اشرف! یہ (نعمت) بھی تم کو مبارک ہو''

جب میں آپ کی خدمت سے رخصت ہونے لگا تو حلقۂ احباب میں ذکر جہری اور ہر کام کے لئے یاغفور کے تعویذ کی اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد کیا۔

قطعہ

میانِ ما و تو آن اتحاد است — کہ آنرا موجبی اندر میان نیست
چنانم با تو باہم ای دل آرام — کہ آن وابستگی در جسم و جان نیست

ترجمہ: ہمارے اور تمہارے درمیان ازلی دوستی اور لم یزلی الفت قائم ہے جس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اے محبوب تیرے ساتھ ایسی باہمی وابستگی ہے کہ ایسا تعلق تو جسم و جان کا بھی نہیں ہے۔

شجرۂ یازدہم

(سلسلۂ زاھدیہ)

حضرت شیخ ابوالحسین بازیار ہروی

آپ سلسلۂ زاہدیہ کا منشا اور اس زمرۂ عابدیہ کا منبا ہیں۔ آپ مقتدائے عصر اور پیشوائے زمانہ تھے، تمام فضائل طریقت سے آراستہ اور کمالاتِ معرفت سے پیراستہ تھے۔ حضرت ابوالعباس قصّاب سے آپ فیضیاب ہوئے تھے۔ ان اکابر کا مرجع حضرت سیّد الطائفہ ہیں۔ ان کے ذکر میں تفصیل پیش کی جائے گی۔ خاندان زاہدیہ کا منشا حضرت محمد رویم ہیں۔

شیخ ابومحمد رویم

آپ کا نام محمد رویم بن احمد بن یزید ہے۔ آپ کا تعلق طبقۂ ثانیہ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابومحمد ہے۔ آپ کو شیخ ابوبکر، شیخ ابو الحسن اور شیخ ابوشیبان بھی کہا جاتا ہے۔ آپ رویم اعظم کے نبیرہ ہیں جو حضرت نافع سے قرأت قرآن کی روایت کرتے ہیں۔ آپ کو سیّد الطائفہ سے نسبت حاصل ہے۔

اکابر زمانہ سے ایک بزرگ کا قول ہے:

''موی از رویم دوست تر از صد موی جنید است''

ترجمہ: شیخ رویم کا ایک بال مجھے شیخ جنید کے سو بالوں سے زیادہ عزیز ہے۔

آپ بڑے صاحبِ جاہ و مرتبت شخص تھے۔ تصوّف و معارف میں آپ کے اقوال بہت مشہور و معروف ہیں۔

شیخ عبداللہ حفیف شیرازی

آپ طبقۂ خامس سے ہیں۔ آپ کا نام نامی محمد بن خفیف استکباری ہے۔ آپ کا تعلق شیراز سے ہے اور آپ کی والدہ نیشاپور کی ہیں، آپ

اپنے وقت میں شیخ الاسلام تھے، بہت سے مشائخ روزگار جیسے حضرت رویم، حضرت کتانی، شیخ یوسف اور اُن جیسے دوسرے بزرگوں کو آپ نے دیکھا تھا۔ آپ کی نسبت شیخ رویم سے ہے، آپ کا مسلک شافعی تھا ۳۳۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا، بعض حضرات کا قول ہے کہ آپ کی وفات یکم شوال (بروز عید الفطر) ۳۹۱ھ میں ہوئی آپ نے ایک سو چوبیس سال کی عمر پائی۔ آپ سے سلسلہ کی نسبت شیخ بازیار نے حاصل کی اور اُن سے شیخ ابو اسحاق گاذرونی نے، اور شیخ گاذرونی سے خواجہ قطب الدین عبدالمجید نے اور ان سے خواجہ احمد عبدالکریم نے اور خواجہ عبدالکریم سے خواجہ صدرالدین سمرقندی نے اور اُن سے خواجہ شہاب الدین زاہد نے، اور خواجہ شہاب الدین زاہد سے خواجہ فخر الدین زاہد نے اور اُن سے خواجہ بدرالدین زاہد کو یہ نسبتِ ارادت حاصل ہوئی۔

شجرۂ دوازدہم

(سلسلہ احمدیہ)

حضرت احمد النامقی الجامی

سلسلہ احمدیہ کا منشاء و منباء حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی المعروف بہ شیخ احمد زندہ پیل قدس اللہ سرہٗ کی ذاتِ گرامی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ احمد زندہ پیل اس رتبہ اور پایہ کے بزرگ تھے کہ ان کے اوصاف کی تشریح و توضیح حیطۂ بیان میں نہیں آسکتی۔ شیخ احمد النامقی کی کنیت ابونصیر احمد ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی ابوالحسین النامقی الجامی ہے۔ آپ حضرت جریر بن عبداللہ الجبلی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، حضرت جریر بن عبداللہ الجبلی کا قول ہے کہ میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے نہیں روکا اور آپؐ مجھے جب دیکھتے تو تبسّم کے ساتھ دیکھتے تھے۔

حضرت جریر بن عبداللہ الجبلی بہت بلند قامت اور خوبرو تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو اس امّت کا یوسف کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بیالیس فرزند عطا فرمائے تھے۔

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کے پاس جو خرقہ تھا اُن کو چالیس مشائخ نے پہنا تھا اور وہی خرقہ شیخ احمد کو عطا ہوا تھا۔ شیخ ابو علی فارمدی کو آپ (ابوسعید ابوالخیر) ہی سے نسبت ارادت حاصل تھی۔

منقول ہے کہ ابوالقاسم کُرد امرائے زمانہ میں سے تھے لیکن انہوں نے فقر اور قناعت کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ اس وجہ سے روزی کی طرف سے پریشان رہتے تھے۔ کسی شخص نے اُن کو بتایا کہ شیخ احمد النامقی کی خدمت میں جاؤ، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کا رزق ایک پتھر کے حوالے کر دیا۔ جس کو شاعر نے یوں نظم کیا ہے۔

نظم

ابوالقاسم کردشد چویکر مضطر — بکشاد بروکرامت احمد در
کردند کفاف حوالہ بہ حجر — ہر روز چہار دانگ می آئی ومی بر

ترجمہ:۔ جب ابوالقاسم کردیکسر پریشان ہوگیا تو اس کے اوپر کرامت احمدی کا دروازہ کھولا گیا اس کا رزق پتھر کے حوالے کردیا اور کہا کہ ہرروز چہار دانگ لے لیا کرو۔

اسی طرح کا ایک معاملہ حضرت قدوۃ الکبرا سے بھی ظہور میں آیا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا پہلی مرتبہ دکن کے سفر پر تشریف لے گئے تو حضرت گیسودراز بندہ نواز کی خانقاہ میں فروکش ہوئے اور مدّت تک وہاں قیام فرمایا۔محمود خان گجراتی جومشہور زمانہ امراء میں سے تھے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کے التفاتِ خاص سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت کی توجہ اُن کی جانب کچھ زیادہ ہی مبذول ہوگئی تو انہوں نے امارت اور اسباب دنیوی ومال ومتاع کو ترک کردیا یہاں تک کہ روزمرہ کے خرچ سے بھی تنگ ہونے لگے جب حضرت قدوۃ الکبرا کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اُن سے دریافت کیا کہ تمہارے اہل وعیال کے لئے روزانہ کتنا خرچ درکار ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ چار دینار یومیہ میں گذر بسر ہوسکتی ہے تو حضرت نے ان کے لئے چار دینار یومیہ قریب کے ایک پہاڑ سے مقرر فرمادیئے۔ یہ پہاڑ نواحی خانقاہ میں واقع تھا اور اس کو درّہ شاہی کہتے تھے۔ وہاں سے ان کو چار دینار روزانہ مل جایا کرتے تھے۔خواجہ ابوالوفا نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے:۔

قطعہ

چومحمود ازاعیال خویش شدتنگ عنایت پیر کردش فکر اورار
کہ ہر روزای برادر بہراطفال بگیر ازسیم درہ چہار دینار

ترجمہ:۔ جب محمود اپنے اعیال کے خرچہ سے تنگ آکر فکرمند ہونے لگا تو ان کے پیر نے ان کی فکر دور کردی اور کہا کہ بچوں کے خرچہ کے واسطے روزانہ پہاڑ سے چار دینار لے لیا کرو۔

آپ کی نسبت اجازت وخلافت شیخ ابوطاہر ابوالخیر سے ہے۔ کہتے ہیں کہ چار سو سال کے بعد ایک احمد پیدا ہوگا۔حضرت خواجہ ابوالمکارم فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام احمد جامی کا طبقہ چار سو سال اور کچھ زیادہ ہے چنانچہ اس حساب سے حضرت قدوۃ الکبرا تک آٹھ سو سال بنتے ہیں یعنی ۷۹۴ھ تک آپ کا دور ہے۔

حضرت شیخ احمد النامقی کی ولادت ۴۴۱ھ میں ہوئی اور ۵۳۶ھ میں وفات پائی، حضرت سیّد الطائفہ (جنید بغدادی) تک آپ کی نسبتِ ارادت مسلسل ہے اور وہ اس طرح ہے:۔آپ نے تربیت اور ارادت شیخ ابوطاہر سے حاصل کی۔شیخ ابوطاہر خلیفہ برحق وخلف مستحق حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کے ہیں جن کا اصل نام فضل اللہ بن ابی الخیر ہے۔حضرت ابی سعید ابی الخیر سلطان وقت اور جمال اہل طریقت تھے آپ کے پیرومرشد طریقت شیخ ابوالفضل سرخسی ہیں جو یگانہ روزگار اور مقتدائے عصر تھے۔تمام اکابر اور اماثر وقت نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر

آپ کی دو رباعیات بہت مشہور ہیں اور کتب تصوف میں مرقوم ہیں ان میں سے ایک رباعی وہ ہے کہ اگر بیمار کی صحت یابی کے لئے پڑھی جائے یا پڑھ کر

بیمار پر پھونکی جائے یا تعویذ کی صورت میں ہو تو حق تعالیٰ بیمار کو صحت کلی عطا فرما دیتا ہے اور اگر کسی شخص کی نزع کی حالت میں پڑھی جائے تو دم نکلنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ یا وہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔

رباعی

حور ان بہ نظارۂ نگارم صف زد رضوان زتعجب کف خود برکف زد

یک خال سیہ برآن رخان مطرف زد ابدال زبیم چنگ برمصحف زد

ترجمہ: صف بستہ ہوئیں حوریں نظارے کے لئے رضوان نے تعجب سے بجائی تالی

جب خال سیاہ دوست کے رخ پر دیکھا قرآن پہ ابدال نے دف تک رکھ دی

اور دوسری رباعی جو آپ سے منقول ہے اور دوسری اکابر سے بھی اس کے بارے میں سنا گیا ہے کہ جو کوئی اس رباعی کو اپنا ورد بنا لیتا ہے تو اس کو بھی منجملہ اولیاء لکھا جاتا ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرف ہمکلامی کا خواہاں ہوتا ہے اور درجۂ ولایت چاہتا ہے تو اس رباعی کو اپنا ورد بنا لے، وہ رباعی یہ ہے:۔

رباعی

من بی تودمی قرار نتوانم کرد احسان تراشمار نتوانم کرد

گر برتین من زبان شود ہرموئے یک شکر از تو ہزار نتوانم کرد

ترجمہ:۔ میں تیرے بغیر ایک دم بھی قرار سے نہیں رہ سکتا (تیرے بغیر دم بھر کو قرار نہیں آسکتا) اے دوست تیرے احسانات کا میں شمار نہیں کر سکتا۔ اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرے ہزاروں احسانات میں سے ایک احسان کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

۴ شعبان ۴۴۰ھ میں شب جمعہ نماز عشاء کے وقت آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے ایک ہزار ماہ کی عمر پائی۔ (۸۳ سال ۴ ماہ)

شیخ ابوالفضل سرخسی

شیخ ابوالفضل بن الفضل بن الحسن سرخسی کا نام نامی محمد بن الحسن ہے، آپ شیخ ابونصر سراج قدس اللہ سرہٗ کے مرید ہیں اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پیر ہیں۔ آپ (شیخ ابوسعید ابوالخیر) کے مریدوں پر جب حال قبض طاری ہوتا تھا تو وہ لوگ شیخ ابوالفضل سرخسی کے مزار پر پہنچ جاتے تھے وہاں وہ حال قبض حال بسط سے بدل جاتا تھا اور ذوق و وجدان سے یہ بیت پڑھتے تھے۔

بیت

معدن شادیست این یامنبع جودوکرم قبلۂ ماروئے یار وکعبۂ ہر کس حرم

ترجمہ: معدن شادی کہوں یا معدن جودوکرم اپنا قبلہ یار کا رخ غیر کا قبلہ حرم

آپ کا کوئی مرید جب زیارت بیت اللہ کا قصد کرتا تو فرماتے کہ ان (شیخ ابوالفضل) کے مزار کا سات مرتبہ طواف کر لو حج کا ثواب مل جائے گا۔

شیخ ابونصر سراج

آپ کو طاؤس الفقراء کہتے ہیں آپ علوم وفنون میں کامل اور ریاضات ومعاملات میں بے مثال و بے عدیل تھے۔ کتاب ''اللمع ،، کے مصنف ہیں۔ اس کتاب ''اللمع'' کے علاوہ بھی آپ کی اور بہت سی تصانیف علم حقیقت اور طریقت میں موجود ہیں۔ آپ طوس کے رہنے والے تھے۔ طوس ہی میں آپ کا مزار ہے۔ آپ شیخ ابومحمد مرتعش کے مرید ہیں۔ آپ نے شیخ سہل تستری اور سری سقطی کو دیکھا تھا، ایک روز شیخ مرتعش کی مجلس میں معارف وحقائق بیان ہورہے تھے، یہ بھی اس میں مصروف تھے، معارف بیان کرتے کرتے شدت جذبہ پیدا ہوا اور یہ بےخود ہوگئے، آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ اسی بےخودی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے حضور آگ میں سجدے کے لئے سر رکھدیا لیکن ان کو آگ سے گزند نہیں پہنچا۔ اس واقعہ سے ان کی عزت وتوقیر میں اوراضافہ ہوگیا۔

آپ کا ارشاد تھا کہ میرے مرنے کے بعد جو کوئی میرے مزار کے پاس گزرے گا وہ بخش دیا جائے گا۔ اسی ارشاد کی بناء پر طوس کے لوگ (مسلمان) اپنے مردے کے جنازے کو آپ کے مزار کے پاس سے گزار کر قبرستان لیجاتے ہیں۔

شیخ عبداللہ بن محمد المعروف بامرتعش

آپ کا تعلق طبقۂ رابعہ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابومحمد ہے، آپ کا مولد تونیشاپور تھا لیکن آپ بغداد کے محلّہ حیرہ میں رہتے تھے۔ آپ عراق کے یگانہ ویکتا فرد تھے اور عراق کے تمام مشائخ کے آپ امام تھے۔ آپ شیخ ابوحفص کے اصحاب میں سے ہیں۔ شیخ جنید کو آپ نے دیکھا تھا۔ لوگوں میں مشہور ہے۔ کہ بغداد کے تین عجائب ہیں:۔

۱۔ شبلی کی فریاد۔ ۲۔ مرتعش کے نکات۔ ۳۔ خلدی کی حکایات۔

شیخ مرتعشی ہمیشہ بغداد میں مقیم رہے۔ مسجد شونیزیہ آپ کا مسکن تھا اور اسی جگہ ۳۲۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا، بعض نے کہا ہے کہ ۳۲۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی ارادت وخلافت کی نسبت سیدّ الطائفہ شیخ جنید بغدادی سے ملتی ہے۔

شجرۂ سیزدہم

(سلسلۂ انصاریہ)

خواجہ عبداللہ انصاری

سلسلہ انصاریہ کا مرجع اور منشا حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہیں۔ آپ کا نام ہی ابواسماعیل عبداللہ بن ابی منصور محمد انصاری ہے (قدس اللہ سرہٗ) آپ کا لقب شیخ الاسلام ہے۔ آپ مَتُّ الانصاری بن حضرت ابوایوّب انصاری کی اولاد سے ہیں۔ حضرت ابوّ ایوب انصاری کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تھی۔

حضرت مَتُّ الانصاری امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں احنف

بن قیس کے ساتھ خراسان تشریف لائے تھے اور ہرات میں مقیم ہو گئے تھے، شیخ الاسلام کے والد شیخ ابومنصور کچھ مدت بلخ میں شریف حمزہ عقیلی کے ساتھ مقیم تھے۔ ایک روز ایک خاتون نے جناب شریف حمزہ عقیلی سے کہا کہ آپ ابومنصور سے کہیں کہ وہ مجھے اپنی زوجیت میں لے لیں۔ جب ابومنصور سے یہ بات کہی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ میرا تو شادی کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے اور ان خاتون کی پیشکش کو رد کر دیا۔ شیخ شریف حمزہ نے کہا کہ تم شادی ضرور کرو گے اور اسی بیوی کے بطن سے تمہارے ایک فرزند پیدا ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور میری ولادت ہوئی۔ (یہ تمام روایات حضرت شیخ الاسلام کی زبانی ہیں) جب میری پیدائش کی خبر انہوں نے سنی تو فرمایا کہ کیا خوب لڑکا ہے (یہ کلمہ تمام صفات کا جامع ہے) حضرت شیخ الاسلام کی پیدائش قریہ قندز میں ہوئی اور اسی جگہ آپ پڑھے۔ آپ کی ولادت جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت دوم شعبان ۳۹۶ھ میں ہوئی۔ آپ ربیعی ہیں کیونکہ آپ موسم بہار میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ بھی بزرگ اور درویشہ تھیں۔

منقول ہے کہ جب شیخ الاسلام پیدا ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ یہ بچہ جو پیدا ہوا ہے اس کو تم نے دیکھا؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں دیکھا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ بچہ ہے کہ تمام دنیا اس کی برکتوں سے معمور ہو جائے گی اور اس کے وقت میں تمام دنیا میں اس سے زیادہ بزرگ اور کوئی نہیں ہوگا۔ آپ کو ستّر ہزار عربی اشعار زبانی یاد تھے وہ بھی مختلف شعراء کے۔ آپ خود بھی شاعر تھے۔ آپ کی نسبت علوم تصوف میں شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہٗ سے ہے۔ آپ نے ۴۸۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابوالحسن خرقانی

آپ کا نام نامی علی بن جعفر ہے، اپنے وقت کے یگانہ، غوث زمانہ اور قبلۂ وقت تھے۔ شیخ ابوالحسن خرقانی کو تصوّف میں ایک نسبت تو سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی سے ہے اور ایک نسبت شیخ ابوالعباس قصّاب سے ہے لیکن سلوک میں آپ کی تربیت حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ آپ کی وفات شب سہ شنبہ ۱۰ محرم ۴۲۵ھ میں ہوئی۔

شیخ ابوالعباس قصاب الآملی

آپ آمل طبرستان کے شیخ تھے۔ آپ کے شیخ محمد بن عبداللہ الطبری تھے جو شیخ ابومحمد حریری کے مرید تھے۔ آپ زبردست کرامتوں کے مالک تھے اور اپنے زمانے کے غوث تھے اُن کا ارشاد ہے کہ ہمارا یہ کاروبار آخر خرقانی کو اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (شیخ خرقانی کو یہ بوجھ اٹھانا پڑا وہ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالعباس قصّاب کا زمانہ پایا ہے۔ میں ہمیشہ شیخ عمو سے کہا کرتا تھا کہ تین مرشدوں کی میں ضرور زیارت کروں گا۔ شیخ ابوالعباس سے آمل میں، شیخ احمد نصر سے نیشاپور میں اور شیخ بوعلی سیاہ سے مرو میں شرف نیاز حاصل کروں گا۔

حسین بن منصور حلاّج

طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ وہ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد ہیں اور ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کا ذکر تفصیل سے ابتداء سے انتہاء تک لطیفۂ شطحیات

میں آیا ہے۔آپ حضرت جنید سے صحبت رکھتے تھے۔دوم ذیقعد ۳۰۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ ابومحمد جریری

آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن الحسین ہے۔حسین بن محمد بھی بعض نے کہا ہے۔سیدّ الطائفہ شیخ جنید کے اصحاب کبار سے ہیں۔شیخ جنید کے وصال کے بعد آپ کو شیخ (جنید) کی مسند پر بٹھایا گیا۔تمام علماء و مشائخ نے آپ کی بزرگی کو تسلیم کیا ہے۔شیخ سہل عبداللہ تستری کی صحبت میں رہے ہیں۔جنگ قرامطہ میں آپ شریک تھے،اسی جنگ میں پانی نہ ملنے کی باعث تشنگی سے آپ شہید ہو گئے۔آپ کا سال وفات ۳۱۲ھ ہے اور بقول بعض ۳۱۴ھ ہے آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔

شجرۂ چہاردہم

اُن مشائخ کا تذکرہ جن کا سلسلہ حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی تک پہنچتا ہے

شیخ ابوحمزہ خراسانی

اگر چہ لطیفۂ سابق میں تفصیل سے ہم اس سلسلہ کو بیان کر چکے ہیں۔یہاں ہم صرف ان اکابر کا تذکرہ کریں گے جن کو حضرت جنید بغدادی سے نسبت ہے۔ان حضرات میں ایک بزرگ شیخ ابوحمزہ خراسانی ہیں۔ان کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔آپ نیشاپوری ہیں۔مشائخ عراق کے ہم صحبت تھے۔آپ کو جوانمردان مشائخ میں شمار کیا جاتا ہے ۲۹۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا یعنی حضرت شیخ نوری اور حضرت شیخ جنید رحمہما اللہ تعالیٰ سے پہلے اور شیخ خراز اور شیخ ابوحمزہ بغدادی رحمہما اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا وصال ہوا۔

شیخ ابوالخیر تنیاتی

آپ کا تعلق طبقۂ چہارم سے ہے۔آپ کا نام نامی حماد ہے۔آپ موضع تنیات میں جو مصر سے دس فرسخ کے فاصلے پر ہے کسی شخص کے غلام تھے۔بعض کا قول ہے کہ تنیات ولایت مغرب میں ایک مقام کا نام ہے۔

جھولی بُنا کرتے تھے اور کسی کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کس طرح بُن لیتے ہیں۔آپ اپنے وقت میں مخلوقات کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔۳۴۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔شیخ ابوعبداللہ جلاء شیخ جنید اور ان جیسے بزرگوں کی صحبت کا فیض اٹھایا ہے۔تصوف توکل اور معارف طریقت میں آپ کے ارشادات سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ میں طبقۂ صوفیہ میں تیرہ ابوالخیر نام والے حضرات کو جانتا ہوں جو سب کیسب موالی تھے ان میں چند یہ ہیں۔یہ حضرات ساداتِ جہان واقطاب زمانہ گذرے ہیں:۔

۱۔ابوالخیر تنیاتی۔
۲۔ابوالخیر عسقلانی
۳۔ابوالخیر حمصی
۴۔ابوالخیر مالکی
۵۔ابوالخیر حبشی جو آخری ابوالخیر ہیں۔

شیخ حمزہ عبداللہ حسینی

شیخ حمزہ عبداللہ الحسینی آپ کا نام نامی ہے اور کنیت ابوالقاسم ہے۔آپ کی عمر کا بیشتر حصہ سفر میں گذرا۔آپ شیخ ابوالخیر تنیاتی کے مریدوں میں سے ہیں۔

حضرت منشاد النوری

آپ طبقۂ سوم سے ہیں۔عراق کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں۔اپنے دور کے یگانہ اور سرآمد ہیں۔

حضرت بابجی جلاد

ان سے مشائخ صحبت رکھتے تھے۔جنید درویم اور نوری کے معاصر ہیں ۲۹۹ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت سمنون بن حمزہ بن المجیب الکذاب

طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔امام المحبت تھے۔آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔بعض نے آپ کی کنیت ابوالقاسم بتائی ہے۔خود کو کذاب لقب دیا تھا جب تک اس لقب سے مخاطب نہ کیا جاتا آپ جواب نہیں دیتے تھے۔عالم محبت میں یگانہ تھے تمام عمر محبت کی باتیں کرتے رہے۔سری سقطی ومحمد علی القصاب وابواحمد القلانسی سے محبت رکھتے تھے۔حضرت جنید کے مرید تھے اور اُن سے پہلے وفات پائی۔بعضوں نے کہا ہے کہ اُن کے بعد فوت ہوئے۔

حضرت ابواحمد قلانسی

قدیم مشائخ سے ہیں ان کا نام مصعب بن احمد البغدادی ہے۔کہتے ہیں وہ مرد کے رہنے والے تھے۔حضرت جنید اور رویم کے معاصر تھے ۲۹۰ھ میں مکہ گئے۔

حضرت علی بن بندار بن الحسین صوفی

پانچویں طبقہ سے ہیں۔کنیت ان کی ابوالحسن ہے۔نیشاپور کے متاخرین بزرگوں اور مشائخ میں سے ہیں۔مشائخ کی صحبت میں رہے اور ان کی صحبت سے اسقدر بہرہ یاب تھے کہ کوئی دوسرا نہ تھا۔سیدالطائفہ (جنید بغدادی) کے معاصر تھے ۳۵۹ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری

طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ان کی کنیت ابومحمد ہے۔اس قوم اور طائفہ علماء کے بڑے لوگوں میں سے ہیں اور اپنے عہد کے امام تھے اور اخیار وابرار کے مقتدا تھے ذوالنون مصری کے شاگرد تھے،اپنے ماموں سے صحبت رکھتے تھے جو حضرت جنید کے صحبت یافتہ تھے۔حضرت جنید سے پہلے محرم ۲۸۳ھ میں وصال فرمایا۔اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔

حضرت ابوطالب محمد بن علی بن عطیہ البخاری الحارثی المکی

آپ کتاب قوت القلوب کے مصنف ہیں جو اسرار طریقت کی جامع ہے۔ کہتے ہیں کہ طریقت کی باریکیوں سے متعلق اسلام میں ایسی تصنیف نہیں ہوئی۔ جمادی الآخر ۳۸۶ھ میں فوت ہوئے۔ تصوف میں ان کی نسبت

شیخ عارف ابوالحسن محمد بن ابی عبداللہ احمد بن سالم بصری سے ہے اور ابوالحسن محمد کی اپنے باپ ابوعبداللہ احمد بن سالم سے اور ان کے والد کی نسبت سہل بن عبداللہ تستری سے۔ قدس اللہ ارواحہم۔

حضرت ابوبکر الکسائی الدینوری

قہستان عراق سے تعلق رکھنے والے تھے، دینور میں مرد بزرگ تھے، حضرت جنید کے قدیم اصحاب میں سے تھے اور ان سے پہلے ہی وصال فرما گئے۔ حضرت جنید بغدادی سے ہزار مسئلہ انہوں نے دریافت کیا جن کا آپ نے جواب دیا۔ جب وہ سوتے تھے تو ان کے سینہ سے قرآن شریف کی آواز آتی تھی۔

حضرت ابویعقوب الاقطع

حضرت جنید کے کاتب تھے۔ ان کا سلسلہ مکہ میں تھا۔

حضرت محفوظ بن محمود

طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ نیشاپور کے قدیم مشائخ سے ہیں۔ ابوحفص کے اصحاب میں سے ہیں۔ ابوعثمان حیری سے صحبت رکھتے تھے۔ ۳۴۳ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

شیخ ابراہیم الخواص

آپ طبقۂ دوم کے مشائخ میں سے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کا تعلق مشائخ طبقۂ سوئم سے ہے۔ آپ کی کنیت ابواسحاق ہے۔ توکل وتجرید اور تفرید کے طریقوں میں یکتائے زمانے تھے۔ شیخ جنید اور شیخ نوری کے معاصرین میں سے ہیں لیکن آپ نے ان دونوں حضرات سے قبل ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابوالعباس بن عطا

آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے، آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن سہیل بن عطاً الآدمی البغدادی ہے۔ علمائے مشائخ سے ہیں۔ ارباب تصوف کے ظرفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ معانی قرآن میں آپ صاحبِ تصنیف بزرگ ہیں۔ آپ کی ایک تفسیر بھی ہے۔ آپ شیخ ابراہیم مارستانی کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنید اور ابوسعید خراز کے احباب میں سے ہیں۔

شیخ ابوالعباس احمد بن یحییٰ شیرازی

آپ شیخ عبداللہ حفیف کے استاد ہیں، حضرت جنید، حضرت رویم اور سہل بن عبداللہ سے ملاقات کی ہے۔

شیخ ابوالحسن بن محمد الجمال

آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔ آپ واسطی الاصل ہیں لیکن مصر میں مقیم ہوگئے سرزمین مصر ہی میں آپ کا رمضان ۳۱۶ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ ابوبکر واسطی

آپ کا نام محمد بن عبداللہ موسیٰ ہے۔ حضرت جنید اور شیخ نوری کے قدیم اصحاب میں سے ہیں۔ اصول تصوف میں علماء اور مشائخ زمانہ میں سے کوئی شخص آپ سے کلام نہ کرسکتا تھا۔ آپ کا انتقال ۳۲۰ھ میں شہر مرد میں ہوا۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

حضرت ابوبکر الکتانی

طبقۂ رابعہ سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ کا نام محمد بن علی بن جعفر البغدادی ہے۔ حضرت جنید بغدادی کے اصحاب سے ہیں۔ مکہ مکرمہ کی مجاورت آپ نے کی، اور وہیں ۳۲۲ھ میں رحلت فرمائی۔

شیخ شبلی قدس سرّہٗ

آپ طبقۂ رابعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ کا نام نامی جعفر بن یونس ہے اور یہی آپ کے مزار پر کندہ ہے۔آپ مصری ہیں۔ مصر سے بغداد چلے آئے تھے۔شیخ خیر نساج کی مجلس میں ان کو توبہ کی توفیق ہوئی۔لیکن آپ شیخ جنید کے شاگرد اور مرید تھے۔آپ کے بارے میں حضرت جنید قوس سرہٗ کا ارشاد ہے:۔

''لاتنظروا الی الشبلی بالعین التی ینظر بعضکم الیٰ بعض فانه عین الجنید من عیون اللّٰه.''

ترجمہ:۔شبلی کو تم اس آنکھ سے مت دیکھو جس سے دوسروں کو دیکھتے ہو، بے شک وہ جنید کی آنکھ ہے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آنکھوں میں سے۔

شیخ شبلی نے ۸۷ سال کی عمر پائی۔ماہ ذی الحجہ ۳۳۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

شیخ ابوبکر مصری

آپ کا نام محمد ابراہیم ہے۔آپ شیخ ابوبکر قزانی کے استاد ہیں اور حضرت شیخ وقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔حضرت جنید اور شیخ نوری قدس اللہ سرہٗ کی صحبت پائی ہے۔ماہ رمضان ۳۴۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ جعفر نصیر الخلدی

آپ کا تعلق طبقۂ خامسہ سے ہے آپ کی کنیت ابومحمد ہے۔آپ بغدادی ہیں۔بغداد کے محلّہ خلد کے رہنے والے تھے۔ حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ کے شاگرد تھے،آپ نے شیخ ابراہیم خواص کی ہم نشینی بھی پائی ہے۔بغداد میں آپ کا وصال ہوا۔۳۴۸ھ آپ کا سال وفات ہے۔آپ کا مزار شونیزیہ میں حضرت سری سقطی اور حضرت جنید کے قریب ہی واقع ہے۔

شیخ ابوالحسن بصری

آپ کا تعلق طبقۂ خامسہ سے ہے۔آپ کا اسم گرامی علی بن ابراہیم البصری ہے۔آپ شیخ شبلی کے شاگرد ہیں۔بجز آپ کے شیخ شبلی کا اور کوئی شاگرد نہیں ہے۔

شیخ جعفر الحذاء

آپ کی کنیت ابومحمد ہے۔آپ نے حضرت جنید اور آپ کے معاصرین سے فیض صحبت حاصل کیا شیخ شبلی آپ کی خوبیاں بیان کیا کرتے تھے۔آپ نے ۳۴۱ھ میں انتقال کیا۔آپ کا مزار شیراز میں ہے۔

شیخ ابوطالب خرزج بن علی

آپ شیخ جنید کے اصحاب میں سے ہیں۔آپ ہمیشہ اسہال کے مرض میں مبتلا رہتے تھے۔

شیخ ابوالقاسم القصری

حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ کے اصحاب کبار میں سے ہیں۔

شیخ عبداللہ بلیانی

آپ کا لقب اوحدالدین تھا۔آپ شیخ علی وقاق کی اولاد تھے۔شیخ سعدی شیرازی کے معاصرین میں سے تھے۔آپ نے ۶۸۶ھ میں وفات پائی۔عاشورہ کا دن تھا۔

شیخ عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری آپ کا نام محمد بن حسین بن موسیٰ السلمی ہے۔آپ تفسیر حقائق وطبقات مشائخ اور عربی

وفارسی زبانوں میں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔آپ شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی کے مرید ہیں جو شیخ شبلی کے مرید تھے اور ان ہی سے خرقہ پہنا تھا۔حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر اپنے مرشد شیخ ابوالفضل سرخسی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد آپ ہی کی صحبت وخدمت میں رہتے تھے اور ان سے خرقہ پہنا۔آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا ابوعمر بن جنید سے سنا کہ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی ہر طرح سے فاضل وکامل ہیں۔انہوں نے فرمایا تصوف حق ہے جو بھی وہ تم سے کہیں وہ حق ہے۔امام ابوسہل صعلوک نے فرمایا اغراض سے اعراض کرنے کا مطلب حق ہے۔

شیخ ابوالقاسم القشیری

آپ کا نام نامی عبدالکریم بن ہوازن القشیری ہے۔آپ رسالہ قشیریہ کے مصنف ہیں آپ کی ایک دوسری مشہور تصنیف ''تفسیر لطائف،، ہے۔علاوہ ان کتب کے آپ کے ہر فن میں ارشادات واقوال موجود ہیں۔آپ شیخ ابوعلی (قاق کے مرید ہیں اور شیخ ابوعلی فارمدی (مرشد امام غزالی) آپ کے مرید تھے آپ نے ربیع الآخر ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔

مشائخ متقدمین ومتاخرین کے سلاسل اور علمائے راسخین وکاملین کو تواریخ کا بیان بر نہج اختصار جس قدر کہ میرے علم میں تھا بیان کردیا گیا۔اب جامع ملفوظات (نظام غریب یمنی) حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار کے حالات بیان کرتا ہے۔

ذکر خلفائے حضرت قدوۃ الکبرا

شیخ کبیر العباسی

آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے اصحاب میں ممتاز اور آپ کے احباب میں سربلند تھے۔حضرت قدوۃ الکبرا آپ سے اس قدر ظاہری وباطنی التفات فرماتے تھے کہ دوسرے اصحاب کے ساتھ یہ خصوصیت نہیں تھی۔آپ کے بارے میں حضرت کے التفات خاص کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت نور العین بھی اس خصوصی التفات پر بسا اوقات رشک کرتے تھے۔

یہ خصوصی التفات اس وقت پیدا ہوا کہ سیلان کے سفر میں حضرت کبیر سے ایک اثر خاص مشاہدہ میں آیا جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب بہار کا آغاز ہوتا اور باغوں میں پھول کھلنے لگتے تو آپ باغوں میں چلے جاتے تھے وہاں آپ پر اس نظارہ بہار سے بہت ہی قوی جذبہ پیدا ہوجاتا تھا۔اس درجہ کیف کی حالت میں بہت دور دراز کا سفر طے کرلیتے تھے۔جب پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹتے تو منزل کی طرف لوٹ آتے تھے۔ایک دن ایک ایسے ہی جذبہ اور وجد کے عالم میں آپ جنگل کی طرف نکل گئے اور بے خودی کے عالم میں کچھ اور آگے نکل گئے۔جب آپ قصبہ سرن میں پہنچے تو اصل حال پر واپس آگئے لیکن بہت شرمندہ تھے۔اس شرمندگی کے عالم میں اس قصبہ کی ایک مسجد میں چلے گئے اور وہاں ایک گوشہ میں جاکر بیٹھ گئے اور استغراق میں مشغول ہوگئے۔اُس روز ہندوؤں کا کوئی تہوار تھا قصبہ کی عورتیں اور مرد سیر سپاٹے کے لئے گھروں سے نکل آئے تھے ان میں سے کچھ عورتیں اور کچھ مرد مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے اور خوب ہاہو کرنے لگے، عجیب عجیب ناشائستہ حرکتوں میں یہ لوگ مشغول تھے کہ اتنے میں ایک خرسوار

ایک عجیب ہیبت میں مسجد کے دروازے پر آیا اور اس قدر شور مچایا کہ حضرت کبیر کے استغراق میں خلل پڑنے لگا اور آپ حالت استغراق سے نکل آئے۔ مسجد کے دروازے پر آپ نے آ کر دیکھا تو آپ کی نظر اس دجاّل خرسوار پر پڑی۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس سے کہا کہ ''بھاگ یہاں سے،، آپ کے یہ فرماتے ہی اس خرسوار نے اپنے آپ کو سیلان کی پہاڑیوں میں پایا۔ وہ جس طرف بھی باہر نکلنے کے لئے جاتا پتھروں کی ٹھوکریں کھاتا اور اس کو باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملتا آخر کار مجبور ہو کر رہ گیا اور کہنے لگا کہ اب تو اسی جگہ ٹھہرنا پڑے گا۔ جب دوسری نماز (نماز ظہر) کا وقت آیا تو ایک شخص اس کے پاس آیا اور دو روٹیاں اور ایک پیالہ پانی اس کو دے گیا۔ یوں سات سال تک یہ راتب اس کو اسی طرح پہنچتی رہی۔

اتفاقاً حضرت قدوۃ الکبرا نے حرمین شریفین کے سفر کے قصد کیا۔ حضرت کبیر سے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس سفر میں تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اور سعادت ہو سکتی ہے۔

شعر

سعادت بندۂ آزاد اینست

کہ گرددد ررکاب بادشاہی

ترجمہ: ایک آزاد انسان کے لئے سعادت یہ ہے کہ وہ بادشاہ کا ہم رکاب ہو۔

اس سے قبل حضرت قدوۃ الکبرا ہمیشہ خانقاہ کی نگرانی کے لئے ان کو چھوڑ جایا کرتے تھے اور خود عازم سفر ہو جاتے تھے، جب حضرت کا قافلہ (جس میں حضرت کبیر بھی شامل تھے) سیلان کی سرحد پر پہنچا تو دامن کوہ میں حضرت نے قیام فرمایا چند قلندر لکڑیاں اور گھاس پوس لینے کے لئے جنگل میں نکل گئے تو وہاں انہوں نے ریچھ کی شکل کا ایک عجیب سا جانور دیکھا بہت غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انسان ہے۔ یہ قلندر وہاں سے لوٹ آئے اور حضرت قدوۃ الکبرا اس تمام قصہ بیان کیا آپ نے کچھ لوگوں کو وہاں بھیجا کہ اس شخص کو یہاں لے آئیں۔ جب یہ لوگ اس کو لے کر واپس آئے تو حضرت نے اس کا حال دریافت کیا اور پوچھا تجھ پر کیا افتاد پڑی ہے؟ اس نے تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص کو روٹیاں اور پانی روزانہ پہنچاتا تھا تم اس کو پہچان لو گے؟ اس نے کہا

مصرع

شناسد منعم گرچہ حیوانست

جی ہاں اپنے محسن کو تو جانور بھی پہچان لیتے ہیں حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت کبیر کو طلب فرمایا انہوں نے جب اُن شخص کو دیکھا تو شرمندہ سے ہوئے۔ اُس شخص نے جیسے ہی حضرت کبیر کو دیکھا، دوڑ کر آپ کے پاؤں پر گر پڑا۔ حضرت کبیر انکسار فرمانے لگے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اب کرم کا وقت ہے۔

مصرع:۔

کہ بعداز قہر کردن لطف باید

(قہر کرنے کے بعد لطف کرنا چاہیئے)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ ذرہ کی کیا مجال کہ آفتاب کے سامنے چمکنے کی کوشش کرے

مصرع

بہ پیش آفتاب چہ نوری دھد سہا

حضرت نے فرمایا کہ اس کے درد کا درمان تمہارے ہی سپرد کیا گیا ہے۔ آخر کار حضرت کے حکم کے مطابق اس کے جرم کو معاف فرما دیا اور اس کو کلمہ شہادت پڑھایا۔ اپنے حلقۂ ارادت میں اس کو حضرت قدوۃ الکبرا نے داخل فرمایا اور اس کے بال جو بہت بڑھ گئے تھے سنت کے مطابق اپنے ہاتھوں سے کاٹے۔ پھر فرمایا کہ اپنی آنکھیں بند کرلو، چنانچہ آنکھیں بند کرتے ہی وہ شخص اسی موقع اور مقام پر پہنچ گیا اور پھر اس نومسلم سے عجیب وغریب حرکتوں کا صدور ہوا۔ جب حضرت نور العین نے یہ حال مشاہدہ کیا تو رشک غیرت کا وہ سابقہ جذبہ ختم ہوگیا

شیخ ابوالوفاء نے آپ کی تعریف میں ایک قطعہ لکھا ہے

قطعہ

چونور چشم جہانگیرر اکبیری ہست — چہ نور چشم کہ اونور ہرجزیر بود
زردیٔ شان ہمہ راپاک میکند آخر — اگرچہ رل صغیرہ جل کبیرہ بود

ترجمہ: حضرت جہانگیر کی آنکھ کے نور میں اتنی عظمت ہے کہ نابیناؤں کی آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے ان کے نور کی زردی ایسی ہے کہ گندگی کو صاف کر دیتی ہے یہ گندگی ایک پتھر کے ذرہ سے چھوٹی ہو یا ایک جم غفیر سے بھی بڑی ہو۔

آپ کا انتقال ۱۳ محرم کو ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کے کمال التفات کا اندازہ اس خط کی عبارت سے کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے حضرت کبیر کو تحریر فرمایا۔ خط کی عبادت یہ ہے:۔

فرزند اعز اکرم، شیخ الاسلام وسلالتہ الاکابر شیخ کبیر طال عمرہٗ۔

اشرف کو تمہارا خط موصول ہوا اور اس کے مضمون سے مطلع ہوا۔ اے فرزند! تمہارے لئے دعائے ایمان اور مزید رحمت دارین مخصوص ہے، جو کیفیت معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ کچھ درویش صبح سے سفر میں ہیں اور وہ فرزند کے پاس امانتوں کے کاغذات لیکر ملاقات کو آنے والے ہیں۔ یہ علاقہ مشائخ چشت کے فرمان کے بموجب آں فرزند کو عطا کیا گیا ہے۔ اپنا وقت خدا کی اطاعت میں گذاریں، اپنے آباد اجداد کا نام زندہ کریں۔ مخلوق میں مشغول نہ ہوں بلکہ مخلوق کو دعوت دیں۔ لوگوں کی غلط باتوں اور جاہل عوام کی جہالت پر مغموم نہ ہوں، ایمان کا غم کھا کر دین کا کام کریں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مزاحمت کیلئے مستقیم اور اس کا بھائی مقسم اسماعیل آں فرزند اور اہل خاندان کے دروازے پر بیٹھے تھے، درویشوں نے مہم کے دوران اس خاندان اور اس فرزند کے فرزندوں کا فاتحہ پڑھا، ہر عامل وعہدہ دار جو آں فرزند، اہل خاندان کے درپے آزاد ہوگا اس

جہان سے بے اولاد جائے گا۔ گمان یہ ہے کہ اس گاؤں میں سے آں فرزند برگزیدہ ہیں جو کوئی مزاحمت اور تشویش کا باعث ہوگا اس کا دونوں جہانوں میں بھلا نہیں ہوگا۔ اس پر خود توجہ نہ کریں بلکہ پیران چشت کے حوالے کریں اور آں فرزند کی اولاد و احفاد کو بھی یہی حکم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَاكَسَبَ رَهِيْنٌ[1]	اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملادیں گے اور اُن کے عمل میں سے ہم ان کے لئے کچھ کمی نہ کریں گے۔ ہر (کافر) آدمی اپنے اعمال میں گروی ہے۔

جو کچھ بھیجا جارہا ہے اسے خرچ کریں اور بے خرچی کے وقت اس درویش کو مطلع کریں اور جو وظیفہ بتایا گیا ہے اسے صبح وشام معمول بنائیں اور مسلمانوں کے لئے دعا کریں اور اس درویش کو دعائے ایمان کے ساتھ یاد رکھیں انشاءاللہ خیر حاصل ہوگی۔ محرم کے مہینہ میں یہ کلمات لکھے گئے، فرزندوں، عزیزوں اور تمام مریدوں کو دعا دیں۔

برادر عزیز قدوۃ السالکین، مفخر الاکابر خواجہ تقو دعوت دارین کے لئے مخصوص ہیں۔ (راقم درویش اشرف)

حضرت شیخ محمد

آپ اپنے والد حضرت کبیر کے خلف برحق وخلیفۂ اصدق اور مرید تھے۔ یہ ابھی کم سن ہی تھے کہ حضرت کبیر کا انتقال ہوگیا۔ مرتے وقت انہوں نے شیخ محمد کو حضرت قدوۃ الکبرا کے سپرد فرمایا دیا تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کی ظاہری و باطنی تربیت فرمائی اور خاص توجہ ان پر مبذول رکھی۔ یہاں تک کہ ان کی شادی طے کرنے کیلئے آپ بہ نفس نفیس ان کے سسرال والوں کے پاس تشریف لے گئے۔ ظاہری و باطنی توجہ حضرت نے اس طرح مبذول فرمائی کہ ارادت اشرفی سے سرفراز کیا اور ان کے گوہرِ اسرار اور جوہرِ انوار کو بحر قابلیت کے ساحل ظہور تک پہنچا دیا۔ خود حضرت نے ان کا لقب درِّ یتیم رکھا۔

ایک دفعہ کچھ صوفی حضرات بطور سیاح سرور پور کے قصبے میں وارد ہوئے اور یہاں انہوں نے پڑاؤ ڈالدیا اور پھر اپنی کرامتیں دکھانے لگے اور خوارق کا اظہار کرنے میں مصروف ہوگئے۔ سرور پور کے کچھ لوگ ان کی یہ کرامتیں دیکھکر ان کے معتقد ہوگئے اور ان کی محفلوں میں شامل ہونے لگے۔ حضرت درِّ یتیم نے جب یہ حال مشاہدہ کیا تو حضرت عبدالرزاق قدس سرہٗ کو ایک خط لکھا جس میں ان لوگوں کی آمد، ان کی کرامتوں کے اظہار اور کچھ لوگوں کا ان کا گردیدہ بن جانا تحریر تھا۔ حضرت عبدالرزاق نے خط کے مضمون سے آگاہ ہونے کے بعد اس کی پشت پر اپنے قلم سے یہ تحریر فرمایا کہ کل صبح کے وقت رقعہ کا جواب تم کو معلوم ہوجائے گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کے وقت اس جماعت میں ایک عجیب شوروہنگامہ برپا ہوا۔ حضرت درِّ یتیم نے کسی شخص کو تحقیق حال کے لئے وہاں بھیجا کہ اس ہڑ بونگ کا حال معلوم کرے

---

[1] پ ٢٧ الطور ٢١

جب یہ فرستادہ یہاں پہنچا اور اس نے تفتیش حال کی تو معلوم ہوا کہ اس جماعت کے پیشوا اور سربراہ ہائے ہائے کرر ہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ کیسے بے مروت لوگ ہیں کہ اپنی ولایت میں ایک مسافر کو اتنا موقع نہیں دیتے کہ چندروز آرام سے بسر کرلے۔ جب اس بات کا کھوج لگایا تو ایک شخص نے بتایا کہ پچھلی رات تھوڑا سا وقت گزرا تھا کہ قلندروں کی ایک جماعت ہاتھوں میں چُھریاں اور میخیں لئے ہوئے آئی اور ہمارے شیخ کو پکڑ کر زمین پر گرادیا۔ شیخ نے اپنے مشائخ کی روحانیت کو پناہ کے لئے طلب کیا تو اسی وقت چندارواح نے آکر قلندروں سے اس قدر معذرت خواہی کی کہ انہوں نے شیخ کو معاف کردیا۔ اور امان دے دی۔ ان ارواح نے شیخ جماعت سے کہا کہ تم لوگ فوراً اپنا سامان باندھ لو اور یہاں سے روانہ ہوجاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ اپنا سامان باندھنے میں مصروف ہیں۔ یہ شور وغوغا اسی باعث ہورہا ہے۔

قطعہ

چہ شیرانند درہر بیشۂ خویش	کہ روبہ رامجال بودنی نیست
اگر دربیشۂ شیری درآید	ازان صنیغم بجز فرسودنی نیست

ترجمہ:۔ یہ لوگ اپنے مقام پر شیر کی طرح رہتے ہیں اور وہاں لومڑی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی۔ اگر شیر کی کچھار میں کوئی داخل ہوجائے تو تباہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت شمس الدین بن نظام الدین صدیقی اودھی

آپ علمائے نامدار کے پیشوا اور علمائے عصر میں برگزیدہ تھے۔ آپ نے علوم عربیہ کی تکمیل مولانا رفیع الدین اودھی سے کی۔ تکمیل کے بعد ان ہی کے مرید ہوگئے۔ جب شیخ شمس الدین نے ان سے سلوک کی تحصیل اور شغل صعلوک کی التماس کی تو انہوں نے فرمایا کہ اے عزیزم! علوم ظاہری سے تمہارا جو کچھ حصہ تھا تم کو مجھ سے مل گیا۔ اب تمہارے علوم صوفیہ اور طریقت کی تکمیل اور حصول مقامات ووصول وارادت ایک ایسے سید وبزرگ کے ہاتھوں میں ہے جو مسافرت کے طور پر جلد ہی یہاں پہنچنے والے ہیں ہوشیار! ان کی خدمت کو غنیمت تمہاری کشود کار ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ اس بات کو کہے ہوئے چندروز ہی گذرے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا بنگالہ کے سفر سے مراجعت فرما ہوئے اور کافی عرصہ تک روح آباد میں قیام فرمایا۔

آپ کبھی کبھی اپنے احباب واصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ اودھ کی طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا خطۂ اودھ میں رونق افروز ہوئے۔ ایک مسجد میں قیام کیا۔ اکابر شہر حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف نیاز حاصل کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے ان لوگوں کے پیچھے پیچھے شیخ شمس الدین بھی تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو دور ہی سے دیکھ لیا۔ جب یہ قریب آئے تو فرمایا فرزند شمس الدین! میں تو تم سے ملنے کیلئے یہاں آیا ہوں۔ آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی شمس الدین کے جسم میں آتش شوق بھڑک اٹھی! اور بڑے خلوص وارادت کے ساتھ انہوں نے حضرت کے سامنے سر جھکا دیا ان کے اندر ایک عجیب وغریب کیفیت پیدا ہوئی جسکی شدت سے ان کو بخار آگیا۔ حضرت نے پانی کا پیالہ ان کو عطا فرمایا، پانی پیتے ہی بخار جاتا رہا۔

چند روز کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو خلوت میں بٹھادیا۔ خلوت میں جب کچھ وقت گذر گیا تو ان پر

کچھ عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت نے خادم سے فرمایا خبردار! شمس الدین کی طرف سے غافل نہ رہنا۔ کچھ دیر کے بعد ان میں عجیب اضطراب اور حالت میں انقلاب پیدا ہوا باوجود سنبھالنے کے خود پر قابو نہ رکھ سکے اور خلوت سے باہر نکل آئے خادم بڑی جدوجہد کے بعد ان کو پھر خلوت میں لے گیا اور دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا۔ جب خلوت کی مدت ختم ہوگئی تب حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو خرقہ پہنایا اور انواع مقامات منتہیانہ سے سربلند کیا اور فرمایا:

''اشرف شمس ہے اور شمس اشرف ہے''

ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں اس کے بعد مزید عنایت یہ کی گئی کہ بہت سے مریدوں اور حصول سعادت کے لئے حاضر ہونے والوں کی تربیت اُن کے سپرد کر دی گئی۔

حضرت سید عثمان

حضرت اجل السادات سیّد عثمان بن خضر، حضرت قدوۃ الکبرا کے اعلیٰ خلفاء میں سے ہیں جن پر آپ اسرار محرمانہ اور انوار مخصوصانہ نثار فرماتے تھے۔ یہ سلسلہ سادات گیسودراز سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت سلیمان محدّث

قدوۃ المحدثین وعمدۃ المفقہین شیخ سلیمان محدث بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کے اساتذۂ حدیث بڑے عالی درجہ کے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہندوستان میں استاد کی محبت کم ہوگئی ہے مگر شیخ سلیمان محدث کی نہیں۔ کتاب حصن الحصین انہوں نے یہاں پڑھی اور حضرت بابا رضا رتن کی نسبت سے اس سلسلۂ حدیث کی تصحیح کی۔

شیخ معروف

آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے چیدہ احباب اور منتخب اصحاب میں سے ہیں۔ آپ جامع فضائل اور صاحب کمالات تھے۔ علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد ان کے دل میں وصول طریقت اور راہ معرفت کو طے کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اُس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی شیخ علاؤالدین قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں موجود تھے۔ شیخ معروف کا رجحان اس وقت کے دوسرے مشائخ میں سے کسی شیخ سے نسبت ارادت حاصل کرنے کا تھا کہ ایک رات اُن پر یہ ظاہر ہوگیا کہ تمہارے مقدر کے خزانے کی کنجی سید اشرف جہانگیر کے خزانے میں محفوظ ہے۔ اور تمہارے درد نایاب کا علاج بس اسی مرشد کے پاس ہے۔ اب انہوں نے پتہ چلایا کہ آج کل قدوۃ الکبرا کہاں تشریف رکھتے ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت جلد ہی یہاں پہونچنے والے ہیں، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ان کے علم میں آیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا جونپور تشریف لانے والے ہیں۔ شیخ معروف نے جیسے ہی یہ خبر سنی وہ جونپور روانہ ہوگئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا جونپور تشریف لا چکے تھے۔ شیخ معروف جونپور پہنچتے ہی حضرت کی خدمت میں باریاب ہوئے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔ مسلسل شدید ریاضت اور پسندیدہ عبادت کے بعد آپ کو خرقہ پہنایا گیا اور حضرت نے اُن کو خلافت نامہ عطا فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

''اشرف معروف ہے اور معروف اشرف ہے''

آپ کے بارے میں بعض ساداتِ عظام سے یہ واقعہ منقول ہے کہ سلطان السلاطین ابراہیم شاہ کو ایک روز

یہ خیال آیا کہ گذشتہ زمانے میں حضرت جنید وشبلی (قدس اللہ سرہما) جیسی باکمال ہستیاں موجود تھیں۔اس زمانے میں بھی کوئی ایسی باکمال ہستی موجود ہے جس کی زیارت کی جائے؟ اسی شب ان کو خواب میں بتایا گیا کہ ہاں اس زمانے میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو جنید وبایزید سے کم نہیں۔دوسرے ہی دن سلطان ابراہیم کی خانقاہ کی طرف روانہ ہوا۔حضرت شیخ معروف کو جب یہ خبر ملی تو خانقاہ کا دروازہ بند کرادیا۔جب سلطان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے پر بہت اصرار کیا تو آپ جنگل کی طرف نکل گئے۔دارالخلافہ جونپور سے آپ کے ترکِ مقام کا باعث یہی ہوا اور آپ قصبۂ دیمو میں آکر مقیم ہوگئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہمارا معروف مکتومان میں سے ایک ہے۔

قطعہ

چسان سّر ولی معلوم باشد — چو در کتم خفا مکتوم باشد
بجز عرفان چنین موصوف نبود — بجز معروف کان معروف نبود

ترجمہ:۔ایک ولی کا راز کیسے معلوم ہوسکتا ہے جب میرے پردہ پنہاں میں ایک مکتوم چھپا ہوا ہو،بغیر عرفان کے ایسی صفت حاصل نہیں ہوسکتی اور بجز معروف کے کوئی معروف کونہیں جانتا۔

شیخ رکن الدین وشیخ قیام الدین شاہباز

یہ دونوں شیوخ حضرت قدوۃ الکبرا کے نامدار احباب واصحاب کبار میں سے ہیں اور حضرت والا کے ان اصحاب ثلاثہ میں سے ہیں جو اصحاب طیر وسیر تھے۔ان دونوں حضرات کا تعلق ترکان لاچین سے ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا کے دوسرے سفر میں جب آپ ولایت (سمنان) سے مراجعت فرمائے ہند ہوئے تو یہ حضرات بھی آپ کے ہمرکاب آئے۔حضرت قدوۃ الکبرا ان کے حال پر جس قدر مہربان تھے دوسروں کے ساتھ ایسی مہربانی دیکھنے میں کم آئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اسد بن سامان کے زمانے سے جو بہرامیہ سلاطین ہیں حضرت کا سلسلۂ جدّی مادری اُن سے ملتا ہے۔سلطنت عراق اور اس کے قرب وجوار کا علاقہ اس زمانے میں اُسی خاندان کی ملکیت تھا ان حضرات کی مائیں بھی اکثر لاچینی ترکوں کی خاندان سے ہیں ان کی آخری جدّہ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے ہیں اور اتراک لاچین ہیں اور اُن کا مادری سلسلہ ابراہیمیہ، سمنانیہ سامانیہ سے ملتا ہے۔اس نسبت سے حضرت شیخ رکن الدین وشیخ قیام الدین شاہباز دیگر اصحاب سے ممتاز تھے۔ان دونوں حضرات کو نبی پورہ کا مکان رہنے کے لئے دے دیا گیا تھا جو دریائے سرجو کے کنارے ہے۔اوّلاً حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ خیال تھا کہ خود یہاں قیام فرمائیں گے لیکن پھر یہ ارادہ بدل دیا اور شیخ رکن الدین اور قیام الدین کو عنایت کرکے حوالہ کردیا۔

شیخ اصیل الدین جرہ باز

آپ بھی اصحابِ طیر وسیر میں سے تھے۔شدید ریاضت ومجاہدے کے بعد آپ حضرت کی خلافت کے شرف سے مشرف ہوئے۔جس قدر عنایت وحمایت حضرت کی آپ پر تھی دوسرے اصحاب پر نہ تھی۔آپ کو سلسلہ کی توسیع واشاعت کیلئے مقام نکانو میں متعین کیا گیا تھا۔

شیخ جمیل الدین

آپ کا لقب سفید باز تھا۔ آپ اصحابِ ثلاثہ طیر و سیر میں سے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت کے شرف سے مشرف تھے۔ حضرت کے ظاہری و باطنی التفات کے مورد تھے، جس قدر حقائق معرفت آپ سے صادر ہوئے حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء میں سے شاید ہی کسی سے اس قدر مصدور میں آئے ہوں۔ ایک بار آپ بادبانی جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ کھانے کا سامان کم ہو گیا اور بعض چیزوں کی خاص طور پر ضرورت پڑی تو آپ نے اشارہ کیا تھوڑی سی دیر میں تمام مطلوبہ سامان وہاں پہنچ گیا۔

حضرت قاضی حجت

آپ اسم بامسمیٰ تھے، دلائل عقلی و براہین نقلی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ عالموں اور دانشوروں کی مجلس میں عجیب و غریب دلائل و براہین کے ساتھ بحث کیا کرتے تھے۔ جب آپ کو توفیقِ سلوک نصیب ہوئی تو حضرت قدوۃ الکبرا کی سرکار عالی میں حاضر ہوئے۔ جب آپ کا صدق ارادت و عقیدت ظاہر ہو گیا تب آپ کو رموز و دقائق معرفت و طریقت سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کو خلافت عطا کر دی گئی اور خرقہ پہنا دیا گیا۔ روح آباد کے قریب ایک موضع آپ کا مسکن قرار پایا۔

شیخ عارف مکرانی

آپ علوم شریعت میں کامل اور علوم طریقت سے پیراستہ تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا کی ارادت کے شرف سے مشرف ہوئے تو آپ کے لئے بہت سخت مجاہدہ در یاضت مقرر کی گئی جب آپ نے تمام مراتب سلوک طے کر لئے اور انوار و اطوار سبعہ کی منزل سے گذر گئے تو آپ کو خرقہ پہنایا گیا اور خلافت عطا کی گئی۔ آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے نامور خلفاء اور ندماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سے اس قدر خارق عادات ہوئیں اور معاملات ظہور میں آئے کہ اس کتاب میں اُن کا ایک شمہ بھی بیان کرنا چاہوں تو ایک اور دفتر درکار ہوگا

مصرع

مگر دفتری دیگر املا کنم

شیخ ابوالمکارم ہروی

آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء ولایت (بیرون ہند) سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپکے ملفوظات کو آپ کے مریدین نے جمع کیا ہے اور اس میں آپ کے حقائق معارف ۔۔۔۔ درج کئے ہیں کہ صوفیہ کی کسی ایک کتاب میں اتنے عوارف و معارف کا ہونا دشوار ہے۔ اسی کے ہم پایہ آپ کی ایک تصنیف شرح عوارف و دوسری شرح لمعات (عراقی) اس قدر بلند پایہ ہیں کہ اپنا جواب آپ ہیں۔

شیخ ابوالمکارم حضرت قدوۃ الکبرا کے مخلص اصحاب اور احباب میں سے ہیں۔ شیخ ابوالمکارم امیر تیمور صاحب قران کے ایک امیر کے فرزند تھے اور ابتدائے حال میں ایک امیرزادے کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے امیر علی بیگ کی منزل میں قیام فرمایا، امیر علی بیگ حضرت قدوۃُ الکبرا سے اس قدر متاثر ہوئے کہ امارت اور کروفر کی بساط لپیٹ کر رکھ دی اور آپ کے مریدوں میں داخل ہوگئے۔ انہوں نے علوم ظاہری سے بہرہٗ کامل پایا تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو محنت، ریاضتوں اور معرفت کے مشغلوں میں لگا دیا۔ اس طرح بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدے میں مشغول رہے۔ جب آپ

نے اس کٹھن راہ کو طے کرلیا اور آپ سے طرح طرح کے مکاشفات اور واردات کا ظہور ہونے لگے جن کا بیان کرنا دشوار ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بھرپور التفات آپ سے فرمایا اور شرف خلافت سے مشرف کیا۔

آپ بڑے صاحب مکارم اخلاق اور بڑے صاحب اشفاق تھے چنانچہ حضرت کے تمام معتقدین اس بناء پر آپ کو ابوالمکارم کہا کرتے تھے۔ سمرقند کی مملکت آپ کو تفویض کی گئی۔ چنانچہ وہاں کثرت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ جب آپ حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں تھے تو حضرت نے طالبان معرفت کی تلقین اور مریدوں کی تربیت آپ کے سپرد کردی تھی۔ اس اہم کام کو آپ نے بڑی خوبی سے انجام دیا۔

شیخ صفی الدین ردولوی

آپ تمام علوم ظاہری اور صفائے باطنی سے بہرہ ور تھے۔ علوم ادبیہ اور اصول فقہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ اس کا ثبوت ان کی بہترین تصانیف سے ملتا ہے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہندوستان میں ایسا لائق اور صاحب علوم وفنون شخص میں نے کوئی اور نہیں دیکھا۔ شیخ صفی الدین کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ شیخ صفی الدین نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بہت ہی باشان وشکوہ شخص اچانک نمودار ہوا اور انہوں نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور بڑی عزت وتوقیر کے ساتھ ان کو لاکر بٹھایا۔ اس وقت مولانا کے ہاتھ میں اصول فقہ کی کوئی کتاب تھی تو ان صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم نے بہت سے اوراق سیاہ کئے ہیں اب وقت آگیا ہے کہ سیاہ کو سفید میں بدل دو اور صفحات کو انوار دائمی سے روشن کردو۔ ان آنے والے صاحب کی ان باتوں نے ان کے دل پر بہت اثر کیا اور ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی تب مولانا نے ان بزرگ سے کہا کہ میں نے تو آپ کی ارادت کا دامن پکڑلیا ہے۔ از راہ عنایت مجھے سلوک کی راہ پر لگا دیجئے۔ یہ سُن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے قرب کے اسرار سے آگاہ کرنا چاہتا ہے تو حضرت خضر کو حکم فرماتا ہے کہ وہ اس بندے کی رہنمائی کسی ولی اللہ کی طرف کردیں۔ پس میں تم کو ایک ایسے مردحق کا پتہ بتاتا ہوں جس کے انوار ولایت اور آثار ہدایت سے تمام جہان معمور ہے۔

مثنوی

جہان معرفت راباد شاہست زنورش پر زماہی تابماہست
ضلیلان جہان رادستگیراست دمش روشن روانش دلپذیراست

ترجمہ:۔ وہ ذات جہان معرفت کی بادشاہ ہے۔ ماہ سے ماہی تک تمام فضا اس کے نور سے پُر ہے۔ دنیا کے گم کردہ راہوں کا وہ دستگیر ہے، اس کی ہر سانس روشن ہے اور اس کی شخصیت بڑی دلپذیر ہے۔

اس سعادت کا ظہور جلد ہی ہوگا۔ وہ ولی اللہ چند دنوں میں اس قصبہ میں تشریف لانے والے ہیں خبردار ہوشیار ان کی ملازمت اور خدمت کو غنیمت شمار کرنا اور اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی اور قصور نہ کرنا۔ **قطعہ**

بصف اولیاء ذاتش فریداست بصاحب وحدت آن روئ وحیداست
چودارد گنج ادسینہ بہ سینہ درگنجینہ راسید کلیداست

ترجمہ:۔صنف اولیا میں بالکل منفرد ہیں اور راستۂ وحدت کے مشعل راہ ہیں۔ چونکہ یہ خزانہ ان کو سینہ بسینہ ملا ہے اس کی کنجی ابھی انہی کے پاس ہے۔

اس واقعہ کے چندروز کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے قصبہ ردولی پہونچ کر جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ شیخ صفی الدین خواب مذکور کے حکوم کے مطابق بہ عجلت تمام حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہونچے، جیسے ہی حضرت کی نظر اُن پر پڑی تو فرمایا ''برادرم صفی! خوش آمدید! آؤ، آؤ،، مولانا بڑے ادب کے ساتھ خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ تعالیٰ کسی فرد کو اپنے قُرب سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو اپنے کسی دوست کی طرف اس کی رہنمائی فرمادیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوالعباس خضر کو حکم دیا کہ وہ تمہاری رہنمائی کریں۔ یہ سنتے ہی شیخ صفی کے صفائے عقیدہ اور خلوص میں اور بھی اضافہ ہوا اور اسی وقت وہ حضرت کے مرید ہو گئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے خادم کو حکم دیا کہ مصری لاؤ تا کہ میں بھائی صفی کو سلوک کا شربت پلاؤں۔ خادم نے مصری بہت تلاش کی لیکن نہیں مل سکی۔ مجبوراً وہ واپس آ گیا اور عرض کیا کہ مصری کا تو کہیں پتہ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت قدوۃُ الکبرا اس جگہ تشریف لے گئے جہاں مصری کو توڑا جاتا تھا۔ مصری کا ایک ٹکڑا توڑتے وقت کہیں دور جا گرا تھا، حضرت نے وہی ٹکڑا اٹھایا اور اپنے دست مبارک سے ان کو کھلایا اور دُعا فرمائی ''نورالانوار کا حصول مبارک ہو۔،، پھر حضرت نے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تمہاری اولاد واحفاد سے علم کی دولت نہ لی جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے محض شیخ صفی الدین کے پاس خاطر سے چالیس دن تک قیام فرمایا تاکہ وہ اپنا چلہ (اربعین) مکمل کرلیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے وہ تمام آداب جو ابتدائے سلوک سے انتہا تک درکار ہوتے ہیں ایک ایک کر کے ان کو تلقین کئے اور طریقت کے تمام رموز سے ان کو آگاہ فرمادیا۔ اپنے دست مبارک سے ان کو خرقہ پہنایا۔ اجازت وخلافت سے سرفرازی بخشی اور عطائے خلافت کا مجاز وماذون بنادیا۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا شیخ صفی کے حرم سرا میں تشریف لے گئے تو ان کے نومولو فرزند کو جو ابھی چالیس دن کے تھے اور شیخ اسماعیل نام رکھا گیا تھا آپ کے پیروں میں لا کر ڈال دیا گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ہمارا مرید ہے۔

شیخ سماءالدین ردولوی

آپ ظاہری وباطنی علوم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ تھے اور اتباع سنت پر سختی سے کار بند تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ آپ حضرت کی صحبت میں شریک ہونے والے مخصوص حضرات میں سے تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا پہلی بار اس طرف سے گذر رہے تھے تو حضرت شیخ سماءالدین آپ کے مرید ہو گئے اور روح آباد پہونچ کر طرح طرح کے مجاہدوں اور ریاضتوں کی تکمیل کی اور تقریباً چار سال تک یہاں رہ کر سلوک وآثار طریقت کی راہ طے کرتے رہے۔ انوارِ سبعہ کے طے کرنے میں کچھ فتور پیدا ہو گیا۔ بڑی کوشش سے ان کو اس افتاد سے نکالا گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ انوارِ سبعہ کے طے کرنے میں ہمارے بعض اور مریدوں کو بھی ایسا افتادہ پیش آیا ہے ان میں ایک شیخ ابوالمکارم بھی تھے ان کو بھی اس مہلک ورطہ سے نکال لینے میں خاص اہتمام اور جدوجہد کرنا

پڑی تھی اور دوسرے شیخ سماء الدین تھے ان کو بہت محنت اور بے شمار کلفت سے اس ورطہ سے نکالا گیا تھا۔

شیخ سماء الدین نے حضرت قدوۃ الکبرا کے دست مبارک سے خرقہ پہنا اور ان کو خلافت عطا کی گئی۔ پھر ان کو روح آباد سے ردولی جا کر مقیم ہونے کا حکم دیا گیا۔ حسب الحکم یہ روح آباد سے یہاں آ کر مقیم ہو گئے اس قصبہ کے ایک درویش سے ان کی چشمک ہو گئی وہ بھی محض جگہ کے سلسلے میں (یہ جہاں ٹھہرنا چاہتے تھے وہ درویش بھی وہیں ٹھہرنے پر مُصر تھے) انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کو ایک عرضداشت ارسال کی۔ جب حضرت نے یہ عرضداشت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ ہم نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا ہے کہ جو کوئی ہمارے ادنیٰ سے ادنیٰ خادم سے بھی پرُ خاش رکھے گا وہ درہم برہم ہو جائے گا۔

بیت

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس
خدا داد برداد کردم سپاس

یہی بیت آپ نے شیخ سماء الدین کی عرضداشت کی پشت پر لکھ کر ان کو روانہ کر دیا۔ چند ہی دنوں کے بعد ان کے دل کا مقصد پورا ہوا اور وہ درویش ذلیل وخوار ہوا۔

شیخ خیرالدین سدھوری

آپ جمیع علوم وفنون سے آراستہ وپیراستہ اور علمائے زمانے میں منتخب اور چیدہ تھے۔ جامع فروع واصول تھے۔ آپ کو حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف ارادت خطۂ اودھ میں حاصل ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان کو اصول فقہ میں چند ایسے مشکل مسائل پیش آ گئے کہ وہ کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے بہت سے علمائے وقت سے رجوع کیا لیکن ناکام رہے۔ خصوصاً مولانا علاؤالدین جائسی سے ان مسائل کے حل کے سلسلے میں چند روز تک گفتگو ہوتی رہی۔ لیکن ان کو تسلّی نہ ہوئی۔ شیخ خیرالدین کو بحث کے تمام مقامات اور نکات مستحضر تھے اس لئے مولانا علاؤالدین ان کو مطمئن نہ کر سکے۔ اسی زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شمس الدین اودھی کی خانقاہ میں نزدل اجلال فرمایا۔ شیخ خیرالدین نے اسی جگہ آپ سے نیاز حاصل کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ خیرالدین کے استفار کے بغیر محض بطور تعریض ان مسائل کا اس طرح حل بیان فرما دیا کہ شیخ خیرالدین مطمئن ہو گئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے عقیدت کا جذبۂ شدید ان کے دل میں پیدا ہو گیا دوسرے روز پھر خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے شرف ارادت سے مشرف ہو گئے اور خدمت عالی میں نذر پیش کی۔ چار سال تک راہ طریقت میں سخت ریاضت اور معاملات چیدہ میں کوشش بلیغ کرنے کے بعد ان میں خرقہ پہننے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ تب حضرت قدوۃ الکبرا کی شرف خلافت واجازت سے سربلند کئے گئے۔ جس روز شیخ خیرالدین کو خلافت عطا ہوئی اسی دن اودھ کے مضافات میں رہنے والے بارہ افراد بھی حضرت کے مریدوں میں داخل ہوئے ان میں شیخ سدھا اور قاضی سدھا بھی تھے جن کی تربیت حضرت شمس الدین کے سپرد کی گئی۔

قاضی سدھا سے معلوم ہوا ہے کہ ایک روز شیخ خیرالدین پر دوران وضو عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور وہ اسی طرح

وضو کرتے رہے۔ ہر چند کہ خادم آپ کے وضو کے لئے پانی ڈال رہا تھا لیکن ان کا وضو ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ بہت سا پانی بہہ گیا۔ ایک شخص نے ناگواری کے طور پر کہا کہ ''پانی کا اسراف حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے،، یہ بات (اعتراض) حضرت قدوۃُ الکبرا کے گوش مبارک تک پہنچی تو آپ نے فرمایا ''عزیز خیرالدین اس وقت جس حال میں ہیں اگر اس حال میں دونوں جہان کے دریاؤں کا پانی صرف وضو ہو جائے تب بھی وہ اسرافِ آب نہ ہوگا۔

شعر

چوصوفی رابگیرد حالت عشق

اگر ریزد جہان اسراف نبود

قاضی محمد سدہوری

آپ جمیع علوم وفنون سے آراستہ وپیراستہ تھے، خاص طور پر علوم اصول (اصول حدیث واصول فقہ) پر آپ سند کا درجہ رکھتے تھے اس سلسلے میں ہر ایک آپ کی طرف اشارہ کرتا تھا آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے مخصوص خلفاء اور مخلص احباب میں سے تھے۔ آپ کے مُرید ہونے کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا کو برا اور کھوڑا کے مریدوں کے پاس خاطر سے اس طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں قصبۂ سدہور میں نزول اجلال فرمایا۔ قصبہ کے اہالی واکابر حضرت شیخ خیرالدین کے ہمراہ استقبال کے لئے آئے۔ ان میں قاضی محمد صاحب بھی اپنے تمام شاگردوں اور احباب کے ساتھ موجود تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا سے ملاقات ہوئی تو تلقین کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ جناب قاضی صاحب آپ نے تصوف وطریقت کا علم کس خانوادے سے حاصل کیا ہے؟ قاضی صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ حضرت مخدوم سے، یہ سن کر حضرت نے فرمایا خوب، بہت خوب، پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً یہ کلمات فرمائے کہ جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی بندے کو شرف اختصاص سے مشرف فرمائے تو اس کو توفیق عطا فرما دیتا ہے اور وہ کسی صاحب دولت کے قدموں پر اپنا سر جھکا دیتا ہے یا خود کسی صاحب دولت ونعمت کو اس کے سر پر سایہ فگن کر دیتا ہے۔ پھر حضرت نے یہ اشعار پڑھے

قطعہ

کسی کورا سعادت پیش آید — دریغ ازدی نباشد ہیچ نعمت

اگر توفیق باشد ہمعنانش — ببوسداو رکاب اہل حشمت

اگر مقصود باشد برسراو — ہمایٔ ازغیب آرد ظل دولت

ترجمہ:۔ ا۔ جب کسی کو سعادت ملتی ہے تو اسے کسی نعمت کی کمی نہیں ہوتی

۲۔ جب اللہ تعالیٰ کسی پر اپنی رحمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اسے اہل حشمت کے قدموں میں ڈال دیتا ہے۔

۳۔ اگر اللہ کو منظور ہے تو ہما غیب سے دولت اور نعمت کو اس کے سر پر سایہ فگن کر دیتا ہے۔

قاضی محمد صاحب بہت اصرار کر کے حضرت قدوۃ الکبرا کو اپنے مکان پر لے گئے اس صورت میں کہ حضرت کی پالکی کا ایک بازو وہ پکڑے ہوئے تھے اور دوسرا شیخ خیرالدین نے پکڑا ہوا تھا، اس طرح حضرت قدوۃ الکبرا کو

اپنے گھر تک لائے وہاں حضرت کی مہمانداری اور خدمت حد سے زیادہ بجالائے اور حضرت کے ہمراہیوں کو بھی اپنی خدمت سے ممنون بنایا۔ جب صبح ہوئی تو سعادت کا دروازہ قاضی صاحب کے لئے وا ہوگیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی صاحب کو یاد فرمایا اور شرفِ ارادت سے سربلند کیا۔ طریقت کے تمام اسرار ابتداء سے انتہا تک اُن کو تعلیم فرمائے۔ قاضی صاحب نے حضرت کی خدمت میں رہنا اختیار کیا۔ جب حضرت نے سدہور سے قصبہ جائس شریف کو جانے کا قصد فرمایا تو قصبہ کے تما خورد وکلاں حاضر خدمت ہوئے اور سب نے شرف ارادت حاصل کیا آپ نے ان کی تربیت حضرت شیخ خیرالدین صاحب کے سپرد فرمادی اور خود قصبہ جائس روانہ ہوگئے۔ حضرت قاضی محمد صاحب قصبہ جائس تک حضرت کے محفہ کے ساتھ پاپیادہ آئے اور یہاں ایک مدت تک ریاضت اور مجاہدے میں مصروف رہے اور خود کو حضرت کے التفات ظاہری و باطنی کے قابل بنالیا اور تمام اسرارِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خود کو اہل ثابت کردیا۔ تب آپ کو خرقۂ خلافت اور اجازت کا شرف عطا ہوا۔

قاضی ابومحمد سدہوری

قاضی ابومحمد عرف معین مٹھن سدہوری بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا قصبہ سدہور سے جائس روانہ ہونے لگے تو قاضی محمد صاحب نے اپنے ہر ایک فرزند کو حضرت کا مُرید کرادیا تھا۔ (ان ہی فرزندوں میں سے ایک یہ بھی ہیں)

حضرت ابوالمظفر محمد لکھنوی

آپ زمانے کے مشہور عالم اور اپنے شہر کے دانشوروں کے پیشوا تھے۔ آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے مخصوص رفقاء میں سے تھے۔ چونکہ حضرت آپ سے بہت زیادہ التفات رکھتے تھے اس لئے ان کے پاس خاطر سے چند روز تک جامع مسجد لکھنؤ میں قیام فرمایا۔ قاضی ابوالمظفر بھی حضرت کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے رہے قاضی صاحب نے حضرت قدوۃ الکبرا کی مدح میں ایک فصیح و بلیغ قصیدہ لکھ کر نذر کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بہت پسند کیا اور ارشاد فرمایا ''تم پر شاعری ختم ہے،، یعنی شاعری میں تم نے کمال دکھایا ہے۔ حضرت خیرالدین سدہوری بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضرت کے ان مناقب میں جو قاضی ابوالمظفر نے بصورت قصیدہ نظم کئے تھے کچھ اصلاح کرنا چاہی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اصلاح کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ درو بشانہ اور جذباتی اشعار ہیں حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی صاحب پر حد درجہ عنایات اور التفات مبذول فرمایا۔ ایسا التفات اور ایسی عنایات بغیر سعادت ازلی اور خوش بختی کے حاصل نہیں ہوتا۔

قطعہ

زالتفات عزیزان کسی برد بہرہ | کہ ہمچو یوسف از بخت بہرہ مند بود
صفائ صدق نیاز ای عزیز حاصل کن | کہ التفات عزیزانت سُودمند بود

ترجمہ:۔ عزیز مصر کی توجہ سے وہی شخص بہرہ مند ہوسکتا ہے جو حضرت یوسف کی طرح خوش نصیب ہو، اے عزیز نیازمندی کا صدق حاصل کرلے تب عزیز کا یہ التفات تیرے لئے سودمند ہوگا۔

مولانا غلام الدین جائسی

غلام الہدیٰ مولانا غلام الدین جائسی علامۂ روزگار اور فقہائے شہر میں سے تھے اور حضرت کے خلفائے کبار میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ دولت ارادت کا شرف ان کو اس طرح حاصل ہوا کہ جس زمانے میں جائس میں پہلی مرتبہ حضرت کا ورود ہوا اور ایک مقام پر پڑاؤ کیا گیا تو تمام اصحاب ذکر و جہر میں مشغول ہو گئے۔ جب طالبان حقیقت کے اس ذکر جہر کا غوغا بلند ہوا۔ آوازیں اس قدر بلند ہوئیں کہ ہر ایک کے کانوں میں ذکر کی آوازیں پہنچنے لگیں۔ مولانا غلام الدین نے اپنی بیوی سے کہا کہ خدا جانے یہ شور و غوغا کرنے والے کہاں سے یہاں آ گئے ہیں؟ مولانا اُس وقت ہفت مسئلہ کو حل کرنے میں اُلجھے ہوئے تھے اور ان مسائل کے حل میں غور و خوض کر رہے تھے۔ مدتوں سے یہ اطراف و اکناف کے علماء سے ان مسائل کے حل کے لئے استفسار کرتے رہتے تھے مگر یہ مسائل حل نہیں ہو رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ آج رات کو یہاں کے اکابر کے مزارات کی زیارت کر کے صبح کو عازم بنگالہ ہو جائیں اور بنگال کے علماء سے ان مسائل کو حل کرائیں۔ اتفاق سے حضرت قدوۃ الکبرا بھی اسی رات زیارت قبور کے لئے تشریف لے گئے۔ دونوں حضرات کا آمنا سامنا حضرت شیخ بدرالدین کے مرقد منورہ پر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے کسی ہمراہی سے مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ ان کے جواب میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہمارے بارے میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ہم غوغا کرنے والے لوگ ہیں۔ مولانا فوراً متنبہ ہوئے اور بیوی سے کہی ہوئی بات یاد آ گئی۔ بہت ہی شرمندہ ہوئے اور حضرت کے قدموں پر سر رکھدیا اور عذر خواہی کرنے لگے۔

حضرت نے فرمایا ''یہ تو بہت معمولی سی بات ہے ہم نے تو ایسی باتیں بہت سنی ہیں۔''

اس کے بعد وہ حضرت ہی کے ساتھ اکابر کے مزارات کی زیارت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تعریض کے طور پر مولانا غلام الہدیٰ کے لاینحل مسائل کو ایک ایک کر کے حل کرنا شروع کر دیا اور ایسی فصیح زبان میں ان مسائل کی وضاحت کی کہ مولانا کے دل پر نقش نگینہ بن کر وہ وضاحتیں بیٹھ گئیں۔ ان مسائل کے حل کو سن کر مولانا کی عقیدت کیشی سو گنا بڑھ گئی۔ یہ پھر معذرت کرنے لگے اور کچھ اس طرح عذر خواہی کی کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے دل سے وہ شکایت رفع ہو گئی۔

دوسرے دن صبح کو مولانا اکابر شہر کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمام صاحبان حضرت قدوۃ الکبرا کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ مولانا نے اپنے تمام صاحبزادوں کو بھی حضرت سے بیعت کرایا۔ حضرت نے مولانا کو خلافت سے سر بلندی بخشی۔

مولانا نے قصبہ کے تمام مسلمانوں کو حضرت کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کا شوق دلایا۔ اسی مجمع میں مولانا نے اپنی یہ سرگذشت سنائی کہ آج سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے کہ میں اور قصبہ کے چند لوگ جو اکابر میں سے تھے، ردولی حضرت شیخ سلیمان کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے تنبیہ فرمائی کہ آئندہ تم ان لوگوں کو یہاں آنے کے زحمت نہ دینا، کیونکہ قصبہ جائس کے لوگ ایک سید کے سپرد کر دیئے گئے ہیں جو سیاح زمین ولایت اور دریائے ہدایت ہیں عنقریب وہ اس ملک میں وارد ہونے والے ہیں ان کے یہاں وارد ہونے سے پہلے ہی تمہاری ارادت و استفادہ کا مقدّر

اُن کے حوالے کر دیا گیا ہے، وہی تمہارے حال اور اشغال کے محافظ ہوں گے۔ تم اس بات سے افسردہ خاطر نہ ہونا کہ چند باتوں میں وہ ہم سے بڑھ کر ہیں۔ ایک سیادت میں اور دوسرے قراءت سبعہ میں حفظ قرآن کے ساتھ۔ اُن عزیز کے ارشاد کا مصداق آج نظر سے گزرا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا اس قصبہ میں تشریف لے آئے ہیں، یہ یہاں کے رہنے والوں کی سرفرازی اور اقبال مندی کا باعث ہے۔

شیخ کمال جائسی

حضرت قدوۃ الکبرا ایک مدت مدید تک اس قصبہ میں مقیم رہے جب آپ نے یہاں سے روانگی کا قصد فرمایا تو یہ جگہ شیخ کمال کے سپرد فرمادی اور یہاں کے مریدوں کی تربیت بھی ان کے حوالے کردی کہ وہ صاحب ریاضت وصاحب معاملات تھے اور اُن کے یہ اوصاف حدّ کمال تک پہونچ چکے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے تشریف لے جانے کے بعد وہاں کے اکابر واصاغر آپ ہی سے استفادہ کرتے تھے۔ شیخ کمال نے کئی سال تک سفر وحضر کی کلفت اور سعوبت اٹھا کر یہ مقام حاصل کیا تھا اور ان کو خرقۂ خلافت واجازت سے سربلندی حاصل ہوئی تھی۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا جائس سے روح آباد روانہ ہوئے تھے تو جیسا کہ پہلے مذکور ہوا یہاں کی نیابت شیخ کمال کے سپرد کر دی تھی۔ ایک مدت تک یہ یہاں اپنے اصحاب واحباب کے ساتھ رہتے رہے۔ اتفاقاً ایک دفعہ آپ نے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ آپ نے بعض اہم چیزوں کے پکانے کا انتظام یہاں کے لوگوں کے سپرد فرما دیا تھا لیکن جب دعوت کا وقت آیا اور وہ لوگ وہ چیزیں تیار کر کے نہیں لائے تو آپ کو سخت ناگوار گذرا اور اسی ناگواری اور غضب کے عالم میں شیخ کمال کی زبان سے نکلا:

''جل کر خاک ہو جائیں وہ لوگ جنہوں نے وعدہ وفا نہیں کیا۔''

جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ بددعا نکلی اُس محلّہ میں آگ بھڑک اٹھی اور تمام قصبہ جل کر راکھ ہو گیا۔ منقول ہے کہ اس آگ میں چار ہزار لوگ ہلاک ہو گئے۔ شیخ کمال کو اس حادثہ پر بڑی شرمندگی ہوئی اور فوراً روح آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ طرفتہ العین میں یہ روح آباد حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں پہنچ گئے۔ حضرت کی نظر مبارک جونہی اُن پر پڑی حضرت قدوۃ الکبرا نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے خاک آلودہ تو نے میرے فرزندوں اور عزیزوں کو جلا کر خاک کر دیا اور ان کے گھر بار پھونک ڈالے۔

حضرت قدوۃ الکبرا اُن سے اس قدر ناراض ہوئے کہ پائے بوسی کی اجازت بھی ان کو نہیں دی اور یہ مدتوں تک خانقاہ کے عقب میں جس کو وحدت آباد کہا جاتا تھا پڑے رہے اور مدت مدید کے بعد انہوں نے حضرت نور العین کو معافی کے لئے اپنا واسطہ بنایا اور ایک طشت میں خاکستر بھر کر طشت کو سر پر رکھ کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں طلب معافی کے لئے حاضر ہوئے۔ چونکہ درویشوں کے طریقہ پر انہوں نے معافی مانگی تھی اُنکو معاف کر دیا گیا لیکن حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا:۔

''جاؤ! تمہارا ایمان تو سلامت رہے گا لیکن تم اور تمہاری اولاد سرگردان اور پریشان رہے گی۔''

حضرت سید عبدالوہاب

آپ حضرت سید قدوۃ الکبرا کے مخلص احباب اور خلفاء میں سے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی ایسی خدمت کی تھی جیسی کرنی چاہیے تھی اور ان سے کبھی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ عبدالکریم دہلوی کے پاس دہلی بھیجا، راستہ بہت ہی دشوار تھا لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی اور یہ وہاں پہنچ گئے۔ جب اُن سے جواب لے کر واپس آئے تو ان کے پاؤں شدید زخمی ہو گئے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنی نعلین مبارک اتار کر ان کو مرحمت فرمادیں۔ انہوں نے حضرت کی نعلین مبارک کو تاج سر دولت سمجھا اور متبرک سمجھ کر اپنے پاس اس طرح رکھا کہ چالیس دن تک یہ تکیہ کی طرح اس پر سر رکھتے تھے۔ جب تک یہ نعلین اُن کے پاس رہیں حق تعالیٰ نے ان کے گھر میں بہت ہی خیر و برکت پیدا فرمادی اور گھر کے لوگ آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے رہے۔

شیخ راجا

آپ زہد و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ حضرت کے خلفائے خاص میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ حضرت کی نگاہ التفات اور ارادتِ الٰہی کا مقدور بنے رہتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی بہت زیادہ خدمت کیا کرتے تھے اور اکثر اوقات خدمت والا میں حاضر رہتے تھے۔ بہت ہی سادہ دل تھے ابتدائے حال میں حضرت قدوۃُ الکبرا نے ان کو یہ تاکید فرمادی تھی کہ خبردار کسی بے نمازی کے پاس نہ بیٹھنا۔ اسی طرح احکام شریعت کی پیروی اور تقویٰ شعاری کی بہت تاکید فرمائی تھی۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا شیخ ابراہیم مجذوب کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ شیخ ابراہیم جو مجذوبان الٰہی میں سے تھے، بہت ہی گرم مزاج تھے۔ حضرت ابراہیم مجذوب بظاہر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا ان کی خدمت میں پہنچ کر اس امر کے منتظر تھے کہ التفات فرمائیں یا کوئی چیز بطور تبرّک عنایت فرمادیں۔ اتفاق سے کھانے کی کچھ چیزیں کہیں سے ان کی خدمت میں آگئیں فوراً اُن کو کھانے لگے اور پھر حضرت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے اشرف جہانگیر! آؤ تم بھی کھاؤ۔ حضرت قدوۃ الکبرا بڑے ذوق و شوق سے اس کھانے میں شریک ہوئے۔ کچھ دیر تک یہ دونوں حضرات کھانے میں مشغول رہے۔ جب تھوڑا سا کھانا باقی رہ گیا تو ابراہیم مجذوب نے فرمایا اے اشرف جہانگیر! اپنے خادم کو بھی بلالو اور کھانے میں شریک کرلو۔ حضرت نے راجا کو بلایا مگر انہوں نے کہا کہ ''میں بے نمازی کے ساتھ کھانا نہیں کھاؤں گا۔،، شیخ ابراہیم مجذوب نے جیسے ہی یہ بات سنی بگڑ گئے اور ان کے مارنے کو تکیہ اٹھالیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا درمیان میں آگئے اور بہت غدر خواہی کی۔ آخر کار شیخ ابراہیم نے فرمایا میں غصہ کے عالم میں ہوں۔ یہ تکیہ میں ضرور کسی کے ماروں گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس منارے کی طرف اشارہ کیا جو بہت بلند تھا اور اس کے اوپر کلس (گنبد) تھا۔ شیخ ابراہیم نے اپنا تکیہ اس منارہ پر ماردیا وہ مضبوط اور عالی شان منارہ اسی وقت ٹوٹ کر گر پڑا۔

حضرت قدوۃ الکبرا جب وہاں سے واپس ہوئے تو آپ نے شیخ راجا سے فرمایا کہ تم نے بڑی نادانی سے کام لیا کہ شیخ ابراہیم کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوئے اور بڑی ہی نامناسب بات تم نے کہی دی۔ یہ سن کر راجا نے ہندی زبان میں کہا:۔

پی پر کہہ آپنہ ایسون کہنہ آپنہ ویسون کہنہ

(عجب آدمی ہیں خود ایسا کہا خود ہی ویسا کہا)

یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے تبسّم فرمایا اور کہا کہ ''بے شک مخلص طالب کا عقیدہ ایسا ہی راسخ ہونا چاہیئے۔

قطعہ

بجائے خود سخن چون مستقیم است | دلی شنوند راتمیز باید

کہ دردی واحدی در ہر مکانی است | بنسبت ہر کسی یک چیز باید

ترجمہ:۔ اپنی جگہ بات درست ہے البتہ سننے والے دل کو تمیز کرنی چاہیئے۔ ہر جگہ وہی واحد ہے اور ہر ایک کی نسبت ایک چیز ہے۔

حضرت جمشید بیگ

آپ ازبکی امیر تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا کے درویشوں کے قافلے کا گزر سرزمین یاغستان میں ہوا تو وہاں جوق در جوق اور گروہ در گروہ ترکوں نے خدمت گرامی میں حاضر ہونا شروع کر دیا اور شرف ارادت سے سرفراز ہوتے رہے۔ ان ارادت مندوں نے بہت سے گھوڑے اور بے شمار چیزیں حضرت کی خدمت میں بطور نذر پیش کئے جب حضرت کے مُریدان گھوڑوں پر سوا ہوتے تو بالکل لشکر جیسا سماں بندھ جاتا تھا۔ لوگوں کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔

اس زمانے میں امیر تیمور (صاحب قران) سمرقند میں موجود تھے۔ ان کے کانوں تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ خانوادۂ سامانیاں کا ایک شاہزادہ اور ملوکِ سمنان کا ایک امیر زادہ مقام ایماق پر پہنچ گیا ہے اور ایک بڑا لشکر اور ساز وسامان اس کے پاس موجود ہے اور کئی ہزار ازبک، یرمک، قفچاق دلاچین اور قوچین کے لوگ اس کے لشکر میں موجود ہیں اور جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ امیر تیمور نے جب معاملہ کی تحقیق کی کہ ایسا کون ہے جس نے یہ لشکر ہم پر چڑھائی کے لئے جمع کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ ذات گرامی ساداتِ سمنان سے تعلق رکھتی ہے جو نسلاً سامانی ہیں لیکن سلوک وطریقت اُن کا شعار ہے اور وہ دنیا سے کنارہ کش ہو چکے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا کہ اس قدر لوگ ان کے ساتھ کیوں ہیں؟

ادھر حضرت قدوۃ الکبرا جس راستے سے گذرتے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے جاتے، چونکہ آپ کا جدی مادری سلسلہ خواجہ احمد یسوی سے تھا۔ آپ کے باپ دادا کے مریدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو ایماق کی سرزمین تک لے آئے۔ اُن لوگوں نے بے شمار گھوڑے اور دوسرا ساز وسامان آپ کی نذر کیا (اس طرح ہجوم اور ساز وسامان نے ایک لشکر کی شکل اختیار کر لی) اور اس وجہ سے یہ شور وغوغا بلند ہوا۔ یعنی ناواقف لوگ کہنے لگے کہ کوئی لشکر کشی کے ارادے سے آ رہا ہے۔

آخر کار (بعد تفشیش) صاحبِ قران تیمور نے خود ہی فرمایا کہ میں نے ان سیدزادے سے ملاقات کی ہے اور ان کو میں نے بعض علاقوں کی امارت وسرداری بھی پیش کی تھی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا تھا اُن کو قطعاً ملک گیری

کی ہوس نہیں ہے۔صاحبِ قران تیمور نے امیر جمشید بیگ کو حکم دیا کہ چند تحائف بطور نذر ساتھ لے کر تم ان سیدزادے کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ جمشید بیگ حاضر خدمت ہوئے اور نذر پیش کی اور اس ناگوار واقعہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کو مطلع کیا کہ حضرت کی آمد سے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہوگئے ہیں۔ چنانچہ حضرت نے ایماق سے اُسی دن کوچ فرمایا اور قندز کی طرف روانہ ہوگئے۔ جو کچھ ساز و سامان ساتھ تھا وہ سب کا سب فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔ جمشید بیگ نے حضرت کی رفاقت اختیار کر لی اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلوک کی توفیق عطا فرمائی اور بعد میں وہ خلافت واجازت سے سرفراز کئے گئے۔روح آباد پہنچ کر حضرت نے جمشید بیگ کو اُن کے وطن واپس کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم وہاں رہ کر ہدایت میں مصروف ہو جاؤ اور اس مملکت کی شیوخت اُن کو عطا کر دی۔ چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کا حضرت احمد یسوی کے متبرک خانوادے سے نسبی تعلق تھا لہذا ان سب حضرات کو اسی روش کا حکم دیا۔اور یہ حضرات یسوی کی نسبت سے مشہور ہیں۔

حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی

آپ علمائے متجرین کے پیشوا اور فروع واصول کے کاملین کے مقتدیٰ تھے حضرت ولایت پناہ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے ہیں جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا جونپور میں قیام پذیر تھے ایک دن عجیب وغریب کیفت اور حالت آپ پر طاری ہوئی اور آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ بے ساختہ ادا ہو گئے:

"الناس کلھم عبید لعبدی،،

(تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں)

ان الفاظ سے علمائے کے گروہ میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا اس شورش کو رفع کرنے میں حضرت قاضی نے زبردست خدمت انجام دی تھی۔اس وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے آپ کو اپنی خلافت عطا کی،خرقہ پہنایا اور ملک العلماء کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔آپ حضرت کے صاحب ولایت خلفاء میں سے تھے اور حضرت کے بہترین رفیقوں اور ندیموں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع، صاحب معاملات او رجامع واردات تھے، آپ شریعت کے سخت پابند تھے آپ کو ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد شرف خلافت واجازت سے مشرف فرمایا گیا تھا۔

شیخ حاجی فخر الدین

آپ زیورِ تعلیم سے آراستہ اور لباس تصوّف سے پیراستہ تھے،حضرت قدوۃ الکبرا کے بہت ہی مخلص خلفاء میں سے تھے اور آپ کے ہمراہ کعبۃ اللہ کی مجاورت اور طواف کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے آپ موضع ادسرہنہ پرگنہ انکلی کے رہے والے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان اطراف کے معتقدین ومُریدین کو آپ کے سپرد کر دیا تھا۔حضرت شیخ فخر الدین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی یہاں تک خدمت کی ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اے فخر الدین بس اب نہ کر(کافی ہے)

حضرت داؤد

یہ حضرت فخر الدین کے چھوٹے بھائی تھے اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت سے مشرف تھے۔ ان کو

اشغال باطنی کے لئے بڑے بھائی کے سپرد کیا گیا تھا۔

حضرت قاضی رکن الدین

آپ حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت واجازت سے مشرف تھے۔خلافت ملنے کے بعد آپ کو موضع دوبنیری کی جانب نزد مقام حاجی پورہ بھیج دیا گیا۔آپ نے وہاں خانقاہ تیار کی اور گرد وپیش کے لوگوں کی راہنمائی اور ہدایت میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کے مرید ہوگئے۔ان (قاضی رکن الدین) کو شیخ آدم عثمان کے سپرد کیا گیا کہ باہم رہیں۔جب شیخ آدم مذکور حاجی پور کی جانب روانہ ہوئے تو فرمایا کہ شمال میں گھوسی سے گوسی تک پہاڑ کی طرف تمہیں دیتا ہوں، یہ دونوں بھائیوں کا حصہ ہے۔

شیخ نورالدین

آپ کی ذات گرامی اعجوبۂ روزگار ہے۔یہ علوم شرعیہ میں یگانہ اور اصول وفرع میں وحید عصر ہیں۔اس زمانے میں جبکہ حضرت قدوۃ الکبرا بنگالہ سے حضرت مخدومی سے شرف نیاز حاصل کر کے براستہ دوبینری واپس آرہے تھے تو شدید بارشوں کے باعث چندروز یہاں دونبیری میں ٹھہرنا پڑا تو یہ خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت نے ان میں نور عقیدت دیکھا اور اُن کی ذات میں خلوص پایا تو ان کو شرف ارادت سے مشرف فرمایا آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے ہم رکاب وہاں سے روح آباد آئے یہاں کئی چلّے کئے اور چند بار خلوت نشین ہوئے۔جب یہ سخت ریاضتوں سے فارغ ہوئے تو واردات عالیہ اور مقامات کمالیہ سے سربلند ہوئے۔جب ان میں خلافت کی استعداد پیدا ہوگئی تو خلافت سے مشرف کئے گئے۔عطائے خلافت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب تم اپنے ملک کو واپس جاؤ تا کہ وہاں کے لوگ تم سے بہرہ مند ہوسکیں لیکن شرط یہ ہے کہ حضرت شیخ آدم کے ساتھ ان کی اتباع میں کام کرنا قصہ کوتاہ یہ کہ تینوں بزرگوں کو اس علاقہ میں روانہ کیا گیا اور ہر ایک کو خلافت سے بھی نوازا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام (احمد آباد گجرات)

آپ جامع فضائل وکمالات تھے۔فنون عجیبہ ولطیفہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔علم ہیئت ونجوم میں اُن کو کمال حاصل تھا۔ ساکنان واہالیان گجرات ان فنون میں اپنی تمام زندگی گذار دیتے ہیں۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا گجرات کی طرف تشریف لے گئے تو شیخ الاسلام نے پہلی ملاقات میں چند علمی مسائل حضرت سے بطور آزمائش دریافت کئے۔حضرت نے ان کا کافی ووافی جواب مرحمت فرمایا لیکن یہ محض اپنی خودنمائی کے لئے کج بحثی کرتے رہے اور بے کار شوروغل مچایا۔بات نے مناظرے کا رنگ اختیار کرلیا۔ یہاں تک کہ ایک دن دارالخلافت احمد آباد کی جامع مسجد میں جہاں کثرت سے لوگ موجود تھے انہوں نے بہت زیادہ یاوہ گوئی سے کام لیا۔حضرت قدوۃ الکبرا نے اس پر بھی تحمل وبرداشت کا مظاہرہ کیا۔جب یہ گھر واپس آئے اور رات کو سوئے تو ان کو تنبیہہ کی گئی کہ ''خبردار سید (قدوۃ الکبرا) سے مکابرہ مت کرو اور اگر اب بھی تم باز نہ آئے تو پھر تم جانو،، جب صبح کو یہ بیدار ہوئے تو انہوں نے وہاں کے حاکم (والئی احمد آباد) کو اپنا سفارشی بنایا اور گناہ سے عذرخواہی کی حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اب تک تو ہماری طرف سے وفا اور تمہاری طرف سے جفا کا،سلسلہ جاری تھا لیکن اب نہ وفا نہ جفا بلکہ یہ محفل صفا ہے۔یہ کہکر حضرت نے ان کو معاف کردیا۔شیخ الاسلام اسی وقت حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے اس سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا دوسال تک سرزمین گجرات میں

رہے شیخ الاسلام ہر وقت حاضر خدمت رہتے تھے۔

جب یہ خدمات شائستہ بجالائے اور ضروری ریاضتوں سے فراغت پا چکے اور لم یزلی اہلیت اور صلاحیت ان میں پیدا ہوگئی تو ان کو شرفِ خلافت سے سربلندی بخشی گئی۔ ہر چند کہ اس مملکت میں حضرت کے اور بہت سے خلفاء اور اصحاب موجود تھے لیکن علاقۂ گجرات کے ارادت مندوں کی تربیت ان کے سپرد کر دی گئی جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان پر حسد بھی کیا۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا نے دلی کا عزم سفر فرمایا تو یہاں کے احباب واصحاب کے استفادہ کے لئے آپ نے ''اشرف الضوائد اور فوائد الاشرف،، کے نام سے رسالہ لکھ کر شیخ الاسلام کے سپرد فرما دیا۔ جیسا کہ حضرت نے اس رسالہ کے دیباچہ میں اظہار فرمایا ہے۔

حضرت شیخ مبارک

آپ گجرات کا اکابر واماثر سے ہیں شیخ صاحب علوم ظاہری و باطنی کے لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے اور فضائل حمیدہ اور شمائل پسندیدہ سے بہرہ ور تھے، آپ نے حضرت قدوۃ الکبرا کی اس قدر مالی و بدنی خدمت انجام دی ہے کہ اور کوئی دوسرا ایسی خدمت نہیں کر سکا۔ شیخ مبارک حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ روح آباد آئے اور یہاں آ کر متعدد چلے کئے اور سخت ریاضتوں میں مشغول رہے۔ تب آپ کو خلافت واجازت کے شرف سے مشرف کیا گیا اور گجرات واپس جانے کا حکم دیا گیا اور شیخ الاسلام کے لئے علم وطوغ ان کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ اور شیخ الاسلام سے ان کی سفارش فرمائی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے مکتوبات میں شیخ الاسلام کے لئے جو حقائق ومعارف تحریر فرمائے ہیں کسی اور کیلئے اس قدر معرض تحریر میں نہیں آئے ہیں۔

حضرت شیخ حسین

آپ بھی حضرت کے اصحاب کبار اور اصحاب نامدار میں سے ہیں حضرت قدوۃ الکبرا نے جس قدر ظاہری و باطنی التفات ان پر مبذول کیا اور مقامات مصطفوی سے آگہی ان کو عطا فرمائی کسی دوسرے شخص کے حصے میں نہیں آئی۔ ان کا تعلق دودمان خلجی وخاندان محمدی سے تھا، بڑے صاحب ثردت وصاحب منصب تھے لیکن جب توفیق ازلی اور سعادت لم یزلی نے دستگیری کی تو شرف ارادت سے مشرف ہوئے سخت مجاہدے کے بعد مقامات طریقت سے جب انہوں نے خود کو آراستہ کر لیا تب خلافت اور خرقہ کا حصول ممکن ہوا آپ کا مقام سکونت دونبیری تھا اور قرب وجوار کے لوگ ان سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ سرحد چنپارن ودرمیکہ کی نیابت ان کے سپرد کی گئی بنگالہ کے بادشاہ کو شیخ سے خاص عقیدت تھی اس نے آپ کے اصحاب کی رفاہ ومعیشت کے لئے کچھ رقم بطور نذرانہ بھیجی۔

شیخ صفی الدین مسند عالی صیف خان

آپ نے جو اعلیٰ مرتبہ پر فائز اور صاحب ثردت امیر تھے، اس بات کی خواہش کی کہ تمام دنیوی معاملات سے دستبردار جائیں لیکن حضرت قدوۃ الکبرا نے قبول نہیں کیا اور ان سے فرمایا کہ مقصود اصلی کام ہے نہ کہ اضطرار (بے چارگی) کہ حق تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو مراتب شان وشوکت کے باوصف اپنا قرب عطا فرمایا ہے چنانچہ ایک مثال شیخ ابوسعید الخیر کی ہے (کہ جاہ ومال کی فراوانی

کے باوصف قربِ خداوندی سے نوازے گئے) پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا

شعر

حاجت بکلاہ ترکی داشت نیست

درویش صفت باش وکلاہ تتری دار

ترجمہ:۔تم کوترک جاودانی کہ ٹوپی سر پر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔کلاہ ثروت ومال سر پر رکھولیکن درویش صفت بن جاؤ چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا ان کی اس خواہش کی پذیرائی سے ہمیشہ اعراض فرماتے رہے۔یہاں تک کہ دولت باطنی ان کی مددگار ہوئی۔تب حضرت نے ظاہری وباطنی اشغال سے ان کوسرفراز فرمایا۔

ان میں بہت ہی قوی اور عالی جذبہ پیدا ہوگیا تھا لیکن پیروں کی حفاظت ان کے کام آئی۔ان کو پہلے خرقۂ تبرک عطا کیا گیا اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔خان موصوف خرقہ کو خلعت خانی اور عبائے سرداری کے نیچے ہمیشہ پہنتے تھے۔ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں اسی حالت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا

شعر

بزرگان کہ نقد صفا داشتند

چنین خرقہ زیر قبا داشتند

ترجمہ:۔وہ امراء جوصفائے قلب کی نقدی سے مالا مال ہوتے ہیں وہ اسی طرح قبائے سروری کے نیچے خرقۂ فقر پہنا کرتے ہیں۔

شیخ محمود کنتوری

آپ بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے منتخب اصحاب اور چیدہ احباب میں سے تھے۔حضرت ان پر اسقدر عنایات فرماتے اور اتنا التفات اُن سے کرتے کہ دوسرے اصحاب سے ایسا کم ہی التفات تھا۔وہ سفر وحضر میں حضرت کی ملازمت میں رہتے تھے۔جب ریاضت ومجاہدہ کی تکمیل ہوگئی تو خرقۂ خلافت اور اجازت سے سرفراز کئے گئے اور اُن کو وطن مالوف کی طرف روانہ کردیا گیا جہاں قرب وجوار کے سب لوگ آپ کے مرید ہوگئے اور ان سے استفادہ کرنے لگے۔ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا سے کنتور میں استدعائے ضیافت کی۔اور حضرت والا کو اپنے مکان پر لے گئے اور دوسرے اصحاب واحباب کو بھی مدعو کیا۔جب حضرت کا محافہ قصبۂ انچولی کے قریب پہنچا جو اسی زمانہ میں آباد ہوا تھا تو سالار صیف خان نے جو قصبۂ انچولی کے بانی تھے آپ کا استقبال کیا اور حضرت سے ضیافت قبول کرنے کی استدعا کی۔غالبًا اسی دن ان کے یہاں منزلِ نو کے سلسلہ میں دعوت تھی۔اس قصبہ کے تمام اکابر واشراف ان کے یہاں موجود تھے، جب حضرت ان کے نوتعمیر شدہ مکان میں تشریف لے گئے تو وہاں قوال بھی موجود تھے۔محفل سماع شروع ہوگئی۔آپ پر کیفیت طاری ہوگئی اور گریہ طاری ہوگیا، خان مذکور کی عورتیں دوسرے مکان میں تھیں انہوں نے جب سنا کہ کوئی درویش تشریف لائے ہیں اور قوالی سن رہے ہیں اور اُن پر رقت وگریہ طاری ہوگیا ہے تو آپ میں کہنے لگیں کہ یہ تو مبارک فال نہیں ہے۔ہم کو تو پہلے اس مکان میں میزبانی کرنا تھی (ضیافت کرنا تھی)۔جب حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت سنبھلی اور آپ عالم شعور میں آئے تو آپ نے سالار سیف الدین کو بلایا اور اُن سے فرمایا کہ ”اپنی عورتوں میں جاؤ اور ان سے کہو کہ تم مطمئن رہو کہ ہم نے

اپنے گریہ سے تمہاری اولاد کی جڑوں کی پرورش کی ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس کے آثار تا دیر باقی رہیں گے۔

یہاں سے حضرت قدوۃ الکبرا قصبہ کنتور کی طرف روانہ ہوئے اور شیخ محمود کنتوری کے مکان میں نزول اجلال فرمایا، انہوں نے ضیافت ومہمانداری کی خدمات شائستہ انجام دیں۔ ضیافت سے فراغت کے بعد حضرت شیخ سعید اللہ کیسہ دار کی خانقاہ میں تشریف لے گئے اور اُن سے ملاقات ہوئی۔ سادات کنتوریہ سے ہر ایک نے نوبت بہ نوبت حضرت قدوۃ الکبرا کی ضیافت کی۔ آپ نے سادات کنتور کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ صحیح النسب سیّد ہیں اور ان کو تاکید فرمائی کہ تم لوگوں میں سے کوئی اطراف ونواح میں شادیاں نہ کرے۔ جب روانہ ہوئے تو شیخ سعد اللہ نے خرقہ کی التماس کی۔ آپ نے ان کی التماس قبول کی اور فرمایا الفقر کنف واحد (فقیر ایک جان کی مانند ہیں) بالخصوص خاندان چشت رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت شیخ عبداللہ الصدیقی بنارسی

آپ قدوۃ العلماء، زبدۃ الصلحاء زمانہ تھے، آپ حضرت کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا جونپور سے بنارس کی طرف روانہ ہوئے تو ایک بتکدے کے قریب ایک مکان میں آپ نے قیام فرمایا اور بہت دنوں تک یہاں مقیم رہے۔ ایک دن محض سیر کے طور پر اس معبد اصنام (بتکدے) میں تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ بادیہ ضلالت کی ایک جماعت اور محراب جہالت میں بھٹکتے پھرنے والوں کا ایک غول وہاں موجود ہے اور بڑے صدق دنیاز کے ساتھ ان بتوں کی پوجا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور آپ نے یہ شعر پڑھا

شعر

اگر نقش رخ دزلفت نبودی درہمہ اشیاء مغان ہرگز نہ کروندی پرستش لات وعزیٰ را

ترجمہ:۔ اگر اے محبوب حقیقی! تیرا نقش رخ وزلف تمام اشیاء میں جلوہ گر نہ ہوتا تو یہ بت پرست ہرگز لات وعزیٰ کی پرستش نہ کرتے۔

ایک دن کافروں کی یہ جماعت اور مشرکوں کا یہ گردہ جو بتوں کے پجاری تھے حضرت قدوۃ الکبرا کے دیکھنے (ملاقات) کے لئے آئے۔ باتوں باتوں میں ایک دوسرے کے دین ومذہب کی فضیلت کی بات ہونے لگی۔ ہر ایک اپنے اپنے مذہب کی فضیلت میں دلائل پیش کرنے اور اپنے مذہب کی ترجیح ثابت کرنے لگا، اسی گفتگو میں کرامت دکھانے کی بھی بات چھڑ گئی حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگر یہی پتھر (بُت) تمہارے دین کی تکذیب کر دیں تو تم ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم عہد کرتے ہیں۔ حضرت نے پتھر کے ایک بت کو جو زمین پر پڑا تھا اپنے ہاتھ میں اٹھالیا اور فرمایا کہ اے پتھر اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سچا اور برحق ہے تو کہہ کہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، آپ کے یہ فرماتے ہی اُس بُت نے نہایت واضح آواز میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ اسی وقت تقریباً ہزار افراد پجاری اور اس کے چیلے سب کے سب مسلمان ہوگئے اور ایمان لے آئے۔

(اَلْحَمْدُ لِلّٰہ)

لطیفہ۱۶

مشائخ کرام کے کلمات شطحیات کے معانی اوراس جیسے کلام کی تشریح

(در بیان معنی کلمات مشائخ از شطحیات وامثال آن)

حضرت قدوۃ الکبرانے ارشادفرمایا:۔

اَلشَّطُحُ هُوَ اِفَاضَةُ مَآءِ الْعِرْفَانِ عَنْ ظَرْفِ اِسْتِعْدَادِ الْعَارِفِيْنَ حِيْنَ الاِمْتِيَانِ.

شطح کے معانی یہ ہیں کہ خداشناسوں (عارفوں) کے ظرف استعداد کے پُر ہوجانے پراس سے عرفان کے پانی کا چھلک جانا۔

حضرت قدوۃ الکبرانے مزید فرمایا کہ صوفیائے کرام کا طریقۂ جاریہ اور قانون مقررہ یہ ہے کہ مشائخ کے کلمات شطحیات کو نہ تو قبول کرنا چاہیئے اور نہ اُن کو رد کرنا چاہیئے کہ یہ مقام وصول کا مشرب ہے۔عقل وخرد کی رسائی یہاں نہیں ہے۔

بعض صوفیائے کرام نے مشائخ کے ''شطحیات،، کی ایسی شائستہ تاویلیں کی ہیں اور جن معنی (محل) میں استعمال کئے گئے ہیں اُن کی نہایت خوبی سے تشریح کی ہے اوراس طرح کہ وہ ادراک کے قابل بن گئے ہیں اور جو پاک طبع سامع ہے وہ اُن کو سمجھ لیتا ہے۔

قطعہ

چوجام ازبادہ عرفان پُر آید — بریزد جرعۂ اوبرزمین ہم
بدان یک جرعہ خوردن ازحریفان — ندیم خاص باید نازنین ہم

ترجمہ:۔ جب جام بادۂ عرفان سے پُر ہوجاتا ہے تو اس سے ایک جرعہ زمین پر بھی گرجاتا ہے لیکن اس ایک جرعہ کو پینے کے لئے خاص ندیم ہونا چاہیئے جو نازنین بھی ہو۔ ہرایک اس کو نہیں پی سکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرافرماتے تھے کہ اکثر اصحاب عرفان اور بیشتر ارباب وجدان، صاحبان صحو ہیں اور بہت سے صوفی حضرات ارباب سُکر ہیں۔کبھی کبھی غلبۂ حال اور حیرتِ وصال میں اُن حضرات سے کلماتِ شطحیات دور ہوجاتے ہیں اور جیسے ہی وہ غلبہ ختم ہوجاتا ہے وہ حضرات اُن کلمات سے استغفار کرتے ہیں۔انہوں نے اپنے مریدوں اوراصحاب کو اس بات کا حکم دے رکھا ہے کہ ایک بار کے بعد اگر باردگر سخن شطح اور کلام سکرآ گیں ہماری زبان سے جاری ہوتو وہ اس کے تدارک کی کوشش کریں۔ **ابیات**

چون من سرخوش شوم ازبادۂ جام — روان پختہ بودازمشرب خام
دران مستی اگر ازمن زندسر — سخن بیہودہ ای یارم دہ اندام

ترجمہ: اگر میں جام شراب سے سرخوشی اور مستی میں آجاتا ہوں تو یہ سمجھ کہ جان بادۂ خام پینے سے اور پختہ ہو جاتی ہے۔ اس مستی میں اگر مجھ سے کوئی بات سرزد ہو جائے تو اے میرے دوست اس بیہودہ بات کو نظر انداز کر دے

چنانچہ حضرت سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامیؒ) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:۔

بے شک اسُکر اور غلبۂ حال میں ابو یزید بُسطامی کی زبان میں یہ الفاظ نکلے "**سبحانی مااعظم شانی**،، میں پاک ہوں میری شان کسقدر عظیم ہے۔ جب اس حال سے ان کو افاقہ ہوا تو ان کے اصحاب نے کہا کہ آپ نے یہ الفاظ زبان سے نکالے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ تم جس وقت پھر میری زبان سے ایسے الفاظ سنو تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ اور انہوں نے سب کو ایک ایک چھُری دے دی اور اُن پر اس حال کا جب غلبہ ہوا اور انہوں نے پھر دوبارہ وہی الفاظ کہے تو اُن کے اصحاب نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا قصد کیا لیکن انہوں نے دیکھا کہ تمام گھر اُن سے بھرا ہوا ہے (سارے گھر میں ابو یزید موجود ہیں) مریدوں نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا شروع کیا اور وہ صورت جس سے تمام گھر بھر گیا تھا چھوٹی ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ ابو یزید نمودار ہو گئے۔ اُن کے اصحاب نے اُس چیز کے بارے میں کہا جو انہوں نے دیکھی تھی تو انہوں نے کہا کہ ابو یزید تو یہ ہے اور وہ ابو یزید نہیں تھا اور ایسا ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چھوٹی صورت کو بڑی صورت دے دیتا ہے اور اسی طرح بڑی صورت کو چھوٹا کر دیتا ہے اور بے شک جبرئیل علیہ السلام مریم بتول کے پاس ایک انسان کی صورت میں آئے جس کا نام تقی تھا۔،،

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارباب صحو وسُکر کے بارے میں اصحاب طیفورا اور اصحاب جنید کے درمیان اختلاف ہے۔ طیفوری اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارباب سُکر اصحاب صحو سے افضل ہیں کہ سُکر ایک نعمت الٰہی ہے اور صحو بندہ حق کی کسبی حرکات سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مواہب کو مکاسب پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔

ابیات

ہر آن لطفی کہ ازمحبوب باشد	یقین می دان کہ آن مرغوب باشد
کمال عاشق ازمعشوق می دان	نہ زیبد چون بدمنسوب باشد

ترجمہ ابیات:۔ ہر وہ لطف جو محبوب کی طرف سے ہوتا ہے یقین جانو کہ وہ مرغوب ہوتا ہے۔ عاشق کا کمال تو محبوب کی ذات سے ہے اور یہ پسندیدہ بات نہیں ہے کہ اس کمال کو عاشق سے منسوب کیا جائے۔

پیروان حضرت جنید کا خیال ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ صحو سُکر سے اعلیٰ اور برتر

ہے اس لئے کہ سُکر میں ترقی مدارج اور عروج کا حصول منقطع ہوجاتا ہے، برخلاف صحو کے کہ صحو میں حصول مراتب اور وصول مناقب کی کوئی انتہانہیں ہے۔صحو میں حصول مراتب بہرطور ممکن الحصول ہیں پس مرتبہ اوّل کو مرتبہ آخر سے کیا نسبت ہوسکتی ہے۔

بیت

چہ نسبت درمیان این وآن است
کہ فرقش اززمین تاآسمان است

ترجمہ:۔سُکر صحو کے برابر نہیں ہوسکتا۔دونوں مراتب میں زمین وآسمان کا فرق ہے

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے منقول ہے کہ سُکر صحو سے برتر نہیں ہوسکتا اس لئے کہ صاحب صحو ذات الٰہی سے مرابط (ربط رکھنے والا) ہوتا ہے اور یہ مقام تمکین ہے اور حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مقام ہے علاوہ ازیں صحو اہل مکاشفہ کو حقائق علوم سے مغلوب رکھتا ہے جس سے افعال کی درستی اور احوال کی آراستگی ہوتی ہے۔

رسالہ قشیریہ میں بیان کیا گیا ہے کہ سُکر کو صحو پر فضیلت حاصل ہے اس لئے کہ صاحب سُکر کبھی بسط کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی لطائف جمال کے کشف پر وجد میں ہوتا ہے اور صاحب سُکر شواہد حال پر قائم رہتا ہے اور حال صحو میں یہ شواہد بشرائط علم میسر ہوسکتے ہیں اور مقام سُکر میں شواہد حال بے تکلف حاصل ہوتے ہیں اور وقت صحو میں بے تصرف اور صحو اور سکر ہر دو حجق ہیں۔

''عوارف المعارف،، میں بیان کیا گیا ہے کہ ''سکر،، اربابِ قلوب کے لئے مخصوص ہے اور یہ حال کا غلبہ ہوتا ہے۔مشائخ کبارا اور شیوخ نامدار کی زبانوں سے بعض اوقات ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جن میں عجیب عجیب اسرار اور غریب ونادر آثار پہناں ہوتے ہیں۔ان ہی سے سُکر کے حال کی بقا ہے لیکن صاحب صحو کے لئے ایسا نہیں ہوتا۔

سُکر دوطرح کا ہے۔ایک سُکر تو محبت سے پیدا ہوتا ہے اس کے لئے کسی دوسرے سبب یا محرک کی ضرورت نہیں ہوتی۔اس میں رویت منعم کے انوار ہوتے ہیں۔ان انوار کا مشاہدہ کرنے والا خود کو نہیں دیکھتا۔یہ مقتدیٰ حضرات کو میسر ہوتا ہے۔دوسری قسم کا سُکر وہ ہے جو شراب مودت (دوستی) سے حاصل ہوتا ہے۔اس کا اظہار مشاہدہ نعمت سے ہوتا ہے جس کو وہ خود دیکھتا ہے (یعنی اس قسم دوم میں نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اوّل میں منعم کا) ایسے سُکر کو صحو پر فضیلت نہیں ہے۔

سُکر کی طرح صحو بھی دوطرح کا ہوتا ہے۔ایک تو اقامت محبت کے کشف سے ظہور میں آتا ہے، دوسرا صحو غفلت سے اور یہ دونوں اس راہ کے مبتدیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔پس یہ صحو اُس سُکر پر کس طرح فضیلت پاسکتا ہے لیکن جب سلطانِ حقیقت جمال کی جلوہ آرائی فرماتا ہے تو پھر سُکر وصحو دونوں اس جمال کے طفیلی بن جاتے ہیں، اور جب سالک ذوق وشرب کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اُس وقت

نہ صحو باقی رہتا ہے اور نہ سُکر۔

ذوق وشرب اسی صحو وسُکر کے ثمرات سے مراد ہیں۔جس کے نتیجے میں آثارِ کشف وتجلی وارادات حاصل ہوتے ہیں۔صاحب ذوق صاحب سُکر ہوتا ہے اور صاحب شرب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی سُکر کا بقیہ ہوتا ہے۔ذوق: رنج وراحت اور لذت ہے۔ شراب حلاوت ولذت طاعت وعبادت کو کہتے ہیں۔شرب کے معنی اُس بہرہ اور نصیب کے ہیں جو شراب مودت سے حاصل ہوتے ہیں جسکی محبت مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے اُس کا شرب دوامی بن جاتا ہے پھر اس کا صحو حق کیلئے ہوتا ہے۔جس کسی کا شراب صافی ہے اس کا صفاء مشرب باقی رہتا ہے۔

شربنا الحب کا سابعد کاسٍ — میں نے پیئے شراب محبت کے اتنے جام

فما فقد الشراب ومارویت — خالی پڑے ہیں جم مگر اس پہ ہوں تشنہ کام

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اصحاب صحو تخت تمکین پر متمکن ہوتے ہیں اور ارباب سُکر شراب تلوین سے مخمور رہتے ہیں۔ اہل تمکین کے لئے ستر اور پردہ داری لازمی ہے۔ہر چند کہ یہ اصحاب شراب معارف سے چھکے ہوئے ہوتے ہیں لیکن وہ مدہوش نہیں رہتے ہیں اور ان کا باطن ان کا ظاہر کو مغلوب نہیں کرتا کہ محققان روزگار اور واصلان حق کی یہی سیرت ہے مگر اصحاب تلوین کا حال اسکے برعکس ہے۔ان کا ظرف استعداد تھوڑی سی شراب عرفان سے بھر جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب جام پُر ہو جائے گا تو اس سے ضرور کچھ نہ کچھ چھلکے گا۔

قطعہ

ندیمانی کہ در بزم شراب آند — دوگونہ می ازذوق مستی

یکی ازجام عرفان سرخوش آید — دگر خواہد بمستی چیرہ دستی

ترجمہ:۔ بزم مے کشی میں جو مے نوش مے نوشی کررہے ہیں اُن کی ذوق مستی کے اعتبار سے دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو وہ مے کش ہیں جو شراب پی کر مست ہو جاتے ہیں لیکن بدہوش وبدمست نہیں ہوتے اور کچھ ایسے ہیں کہ مست ہو کر چیرہ دستی اور بے خودی میں گر جاتے ہیں مستی کا اُن پر اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ ہوش میں نہیں رہتے۔

تلوین ارباب طریقت کی صفت ہے اور تمکین اصحابِ حقیقت کی سیرت ہے۔ پہلا گروہ ہمیشہ احوال کی ترقی میں رہتا ہے اور دوسرا گروہ مسندِ وصال پر متمکن ہوتا ہے اور ان ارباب وصال کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ بالکلیہ اپنی ذات سے جدا ہوتے ہیں اور حال تمکین میں کار اور مقصود ایک ملکہ کی طرح بن جاتے ہیں اور اس کے لئے اُن کو کوشش اور سعی نہیں کرنا پڑتی تم ان کو نو باتوں میں پا سکتے ہو۔

ان میں سے تین چیزیں حال (حالت) سے تعلق رکھتی ہیں۔

ا۔ بیماری۔۲۔غریبی۔۳۔درویشی

اور تین چیزیں دل سے تعلق رکھتی ہیں:

ا۔ظن (گمان) ۲۔تہی ۳۔ہمّت

اور تین چیزوں کا تعلق عادت سے ہے:

ا۔خشم (غصّہ) ۲۔بیم (امید) ۳۔حاجت (ضرورت)

منقول ہے کہ جب بعض اصحاب عالمِ تمکین میں پہنچتے ہیں تو امیری اور وزیری ان کے حال میں مزاحم نہیں ہوتی۔

بعض عارفوں نے فرمایا ہے:

''التمکین رفع التلوین،، یعنی تلوین کا دور ہوجانا تمکین ہے۔

حقیقت میں محققین کا محلِ کمال میں اقامت گزیں ہوجانا اور وصال کے عالی درجہ پر پہنچ جانا اور پیشگاہ وصول میں منتہی حضرات کا مقیم ہونا تمکین ہے۔تلوین تو مبتدیوں کا ایک درجہ ہے اور اس راہ کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حال تلوین میں تھے کہ کوہِ طور پر تجلیٔ الٰہی دیکھ کر بے ہوش ہوگئے اور حبیب خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم متمکن تھے کہ مکہ سے مقامِ قاب قوسین تک سے جمیع متازل آپؐ نے طے فرمائے اور تجلی الہیٰ سے سرفراز ہوئے لیکن بے خبر اور بے خود نہ ہوئے

مثنوی

یکی ازدست رفت ازجرعۂ جام   دگرخمہا کشید ازصبح تاشام

بود آن سرکوہ وبیشہ دادہ   بود این تازہ در مجلس بہ بادہ

ترجمہ:۔ایک بادہ کش تو ایسا ہے کہ ایک جام سے ایک گھونٹ پی کر بھی مست و بےخود ہوجاتا ہے اور دوسرا بادہ کش صبح سے شام تک خم کے خم خالی کردیتا ہے۔ایک تو ایک جرعہ پی کر مست و بےخود ہوجانے والا مستی میں کوہ وصحرا کی طرف نکل جاتا ہے اور دوسرا خم پر خم پی کر بھی مجلس میں تازہ دم رہتا ہے۔

تمکین سے مراد یہ نہیں ہے کہ صاحبِ تمکین بالکل متغیر نہیں ہوتا۔متغیر تو ضرور ہوتا ہے کہ اس میں بشریت کا عنصر باقی ہے بلکہ تمکین سے یہ مراد ہے کہ اس حال تمکین میں حقیقت سے اس پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں رہنے پاتا بلکہ اس میں اور بھی زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے۔

بیت

تابہ منزل دررسی باید کہ جائ نیستی

گربموئ بازمانی مردآن رہ نیستی

ترجمہ:۔جب تک تو منزل پر پہنچ نہ جائے تو یہ سمجھ کہ یہ تیرے مقام کی حد نہیں ہے اور اگر اس منزل سے تو ذرا سا

پیچھے رہ گیا تو پھر مرد راہ نہیں ہے۔

تلوین اس کے برعکس ہے لیکن صاحبِ فصوص الحکم شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اصحاب تلوین اصحاب تمکین سے افضل ہیں جیسا کہ لطیفۂ اصطلاح میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ کا یہ قول چند مقدمات پر مبنی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شطحیات کا صدور صاحب سُکر سے ہوتا ہے جو تلوین کے لوازم میں سے ہے اور معاملات اصحاب صحو سے صدور پاتے ہیں کہ یہ امر تمکین کے خواص میں سے ہے۔ اب رہے بعض وہ حضرات جو بزم سُکر و مستی میں شراب معرفت کے پینے والے ہیں اور غلبہ کی محفل کے ندیم ہیں وہ ایسے ارباب تجرد ہیں جنہوں نے عیال کے وصال کے بستر پر آسودگی نہیں پائی ہے۔ (ازدواجہ زندگی سے الگ تھلگ ہیں)

حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ کی مجلس میں کسی نے منصور حلاج کا ذکر چھیڑا اور اُن کی ہلاکت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو آپ نے فرمایا کہ "اُن کو لوگوں نے مار ڈالا۔" اگر یہ فقیر اس زمانے میں ہوتا تو اُن کے درد کا مداوا کرتا۔ حضرت کے مریدوں نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ اُن کا مداوا کس طرح فرماتے؟ آپ نے فرمایا "میں اُنکو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیتا۔" آپ کا یہ جواب سنکر بعض حضرات نے لفظ ازدواج سے یہ نتیجہ نکالا کہ طریقت میں ازدواج ایک مقام ہے (ایک مرتبہ کا نام ہے) جس میں خلوت فردیت سے مرید کو نکال کر دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دی جاتی ہے یا تفرقہ سے نکال کر حال جمع میں پہنچا دیا جاتا ہے اور اب بھی اس لفظ کے معانی کے سلسلہ میں یہی خیال کیا جاتا ہے لیکن اس فقیر (حضرت اشرف جہانگیر) کے خیال میں لفظ ازدواج کے یہی ظاہری معنی ہیں (شادی بیاہ کرنا) کہ جب ایسا شخص کسی آزاد خاتون کے وصل سے بہرہ یاب ہوتا ہے تو ہر بار کے حظ وصل سے شورش کا یہ بخار کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ اس قسم کی ناگفتنی باتیں کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں ایک تنبیہہ بھی موجود ہے کہ جمال مجازی سے کمال کی نسبت ضائع ہو جاتی ہے اور اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ دریائے لذت میں مستغرق ہیں اور جو ایسی شہوت میں پھرتے رہتے ہیں کس قدر نقصان اٹھاتے ہیں۔ البتہ یہ نقصان کاملین کا طبقہ کے لئے موجب کمال ہے جو اس راہ میں پوشیدہ ہے اس سے یعنی (ازدواج) سے ان کے عشق حقیقی کا زوال نہیں ہوتا۔

بیت

چہ نسبت پختہ رابا خام باشد
کہ این مبداء وآن انجام باشد

ترجمہ:۔خام کو پختہ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ یہ تو مبداء ہے اور وہ انجام ہے۔

اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی صاحبِ عیال صوفی سے شطحیات واقع نہیں ہوئے ہیں یہ ستّر حضرات جن سے شطحیات

منسوب ہیں ان میں شاید ہی کوئی صاحب عیال ہو لیکن یہ نسبت کلی بھی نہیں ہے کیونکہ کئی صاحب عیال بھی ایسے ہوئے ہیں جو شورش و ہیجان میں مبتلا ہوئے اور یہ تقاضائے بشری نہیں ہے بلکہ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی بے خود کر دیتا ہے جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ نے کہا ہے میں نے ایسے ستر ولیوں کو پایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی پرستش اور بندگی محض وہم و خیال سے کرتے ہیں اور میرے بھائی بایزید بھی ان ہی میں سے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ''اب تم میری بات گوش و ہوش سے سنو اور دل و جان میں اس کو جگہ دو کہ سید الطائفہؒ نے جو لفظ ''وہم و خیال،، استعمال فرمایا ہے۔ یہ وہ وہم و خیال نہیں ہے جو عوام پر چھایا ہوا ہے بلکہ ''**کل متکلم یتکلم باصطلاحھم**،، (یعنی ہر ایک اپنی اصطلاح میں کلام کرتا ہے) اس سے وہ وہم مراد ہے جو کلمات مشائخ میں استعمال ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ ''**الوھم سلطان الا عظم فی ھذا الطریق**،، (اس راہ تصوف میں وہم سلطان اعظم کا مرتبہ رکھتا ہے) پس سیّد الطائفہ قدس سرہٗ کا سلطان العارفین کے وہم کی طرف اشارہ اُن کی حالت تلوین سے ہے خود اُن کے حال کے برعکس کہ سید الطائفہ حالت تمکین پر متمکّن تھے یا یہ کہ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے حال کے تفوق کا اظہار کیا ہو (اللہ تعالیٰ حقیقت کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے)

شطح:۔سلطان العارفین بایزید بسطامی نے فرمایا:۔

''سُبۡحَانِیۡ مَااَعۡظَمُ شَانِیۡ،، (میں پاک ہوں میری شان کس قدر عظیم ہے)

[1] ''اس بات کو حضرات صوفیہ سے جو اہل تجربہ ہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ اُن پر (حضرت بایزید پر) یہ دولت یکے بعد دیگرے نازل ہوئی۔ پس انہوں نے اپنے نفس میں بقدر اپنے حال کے اس سے کوئی چیز پائی۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس کلام کو اُن کی زبانی جاری فرمایا۔ ابویزید کے قصد کے بغیر۔ بالکل اسی طرح جیسے دل میں بغیر قصد کے ذکر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کے قول کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی کا ذکر اپنے بندے کی زبان سے جاری فرمادیا، لہٰذا اس میں کوئی دشواری اور استحالہ نہیں ہے ''**فَمَا ھٰذَا التَّعَبُ**،، اور اس امر کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ ابویزید نے کہا کہ ''الٰہی! اگر ایک دن میں نے یہ کہا کہ میں پاک ہوں اور میری شان کسقدر بزرگ ہے۔،، تو میں آج ایک مجوسی کافر ہوں۔ چنانچہ اب میں زنار توڑتا ہوں، اسی لئے اب میں کہتا ہوں **اَشۡھَدُاَنۡ لَّآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ** بعض علماء کہتے ہیں کہ ابویزید کے اس کلمہ کے بارے میں استفسار پر انہوں نے کہا کہ میں بعض وظائف میں مشغول تھا۔ پس میں نے ''سُبۡحَانِیۡ،، اپنے پروردگار کی طرف سے بطریق حکایت کہا تھا جسطرح کوئی شخص سورہ طٰہٰ میں اِنِّیۡ اَنَارَبُّکَ [2] کہہ دیتا ہے۔،،

اور اس معنی میں انا برائے تعجب ہے جو عظمت و بزرگی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں شیخ عین القضاۃ ہمدانی کہتے ہیں کہ ''ابویزید کے قول ''**سبحانی ما اعظم شانی**،، اور

---

[1] عربی عبارت کا ترجمہ ہے [2] سورہ طٰہٰ ١٢

منصور حلاّج کے قول ''انا الحق،، یہ دونوں اقوا سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرف رجوع ہوتے ہیں ''من رانی فقدرای الحق،، یعنی جس نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے حق کو دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اس نے حق تعالیٰ کو پہچان لیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''من یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ،، یعنی جس نے رسول کی فرمانبرداری کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ پس لفظ سُبحــان،، اور حق جوانہوں نے کہا وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے ثبوت اتحاد ومحبت کیلئے۔

ان اوراق (لطائف اشرفی) کا جامع کہتا ہے کہ ''سُبحــان، اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنٰی میں سے ایک نام ہے۔ پس اُن کا ''سبحانی،، کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کس چیز نے میرے آمر کو بزرگ کیا معنی اس کو عظیم بنایا۔

یہ معنی معرفت میں علّو درجہ کی طرف رجوع کرتے ہیں پس اُن کے قول کے یہی معنی کیوں نہ سمجھے جائیں۔ تحقیق کہ اس میں سلطان العارفین کو خطاب کیا گیا ہے۔ عین القضاۃ ہمدانی نے جو معنی بیان کئے ہیں اور میں تامل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ عین القضاۃ کا قول بایزید کے قول پر جب مصداق صحیح ہوتا کہ وہ اَنَا اللّٰهَ وَاَنَا الْخَالِقُ کہتے اور ایسا انہوں نے کہا نہیں،

شطح:۔ حضرت بایزید بسطامی کا دوسرا قول: یَکُوْنُ االنَّاسُ تَحْتَ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِوَمُحَمَّدٌ یَکُوْنُ تَحْتَ لِوَآئِنَا وَقَوْلُهٗ لِوَآئِیْ اَعْظَمُ مِنْ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ. (قیامت کے دن لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور ان کا قول کہ میرا جھنڈا زیادہ عظیم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے)

اس شطح کے بارے میں کہا گیا کہ ''یہ ابویزید سے کہا گیا کہ لوگ قیامت کے دن محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوا کے نیچے ہوں گے۔،، یہ قول ابویزید کے لئے تھا (اُن سے کہا گیا تھا) اُس وقت اُن پر حال غالب تھا اور سکر کی قوت شدید تھی ے پس اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کو ''مُحَمَّدٌ یَکُوْنُ تحتَ لِوَآئِنَا،، اُن کے ارادے کے بغیر اُن کی زبان سے جاری کر دیا۔ پس یہ قول بایزید کا قول نہیں ہے بلکہ وہ منسوب ہے حق تعالیٰ سے۔

بعض اُن فقراء نے جو اہل خواہش ونفس وہوا ہیں کہا ہے کہ یہ قول بغیر کسی تاویل کے صحیح ہے۔ اُن کا تو یہ بھی قول ہے کہ ولی افضل ہے نبی سے، لیکن اُن کا یہ قول مسلک اہل سنت وجماعت کے خلاف ہے۔

جامع کتاب (حاجی نظام غریب یمنی) کہتا ہے کہ لوا دو قسم کا ہے وہ لوا جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ لوائے خواص ہے اور وہ فقراء اور عارفین ہیں اور وہ جو حضرت سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوگا، وہ لوائے عام ہے۔ پس عوام لوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے قیامت کے دن ہوں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس لوائے خواص کے نیچے ہوں گے جو لواء اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے بارالہٰا مجھے ''زمرة المساکین میں اٹھانا.،، آپ کا یہ فرمانا بر سبیل تواضع ہے۔

پس ابُو بزید نے لوائنا ولوِائی جو کہا ہے اس سے مراد حق تعالیٰ ہے (ارادیہ اللہ تعالیٰ) مگر انہوں نے اس کی اضافت بطور خاص اپنی ذات کی طرف فقر و خدا شناسی کی وجہ سے کی اور کبھی کسی چیز کی اضافت دوسری چیز کی طرف ادنیٰ تعلق کی بناء پر بھی کی جاتی ہے جو اضافت بادنیٰ ملابست کہلاتی ہے مثلاً جس طرح لکڑیوں کا گٹھا لیجانے والے سے کہا جائے کہ اپنا کنارہ پکڑ (خذطرفک) باوجودیکہ وہ کسی طرف یا ست کا مالک نہیں ہے۔

شطح:۔ شیخ ابوالحسن خرقانی کا قول

''انا اقل من ربی بسنتین،، (میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں)

اس سلسلہ میں معلوم ہونا چاہیئے کہ شیخ بایزید بسطامی نے کہا ہے کہ میں ایک مدت تک یہ گمان کرتا رہا کہ میں خدا کی طلب کر رہا ہوں لیکن آخر کار مجھے معلوم ہوا کہ حق تو مجھے زمانۂ سابق سے طلب کر رہا تھا۔

شیخ ابو یزید نے یہ بھی کہا ہے

''متذثلثین سنۃ کنت طالباً لِلّٰہ تعالیٰ فلما تفکرت فی ذالک کان الطالب ھو و کنت انا المطلوب،،.

(میں تیس سال سے خدا کو طلب کر رہا تھا لیکن جب میں نے اس بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ طالب وہ تھا اور میں اس کا مطلوب تھا)

اس قول کی تائید بھی حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جس میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا ہے:۔

''اگر آپ (مقصود) نہ ہوتے تو میں افلاک دنیا کو پیدا نہ کرتا۔،،

پس اگر حق تعالیٰ کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو یقیناً اس کی طلب پیدا نہ ہوتی کہ میری ذات جو تاریکی سے پیدا کی گئی ہے اور اس کو شیاطین کی صفات سے مرکب کیا گیا ہے اور اس کے نفس کو اس کا دشمن بنادیا گیا ہے (یہ تھا ابو یزید قدس اللہ سرہٗ کا مطلب اس قول سے کہ خدا طالب تھا اور میں اسکا مطلوب)

اب رہا حضرت ابوالحسن خرقانی کا قول کہ ''میں اپنے پروردگار سے دو سال چھوٹا ہوں،، اس سے وہی معنے نکلتے ہیں (جو ابو یزید کے قول کے ہیں) کہ حق تعالیٰ کی طلب میرے لئے مقدم ہے اور ابوالحسن کی طلب اس طلب سے دو سال متاخر ہے۔

جامع ملفوظات (لطائف اشرفی) عرض کرتا ہے کہ مجھ سے اس قول کے بارے میں بعض فقراء نے دریافت کیا پس میں نے اس قول میں غور کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے جواب دیا۔

اس سلسلہ میں حضرت کبیر نے فرمایا کہ سنتین سے مراد دو صفتیں ہیں جو خواص واجب الوجود ہیں ایک وجوب وجود اور ایک قدم۔ یہ دونوں صفتیں ذاتِ الٰہی کے لئے خاص ہیں کہ سالک کو اس راہِ سلوک میں خواہ کتنی ہی ترقی اور عروج حاصل ہو جائے لیکن وہ وجوب اور قدم کی صفات کو نہیں اپنا سکتا اور یہی شیخ ابوالحسن خرقانی کے قول کا مقصد ہے۔

شطح :۔شیخ ابوالحسین بن منصور حلاّج کا قول ’’اناالحق،، (میں حق ہوں)

حضرت منصور حلاّج کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ منصور حلاّج کا تعلق طبقہ ثانیہ سے ہے ان کی کنیت ابوالغیث ہے۔ فارس کے مشہور شہر بیضاء کے رہنے والے تھے۔ وہ اصل میں حلاّج (روئی دھکنے والے) نہیں تھے بلکہ اس انتساب یا لقب کی اصل یہ ہے کہ ایک روز یہ ایک حلاّج کی دکان پر بیٹھے تھے۔ ابن منصور نے اپنے اس دوست کو کسی کام کے لئے بھیجا اور کہا کہ تم میرے کام سے جاؤ میں تمہارا کام نمٹا دوں گا۔ پس انہوں نے ان بنولوں کی طرف اُنگلی سے اشارہ کیا جو روئی میں پیوست تھے بس وہ تمام بنولے (پنبہ دانہ) روئی سے الگ ہوگئے پس اسی دن سے ان کو حلاج کہنے لگے۔ یہ عراق میں رہتے تھے۔ حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی اور شیخ نوری کی صحبت میں رہے ہیں۔ یہ شیخ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد تھے۔ انکی رسوائی کا باعث شیخ عمرو کی ذات ہوئی جنکی تفصیل اوراق سابقہ میں گذر چکی ہے۔

ان کے معاملہ میں (شطح کے سلسلہ میں) مشائخ کے مختلف نظریات ہیں۔ اکثر حضرات نے ان کو رد کیا ہے، چند مشائخ نے جیسے ابوالعباس عطا، شیخ شبلی، شیخ ابوعبداللہ خفیف، شیخ ابوالقاسم نصیرآبادی شیخ ابوالعباس سریح (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے اُن کے قتل پر اتفاق نہیں کیا ہے اور نہ اُن کے محضر قتل پر دستخط کئے ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ ’’ہم نہیں جانتے وہ کیا کہتے ہیں،،۔

کتاب کشف المحجوب میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام متاخرین مشائخ صوفیہ نے ان کو قبول کیا ہے لیکن بعض مشائخ متقدمین نے ان کو بجائے قبول کرنے کے رد کیا ہے (مہجور کیا ہے) یہاں ہجر کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کے مسلک کا رد کیا ہے یا ان پر طعن کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مہجور ہی مہجور کے معاملہ کو سمجھ سکتا ہے۔ مشائخ متاخرین میں سے سلطان الطریقت حضرت ابوسعید ابوالخیر نے فرمایا ہے کہ:۔

’’ان کے زمانے میں علو حال میں مشرق سے مغرب تک کوئی ان کا ثانی نہیں تھا اور نہ میں نے اُن جیسا کسی کو پایا،،

شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں شریعت کی موافقت میں ان کو قبول نہیں کرتا ہوں اور مشائخ کی متابعت اور رعایت کے اعتبار سے ان کو رد بھی نہیں کرتا ہوں، تم بھی ان کے بارے میں ایسا ہی طریقہ اختیار کرو۔ ہاں مجھے وہ لوگ زیادہ عزیز ہیں جو ان کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ امام طریقت ہیں لیکن ہر شخص اُن کے کلام کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ انکے اس قول کو اُن کے ضعف صفا پر محمول کرنا چاہیئے، جو کچھ ان کو بھگتنا پڑا وہ شرع کی رعایت نہ کرنے کی سبب سے ہوا۔ وہ باوجود اس دعویٰ کے ہر شبانہ روز ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات میں جس کی صبح کو وہ قتل کئے گئے پانچ سو رکعت نماز ادا کی تھی اور ان کے بارے میں یہ جو مشہور کیا جاتا ہے کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا محض جھوٹ ہے۔ جب اُن کو سولی پر چڑھایا گیا تو حضرت شبلی نے اُن کو دار کے نیچے کھڑے ہو کر فرمایا: ’’کیا ہم نے تم کو دنیا والوں سے ایسی بات کہنے سے منع نہیں کیا تھا؟،، اُس قاضی نے جس نے اُن کے قتل کا حکم دیا تھا کہ کہ ’’یہ تو خدائی کا دعویٰ کرتے تھے۔،، یہ سنکر شیخ شبلی نے فرمایا کہ ’’میں بھی وہی کچھ کہتا ہوں جو یہ کہتے ہیں

حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کا پہچاننا بھی حق ہے جیسا کہ اکسیر تانبے کو سونا بنادیتی ہے اسی طرح منصور حلاّج کی روح کی مس پر جب معرفت الٰہی کی اکسیر پڑی تو ان کی روح جو تانبہ تھی سونے میں تبدیل ہوگئی۔ باطل سے حق کی طرف رواں ہوگئی اور وہ زر خالص بن گئی اور جو چیز بھی اس کے سوا ہے وہ باطل ہے یعنی فانی ہے۔

پس وہ شخص جس کے نزدیک ''ماسوی الحق،، سب فنا ہوگیا اس کا نفس بھی فنا ہوگیا پس اس کے یقین میں سوائے حق کے کوئی وجود باقی نہ رہا اور وہ یہ کہتا رہا ''اَنَاالْحَق،، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر اس کلمہ کو جاری کردیا اور وہ بالکل اپنے نفس سے مقام فنا میں تھے اور اُن کا غرق ہونا اللہ کے انوار جلال میں اس کلمہ کے ادا کرنے کا موجب ہوا۔

پس جب اُن سے کہا گیا کہ کہو: ''میں حق کے ساتھ ہوں تو اس کے بجائے انہوں نے کہہ دیا کہ ''میں حق ہوں،، اگر وہ یہ کہتے کہ ''میں حق کے ساتھ ہوں،، تو اُن کا ''میں،، کہنا اُن کے اپنے نفس کی طرف اشارہ ہوتا اور وہ مرد (''منصور،،) ماسویٰ حق کے مقام محو میں تھا۔ اس کی مثال امام رازی نے یہ دی ہے کہ جب کسی شے پر کسی شے کا غلبہ تمام ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں چیز بن گیا ہے اور یہ کہنا برسبیل مجاز ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص تو مجسم جود وکرم ہے۔ پس جس وقت منصور حلاّج حق میں غرق تھے تو انہوں نے کہہ دیا کہ ''میں حق ہوں،،

اس تاویل میں اور دوسر تاویل میں فرق صرف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس سے بالکل خالی ہوگیا لیکن وہ شہود حق سے فانی نہیں تھا۔ اور ''انا الحق،، وہ کلام تھا جس کو حق تعالیٰ نے اس کی زبان سے جاری کردیا۔ حال مستی (سُکر) میں جب کہ وہ شراب محبت سے چھکا ہوا تھا اور اس قول میں اُس کے مقصد کو دخل نہیں تھا بلکہ اس کا کہنے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس تاویل میں کہ ''بندہ نے وہی کچھ کہا جو کہلوایا گیا اور اُس سے مراد مبالغہ ہے ایک قسم کا ضعف پایا جاتا ہے،، جبکہ مجازی معنی کے سلسلہ میں یہ شرط ہے کہ محل حقیقت اور مجاز میں ایک قسم کی مشابہت ہو اور اللہ اور اس کی مخلوق میں کسی اعتبار سے بھی مشابہت نہیں ہے، ہاں جب یہ تشبیہہ کا مرتبہ موجود ہوتا تب یہ کلام صحیح ہوسکتا تھا اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ پس درست بات وہی ہے جو امام نے فرمائی کہ جب منصور کی روح میں انوارِ جلال کی تجلی ہوئی اور اس سے حجاب ہائے بشریت زائل ہوگئے تب اسکی روح عروج کی انتہائی منزل پر پہنچ گئی۔ پس وہ حق بن گیا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حق بنایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ۔وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ (اللہ تعالیٰ

(سورۂ یونس پ۱۱ آیت۸۲)

اپنے کلمات سے حق کو حق ثابت فرمادیتا ہے) پس اسی طرح منصور کا قول کہ ''میں حق ہوں صادق آ گیا۔(فَیصَدَّقَ قَوْلُهٗ اَنَا الْحَقُّ) اس لئے کہ حق عام ہے اور حق اپنی ذات سے حق ہے اپنے غیر سے اس سلسلہ میں امام نے جو یہ بات فرمائی ہے کہ اس جملہ میں مضاف کوحزف کردیا گیا ہے اپنے غیر سے۔اس سلسلہ میں امام نے جو یہ بات فرمائی ہے کہ اس جملہ میں مضاف کوحذف کردیا گیا ہے ورنہ حقیقت میں اس کے معنی یہ تھے کہ ''انا عابد الحق یاعبدالحق یاشاکر الحق یاذاکر الحق.،،تو یہ تاویل بھی ضعیف ہے کہ مضاف کوحذف کردینا اوراس کی جگہ مضاف الیہ کو قائم کرنا صرف اُسی وقت جائز ہے کہ اشتباہ کا خوف نہ ہو جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:۔

وَاسْـئَـلِ الْقَرْيَةِ اَىُّ اَهْلَ الْقَرْيَةِ[۱] اور سوالی کرو قریہ سے یعنی اہل قریہ سے۔

مگر ایسا کرنا اس وقت جائز نہیں ہے جبکہ التباس یا اشتباہ کے پیدا ہونے کا امکان ہو،مثلاً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے زید کے غلام کودیکھا تو اس کے بجائے تم کبھی یہ نہیں کہوگے کہ ''رَاَیْتَ زَیْدًا،،میں نے زید کو دیکھا۔یہاں تم خود کہوگے کہ حذف مضاف روا اور درست نہیں ہے اور قول ''اناالحق،،اسی قبیل سے ہے۔اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہاں حذف مضاف پر دلالت موجود ہے کہ ''بندہ کبھی خدا نہیں ہوسکتا۔،،جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کہ جب منصور حلاّج سے کہا گیا کہ کہو''اَنَا بِالْحَقِّ،، جیسا کہ حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ سے منقول ہے تو انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کردیا اور کہا کہ ''اَنَا الْحَقِّ ،،اوراُن پر یہ قول صادق ہوگیا جس کی پاداش میں اُن کوقتل کردیا گیا۔

اگراس تاویل کو درس مان لیا جائے کہ منصور حلاّج کے ''اناالحق،، کہنے کے معنی یہ تھے کہ ''اناعابدالحق،، میں خدا کی عبادت کرنے والا ہوں تو یہ تاویل درست نہیں ہوگی۔اب رہا عین القضاۃ ہمدانیؒ کا یہ قول کہ منصور حلاّج کا قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرح ہے کہ آپ نے فرمایا:

''من رانی فقدرای الحق،، (جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھا) تو یہ قول بھی ضعیف ہے۔جیسا کہ ہم ''سبحانی مااعظم شانی،،کی بحث میں بیان کرچکے ہیں۔پس اس سلسلہ میں اس جامع اوراق (حاجی نظام غریب) کا یہ قول ہی درست ہوگا کہ حق صفت محمودہ ہے اور باطل صفت مذمومہ ہے۔پس قول اناالحق کے معنی یہ ہیں کہ میں صفاتِ محمودہ کے ساتھ باقی ہوں، اورصفات مذمومہ کے ساتھ فنا ہوچکا ہوں۔

شیخ ابن منصور حلاّج کو جو سولی پر چڑھایا گیا اس کا سبب صرف یہ تھا کہ شریعت ظاہر پر مبنی ہے نہ کہ باطن پر جیسا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:نَحْنُ نَحْكُمُ بِالظَّاهِرِ (ہم ظاہر

---

[۱] پ ۱۳ سورہ یوسف ۸۲

پر حکم کرتے ہیں)''،(اور اللہ تعالیٰ سرائر کا ذمہ دار ہوتا ہے)(یعنی باطن سے اللہ تعالیٰ واقف ہے)

اور تکّفیر کی دو قسمیں ہیں تکفیر من جہتہ اللہ اور تکّفیر من جہتہ العلماء۔علماء نے جو منصور حلاّج کی تکفیر کی اس کا موجب اُن کا قول ''انا الحق''، تھا۔اور اس کا تعلق اسی دوسری نوع کی تکّفیر سے تھا۔جبکہ علماء نے اُس کو اس قول پر مصر پایا۔پس فہم وخرد نے یہی باور کیا اور عقل نے اسی طرف سبقت کی کہ حق سے منصور کا مقصود اسم اللہ ہے۔پس انہوں نے اُن کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا تا کہ شریعت کی عظمت بحال رہے اور فتنہ ختم ہو جائے۔جب شیخ جنید سے دریافت کیا گیا کہ منصور کے اس قول کی کوئی تاویل ہے تو انہوں نے کہا اس کو چھوڑ دو وہ قتل کیا جائے گا۔آج کا دن تاویل کا دن نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن جب منصور حضرت سید الطائفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باہمدگر اسرار ومعارف پر گفتگو ہونے لگی تو منصور غلبہ اور سُکر کی حالت میں بلند آواز سے اُن معارف واسرار کو بیان کرنے لگے۔سیّد الطائفہ نے اُن کی نسبت فرمایا کہ وہ کون سا دن ہوگا جبکہ (سولی کی) لکڑی تمہارے خون سے سرخ کی جائے گی۔یہ سنکر منصور نے کہا کہ جس دن میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو آپ بھی اس شیوخت کے لباس اور مسند شیوخت پر نہیں رہیں گے۔قطعہ

نہ عارف را مکان بردار باشد — کہ رہ بر دائرہ دادار باشد

چہ فتویٰ می نویسد مفتیٔ عشق — کہ بی دفتر جہاں بردار باشد

ترجمہ:۔عارف کا مکان سولی پر نہیں ہے کہ اس کی راہ تو دائرہ دادار ہے مفتیٔ عشق کا کیا فتویٰ ہے کہ بغیر دفتر جہان دار پر ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں منصور حلاّج کے اس جذبہ اور کیف کے پیدا ہونے کا سبب یہ تحریر کیا ہے کہ ان کی بہن ایک بہت ہی عارفہ خاتون تھیں ان کو اُن کے کمال معرفت کے باعث لوگ رابعہ زمانہ اور عدویہ عصر کہتے تھے۔وہ راتوں کو جنگل میں چلی جاتی تھیں اور وہاں وہ اپنے مقصود کے حصول میں مصروف ہو جاتی تھیں۔ایک رات منصور کے دل میں کچھ شک پیدا ہوا چنانچہ یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے گھر سے نکل کر صحرا میں پہنچ گئے اور ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئے ان کی بہن نے تمام رات عبادت ومراقبہ میں بسر کی۔جب صبح ہوئی اور سورج طلوع ہوا تو ایک پیالہ شراب معرفت سے لبریز (غیب سے) ان کو پیش کیا گیا۔انہوں نے ذوق وشوق کے ساتھ اسکو پینا شروع کیا۔منصور اس جگہ سے جہاں وہ چھپے بیٹھے تھے بھاگتے ہوئے آئے اور اس پیالہ کو پکڑ کر کہنے لگے کہ ایک گھونٹ اس میں سے مجھے بھی پینے دو۔انہوں نے کہا اے منصور! تم اس شراب معرفت کی تاب نہ لاسکو گے انہوں نے کہا جو کچھ بھی ہوا! ناچار اُن کی بہن نے ایک گھونٹ ان کو پلا دیا۔اس گھونٹ کے پیتے ہی عجیب کیفیت وسرمستی ان میں پیدا ہو گئی

قطعہ

چوساقی بزم وحدت بادۂ ناب — بجایٔ درفگند ازلطف واحسان
بدست آن عروس حجلۂ راز — بداد ازشربت آن جام عرفان
کشیدہ بادۂ آن جام دم زد — دگراز جرعۂ شدہرزہ گویان

ترجمہ:۔ساقی بزم وحدت نے بادۂ ناب اپنی عنایت ومہربانی سے جام میں ڈال دیا۔حجلۂ راز کی اس عروسہ کے ہاتھ سے اس جامِ عرفان کا کچھ حصہ ان کو بھی دے دیا۔اس جام سے شراب پی کر ایک گھونٹ کے بعد سانس لی اور دوسرے ہی گھونٹ میں ہرزہ گوئی کرنے لگے۔

اوراس جام کے پینے کے بعد ہرطرف سے یہ آوازان کے کانوں میں آنے لگی:۔
"مَنْ اَحَقُ بِالْقُتْلِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ،،۔راہ خدامیں قتل کئے جانے کا کون زیادہ مستحق ہے،،؟
پھرتو ہروقت اور ہرطرف سے یہی آوازاُن کے کانوں میں آتی تھی۔اس آواز سے وہ اپنی شہادت کے معاملہ کو سمجھ گئے۔جیسے جیسے وہ یہ آواز سنتے،شوق،سرمستی اوراستغراق اُن کا بڑھنے لگااور جان سُپاری کا شوق فزوں ہونے لگا۔

بیت

نثار دوست راجان چیست اشرف — اگر صدجان بود ہم سہل باشد

ترجمہ:۔اے اشرف!دوست پرنثار کرنے کے لئے یہ ایک جان کیا ہے اگر ایسی سوجانیں ہوں تو نثار کردینا بہت آسان ہے۔
ایک بارسرفروشی اورمستی کے عالم میں جب انہوں نے "مَنْ اَحَقُّ،، سنا تو اُس کے جواب میں کہا "اَنَا اَحَقُّ،، میں زیادہ سزاوارہوں اوروہ اس سرخوشی کے عالم میں من احقُّ کے جواب میں "انا احق انا احق،، کہنے لگے۔سننے والے یہ سمجھے کہ یہ"انا الحق،، کہہ رہے ہیں۔چنانچہ سب لوگ شورش کر کے اُن کے مارڈالنے پر کمربستہ ہوگئے۔اس وقت حضرت منصور نے دل میں خیال کیا کہ میں برابر یہ دعویٰ کرر ہا ہوں کہ"راہ خدامیں قتل ہونے کا میں زیادہ سزادارہوں اور یہ لوگ بھی اللہ ہی کے راستہ میں میرے قتل کے لئے یہ شوروغوغا کررہے ہیں۔اب اگران کو میں اصل بات بتا تا ہوں اور سمجھا تا ہوں کہ میں انا الحق نہیں بلکہ انا احق کہہ رہا ہوں اوراس طرح میں اپنی جان بچالوں تو میں دعویٰ عشق میں جھوٹا ثابت ہوجاؤں گا اوراس کے معنی یہ ہوں گے کہ راہِ الٰہی میں قربان ہونے کے اس دعویٰ سے میں نے رجوع کرلیا ہے اور یہ بات عاشق اورمشتاق کے شایان شان نہیں ہے۔پس انہوں نے اپنے قول کی تصحیح اورتوضیح ضروری نہیں سمجھی اورعوام جو کچھ کہہ رہے تھے اسی پران کو قائم رہنے دیااوراس طرح انہوں نے اپنی جان قربان کردی۔

قطعہ

کسی کو دم زند در دعویٰ عشق زبان بادل بہم اقرار باشد
گواہی باید ازجان باختن ہم وگرنہ دعوئ زدار باشد

ترجمہ:۔ جوعشق کا دعویٰ کرتا ہے اس کی زبان اور دل کو دعویٰ میں یکساں ہونا چاہیئے۔ جان قربان کردینا اس دعویٰ میں بطور ایک شاہد وگواہ کے ہے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ دعویٰ ایک جھوٹے کا دعویٰ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ''انا الحق،، کہنا انانیت اور خودی کا دعویٰ ہے۔لوگ یہ نہیں جانتے کہ ''انا العبد،، کہنا اس سے زیادہ سخت ہے۔ ''انا الحق،، کہنے میں تو بہت کچھ تواضع کا پہلو ہے۔یعنی خود کو معدوم کر کے فنا کے دروازے پر سامان ہستی کو پھینک دینا ہے اور تب کہیں ''انا الحق،، کہا جاتا ہے۔یعنی میں کچھ نہیں ہوں جو کچھ ہے وہی ہے اور خدا کے سوا کسی کی ہستی نہیں ہے۔

بیت

غیرتش غیر درجہان نگزاشت
لاجرم عین جملہ اشیاء شد

ترجمہ:۔اس کی غیرت ذات نے دنیا میں کسی غیر کو درجۂ وجود میں نہیں چھوڑا اس لئے وہ جملہ اشیاء کا عین بن گیا۔

اور جو شخص ''اَنَا الْعَبْد،، کہتا ہے یعنی میں بندۂ خدا ہوں، وہ دو ہستیوں کا اثبات کرتا ہے۔

ایک اپنی ذات کا اور دوسرے وجود خداوندی کا اور بندگی درمیان میں موجود ہے۔اور یہ کمال شرک ہے۔ ہزار آفرین گوشہ نشین گنجہ کی روح پر کیا خوب فرمایا ہے۔[۱] **بیت**

ندارم روا باتو ازخویشتن
کہ گویم توئی باز گویم کہ من

ترجمہ:۔ مجھے تیری ذات کے ساتھ اپنی ذات کا ذکر کرنا روا نہیں ہے کہ میں کہوں کہ تو ہے اور پھر کہوں کہ ''میں بھی ہوں،، اے عزیز!'' (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو پر نظر کرو اور کبھی'' و (تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے) کے راستہ پر چلو۔ اگر اس پر بھی عشق کا دعویٰ کرو (کہ ہم کرتے ہیں اور ہم فاعل ہیں) تو کتنی عجیب بات ہوگی۔کیا خوب کسی نے کہا ہے۔[۲]

قطعہ

بد کردم واعتذار بدتر زگناہ چون ہست دریں عذرسہ دعویٰ تباہ
دعویٰ وجود وقدرت ودعوئ فعل لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

---

[۱] گوشہ نشین گنجہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کی مراد نظامی گنجوریؒ ہیں۔

[۲] پ۲۳ سورہ الصّٰفٰت ۹۶ پ۲۹ سورہ الدھر ۳۰

ترجمہ:۔ میں نے گناہ کیا پھر عذر گناہ؟ یہ اس سے بھی بدتر ہے کہ اس طرح گناہ کر کے میں تین دعوے کروں۔ایک تو وجود کا دعویٰ، دوسرے قدرت کا دعویٰ اور تیسرے فعل کا دعویٰ اور یہ تینوں دعوے غلط ہیں۔لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ منصور حلاّج کے بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ جس زمانے میں شیخ اخی علی مصری پر حال کا غلبہ تھا، وہ شیخ منصور حلاج کے مزار پر گئے۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے مُراقبہ کیا تو اُن کی روح کو اعلیٰ علیین میں پایا (اور فرعون کی روح کو ادنیٰ سجین میں) تب میں نے بارگاہ الٰہی میں مناجات کی اور عرض کیا اے الٰہی !اس میں کیا راز ہے کہ فرعون نے ''اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ،، کہا اور منصور حلاج نے ''اَنَا الْحَق،، کہا۔اس طرح دونوں نے خدائی کا دعویٰ کیا لیکن منصور حلاج کی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور فرعون کی روح سجین کے ادنی طبقہ میں۔اس میں کیا حکمت ہے؟

چہ نسبت درمیان این وآنست
کہ فرقش از زمین تا آسمانست

میں مقصود واحد ہے، یعنی صرف اللہ، محض راستے الگ الگ ہیں ظاہری اعتبار سے پس جب کوئی اسکی ذات تک پہنچ گیا تو وہ تمام اختلافات مٹ گئے اور وہ تمام کے تمام وحدت میں بدل گئے۔ پس اس مقام پر تمام صفات بشریت فنا ہوگئیں اور اگر ان میں سے کچھ باقی رہ گئیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس کی ذات تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

پس اس کے لئے سلوک کے راستہ میں تلوین حال پیدا ہوگئی اور اگر تمام صفات بشریت فنا ہوگئیں ہیں اور کچھ باقی نہیں ہے اور وہ احوال سے مجرد ہوگیا۔ اس سے مراد ہے نشانہائے بشریت کا فنا ہوجانا اور خدا کے ساتھ تنہا رہ جانا۔ اور جب خداوند تعالیٰ کا یگانگی وحدت کے لئے وہ تنہا رہ گیا تو دونوں کے درمیان اتحاد و محبت ثابت ہوگئی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سوائے محبوب اور اس کے ذکر کے اب اسکے اندر کچھ باقی نہیں ہے۔ اسکو مثال سے اسطرح سمجھو کہ تم کسی سے محبت کرتے ہو اور وہ کسی دوسرے شہر میں موجود ہے اور تم اس طرح کہو کہ میرے دل میں سوائے اس شخص کے کوئی موجود نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ میرے دل میں سوائے اُس فرد محبوب کے اور کوئی نہیں ہے۔

اس بات کو ایک اور مثال سے سمجھو! تمہارے پاس ایک بہت بڑا برتن ہے اور اس بڑے برتن میں ایک آنجورہ ہے جس کے اندر پانی ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس ظرف کلاں (آوند) میں پانی ہے تو کہنے والے کا یہ قول صحیح ہوگا۔ ہر چند کہ پانی آنجورے میں ہے ظرف کلاں میں نہیں ہے۔ پس شیخ ابوسعید کا یہ کہنا کہ میرے جبہ میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ گویا انہوں نے جبہّ کو ایک ظرف قرار دے دیا حالانکہ محبت اور ذکر الٰہی تو دل میں ہے جبہ میں نہیں ہے۔ بس جسطرح دل ظرف ہے اور وہ ذات یا اس کا ذکر مظروف ہے، اسی طرح جبہ اس مظروف کا ظرف ہے۔ (ظرف المظروف) اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ جیسا کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تو انہوں نے اپنی انگشت شہادت جبہ پر بالکل اپنے سینہ کے محاذ پر رکھ لی تھی اور جبہ میں ان کے انگشت کے بقدر اس جگہ پر سوخت ہوگیا تھا اور یہ ایک تقریر خاص ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب یہ فقیر (میں) نیشاپور پہنچا تو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پوتوں اور ان کی اولاد سے ملاقات ہوئی، وہ خرقہ جس کا اوپر تذکرہ ہوا اب تک اس خاندان میں موجود ہے برائے حصول برکت لوگ اسکی زیارت کرتے ہیں۔

شطح:۔ شیخ مظفر قرمنی (مظفر القرمنی) کا بھی ایک قول از قبیل شطحیات ہے اور وہ قول یہ ہے:۔

"**الفقیر الذی لیس لہ حاجۃ الی اللّٰہ**"، (فقیر وہ ہے کہ جسے خدا کی طرف کوئی حاجت نہیں ہے)

اس سلسلہ میں استاذ ابوالقاسم القشیری فرماتے ہیں کہ اس قول کی تاویل اور توجیہہ مراد ومطالب کا ساقط ہوجانا ہے۔ حاجتوں اور اغراض کا نیست ہوجانا اور ہر وہ چیز جو خداوندتعالیٰ کی طرف سے جاری ہو اس پر راضی ہونا ہے۔ وہ خداوندتعالیٰ سے کوئی حاجت طلب نہیں کرتا، سوائے اُسی کے، یہاں تک کہ فقیر سے

خواہش کا رشتہ منقطع ہوجاتا ہے۔ پس شیخ مظفر نے یہ بات اُس وقت کہی جب خدا سے انہوں نے سوائے خدا کے اور کچھ طلب نہیں کیا۔

اور اس قول میں ایک اشارہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفت اختیار کرے جو غنی ہے اور وہ سوائے اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہوجانا ہے، جبکہ احتیاج نقصان اور ضعف ہے اور فقیر غیر اللہ سے استغنا میں اپنے درجۂ کمال پر پہنچ چکا ہے۔ یہی شیخ مظفر کے قول کے معنی ہیں یعنی فقیر وہ ہے جو نہ اپنے نفس کا محتاج ہو نہ اپنے رب کا اور نفس سے بے نیازی یہ ہے کہ عادات اور مالوفات (خواہشات) کو ترک کیا جائے اور نفس کے مخالف کام کئے جائیں حرام چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور مباح کا استعمال کم کردے۔ اور نمازوں کو ان کی نہایت تک پہنچادے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میرے مخدوم قدس اللہ سرہ کا ارشاد ہے کہ یہ دو مقولے اور ہیں جو دوسرے اکابر سے منسوب ہیں جو بخلاف مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں: "**الفقیر لایحتاج الی اللّٰہ**"، اور دوسرا یہ ہے: "**الفقیر یحتاج الی کل شئی**"، کلمہ اوّل سے مراد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو فناء الفناء کا مالک بن چکا ہے پس جب وہ خود فانی ہوگیا تو احتیاج اور ضرورت جو اس کی ایک صفت تھی بدرجۂ اولیٰ فنا ہوگئی۔ اس مرتبہ پر پہنچکر اس کو خداوند تعالیٰ سے کیا حاجت باقی رہی جبکہ وہ خود ہی باقی نہیں رہا۔

قطعہ

چو عارف راخودی مفقود باشد — چہ مقصودش کہ خود مقصود باشد
چو در دریا فتادہ قطرۂ آب — نہ آن قطرہ کہ بحر آمود باشد

ترجمہ:۔ جب عارف کی خودی فنا اور مفقود ہوجاتی ہے تو پھر اس کا کوئی مقصود نہیں رہتا وہ تو خود ہی مقصود بن گیا۔ جس طرح جب قطرہ دریا میں مل جاتا ہے تو وہ پھر قطرہ کہاں رہتا ہے وہ قطرہ تو دریا یا سمندر بن گیا۔

اب رہا کلمہ ثانی "**الفقیر یحتاج الیٰ کل شیءٍ**"، تو اس کی تاویل یہ ہے کہ یہاں فقیر سے مراد وہ عارف ہے جس کی نگاہ بصیرت کے سامنے تمام موجودات اسماء صفات کا آئینہ ہیں اور کائنات میں تجلیٔ ذات جلوہ آرا ہے تو جب عارف اس مرتبہ پر پہنچ گیا تو اب وہ جلوۂ ذات کیلئے ہر ایک چیز کا محتاج ہوا۔ جس میں وہ مشاہدۂ جمال کرسکے۔

قطعہ

چون جہان آئینۂ صافی بود — ہر کجا بینم درآنجا روئی تست
ہر گلی کان بویم ازگلزار دہر — بوئی گل نبود کہ در گل بوئی تست

ترجمہ:۔ جب یہ جہان اس کے جمال کا آئینہ صاف اور شفاف ہے تو میں جس چیز کو بھی دیکھوں اس میں تیرا جلوۂ رخ موجود ہے۔ اس گلزار دہر میں جس پھول کو میں سونگھوں وہ پھول کی خوشبو نہیں ہوگی

بلکہ وہ تیری خوشبو ہوگی

شطح :۔ایک اور کلمہ شطح ہے۔یعنی کہا گیا ہے:۔"**اذاتمّ الفقر فھو اللّٰہ**.،،(جب فقر تمام ہوا پس وہ اللہ ہے)

اس کلمہ کا تاویل میں قاضی حمید الدین ناگوری فرماتے ہیں کہ جب طالب اپنی صفات ذمیمہ سے فنا ہوگیا اور راست ہوا۔حق بن گیا تو اس کے اندر باطل باقی نہیں رہا تب وہ اپنی ہستی میں اللہ کے ساتھ قائم ہوگیا پس بیشک وہ اللہ کے ساتھ واصل ہوگیا اس کا فقر تمام ہوگیا اور یہ اس قول کے مانند ہے۔

شیخ عین القضاۃ ہمدانی قدس اللہ سرہٗ اس کلمہ کی تاویل اس طرح فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص فقر میں کمال حاصل کر لیتا ہے یعنی آرزو باقی نہیں رہتی تو بے شک وشبہ اس کو تخلق بخلق اللہ کا شرف حاصل ہوگیا، اور یہ صفت غنا ہے۔

فھو اللّٰہ کی تاویل یہ ہے کہ ''وہ اللہ ہے،، یعنی وہ نائب خدا ہے۔اس سبب سے کہ اس نے وہ خصلت اختیار کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خصلت ہے۔آئندہ اس کی تشریح کی جائے جائیگی انشاءاللہ جہاں اس قول کی توضیح پیش کریں گے کہ "**الصوفی ھو اللّٰہ**،،

شطح :۔ایک کلمہ شطح یہ بھی ہے"**مافی الجنۃ احد سوی اللّٰہ**،، معلوم ہونا چاہیے کہ "**کل شیءٍ ھالک الا وجھہ**.،، (ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذات الٰہی کے)اور اہل جنت کیلئے اگر چہ بقا ہے لیکن وہ بھی ہالک کی ہلاکت کی استعداد رکھتے ہیں۔اب جو چیز بالفعل پائی جاتی ہے وہ بالقوۃ بھی پائی جاتی ہے۔پس اس قول کے قائل کو یہ یقین حاصل ہوگیا کہ غیر حق تعالےٰ فانی ہے تو اس کے دل نے ادراک کیا کہ جنت میں سوائے حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں ہے۔یعنی اس کے حکم اور آثار کے سوا جنت میں کوئی اور نہیں ہے پس وہ ان صفات کے دیکھنے کے بعد اس پر عاشق ہوگیا اور یہ امر کہ وہاں اس نے سوائے معشوق کے اور کسی کو نہیں دیکھا۔قائل کلمہ کے کمال عشق پر دال ہے۔

شطح :۔حضرت معروف کرخی سے یہ کلمہ (شطح)منسوب ہے کہ انہوں نے کہا:۔"**لیس فی الوجود سوی اللّٰہ او الّا اللّٰہ**.،، (کوئی موجود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔یا سوی اللہ کے بجائے انہوں نے الّا اللّٰہ کہا)اس کلمہ کی تاویل اس طرح ہے کہ وجود دو طرح کا ہے ایک وجود مطلق اور دوسرا وجود مقید پس وجود مطلق وہ وجود ہے جس کے ساتھ نیستی (عدم) ہرگز نہ ہوا اور وہ ہستی صرف خداوند تعالےٰ کی ہے اور وجود مقید وہ ہے جس کے پہلے بھی عدم ہوا اور آخر میں بھی عدم ایسی ہستی کا ظہور اللہ تعالیٰ اور اسکے فیضان ہی سے ہوسکتا ہے یہ وجود مقید ممکن الوجود ہے جو حق تعالےٰ کے فیضان سے ہے۔وجود مقید کے لئے یکساں ہے کہ اس کا وجود ہو یا اس کے غیر کا۔

ایسی ہستی مقید کی نسبت، وجودِ مطلق کے ساتھ ایسی ہے جیسے اس صورت کی ہستی جو آئینہ میں نظر

آرہی ہے، نسبت رکھتی ہے اُس ہستی سے جو آئینہ کو دیکھ رہی ہے (یعنی اصل وجود، وجودِ مطلق ہے اور وجودِ مقید اس کا ظلِ یا پرتو ہے) پس یہی ہستی اصل میں ''کل وجود،، ہے۔ پس قائل کا یہ قول درست ثابت ہوا کہ ''**لیس فی الوجود الا اللّٰہ**،، علاوہ ازیں وجود متوسط وعدموں کے درمیان واقع ہے مثل اس پاکی کے جو دوخونوں (حیض) کے درمیان ہو اور یہی معنی توحید کے ہیں۔

شطح:۔ شیخ ابوالعباس قصاب قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:۔ **لیس فی الدادین الاربی وان الموجودات کلھا معدومۃ الا وجـوده**'۔ (دونوں جہاں میں میرے پروردگار کے سوا کوئی بھی موجود نہیں ہے اور تمام موجودات سب کی سب نیست ہیں سوائے اس ہستی کے) اس میں معنی توحید کی طرف اشارہ ہے، اس میں ہستی مطلق کا اثبات اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے غیر کی نفی ہے، اور ہستی مقید کا اثبات اس کے غیر کے لئے ہے۔

اسی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے اس شعر کو کسی عرب کا کہا ہوا سب سے سچا شعر فرمایا۔ جس کا مصرعہ ثانی یہ ہے

الا کلّ شیءٍ ماخلا اللّٰہ باطلٌ

ترجمہ:۔ آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ فانی اور باطل ہے۔

ای غیـر حق وموجود ولما حصل له الیقین والذوق فی ذٰلک ماراىٰ فی الدنیا والاٰخرة موجوداً غیره فقال الاّ ربّی.

ترجمہ:۔ یعنی جب لبید کو اس راہ میں ذوق ویقین حاصل ہوا تو انہوں نے دنیا اور آخرت میں سوائے حق کے کسی غیر کو نہیں دیکھا۔ پس انہوں نے کہا کہ ''سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں ہے۔،،

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: **مـانظرت فی شی ءٍ الّا ورایت اللّٰہ فیه**،، میں نے جس چیز کو بھی دیکھا اس میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کیا۔

حضرت عین القضاۃ ہمدانی نے اس کی توضیح اسطرح فرمائی ہے ''**ای حـکـم اللّٰہ تعالیٰ واٰثارهٗ**،، یعنی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور آثار کو دیکھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس موقع پر فرمایا کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے بلکہ اکابر سلف میں سے کسی کا ارشاد ہے اور یہ قول تین طرح سے آیا ہے:۔

۱۔ مارأیت شیئًا الّا ورایت اللّٰہ فیه.

ترجمہ:۔ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

۲۔ مارأیت شیئا الّا رأیت اللّٰہ بعدهٗ.

ترجمہ:۔ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا لیکن اس کے بعد حق تعالیٰ کو دیکھا۔

۳۔مارأیت شیئا الّا رأیت اللّٰہ قبلهٗ.

ترجمہ:۔میں نے کسی چیز کونہیں دیکھالیکن اس سے قبل حق تعالیٰ کودیکھا۔

یہ تینوں مشاہدات ان مقامات ثلٰثہ کا اظہار کرتے ہیں جو عارف کو بالترتیب پیش آتے ہیں جسکی تشریح طبع ذکی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شطح:۔قال ابو بکر الورّاق لیس بینی وبین اللّٰہ فرق فی الطلب فان طلبی وطلبه مقارنان الاان تقدمت بالمجاهدة علی وجود العشق الالٰهیة من غیر طلب منّی.

ترجمہ:۔شیخ ابوبکر وراق فرماتے ہیں کہ میرے اورحق تعالیٰ کے درمیان طلب میں جدائی نہیں ہے(دونوں ساتھ ساتھ ہیں) تحقیق کہ میری طلب اوراس کی طلب ایکدوسرے کے نزدیک ہیں۔بجز اُس صورت کے کہ بغیر میری طلب کے مجاہدہ عشق الٰہیٰ کے وجود پر مقدم ہوجائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہر چند بعض صوفیائے کرام نے ان الفاظ کا محمل بتایا ہے اور الطیف عبارات میں اسکی شرح کی ہے لیکن اس کے معنی اور کنہ تک پہونچنا اشکال سے خالی نہیں ہے۔بے شک محبوب اور محبّ کے درمیان جوراز ہوتا ہے اگر چہ بمقتضائے اشارت اس کے معنی بیان کئے گئے ہیں لیکن وہ رازِ پھر بھی ایک راز موہوم ہے۔

بیت

میان دوستان سریست موہوم
کہ راز اوکسی رانیست معلوم

ترجمہ:۔دوستوں کے درمیان ایک ایسا موہوم راز ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کومعلوم نہیں ہوتا۔

شطح:۔قال سلطان العارفین توبة الناس من ذنوبهم وتوبتی من قول لااله الاّ اللّٰه محمّد رّسول اللّٰه.

ترجمہ:۔کہا سلطان العارفین (بایزید بسطامی) نے کہ لوگوں کی توبہ تو اُن کے گناہوں سے ہے اور میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے توبہ کرتا ہوں۔

اس قول کی تفسیر یا تاویل کے سلسلہ میں شیخ ابوبکر شبلی کا یہ واقعہ ہے کہ اُن سے کسی شخص نے کہا کہ اے ابوبکر! آپ اللہ کہتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ نہیں کہتے پس انہوں نے جواب دیا کہ ''لا،، تو نفی کیلئے ہے کیا اللہ کی نفی کوئی ضد یا مقابل ہے جس کی نفی کی جائے

یہ سنکر اس شخص نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی برتروواضح جواب دیجئے تو انہوں نے کہا کہ میری زبان پر ایسا کلمہ جاری نہیں ہوتا۔ اس شخص نے کہا کہ اس جواب سے بھی برتر اور اونچی (واضح) بات فرمایئے تو شیخ ابوبکر نے فرمایا ''مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس کلمہ ''لا،، میں پکڑ لیا جائے گا اور ''لا،، میں خوف انکار

بھی موجود ہے اس شخص نے کہا کہ اس سے بھی واضح بات فرمایئے تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ ذَرْهُمْ[1] (ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو) یعنی اسکے معنی ان ہی پر چھوڑ دو۔

اس سلسلہ میں ایک حکایت یہ بھی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ اللہ کہتے ہیں لا الہٰ الاّ اللہ کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کلمہ نفی کا ہے یعنی ''لا،، سے غیر کی نفی ہوتی ہے۔ پس مجھے یہ خطرہ لاحق ہے کہ اس کے کہنے سے غیر کا ثبوت ہو جائے گا۔

اس کے معنی کا بیان و تفسیر یہی ہے جو کسی نے پیش کی ہے جو یہ ہے کہ ''اللہ کے دوستوں نے سوزشِ محبت میں ایسی عبارتیں وضع کی ہیں جن سے ان کے دلوں کو قرار آئے اور ان کے ارواح کو قرار حاصل ہو۔ بس اُن کی یہ عبارتیں اُن ہی کے لئے ہیں لانهامن الجنس الی الجنس واللّٰہ تعالیٰ منزّہٌ من اوصاف الخلق واحوالھم (اللہ تعالیٰ مخلوقات کی صفت سے پاک ہے اور ان کے احوال سے بھی منزہ ہے)

اسی طرح شیخ بایزید کا قول ''توبتی من الا الہ الاّ اللّٰہ،، ۔بھی ایک اشارہ ہے اور اس قول سے اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ شیخ بایزید سے منقول بعض روایات میں ہے کہ میری توبہ ''لا الہ الاّ اللہ،، کہنے سے یہ ہے کہ میں آلات و حروف میں اس قول کو کیوں کہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان آلات و حروف سے خارج ہے، کہنے والے نے کہا یعنی راوی کہتا ہے کہ میں نے اُن سے کہا کہ بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ کلمہ کلیدِ بہشت ہے اور تمام اذکار میں افضل اور برتر ہے، جیسا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

لاالہٰ الّا اللّٰہ مفتاح الجنة. (کلمہ لا الہ الا اللہ کلیدِ جنت ہے)

اور یہ بھی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

افضل الذکر لا الہ اّلا اللّٰہ۔(سب سے بہتر ذکر لا الہٰ الا اللہ ہے)

یہ سنکر ان میں ایک ذوق اور وجد کی کیفیت پیدا ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ایسے کلمات جو میں کہتا ہوں یا میری زبان سے ادا ہوتے ہیں رد نہیں کرتے اس چیز کا جس پر اتفاق کیا گیا ہے بلکہ اُن کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ''لا الہ الا اللہ،،۔ انہوں نے فرمایا لا الہٰ کہنے میں غیر خدا سے انقطاع یا انفصال ہے (الگ تھلگ ہو جانا ہے) اور الا اللہ میں حق سے اتصال ہے۔ اور جو جدا نہیں ہوا وہ نزدیک نہیں ہوا چنانچہ وضو انفصال ہے اور نماز اتصال ہے۔

اس بارے میں شیخ استاد ابوعلی وقاق قدس اللہ سرہٗ کہتے ہیں کہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ

---

[1] پ ۷ سورہ انعام ۹۲

لا الہٰ الا اللہ کہا جائے تا کہ آپ کدورت سے پاک ہوجائے پس بندہ جب یہ کلمہ کہتا ہے تو اس کا دل کدورت سے پاک ہوجاتا ہے اور اس کا باطن حاضر ہوجاتا ہے۔ لا الہٰ کے بعد جب الاّ اللہ کہا جاتا ہے تو اس کاؤ رود دل پر ہوتا ہے جس طرح ''سبحان اللّٰہ،، کو ''الحمد للّٰہ،، پر تقدم حاصل ہے، پہلے سبحان اللہ کہا جاتا ہے پھر الحمد اللہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سُبْحَانَهُ وَبِحَمْدِهٖ یعنی سبحان اللہ کہہکر صفات نقصان سے اسکی علیحدگی بیان کی جاتی ہے۔ ''حمد،، سے اسکی صفات کمالیہ کا ثابت کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص عرق گلاب کو بڑے برتن پر انڈیلنا چاہے تو سب سے پہلے وہ اس برتن کو دھوتا ہے پھر اس میں عرق گلاب کو انڈیلتا ہے۔ پس یہ قول بھی اسی کے مانند ہے۔ جب بندگی نقطۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اسکو زندگی مل جاتی ہے حق تعالیٰ کی زندگی کی طرح۔

حضرت اویس قرنی فرماتے ہیں کہ بندگی کا کامل وتمام ہونا یہ ہے کہ تم ہر حال میں اس کے بندے بنے رہو جس طرح تمہارا رب ہر حال میں تمہارا رب ہے لہٰذا تم ہر اس چیز کو ترک کردو جو خداوند تعالیٰ کے سوا ہے اسوقت تمہاری زندگی خداوند تعالیٰ کی زندگی کی طرح ہوجائے گی استغنا اور بے نیازی میں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مثال کے طور پر یہاں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کروں گا کہ فرمایا ہے:۔ ''وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاتِیَکَ الْیَقِیْنُ ٢(اپنے رب کی آخر دم تک عبادت کرو) یعنی جب تک عبادت کی نسبت بندہ سے منسوب رہتی ہے وہ عبادت رہتی ہے اور جب مرتبہ فنائے افعال میں پہونچ جاتی ہے اور اسکا حوالہ دوسرا بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ صفات الٰہیہ سے موصوف ہوجاتی ہے۔

شطح:۔ شیخ حسین ابن منصور حلاّج نے کہا:۔ ''**لافرق بینی وبین ربیّ الاّ صفتان صفة الذّاتية وصفة القائمة قيامنا به وذاتنا منه**،، (میرے اور میرے رب کے درمیان سوائے دو صفتوں کے اور کوئی فرق نہیں ہے ایک صفت ذاتیہ ہے اور ایک صفت قائمہ ہے اور ہمارا قیام اسی سے ہے اور ہماری ذات اسی سے ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ فقیر وہ ہے جو کمال فقر پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر سے سوال اور طلب سے مستغنی ہو اور اس کمالِ فقر کا دعویٰ کرنے والا مستغنی ہو تمام احوال اور تمام اوصاف میں سوائے اس چیز کے جس سے اس کا استثناء کردیا گیا ہو اور یہ استثناء یہ ہے کہ ہماری ذات کا ظہور اسی سے ہے اور ہمارا قیام بھی اسی سے ہے۔ اس قول میں اس بات کی دلیل ہے کہ اثر اپنے وجود میں مؤثر کا محتاج اور اسی طرح قیام وبقا میں اسکو احتیاج ہے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا اس سلسلہ میں مسلک ہے

شطح:۔ اور انہوں نے جو یہ کہا کہ ''**الزّاهد هو الفقير والفقير هو الصّوفى والصّوفى هو اللّٰه**،،

---

١ پ سورہ ٢ پ ١٤ سورہ الحجر ٩٩

ترجمہ:۔ جوزاہد ہے وہ فقیر ہے اور جوفقیر ہے وہی صوفی ہے اور جوصوفی ہے وہی اللہ ہے۔

اس کی تاویل یہ ہے کہ متبدا کی خبر دوطرح پر آتی ہے۔ یہ جو جملۂ مذکورۂ بالا میں "وھُــوَھُــوَ،، کہا گیا ہے اس کا دوسرا لفظ "ھُوَ،، پہلے "ھُوَ،،کی خبر ہے جس طرح کوئی کہے "الامیر العادل،، اس میں عادل امیر کی صفت ہے اپنے معنی میں اور یہ صفت ذات موصوف کی ہے جو اس کی صفت پر صادق آتی ہے۔ اور اس کا مرتبہ جو بیان کیا گیا ہے وہ صرف اس کا مرتبہ ہے یعنی صفت کا نزول مبتدا کے مرتبے میں تشبیہہ کے طور پر ہے۔ جیسے تم کہو زیدٌ اسدٌ (زید شیر ہے) یعنی زید قوت میں شیر کے مانند ہے یا مشابہ ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ زید حقیقت میں شیر ہے گویا اس میں مبالغہ ہے یعنی کہنے والے نے زید کی ذات میں نہایت شجاعت کا اعتماد کیا اور پھر اس کو تشبیہہ دی اور ایسا کہنا صرف قائل کے اپنے اعتقاد کی بناء پر ہے۔ حقیقت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ زید شیر کا نائب مناب ہے۔ (قائم مقام) جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:۔ "اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا،،[۱] (سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ بیع مانند سود کے ہے) پس قائل کا یہ قول کہ جوزاہد ہے وہی فقیر ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جوزاہد ہے وہ قائم مقام ہے فقیر کا اور قائل کا یہ کہنا کہ جوفقیر ہے وہ صوفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جوفقیر ہے وہ قائم مقام صوفی کے ہے اور یہ کہنا کہ جوصوفی ہے وہی اللہ ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جوصوفی ہے وہ قائم مقام یا نائب مناب اللہ کا ہے ان امور میں جن کے لوگ محتاج اور ضرورت مند ہیں خواہ وہ امور دنیوی ہوں یا امورآخرت اور اس سے جس کسی نے کوئی بات سنی وہ گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے سنی جیسا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ان الحق لینطق علیٰ لسان عمر،، (حق (حضرت) عمر کی زبان سے گویا ہوتا ہے)

شطح:۔ بعض مشائخ کرام کا یہ قول:۔ "العبودیّة بغیر الرّبوبیّة نقصان وزوال والرّبوبیّة بغیر العبودیّة محال،، (عبودیت بغیر ربوبیت کے نقصان اور زوال ہے اور ربوبیت بغیر عبودیت کے محال ہے)

اس قول کے معنی یہ ہیں کہ مجاہدہ بغیرہ مشاہدہ کے بندہ کی عبودیت میں نقصان کا نشان ہے اور مشاہدہ بغیر مجاہدہ کے محال ہے ازروئے عارف۔

شطح:۔ حضرت بایزید بسطامی کا قول ہے:۔ "البشریّة ضدّ الرّبوبیّة احتجب بالبشرّیة فاتته الرّبوبیّة،، (بشریت ضدِّ ربوبیت ہے، جو بشریت میں پوشیدہ ہو گیا اس سے ربوبیت فوت ہو گئی۔

---

[۱] پ ۳ سورہ البقر ۲۸۵

اس کے معنی یہ ہیں کہ احتیاج استغنا کی ضد ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔
''**الفقر سواد الوجه فی الدّارین**،، (فقیر دونوں جہانوں میں سیاہ رو ہے)
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس'**سواد الوجه**،، سے مراد سالک کی فناءذات ہے،مشاہدۂ حق میں اس طرح کہ دوئی ارتفاع ہوجائے اور یہی معنی ہیں **فناء الفناء فی الدارین ای فی الصّفتین**،، کے یعنی صفتین میں فناءالفناء کے درجہ پر پہونچ جانا،اس جملہ کی قریب الفہم تاویل یہ ہے کہ ''سوادالوجہ،، سے مراد وہ خال رُخ ہے جواس کی زیبائی کا موجب اور عذار محبوب کی رعنائی کا سبب ہے یعنی فقر اختیاری دونوں جہان میں روئے حالت سالک کو زیب وزینت بخشنے والا ہے۔
شطح:۔حضرت قدوۃ الکبرا کا مقولہ ''**النّاس کلّهم عنبید لعبدی**،، (تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں)
یہ قول حضرت جہانگیر اشرف قدس اللہ سرہٗ کی ذات گرامی سے منسوب ہے۔اس قول کی کچھ شرح تو لطیفۂ آداب کے آخر میں گزر چکی ہے یہاں اس سلسلہ میں مزید وضاحت کی جاتی ہے:۔اس قول کی تاویل گروہ صوفیہ کے مناسب حال یہ ہے کہ جب سالک اپنے سلوک میں مقام قاب قوسین تک پہنچ گیا اور اپنے نزول کے اسباب کو اپنے عین ثابتہ کی منزل پر پہونچادیا۔(یعنی جب عروج وصعود میں اپنے عین ثابتہ کی منزل پر پہنچ گیا) تو اُس وقت اس کی عین ثابتہ ان تینوں حالتوں سے خالی نہیں ہوتی جسکی شرح ہم لطیفۂ سلوک میں کر چکے ہیں۔ پس جب سالک کی عین ثابتہ تمام اعیان ثابتہ کی جامع اور تمام صور علمیہ حق کی مالک بن جاتی ہے اور اس طرح وہ اعیان ثابتہ کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور جب اسکی عین ثابتہ تمام اسماء وصفات کی جامع ہوگئی تو اب اُس (سالک) کا اس سے مطلع ہونا جمیع اعیان سے مطلع ہونے کا موجب ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی تمام صور علمیہ کی ماہیات کے اشتمال کا سبب بن گیا۔اب جبکہ اسکی آگہی اور اطلاع اس مرتبہ پر پہنچ گئی تو اس وقت وہ کہہ اٹھتا ہے ''**النّاس کلّهم عبید لعبدی**،، اور یہ مسلّمہ ہے کہ اکثر پر کُل کا حکم لگایا جاتا ہے۔
شطح:۔حضرت اشرف جہانگیر قدس اللہ سرہٗ نے ایک موقع پر یہ شعر ارشاد فرمایا:۔

بیت

ہمائے ہمتم چون برزند بال
بردعنقائے وحدت را بچنگال

ترجمہ:۔اگر ہماری ہمت کی ہمانے پرواز شروع کردی تو عنقائے وحدت کو بھی اپنے چنگل کی گرفت میں لے لیگی۔

اس شعر کے پڑھنے کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا کعبۃ اللہ کا طواف کرنے کے بعد مراجعت فرمائے ہند ہوئے تو پہلے آپ روم تشریف لیگئے۔ باب الابواب کی طرف گئے۔ آپ کے ہمراہ بہت سے لوگ تھے جن میں بہت سے اکابر وقت بھی تھے، وہاں چندروز قیام کرنا پڑا۔ ایک روز شیخ نجم الدین اصفہانی، حضرت علی ثانی سید علی ہمدانی اور ان کی مثل بہت سے علماء وفضلا آپ کی مجلس میں موجود تھے اور معارف وحقائق وسلوک وطریقت پر گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبرا معارف وحقائق بیان کرتے کرتے جوش میں آنا شروع ہوئے۔ پھر آپ کی حالت میں عظیم تغیر پیدا ہوا اور آپ کا ہمائے ہمت تخت اوج معارف پر پرواز کرنے لگا اس عالم میں بے ساختہ یہ شعر مذکورہ آپ کی زبان سے نکلا۔ کسی شخص نے آج سے پہلے ان کے علاوہ یہ شعر اور کسی سے نہیں سنا تھا۔ جب آپ نے یہ شعر پڑھا تو تمام حاضرین پر ایسی کیفیت وحال طاری ہو گیا کہ سوائے ''اٰمنَّا وَصَدَّقنا،، کے کوئی دوسری بات کسی کی زبان سے نہیں نکلی۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو شیوخ اپنے مقام پر واپس ہوئے اور اس شعر کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ حضرت سید علی ہمدانی نے فرمایا کہ میرے بھائی اشرف کوئی بے معنی بات زبان سے کبھی نہیں نکالیں گے اور یہ شعر جو انہوں نے پڑھا ہے اس کی تاویل وتوجیہہ کی تو بہت گنجائش ہے۔

''ہمائے ہمّت،، سے مراد ان کی حقیقت انسانیہ ہے اور پرواز کرنے سے مراد اس کا اپنی عین ثابتہ تک پہونچنا ہے۔ وحدت سے مراد تمام اسمائے الٰہی اور تمام صفات نامتناہی ہیں جو ان کی عین ثابتہ میں شامل ہیں اور چنگال میں لانے سے مراد اپنی اطاعت اور تبعیت میں لانا ہے تمام اعیان کو۔

جب کسی کی عین ثابتہ اس جمعیت کے قابل اور کسی شخص کے صور علمیہ اس شمولیت کی حامل ہو جاتی ہے تو یقیناً تمام دوسرے

یہ شطح کس طرح زبان مبارک سے نکلا اس کی تفصیل یہ ہے کہ: جب حضرت جہانگیر اشرف مع ارباب عالی روم کے سفر سے واپسی میں نواحی گجرات میں پہونچے تو خانقاہ عالم پناہ حضرت سید محمد گیسودراز میں نزول فرمایا۔ حضرت سید محمد گیسودراز کا وصال ہو چکا تھا اور آپ کے خلف برحق اور خلیفۂ اصدق حضرت سید یداللہ آپ کے سجّادہ نشین تھے۔ سیدزادہ بھی ایک جذبۂ قوی کے مالک تھے کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ سومن وزنی زنجیریں آپ کے ہاتھوں اور پیروں میں پڑی ہوتی تھیں اور وہ جا کر ایک پتھر پر بیٹھ جاتے تھے۔ شاہانِ وقت اپنی شاہزادیوں کو بطور نذر آپ کی نکاح میں دیدیتے تھے۔

آپ کی خانقاہ کے چاروں طرف آپ کے حرم کے مکانات تھے اور وسط میں سید یداللہ کی خانقاہ تھی، جذبہ و مستی کا آپ پر اس قدر غلبہ تھا کہ اکثر کلمات شطحیات آپ سے ادا ہو جاتے تھے اور کبھی کبھی لفظِ اعظم تجلّیات آپ کی زبان سے نکل جاتے تھے۔ آپ کی بیویوں میں سے اس روز جس کی نوبت اور باری ہوتی تھی آپ اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ کے وصل سے شادکام ہوتی تھیں۔ مختصر یہ کہ سیدزادہ بھی حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت وملازمت میں برابر حاضر ہوتے تھے اکثر اوقات حضرت قدوۃ الکبرا ایسے حالات بیان کرتے تھے جو دلوں میں اتر جاتی تھیں اور ان کے اصحاب کو تعجب ہوتا تھا۔

منقول ہے کہ ایک روز محفل سماع برپا تھی، گلبرگہ کے نواح واطراف کے تمام اکابر واصاغر حاضر تھے۔ جب محفل سماع ختم ہوئی تو توحید اور مذہب تفرید کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی، حضرت قدوۃ الکبرا اسرار توحید وآثار تفرید بیان فرماتے فرماتے یکبارگی جوش میں آ گئے اور اس وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ کلمہ ادا ہوا۔ ''انا اللّٰہ لاالٰہ غیری''

''اس وقت بہت سے علمائے کاملین اور فضلائے متجرین مجلس میں موجود تھے لیکن آپ کا یہ قول سنکر کسی میں دم مارنے کا یارانہ تھا لیکن دوسرے دن ایک متعلم نے حاضر خدمت ہو کر اس موضوع پر بہت سے مقدمات ترتیب دے کر بحث کرنا شروع کر دی۔ قاضی حجت خلیفہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس قول کی چند تاویلیں پیش کیں لیکن اس کی تسلی نہیں ہوئی، تب قاضی حجت نے فرمایا کہ انسان جب تک یہ مشرب (سلوک) نہ رکھتا ہو ان اسرار کا سمجھنا دشوار ہے۔ اس قول کی تاویل جو درویشوں کو موجب قبول ہوا اور حصول مراد کا سبب بنے یہ ہے کہ حضرات صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی ذات سے مراد ایک ایسا دائرہ ہے جس کا نصف (دائرہ) واحدیت ہے۔ جو اس وجوب کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کا وصف خاص ہے اور دوسرا نصف (دائرہ) اسماء کونیہ کا ہے کہ امکان اس کے لوازم سے ہے۔ پس اسماء الٰہیہ جو اٹھائیس (۲۸) اسم کلیؔ ہیں اس قوس وجوب میں رکھے گئے ہیں، اور اٹھائیس۲۸ اسماء کونیہ ہیں جو قوس امکان یا قوس کونیہ میں ہیں جب عارف سیار وسالک شطار اپنے عین ثابتہ

تک پہنچ جاتا ہے اور اس جمعیت کے اعتبار سے جو اس کی عین ثابتہ کو حاصل ہے وہ اس سے مطلع ہوتا ہے تو اس وقت وہ تمام اسماء الٰہیہ اور اسماء کونیہ کو اپنے اجزاء پاتا ہے۔

جب اس کا نام اپنے عین کے ساتھ اس کمال اور اسماء الہیہ اور اسماء کونیہ کے اشتمال کے ساتھ متجلّی ہوتا ہے تو ہر آئینہ ''اَنَا اللّٰہُ،، پکار اٹھتا ہے۔

شطح: شیخ ابوعلی قلندر پانی پتی کی حقیقت عینیہ اپنی جامعیت سے اس حد تک مطلع ہوگئی تھی کہ وہ کہہ اٹھے

''واللہ کہ! رزوئ خدایم مُحقر است،،

(اللہ کی قسم میرے خدا کی آرزو محقر ہے)

اور قاب قوسین سے گذر کر اوادنی تک پہنچنا ہر چند کہ یہ مرتبہ خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے لیکن عارفان سیار اور عاشقان تیز رفتار اس ہمت کے ساتھ جو ان کو میسر ہے جب پرواز کرتے ہیں تو یہ صورت ہوتی ہے:۔

مثنوی

ہمائ ہمت من بی پروبال	زد برقلۂ توحید چنگال
دران صحرا زبال لایزالی	پر وبالی زنم چون لااُبالی
کشد آنجائ مرغ ہمتم مر	نہ زور بال باشد فی رہ پر

ترجمہ:۔ میری ہمت کے ہمانے بغیر پروبال کے توحید کی بلند چوٹی پر پہنچ کر اپنے پنجے جما دیئے ہیں اس صحرائے وحدت میں ''لایزالی،، کے بازوؤں سے میں بےخوف وخطر پرواز کر رہا ہوں، اس طرح میری ہمت کا پرندہ وہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ جہاں نہ بازوؤں کی قوت کام آسکتی ہے اور نہ ہی پر کام دے سکتا ہے۔

لطیفہ ۱۷

آداب صحبت وزیارت مشائخ وقبور وجبین سائی

(دربیان آداب صحبت وزیارت مشائخ وقبور ایشان وکیفیت وضع جبہ بین یدی الشیوخ)

قال الاشرف:

رویة المشائخ عبادة لوفات هذه العبادة لیس لها وقت القضاءِ

(حضرت اشرف (جہانگیر) فرماتے ہیں کہ مشائخ کا دیدار ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو اس عبادت کی قضا ادا کرنے کا وقت نہیں ہے)

دیدار مشائخ کے فوائد

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی کے بعد اصحابِ طلب کے لئے یہ بہت اہم اور ضروری ہے کہ مشائخ روزگار اور مردان نامدار کی خدمت میں اپنی عمر گراں مایہ کو صرف کرے اس لئے کہ اُن کی ایک ملاقات سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے بہت سے چلّوں (اربعین) اور زبردست مجاہدوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ خاص طور پر اپنے پیرومرشد کی کی نگاہِ لطف وکرم مُریدکیلئے اکسیرِ دولت ہے، نہ معلوم کس وقت مُرید اُن کی نگاہ کی اکسیر سے کندن ہو کر صاحبِ اسرار بن جائے۔

شعر

انچہ زرمیشوداز پر تو آں قلب سیاہ
کیمیائیست کہ درصحبت درویشاں است

ترجمہ:۔درویشوں کی صحبت ایسی کیمیا ہے کہ جس کے پرتو سے تاریک دل سونا بن جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ (خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ) پالکی میں سوار کہیں تشریف لے جارہے تھے ایک جگہ آپ کو بہت زیادہ بھیڑ نظر آئی۔آپ نے اپنے خادموں سے دریافت کیا کہ یہ کیسی بھیڑ لگی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہاں ایک درویش تشریف رکھتے ہیں۔ان کے پاس اُن کے معتقدین کا یہ ہجوم لگا ہے۔آپ نے فرمایا کہ میرا محافہ اس درویش کے پاس لے چلو تا کہ میں بھی شرف ملاقات حاصل کرلوں۔ جب آپ کی پالکی درویش کے قریب پہنچی تو آپ نے کچھ دیر تک درویش پر نظر کی پھر فرمایا کہ پالکی یہاں سے واپس لے چلو، چنانچہ پالکی وہاں سے واپس لیجائی گئی۔ جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو آپ کے اصحاب واحباب نے دریافت کیا کہ آپ (بغیر ملاقات کے) واپس کیوں ہو گئے حضرت نے اس استفسار کے جواب میں فرمایا کہ درویش سے ملاقات کا مقصود اس کی نعمت کا معلوم کرنا تھا کہ وہ کس دولت ونسبت کا مالک ہے۔ جب اُسکو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے پاس کوئی نعمت نہیں ہے بلکہ ایک درویش کی نظر اس کے پردۂ بینی پر پڑ گئی تھی جس کے باعث اسکو یہ جمعیت حاصل ہو گئی (اتنی مخلوق اس کے پاس جمع ہے) مجھے امید ہے کہ اس نظر کی برکت سے سعادتِ ابدی اور دولتِ سرمدی بھی اسکو مل جائے گی۔

قطعہ

سرفرازان رابہبین کاندر زمان ———— می دہنداز یک نظر ہردو جہان
خیمۂ گرددن بپا آوروہ اند ———— ازطناب ہمت دریا دلان
شمع خورشید جہان میرد بدم ———— گردرفشد ذرہ ازنور شان

ترجمہ:۔ان سرفراز بندوں کو دیکھو کہ وہ ایک نظر سے دونوں جہان کی دولت عطا فرما دیتے ہیں، یہی وہ حضرات ہیں کہ خیمۂ گردوں انہی دریا دل حضرات کی ہمت کی طنابوں سے قائم ہے۔ آفتابِ جہاں کی روشنی بھی ماند پڑجاتی ہے اگر ان کے نور کا ایک ذرہ بھی چمکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: منقول ہے کہ ایک قاتل کو قتل کی سزا میں سولی پر چڑھایا گیا، اُسی رات میں کسی بزرگ نے اسکو خواب میں دیکھا کہ وہی قاتل بہشت کے باغوں میں سیر کررہا ہے اور جنت میں ہرطرح کی نعمتیں اسکو میّسر ہیں، اس قاتل سے ان بزرگ نے دریافت کیا کہ تو دنیا میں ایک بہت بڑا قاتل تھا، آخرت میں یہ مرتبہ تجھ کو کس طرح حاصل ہوگیا اس نے جواب دیا کہ جب مجھے پھانسی پر چڑھایا گیا تو حضرت حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ ادھر سے گذر رہے تھے انہوں نے نظرِ شفقت سے مجھے دیکھا تھا اور میرے لئے دعا فرمائی تھی، حق تعالیٰ نے اُن کے دیدار کی برکت سے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد کیا کہ جس نے بہت سے مشائخ کی زیارت کی ہے وہ اتنا ہی افضل و برتر ہے اُس شخص سے جس نے کم مشائخ کا دیدار کیا ہے۔ گروہ صوفیہ میں دیدار مشائخ کے سلسلے میں اسی طرح مجھے یہ اعزاز حاصل ہے

منقول ہے کہ شیخ ابوالحسنؒ نے جو نیشاپور کے مشائخ متاخرین میں سے تھے وہ نیشاپور کے مشائخ کے دیدار سے بہت بہرہ در تھے، انہوں نے شیخ ابوعثمان حیری اور شیخ محفوظ کی نیشاپور میں زیارت کی اور سمرقند میں محمد فضیل بلخیؒ بلخ میں محمد فاضلؒ جرجان میں علیؒ میں ابویوسف بن ابوالحسن، بغداد میں جنیدؒ و شیخ رویمؒ وسمنونؒ ابن عطاوحریری شام میں طاہر مقدسی وابن جلا وابوعمرو مشقی، مصر میں ابوبکر وراق وابوعلی رودباری کی صحبت پائی اور اسی طرح کے دوسرے بہت سے مشائخ کی انہوں نے زیارت کی اور اُن سے بہت سی احادیث نقل کیں۔ ایک روز شیخ عبداللہ خفیف اور شیخ ابوالحسن ایک تنگ پُل سے جب گزرنے لگے تو عبداللہ خفیف نے اُن سے کہا کہ تم پہلے آگے چلو، ابوالحسن نے کہا کہ مجھ میں ایسی کون سی فضیلت ہے کہ آپ کے آگے چلوں، انہوں نے فرمایا کہ آپ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کو دیکھا ہے اور میں نے نہیں دیکھا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ الاسلام کا ارشاد ہے کہ اس طائفہ صوفیہ کے لئے سب سے عظیم نسبت مشائخ کا دیدار اور ان کی صحبت ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ پیروں کا دیدار صوفیہ کے فرائض میں سے ہے کہ مشائخ اور پیروں کے دیدار سے وہ کچھ حاصل ہوتا ہے جو اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

حدیث قدسی میں وارد ہے:

مرضت فلم تعدنی سألت لم تجبنی. ———— میں بیمار ہوا تو نے عیادت نہیں کی۔ میں نے سوال کیا تو نے جواب نہیں دیا۔

شیخ الاسلام کا بھی ارشاد یہی ہے کہ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا الٰہی! یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو مرتبہ دیا ہے کہ جس نے ان لوگوں کو پالیا اس نے تجھے پالیا اور جس نے ان لوگوں کو نہیں پہچانا اُس نے تجھ کو نہیں پہچانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَتَرٰاھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَایُبْصِرُوْنَ ؕ اور تو اُن کو دیکھتا ہے جو تیری طرف نظر کرتے ہیں لیکن وہ تجھ کو نہیں دیکھتے۔

لیکن یہ بات جوانمردوں سے تعلق رکھتی ہے جوانمرد کو چاہیئے کہ جوانمرد کو دیکھے جس نے جوانمرد کو دیکھا گویا اس نے حق کو دیکھ لیا اس لئے کہ حق اس کے ساتھ ہے۔

(شیخ الاسلام فرماتے ہیں) قصہ سرمد حق، کبھی کبھی ایک غلام کو ایک غلام کے ہاتھ سے یکا یک مل جاتا ہے، خود کو اس غلام کے بہانے سے لوگوں کی نگاہوں میں جلوہ آرا کرتا ہے تاکہ آنکھیں اُس کے دیدار سے آسودہ ہوں، لیکن جب یہ حقیقت رخصت ہو جاتی ہے تو پھر وہ غلامی میں آ جاتا ہے اور اگر وہ حقیقت میں آزاد ہو گیا ہے تو پھر وہ غلامی میں واپس نہیں آتا اور یہ مناسب ہی ہے کہ غلامی کا فتنہ غلامی ہی سے پیدا ہوتا ہے اسطرح ایک حقیقت سے ہزاروں بہانے پیدا ہوتے ہیں جب بہانہ ختم ہو گیا تو حقیقت جلوہ نما ہو گئی۔ ہاں اس کام کو کون انجام دے سکتا ہے، یہ تو انسان کے بس کا کام نہیں۔ ایک کی نظر بہانے پر ہے اور ایک کی نظر حقیقت کار پر ہے۔ ایسے شخص کی نظر میں بہانے کی کیا حقیقت۔

قطعہ

صورت درویش را کردہ حجاب	حق فرد آید بمعنےٰ درنقاب
دیدگان معنی بدیداز صورتش	دیدہ حق واللہ اعلم بالصّواب

ترجمہ:۔ صورت درویش کو تو ایک پردہ بنا لیا ہے، حق تو درحقیقت اس نقاب اور پردہ میں ہے وہی اس کا نظارہ کر سکتا ہے جس نے صورت میں معنیٰ (حق) کو تلاش کیا پس اس نے حق کو دیکھ لیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کہا گیا ہے کہ حضرات صوفیا میں زیارت مشائخ ایک بڑی نسبت ہے اور ایک بلند مقام ہے کہ کسی شخص کے بارے میں یہ کہا جائے کہ فلاں صاحب نے فلاں مرشد محترم کی زیارت کی ہے یا فلاں شیخ کی صحبت سے بہرہ اندوز ہوا ہے۔ پس دیدار مشائخ کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ پیروں کے دیدار کا موقعہ اگر ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اسکو نہیں پا سکتا۔ حضرت شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ فن حدیث اور دوسرے علوم دینیہ میں میرے شیوخ بہت ہیں لیکن تصوف و حقیقت میں میرے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اگر میں اُن کے دیدار سے مشرف نہ ہوتا اور ان کی ارادت کا شرف نہ پاتا تو میں حقیقت کو نہیں جان سکتا تھا۔ نفس اور حقیقت میں آویزش ہوتی رہتی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند کوئی شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو اور صغیرہ گناہوں سے بھی نہ بچتا ہو

اگر کسی درویش کی نظر کیمیا اثر اس پر پڑ جائے تو بہت جلد اسکو مناہی و معاصی کے گرداب سے نکال کر انابت و توبہ کے ساحل پر وہ شیخ پہنچادے گا۔حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا:۔

شیخ عیسیٰ میادیمنی ایک بازاری عورت کے پاس سے گذرے، آپ نے اس فاحشہ عورت سے فرمایا کہ میں عشاء کی نماز کے بعد تیرے پاس آؤنگا۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوئی اور خود کو خوب بنایا سنوارا اور لباس فاخرہ پہنکر بیٹھ گئی نماز عشاء کے بعد شیخ اس کے یہاں پہنچے اور اس کے گھر میں دو رکعت نماز ادا فرما کر باہر نکل آئے، اُسی وقت اُس فاحشہ کی حالت وگرگوں ہوگئی، آلات فسق توڑ پھوڑ کر آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سارا مال و متاع خیرات کر دیا۔شیخ نے اُس خاتون کا نکاح اپنے ایک مُرید سے کر دیا اور اس درویش سے کہا کہ اس نکاح کی دعوت ولیمہ کرو اور اس میں عصیدہ پکاؤ اور اس کیلئے روغن خریدو، وہاں کے ایک رئیس کو جو اس خاتون کی طرف مائل تھا یہ قصہ سنکر بہت تعجب ہوا۔

بیت

فتادہ کشتی اندر بحرعصیان
کہ بیرونش کند جز لطف یزوان

ترجمہ:۔وہ کشتی جو بحرِ عصیان میں ڈانواں ڈول ہو رہی ہے اسکو خدا کی مہربانی کے سوا کون ساحل سے لگا سکتا ہے۔اور جب یہ معلوم ہوا کہ اسے ایک درویش کے نکاح میں دے دیا گیا ہے لیکن ولیمے کے عصیدہ کی تیاری کے لئے روغن نہیں ہے تو امیر نے ازراہِ تمسخر دو بوتلیں شراب سے بھری ہوئی شیخ کے پاس بھیجدیں اور کہلا بھیجا کہ مجھے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی اور میں یہ دو بوتل روغن بھیج رہا ہوں اسکو عصیدہ میں ڈال کر کھائیں۔ جب امیر کا فرستادہ پہنچا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آنے میں بہت دیر کر دی، پھر ان دونوں بوتلوں میں جو کچھ تھا عصیدہ میں ڈال دیا اور فرستادہ سے فرمایا بیٹھو اور کھاؤ،عصیدہ میں پڑا ہوا روغن اسقدر لذیذ تھا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کھایا تھا۔امیر کو جب اس کرامت کی خبر ہوئی تو امیر بھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے ہاتھ پر توبہ کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے مریدوں اور اصحاب میں باہمدگر اسقدر اخلاص و اتحاد ہونا چاہیئے کہ اسباب اور دوسرے ساز و سامان میں من و تو کا معاملہ پیدا نہ ہو کہ ایک کہے یہ پاپوش میری اور دوسرا کہے کہ میری ہے تو یہ یگانگت اور خصوصیت کے خلاف بات ہوگی بلکہ کسی کو بھی ملکیت کا مدعی نہیں ہونا چاہیئے کہ بے ملک ہونا ہی ان حضرات (صوفیہ) کی صفت ہے۔ان کا ایک مالک ہے جس کے یہ سب مملوک ہیں اور مالک اپنی ملک میں جسطرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے

قطعہ

چند چیز از روئے انصاف ای عزیز	شرط باشد درمیان دوستان
اولاً تقدیم کام شان بہ دہ	برمراد خویشتن توفرض دان
ثانی آن کز دشمنان این گروہ	دور باش ازنزد ایشان درجہان
ثالث آن باشد کہ اندریک دگر	آن تو وآن مانبود روان

ترجمہ:۔اے عزیز! دوستوں کے درمیان از روئے انصاف چند چیزوں کا ہونا بہت ضروری ہے اور شرط دوستی

ہے اوّل یہ کہ ان کے کاموں کا انجام وہی اپنے کاموں پر مقدم سمجھنا، دوسرے یہ کہ جو لوگ ان درویشوں کے مخالف ہیں اُن سے دور ہی دور رہنا، تیسرے یہ کہ آپس میں یہ چیز میری ہے اور وہ چیز تیری ہے کا فرق اور دعویٰ ہونا چاہیئے۔ ملک میں ''من تو،، باقی نہیں رہنا چاہیئے۔

ارادت کیا ہے؟

حضرت اشرف جہانگیر نے فرمایا **الارادت هو توفیق الارادة علی مراد اصحابه.**

ترجمہ:۔ارادت کے معنی ہی اپنے ارادے کو دوستوں کی مراد کے موافق کر لینا۔

یہاں یہ بات واضح ہونا چاہیئے کہ شیخ و مرید کی سیرت اور آداب کا ذکر کلی سابقہ لطیفہ میں بیان ہو چکا ہے، یہاں ہم اصحاب طریقت اور طالبان سلوک کے تمام آداب بیان کرتے ہیں اور یہ تمام آداب بطور ایجاز صرف اس ایک بات میں مُندرج و متضمن ہیں کہ طالبِ صادق کو چاہیئے کہ اپنی مراد سے اپنے اصحاب کی مراد کو مقدم رکھے اور اپنی ارادت کے حقوق سے جزوی اور کلی طور پر عہدہ برآں ہو۔

مثنوی

برمراد ان کو نہادہ پائی نیست　　　بر بساط قرب اوراجائی نیست

بلکہ برخود پائی نہ ای ہوشیار　　　تانہی پابرسریر وصل یار

ترجمہ: جس نے مرادوں پر پیر نہیں رکھا ہے، بساط قرب پر اسکی کوئی جگہ نہیں ہے۔اے ہوشیار! اپنے اوپر پیر رکھ، تا کہ وصال یار کے تخت پر تو پیر رکھ سکے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے مرشد، استاد اور والدین کی جانب بغیر وضو نظر نہ کرے۔ اسیطرح آسمان کی طرف بھی بغیر وضو نہیں دیکھنا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ اپنے بڑوں کے سامنے گفتگو بہت کم کرے، دائیں بائیں نہ دیکھے۔ جب تک اُن کی مجلس میں حاضر رہے ایک جگہ جم کر بیٹھے اور پیر و مرشد کھڑے ہوں تو خود بھی کھڑا ہو جائے۔ گفتگو میں پہل نہ کرے، اسی طرح چلنے میں بھی پیشقدمی نہ کرے، جہاں تک ممکن ہو پیر کے آستانہ پر بغیر وضو کے حاضر نہ ہو۔ جب اندر داخل ہونے لگے تو آستانہ (دہلیز) کو بوسہ دینا اپنا اوپر لازم سمجھے، پیر و مرشد کے سامنے نوافل بھی ادا نہ کرے۔ اسی طرح دوسرے اوراد و وظائف بھی اُس وقت نہ پڑھے کہ پیر کے دیدار سے ان میں سے کوئی شئے بھی بالاتر نہیں ہے۔ مُرشد کا دیدار اُن سب سے بالاتر ہے۔

قطعہ

اگر باشد نظر برقامت شیخ　　　نمازی گرگزارد سہو باشد

نمازی مقتدی عشق آنست　　　کہ در محراب ابرومحو باشد

ترجمہ: اگر مُرید کی نظر قامت شیخ پر ہے تو اس وقت وہ اگر (نفلی) نماز ادا کرے گا تو یہ بھی بھول ہوگی کہ مقتدیٔ عشق کی نماز تو بس یہی ہے کہ وہ محراب ابرو کے دیدار میں محو رہے۔

مرشد کے سامنے جاء نماز بھی نہیں بچھانا چاہیئے۔ اگر اس بات کا یقین ہے کہ وقت مقررہ کا کوئی وظیفہ

فوت ہوجائے گا اور کوئی دوسری جگہ ایسی نہیں ہے کہ مصلّٰی بچھایا جائے تو شیخ کے عقب میں جا کر اسکو ادا کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ افتراش سجّادہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو سجّادۂ نماز ہے، دوسرے وہ سجّادہ ہے کہ جس پر ہمیشہ بیٹھا جاتا ہے اس پر بیٹھنا بھی بغیر مرشد کی اجازت کے درست نہیں ہے۔ بعض مشائخ چوکور نہالچہ بیٹھنے کے لئے بنا لیتے ہیں اور اس پر بیٹھتے ہیں یہ بھی رعونت سے خالی نہیں ہے لیکن اکثر بزرگ ایسا کرتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا تو زری کے سجّادہ پر اکثر جلوس فرمایا کرتے تھے، منقول ہے کہ حضرت شیخ برہان الدین غریبؒ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ کی اجازت کے بغیر سجّادہ پر بیٹھا کرتے تھے، جب یہ بات حضرت سلطان المشائخ نے سنی تو آپ نے اسکو پسند نہیں فرمایا اور شیخ برہان الدین غریب سے آپ ناراض ہو گئے، انہوں نے ہر چند عذر خواہی کی لیکن آپ کی ناگواری دور نہیں ہوئی یہاں تک کہ شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہٗ نے آپ کی سفارش کی تب آپ نے معاف کیا۔

قطعہ

خطائی گر رود از دست درویش — صواب آنست کہ آرد پای مردی
چو مجد الدین بہ نجم الدین کبریٰ — بیارد پائی مردی پائی مردی

ترجمہ:۔ اگر کسی درویش سے کوئی خطا سرزد ہوجائے تو درست طریقہ یہی ہے کہ اس کی معافی کا خواستگار ہو جس طرح شیخ مجد الدین سے جب شیخ نجم الدین کبریٰ کے حضور میں ایک غلطی سرزد ہوئی تو انہوں نے جوانمردی سے کام لیتے ہوئے آپ سے معافی مانگی۔

شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو شیخ کی طرف پیٹھ کرتے سے گریز کرے۔ اگر فاصلہ بہت زیادہ ہو تو پھر کچھ مضائقہ نہیں ہے البتہ جب قریب ہو تو اسکو ملحوظ رکھے، مرید مرشد کے حضور میں جس قدر بھی عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرے گا اسی قدر اس کی راہ (سلوک وطریقت) میں ترقی ہوگی اور شیخ کی خدمت میں جس قدر عجز وانکسار کرے گا وہ اس کے عروج کا باعث ہوگا۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک مرید سے آپ کا سامنا ہوا۔ وہ مرید فوراً گھوڑے سے نیچے اتر پڑا اور شیخ (جو خود بھی گھوڑے پر سوار تھے) کے زانو کو بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا اور نیچے، اس نے اور نیچے آپ کی پنڈلی کو بوسہ دیا، شیخ نے فرمایا اور نیچے، اس نے اور نیچے بوسہ دیا، لیکن شیخ یہی فرماتے رہے اور نیچے، اور نیچے، یہاں تک کہ اُس مرید نے گھوڑے کے سُم کو بوسہ دیا۔ تب حضرت شیخ نے فرمایا تم کو معلوم ہے کہ ہم نے تم کو اسقدر نیچے بوسہ دینے کا حکم کیوں دیا؟ مرید نے کہا حضرت شیخ اس بات کو زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا اس منزل پر ہم تمہارا عروج ملاحظہ فرمارہے تھے

قطعہ

مریدان راتنزل پیش پیران بہرنوعی کہ شدمعراج باشد

رود ہرچند لؤلؤ درتگ بحر برآید برسرو برتاج باشد

ترجمہ:۔ مریدوں کا شیخ کے حضور میں عجزوانکسار جس قدر بھی ہوتا ہے وہ اُن کے عروج کا سبب ہوتا ہے دیکھو! موتی سمندر کی تہہ میں چلا جاتا ہے اور جب نکلتا ہے تو یہ عروج ملتا ہے کہ تاج اور سر کی زینت بنتا ہے۔

مُرید کو چاہیئے کہ مرشد سے ملاقات کے وقت جوتیاں اتار دے اور پھر پیرومرشد سے صرف سلام ہی پر اکتفاء نہ کرے بلکہ مرشد کی پابوسی کرے اور سر جُھکا لے، دست بوسی بھی کرے، اس فقیر کے خیال میں سوائے پابوسی کے سلام نہ کرے سر جھکا لے اور دست بوسی بھی نہ کرے۔

نماز کی امامت مرشد کو یا سرِحلقہ کو کرنا چاہیئے۔ اگر پیر کا حکم ہو کہ نماز پڑھائے تو فوراً آگے بڑھ جائے کہ اس میں ایک حکمت ہے۔ امامت ختم ہوتے ہی مرید کو چاہیے کہ بہ عجلت تمام اپنی جگہ پر چلا جائے۔ دُعا اور مناجات شیخ کے لئے چھوڑ دے تاکہ وہ دعا ومناجات کرے۔

اگر مرشد یا اکابر کا بچا ہوا پانی یا کھانا مل جائے یا کوئی کھایا ہوا پھل تو اس کو کھڑے ہوکر کھائے اور اسکو ایک نعمت جانے، پیر کا خرقہ جہاں تک ہو سکے بغیر وضو کے نہ پہنے۔ پاخانے یا کسی اور ناپاک جگہ پر اکابر کے خرقہ کو پہن کر نہ جائے جیسا کہ حضرت روزبھان بقلی کا واقعہ ہے کہ وہ ایک گانے والی کی محبت میں مبتلا ہوگئے اور یہ بات کسی اور شخص کو معلوم نہیں تھی اگرچہ وہ حسینہ کے حسن میں حسن حقیقت کا مطالعہ کرتے تھے۔ لیکن اکابر کے خرقہ کو انہوں نے اتار دیا تھا۔ اس محبت کے باوجود ان کا وجد اور وجد میں نعرے لگانا اسی طرح جاری تھا لیکن پہلے وہ آہ وزاری خدا کیلئے تھی اور اب یہ نعرے اور بےقراری اس مغنیہ کے لئے ہوتی تھی، لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ کہ محبت میں ہورہا ہے چنانچہ آپ ایک دن حرم شریف کے صوفیہ کی مجلس میں آئے اور اپنی محبت کا قصہ ان لوگوں سے بیان کرکے کہا کہ میں اپنے حال میں کاذب نہیں بننا چاہتا، اور خرقہ ان کے سپرد کردیا اور مغنیہ کی خدمت میں آنے جانے لگے۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ تم سے محبت کے یہ مدعی ایک عظیم ولی اللہ ہیں۔ یہ سُنکر اس نے توبہ کی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کیفیت کے پیدا ہوتے ہی مغنیہ کی محبت آپ کے دل سے زائل ہوگئی۔ اس کے بعد آپ مجلس صوفیہ میں دوبارہ آئے اور وہ خرقہ پھر پہن لیا۔

مرشد کا لباس جو ولایت کی خلعت اور اسکی عنایت کا لباسِ فاخرہ ہے اگر قسمت سے مل جائے تو اسکو کبھی نہ دھوئے، ہاں اگر پیر نے وہ لباس زیب تن نہیں کیا ہے تو اس کے دھونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، اگر بطور امانت کوئی لباس سپرد کرے تو خیال رکھے کہ وہ لباس پیروں کے نیچے نہ آئے۔

اپنے پیرومرشد کے یہاں حاضری دے یا اکابرین میں سے کسی کے یہاں حاضری کا موقع ملے تو خانقاہ، مسکن یا مکان کا جائزہ نہ لے، مرشد یا اصحاب مرشد کے سازوسامان کو نہ دیکھے کہ یہ بھی ایک قسم کا سوال کرنا ہوگا۔ اگر کسی ساتھی یا

دوست سے کوئی لغزش ہو جائے تو اشارے کنایہ میں تنبیہہ کرے، اگر وضاحت کی ضرورت آ ہی پڑے تو تنہائی میں اس کا اظہار کرے۔ احباب آپس میں ادب کو ملحوظ رکھیں اور یہ جو کہا گیا ہے کہ صحبت بے تکلف ہونا چاہیئے اس سے مراد یہ ہے کہ دوستوں سے اپنی تعظیم کا خواستگار نہ ہو اور نہ خود اپنی طرف سے ایسے ادب کا اظہار کرے سوائے اس صورت کے کہ آپس میں خصوصی روابط ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مجھے یہ بات بہت عجب معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کہتے ہیں فلاں میرا یار ہے اسلئے کہ یار کا یار ہونا اور یاری کی شرائط بجالانا بہت ہی مشکل کام ہے بلکہ جان سے گذر جانے سے بھی مشکل ہے البتہ یہ کہنا ہم ایک دوسرے کے آشنا ہیں۔

غزل

ای دریغادرزمانہ یارنیست	یارچہ بود درجہان اغیارنیست
زانکہ اغیار ازقیم یارشد	یارکواندر سخن بیدار نیست
شرط ادنیٰ درمیان دوستان	جان سپردن باشداندریارنیست
یار نزدیک ست ازنور دوچشم	لیک درچشم تواین انوارنیست
نور اوتابان ترازخورشید چرخ	ہست چشم موش رادیدارنیست
اشرف آن یارے کہ دیدازچشم خویش	وصف اوراقوت گفتارنیست

ترجمہ:۔ ۱۔ ہائے افسوس کہ اس دنیا میں کوئی یار موجود نہیں ہے، یار تو یار ہے اغیار بھی ناپید ہے۔

۲۔ اس لئے کہ اغیار بھی یار ہی کی ایک قسم ہے (کہ وہ یار کا یار ہوتا ہے) لیکن جب یار ہی ناپید ہے تو اغیار کی بات واضح نہیں ہے۔ (یار نہیں تو اغیار کہاں سے آئے گا)

۳۔ دوستوں کے درمیان دوستی کی ادنیٰ شرط جان سپردن ہے (اپنی جان دوست کے حوالہ کر دینا ہے جو کہ اب نہیں پائی جاتی۔

۴۔ حقیقت میں حقیقی دوست تو دو آنکھوں کے نور سے بہت قریب ہے لیکن محرومی کا باعث یہ ہے کہ تیری آنکھوں میں وہ نور نہیں ہے۔

۵۔ وہ نور خورشید فلک سے بھی زیادہ تاباں اور درخشاں ہے لیکن قصور چھچھوندر کا ہے جو اسکو نہیں دیکھ سکتی۔

۶۔ اے اشرف! اس دوست کا نظارہ جس نے بھی کیا ہے وہ اس کا وصف بیان نہیں کر سکتا کہ اس کے وصف کو بیان کرنے کیلیئے قوتِ گفتار ہی نہیں ہے۔

آداب لباس

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس طائفہ علیہ (صوفیہ) کے یہاں آداب لباس یہ ہیں کہ ایسا لباس پہنا جائے جس سے رعونت پیدا نہ ہو۔ صوفیہ کا لباس اُن کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ہوتا ہے یعنی لباس جس مقام کے لئے مخصوص ہے وہ مقام حاصل کئے بغیر اسکو پہننا مناسب نہیں ہے۔ مبتدی کے لئے ایسا لباس پہننا جس سے تکبر اور رعونت پیدا ہو بالکل منع ہے۔ منتہی حضرات کیلیئے منع نہیں ہے کہ وہ ان مراحل سے

بالاتر ہیں۔ عام طور پر حضرات صوفیہ جو لباس پہنتے ہیں وہی لباس استعمال کرنا چاہیئے، باریک کپڑے پہننے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔بعض حضرات نے اس سلسلہ میں یہ سمجھا ہے کہ باریک تہہ بند پہننے سے روکا گیا ہے،لباس ایسا ہونا چاہیئے جو باریک اور موٹے کے بین بین ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ لباس کی زینت نماز کے لئے مخصوص ہونا چاہیئے۔لوگوں کے دکھادے کے لئے نہیں ہونا چاہیئے۔منقول ہے کہ حضرت سفیان ثوری قدس اللہ سرہٗ نے ایک بار اُلٹا جامہ پہنکر نماز ادا کی، جب وہ نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے کہا آپ الٹا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔اسکو سیدھا کر کے پہن لیجئے۔آپ نے فرمایا کہ اب سیدھا کر کے پہننے سے کیا فائدہ؟ میں نماز تو پڑھ چکا اب کیا میں دکھادے کیلئے سیدھا کر کے پہنوں! مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا۔

شعر

چہ کار آید لباس زیب وزینت چوبہر دیدن ولدار نبود

ترجمہ:۔اس لباس کی زیب وزینت سے کیا فائدہ! جو دلدار کے دکھادے کیلئے نہ ہو۔

لباس کوتاہ ہونا چاہیئے کہ زیادہ پاکیزگی اسی میں ہے خصوصاً ازار(تہہ بند) ٹخنوں سے نیچے نہیں ہونا چاہیئے۔اگر موٹا اور کھُر درا کپڑا نفس کشی کے لئے پہنا جائے تو بہتر ہے۔اگر نفیس کپڑا فقیر کی ستر پوشی کے بقدر ہو تو اسکو کام میں لائے نفیس یا معمولی کپڑے کا پابند نہیں ہونا چاہیئے بلکہ جیسا کپڑا بھی میسر آجائے وہ استعمال کرے۔

حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی مخصوص کپڑے کے پابند نہیں تھے کبھی تو وہ دستار باندھتے تھے جو انہوں نے دس دینار میں خریدی تھی اور کبھی اس عمامہ کو باندھتے تھے جس کی قیمت صرف دس پیسے تھی اسی طرح حضرت گنج شکر قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کے پاس کہیں سے نفیس کپڑا آگیا تھا آپ کا پیرہن اس کپڑے سے قطع کیا گیا لیکن کپڑا کم پڑ گیا۔اس کمی کو پورا کرنے کیلئے آپ نے پلاس(گزی) دے دیا۔جب جامہ تیار ہو کر آیا تو اس نفیس ریشمی کپڑے میں پلاس کا بھی ایک ٹکڑا لگا ہوا تھا۔اصحاب خدمت نے اس پر بہت تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ ستر دونوں سے یکساں حاصل ہوتا ہے، بہرحال مناسب یہی ہے کہ کپڑا اوسط درجہ کا ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب چراغدار چراغ روشن کرے(شیخ کی خانقاہ میں خانۂ شیخ میں) تو اس وقت پر صوفیہ میں جو دعا معمولی ہے وہ یہ دعا پڑھے:۔

نور اللّٰہ قلبک بحسن شرادالمحبۃ والمعرفۃ.

ترجمہ:۔اللہ تیرے دل کو شرار محبت و معرفت کے حسن سے نورانی کردے۔

فتوح کا قبول کرنا

اسی سلسلہ میں فتوح کے قبول کرنے کا ذکر چھڑ گیا۔حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگر صوفی کا کوئی روزینہ نہ ہو اور کسی کسب سے اسکو روزی حاصل نہ ہوتی ہو تو عبادت الٰہی اور بھائیوں کو نصیحت کرنے کی قوت کو بحال رکھنے کے لئے فتوح قبول کرے۔ ہمارے اسلاف کرام نے فتوح قبول کرنے میں یہ تفتیش ضروری ہے کہ فتوح نذر کرنے والا یہ جو کچھ بطور نذرانہ پیش کر رہا ہے اس کو یہ مال یا شئے کس طرح

حاصل ہوئی ہے یعنی اخذ فتوح میں تفتیش کر لینا چاہیئے لیکن بعض مشائخ کرام اخذ فتوح میں صرف معطی حقیقی پر نظر رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو شبہ کے مال سے نہیں کھلواتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک روز ہم حضرت علی ثانی حضرت سید علی ہمدانی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امرائے لاچین (ترک) میں سے ایک امیر نے دعوت میں بلایا اُس نے حضرت علی ہمدانیؒ کے امتحان اور آزمائش کے لئے مشتبہ طعام تیار کرایا تھا یعنی ایک ضعیفہ سے ایک مرغ زبردستی چھین کر پکوایا تھا اور ایک مرغ وجہ حلال سے (خرید کر) الگ پکوایا تھا۔ امیر نے باورچی سے کہہ دیا تھا کہ حلال اور حرام مرغ کو اسطرح دسترخوان پر رکھنا کہ وجہ حلال سے حاصل کیا ہوا مرغ میرے سامنے ہو اور مشتبہ مرغ شیخ کے سامنے رکھنا، جب کھانا سامنے رکھا گیا تو باورچی یہ بات بھول گیا اور اس نے حلال مرغ حضرت شیخ کے سامنے اور مشتبہ مرغ امیر کے سامنے رکھدیا۔ جب کھانا کھا چکے اور ہاتھ دھونے کے لئے طشت لایا گیا تو اُس وقت امیر نے شیخ علی ہمدانی سے کہا کہ حضرت میر آپ نے کھانے میں احتیاط نہیں ہوتی۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حلال کھانے والے کو حلال ہی کھلواتا ہے اور اسوقت بھی ایسا ہوا ہے جب اس بات کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس ضعیفہ سے یہ مرغ چھینا گیا تھا وہ حضرت کی مریدنی تھی اور اس نے یہ مرغ حضرت کی فتوح میں پیش کرنے کیلیئے پرورش کیا تھا اور امیر کے کسی غلام کو بھی یہ بات اُسوقت بتادی تھی اور کہا تھا کہ یہ مرغ ایک درویش کی نذر کا ہے، علاوہ ازیں دوسرا مرغ امیر کے کہنے کے مطابق اس کے سامنے نہیں رکھا گیا بلکہ حضرت شیخ کے سامنے رکھا گیا۔ امیر بہت شرمندہ ہوا، توبہ کی اور حضرت شیخ کے نیازمندوں میں شامل ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زرزکوٰۃ اور غیر شرعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا مال فقیر کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ زکوٰۃ مال کا میل کچیل ہے، علاوہ ازیں فتوح میں جو کچھ حاصل ہو اس کا ذخیرہ نہ کرے۔ نہ صبح کی فتوح کو شام کے لیئے اسی طرح شام کی فتوح کو صبح کے لئے بچا کر نہ رکھے تاکہ وہ اس حکم کو بجالائے۔

الفقر بذل الموجود وترک طلب المفقود.

ترجمہ:۔ یعنی موجود کا خرچ کرنا اور غیر موجود کا ترک کرنا ہی فقر ہے۔

ہاں اگر اکابر کے اعراس یا کسی دوست کا قرض ادا کرنے کے لئے جمع کرے تو روا ہے۔ فتوح کو اصحاب مجلس میں تقسیم کردینا چاہیئے کہ تحفوں میں سب کا حصہ ہے۔ ''الھدایا مشترک،، یعنی اگر فتوح بصورت لباس حاصل ہو تب بھی سب کو اس میں شریک کرے۔

جب گھر سے کسی شیخ کی زیارت کے لئے نکلے اور راستہ میں کچھ فتوحات میسر آئیں تو سب اُس شیخ کی خدمت میں پیش کرے، ورنہ شرکت سے تو کسی حال میں محروم نہ کرے۔ اکابر وشیوخ کی خدمت میں کبھی خالی ہاتھ نہ جائے، کوئی چیز بطور ہدیہ ضرور ساتھ لے خواہ وہ پھول یا سبزہ ہی کیوں نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من زار كريماً صفر اليدين رجع مصفرّ الخدّين.

ترجمہ:۔جس نے کسی کریم سے خالی ہاتھ ملاقات کی وہ زرد رو ہو کر لوٹا۔

درویش بھی زائر کو کچھ نہ کچھ تبرک ضرور دے چاہے ایک گھونٹ پانی ہی ہو۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من زار حيّاً ولم يذق منه شيئاً فكانّما زار ميّتاً.

ترجمہ:۔جس نے کسی زندہ سے ملاقات کی اور اس کے یہاں کچھ نہ چکھا تو گویا کسی مردے سے ملاقات کی۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک طالب طریقت کسی عزیز (درویش) کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا اس کے پاس پیش کرنے کے لئے کوئی تحفہ موجود نہیں تھا اس نے ایک ڈھیلا ہاتھ میں لے لیا وہاں پہنچکر وہی ڈھیلا پیش کر دیا۔اتفاق سے وہی ڈھیلا اُن درویش کے کام آیا۔

جب ملاقات کرنے والا درویش کی خدمت میں پہنچے اور اسکو کسی کام میں مشغول پائے جیسے دیوار اٹھانا اور جھاڑو دینا وغیرہ (کہ مشائخ نے ہمیشہ یہ کام کئے ہیں) تو زائر کو چاہیئے کہ اس کام میں اس کا ہاتھ بٹائے، جب کوئی شخص جمعہ، چہار شنبہ یا مہینے کی پہلی تاریخ کو از قسم ماکولات واجناس کچھ پیش کرے تو فوراً قبول کرلے اور کھانے کی چیزوں کو فوراً کھالے، اسلئے کہ وہ لوگ جو کچھ پیش کرتے ہیں اس کے ساتھ ایک غیبی نعمت موجود ہوتی ہے جو اثر کرتی ہے۔ **مصرع**

از دست دوست ہر چہ ستانی شکر دہد

ترجمہ:۔دوست کے ہاتھ سے جو کچھ ملتا ہے میٹھا ہوتا ہے۔

اگر فتوح کرنے والا خود موجود ہو تو یہ دعائیہ کلمات کہے:۔

جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا وَتَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنْکَ

اور اگر موجود نہ ہو تو اسطرح کہے:۔

جَزَاهُ اللّٰہُ مَحیْرًا وَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنْهُ.

درویش اگر جامہ یا جائے نماز (مصلّٰی) پیش کرے تو اللہ کے شکر میں دوگانہ ادا کرے۔اور فتوح میں جو کچھ ملا ہے وہ اپنے شیخ کے حضور میں لے کر حاضر ہو۔درویش جب کسی کی ملاقات کیلئے روانہ ہونے لگے تو خادم اُسکے روانہ ہونے سے پہلے اس بزرگ کو مطلع کردے کہ فلاں آپ سے ملنے کے لئے آرہے ہیں تاکہ عدم ملاقات کا حجاب درمیان سے دور ہو جائے۔

مزارات کی زیارت کرنے کے بعد کسی مریض کی عیادت کو نہیں جانا چاہیئے، اگر جانا بہت ہی ضروری ہو تو راستہ میں دوگانہ ادا کر کے عیادت کے لئے جائے۔عیادت کے وقت مریض سے امیدافزا اور حیات انگیز باتیں کرنا چاہیئے اس کے خلاف نہ کرے۔خوشی اور مسرت کی مجلس یا محفل میں غم انگیز باتیں نہیں کرنا چاہیئے اسی طرح نکاح کی مجلس میں

طلاق کا ذکر نہ کرے، غرضیکہ ہر محفل یا مجلس میں وہاں کے ماحول کے مطابق گفتگو کرے، چاندرات کو سفر کے دوران اگر امامت کرنے کا اتفاق ہو جائے تو ایسی آیات کی تلاوت نہ کرے جو عذاب الٰہی یا خشیت الٰہی پر مشتمل ہوں ممکن ہے کہ کوئی شخص تلاوت کی جانے والی آیات سے فال لینا چاہتا ہو۔

اگر کوئی شخص ملاقات میں کنگھا بطور نذرانہ پیش کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ شانہ کسی چیز میں لپٹا ہوا ہو، شانے کو محفوظ کر کے نذر کرے۔ کھلا شانہ قطع محبت کا موجب ہوتا ہے چنانچہ کاغذ یا کپڑے میں لپیٹ کر پیش کرے اسی طرح چھری بغیر غلاف کے نہ دے اس کا بھی وہی اثر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ خربوزہ یا گوشت دے کیونکہ یہ دونوں چیزیں چھری سے بہت آسانی سے کٹ جاتی ہیں۔ اسی طرح پانی کا برتن خالی نہ دے (بھر کر دے) مجلس میں سفید ریش درویش کو سیاہ ریش درویش پر مقدم رکھیں (آگے بٹھائیں) اسی طرح مخلوق کو غیر مخلوق پر ترجیح دیں۔ اکابر صوفیہ اپنے احباب کو مصلاّ، تسبیح، شانہ وعصا اور چھاگل وغیرہ جو کچھ دیتے تھے ان میں سے ہر چیز حقیقت اور معنی کی طرف ایک اشارہ ہوتا تھا۔

زیارت قبور

اس مجلس میں زیارت قبور کا بھی ذکر چھڑ گیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اکابر کی زیارت کے بعد جو مسند ارشاد پر متمکن ہیں، اکابر کے مزارات کی زیارت بھی ضرور کرنا چاہیئے کہ بعض ارباب طریقت اور اصحاب معرفت نے اپنے مقصود حقیقی کو ان قبور کی زیارت وملازمت ہی سے حاصل کیا ہے چنانچہ حضرت مولانا زین الدین نے حضرت شیخ الاسلام شیخ احمد جامی کی روحانیہ مبارکہ سے رشد و برکات الٰہی وفتوحات نامتناہی حاصل کی تھیں جب وہ شدید ریاضات اور منتخب مجاہدات سے فارغ ہوئے تو شیخ الاسلام جامی کی روح پرفتوح ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے درد کی دوا ہمارے شفاخانہ میں رکھی ہے۔ مولانا زین الدین کا یہ دستور تھا کہ وہ سات سال تک مسلسل پاپیادہ اور اکثر برہنہ پا آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوتے رہے اور اس گنبد میں جو آپ کے مزار مبارک کے سامنے تھا جا کر کھڑے ہو جاتے اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہتے۔ اور قدم قدم آگے بڑھتے رہے۔ اسی طرح ایک ایک بڑھاتے بڑھاتے سات سال کی مدت میں آپ کے مزار مبارک تک پہنچے۔ مزار مبارک کے قریب پہنچ کر بھی کچھ وقت کھڑے رہتے کبھی دور اور کبھی نزدیک آخری دور میں بیٹھ جاتے، اُن سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی آنحضرتؐ کے اشارے کے مطابق تھا۔ اس طرح تیس سال کی مدت میں آپ نے ایک ہزار بار قرآن پاک کا ختم مکمل کرلیا، تب کہیں وہ اپنے منزل مقصود کو پہنچے۔ حضرت شیخ الاسلام کی روحانیہ سے حکم ہوا کہ اب امام رضا رضی اللہ عنہ کے مشہد مقدس کی زیارت کا اہتمام کرو، چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور وہاں حاضر ہو کر انہوں نے فیض حاصل کیا اور گونا گوں نوازشوں سے سر بلند ہوئے وہاں سے فیضیاب ہو کر وہ طوس کے مزارات مقدسہ کی زیارت کیلئے طوس پہنچے اور وہاں تمام مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے ایک رات وہ حضرت شیخ ابو نصر سراج قدس اللہ سرہٗ کے مزار پر موجود تھے خواب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: ''کل شہر میں تمہاری ملاقات ایک ایسے درویش سے ہوگی جو عریاں رہتا ہے تم اُن کی بہت زیادہ تعظیم وتکریم کرنا صرف سجدہ نہ کرنا،،۔ جب صبح کو یہ شہر طوس کے اندر گئے تو ان کو شہر میں بابا محمود طوسی مجذوب بالکل اسی شکل وصورت کے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا، سامنے سے آتے ہوئے

نظر آئے جیسے ہی انہوں نے مولانا کو دیکھا تو فوراً زمین پر لیٹ گئے اور نمدے سے اپنے سر کو چھپالیا۔مولانا انکے قریب پہونچے اور کچھ دیر کھڑے رہے، بابا محمود طوسی نے کچھ دیر کے بعد نمدے سے سر باہر نکالا اور کھڑے ہوگئے اور خود کو مخاطب کر کے کہا ''اے محمود! تو ایسے شخص کی تعظیم نہیں کرتا جس سے شیخ ابونصر سراج کے مزار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات فرمائی اور ان کو تیرا پتہ بتایا۔آسمان کے فرشتے بھی اُن سے حیا کرتے ہیں۔مولانا نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور اُن سے کہا جائیے رودبار کے اولیاء آپ کے تشریف لانے کے منتظر ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں باریاب تھا کسی شخص نے شیخ قدس اللہ سرہٗ سے سوال کیا کہ بدن کو خاک میں ادراک نہیں ہے، جسم یہ ادراک روح سے کرتا تھا اب دونوں جدا ہوگئے ہیں۔ عالم ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے ایسی صورت میں کسی قبر پر جانے سے کیا حاصل؟اس لئے کہ جس طرف بھی روح کی جانب توجہ کی جائے وہاں روح موجود ہوگی نہ کہ صرف قبر میں۔حضرت شیخ نے یہ اعتراض سنکر فرمایا کہ قبر پر جانے کے بہت سے فائدے ہیں ایک تو یہ کہ تم کسی سے ملاقات کیلئے جاتے ہو تو اس میں جس قدر بھی قریب ہوگے اتنی ہی تمہاری جانب اسکی توجہ زیادہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جب کسی قبر پر جاؤ گے اور صاحب قبر کی قبر کا مشاہدہ کروگے تو صاحب قبر بھی پورے طور پر تمہاری طرف متوجہ ہوں گے اور اُن سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ نیز یہ کہ روح کے لئے ہر چند حجاب نہیں ہے اور تمام عالم اس کے لئے یکساں ہے لیکن وہ بدن جس سے وہ ستر سال تک متعلق رہی ہے اور وہ اسی بدن کے ساتھ محشور بھی ہوگی اور پھر ابدالآباد تک اسی بدن میں رہنا ہوگا۔ پس روح اس جگہ کو اپنی نظر میں زیادہ رکھے گی بمقابلہ دوسری جگہوں کے۔اس صراحت کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے اس جگہ قیام کیا جو حضرت جنید قدس اللہ سرہ کی خلوت گاہ تھی۔اُن کی اس خلوت گاہ سے مجھے ذوق تمام حاصل ہوا۔کیونکہ اس جگہ کو حضرت جنید کی صحبت سے فیض پہنچا تھا، جب میں اس خلوت گاہ سے باہر نکلا اور حضرت جنید قدس اللہ سرہ کے مزار پر حاضر ہوا تو وہاں مجھے وہ ذوق وکیف حاصل نہیں ہوا۔ میں نے یہ اپنے شیخ (مُرشد) سے عرض کی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ذوق جو تم کو اس خلوت گاہ میں حاصل ہوا وہ حضرت جنید کے باعث حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اُن ہی کی بدولت نصیب ہوا۔تب اُنہوں نے فرمایا کہ محض ایک جگہ کچھ عرصہ رہنے کے باعث کہ وہ اپنی تمام عمر میں چند بار ہی وہاں تشریف فرما رہے ہوں گے لیکن محض اس تعلق کے باعث تم کو وہاں سے ذوق حاصل ہوا تو پھر اس جسم سے جس میں وہ روح ایک عرصۂ دراز تک مسلسل رہتی رہی ہے یقیناً زیادہ ذوق حاصل ہونا چاہیئے تھا ممکن ہے کہ تمہاری جس کے کسی اور امر میں مشغول ہونے کے باعث مزار پر تم کو وہ ذوق حاصل نہ ہوا ہو جو خلوت گاہ میں حاصل ہوا۔ذرا خرقہ کے فیض پر غور کرو کہ جس کو کوئی صاحب دل پہن لیتا ہے تو اس سے کس قدر ذوق اور کیف حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ بدن خرقہ سے نزدیک تر ہے اس سے اور زیادہ ذوق حاصل ہونا چاہیئے الغرض زیارت قبور مشائخ کے بہت سے فائدے ہیں۔اگر کوئی شخص یہاں سے حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ ومقدسہ کی طرف توجہ کرے تب بھی فائدہ پائے گا اور اسکو کیف حاصل ہوگا لیکن اگر یہ عمل مدینہ منورہ میں

پہنچ کر کرے اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سفر کی تکالیف سے آگاہ ہیں، تو جب مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلیتہً اس کی طرف متوجہ ہوں گے، اس فائدے کو اُس فائدے سے کیا نسبت؟ اہل مشاہدہ اس بات کی تحقیق کر چکے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرنے والے زیارت کرنیوالے کی آمد سے اور اسکی توجہ سے باخبر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ عالم ارواح بہت ہی لطیف ہے۔ خصوصیت کے ساتھ حضرات مشائخ واکابر کی ارواح تو زائر کی معمولی توجہ ہی سے آگاہ اور باخبر ہوجاتی ہے۔

منقول ہے کہ سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیاء) حضرت خواجہ قطب الدین اوشی قدس اللہ سرۂ کے مرقد متبرک کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ پس اُس وقت جبکہ سلطان المشائخ زیارت کے طواف میں معروف تھے انکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میری اس توجہ سے حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ کی روح آگاہی اور خبر رکھتی ہے یا نہیں؟ ابھی اُن کے دل میں خطرہ پورا نہیں ہوا تھا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرۂ کے مرقد منور سے ایک آواز بلند ہوئی جس سے فصیح زبان میں اس شعر کا مفہوم واضح ہو رہا تھا

مرازندہ پندار چون خویشتن — من آیم بجان گر تو آئی بہ تن
مدان خالی ازہم نشینی مرا — بہ بینم ترا، گرنہ بینی مرا

ترجمہ:۔ مجھے تم اپنی طرح ہی زندہ شمار کرو کہ تم تو جسم کے ساتھ یہاں آئے ہو اور میں یہاں جان کے ساتھ ہوں۔ مجھے تم اپنی ہم نشینی سے جدا نہ سمجھو میں تم کو دیکھ رہا ہوں اگرچہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفی جب کسی شہر میں داخل ہو تو سب سے پہلے ان اکابر حضرات کی پائے بوسی کی سعادت حاصل کرے جو بفضلہٖ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ اس کے بعد مشائخ واکابر کی قبور کی زیارت کا شرف حاصل کرے اور اگر زائر کے مُرشد کا مزار اس شہر میں موجود ہے تو سب سے پہلے اس مزار کی زیارت کرے ورنہ جن اکابر کے بارے میں لوگ اسکو مطلع کریں ان کے مزارات کی زیارت کرے، پھر اس کے مرید کی اور اس کے بعد اس کے مرید کی مزار کی زیارت کرے۔

اکابر کے مزارات پر پیشانی رکھنا

اکابر کے مزارات پر پیشانی رکھنے کے بارے میں علماء نے بحث کی ہے اور اس کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔ لیکن حضرات مشائخ میں اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ اس فقیر (حضرت اشرف جہانگیر) کے خیال میں جیسا کہ میں نے سیاحت کے دوران بہت سے اکابر کے یہاں مشاہدہ کیا ہے کہ جس کسی ہستی کے ساتھ زندگی میں ادب وتعظیم سے پیش آتے تھے، مرنے کے بعد بھی اسی ادب اور تعظیم کو انھوں نے روا رکھا ہے۔ جیسے والد، استاد، مرشد اور ان جیسے دوسرے بزرگ حضرت جن کی تعظیم واجب ہے لیکن مشائخ کے سامنے زمین پر پیشانی رکھنے کو بعض مشائخ نے روا رکھا ہے اور جب کبھی ان کے کسی مرید نے فرطِ ارادت اور غایت شفقت سے ان کے سامنے اپنی پیشانی زمین پر رکھدی تو

انہوں نے مُرید کواس عمل سے منع نہیں فرمایا لیکن اکثر مشائخ نے اس سے اجتناب کیا ہے اور اپنے مریدوں کواس سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ سجدۂ تعظیمی سابقہ زمانے میں جائز تھا اور اب منسوخ ہے۔

لیکن میرے مخدوم (شیخ علاؤالدین گنج نبات) جب نماز جمعہ نماز عیدین سے فارغ ہوکر واپس تشریف لاتے تو ہزاروں لوگو آپ کے قدموں پر سر رکھتے تھے اور وہ لوگ جو آپ کے قدم ہائے مبارک پر سر نہیں رکھ پاتے تھے وہ دور ہی رہ کر زمین پر سر رکھ دیتے تھے۔ایک ملاّ نے اس سلسلہ میں آپ سے استفار کیا اور کہا کہ یہ بات تو شریعت میں منع ہے۔آپ نے فرمایا کہ میں تو لوگوں کو بہت زیادہ منع کرتا ہوں اور باز رکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ ایسا کرنے سے باز ہی نہیں آتے۔مختصر یہ کہ اس طرح آپ نے بہت ہی انکساری کی باتیں فرمائیں۔طالبانِ صادق اور دوستانِ واثق جب شیخ کے آئینہ (رخ) میں اس جمالِ حقیقی کو دیکھتے ہیں یعنی شیخ کی صورت میں جب حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بے اختیار ہوکر سر زمین پر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ **بیت**

سری کودرخورایثار نبود

مرااباین سری سرد کار نبود

ترجمہ:۔وہ سر جو ایثار کے قابل نہیں ہے ایسا سر مجھے ہرگز نہیں چاہیئے

اس سجدے کے جواز کے سلسلہ میں بعض اصحاب نے شرعی روایتیں (تاویلیں) بھی پیش کی ہیں مثلاً کتاب الملتقط میں کہا گیا ہے کہ سجدے کی دوطرفیں ہیں (دوطرح کے ہیں) طرف تعظیم وطرف عبادت۔سجدہ تحیۃ انسان کے لئے ہے اور سجدۂ عبادت صرف اللہ کے لئے ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ سجدہ تحیۃ بمنزلۂ سلام کے ہے۔پس شیوخ کے سامنے دونوں رخساروں کو زمین پر رکھنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔سجدہ دوطرح کا ہے۔سجدۂ عبادت اور سجدہ تحیۃ پس پہلا یعنی سجدۂ عبادت وہ مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اور دوسرا یعنی سجدہ تحتیہ کی تکریم بجالانے کے لئے ہے اور اس کے پانچ محل اور مواقع ہیں۔یعنی سجدۂ تعظیم پانچ موقعوں پر روا ہے۔

۱۔کسی امت کا اپنے نبی کو

۲۔مُرید کا پیر کو

۳۔رعیت کا بادشاہ کو

۴۔اولاد کا والدین کو

۵۔غلام کا آقا کو

ان پانچ مواقع پر سجدہ کرنے کی ہرحال میں اجازت ہے۔ جب انسان کسی انسان کو سجدہ تعظیمی کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہوجاتا۔ اسی طرح کوئی شخص بادشاہ یا اُس کے علاوہ کسی انسان کو سجدہ (تعظیمی) کرے اور اس کی نیت صرف تعظیم وتکریم ہونماز نہ ہوتو وہ کافر نہیں ہوتا۔ یہ تمام تصریحات فتاویٰ قاضی خان وصغیر خانی وتیسرو

سراجی وخانی اور کافی میں موجود ہیں (یہ کتب فقہ اہل سنت کی مشہور کتابیں ہیں)[۱]

کتاب مرصاد العباد میں کہا گیا ہے کہ مشائخ کے سامنے سر کو زمین پر رکھنا سجدہ نہیں ہے بلکہ یہ معبود حقیقی کے اُس نور ذات وصفات کی تعظیم وتکریم ہے جو مشائخ میں جلوہ گر ہے۔

زیارت قبور

حضرت قدوۃ الکبرا فرمایا کہ جب زیارت قبور کے لئے جائے تو مزار کے پائیں سے داخل ہو اور تین یا سات بار مزار کا طواف کرے، اس کے بعد مزار کے پائیں طرف جا کر تعظیماً سر کو جھکائے، پھر مزار کے سامنے کی طرف بالکل مقابل میں کھڑے ہو کر کہے:

عَلَیْکُمُ السَّلاَمُ یَااَھْلَ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ اَھْلِ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ.

(اے اہل لا الہٰ الا اللہ تمہارے اوپر لا الہٰ الا اللہ والوں کی جانب سے سلامتی ہو)

کَیْفَ وَجَدْتُمْ قَوْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ؟یَااَللّٰہُ بِحَقِّ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ اِغْفِرْلِمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا قُبِلْنَا قَوْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ.

ترجمہ:۔ آپ نے قول لا الہٰ الا اللہ کو کیسا پایا؟ اللہ کلمہ لا الہٰ الا اللہ کے صدقے میں اس کو بخشدے جس نے لا الہٰ الا اللہ کہا اور ہم کو اسی گردہ کے ساتھ اٹھا جس نے لا الہ الا اللہ کہا، اور ہمارے قول لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قبول فرمالے۔

اس کے بعد قبر پر پھول یا سبزہ چڑھائے، اس کے بعد بیٹھکر یا کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۂ زلزال وتکاثر ایک ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص سات بار یا دس بار پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَحَیٌّ لَایَمُوْتُ اَبَدًا ذُوالْجَلاَلِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ

بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلُ اللّٰہِ.

یہ دعا پڑھنے کے بعد یہ الفاظ بھی کہے:۔ **اللّٰھم قرأت ھذہ القرأۃ وجعلت ثوابھا تحفۃً بروح فلان بن فلان.**

اس کے بعد پھر قبر کے سامنے آئے اور غلاف مزار (چادر) کے نیچے اپنا ہاتھ رکھے اور اپنی حاجت بیان کرے۔

جب مشائخ کی زیارت کے لئے جائے تو بغیر شیرینی، پھول اور سبزہ کے نہ جائے اور اگر پیرومرشد کے مزار پر جائے تو نقدی بھی قبر پر رکھے۔ بعد میں اس نقدی کو مخدوم زادگان کی خدمت میں پیش کرے اور کچھ نقدی بطور ہدیہ مجاوروں کو بھی دے۔ اجتماعی طور پر جب زیارت کے لئے جانا ہو اور سر حلقہ زیارت میں مشغول ہو تو

---

[۱] سجدہ عبادت وہ ہے کہ مسجود کو نفع وضرر کا مختار سمجھے جو سوائے حق تعالیٰ کے کسی اور کے لئے نہیں ہے اگر اس نیت سے سجدہ کرے تو کافر اور محض تعظیم کی نظر سے کرے تو بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک حرام۔

دوسرے ہمراہی الگ کھڑے رہیں۔ جب سرحلقہ زیارت سے فارغ ہوجائیں تب دوسرے لوگ نوبت بہ نوبت زیارت سے مشرف ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب کبھی سالک میں حال قبض پیدا ہوجاتا ہے تو اگر اس کا مرشد بقید حیات ہے تو اس کے دیدار سے حال بسط پیدا ہوجاتا ہے ورنہ مرشد کے مزار مبارک کی زیارت سے یا دوسرے مشائخ کے مزارات پر حاضر ہونے سے یہ مقصد حاصل ہوجاتا ہے۔

منقول ہے کہ جب کبھی حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر پر حال قبض طاری ہوتا تھا تو وہ اپنے مرشد ابوالفضل قدس اللہ سرہٗ کے مزار پر چلے جاتے تھے، خواجہ ابوطاہر ابوسعید کہتے ہیں کہ ایک روز ہمارے شیخ پر حال قبض طاری ہوگیا، وہ مجلس میں رونے لگے۔ پھر فرمایا کہ گھوڑا تیار کرو، چنانچہ اسی وقت وہ روانہ ہوگئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے بہت سے مریدین تھے، جیسے ہی آپ پیر ابوالفضل قدس اللہ سرہ کے مزار پر پہنچے تو آپ کا حال قبض حال بسط میں بدل گیا۔ تمام درویشوں میں شور پیدا ہوگیا، وہاں قوال بھی موجود تھے انہوں نے اس بیت کو پڑھنا شروع کردیا۔

بیت

معدن شادیست این یا معدن جود و کرم
قبلۂ ماروئ یار و قبلۂ ہر کس حرم

ترجمہ:۔ یہ حالت خوشی کے خزانہ میں سے ہے یا جود و کرم کے خزانہ میں سے کہ ہمارا قبلہ ہمارے یار کی صورت ہے جبکہ دوسروں کا قبلہ حرم ہے۔

تمام مریدین شیخ ابوسعید کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے اور شیخ کے مزار کے طواف میں مصروف تھے اور نعرے لگاتے جاتے تھے، کچھ دوسرے درویش سر و پا برہنہ انتہائی وجد کی حالت میں زمین پر لوٹ رہے تھے اُس وقت شیخ ابوسعید نے فرمایا کہ آج کے اس وقوعہ کی تاریخ کو لکھ لیا جائے کہ آج کے دن سے بہتر کوئی دن ہم کو میسر نہیں ہوسکتا ہے۔

بیت

چہ روزست این کہ بہ زین روز نبود
اگر باشد چنین فیروز نبود

ترجمہ:۔ یہ کیسا عمدہ دن ہے کہ اگر ایسا دن نہ ہوتا تو کامیابی نہ ہوتی۔

اس واقعہ کے بعد جب کسی مرید کے دل میں حج کا شوق پیدا ہوتا تھا تو وہ شیخ ابوالفضل کے مزار پر جا کر سات طواف کرلیتا تھا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات حضرت قدوۃ الکبرا نے بیان فرمائے۔ بے شک دوسرے بزرگوں کے مزارات سے بھی ایسے ہی فیوض حاصل ہوئے ہیں۔

بیت

ازین حال اگر نیز گردان شوم
زیارت گہ نیک مردان شوم

ترجمہ: اگر ایسا ہی حال پھر ہو جائے تو میں اچھے لوگوں کی زیارت گاہ بن جاؤں۔

مولانا ظہیرالدین جب کبھی گازرگاہ تشریف لے جاتے تو جب وہ گازرگاہ کے پُل کو عبور کر لیتے تو اپنی جوتیاں اتار لیتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے اولیاء اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں جوتیاں پہن کر انکے لحد کے سامنے پاؤں رکھوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا بھی جب صالحیہ (دمشق) اور جبل الفتح کے مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تو پاؤں سے جوتیاں نکال لیتے تھے اور برہنہ پا زیارت فرمایا کرتے تھے۔ یہی صورت ہندوستان میں بھی تھی۔ جب آپ دہلی، بدایوں، سرزمین جائس، بہار، اودھ اور کڑہ کے مزارات کی زیارت کرتے تھے تو ہمیشہ برہنہ پا ہوتے تھے۔ واللہ اعلم

لطیفہ۱۸

معانی زلف وخال وغیرہ

(درمیان معنی زلف وخال وامثال آن)

قال الاشرف:

اَسْرَارُالْمَشَائِخَ دُرَرٌ وَّاَلْفَاظُ الشُّعَرَآءِ اَصْدَافُهَا.

ترجمہ:۔(حضرت) قدوۃ الکبرا نے فرمایا: مشائخ کے اسرار موتی ہیں اور شعراء کے الفاظ ان موتیوں کی سیپیاں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صالحیہ دمشق میں مجھے حضرت کبیر الدین ابن فخر الدین العراقی کا شرف صحبت حاصل ہوا تو بہت سے فوائد عارفانہ اور اصناف موائد محققانہ سے انہوں نے مجھے بہرہ مند فرمایا۔ انہی دنوں میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ اپنے بہت سے مُریدوں اور ارادت مندوں کو حضرت مولانا رومی کے دیوان کا سبق دیا کرتے تھے ان اشعار میں خدوخال وغیرہ کے جو الفاظ استعمال کئے گئے تھے ان کے معنی متعارفہ کے برعکس اصطلاح صوفیہ کے مطابق ان کے معانی بیان فرمایا کرتے تھے (یعنی خدوخال اور زلف کے معانی رخسار، تل اور چوٹی بیان نہیں فرماتے تھے بلکہ ان معانی کے بدلے صوفیانہ اصطلاحیں بیان فرماتے تھے) ان عجیب وغریب اصطلاح اور نادر کلمات کو شعری لباس میں چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کا موجب یہ ہے کہ ان حضرات کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ ایک نامحرم کی نظر ان کے اصول واردات پر پڑے۔ پس انہوں نے یہی مناسب سمجھا اور بہتر خیال کیا کہ عرائس معانی کو اصطلاحی الفاظ سے آراستہ کیا جائے اور صرف دیدہ ور حضرات ہی ان مصطلحانہ عبارتوں کے موتیوں کو ان سیپیوں سے نکال سکیں۔

مثنوی

درون خجلۂ الفاظ رنگین　　فراز منصۂ اشعار شیرین
بجلوہ درعروس معنوی خویش　　درآرندنی بہ بیگانہ برخویش

ترجمہ:۔رنگین الفاظ کے پردے میں اور شیریں اشعار کے جلوے میں اپنے حقیقی معانی کو چھپا کر ظاہری الفاظ میں بیان کیا کہ بیگانہ اسکو نہ سمجھ سکے۔

پس اس مقصد کے تحت ان حضرات نے خاص معانی کو زلف ورخسار اور ناز وادا کے ظاہری الفاظ میں بیان کیا ہے تا کہ عوام اس راز کو نہ پاسکیں۔

اب یہاں ان لغات شاعرانہ کو حضرات صوفیہ کے معانی مطلوبہ اوران حضرات کی مرادی عبارتوں کے مطابق بیان کیا جاتا ہے تا کہ طالب صادق جس لفظ کے اصطلاحی معانی سمجھنا چاہیں اس سے جلد ہی بہرور ہوسکیں بہ طفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ امجاد

الف

کلیسا: عالم حیوانی

چلیپا: عالم طبائع

ترسا: معانی وحقائق جب وہ دقیق اور رقیق ہوجائیں

لقا: ظہور معشوق جبکہ عاشق کو یقین ہوجاتا ہے کہ وہ ہے۔

دفا: عنایت ازلی جو بغیر عمل خیر اور اجتناب از شر سے ہو۔

جفا: معارف ومشاہدات کو سالک کے دل سے چھپنانا۔

شب یلدا: نہایت الوان کہ سواد اعظم ہے۔

شما: کسی مسرت کا حاصل ہونا۔

چشم شہلا: سالک کے احوال وکمالات اور علومرتبہ کو ظاہر کرنا، اس کے علاوہ منع ہے اور شہرت اس مقام سے حاصل ہوتی ہے اور یہ مکر واستدراج سے کم خالی ہوتا ہے

ب

محبّ: صاحب محبت، خواہ طالب مفارق ہو یا نہ ہو، خواہ طلب ہو یا نہ ہو۔

محبوب: حق تعالیٰ جبکہ بغیر کسی قید کے اسے دوستی سے بے نیاز جانتے ہیں۔

طلب: حق کی تلاش اگر چہ اُسے دوست رکھیں یا نہ وہ عبدیت اور معبودیت سے پہلے تھا۔

طالب: عبودیت اور اس کی کمال حمدیت کے ساتھ حق کا متلاشی از روئے دوستی نہیں۔

مطلوب: ذات حق جبکہ اس کا متلاشی دوستی سے منسوب ہو۔

فریب: استدراج الہیٰ

حجاب: وہ رکاوٹ جو عاشق کو معشوق سے روکتی ہے، یہ حجاب عاشق کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔

نقاب: وہ رکاوٹ جو عاشق کو معشوق سے دور رکھتی ہے، معشوق کے ارادت کے حکم کے بموجب۔

طرب: حق تعالیٰ سے اُنس اور دل کا اس میں مسرور ہونا

شراب: عشق کے وہ غلبے جو حاصل ہوں باوجود اعمال کے مستوجب ملامت ہونے کے۔ یہ اہل کمال کا خاصہ ہے کہ وہ نہایت سلوک میں اخص ہوتے ہیں۔

مست خراب: استغراق اوراپنے استغراق پرنظر رکھنا
کباب: تجلیات میں دل کا پرورش پانا
شب: عالم غیب۔بعض اسکو عالم جبروت خیال کرتے ہیں اور یہ عالم خطی ہے جو وجود وعدم کے مابین ہے۔بعضوں نے خلق وامر کے مابین کہاہے اور بعض عالم ربوبیت وعبودیت کے درمیان کہتے ہیں۔
مطرب: آگاہی بخشنے والا
لب: کلام
غبغب: ملاحظہ اورلذت علم کا اقتران
شتاب: سرعت سیر جومقامات کے وقائق کی بےشعور معرفت ہےاور یہ سیر جذبہ کے حکم سے ہےاورخواہ بحکم سلوک دراعمال وریاضات اورتصفیہ پاک کی وجہ سے ہو۔
سخن خوب: مادہ اورغیر مادہ میں اشارت واضح۔
خواب: فناءاختیاری

ت

محبت: حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے بغیر کسی سبب اور علاقہ کےاور بغیر کسی متحرک کے دوستی۔
ملاحت: کمالات الٰہی کا بےنہایت ہونا جہاں سوائے اسکی ذات کے کسی کی رسائی نہیں ہے کہ کوئی مطمئن ہو۔
ظرافت: مادہ میں انوار کا حضرت الٰہی کی طرف سے ظہور ہونا۔
شوخیٔ کثرت: التفات
غارت: جذبۂ الٰہی
دوست: شیوۂ محبت الٰہی
قامت: سزاوار پرستش اورحق تعالیٰ کےعلاوہ کوئی سزادار پرستش نہیں ہے۔
چشم مست: سالک سے جو غلطی سرزدہو حق تعالیٰ کا اس کو چھپالینا اسطرح سے کہ کوئی دوسرا اُس سے آگاہ نہ ہوسکے۔اسکو عفوبھی کہتے ہیں۔
عشرت: وہ لذت ہے جس کا شعور ہو اوراسکی نسبت حق تعالیٰ سے قائم ہو۔
خرابات: خرابی۔
بت: مقصود ومطلوب
عبادت: سالک کا اجتہاد
زکوٰۃ: ترک وایثار
طامات: معارف
دست: صفت قدرت

انگشت: احاطہ کرنے کی صفت

سبلت: عالم الٰہیہ کی ہیئت صفت ربوبیت کے ساتھ

محنت: رنج والم جو معشوق کی جانب سے عاشق کو پہنچتا ہے خواہ وہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری

راحت: وہ وجودامری جو دل کے ارادہ کے مطابق ہو

رویت: عبودیت کی ادائیگی کا ہر بندے کو ایسی قدرت نہ ہونا جو سزا دار حق تعالیٰ ہے۔

سعادت: ازلی تعلیم

شقاوت: ازلی راندہ

غیبت: مقام دوئی

ج

حج: سلوک الی اللہ

تاراج: تمام احوال واعمال ظاہری و باطنی میں سالک کے اختیار کا سبب۔

رنج: وجودامری۔

ح

قدح: وقت

صلح: قبول اعمال وعبادت اور وسائط قرب

صبح: دل کے ارادہ کے برخلاف وقت واحوال کا طلوع۔

خ

رُخ: تجلیات محض

زنخ: محل لذات

زبان تلخ: وہ امر جو سالک کی طبیعت کے موافق نہ ہو

سیب زنخ: لذت مشاہدہ کا علم

چاہ زنخ:۔ اسرار مشاہدہ کی مشکلات

د

ساعد: قدرت وقوت کی صفت

قد: استواء الٰہی یا غلبۂ الٰہی

خد: وہ حالت ہے جو فراق کے بعد ظاہر ہو اور طلب کا باعث بن جائے۔

فریاد: ذکر جہری

درد: اس حال کا نام ہے جو محبت سے محبّ پر طاری ہو جاتی ہے اور اس کے برداشت کرنے کی محبّ میں طاقت نہیں ہوتی۔

شاہد: تجلی حق

عید: مقام جمع

زہد: زیادتی اور فضولی سے اعراض

بامداد: مومات کے مارنے کی جگہ

ر

مہر:۔ اپنی اصل کی طرف رغبت جبکہ حصُولِ لذت سے آگاہی ہو اور دریافت مقصد کا علم ہو۔

سر: وہ جذبہ الٰہی جس پر کبھی سلوک مقدم ہوتا ہے کبھی برعکس

مکر: معشوق کا عاشق سے غرور کرنا کبھی از روئے لطف و موافقت اور کبھی بطریق مخالفت۔

جور: عروج سے سالک کا روک لینا۔

امیر: سالک پر ارادت الٰہی کا جاری رہنا یا جاری رکھنا۔

تکبر: سالک کا اپنے اعمال سے بے نیاز رہنا یا ہو جانا۔

شہر: وجود مطلق

در:۔ مطادعت یا اطاعت

یار: وہ صفتِ الٰہی جو تمام موجودات کے لئے ضروری ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی موافق نام سالک کیلئے نہیں ہوسکتا کہ کلمۂ توحید اس اسم پر دائر ہے۔

غمگسار: صفتِ رحمانی کہ اس میں شمول وعمومیت موجود ہے۔

غم خوار: حق تعالیٰ کی صفتِ رحیمی جو صرف اسی سے مخصوص ہے۔

دلدار: بسط پیدا کرنے والی صفت جو سرورِ محبت سے پیدا ہوتی ہے۔

دلبر: بسط کے برعکس قبض پیدا کرنے والی صفت جو دل میں محنت واندوہ پیدا کرتی ہے۔

سر: ارادت الٰہی کی صفت

دور: سالک کی بدایت

خمار: مقام وصول سے رجعت بقہر یا بطریق انقطاع۔

شب قدر:۔ وجود حق تعالیٰ میں عین استہلاک میں سالک کی بقاء

کفر: تاریکیٔ عالم اور تفرقہ

دیر: عالم انسانی

کافر: صاحب اعمال

تاثیر: مقام خمور

بہار: مقام علم

گلزار: مقام کشف اسرار جس پر بھی اس کا اطلاق کیا جائے اُس سے اس کی اضافت کردی جاتی ہے۔ (مثلاً گلزارِ شہود، گلزارِ تجلی وغیرہ)

ابر: وہ حجاب جو وصول کا سبب ہو اور اجتہاد کے واسطے سے حصول شہود کا موجب ہو۔

جوئیار: مجازی عبودیت

نالۂ زار: محبّ کی تلاش

نالۂ زیر: محبوب کا الطاف جو محبّ پر ہو

گوہر: اشارات واضح کے ساتھ ''سخن''

سخن چون گوہر: اشارت مدرکہ

کنار: دریافت امرار دوام

حضور: مقام وحدت

شتر: انسانیت

قطار: نوعیہ

زر: ریاضت

صبر قہر: تقدیر الٰہی پر مجبور ہونا۔

کبر: صفات قہر کا تسلط جو عاشق پر ہوتا ہے۔

زنار: معشوق کا عاشق کو قوت دینا۔

ز

ترک تاز: جذبۂ الٰہی جبکہ سلوک مقدم ہو، جب جہت مجاہدہ سے نشو ونما نہیں ہوتی ناگاہ جذبۂ الٰہی کا صدور ہوتا ہے اور سالک کے کردار کو قبول کر لیتا ہے اور اس کے باقی احوال کا تکملہ کر دیتا ہے جو سالک کو مقصود تک پہو نچا دیتا ہے۔

روز:۔ انوار کا تتابع۔

نوروز: مقام تفرقہ

نماز: مطاوعت

خط سبز: عالم برزخ

س

مجلس: آیات واوقات حضورحق

ناقوس: یاد کرنا اور مقام تفرقہ کا ذکر

نرگس: نتیجۂ علم، جو دل میں پیدا ہوتا ہے

چشم نرگس: سالک سے اس کے احوال وکمالات اور علوم رتبت کا پوشیدہ رہنا اگر چہ لوگ اسکو دلی جانتے اور سمجھتے ہوں۔ لیکن وہ خود نہ جانتا ہو کہ وہ ولی ہے اور اس کے برعکس کہ وہ اپنی ولایت کو جانتا ہو لیکن لوگ اس کی ولایت کو نہ جانتے ہوں۔ یہ دونوں حالتیں ایک ہی جنس سے ہیں۔

ش

عیش: دوام حضوری اور اس میں فراغت

قلاش: اعمال کے معاشر اور مباشر جیسا بھی تقاضائے حال ہو

اوباش: غلبۂ محبت میں گناہ سے بھی اور عبادت سے بھی بیم وثواب کا ترک کرنے والا۔

دوش: عالم ازل اور محل کثرت اسماء میں کبرا کی صفت حق کے ساتھ

بناگوش: دقیق

ع

شمع: اللہ کا نور

سماع: مجلس

قطع:۔ ترک الم

ف

لطف: عاشق کی پرورش

زلف: غیب ہویت

تاب زلف: اسرار الٰہی

پیچ زلف: اشکالی الٰہی۔

دف: عاشق کو معشوق کی طلب

علف: شہوات نفس اور ہر وہ چیز جس سے نفس کو حظ حاصل ہو۔

ق

عشق: محبت مفرط کا نام

معشوق: حق تعالیٰ جب اسکی طلب حدکمال پر پہنچ جائے اس اعتبار و یقین کے ساتھ کہ من جمیع الوجوہ وہی مستحق دوستی ہے۔

عاشق: حق کا متلاشی۔

شوق: طلب حق میں بے قراری جبکہ مطلوب کو پائے اور پھر جب مطلوب کو کھودے تب بھی اسکی طلب میں مبتلا ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ اگر معشوق نہ ملے تو اسکی بے قراری میں تو سکون ہو لیکن عشق اور طلب اسی طرح باقی رہے اور اگر مطلوب بطور دوام حاصل ہو جائے تو عشق میں نقصان اور کمی پیدا نہ ہو بلکہ عشق میں اور اضافہ ہو جائے۔

اشتیاق: میل کلی اور طلب تمام اور عشق مدام میں کمال اور اضطراب کا یکساں ہونا خواہ اُسے پالے یا نہ پائے۔

فراق: غیب

فرق: صفت حیات

ک

میان باریک: سالک کے لئے جب اس کے وجود کے سوا اور کوئی حجاب باقی نہیں رہتا تو اس کے وجود کا حجاب جو باقی ہے۔

گ

شینگ: طوالع اور لوامع انوار کے احکام حضرت اللہ سے

جنگ: گونا گون ظاہری و باطنی بلاؤں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سالک کے امتحانات۔

ل

میل: اصل مقصد سے شعور و آگہی کے بغیر اپنی اصل کی طرف رجوع ہونا ''میل،، ہے جسطرح جمادات کا طبائع اربعہ کی طرف رجوع ہونا کہ وہ ان کی طرف مائل ہوتے ہیں یا عناصر کا اپنی طرف رجوع ہونا۔

اعمال: اوامر کی بجا آوری اور متابعت

نیل: حق تعالیٰ کی دوستی پوری طلب اور کمال سعی کے ساتھ۔

جمال: معشوق کا اپنے کمالات کو ظاہر کرنا تا کہ رغبت اور طلب میں زیادتی ہو

جلال: معشوق کا عاشق سے بزرگی ظاہر کرنا شان بے نیازی کے ساتھ اور عاشق کے غرور کی نفی کرنا

اوراس کی بے چارگی اور معشوق کی بزرگی کا اثبات کرنا

شکل: وجود حق تعالیٰ

شمائل: جمالیات وجلالیات کا امتزاج اور بسرعت ان کو رواں کرنا

عقل: عالم تمیز

وصال: مقام وحدت جس میں سالک خفیہ وعلانیہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

کاہل: بطی السیر (مقامات کو آہستہ طے کرنا) سالک کو گو ہے یہ بات اس وقت ہوتی ہے جب وہ راہ سے پوری طرح واقف ہوتا ہے اور یہ سالک کا کمال ہے اور ایسی سیر کو کامل ترین سیر کہا گیا ہے جو رجعت کی محتاج نہ ہو اور کبھی یہ سالک کے تقصیر کے باعث ہوتی ہے۔

محمل: تکلیف سے جو آرام حاصل ہوتا ہے

نقل: معانی واسرار کے کشف

سیل: غلبۂ احوال دل جسکو فرح وطرح سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے

گل: نتیجۂ عمل

لب لعل: بطون کلام

م

فہم: آلۂ آگہی ودریافت

رام: محل تجلیات جو عالموں سے پوشیدہ ہے۔

حاکم: شریعت کے وہ اوامر جو سالک پر جاری ہوتے ہیں۔

تظلم: شیطان اور نفس کے شر سے اور اپنی تقصیر سے بارگاہ الٰہی میں استغاثہ کرنا

نسیم: عنایات الٰہی کو یاد دلانے والی ہوا۔

بام: تجلیات کا محل

چشم: صفت بصیری

شراب خام: عیش ممزوج (شراب جس میں پانی ملا ہوا ہو)

جام: احوال

اسلام: دین کی پیروی اور اسکی پیروی کے اعمال۔

دام: مقادیر بے اختیاری

سلام: درود محمدؐ ث

عام: وہ ادامر ونواہی جن کی اطاعت مخلوق کرتی ہے۔

غم: پند و اندوہ محنت اور طلب معشوق
یسم: ظاہری اور باطنی تصفیہ
خم: موقف (محل وقوف)
خشم: صفات قہری کا ظہور
سہیم: پرورش سالک۔

ن

کین: صفات قہری کا تسلط
تاختن: ایتان الٰہی پر یقین رکھنا
آستان: اعمال وعبادت
مہربان: صفت ربوبیت
جانان: صفت قیوّمی جس سے تمام موجودات کا قیام وابستہ ہے۔ اگر موجودات کا یہ رابطہ قیام نہ رہے تو قیام عالم ناممکن ہو جائے۔
دین: اعتقاد جو مقام تفرقہ سے نمایاں ہوتا ہے۔
بیابان: طریق سلوک کے واقعات
فروختن: ترک تدبیر واجتہاد
گرد کردن: اپنے وجود کو مقدرات کے حوالے کر دینا اور تدبیر واجتہاد کا ترک کرنا۔
بذل کردن: کسی چیز کا کسی چیز سے یا کسی غرض کا کسی غرض سے برابر کرنا۔
درباختن: نظر باطن سے احوال ماضیہ کا محو کر دینا۔
ترک کردن: ہر چیز سے امید کو منقطع کر لینا
خاستن: قصد وعزیمت
نشتن: سکون
رفتن: عالم سفلی سے عالم علوی کی جانب عروج
آمدن: عالم ارواح یا استغراق اور سکر سے عالم بشریت میں لوٹنا۔
درون: عالم ملکوت
بیرون: عالم ملک
تابستان: مقام معرفت
زمستان: مقام کشف

بستان: محل کشادگی، صفت بساطت عام اس سے کہ وہ مخصوص ہو۔
ریحان: انتہائی تصفیہ اور ریاضت سے حاصل کیا ہوا نور
باران: نزول رحمت
آب روان: دل کی فرحت
پائے کوفتن: تواجد
دست زدن: اپنے اوقات کی نگہداشت اور حفاظت
چہرۂ گلگون: تجلیات جو خواب بیداری یا عالم بے خودی میں طاری ہوں
لب شکرین: وہ کلام الٰہی جو انبیاء پر فرشتوں کے ذریعہ نازل ہوا اور اولیاء اللہ کو صفائے باطن سے حاصل ہوا۔
لب شیرین: شعور وادراک کی شرط کے ساتھ بے واسطہ کلام۔
دہان: صفت متکلمی
دہان شرین: فہم دوہم انسانی سے پاک صفت متکلمی
سخن: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارت وانتباہ
سخن شیرین: مطلقاً اشارت! الٰہی جو انبیاء علیہم السلام کو بواسطۂ وحی اور اولیائے کرام کو بذریعہ الہام حاصل ہوں
درسخن: مادہ وغیر مادہ میں مکاشفات واسرار اشارات الٰہی جو محسوس ومعقول ہوں۔
گوہرسخن: مادہ اور غیر مادہ میں واضح اشارات جو معقول ومحسوس ہوں۔
زبان: اسرار الٰہی
زبان شیرین: وہ امر جو تقدیر کے موافق ہو۔
میان: طالب ومطلوب کے درمیان سابقہ سرمقام وحجاب کے متعلق
موئے میان: سالک کی نظر کا قطع محبّ پر ہونا اپنی ذات کے لحاظ سے اور اغیر کے اعتبار سے
جستن: جمعیت کمال معشوق۔
سلطان: عاشق کی ارادت کے مطابق احوال کا جاری ہونا۔
ہجران: غیر حقکی طرف اندرونی اور بیرونی توجہ۔
پیر مغان: مرشد محقق کی طرف اشارہ۔
کلبۂ احزان: وقت حزن واندوہ۔
میدان: مقام شہوت۔
چوگان: تمام امور میں تقدیر الٰہی بطریق جبر وقہر
فغان: احوال درونی کا اظہار
مردن: حضرت حق سے تھوڑا دور ہونا
ساربان: رہنما

ایمان: مقدار دانش

حسن: جمیعت کمال

و

آرزو: اپنی اصل کی طرف میلان معمولی آگاہی کے ساتھ اور اصل ومقصد کا تھوڑا سا علم

گیسو: طلب کمال کے طریقے۔

سرو: علوم رتبت

کمان ابرو: بہ سبب تقصیر سالک پر سقوط کا نزول یا پیش آنا اور پھر عنایت ازل سے اس کو اس کے درجہ اور مقام سے ساقط نہ کرنا۔

جفت ابرو: تقصیر کے باعث سالک کا اس کے درجہ اور مقام سے سقوط اور پھر جذبہ کے باعث عنایت الٰہی کے تعاون سے جس درجہ سے سقوط ہوا تھا اس درجہ پر صعود کرنا۔

طاق ابرو: درجہ ومقام سے تقصیر کے باعث ترقی کے اشارے کو سالک سے ساقط کر دینا، چشم پوشی کر لینا

شست وشو: عقل سے بے بہرہ کر دینا اور حضور عاشق ومعشوق میں صفا کا پیدا کرنا۔

جستجو: عیب گیری ونکتہ چینی۔ خواہ وہ کسی طرف سے ہو۔

گفتگو: عتاب محبت آمیز ابراہمال

بازو: مشئیت

ہ

کرشمہ: التفات

شیوہ: وہ معمولی سا جذبۂ الٰہی جو کبھی پیدا ہو اور کبھی پیدا نہ ہو جو غرور وغفلت کا سبب نہ بن جائے

خانہ: خودی

کنہُ: جمیع مخلوقات کے ادراک کے اعتبار سے ماہیئت الٰہی۔

دست گاہ: تمامی صفت کمال کا حصول ہر صفت پر قدرت کاملہ کے ساتھ

محلّہ: صفت کمالات سے متصف ہونا۔

دیدہ: اطلاع الٰہی

سبزہ: عین معرفت

مژہ: حکمت الٰہی کے حکم سے سالک کا اپنے اعمال میں سستی کرنا سراً وجہراً

تیر مژہ: بظاہر وباطن سالک کا اپنا اعمال میں سستی نہ کرنا۔

چشم آہوانہ: سالک کی تقصیرات سے اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی سالک کے عین سے لیکن سالک کو آگاہ کر دینا اس کی تقصیرات سے نیز اس کے غیر سے

شراب پختہ: عیش صرف۔

شراب خانہ: عالم ملکوت

میخانہ: عالم لاہوت

میکدہ: قدم مناجات

خمخانہ: غلبات شوق اور غلبات کے نزدل کی جگہ جو عالم دل ہے

بادہ: عشق جبکہ کمزور ہو۔ ایسا عشق عوام کو بھی لاحق ہوتا ہے۔

جرعہ: اسرار و مقامات واحوال جو سلوک میں سالک سے پوشیدہ ہیں۔

شبانگاہ: احوال کا ملکہ حاصل ہونا

توبہ: ناقص چیز سے کمال کی طرف لوٹ جانا

زکوٰۃ: ترک وایثار

کعبہ: مقام وصول

خرقہ: صلاحیت وصورت سلامت

سجادہ: سد باطن یعنی ہر شے جس میں نفس کی آمیزش ہو۔

لالہ: نتیجۂ معارف جس کا مشاہدہ کیا جائے۔

شگوفہ: علوم رتبہ

بنفشہ: ایسا نکتہ جہاں قوت ادراک صرف نہ ہو سکے

ترانہ: آئین محبت

چہرہ: وہ تجلیات جو مسائل کی آگہی کے قابل ہوں

خال سیاہ: عالم غیب

خط سیاہ: غیب الغیوب

سلسلہ: اعتصام خلائق۔ یعنی خلائق سے تعلق رکھنا

سینہ: عالم الٰہیہ کی صفت

ہدیہ: ولایت۔ کیا باعتبار اجتبا اور کیا بلحاظ اصطفا

بوسہ: کیفیت کلام علمی اور علمی، صوری اور معنوی کو قبول کرنے کی استعداد

غمکدہ: مقام مستوری

دہ ودیہ: وجود مستعار

آہ: علامت کمال عشق جو بیان میں نہ آسکے

پردہ: جو عاشق ومعشوق کے درمیان مانع ہو۔

ی

مستوری: تقدیس

تیزی: اعمال بندہ کورد کردینا

سرکشی: سالک کے ارادہ اور مراد کے مخالف

تندی: صفت قہاری اس طرح کہ جیسی مشیئت الٰہی ہو

توانائی: مختار کی صفت

تونگری: تمام کمالات کے حصول کی علامت

متواری: احاطہ واستیلائے الٰہی

آشنائی: ربوبیت کا حقیقی تعلق مخلوقات سے، کلیہ وجزئیہ جیسا کہ خالقیت کا تعلق مخلوقات سے ہے۔

بیگانگی: عالم الوہیت میں ایسا اشتغال جس میں کسی اعتبار سے بھی مماتلت اور مشابہت نہیں۔

کوی: مقام عبادت

دلکشائیٔ: دل کے اندر مقام انس میں فتاحی کی صفت

جان افزای: باقی اور ابدی صفت جس میں فنا کا دخل نہیں ہے۔

مویٔ: ظاہر ہویت، یعنی ایسا وجود کہ ہر ایک کو اسکی معرفت کا علم تو حاصل ہے لیکن اس تک رسائی نہیں ہے

پیشانی: ظہور اسرار الٰہی

چشم خماری: تقصیر سالک کو چھپانا۔ لیکن ایسے ارباب کمال پر کشف ہو جاتا ہے جو اس سے اکمل واعلیٰ اور اجل ہوں

مئی: غلبات عشق باین شرط کہ ان اعمال سے ہو جو سلامتی کے قرین ہوں اور یہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے۔

ساقی: شراب پہنچانے والا۔ یعنی دل میں اسرار الٰہی کا فیض پہنچانے والا۔

صراحی: مقام مستی۔ عشق کا تمام صفات ظاہری و باطنی کو اپنی گرفت میں لے لینا اور یہ ابتدائے ''سکر،، ہے۔

نیم مستی: استغراق سے آگاہی اور استغراق پر نظر رکھنا

ہشیاری: صفات ظاہری اور باطنی پر غلبۂ عشق سے اقامت کا حاصل ہونا اور یہ ابتدائے ''صحو،، ہے

زندگی: طاعت الٰہی میں اپنے اعمال سے قطع نظر کرنا

لاابُالی: کسی بات کی پرواہ نہ کرنا جو کچھ بھی پیش آئے کہنا اور کرنا۔

صبوحی: محادثہ (باہم گفتگو کرنا)

غیوبی: مسافرت

زردی: صفت سلوک

سرخی: قوت سلوک

سبزی: کمال مطلق باقی تمام کا قیاس اُن رنگوں پر کیا جاتا ہے جو بیان کیئے گئے ہیں وہ جس قبیل سے ہوں اسی سے اسکی تاویل کی جاتی ہے۔

سپیدی: وہ یکرنگی جو توجہ تمام کے ساتھ ہو

کبودی: تخلیط محبت

بوئ: دشمنوں سے آگاہی اور دل سے پیوستگی کی کوشش

نامی: پیغام محبوب

روئ: تجلیات کا آئینہ

ماہ روئ: مادہ میں تجلیات کا ظہور خواہ وہ حالت خواب میں ہو یا عالم بےخودی میں۔

گوی: سالک کی مجبوری اور اس کے مقہور ہونے کی حالت جو اسکو سیر میں تقدیر الٰہی کے چوگان کے سامنے پیش آتی ہے۔

بیماری: قلق اور اندرونی اضطراب

زندگی: قبول واقبال

تندرستی: دل کا قرار پانا

افتادگی: حالت کا ظہور

خرابی: تصرفات اور عقلی تدابیر کا منقطع ہونا

بیہوشی: مقام پوشیدگی

دیوانگی: احکام عشق کی فتح مندی

بدہوشی: ظاہری وباطنی استہلاک

بندگی: مقام تکلیف

آزادی: مقام حیرت

بےنوائی: ناتوانی

فقیری: عدم اختیار اس طرح کہ اس سے علم وعمل کو بھی لے لیا جائے۔

دردی: عالم تفرقہ ودقائق کی کیفیات کے معارف کا شعور

کاہلی: سالک کا بطی اسیر ہونا

باری: توجہ خالص کہ اعمال سے ثواب کی امید نہ رکھی جائے

سردی: نفس کا سرد ہونا، نفس کی برددت

گرمی: وہ حرارت وگرمی (شوق) جو محبوب کے لئے ہو۔

بیداری: عالم صحو

پاکبازی: توجہ خالص جس کے بدلہ نہ ثواب کی طلب ہو اور نہ علو مرتبت کی۔

لطیفہ۱۹

در بیان معانی ابیات متفرقہ جو مجملات متصوفہ
کے متعلق مختلف فضلاً سے صادر ہوئے

قال الاشرف:

اسرار المشائخ دُرَرٌ والفاظ الشعراءِ اصدافها.

ترجمہ:۔حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ مشائخ کے اسرار موتیوں کے مثل ہیں اور شعراء کے اشعار اُن موتیوں کی سیپیاں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض شعراء متقدمین کے اشعار اور فضلائے کاملین کے کلمات اگرچہ شعراء کی اصطلاحی زبان میں ہوتے ہیں لیکن جب تصوف کے مطابق اور معرفت کے موافق ان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اشکال سے خالی نہیں ہوتے البتہ توحید ومعرفت میں بہت سے اشعار ایسے بھی ہیں کہ ان کے معانی کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے مولانا جلال الدین رومی کی اکثر غزلیں اور مولانا محمد شیرین المعروف بہ مغربی اور حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی اوران جیسے دوسرے حضرات کا کلام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کو قطب الاولیاء سلطان ابوسعید ابوالخیر (قدس اللہ سرہٗ) کی اس رباعی کے معنی جاننے کا بہت شوق تھا اور وہ اکثر اس کوشش میں مصروف رہتے تھے۔اگرچہ اسیّ رباعیاں حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر نے کہی ہیں جو تمام صوفیہ کی مشکلات کے حل میں ہیں اور وہ قضائے حاجات کے لئے انہیں مسلسل پڑھتے تھے اور مہمات حل ہوجاتی تھیں لیکن اُن میں سے یہ ایک رباعی بہت مشہور ہے:۔

رباعی

حوراں بہ نظارۂ نگارم صف زد رضوان زتعجب کف خود برکف زد
یک حال سیہ برآن خان مطرف زد ابدال زبیم چنگ برمصحف زد

حضرت خواجہ باوجودیکہ حضرت (ابو سعید ابوالخیر) کی روحِ مبارکہ سے مستفید تھے لیکن دنیاوی مشغولیتوں اور یہاں کی مصروفیتوں کے باعث اور رباعی کے معنی کا ادراک،انکشاف اُن کو صحیح طور پرنہیں ہوتا تھا۔اسی زمانے میں امیر الامراء امیر ناصر الدین تبریزی زاد توفیقہ لاعانت العباد نے بعض اکابر زمانہ اور مشائخ عصر سے اس رباعی کے معانی کی تحقیق کی خواہش کا اظہار کیا اور اورمجھ سے یہ فرمائش کی اور امیر الامراء کے بعض احباب اور

وابستگان نے اس رباعی کے معانی بیان کئے، ہر چند کہ ان حضرات کی تصریح وتشریح بھی حقائق ودقائق کے انکشاف سے خالی نہیں تھی، لیکن ان تصریحات وتوضیحات سے اس فقیر کی تشنگی دور نہیں ہوئی اس لئے کہ ان حضرات نے جو معانی بیان کئے تھے ان میں اور اس رباعی کے بیمار پر پڑھ کر دم کرنے میں کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی تھی اگر چہ بذات خود اس رباعی کے معانی میں اس سلسلہ میں پوری پوری استعانت موجود ہے (کہ وہ بیمار کو شفا بخشتے ہیں) میں اسی فکر میں تھا کہ فیاض حقیقی نے اس فقیر کے دل میں رباعی کے اصل معانی کا القا فرمایا بمصداق **من ادام قرع بـاب لا شک ان یفتح** (جو شخص دروازہ پیٹتا رہتا ہے یقیناً اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔) اس سے میری طبیعت کو سکون حاصل ہوا۔ لہٰذا میں اس رباعی کے معانی بیان کرتا ہوں لیکن اس سے قبل یعنی رباعی کی شرح سے پہلے اس مقدمہ سے استفادہ ناگزیر ہے، (بطور مقدمہ ان باتوں کا سمجھنا ضروری ہے) حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ارواحِ انسانی کو پیدا فرمایا ہے تا کہ وہ مشاہدہ جمال اور معائنہ جلال کر سکے جیسا کہ اس حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے: **فاحببت ان اُعرفُ** (پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں) اس ارشاد میں اشارہ اس بات کی طرف موجود ہے کہ چونکہ ارواح مشاہدۂ جمال میں مصروف تھیں اور معائنہ جمال کے آب زلال سے سیراب ہو رہی تھیں لہٰذا اُن کو اس جمال سے ایک نسبت ومحبت حاصل ہوگئی اور جب اللہ تعالیٰ نے ان تمام ارواح کو بمقتضائے مشیت عالم اشباح میں پہنچایا تو اس وقت عذار مقصود اور رخسارۂ وجود حقیقی پر ایک حجاب پڑ گیا، ہر چند کہ ان ارواح مصورہ نے چاہا کہ وہ اپنی حالت سابقہ پر لوٹ جائیں (تا کہ پھر اسی طرح مشاہدۂ جمال میں مصروف ہو جائیں) اور مواصلت واثق کی طرف پھر لوٹیں لیکن یہ ممکن نہ ہوسکا۔

شعر

ہر کرا در راہ غربت پائے در گل ماندہ اند
آن مگر در خواب بیند بازیار خویش را

ترجمہ:۔ جو لوگ مسافرت میں تھک کر بیٹھ گئے ہیں وہ اب خواب ہی میں اپنے دوست کا دیدار کر سکیں گے منزل دوست تک تو پہونچنا مشکل ہے۔

جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس حالت میں اگر چہ اشتیاق جمال حد سے فزوں ہو جاتا ہے لیکن تعلقات بدنی کے باعث رفتہ رفتہ ارواحِ اجسام سے مانوس ہوئیں اور اس درجہ پر پہونچ گئیں کہ ابنائے آدم علیہ السلام مشاہدۂ جمال سے محروم ومحجوب ہو گئے اور مشاہدہ کی لذت کو فراموش کر بیٹھے۔

بیت

شدہ باشاہد حرمان در آغوش
شراب وصل را کردہ فراموش

ترجمہ:۔ بے بہرہ محبوب سے ہم آغوش ہوا اور شرابِ وصل کو فراموش کر دیا۔

اور یہ فراموشی اس حدتک بڑھی کہ ہر چند کہ انبیاءعلیہم السلام اور اولیائے کرام نے کوشش کی اور ان ابنائے آدم کو اس حالت (مشاہدہ جمال) کی یاد دہانی کرائی لیکن ان کو (وہ دور مواصلت اور وہ حالت) یاد نہ آئی جیسا کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ — تحقیق کہ جو لوگ منکر ہوئے، برابر ہے ان کے

ءَ اَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ — لئے کہ تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان

لَایُؤْمِنُوْنَ ہ [1] — نہیں لائیں گے۔

اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ:۔

بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ہ [2]۔۔۔۔بدلہ ان کے جھوٹ کا

اسی مخلوق میں ایک دوسرا گروہ ایسا تھا جس نے اگر چہ اس مواصلت اور مشاہدۂ جمال کو فراموش کر دیا تھا لیکن جب انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء نے ان کو یاد دلایا تو ان میں سے اس نورانیت کے باعث جو ان میں موجود تھی، مشاہدہ جمال کا اشتیاق عظیم پیدا ہوا اور وہ ظلمت کفر سے نکل آئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا انہوں نے (اس دور مواصلت کو فراموش ہی نہیں کیا ہے) یہ وہی حضرات ہیں جن کے دلوں میں آتش محبت موجود تھی اور اس آگ کا فرد کرنا (بجھانا) اس مشاہدہ جمال کی یاد کے بغیر ممکن نہ تھا۔

قطعہ

مسلمانان! مسلماناں! مرا ترکیست یغمائی — کہ اوصفہائ شیرانرا بدرانہ بہ تنہائی

بہ پیش خلق نامش عشق، پیش من بلائ جان — بلائ محنت شیرین جز با اونیا سائی

دہان عشق می خندد دوچشم عشق می گریند — کہ حلوا سخت شیرین است ناپیداست حلوائی

ترجمہ:۔اے مسلمانو! اے مسلمانو! میرا محبوب ایسا ترک یغمائی (لوٹنے والا ترک) ہے کہ وہ اکیلا ہی شیروں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتا ہے۔اسکا نام دنیا والوں نے عشق رکھا ہے وہ اس کو عشق کہتے ہیں اور میں اس کو بلائے جاں کہتا ہوں اگر چہ وہ بلا ہے لیکن ایسی گوارا اور پسندیدہ بلا ہے کہ تجھے اس کے بغیر آرام نہیں مل سکتا۔دہن عشق تو اس لئے مسرور وخنداں ہے یہ حلوا بہت ہی شیریں ہے لیکن چشم عشق اس لئے گریاں ہے کہ اس حلوے کا بنانے والا نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔پردے میں ہے۔

یہ وہی حضرات ہیں کہ ان میں سے جب کسی کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے یا تکلیف پہونچتی ہے اور اس حال میں کوئی ان کو موت کی یاد دلاتا ہے تو اس وقت ان کو نہایت حظ حاصل ہوتا ہے کہ اب مقصود حاصل ہوجائے گا۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ بعد کمال بھی اس مشاہدۂ جمال کا حصول بغیر موت کے

---

[1] پ۱ سورہ بقرہ ۶ [2] پ۱ سورہ بقرہ ۱۰

ناممکن ہے۔پس اسی مسرت ونشاط کے اثر سے اُن کا بدن ہلکا ہوجاتا ہے کیونکہ مسرت وشادمانی کا خاصہ ہے کہ جب بیماری میں ایسی کیفیت مسرت طاری ہوتی ہے تو مواد تحلیل ہوجاتا ہے۔اور بیماری اسی مواد کے باعث پیدا ہوتی ہے۔اطبائے زمانہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے لہٰذا یہاں اسی قدر بیان کردینا کافی ہے اس سے زیادہ تصریح (مواد کا تحلیل ہونا) علم طلب کے ذریعہ معلوم کیجا سکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دوستوں کی عیادت بیمار دوستوں کی صحت کا موجب ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ''**لقاء الخلیل شفاء العلیل**،،(دوست کا دیدار بیمار کی شفا کا باعث ہوتا ہے جو ایک طرح سے اس دواخانے کا شربت بھی ہے اور لذت مشاہدہ کا حقیقی حصول اس عالم فانی سے منتقل ہونے کے بعد ہی ممکن ہے،حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس طرح بشارت دی ہے کہ:۔

من بشرنی بخروج الصفر بشرته	جوکوئی ماہ صفر کے گزرنے کی بشارت دے تو میں
بدخول الجنة.	اسکو جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دوں۔

آپ کا یہ ارشاد اس بناء پر تھا کہ آپ کو آگاہ کردیا گیا تھا کہ آپ ماہ ربیع الاول میں اس لالہ زار فانی سے گلزار سبحانی کی طرف تشریف لے جائیں گے اور گل وصال حقیقی کی خوشبو سے مشام جاں کو معطر فرمائیں گے پس یہ امر مسلمہ ہے کہ مرنے کا ذکر ایک طائفہ کے لئے صحت یابی کا موجب ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

یہ فقیر (جہانگیر اشرف) کہتا ہے کہ اس رباعی کو بیمار کے سرہانے پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس رباعی میں ضرور کوئی ایسی چیز ہے جو اہل محبت کے لئے سرور وشادمانی کا باعث ہے اور وہ چیز حق تعالیٰ کی طرف سے راجع ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ه ارۡجِعِیۡۤ	اے نفس مطمئنہ!اپنے رب کی طرف لوٹ جا،اس
اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ه [۱]	حال میں کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے رضامند ہے

اب رباعی کے مطلب ومعنی اور مدعا کی طرف متوجہ ہوں کہ حورائے سے مراد''حور وغلمان،، ہیں کہ جو بیمار کے مرتے وقت اس کی بالین پر اسکو نظر آتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے اور نگار سے مراد وہ روح انسانی ہے جس کو مقام محبوبی حاصل ہے۔

یُحِبُّهُمۡ وَیُحِبُّوۡنَهٗۤ [۲]	وہ اس کو چاہتے ہیں اور وہ ان کو چاہتا ہے۔

اور ارواح انسانی سے مراد عقل کا رضوان ہے جو دل کا دربان، خزانۂ قلب کا نگہبان اور بہشت دل کا باغبان ہے۔ اخبار صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت کا اطلاق دل پر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے''اگر عرش اور صد ہزار عرش کے برابر کچھ اور عارف کے دل میں گذریں تب بھی عارف کے دل کو خبر نہ ہو۔،، اس کا تعجب کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روح حالت نزع

[۱] پ ۳۰ سورہ فجر آیت آخر [۲] سورہ مائدہ ۵۴

میں اس چیز سے مطلع ہے جس کی استعداد اس کے اندر رکھی گئی ہے (یعنی فقر حقیقی) خال سیاہ سے مراد وہ ذلت وخواری وانکسار ہے جو مرتے وقت مرنے والے میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس خال سیاہ سے مراد وہ فقر حقیقی ہے جو روح کو عین مشاہدہ میں حاصل ہوتا ہے اور اس رباعی میں یہ معنی یعنی فقر حقیقی سے مراد لینا مستبعد نہیں ہے ابدال سے مراد قوائے نفسانی ہیں کہ تبدل وتغیر ماہیت انسانی کے لوازم ہیں اور مصحف سے مراد حقیقت انسانی ہے جو ایک نسخۂ جامعہ اور ایک مظہرِ کلّی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ۔[۱] عنقریب ہم اُن کو اپنی نشانیاں دکھائینگے دنیا بھر میں اور جو خود ان کے نفوس میں ہیں۔

چنانچہ صاحب مرصاد العباد (شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ دایہ) کہتے ہیں:۔

قطعہ

ای نسخۂ نامۂ الٰہی کہ توئی — وای آئینۂ جمال شاہی کہ توئی
بیرون زتو نیست ہر چہ در عالم ہست — درخود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

ترجمہ:۔اے انسان! تو نسخۂ نامۂ الٰہی ہے یعنی نامۂ الٰہی کا متن ہے اور اس بادشاہ حقیقی کے جمال کا آئینہ تیری ہی ذات ہے۔ دُنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ تیری دسترس سے باہر نہیں ہے، جو کچھ تو چاہتا ہے وہ اپنی ذات کے اندر ہی طلب کر۔

''چنگ زدن،، سے مراد اُن نفوس کی آویزش روح اور زبان سے ہے تاکہ انکو اپنے مرتبہ میں انحطاط سے آگاہی ہوسکے۔اور روح کا علوِ مرتبت یہی ہے جو اس تقریر سے تحقیق کو پہنچا، اس اعتبار سے رباعی کے معنی سرور انگیز اور نشاط افزا ہیں جس کو سنکر بیمار کو شادی اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔

بیت

از پئی این عشق وعشرت ساختن
صد ہزاران جان بباید باختن

ترجمہ:اس عشق وسرور کے پیدا کرنے کیلئے لاکھوں جانیں بھی قربان کردینی چاہئیں۔

چونکہ سنتِ الٰہی اور تقدیر نامتناہی میں یہ مقرر ہے کہ روح کو اس عالم (فانی) میں کچھ مدت کے لئے اسکی تکمیل کے لئے بھیجدیا جاتا ہے اور اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ خود کو اس قفس سے چھٹکارا دلاسکے (پس موت اس کام کو انجام دیتی ہے) اس تحقیق (معانی) کے بعد اگر کوئی شخص اس رباعی کو ایسے بیمار کے سامنے پڑھے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور وہ اس رباعی کے معانی سے حالت رجوع یا اس قفس عنصری سے نجات کو سمجھے

[۱] پ ۲۵ سورہ حٰمٓ سجدہ ۵۳

توضرور اس میں سرور ونشاط کی کیفیت پیدا ہوگی اور عوام کو بھی ان کی نفع اندورنی سے صحت حاصل ہوگی بجاہ النبی وآلہ الامجاد

شعر

ای مشکل حل وحل مشکل

زان سوئ ازل بہ ہشت منزل

مندرجہ بالا شعر بھی کسی بزرگ سے منسوب ہے اور اس سلسلہ میں خلاصۂ سخن یہ ہے کہ یہ ''مشکل حل،، زبان وبیان حمد ہے یعنی اے وہ ذات عظیم کہ تمام ملائکہ وانبیاء ومرسلین کی زبانیں اور تمام کتب منزلہ کی عبارتیں مشکل دینی کے حل کا ذریعہ اور تمام دینوی معاملات کے اظہار کا واسطہ ہیں، تیری ذات بلند وبالا کے اسرار کے حقیقت کی تشریح سے قاصر ہیں اور تمام افہام عقول تیری تقدیس کی حقیقت کی معرفت سے عاجز ہیں۔ اس کے بعد حل مشکل کہا گیا ہے وہ ضرورت شعری کی بناء پر مفعول کو ذکر کرکے فاعل مراد لیا گیا ہے یعنی مشکلات کو حل کرنے والا شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے علیم ودانا! تمام مخلوقات کی اشکال اور تمام موجودات کے اسرار تیرے علم میں آفتاب کی طرح ہویدا ہیں اور دلوں کے تمام بھید تیری بصیرت کے حضور میں روشن ونمایاں ہیں اور واقفان اسرار کی گتھیاں اور تمام ناواقفوں اور نادانوں کی زبان سے نکلنے والے الفاظ جن کے فہم سے وہ قاصر ہیں تیرے تعلم کی عنایت اور تیرے تصرف کی ہدایت سے اُن کیلئے سہل وآسان بن گئے ہیں۔

(یہ تھا مصرعۂ اوّل کا مفہوم اب دوسرا مصرعہ لیجئے) ''یعنی زان سوئ ازل بہ ہشت منزل،، معلوم ہونا چاہیئے کہ ازل اور ہے ازل ازل اور ہے صرف ازل سے وہ زمانہ مراد ہے جو عدم کی اضافت ہے اور یہ عالم ارواح کا مبداء ہے۔ پس افراد عالم میں سے ہر فرد کا جود مرتبۂ ارواح میں ازلی ہے اور ازل کی ازلیت وجود مطلق کی بقا کے امتداد سے مراد ہے۔ اور وہ زمانہ سے مسبوق نہیں ہے۔ اگر اس کو زمانہ سے مسبوق مان لیا جائے تو اس کا آغاز عدم سے ہوگا۔ جب بطور مقدمہ ان تصریحات سے آگاہی حاصل ہوگئی تو اب شعر کے مطلب کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ جب فیض وجود کا آفتاب جو ہویت غیب کے مطلع فیض سے طلوع ہوکر عالم جسمانی کے افق انتہاء پر پہنچتا ہے۔ (فیض وجود جب پیکر انسانی میں جلوہ گر ہوتا ہے) تو اس آفتاب وجود کا گزر آٹھ جبروتی اور ملکوتی منزلوں سے ہوتا ہے۔

پہلی منزل

مرتبہ حی ہے۔ اس منزل میں نزول صفت ''حی،، کے فیض سے ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اس فیض کو سبب وجود اور سرِّ روحانی بھی کہا جاتا ہے۔

دوسری منزل

اس منزل سے وہ منزل علم کی طرف نزول کرتا ہے جہاں پہنچکر وہ صفت علیمی سے مستفید ہوتا ہے اس مرتبہ میں اس کو معلوم کہا جاتا ہے۔

تیسری منزل

اس (دوسری) منزل سے وہ (تیسری) منزل، منزل ارادت میں نزول کرتا ہے۔ وہاں مُرید کے رنگ

میں سے اس کا ظہور ہوتا ہے اور اس مرتبہ میں اسکو مراد کہتے ہیں۔

چوتھی منزل

یہاں سے وہ منزل قدرت میں نزول کرتا ہے اور یہاں آثار قدیری سے کچھ اثر قبول کر لیتا ہے۔اس مرتبہ میں اسکو مقدر کہتے ہیں۔

پانچویں منزل

پھر یہاں سے یعنی (چوتھی) منزل سے وہ منزل سمیعی میں نزول کرتا ہے اور عالمِ سمیعی کی ایک حقیقت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔اس مرتبہ میں اسکو مسموع کہتے ہیں۔

چھٹی منزل

مرتبہ مسموع سے وہ منزل بصیری میں نزول کرتا ہے اس منزل میں سعادت بینائی اسکی صفت بن جاتی ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو ملحوظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ساتویں منزل

اس منزل سے وہ منزل کلامی میں نزول کرتا ہے اور اس مرتبہ میں حضرت احدیت کے احکام کے تصرفات کے لئے کلام روحانی کو قبول کرنے کی استعداد اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔اس مرتبہ میں اسکو کلیم سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہاں پہنچکر افرادِ وجود کا ہر فرد کلمہ از کلمات اللہ سے موسوم ہو جاتا ہے۔

(**کلمة من کلمات الله**) جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا گیا ہے:۔

وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَااِلٰى مَرْيَمَ[۱] اور اس کا کلمہ ہے جسکو مریم کی طرف پہنچایا گیا۔

یہ بھی مراتب وجود سے ایک مرتبہ ہے ان اسماء کو ”آئمہ سبعہ،، کہتے ہیں اور مفاتیح غیب بھی انکو کہا جاتا ہے۔

آٹھویں منزل

اس کے بعد آٹھویں منزل میں اس کا نزول ہوتا ہے جو عالمِ ارواح ہے۔اسکو عالم ملکوت بھی کہتے ہیں۔اس عالم میں پہنچکر غیب سے ان صفات کے تکملہ کہ صفات پیدا کی جاتی ہیں۔ یہاں سے وہ منزل شہادت میں نزول کرتا ہے اور عالم حسی میں وجود خارجی کا ظہور ہوتا ہے۔نصف دائرہ وجود اس کے ظہور سے (تمام) پورا ہو جاتا ہے۔اب معلوم ہو گیا کہ عالمِ ارواح ہی عالم ملکوت ہے۔اب ازل کو سمجھنا چاہیئے ازل وجود افراد و اعیان کا عالم معاد ہے اور عالم حسی کے افراد کا ہر فرد اس عالم حقیقی میں ہے جو اُن موجودات کے لئے ازل ہے اور یہ ازل ازل کا عکس ہے (جسکی تعریف پہلے کی جا چکی ہے) وہ ازل ازل امتداد بقائے ہویت ہے۔پس شاعر نے جو کہا ہے ”زان سوئے ازل بہ ہشت منزل،، وہ بالکل بجا اور درست کہا ہے کہ فیض وجود ہویت غیب کے فیض وجود (جعل بسیط) سے مراتب و منازلِ جبروتی کی ساتوں منزلوں سے گذر کر منزل ملکوت تک پہنچا ہے جو اعیان مقیدہ کا ازل ہے۔پس حضرت ہویت جو مطلوب حقیقی ہے درائے منزل ہشتم میں تھا۔”یہ معانی میں نے حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ سے سماعت کئے ہیں۔،،

شعر

ز دریائے شہادت چون نہنگ لا بر آرد ہو
تیم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

---

[۱] پ۶ سورہ نساء ۱۷۱

ترجمہ:۔دریائے شہادت سے جب لا کے غوطہ خور نے ہو کا نعرہ لگایا تو عین طوفان میں نوح پر تیمّم فرض ہو گیا۔

لطائف اشرفی کا جامع (یعنی حاجی نظام غریب یمنی) حضرت والا صیف خان کی خدمت میں حاضر تھا کہ کچھ فضلائے زمانہ جو مشربِ صوفیہ سے آگاہی رکھتے تھے، اس شعر کی شرح بیان کر رہے تھے، اور دُرِ معانی کو رشتۂ بیان میں پرو رہے تھے تو اثنائے بحث میں حضرت صیف خان نے اس خادم کی طرف توجہ کی اور ارشاد کیا کہ حضرت خواجہ امیر خسروؒ سے منسوب اس شعر کی شرح جو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے کی تھی بیان کرو۔ ہر چند کہ اس خادم نے انکسار کا اظہار کیا اور فاضلوں کے زمرے سے خود کو باہر رکھا لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ میں اس شعر کی شرح میں ضرور کچھ نہ کچھ کہوں، چنانچہ اسکی شرح میں جو کچھ میں نے اپنے مرشد والا (حضرت قدوۃ الکبرا) سے سنا تھا اس طرح بیان کیا کہ:۔

دریائے شہادت سے مراد اَشْهَدُاَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ جب طالبِ صادق اور ذاکرِ حق کلمۂ نفی و اثبات کی تکرار سداومت کے ساتھ کرتا ہے اور اس کے معانی میں غور و فکر کرتا ہے تو ہر طرف سے انوارِ الٰہی اور اسرار نامتناہی اس پر منکشف ہوتے ہیں۔اس وقت نفی (لا) کی طرف سے اسکی نظر ماسوائے ذات سے پاک ہو جاتی ہے اور کثرت کے آثار اس کی نگاہوں سے مخفی ہو جاتے ہیں اور اثبات (الاّ اللّٰہ) کی جانب سے صفاتِ ذات و ارادتِ کمالات اسکی چشم شہود میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔اس عین عالم حصول میں اچانک نہنگ لا (نفی) جس سے ہمیشہ عجیب و غریب فوائد حاصل ہوتے ہیں تجلّی ذات کا گوہر جو اس کو صدفِ ہُو سے حاصل ہوا ہے سالک کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور فنائے ذات کا موتی اس کے دامن حال میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس وقت نوح جس سے سالک مراد ہے کو چاہیئے کہ فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا [1] پ۵ سورہ نسآء ۴۳ (پس تم مٹی سے تیمّم کرو) کے اقتضاء کے بموجب اس خاک کا عزم کرے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ [2] پ۲۱ سورہ روم ۲۰ (تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے) یعنی اپنے اصل منشا اور حقیقی مبنا جو اس کا عین ثابتہ ہے کہ طرف رجوع کرے اس طرح وہ فناء الفنا کی منزل میں پہنچ کر تیمّم حاصل کرے گا اور (طوفان شعوری سے نکل کر) گرداب بے شعوری سے واصل ہو جائے گا۔

بیت

بدر یائے وصالت ہر کہ سباح	ہر وہ شخص جو تیرے دریائے وصال کی تسبیح پڑھنے
بصحرائے کمالت ہر کہ سیاح	والا ہے اور ہر وہ شخص جو تیرے صحرائے کمال کا
بود بہتر کہ اوغواص باشد	سیاح ہے اس کیلئے بہتر ہے کہ وہ غواص بنے
برون ازعام واندر خاص باشد	باہر سے وہ عام ہواور اندر خاص ہو۔
زند دربحر وجدان غوطہ یکبار	وجدان کے سمندر میں جو ایک مرتبہ غوطہ لگائے گا

[1] پ ۵ سورہ نسآء ۴۳ [2] سورہ روم ۲۰

برآرد ازتکش لولوئ شہوار	تواسکی تہہ سے انتہائی قیمتی موتی نکالے گا۔
دگر دربحرشد ازغوطہ آگاہ	دوسرے وہ جوسمندر کی غوطہ خوری سے صرف آگاہ
نخوانم بہراد غواص جانگاہ	ہے۔ ہم اسکو جانکاہ غوطہ خورنہیں کہہ سکتے۔
بباید علم غوطہ دور کردن	غوطہ خوری کاعلم دور کرنا چاہیئے۔اپنے دل
زخاطر خویش رامہجور کردن	کواس سے مہجور کرنا چاہیئے

بعض اصحاب معرفت نے تیمّم سے مرادنزدل کی طرف رجوع کرنے سے لی ہے یعنی فناء الفناء کے بامِ عروج سے نزول کرے۔اس بناء پر کہ سالک کے لئے ترقی کے بعدنزدل واجب ہے تا کہ اس منزل کے بعد وہ اصحابِ سلوک اوراحبابِ فقر کی رہنمائی اور ہدایت کر سکے کہ صاحبانِ معرفت نے اس منزل پر پہونچکر سالکان طریقت کی ہدایت ورہنمائی کی ہے نہ وہ کہ جوفناء الفنا میں ہمیشہ غوطہ زن رہتے ہیں چنانچہ بعض مجذوبان روزگار ومحبوبان کردگار جنہوں نے صعود کے بعدنزدل نہیں کیا وہ اس گرداب (بےشعوری) میں پھنسے رہے ہیں اوران سے سالکان طریقت کی تربیت نہیں ہوسکی ہے۔

ابیات

بہمت ہر کہ سردرآب افگند	برآرد گوہر ازدریائ فرخند
دراینہاں ہرکہ تردرتگ نہادہ	بماند درکفش درکم فتادہ

ترجمہ:۔ جوکوئی ہمت سے کام لے کر پانی میں غوطہ لگا تا ہے وہ دریائے معرفت سے موتی نکال لاتا ہے اور جوکوئی دریایا سمندر کی تہہ تک جاتا ہے اور روہیں ٹھہر جاتا ہے تو بہت کم موتی اس کے ہاتھ میں آتے ہیں۔

بیت

اگر درعقل گنجیدی جماش
ورق بردست نامحرم نہ دادی

ناظران جمال معانی شاہدان خیال نکتہ دانی (عارفان الٰہی) سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عقل سے مراد ملائکہ ہیں جن کوعقول کہا جاتا ہے اوران عقول میں عقل اول حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور چونکہ ملائکہ میں اسرارِالٰہی کے مظہر ہونے کی استعداد اور صلاحیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے:۔

اِنَّــاعَــرَضْــنَــاالْاَ مَــانَةَ عَــلـیَ	بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی
السَّــمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیــه [۱]	آسمانوں اور زمین۔۔۔۔

یہ بات ظاہر ہے کہ امانت کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا گیا مگر صرف انسان نے اس بارگراں اور اسرار جاں فگار کے آسمان کو سر پر اٹھالیا۔جیسا کہ مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) نے کہا ہے:

شعر

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ بنام من دیوانہ زدند

---

[۱] پ۲۲ سورہ احزاب ۷۲

ترجمہ:۔آسمان جب اس بار امانت کونہ اٹھاسکا تو پھر قرعۂ فال مجھ دیوانے کے نام ڈالا گیا۔یعنی انسان کے حوالے کر دیا۔

ہر چند کہ ملائکہ ایک پل کے لئے بھی اس کی عبادت سے غافل نہیں ہیں لیکن ان میں عشق ومحبت کا ذرا بھی نشان اور اثر موجود نہیں ہے یہاں تک کہ وہ لفظ ''ودود،، کے معنی سے بھی آشنا نہیں ہیں۔''ورق،،اس اسرار امانت کو کہا گیا ہے جس سے وہ مشرف ہیں اور انسان کو نامحرم اس لئے کہا گیا ہے کہ ملائکہ باعتبار قربت زمان ومکان کے اقرب موجودات ہیں برخلاف انسان کے کہ وہ مخلوقات میں سب سے زیادہ دور اور انزل موجودات ہے وصول بدنی کے اعتبار سے شریعت میں بھی اسے نامحرم کہا گیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اگر ملائکہ شرفِ جمالِ الٰہی کے لائق اور کمال نامتناہی کے ادراک کے قابل ہوتے تو انسان ہرگز اس دولت عشق سے واصل نہ ہوتا اور اسکو یہ شکوہ وخوبی میسر نہ ہوتی جبکہ اسکو یہ حاصل ہے۔

بعض کاملین اور افاضل صوفیہ کا یہ خیال ہے کہ نامحرم سے مراد ملائکہ ہیں اس لئے کہ اگر ملائکہ اسرار الٰہی کے مدرک اور عبادت خامۂ الٰہی کے ماہر بن جاتے اور اس کے محرم ہوتے تو اوراق اسرارِ رسالت (منصب نبوت) ونامۂ آثار ولایت جن میں حقائق اور معارفِ الٰہی مندرج ہیں،انسان کو نہ دیئے جاتے جس طرح ظاہری محبت کی دنیا میں اور دوستی کے معاملہ میں ہوتا ہے کہ نامۂ محبوب اُمّی کے حوالے کیا جاتا ہے قاری کے ہاتھ میں نہیں دیا جاتا۔

شعر

ازان مادر کہ من زادم دگر بارہ شدم جفتش

ازانم گبری خوانند کہ بامادر زنا کردم

یہ شعر حضرت مولانا رومی قدس اللہ سرہٗ سے منسوب ہے اور اُن کے نادر اشعار میں شمار ہوتا ہے۔اب اس شعر کے معانی سمجھو۔

مادر سے مردا اس کا اپنا ''عین ثابتہ،، ہے جو محل تکثیر اسماء وصفات اور تفصیل صور موجودات کے تصور کا نام ہے۔ اگرچہ معنیٰ لفظ ''اُم،، سے یہ معلوم ومتبادر ہوتا ہے کہ اس سے مراد حقیقتِ محمدی ہے اسلئے کہ تمام اسمائے کوفی واسمائے الٰہی اور موجودات نامتناہی کی اصل صدور آپ ہی کی ذات اقدس سے لیکن ''دگر بارہ شدم جفتش،، سے یہ معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے پس اس اعتبار سے یہ معنی ہوں گے کہ راہِ الٰہی کے سالکوں کے وصول کا منتہائے کمال اور بارگاہ الٰہی کے خلوت نشینوں کے وصول کی نہایت خود اُن کا ''عین ثابتہ،، ہے۔ پس یہی موزوں اور مناسب ہے کہ مادر سے مراد سالک کا عین ثابتہ لیا جائے اور گبروتر سا سے اصطلاحی معنی ارباب تصوف نے ظہور حقائق ومعارف مراد لئے ہیں اور اپنی حقیقت سے مطلع ہونا سوائے اس کے اور کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ''عین ثابتہ،، کا وصول ہو جائے یعنی وصول عین ثابتہ دوسرے مراتب میں مقید ہونا ممکن نہیں ہے اسلئے کہ جب سالک چست وچالاک اور تیز رفتار سیر کنندہ اپنے عین ثابتہ پر پہونچ جاتا ہے تو ازل سے ابد تک کے احوال ساریہ اور حالاتِ جاویہ سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ زنا بمادر کردن سے مراد عین ثابتۂ

روح کا وصول ہے۔لُغت میں زنا کے معنی ''بررفتن،، یعنی چڑھنا ہیں جس سے مراد سالک کا عروج ہے کہ وہ ترقی کرتے اور چڑھتے چڑھتے اپنے عین ثابتہ تک پہنچ جاتا ہے کہ سالک کا عروج اس عین ثابتہ سے اوپر نہیں ہوتا۔اس مسئلہ کی مزید تحقیق گروہِ صوفیہ کے علم پر موقوف ہے۔

شعر

چند انکہ آرزدئ تودرسینہ جائ کرد
واللہ کہ آرزدی خدائیم محقراست

ترجمہ:۔تیری آرزد نے میرے سینے میں کچھ جگہ بنالی ہے۔خدا کی قسم! میرے خدا کی آرزو بہت تھوڑی ہے مرقومہ بالاشعر حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی قدس اللہ سرہٗ سے منسوب ہے جومجذ دبان زمانہ کے پیشوااور محبوبان بارگاہ الٰہی کے مقتداء تھے۔

واضح ہونا چاہیئے کہ اس شعر میں خطاب حضرت مطلق (خداوندتعالیٰ) اورذات صرف سے ہے۔جب سالک شطاراور عاشق جانسپار قطع منازل ورفع منازل سلوک کرتا ہوا چاہتا ہے کہ ذاتِ صرف کا وصول اس کو ہمیشہ ہو۔ہر چند کہ سالک کے لئے اس مرتبۂ ذات صرف کا وصول موجب استہلاک ہےاوراس منصب کا حصول انہاک کا سبب ہوتا ہےلیکن اسکی ہمت بلند پرواز چاہتی ہے کہ ہردم وہ اس ذات کی خواہاں اور ہرلحظہ اس عتبۂ عالیہ کی جویان بنی رہتی ہے۔حافظ شیرازی نے اسی مقام کے لئے کہا ہے:

بیت

دست ازطلب بدارم تا کام من برآید
یاتن رسد بجانان یاجان زتن برآید

ترجمہ:۔جب تک میرا مقصد پورانہیں ہوتا میں اس طلب سے باز نہیں آوٗں گا،اس کوشش میں یا تو میں دوست تک پہنچ جاوٗں گا یا جان کا تعلق جسم سے منقطع ہوجائے گا۔

اسم آلہ کا اطلاق حضرتِ واحدیت پر ہوتا ہے بلکہ واحدیت کے نصف دائرے پر کہ تمام اسمائے الٰہی اسی دائرہ میں مندرج ہیں اور وجوب صرف اسی کا وصف خاص ہے (یعنی وہ واجب الوجود ہے) پس عاشقِ جانباز وسالک کے دل میں شوق وصول ذوق حصول اس طرح جاگزیں اور جائے گیر ہے کہ مرتبہ الوہیت تک پہنچ جانا اسکوحقیر معلوم ہوتا ہے جس سے مراد ہے کہ آرزوئے خدائ بھی اس کوایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔

بعض اکابر نے اس شعر کے معنی اسطرح بیان کئے ہیں کہ ''کل قیامت میں،، حق تعالیٰ ہر ایک کے سامنے اس کے محبوب کی صورت میں جلوہ گر ہوگااور تجلی فرمائے گا تا کہ وہ اس محبوب کی صورت میں لذت مشاہدہ سے زیادہ سے زیادہ محظوظ ہوسکے۔

حضرت شیخ شمس الدین معز بلخی فرماتے تھے کہ اگر کل قیامت میں حق تعالیٰ نے میرے مرشد

شیخ شرف الدین کی صورت میں تجلی نہیں فرمائی تو میں ہرگز اس تجلی کی طرف التفات نہیں کروں گا۔

بیت

اگر فردا نہ بینم صورت دوست

چہ کار آید مرا گر صورت اوست

ترجمہ:۔اگر کل میں دوست کی صورت نہ دیکھ سکا تو اس کی صورت سے مجھے کیا فائدہ؟ کہ اس کی صورت ہے بھی یا نہیں؟

بعض اربابِ تصوف کے یہاں یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ تجلی بغیر صورت کے ممکن نہیں ہے۔عروس معنی کا مشاہدہ بغیر نقاب ظاہری کے نہیں ہوسکتا۔ پس ایسی صورت میں شیخ کی صورت سے بڑھکر اور اعلیٰ تر صورت تجلی اور کون سی صورت ہوسکتی ہے جس سے مُریدلذت مشاہدہ حاصل کرسکے۔ پس جبکہ طالب صادق اور مرید واثق صورت شیخ کے بارے میں اس درجہ اعتقاد رکھتا ہو تو کیا تعجب اگر وہ یہ کہدے کہ وہ حظ اور وہ لذت جو میں نے اپنے پیرومرشد کے آئینہ صورت سے حاصل کی ہے اس کے مقابل میں وہ حظ اور وہ لذت جو شیخ کے غیر کی صورت میں ہو خواہ وہ بصورت الوہیت ہی کیوں نہ ہو۔ میرے نزدیک محتقر ہے جو سالک کامل ہے اس کو اس مشاہدہ پر اسطرح یقین ہوگا کہ اس یقین کی بدولت پردۂ حجاب اُٹھ جائے گا۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے:۔
لو کشف الغطآء مَا ازدرت یقیناً. (اگر پردہ اٹھ جائے تب بھی میرا وہ یقین جواب ہے زیادہ نہیں ہوگا)

لیکن ہر بوالہوس ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ ایسا کہنا اس کے جنون کے شایان شان نہیں ہے اور نہ ہر تر دامن یہ بات زبان سے نکال سکتا ہے۔

بیت

نہ ہر کس محرم اسرار باشد

نہ ہر دیدار از دیدار باشد

ترجمہ:۔نہ تو ہر ایک محرمِ اسرار ہوتا ہے اور نہ ہر ایک کے دیدار کو اس کا دیدار کہا جاسکتا ہے۔

مرید کو پیرومرشد کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کی کوئی بات جو سزادار ہے اور جس صفت سے بھی پیرومرشد کو متصف کرے وہ اولیٰ تر ہے۔

منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ مؤیدالدین جندی سے سوال کیا کہ حضرت شیخ صدرالدین قونیوی حضرت مولوی رومی کی شان میں کیا فرمایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک روز (حضرت شیخ صدرالدین قونیوی) چند مخلص درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان حضرات میں حضرت شیخ شمس الدین اُ یکی، شیخ فخر الدین عراقی، شیخ شرف الدین موصلی اور شیخ سعد الدین فرغانی (رحمہم اللہ تعالیٰ) بھی شامل تھے۔ اثنائے گفتگو حضرت مولانا رومی کی سیرت وصورت کا ذکر چھڑ گیا اس وقت حضرت شیخ (صدرالدین) نے فرمایا:

اگرحضرت بایزید بسطامی اورسیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی اس زمانہ میں ہوتے تو اس مردِمردانہ کا غاشیہ اپنے کندھوں پر اٹھا کرر کھا کرتے اوراُن کی اس اجازت پرممنون احسان ہوتے۔

بیت

جنید از جندیان بار گاہش

سری از سرفرازان کلاہش

ترجمہ:۔جنیداس کی بارگاہ کے لشکریوں میں سے ایک ہیں اورسری (سقطی) اسکے کلاہ سرفرازی پانے والوں میں سے ہیں۔
وہ فقرمحمدی کے خوانِ سالاراورلشکراحمدی کے قافلہ سالار ہیں۔ہمیں انہیں کے طفیل سے ذوق حاصل ہوا ہے۔تمام حاضرین نے حضرت صدرالدین کے اس قول پرآفرین کہی۔اس کے بعد شیخ مؤیدالدین جُندی نے فرمایا کہ’’میں بھی اس سلطان طریقت کا نیاز منداوران کے حاجتمندوں میں سے ہوں۔یہ فرما کرانہوں نے یہ بیت پڑھا

بیت

لـو كان فينا للالوهة صورة

هـى انت لااكنى ولااتردّد

ترجمہ:۔اگرہمارے درمیان خداکے لئے کوئی صورت ہوتی تو وہ صورت تیری ہی ہوتی، میں یہ کہنے میں نہ کوئی کنایہ کررہا ہوں اورنہ یہ کہنے میں مجھے تردد ہے۔

شعر

آں شد کہ بارمنت ملاح بردمی

گوہر چودست داد بہ دریاچہ حاجت است

یہ شعرمجذوبانِ الٰہی کے پیشوااورمحبوبانِ خدا کی منتخب شخصیت خواجہ حافظ شیرازی سے منسوب ہےاورتشریح اس شعرکی یہ ہے:۔
’’ملاّح سے مرادعقل ہے جس نے مرتبہٗ اول میں سالک کوساحل صنع سے گزارکردریائے صانع میں پہونچادیا ہے جوہستی مجازی سے نکال کرصحرائے حقیقت میں پھرارہی ہے، گوہر سے مرادوہ نورجذبہ اورمعانی معارف ہیں جنہیں غواص طریقت نے صدف عقل سے حاصل کیااورجس کاتعلق بحرتجرّد سے ہے۔مدعا یہ ہے کہ جب سالک وطالب ولایت عرفان کی سرحد پرپہنچ گیااوروجدانِ معانی سے اس کی ضیافت ومہمانی ہونے لگی تو پھرعقل جومشاطہٗ خیالات انگیزاوردلالہٗ محالات آمیزتھی طالب ومطلوب کے درمیان سے اپنابستراٹھالیتی ہے۔

شعر

وصال یار چون گشتہ میسر

کنونم حاجت دلالہ نبود

ترجمہ:۔اب جبکہ وصال یار میّسر ہوگیا ہے مجھے دلالہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

دریا سے بحرکثرت مراد ہے کہ خرد کو استدلال سے واسطہ اور عقل کا رابطہ استقبال سے تھا۔حاصل کلام یہ ہے کہ جب سالک کے جذبہ کونورِخورشید تک مرتبہ وسلوک حاصل ہوگیا تو پھر چراغِ خرد کے نور کی کیا حاجت رہی ہو دریائے کثرت سے استدلال حاصل کرتا تھا۔

بیت

علم برزد چوخورشید جہاں تاب

چراغی رانماند در جہاں تاب

ترجمہ:۔جب خورشید جہاں تاب اپنا علم بلند کرتا ہے یعنی طلوع ہوتا ہے اس وقت چراغ کی روشنی دنیا میں باقی نہیں رہتی ہے۔

بعض حضرات صوفیہ نے اس شعر میں یعنی (آں شد کہ بارمنت ملاح بروی گوہر چودست داد یدریا چہ حاجت است)ملاّح کے معنی پیرومرشد کے لئے ہیں اور ذہن بھی اسے تسلیم کرتا ہے اور گوہر سے مقصد حقیقی کے معنی مراد لئے ہیں۔(دوسرے مصرعہ میں)لفظ دریا سے بھی شیخ ومرشد کے معنی مراد لئے ہیں کہ اسی ذات سے ارشاد کے موتی اور استفادہ کے جوہر حاصل ہوتے ہیں لیکن اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جس وقت طالب مقصد حقیقی کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ پیرومرشد سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ایسا کہنا اور یہ معنی مراد لینا محققین کے نزدیک درست نہیں ہے اسلئے کہ مرید تو کسی حال میں بھی اور کسی وقت بھی مرشد سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، البتہ طرفتہ العین کے لئے ایسا اس وقت ہوتا ہے جب سالک فنا کی منزل پر پہونچ جاتا ہے لیکن یہ بات بھی مشاربِ (تصوف)اور مذاہب(طریقت)کے خلاف ہے جس کسی کو مزید تحقیق کی ضرورت ہو وہ کامل مشرب سے معلوم کرلے،چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ''مرید شیخ سے ہرگز بے نیاز نہیں ہوسکتا اسکو جو کچھ دولت وصول ہوتی ہے اور جو کچھ شان وشوکت بہم پہونچتی ہے وہ تمام تر شیخ کی ہمت کی برکت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔،،

بیت

مملکت عاشقی وکنج طرب

ہوچہ دارم بہ یمن ہمت اوست

ترجمہ:۔عاشق کا ملک اور گوشۂ مسرت میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب اسی کا احسان ہے۔

اور مرشد سے بے نیاز ہو بھی کس طرح کہ وہ تو ایک برزخ ہے جو برزخ البرازخ کا پرتو اور مظہر ہے اور سالک کا منتہائے مقصود ہی برزخ البرازخ ہے اور وہی اس کے مدعا کی غایت ہے،جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ جس چیز کو تم خدائی کہتے ہو ہم اسکو محمد کہتے ہیں اور جس کو تم محمد کہتے ہو ہم اسکو خدائی کہتے ہیں۔

بیت

بادوست پیام درنگنجد

خود بود کہ خود پیمبری کرد

دوست کے ہاتھ اس نے پیام نہیں بھیجا بلکہ وہ ہی تھا اور اسی نے پیمبری کی۔

بیت

پیر ما گفت خطا در قلم صنع نرفت

آفرین برنظر پاک وخطا پوشش باد

(اس بیت کے معنی یہ ہیں) کہ ابتدائے حال میں سالک کی نظر خیر وشر کے مظہر پر ہوتی ہے تو وہ اس خیر وشر کو اہلِ خیر وشر سے منسوب کرتا ہے لیکن جب سالک اس مرتبہ سے ترقی کر جاتا ہے اور اس کی بصیرت نورِ عرفان سے اور بصارت وجدان کے سرمہ سے مکحل اور منوّر ہو جاتی ہے اور وہ توحید افعالی وصفات کے تخت پر جلوس فرماتا ہے۔ تب اس قول کے مَاصَنَعَ اللّٰـهُ فَهُوَ خَيْرٌ (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے وہ خیر ہی خیر ہے)

اور اس فرمان کے بموجب:۔

مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ — کوئی چلنے والا ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے

بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى — قبضۂ قدرت میں نہ ہو بے شک میرا رب

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [1] — سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

سالک کی نظر میں ہر بات میں خیر ہی ہوتی ہے اور ہر ایک گام پر صراط مستقیم ہی کو اختیار کرتا ہے چنانچہ خود اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ

بیت

درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیرادست

براصرط مستقیم اے دل کسی گمراہ نیست

ترجمہ:۔طریقت میں سالک کے سامنے جو کچھ آتا ہے اس کے لئے بہتر ہے۔اے دل صراط مستقیم پر چلنے والا کوئی گمراہ نہیں ہوتا۔

بعض افاضل نے اس بیت کو ظاہری معنی پر محمول کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ خواجہ صنع اللہ اور خواجہ حافظ ایک دوسرے کے مصاحب وہم نشین تھے۔ کبھی کبھی دونوں حضرات اپنے اپنے اشعار نقد وتبصرہ کے لئے ایک دوسرے کو پیش کرتے تھے چنانچہ **خذما صفا ودع ما کدر** (صاف لے لو اور گندہ چھوڑ دو) کے بموجب ایک دوسرے کے معائب شعری کو نہیں بلکہ محاسن شعری کو دیکھتے تھے اور ایک دوسرے کو کبھی کسی نے قباحت سے منسوب نہیں کیا، چنانچہ خواجہ حافظ نے شعر مرقومہ بالا میں خواجہ صنع اللہ کے محاسن شعری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ **کما جرٰی علٰے لسانِہٖ** (جیسا کہ اسکی زبان پر جاری ہوا)

[1] پ ۱۲ سورہ ھود ۵۶

بیت مغربی

چشم گراین است وابرواین وناز وشیوہ این
الفراق ای زہد وتقویٰ الوداع ای عقل ودین

ترجمہ:۔اگر آنکھ یہی ہے،ابرو یہی ہے اور ناز وشیوہ کا یہی انداز ہے تو زہد وتقویٰ تو گیا عقل ودین بھی رخصت ہوگئے۔

یہ بیت حضرت شیخ مغربی کی طرف منسوب ہے۔ جب حضرت شیخ کمال خجندی نے یہ شعر سنا تو فرمایا کہ شیخ مغربی تو ایک بزرگ شخص ہیں وہ ایسا شعر کیوں کہتے ہیں جو تغزل سے بھرپور ہے۔سوائے معنی مجازی کے اس میں اور کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ جب شیخ مغربی تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے شیخ خجندی کی دعوت کی اور خود ان کے لئے کھانا تیار کرنے لگے۔مولانا کمال خجندی بھی جیسا کہ صوفیہ کا طریقہ ہے ان کا ہاتھ بٹانے کیلئے باورچی خانے میں پہنچ گئے۔انہوں نے دیکھا کہ مولانا مغربی کھانا پکاتے جاتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے جاتے ہیں۔مولانا کمال خجندی کو دیکھ کر انہوں نے شعر کی تشریح بیان کرنا شروع کردی اور فرمایا کہ سنو! چشم کو عین کہتے ہیں اور اس سے اشارہ ہے عین قدیم کی طرف جو ذات باری تعالیٰ ہے اور ابرو حاجب ہے۔اس سے مراد حجابِ ذات ہے اور ناز وشیوہ سے مراد تجلیات اور اراداتِ پیہم ہیں جو کو فیمیں نظر آتی ہیں تو اب زہد وتقویٰ ان تجلیات کے مشاہدہ کے بعد کس طرح باقی رہ سکتا ہے کہ وہ ان تجلیات کا غیر اور اس کے سوا ہے۔ یہ ہیں اس بیت کے حقیقی معنی۔

بیت

ای ردئ درکشیدہ بہ بازار آمدہ
خلقی بدین طلسم گرفتار آمدہ

ترجمہ:۔اے وہ کہ جو نقاب رخ الٹ کر بازار میں آگیا۔ایک مخلوق ہے جو تیرے سحر میں گرفتار ہوگئی ہے یہ بیت حضرت فریدالدین عطار قدس اللہ سترہ کی ہے مطلب یہ ہے کہ:اے وہ کہ تو نے اپنے چہرے پر جو ظاہر وجود کا پرتو ہے تعینات وجود کی نقاب ڈال لی ہے اور اس میں اپنے چہرے کو چھپا لیا ہے اور اسی حال میں بازار ظہور میں نکل آیا ہے اور تمام مخلوق اس طلسم صور میں جو تو نے اپنے رخسار کی تجلیات سے تیار کیا ہے گرفتار ہے کثرت تعینات متبائنہ اور آثار مختلفہ کی وجہ سے بعد وہجر وغفلت و پندار اور غیریت میں مبتلا ہے یا خود پر تو جمال کی سرایت کے باعث وہ چہرہ خود اس نقاب مظاہر وصورت جمیلہ عشق ومحبت کی بلا میں گرفتار ہے یعنی بعض عاشق صورت ہیں اور بعض عاشق حقیقت ومعنی ہیں۔

بیت

بیزارم ازان کہنہ خدای کہ توداری
ہرلحظہ مراتازہ خدای دگراست

ترجمہ:۔میں تیرے پرانے خدا سے بیزار ہوں۔میرا خدا تو ہر لمحہ دوسرا تازہ خدا ہے۔

مندرجہ بالا بیت میں زاہدان حشویہ اور عابدان شرعیہ کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے شرابِ بزمِ توحید سے ایک جرعہ بھی نہیں پیا ہے اور نہ رندان تفرید کے کباب کا ایک ٹکڑا چکھا ہے اور ان کا عقیدہ بس وہی "اقرار باللسان وتصدیق بالقلب،، (زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق) اور اسی کلمہ پر قائم و متمکن ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو زلال تجلیات الٰہی اور واردات لامتناہی کے عطیات سے سیرابی حاصل نہیں ہوتی (ان کرامتوں اور نعمتوں سے محروم ہیں) جبکہ سالکان طریقت ہر لحظہ اور ہر دم وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ [۱] (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو) کی شراب سے سرشار ہیں اور فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ [۲] (تم جہاں کہیں یا جس طرف بھی دیکھو گے وہاں جمالِ الٰہی موجود ہے) کی سرسبزی اور شادابی سے بہرہ ور اور مستفید ہیں (یعنی ہر لحظہ اور ہر جگہ ان کے سامنے تجلی الٰہی پر تو فگن ہے)

چونکہ ان زاہدوں اور عابدوں کو اس شراب سے وصول عرفان کا موقع حاصل نہیں ہوا اور حصول وجدان کی سرخوشی اور سرمستی میسر نہیں ہوئی ہے اسلئے وہ ہمیشہ شرک خفی کے خمار میں گرفتار ہیں اور نشاءِ وحدت کا ان میں کوئی اثر نہیں ہے۔

بیت

کسی کو ماند در صحرائے طامات

چہ داند ذوق مستان خرابات

ترجمہ:۔جو صحرائے طامات (حادثۂ عظیم و بلائے سخت) میں پھنس کر رہ گیا ہے وہ مستان خرابات کے ذوق کو کیا جانے؟

ہم اللہ سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔پس مست شراب توحید کے لئے یہ ضروری ہوا کہ وہ ایسی طعن آمیز اور سخت بات کہیں اسلئے کہ بہت سے ایسے لوگ جو دولت شہود سے محروم اور شوکت وجود سے مہجور تھے، اصحاب وصول کی اس سرزنش اور ارباب حصول کی تحریص سے ہوشیار ہو کر حریم عرفان اور گلستان وجدان تک پہونچ گئے ہیں۔

---

[۱] پارہ ۲۷ سورہ حدید۴ [۲] سورہ بقر ۱۱۵

لطیفہ۲۰

سماع واستماع مزامیر

یہ لطیفہ ایک مقدمہ، تین نغمات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے

قال الاشرف:

السّماع تواجد الصوفیة فی تفهیم المعانی الّذی یتصوّر من الاصوات المختلفة

ترجمہ:۔حضرت اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ مختلف آوازوں کوسنکر فہم میں جومعانی پیدا ہوتے ہیں ان کے اثر سے صوفیہ کا وجد کرنا سماع ہے۔

مقدمہ

زمانے کے لوگ تین گروہوں میں منقسم ہیں۔ایک گروہ تو اُن لوگوں کا ہے جوعقبٰی کے طلب گار اور دنیا کے ترک کرنے والا ہیں۔دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تارکان عقبٰی ہیں، تیسرا گردہ ان لوگوں کا ہے جوصرف طالبان مولٰی ہیں نہ ان کو دنیا سے سروکار ہے اور نہ وہ عقبٰی کے خواستگار ہیں اس گروہ کے افراد کے قلوب میں کسی نقطۂ غیر کا دخل نہیں ہے۔اس گروہ کا وصف حال یہ ہے کہ

بیت

هوائ دیگری درجانگجد
درین سربیش ازین سودانگنجد

ترجمہ:۔کسی دوسری خواہش کی اس جگہ گنجائش نہیں (کیونکہ) اس سر میں اس سے زیادہ سودانہیں سماسکتا۔

یہ حضرت کوئے محبوب میں مقیم ہیں اور کوچۂ مطلوب میں ہمیشہ جمے رہتے ہیں۔اور یہ درمولا پر ہمیشہ دربان کیطرح حاضر رہتے ہیں۔یہ لوگ جس وقت بھی تارِرباب یانے کی آواز سنتے ہیں اور مزمار یا تاروں کو جس وقت بھی چھیڑا جاتا ہے تو ان کو اپنا وطن اصلی اور مرکز علوی یادآجاتا ہے اور انوار الٰہی کے عکس اُن کے آئینہ دل میں جگمگانے لگتے ہیں اور اسرار نامتناہی کے فیوض ان کے آئینہ دل میں چمکنے اور دمکنے لگتے ہیں اور واردات سبحانی والہامات یزدانی صحرائے غیب وفضائے لاریب (فضائے قدس) سے بارش کی طرح ان پر برسنے لگتے ہیں جس سے ان میں جوش وخروش پیدا ہوجاتا ہے اور یہ ہوش گنوا بیٹھتے ہیں اور وجد کی کیفت ان پر طاری ہوجاتی ہے، ہاتھ ہلاتے ہیں (اور اس سے اشارے کرتے ہیں) کہ ہم نے راہ حق میں کائنات کو چھوڑ دیا ہے اور اور موجودات کی نقدی سے اپنے ہاتھ خالی کرلئے ہیں۔

قطعہ

ملک دنیا نیست الا جیفۂ جیفہ راپیش سگان انداختیم
جبۂ دستار وعلم قیل وقال جملہ درآب روان انداختیم

ترجمہ:۔دنیا کا ملک ایک مردار ہے۔اس مردار کو ہم نے کتّوں کے سامنے ڈال دیا ہے۔ یہ جبّہ ودستاراور قیل وقال کا علم ہمارے کس کام کا۔اسکوہم نے بہتے ہوئے پانی میں ڈال دیا ہے۔

اور ہم نے ملک وملکوت سے تعلق منقطع کرلیا ہےاور کونین کوٹھکرادیا ہے، نہ ہم وصال وجمال کے طالب ہیں اور نہ دنیاوالوں کی طرح مرداردنیا کےلاشہ پرہماری نظر ہے۔ ’’**وھو الدّنیا وزخرفھا**،،

بیت

مارا ہوائ باغ وسر عندلیب نیست
در دیدہ جز خیال جمال حبیب نیست

ترجمہ:۔ہم کونہ باغ کی خواہش ہےاور نہ آوازِ بُلبل کی تلاش۔ ہماری آنکھوں میں تو سوائے جمال دوست کےتصوّر کےاور کچھ نہیں ہے۔

اس عالم وجد میں وہ زمین پر پاؤں مارتے ہیں گویاوہ حدیث غیرکو پائمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولیٰ کے ہوتے ہوئے غیر کی جگہ کہاں ہے۔ یہ دولت سرمدی وشوکت ابدی تو اسی شخص کونصیب میں آتی ہے جس نے کائنات سے ہاتھ اٹھالیا ہواور موجودات کو ٹھکرادیا ہو۔

رباعی

گروہ نفس پرستان سماع کی دانند یکی دونکتہ بگویم خوش اززبان سماع
بزیرپائ بکوبند ہرچہ غیرویست سماع ازآن شماوشماازآن سماع

ترجمہ:۔نفس پرستوں کےگروہ سماع کےمتعلق کیا جانیں؟ یہاں میں ایک دونکتہ سماع کی زبان میں بیان کرتا ہوں (یہ لوگ) ماسوااللہ کواپنے پاؤں کے نیچے روندڈالتے ہیں کیونکہ سماع ان سے ہےاوروہ سماع سے ہیں۔

دوسرا گروہ اہل ظاہر کا ہے جن کا ابھی تصفیۂ باطن اور تنقیۂ قلب نہیں ہوا ہے اور وہ سروانتہیٰ کے درجہ کمال اور وصال علوی واعلیٰ کی اوج پرنہیں پہنچے ہیں۔ ان لوگوں کی آرزواور خواہش حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی ہے لیکن ابھی ان کا نفس دنیا کی طرف مائل ہے۔ چونکہ اس طائفہ کا نفس لوّامہ ہے احتمال ہے کہ، حسن زنان، جواریل ووجہ زلف وخال وخداور اس قسم کے دوسرے الفاظ سماع کی حالت میں دنیاوی خیالات پیدا کرینگے۔ ان کے لئے سماع طرب ولہو ہے اور بالاتفاق حرام ہےاورجنکی نظر برتوجہ افکار عالم علوی وترک اطوار تجرید وآثار تفرید وقطع غلائق ہے۔احتمال ہے کہ ان کے خیالات حوروقصورروضہ جنانی اوردل رویت سبحانی کی طرف جائیں گئے جوصفات بالاتفاق حلال ہیں ایسےلوگوں کے لئے’’ **السماء مباح الا ھله**،، (سماع اہل کیلئے مباح ہے) سماع ایک آئینہ ہے کہ جیسے ہیں ویسے ہی نظرآئیں گے۔دوسرا گروہ عوام کا ہےجن کی نظر صرف

لاشۂ مرداراورنفس پر ہےاور جو کچھ سنتے ہیں وہ گوش نفس سے سنتے ہیں۔

رباعی

دل شہوت پرستانراز عشقت کی خبرباشد زحسن یوسف مصری چہ حاصل چشم اعمیٰ را

بہ لذت ہائ جسمانی غمت را کی فروشم من کہ دادن ابلہی باشدبسیری من وسلویٰ را

ترجمہ:۔شہوت پرستوں کے دل کوتیرے عشق کی کب خبر ہوسکتی ہے کہ یوسف کنعانی کے حُسن سے اندھی آنکھ لطف اندوز نہیں ہوسکتی، میں تیرے غم کو اے دوست! ان جسمانی لذتوں کے عوض نہیں بیچوں گا کہ من وسلویٰ کو پیٹ بھرے شخص کے سامنے رکھنا بالکل نادانی ہے۔

نغمۂ اوّل

اباحت سماع کے دلائل آیات واحادیث اوراصحاب اجتہاد کےاقوال اورارباب ارشادکےافعال کی روشنی میں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جس مسئلہ میں حلت وحرمت مختلف فیہ ہواس میں دلیرانہ اور بے باکانہ گفتگونہیں کرنا چاہیئے بلکہ غور وتامل کے بعداس سلسلہ میں بات کرنا چاہیئے ایسے ہی مختلف فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ ''سماع،، بھی ہے کہ اسکونہ تو مطلقاً حرام کہا جاسکتا ہےاور نہ بغیر قید لگائے حلال کہہ سکتے ہیں۔حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا ہے کہ:۔

''سماع علی الاطلاق نہ حرام ہے نہ حلال۔ جب تک کہ یہ علم نہ ہوجائے کہ سماع کیا ہےاس کا سننے والا کون ہے،،

بیت

سماع ای برادر بگویم کہ چیست
اگر مستمع رابدانم کہ کیست

ترجمہ:۔میں اسی وقت بتا سکتا ہوں کہ سماع کیا ہے جبکہ مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ سننے والا کون ہے

سماع اسرارالٰہی میں سے ایک راز ہےاورحق کے انوارنامتناہی میں سے ایک نور ہے وہی سعادت مند ہے جس کا دل خورشید سماع کا مطلع بن جائے اور جس کی جان ناہیداستماع کی مشرق ہو۔(جسکے دل میں سماع کا حقیقی ذوق وشوق موجود ہو)

قطعہ

عشق در پردہ می نوازد ساز عاشقی کوکہ بشنود آواز

ہمہ عالم صدائ نغمۂ اوست کہ شنید این چنین صدائ دراز

ترجمہ:۔عشق نے در پردہ ساز چھیڑ رکھا ہے وہ عاشق کہاں ہے جواس آواز کو سنے، یہ تمام کائنات اسی نغمۂ کُن کی آواز ہے کسی نے اتنی لمبی تان کہیں سُنی ہے۔

طالب جاں باز اور محرم راز عارف کو چاہیئے کہ سماع کی طرف توجہ کرے۔ سماع کی تعریف بزرگان طریقت نے اس طرح کی ہے:۔'' بے شک سماع ایک امر مخفی، ایک نور جلی اور سرٌ علیٌ ہے۔ اس راز سے وہی آگاہ ہو سکتے ہیں جو اہل تحقیق ہیں اور علم میں راسخ ہیں اور اللہ والے ہیں، صاحبان معرفت ہیں، واصلان حق ہیں اور خدا کے ساتھ ہیں جن کے لئے ابتداء میں ذوق ہے اور انتہاء میں شُرب ہے۔

رباعی

مطرب براہ پردہ دراساز عود را — در دہ بگوش ہوش درد وسرود را
ازنغمۂ سرد کہ گویند فیض اوست — در پردۂ سماع درآور حسود را

ترجمہ:۔ اے مطرب ساز عود کو پردہ کے راستہ سے اندر لے آ اور درد و سوز کی موسیقی کو گوش ہوش سے سن نغمۂ موسیقی کو اس کا فیض کہتے ہیں سماع کے پردہ میں سے حاسدین لے آئے ہیں۔

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو سماع سے یقیناً معزول کو دیئے گئے ہیں۔ اِنَّھُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ[1] (وہ تو سننے کی جگہ سے دور کر دیئے گئے ہیں) اگر اللہ تعالیٰ ان میں خوبی پاتا تو اُن کو ضرور سنواتا اگر ان کو سنوا بھی دیا جاتا جب بھی وہ پیٹھ پھیر لیتے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو'' ارباب سماع،، کے منکر ہیں ان میں بعض'' ارباب سماع،، کو فاسق کہتے ہیں اور کچھ ان کی تکفیر بھی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ان کو بدعتی کہتے ہیں۔ بہرحال ان کے درمیان اصحاب سماع کی تکفیر یا تفیق پر اتفاق نہیں ہے۔

رباعی

خواہ خلق گبرخوان وخواہ ترساخواہ مُغ — سجدہ گاہ قبلۂ ابروبتو نتوان گذاشت
ازہمہ دربگذرم نگذارمش مارا باد — ازجہان بتوان گذشتن روئ تو نتوان گذاشت

ترجمہ:۔ مخلوق مجھے گبر کہے خواہ ترسا خواہ مُغ، کہے کچھ بھی کہے میں تیرے قبلہ ابرو کو جو میری سجدہ گاہ ہے نہیں چھوڑ سکتا، میں سب کو چھوڑ دوں گا اور سب سے منہ پھیر لوں گا۔ دنیا کو بھی ترک کر دوں گا لیکن تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔

سماع کے بارے میں آثار پاک اور اقوال صحیح یہ ہے کہ سماع نفس الامر میں مباح ہے سماع کی تعریف یہ ہے کہ السّماع صوت طیّب موزون مفھوم المعنی محرک القلوب (سماع ایسی پاکیزہ اور موزوں آواز کو کہتے ہیں جس کو سمجھا جا سکے اور دلوں کو حرکت میں لانے والی ہو) پس اس کے اندر کوئی وجۂ حرمت نہیں ہے۔'' حرام،، وہ چیز ہے جس کا ترک دلیل قطعی سے ثابت ہو چکا ہو اور جس کے ثبوت ترک میں کوئی شبہ نہ ہو اور ہم نے سماع کی جو تعریف بیان کی ہے اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو لوگ درویشوں کی بزم سماع کے منکر ہیں اور محفل استماع سے انکار کرتے ہیں ان کے لئے یہ رباعی ہے۔

[1] پ ۱۹ سورہ شعراء ۲۱۲

رباعی

دنیا طلباجہان بکامت بادا واین جیفۂ مردار بہ دامت بادا

گفتی کہ بہ نزدمن حرام است سماع گر برتو حرام است حرامت بادا

ترجمہ:۔اے دنیا کے طالب! یہ دنیا تجھے مبارک ہو، یہ تو ایک مردار ہے، یہ مردار تیرے سے دام ہی میں رہے اچھا ہے تو کہتا ہے کہ سماع میرے لئے حرام ہے گر یہ تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔

سماع کے جواز میں آیات قرآنی

اب سماع کے جواز کے ثبوت میں چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔چند آیات یہ ہیں:۔

ا۔یَزِیْدُ فِي الْخَلْقِ مَایَشَآءُ[1] اللہ تعالیٰ آفرنیش میں جو کچھ چاہتا ہے زیادہ کردیتا ہے۔وُھُوَ الصَّوْتُ الْحَسَنُ.(اوروہ اچھی آواز ہے)

بعض نے قرأت میں ''الخلق،، ''خا،،نہیں بلکہ ''حا،، کے ساتھ پڑھا ہے یعنی حلق۔اور قرأت بعضے فی الحلق بالحاء المھملہ است۔محظوطہ۴۴۹)

۲۔اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ[2] اورتمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔

اورسماع پاکیزہ ترین چیز ہے کہ اس سے دل اور روح خوش ہوتے ہیں۔

۳.یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِکَ هُمْ اُولُوالْاَلْبَابِ ٥[3]

جولوگ کان لگاکر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں، یہ لوگ وہ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے راہ دکھائی یہ لوگ صاحبان عقل ہیں۔

یہاں لفظ قول تعمیم (عمومیت کیلئے ہے) کا متقاضی ہے کہ وہ قول قرآنی ہو یا احادیث مبارکہ ہو یا حکایت حال صالحین ہو یا (ان کے) اشعار غنا ہوں جیسا کہ وجیز (فقہ کی مشہور کتاب) میں صراحت کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مستمع کی تعریف فرمائی ہے یعنی جو سخن کا سننے والا ہے اور اسکا بہترین تابع ہے اور یہ ہدایت عقل اس قول بہترین کے وہ سامع ہیں اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کوئی غنا کو سنتا ہے وہ خداوند تعالیٰ کے قول عموم سے ہوتا ہے''یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ،، میں شامل ہے آواز پسندیدہ کی حکمت پر، اگر غا کا اس اعتبار سے کوئی انکار کرے کہ غنا مطلقا حرام ہے خواہ وہ بطور بازی ہو یا شوق کے طور پر تو یہ مباح ہے۔

ویقول ان الغناء حرام مطلقاً کالزناء واللواطة لم یکن اللّٰه ھداھم ولاوھبھم العقل و من کان عاریاعن الھدایة کان

اور جوکوئی یہ کہتا ہے کہ غنا مطلقاً حرام ہے جس طرح زنا اور لواطت۔پس حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت یاب نہیں بنایا اور انکو عقل عطا نہیں فرمائی ہے اور جو کوئی عاری ہے ہدایت سے

---

[1] پ۲۲ سورہ فاطر۱۔ [2] سورہ مائدہ۴ [3] پ ۲۳ سورہ الزمر ۱۸

ضـــالّاً اذا ضـــدالھــدایة الــضّــلال وھــو مــن اھــل الــنــار عــلــی انــه لیــس لــه دلیـل یـخـص عـنــه الغنآء بـالـصـوت بـل صـحّ الغناء بالصوت و الـدفّ وثبـت بـمـاردینـاه من احادیث البـخـاری ومسـلـم ومـن مسنداحمد. ”سـمـــاع ضـــرب الـدف والـغـنـاء مــن الـحبشة وحـضـور الـنبـی عـلیــه السلام وقت الرقص منھم کما یحییء انشـــاء الــلّٰـــه تــعـــالـــیٰ.“

وہ گمراہ ہے۔ اس لئے کہ ہدایت کی ضد گمراہی ہے اور وہ شخص دوزخی ہے اس وجہ سے کہ اس پرکوئی دلیل نہیں ہے جو غنا بآواز کو خاص کرتی ہوجب کہ غنا بآواز کادف کے ساتھ ہونا صحت کو پہنچ چکا ہے اور ثابت ہوچکا ہے ان روایتوں سے جو بخاری، مسلم اور مسنداحمد میں ہیں۔یعنی سماعت فرمانا ضرب دف اور غنا کاحبشیوں سے اور حضور علیہ السلام کا ان کے رقص کے وقت موجود ہونا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔(انشاءاللہ)

اوراس بات پردلیل کہ اللہ تعالیٰ نےتعریف فرمائی ہےاُن لوگوں کی سخن نیک کی اتباع میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَجَـعَــلَ لَـكُـمُ السَّـمْـعَ وَالْاَبْـصَـارَ وَلْاَفْـئِـدَةَ قَـلِيْلاً مَّـا تَشْـكُـرُوْنَ ہ [۱]

اورتم کوشنوائی، بینائی اوردل عطافرمائےلیکن کم ہی اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ (اس عطیہ کا) بندوں پراحسان جتلارہاہےاور یہ تمام مسموعات کوشامل ہےسوائےاس ممنوع کےجوفسق کی طرف رغبت دلائےاورفساد کی جانب رجوع کرنے والےہیں۔

حضرت سُلمی سےروایت ہےکہ ابن عطاءنےفرمایا کہ شنوائی وبینائی اوردلوں کےعطیہ سےمراد یہ ہےکہ خداوندتعالیٰ کوبخوبی پہچانیں اورحق تعالیٰ کابخوبی تصوّرکریں اورحق تعالیٰ کادل میں مشاہدہ کریں۔بعض حضرات نےکہاہےکہ اس کےمعنی یہ ہیں کہ مومنوں کےدلوں میں اس نےاپنی محبت ڈال دی اورمشتاقوں کوعشق عطاکیااورعاشقوں کوخداشناسی کی دولت عطافرمائی۔

امام قشیری کہتے ہیں کہ اس سےمرادبغیرتامل ودلیل خداشناسی،شوق باللہ اورحوادث کےوقوع سےدلوں کوپاک رکھناہے۔

اور یہ جوکہا گیا ہے کہ اباحت صوت کے سلسلہ میں جوآحادیث وارد ہیں وہ قرأت قرآنی کے ساتھ مخصوص ہیں یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ پھر اس سے تو یہ بات لازم آتی ہے کہ عنادل کے چہچہے سننا بھی حرام ہیں کہ عندلیب کی نغمہ سرائی قرآن خوانی نہیں ہے اور جبکہ ایسی آواز کا سننا جس کا کوئی مفہوم ومعنی نہیں ہے جائز ہے تو پھر ایسی

---

[۱] پ ۲۱ سورہ سجدہ ۹

آواز کا سننا جس کے معنی حکمت ودانائی پرمبنی ہیں اور بغیر لہو ولعب کے اس آواز میں صحیح معنی موجود ہیں اس کاسننا کیونکر جائزنہیں ہوگا؟

سماع میں تولغزش کے بعدتازہ دم ہوجاتے ہیں اور جمود کے بعد خوشحالی پیدا ہوجاتی ہے اوراصحاب سماع کے باطن اللہ تعالیٰ کے حضور میں عذرخواہی کےتکملہ کے لئے کشادہ ہوجاتے ہیں جبکہ وہ ثناءحق کوحق کی جانب خطاب حق کے ذریعہ سنتے ہیں۔اس طرح وہ ایک شکل قضیہ میں رمزیت کی بنیادرکھ دیتے ہیں۔

شعر

وَلِوَجْهِهَا مِنْ وَّجْهِهَاقَمْرًا وَلِعَيْنِهَا مِنْ عَيْنِهَا كُحْلاً

ترجمہ:۔اوراس کے چہرے سے اس کا چہرہ روشن ہے اوراس کی آنکھوں کواس کی آنکھوں سے سرمہ ملتا ہے۔تفسیر قشیری میں اسی طرح آیا ہے:۔بعض منکرین سماع حرمت سماع میں اس آیت کریمہ سے سند لاتے ہیں اور شہادت پیش کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِىْ لَهْوَ	اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں
الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا	سمجھے اور اُسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ٥ ۱؎	ذلت کا عذاب ہے۔

لیکن ان کا یہ سند لانا اوراس آیت کوبطوراستدلال پیش کرنا انصاف پرمبنی نہیں ہے بلکہ اس کا باعث سماع کے جواز پراعتقاد رکھنے والوں کے ساتھ پرخاش ہے کہ ان کی نظر مُتعلق پر ہے متعلق پرنہیں ہے اورانہوں نے حقیقی معنی میں "لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ،، کونہیں پڑھااوران کی زبان اس کے علاوہ:

وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۲؎	اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے۔
اور مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ ۳؎	جسے اللہ گمراہ کرے اسے راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔

کے پڑھنے سے خاموش ہے اوران احکام کے حقیقی معنی تک نہیں پہونچ سکے ہیں اور قاری یامعترض نے اس آیت کی شان نزول پرنظرنہیں ڈالی ہے۔ایسا عقیدہ رکھنے والا اگرعظیم المرتبت مشائخ کا بھی منکر ہوتو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو فریب آمیز باتیں کرتا ہے جو سننے والے کوحق سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول کرنیوالا ہے یعنی فسانۂ بے اعتبار کو اعتبار کا رنگ دیتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کے

۱؎ پ ۲۱ سورہ لقمٰن ۶ ۲؎ پ۱سورہ بقرے ۳؎ پ ۹سورہ اعراف ۱۸۶

راستے سے گمراہ کر سکے یعنی دین سے۔ یا وہ اپنی قرأت قرآنی سے اپنی جہالت و بےعلمی اور بغیر دلیل کے اُن کے لئے خدا کا راستہ روک دے۔ جیسے کوئی ان پر افسوس کر رہا ہے اوہ سحر زدہ ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے خوار اور رسوا کرنے والا ایک عذاب ہے اس دنیا میں قتل وغارت کی صورت میں اور اس کے علاوہ آخرت اور عقبی کا بھی عذاب ہے۔ آیت مندرجہ بالا اُن لوگوں کے بارے میں ہے جو گانے والی کنیزوں کو خریدتے ہیں اور لوگوں کو اُن کا گانا سنوانے کیلئے بلاتے ہیں اور اس طرح حق کی باتوں کے سننے سے اُن کو روک دیتے ہیں۔ تفسیر القیامی وڈری اور بحر مواج میں جو قاضی شہاب الدین ہندی سے منسوب ہے اسطرح صراحت کی گئی ہے:۔

اب یہ بات اچھی طرح یاد رکھئے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو لہو ولعب کی باتوں کو اس لئے خریدتے ہیں تا کہ ان باتوں کے ذریعہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کریں۔ وہ آیات قرآنی کے ایسی معانی بیان کرتے ہیں جن میں استہزاء کا رنگ ہوتا ہے اور مسخرہ پن پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں پر ایسا عذاب ہوگا جو ان کو خوار کر دے گا۔

لہو ایسے باطل کو کہتے ہیں جو افعال حسنہ اور اقوال مستحسنہ میں مانع اور مزاحم ہو۔ دینی معاملات اور دینی مہمات سے غافل کر دینے والا ہو جیسے من گھڑت قصے اور بے ہودہ حکایتیں بعض لوگوں نے لہو سے مراد سرد اور مزامیر اور ررد کا سننا لیا ہے۔ اور حکم بالا کی تاویل سے وہ سرود اور مزامیر کو حرام جانتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے ان اقوال کے مناسب اور ان کی موید احادیث بھی پیش کرتے ہیں اور یہ بات نہیں سمجھتے کہ یہ حرمت تو اس سرد و مزامیر پر محمول ہے جو لہو اور بازی کے طور پر ہو اور اس کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ: ''یہ آیت وَمِنَ النَّاسِ [۱]، (الآیہ) نصر بن حارث کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ نصر بن حارث کا معمول تھا کہ وہ قصہ گو یوں کو رقم دے کر شاہان فارس کے قصے سنا کرتا تھا اور پھر دوسرے لوگوں کو سنایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جسطرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عاد و ثمود کے قصے بیان کرتے ہیں اسی طرح میں بادشاہان فارس کے قصے تم کو سناتا ہوں۔ اس طرح وہ لوگوں کو شاہان فارس کے قصے سنا کر قرآن پاک کے سننے سے باز رکھتا تھا۔

اباحت سماع میں احادیث نبویؐ

وہ احادیث جو سماع کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسکو بخاری و مسلم ربیع بنت معوذ بن غفراء سے روایت کیا ہے۔

عن الربیع بنت معوذ بن غفراء قالت جاء النبی علیہ السلام و جلس علیٰ فراشی وعندی جاریتان تضربان بالدف ویندبن من قتل من ابائھن یوم بدر فقالت	ربیع سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور میرے فرش (بستر) پر بیٹھ گئے۔ میرے پاس دو لونڈیاں تھیں جو اس وقت دف بجار ہی تھیں اور جنگ بدر پر اپنے باپوں، (چچا اور دوسرے اعزا) کے قتل

[۱] پ۹ سورہ انفال۲۴ [۲] پ۳ سورہ آل عمران۳۱

احد یھما فینا نبی یعلم ما فی غد فقال النبی علیہ السلام دعی ھذاوقولی ماکنت تقولین.

پرمرثیہ کے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ پس ان میں سے ایک لونڈی نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک ایسا پیغمبر موجود ہے جو یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا؟ یہ سنکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑ دو اور تم جو کہہ رہی تھیں وہی کہو۔

یہ حدیث شریف دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دف کی آواز اور گانے کو سنا اور اُن دولڑکیوں کے اشعار سنے جبکہ جواں سال لڑکیوں سے بغیر ضرورت کے کچھ سننا بغیر پردے کے حرام ہوتا ہے اور یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور اُن کا کلام سن رہے ہیں پس اس صورت میں غنا اور دف کا مرد سے سننا تو بطریق اولیٰ جائز قرار پاتا ہے اور کیوں جائز نہ ہو جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ تحقیق حکم فرمایا اس لڑکی کو گانے کا اس صورت میں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''تو وہی کہہ جو کہہ رہی تھی،، پس وہ امر جو قرائن سے خالی ہو اس کو وجوب پر محمول کیا جاتا ہے پس وہ امر استحباب اور اباحت سے تو خالی ہو ہی نہیں سکتا (الا مرالمجر دعن القراین یحمل علی الوجوب فلا یخلوعن الندب والاباحۃ ۔مخطوطہ لطائف ۴۵۲)

حالانکہ اس میں وجوب کی صورت بھی موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اپنے روبرو اس چیز کے روا رکھنے کا جو وہ پہلے کہہ رہی تھی وہ اشعار جو دف پر گا رہی تھی اسیطرح گائے۔اور خود حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرمارہے تھے اور اُن اشعار کے معانی کی طرف متوجہ تھے۔پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ طلب فرمایا ان چیزوں کو (ان اشعار کو) جنکے معانی کی طرف آپ متوجہ ہوئے تو اس کے ذکر کا وجوب ثابت ہوگیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ۱؎

اے لوگو! جو ایمان لائے قبول کرو اللہ اور اس کے رسول کیلئے جسوقت کہ وہ تم کو بلائیں۔

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے تحت:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. ۲؎

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو پس میری اطاعت کرو۔اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

پس قول مغنی (مغنیہ) کو دوبارہ طلب فرمانا (دوبارہ اشعار کے پڑھنے یا گانے کا حکم دینا) راگ یا غنا کا طلب کرنا کسی پر واجب نہیں ہوتا، وہ مخصوص تھا صرف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بس اتنا ہے کہ اس کو

۱؎ پ۹ سورہ انفال ۲۴ ۲؎ پ ۳ سورہ آل عمران ۳۱

استحباب واباحت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ:

انما قالت دخل علینا ابو بکر وعندها جاریتان تضربان بالدفّ	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے پاس (حضرت) ابوبکرؓ تشریف لائے اور اُن کے پاس دو کنیزیں دف بجارہی تھیں (انکے سامنے)

اور بعض روایتوں میں اسطرح آیا کہ:۔

وقالت عائشة دخل علے رسول اللّٰه صلے اللّٰه علیه وسلم وعندی جاریتان تغنیان غناء بعاث فاضطجع علے الفراش وغشی وجهه بثوبه ودخل ابوبکر فانتهر همافکشف النبی علیه السلام عن وجهه فاقبل علی ابوبکر وقال دعهمایا ابابکر فانها یوم عید.	حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس (گھر میں) تشریف لائے میرے پاس دو کنیزیں اُسوقت غنائے بعاث (جنگ بعاث سے متعلق اشعار) گارہی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہلو کے بل فرش پر لیٹ گئے اور اپنے کپڑے سے آپؐ نے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ اسوقت حضرت ابوبکر (صدیقؓ) تشریف لائے اور ان دونوں کنیزوں کو جھڑکا۔ تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روئے مبارک سے کپڑا اہٹایا اور حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے ابوبکر! ان کو رہنے دو (چھوڑ دو) کہ آج روز عید ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

''عید کا دن تھا اور اس روز حبشی ڈھالوں اور نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے عائشہ! کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو میں نے کہا ''جی ہاں،، (نعم) بس آپ نے مجھے اپنے پیچھے اس طرح کھڑا کیا کہ میرا رخسار آپؐ کے رخسار پر تھا (خدی علیٰ خدہ) آپ فرماتے جاتے تھے کہ ''اے بنی ارفدہ اپنا کام (کھیل) جاری رکھو، میں نے ان کو اتنا دیکھا کہ میں تھک گئی، تب آپؐ نے یہ محسوس فرما کر ارشاد کیا کہ بس کافی ہے اب تم جاؤ۔،،

یہی روایت صحیح مسلم میں بعض جملوں کے فرق کے ساتھ ہے اور اس طرح آیا ہے کہ:۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اپنا سر آپؐ کے دوش اطہر پر رکھدیا تاکہ اسطرح میں ان کے کھیل کو دیکھوں پس میں اُن کے کھیل کو دیکھتی رہی۔ جب تک میں کھڑی رہ سکی اس کے بعد میں واپس چلی آئی۔

مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشی دف بجارہے تھے اور کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بندۂ صالح ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (استفسار) فرمایا کہ کیا کہتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ محمد بندۂ صالح ہیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا کہ:

ان تنظرے الیٰ زفن الحبشة	کیاتم حبشہ کا رقص دیکھنا چاہتی ہو؟ اور آپؐ
ولم یکن ذٰلک اضطرار الیٰ	کا یہ ارشاد رقص وجمل (قسم رقص) غنائے
مساعدة الاصل خوفامن الوحشة	وحشت اور خوف کی مساعدت اصلی کے باعث
والغناء والزفن والحجل هوالرقص	بطور اضطرار نہیں تھا اور نہ اس میں وحشت و
وذٰلک یکون بفرح وشوق.	خوف کا عنصر شامل تھا کہ ان کا یہ غنا زفن اور حجل اسوجہ
	سے ہو بلکہ اسمیں فرحت اور شوق کی کیفیت شامل تھی۔

یہ تمام احادیث مذکور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں غنا، کھیل، دف بجانا اور رقص کرنا حرام نہیں ہے اور یہ تمام احادیث ان امور کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں سماع، غنا اور رقص کے منکرین کا رد ہے۔

فقہ حنفیہ کی روایات وہ اصولی ہوں یا فروعی اور مشائخ مجتہدین وغیرہ ہم کے اقوال اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ پس جو کوئی ان ہستیوں پر اعتماد کرتا ہے اور ان کے قول کی پیروی کرتا ہے اس کیلئے سماع، غنا اور وجد کی اباحت کے لئے تمام روایات جو حوالۂ کتب کے ساتھ مذکور ہوئیں کافی ہیں۔

شرح بزدوی میں جونوری کے نام سے موسوم ہے اور ابوالقاسم بن محمد بن عبداللہ الدمشقی کی تصنیف ہے یہ تشریح موجود ہے کہ ''معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سماع جس سے ہمارے علماء کو اختلاف ہے ایسا سماع ہے جو بطور لہوولعب ہو، فاسقوں کو جمع کیا جائے، شراب نوشوں کا مجمع ہو، تارکین نماز بیٹھے ہوں تو بے شک وشبہ ایسا سماع حرام ہے اور اگر کوئی ایسا صالح شخص سنے جو ہمیشہ نماز پڑھتا ہو اور اور ادووظائف کا تارک نہیں ہے، قرآن پاک کی تلاوت پابندی سے کرتا ہے اس کے لئے سماع حلال ہے، اس سلسلہ میں ہمارے علماء (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یہی نوعیت رقص ووجد کی ہے اس سلسلہ میں بہت سی احادیث بالتحقیق وارد ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کرام نے ایسا کیا ہے شرح کافی میں مذکور ہیں جو ''الحمدی،، کے نام سے موسوم ہے اور جس کے مصنف محمد بن علی شافی ہیں۔

ہمارے علماء کرام کے یہاں سماع اس صورت میں مکروہ ہے جو برسبیل لہوولعب ہو اور گناہ کا ارادہ پایا جائے فاسقوں کو جمع کیا جائے، نماز کی ادائیگی اور قرآن خوانی کو ترک کردیا جائے لیکن جو اہل نماز ہے اور اہلِ قرآن ہے اور صالحین میں سے ہے اس کیلئے سماع حلال ہے اسمیں ہمارے علماءؒ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ ایسے

سماع سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا حضور اور اس کا دیدار ہے وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آخرت سے خوف کا اس میں ذکر ہوتا ہے۔ اور یہ محمود ہے مذموم نہیں ہے یہی صورت تواجد اور رقص کی ہے وہ بھی محمود ہے مذموم نہیں ہے۔ کتاب المنافع میں مذکور ہے:۔

''غنا کا اپنی زوجہ یا مملوکہ جاریہ سے سننا جائز ہے۔''، **واحاله عن نفسه**

فتاویٰ عتابیہ میں ہے:۔

''امام ابو یوسف سے سوال کیا گیا کہ آیا غنا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جائز ہے۔''، اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ کتاب مقصد السالکین میں مذکور ہے:۔

''فتویٰ کی وہ روایات (وہ فتاویٰ) جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر علماء سے ''حرمت سماع''، پر وارد ہیں، وہ تمام روایات (یعنی فتاویٰ) اسی پر محمول ہیں کہ سماع سے مراد آلات لہو ہیں یعنی وہ غنا جس میں آلات (مزامیر) استعمال ہوتے ہیں، غنائے مطلق مراد نہیں ہے۔ یعنی حُرمت کا فتویٰ غنائے مطلق پر نہیں ہے۔

پس جائز نہیں ہے کہ ان روایات فتویٰ کو علی العموم حرمت سماع کی دلیل بنایا جائے تا کہ اُن احادیث صحیحہ سے انکار نہ ہو جو اباحت سماع میں وارد ہیں جنکو ہم اس سے قبل بھی بیان کر چکے ہیں اور تم اُن سے واقف اور آگاہ ہو چکے ہو، جیسا کہ فتاویٰ تاتاریہ میں فتاویٰ عتابیہ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔

نغمہ دوم

مشائخ وصوفیہ متقدمین واکابر طریقت کے اقوال سماع کے بارے میں

حضرت شیخ ابو طالب مکی قدس اللہ سرہٗ (صاحب قوت القلوب) نے اباحت سماع کے سلسلہ میں اقوال سلف بیان فرمائے ہیں اور شیخ ابو طالب مکی جو اپنے تجر علمی اور کمال حال کے اعتبار سے امام معتبر تھے وہ متقدمین کے احوال سے اچھی طرح باخبر تھے، زہد وتقویٰ اور صواب اندیشی میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

عالم متجر، کامل در اصول وفروع محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

''جس نے سماع کا انکار کیا بطور عموم، تحقیق کہ اُس نے صحابہ وتابعین میں سے ستّر اولیاء کا انکار کیا''، ابن مجاہد''، کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایسی دعوت قبول نہیں کرتے تھے جس میں سماع نہیں ہوتا تھا۔''

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ اس بات پر فقہاء کا اجماع ہے کہ ایسا جس میں لہو وفسق نہ ہو مباح ہے۔ پس سماع کو مطلقاً حرام کہنا درست نہیں تا کہ گناہ نہ ہو۔ حضرت شیخ ابو طالب مکّی فرماتے ہیں:۔

ولم يزل اهل المدينة مواظبين	اور ہمیشہ اہل مدینہ نے سماع کے سلسلہ میں
لاهل مكة على السماع الىٰ زماتنا	اہل مکہ کی مداومت کی ہے یہ سلسلہ ہمارے زمانے

هذا فادر كنا ابا مروان القاضي وله جوار يستمعون التلحين اعدان للصوفية. قال و كانت لعطاء جاريتان تلحان و كا ن اخوانه يستمعون اليها.

تک پہنچا۔ قاضی ابومردان کے پاس کنیزیں تھیں وہ ان سے الحان سنتے تھے اور یہ کنیزیں انہوں نے صوفیا کے لئے مہیا کی تھیں۔ شیخ ابوطالب قدس سرہٗ کا قول ہے کہ شیخ عطاء کے پاس دوکنیزیں تھیں جوگاتی تھیں اوران کے بھائی ان کے الحان (گانے) کو سنتے تھے۔

شیخ ابوالحسن بن سالمؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ سماع سے انکارکس طرح کیا جاسکتا ہے جب کہ سیّد الطائفہ جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرارہم) نے اسکوسنا ہے۔اور میں کسطرح انکارکرسکتا ہوں جبکہ مجھ سے بالتحقیق بہترشخص نے سماع کوجائزسمجھااورسنا ہےاوروہ حضرت عبداللہ بن جعفرطیار ہیں۔البتہ سماع میں لہوہوتب جائزنہیں ہے

شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہرردری) نےعوارف المعارف میں کہاہے کہ یہ قول صحیح ہے پس منکرسماع سماع کاانکارکس طرح کرتا ہے؟

السیر الکبیر میں مذکور ہے حضرت جنید وحضرت ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرار ہما) جیسے صلحاء سے اورمصر کے دوسرے مشائخ سے کہا گیا کہ کیا آپ اشعار وغیرہ کا الحان سےسننا جائزسمجھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں جسطرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سماعت فرمایاہے۔

فتاویٰ بسیط میں آیاہے سماع الغناء مباح من المغنى ومن غيره (مغنی اوراس کے غیر سےغنا کا سننا جائزہے) پس جب بغیرلحن کےسننا جائزہےتولحن سےسننا بھی جائزہوا۔

اب رہا مسئلہ قصائدواشعار کا توجب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سےشعرکے بارے میں دریافت کیا گیا توحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایا کہ،،

هو كلام فحسنه حسن وقبيحه قبيح. وہ کلام ہےاسکااچھااچھاہےاوراسکاقبیح قبیح ہے۔

پس اچھا کلام وہ ہے جونصیحت وحکمت، ذکرخدا،نعمت ہائے خداوندی اوراس کےاوصاف پرمشتمل ہویامتقیوں کےاوصاف اورصالحین کی نعت پرمشتمل ہو،ایسےکلام کا سننا حلال ہےاوراگرمیلوں،منزلوں،زمانوں کاذکرہےجیسا کہ قصائد کی تشبیب میں پایا جاتا ہےتوان کا سننا مباح ہےاوروہ کلامجوہجوفسق پرمبنی ہواس کا سننا حرام ہےاوراگرکلام (اشعار) میں خدوخال،قدوزلف (بالوں) کا ذکرہےتو اُن اشعار کا سماع مکروہ ہے،لیکن عالم حقانی کے لئے جوطبع وشہوات،الہام ووسوسہ میں تمیزکرسکتا ہےاورجسنے مجاہدوں اور ریاضتوں سے اپنےنفس کو مارڈالا ہےاورجس کی بشریت کی آگ بجھ چکی ہےاورحظِ نفس اسمیں باقی نہیں رہاہے بلکہ نفس کےحقوق اس پرباقی ہیں۔ایسےعالم حقانی کےلئےان اشعار کا سننا مکروہ نہیں ہے۔

بعض مشائخ سے سماع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اہلِ عبادت وتقویٰ کے لئے مستحب ہے اور لذّت پرستوں اور لطف اندوزوں کے لئے مکروہ ہے۔

شیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ سے جب سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہر وہ چیز جو بندے کو خدا کے حضور میں پہنچادے مباح ہے۔

دستور القضاۃ میں ہے کہ سماع گاہے حرام ہوتا ہے، گاہے مباح، گاہے مستحب اور گاہے مکروہ لیکن وہ سماع حرام ہے جس میں ایسے افراد جمع ہوں جن پر دنیا کی شہوت غالب ہو پس انہیں حرکت نہیں دیتی وہ چیز جو ان کے دل پر غالب ہے یعنی صفات مذکورہ پس یہ حرام ہے۔

سماع مباح وہ ہے کہ لوگوں کے لئے کوئی حظ نفس اس میں سوائے حسن صوت کے موجود نہ ہو، سماع مکروہ اس شخص کے لئے ہے کہ جو اپنے تصوّر میں مخلوق کی صورت کو تو نہیں لاتا، کسی عورت یا مرد کا تصور اس کے دل میں نہیں آتا لیکن وہ اکثر اس کو بر سبیل لہو سنتا ہے اور سماع مندوب و مستحب اس شخص کے لئے ہے جس پر محبت الٰہی کا غلبہ ہو اور اس کے دل میں اچھی آواز کے سوا اور کسی چیز سے حرکت پیدا نہیں ہوتی۔(**ولمن لایحرک الاّ صوت المحمود**)

منقول ہے کہ سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیا) فرماتے تھے کہ سماع چار قسم کا ہے:۔

۱۔حلال۔وہ اسطرح کہ جب سنا جائے تو پوری پوری توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو اور مجاز کی طرف مطلقاً رغبت نہ ہو۔

۲۔مباح یعنی ایسا سماع کہ اس میں حق تعالیٰ کی طرف زیادہ میلان ہو اور مجاز کیطرف بہت ہی کم میلان ہو۔

۳۔مکروہ۔یعنی ایسا سماع جسمیں مجاز کی طرف زیادہ میلان ہو اور حق کی طرف کم۔

۴۔حرام۔سماع حرام وہ ہے کہ سوائے مجاز کے اور کسی طرف قطعی میلان نہ ہو اور اصلاً حق کی طرف نہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک شخص نے آپ (نظام الدین اولیاء) سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اکثر اوقات سماع کی بنیاد پسندیدہ آوازوں، تاروں اور مزامیر پر ہوتی ہے قرأت قرآن پر سماع کی بنیاد نہیں رکھتے (قرآن کی قراءت نہیں ہوتی) جب کہ زیادہ مناسب یہی ہے۔آپ نے جواب میں فرمایا کہ:۔

''حضرت شیخ خواص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کا بھی عجیب حال ہے کہ غیر قرآنی کلام سنکر تو وہ حرکت میں آجاتا ہے (وجد کرتا ہے) لیکن قرآن سنکر اس میں یہ حرکت پیدا نہیں ہوتی۔پس حضرت خواص نے فرمایا کہ قرآن حکیم سنکر انسان کو ایک دھچکا سا لگتا ہے اس لئے کسی کے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی شدّت غفلت کے تاثر کے باوجود حرکت (وجد) میں آجائے۔اور نغمات کی سماعت تو محض ایک فرحت وراحت ہے اسلئے (اس سرور وانبساط سے) اس سے ایک وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن جو صاحبانِ دل ہیں وہ قرآن سنکر بھی وجد میں آجاتے ہیں۔جبکہ وہ اثر آفریں کلمات حکمت سنتے ہیں۔قرآن سنکر اثر نہ ہونے کی مثال اسطرح ہے جیسے کوئی کسی کو آواز دے اور وہ نہ سنے مگر کسی صاحب دل کے چاہنے اور طلب کرنے پر ایک دانائی کی بات اگر وہ سن لے تو اثر پذیر ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس میں کیا حکمت ہے (یا نکتہ پوشیدہ ہے) کہ صوفیاء کی محفلوں میں قوالوں سے سماع سنا جاتا ہے اور قرآن پڑھنے والوں سے قرآن نہیں پڑھوایا جاتا جبکہ قرآن ہر حال میں غنا سے افضل و برتر ہے تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ صاحب وجد کو ہیجان میں لانے کیلئے غنا قرآن سے زیادہ شدید ہے۔ کثرت وجوہ کے باعث۔

اول تو یہ کہ قرآن پاک کی تمام آیات صاحب وجد کے مناسب حال نہیں ہوتیں۔ مثلاً ارشاد ربانی ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ [۱] اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىْٓ اَوْلَادِكُمْ [۲] اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں

یا اسی قسم کی وہ دوسری آیات ہیں جن میں میراث کا بیان یا طلاق وحدود کے احکام اور مسائل ہیں یہ محرک قلب نہیں ہیں۔ محرک قلب تو وہی چیز ہوسکتی ہے جو دل میں موجود ہے یا دل سے مناسبت رکھتی ہو۔ (المحرک لما فی القلب ماینا سبة) وہ اشعار جو شعراء نے اظہار واحوال دل کے لئے نظم کئے ہیں پس ان کے معانی سمجھنے کے لئے تکلف یا غور وفکر کی ضرورت پیش نہیں آتی (وہ فوراً اول پر اثر کرتے ہیں) لیکن آیات مذکورہ کے مفاہیم سمجھنے کے لئے تکلیف اور غور وفکر کی ضرورت ایسے سامع کے لئے ہے جس پر حال کا غلبہ ہو اسلئے جب وہ آیات وصیت سنتا ہے تو حال موت کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اور اسوقت محبوب چیزیں (مال واولاد) کی جدائی کا غم غالب آجاتا ہے یا اقرباء سے بچھڑنے کا غم اسکو گھیر لیتا ہے یا پھر حق تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا شوق غالب آجاتا ہے اس لئے کہ موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب تک پہنچا دیتا ہے یا آیات قرآنی سن کر دہشت زدہ ہو یا اس کے دل میں رحمتِ الٰہی کا خیال پیدا ہوتا ہے جو تمام بندوں کے شامل حال ہے یا وہ ان آیات کو سنکر مرد کی اس فضیلت سے آگاہ ہو جاتا ہے جو اس کو عورتوں پر حاصل ہے اور آخرت میں عورتوں پر اُن مردوں کو فضیلت حاصل ہوگی جن کو خرید وفروخت اور تجارت یادالٰہی سے غافل نہیں کرتی ہے اور وہ مرد جو حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے وہ تو عورت ہے بلکہ مخنث ہے، اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنتا ہے:۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ [۳] (پارہ۴ سورۂ نساء آیت ۱۱) اور مرد کے لئے دو عورتوں کے مثل حصہ ہے۔

اس سے بھی مرد کی برتری ثابت ہوتی ہے، دوسری بات یہ کہ اشعار اپنی تاثیر کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں اور نفس پر ان کا اثر مختلف انداز میں ہوتا ہے۔ کبھی الفاظ کے اتار چڑھاؤ، حروف کوتاہ کو دراز (مد) کرنا اور دراز کو کوتاہ کردینا۔ اشعار میں تو ایسا تصرف روا ہے لیکن قرآن کی تلاوت میں یہ تصرف جائز نہیں ہے بلکہ جسطرح وہ نازل ہوا ہے اسی طرح اسکو پڑھا جائے گا۔ اس کے خلاف کرنا حرام ہے اور سخت مکروہ ہے اس لئے کہ اپنی طبع

---

[۱] پ ۱۸ سورۂ نور ۴ [۲] پ سورہ نساء ۱۱ [۳] ایضًا

کے موافق اتار چڑھاؤ پیدا کرنا اوراس کے نزول کے خلاف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے (کہ جہاں چاہا کھینچ کر پڑھا اور جہاں چاہا قصر کردیا) جبکہ اشعار میں ایسا نہیں ہے۔ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اوراس اوراس کی صفت،اوروہ حق ہے،صفات بشری کی یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کو برداشت کر سکے یعنی اصل قرآن اللہ تعالےٰ کی صفت متکلمی ہے جو غیر مخلوق ہے اور صفات مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ اس کا تحمل کر سکے۔اگر اس کے معانی کا ایک ذرہ بھی قلب پر منکشف ہوجائے تو دل پھٹ جائے اور دہشت زدہ اور متحیر ہوجائے جبکہ لحن لطیف کو طبائع کے ساتھ ایک مناسبت حاصل ہے اور یہ مناسبت حظ اور لطف کی ہے نسبت حقوق نہیں ہے اور شعر میں یہ نسبت حظوظ موجود ہے۔شیخ ابونصر سراج طوسی نے بطور اعتذار ایسا ہی کہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں تیس سال تک پرکار کی طرح گردش میں رہا ہوں (سفر میں تیس سال گزارے ہیں)اور بہت سے اکابر روزگار کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اوران کی مجالس میں حاضر ہوکر بہت سے فیوض حاصل کئے ہیں۔میں نے ان بزرگوں میں سے کسی کو بھی بغیر سماع کے نہیں پایا۔ان مشائخ میں سے ہر ایک سماع سے شغف رکھتا تھا اور ہر ایک کو اس میں مشغول پایا۔ ہر چند کہ بعض ایسے مشائخ بھی تھے جو سماع سے احتراز کرتے تھے لیکن منکر نہیں تھے۔

مشائخِ متقدمین میں حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی،شیخ ابوبکر شبلی،حضرت معروف کرخی،حضرت سری سقطی حضرت بایزید بسطامی،شیخ ابوسعید ابوالخیر،شیخ عبداللہ خفیف،شیخ حاجی شریف زندنی (قدس اسرارہم) اوران حضرات کے علاوہ دوسرے اکابر اور مشائخ جن کا ذکر تذکرۃ الاولیاء میں موجود ہے اور وہ بزرگ جن کا ذکر طبقات الصوفیہ میں ہے ان میں سے اکثر حضرات سماع سے شغف رکھتے تھے اور مشائخ متاخرین میں حضرت فریدالدین،قاضی حمیدالدین،خواجہ قطب الدین اور حضرت نظام الدین اولیاء(رحمہم اللہ تعالیٰ) کے بارے میں صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ یہ تمام حضرات وجد ورقص بھی کرتے تھے۔

پس جو کوئی سماع کا منکر ہے اوراس کو حرام کہتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ ان اولیائے عظام نے امر حرام کا ارتکاب کیا ہے۔بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے اقوال (انکار سماع) عداوت پر مبنی ہیں لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ ''جس نے کسی ولی سے عداوت کی اُس نے حق تعالیٰ سے محاربہ کیا۔،،

کتاب عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ ''سماع،، کا منکران تین باتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ اخبار وآثار سے بے خبر ہے یا بزرگوں کے اعمال پر مغرور ہے یا اس کی طبیعت ذوق وشوق سے خالی ہے۔یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ آثار واخبار سے بے خبر ہے اس سے مدعا یہ ہے کہ اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیزوں والی اور حبشیوں کے رقص والی ''احادیث،، کا علم نہیں ہے تو رقص کے بارے میں اس کا جہل اس دلیل سے رفع ہوجائیگا کہ:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک موقع پر) اپنے اصحاب میں سے تین صحابہ کی تعریف فرمائی تو تینوں حضرات خوشی سے رقص کرنے لگے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت اخونا ومولانا

(تو میرا بھائی اور دوست ہے) یہ سنکر وہ خوشی سے رقص کرنے لگے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایااَنت علی بمنزل هارون من موسیٰ (جسطرح حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون تھے اسیطرح تو میرا بھائی ہے)انہوں نے خوش ہوکر رقص کیا اور حضرت جعفر طیار سے فرمایا انت اشبهت خَلْقِیْ وَخُلُقِی (تو میری صورت وسیرت میں مشابہ ہے) یہ نوید سنکر وہ بھی خوشی سے رقص کرنے لگے۔

اور جس شخص کا انکار بسبب غرور کے ہے یعنی جو شخص اپنی عبادات بدنی پر غرور کرتے ہوئے سماع کا منکر ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ سماع کا تعلق بدن سے نہیں ہے، وہ ایک لطیفۂ غیبی ہے جو واردات قلب سے ہے، اور اعمال کا تعلق نیّت سے ہے ایک شخص ایک شعر سنتا ہے یا کوئی آواز اس کے کانوں میں پہنچتی ہے تو اس سے اس پر رقص یا وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جو کہ عابدوں کی عباداتِ بدنی سے ترجیح رکھتی ہے۔(اوراحالتی پدید آید کہ بر عبادات بدنی عابدان راجح باشد (مخطوطہ ۴۵ے)

اور کہا گیا ہے کہ جة بة من جـزبات الحق توازی عمل الثقلین (یعنی کشش ہائے حق سے ایک کشش جن وانس کے عمل کے ہم وزن ہوتی ہے)

جو شخص جامد الطبع بے ذوق اور فاسد المزاج ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے جسطرح عنین (نامرد)لذت مباشرت کو کیا جانے اور نابینا شخص حسینوں کے حسن و جمال سے کیا محظوظ ہوسکتا ہے۔

بیت

حسن یوسف کجا شناسد کور — لحن داؤد راچہ داندکر

قیمت زعفران چہ داند بُز — لذت ارغوان چہ داند خر

گادیکہ سزائی کاہ باشد — نورینہ دہی تباہ باشد

ترجمہ:۔حسن یوسف کو ایک اندھا کب جان سکتا ہے اور لحن داؤد کی لذت سے ایک بہرہ کب محظوظ ہوسکتا ہے بکری زعفران کی قیمت کیا جانے۔گدھے کو ارغوان کی لذت کیا معلوم۔

گائے کو گھاس ہی مناسب ہے، نورینہ دوگے تو تباہ کردے گی۔

ان لوگوں کے بارے میں یہ کہنا چاہیئے کہ:

اُولٰٓئِکَ کَالْاَ نْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ ؂۱ — وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں

بس بعض انعام کو اس انعامِ خاص سے کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ عارف پر ''سماع،، میں جو کیفیت طاری ہوتی ہے اور وقت کی جو دولت اس کے حصے میں آتی ہے وہ سو چلّوں (اربعین) سے بھی حاصل نہیں ہوسکتی اور نہ شدید ریاضتوں سے وہ دولت

؂۱ پ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۷۹

ولذت مل سکتی ہے اوراس لذت سے بڑھ کراورکون سی لذت ہوسکتی ہے کہ جواس شراب وصول کا ذوق جان کر حاصل ہوتی ہے اور جب وہ شوق سے سیراب ہوجاتے ہیں تو اُن کوایک نئی جان عطا کی جاتی ہے۔

غزل

فرمودۂ حضرت جہانگیراشرف

مماتی نیست گر دیدار باشد　　حیات جاودان ازیار باشد
زہی مقتول تیغ غمزۂ دوست　　شہیدان راسپہ سالار باشد
کسی کو سربہ زیر تیغ خونخوار　　ندارد زیرپائے خوار باشد
سماع پردۂ اسرار جان را　　رہ اندر پردۂ اسرار باشد
شنیدہ پردۂ اسرار گرددن　　چوصوفی روز وشب دوار باشد
زشوق نغمۂ توحید اشرف　　چوسازاز دل بزیروزار باشد

ترجمہ:۔ا۔اگر دیداریار ہوجائے تو موت معنے نہیں رکھتی۔حیاتِ جاوداں یار کی جانب سے ہے۔
۲۔اپنے دوست کے اشارہ کی تلوار سے قتل کئے جانیوالے شہیدوں کے سپہ سالار ہوتے ہیں۔
۳۔کوئی بھی عقلمند انسان اگراپنا سر بغیر کسی تدبیر کے خونخوار تلوار کے نیچے ڈالے گا تو ذلت اوررسوائی اٹھائے گا۔
۴۔روح کے پردۂ راز کو سننا اس پردۂ راز کے اندر جانے کا راستہ معلوم ہونے کے مترادف ہے۔
۵۔وہ صوفی جورات دن حرکت میں ہواس عالم کے پردۂ راز سے واقف ہو چکا ہوتا ہے چونکہ اس نے اس پردۂ راز کو سنا ہوتا ہے۔
٦۔اے اشرف! توحید کے نغمہ کے شوق میں جو آواز دل سے نکلتی ہے وہی ''رونا،، ہوتا ہے۔

متعدد مشائخ عظام اورصوفیائے کرام خصوصاً صوفیائے متاخرین نے سماع کی حالت میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی ہے، چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی قدس اللہ سرہٗ نے ''سماع،، میں یہ شعرسن کر جان دے دی اور دولت وصال سے بہرہ در ہوئے

شعر

کشتگان خنجر تسلیم را　　ہرزمان ازغیب جان دیگراست

ترجمہ:۔اطاعت اور فرمانبرداری کے خنجر سے ہلاک ہونے والوں کو ہرزمانے میں غیب سے دوسری زندگی ملتی ہے۔ متقدمین صوفیائے کبار میں متعدد حضرات کا وصال حالت سماع میں ہوا ہے ''طبقات الصوفیہ،، میں بیان کیا گیا ہے کہ خواجہ صوفیاں حضرت ذوالنون مصری، حضرت شبلی، حضرت خراز، شیخ نوری (شیخ ابوالحسن نوری) شیخ دراج قدس اللہ اسرارہم کا وصال حالِ سماع میں ہوا۔ ان حضرات میں سے تین حضرات تو تین روز تک بے ہوشی کی حالت میں

زندہ رہے اور تین دن کے بعد وصال فرمایا۔ باقی حضرات کا اُسی وقت انتقال ہوگیا۔ ان حضرات کے علاوہ بھی بہت سے ایسے مشائخ اور مریدانِ باصفا تھے جن کا حالت سماع میں انتقال ہوا ہے، خواہ وہ سماع قرآن ہو یا سماع الحان یا سماع اشعار چنانچہ حضرت ذرارہ بن ابی اوفی قاضی بصرہؒ محراب مسجد میں قرأت قرآنی فرمارہے تھے آپ کے قریب ہی ایک دوسرے صاحب (بزرگ) قرأت میں مصروف تھے جب انہوں نے یہ آیت پڑھی

فَـــاِذَا نُـقِــرَفِــی الـنَّـــاقُــوْرِہ فَـذٰلِکَ یَــــوْمَـــئِـــذٍیَـــوْمٌعَسِیُـــــرٌہ — پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کڑا دن ہوگا۔[1]

ترجمہ:۔تو حضرت ذراہ نے ایک چیخ ماری اور گر پڑے، گرتے ہی جان جسم سے رخصت ہوگئی۔ شیخ الاسلام پیر ہروی (حضرت عبداللہ انصاری) فرماتے ہیں کہ:۔

''سماع اُس محبوب کے دیدار کے لئے اس جوانمرد کیلئے مدد ومعاون ہے جس کے کان اسکی طرف لگے ہیں اور آنکھیں محوِ دیدار ہیں۔ ایسی حالت میں طاقت اور ہوش کی گنجائش کہاں ہے۔،،

صاحب کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ:۔

''میں نے ایک بزرگ کو دیکھا آذربائیجان کے پہاڑوں سے گزر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جارہے تھے۔

اشعار

واللّٰہ ماطلعت شمس ولا غربت	نہیں جھوٹ اس میں (خدا کی قسم) کوئی صبح ہو کہ وہ شام ہو
الاّ وانت مُنیٰ قلبی ووسواسی	میرے دل میں صرف رہا ہے تو مرے دل کی بس تو ہے آرزو
ولا جلست الی قوم احد ثھم	مجھے کیا کسی سے غرض بھلا کروں اس سے میں تیرا تذکرہ
الاوانت جلیسی بین جلاسی	مرا ہم نشین ہوا ہے تو، کروں اور کس سے میں گفتگو
ولا تنفست محزوناً ولافرحاً	نہ رہین غم میں کبھی رہا، میں مسرتوں سے رہا وراء
الاوذکرک مقروناً بانفاسی	تو قریب مجھ سے ہے اسطرح، میرے ہر نفس میں ہے تو ہی تو
ولا هممت بشرب الماء من عطش	رہی برقرار اسی طرح، تیری تشنگی نہ کبھی بجھی
الارأیت خیالاً منک فے الکاسی	جو بجھی تو اسطرح وہ بجھی، نظر آیا جام آب میں تو

(ترجمہ منظور از مترجم)

یہ اشعار پڑھتے پڑھتے وہ یکبارگی گر گئے اور جان، جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

شیخ ابوبکر حمویؒ فرماتے ہیں:۔ایک بار میں مکہ میں ایک بزرگ کا مہمان تھا، میزبان کے پاس ایک کنیز تھی، وہ گانا جانتی تھی۔ پس اُس نے گانا شروع کیا اور ابھی اس نے یہ مصرعہ ہی پڑھا تھا کہ

[1] پ ۲۹ سورہ مدثر ۹۔۸

مصرعہ

لامنی فیک معشر فاقلوّا و اکثروا

ترجمہ:۔ تیری محبت میں لوگوں نے مجھے بہت ملامت کی پھر بھی کم کی۔

وہاں ایک صاحب دل درویش اور بھی موجود تھے، یہ مصرعہ سنتے ہی وہ کھڑے ہوگئے اور چند نعرے لگائے اور کہا ''تیری محبت میں ملامت کہاں ہے جو تو نے یہ بات کہی،، یہ بات کہتے ہی وہ بے ہوش ہوکر گر پڑے اور اُنکی روح پرواز کرگئی۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ:۔ابوعبداللہ سے منقول ہے کہ شیخ ایوب نجار ایک قزوینی کے گھر مکہ مکرمہ میں ایک محفل سماع میں شریک تھے۔قوال نے فارسی میں کچھ اشعار پڑھے انہوں نے اپنی کمر سیدھی کی، سیدھے کھڑے ہوگئے اور ایک نعرہ مار کر گر پڑے اور بے ہوشی حالت ہی میں انکا انتقال ہوگیا۔شیخ الاسلام سے یہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابوالقاسم شائح کچھ مریدوں کے ساتھ کسی کے یہاں مہمان تھے اور مجلس سماع میں بیٹھے تھے کہ قوال (نغمہ سرا) نے یہ چند اشعار پڑھے

اشعار

کل بیت انت ساکنہ — غیر محتاج الی السروج

وجھک المیمون حجتنا — یوم یاتی الناس بالحجُج

لااماج اللّٰہ لی فرجاً — یوم بدعونک بالفسرجِ

ترجمہ:۔ا۔ ہر وہ گھر جس میں تم سکونت پذیر ہو اسے چراغ کی ضرورت نہیں۔

۲۔تمہارا مبارک چہرہ ہمارے لئے دلیل اور حجت ہے اس دن کیلئے جس دن لوگ حج کو آتے ہیں۔

۳۔اللہ تعالٰی میرے لئے کشادگی پیدا نہ کرے جس دن لوگ آپ کو اس بات کیلئے پکاریں کہ آپ کشادگی پیدا کردیجئے۔

یہ اشعار سنکر شیخ ابوالقاسم شائح نے اپنے ہاتھ اٹھا کر ایک نعرہ مارا اور گر پڑے، جب اُن کو دیکھا گیا تو اُن کی روح پرواز کرچکی تھی۔

یہ واقعہ بھی شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ ایک صوفی نے بیان کیا کہ:۔نیشاپور شہر کے اندر ایک حادثہ پیش آگیا تھا، شہر کے لوگ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے میں ایک مسجد میں تھا، اس مسجد کے ایک گوشہ میں ایک اور درویش پہلے سے موجود تھے۔اتنے میں ایک قوال (گانے والا) درویش نے اس سے کہا کہ کچھ سناؤ۔اُس نے ایہ اشعار پڑھے

اشعار

القیت بینی وبین الحب معرفة — لاینقضی ابدا اوینقض الابد

لاخرجن من الدنیا وحبکم — بین الحوائج لم یشعر به احد

ترجمہ:۔میں نے محبت اور اپنے درمیان شناسائی کو ڈالدیا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی اور یہ مدت دنیا ختم

ہو جائے گی۔ میں دنیا سے اس طرح نکلوں گا کہ تیری محبت میرے پہلوؤں کے درمیان اس طرح ہوگی کہ اس کو جاننے والا کوئی نہیں ہوگا۔

یہ اشعار سننے کے بعد وہ درویش تڑپنے لگے اور دو نماز کے وقفہ کے درمیان اسیطرح تڑپتے رہے پھر اُنکو سکون ہوگیا۔ جب انکو دیکھا گیا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت شیخ الاسلام بیان فرماتے ہیں کہ:۔شہرایلہ میں جو بصرہ اور کوفہ کے درمیان واقع ہے ایک صوفی کا گزر ہوا۔ وہ چلتے چلتے ایک محل کے نیچے پہنچے۔ رئیس خانہ کی کنیز اس وقت گا رہی تھی صوفی نے کان لگا کر سنا تو اس کی زبان پر یہ شعر تھا

شعر

کل یوم تتلون غیر ھذابک احسن　　　　کل یوم تتحول غیر ھذابک اجمل

ترجمہ:۔ تو ہر روز رنگا رنگ ہوتا ہے حالانکہ اس کے بغیر تو بہتر ہے اور ہر روز حال و بحال گھومتا ہے بغیر ازین زیادہ بہتر ہے۔

درویش کو یہ شعر بہت پسند آیا۔ فوراً اس کنیز کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ اے کنیز تجھے رب کی قسم اس شعر کو پڑھے جا۔ کنیز نے اس شعر کی تکرار شروع کر دی، اس کے آقا نے کہا کہ تو ایک ہی شعر کیوں دہرا رہی ہے کنیز نے کہا کہ محل کے نیچے ایک درویش موجود ہے اس کو اس شعر سے کیفیت آ گئی ہے اسی وجہ سے میں اس شعر کو دُہرا رہی ہوں۔ اس نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر اس درویش کو دیکھا تو اس پر وجد کی کیفیت طاری تھی۔ رقص کرتے کرتے کچھ کہا۔ ایک نعرہ لگایا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ امیر نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس کی حالت میں کچھ عجیب تغیّر رونما ہوا۔ اُس نے کنیز کو آزاد کر دیا اور شہر کے تمام صوفیوں (درویشوں) کو بلایا اور اس درویش کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

درویش کے دفن کے بعد امیر نے ان درویشوں سے کہا کہ آپ لوگ مجھے پہچانتے ہوں گے میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میں آپ سب لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میرے پاس جو مال و متاع اور املاک ہے اسکو میں نے درویشوں کے لئے وقف کر دیا ہے میں اس محل کو بھی راہ خدا میں دیتا ہوں۔ اس امیر کے پاس جو کچھ سونا چاندی موجود تھا وہ اُس نے اسی وقت اُن درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ اُس نے لباس فاخرہ اتار کر صرف ایک ازار باندھ لیا اور ایک گدڑی پہن کر جنگل کی راہ اختیار کر لی۔ اسکے بعد اس فقیر حال امیر کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی شخص سے اس کے بارے میں سنا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ شیخ ابوبکر السوسی کا بیان ہے کہ ایک رات ہم کو سماع کی خواہش ہوئی کہ کوئی شخص ملے تو اس سے کچھ سنا جائے۔ کچھ لوگوں نے ادھر اُدھر مغنی کو تلاش کیا لیکن کوئی نہیں ملا۔ آخر کار لوگوں

میں سے کسی شخص نے کہا کہ میں کسی مطرب کوتو نہیں جانتا ہوں ہاں ایک نو جوان سے واقف ہوں جو قریب ہی رہتا ہے۔ میں نے کہا کہ دوڑ کر جاؤ اور اس کو بلا لاؤ۔ چنانچہ اس کو بلا کر لایا گیا وہ شراب کے نشے میں چور تھا اس نے گانا شروع کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔ ایک شعر کا مصرعہ مجھے یاد رہ گیا ہے۔

حدیث: .القوم اخوانا وصدق بينهم نسب

ترجمہ:۔ یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے۔

اس کی نغمہ سرائی سے کام بن گیا، ہر ایک کو کیف حاصل ہوا۔ شیخ کہتے ہیں کہ مجھ پر بھی کیف طاری ہوا جب سماع سے فارغ ہوئے تو وہ مطرب گالیاں بکنے لگا اس نے شیخ کے سجّادہ پر قے کردی (شیخ نے) کہا کہ اسے کچھ نہ کہو اسی طرح سجّادہ میں لپیٹ دیا پراگندہ وبغیر دھوئے، اور دوسری جگہ سو گئے۔ جب دن نکلا اور مطرب ہوش میں آیا تو خود کو سجّادہ میں لپٹا ہوا اور قندیل کی طرح روشن پایا۔ حیران ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ خدا کیلئے بتایئے کہ یہ کیا حالت ہے اور میں اس میں کیسے آپڑا۔

ایک شخص نے اسکو تمام واقعہ سنایا اور اسکی مدہوشی کے بارے میں بتایا۔ تمام ماجرا سن کر اس نے اپنا ساز توڑ ڈالا، کپڑے پھاڑ ڈالے اور گدڑی پہن لی اور شیخ ابوبکر سوسی کے ہاتھ پر توبہ کر کے ان کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ عمر طویل پا کر جب شیخ موسی کا انتقال ہو گیا تو اُسی نو جوان مطرب کو اُنکی جگہ سجّادہ پر بٹھایا گیا اس کا وقت خوب سے خوب تر ہو گیا۔ اس نے طریقت کی راہ میں خوب ترقی کی کہتے ہیں کہ اس نو جوان کا نام طبرانی تھا کچھ مدت کے بعد وہ ضعیف ہو چکا تھا۔ دور دراز کے مشائخ، شیخ طبرانی کے پاس آیا کرتے تھے اور اُن سے فرمائش کرتے تھے کہ درویشانہ زندگی اختیار کرنے کا وہ واقعہ سناؤ اور وہ اشعار بھی جن سے یہ انقلاب آیا۔

شیخ عمو نے شیخ احمد کوفانی سے کہا کہ آپ کو وہ تمام اشعار یاد نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بس اس مصرعہ کے سوا مجھے اور کچھ یاد نہیں رہا۔ شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ مجھے وہ تمام اشعار یاد ہیں اور ایک کتاب میں بھی وہ اشعار میری نظر سے گزرے ہیں۔

اشعار

القوم اخوان صدق بينهم نسب — من المؤدة لم يعدل به سبب

تراضعوا اذرة الصباء بينهم — وواجب الرضيع المفاس مايجب

لايحفظونی علے السكوان زلتهم — ولايربيک من اخلاقهم ريب

ترجمہ:۔ یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے اور کوئی رشتہ اس کے برابر کا نہیں انہوں نے شراب محبت رضاعت کے دودھ کی طرح پی ہے اور یہ رضاعی بھائی کے حقوق کو آپس میں واجب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سکر کی لغزشوں سے محفوظ نہیں رہتے لیکن اسکے باوجود ان کے اخلاق میں کوئی شک نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا سبحان اللہ! سماع میں بھی عجیب راز ہے کہ ساکن وجامد ذوق کی حالت میں متحرک ہو جاتا ہے اور عجیب تر یہ کہ متحرک اس کو سنکر سکون پاتا ہے۔ منقول ہے کہ شیخ ابوالحسن شروانی جو حضرت جنید، حضرت شبلی اور حضرت ابوسعید ابوالخیر (قدس اللہ اسرارہم) کے ہمعصروں میں سے تھے اور اُن سے مشرف ملاقات بھی حاصل کیا تھا۔ اپنی آخری عمر میں ہر وقت بیٹھے رہا کرتے تھے (اُن سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا) لیکن جب مؤذن اقامت کہتا تو وہ کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد پھر بیٹھ جاتے تھے سماع کی حالت میں بھی یہی ہوتا تھا۔ جب وجد ختم ہو جاتا تو بیٹھ جاتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مشائخ متقدمین میں بہت سے ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ سماع میں اُن پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ حال سے بے حال (نڈھال) ہو جاتے تھے اور عجیب جوش وخروش اُن کے اندر پیدا ہوتا تھا، یہ جو کچھ بیان کیا گیا یہ تو مشائخ کرام کے بارے میں تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض اصحاب کے بارے میں ایسی کیفیات کی نسبت سُنو:

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''صحابہ کرام،، اور تابعین کے عمل سے وجد وحال کے سلسلے میں بہت کچھ موجود ہے۔ ان میں سے بعض مدہوش ہوئے ہیں۔ بعض پر گریہ طاری ہوا ہے اور بعض پر غشی طاری ہوئی ہے اور اُن ہی میں بعض ایسے اصحاب ہیں کہ بے ہوشی کی حالت میں وفات پائی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ہ مَّالَهٗ مِنْ دَافِعٍ ؕ[1] — بے شک تیرے پروردگار کا عذاب ہو کر رہے گا اُسے کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے۔

یہ سنتے ہی آپ نے ایک نعرہ مارا، آپ بے ہوش ہوگئے، وہاں سے اٹھا کر آپ کو مکان پر لے گئے۔ آپ چند ماہ بحالت علالت گھر میں رہے۔

حضرت علی بن فضیل نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے سنا:۔

یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ[2] — جس روز لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے۔

وہ یہ آیت سنتے ہی بے ہوش ہوگئے جب ہوش آیا تو تو قاری نے اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات پر جزا دے جو آپ کے واسطے سے جانی گئی۔

اسیطرح صوفیائے کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ ایک رات شیخ شبلی مسجد میں تھے، رمضان کا مہینہ تھا، وہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے جب یہ آیت پڑھی:

---

[1] پ ۲۷ سورہ طور ۷۔۸ [2] پ ۳۰ سورہ مطففین ۶

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ۱؎ اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے۔

یہ ارشاد ربانی سنتے ہی حضرت شبلی نے ایک نعرہ مارا۔لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اُن کی روح پرواز کرگئی ہوگی ان کی حالت یہ تھی کہ چہرے کا رنگ سبز پڑ گیا تھا اور لرز رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہائے ہائے اپنے محبوبوں (دوستوں) سے بھی اس طرح خطاب کیا جاتا ہے، وہ بار بار یہی بات کہتے تھے۔

حضرت جنید قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ سری سقطی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ انکے سامنے ایک شخص مدہوش پڑا ہے جسے دیکھ کر حضرت سری سقطی نے فرمایا کہ اس شخص نے قرآن کی ایک آیت سنی تھی اسکو سنکر یہ بیہوش ہوگیا ہے۔ میں نے کہا پھر وہی آیت پڑھی جائے۔ (اسکو ہوش آجائیگا) جب اس آیت کو دوبارہ پڑھا گیا تو وہ شخص ہوش میں آگیا۔ تب شیخ نے مجھ سے سوال کیا کہ یہ بات تم کو کہاں سے حاصل ہوئی؟ میں نے کہا میں نے قرآن میں پڑھا ہے کہ حضرت یعقوب کی بینائی کا جاتا رہنا ایک فرد کے سبب سے ہوا تھا (یوسف علیہ السلام سے) اور اس کا عود کرآنا بھی ایک شخص ہی کے باعث ہوا (حضرت یوسف علیہ السلام کے باعث ہی دونوں باتیں ہوئیں) حضرت جنید قدس سرہٗ کا قول اس شعر کے مصداق ہے۔

شعر

وکاس شربته علیٰ لذّةٍ وَاُخریٰ تداویت منها بها

میں نے لذت کے ساتھ پیالہ پیا اور اب خمار کا علاج بھی اسی سے کررہا ہوں

اصحابِ تصرّف میں سے ایک شخص نے قاری سے یہ آیت سنی:

یٰٓاَیَّتُهَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ ۲؎ اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو۔

اس سامع نے پھر یہ آیت اس قاری سے پڑھوائی، پھر کہا کہ میں کئی مرتبہ اپنی جان سے کہہ چکا ہوں کہ لوٹ جا لیکن وہ نہیں لوٹتی۔ یہ کہکر وہ وجد کرنے لگا، پھر ایک نعرہ مارا اور اس کی روح پرواز کرگئی۔

شیخ محمد بن صبیح (مخطوطہ ۱۶۱ھ) سے منقول ہے کہ ایک شخص دریائے فرات میں غسل کررہا تھا ایک شخص دریا کے کنارے سے گزرا وہ یہ آیت پڑھتا جارہا تھا:

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ہ ۳؎ اور اے گنہگارو! آج الگ الگ ہوجاؤ۔

دریا میں غسل کرنے والے شخص نے جوں ہی یہ آیت سُنی تو غسل کرنے سے رک گیا اور بے قرار ہوگیا اور اسی بے قراری کے عالم میں ڈوب گیا۔،،(احیاء العلوم کا اقتباس ختم ہوا)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اسرار سماع سے ناواقف اور انجان لوگ کہتے ہیں کہ سیدالطائفہ حضرت

۱؎ پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ۸۶ ۲؎ پ ۳۰ سورہ فجر ۲۷، ۲۸ ۳؎ سورہ یٰسٓ ۵۹

جنید بغدادی اور حضرت روز بہان بقلی نے آخر عمر میں سماع سے رجوع کرلیا تھا۔ (سماع کو ترک کر دیا تھا) اور توبہ کر لی تھی

میں کہتا ہوں کہ یہ قول رجوع یا توبہ کئی معانی پر محمول ہے یا توبہ تو بہ اسلئے تھی کہ برادران مشرب (اخوان) مجلس سماع میں موجود نہیں تھے یعنی اخوان کا فقدان تھا یا اسلئے تھی کہ بہت سے منکرین سماع اس مجلس میں آگئے تھے، اسوقت منکرین سماع کی موجودگی مزاحم بن جاتی ہے اور خوف و دہشت کا سبب بنتی ہے اور اہل سماع کو ان کی موجودگی سے پریشانی خاطر پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ان کا مقصود حضوری اخوان نہ تھا بلکہ وہ منکرین کے مجلس سے نکل جانے کے خواستگار تھے کہ منکرین مذموم کی موجودگی نفرت کا سبب بنتی ہے۔ اسی وجہ سے سماع کی شرائط میں زمان و مکان بھی شامل ہیں۔ جن کی توضیح انشاءاللہ حسب محل کی جائے گی۔

اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شاید سید الطائفہ اسوقت ایسے مقام پر پہنچ گئے ہوں کہ اسوقت اور اس حال میں سماع کا ہوتا یا سماع کی طرف کان لگانا تشویش خاطر کا موجب بنتا ہو۔ یعنی اسوقت وہ مشاہدۂ جمال کے مقام پر تھے۔ بحالت استغراق اگر چہ مشاہدۂ حق استغراق ہی سے ہوتا ہے اور سماع بھی اس مشاہدہ سے خالی نہیں ہوتا لیکن مشاہدات کے بھی مراتب ہوتے ہیں، کوئی مشاہدہ میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور کوئی مرتبۂ وسط پر ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ چشمِ بصیرت یعنی دیدۂ دل سے ہوتا ہے اور سماع اس میں مزاحم ہوتا ہے اور اس رویت بصیرت میں مانع ہوتا ہے۔ اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اسکا ذائقہ پایا ہے۔

شیخ ابوبکر مصری سے منقول ہے کہ حضرت سیّد الطائفہ (جنید بغدادی) اور شیخ ابوالحسن نوری اور بعض دوسرے مشائخ ایک جگہ جمع تھے۔ قوال کچھ گا رہے تھے۔ شیخ نوری اپنی جگہ سے اُٹھ کر مجلس سماع میں آگئے اور پھر وہ مجلس سماع سے اٹھ کر حضرت سیّد الطائفہ کے پاس پہنچے اور اُن سے کہا کہ اُٹھیئے۔

اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ [1]	اور بجز اسکے کچھ نہیں کہ جو لوگ سنتے ہیں وہ قبول کرتے ہیں

حضرت جنید نے اس کے جواب میں فرمایا:

وَّتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ	اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ
هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ [2]	وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہونگے بادل کی چال

اسی اعتبار سے بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ ہم اس سماع میں کس طرح عمل کریں جو منقطع ہوجاتا ہے۔ وَاِذَامَاءُ تَ مَنْ يَّسْمَعُ ؟ (اور جو سنتا ہے وہ مرجاتا ہے) پس اس قول میں یہ اشارہ موجود ہے کہ سماع حق تعالےٰ کی طرف سے بطور دوام موجود ہے۔ گانے والا خود خاموش نہیں ہوتا ہے بلکہ سننے کے لئے کان ہر وقت کھلے نہیں ہوتے ہیں۔

---

[1] پ ۷ سورہ انعام ۳۶ [2] پ ۲۰ سورہ نمل ۸۸

شعر

سرائندہ خودمی نگر ددخموش
ولیکن نہ ہروقت بازاست گوش

ترجمہ:۔گانے والا کبھی خود خاموش نہیں ہوتا لیکن ہر وقت لوگوں کے کان کھلے نہیں ہوتے۔

انبیاء علیہم السلام اس مشاہدۂ دوام میں لذت سماع حاصل کرتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ اسباب ظاہری میں سے کسی سبب کے محتاج ہوں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین حضرات کا بھی یہی حال ہے۔

حضرت شیخ روز بہان بقلی قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں منقول ہے کہ:

''وہ شیراز کے اطراف اور پہاڑوں میں شدید ریاضت میں مشغول رہتے تھے،وہ بڑے ہی صاحب ذوق وصاحب استغراق تھے،اُن پر ہمیشہ وجد وحال طاری رہتا تھا اور اُن کو تسکین نہیں ہوتی تھی اوران کا رونا موقوف نہیں ہوتا تھا اور کسی وقت بھی ان کی بے قراری ختم نہیں ہوتی تھی کسی دم وہ آہ وزاری سے غافل نہ ہوتے تھے ہر شب گریہ وزاری میں مصروف رہتے اور فریاد کرتے تھے اسی غلبہ اور وجد کے عالم میں انہوں نے ایسی بہت سی باتیں کہی ہیں یعنی رموز معرفت بیان کئے ہیں کہ ہر شخص ان کو نہیں سمجھ سکتا۔وہ فرماتے ہیں

قطعہ

آنچہ کہ نشنید دوگوش زمین　　　آنچہ ندیداست دوچشم زمان
خیز وبیا درگل ماآن بہ بین　　　درگل مارنگ نموداست آن

ترجمہ:۔وہ جلوۂ افروز رنگ جسے زمانہ کی دونوں آنکھوں نے نہ دیکھا ہے اور جس کے بارے میں زمین کے دونوں کانوں نے سنا ہے،ہمارے وجود کی مٹی میں اس کی نمود موجود ہے اگر اس کا نظارہ کرنا چاہتے ہو تو آؤ اور ہمارے وجود کو دیکھو کہ اس میں اسی کی نمود اور رنگ ہے۔

شیخ روز بہان بقلی کو سماع کا بہت شوق تھا لیکن آخر عمر میں اس کو ترک کر دیا تھا اُن سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:۔

''انی لاستمع الان من ربی عزوجل فاستعرض مماسمعت من غیرہ.،،

ترجمہ:اب میں پروردگار جل وعلا سے سنتا ہوں،پس میں اس کے غیر کے سننے سے اب اعراض کرتا ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ اخیر عمر میں ان پر فالج کا اثر ہو گیا تھا۔اسی وجہ سے انہوں نے سماع کو ترک کر دیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ان کے اس معاملہ کے سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ غور کرنا چاہیئے کہ ایک شخص پچاّس سال تک سماع میں مشغول رہا اور عمر کے آخری حصہ میں صرف چندروز کے لئے اس سے باز رہا۔اوراس طرح کہ اس سے انکار نہیں کیا۔پس اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس منزل پر ارتفاع مراتب صول درکار تھے،یہ کیوں سمجھا جائے کہ وہ منکرِ سماع تھے۔

قطعہ

چونور خور نہ بیند چشم خفاش　　گناہ ازجانب خورشید نبود
اگر یک کس نہ ذوقی یافت ازمیٔ　　شک اندر حکمت جمشید نبود

ترجمہ:۔ چمگادڑ نور خورشید کو نہیں دیکھ سکا (اسکی آنکھ میں یہ استعداد ہی نہیں ہے) تو اس میں خورشید کا کیا قصور ہے۔اگر ایک شخص نے شراب کا ذوق نہیں پایا (مےنوشی سے محظوظ نہیں ہوا) تو اس سے جمشید کی حکمت ودانائی میں شک کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔انبیاء علیہم السلام کبھی تبلیغ رسالت اور نفاد احکام شریعت ودعوت اسلام اور عوام کے ساتھ جہاد میں مشغول رہتے تھے اور کبھی وہ اُن مشاہدوں میں جو اُن کو دیدہ ہائے دل سے حاصل ہوتے تھے، مصروف رہتے تھے، اسیطرح اولیاء کرام پیالوں کی گردش سے فیضیاب ہوتے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

شعر

شربنا الحب کاسابعد کاسٍ　　فما نفد الشراب ومارویت

ترجمہ:۔ میں نے محبت کے جام پے بہ پے پیئے، نہ شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہوا۔

اور یہ شراب نہیں ہے مگر اُن بُطون کے لئے جو معلقہ ہیں (ولیس ھٰذالشراب الاعلے اسرار معلقة) اور ان ارواح کیلئے ہے جو اجسام سے آزاد کردیگئی ہیں اور وہ فیض اقدس ہے جسکا آغاز غیب سے باطن کیطرف باطن سے روح کی ذات کیطرف اور روح سے باطن دل کیطرف اور باطن دل سے دل کیطرف اور دل سے بدن کیطرف ہوتا ہے۔اس کے سبب سے اثر بشریت مٹ جاتے ہیں اور خودی محو ہوجاتی ہے۔پس جسم، قلب اور غیب ایک ہوجاتے ہیں اور اس فیض کے لئے چند مراتب ہیں یعنی چکھنا، پینا اور سیراب ہوجانا جیسا کہ ایک صوفی نے فرمایا کہ چکھنے والا ایک مست بننے والے شخص کے مانند ہے اور پینے والا مست ہے اور سیراب ہوجانے والا ہوشیار ہے۔البتہ ارباب فقہ اور اصحاب رائے کو اس نوشیدنی (شراب) سے لذت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔اس معدن سے اُن کو کوئی جوہر نہیں مل سکتا۔پس جب تک اُن کو سماع سے حصہ نہیں ملے گا وہ اسکی مطلق حرمت کے قائل رہیں گے جسطرح نامرد کو لذت جماع کا علم نہیں ہے پس اس کا منکر ہونا باتفاق ارباب فکر کچھ بعید نہیں ہے۔

رباعی

ذوقی کہ درسماع بوداہل حال را　　ازدی نصیب نیست جزاہل کمال را
ازلذت سرود کہ بیگانہ منکراست　　نبودعجب کہ خیر چہ داند وصال را

ترجمہ:۔اہل حال کو سماع سے جو ذوق حاصل ہوتا ہے اس سے صرف اہلِ کمال نے حصہ پایا ہے اور وہ کسی کے حصّے

میں نہیں آیا ہے۔ سُر دد کی لذت سے بیگانہ انکار کر رہا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نامردوصال کی لذت سے آشنا نہیں ہوتا۔ پس منکر سماع حیز کی طرح ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ عجم میں کسی شہر میں عمدہ گانے والی کنیز ہے اس مغنیہ کا مالک ایک صاحبِ حال شخص تھا جو اس مغنیہ کو کسی قیمت پر بیچنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ حضرت جنید نے اس مغنیہ کے لئے پانچ سو کوس کا فاصلہ طے کیا (سفر کیا) اور اس شہر میں پہنچکر اس مغنیہ کو بڑے ذوق وشوق سے خرید لیا۔ آپ کا مقصد اس مغنیہ کو خریدنے سے اسکے سرور دنغمات سے محظوظ ہونا تھا جب ہی آپ نے اسکو اس ذوق وشوق کے ساتھ خریدا۔

کتاب ''تحفہ،، میں یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہیں آئی، بہت زیادہ قلق واضطراب تھا۔ یہاں تک کہ میں نماز تہجد بھی نہ پڑھ سکا جب میں نماز فجر سے فارغ ہوا تو میں نے خیال کیا کہ مجھے بیمارستان جانا چاہیئے۔ وہاں جا کر بیمار اور مصیبت زدہ لوگوں کو دیکھوں، ان کو دیکھ کر میرے اندر دردمندی پیدا ہوگی اور شاید میرا اضطراب دور ہوجائے۔ چنانچہ میں یہ خیال کر کے بیمارستان چلا گیا۔ یکا یک میری نظر وہاں ایک کنیز پر پڑی جو بہت خوبرو تھی اور قیمتی لباس پہنے ہوئے تھی، ایک عجیب ولطیف خوشبو کا احساس اسکو دیکھ کر میرے دماغ میں پیدا ہوا۔ اس کے دونوں پاؤں اور ہاتھوں میں زنجیریں پڑی تھیں جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور چند اشعار پڑھے۔ میں نے بیمارستان کے ناظم سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اس نے مجھے بتایا کہ یہ ایک کنیز ہے، پاگل ہوگئی ہے، اس کے آقا نے اس کو زنجیریں پہنادی ہیں اور یہاں علاج کے لئے بھیج دیا ہے۔ یہ باتیں ہور ہی تھیں کہ وہ کنیز ہچکیاں بھر کر رونے لگی اور یہ اشعار پڑھے:

ابیات

معشر النا سماجنت ولكن	اے لوگو! میں مجنون نہیں ہوں لیکن میں مست ہوں
ان سكرانة وقلبي صاحي	اور میرا دل ہوشیار ہے۔ تم نے مجھ زنجریں پہنادیں،
اغللتم يدى ولم ات ذنبًا	میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، سوائے اس مشقت اور
غير جهدى فى حبه واقتضاحى	دکھ کے جو اسکی محبت میں میں نے اٹھائی ہے۔
انا مفتونة بحب حبيبى	میں اپنے حبیب کی محبت پر عاشق ومفتون ہوں
لست ابغى عن بابه من يراحى	اور میں اس کے دروازے سے اٹھنا نہیں چاہتی
فصلاحى الذى ذعمتم فسادى	بس جس صلاح کا میرے لئے تم نے گمان کیا ہے وہ میرے
وفسادى الذى زعمتم صلاحى	لئے فساد ہے اور جس چیز کو تم میرے لئے فساد سمجھتے ہو وہ
ماعلى من احب مولى الموالي	صلاح ہے اور مالکوں کے مالک کی محبت میں تو کسی کا دخل
وارتضاه لنفسه من جناحي	نہیں ہے اور جبکہ محبت نے اپنے نفس کیلئے اس گناہ محبت کو پسند کرلیا ہو۔

اس کے ان اشعار سے میرے اندر بھی سوز پیدا ہوا اور میں رونے لگا۔ جب اُس نے میری آنکھوں میں آنسو دیکھے تو کہنے لگی:۔اے سری! تمہارا گریہ تو محض اس کی صفت کے لئے ہے۔اگر تم اس کو اس طرح پہچان لو جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے تو اس وقت کیا کرو گے؟ یہ سنکر میں کچھ دیر کے لئے مدہوش ہوگیا، جب میں ہوش میں آیا تو میں نے کہا کہ اے جاریہ! اُس نے کہا ''لبیک اے سری،، میں نے کہا کہ تم مجھے کیسے جانتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے اپنے محبوب کو جانا ہے اسوقت سے میں جاہل نہیں رہی ہوں، میں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم ہر وقت اپنے محبوب کو یاد کرتی رہتی ہو، تمہارا محبوب کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا محبوب وہ ہے اور میں اس کو یاد کرتی ہوں جس نے مجھے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے اور اپنی عطایا و بخشش سے ہم سب پر احسان کیا ہے اور جو سب کے دلوں سے قریب ہے اور سوال کرنے والوں کے سوال کو قبول کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہاں تم کو کس نے محبوس کر رکھا ہے؟ اس نے کہا کہ سب حاسدوں نے مل کر یہ کام کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور گر پڑی۔ میں یہ سمجھا کہ اس کی جان نکل گئی۔

کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آئی تو اس نے پھر اپنے حسب حال چند اشعار پڑھے۔ میں نے ہسپتال کے ناظم سے کہا کہ اسکو یہاں سے رخصت کردو (رہا کردو) میرے کہنے پر ناظم نے اسکو یہاں سے جانے کی اجازت دے دی (رہا کر دیا)

میں نے اس سے کہا کہ اب جہاں تمہارا جی چاہے چلی جاؤ۔ یہ سنکر اس نے کہا کہ اے سری! میں کہا جاؤں؟ جب کہ میرے دل کے حبیب (مالک) نے مجھے اپنے ایک غلام کا مملوک بنادیا ہے۔ اگر میرا مالک راضی ہو جائے تو البتہ میں چلی جاؤں گی۔ ورنہ پھر صبر کرلوں گی، میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ! یہ کنیز مجھ سے زیادہ دانشور ہے۔ اتنی دیر میں اس کا مالک بھی آگیا اُس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میری کنیز ''تحفہ،، کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا وہ اندر ہے اور شیخ سری سقطی اس کے پاس ہیں۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوا اور میرے پاس آیا۔ اُس نے مجھے سلام کیا اور میرے بہت تعظیم کی۔ میں نے کہا کہ تعظیم کے لحاظ سے یہ کنیز مجھ سے بلند و بالا ہے بجائے میرے اس کی تعظیم کرو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسکو زنجیریں کیوں پہنا رکھی ہیں (قید کیوں کیا ہے) مالک نے مجھے بتایا کہ بہت سی باتوں میں اس کی عقل ماری گئی ہے۔ یہ نہ کھاتی ہے نہ کچھ پیتی ہے اور نہ خود سوتی ہے اور نہ سونے دیتی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ میری تمام پونجی یہی ہے میں نے اپنے تمام مال و متاع کے عوض بیس ہزار درہم میں اسکو خریدا تھا۔ اور خیال یہ تھا کہ اتنے ہی نفع پر اس کے اس کمال کے باعث جو اس میں موجود ہے اس کو بیچ کر کما لوں گا۔ میں نے کہا اس میں کون سا کمال ہے اور کیا ہنر جانتی ہے۔ خواجہ نے کہا کہ یہ بہترین مطربہ ہے میں نے کہا کہ اس کی یہ حالت کتنے عرصہ سے ہے۔ اس نے بتایا کہ ایک سال ہوگیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کی موجودہ حالت (دیوانگی) کی ابتداء کس طرح ہوئی؟ خواجہ نے بتایا کہ ایک دن عود اس کی بغل میں تھا اور یہ عود پر یہ اشعار گا رہی تھی:

ابیات

وحقک لاانقضت الدھر عھدا	تیرے حق کی قسم کہ زمانہ نے عہد کو شکستہ نہیں کیا
ولاکدرت بعدالضعف ودا	ہے، اور نہ مکدر کیا ہے ضعف نے محبت کو۔
کلات جوانحی والقلب وجدا	میرے دل کو اور پہلوؤں کو پُر کر دیا ہے وجد و حال سے
فکیف الذواسلو واھدا	پس میں کس طرح لذت، تسلی اور آرام کو حاصل کروں
فیامن لیس لی مولیٰ سواہ	پس اے وہ کہ جس کے سوا میرا اور کوئی مولا نہیں ہے
اراک ترکتنی فی الناس عبدا	میں دیکھتی ہوں کہ تو نے مجھے چھوڑ دیا اور دوسروں کی غلامی میں دے دیا ہے۔

تحفہ کے آقا نے کہا کہ یہ اشعار پڑھنے کے بعد اس نے عود کو توڑ دیا اور رونے لگی۔ میں سمجھا کہ اسکو کسی سے محبت ہوگئی لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تحفہ کے آقا سے یہ تفصیل سن کر میں نے دریافت کیا کہ کیا یہی صورت حال ہے تو اس نے بادل خستہ و زبان شکستہ یہ اشعار پڑھے

ابیات

خاطبنی الحق من جنانی	خطاب کیا حق نے مجھ سے میرے دل کے واسطے سے
فکان وعظنی علی لسانی	بس وہ میری نصیحت میری ہی زبان سے تھی
قرّبنی منہ بعدبُعدٍ	مجھے دوری کے بعد خود سے قریب کیا
وخصّنی اللّٰہ والصطفانی	اور مجھے حق نے خاص اور برگزیدہ کیا
احببت لمادعیت طوعاً	جس چیز کے لئے مجھے طلب کیا میں نے قبول کرلیا
مبینا للذی دعانی	ظاہر ہے اس کے لئے اُس نے مجھے طلب کیا
وخفت مماجئت قدمًا	اور میں خوفزدہ ہوئی اس بات سے کہ میں پاؤں سے چلکر پہنچی
فوق الحب بالامانی	حالانکہ محبت سے بلند تر آرزوئیں میرے دل میں تھیں۔

پھر میں نے خواجہ سے کہا کہ اس کی قیمت مجھ سے لے لو، جو تم مانگتے ہو اس سے زیادہ دوں گا۔ خواجہ نے مجھ سے کہا اے درویش! آپ کے پاس اسکی قیمت کہاں ہے۔ آپ ایک درویش شخص ہیں (قیمت کہاں سے دینگے)

میں نے کہا ''تم عجلت مت کرو، تم انتظار کرو، میں اسکی قیمت لے کر آؤں گا،، میں وہاں سے روتا ہوا واپس آیا، خدا کی قسم! میرے پاس اس کی قیمت ادا کرنے کیلئے ایک درہم بھی نہیں تھا۔ میں بہت رات تک اسی حیرانی میں مبتلا رہا اور خداوند تعالےٰ کے حضور میں تضرع وزاری کرتا رہا سو بھی نہ سکا اور کہتا رہا بارالہٰ تو میرے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے، میں نے تیرے فضل وکرم پر اعتماد کیا ہے تو مجھے رسوائی سے بچا۔

اتنے میں ایک شخص نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دریافت کیا کہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ ''آپ کا ایک دوست،، میں نے دروازہ کھولا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ چار ملازم ساتھ میں ہیں اور وہ شمع ہاتھ میں لئے

ہے۔اس نے کہا اے استاد اندر آنے کی اجازت ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ جب وہ اندر آ گئے تو میں نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے احمد مثنیٰ کہتے ہیں۔ابھی رات خواب میں مجھے ہاتف نے آواز دے کر کہا کہ پانچ توڑے روپے لے کر ابھی سری کے پاس جاؤ ان کو پیش کرو اور اُن کا دل خوش کرو تا کہ وہ اس رقم سے تحفہ کو خرید سکیں۔تحفہ پر ہماری نظر عنایت ہے، یہ سنکر میں سجدہ شکر بجالایا۔ جب میں صبح کو ہسپتال پہنچا تحفہ کے خواجہ نے مجھے دیکھکر کہا خوش آمدید، واقعی حق تعالیٰ کے حضور میں تحفہ کا ایک مقام اور منزلت ہے کہ کل رات ہاتف نےمجھ سے کہا: ''بے شک اسکو ہماری جانب سے ایک مقام حاصل ہے جو بخشش سے خالی نہیں ہے، وہ ہم سے قریب ہوئی، پھر اس نے ترقی کی اور ہر حال میں وہ رتبہ اور مرتبہ کو پہنچی،،۔

جب تحفہ نے ہم لوگوں کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ حق تعالیٰ سے مناجات میں عرض کرنے لگی ''الٰہی! تو نے مجھے مخلوق میں مشہور کر دیا۔،، ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ تحفہ کا آقا رونے لگا، میں نے اُس سے کہا کہ روتے کیوں ہو؟ میں تحفہ کی آزادی کی قیمت لے کر آیا ہوں۔ جو قیمت تم نے کہی ہے اُس سے پانچ ہزار درہم سود کے ساتھ میں لایا ہوں۔ یہ سنکر تحفہ کے مالک نے کہا کہ نہیں، خدا کی قسم نہیں۔ میں نے کہا اچھا دس ہزار نفع کے ساتھ اس نے کہا نہیں کہ خدا کی قسم اگر تم تمام دنیا بھی اس کے عوض مجھے دو گے تو میں قبول نہیں کروں گا اب وہ آزاد ہے، صرف اللہ سبحانہٗ کے لئے اور اس کی قیمت درکار (نہیں ہے) میں نے اس خواجہ سے کہا کہ بتاؤ تو معاملہ کیا ہے؟ اُس نے کہا اے استاد! رات اس سلسلہ میں مجھے جھڑ کا گیا ہے (تنبیہہ کی گئی ہے) اب میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا تمام مال چھوڑ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا ہوں، اللّٰھمّ کن لی لعبت کفیلا ویرزق جمیلا (یاالٰہی میرا کارساز بن اور مجھے اچھا رزق دے) اب میں ابن مثنیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ بھی رو رہا ہے۔ میں نے ابن مثنیٰ سے کہا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اُس نے کہا کہ میں کیوں نہ روؤں، خدا تعالیٰ نے مجھے رات جو حکم دیا تھا اور میں نے اسکی تعمیل کی تھی۔ شاید وہ میری تعمیل حکم سے راضی نہیں ہوا اب میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے خالصاً للہ اپنا تمام مال صدقہ کر دیا، یہ سنکر میں نے کہا کہ سبحان اللہ! کہ یہ سب پر تحفہ کی برکت سے کرم ہوا ہے۔

اس کے بعد تحفہ اپنی جگہ سے اٹھی اور جو لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھے اسکو اتار دیا اور ٹاٹ کا ایک ٹکڑا جسم سے لپیٹ لیا اور ہسپتال سے باہر جانے لگی وہ رو رہی تھی، میں نے کہا اے تحفہ! اللہ تعالیٰ نے تم کو غلامی سے نجات دے دی، تم آزاد ہو گئیں، اب کیوں رو رہی ہو؟ تحفہ نے جواب میں یہ شعر پڑھا

شعر

ھربت منہ الیہ ویکتسب منہ الیہ

وحقہ وھو سوالی لازالت بین یدیہ

حتیٰ انال واجرک بمایرجون لدیہ

ترجمہ:۔ میں اسکی طرف بھاگی اور حاصل اسی سے کیا جاتا ہے اور اسی کا حق ہے لہٰذا میرا سوال بھی اُسی سے ہے اور ہمیشہ اس کے سامنے میرا سوال ہے یہاں تک کہ میں اُسے پالوں اور اجر تو تم ہی دو گے جسکی توقع لوگ تم سے کرتے ہیں۔

یہ شعر پڑھکر تحفہ روتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ہم بھی باہر نکلے، تحفہ کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں پتہ نہیں چلا۔کچھ مدت کے بعد ہم تینوں حج کے لئے روانہ ہوئے۔ابن مثنیٰ کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔میں اور خواجۂ تحفہ مکہ معظّمہ پہنچے ہم طواف کرر ہے تھے کہ ایک مجروح کے دل سے نکلنے والی آواز ہماری کانوں میں پہنچی۔کوئی اپنے زخمی دل سے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اشعار

محب اللّٰہ فی الدنیا سقیم	اللہ کا محبّ دنیا میں (ہمیشہ) پریشان رہتا ہے۔
تطاول سقمہ فدواہ داہ	اسکی بیماری طویل ہوتی ہے اسکی دوا اسکی بیماری ہی ہے
فھام لحبہ بما الیہ	وہ اس کی محبت میں حیران ہوکر اُسی کیطرف بڑھتا ہے
فلیس یرید محبوباً سواہ	تو وہ اس کے سوا کسی اور محبوب کا طلبگار نہیں ہے
سقاہ من محبتہ بکاس	اپنی محبت سے اس نے کئی جام پلائے۔
فاروا ہ المھیمن اذسقاہ	ان روحوں کو تقویت پہنچی اور سیرابی حاصل ہوئی
کذاک من ادعی شوقاً الیہ	اسیطرح جس نے بھی اسکے شوق کا دعویٰ کیا تو وہ اس خیال
یھیم یحیہ حتیٰ یراہ	میں رہتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسکو دیکھ لے۔

میں ان اشعار کو پڑھنے والی ہستی کے پاس پہنچا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا ''اے سری آپ ہیں،،؟ میں نے کہا'' ہاں میں حاضر ہوں، تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔،، یہ سنکر مجھے جواب دیا لا الہٰ الا اللہ پہچاننے کے بعد بھی نہ پہچاننا عجیب سی بات ہے میں تحفہ ہوں۔تحفہ اسقدر نحیف ونزار ہوگئی تھیں کہ بس ایک خیال معلوم ہوتی تھیں۔میں نے کہا کہ اے تحفہ! تم نے مخلوق سے کنارہ کرلیا، کیا فائدہ اٹھایا؟ تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قرب میں انس عطا کیا اور اپنے غیر سے میرے اندر وحشت پیدا کردی (میں اس کے قُرب سے مانوس ہوگئی اور غیروں سے مجھے وحشت سی ہوگئی)

میں نے کہا اے تحفہ! ابن مثنیٰ کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحمت فرمائی اور اسکو ایسی کرامتیں عطا کیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی ہوں گی۔اسکو بہشت میں میرا ہمسایہ بنایا جائے گا۔میں نے کہا کہ تمہارا خواجہ بھی میرے ساتھ آیا ہے جس نے تم کو آزاد کیا تھا یہ سنکر اُس نے خاموشی کے ساتھ کچھ دُعا کی اور کعبہ کے قریب زمین پر گرگئی اور روح پرواز کرگئی۔اتنی دیر میں وہ خواجہ بھی وہاں پہنچ گیا، جب اس نے تحفہ کو مردہ پایا تو اُس پر گر پڑا۔میں اُٹھ کر گیا، اسکو ہلایا لیکن وہ مرچکا تھا۔میں نے ان دونوں کی تجہیز وتکفین کی اور ان دونوں کو دفن کردیا (رحمہما اللہ تعالیٰ)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بعض صوفیاء سماع کی فرضیت کے قائل ہیں جسطرح مرض کیلئے دوا اور نغمات سے خطاب ہائے راز ظاہر ہوتے ہیں اور جذباتِ انوار میں حرکت پیدا ہوتی ہے پس سماع قلوب کو اُس ذات

کی طرف حرکت میں لانے والا ہے جو غیب کا جاننے والا ہے، ایک بے چارہ عاشق جو دست و پا بریدہ ہے اور جس نے جام محبت سے ایک گھونٹ پیا ہے اور خلعت وصول حاصل کی ہے اور دولت وصول سے بہرہ مند ہے کہتا ہے کہ صوفیہ کو نغمات طیبات کی بدولت قرب دوست میسر آتا ہے اور ان پاکیزہ نغموں کے سننے سے ارواح کو دولت حضوری حاصل ہوتی ہے۔ یہ ارشاد حضرت سید محمد گیسو دراز کا ہے جو ایک شہباز بلند پرواز تھے کہ وصول الی اللہ (وصول حق) کو میں نے بہت سی چیزوں میں تلاش کیا لیکن نغمات کے سماع اور صورت ہائے زیبا کے دیدار کے سوا اور کسی چیز میں نہیں پایا۔ (صورت ہائے زیبا کے نظارے اور نغمات سماع سے حصول حق میسر آسکتا ہے)

قول حضرت علیؓ

مارأيت شيئًا الا ورأيت الله فيه.

ترجمہ:۔ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس میں صفتِ الٰہی کا مشاہدہ کیا۔

میں نے اس قول کو جو ایک حبل متین ہے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اور یہ ہر مشکل آسان کرنے والا ہے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ سماع میں کان اور ہی ہوتے ہیں جو کلام حق کو سنتے ہیں بغیر اس کے کہ کلام رب کیلئے کوئی کیفیت ہو۔ **شعر**

لوسمع داؤد مقالته　　لماترنم بالالحان داؤد
غنّت سعاد بصوتحافتحا　　سرت الحان داؤد بالحجل

ترجمہ:۔ اگر داؤد اس کے قول کو سن لیتے تو پھر وہ اپنے الحان اور ترنم کو بھول جاتے۔ سعاد نے اپنی آواز میں اس طرح کھل کر گایا کہ حضرت داؤد کے نغمے کی آواز پہاڑوں سے پھیلنے لگی، یالحن داوری پہاڑ سے ظاہر ہونے لگا۔

جس کسی کے لئے ایسے سماع کا دوازہ کھلتا ہے، وہ سماع کو حق سے سنتا ہے اور حق کے لئے سنتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے وہ حق ہوتا ہے۔ اس حالت میں مستمع (سننے والا) وہی ہوتا ہے اور وہی مسموع ہوتا ہے قوال تو صرف ایک آلۂ سماع ہوتا ہے اور اس حالت میں مزامیر شجرۂ موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہوئے (یعنی واسطہ) ایسے سماع کا انکار معرفت نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ مشائخ سلف وعلماء خلف نے اس سے انکار نہیں کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ''منکرین سماع میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مشائخ سہرورد کبھی سماع میں مشغول نہیں ہوئے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اس کی اجازت دی ہے۔،، یہ عجیب بات وہ کہتے ہیں جب کہ حضرت شیخ الشیوخ نے اپنی وصایا میں فرمایا ہے ''اے فرزند! سماع کا انکار نہ کرنا۔،، بے شک سماع اس کے اہل کے لئے مخصوص ہے پس اس مبالغہ (انکار) کی ضرورت نہیں ہے کہ اس سے احادیث وروایات کی مخالفت ہوتی ہے۔ شیخ امام مجد الدین خوارزمی نے امام المحققین شیخ شہاب الدین سہروردی کو اشعار میں لکھ کر بھیجا

اشعار

یامن سفیر اللّٰہ صرف وداده　　وانالہ من قربہ ماحوالہ
ماذالنکیر علی السماع لعاشق　　جعل السماع الی الحبیب رسولہ

فلقد علمت بان ھذاموقف　　　　شکوے المحب الی الحبیب علیہ

ترجمہ: اے اللہ کے سفیر تو اس کی محبت کو صرف کر اور میں اس کے قرب کی وجہ سے اسکے اردگرد ہوں۔ اُس عاشق کے لئے سماع سے انکار کیوں ہے جس نے سماع کو اپنے محبوب کیطرف قاصد بنایا ہے بس بہ تحقیق مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ تو عاشق کی شکایت ہے معشوق کی طرف اپنی بیماری کی۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان کو یہ جواب (اشعار) لکھا

اشعار

انــی لا عـلـم مـایـقول وارتحی　　　　لک قـرب من تختارہ ووصولہ

واری السـمـاع محل لک دائمًا　　　　لـکـن لـغیـرک لااری تـحلیـہ

یـاحبـذاقـرب الحبیب ووصلـہ　　　　لـمتیـم اضـحی لـقـربـہ فقبلہ

ترجمہ:۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کیا کہتے ہیں لیکن باوجود اس کے میں آپ کیلیئے اس کے قرب کا خواہاں ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ سماع آپ کے لئے بطور دوام حلال ہے لیکن آپ کے غیر کے لئے میں اسکو حلال نہیں سمجھتا۔ کتنا مبارک ہے حبیب کا قرب اور اس کا وصل اس کے لئے جو اس کا آرزومند ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس تحقیق اور تعین میں ایک حکمت ہے تا کہ نااہل کے لئے اس کا جواز نہ ہو جائے، اور صورت حال یہ ہے کہ شیخ الشیوخ نے خود ہی وجد کیا ہے جیسا کہ دیوان ابن فارض میں موجود ہے کہ:

ایک بار شیخ شہاب الدین سہروردی کو حالت قبض پیدا ہوئی اور بعض حجاب لاحق ہوئے، اس حال میں شیخ ناظم ان کے پاس آئے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین کو اپنا قصیدہ سنایا۔ وہ قصیدے کے اشعار پڑھتے رہے جب انہوں نے یہ اشعار پڑھے:۔

اشعار

اھـلا بـمــالـم اکـن اھـلاالـمـوقـفـہ　　　　قـول الـمبشـر بـعـدالیـاس بـالفـرح

لک البشـارتـہ فـاخـلـع ماعلیل فقد　　　　ذکـرت ثـم عـلـی مـافیک من عوج

ترجمہ:۔ اس چیز کے لئے مرحبا کہ میں جس کے لئے مستحق نہیں تھا، یعنی بشارت دینے والے کا قول جو ناامیدی کے بعد کشادگی پر مبنی تھا۔ ''تیرے لئے بشارت ہے پس اسکو باہر کر دے جو تجھ پر طاری ہے تحقیق کہ تیرا ذکر وہاں کیا گیا۔ باوجود تیری اس کجی کے۔،،

یہ سنتے ہی شیخ الشیوخ کھڑے ہو گئے اور وجد کرنے لگے۔ اُس وقت آپ کی مجلس میں دوسرے شیوخِ وقت بھی موجود تھے جو بڑے جلیل القدر شیوخ اور سرداران اولیا میں شمار ہوتے تھے (ان سب نے بھی اس وجد میں شرکت کی) حضرت شیخ الشیوخ نے سب حاضرین کو خلعتیں عطا فرمائیں۔ کہا گیا ہے کہ اس وقت چار سو خلعتیں تقسیم ہوئیں۔

منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی ایک سفر میں ملتان پہنچے اور ایک مسجد میں آپ ٹھہرے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کواُن کے نورِفراست کی بناء پرعلم ہوگیا۔ آپ نے ایک خادم کوحضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا۔ جب خادم وہاں پہونچا تو آپ اُس وقت وضوفرمارہے تھے۔ خادم نے دیکھا کہ آپ کے وضو کے پانی کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے ہی ملائکہ اُن کوطشت میں لیکرآسمان پر چلے جاتے ہیں۔ خادم بھی ایک صاحب ِنظر تھے۔ انہوں نے جو دیکھا وہ مدہوشی کے عالم میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سے جاکرعرض کیا حضرت بہاؤالدین زکریا دوڈولیاں لے کرحضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دومحفوں میں سے ایک محفہ وہ تھا جوآپ کوحضرت شیخ الشیوخ نے عطافرمایا تھا وہاں پہنچکر حضرت خواجہ قطب الدین کو بہت اصرار کے ساتھ خانقاہ میں تشریف لانے کے لئے آمادہ کیا اوراس پالکی میں جوشیخ الشیوخ کا تحفہ تھی حضرت خواجہ قطب الدینؒ کوسوار کرایا اور خوددوسرے محفہ میں سوار ہوئے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے آپ کی دعوت میں بڑااہتمام کیا اورکسی طرح کی کمی اٹھانہ رکھی۔ تین روز کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین نے حضرت بہاؤالدین زکریا سے فرمایا کہ حضرت شیخ نے ہماری خشک دعوت کی ہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا سمجھ گئے کہ آپ سماع کے لئے فرمارہے ہیں۔ حضرت بہاؤالدین نے بڑے ذوق وشوق کے ساتھ قوالوں کو بلوایا۔ حضرت خواجہ قطب الدین اورآپ کے تمام اصحاب کوخانقاہ میں بلوایا گیا اورحضرت بہاؤالدین زکریا ایک عصالے کر دربانی کرنے لگے۔ اندرقوالوں کو اجازت دی گئی کہ سماع شروع کریں۔ سماع میں اس شعر پرحضرت پروجدطاری ہوگیا

شعر

ساز طرب عشق کہ داند کہ چہ سازاست
کزنغمہ اونہ فلک اندرتک وتازاست

ترجمہ:۔ کس کو پتہ ہے کہ عشق سے سرشارآواز کیسی آواز ہے۔ چونکہ اس نغمہ سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین اورآپ کے تمام ہمراہیوں پرایسا کیف طاری ہوا کہ درودیوار بھی اس حالت میں متاثر ہوئے

بیت

ازضدائ نغمہ ہائ مطربان
کوہ اگر جنبد عجب آنزامدان

ترجمہ:۔ مطربوں کے نغموں کی آواز سے اگر پہاڑ ہل جائیں تو اسے عجیب نہ سمجھ۔

ان حضرات کی ہاوہو کے نعر سے آسمان تک پہنچے لگے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا کے مریدوں کو بھی پتہ چلا کہ آج خانقاہ میں سماع ہورہا ہے۔ شیخ کے بعض مریدین اور کچھ متعلمین شیخ بہاؤ الدین کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کی خانقاہ میں مشرب (سہرورد) کے خلاف سماع کی محفل جمی ہوئی ہے۔آپ نے کیسے اس بات کو جائز رکھا اور گوارہ کیا تو حضرت شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ تم لوگ بھی عجیب دیوانے ہو کہ تم اُس شخص کو سماع سے روکنا چاہتے ہو کہ جس کی دربانی بہاؤالدین جیسا مرد کر رہا ہے۔ متعلمین اصرار کرنے لگے کہ ان کو روکا جائے۔حضرت شیخ نے فرمایا ''اگر تم روک سکتے ہو تو خانقاہ میں جاؤ اور خواجہ قطب الدین کو روک دو یہ لوگ سماع میں پہونچے۔مجلس میں پہنچتے ہی ان لوگوں کی حالت دگرگوں ہوگئی، بے خود ہوگئے اور خود سماع کرنے لگے۔اس وقت اُن کو جو نعمت اُس حال میں میسر آئی، آج تک ایسی نعمت نہیں ملی تھی جب حال اور سماع ختم ہوا تو سب لوگوں نے ارادت اور خرقہ کی درخواست کی۔آپ نے فرمایا کہ یہ ولایت حضرت شیخ بہاؤالدین کی ہے یہاں مرید کرنا خانوادۂ سہروردی کے ساتھ بے ادبی ہے اور خلافت دینا مناسب نہیں ہے۔

جب حضرت خواجہ قطب الدین ملتان سے روانہ ہوئے تو یہ لوگ حضرت کی رکاب معرفت مآب کے ساتھ ہوگئے۔جب حضرت خواجہ کی سواری قصبۂ ہانسی میں پہونچی اور آپ نے یہاں قیام فرمایا تو اُن لوگوں کو جو ملتان سے آپ کے ہمرکاب تھے مرید فرمایا اور جو لوگ پہلے سے حضرت خواجہ بہاؤالدین کے مرید تھے اُن کو خلافت عطا فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ یہ قصبۂ ہانسی ولایت مشائخ سہروردا اور چشت کی سرحد ہے اسی بناء پر میں نے تم کو رخصت دی، یہاں پر مرید کیا اور خلافت دی۔یہ سب لوگ بڑے عجز دنیاز کے ساتھ نعمت سے مشرف ہوکر آپ سے رخصت ہوگئے۔

اسی طرح حضرت محمد باکو کا واقعہ ہے کہ آپ ابتدائی حال میں ابوسعید ابوالخیر کے منکر تھے چونکہ وہ سماع سے شغف رکھتے تھے۔ ایک رات شیخ باکو کو خواب میں دکھایا گیا کہ ہاتف آواز دے رہا ہے:۔قوموا وارقصوا اللہ (کھڑے ہوجاؤ اور رقص کرو اللہ کیلئے) انہوں نے خواب سے بیدار ہوکر لاحول ولاقوۃ پڑھا سمجھے کہ شیطانی خواب ہے دوسری رات پھر یہی صورت پیش آئی انہوں نے پھر لاحول ولاقوۃ پڑھا۔جب تیسری رات بھی یہی آواز سنائی دی تب یہ سمجھے کہ یہ خواب شیطانی نہیں بلکہ خواب رحمانی ہے اور اس کا باعث وہی انکار ہے جو شیخ ابوسعید سے مجھ کو ہے۔جب صبح ہوئی تو یہ حضرت ابوسعید کی خانقاہ میں پہنچے۔شیخ ابوسعید خانقاہ کے اندر سے باہر نکل رہے تھے اور آپ کی زبان پر تھا ''قوموا وارقصوا اللہ،، شیخ عبداللہ کو اس وقت وہ نعتم میسر آئی اور ان پر ایسا حال طاری ہوا جسکی شرح ناممکن ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سماع کیلئے ریاضت شرط ہے۔ریاضات میں نفس کی صفات شکستہ ہوجاتی ہیں جس کا نفس مردہ ہوجاتا ہے اس کا دل زندہ ہوتا ہے۔یہ صفت اس میں موجود ہونا چاہیئے اور پھر جو کچھ سنے وہ گوش دل سے سنے۔

منقول ہے کہ حضرت شروانی کو چند صوفیہ حضرات نے سماع کی دعوت دی۔آپ نے فرمایا کہ وہ زمانہ گذر گیا کہ جب خس خاشاک میرا بستر ہوتا تھا اور ہاتھ کو تکیہ بناتا تھا اُس زمانے میں سماع سنتا تھا۔اب میری وہ کیفیت نہیں ہے، اس لئے میں محفل سماع میں شریک نہیں ہوسکتا۔

نغمۂ سوم

آداب و کیفیت سماع و رخصت مزامیر

سماع کے آداب، کپڑوں کے پھاڑنے اور قوال یا دوسرے لوگوں کو ان کے عطا کرنے کے بارے میں ایک عارف نے فرمایا ہے جس سے مراد حضرت جنید قدس سرہٗ ہیں کہ سماع تین چیزوں کا محتاج ہے۔ اس کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔ زمان۔ مکان۔ برادران۔ یعنی سماع کے لیے مناسب وقت، موزوں جگہ اور سننے والے حضرات ضروری ہیں۔ اخوان السماع تین قسم کے ہوتے ہیں یعنی برادران نام ایمان یعنی ایمان کے نام میں جو لوگ شریک ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ [۱] مسلمان یا مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

ترجمہ:۔ ان کی مصاحبت دائماً جائز نہیں کبھی کبھی یہ صحبت ان کی محبت اور فائدہ کیلئے ہوسکتی ہے اور برادران ارادت ومحبت عوام کی طرح ہیں جو فقیروں سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے اموال اور جاں سے انکی مدد کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ طریق صفا کو حاصل کرسکیں۔ پس اگرچہ یہ لوگ عارفوں کے اوصاف سے متصف نہیں ہیں پھر بھی ان کی صحبت جائز ہے اس لیے کہ یہ لوگ بھی اپنے ارادت وصدق کے باعث اہل صفا کے دلوں کے انوار سے نور حاصل کر لیتے ہیں جس طرح موم (شمع) آفتاب کی گرمی سے نرم ہوجاتا ہے۔ پس یہ لوگ جب عوام میں واپس جاتے ہیں تو ان سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں۔ تیسرے برادران اخوان الصفا اور صاحبان وجد اور ارباب معرفت وذوق وکمال، یہ اخوان حقیقی ہیں۔ پس یہ اخوان حقیقی جہاں اور جس وقت بھی جمع ہوجائیں زمان ومکان کی شرائط پوری ہوجاتی ہیں اور سماع واجب ہوجاتا ہے۔ اوراہل معرفت وکلام وصفا کے لئے سماع اسطرح واجب ہے کہ جیسے علم سیکھنے کے لئے جاہل کا عالم کی طرف سفر کرنا تا کہ منازل دین کا علم سیکھے۔ اہل صفاوکمال کیلئے مشابہت اوران کی حرکات وسکنات مریدوں کیلئے مستحب اور محبین کیلئے مباح ہیں جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ کہ جو جوکوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے اوراللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ'' [۲] یعنی سچے لوگوں کے ساتھ ہوجاؤ۔ پس اگر سچے نہ ہوتو کم ازکم ان کے ہمراہ تو ہوجاؤ گے۔ اگر غیر جنس کے لوگ موجود ہوں، یعنی جو سماع کے منکر ہیں اور خودکو زاہد ظاہر کرتے ہیں (خودساختہ زاہد ہیں) اور مفلس ہیں یعنی لطائف دل کی جنس ان کے پاس نہیں ہے یا کوئی ایسا شخص جو دنیاوی امارت پر مغرور ہے تو اس کا بھی مجلس سماع میں ہونا غیر مناسب ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ ارباب وجد کو تشویش و پریشانی میں ڈالنے والے ہیں۔ اب رہی شرط مکان یعنی سماع کے لیے کون سی جگہ مناسب ہے تو آمدورفت کی عام جگہ پر یا ایسی جگہ پر جو آوازوں

---

[۱] پ ۲۶ سورہ الحجرات ۱۰ [۲] پ ۱۱ سورہ توبہ ۱۱۹

کوکر یہہ بنانے والی ہوا ایسی جگہ پر سماع سے اجتناب کرنا چاہیئے۔(**فقد یکون شارعاً مطروقاً وموضعاً یکون کریه الصوت فیجتنب عن ذالک المواضع**) سماع کے لیے بہترین مقامات مشائخ کی خانقاہیں ہیں۔خصوصاً گلزار کے اطراف میں جہاں بہتا ہوا پانی ہوعطریات استعمال کیئے ہوں اور عود جلایا گیا ہو(ایسی جگہ جہاں ماحول میں خوشبو موجود ہو یا کوئی ایسا مکان جہاں خوشبو پاشی کی گئی ہو اور عود جلا کر اس کو معطر کیا گیا ہو)۔

چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا اسی وجہ سے اکثر اوقات رات کے وقت اصحاب وارباب طریقت کو جمع فرماتے تھے اور سماع سنتے تھے۔ایسے مقامات قابل ترجیح ہیں جہاں مشائخ پر کیفیت اور حالت طاری ہو چکی ہو کہ وہاں ان کے آثار بے شمار ظاہر ہوتے ہیں۔ قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ ایک بار حضرت مخدوم زادہ نے (اللہ تعالیٰ ان کو مزید بہرہ در فرمائے) حضرت مخدوم کی خانقاہ میں اجتماع سماع کیا اکابر واصاغر مشائخ وہاں جمع تھے۔لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ وہاں ہاتھ اٹھانے کی گنجائش نہیں تھی اور لوگوں کو پورا ذوق حاصل ہورہا تھا لیکن بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے مخدوم زادہ نے فرمایا کہ ہم حھوتمیاں (چھوٹے میاں) جا کر سماع سنیں گے چنانچہ وہ ارباب خاص کرے کر وہاں چلے گئے۔قوالوں نے بہت کوشش کی لیکن کسی کو بھی وجد نہ آسکا اور کسی پر کیفیت طاری نہیں ہوئی۔ وہ جگہ چھوڑ کر مخدوم زادہ بدہیمیاں (بڑھے میاں) کے مکان پر چلے گئے وہاں بھی کیف میسر نہیں ہوا۔آخر کار میں نے حضرت مخدوم زادہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سماع کے لیے حضرت مخدوم قدس سرہٗ کی خانقاہ ہی مناسب ہے۔فرمایا کہ ہاں ہم بھی سمجھتے ہیں کہ آثار مکان کو اس میں دخل ہے لہٰذا جو لوگ ہمراہ تھے ان سب کو ساتھ لے کر خانقاہ میں تشریف لے آئے۔خانقاہ میں آتے ہی مریدوں پر کیفیت طاری ہوگئی اور اس کیفیت کا اثر درو دیوار تک پہنچا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے سماع کے لیے بہترین جگہ مسجد ہے اس لیے کہ سماع سے مراد عبادت ہے اور عبادت کے لیے مسجد سے افضل کوئی جگہ نہیں ہے۔اب رہا زمان کا سوال تو نماز کا وقت اور جب کھانا سامنے لایا جائے یا مصروف ہوں، اگر اضطراب اور بے چینی کی حالت ہو اور فراغ قلب نہ ہو تو اس وقت سماع بے فائدہ ہے۔رعایت زمان کے یہی معنی ہیں اگر فراغ قلب میسر نہیں ہے تو سماع کا ترک ہی بہتر ہے جبکہ اس کے شروط مہیا نہ ہوں (نہ پائے جائیں) اور جو لوگ تکلف کے ساتھ وجد کرنے والے ہیں (غیر حقیقی وجد) ارباب تصوف میں سے جو وجد و رقص اور لباس کو چاک کر کے ریا سے کام لیتے ہیں ایسا سماع ارباب تواجد کے لیے تشویش کا باعث ہوتا ہے کیونکہ شروط سماع اس میں موجود نہیں ہیں۔اور ان چیزوں پر سماع کا وجود موقوف ہے (یعنی جو لوگ بہ تکلف وجد و رقص اور جامہ دری کرتے ہیں اس کو سماع نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس میں شروط سماع موجود نہیں ہیں۔)

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ زمان، مکان اور اخوان سماع کی شروط لازمہ ہیں پس ان کی رعایت ضروری ہے تا کہ زیادہ اثر پیدا ہو۔مکان سماع کے لیے جسم کی طرح ہے اور زمان اس کا دل ہے اور اخوان

بمنزلہ جان کے ہیں۔ جب یہ تینوں سلامت ہوتے ہیں تو سننے والے آفات سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کو حیات جاوداں نصیب ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ سماع کے اول و آخر میں قرآن پاک ضرور پڑھنا چاہیئے تا کہ سامع کو مغفرت نصیب ہو حضرت روز بہان بقلی نے کہا ہے کہ قوال خو برو اور سازندہ خوش خو ہونا چاہیئے اور اشعار صحیح ہوں اور ان کو لحن ملیح کے ساتھ پڑھا جائے کہ سماع کی محفل میں عارفان روز گار تین چیزوں سے راحت قلب کے طلب گار ہوتے ہیں، پاکیزہ خوشبوئیں، حسین چہرے اور ملیح آوازیں۔بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حسین اور خو برو قوال سے اجتناب کرنا چاہیئے۔اس لیے کہ حسین قوال کی موجودگی ایسے عارف کامل کے سامنے مناسب ہے جس کی طہارت قلب بحد کمال پہنچ چکی ہو۔(دل بدرجۂ کمال پاک ہو) اور اس کی نگاہیں غیر کے دیکھنے سے بند ہوں۔تقریباً ان الفاظ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر معین الدین پروانہ نے جو روم کے بادشاہ تھے (امیر معین الدین پروانہ کہ بادشاہ روم بود۔مخطوطہ لطائف اشرفی ۱۷۱؎) اور حضرت شیخ فخر الدین عراقی کے مخلصین و مریدوں میں سے تھے حضرت عراقی سے درخواست کی کہ آپ مجھے کبھی کوئی خدمت تفویض نہیں فرماتے۔شیخ عراقی نے جواب دیا کہ اے میر تم مجھے روپے پر فریضہ نہیں کر سکتے اگر تم میری کوئی خدمت کرنا ہی چاہتے ہو تو حسین قوال کو ہمارے پاس بھیج دو حسین قوال بہت ہی خوبصورت اور نہایت خوش گلو تھا۔اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ بہت سے لوگ اس کے گرویدہ تھے اور اس کے سامنے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ جب امیر پروانہ نے دیکھا کہ شیخ عراقی اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس کو طلب کر رہے ہیں تو فوراً اس کے بلانے کے لیے کسی کو روانہ کیا۔لوگوں کی ہائے ہو سے فراغت کے بعد وہ اس کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا۔شیخ عراقی اور امیر پروانہ اور دوسرے اکابر نے اسکا استقبال کیا۔ جب وہ قریب آیا تو شیخ اسکے پاس گئے اسکو سلام کیا اور بغلگیر ہوئے اور شربت طلب کیا۔شیخ نے اس کو اس کے ساتھیوں کو اپنے ہاتھ سے شربت پلایا۔ یہاں سے فراغت کے بعد یہ سب لوگ شیخ عراقی کی خانقاہ میں پہنچے۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں اور سماع کی محفل گرم ہوئی۔شیخ عراقی نے اس وقت جو غزلیں کہی تھیں ان میں سے ایک غزل یہ تھی جس کا مطلع ہے۔

بیت

سازِ طرب عشق کہ داند کہ چہ ساز است

کز نغمہ اونہ فلک اندر تگ و تاز است

ترجمہ:۔کس کو پتہ ہے کہ عشق سے سرشار آواز کیسی آواز ہے چونکہ اس نغمہ کی رو سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔

حضرت خواجہ کی ایسی کیفیت ہوئی کہ اس کے اثرات سے در و دیوار بھی متاثر ہو گئے، اصحاب اور اہل مجلس کا کیا حال ہوگا۔

۱؎ یہ وہی معین الدین پروانہ ہیں جن کا نام فیہ مافیہ'' میں اکثر لیا گیا ہے اور حضرت مولانا رومی نے ان کو مخاطب فرمایا ہے:- خط کشیدہ عبارت امیر معین الدین پروانہ کہ بادشاہ روم بو''۔ میں میرے خیال سے لفظ وزیر یا امیر رہ گیا۔یعنی امیر معین الدین پروانہ کہ وزیر بادشاہ روم بود۔مترجم۔

شعر

ازصدائ نغمہ ہائ مطربان

کوہ اگرجنبد عجب آنزامدان

ترجمہ:۔اگرمطربوں کےنغموں کی آواز پر پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں تو اس پر تم کو تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔

بعض تواریخ میں مذکور ہے کہ شیخ اوحدالدین کرمانی کی یہ کیفیت تھی کہ جب محفل سماع میں انکے اندر جوش اور گرمی پیدا ہوتی تھی تو وہ امردوں (نوجوانوں) کے پیرہن چاک کرکے ان کے سینہ سے سینہ ملاتے تھے۔ جب ایک مرتبہ وہ بغداد گئے خلیفہ بغداد کا ایک حسین وجمیل فرزند تھااس کے کانوں تک یہ بات پہنچی کہ شیخ اوحدالدین کرمانی ایسا کرتے ہیں اس نے کہا کہ وہ بدعتی اور کافر ہے اگر اس نے میرے ساتھ ایسی حرکت کی تو میں اس کو قتل کردوں گا۔ جب محفل سماع گرم ہوئی اسوقت شیخ نے اپنی کرامت سے فرزند خلیفہ کے خیالات معلوم کرلئے تھے۔انہوں نے کہا

قطعہ

سہل است مرابرسر خنجر بودن	درپائ مراد دوست بے سربودن
شمشیر گرفتہ کافری رابکشی	غازی چوتوئی رواست کافربودن

ترجمہ:۔ مجھے برسرخنجر ہونا سہل لگتا ہے، کیونکہ دوست کے پاؤں پر بے سر ہونا اچھا ہے۔

اب تلوار پکڑ کر کافر کو مارڈال، چونکہ تو غازی ہے اس لئے کافر ہونا روا ہے۔

یہ سنتے ہی خلیفہ کا فرزند اٹھا اور شیخ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اسی وقت ان کا مرید ہوگیا۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ کی خدمت میں بشکرآباد کا ایک حبشی جسکو ''بسکردی،، کہتے تھے رہتا تھا۔حضرت کی خدمت کرتے کرتے وہ بہت ہی بلند مقام پر پہنچ گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خلوت سے باہر نہیں آتا تھا۔حضرت شیخ سماع کے وقت بھی اسکو نہیں ہٹاتے تھےایک دن محفل سماع گرم تھی اس پر کیفیت طاری ہوگئی۔مستی اور کیف میں اس نے زمین پر جست لی اور ایک محراب پر جو کافی بلند تھی جا کر بیٹھ گیا۔طاق سے اترتے وقت وہ شیخ مجدالدین کی گردن پر کود گیا اور ان کے کندھوں پر بیٹھکر پاؤں نیچے لٹکالئے اور شیخ مجدالدین اسیطرح رقص کرتے رہے، یہ زنگی لمبے قد کا قوی، ہیکل مرد تھا اور جبکہ شیخ مجدالدین بہت ہی نازک بدن، خوبصورت اور لطیف طبع شخص تھے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ میری گردن پر کوئی حبشی ہے یا کوئی چڑیا بیٹھی ہے۔ جب وہ حبشی ان کی گردن سے اترنے لگا تو اس نے شیخ مجدالدین کا گال کاٹ لیا اور اس کا نشان ان کے رخسار پر رہ گیا۔کئی بار شیخ مجدالدین نے فرمایا کہ میرے لیے قیامت میں یہی مفاخرت کافی ہے کہ ایک زنگی کے دانتوں کا نشان میرے رخسار پر موجود ہے۔

شعر

ازان رویم بجنت باغ باشد

کہ بررویم چولالہ داغ باشد

ترجمہ:۔ یہ داغ جو میرے چہرے پر ہے، جنت کے باغ کی میرے چہرے پر نشاندہی کرتا ہے۔

ایک محقق کہتے ہیں کہ مجلس سماع میں وجد کنندہ ہونا چاہیئے۔اور سماع کا صرف اس شخص کوارادہ کرنا چاہیئے کہ وہ ارباب سماع کی صفات سے موصوف ہواور اہل نفس وخواہش نفس کا بندہ نہ ہو بلکہ اس کا نفس مردہ اور دل زندہ ہونا چاہیئے تب وہ حق کو حق سے سمجھے گا بغیر وسیلۂ عقل کے محفل سماع میں جب ذاکر کے ذکر کی طرف رجوع ہوتو ادھر ادھر نہ دیکھے بالکل خاموش رہے۔ بظاہر (باطن میں اضطراب ہوتو خوب ہے) کھانسنے اور جمائی لینے سے بچے۔بس فکر میں ڈوبا رہے۔سر کو جھکا کر بیٹھے۔اگر وجد کا اس پر غلبہ ہو جائے اور غیر اختیاری طور پر وہ حرکت کرنے لگے تو اس میں اس کو معذور سمجھنا چاہیئے۔اور جب وہ اختیاری کیفیت میں آجائے تو وجد کو فوراً ختم کر دے اور قرار وسکون کو اختیار کرے اور جب اختیاری میں آجائے تو مناسب نہیں ہے کہ وجد کو اس احساس سے جاری رکھے کہ لوگ کہیں گے کہ اس کا وجد جلدی ختم ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہا جائے گا کہ یہ سخت دل ہے اور یہ شخص صفا ورقت نہیں رکھتا ہے۔جب شیخ کے گرد ایسے مرید موجود ہوں جن کیلئے سماع مضر ہے تو شیخ کو سماع میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے اور اگر مشغول ہوتو انکو دوسرے کاموں میں مشغول کر دے۔ دوسرے یہ بات بھی خیال میں رہے کہ کبھی کبھی واجد کے ضعف جسمانی کی وجہ سے بھی عدم وجد کا ظہور ہوتا ہے اور یہ نقصان ہے۔اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باوجود قوت کے وجد باطن میں پیدا ہوتا ہے لیکن کمال قوت کے باعث جو اس کے جوارح کو حاصل ہوتا ہے وہ وجد نہیں کرتا ہے اور یہ کمال ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حال کے موجود ہونے کے باعث ہر حال میں وجد طاری رہتا ہے اس وجہ سے سماع میں اس کا اثر زیادہ ظاہر نہیں ہوتا۔اور یہ نہایت کمال ہے کیونکہ ایسا شخص جس پر دائمی طور پر وجد طاری رہتا ہے وہ مرابط الحق ہے (حق سے رابطہ رکھنے والا۔) اور عین الشہود پر مداومت رکھتا ہے پس اس کو حالات متغیر نہیں کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس بات سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہو کہ:

''پہلے ہم بھی تمہاری طرح تھے (نرم دل اور رقیق القلب) پھر دل سخت ہو گئے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں طاقت پیدا ہو گئی کہ وجد ہر حال میں ہم پر طاری رہتا ہے۔پس ہم قرآن کے معنی سننے میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں (لیکن اب اتنی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ پہلی جیسی رقت اور گریہ وزاری ہم نہیں کرتے ہیں)

جو شخص وجد میں پچھاڑیں کھاتا ہے اس کے بارے میں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ ساکن شخص سے وجد میں کامل تر ہے۔اس لیے کہ بہت سے باسکوت افراد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ مضطرب الوجد، سے زیادہ کامل ہوتے ہیں جب کسی صوفی کو وجد آجائے تو پھر کسی کو بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے۔جب کوئی صوفی وجد میں کھڑا ہو جائے بغیر ریا اور بناوٹ کے یا وہ اختیاری طور پر اظہار وجد کے لیے کھڑا ہو گیا ہے۔تب بھی دوسروں کو کھڑا ہو جانا چاہیئے اس کی موافقت کے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ یہ بات بھی اداب صحبت میں سے ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مجمع میں اکابر کی ارواح موجود ہوتی ہیں جبکہ ان کے عرس کا دن ہوتا ہے اور جو شخص ان اکابر کے عرس میں حاضر ہوتا ہے تو ان اکابر کی ارواح دوسرے عرس تک ایسے شخص کی مدد ومعاون رہتی ہیں میں نے اکثر یہ مشاہدہ کیا ہے کہ روحانیہ حضرات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرس کے دن اکابر کے مجمع میں تشریف فرمائی ہوتی ہے اور اس روح مقدس واطہر سے ہم نے استفادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو یہ دیدار بار بار نصیب فرمائے آمین

شرح نصوص الحکم میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت شیخ صدرالدین ایک روز مجلس سماع میں شیخ سعدالدین اور دوسرے مشائخ کے ساتھ موجود تھے۔ مجلس سماع خوب گرم تھی۔ جب اس کی شدت میں کچھ کمی ہوئی تو انہوں نے اثنائے سماع میں اس چبوترے کی طرف دیکھا جو اس مکان لیں موجود تھا اور نہایت ادب سے بہت دیر تک کھڑے رہے اور انہوں نے اپنی آنکھوں کو بند کرلیا۔ بہت دیر کے بعد انہوں نے پکار کر کہا کہ اے صدرالدین جب شیخ صدرالدین ان کے سامنے آگئے تب انہوں نے ان کے چہرے پر آنکھیں کھولیں، اور کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف فرما تھے۔ لہٰذا میں نے یہ مناسب خیال کیا کہ جن آنکھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا مشاہدہ کیا ہے تو انکو پہلے تمہارے چہرہ ہی پر کھولوں (تمہارے سوا کسی اور کو نہ دیکھوں) اس مجلس میں ان کو عروج واقع ہوا اور ان کی روح قالب سے نکل کر عروج پر پہنچی اور یہ تیرہ دن تک اسی طرح رہے۔ ان کا قالب ان تیرہ دنوں میں بالکل مردہ کی طرح تھا اس میں بالکل حرکت نہیں تھی۔ جب دوبارہ روح ان کے قالب میں آئی تو اٹھ بیٹھے اور ان کا مطلقاً خبر نہیں ہوئی کہ وہ اس حالت میں کتنے دن رہے۔ دوسرے لوگوں نے جو وہاں موجود تھے ان کو بتایا

بیت

سماع کیں چنین باشد معرج
حرامش گر بگوید از حرام است

ترجمہ:۔ سماع ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو عروج پر پہنچا دیتی ہے، لہٰذا اسے حرام کہنا حرام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جو بھی مجلس سماع میں آتا ہے اور اسے ذوق حاصل ہوتا ہے وہ اور خصوصاً حاضران صادق وطالبان واثق جو اس مجلس میں آتے ہیں مغفرت سے بہرہ حاصل کرتے ہیں قوالوں سے منقول ہے کہ ایک مجلس میں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر موجود تھے، قوال آئے اور سماع شروع کیا جب اس شعر پر پہنچے

بیت

اندر غزل خویش نہاں خواہم گشت
تا بر لب تو بوسہ زنم چونش بخوانی

ترجمہ:۔ میں اپنے غزل کے اندر چھپ جاؤں گا تا کہ تیرے لبوں کو بوسہ دے سکوں چونکہ تم اس طرح پڑھ رہے ہو۔

حضرت شیخ پر ایک ایسی حالت طاری ہوگئی کہ اس سے بہتر کوئی حالت نہیں ہوسکتی جب حال ختم ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ شعر کس کا ہے؟ بتایا گیا کہ ''عمّارہ کا ہے،، یہ سنتے ہی آپ تمام اصحاب اور قوالوں کے ساتھ اُن کی زیارت کے لئے روانہ ہوگئے، وہاں بھی سماع ہوا اور اُن پر پھر کیفیت طاری ہوئی، جب غلبہ ختم ہوا تو حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! گواہ رہو کہ اس شعر کا موجد و سامعین و قوالان اور حاضرین مجلس سب کے سب مغفرت پا جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مجلس سماع میں داروات الٰہی اور الہامات نامتناہی کا منتظر رہنا چاہیئے اور دائیں بائیں نہیں دیکھنا چاہیئے سر کو جھکائے رکھنا چاہیئے اور حال کے ورود کا انتظار کرنا چاہیئے اگر ذوق حاصل ہوجائے تو حتی المقدور اس کا تحفظ کریں۔ لیکن جب قابو سے باہر ہوجائے تو پھر سماع شروع کر دینا چاہیئے لیکن سماع بقدر ذوق ہونا چاہیئے ذوق سے زیادہ اضطراب نہ کریں کہ یہ خیانت ہوگی اور اشعار کے معانی کی اپنے ادراک کے بقدر تاویل کریں جو کچھ سنیں اس کو تسبیح حق سمجھیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سلسلہ میں مروی ہے کہ

''حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے ناقوس کی آواز سنی تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اصحاب نے کہا ہم کو نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے سبحان اللہ حقاً حقاً بے شک مولیٰ باقی رہنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے لیکن تم سمجھتے نہیں ہو ان کی تسبیح کو،،

صوفیائے کرام کے نزدیک دف سے اشارہ ''رنگارنگی،، کی طرف ہے اور اس پر جو کھال چڑھی ہے اس سے وجود مطلق کی طرف اشارہ ہے اور دف پر جو ضرب لگائی جاتی ہے اس سے اشارہ ہے واردات الٰہیہ کے ورود کی طرف اور اس کے باطن سے مراد وہ ہستی ہے جو مخلوقات سے مقید ہے تاکہ اشیائے ذاتیہ کو باہر نکال دیا جائے (**وباطن البطون علی الوجود المقید بالکائنات لاخراج الاشیاء الذاتیۃ** لطائف اشرفیہ مخطوطہ ۲۴۷) جلاجل (جھانجھ یا مجیرے) سے اشارہ ہے مراتب نبوۃ اور مراتب ولایت کی جانب مراتب رسالت و مراتب امامت و مراتب خلافت تمام کی طرف اشارہ ہے اور بہ ہئیت مجموعی ان سے جو آواز نکلتی ہے اس سے اہلِ کمال اور اولیاء کے دلوں میں علم مطلق اور حیات الٰہیہ کے ظہور کیطرف اشارہ ہے اور نفس قوال صوت حق اسلیئے ہے کہ وہی ذات تمام اشیاء کو جلوہ گر کرنے والی اور انکی ایجاد کرنے والی ہے اور ان کی مددگار ہے صوت اقوال سے اشارہ ہے ربّانی زندگی کی طرف جو وارد ہے باطن کے درون سے مراتب ارواح کی طرف اور دلوں اور رازوں کی طرف رقص سے اشارہ ہے ذات انسانیہ کی طرف اور حرکت سماع سے اشارہ ہے خطاب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی جانب حقیقت انسان کے طیران کا۔ اضطراب سے اشارہ یہ ہے کہ روح کبیر مضطرب ہوکر قفس بدن سے نکل کر اپنے حقیقی وطن کی جانب جانا چاہتی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''وطن کی

محبت جزو ایمان ہے،،اس وطن سے مراد ارواح کا وطن ہے۔جس میں روح کو ڈالا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس میں اپنی روح کو پھونکا۔یا روح کا جولان ہونا مخلوقات وموجودات کے دائرہ کے گرد تا کہ اسرار تجلیات کو قبول کر سکے اور تنزیلات سے مستفید ہو سکے۔اور یہ عارف کا حال ہے کہ اس کا حرکت حال میں ایستادہ ہونا اشارہ ہے اپنے باطن میں روح کا حق تعالیٰ سے واقف ہونیکا اپنی ہستی کے ساتھ اور اپنی نظر کو اور فکر کو جولان کرنا مراتب مخلوقات میں اور یہ حال محقق ہے اور اس کی حرکت فوق کی طرف اشارہ ہے مقام انسانی کے آغاز سے مقام احدیت کی طرف پس جبکہ اس کی روح پردہ سے باہر آتی ہے۔اور مراتب صفات کی طرف پہونچتی ہے تو وہ اپنے سر کو کھول دیتا ہے پس جس وقت وہ ماسوائے حق سے مجرد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کر لیتا ہے تو وہ اپنے کپڑے اتار ڈالتا ہے اور گر مغنی صاحب حال اور صاحب مقام ہے تو لباس اس کی طرف پھینک دیتا ہے اور اگر مغنی صاحب حال نہیں ہوتا تو اس کی طرف جامہ کا پھینکنا بے انصافی ہے اس لئے کہ صاحب حال کا جامہ اس کی صورت حال ہے اور کوئی اسے قبول کرنے کا مستحق نہیں سوائے اس کے جو مرتبہ میں اس کا ہمسر ہوا گر قوال کی نیت برکت کے حصول کیلئے جامہ حاصل کرنا اور عطا کرنیوالے کی نیت قوال کو دے دینے کی ہو تو اس صورت میں زیادتی نہیں ہے بلکہ وہ ہدایت غیر کا طالب ہے''اور نہیں بھیجا تم کو مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر،،اور اگر سامع اپنے مقام عالی کی طرف ترقی کرے اور قوال ادنیٰ اشعار گا رہا ہو پس حال کے مناسب شعر اسکو بتائے اور اگر کوئی امر غیبی اس کیلئے مشکل بن جائے اور غیر اس کے حال سے آگاہ ہو جائے تو روا ہے اس کے لئے کہ اسکی مدد کرے تا کہ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔

اکثر مشائخ کرام نے قوال کو جامہ وخرقہ عطا فرمایا ہے خواہ وہ قوال صالح ہو یا فاسق۔انہوں نے اپنی نیت کے لحاظ سے ایسا کیا ہے(قوال کے فسق دپارسائی کو پیش نظر نہیں رکھا ہے)حضرت سیّد محمد گیسو دراز سے منقول ہے کہ ارباب سماع،سماع میں آسمان کے ہفت طبق سے بھی گذر جاتے ہیں تو اگر وہ محض اپنے جامہ کو نہ چھوڑ دیں تو تعجب کی بات ہوگی۔تقریباً حضرت نے ان الفاظ میں فرمایا کہ عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت انس بن مالک ؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت کے درویش جنت میں تو نگروں سے نصف یوم قبل داخل ہوں گے اور وہ نصف دن پانچ سو سال برابر ہے۔یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خورسند اور مسرور ہوئے،پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو ہمارے سامنے شعر پڑھے،ایک بدوی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں پڑھ سکتا ہوں۔آپ نے فرمایا پڑھو تو اس بدوی نے یہ اشعار پڑھے:۔

اشعار

قد لسعت حیة الھوی کبدی فلا طبیب لھا ولا راق

الا الحبیب الذی شغفت بہ فعندہٗ رقیتی وتریاقٖ

ترجمہ:۔ مارِعشق نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے پس نہ اس کے لئے کوئی طبیب ہے اور نہ کوئی افسوں کرنیوالا صرف وہ معشوق ہے جس پر فریفتہ ہوں۔ پس اسی کے پاس میرا افسوں اور تریاق ہے۔

یہ اشعار سن کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ کے اصحاب بھی وجد فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ کی ردائے مبارک اس وجد میں آپ کے دوش اطہر سے گر گئی جب اس وجد سے فراغت پائی اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ فروکش ہوا تو حضرت معاویہ ابن ابی سفیان نے کہا کہ یارسول اللہ آپ کی تفریح کس قدر پسندیدہ تھی (**ما احسن لعبکم یارسول اللّٰہ**) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ کوئی صاحب کرم ایسا نہیں ہے جو ذکر حبیب پر جنبش نہ کرے اس کے بعد آپ نے ردائے مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم فرمادی۔

حضرت سلطان المشائخ کے پاس جب کبھی قوال آتے تو اُن پر نظر پڑتے ہی (یعنی قوالوں کو دیکھتے ہی) حضرت شیخ کے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ آپ کے اصحاب نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ قوال محبوب کا پیغام سنانے والے لوگ ہیں لہٰذا میں جونہی انہیں دیکھتا ہوں تو محبوب کے پیغام کی جھلک نظر آجاتی ہے اور میرے آنسو امڈ آتے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ میں سماع کا بہت رواج تھا۔ اور حضرت بہت زیادہ سنتے تھے اس وجہ سے کہ اس زمانہ کے علماء اور بہت سے لوگ اس کا انکار کرتے تھے نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس پر محضر تیار کیا گیا۔ مولانا ضیاء الدین بدایونی نے محضر تحریر کیا تھا جو دیکھنا چاہے وہاں دیکھ سکتا ہے۔ (تاریخ فیروز شاہی مرتبہ ضیاء الدین برنی)

اب سازوں، مزامیر وغیرہ کے ساتھ سماع سننے کے بارے میں وضاحت کی جاتی ہے۔ عود ایک مشہور ساز ہے (جس میں تار ہوتے ہیں) کہتے ہیں کہ سب سے اول عود کو حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند لمک نے اس وقت تیار کیا تھا جب اس کے بیٹے کا انتقال ہوا تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اہل ہند کی ایجاد ہے۔ انہوں نے عود کو انسانی طبیعت کی مناسبت سے بنایا تھا۔ تاروں والے سازوں کے سلسلہ میں کافی مشہور ہیں علماء کا اختلاف ہے اور ان میں ائمہ مذاہب اربعہ مشہور ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کا بجانا اور سننا دونوں حرام ہے۔ لیکن کچھ حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ حضرات عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر، معاویہ بن ابن سفیان وعمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اس ساز کو سنا ہے۔ حضرات تابعین میں سے خارجہ بن زید، عبدالرحمٰن بن حسّان، سعید بن المسیب عطا ابن ابی رباح، شبعی، ابن ابی عتیق (رضی اللہ عنہم) اور اکثر فقہائے مدینہ نے سنا ہے۔ امام مالک سے بھی اس کا سننا ایک روایت میں منقول ہے۔ لیکن امام مالک کے احباب کے یہاں یہ بات مشہور نہیں ہے۔

ابو بکر بن عربی مالکی اپنی تصیف شرح ترمذی میں جس کو انہوں نے ''فارضیہ،، کے نام سے موسوم کیا ہے۔

جہاں اباحت غنا کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں تو لکھتے ہیں کہ اگر اس گانے والے کے ساتھ عود کا ہونا مان لیا جائے تو وہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس قول میں داخل ہوگا کہ ''شیطان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں اور اس وقت رسول اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''**دعهم فانه یوم عید**،، جانے دوانہیں چھوڑ دو آج ان کی عید کا دن ہے۔

اس طرح اگر طنبور مغنی کے ساتھ ہوتب بھی حرمت میں وہ موثر نہیں ہوگا تحقیق کہ یہ تمام ایسے آلات ہیں جن سے ضعیفوں کے دل قوی ہوتے ہیں اوران کی آواز سے نفوس میں کشادگی پیدا ہوتی ہے اور عود اسی طنبورہ کو کہتے ہیں۔لغت میں اس کے یہی معنی مشہور ہیں۔

عود کے مباح ہونے کے سلسلہ میں علامہ ماوردی بعض شافیہ سے نقل کرتے ہیں کہ استاد ابومنصور بغدادی اس سے رغبت رکھتے ہیں اور شیخ ابواسحاق شیرازی (شافعی) سے منقول ہے کہ ان کا یہی مذہب تھا (یعنی اباحت پر ان کا فتویٰ تھا) اوران کے بارے میں یہ بات مشہور تھی اور تحقیق کے ساتھ کسی عالم سے کوئی ایسی بات مشہور نہیں ہے کہ جس سے ان کا انکار ثابت ہوتا ہو۔اس کو طاہر مقدسی نے بیان کیا ہے اور وہ شیخ کے ہم عصر تھے اورانہوں نے اس کو اہل مدینہ سے روایت کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ ان علماء کے یہاں اس کی اباحت پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔چنانچہ علمائے مدینہ میں سے ابراہیم بن سعید اس کی اباحت کے قائل تھے اور جب تک وہ عود نہیں بجا لیتے تھے کوئی حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔(ولا یحدث حدیثا حتی یضرب بہ) ایک باروہ بغداد میں آئے اور خلیفہ ہارون رشید کے یہاں تمام (اکابر داشراف وعلماء) جمع ہوئے۔ہارون رشید نے ان سے کہا کہ اے ابراہیم کوئی حدیث بیان کیجئے۔انہوں نے کہا عود منگا یئے ہارون نے کہا تمہاری مراد عود سے مجمر میں جلائی جانے والی عود ہے (عود المجر) یا عود الغنا ہے انہوں نے کہا کہ مجھے غنا کا عود درکار ہے پس ان کے لیے عود غنا منگایا گیا اورانہوں نے اسکو بجایا اور گایا اس کے بعد حدیث بیان کی اور ابراہیم بن سعید امام شافعیؒ کے اساتذہ میں تھے ان سے امام بخاریؒ نے بھی روایت لی ہے اور وہ مشہور،معتبر،نیک،ثقہ اور معتمد علیہ امام اور مجتہد تھے۔جب انہوں نے ہارون الرشید کے سامنے عود بجایا تب ہارون الرشید نے کہا کہ اے ابراہیم! تمہارے علماء میں سے عود کی تحریم کا کون قائل ہے انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین وہ جو اللہ سے ملانے والا ہے۔

امام ابن عونہ اپنی کتاب ''مختصر،، میں کہتے ہیں کہ ابراہیم بن سعید عود کے ساتھ غنا کو مباح سمجھتے تھے اوراس کو نقل کیا ہے امام ماوردی نے ان کے اصحاب سے اور عبدالحکیم کہتے ہیں کہ وہ مکروہ ہے۔امام عزیز الدین بن عبدالسلام کہتے ہیں کہ وہ مباح ہے۔ان حضرات میں جنہوں نے اس کی حرمت پر اتفاق کیا ہے اس کے گناہ کبیرہ یا صغیرہ ہونے میں اختلاف ہے اور متاخرین شافعیہ کے نزدیک گناہ صغیرہ ہے اور امام الحرمین (جوینیؒ) نے اس کو اختیار کیا ہے اور اس گواہی کو سنکر اس قول کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

(ولا ترد بسماعة شهادة)

امام ماوردی نے شرح تلقین میں ابن عبدالحکیم سے روایت کی ہے کہ ان کا قول ہے کہ شادی کے موقع پر اس کو منع نہیں کیا جاسکتا اور اس کی اباحت کے رد میں کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔

خاتمہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگر سماع کی مجلس یا اجتماع میں کوئی بدحواس ہوجائے (حواس سے جاتا رہے) یا نعرہ لگائے تو اسے صدق پر محمول کرنا چاہیئے۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ جو کوئی مکر سے نعرے لگانے والے پر انکار کرتا ہے اس کے مکر کے سبب سے تو وہ کبھی صدق کو نہیں پاسکتا یعنی اس طرح وہ اصل کا انکار کررہا ہے۔ اے شخص تجھے اس کے مکر سے کیا سروکار۔ مکر کو اس کے لیے چھوڑ دے تو دوستی کو دیکھ تا کہ بہرہ مند ہو سکے۔ سماع میں پیر کے سامنے نہیں آنا چاہیئے سوائے اس صورت کے جبکہ اجازت دی گئی ہو یا پیر مرید کا باز دپکڑ کر وجد کرے اس کے علاوہ سامنے آنا ادب کے خلاف ہے اور اگر مجلس میں اکابر ہوں جن کا حال غالب ہو تو ممکن ہو سکے تو حفظ کرے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کا حال دوسرے پر غالب آجاتا ہے اور اسکا ذوق بڑھ جاتا ہے مجلس سماع میں کھانا پینا بھی ادب کے خلاف ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ مشائخ چشت کی سنت ہے کہ سماع کے روز کسی کو خالی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کچھ نہ کچھ تقسیم ضرور کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی چیز موجود نہ ہو تو تھوڑے سے چنے لاکر ہی اصحاب واحباب میں تقسیم کردیں۔

حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ ایک دن وجد کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا اے ترک اللہ (اے خسرو) آؤ تم قوال بنو اور میں قاری بنتا ہوں چنانچہ حضرت شیخ نے پانچ آیتوں کی تلاوت فرمائی اور حضرت امیر خسروؒ نے اپنی غزل گائی۔

غزل

ماہ ہلال ابروئے من عقل مراشیدا مکن — غمزہ زنان زآنسومیا آہنگ جان ما مکن

گہ زلف سوئے رخ بری گہ خال زیرلب نہی — جان دارد آخر آدمی چندین بلا پیدا مکن

گفتم کہ از ہیچو نتوئی زنار بند گفت رو — درکفر ہم صادق نۂ زنار رارسوا مکن

ترجمہ:۔اے میرے ابرو کے چاند! میری عقل کو مات نہ کرو۔ ساز کے اس جانب (ساز کے پس پردہ) سے یار کے ایسے اشارے آرہے ہیں کہ میری جان لے لیں گے۔

۲۔کبھی اپنے زلف کو رخسار پر رکھتے ہو اور کبھی تل کو اپنے لب (ہونٹوں) سے چھپاتے ہو

آخر انسان جاندار چیز ہے اس کیلئے ایسی اداؤں سے بلائیں پیدا نہ کرو۔

۳۔ میں نے کہا کہ یہ طوق ایسا نہیں ہے کہ میں گلے میں ڈالوں، اُس نے کہا کہ چلے جاؤ چونکہ تم خود کفر میں سچّے نہیں ہو (تمہاری نیت صحیح نہیں ہے) لہٰذا طوق کو بُرا بھلا مت کہو۔

ان کے یہ غزل گاتے ہی سب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور اس دن ایسا کیف آیا کہ اس سے بہتر تصور میں نہیں آسکتا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو حضرت شیخ نے تھوڑے نخود (چنے) لاکر تقسیم کئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا بھی یہ طریقہ رہا ہے کہ اگر کیف پیدا ہوتا تھا اور کوئی چیز تقسیم کرنے کیلئے موجود نہ ہوتی تھی تو تھوڑا سا شربت اور پتّے تقسیم فرمادیا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں آپ مریدوں کو بہت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اس سنت کو جاری رکھو۔

استماع مزامیر

استماع مزامیر مذاہب مختلفہ میں جاری رہا ہے لیکن بعض نے اس کو جائز کہا ہے لیکن بغیر جھانجھ کے دف مشائخ نے سنا ہے بعض حضرات نے رباب بھی سنا ہے۔ بعض نے جلاجل (جھانجھ) کے ساتھ دف بھی سنا ہے۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے یہاں شاہین، رباب، نائے، بجائے جاتے تھے۔ بعض کہتے ہیں طبل اور دف میں فرق ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ دف بجایا گیا ہے اور اونچی آواز سے شادی بیاہ کی محفلوں میں گایا بھی گیا ہے۔

حضرت قدوۃ لکبرا فرماتے تھے کہ سماع کے منکرین کے مقابلہ میں ہمارا آخری جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے پیروں اور مرشدوں کا طریقہ رہا ہے ہم سنیں گے اگر تم کو اس سے انکار ہے تو تم انکار کرو

اشعار

دنیا طلبا جہاں بکامت بادا	ایں جیفۂ مردار بہ دامت بادا
گفتی کہ بہ نزد من حرام ست سماع	گر بر تو حرام است حرامت بادا

ترجمہ:۔ دنیا طلبوں کو دنیا مبارک ہو، چونکہ یہ فاسد اور مردار چیز انہیں کو زیب دیتی ہے۔ تو نے کہا کہ میرے نزدیک سماع حرام ہے، اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔

اگر اصحاب (مریدوں) میں سے کوئی فرد مطرب کی کچھ خدمت کرنا چاہے جیسے عطاء خرقہ وغیرہ تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے جس وقت حضرت کعب بن زہیر نے آپ کی نعت میں قصیدہ (موسومہ بہ بانت سعاد) پڑھا تھا تو آپ نے اپنا خرقۂ مبارک ان کو عطا فرمادیا۔ کچھ لوگوں نے حضرت شبلی سے کہا کہ آپ تو اس محبت میں جس کے آپ دعویدار ہیں خوب فربہ ہو رہے ہیں۔ حالانکہ اس کا تقاضا لاغری ہے (یعنی آپ کو کمزور لاغر ہونا چاہیئے تھا) انہوں نے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

شعر

احــب قــلبــی ومــاددی بـدنــی

ولــودری مـــااقـــام فــی الثـمـنــی

ترجمہ:۔ وہ میرے دل کو دوست رکھتا ہے اس کو میرے بدن سے کیا تعلق اگر وہ اس کو جان لیتا تو پھر قیام نہ کرتا۔

حضرت شبلی سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ایک ایسا شخص سماع میں شریک ہے کہ جو کچھ اس میں پڑھا جارہا ہے وہ اس کو نہیں سمجھتا تو پھر کیا صورت ہوگی وہ کیا کرے۔ حضرت شبلی نے جواب میں یہ اشعار پڑھے

اشعار

رب ورقــاء هتــوف بــالـحـمیٰ ذات شــجــر صـدحـت فی فتنٍ

ولـــقــد اشــکــوفــمــا افهـمهــا ولـــقــد نشــكـوفـمـا تـفهـمـنـی

غیـــرانـــی بـــالهـوی اعــرفهــا وهـــی ایضــاً بـــالهویٰ تعـرفنـی

ذکـــرت الــفــاً ودهــراً صــالـحـا فبـكـت شـجـواً وهـاجـت شجنی

ترجمہ:۔ا۔ بسا اوقات کسی ایسے درخت سے جو فتنوں میں گھر جائے تو گرمی کی شدت سے بلند آواز آنے لگتی ہے۔

۲۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں شکایت کرتا ہوں اور خود اس کو سمجھ نہیں پاتا اور کبھی ہم شکایت کرتے ہیں تو تم اس کو نہیں سمجھ پاتے ہو۔

۳۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ میں اسکو سمجھتا ہوں کہ محبت کے سبب سے ہے اور اسی محبت کی وجہ سے تم بھی پہچانتے ہو۔

۴۔ ہزاروں سال اور ایک طویل زمانے تک میں روتا رہا ہوں، میں رویا غم سے اور اس غم نے میرے اندر ایک ہیجان پیدا کردیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت شبلی کے نہیں ہیں بلکہ مجنو(قیس عامری) کے ہیں پھر آپ نے حضرت شیخ خواجگی کی یہ غزل پڑھی

غزل

سماعی دردہ ای مطرب بیکبار کہ ایمان افگند درقلب کفار

ازو طیفور مستان بیخود وزار وزومنصور رقصان برسردار

بشوید سینۂ صوفی زاغیار زسرتا پاکند مشتاق دیدار

قلندر زدشود ازخویش بیزار برقصد حیدری مستان برتار

ہرآن عالم کہ دارد دردل افکار بقوالان دہد دراع ددستار

مسلمانان ازوسوزند وکفار بیک سوخرقہ دیگر سوئ زنار

سردد خواجگی میگوئی ہربار بزن آتش درین دُکان وبازار

ازین حالت کہ گوید باتو اخبار درین مجلس کسی چون نیست ہشیار

ترجمہ:۔۱۔اے قوال ایک دفع سماع سنا دے تاکہ کافروں کے دل میں نورُ ایمان آجائے۔
۲۔اُن مست و بے خود پرندوں کی طرح منصور بھی تختۂ دار پر رقصاں ہوجائے۔
۳۔سماع صوفی کے سینہ سے خیالِ غیر نکال دیتا ہے اور سر سے پاؤں تک مشتاق دیدار بناتا ہے۔(یعنی اللہ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے)
۴۔مرد قلندر سماع میں خودی کی نفی کرتا ہے اور حیدری ایک مستانہ کی طرح تار پر رقص شروع کر دیتا ہے۔
۵۔ہر وہ عالم جس کے دل میں جذبۂ فکر ہے محفل سماع میں قوالوں کو اپنی پگڑی اور خرقہ دے دیتا ہے۔
۶۔کافر مسلمانوں سے جلتے ہیں(دشمنی کرتے ہیں) کیونکہ ان کے پاس خرقہ ہے اور دوسری طرف طوق ہے۔
۷۔ہر دفعہ ترانۂ خواجگی پڑھتے ہو، آگ لگا دو ان دو کانوں اور بازاروں میں۔
۸۔اس حالت کی خبر تمہیں کون دے رہا ہے کیونکہ اس مجلس میں کوئی ہوش میں نہیں ہے۔

فہرست

فہرست

ف ۹

اَلاَ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لاَخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ

سنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصّہ دوئم

ملفوظات

امام العَارفین زبدة الصَالحین غوث العَالم محبوب یزدانی

مخدوم حضرت میر اوحد الدّین سُلطان سَیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ،

جامع ملفوظات

حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

پروفیسر ایس ایم لطیف اللہ

مدیر وناشر

نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مُسلم کمرشل بینک لمیٹڈ پاکستان

خلفیہ مجاز مخدوم لمشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانیؒ

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

لطائفِ اشرفی

حصّہ دوئم

مدیر و ناشر	نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی
طابع	اوکھائی پرنٹنگ پریس، کراچی
کمپیوٹر کمپوزنگ	احمد گرافکس، کراچی
بار اوّل	جون ۲۰۰۲ء
تعداد	۵۰۰
قیمت	
کتاب ملنے کا پتہ	انور ہاشم۔اشرفی انٹر پرائزز ڈی ۱۰۸ بلاک ۵ فیڈرل بی ایریا۔کراچی ۷۵۹۵۰ پاکستان فون: ۶۳۴۴۶۰۵ فیکس: ۶۳۴۴۷۹۵

اَلاَ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

سنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصّہ سوئم

ملفوظات

امام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی

مخدوم حضرت میر اوحد الدّین سُلطان سَیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ

جامع ملفوظات

حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

پروفیسر ایس ایم لطیف اللہ

مدیر وناشر

نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مُسلم کمرشل بینک لمیٹڈ پاکستان

خلفیہ مجاز مخدوم لمشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانیؒ

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

لطائفِ اشرفی

حصّہ سوئم

مدیر و ناشر	نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی
طابع	اوکھائی پرنٹنگ پریس، کراچی
کمپیوٹر کمپوزنگ	احمد گرافکس، کراچی
بار اوّل	جون ۲۰۰۲ء
تعداد	۵۰۰
قیمت	
کتاب ملنے کا پتہ	انور ہاشم۔اشرفی انٹر پرائزز ڈی ۱۰۸ بلاک ۵ فیڈرل بی ایریا۔کراچی ۷۵۹۵۰ پاکستان فون: ۶۳۴۴۶۰۵ فیکس: ۶۳۴۴۷۹۵

تعارف ترجمہ لطائف اشرفی جلد دوم، سوم

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمدن النبی الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقریباً ۲۳ سال کے عرصے میں لطائف اشرفی کا مکمل ترجمہ کروانے کی میری دیرینہ خواہش کی تکمیل فرمائی جس کے لیے میں اس کا نہایت شکر گزار ہوں۔

تقریباً چھ سو سال کے عرصے میں خاندانی علما و مشائخ اور زبان داں حضرات کے ہوتے ہوئے یہ کام اللہ رب العزت نے اس عاجز بندے کے ذریعے کروایا جس کے لیے اس کا شکریہ ادا کرنا ممکن ہی نہیں۔

یہ کام حضرت مخدوم اعلیٰ میر سید اوحدالدین سید اشرف جہانگیری سمنانی ثم کچھوچھوی قدس سرہ العزیز کی روحانی سرپرستی، حضرت سرکار کلاں سید محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی قدس سرہ کے فیضان نظر و خصوصی توجہات اور موجودہ سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف حضرت سید محمد اظہار اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ، کی ہمت افزائی کے باعث ممکن ہوا جس کا میں جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

میں جناب پروفیسر ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

میں جناب اقبال شکور صاحب (گلف آپڈیکل کمپنی دبئ والے) کا شکریہ ادا کرنا بھی ضرور سمجھتا ہوں جنہوں نے اس ترجمہ کو منظر عام پر لانے میں تعاون فرمایا۔

میں جناب پروفیسر لطیف اللہ صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی دوسری جلد کا آسان اور عام فہم ترجمہ کیا اور جہاں جہاں وضاحت کی ضرورت محسوس کی وہاں فٹ نوٹ میں وضاحت بھی کردی۔

میں جناب پروفیسر ڈاکٹر ناصرالدین صدیقی قادری صاحبکا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے نہایت باریک بینی اور جانفشانی سے اس ترجمے پر نظر ثانی فرمائی اور پروف کی اصلاح فرمائی۔

آخر میں جناب نصر اللہ قادری صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں بھرپور خدمات انجام دیں۔

خصوصیات

پہلی جلد میں لطیفہ نمبر ۱ سے لطیفہ نمبر ۲۰ تک کا ترجمہ شائع ہوچکا ہے جبکہ اس دوسری جلد میں لطیفہ نمبر ۲۱ سے لطیفہ نمبر ۳۸ تک کا ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔

اس جلد میں مسئلہ اختیار و قضا و قدر، شریعت و طریقت و وحدت، توبہ، ارکانِ اسلام کی حکمتیں، عقائد باطلہ وفرقِ باطلہ کا رد،

عجائب روزگار، طریق طعام وضیافت، اعتکاف وخلوت اور وظائف صبح وشام ونوافل کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔جس کے مطالعے سے قاری کی معلومات میں اضافہ ہوگا اور وہ اپنے اعمال وعقائد کی اصلاح کر سکے گا۔

خصوصیات جلد سوم:

تیسری جلد میں لطیفہ نمبر ۳۹ سے لطیفہ نمبر ۶۰ تک کا ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔اس میں عشق،تقوی وزاہد،توکل وخوف و رجا، تعبیر خواب، بخل وسخاوت، مجاہدہ وریاضت، رسوم خلق، مزاح و معاملہ، وعظ ونصیحت، مومن ومسلم، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، امامت، تیرا وتولا، نفس و روح وقلب، علم وطبل، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ذکر صاحبہ و تابعین، ذکر صوفی شعراء، کرامات قدوۃ الکبریٰ، حضرت سید عبدالرزاق کو تفویض مقام، حضرت قدوۃ الکبریٰ کے اسفار، اعمال وتعویذات، ایام رحلت اور کیفیات بوقت رحلت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

اگر کوئی شخص لطائف اشرفی کا مکمل ترجمہ اپنے مطالعے میں رکھے گا تو اسے پیر کامل کی صحبت میسر آئے گی اور وہ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی ثم کچھ چھوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس عاجز کی کوششوں کو قبول فرمائے۔اس کتاب کے پڑھنے والوں کو بامراد کرے۔ امین بجاہ سید المرسلین سیدنا محمدن النبی الکریم

بندۂ خدا عاجز واحقر العباد

شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

بروز پیر ۳ جون ۲۰۰۲ء ربیع الاول ۱۴۲۳

۷۸۶

حامداً و مصلیاً

نذر اشرف

الحمد للہ کہ لطائف اشرفی کے باقی ماندہ چالیس لطائف کا ترجمہ بھی مکمل ہوگیا ہے اور جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہو کر ناظرین کی آنکھیں روشن کرے گا۔ لطائف اشرفی کو برصغیر کے فارسی ملفوظات میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ملفوظات کا یہ تفصیلی مجموعہ سرچشمۂ اہل بصیرت بھی ہے۔ گنجینۂ علم و عرفان بھی ہے اور انسانی زندگی کے رموز، حسن اور سلیقے کی کلید بھی ہے۔ بزرگوں کی ہر بات بزرگانہ انداز کی حامل ہوتی ہے۔ گہری معنویت کی حامل ہوتی ہے اور انسانی کردار و اخلاق کی تشکیل میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ دل بیدار اور چشم بینا کا مشاہدہ کچھ اور ہوتا ہے۔ عفت قلب و نظر کا تقاضا کچھ اور ہوتا ہے یہ باتیں ہی کچھ اور ہیں۔ اولیائے کرام اپنے مشاہدوں اور تجربوں کو اس دلاویز انداز سے بیان کردیتے ہیں کہ وہ ساری دنیا کے انسانوں کے لیے مشعل راہ بن جاتے ہیں۔ پڑھنے والے پڑھتے ہیں۔ فیض حاصل کرتے ہیں۔ غور کرنے والے بات کی تہہ تک پہنچنے اور موتی رولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عمل کرنے والے عمل کرتے ہیں اور دین و دنیا میں سرخرو ہوتے ہیں۔ بزرگوں کے ملفوظات فیض جاریہ ہیں۔ جس کا جی چاہے فیض اٹھائے اور اپنی عاقبت سنوارے۔ لطائف اشرفی کا فیض بھی فیض دائمی ہے مگر اب اس سے استفادہ کرنے میں دو مشکلات حائل ہوگئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مبسوط کتاب فارسی میں ہے۔ فارسی نسخہ ۱۸۷۸ء میں دلّی سے شائع ہوا تھا اور اب نایاب ہے۔ ملک کے بعض کتب خانوں میں یہ نسخہ موجود ہے لیکن استفادہ کرنے والے برائے نام ہیں کیونکہ فارسی کی روایت برصغیر سے رخصت ہوچکی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا اردو میں ترجمہ نہیں ہوا۔

بعض بزرگوں نے لطائف اشرفی کے اردو ترجمے کی طرف بھی توجہ کی تھی۔ حکیم شاہ سید نذر اشرف نے ۹ لطائف کا ترجمہ کیا۔ مشیر احمد کاکوروی نے اختصار کے ساتھ ترجمہ کیا۔ یہ تلخیص دو جلدوں میں شائع ہوئی تاہم مکمل ترجمہ منظر عام پر نہ آسکا۔ علمی سہل انگاری۔ مترجموں کے فقدان اور مالی وسائل کی کمی کے اس دور میں مکمل ترجمے کی اشاعت امر محال معلوم ہوتی تھی لیکن ایک باہمت انسان نے اس مہم کو سر کرنے کا بیڑا اُٹھایا اور امر محال کو بڑی خوش اسلوبی سے ممکن بنادیا۔ شاید ایسے ہی لوگوں کے لیے مردے از غیب بروں آید و کارے بکند کی نوید صحیح معلوم ہوتی ہے۔

شیخ المشائخ۔ نذر اشرف شیخ ہاشم رضا صاحب مدظلہ العالی سلسلہ اشرفیہ کے گل سرسبد ہیں۔ پاکباز، پاک نہاد، صاحبِ عرفان و آگہی۔ اپنے سلسلے کے بزرگوں پر جان چھڑکنے والے۔ دوسرے سلاسل کے بزرگوں کی عزت و تکریم کرنے

والے۔ سراپا لطف و کرم، درویشانہ آہنگ اور اخلاق کے حامل۔ محبت اور عقیدت کے پیکر۔ جو بھی ان کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا حلقہ بگوش بن گیا۔ شیخ صاحب قبلہ کو دیکھ کر ہنستے ہوئے چنبیلی کے ڈھیر کا خیال آتا ہے۔قریب جائیں تو چنبیلی کی بھینی بھینی خوشبو سے مشام جہاں معطر ہوجاتا ہے۔ چہرے پر مسکراہٹ، انداز میں روحانی طمانیت، گفتگو میں حکیمانہ بذلہ سنجی اور مزاج میں غیر معمولی شفقت اور فیاضی۔ لطائف اشرفی جیسی ضخیم اور دقیق کتاب کا ترجمہ اور اشاعت بڑا مشکل کام تھا لیکن شیخ صاحب نے اپنے شیوخ کی الفت بے پایاں کی دُھن میں اس مشکل کام کو آسان بنالیا۔ پہلے بیس لطائف کا ترجمہ شائع ہوچکا ہے۔ اہل علم اور صاحب دلوں میں مقبول ہوچکا ہے۔ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ اس پہلی جلد کی اشاعت میں شیخ صاحب کو کیسے کیسے مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ کام رک گیا تو رک گیا لیکن شیخ صاحب کے عزم نے رکے ہوئے کام کو پوری تندہی سے ازسرنو جاری کردیا۔ اللہ والوں کے کام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کسی کے روکے رکتے نہیں ہیں۔

باقی ماندہ چالیس لطائف کے ترجمے کے لیے شیخ صاحب قبلہ نے راقم الحروف کے مشورے سے پروفیسر لطیف اللہ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ پروفیسر لطیف اللہ فارسی کے عالم اور ملفوظات کے تراجم کے ماہر ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے یہ کام بھی بہت دل لگا کر اور بڑی محنت سے انجام دیا ہے۔ترجمہ بڑا رواں اور سلیس ہے۔ ایک مفید کام لطیف اللہ صاحب نے یہ بھی کیا ہے کہ معلوماتی حواشی لکھ کر مجموعے کی افادیت میں اضافہ کردیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ترجمے کے لیے لطیف اللہ صاحب کا انتخاب بھی شیخ صاحب قبلہ کی نگاہ نکتہ شناس کا لطیف اشارہ ہے۔ یہ ہر کارے اور ہر مردے والی بات نہیں ہے۔

راقم الحروف اگرچہ شیخ صاحب کا دیرینہ شناسا ہے لیکن صحیح معنوں میں نیاز مندی کا سلسلہ اسی ترجمے سے مستحکم ہوا۔ راقم ترجمے، کمپوزنگ، تصحیح اور بعض دوسرے مرحلوں سے ذاتی طور پر آشنا ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ شیخ صاحب قبلہ کی بشاشت، طمانیت اور رجائیت ہر مرحلے میں نمایاں رہی۔ نہ کوئی اضطراب، نہ بے چینی، نہ گھبراہٹ۔ ہر مرحلے میں راضی برضا رہنا اور ہر مشکل لمحے میں مسکراہٹیں بکھیرنا شیخ صاحب کا طرہ امتیاز ہے۔ آج کے بے چین دور میں شیخ صاحب کی اس طمانیت سے نجانے کتنے بے چین اور ذہنی طور پر پریشان لوگوں نے سکون اور طمانیت کی راہ پر چلنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

علامہ اقبال نے ایک جگہ کہا ہے ''وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں۔'' دنیاوی اور مالی اعتبار سے لطائف اشرفی کی اشاعت خسارے کا سودا ہے لیکن اس خسارے میں جو منافع ہے اُسے اہل دل بخوبی محسوس کرسکتے ہیں۔ شیخ صاحب نے لطائف کے ترجمے کی اشاعت پر عمر عزیز کے چوبیس برس اور لاکھوں روپے صرف کیے ہیں اور جو نیک نامی حاصل کی ہے وہ خسارے کا نہیں منافعے ہی منافعے کا سودا ہے۔ 'اُنہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیادٗ۔ اس مبارک سعی میں سلسلے کے بعض احباب مثلاً جناب شاہ نصر اللہ قادری اشرفی اور محبّ مکرم سیّد معین الدین کاظمی نے بڑی لگن سے شیخ

صاحب کی معاونت کی ہے۔ میں نے خلوص، محبت اور لگن کے ایسے مظاہرے کم دیکھے ہیں۔ بات یہ ہے کہ محبت کی باتیں محبت والے ہی جانتے ہیں۔ شیخ صاحب محبت والے بزرگ ہیں۔ اہل محبت کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور اُنہیں اپنے عہدِ اُلفت میں شریک کر لیتے ہیں۔ لطائف اشرفی کے اُردو ترجمے کی اشاعت حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ اپنے اسلاف کے کارناموں کو منظر عام پر لانا اور اُنہیں عام انسان کی رہبری، آگاہی اور سلامت روی کے لیے روزمرہ کی زندگی کا جزو بنا دینا انسانیت کی سچی خدمت ہے۔ بارگاہ رب العزت سے شیخ صاحب کو اس خدمت پر جو اجرِ عظیم بھی حاصل ہوگا اُس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے تاہم اس گراں قدر خدمت پر وہ برصغیر کے لاکھوں قارئین کے دلی شکریے کے بھی مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ ہمیں ان کی ذات گرامی سے فیض حاصل ہوتا رہے۔ حضرت سلطان جیؒ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو بھی عالم محبت میں کمال کو پہنچا اُس کا کام بن گیا۔ میری رائے میں شیخ صاحب قبلہ نے اپنے جذبہ خدمت و محبت سے اپنا کام بنالیا ہے۔ کاش یہ سعادت ہم لوگوں کو بھی حاصل ہو جائے۔

۹ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
۲ مئی ۲۰۰۲ء

بندہ بارگاہ محبوبی
اسلم فرخی

تکمیل آرزو

الحمدللّٰه و الصلوٰة و السلام علی سیدنا محمد النبی الکریم و علیٰ آله و اصحابه اجمعین

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، سرکار دو عالم ﷺ کے لطف و نوازش اور بزرگان سلسلہ عالیہ اشرفیہ کے فیض و عطا سے لطائف اشرفی کی دوسری اور تیسری جلدیں جو چالیس لطائف کے ترجمے پر مشتمل ہیں مکمل ہوکر اشاعت کی منزلوں سے گزر رہی ہیں۔ الحمد للہ کہ اس عاجز کی چوبیس سالہ خواہش دیرینہ اور جہد مسلسل کی کامیابی اور خوش اسلوبی سے تکمیل ہوگئی۔ یہ عاجز جو جسمانی اعتبار سے لاچار اور ناتواں ہوگیا ہے فیض اشاعت لطائف سے زندگی اور توانائی کی ایک نئی لہر اپنے کمزور جسم میں محسوس کر رہا ہے اور 'شادم از زندگی خویش کہ کارے کر دم' کی روح افزا کیفیت سے سرشار ہے۔ اس بندہ عاجز کے لیے یہ امر باعث امتنان وتشکر ہے کہ یہ کار بزرگ حضرت مخدوم میر سیّد اوحد الدین اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز کی روحانی سرپرستی۔ سرکار کلاں حضرت سیّد محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی قدس سرہ کے فیضان نظر، خصوصی توجہ اور موجودہ سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف حضرت سیّد محمد اظہار اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی کی ذاتی دلچسپی، حوصلہ افزائی اور ہمہ وقت رہنمائی کے ذریعے ممکن ہوسکا ہے۔ ان بزرگوں کے فیض، ہدایت اور رہ نمائی کے لیے یہ بندہ عاجز سراپا سپاس ہے۔ جو کچھ حاصل ہوا۔ جو کچھ ہے سب انہیں بزرگوں کا فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ فیض کے ان سرچشموں کو ہمیشہ برقرار رکھے۔

سہولت کے خیال سے دوسری جلد میں لطیفہ نمبر اکیس سے نمبر اڑتیس تک کا ترجمہ شامل ہے۔ تیسری جلد میں انتالیسویں لطیفے سے ساٹھویں لطیفے تک کا ترجمہ ہے۔ اس طرح ساٹھ لطائف کے ترجمے کو تین جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تا کہ قاری کو کتاب کے مطالعے میں زحمت نہ ہو۔

اس کتاب کی اشاعت وترتیب کے سلسلے میں ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب نے گراں قدر مشورے دیے یہ عاجز ان کے لیے ڈاکٹر صاحب کا بے حد سپاس گزار ہے۔

اس موقعے پر میں اپنے ہمدم دیرینہ اقبال شکور صاحب (گلف آپٹکل ۔ دبئی) کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اقبال بھائی کے ہمہ جہتی تعاون سے یہ ترجمہ قارئین تک پہنچ رہا ہے۔ پروفیسر لطیف اللہ صاحب نے چالیس لطائف کا بڑا رواں اور آسان ترجمہ کیا ہے اور بڑے مفید حواشی تحریر کیے ہیں۔ میں ان کا بطور خاص شکر گزار ہوں۔ پروفیسر ڈاکٹر ناصرالدین صدیقی قادری نے پروف پڑھنے میں تعاون کیا۔ میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔

شاہ نصر اللہ قادری اشرفی اور سیّد معین الدین کاظمی نے اس کام کی تکمیل میں جس بھرپور انداز سے اس عاجز کی مدد کی ہے اُس کا شکریہ رسمی الفاظ میں ممکن نہیں۔ ان کے پرخلوص تعاون کی اہمیت کو دل محسوس کرتا ہے اور محسوسات قلب کو بیان کرنا آسان نہیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جو کوئی لطائف اشرفی کے مکمل ترجمے کا مطالعہ کرتا رہے گا تو گویا وہ پیر کامل کی صحبت باکرامت میں رہے گا اور اُسے مخدوم سیّد اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ و الرضوان کے روحانی فیض و برکات حاصل ہوتے رہیں گے۔

یہ بندہ عاجز اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ اقدس و اعلیٰ میں دست بدعا ہے کہ اس کی کوششوں کو شرفِ قبولیت حاصل ہو اور اس بابرکت مجموعہ ملفوظات کے قارئین شادو بامراد رہیں۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین سیّدنا محمد النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

بندہ بارگاہ اشرفی

نذر اشرف۔ شیخ ہاشم رضا اشرفی

لطیفہ ۲۱

اختیار، قضا و قدر، خیر و شر اور صوفیہ کے بعض عقائد سے متعلق مسئلے کی تفصیل

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے فرمایا کہ اختیار دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک مجازی اور دوسرا حقیقی۔ اختیارِ مجازی کی نسبت مخلوق سے ہے اور اختیارِ حقیقی کی نسبت حق تعالیٰ سے ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ متکلمین نے مسئلہ اختیار کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) وہ صوفیہ کی بہ نسبت اس مسئلے کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکے۔ (علمائے حقّہ نے) اختیار کے مسئلے میں حد سے بڑھ جانے کے لئے منع کیا ہے، چنانچہ کہا گیا ہے کہ متکلم کی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ بہر حال تصوف کے کل عقائد میں سے مسئلہ اختیار کا جاننا ضروری ہے نیز ایک صوفی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عقیدہ حافظیہ[1] سے واقف ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مسئلہ اختیار کی تشریح خاصی طویل ہے تاہم ایک تیز طبیعت شخص مندرجہ ذیل حکایت سے (اس مسئلے کی حقیقت) معلوم کر سکتا ہے۔

> ’’بیان کرتے ہیں کہ کسی نے کاغذ سے پوچھا کہ تیرا چہرہ تو سفید تھا سیاہ کیسے ہوگیا۔ کاغذ نے جواب دیا کہ یہ بات روشنائی سے معلوم کرو کہ اس نے کس بِنا پر میرے چہرے کو سیاہ کیا۔ روشنائی بولی کہ میں تو دوات کے اندر تھی اور قطعی طور پر میرا باہر آنے کا خیال نہ تھا کیونکہ میں (دوات کے) تیرہ و

---

[1] ۔عقیدہ حافظیہ : اس تصنیف کا موضوع اور دیگر تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں، خیر المجالس (ملفوظات حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرّہ) مجلس ۶۷ میں رویتِ باری تعالیٰ کے مسئلے پر حضرت قدس سرّہ نے جو گفتگو فرمائی ہے، اس میں مولانا حافظ الدین اور اس تصنیف کا بھی ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس کا نام ’’ شرح عقیدہ مولانا حافظ الدین " بیان فرمایا ہے۔ یہ غالباً ابو البرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی ہیں جن کی وفات ۷۱۰ھ میں ہوئی۔ مولانا حافظ الدین کی تصانیف حنفی اصولِ فقہ سے متعلق ہیں شاید اس تصنیف کا موضوع بھی فقہی مسائل ہو، جس میں سراجی کے مانند رویتِ باری تعالیٰ پر بحث کی گئی ہو۔ ملاحظہ فرمائیں فہرست عربی مخطوطات جلد سوم رضا لائبریری رامپور (بھارت) ص۸ نیز خیر المجالس (فارسی) مرتبہ حمید شاعر قلندر علی گڑھ ۱۹۵۹ء ص ۲۳۹۔

تاریک گوشے سے مانوس ہوگئی تھی ۔قلم سے دریافت کیا جائے کہ اس نے فضول کی ہوس کی اور ظلم اختیار کرتے ہوئے مجھے گھر سے باہر نکالا قلم نے کہا یہ بات ہاتھ سے پوچھو جس نے مجھ پر جبر کیا اور مجھے جنگل سے باہر لا کر جڑ بنیاد سے اکھاڑا۔ پھر میرا سر چاقو سے پارہ پارہ کیا اور گردن اڑا دی میرے سینے میں شگاف ڈالا اور (دوات کی) تاریکی میں ڈال دیا۔ اس قدر زخم مجھے دیئے اور اب میرے زخموں پر نمک چھڑکتا ہے سائل نے ہاتھ سے پوچھا کہ تو نے قلم پر کیوں ظلم کیا۔ ہاتھ نے جواب دیا کہ مجھ میں کھال اور ہڈی کے سوا کچھ نہیں ہے میری حیثیت یہی ہے کہ کھال اور ہڈی سے ترتیب دیا گیا ہوں ۔ کھال اور ہڈی کسی پر ظلم کرنے کے قابل نہیں ہوتے (کیونکہ) وہ خود سے حرکت کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ۔ مجھے دستِ قدرت نے حیران کیا جب دستِ قدرت سے دریافت کیا گیا تو دستِ قدرت نے کہا ،تم لوگ اکثر (ایک دوسرے کو) ملامت کرنے کے عادی ہو ۔ (اصل) محرک سے دریافت کرو ، اور وہ ارادہ ہے ۔ جب ارادے سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ حضرت دل نے میرے پاس قاصدِ علم بھیجا اس نے عقل کی زبان میں مجھے حکم دیا کہ قدرت کو ہلاؤ جلاؤ اور متحرک کرو میں بہ حالتِ اضطراب قدرت کو حرکت میں لایا کیونکہ میں سدا کا حیرت زدہ ہوں اور مجھ پر علم و عقل ہمیشہ غالب رہتے ہیں ۔ میں کسی پر حکم نہیں چلاتا جب مجھے دل کی جانب سے حکم ملتا ہے تو میں اسے بجالاتا ہوں آپ مجھ پر غصہ نہ ہوں بالآخر علم ،عقل اور دل سے حقیقت دریافت کی گئی عقل نے کہا کہ میں ایک چراغ ہوں ۔ چراغ خود بخود روشن نہیں ہوتا جس نے مجھے روشن کیا ہے اس سے معلوم کرو۔ دل نے کہا میں محض صورت ہوں اور خود سے خارج میں نہیں آیا مجھے اس طرح کا بنایا گیا ہے کہ اپنے آپ میں رہوں ۔ جلائے ہوئے اور بنائے ہوئے کا حال جلانے والے اور بنانے والے سے پوچھنا چاہئے علم نے کہا کہ میں لوحِ دل پر تحریر کردہ ایسا نقش ہوں (جس سے) بہت سے نقوش پیدا ہوتے ہیں ۔حقیقت قلم سے معلوم کرو کیونکہ میں اپنے باطن میں ایک تحریر دیکھتا ہوں ۔ ظاہر ہے کہ یہ قلم کا کام ہے کیونکہ بغیر قلم کے کوئی تحریر وجود میں نہیں آتی سائل نے کہا کہ میں سوائے اس کے کچھ نہیں جانتا کہ قلم محض نرکل ہے ،لوح صرف لکڑی ہے تحریر سیاہی ہے اور چراغ صرف آگ ہے (مجھے میرے سوال کا جواب دو) تب علم نے کہا اے شخص جان لے کہ یہ تمام گفتگو قیل وقال سے زیادہ نہیں حقیقت وہی جانتا ہے جو صاحبِ حال ہے ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ [1] (آپ فرما دیجئے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے)۔ رباعی :

---

[1] ۔ پارہ ۵۔ النساء : ۷۸۔

تو آلہ ِ فعلی و جز آں ہیچ نہء
وز فا علِ فعل جز نشان ہیچ نہء
تو عالمی و مراد از علم نہء
چوں درنگری ازا ں میاں ہیچ نہء

ترجمہ: (اے مخاطب) تو فعل کے اوزار کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تیرا وجود فاعلِ فعل کی جانب ایک مبہم اشارہ ہے۔ تو عالم ہے لیکن مراد علم نہیں ہے (بلکہ) حقیقت پر غور کرلے تو معلوم ہوگا کہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیا کے بعض عقائد ''مطلع الا یمان'' سے جو حضرت شیخ صدرالدین قونوی[1] کی تصنیف کہی جاتی ہے نقل کیے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے (کائنات کی) ابتدا اور آخرت کی تصدیق کی ہے اور اجماعاً ہر شے کے وجود کو اللہ تعالی کا محتاج یقین کرتے ہیں نیز جسموں کے فنا ہونے کے بعد انسان (کی زندگی) کا تصور رکھتے ہیں، وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جنھوں نے فانوس رسالت مآب ﷺ سے روشنی حاصل کی ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو دل سے قبول کیا ہے دوسرے وہ کہ جنھوں نے اپنی فکری صلاحیت سے ان مسائل کو سمجھا ہے اور عقلی قیاسات سے اس راہ کو طے کیا ہے۔ پہلا گروہ ارباب ملل اور دوسرا اصحاب نحل کا ہے، لیکن اصحاب نحل نے اس باب میں جس قدر عقلی دلائل قائم کیے ہیں، اسی اعتبار سے مسئلے کی تحقیق میں ناکام رہے ہیں۔ **وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ**[2] (اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات میں) ذرا بھی مفید نہیں)۔ شعر

لقد طفت فی تلک المعاهد کلها
وسیرت طرفے بین تلک المعالم
فلم اره واضعاً کن جابراً علیٰ ذقن
او قار عابس مطیة الرجل زعمه

ترجمہ: البتہ تحقیق میں ان تمام معاہدوں میں قریب ہوا اور ان نشانیوں کے درمیان چلا گیا۔ پس میں نے اس شخص کو یہ وضع کرتا ہوا نہیں پایا کہ تو اپنے معاملات میں سخت ہو جا۔ اس شخص کی سواری نے بوجھ سے منہ پھیر لیا۔

---

[1] ۔ صدرالدین محمد بن اسحاق قونوی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرّہ کے سوتیلے بیٹے اور ان کے نظریہ وحدت الوجود کے عظیم شارح تھے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کے قریبی مراسم تھے۔ آپ کی تصنیفات میں ''تاویل سورۃ فاتحہ''، ''مفتاح الغیب''، ''نصوص''، ''فکوک''، ''شرح الحدیث''، ''تبصرۃ المبتدی'' اور ''المخاوضات'' مشہور ہیں۔ آپ نے ۶۷۳ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ''محی الدین ابن عربیؒ۔ حیات و آثار'' مصنفہ ڈاکٹر محسن جہانگیری'' اردو ترجمہ از احمد جاوید و سہیل عمر۔ لاہور طبع اول ۱۹۸۹ء صص ۵۸۷۔۵۸۸۔

[2] ۔ پارہ ۱۱، یونس ۔ ۳۶

ایک مستعد صاحب عزم طالب کے لئے یہ عظیم غیبی امر ہوتا ہے کہ وہ ابتداء ہی میں اپنی صلاحیتوں کو برباد کردے اور متابعت کی راہ سے سرکشی اختیار کرے۔ نظم:

خواہی طیراں بطور سینا
پیوست مکن بپور سینا

(اگر تو کوہِ سینا پر پرواز کرنے کا خواہش مند ہے تو اپنے آپ کو ابن سینا[1] سے منسلک نہ کر)۔

دل در سخن محمدی بند
اے پور علی زبوعلی چند

(اپنے دل کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی سے پیوستہ کر۔ اے علی کے بیٹے کب تک بوعلی (ابن سینا) کے (بے اصل) خیالات میں محو رہے گا)۔

چوں دیدہ راہ بین نداری
قائد قرشی بہ از بخاری

(جب تو راستہ دیکھنے والی آنکھوں سے محروم ہے (تو تیرے لیے) قرشی رہنما[2] بخاری سے بہتر ہے)۔

بہر حال ارباب ملل انبیاء علیہ السلام کے قدم بہ قدم چلتے ہیں اور رسولوں کی شریعتوں کے توسط سے غیب کا اقرار کرتے ہیں نیز انھوں نے اپنی عقل کو (ان احکامات کی) رسّی سے باندھ دیا ہے جن کے کرنے کا حکم ہے یا جن سے منع کیا گیا ہے۔ اب ان شریعتوں میں (ہمارے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی جو تمام شریعتوں کی ناسخ ہے، روئے زمین پر لاثانی ہے۔

اس امّت کے محقق تین قسم کے ہیں (جن کی تفصیل یہ ہے)

صنفِ اول:۔ یہ غیب پر ایمان لانے والے لوگ ہیں۔ یہ لوگ ہر اس امر کی تصدیق کرتے ہیں جو نبیوں اور رسولوں پر حضرت ربوبیت کی جانب سے بتوسط روح القدس مخلوق کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اور کہتے ہیں **اٰمَنَّا بِا للّٰہِ وَ بِمَا جَآ ءَ مِن ْعِندِ اللّٰہِ عَلیٰ مُرَادِ رَسُول ِ اللّٰہِ** (ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اللہ

---

[1]۔ ابن سینا۔ ابوعلی الحسین ابن عبداللہ، حکمائے اسلام میں ''ابن سینا'' کے نام سے معروف ہیں۔ ابن سینا، جامع العلوم، فلسفی، ریاضی داں، ماہر طبیب اور فلکی تھے۔ صفر ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور رمضان ۴۲۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی تصانیف میں الشفا، النجات، الارشادات، الہدایہ اور القانون بے حد مشہور ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد اول ص ۵۶۰۔ ۵۶۲

[2]۔ یہ اشعار خاقانی کی مثنوی ''تحفتہ العراقین'' میں ہیں۔ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے میں تیسرے شعر کا دوسرا مصرع ''قابل قرشی بہ از بخاری'' نقل ہوا ہے جب کہ صحیح مصرع ''قائد قرشی بہ از بخاری'' ہے۔ اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے اور متن کی تصحیح کی گئی ہے۔

کے رسول کی مراد کے مطابق)۔ اس باب میں یہ اہلِ ایمان کسی قسم کی بحث اور مناظرے کو روا نہیں رکھتے نیز انھوں نے عقل کو اس کے لغو اور پست رویوں کے باعث برطرف کر کے سلامتی کی راہ اختیار کی ہے۔ وَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ۔ فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ[۱] ۔(اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا، آ وَ تیرے لیے امن وامان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے)۔

صنفِ دوئم : ۔ اہل اعتبار اور صاحب نظر علما ہیں ۔ (ذاتی) خواہش کی طرف ان کا میلان بہت کم ہوتا ہے اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ۔[۲] (ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے) ان لوگوں نے پوری تصدیق کے ساتھ کتاب وسنت کے ان اصولوں سے جن پر اجماع ہے' عقائد حقہ کو اخذ کیا ہے اور شریعت کی تفصیل میں موجوداتِ عالم پر پوری توجہ سے غور وفکر کر کے آیتِ پاک قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[۳] (آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو اور دیکھو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمینوں میں) کا حق ادا کیا ہے ۔معلومات کے ذریعے سے نا معلوم حقائق تک پہنچے ہیں نیز اپنے فکری سفر کو ایمان کے نور اور اعمالِ صالحہ کی قوت سے پرورش کیا ہے اور عالم یقین کی فضا میں متمکن ہوئے ہیں ،یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ[۴] ۔(اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا)

صنفِ سوئم :۔ اصحابِ کشف اولیاء ہیں جنھوں نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ[۵] (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں) کی بزم میں یُّحِبُّھُمْ[۶] (جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی) کی شراب نوش کی اور اس میں مست ہیں ۔

رباعی :

ما ز خرا باتِ عشق مست الست آ مدیم
نام بلیٰ چوں بریم چوں ہمہ مست آمدیم
پیش ز ما جانِ ما خورد شرابے ز عشق
ماہمہ زاں یک شراب دست پرست آمدیم

---

۱ پارہ ۲۷۔ الواقعہ: ۹۰۔۹۱

۲ پارہ ۲۸، الحشر۔ ۲۲

۳ پارہ ۱۱، یونس ۱۰۱

۴ پارہ ۲۸۔ المجادلۃ ،۱۱

۵ اشارہ ہے سورہ الاعراف کی آیت ۱۷۲ کی طرف،'' اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انھیں کے متعلق اقرار لیا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں۔''

۶ اشارہ ہے سورۃ المائدہ کی آیت ۵۴ کی طرف۔

ترجمہ: ہم عشق کے میخانے سے مست الست ہو کر آئے ہیں۔ بلیٰ کہتے ہی سب مدہوش ہو گئے۔

ہمارے وجود سے پہلے ہماری روح نے شرابِ عشق پی لی تھی۔ ہم سب اسی شراب کی مستی کے زیر اثر ہیں۔

جب ندائے اِهۡبِطُوۡا [۱] (اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو) سنی تو اس تاریک آشیانے میں آ گئے اور بشریت کے قالب میں رہ کر ملا جلا لباس پہن لیا۔ شعر:

اظها بنت ابا الحمی

و مناز لا بغر اقها ولم تقع [۲]

ان عاشقان الٰہی نے ابتدا میں طویل زمانے تک ایمان بالغیب کی لوح کو پڑھا ہے اور مدتوں قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ [۳] (آپ فرما دیجئے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا) کی شاہراہ پر تقویٰ کے قدموں سے سفر کیا ہے۔ ایمان و تقویٰ کے صیقل سے آئینہ دل کو ممکناتِ کائنات اور اس کی تاریکیوں کے زنگ سے کلی طور پر پاک کیا ہے اور حق تعالیٰ کی تجلیات اور قِدمُ [۴] کے اشراقات کی قبولیت کے لائق ہوئے ہیں۔ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهۡدِيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِاِيۡمَانِهِمۡ [۵] (یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کا رب ان سے بوجہ ان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچائے گا) پھر جمال کا ایک نگاہ بھر مشاہدہ کیا، واپس ہوئے تو ملکوت کے ساکنوں سے یہ ندا سنی سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ طِبۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡهَا خٰلِدِيۡنَ [۶] (السلام علیکم تم مزے میں رہے سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ)۔ بیت

خاتم گم کردہ سلیماں بیافت

یوسف گم گشتہ بہ کنعاں رسید

ترجمہ: (الحمدللہ) حضرت سلیمان علیہ السلام کو گم کردہ انگوٹھی مل گئی، حضرت یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تھے پھر کنعان پہنچ گئے)

مطلع اول: ۔یعنی اللہ پر ایمان لانا، یہ تین کواکب پر مشتمل ہے۔ کوکب اوّل ذات کی تعریف، کوکب دوم صفات کا

---

[۱] اشارہ ہے سورۂ بقر کی آیت ۳۶ کی طرف، ''اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو''۔

[۲] یہ شعر الفاظ کے اعتبار سے نامکمل ہے۔ اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا۔

[۳] پارہ۔۳، آل عمران۔ ۳۱

[۴] حق تعالیٰ کے وجود کا حکم مخلوقات کے وجود پر متقدم ہونا قِدمُ ہے اور مخلوقات کا اپنی ایجاد میں ایک موجد کا محتاج حدوث ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''سر دلبراں''، مصنفہ شاہ محمد ذوقیؒ کراچی طبع ثانی ۱۳۸۸ھ ص ۷۴۔

[۵] پارہ ۱۱۔ سورہ یونس آیت ۹۔

[۶] پارہ ۲۴۔ سورہ زمر آیت ۷۳

بیان، کوکب سوم افعال کا بیان وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ [۱] (اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے)۔

(۱) کوکب اول: ذات کی تعریف

جان لیں کہ وجود تعالی مطلقاً تمام موجودات کا قیوم ہے۔ اس کی ذات کی عزت و کبریائی میں نیستی (عدم) کا گزر نہیں ہے۔ وہ اللہ ایک ہے اور بے نیاز ہے۔ وہ تھا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا۔ وہ ہوگا اور کوئی اس کے ساتھ نہیں ہوگا، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّاوَجْهَه، [۲] (اس کے سوا کوئی معبود نہیں (اس لیے کہ) سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ سوائے اس کی ذات کے)۔ بیت

با خدا غیر او محال بود
درو درباں و پاسباں ہمہ ہیچ

ترجمہ: خدا کے ساتھ اس کے غیر کا ہونا محال ہے (اس کی بارگاہِ عزت میں) دروازہ، دربان اور پہرے دار سب بے حقیقت ہیں۔

سُبحَانَ المُتجَلّی مِنْ کُلِّ جَهتٍ وَالمُتَجَلی من کُلِّ جَهة [۳] (وہ اللہ پاک ہے۔ ظاہر ہونے والا ہر جانب سے اور ظاہر ہونے والا ہر سبب سے)۔ بیت

بے جہت چنداں کہ بینی پیش و پس
از ہمہ سُویش یکے بینی و بس

ترجمہ: (اے مخاطب) تو ذات الٰہی کا جتنا چاہے آگے پیچھے سے مشاہدہ کر لے، تجھے اس کی ذات ہر جانب سے ایک ہی نظر آئے گی)۔

پہلی کیفیت اس کے مرتبہ وحدت کے جلالِ غیب کی ہے جسے ''حضرتِ ذات'' کہتے ہیں کہ کسی مقرب ولی اور نبی مرسل کا وہاں گزر نہیں ہے، سُبحَانَه، مَا قَدَرُو اللّٰهَ حَقَّ قَدرِه یعنی اللہ پاک ہے۔ لوگوں نے جیسا کہ حق ہے اس کو نہ پہچانا، ہر ہستی جو حادث و مخلوق کے نام سے موسوم ہے خواہ عالم ہو یا جاہل، بلند مرتبہ ہو یا پست مرتبہ، ذات الٰہیہ کی حقیقت نہ

---

[۱] پارہ ۲۱۔ الاحزاب آیت ۴

[۲] پارہ ۲۰۔ القصص آیت ۸۸

[۳] مطبوعہ نسخے میں غالباً سہو کتابت کے باعث دونوں جگہ ''جہۃ'' (تائے گرد) سے نقل ہوا ہے (سبحان التجلی من کل جهته والمتجلی من کل جهته) اس طرح عبارت کا مفہوم مبہم ہو جاتا ہے۔ اس ابہام کو دور کرنے کے لیے احقر مترجم نے ایک مقام پر ''جہت'' (تائے دراز) سے اور دوسرے مقام پر ''جہۃ'' (تائے گرد) سے نقل کیا ہے۔ جہت کے معنی جانب ہیں اور جہۃ کے معنی سبب ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں غیاث اللغات۔

جاننے میں یکساں ہے، اَلخَلقُ کُلُّھُم حَمقٌ فِی ذَاتِ اللّٰہِ یعنی تمام مخلوق حق تعالیٰ کی معرفت کے باب میں نادان ہے۔ بیت

اے پدید آور جہاں کہ توئی
کہ شناسد ترا چناں کہ توئی

ترجمہ: (اے اللہ) تو کہ عالم کو پیدا کرنے والا ہے کسی کو معلوم نہیں کہ تیری ذات کی حقیقت کیا ہے۔

رضوان اللہ تعالیٰ علی الصدیق الاکبر نعم ما ارشاد الیہ فی ھذا المشھد سبحان من لم یجعل فی خلقہ سبیلا الی معرفۃ الا بعجز معرفتہ (اللہ تعالیٰ صدیق اکبر سے راضی ہو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے باب میں کیا خوب فرمایا "اللہ پاک ہے" اس نے مخلوق کو اپنی معرفت کی راہ نہ سجھائی سوائے اس کے کہ اپنے عجزِ معرفت کا علم حاصل ہو) (حقیقت یہ ہے کہ ذات الٰہیہ) مخلوق کے وہم و خیال اور عقل میں نہیں سما سکتی بلکہ ان تمام سے بیش و برتر اور مختلف ہے۔

فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ[۱] (سو اللہ تعالیٰ بادشاہ حقیقی ہے اور بڑا عالی شان ہے)۔ بیت

ہیچ دل را بکنہ او رہ نیست
عقل و جاں از کمالش آگہ نیست

ترجمہ: اس کی حقیقت تک کسی دل کی رسائی نہیں ہے، عقل و جاں اس کے کمال سے واقف نہیں ہیں۔

کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا، **مالمعرفۃ فقال وجود تعظیم فی باطنک یمنعک عن التشبیہ و التعطیل** یعنی معرفت کیا ہے؟ فرمایا تیرے باطن میں (اللہ تعالیٰ کی) تعظیم کا احساس ہونا کہ تجھے تشبیہ[۲] تعطیل[۳] سے منع کیا گیا ہے۔ نیز کہا گیا ہے کہ معرفت کی ایک حد تشبیہ کے ساتھ اور ایک حد تنزیہہ[۴] کے ساتھ ہے۔ تنزیہہ کا کنارہ (اللہ تعالیٰ کے) اسم باطن میں ہے اور تشبیہ کا تعلق اسم ظاہر سے ہے۔ بیت

گر بگویم مشبّہی باشم
ورنگویم ز دیں تہی باشم

۱؎ پارہ ۔۱۶، سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۴۔

۲؎ یہاں تشبیہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ خیال کرنا۔ اسلام نے اس عقیدے کو ماننے سے منع کیا ہے۔ مذہب حقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اس درجے میں اقرار کرنا کہ وہ مخلوق کی صفات کے مشابہ نہ ہو جائے۔ ملاحظہ فرمائیں "رسالہ قشیریہ" مصنفہ ابوالقاسم قشیری ترجمہ پیر محمد حسن اسلام آباد ۱۹۷۰ء ص ۳۳ مقدمہ۔

۳؎ تعطیل، اللہ تعالیٰ کی صفات کا بالکلّیہ انکار کرنا۔ ملاحظہ فرمائیں، رسالہ قشیریہ، ترجمہ پیر محمد حسن ص ۳۳ مقدمہ۔

۴؎ تنزیہہ سے مراد ہے، ذات اللہ تعالیٰ کا صفات نقص یا صفات ممکنات سے پاک و منزّہ ہونا۔ سرّ دلبراں ص ۱۱۸۔

ترجمہ: اگر (اللہ تعالی کی صفات کومخلوق کی صفات کے مانند) کہوں تو مشبّہہ[۱] کے گروہ میں شامل ہو جاؤں اور اگر صفات کا انکار کروں تو دین سے محروم ہوجاؤں گا۔ **ھُوَ الاَ وَّلُ وَ الْاٰخِرُوَ الظَّاھِرُوَ الْبَاطِنُ**[۲] (سب مخلوق سے) وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے وہی ظاہر ہے وہی مخفی ہے۔) بیت :

ز پنہانی ہویدا در ہویدا
ز پیدائی نہاں اندر نہاں ست

ترجمہ: اللہ تعالی پردۂ غیب سے عالم خارجی میں ظاہر ہے اور عالم خارجی سے عیاں ہونے کے باوجود نہاں ہے۔

(آیات مبارکہ) **لاَ تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ**[۳] (اس کوتو کوئی نگاہ محیط نہیں ہے اور وہ سب نگاہوں کومحیط ہو جاتا ہے) اور لَنْ تَرَانِی[۴] (تم مجھ کو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے) کا تعلق اللہ تعالی کے اسم ''الباطن'' سے ہے جوتنزیہہ کے موافق ہے اور وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ[۵] (بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے) اور رَاَءَ یتُ رَبیّ فِیْ اَحسَنِ صُوْرَة (میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت میں دیکھا۔ الحدیث) کا تعلق اسم ''الظاہر'' سے ہے جوتشبیہ کے قبیل سے ہے ۔ **سُبحَانَ اللّٰهَ عَنِ التَّشبِیه وَالتَّنزِیه** ،یعنی اللہ تشبیہ اور تنزیہہ سے پاک ہے۔ بیت

چو پیدا و نہاں دانستی اورا
یقین می داں نہ این ست و نہ آنست

ترجمہ: جب تو نے یہ جان لیا کہ وہ عیاں بھی ہے اور نہاں بھی (اب) یقین کر لے کہ وہ یہ بھی نہیں ہے اور وہ بھی نہیں ہے۔

اس کے باوجود وہ جس طرح چاہے اپنی عزت وعظمت کا مشاہدہ کراتا ہے اور اہل معرفت و ایمان اسے چشم سر سے دیکھتے ہیں **وهٰهنا تسکب العبرات** یعنی اس مقام پر پختہ ہو جاتا ہے اور شکوک مٹ جاتے ہیں ۔ اکابرین میں سے ایک بزرگ کا قول ہے **اِنّ الرّسُوْلَ صلیَ اللّٰه علیه وسلم رَای رَبُّ العَلٰمِینَ فِیْ قَصرِ الفِرْدَوْسِ** یعنی بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین کو جنّت کے ایک قصر میں دیکھا۔ رباعی:

---

[۱] مشبہہ زندیقوں کا وہ گروہ ہے جوحق تعالی کی صفات کومخلوق کی صفات کے مشابہ خیال کرتا ہے اور وہ گروہ جو صفات کا قطعی انکار کرتا ہے ۔ معطلہ کہلاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں رسالہ قشیریہ ترجمہ پیرمحمد حسن ص ۳۳

[۲] پارہ ۲۷۔ سورہ الحدید آیت ۳ [۳] پارہ ۷ سورہ الانعام آیت ۱۰۳

[۴] پارہ ۹ الاعراف ۱۴۳ [۵] پارہ ۲۹، سورہ القیامہ آیت ۲۳

از عشق اگرت بدل در آید دیدن
معشوق ترا سہل نماید دیدن
زنہا ر بہ سایہ اش قناعت می کن
چوں سایہ مپندار کہ شاید دیدن

ترجمہ: اگر تیرے دل میں جذبہ عشق کے باعث دیدار کی خواہش پیدا ہوتو تجھ پر محبوب کا دیدار سہل ہوسکتا ہے۔لیکن خبردار محبوب کے سایے کو دیکھنے سے مطمئن نہ ہو جانا کیونکہ سایہ تو محض سایہ ہوتا ہے سایے پر اصل کا گمان کیسے ہو سکتا ہے۔

سُبحَانَ مَنْ عَلیٰ فِی دنّوہ و دنافی علوّہٖ و بطن فی ظھورہٖ وظھرفی بطونہ یعنی پاک ہے وہ ذات جو بلند ہے اپنی نزدیکی میں اور نزدیک ہے اپنی بلندی میں اور مخفی ہے اپنے ظہور میں اور ظاہر ہے اپنی پوشیدگی میں ۔تمام اشیا اس کی محتاج ہیں ۔ **لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ**[1] (کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے) اور یہ انتہائی عظمت کا مقام ہے (حتیٰ کہ) کاملین اور مقربین کو بھی یہ مجال وقوت نہیں کہ وہ اس مقام کے باب میں اس سے زیادہ گفتگو کرسکیں ، اللہ تعالیٰ عظیم و یکتا ہے ۔شعر:

انچہ دل داند حدوث است انچہ لب گوید حروف
من زدل چوں دانمت یا از زبان چوں خوانمت

ترجمہ: جسے دل جان لے وہ مخلوق ہے جسے لب ادا کریں وہ حروف ہیں میرا دل تجھے کس طرح جانے یا زبان تیرے بارے میں کیا کہے۔(تیرا وجود پاک ان سب سے ماوریٰ ہے)۔

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ج وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[2]

آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے ۔ جو (یہ کافر) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام خوبیا ں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

(۲) کوکب دوم: صفات کا بیان

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے ، جان لیں کہ خدا ئے مہربا ن کامل صفات اور اسمائے حسنیٰ سے موصوف ہے ، **وَلِلّٰہِ**

---

[1] پارہ ۲۵،سورۃ الشوریٰ آیت ۱۱

[2] پارہ ۲۳ ، الصفت ۱۸۰

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی [۱] (اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں) اگر چہ مخلوق کے لیے بھی ذات وصفات کے لفظ استعمال ہوتے ہیں لیکن یہ دونوں لفظ کسی درجے میں اللہ تعالی کی ذات وصفات کے مترادف ومماثل نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالی کی ذات وصفات پاک مخلوق کی صفات و ذات نہیں ہوتی [۲]۔ مشائخ میں سے کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ توحید کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالی کی ذات کا بغیر تشبیہ اقرار کرنا اور اس کی صفات کا انکار نہ کرنا۔ معرفت کے ارکان میں سے سب سے پہلے اللہ تعالی کی صفاتِ جمالیہ وجلالیہ کا اقرار واجب ہے جس کی شہادت کاملین انبیاء ورسل کا ذوق ثبوت کے ساتھ دیتا ہے۔

اللہ تعالی حیّ ہے۔ وہ ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کی احدیت کی عظمت میں زوال وفنا کا گزر نہیں ہے۔ وہ عالم (جاننے والا) ہے جو کچھ تھا، جو کچھ ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا ان کا کلّی اور جزوی اجمال وتفصیل حق تعالی کے علم قدیم میں یکساں ہے۔ اس کے مرتبہ علم میں ماضی وحال اور مستقبل ایک جیسے ہیں، وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَآاِلَّا هُوَط [۳] (اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیا کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے) جو کچھ تھا جو کچھ ہوگا اور جو نہ ہوگا، ان کا ارادہ کرنے والا اللہ تعالی ہے۔ ایمان اور کفر اس کے ارادے اور قضا کے تحت ہیں، اس کی قضا بھی ارادہ ہے [۴]۔ لاَ مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ [۵] (اور اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں) اگر چہ اللہ تعالی بندوں کے کفر کرنے اور گناہوں میں ملوث ہونے کو پسند نہیں کرتا وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ [۶] (اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا) ارادہ غیر رضائی ہے اور معرفت کی مشکلات میں سے ہے۔ اس کا بھرپور انکشاف رازِ قدرت کے منکشف ہونے پر موقوف ہے اور ہر شخص کو یہ دسترس نہیں ہے کہ وہ رازِ قدرت کے جمال کا ادراک کر سکے۔ بیت

هیزم دیگے که باشد شهپر روح الامیں
خانه اربابِ شیطاں رادراں مطبخ چه کار

ترجمہ: جس دیگ کے لیے روح الامین کے شہپر کا ایندھن درکار ہو، اس پکوان سے اربابِ شیطان کے طعام خانے کا کیا تعلق ہے۔

(بہر حال) جن لوگوں کو دریائے تقدیر کے بھنور سے نکالا گیا، انھیں تقدیر کے راز ظاہر کرنے سے روک دیا گیا کہ القدر سرّفلا تفشوهُ یعنی تقدیر راز الٰہی ہے اسے افشا نہ کرو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تمام امور اللہ تعالی کے ارادے اور مشیّت سے ظہور میں آتے ہیں۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ [۷] (اور تم بدون اللہ تعالی کے چاہے کچھ نہیں کر سکتے)

---

۱ پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۸۰
۲ یہاں مطبوعہ نسخے کی عبارت میں ابہام ہے۔ احقر مترجم نے حتی الامکان عبارت کے مفہوم کی ترجمانی کی ہے۔
۳ پارہ ۷ الانعام آیت ۵۹
۴ یہ ترجمہ خطی نسخے کے مطابق ہے
۵ پارہ ۱۳، الرعد آیت ۴۱
۶ پارہ ۲۳، الزمر آیت ۷۔
۷ پارہ ۳۰، التکویر آیت ۲۹

مَا شَا ءَ اللّٰہُ کَا نَ وَ مَا لَمْ یَشَا ءَ لَمْ یَکُنْ یعنی جو کچھ خدا چاہے وہی ظہور میں آئے گا اور جو نہ چاہے وہ ظہور میں نہ آئے گا۔شعر:

وما شئت کان وان لم یشاء
وما شئت ان لم یکن

ترجمہ: (اے اللہ) جو بات تو چاہے وہ ہوگی اگرچہ ہم نہ چاہیں اور جو بات تو چاہے کہ نہ ہو وہ نہ ہوگی۔

وہ ایسا صاحبِ قدرت ہے کہ نابود اور لا شے سے (اشیاء) پیدا کرتا ہے۔ یہ امر اللہ تعالیٰ کے جلالِ قدرت سے خاص ہے۔ **لا شریک له فی ذالک سبحان الملک الحیّ القادر هل من خالق غیر اللّٰه** یعنی اس امر میں کوئی شریک نہیں۔ پاک ہے، بادشاہ ہے، زندہ ہے، قادر ہے کیا سوائے خدا کے کوئی اور خالق ہے۔ آسمان و زمین، عرش و کرسی، جنّ و انس (بلکہ) کائنات عالم کے تمام ذرّات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے وجود میں آئے ہیں اور اگر وہ چاہے تو ایک لمحے میں ان سب کو ان کی اصل تک جو محض عدم ہے پہنچا دے اور از سرِ نو (اسی طرح کی) دوسری مخلوق پیدا فرمائے۔ **اِنْ یَّشَأْ یُذْهِبْکُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ**[1] (پس اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ خدا کو کچھ مشکل نہیں) وہ سننے والا ہے، اندھیری رات میں زمین کے سات درجوں کے نیچے بندوں کے دلوں کی دھڑکن سن لیتا ہے۔ وہ دیکھنے والا ہے۔ کعبہ ہو یا گرجا، مسجد ہو یا میخانے سب مقامات پر اطاعت گزاروں کی اطاعتیں اور عاصیوں کے گناہوں کو دیکھتا ہے۔ **اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ**[2] (بے شک اللہ تعالیٰ آسمان و زمین میں مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمھارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے) کلام کرنے والا ہے۔ فرشتے، نبی اور ولی (اس سے) کلام کرتے ہیں۔ **وَ کَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا**[3] (اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا) توریت، انجیل، زبور اور قرآن سب اسی کا کلام ہے، جب تک (کلامِ الٰہی) دل پر نازل ہو کہ **نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ**[4] (اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے قلب پر) حرف و آواز سے پاک ہوتا ہے۔ جب روح القدس کے القا کرنے اور تعین پانے سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مظاہر میں سے کسی مظہر میں پہنچتا ہے تو حرف و آواز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت کے ذوق کا کمال سوائے ادّبنی ربّی (مجھے میرے رب نے ادب سکھایا) کے مکتب کے کہیں حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ (اس کے لیے) ایسی پاک روح چاہئے جو نورِ احدیت[5] سے بینا ہو چکی ہو اور بے بصری و جہالت سے رہائی پا چکی ہو تا کہ قرآنِ عظیم کے عجیب اسرار اور نادر نشانیوں کو

---

[1] پارہ ۱۳، ابراہیم ۱۹۔۲۰ [2] پارہ ۲۶ الحجرات ۱۸
[3] پارہ ۶ نساء ۱۶۴ [4] پارہ ۱۹، الشعراء ۱۹۴
[5] احدیت سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات محض جو اپنی کنہ اور حقیقت کے لحاظ سے نا معلوم اور نا قابل علم ہے۔

جان سکے نیز نفس اور حروف وکلمات کے پردوں کو ہٹا سکے۔ بیت:

عروسِ حجلہ و قرآں نقاب آنکہ براندازد
کہ دار لملک ِ ایماں را مجرد یابد از غوغا
عجب نبود کہ از قرآں نصیبت نیست جز نقشے
کہ از خورشید جز گرمی نہ یابد چشم نا بینا

ترجمہ: قرآن کے حجلے کی دلہن کا نقاب وہی شخص الٹ سکتا ہے جو ایمان کے پایہ تخت کو تنہا بہادری سے حاصل کرے۔ اگر تیرے نصیب میں قرآن حکیم سے سوائے نشان کے کوئی حصہ نہیں ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ آفتاب سے اندھی آنکھوں کو سوائے حرارت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں (یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کلام اللہ) دلوں میں محفوظ ہے، زبان سے پڑھا جاتا ہے اور صحیفوں میں لکھا ہوا ہے (لیکن) تحریر اور صورت، حرف اور آواز حادث ہیں جبکہ (لوح محفوظ پر) تحریر ہونا اور پڑھا جانا (فی نفسہ) قدیم ہے۔ وَاِ نَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ [1] (اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبے کی اور حکمت بھری کتاب ہے)۔ بیت:

کتابِ حقائق ندارد نہایت
نہ صوتے درو ہست پیدا نہ آیت

ترجمہ: کتابِ حقائق (قرآن عظیم) کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ نہ اس میں آواز ہے اور نہ آیت ظاہر ہوتی ہے۔

اب تمام قرآن جبریل امین کے توسط سے نشر ہونے والا حرف ہے جو روایت کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ [2] (اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے، اس کے علاوہ سات سمندر اور ہو جائیں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں) سچ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ جلّ جلالہٗ کے نام اور صفتیں کسی محدود دائرے میں نہیں سما سکتے۔ ان کی تفصیل سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا آگاہ ہونا محال ہے (البتہ) ان میں سے بعض اسما وصفات ایسے ہیں جنھیں صاحبانِ عقل بارگاہِ ربوبیت سے اس دنیا میں اور بعض آخرت میں سیکھتے ہیں اور بعض نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں جان سکتے ہیں، بعضے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب میں خاص کیا ہے بہر حال ان سب کا خلاصہ اجمالی طور پر یہ ہے کہ نگاہِ عقل میں جو نورِ ایمان کے سرے سے منور ہوئی ہے، تمام اسما وصفات چار اقسام پر مشتمل ہیں۔ اثباتی، منفی، اضافی اور خبری، تاہم دنیا کی پیدائش سے متعلق سالکوں کو جس قدر (اسما وصفات) کی معرفت ضروری

---

[1] پارہ ۲۵، الزخرف ۴

[2] پارہ ۲۱، سورۂ لقمٰن آیت ۲۷۔

ہے، اسے مختصر طور پر سورۂ حشر کے آخر میں بیان فرمایا ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَا دَةِ هُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلاَمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُالْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَالْعَزِیْزُالْحَکِیْمُ ۔[1]

(وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود (بننے کے لایق) نہیں وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا، وہی بڑا مہربان رحم والا ہے۔ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے، سالم ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے۔ زبردست ہے، خرابی کا درست کر دینے والا ہے، بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ تعالی (جس کی شان یہ ہے) لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ وہ معبود برحق ہے، پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے، وہ صورت بنانے والا ہے اس کے اچھے اچھے نام ہیں، سب چیزیں اسی کی تسبیح کرتی ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے)۔

(اسی ضمن میں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ملک محمود جو فقیر کے بہت مخلص مریدوں میں سے تھا اور موضع اوتہ پرگنہ سرور پور کا زمیندار تھا، امیر شیخا قوچین زمیندار موضع سنکرہ کے ساتھ فقیر کے پاس آیا اور ایمان سے متعلق عقائد کے بارے میں سوالات کیے۔ ان کو ہدایت کی گئی کہ اگر تم کلی عقائد اور حقیقی فوائد کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو تمھیں کتاب ''مطلع الایمان'' کا جو حضرت شیخ صدرالدین قونوی سے منسوب ہے مطالعہ کرنا چاہیئے، چنانچہ اس وقت سے یہ دونوں شخص مذکورہ کتاب پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ اس علاقے کے مریدوں میں سے جس قدر کامل اور سچا عقیدہ ملک محمود کا تھا کم ہی کسی اور کے حصے میں آیا ہوگا۔ روضہ روحاباد کی درستی اور دیگر کاموں کی تکمیل ان ملک محمود سے منسوب ہے۔ اپنے اصحاب سے متعلق قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ دس منتخب افراد کو وحدت آباد کا اہم کام سپرد کیا گیا ان میں سے ایک ملک محمود ہیں۔

(۳) کوکب سوم: افعال کا بیان

ملک محمود کے ذکر کے بعد قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سورۂ حشر کی مذکورہ بالا آیات اللہ تعالی نے اپنی قدیم ذات پر استدلال کیا ہے، اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلاَفِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ[2] (بلاشبہ

---

[1] پارہ ۲۸، سورۂ الحشر، آیات ۲۲ تا ۲۴

[2] پارہ ۲، سورۂ بقرۃ، آیت ۱۶۴

آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن آنے میں اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں) یہ آیت اور اس کی مثل دیگر آیات (نازل) فرمائی ہیں، لیکن عالمِ ارواح اور عالمِ اجسام کے درمیان جو عالمِ واسطہ ہے اسے عالمِ مثال کہتے ہیں اور شریعت میں اس کو برزخ کہتے ہیں۔ اہل بصیرت علماء اور صاحبِ کشف حضرات ملائکہ، انبیاء اور اولیا کی روحوں کو بصورت شخص اسی عالم (برزخ) میں دیکھتے ہیں۔ اس عالم کے عجائبات اور حیران کن باتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے، لیکن افعال الٰہی کا سب سے زیادہ عجیب وغریب، بزرگ اور مکمل شاہکار انسان ہے۔ انسان تمام عوالم کا مرکّب ہے، جو خصوصیات دونوں جہانوں میں ثابت ہیں سب اس میں جمع کر دی گئی ہیں۔ وہ (اس دنیا میں) اللہ تعالیٰ کا نائب اور الوہیت کا سایہ ہے۔ انسان ہی موجوداتِ عالم کا خلاصہ اور جوہر ہے۔ جو کچھ (کائنات میں) پیدا کیا گیا ہے اس کے مرتبے کی تکمیل کے لیے پیدا کیا گیا ہے، **یادَاوُدَ اِنّي خَلَقتُ مُحَمَّدً الاِ َجلِی و َخَلَقتُ وُلَد آدَمَ لِاَجل مُحَمَّد، وَ خَلَقتُ مَا خَلَقَتُ لاَجَلِ وَلَد آدَمَ، فَمَنِ اشتَغَل بِی سَبَقَ مَا خَلَقتُه لاَجَلِه وَ مَنِ اشتَغَلِ بِمَا خَلَقَتُ لاَ جَلِه حجبَه عَنی**، یعنی اے داؤد میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے لیے پیدا کیا اور اولاد آدم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے پیدا کیا اور اولاد آدم کے لیے پیدا کیا جو کچھ پیدا کیا۔ پس جو شخص میری یاد میں مشغول ہوا میں اس کے لیے اس چیز کو روا نہیں رکھتا جو میں نے اس کے لیے پیدا کی ہے اور جو شخص اس چیز پر متوجہ ہوا جو میں نے اس کے لیے پیدا کی ہے تو میں اپنی ذات کو اس سے چھپا لیتا ہوں[1]۔ شعر:

ترا از دو گیتی بر آوردہ اند
بچندیں متاعِ پروردہ اند
نخستین فطرت پسین شمار (کذا)[2]
توئی خویشتن را ببازی مدار

ترجمہ: تجھ کو دونوں عالم سے (منتخب کرکے) پیدا کیا ہے۔ بہت سے سامان سے تیری پرورش کی ہے تو برتر ہے اور فطرت کم تر ہے۔ اپنے آپ کو (دنیا کے) کھیل میں مبتلا نہ کر۔

جب انسان اپنی تکمیل کر لیتا ہے تو اپنے عالم کی جانب متوجہ ہوتا ہے (حتیٰ کہ) آسمان عبور کر جاتا ہے۔ اس مقام پر

۱؎ اس عبارت کے اعتبار سے مخلوق کے تین زمرے ہوئے۔ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کو اللہ نے اپنے لیے پیدا کیا دوسرے اولاد آدم جسے محمد صلی اللہ عیلہ وسلم کے لیے پیدا فرمایا، تیسرے وہ اشیا جو اولاد آدم کے لیے پیدا کی گئیں یہی تیسری مخلوق سے مراد ہے کہ یاد الٰہی کے شغل میں تیسری مخلوق (حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ) کی طرف متوجہ ہونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ یاد الٰہی میں اخلاص پر اصرار کیا گیا ہے۔ احقر مترجم۔

۲؎ مطبوعہ نسخے میں یہ مصرع اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ سہو کتابت کے باعث مصرع مذکور بے وزن ہو گیا ہے اور مفہوم بھی کچھ نہیں نکلتا۔ احقر مترجم نے یہاں ترجمانی پر اکتفا کیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اِنّ اللّٰہَ خَلق َ جَھَنَّم َ مِن فَضل ِ رَحمَته سَوطاً یَسُوقَ بِه عِبَادِهٖ اِلَی الجَنَّةِ (بے شک خدا نے اپنے فضل رحمت سے دوزخ کو پیدا کیا صرف ایک مدت کے لیے تا کہ اپنے بندوں کو جنت کی طرف لے جائے) کیا ہے اور سَیّاَتِی عَلیٰ جَھَنَّمِ زَمَان یُنبتُ فِی قَعرَھَا الجَر جِیرِ (قریب ہے کہ دوزخ پر وہ زمانہ آئے گا کہ اس کی تہہ میں ساگ اگ آئے گا) کیا راز ہے؟ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں فرماتے ہیں کہ اَلخَیرَ کُلّه َ فِی یَدِکَ وَ الشرّ لَیسَ اِلَیکَ (اے اللہ بھلائی تیرے دستِ قدرت میں ہے اور برائی تیری طرف سے نہیں ہے) حالانکہ لاَ فَا عِلا اِ لاَّ اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی فاعل نہیں ہے تحقیق شدہ امر ہے۔ شعر:

غضب الکریم و ان نا حج نار
کدخان قدر لیس فیه سواد

ترجمہ: اگرچہ کریم کا غضب جوش میں آتا ہے لیکن اس کی آگ دیگ کی بھاپ کے مانند ہوتی ہے جس میں سیاہی نہیں ہوتی۔

اس روز جسم روحوں میں گم ہو جائیں گے جس طرح موجودہ زندگی میں روحیں جسموں میں گم ہیں۔ یَوم َ نَطوِی السَّمَاً کَطَیِ ّ السِّجلِ لِلکُتُبِ کَمَا بَدَ اۡنَا اَوَّلَ خَلقٍ نّعُیۡدُهٗ وَعۡدًا عَلَیۡنَا اِ نَّا کُنَّا فٰعِلِینَ[1] (اور وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے، جس روز ہم (نفخہ اولیٰ کے وقت) آسمانوں کو اس طرح سے لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے اور ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرتے وقت ہر چیز کی ابتدا کی تھی اسی طرح آسانی سے اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے) اس مسئلے کی مکمل تشریح رازِ قدرت کے منکشف ہونے اور امورِ الٰہی کی غایت کو جاننے کی مقتضی ہے اور اِنَّ اللّٰہَ کَرَّہ َ لَکُم ُ البّینَا تِ کُلُ بینّات (بے شک اللہ تعالیٰ تمھارے حق میں تمام بینات کو بیان کرنا پسند نہیں فرماتا) اگرچہ دیدۂ بینا رکھنے والوں کو یہ حقیقت قرآن میں آفتاب سے زیادہ روشن نظر آتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جو دوسروں سے چھپائی گئی ہو، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کتاب (کے حقائق) کے ادراک کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ (اس مسئلے کی) اصل تشریح اور حقیقی مقصد کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، لیکن : شعر:

مرد باید کہ بوئے داند برُد[2]
ورنہ عالم پر از نسیم صباست

ترجمہ: اہل ہمت کے لیے ضروری ہے کہ خوشبو کو جانے اور اسے پھیلائے ورنہ عالم تو نسیم صبا سے معمور ہی ہے۔

۱۔ پارہ ۱۷، الانبیاء ۱۰۴۔

۲۔ غالباً مطبوعہ نسخے میں مصرعِ اولیٰ سہو کتابت کے باعث صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے۔ بہر حال قریب ترین مفہوم میں شعر کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

اِنّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ [1] (یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں) (علاوہ ازیں ایک کہاوت ہے) کہ اِرجِع اِلیٰ مَا کُنتَ یَصددہ یعنی ہم ہر اس چیز کی جانب رجوع کرتے ہیں جس کے ہم درپے تھے (حاصل کلام یہ ہے کہ) انسان اور اس کے افعال، حرکات خیالات نیز اس کے ظاہری و باطنی اقدام سب ارادۂ الٰہی سے ظہور میں آتے ہیں۔ یہ سب کچھ دم بہ دم اللہ تعالی کی قدرت سابق و لاحق کے مطابق رو بہ عمل رہتا ہے۔ بیت:

کار اگرچہ بمن است ولے بے من نیست

فاعل جان است وفعلِ او بے تن نیست

ترجمہ: کام اگرچہ مجھ سے متعلق ہے لیکن بغیر میرے انجام نہیں پاتا۔ (بے شک) روح فاعل ہے لیکن اس کے فعل کے لیے جسم کی ضرورت ہوتی ہے۔

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ [2] (ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا) اور مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلاَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اِلاَّ فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنّ ذَالِکَ عَلی اللّٰهِ یَسِیْرٌ [3] (کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمھاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوحِ محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں۔ یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے۔) ان آیات سے اللہ تعالی کی قدرتِ سابق کی جانب اشارہ ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ [4] (حالانکہ تم کو اور تمھاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا) اور هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ [5] (کیا اللہ تعالی کے سوا کوئی خالق ہے) یہ آیات حق تعالی کی قدرتِ لاحق سے عبارت ہیں، جو وہ ساعت بہ ساعت ایجاد کرتا ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ [6] (وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے) لیکن محض اس بناء پر کہ انسان افعال الٰہی کا ذریعہ ہے اس لیے بطور مجاز فعل کو اس سے منسوب کر دیتے ہیں وَمَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی [7] (آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالی نے وہ پھینکی)۔ (اس میں شک نہیں کہ) فعل انسان سے صادر ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت وہ اس کا فاعل نہیں ہے۔ (مثال کے طور پر) اگر یہ کہا جائے کہ یہ سطر کاغذ پر تو نے تحریر کی ہے تو یہ کہنا درست ہے اور اگر یہ کہیں کہ یہ تحریر قلم سے صادر ہوئی ہے تو بھی درست ہے لیکن یہ دونوں قول دو مختلف جہت رکھتے ہیں۔ درحقیقت یہاں جبر و قدر کے دریا کی موجوں کا تلاطم ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ لاَ یَنْجُوْ امن صد ماته اِلاّ لاکمل وَالرَّاسِخُوْنَ فِی العِلم یعنی اس کی مصیبتوں سے سوائے کاملین اور علم میں راسخ بندوں کے نجات نہیں پاتے ہیں۔ قدر پر ایمان واجب ہے اور ذات کا مشاہدہ

---

[1] سورہ البقرہ آیت ۱۶۴ یا سورہ آل عمران ۱۹۱ کے ابتدائی کلمات ہیں۔ دونوں آیات میں یہی ہدایت دی گئی ہے کہ اللہ تعالی کی نشانیاں اہل عقل کے لئے حقیقت آموز ہیں۔

[2] پارہ ۲۷، القمر ۴۹ [3] پارہ ۲۷، الحدید ۲۲ [4] پارہ ۲۳ الصفت ۹۶

[5] پارہ ۲۲ فاطر ۳ [6] پارہ ۲۷، الرحمٰن ۲۹ [7] پارہ ۹، الانفال ۱۷

اور اپنے قصور کا اعتراف تقاضائے ادب ہے ۔سوائے اللہ تعالی کی پناہ کے اس کی نافرمانی سے واپسی نہیں ہے ۔ سوائے اللہ تعالی کی توفیق کے اطاعت گزاری کی قوت حاصل نہیں ہے سب کچھ اس کے ارادے اور اندازے سے ہوتا ہے مدد کی درخواست اللہ تعالی سے ہے، اسی سے اس کی پناہ تلاش کرنا ہے اسی کی ذات پر توکل ہے۔ جو بات اللہ چاہتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی وہ حکمت والا، عادل اور لطیف وخبیر ہے۔

مطلع دوم : یعنی اصلِ دوم کے حقائق کی تفصیل جو نبوت پر ایمان لانے سے متعلق ہے اس کے دو کوکب ہیں۔

کوکب اوّل :۔ نبوت کی صنف ،خصوصیت ،عجائب اور مقدماتِ احکام سے متعلق امور کا بیان

اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے عجیب اسرار (کے مشاہدے) کی راہ دکھا دے اور اپنے نادر انوار کو جذب کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،خوب جان لیں کہ آدمی کی (متعدد) انواع ہیں ۔ ہر نوع میں ایک خاص (اور محدود) ادراک ہوتا ہے (اس ادراک کی کیفیت یہ ہے) کہ اپنے سے برتر نوع کے مدرکات اس کے لیے غیب کا درجہ رکھتے ہیں ۔مثال کے طور پر پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کے لیے شیر خوار بچے کے مدرکات غیب کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ طفلِ شیر خوار کی نوع پیٹ کے بچے کے لیے ماورائے عقل ہے، اسی طرح صاحبِ تمیز نوع کو طفلِ شیر خوار سے وہی نسبت حاصل ہوگی جو طفلِ شیر خوار کو پیٹ میں پرورش پانے والے بچے سے ہے ۔ (یہی حال آدمی کی تمام انواع کا ہے کہ) عاقل کی نوع صاحبِ تمیز سے بالاتر ہے، ولایت کی نوع عقل کی نوع سے بالاتر ہے اور نوعِ نبوت نوعِ ولایت سے ماورا ہے ۔**فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْم عَلِيم** یعنی ہر ذی علم سے بالاتر ذی علم موجود ہے۔

اب جان لیں کہ پیٹ کے بچے کے لیے محال ہے کہ وہ طفلِ شیر خوار کے مدرکات کا شمہ برابر بھی ادراک کر سکے کیونکہ وہ (رحم کی) جھلّی کے عجائب خانے میں مقیّد ہے اور اس عالم کی فضا تک اس کی رسائی نہیں ہے۔ اسی پر دیگر انواع کو قیاس کریں ۔ جو ہستی انواعِ انسانی کی کسی نوع میں قرار پکڑے ہوئے ہے وہ اپنی نوع سے بالاتر نوع کے مدرکات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے، جیسے مجسمے جو وہم و خیال اور اس کی تنگی کی نوع میں تقلید کی زنجیر سے جکڑے ہوئے ہیں وہ نوعِ عقل کے مدرکات کو کسی بھی درجے میں ادراک نہیں کر سکتے ۔البتہ اگر وہ ہم خیال سے چھٹکارا حاصل کر کے عالمِ عقل کی فضا کا مشاہدہ کر سکیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ وہ کس مقام پر آ گئے ہیں : شعر :

بوقت صبح بود ہمچو روز معلومت

کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

ترجمہ: صبح کے وقت تجھے روزِ روشن کی مانند عیاں ہو جائے کہ تو نے تاریک رات میں کس سے عشق کیا۔

یہی معاملہ عقل کا ہے کہ (اہلِ عقل) نوعِ عقل کے معتکف ہیں ۔نوعِ ولایت سے ان کو ویسی ہی نسبت ہے جیسی

مجسموں کو نوعِ عقل سے ہے۔ نوعِ ولایت کے خاص مدرکات ہیں کہ اہلِ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ عالمِ عقل و وہم میں ان مدرکات سے متعلق سوائے تشبیہ اور مثال کے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ **وَ تِلکَ الاَمثَالُ نَضرِ بُهَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعقِلُهَا اِلَّا العٰلِمُو نَ** [1] (اور ان قرآنی مثالوں کو ہم لوگوں کے سمجھنے کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں)۔ فرد:

معانیست آنجا کہ در وہم ناید

و زو فہم نکند خرد جز حکایت

ترجمہ: اس مقام پر ایسے حقائق ہیں جو وہم میں بھی نہیں سما سکتے، ان سے عقل سوائے تمثیل کے کچھ نہیں سمجھ سکتی۔

ہر نوع کے لیے ضروری ہے کہ جو نوع اس کی نوع سے ماورا ہے ایمان بالغیب کو نقدِ وقت بنائے ورنہ برتر نوع سے تعلق پیدا کرنا ممکن نہ ہوگا۔ ایمان بالغیب کے وظائف میں سے ایک یہ ہے کہ برتر نوع کے بارے میں قطعی طور پر قیاس سے فیصلہ نہ کرے اور رنگوں کے ادراک کے تعلق سے اپنے آپ کو مادر زاد اندھے کی مانند خیال کرے کیونکہ بینائی کی قوت حاصل ہونے سے پہلے مادر زاد اندھا اپنے قیاس سے رنگوں، خوشبوؤں اور آوازوں پر حکم لگائے گا تو یہ قیاس قطعی طور غلط ہوگا۔ فرد:

داند اعمیٰ کہ مادرے دارد

لیک چونی بوہم در نارد

ترجمہ: اندھا جانتا ہے کہ اس کی ماں ہے لیکن کیسی ہے وہ اپنے وہم میں نہیں لا سکتا۔

جب تک آدمی مادرِ طبیعت کے پیٹ سے چھٹکارا نہیں پاتا اور جبرِ بشریت سے اپنا ہاتھ چھڑا نہیں لیتا نیز (کوشش کر کے) عالمِ ملکوت میں قدم نہیں رکھتا وہ اس نوع کی حقیقت کو جو اس کی عقل سے ماورا ہے (حقیقی) ذوق اور مشاہدے کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا۔ **الا ان یومن بالغیب واذا انتم اجنة فی بطون امھٰتکم فلا تزکوا انفسکم** (مگر یہ کہ تم جس وقت اپنی ماؤں کے پیٹ میں تھے غیب پر ایمان لائے پس اپنے نفسوں کو پاک نہ کہو)۔ بیت:

دلا تا کے دریں زنداں فریبِ ایں و آں بینی

یکے زیں چاہِ ظلمانی بروں شوتا جہاں بینی

ترجمہ: اے دل تو کب تک ایں و آں کے زندانِ فریب کو دیکھتا رہے گا، ایک بار (جست کر کے) اس اندھیرے کنویں سے باہر آ تا کہ حقائقِ عالم کا مشاہدہ کر سکے۔

اس لطیفے میں جو کچھ ہے ''مطلع الایمان'' سے ماخوذ ہے۔ چونکہ یہ ایک اہم مسئلہ تھا، اس لیے بیان کیا گیا کہ عقلا کی انتہا اولیاء کی ابتدا ہے اور اولیاء کی انتہا انبیاء کی ابتدا ہے ان پر سلامتی ہو۔ **وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ** [2] (اور اللہ

---

[1] پارہ ۲۰، العنکبوت ۴۳ [2] پارہ ۱۴، النحل ۷۱

تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے) حدیث میں ہے کہ فرشتے جانتے ہیں کہ نعمت کے دو درجے کیا ہیں چنانچہ اس روایت میں جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ علما کا درجہ مومنین کے درجے سے بالا تر ہے، ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے، اسی حدیث کی نشان دہی کرتی ہے۔ اب ہر عاشق معشوق کی معیت میں ہوتا ہے اس کے بعد عاشق میں معشوق کی سیر ہوتی ہے۔

خلیلی قطاع انصافی الی الحمی

کثیر و اماالواصلون قلیل

ترجمہ: اے میرے دوست صحراؤں سے چراگاہوں تک قطع کرنے والے بہت ہیں لیکن جوڑنے والے بہت کم ہیں۔

نوعِ نبوت کے حیرت انگیز مدرکات اور ان کی تفصیل انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا، لیکن ان میں سے بعض (حقائق) جو نوعِ عقل او رنوعِ ولایت کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں، ان کا ایک شمّہ عقل اور علم کی ترجمانی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام بشری تعلیم و تعلّم کے بغیر ابتدا اور آخرت کی مکمل تفصیلات افقِ غیب سے حاصل کرتے ہیں اور اس ضابطہ کلّی کی جس سے دنیا کا نظام قائم ہے تعلیم دیتے ہیں۔ جو کچھ لوگوں کو خواب میں غیب کے ادراک سے متعلق مثالی صورت میں نظر آتا ہے اسے واضح طور پر بیداری میں دکھاتے ہیں اور اللہ تعالی ان کو قدرت دیتا ہے کہ اگر وہ چاہیں کہ آسمانی و زمینی جسموں میں تصرف کریں تو اللہ کے حکم سے کر سکتے ہیں۔ ہر عمل جو دنیا میں آدمی سے صادر ہوتا ہے اس کے بارے میں انھیں علم ہوتا ہے کہ برزخ، قیامت اور آخرت میں اس کا کیا نتیجہ نکلے گا (انبیاء علیھم السلام) قطعی طور پر تحقیق کے ساتھ اعمال کے ثواب اور عذاب کی مقدار کو جانتے ہیں علاوہ ازیں روح القدس کے توسط اور پیغام رسانی کی بنا پر لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ انسانی روحوں کی ہدایت اور نفسِ بشری کی تکمیل کے لیے ان کو ابدی نیک بختی کی بشارت دیتے ہیں اور ہمیشہ کی بدبختی سے ڈراتے ہیں۔ وَمَانُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ [1] (اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈراویں)۔

کوکب دوم: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بیان میں

(یہاں) نبوت کے راز کی جانب ایک اشارہ (کیا جاتا ہے)۔

جس طرح انواع انسانی (کے کمالات) کی انتہا نبوت ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذوق تمام انبیا و رسل کے اذواق کا منتہا ہے۔ آپ ﷺ مخلوق میں سب سے اکمل اور افضل ہیں۔ قیامت کے روز جب تمام کاملین میدانِ حشر میں حاضر ہوں گے آپ ﷺ ہی رسولوں کے سردار اور اولین و آخرین کا انتخاب ہوں گے بلند درجات میں فردوسِ

---

[1] پارہ ۷۔ سورہ الانعام، آیت ۴۸

اعلیٰ ایسی زینت ہے کہ اس سے عظیم تر کوئی زینت نہیں ہے اسے ''مقام محمود'' کہتے ہیں، وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَهَجَّدۡبِهٖ نَافِلَةً لَّکَ عَسٰی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا [۱] (اور کسی قدر رات کے حصے میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لیے زائد چیز ہے۔ امید ہے کہ آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو مقام محمود میں جگہ دے گا) وہ مقام سوائے ایک ہستی کے کسی کے لائق نہیں ہے صرف آپ ﷺ کی ذات گرامی کے لیے مخصوص ہے۔ آپ ﷺ کی شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور آپ ﷺ کا دین تمام ادیان سے اکمل ہے۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء اور بلند مرتبہ سادات کے بزرگ ہیں، آپ ﷺ پر سلامتی ہو۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنۡ رِجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا [۲] (محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔) نظم:

تا شبے نیست صبحِ ہستی زاد
آفتابے چنیں ندارد باد
ہر کہ چوں خاک نیست بردرِاو
گر فرشتہ است خاک برسرِ او

ترجمہ: (جس رات کی صبح آپ صلی اللہ علیہ سلم کی ولادت با سعادت ہوئی) آج تک ایسی صبح زندگی پیدا کرنے والی رات وجود میں نہیں آئی نہ آفتاب کو کوئی ایسی رات یاد ہے۔ جو شخص آپ ﷺ کے در مبارک کی خاک نہ ہوا، اگر وہ فرشتہ ہے تو اس کے سر پر خاک۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ حق کے ساتھ مخلوق کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا، روشن چراغ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کردی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو کامل کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا اظہار نادانی اور سرکشی ہے کیونکہ کمال پر زیادتی نقصان ہے۔

مطلع سوم: آخرت کے دن پر ایمان لانا ہے۔ یہ اس دن کے حقائق سے متعلق دو کوکبوں پر مشتمل ہے۔

کوکب اوّل:۔ انسان کی (موجودہ) صورت کے فنا ہونے کے بعد اس کی دائمی زندگی پر ایمان لانے سے متعلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحوں کو بقائے ابدی اور حیاتِ سرمدی کے لیے پیدا فرمایا ہے یہ دنیا تو اس منزل کی رہ گزر ہے۔ بیت:

راہیست ترا پیش کہ می باید رفت
زاں جا اگرت مراد برناید رفت

---

[۱] پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹ [۲] پارہ ۲۲، الاحزاب ۴۰

تن آ لتِ تست تا بجائے برسی
تو آلتِ تن شدی کجا شاید رفت

ترجمہ: تجھ کو ایک راہ طے کرنی ہے چلتا چلا جا، اگر وہاں سے مراد بر نہ آوے تب بھی چلتا رہ جسم تیرے لیے ایک ذریعہ ہے تا کہ تو منزل پر پہنچ سکے، اگر تو جسم کا ذریعہ بن گیا تو منزل پر کس طرح پہنچے گا۔

اللہ تعالی کی وحی، انبیاء علیہ السلام کی شہادت، اولیا کے مشاہدات، علما اور حکما کے غور وفکر کے مطابق ان کو ناپیدی اور فنا نہیں ہے وَلاَ تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا بَلۡ اَحیَآ ءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ [۱] (اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق دیئے جاتے ہیں۔) بیت:

سطوتِ مرگ درجہان بہ تن است
مرگ را در جہانِ جان رہ نیست

ترجمہ: موت کا غلبہ دنیا میں جسم پر ہے، عالم روح میں اس کا گزر نہیں۔

وَ اِنّکُم' خَلَقَکُم' للا بد وانتم تنقلون من دار الی 'دار والقبر اما روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النیر ان یعنی یقیناً تمھیں ہمیشہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور (موت کے بعد) تم ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلے جاتے ہو، اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ بیت:

اندراں بقعہ ز اہلِ نفس
مرگ میرددگر نہ میرد کس

ترجمہ: اس مکان میں اہل ہستی رہیں گے۔ وہاں موت فنا ہو جائے گی دوسرا کوئی فنا نہ ہوگا۔

انّ للہ عباد ا ابد انھم فی الدنیا و قلوبھم فی الاخرہ یعنی یقیناً اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جن کے جسم دنیا میں ہیں (لیکن ان کے) دل آخرت میں ہیں۔ ایک بزرگ صحابی فرماتے ہیں کہ محتاجی اور دولت مندی دو سواریاں ہیں، مجھے ان میں سے کسی ایک پر سوار ہونے میں کوئی خوف نہیں ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر[۲] نے فرمایا، میں نے اصطبل کی میخ زمین میں گاڑی ہے دل میں نہیں گاڑی۔ بیت:

۱۔ پارہ ۴، آل عمران ۱۶۹

۲۔ ابوسعید ابوالخیر۔ پورا نام ابوسعید فضل اللہ بن ابوالخیر مہنوی تھا۔ پانچویں صدی ہجری کے عظیم بزرگ اور ان اولین فارسی شعرا میں تھے جنھوں نے فارسی شاعری کو تصوف کی تعلیمات کے لیے اختیار کیا۔ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہ (م ۷۲۵ھ) کے ملفوظات ''فوائد الفواد'' کی متعدد مجلسوں میں آپ کی کرامات اور بزرگی کا ذکر آیا ہے۔ وفات شبِ جمعہ ۴؍شعبان ۴۴۰ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں ''سرچشمہ تصوف در ایران''، مصنفہ سعید نفیسی، تہران ۱۳۴۳ش ص ص ۵۳ اور ۲۰۳۔

در دل بجز از یکے نشاید کہ بود
در خانہ اگر باشد شاید

ترجمہ: دل میں سوائے ایک ہستی کے کسی کو نہ ہونا چاہیئے اگر مکان میں ہزار افراد رہتے ہوں تو رہتے رہیں۔

یَا تِی المَوُتَ یَوُمَ القِیٰمَة عَلیٰ صُوُرَ ة کَبش اَملح فَذَ بح بَینَ الجَنَّة وَالنَارّ یعنی قیامت کے روز موت دو رنگ کے بکرے کی صورت میں آئے گی پس جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دی جائے گی۔

اس مسئلے کی فہم اور مثالوں کے بارے میں بھی فرمایا:

مقدماتِ عقلی ، **مماّ اصلحت علیها النظار و ذو یها فی کتبهم** یعنی کسی مسئلے سے متعلق اہل مناظرہ اور فن کے جاننے والوں نے اپنی کتابوں میں جو اصطلاحات وضع کی ہیں ان سے مسئلے کی تفہیم ممکن نہیں ہے۔

وَاْتُوا الْبُیُوُتَ مِنْ اَبوَابِهَا[1] (اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آ ؤ) عالم ملکوت کی مشرق سے صبح یقین کا پیدا ہونا ، ایمان اور پرہیزگاری پر منحصر ہے ، **وَلَوُ اَنَّ اَهُلَ القُری اٰمَنُواْ وَاتَّقَوُ الَفَتَحُنَا عَلَیُهِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرُضِ**[2] (اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے)۔

(حقیقت کے مشاہدے کے لیے) ایسے صاحبِ ہمت شخص کی ضرورت ہے جو (انسانی) طبیعت کی تاریکی کے پردوں سے رہا ہو چکا ہو، اور عرصہ دراز تک آفتابِ ازل کی شعاعوں کے انعکاس سے مطابقت پیدا کر چکا ہوتا کہ وہ انسانی روحوں کی بقا کے متعلق شک مٹانے والے یقین اور تاریکی دور کرنے والے کشف کا ادراک کر سکے کیونکہ مخلوق (بہر صورت) بشریت کے شکنجے میں (کسی ہوئی) وہم و خیال کے پردوں میں گرفتار ہے، نہ داخل و خارج موجود نہ قریب و دور موجود (اس لیے) حقیقت کی فہم سے قاصر ہے۔ روح کی حقیقت کا انکشاف نوعِ عقل سے بالاتر نوع کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

اس کو (سالک کو) آفرینش کی ہر پیدائش میں اور مظہری عالموں کے ہر عالم میں ان کی پیدائش سے مطابقت پیدا کرنی چاہیئے۔ مثال کے طور پر پانی اپنی فطرت کے اعتبار سے بےظرف ہے، ازل (زمانے کی ابتدا پر) اس کی نظر نہیں پڑتی کیونکہ اس کی فطرت ایسی ہی ہے۔ روح کو بھی مظہر سے گریز کرنا ناممکن ہے اور چونکہ مثال و مثلیت سے مشروط ہے باہمہ وجوہ گریز ممکن نہیں ہے۔ شعر:

الروح واحدة والبشر مختلف
فی صورة للجسم هذٰا الامر فاعتبروا

ترجمہ: روح ایک ہے اور آدمی صورتِ جسم میں جدا جدا ہیں اور اس امر کا اعتبار کرو۔

---

[1] پارہ ۲، سورہ البقرہ آیت ۱۸۹ [2] پارہ ۹، سورۂ اعراف، آیت ۹۶

فی الجسم کان اختلاف النشور فاعتبروا
علی الذّی قلته فی ذالک و اذکروا

ترجمہ: جسم میں بالیدگی کا اختلاف ہے پس اعتبار کرو جو بات ہم نے کہی ہے قبول کرو۔

هذا هو العلم لا ریب تداخله
والشمس ما قلنا و القمروا

ترجمہ: یہ وہ علم ہے جس میں شک کا دخل نہیں ہے اس سے آفتاب واقف ہے اور چاند بھی۔

هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْآ اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ [1] (وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور تازہ کرے) ظاہر ہے کہ وہ شخص جو دو تین سال صرف خیال کی حد تک متحیّر رہا ہوا حوالِ آخرت کا کیا ادراک کرسکتا ہے۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ [2] (وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں) رباعی:

مرداں مے معرفت بہ اقبال کشند [3]
نہ ہمچو زناں دردیِ اشکال کشند
ہر چہ بہ دلیل روشنت خواہد شد
آبیست کہ از چاہ بہ غربال کشند

ترجمہ: (اہل ہمت) مرد معرفت کی شراب سامنے ہو کر پیتے ہیں عورتوں کی مانند مشتبہ تلچھٹ نہیں پیتے۔ تجھے دلیل سے یہی کچھ ظاہر ہوگا۔ (کہ شک و شبہے میں مبتلا لوگ) کنویں سے پانی چھلنی سے کھینچتے ہیں۔

کوکب دوم: برزخ، حشر، قیامت اور آخرت کے عمومی احوال پر ایمان لانے کے بیان میں

اللہ تعالیٰ تمھاری چشم بصیرت سے بشریت کا پردہ اٹھائے (جان لیں کہ) جب آدمی طبیعی موت کے باعث اس محسوس دنیا سے قطع تعلق کرتا ہے تو پہلی منزل جو اس کے راستے میں آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی اجنبی دنیاؤں میں سے ایک دنیا ہے جسے ''برزخ'' کہتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے وَمِنَ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ [4] (ان

---

[1] پارہ ۲۶، فتح ۴ [2] پارہ ۸، انعام ۱۱۶

[3] مطبوعہ نسخے میں یہ رباعی اس طرح نقل کی گئی ہے۔ رباعی:

مرداں مے معرفت با قبال کشند — نہ ہمچو ز ناں دروی اشکال کشند
ہر چہ آں بدلیل روشنت خواہد شد — کہ از چاہ بغربال کشند آبیست

احقر مترجم نے قیاسی تصحیح کرکے ترجمہ کیا ہے۔

[4] پارہ ۱۸۔ سورۃ المومنون، آیت ۱۰۔

لوگوں کے آگے آڑ ہے قیامت کے دن تک) اور منکر نکیر کے سوال میں جس کے بارے میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے ۔ اس عالم میں بصیرت جسمانی جو اس مذکورہ عالم کے عجائبات میں سے ایک عجوبہ ہے یہ ہے کہ آدمی نے اس دنیا میں جو نیک یا بدعمل کیا ہوگا وہاں اسی صورت میں دیکھے گا ۔

یوْمَ تَجِدُ کُلُّ نفسٍ مَّاعَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْاَنَّ بَیْنَھَا وَبَیْنَہٗ اَمَدًا بَعِیْدًا وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفسَہٗ[1] (جس روز (ایسا ہوگا) کہ ہر شخص اپنے اچھے کیے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کیے ہوئے کاموں کو بھی اور اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز کی مسافت (حائل) ہوتی اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتے ہیں) ۔نظم :

باش تابند زوئے بکشایند
باش تا با تو درحدیث آیند

ترجمہ: جب تک اس کی زنجیر کھولیں انتظار کر ۔ جب تک تجھ سے بات کریں انتظار کر ۔

تا کیانرا گر فتۂ در بر
تا کیانرا نشاندۂ بر در

ترجمہ: کب تک اس کو بغل میں دبائے رکھتا ہے ۔ کب تک اس کو دروازے پر بٹھائے رکھتا ہے ۔

آنچہ امروز روئے پوش نمود
آں ز بر بوش حشر خواہد بود

ترجمہ: جو کچھ آج چھپایا ہوا ہے حشر میں ظاہر ہو جائے گا ۔

یحشر الناس علی نیّاتھم یعنی لوگوں کے حشر ان کی نیتوں کے مطابق ہوں گے ۔ اس (دوبارہ) پیدائش سے متعلق امور کی تفصیل بہت طویل ہے ۔ خواب اور ان کی تعبیر آخرت کے احوال کی مثل ہیں جیسے آئینہ رازِ فنا و توحید ہے ۔ **النوم اخ الموت** نیند موت کا بھائی ہے ۔ **اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا**[2] (اللہ ہی قبض (یعنی معطل) کرتا ہے (ان) جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت) جس طرح سوتے ہیں مر جائیں گے اور جس طرح زندہ دکھائی دیتے ہیں ۔ اٹھ کھڑے ہوں گے ۔ (ان حقائق کو) اپنی ذات پر منطبق کر کے غور کرنا چاہیئے کہ پیٹ کا بچہ کس طرح مذکورہ حقائق کا مشاہدہ کر سکتا ہے ۔ البتہ اگر تمام

---

[1] پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۰ ۔ مطبوعہ نسخے میں سہو کتابت کے باعث یوم تجد کل نفس کے بجائے یومہ کل کنفس نقل کیا گیا ہے ۔ ترجمے کے متن میں تصحیح کر دی گئی ہے ۔

[2] پارہ ۲۴ ۔ سورۂ زمر ، آیت ۴۲

(مادّی) علائق منقطع ہو جائیں تو جملہ احوال، افعال، عقائد اور اخلاق کا علم ممکن ہے۔ **والذی نفس محمد** (صلی اللہ علیہ وسلم) **بیدہ انّ الجنته و النار اقرب الیکم من شراک نعلہ** یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، بے شک جنت اور دوزخ تم سے تمھارے جوتے کے تسمے سے بھی نزدیک تر ہیں۔ بیت:

بہشت و دوزخت نقد است در باطن نگر تا تو
سقر ہا در جگر یابی جنا نہادر جناں بینی

ترجمہ: جنت اور دوزخ تیرے پاس ہیں، اپنے باطن میں نگاہ کرتو، تو دوزخ کو اپنے جگر میں پائے گا اور جنتوں کو اپنی روح میں دیکھے گا۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ [1]

اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے (ہر طرف سے) ان کو (پردوں سے) گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔

اس عالم (برزخ کے عالم) کی عجیب وغریب باتیں حدِ بیان سے باہر ہیں۔ اس عالم کا وجود جسموں کے حشر تک باقی رہے گا، **وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ** [2] (اور (پھر دوبارہ) صور پھونکا جاوے گا، سو وہ سب یکا یک قبروں سے (نکل نکل) کر اپنے رب کی طرف جلدی جلدی پہنچیں گے) وہ قیامت کبریٰ کا دن ہے **قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ** [3] (آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کیے جاویں گے ایک معین تاریخ کے وقت پر)۔ (حق تعالیٰ اس دن) انسانی روحوں کو جسم عطا کریں گے۔ آسمانوں کو لپیٹ دیں گے اور اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیں گے۔ **يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ** [4] (جس روز دوسری زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے) ستاروں کو نیچے گرا دیں گے اور سورج اور چاند کو تاریک کر دیں گے۔ **اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ يكوران فِي النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** یعنی بے شک قیامت کے روز چاند اور سورج آگ میں لپیٹ دیے جائیں گے۔ بیت:

در قیامت شمس زاں گردد سیاہ
تا شود معلوم کو ہندوئے تست

ترجمہ: قیامت میں آفتاب اس وجہ سے سیاہ ہو جائے گا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ تیرا تل ہے۔

---

[1] پارہ ۲۲، یٰسٓ ۹
[2] پارہ ۲۲، یٰسٓ ۵۱
[3] پارہ ۲۷، واقعہ ۴۹۔۵۰
[4] پارہ ۱۳، ابراہیم ۴۸

عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے، وَالْمَلَكُ عَلٰی اَرْجَآ ئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ [1] (اور فرشتے (جو آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں) اس کے کنارے پر آ جائیں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے جس روز (خدا کے روبرو) حساب کے واسطے پیش کیے جاؤ گے) اس روز اللہ تعالیٰ عظیم شان سے جلوہ فگن ہوگا۔ اہل بہشت اس کا دیدار کریں گے۔ (اس موضوع پر) ہر (صاحب علم) نے اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق گفتگو کی ہے۔ رباعی: [2]

نظّارہ کنانِ روئے خوبت
چوں در نگرند از کرانہا
در روئے تو روئے خویش بینند
زیں جاست تفاوت نشانہا

ترجمہ: تیرے روئے زیبا کا دیدار کرنے والے جب کناروں سے نظارہ کرتے ہیں تو تیرے چہرے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اس مقام پر ہر ایک کے عرفان میں فرق ہے۔

اس روز اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا فیصلہ کرے گا وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلاَ تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًاط وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَابِهَاط وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ [3] (اور قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے سو کسی پر اصلاظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں) اس کام کے لیے جو ترازو ہوگی وہ اس عالم کے مطابق نہ ہوگی بلکہ مخلوق کے ادراک کے مطابق پیدا کی جائے گی اور دوزخ پر ایک پل بنایا جائے گا جسے ''صراط'' کہتے ہیں۔ یہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز دھار ہوگا۔ اس پل سے گزرنے والے لوگوں کے درجات میں بڑا فرق ہوگا، فَمَنْ طَائِرِ يطِيرَ وَ مِنْ مَا ءٍ يَّسِيرَ وَ مَنْ خَا ب يُحْبُّوا وَ مَنْ سَاقِطَ يَسقِطْ اِلىٰ ظُلمَا ت اَسفل الجَحِيم یعنی پس کوئی پرندہ ہے جو پرواز کرتا ہے، کوئی پانی ہے جو بہتا ہے، کوئی نامراد و ناکام رہتا ہے کوئی گرنے والا ہے جو دوزخ کے غار کی تاریکیوں میں گر جاتا ہے۔ جو شخص اس دنیا میں شریعت کی سیدھی راہ پر قائم رہا ہے وہاں اس کی اڑان اور بہاؤ کامل تر ہو

---

[1] پارہ ۲۹۔ سورۃ الحاقہ، آیات ۱۷۔۱۸

[2] مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار سہوِ کتابت کے سبب اس طرح نقل ہوئے ہیں۔

نظّارہ کنان روے خوبت چوں نگریز از کرانہا
درروے تو روئے تو خویش بینند زینجا ست تفاوت نشانہا

احقر مترجم نے دوسرے اور تیسرے مصرعوں کی قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے۔

[3] پارہ ۱۷، سورہ الانبیاء آیت ۴۷

گی ۔ (ایسے لوگ) اس حوض پر پہنچیں گے جسے ''کوثر'' کہتے ہیں ۔ وہ کوثر سے سیراب ہوں گے ۔ پھر اولین و آخرین کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''مقام محمود'' پر متمکن ہوں گے ۔ یہ مقام شفاعت کے دروازے کے کھلنے کی جگہ ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ''لوائے حمد'' ہوگا اور اولادِ آدم کی تمام بزرگ ہستیاں جن میں انبیا ، اولیاء اور علماء شامل ہوں گے لوائے حمد کے نیچے آئیں گے ۔ آپ ﷺ پہلے ان کی شفاعت فرمائیں گے اس کے بعد ہر صاحبِ ایمان کی اس کے رتبے کے مطابق شفاعت ہوگی ۔ نیکوں کو نعیمِ ابدی میں بھیجا جائے گا ۔ صحیح مسلم میں ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، جب اہلِ جنت ، بہشت میں داخل ہوں گے تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا ، تم کو ہمیشہ کی زندگی ہے کبھی موت نہ آئے گی ۔ تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے ، تم جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے ۔ تمھیں ہمیشہ کی آسائش ہوگی کبھی تکلیف نہ ہوگی ۔

نافرمانوں کو ہمیشہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا ۔ امت کے گناہ گاروں کو مدت تک نہ ختم ہونے والا عذاب ہوگا ۔ کفار و مشرکین کو ابدی بدبختی اور سخت عذاب ملے گا اور انھیں دوزخ کے طبقات میں طرح طرح کی جسمانی اور روحانی تکالیف ہوں گی ۔ ان تکالیف میں سب سے زیادہ سخت اور بڑی تکلیف یہ ہوگی کہ وہ ربوبیت کے مشاہدۂ جمال سے محروم رہیں گے ۔ بیت :

ز دوزخ ترس و بیمے نیست مارا
بلائے جانِ ما اندر حجاب ست

ترجمہ : ہمیں دوزخ سے ڈر اور خوف نہیں ہے ۔ ہماری جان کے لیے یہ مصیبت ہے کہ پردہ حائل ہو گیا ہے ۔

اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے ۔ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ [1] (ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب کا دیدار دیکھنے سے روک دیے جائیں گے) اور بہشت کے عزت والے درجوں میں روحانی اور جسمانی لذتوں کی (مختلف) طرزیں اور چیزیں ہوں گی لیکن ان میں سب سے زیادہ اشرف اور عظیم لذت پروردگار یگانہ و حیّ و ودود اور رب العالمین کی دید ہوگی ۔ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ [2] (ایک عمدہ مکان میں قدرت والے بادشاہ کے پاس) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَّلاَ يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا [3] (سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) رباعی :

اے طالبِ دنیا تو یکے مزدوری وے عاشقِ خلد ازیں حقیقت دوری
وے شاد بہ ہر دو عالم از بے خبری شادی و غمش ندیدہ معذوری

---

۱ پارہ ۳۰ ۔ سورہ المطففین ، آیت ۱۵ ۲ پارہ ۲۷ ، قمر ۵۵ ۳ پارہ ۱۶ ، الکھف ۱۱۰

ترجمہ: اے دنیا کے طالب تو ایک مزدور ہے اور اے جنت کے عاشق تو اس حقیقت سے دور ہے۔ وہ (عاشق الٰہی) بے خبری میں دونوں عالم سے خوش ہے۔ اس کی خوشی اور ناخوشی نے معذوری کو دیکھا تک نہیں۔

اس لطیفے میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس باعث کہ اہل کشف اولیا اور کامل علما صاحبِ ذوق اور ملکِ قدس کے مسافر ہوتے ہیں (ان کی تحقیقات کو) ان اوراق میں بطور اجمال بیان کیا گیا ہے۔ ان حقائق کو تفصیل کے ساتھ صرف مکتبِ بسط [1] میں سیکھا جا سکتا ہے، وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا [2] (اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا) اس مکتب میں داخلے کا تنہا راستہ دونوں عالم کے نقوش جو لوحِ دل پر ہیں ان کو ایمان و تقویٰ کے صیقل سے جلا دینا ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًاؕ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ [3] (اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو، اور سب سے قطع کر کے اس کی طرف متوجہ رہو۔ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے) اور تو اس راز کو اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّجعَلَ فِي الاَرْضِ خَلِيفَه مسح نَا صِيَه بِيَمِينِه (جب اللہ چاہتا ہے کہ زمین میں خلیفہ پیدا کرے تو اس کی پیشانی پر داہنا ہاتھ پھیرتا ہے) اپنے دل کی آنکھ سے دیکھے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب تو تقویٰ کی قینچی سے بشری زندگی کے تعلقات کے تاریک پردوں کو ایک ایک کر کے قطع کر دے، اور لطیفۂ ربّانی کے شہباز کو یقینی علم کے بازو سے اڑائے تاکہ ازل و ابد کی سند جو ربّانی کامرانی ہے نزول کرے۔ لاَ يَسعىٰ الاَرضِ وَلاَ السَّمَاءُ اِنَّ للّٰه تَعَالىٰ جَنَّةً لَيسَ فِيهَا حُورٌ وَ قُصُورٌ يَتَجَلّٰى رَبّنَا ضَاحِكًا یعنی زمین آسمان گنجائش نہیں رکھتے بے شک اللہ تعالیٰ کی جنت ہے جس میں حور و قصور نہیں ہیں (وہاں) ہمارا رب خوشی کے ساتھ تجلّی کرتا ہے۔

خاتمہ:۔ علمائے دین کے گروہوں میں ہر گروہ کی اپنے فن میں اصطلاحات قاعدے اور معیار ہیں جو چار اصناف میں منقسم ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، امت کا اجماع اور دل (یہاں) دل سے مراد ایسا دل ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (حدیث قدسی) میری زمین اور میرے آسمان مجھ کو نہیں سما سکتے۔ لیکن میرے متقی بندے کا قلب مجھے سما لیتا ہے [4] ہر عارف و سالک پر لازم ہے کہ جو کچھ اس کے لوحِ دل پر عالمِ ملکوت سے منعکس ہو اس کو اللہ کی کتاب سے ملائے اگر دونوں میں موافقت ہو تو قبول کرے ورنہ رد کر دے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مقابلہ کرے اگر سنت کے مطابق ہو تو بہتر ہے ورنہ توقف کرے

---

[1] بسط۔ واردات قلبی کے کھل جانے کو بسط کہتے ہیں۔ اس کے برعکس بند ہو جانے کو قبض کہتے ہیں۔ قبض و بسط کا تعلق امور حاضرہ سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''سرّ دلبراں'' مصنفہ حضرت شاہ محمد ذوقیؒ۔ کراچی طبع ثانی ۱۳۸۸ھ ص ۲۷۸۔۲۷۹۔

[2] پارہ ۱۶، سورۃ الکہف، آیت ۶۵ [3] پارہ ۲۹، مزّمل ۹

[4] مطبوعہ نسخے میں صرف ''لا یسعی الیٰ آخر'' تحریر ہوا ہے۔ احقر مترجم نے ترجمے کے متن کو مفید مطلب بنانے کے خیال سے اس حدیث قدسی کا پورا ترجمہ سرّ دلبراں سے نقل کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۱۸۳۔

اسی طرح علماء اور مشائخ کے اجماع سے استفادہ کرے۔

حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ [۱] سے منقول ہے، بعض اوقات مجھے چالیس روز میں حقیقت معلوم ہوئی لیکن میں نے دو گواہوں کے بغیر اسے تسلیم نہ کیا، وہ دو گواہ کتاب وسنت ہیں۔ اس راہ اور متشابہ آیات میں وہم وخیال کی غلطیاں اور گمراہیاں حدِ شمار سے باہر ہیں۔ ظاہری اور باطنی کشفیات کے دریاؤں کی موجوں کے تلاطم سے نجات حاصل نہیں ہوتی ہے۔ سوائے اس شخص کے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھا جو بہت کم ہیں۔ ناچار ایک شیخ اور سالک محقق کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت سلطان العارفین [۲] سے روایت کرتے ہیں۔ بیت:

آں را کہ رہ رفتن وے تامہ نیست
او پر خطر و خلق از و آگہ نیست

ترجمہ: وہ شخص جس نے راہِ سلوک پورے طور پر طے نہیں کی وہ خطرات سے بھرا ہے لیکن خلقت اس کے پر خطر ہونے سے واقف نہیں ہے۔

یقین کرو کہ سلوک کا راستہ سوائے عنایتِ الٰہی کے طے نہیں ہوسکتا۔ جس نے یہ گمان کرلیا کہ وہ خدا تک پہنچ گیا ہے اس نے یقیناً کفر کیا۔ بیت:

عمریست کہ گشتہ است بر بندہ عیاں
کالبتہ بتوبے تو رسیدن نتواں

ترجمہ: مدت ہوئی کہ بندے پر (یہ راز) ظاہر ہو چکا ہے کہ تجھ تک بغیر تیرے پہنچنا ناممکن ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ حدیث قدسی ہے: میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔
''مطلع الایمان'' میں یہی ہے۔

---

[۱] پورا نام ابوسلیمان عبدالرحمٰن دارانی تھا۔ ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں رسالہ قشیریہ اردو ترجمہ از پیر محمد حسن اسلام آباد، اشاعت اول ۱۹۷۰ء ص ۴۶۔

[۲] مطبوعہ نسخے میں، سلطان العارفین کے بارے میں صراحت نہیں ہے کہ کون بزرگ تھے۔ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزید بسطامیؒ کے حالات میں تحریر فرمایا ہے۔ ''اسم گرامی طیفور (ابن عیسیٰ بن آدم ابن شروسان) کنیت ابو یزید اور لقب سلطان العارفین ہے...... ۱۵ رشعبان ۲۶۱ھ کو بعمر تہتّر سال، بسطام میں وفات پائی''۔ ملاحظہ فرمائیں'' حضرت مجدّد الف ثانی'' کراچی ۱۹۷۲ء ص ۹۹۔۱۰۰۔ مطبوعہ نسخے میں غالباً سلطان العارفین سے حضرت بایزید بسطامیؒ ہی مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔

لطیفہ ۲۲

بادشاہت کو ترک کرنے اور تختِ سلطنت کو ٹھکرانے کے بیان میں

سیر و سیاحت اور اس کے دوران بعض مشائخ خاص طور پر حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ[1] سے ملاقات، حضرت شیخ شرف الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شرکت، حضرت شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں باریابی اور مقصد حاصل ہونے، ان کے اپنے مقامات ایثار کرنے اور آپ کو جہانگیری کے لقب سے خطاب کیے جانے کی تفصیل۔

قال الاشرف :

الترک هوالاعراض، عن النفس والالقرا من عن البشریت الذنس (حضرت اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ترک یہ ہے کہ نفس سے روگردانی کی جائے اور بشریت کے میل کچیل سے قطع تعلق کیا جائے۔)

ان عجیب و غریب نکات اور مقامات کے تحریر کرنے والے نے وقتاً فوقتاً بادشاہت چھوڑ دینے کے بارے میں دریافت کیا حضرت قدوۃ الکبراؒ (ہر بار) ٹال جاتے تھے۔ ایک مدّت گزر جانے کے بعد ایک مرتبہ میں سمنان کے سفر میں ولایت مقامؒ کے ساتھ تھا۔ یہاں برادرِ عزیز سلطان محمّد سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اور حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ[2] سے آپ کے بادشاہت ترک کرنے اور تختِ سلطنت کو ٹھکرا دینے کا سبب دریافت کیا گیا، چونکہ انھیں (شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ

---

[1] سیّد السادات، سیّد جلال الدین بخاری لقب مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ سیّد جلال الدین بخاری سرخ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ سنِ وفات ۷۸۵ھ ہے۔ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ "خزانہء جلالی" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ شیخ ابوالفتح رکن الدین سہروردی ملتانیؒ کے مرید اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں "اخبار الاخیار" مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (اردو ترجمہ) از مولانا سبحان محمود اور مولانا محمد فاضل۔ کراچی سال ندارد۔ ص ۳۰۷ تا ۳۱۰۔

[2] علاؤالدولہ رکن الدین احمد بن محمد بن احمد بن محمد بیابانکی رحمۃ اللہ علیہ، سمنان کے قریب بیابانک میں ۶۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۳۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت سیّد اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں سب سے پہلے سلوک کی تعلیم آپ سے حاصل کی۔ وحدت الوجود کے مسئلے میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف رکھتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ "تصوف حصہ اوّل" مصنفہ ڈاکٹر سیّد وحید اشرف دیلور (بھارت) طبع اوّل ۱۹۸۸ء ص ۱۱۷

کو) اوّل سے آخر تک تمام حالات معلوم تھے، ایک ایک حال تفصیل سے بیان کیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کے والدین اور آپ کی ولادت

جب حضرت ابراہیم سلطان کو زمانے کے باغ سے سلطنت کا چمن حاصل ہوا (یعنی بادشاہ ہوئے) تو ان کی عمر بارہ سال تھی۔ انھوں نے عدل وانصاف سے حکمرانی کی۔ جب پچّیس سال کے ہوئے تو ان کا نکاح خدیجہ بیگم سے جو حضرت احمد خواجہ یسوی رحمۃ اللہ علیہ[1] کی اولاد سے تھیں کر دیا گیا۔ یہ بیگم بہت ہی صالحہ تھیں۔ چونکہ اُن کی پرورش پاک و پاکیزہ خاندان میں ہوئی تھی، رات دن قرآن پاک کی تلاوت اور نفل نماز میں گزارتی تھیں۔ اکثر راتوں میں قیام کرتیں اور دن میں روزہ رکھتی تھیں۔ تہجد کے نوافل کبھی اُن سے ترک نہ ہوئے۔ نظم:

نہ شب فارغ ست از پرستش گری
نہ روز از تماشائے دل پروری
بہ مقدارِ آں سر در آرد بخواب
کہ مرغے بروں آورد سرز آب

ترجمہ: رات کو عبادت گزاری سے فرصت نہیں، دن دل پروری کے تماشے سے فارغ نہیں ہوتا۔ بس اتنی دیر کے لیے نیند آتی ہے جتنی دیر کے لئے کوئی پرندہ پیاس بجھانے کے لئے پانی میں سر ڈالتا ہے اور اپنا سر پانی سے باہر نکالتا ہے۔

سلطان کی دو تین بیٹیاں (بیگم) سے پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد آٹھ سال تک کوئی بچّہ پیدا نہ ہوا۔ سلطان اس سبب سے پریشان ہوئے اور (اہل اللہ) کے اس گروہ میں سے جسے لائق خیال کرتے دعا کی درخواست کرتے۔

شعر:

ہر کہ درے ہمّت مرداں زند
بر رُخِ او زود شود فتح باب
ہمّت دلہا ست کلید مراد
گیر کلیدش کہ شوی گنج یاب

ترجمہ: جو شخص کہ مردوں کی ہمّت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، اُس پر کامیابی کا دروازہ کھل جاتا ہے دلوں کی ہمت مراد

---

[1] احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ: یہ بزرگ احمد اَتا یسوی کے نام سے مشہور ہیں۔ اَتا ترکی زبان میں باپ کو کہتے ہیں۔ احمد یسوی سلسلۂ خواجگان کے سرخیل ہیں۔ خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی " منطق الطیر " میں " پیرِ ترکستان " کے لقب سے یاد کیا ہے۔ خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ نے قریہ یُسی کو اپنے ارشاد و تلقین کا مرکز بنایا۔ یہ قریہ اب قازعستان میں شامل ہے۔ ۵۶۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں " تاریخِ مشائخ چشت " مصنفہ ڈاکٹر خلیق احمد نظامی مرحوم کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۷۱۔ ۱۷۲

پانے کی کنجی ہے۔ (اے مخاطب) تو اس کنجی کو حاصل کر لے تا کہ تجھے خزانہ مل جائے۔

حضرت ابراہیم مجذوب جو اُس علاقے کے دیوانے لوگوں کے فرزانوں میں تھے اور پوشیدہ داناؤں میں سے تھے اور سلطان کو اُن سے پوری عقیدت تھی، ایک روز صبح کے وقت جب کہ بیگم اور سلطان ایک ساتھ جاءِ نماز پر بیٹھے تھے، نمودار ہوئے۔ دونوں سخت حیران ہوئے کہ کس نے انھیں یہاں آنے دیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم مجذوب خود سے یہاں آئے ہیں انھیں کسی نے پہنچایا نہیں ہے۔ قطعہ:

رہِ ایناں مبیں چوں راہِ خودرا
کہ ایشا ں را بود را ہے بہنجار
اگر در طُرفتہ ا لعینے بخواہند
بر آرند راہ ِ از دریا و کہسار

ترجمہ: اُن کے راستے کو اپنا جیسا راستہ خیال نہ کر ان کے لئے راستے میں خلل پیدا نہیں ہوتا۔ اگر یہ چاہیں تو پلک جھپکنے میں پہاڑ اور دریا عبور کر لیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم مجذوب کو دیکھتے ہی سلطان اُن کے استقبال کے لئے آگے بڑھے اور انھیں لے جا کر تختِ شاہی پر بٹھایا۔ سلطان اور بیگم دونوں کچھ وقت تک تخت کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہے۔ مجذوب نے کہا، اے ابراہیم! میں آپ کو بہت ہی مہربانی سے پیش آتے ہوئے دیکھ رہا ہوں شاید بیٹے کے آرزومند ہو۔ مجذوب کی بات سُن کر دونوں خوش ہوئے سلطان نے جواب میں عرض کیا کہ آپ حاکم ہیں اگر عنایت فرمائیں (تو میری خوش نصیبی ہے) مجذوب صاحب نے فرمایا! کہ اس کی قیمت بہت زیادہ ہے کیوں کہ ہم تو آپ کو زمانے کی انوکھی چیز دیں گے۔ سلطان نے عرض کیا جو حکم ہو (بجا لاؤں گا) مجذوب صاحب نے فرمایا، ایک ہزار شاہی سکہ چاہیئے اسی وقت (ایک ہزار شاہی سکے) لا کر دامن مبارک میں بکھیر دیے۔ مجذوب صاحب وہاں سے بہت ہی خوش ہو کر اٹھے اور کہنے لگے۔ اے ابراہیم (مجذوب) تو نے ابراہیم (سلطان) کو باز دیا اس نے سستا خرید لیا۔ سلطان مجذوب صاحب کے احترام میں چند قدم چلے۔ مجذوب صاحب نے پیچھے مُڑ کر دیکھا اور فرمایا، اب اور کیا چیز درکار ہے۔ آپ نے اپنا بیٹا لے لیا، کیا خوب بیٹا ہے۔ مختصر یہ کہ اُن بزرگوار کے دَم کی بدولت اللہ تعالیٰ نے (سلطان کو) بیٹا عطا فرمایا۔ اس مدّت میں حضرت ابراہیم مجذوب پھر کبھی تشریف نہیں لائے۔ جس وقت صبحِ صادق کے نمودار ہونے کی جگہ سے وہ خورشیدِ رخسار طلوع ہوا، اُس وقت تشریف لائے۔

نظم:

صباحِ جہاں آں شب آمد پدید
کہ از مولدش صبح صادق د مید

چو خورشید از مشرقِ روزگار
برآمد جہاں گشت خور شید وار

ترجمہ: دنیا کی فجر سے وہ رات ظاہر ہوئی کہ جس کی پیدائش کی جگہ سے صبح صادق روشن ہوئی، آفتاب کی مانند زمانے کی مشرق سے وہ جہاں گشت آفتاب کے دبدبے کے ساتھ برآمد ہوا، اور فرمایا:

اے سلطان ہمیشہ اس لڑکے پر متوجہ رہنا کہ یہ اللہ تعالی کا ایک انعام ہے جو آپ کے سپرد کیا گیا ہے۔

(۱) سپر دم بہ تو گو ہرے دُرجِ راز
درِ دُرج گو ہر تو بکشاے باز

(۲) نگہہ دار گنجینہ کاں حق پرست
کلید درِ گنج دار د بدست

(۳) چوگردد خراماں بہ گلزار دہر
چو گل تازہ گردد عذارِ سپہر

ترجمہ: (۱) میں نے تجھے حقیقت کے موتیوں کے صندوقچے کا موتی دے دیا ہے۔ تو موتیوں کے صندوقچے کو پھر سے کھول۔ (۲) اس خزانے کی حفاظت کر کہ وہ حق پرست خزانے کی کنجی ہاتھ میں رکھتا ہے۔ (۳) جب تو زمانے کے باغ سے خراماں خراماں واپس لوٹے تو آسمان کا رخسار تازہ پھول کی طرح کھل اُٹھے۔

جب وہ باغِ بادشاہت کا پودا اور گلزارِ تاجداری کا بلبل پندرہ برس کا ہو گیا تو باغِ سلطنت کا سرو اور گلزارِ حکومت کا سہی (یعنی ابراہیم سلطان) گلشنِ فردوس میں تشریف لے گئے۔ شاہی تاج وتخت قدوۃ الکبرا کو حاصل ہوا۔ آپ کی اس حیثیت کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔

تحصیلِ علوم:

جب آپ سات سال کے تھے تو آپ نے قرآن مجید سات قرأتوں کے ساتھ حفظ کیا۔ اس کے بعد آپ علوم درسیہ کی تکمیل اور ادبیات کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ چودہ سال کی عمر تک آپ نے معقولات ومنقولات میں اس درجے مہارت حاصل کر لی کہ عراق کے مدرسوں میں آپ کا چرچا ہونے لگا اور ہر جگہ آپ کے علم کی وسعت کا ذکر کیا جانے لگا۔ بیت:

چناں مشہور گشت از درسِ تعلیم
کہ پس اہلِ فنوں کر دند تسلیم

بہ علم نادرہ از زور اقوال
شدہ در درس دیں حلّال اشکال

ترجمہ: آپ طالب علمی کے زمانے ہی سے اتنے مشہور ہو گئے تھے کہ اربابِ فن نے (آپ کی ذہانت کا) اعتراف کر لیا تھا، آپ اپنے نادرِ علم کے ساتھ زوردار دلائل سے دینی مسائل کی مشکلات کو حل کر دیتے تھے۔

قدوۃ الکبراؒ کے عدل وانصاف کا مختصر ذکر:

آپ کی حکمرانی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالی کے ارادے اور بے پایاں تقدیر سے آپ کو سمنان کا تاجِ سلطنت وتختِ حکومت سپرد کر دیا گیا تو آپ نے اپنے عدل کی آبیاری اور انصاف کی بارش سے دنیا کے باغ اور زمانے کے چمن کو تازہ کر دیا حتیٰ کہ اطراف واکناف کے بادشاہ رشک کرنے لگے۔ مثنوی:

(۱) چو او رنگِ سمناں بدو تازہ گشت
جہاں از عدالت پر آوازہ گشت
(۲) بہ دورانِ عدلش ہمہ روزگار
گلستاں شدہ عدل آورد بار
(۳) زہے عدل و انصاف آں دادگر
کہ بر میش گرگے نہ بندد کمر
(۴) بشاہیں زند بال بازی کلنگ
کبوتر سوئے باز آورد چنگ
(۵) اگر فیل بر فرقِ مورے گذر
کند مور برفیل آرد نظر
(۶) کہ ایں دورِ سلطان اشرف بود
چساں ظلم تو بر سر من رود

ترجمہ: (۱) جب سمنان کا تخت آپ کی ذات سے تروتازہ ہوا تو دنیا میں آپ کے انصاف کا شہرہ ہو گیا۔
(۲) آپ کے عدل کے دور میں تمام عالم گلستان ہو گیا (گویا) عدل بارآور ہوا۔
(۳) آپ جیسے عادل کے عدل وانصاف کا کیا کہنا کہ بھیڑ پر بھڑیے کو حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔
(۴) کلنگ شاہین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتا ہے، کبوتر باز پر پنجہ مارتا ہے۔

(۵) اگر ہاتھی چیونٹی کے سر پر سے گزرنا چاہے تو چیونٹی اسے سخت نگاہوں سے دیکھتی ہے۔
(۶) کہ یہ دور سلطان اشرف کی حکومت کا ہے، تیرا ظلم کس طرح مجھ پر روا ہوسکتا ہے۔

حضرت علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ ایک روز سلطان (اشرف) شکار کے لیے نکلے۔ دو تین دن شکار میں رہے اور گاؤں دیہات میں شکار کھیلتے رہے۔ سپاہی ہر طرف شکار کے پیچھے گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ حضرتؒ جانور پکڑنے والے باز کے پکڑے ہوئے ایک جانور کو ملاحظہ فرما رہے تھے کہ ایک بوڑھی عورت گاؤں سے آئی اور آپ سے انصاف کی طالب ہوئی۔ حکم ہوا کہ بڑھیا کو میرے سامنے پیش کریں بڑھیا کو پیش کیا گیا آپ نے اس سے دریافت کیا کہ (لشکری) تیری کون سی چیز لے آئے ہیں۔ بڑھیا نے عرض کی کہ میرے پاس دہی تھی، زبردستی چھین کر لے آئے ہیں۔ فرمایا، ان جوانوں میں سے کس نے تیری دہی کھائی ہے۔ بڑھیا نے دیکھ کر بتایا کہ اِن لوگوں میں وہ شخص موجود نہیں ہے۔ یکا یک ایک سوار شکار پکڑے ہوئے دور سے دکھائی دیا۔ بڑھیا نے کہا یہی سوار ظالم ہے جو ادھر آرہا ہے اتنے میں وہ سوار بھی آگیا آپ نے اس سے دریافت فرمایا، تونے ظلم کرکے اس نامراد کی دہی کیوں کھائی۔ اس نے عرض کیا۔

اے میرے بادشاہ، یہ بڑھیا جھوٹ کہتی ہے۔ میں نے دہی نہیں کھائی۔ آپ نے ضعیفہ سے گواہ طلب کئے وہ پیش نہ کرسکی، آپ نے فرمایا۔ اب میں بڑی تدبیر سے جھوٹ سچ معلوم کرلوں گا۔ آپ نے حکم دیا کہ کچھ مکھیاں پکڑ کر لاؤ مکھیاں پکڑ کر لائی گیئں، سوار کو حکم دیا کہ انھیں کھاؤ اس نے حکم کی تعمیل کی تے ہوئی۔ چونکہ (دہی کھائے) اتنی دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ ہضم ہو، ویسی کی ویسی قے کے ساتھ نکل آئی۔ آپ نے فرمایا اب کیا تلافی کی جائے۔ بہرحال اس سوار کا گھوڑا مع زین اور زرّیں لگام اُس ضعیفہ کو عطا کیا۔ سوار کی اس قدر ٹھکائی کی اور لاتیں رسید کیں کہ زندگی سے مایوس ہوگیا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ تختِ شاہی پر تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور داد چاہی حکم ہوا کہ اس کو میرے سامنے لایا جائے تاکہ میں اُس کی فریاد کے بارے میں معلوم کروں۔ جب حاضر کیا گیا تو عرض کی کہ آج کی رات میں فلاں جماعت کے ساتھ سویا ہوا تھا، جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ چالیس سونے کے سکّے جو میری تھیلی میں تھے عیّار قسم کے لوگ لے اڑے ہیں۔ اب انکار کرتے ہیں اور واپس نہیں کرتے، آپ نے حکم دیا کہ اُن لوگوں کو لے کر آؤ۔ سب لوگ لائے گئے فرمایا، درویش تمھارے درمیان پڑا ہوا تھا تم نے اُس کا اسباب کیوں برباد کیا۔ جماعت نے قسمیں کھایئں اور عاجزی کی کہ اس طرح کا کام ہم نے نہیں کیا ہے اور نہ اب کبھی کریں گے۔ آپ نے اہلِ دربار کی جانب دیکھا (اور فرمایا) کہ شرع کے مطابق ان پر قسم لینے کے سوا کچھ لازم نہیں آتا، لیکن ایک معقول تدبیر میرے خیال میں آئی ہے، شاید درویش کا مقصد حاصل ہو جائے۔ حکم ہوا کہ اس جماعت کے تمام آدمیوں کو خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے حاضر کریں۔ سب حاضر کئے گئے آپ نے جماعت کے ایک ایک فرد کو اپنے پاس بلایا اور اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا، اس طرح دس افراد کو ملاحظہ فرمایا۔ آخر میں ایک شخص کو بلایا، اس کے سینے پر ہاتھ رکھا تو سوچ میں پڑ گئے دوبارہ اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا، تھوڑی دیر کے

بعد حکم دیا کہ اُس درویش کا مال اِس شخص سے لے کر درویش کو دے دیں ۔تھوڑی سی پٹائی کے بعد اُس نے قبول کر لیا، اُسی وقت نقدی کی تھیلی لائی گئی ۔ سکّے گنے گئے سونے کا ایک سکّہ کم تھا ۔مختصر یہ کہ حضرتؒ نے اس قسم کا بہت عدل وانصاف کیا ہے، اس مجموعے میں اس سے زیادہ کی گنجایش نہیں ہے ۔

عبادت اور حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم حاصل کرنا :

حضرت شیخ علاؤالدولہؒ فرماتے تھے کہ بادشاہت اور فرماں روائی کے زمانے میں اگر چہ آپ ملکی امور طے کرنے میں مشغول رہتے تھے لیکن فرائض، سنن ، واجبات اور نوافل کی ادائیگی میں کوئی امر یہاں تک کہ آداب میں سے ایک ادب بھی آپ سے ترک نہ ہوا ۔ آپ کی درگاہ عالم پناہ سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہ گیا۔ بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کی راہ اور لا متناہی راستے کی سیر کا شوق آپ کے دل میں تھا اہل اللہ کے گروہ میں سے جس کسی سے آپ کی ملاقات ہوتی اس سے سلوک کے متعلق دریافت فرماتے لیکن مشائخ یا تو شرائط کی کمی وجہ سے جواب نہ دیتے یا اس باعث کہ آپ کا حصہ دوسری جگہ سے مقرّر ہو چکا تھا بہرصورت آپ کو جواب نہ ملتا ۔ آپ ہمیشہ اس سعادت کے متلاشی اور اس فائدے کے خواہش مند رہتے تھے کہ ایک رات ولایت کی دنیا آراستہ کرنے والے اور ہدایت کے جہان کے بادشاہ حضرت خضر علیہ السلام کا جمال اور صورت نظر آئی ۔ فرمایا ، ابھی آپ کا کام باقی ہے لیکن (فی الحال) زبان کے واسطے کے بغیر ،اسم مبارک" اللہ" کے اجمالی معنی قلب پر دیکھتے رہیں اور انفاس سے بھی واقف ہونا چاہئے ان مشاغل کو ہرگز ترک نہ کریں ، اس وقت سے آپ اِن مشاغل پر کاربند رہے ، روز بروز اِن مشاغل کا نتیجہ ظاہر ہوتا رہا ۔ آپ نے دو سال تک یہ مشاغل استقامت کے ساتھ جاری رکھے ، یہاں تک کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روحانیت ظاہر ہوئی اور آپ کو اپنے سلسلے کے اذکار سے مشرف فرمایا۔آپ تین سال تک اِن اذکار و افکار میں مشغول رہے ۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ اگرچہ اس طرح کے اشغال میں مشغول رہتے تھے لیکن ایک ایسے مرشد کے متلاشی تھے جو عالمِ ادراک سے ہو۔ نظم :

(۱) اگرچہ در ہمہ اوقاتِ انفاس
زروئے تربیت می دادہ اند پاس
(۲) و لیکن از ہمہ جویانِ ارشاد
بجان و دل ہمیں بودند دریاد
(۳) کہ تا حاصل نہ گردد پیرِ ظاہر
نیا بد کام جا ں از لطف ِ قادر

ترجمہ: ا۔اگر چہ (کارکنانِ تقدیر) سانسوں کے تمام لمحوں میں، پرورش کی راہ سے حفاظت کرتے ہیں۔
۲۔لیکن ارشاد و ہدایت کے تمام ڈھونڈنے والے جان و دل سے اسی یاد میں تھے۔
۳۔کہ جب تک ظاہری مرشد نہیں مل جاتا اس وقت تک لطفِ قادر (کے باوجود) کام نہیں بنتا۔

ترکِ سلطنت اور بشارتِ حضرت خضر علیہ السلام:

جب آپ کو حکومت کرتے ہوئے بیس سال گزر گئے آپ ظاہری ومعنوی اعتبار سے (رعایا کی) حفاظت کرتے رہے اور ظاہری طور پر ملکی امور بھی انجام دیتے رہے، اتفاق سے ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اُن متبرک راتوں کو جو شبِ قدر سے منسوب ہیں آپ زندہ رکھتے تھے، ماہِ مذکور کی ستائیسویں شب میں ولایت پناہ اور ہدایتِ دستگاہ حضرت خضر علیہ السلام کا جمال اور صورت ظاہر ہوئی اور فصیح زبان میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کی نسبت فرمایا۔ شعر:

کارت بہ نظام آمدہ معشوقہ بکام
بر خیز کہ کارِ تو شد امروز تمام

ترجمہ: تیرا کام نظم میں آ گیا، مطلوب حاصل ہوگیا، اٹھ آج تیرا مقصد پورا ہوگیا۔

اے حضرت اشرفؒ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے وصال[1] کے تخت پر بیٹھنا اور لا متناہی حال[2] کے ملک کی سیر کرنا چاہتے ہیں اور گلزارِ شہود[3] سے گُلِ مقصود اور حق تعالیٰ کے بوستاں سے لالہء وجود[4] چننے کے خواہش مند ہیں تو اٹھیئے اور بلا تاخیر ملکِ ہندوستان کی جانب رُخ کیجئے اور مضبوط ارادے کے ساتھ سفر پر روانہ ہو جائیے۔ نظم:

اگر خواہی وصالِ یارِ دلدار
حضورے لذّتے دیدارِ رخسار
بیا برخیز سر در راہ آور
کہ دولت یا رشد اقبال یاور

ترجمہ: اگر تو دوست کے وصال کا آرزومند ہے اور ہمیشہ اس کے رخسار کی دید کی لذّت سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔ تو اٹھ جا اور راستے پر چل کھڑا ہو کیوں کہ (اس وقت) قسمت تیری رفیق اور اقبال مددگار رہے۔

ہ یہ عبارت تصوف کی اصلاحات کی وجہ سے مشکل ہوگئی ہے احقر مترجم نے اپنے گمان کے مطابق تفہیم کی کوشش ہے:

[1] وصال: مجازی ہستی سے جدا ہونا اور اپنی خودی کے وہم سے بیگانہ ہو جانا وصالِ حق ہے، سّرِ دلبراں ص ۳۳۴

[2] حال: حق تعالیٰ جب بندے پر تجلّی ڈالتا ہے تو اس تجلی کو حال کہتے ہیں، وہ ہر آن ایک نئی تجلی میں ہوتا ہے۔ سّرِ دلبراں ص۸۱

[3] شہود: حق تعالیٰ کا اس طور پر مشاہدہ کہ غیریت ختم ہو جائے جس چیز پر نظر ڈالے حق ہی کو دیکھے اور غیر کو نہ دیکھے۔ سّرِ دلبراں ص۲۳۸ ۔ ۲۳۹

[4] وجود: وجود سے مُراد ہے کہ ظہورِ حقیقت میں بندہ بالکل فنا ہو جائے۔ سّرِ دلبراں ص ۲۲۳

وہاں آپ ہمارے دوستوں میں سے ایک دوست سے ملو گے اور ان کی محبت کے چمن سے دلی مراد کے پھول چنو گے ان کی بے انتہا ولایت سے دنیا معمور ہے اور ان کی لامحدود عنایت کی قینچی سے انسان اور عالم کی گمراہی قطع ہو چکی ہے۔

ابیات:

کہ انجا کاملے از کاملان ست
کسے کو را بہ بیند کامل آن ست

ترجمہ: وہاں کاملوں میں سے ایک کامل بزرگ ہیں وہ جس کسی پر نظر ڈالتے ہیں اسے کامل بنا دیتے ہیں۔

جہاں از نورِ خورشیدِ ولایت
منور کردہ از روئے عنایت

ترجمہ: انہوں نے اپنے آفتابِ ولایت کے نور سے از راہِ عنایت دنیا کو روشن کر دیا ہے۔

بہ ہندآں قبلہء حاجات باشد
کہ آب ِخضر در ظلمات باشد

ترجمہ: وہ حاجت مندوں کے قبلہ ہندوستان میں ہیں بالکل اسی طرح جس طرح آبِ حیات تاریکیوں میں ہے۔

جہا ں را کعبہء مقصود گویند[1]
زماں راقبلہء معبود جویند

ترجمہ: جہان کو مقصود کا کعبہ کہتے ہیں زمانے کو قبلہء معبود (کے نام سے) ڈھونڈتے ہیں۔

جہا ں تاب است خورشیدِ ولایت
ضلالت بردہ از نورِ ہدایت

ترجمہ: ان کی ولایت کا آفتاب دنیا کو روشن کرنے والا ہے، ان کے نورِ ہدایت سے گمراہی معدوم ہو گئی۔

درش چوں نقطہ وایں چرخ دوّار
بدورِ او بگردد ہمچو پرکار

ترجمہ: ان کا دروازہ نقطہ ہے اور یہ گردش کرنے والا آسمان اس کے چاروں طرف پرکار کی طرح چکّر لگا رہا ہے۔

اگر تابداز ویک درّہ نور
چومہ خورشید گردد ذرّہ مستور

---

[1] یہ شعر احقر مترجم کی سمجھ میں نہیں آیا، شاید دونوں مصرعوں میں سہو کتابت ہے شعر کا ماخذ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہاں تلاش کر کے تصحیح کی جاتی بہر حال مناسب ترجمانی کر دی گئی ہے۔

ترجمہ: اگراس دروازے سے نور کا ایک ذرّہ روشن ہو جائے تو چاند کی طرح آفتاب ایک دم چھپ جائے۔

عنایت نامہ ء آں شاہ دیں دار
رہا ند از قیودِ نفس امّار

ترجمہ: اُس دیں دار بادشاہ کا عنایت نامہ نفسِ امّارہ کی قید سے رہائی دلاتا ہے۔

زہے عالی نظر کز التفا تش
ولایت بردہد عالی صفاتش

ترجمہ: وہ عالی صفت اور عالی نظر کیا خوب ہے کہ اس کی توجہ سے ولایت حاصل ہو جاتی ہے۔

نظر گر از رہِ تاثیر بکند
مسِ اجسام را اکسیر بکند

ترجمہ: اگر وہ تاثیر کے خیال سے نگاہ ڈالے تو جسموں کے تانبے کو سونا بنا دے۔

اخیار (نیک لوگ) انھیں صاحب قدم[1] اور ابرار (سچّے لوگ) واجب قدم[2] کہتے ہیں، اوتاد[3] یحییٰ صادق اور ابدال[4] عیسیٰ نفس کہتے ہیں۔ اصحابِ وجدان اور ارباب عرفان انھیں شیخ علاؤالدین گنج نبات اور بعضے لوگ شیخ علاؤالدین تَل کہتے ہیں، ملکوت والے موسیٰ آثار اور جبروت والے خلیل انوار کہتے ہیں، اہلِ عشق انھیں یوسف رُو دیکھتے ہیں اور میں جو خضر ہوں انھیں محمدّ خُلق کہتا ہوں۔ ابیات:

---

۱ اور ۲ کتبِ اصطلاحات میں ''صاحب قدم'' اور ''واجبِ قدم'' کی اصطلاحیں نہیں مل سکیں کہ ان کی تشریح کی جاتی، ناچار ترجمے میں ان اصطلاحات کو بجنسہ نقل کر دیا گیا ہے۔

۳ شیخ محمد بلاق دہلویؒ نے اپنی تصنیف ''مطلوب الطالبین'' فارسی میں تحریر کیا ہے کہ چار اوتاد ہیں جو دنیا کے چار اطراف میں مقیم ہیں، دنیا کا قیام ان اوتاد کے وجودِ مبارک پر منحصر ہے، جب ان چاروں میں کوئی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے تو کسی صوفی کو لے جاتے ہیں اور اس کا قائم مقام بنا دیتے ہیں۔ خطی نسخہ محفوظ نیشنل میوزیم کراچی صص ۱۱۹-۱۲۰- ترجمہ احقر مترجم

۴ ابدال: حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ (م۴۶۵ یا ۴۶۶ھ) نے فرمایا ہے کہ چار ہزار اولیاء الٰہی ہیں جو عام لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہتے ہیں، اُن کی اپنی حالت تمام لوگوں سے اور خود اپنے آپ سے چھپی رہتی ہے ان چار ہزار میں جنھیں سرہنگانِ بارگاہِ حق تعالیٰ کہا جاتا ہے تین سو وہ نفوس ہیں جنہیں ''اخیار'' کہا جاتا ہے۔ چالیس وہ ہیں جنھیں ابدال کہتے ہیں سات وہ ہیں جنھیں "ابرار" کہتے ہیں تین وہ ہیں جنھیں ''نقیب'' کہتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو قطب کہلاتا ہے اسے غوث بھی کہتے ہیں۔ یہ تمام ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور نظامِ معاملات وتصرّف میں ایک دوسرے سے اذن و اجازت حاصل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کشف المحجوب (فارسی) مرتّبہ احمد ربّانی لاہور ۱۹۶۸ء ص۲۲۹ نیز رسالہء ابدالیہ مصنفہ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ (م-۸۵۱ھ) مرتّبہ ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا، اسلام آباد ۱۹۷۸ء صص ۱۲-۱۳ اور سّرِ دلبراں صص ۱۷۳ تا ۱۷۶

یکے از قدوۂ ابرار گوید
دگر از عمدۂ اخیار گوید

ترجمہ: ایک انھیں سچّے لوگوں کا پیشوا کہتا ہے، دوسرا نیک لوگوں کا پیشوا کہتا ہے۔

یکے از صاحب ِ اسرار خواند
دگر از واہبِ انوار داند

ترجمہ: کوئی انھیں حقیقت کے رازوں کا جاننے والا کہتا ہے کوئی انوار بخشنے والا جانتا ہے۔

یکے از ہادی و مہدیش گفتہ
دگر از لو لو ے ارشاد سُفتہ

ترجمہ: کسی نے انھیں ہدایت کرنے والا اور ہدایت کیا ہوا کہا دوسرے نے ارشاد کا پرویا ہوا موتی کہا۔

یکے از واصلان ِ راہِ خواندش
دگر از کاملانِ شاہ خواندش

ترجمہ: ایک نے انھیں (سلوک کی) راہ کے واصلوں میں شامل کیا دوسرے نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندوں میں سے ہیں۔

منم کز جا ں رہِ ایثار پویم
دمے احمد محمد خلق گویم

ترجمہ: میں جو جان سے ایثار کی راہ طے کرتا ہوں انھیں احمد نفس اور محمد ﷺ کے اخلاق کا نمونہ کہتا ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام یہ خوشخبری سنا کر اور مسّرت انگیز باتیں کہہ کر نظر سے غائب ہو گئے چنانچہ جب سرفرازی کے مشرق سے نیک بخت کی صبح طلوع ہوئی اور افق کے لشکر نے کرنوں کی تلواریں کھینچیں آپ نے (قدوۃ الکبراؒ نے) کمر ہمت جان پر باندھی اور پکے ارادے کے مرکب پر سوار ہوئے ،تختِ سلطنت برادرِعزیز ارشد سلطان محمد کے سپرد فرمایا۔(بعد ازاں) اپنی پاکیزہ والدہ کی خدمت میں جو رابعہ ءعصر تھیں حاضر ہوئے ، اور(والدہ نے آپ کے لئے) دُعا کی اور فرمایا، اے بیٹے ! تیری ولادت سے قبل حضرت خواجہ احمد یسویؒ کی روحانیتِ پاک نے مجھے بشارت دی تھی کہ تجھے ایسا فرزند نصیب ہوگا کہ دنیا اس کے آفتابِ ولایت سے منور ہو جائے گی اور گمراہی کا عالم اس کے نورِہدایت سے پاک وصاف ہو جائے گا۔

قطعہ:

ترا پورے پدید آید چو خورشید
کہ از نورش بود آفاق روشن

گلے از بوستانِ تو شگو فہ
کہ از بویش بو در اطراف گلشن

ترجمہ: تیرا ایک بیٹا آفتاب کے مانند نمایاں ہوگا کہ اس کے نور سے دنیا روشن ہو جائے گی، تیرے باغ سے ایسا پھول کھلنے والا ہے جس کی خوشبو سے اطراف گلشن ہو جائیں گے۔

اب مجھے معلوم ہوا کہ وہ ہوا اپنے مخرج کی مدد سے چلنے لگی اور عہد و پیما ن کا پودا وفا کی زمین سے ابھرا تمھیں مبارک ہو، ہم نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور اپنے حقوق سے دست بردار ہوئے لیکن میری ایک وصیت ہے، جس پر تمھیں عمل کرنا ہوگا کہ جب تم دارالسلطنت سمنان سے نکلو تو سلطنت کے طور طریقوں اور حکومت کی شان اور دبدبے کے ساتھ نکلو تا کہ میں اس خیال میں رہوں کہ تم ملکوں کو فتح کرنے گئے ہو۔ چنانچہ والدہ مشفقہ کی نصیحت کے مطابق بارہ ہزار منتخب فوجیوں کے ساتھ جن میں دو ہزار ہتھیار بند سپاہی بھی شامل تھے جو جنگ، چوگان اور سیر وشکار میں شریک رہتے تھے، سب کو لے کر شہر سے نکلے۔ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ چند منزل آپ کے ساتھ رہے، چند نصیحتیں جو مناسب حال تھیں آپ کو کیں اور رخصت کیا۔ یہ چند اشعار اس وقت جب آپ اپنے راستے پر گامزن تھے، وجد و ذوق کے عالم میں پڑھے۔ غزل:

ترکِ دنیا گیر تا سلطاں شوی
محرمِ اسرار با جاناں شوی

ترجمہ: دنیا کو ترک کردے تو سلطان ہو جائے، محبوب کے ساتھ رازوں سے واقف ہو جائے۔

پا بہ تخت و تاج و سردر راہِ نہ
تا سزائے مملکت یزدا ں شوی

ترجمہ: تاج وتخت پر لات مار اور راستے پر چل کھڑا ہو تا کہ تو حق تعالیٰ کی مملکت میں رہنے کے لائق ہو جائے۔

چیست دنیا کہنۂ ویرانۂ
در رہِ آباد ایں ویراں شوی

ترجمہ: دنیا کیا ہے قدیم ویرانہ ہے کیا تو اس ویرانے میں آباد ہو جائے گا؟

تا بکے در دام دنیا ہائے بند
در ہوائے دانۂ پرا ں شوی

ترجمہ: کب تک دنیا کے جال میں گرفتار رہے گا اور دانے کی ہوس میں اڑتا رہے گا۔

دامِ فانی برگسل از پائے جاں
تا تو واصل باقی از سبحا ں شوی

ترجمہ: اپنی روح کی قوت سے اس فانی جال کو توڑ دے تا کہ تو سبحانِ باقی سے واصل ہو جائے۔

برگز ر از خواب و خور مردانہ وار
تا براہِ عشق چوں مردا ں شوی

ترجمہ: نینداور بھوک کے جھمیلے سے مردانہ وار گزر جا تا کہ عشق کی راہ میں اہلِ ہمت کے مانند ہو جائے۔

گرنہی پا برسرِ اور نگ و جاہ
تار کے چوں اشرف ِ سمناں شوی

ترجمہ: اگر تو تخت اور شان و شوکت کو لات مار دے تو یقیناً اشرف سمنانی کی طرح تارکِ دنیا ہو جائے گا۔

بارہ ہزار سپاہی اور ہتھیار بند نوجوان جو آپ کے ہمراہ تھے، تین منزل ساتھ رہے، بعد ازاں ہر ایک کو ہر منزل سے رخصت کیا۔ عبید نام کا ایک مصاحب تھا جو ہمیشہ خدمت میں رہتا تھا ہر چند آپ نے اسے رخصت کیا لیکن وہ آپ سے جدا نہ ہوتا تھا۔ بہت کوشش کر کے اسے رخصت دی، جس وقت اسے وداع کیا تو دونوں (جدائی کے غم سے) آہ و نالہ کرنے لگے۔

چو از ہم شد جدا دلدار جانی
روا ں از تن برآمد زندگانی
کنوں باید بہم خوشنود کردن
ہوا ے خویشتن پد رود کردن

ترجمہ: جب وہ دلدار جانی بھی جدا ہو گیا تو گو یا جسم سے روح نکل گئی۔ اب ایک دوسرے کو خوش کرنا چاہئے (اس کی صورت یہ ہے) کہ اپنی خواہش کو ہی رخصت کر دیا جائے۔

شہرِ بخارا میں آمد:

بعض مخلص ساتھی ماورالنہر تک ہمراہ رہے آپ نے سب کو رخصت کیا جب بخارا پہنچے تو وہاں کے دیوانے عقلمندوں (مجذوبوں) میں سے ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے قدوۃ الکبراؒ کے سرِ مبارک کو پکڑا اور اپنے سر سے اس قدر رگڑا کہ آپ کو کسی قدر بے ہوشی محسوس ہونے لگی جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو اس نے مشرق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا وہاں جلدی سے جا جب سمرقند پہنچے تو (اس وقت کے) شیخ الاسلام سے ملاقات کی۔ شیخ الاسلام نے جہانداری کے نور سے پہچان لیا اور خاطر تواضع کے آداب جیسے کہ ہونے چاہئیں بجا لائے، اس قیام سے آپ کی طبیعت مکدّر ہوئی کہ درویشوں کو ایسی ضیافتوں سے کیا لینا ہے۔

اوچہ شریف میں حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے ملاقات :

جب آپ سمرقند سے نکلے تو اس وقت دو خادم آپ کے ہمراہ تھے آپ نے فرمایا کہ سواری کے گھوڑوں سے بدنامی ہوگی دونوں خادموں کے گھوڑے ایک نادار کو دیدیے اور اپنا گھوڑا ابھی ایک فقیر کو ایثار کر دیا۔ قطعہ:

مجرّد رَوے را بجاے رساند
کہ از بودِ او ہیچ باوے نماند
کسے کو ہوا ئے رخِ یار کرد
ہمہ در سرِ راہ ایثار کرد

ترجمہ: وہ اکیلا جانے والا (سالک) مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے ساز و سامان میں سے کوئی چیز اس کے پاس نہ ہو۔ جس شخص نے منزلِ دوست کی آرزو کی اس نے سب کچھ راستے میں لٹا دیا۔

رات ایک گاؤں میں قیام کیا چونکہ پیدل سفر کیا تھا (تھک چکے تھے) نیند آ گئی۔ آدھی رات گزری تھی کہ آپ بیدار ہوئے اور خادم سوتے رہے، آپ کے دل میں خیال آیا کہ ان خادموں سے بھی جدا ہونا چاہئے۔ تا کہ مکمل تجرید[۱] حاصل ہو۔ قطعہ:

کسے کو صحبتِ دلدار خواہد
ز صحبت خویش ہم دل تنگ آید
گریز از صحبتِ خویش اندریں راہ
کہ پا از ہمر ہت برسنگ آید

ترجمہ: جو شخص محبوب کی صحبت کا طلب گار ہے وہ اپنی صحبت سے بھی تنگ آ جاتا ہے۔
اس راہ میں اپنی صحبت سے بھی گریز کر (اور اتنا بھاگ) کہ تیری رفاقت سے پیر (بھاگنے سے) معذور ہو جائیں۔

اس کے بعد آپ نے جذبہ عشق سے راستہ طے کیا اور اس شان سے مردانہ وار سفر کرتے تھے کہ راستے میں خار وخس گلاب اور سوسن دکھائی دیتے تھے۔ قطعہ:

براہِ عشق اگر در پا خلد خار
نباید از رہش پرہیز کردن

---

[۱] تجرید اور تفرید تصوف کی دو اصطلاحیں ہیں، تجرید یہ ہے کہ مخلوق اور دنیاوی تعلقات سے بےتعلق ہو جائے اور تفرید یہ ہے کہ اپنے آپ سے بےتعلق ہو جائے اور خودی کو مٹا دے۔ ملاحظہ فرمائیں "سرِ دلبراں" ص ۱۱۲

که از خارش بسے گل ہا شگوفد

قدم بر خار باید تیز کردن

ترجمہ: عشق کی راہ میں اگر پیر میں کانٹے چبھیں تو اس کی راہ میں چلنے سے رکنا نہیں چاہئے کیوں کہ اس راستے کے کانٹے سے بے اندازہ پھول کھلتے ہیں اس لئے کانٹوں پر تیز تیز چلنا چاہئے۔

(بہرحال سفر کرتے کرتے) آپ اوچہ شریف کے علاقے میں پہنچے (یہاں) حضرت مخدوم جہانیاں قدس سرّہ سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا، بہت مدّت کے بعد ایک سچّے طالب کی خوشبو سے دماغ معطر ہوا، اور بہت عرصے بعد سیادت کے گلزار کی نسیم چلی، اے فرزند! آپ نے مردانہ وار سفر کیا ہے مبارک ہو آگے بڑھو اور اس راہ میں قدم رکھو کہ بھائی علاؤالدین آپ کی آمد کے منتظر ہیں۔ خبردار! راستے میں کہیں رکنا نہیں۔ قطعہ:

قدم در راہ نہ زنہار زنہار

کہ یاراں رابود دو دیدہ بر راہ

اقامت در رہِ مقصود ہرگز

نباید کرد تا برسی بدرگاہ

ترجمہ: راستے میں قدم رکھ دے ہرگز ہرگز (تساہل نہ کر) کہ دوستوں کی آنکھیں راستے پر لگی ہوئی ہیں۔ مقصود کے راستے میں ہرگز (کسی جگہ) ٹھہرنا نہیں چاہئے تا کہ جلد (مقصود کی) بارگاہ میں پہنچ جائے۔

آپ کا دہلی اور بہار پہنچنا اور شرف الدین منیری کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا

جب (حضرت مخدوم جہانیاںؒ) سے رخصت ہوئے تو حضرت نے اپنے بعض مقامات آپ کو عطا فرمائے جیسا کہ شرح سلسلہ کے باب (لطیفے) میں بیان کیا گیا ہے، یہاں سے منزلیں اور مرحلے طے کرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ وہاں ایک جوان[۱] یوسف صورت اور صدیق سیرت تھے کہ ولایت اُن کے تابع تھی (ان سے ملاقات ہوئی) انہوں نے کہا، اے اشرف خوش آمدید! آپ راستے میں (کہیں) نہ ٹھہرنا کہ میرے بھائی علاؤالدین آپ کے انتظار میں ہیں۔ چنانچہ آپ دارالملک دہلی سے روانہ ہوئے اور بہار کے علاقے میں وارد ہوئے، یہاں حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ قریب المرگ تھے۔ انہوں نے اپنے مریدوں کو وصیت کی تھی کہ کوئی شخص میری نمازِ جنازہ نہ پڑھے کہ ایک صحیح النسب سیّد، تارکِ

۱ آپ غالبًا سید یوسف ابن سید جمال الحسینی ہوں گے ایک فوجی کی حیثیت سے آپ ملتان سے دہلی آئے سلطان نے آپ کی بزرگی اور علمی کارناموں کے پیشِ نظر اپنے تعمیر کردہ مدرسے میں مدرس مقرر کردیا۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ۷۹۰ھ میں وفات ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں، اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صص ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ قیاس ہے کہ قدوۃ الکبراؒ ۷۳۴ھ یا ۷۳۵ھ میں دہلی تشریف لائے جب آپ کی عمر شریف ۲۷ یا ۲۸ سال ہوگی۔ ۲۵ سال کی عمر میں تختِ سلطنت چھوڑ کر ہندوستان روانہ ہوئے۔ ملاحظہ فرمائیں، تصوف، حصہ اوّل، ص ۱۳۵

سلطنت (بادشاہ) اور سات قراتوں کا حافظ راستے میں ہے وہ نماز پڑھائے گا۔ چنانچہ وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین کر کے انتظار کر رہے تھے جب ذرا سی دیر ظاہر ہوئی تو[۱] شیخ جُلاّئی شہر سے باہر آئے ، اسی فکر میں تھے کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ حیران و پریشان شہر میں داخل ہوئے ، شیخ جلاّئی نے نورِ عقل سے پہچان لیا اور دریافت کیا کہ آپ سیّد ہیں آپ نے انکساری سے کہا جی ہاں پھر اسی طرح کی دوسری نشانیوں کے بارے میں بھی دریافت کیا (جو حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے وصیت میں بیان کی تھیں) سب درست نکلیں ۔ آپ تشریف لائے اور شیخ شرف الدینؒ کے اصحاب سے ملاقات کی ، سب نے اتفاق کر کے میت کی وصیت کے بموجب آپ سے نمازِ جنازہ کی امامت کے لئے کہا پہلے آپ نے انکسار سے کام لیا آخر آپ کو امام کی جگہ لے گئے ۔

چو پیشے دانشتند از لطف پیشیں
ز یارا نِ دگر ہم پیش بردند

ترجمہ: چونکہ انہوں نے پہلے ہی لطف سے آگے رکھا تھا (اس لئے) دوسرے یاروں سے بھی آگے لے گئے ۔

جب نمازِ جنازہ ادا کر چکے اور میّت کو قبر میں رکھا ، حضرت قدوۃ الکبراؒ کے دل میں اس وہم کے ساتھ یہ خیال گزرا کہ میرے مخدوم حضرت کو سفرِ آخرت پیش آ گیا ہے کیوں کہ آپ نے اس ولایت کو ولایتِ بنگال کا حصہ خیال فرمایا ۔ اسی حالتِ وہم میں شیخ شرف الدینؒ کی روحانیت پاک نمودار ہوئی اور فرمایا ، بیٹے اشرف آپ خاطر جمع رکھیں کہ آپ کے شیخ اقبال و سعادت کے ساتھ اب بھی مسندِ ارشاد و ہدایت پر تشریف فرما ہیں ۔ ابیات :

(۱) نشستہ بر سرِ او رنگِ اقبال
جہا ں گیر د بہ تیغِ وجد و احوال
(۲) ز روئے تربیت آں ضیغمِ غاب
گرفتہ سر بسر اقلیمِ اصحاب
(۳) بہ ہمت پائے سر در راہ آور
کہ دارد بہرِ تو صد چشم بر در

ترجمہ: (۱) وہ کامرانی کے تخت پر بیٹھے ہوئے دنیا کو وجد و احوال کی تلوار سے فتح کرتے ہیں۔
(۲) اس کچھار کے شیر نے تربیت کے پیشِ نظر اصحاب کا ملک اپنے تصرف میں لیا ہے۔

---

[۱] شیخ جُلاّئی : مطبوعہ نسخے میں آپ کے نام کا تلفظ اور املا ''شیخ جُلاّئی'' دیا گیا ہے لیکن حضرت شیخ ہاشم رضا مدظلہ کے مملوکہ خطی نسخے میں اس کا املا ''شیخ جلہائی'' ہے ۔ احقر مترجم نے چونکہ مطبوعہ نسخے کو ترجمے کی بنیاد بنایا ہے یہاں بھی تلفظ اور املا میں اسی کی پیروی کی ہے ، شیخ جُلاّئی کے مزید حالات کسی ماخذ سے معلوم نہ ہو سکے ۔ مترجم معذرت خواہ ہے ۔

(۳) تو بھی ہمت کا پاؤں (اس کے) راستے میں ڈال دے کہ وہ بہت ہی شدت سے تیرے انتظار میں ہے۔
حضرت قدوۃ الکبراؒ کو (اس انکشاف سے) تسلّی ہوگئی کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ شرف الدینؒ کا دستِ مبارک قبر سے نکلا مریدین کو بڑی حیرت ہوئی انھیں (اس عجیب واقعہ کا) سبب قطعی طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ مریدوں نے ایک دوسرے سے دریافت کیا لیکن ایک شخص بھی (ہاتھ باہر آنے کا) سبب نہ بتا سکا جب حضرت قدوۃ الکبراؒ کی باری آئی تو (شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے) اصحاب نے عرض کیا کہ ہم مریدوں میں سے کوئی بھی اس راز کو نہ جان سکا شاید آپ کو اس کا صحیح علم ہو۔ آپ نے فرمایا، آپ کے حضرت شیخ کو جو ٹوپی مردانِ غیب سے ملی تھی اس کے بارے میں انہوں نے وصیت کی تھی کہ اسے میرے ساتھ ہی قبر میں دفنا دیا جائے غالباً آپ حضرات اس وصیت پر عمل کرنا بھول گئے۔ اب شیخؒ وہ کلاہ طلب کر رہے ہیں تمام اصحاب نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہیں اسی وقت جا کر ٹوپی لائے اور شیخؒ کے دستِ مبارک میں دے دی جونہی ٹوپی ملی شیخؒ نے اپنا ہاتھ قبر میں کھینچ لیا۔ بیت:

چو تاجِ سلطنت بر سر کشیدہ
بترکِ خویش دست از خوا ں کشیدہ

ترجمہ: جب سلطنت کا تاج سر پر رکھا، خود کو ترک کیا (اور) دسترخوان سے ہاتھ کھینچ لیا۔
رات ہوئی تو آپ نے مقبرے ہی میں رات بسر کی شیخؒ کی روحانیت ظاہر ہوئی اپنے مکتوبات پڑھنے کا حکم دیا اور عنایت فرماتے ہوئے اپنی گدڑی آپ کے سپرد فرمائی جب صبح سعادت نمودار ہوئی اور آسمان نے رات کی نیلی گدڑی کو چاک کر دیا تو قدوۃ الکبراؒ نے شیخؒ کی گدڑی طلب کی اصحاب نے گدڑی دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہاں حد سے تجاوز کرنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ شیخؒ کی گدڑی کو شیخؒ کی قبر پر رکھ دیں جس کسی کے نصیب میں ہوگی اس کے ہاتھ میں آ جائے گی۔ بیت:

کسے را کو بود آ ں تاج بر سر
نصیبِ او بود ایں خرقہ در بر

ترجمہ: جس کسی کے سر پر وہ تاج ہے یہ گدڑی بھی اسی کے نصیب کی ہے۔
ہر شخص نے اس تجویز پر آفرین کہی اور گدڑی کو قبر پر رکھ دیا تمام نے باری باری اپنا ہاتھ پھیلایا کسی کے ہاتھ میں نہ آئی جب سب نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے تو آپ نے ہاتھ پھیلایا۔ بیت:

کسے کش بر سر است از تاجِ اقبال
بقدِّ او برآید خرقۂ حال

ترجمہ: وہ شخص جس کے سر پر کامرانی کا تاج ہے اسی کے قد پر خرقۂ حال راست آتا ہے۔

اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اس گدڑی کو پھول کی مانند اٹھالیا سر پر رکھا، جب آپ نے خرقہ پہنا تو آپ پر عجیب طرح کا حال طاری ہوا کچھ دیر سر نیچے کئے بیٹھے رہے یہ شعر زبان پر لائے اور وہاں سے روانہ ہوئے۔

مرا برسر چو بود از لطف افسر
برآمد راست مارا خرقہ در بر

ترجمہ: جب ان کی عنایت سے میرے سر پر تاجِ شاہی تھا تو اب یہ خرقہ بھی ہمارے جسم پر راست آئے گا۔

آپ کا حضرت مخدومؒ کی خدمت میں بندور[1] پہنچنا، بیعت کرنا اور جہانگیر کا خطاب پانا:

آپ حضرت مخدومؒ کی خدمت میں نہ ابھی تک حاضر ہوئے تھے نہ قربِ عظیم حاصل ہوا تھا کہ آپ نے اپنی مجلس میں لوگوں کو خوش خبری سنائی کہ ہم نے جس ہستی کے لئے دو سال تک انتظار کیا ہے اور ملاقات کے لئے راہ دیکھتے رہے ہیں (اس کی زیارت) عنقریب حاصل ہوگی:

(۱) بشارت می دہند از عالمِ غیب
مرا ہر دم بگوشِ سر ز الہام
(۲) کہ آں موعود دولت بر درِ تو
رسد امروز فرد اے بہ ہنگام[2]
(۳) امانت می سپارند بر تو زنہار
برآور کامِ او از دل سر انجام

ترجمہ: (۱) میں سر کے کانوں سے سنتا ہوں وہ مجھے ہر دم عالم غیب سے از راہِ الہام خوش خبری دیتے ہیں۔
(۲) کہ وہ دولت جس کا وعدہ کیا گیا ہے آج یا کل اپنے وقت پر تیرے دروازے پر پہنچے گی۔
(۳) تجھے امانت سپرد کرتے تو، تو بھی تہہ دل سے اس کے مقصد کو پورا کر۔

آپ نے اپنے احباب اور اصحاب سے یہ بات مکرر کہی تھی اور حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام نے حضرت مخدومیؒ کو ستّر بار میری حاضری کی بشارت دی تھی، (حضرتؒ کو) حضرت قدوۃ الکبراؒ سے ملاقات کا شوق اس درجے غالب تھا کہ قلم

---

[1] بندور پرانا نام تھا اب اس بندور کو پنڈوہ شریف کہتے ہیں۔

[2] مطبوعہ نسخے میں دوسرے شعر کا دوسرا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ "بسر امروز وفردامی بہنگام" ظاہر ہے کہ سہو کتابت کے باعث مصرع بے معنی ہو گیا ہے۔ یہاں ترجمے کے متن میں قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

سے اس کی شرح لکھنا ناممکن ہے۔ قطعہ:

کسے کو را بود اقبال یاور
بود معشوق چوں عاشق طلب گار
بلے معشوق تا عاشق نہ باشد
بسر ناید ز عاشق ہیچ درکار

ترجمہ: جس کسی کا اقبال مددگار ہو جاتا ہے تو (اس کا) معشوق طلب گار عاشق کے مانند ہو جاتا ہے۔ بے شک جب تک معشوق (عاشق کا) عاشق نہ ہو جائے، عاشق سے (عاشقی کا) کوئی کام سرانجام نہیں دیتا۔

منقول ہے کہ حضرت مخدومیؒ قیلولے میں تھے کہ یکا یک نیند سے جاگ اٹھے اور اچانک باہر آ گئے کہ دوست کی خوشبو آ رہی ہے شاید آ پہنچا۔ قطعہ:

ز بوئے یار خوش حالم چو یعقوبؑ
مگر آں یوسفِ ثانی رسیدہ
بشوقِ دیدنِ آں نورِ دیدہ
چو اشک از مردمے بیروں دویدہ

ترجمہ: دوست کی خوشبو سے میں مثلِ یعقوبؑ خوش حال ہوں، شاید وہ یوسفِ ثانی آن پہنچا۔ اس نورِ نظر کو دیکھنے کے شوق میں آنکھ سے ڈھلکنے والے آنسو کی مانند باہر دوڑنے لگا۔

اپنی ڈولی اور اس ڈولی کو جو آپ نے (حضرت مخدومیؒ نے) حضرت اخی سراج الدین سے پائی تھی اور جسے بنگالی زبان میں سنگھاسن کہتے ہیں ساتھ لی اور باہر آئے، جیسے ہی آپ باہر آئے آپ کے چھوٹے بڑے اصحاب پیدل اور سوار باہر نکل آئے۔ شہر سے باہر تقریباً ایک کوس چلے سارے شہر میں شور مچ گیا اور پکار ہوئی کہ صاحبِ مقام حضرت کسی عزیز کے استقبال کے لئے جاتے ہیں اس وجہ سے لوگوں کی حیرت انگیز کثرت اور بھیڑ نظر آتی ہے۔ قطعہ:

مگر یوسف رسید از مصرِ سمنان
کہ مرد و زن بہم از ہم برآمد
چرا درہم نہ افتد شور و غوغا
کہ آں اقبالِ غیبی بردرآمد

ترجمہ: شاید سمنان کے مصر سے یوسف آئے ہیں (جن کو دیکھنے کے لئے) مردوں اور عورتوں کا ہجوم نکل کھڑا ہے۔ آخر کس لئے شوروغوغا نہ ہو کہ اقبالِ غیبی (از خود) دروازے پر پہنچ گیا۔

حضرت مخدومیؒ اپنے تمام اصحاب کے ساتھ سینبھل کے درخت کے سایے میں تشریف فرما ہوئے کہ یکا یک مسافروں کا قافلہ نمودار ہوا۔ ایک خادم اُن مسافروں کے پاس بھیجا اور دریافت کیا حضرت مخدومیؒ کو یہ خبر پہنچائی گئی ہے کہ اشرف سمنانی نام (کا مسافر) نورانہ انداز سے آیا ہے ۔ یہ کلمات سنتے ہی وہ خوش ہو گئے اور چند قدم آگے چلے، دونوں جانب سے دو دلوں کا انجذاب ہوا حضرت قدوۃ الکبراؒ دوڑ کر آگے بڑھے اور شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا ۔ شیخؒ نے آپ کے سر کو پیروں سے نکالا اور بغل گیر ہوئے ، کچھ دیر اپنے سینے سے لپٹائے رہے اس کے بعد ترتیب سے حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اصحاب کے بارے میں دریافت فرمایا (خیریت معلوم کی) خیریت معلوم کرنے سے فارغ ہوئے تو ادب سے دوزانو تشریف فرما ہوئے ۔ یہ بیت ارشاد ہوا۔ بیت :

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے
بہ امیدے رسد امید وارے

ترجمہ: کس قدر خوشی کی بات ہے کہ انتظار کے بعد ایک امیدوار اپنا مقصد حاصل کر لے۔

حضرت مخدومیؒ نے فرمایا ۔ فرزند اشرف ! کیا اعیانِ ثابتہ کا فراق کافی نہیں تھا جو ظاہری فراق برداشت کیا جاتا ۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے سر جھکا لیا اور عرض کیا۔ قطعہ:

فراق از خویشتن نبود ارادت
چو رفت از دست می باید کشیدن

ترجمہ: دوزانو ادب سے بیٹھنا حضرت قدوۃ الکبر کے لیے ہے۔ اپنے آپ سے جدائی ارادہ نہیں ہوتا، اگر ہاتھ سے نکل جائے تو کھینچنا چاہیے۔

زیارت از سکندر بود مارا
ہوائے آب حیوانی چشیدن

ترجمہ: مجھے تو آب حیات پینے کی آرزو سکندر سے زیادہ تھی۔

چو ذرّہ در ہوا ے روئے خورشید
بسر کردیم از بہرِ رسیدن

ترجمہ: آفتاب کا چہرہ دیکھنے کی آرزو میں ذرّے کی طرح میں نے یہاں حاضری کے لئے مہ وسال گزارے ہیں ۔

توانی زندہ کردن مردۂ را
کہ جاں درجسم بے جاں بر دمیدن

ترجمہ: آپ کے لئے مردے کو زندہ کرنا ممکن ہے آپ بے جان جسم میں جان بالیدہ کر سکتے ہیں۔

تن ِ بے جاں بعیسیٰ دم رسیدہ
بعیسیٰ دم بدم تا دم رسیدن

ترجمہ: بے جان جسم عیسیٰ نفس کے پاس پہنچ گیا ہے تا کہ عیسیٰ کے سانس سے اس میں دم بدم سانس آ جائے۔

حضرت مخدومیؒ نے فرمایا کہ اے فرزند! جس روز سے تم منزل سے (سمنان سے) سفر کے لئے نکلے ہو میں منزل بہ منزل تم پر متوجہ رہا ہوں اور ملاقات کی راہ کی جستجو کرتا رہا ہوں۔ الحمدللہ کہ غیب معائنے تک پہنچا اور مجاہدے نے مشاہدے کی صورت اختیار کی۔

مثنوی:

ازاں روزے کہ پا بر رہ نہادند
درے از وصل ِ تو برمن کشادند

ترجمہ: جس روز سے کہ (حق تعالیٰ نے تمھارے) قدم کو اس راستے پر ڈالا تمھارے وصل کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔

بہر منزل کہ کردی سیر چوں ماہ
ز مہرِ تو بمن کردند آگاہ

ترجمہ: تم جس جس منزل کو چاند کی طرح طے کرتے رہے، (حق تعالیٰ نے) تمھارے شوق سے مجھے آگاہ کر دیا۔

کنوں از انجذابِ درمیانم
حجاب ِ بعد را از ہم درانم

ترجمہ: اب جب کہ میں باہمی کشش کے درمیان ہوں، دوری کے پردے چاک کر دیتا ہوں۔

فراقِ ہمہ گرتا رخت بربست
بیزمِ عیش باہم وصل بنشست

ترجمہ: ایک دوسرے کے فراق نے رختِ سفر باندھ لیا (فراق رخصت ہوا) اب محفلِ عیش میں وصل اپنی جگہ آ بیٹھا ہے۔

زفقداں رفتۂ وقت ِ وجود ست
زغیبت رفتہ ہنگامِ شہودست

ترجمہ: تم گم گشتگی (کے دور) سے نکل چکے ہو اب مطلوب پانے کا وقت ہے۔ پہلے تجلیّات پردے میں تھیں، اب ان کے مشاہدے کا وقت ہے۔

(حضرت مخدومیؒ نے) فرمایا، بیٹے اشرف آپ میری ڈولی میں سوار ہوں قدوۃ الکبراؒ نے بہت کچھ انکسار کیا کہ (ایک

ہی سواری پر) غلام بھی سوار اور آقا بھی سوار (یہ کیسے ہوسکتا ہے)۔ ابیات:

چہ حدّ ِ برَد ۂ نو بردہ باشد
کہ با صاحب ،قدم آوردہ باشد

ترجمہ: نوخرید غلام کی یہ مجال کیسے ہوسکتی ہے کہ وہ آقا کے ساتھ ساتھ چلے۔

نہ زیبد بندہ را از راہِ ایثار
کہ گیرد جز رضا ئے خواجہ درکار

ترجمہ: غلام کو بر بنائے ایثار یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ آقا کی خوشنودی کے سوا کچھ اور کرے۔

نشانِ بندۂ آزاد آنست
کہ سر در زیرِ پائے خواجگا نست

ترجمہ: آزاد بندے کی پہچان یہ ہے کہ اس کا سر آقاؤں کے پیر کے نیچے ہوتا ہے۔

(قدوۃ الکبراؒ نے) بر بنائے ارادت بہت معذرت کی بالآخر (ڈولی میں) سوار ہوگئے اور قدوۃ العارفینؒ کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ روح کو تازہ رکھنے والی راحت پہنچانے والی منزل تک آ پہنچے۔ جیسے ہی عالم پناہ کی خانقاہ کی بارگاہ پر نظر پڑی بے اختیار ڈولی سے اتر گئے اور ولایت مآب کی بارگاہ پر سر رکھ دیا۔ غزل:

ما بر جناب دولت ِسر بر نہادہ ایم
رخت ِوجود بر سرایں در کشادہ ایم

ترجمہ: ہم نے اس بارگاہ پر سر بلندی کی دولت رکھ دی ہے وجود کے سامانِ سفر کو اس آستانے پر کھول دیا ہے (یہیں بسیرا کریں گے)۔

ظلمات ِ راہ گر چہ بریدیم عاقبت
تشنہ بر آبِ چشمۂ حیوا ں فتادہ ایم

ترجمہ: اگر چہ ہم راستے کی ظلمتوں کو قطع کر چکے (لیکن) چشمۂ حیواں کے پانی پر پیاسے پڑے ہوئے ہیں۔

بر شاہراہِ فقر نہادیم رُخ ولے
بر عرصۂ حریم چو فرزیں پیادہ ایم

ترجمہ: ہم نے فقر کی شاہراہ پر رُخ کرلیا ہے لیکن عزت وحرمت کی بساط پر (شطرنج کے مہرے) وزیر کی مانند پیادہ ہیں۔

سر بر حریمِ حضرتِ عالی نہادہ رو
بر روئے تو کشادہ و بر در ستادہ ایم

ترجمہ: ہم نے اپنا سر آپ کی عزت وحرمت والی بلند بارگاہ پر رکھ دیا ہے۔ اپنا چہرہ آپ کے چہرے کی طرف کرلیا ہے اوردر پر کھڑے ہیں۔

اے برحریمِ عرش جنابِ تو بارِ سر
ما بر نہادہ ایم چہ سر تر نہادہ ایم

ترجمہ: آپ کی عرش بارگاہ حریم پر ہم نے اپنا بارِسر رکھ دیا ہے اورکس قدر بلند مقام پر رکھا ہے۔

دارم امیدِ مقصدِ عالی زدرگہت
چوں درد یارِ غربت ازیں ہم زیادہ ایم

ترجمہ: ہم آپ کی درگاہ سے بلند مقصد کے امیدوار ہیں۔ ہم اجنبی ملک میں اس سے بھی زیادہ (عنایت کے لائق) ہیں۔

اشرف مسِ وجودِ خود آور د بہر زر
از دولتِ حکیم بہ اکسیر دادہ ایم

ترجمہ: اشرف اپنے وجود کا تانبا سونا بنانے کے لئے لایا ہے ہم نے حکیم کے اقبال سے خود کو اکسیر کے حوالے کر دیا ہے۔

حضرت (قدوۃ الکبراؒ) نے آستانے پر سر رکھ کر یہ اشعار تخلیق فرمائے اور حضرت مخدومیؒ کی خدمت میں پیش کئے، حضرتؒ نے سننے کی رضامندی کے ساتھ پوری توجہ سے اشعار سنے، دوبارہ بغل گیر ہوئے (اس مرتبہ یہ اثر ہوا کہ) تمام مقاصد، آرزوؤں اور حاجتوں سے الگ کردیا اور اُن کی گود میں مقصد اور مشاہدے کا پانی بکھیر کر ایک ساعت میں بے کنارکردیا۔شعر:

بہ یک نفس کہ نگارم مرا کنار گرفت
دلم زہر دو جہاں رستہ و کنار گرفت

ترجمہ: میرے محبوب نے مجھے ایک لمحہ اپنی بغل میں لیا۔ میرا دل دونوں جہانوں سے آزاد اورالگ ہوگیا۔

زبادِ ذوقِ تو خاکِ مرا کہ نار گرفت
ز آبِ وصل نگارم زدوکنار گرفت

ترجمہ: تیرے ذوق کی ہوا سے میری خاک کوآگ نے پکڑلیا میرے محبوب نے آبِ وصل سے مجھے بچالیا۔

(حضرت مخدومیؒ) جب بغل گیر ہونے سے فارغ ہوئے تو قدوۃ الکبراؒ کو خانقاہ میں لے گئے اور اپنے پہلو میں جگہ عنایت فرمائی۔ عبداللہ خادمِ خاص کو حکم دیا کہ دسترخوان بچھائیں، پانی پلانے والے پانی لے آئے اور حضرت مخدومیؒ کے ہاتھ دھلائے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بیٹے دونوں جہان کے مقاصد سے ہاتھ دھوئیں تا کہ وصلِ دوست کا دسترخوان حاصل ہو۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے انکسار کے ساتھ کہا کہ پہلے ہم نے اپنے وجود سے ہاتھ دھولیا ہے تب وصال کے فرش پر بیٹھے ہیں۔ ابیات:

تا نشوید دست کس از روزگار
کے نشیند بر سرِ خوانِ نگار

ترجمہ: جب تک کوئی شخص دنیا سے ہاتھ نہیں دھولیتا وہ محبوب کے خوانِ رزق پر کب بیٹھ سکتا ہے۔

دستِ خود راشستہ ام از خویشتن
تا شوم بر خوانِ وصل از خویشتن

ترجمہ: میں نے اپنی ہستی سے ہاتھ دھولیا ہے تا کہ خوانِ وصل پر خود موجود ہوسکوں۔

وہ لوگ جنھیں حضرت مخدومیؒ کی مجلس میں حاضری کی اجازت تھی انہوں نے بھی ہاتھ دھوئے اور انواع و اقسام کے کھانے پیش کئے گئے پہلے چار لقمے حضرت قدوۃ الکبراؒ کو اپنے ہاتھ سے کھلائے آپ نے نہایت تعظیم سے کھائے۔ لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی (کہ اس سے قبل) اپنا ہو یا بے گانہ کسی شخص کو اس قدر سرفراز نہیں فرمایا۔

لطفِ جاناں گر بود از حد بروں
در حریمِ وصل خود دارد دروں

ترجمہ: اگر محبوب کا لطف حد سے سوا ہو جائے تو اپنے حریمِ وصل میں (طالب کو) خلوت گاہ میں لاتا ہے۔

حاضرینِ مجلس کھانے میں مشغول تھے اور حضرت قدوۃ الکبراؒ دل آرام کے چہرے کا نظارہ کر رہے تھے۔ رباعی:

تشنہ گر بر چشمہء حیواں رسد
درکشد در دم نہ دم اندر کشد
تفتہء دیدار ہر دم تشنہ است
گرچہ آب ہفت دریا بر کشد

ترجمہ: اگر کوئی پیاسا چشمہء حیواں پر پہنچ جائے (تو حیرت سے) اس کی اوپر کی سانس اوپر نیچے کی سانس نیچے رہ جاتی ہے۔ محبوب کے دیدار کا جلا ہوا ہر دم پیاسا رہتا ہے اگرچہ وہ سات سمندروں کا پانی پی جائے۔

سب نے مل جل کر تھوڑا سا کھانا کھایا آخر میں اچھی طرح پکائے ہوئے چاول جنھیں ٹھنڈے پانی میں رکھ کر ٹھنڈا کیا

گیا تھا اور جسے وہاں کے لوگوں کی زبان میں ''پن بھتہ'' کہتے ہیں لایا گیا۔حضرت قدوۃ الکبراؒ کے سامنے برتن کھینچا اور فرمایا ، بیٹے اس سیراب چاول میں سے کچھ کھاؤ کہ وادیِ طلب اور دشتِ رنج کے پیاسوں کو اس سے سیرابی اور یقین و وجدان کی ٹھنڈک حاصل ہوگی ۔ قطعہ:

شربت از دستِ نگارِ سیم بر
تشنگا ں را میدہد بر دالیقیں
تشنۂ آب وصالِ یار را
آب ِ رویت می دہد بر دل یقیں

ترجمہ: سیمیں تن محبوب کے ہاتھ سے شربت پینا پیاسوں کو یقین کی ٹھنڈک عطا کرتا ہے۔
وہ جو دوست کے آبِ وصال کے پیاسے ہیں ان کے دل میں دوست کے چہرے کی آب یقین پیدا کرتی ہے ۔

جب کھانے سے فارغ ہوئے تو تمام ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے پان کے بیڑے لائے گئے ہر ایک صاحب کو عطا کیا اور وہ بیڑ ہ جو حضرت مخدومیؒ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے اسے تمام تر لطف و دلنوازی کے انداز میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کو کھلایا حتیٰ کہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے پان کے چار بیڑے کھلائے جب اس درجے کی عنایت تھی تو کیوں نہ کھاتے ۔ قطعہ:

برگِ وصل از دستِ رنگین یا رخورد
جاں سپاری کردہ از دلدار خورد
چوں نہ بیند یار در بر ہمچو گل
ہر کہ در پا خار ہا بسیار خورد

ترجمہ: دوست کے رنگین ہاتھ سے برگِ وصل کھایا دلدار سے جاں سپاری کرتے ہوئے کھایا۔وہ شخص یار کو بغل میں پھول کی مانند کیوں نہ دیکھے جس کے پیر میں بے شمار کانٹے لگے ہوں ۔

جب کھانے اور پان سے فارغ ہوئے تو ارادت (مرید ہونے) کا حکم دیا خدام قدموں کی طرف ہوگئے مرید بنانے کا جو طریقہ رائج تھا اسی طرح مرید بنایا اپنے ہاتھ سے اپنے سر کی ٹوپی آپ کے سر پر رکھی حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فی البدیہہ یہ قطعہ پڑھا۔ قطعہ:

نہادہ تاجِ دولت بر سرِمن
علاء الحق والدیں گنجِ نابات

ترجمہ: علاء الحق والدین گنج نبات نے میرے سر پر تاجِ دولت رکھا۔

زہے پیرے کہ ترک از سلطنت داد
بر آور دہ مرا از چاہِ آفات

ترجمہ: خوشا وہ پیر جس نے سلطنت سے رہائی دی اور مجھے مصیبتوں کے کنویں سے باہر نکالا۔

جب ارادت کے تمام احکام بجا لائے لوگوں نے مبارک باد دی مولانا علی نے جو خاص فضلا اور خلفاء میں سے ایک تھے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے۔ بیت:

مریدِ عشق را از پیر ا رشاد
جہاں آمد مبارک باد کردہ
در آوردہ بسر قیدِ ارادت
ز بندِ روزگار آزاد کردہ

ترجمہ: مریدِ عشق کو پیر سے ہدایت ملی اہلِ عالم مبارک دینے کے لئے آئے۔شروع ہی سے ارادت کی قید میں لایا گیا اور دنیا کی فکر سے آزاد کر دیا۔

جب ارادت کی شرط پوری ہوگئی حضرت مخدومیؒ قدوۃ الکبرا کو حجرے میں لے گئے دونوں ایک پہر حجرے میں ایک ساتھ رہے رازِ حقیقت اور سنتّ نبوی ﷺ کے موتی سر پر چھڑکے۔ قطعہ:

درونِ خلوتِ اسرار بردہ
کشادہ در بروئے صادقِ خویش
ز اوّل تا بآخر ہر چہ باید
نثارے کردہ اندر واثق خویش

ترجمہ: (پھر) خلوتِ راز میں لے گئے اور اپنے عاشقِ صادق پر (اسرار کا) دروازہ کھول دیا۔ابتدا سے انتہا تک (سارے راز) جو راہِ سلوک میں پیش آتے ہیں اپنے مریدِ راسخ پر نثار کر دیئے۔

حضرت مخدومیؒ حجرے سے نکل آئے اور آپ کو حجرے کے اندر چھوڑ دیا ایک ساعت کے بعد پھر خود حجرے میں تشریف لے گئے وہاں آپ کو عجیب حالت میں پایا۔ قطعہ:

مے از خمِ وحدت را بیک بار
کشیدہ در زماں از دستِ ساقی
بیار از خود حسابِ خویش برداشت
شدہ واصل نماند ہیچ باقی

ترجمہ: وحدت کے خم کی شراب ساقی سے لے کر ایک ہی سانس میں پی لی ۔دوست سے اپنا معاملہ خود ہی طے کرلیا (حساب) واصل ہوا کچھ باقی نہ رہا۔

حضرت مخدومیؒ قدوۃ الکبراؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر لائے چہرہ آفتاب کی طرح درخشاں تھا۔ قطعہ:

درخشاں بر رخش نورِ ولایت
برآمد از دروں چوں آفتابے
بہ رو بر روشنی لمعات ِ اسرار
چو مہرِ نزہت آمد از سحابے

ترجمہ: نورِولایت آپ کے چہرے پر درخشاں تھا آپ آفتاب کے مانند حجرے سے برآمد ہوئے ۔اسرار کی شعاعوں کی روشنی سے روئے مبارک کی یہ کیفیت تھی جیسے پاکیزگی کا سورج بدلی سے نکلا ہو۔

حضرت مخدومیؒ نے حضرت قدوۃالکبراؒ کو اپنے پہلو میں جگہ دی اور خود حرم سرا میں داخل ہوئے جو کچھ مشائخ کے تبرّکات میں سے خرقہ اور برتن وغیرہ تھے ، دستِ مبارک میں لئے ہوئے باہرتشریف لائے اپنے اصحاب کوخواہ خورد تھے یا بزرگ سب کواپنے سامنے بلایا اورفرمایا ! صاحبو جان لو اور آگاہ ہوجاؤ کہ (ہمارے) مشائخ کی یہ امانت جو ہم سالہا سال سے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے اب ان کا مستحق آ گیا ہے اس کو سپرد کرتے ہیں اصحاب نے عرض کیا کہ اس معاملے کو مخدومیؒ خوب جانتے ہیں ۔ قطعہ:

چہ می پُرسی تو زیں اسرار مارا
کہ بتو اند دریں معنی جحیدن
ببازار جہا ں گو ہر شناسی
زسنگ اندازی و گوہر گزیدن

ترجمہ: آپ ہم سے اس بھید سے متعلق کیا دریافت فرماتے ہیں کون ہے جواس باب میں دانستہ انکار کر سکے۔ دنیا کے بازار میں صرف آپ ہی گوہرشناس ہیں۔آپ (بے قیمت) پتھر پھینک دیتے ہیں اور گوہرقبول کر لیتے ہیں ۔

سلطان المشائخؒ کا وہ خرقہ جوحضرت اخی سراجؒ کو ملاتھا اور اُن سے حضرت مخدومیؒ نے پایا تھا وہ آپ نے قدوۃ الکبراؒ کو عنایت فرمایا ، اس کے علاوہ دیگر مشا نہ تبرکات بھی آپ نے عطا فرمائے جن کوایک عرصہ بعد آپ نے ایک فقیر پر ایثار کر دیئے ، جیسا کہ ذکرِ خرقہ میں بیان ہو چکاہے اس سلسلے میں بعض حضرات نے گفتگو کی ،حضرت قدوۃ الکبراؒ نے ان کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا۔قطعہ:

لباس رابطہء نعمت است از درویش
نہ عین نعمت کور ا برند ہر سوئے
چو باغباں کہ گل از باغ بہر بوئے دہد
چو رفت بوئے فگند ند گل بہر کوئے

ترجمہ: درویش سے جولباس ملتا ہے وہ نعمت کے درمیان رابطہ ہے نہ کہ عین نعمت ہے جس کی ہر طرف نمایش کی جائے۔
جس طرح باغبان جو باغ کے پھول خوشبو کے لئے دیتا ہے جب پھول باغ سے نکلے تو گلی گلی خوشبو بکھیر دیتے ہیں۔
لیکن ہر خرقہ پوشی کی یہ عزتِ شان نہیں ہے جو اس خرقے کے دینے والے اور لینے والے کی ہونی چاہئے۔ قطعہ:

ایں گل آں گل نیست کو را ہر کسے
بوید ش آں باغبانے دیگر است
زیں گلستاں نیست ہر کس گل ستا ں
کیں گلستاں را نشانے دیگر است

ترجمہ: یہ پھول وہ پھول نہیں ہے جسے ہر شخص خوشبو دے سکے وہ باغبان کوئی اور ہے۔ نہ یہ باغ ایسا باغ ہے کہ ہر پھول چننے والا پھول چنے کیوں کہ اس باغ کا پتہ نشان دوسرا ہے۔

جب مشائخ کے تبرکات اور مختلف طرح کے مستقل واقعات سے بہرہ مند ہو چکے تو شیخ کی خدمت کا طریقہ اختیار کیا حضرت قدوۃ الکبریٰؒ شیخ کی خدمت میں بارہ سال رہے اول مرتبہ میں جب پے در پے خدمت میں حاضر ہوتے کسی خدمت کے لئے عرض کرتے اور ہر چند اصرار کرتے ، شیخ نے آپ کو اپنی کسی خدمت پر مامور نہ کیا۔ (کبھی کبھی) اتفاقاً فرماتے۔ فرزند اشرف! ہم آپ کو کس خدمت پر مامور کریں کہ پھر اسی خدمت کی خواہش حضرت ابو العباس کریں گے جس روز ہم نے آپ کو کپڑے عطا فرمائے اس روز انھوں نے آپ کے بارے میں اس قدر مبالغہ کیا کہ ہم کیا بیان کریں۔ قطعہ:

ترا از چشمہء آ ں باغِ علوی
نثارِ فیض می آید بہردم
ولے کز دم بدم مجرائے فیضش
ز جان ما بو د سیرانش بردم

ترجمہ: تجھے اس باغِ علوی کے چشمے سے ہمہ وقت فیض ملتا ہے۔ لیکن اس کے فیض کا دم بدم جاری ہونا ہماری روح سے اس کی سیر کے وقت ہوتا ہے۔

جب آپ کو پورے چار سال خدمت میں رہتے ہوئے ہو گئے ، حضرت مخدومیؒ آپ کو القاب عطا کرنے کے لئے فکرمند

ہوئے ،فرمایا !**االلقاب تنزل من السماء** یعنی القاب آسمان سے نازل ہوتا ہے جو کچھ غیب سے نازل ہوگا وہی لقب دوں گا۔

ایک شب حضرت مخدومیؒ اپنی خلوت گاہ میں مشغول تھے وہ شبِ برات تھی وظائف واوراد شروع کرنے کے لئے باہر آئے (اور) خلوت گاہ میں چلے گئے سر جھکا کر مراقبے میں چلے گئے مراقبے کو بہت طول دیا یہاں تک کہ صبح کے آثار نظر آنے لگے۔ یکا یک خلوت گاہ کے در و دیوار سے ''جہاں گیر''، ''جہاں گیر'' کی صدا آنے لگی یہ بات دل میں جمالی اور فرمایا ! الحمدللہ فرزند اشرف کو ''جہاں گیری'' کے خطاب سے مخاطب کیا ہے۔حضرت قدوۃ الکبراؒ دوسری خلوت گاہ میں مشغول تھے۔ جب نمازِ فجر کے لیے باہر آئے اور جماعت سے نماز ادا کرلی تو حضرت مخدومیؒ کا دستور تھا کہ فرض ادا کرنے کے بعد اصحاب ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے تھے اس صبح جس نے آپ سے مصافحہ کیا اس نے کہا، خطابِ جہاں گیری مبارک ہو ۔حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فی البدیہہ فرمایا۔ قطعہ:

مرا از حضرتِ پیر جہاں بخش
خطاب آمد کہ اے اشرف جہاں گیر
کنوں گیرم جہانِ معنوی را
کہ فرماں آمد از شاہم جہاں گیر

ترجمہ: مجھے جہاں بخش پیر کی بارگاہ سے خطاب ملا کہ اے اشرف ''جہاں گیر''۔ میں نے اس سے یہ معنی لئے ہیں کہ میں باطنی جہان کو مسخر کروں گا کیوں کہ میرے بادشاہ کا فرمان ہے دنیا مسخر کر۔

ایک مرتبہ شبِ قدر میں اکثر حضرات کہتے ہیں ماہِ مبارک رمضان کی ستائیسویں شب تھی قدوۃ الکبراؒ حضرت مخدومیؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے، ہر موتی اسرار وایثار کی باتوں میں پرویا۔حضرت مخدومیؒ نے قدوۃ الکبراؒ کی نسبت فرمایا ! فرزند اشرف میں نے آپ کے لئے استعدا د کی پستان خشک کردی ہے اور جو کچھ کام کی ابتداء اور اسرار کی انتہا میں درکار ہوتا ہے وہ میں نے آپ کو عنایت کئے۔ قطعہ:

ہر آں گو ہر کہ از کانِ عزیزاں
رسیدہ بر تو آں ایثار کردم
کہ ہرچ از ابرمد را رے رسیدہ
شدہ فیضے بہ تو ادرار کردم

ترجمہ: ہر وہ موتی جو عزیزوں (مشائخ) کی کان سے پہنچا، میں نے آپ پر نثار کردیا۔ جو کچھ برسنے والے بادل سے حاصل ہوا، وہی فیض آپ کو عطا کر دیا۔

خدایا ! ہم سب کو یہ نعمت حضرت نبی ﷺ اور آپ کی بزرگ اولاد کے صدقے میں نصیب فرما۔

آمین ! یارب العالمین !

لطیفہ ۲۳

مقامِ اشرفی کے تعین اور مراتبِ عالی کے بیان میں ظفرآباد میں نیک علامتوں کا ظاہر ہونا، مسلسل کرامات کا ظہور میں آنا اور شیخ کبیر سرورپوری کا بیعت کرنا

قال الاشرف :

المقام هو المرام علیٰ سریر التمکین لو جه الدوام یعنی (حضرت اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، ''مقام''[1] دوامی طور پر تمکین[2] کے تخت پر بیٹھنے کا قصد کرنا ہے۔)

جب حضرت قدوۃ الکبراؒ کو حضرت مخدومیؒ کی خدمت میں رہتے ہوئے پورے چار سال ہو گئے اور آپ کی نسیمِ ولایت نے اطراف کے باغوں کو مہکانا اور شمیمِ عنایت نے لالہ زاروں کو مدد پہنچانا شروع کیا تو حضرت مخدومیؒ نے فرمایا کہ فرزند اشرف مثل مشہور ہے کہ دو شیر ایک جنگل میں نہیں رہتے اور دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں بہتر ہے کہ آپ کے لیے

---

[1] ''حال'' اور ''مقام'' تصوف کی دو اصطلاحیں ہیں۔

حال۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو واردات سالک کے دل پر وارد ہوں حال ہے۔ حال آتا ہے اور جاتا ہے۔ یہ ایک عارضی کیفیت ہے۔ مقام۔ جب حال دائمی ہو جاتا ہے اور سالک مستقل طور پر اس کیفیت میں رہتا ہے تو اسے مقام کہتے ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں ''سرّ دلبراں'' ص ۱۳۴)

[2] ''تلوین'' اور ''تمکین'' کا مفہوم حال و مقام کے قریب قریب ہے۔

تلوین۔ ایک درجہ ہے جس میں حالتیں آتی ہیں اور جاتی ہیں۔ سالک مغلوب الحال رہتا ہے۔

تمکین۔ مقام رسوخ و استقلال ہے جس میں سالک صاحب مقام ہوتا ہے اور مغلوب الحال نہیں ہونے پاتا۔ (ملاحظہ فرمائیں ''سرّ دلبراں'' صص ۱۲۰۔۱۲۱) راقم السطور نے چاروں اصطلاحات کا مطلب آسان زبان میں تحریر کیا ہے اسے سرّ دلبراں کا اقتباس خیال نہ فرمایا جائے تاہم تمام مطالب ''سرّ دلبراں'' سے اخذ کیے گئے ہیں۔

ایسا مقام تجویز کروں جہاں کے باشندے آپ کی ذات اور فوائد سے مستفید ہوں اور بزرگ آپ کی نسبت شہود کے تازہ دسترخوانوں سے بہرہ مند ہوں اور گمراہی کے صحرا میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو آپ کے رابطے کی شمع سے راستہ ملے اور جہالت کی وادی کا پیاسا گروہ آپ کے واسطے کے صاف و شیریں پانی سے علم حاصل کرے۔ قطعہ:

بہ دریا آبِ شیریں بہرِ آنست
کہ از وے تشنگاں سیراب کردند
نہ چوں گوہر کہ در معدن نہفتہ
بجاں در کندنِ نایاب گردند

ترجمہ: دریا میں میٹھا پانی اس لیے ہوتا ہے کہ اس سے پیاسے لوگوں کی پیاس بجھائیں، کان میں پوشیدہ موتی کی مانند نہیں کہ اس سے نہ ملنے والی چیز کے لیے کان کھودتے کھودتے مرنے کے قریب پہنچ جائیں۔

قدوۃ الکبراؒ نے عرض کیا کہ ہم نے ملک سے مسافرت کی تکلیف برداشت کی ہے۔دکھ کے دیس سے محبت کا شربت پیا ہے۔اسباب خانے کو ٹھکرایا ،دوستوں کے فراق کی شراب پی،اہل خانہ اور اقارب سے جدائی اور تمام ضروریات سے دست کشی محض اس لیے تھی کہ اہلِ عشق وعرفان کے قبلے کی درگاہ کی مجاوری کروں اور اصحابِ ذوق و وجدان کے کعبے کی قربت حاصل کروں نہ اس لیے کہ ہر روز تقسیم ہونے والی دولتِ واردات سے محروم اور مبارک انوار سے (جو یہاں حاصل ہوتے ہیں) بےنصیب رہوں۔ ابیات :

کسے کز دولتِ توفیقِ یزداں
بریدہ از دیار کامرانی

ترجمہ: وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی توفیق کی بدولت کامیابی کے عالم سے نکل آیا ہو۔

کشیدہ پائے از اورنگ شاہی
دریدہ برد وصلِ یارِ جانی

ترجمہ: جس نے تختِ شاہی سے پاؤں کھینچ لیا ہو اور یارِ جانی کے وصل کا پردہ چاک کر دیا ہو۔

شرابِ فرقتِ یاراں کشیدہ
شکستہ جامِ عیشِ زندگانی

ترجمہ: جس نے دوستوں کی جدائی کی شراب پی ہو اور زندگی کے عیش کا جام توڑ دیا ہو۔

نہادہ پائے در صحرائے غربت
کشیدہ دست از قاضی و دانی

ترجمہ: جس نے مسافرت کے صحرا میں قدم رکھ دیا ہو، آبرومند اور بے آبرو سے علیحدگی اختیار کر لی ہو۔

بہ سر پیمو دہ ایں بید اے محنت
رسیدہ در حریمِ یارِ جانی

ترجمہ: جس نے رنج کا بیاباں سر کے بل چل کے طے کیا ہو، (جو اس مصیبت کے بعد) یارِ جانی کے حریم تک پہنچا ہو۔

برائے آں کہ از خاکِ دو پایت
کشد چوں سرمہ در چشمِ عیانی

ترجمہ: یہ صرف اس لیے ہوا کہ آپ کے پیروں کی خاک کو سرمے کی مانند ظاہری آنکھوں میں ڈالا جائے۔

نہ گردم از درت یک طرفۃ العین
جدا از خاک درگاہِ جہانی

ترجمہ: میں تو ایک پل کے لیے بھی آپ کے آستانے سے نہ جاؤں گا، نہ اس مقام کی خاک سے جدا ہوں گا جو اہلِ جہاں کی زیارت گاہ ہے۔

مرا از در گہہِ عالی خدارا
مراں اے سایۂ انسی و جانی

ترجمہ: خدا کے لیے مجھے درگاہِ عالی سے نہ نکالیں۔ آپ جن اور انسان کے لیے سایہ (پناہ گاہ) ہیں۔

منم چوں سایہ و تو ہمچو شخصے
چرا ایں سایہ را از شخص رانی

ترجمہ: میں سایے کی مانند ہوں اور آپ ذات کی طرح ہیں۔ اس سایے کو ذات سے کیوں جدا فرماتے ہیں۔

نگرد ظلِّ من از شخص ممتاز
گرش از تیغ صد بارم برانی

ترجمہ: میرا سایہ ذات سے کبھی الگ نہ ہوگا، خواہ آپ مجھے تلوار سے سو مرتبہ جدا کریں۔

بہ درگاہِ تو گر اشرف بود خاک
بہ از جمشیدی و کیخسروانی

ترجمہ: اگر اشرف آپ کی درگاہ کی خاک ہو جائے تو یہ جمشید اور کیخسرو کی بادشاہت سے بہتر ہے۔

جب حضرت مخدومیؒ کی سمع مبارک میں یہ بات پہنچی تو فرمایا، اے فرزند آپ ہر گز مجھ سے جدا نہ ہوں، اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ شامل ہے۔ دو سال اور گزر گئے۔ حضرت مخدومیؒ نے فرمایا، اس معاملہ میں ایک حکمت پوشیدہ ہے جس سے

آپ واقف نہیں ہیں بہر صورت آپ کو اس پر راضی ہو جانا چاہئے۔ قطعہ:

ارادت چوں بریں رفتہ است اے یار
بباید از دل و جاں سر نہادن
وصالِ یار اگرچہ خوش تر آمد
درے فرقت د مے باید کشادن
کہ طفلاں رازِ یاد از عہد خوردن
ز شیرِ مادراں ز ہر یست دادن

ترجمہ: اے دوست جب (اللہ تعالیٰ کا) ارادہ یوں ہی ہے تو دل و جان سے اسے تسلیم کیا جائے۔ دوست کا وصال اگرچہ زیادہ خوش کن ہوتا ہے (تاہم) کچھ دیر کے لیے جدا بھی ہونا چاہئے کیوں کہ بچے کو مقررہ مدت سے زیادہ ماں کا دودھ پلانا، بچے کو زہر دینا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جب یہ دیکھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے تو ناچار شیخ کے ارادت پر سرِ تسلیم خم کر دیا۔ قطعہ

مبارک بندہ را آزادگی نیست
کہ او ہم دم زند باخواجۂ خویش
مرید آنست کہ بر امرِ ارادت
نہد از جاں سرِ تسلیم در پیش

ترجمہ: صاحبِ برکت غلام کو کبھی آزادی نہیں ملتی کیوں کہ وہ اپنے آقا کی خدمت گزاری میں رہتا ہے (حقیقی) مرید وہ ہے کہ پیر کے حکم پر اخلاص کے ساتھ سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔

حضرت مخدومیؒ کے قلب پر القا ہوا کہ آپ کو جون پور کے علاقے میں بھیجیں تا کہ اس علاقے کے باشندے آپ کی ولایت کے نور اور ارادت کی نشانیوں سے فائدہ اٹھائیں۔ قطعہ

اگرچہ مشکِ ختنی را خطانیست
و لیکن درختن قدرش ندانند
اگر افتد بدیگر جائے آں مشک
جہاں بر بوئے او برہم ز نانند

ترجمہ: اگرچہ ختن کے مشک کی خوشبو میں کوئی کمی نہیں ہوتی لیکن ختن میں کوئی اس کی قدر نہیں کرتا۔ یہی مشک اگر وہاں سے دوسری جگہ بھیج دی جائے تو اس کی خوشبو سے تہلکہ مچ جائے۔

بہر حال یہ طے کیا گیا کہ آپ شیخ کے ساتھ رمضان گزاریں اور عید کے دن رخصت ہوں۔ جب عید کا دن آیا تو سفر کا خاصا اہتمام کیا گیا۔ پرچم، جھنڈے اور نقارہ وغیرہ جیسا کہ قدوۃ الکبراؒ کا دستور تھا مہیا کیے گئے۔لباس فراہم کیا گیا آپ کو پہنایا۔اس وقت شہر کے چھوٹے بڑوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو حضرت مخدومیؒ کی خانقاہ میں حاضر نہ ہوا ہو۔اس سفر نے سب کو قیامت کا سماں دکھا دیا۔ قطعہ:

جہاں را چشمِ روشن گشت تیرہ
چو نورِ دیدہ جائے ر اکمر بست
بمر دم در نہ ماندہ عیش و شادی
کہ عیش و خرمی از ما بد ر رفت

ترجمہ: دنیا کی روشن آنکھیں تاریک ہوگئیں کہ آنکھ کا نور کسی جگہ چلا گیا، لوگوں کے دل سے راحت اور خوشی جاتی رہی کیوں کہ راحت اور خوشی ان سے رخصت ہو گیا۔

حضرت مخدومیؒ جب اپنے بڑے اصحاب کے ساتھ آگے بڑھے اور رخصت کے قریب ہوئے تو قدوۃ الکبراؒ نے عرض کیا کہ غلام کو حکم ہوا ہے کہ جون پور کے علاقے میں جائے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس سبزہ زار میں ایک شیر (ایک صاحب ولایت ولی) بھی رہتا ہے۔ قطعہ:

دراں بیشہ کہ مارا حکمِ صید است
ہمیں دانم کہ شیرے ہست بیدار
ولے مارا چو شیر شرزۂ ہست
چہ باک از شیر باشد اے جہاں دار

ترجمہ: جس جنگل میں ہمیں شکار کا حکم دیا گیا ہے مجھے معلوم ہے کہ وہاں ایک جاگا ہوا شیر بھی ہے لیکن ہمارے ساتھ بھی ایک خوفناک شیر ہے (اس لیے) اے بادشاہ اگر شیر ہو تو ہمیں خوف نہیں ہے۔

حضرت مخدومیؒ یہ بات سن کر اپنا سر غیب کے گریبان میں لے گئے۔ایک ساعت بعد شکار پکڑے ہوئے اس جنگل سے نکلے۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بیٹے سبزہ زار کے شیروں کا غم نہ کرو۔ وہاں آپ کو ایک بچہ حاصل ہوگا، وہ اس شیر کے لیے کافی ہوگا اور آپ کو پہلی فتح ظفرآباد میں حاصل ہوگی۔ قطعہ:

بدست آید ترا صیاد شیرے
کہ شیر از دست او در صید آید

و لیکن دیدہ ام در دامِ تقدیر
کہ صید و شیر ہم در قید آید

ترجمہ: آپ کو شیر کا شکاری حاصل ہوگا جس کے ہاتھ سے وہ شیر شکار ہوگا، لیکن میں نے تقدیر کے جال میں دیکھا ہے کہ صید و شیر دونوں ہی قید ہوں گے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ سفر پر روانہ ہوئے (حضرت مخدومیؒ) ایک کوس تک ساتھ رہے پھر خود یہاں ٹھہر گئے اور آپ کو روانہ کر دیا۔ قطعہ:

بہ یک دیگر جدائی چوں درآمد
جہاں را ہم بہم غوغا فتادہ
بیاراں برہم از ہجرِ عزیزاں
زماں آمد درے محنت کشادہ

ترجمہ: جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو عالم میں ایک شور برپا ہوگیا۔ عزیز اپنے دوستوں کی جدائی سے بے چین ہوگئے رنج وغم کے دروازے کے کھلنے کا وقت آ گیا۔

حضرتؒ کی ظفرآباد میں آمد اور حاسدوں کا اعتراض کرنا:

بعض اوقات حضرت قدوۃ الکبراؒ کے ساتھ سفر میں ظاہری ساز و سامان از قسم اونٹ گھوڑے بہت ہوتے تھے اس سفر میں بھی جب آپ کے پرچم قصبہ منیر میں پہنچے تو شیخ ثمن اِروَلی[1] آپ سے ملاقات کے لیے آئے جب انھوں نے یہ شان و شوکت اور اسباب شاہانہ دیکھے تو ان کے دل میں خیال گزرا کہ اس (کرّ وفر) سے کیا کام ہے۔ ان کا یہ خیال آپ کے روشن باطن پر عیاں ہوگیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے اصطبل کی میخ مٹی میں گاڑی ہے کہ دل پر اور حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کا واقعہ بیان فرمایا۔ قطعہ:

غرض از حاصلِ کا ر است اے یار
بہر نوعے کہ ظاہر ہست گو باش
بہر کس نیست لازم راہِ تجرید
چو او آنِ تو شد تو آنِ او باش

ترجمہ: اے دوست غرض تو کام کے نتیجے سے ہے وہ جس صورت میں ظاہر ہوتا ہے ظاہر ہونے دے۔ ہر کسی پر تجرید کا

---

[1] اِروَلی قدیم نام تھا اب غالباً اسی جگہ کو آرہ کہتے ہیں۔

راستہ لازم نہیں ہے۔جب وہ تیری ادا بن گیا تو تو بھی اس کی ادا بن جا۔

ہم سفر حضرات ایک ایک منزل طے کرتے ہوئے اور سفر کی تکالیف و مصائب برداشت کرتے ہوئے ظفر آباد پہنچے۔جب حضرت قدوۃ الکبراؒ سے جائے قیام کے لیے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہم دستور کے مطابق مسجد میں قیام کریں گے۔سفر کا سامان اور اسباب مسجد ظفر خاں میں لا کر رکھ دیا۔سواری کے جانور بیل ،گھوڑے ،اونٹ صحن مسجد میں باندھ دیے۔اس بنا پر شہر میں چھوٹے بڑے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ایک درویش جو عالم بھی ہے اپنے سواری کے جانوروں کو مسجد میں باندھے،خواہ وہ صحن والی ہی کیوں نہ ہو۔جب یہ بات پھیلی تو دو تین طالب علم آزمائش کے طور پر آئے تاکہ اس مسئلے پر استفسار کریں۔جب حاضری سے مشرف ہوئے تو بڑی دیر تک چپ رہے کہ اس اثنا میں ایک جانور نے حضرت قدوۃ الکبراؒ سے ازقسم اشارہ کوئی بات کی آپ نے فرمایا اسے باہر لے جاؤ پیشاب کرے گا،اسی طرح کا اشارہ دوسرے گھوڑے نے کیا آپ نے (سائیس سے) فرمایا،اس کو بھی لید کرانے باہر لے جاؤ۔اسی قسم کے چند جانور اسی طرح باہر لے جائے گئے ۔آپ طالب علموں کی جماعت کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا،جانوروں کو مسجد میں باندھنے کی ممانعت گندگی کی وجہ سے ہے اگر یہ سبب معدوم ہو جائے تب بھی ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جانوروں کو اندر نہ لائیں۔ہم مسافر لوگ ہیں،پوری طرح حفاظت سے معذور ہیں اس لیے ضرورت امر کی ہوئی کہ انھیں اندر باندھیں۔ہمیں معذور خیال کریں۔آنے والے متنبہ ہو گئے اور چلے گئے۔

مسخروں کے نقل کا واقعہ جو زندہ شخص کا جنازہ لائے اور آپ کا کرامت ظاہر کرنا:

ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ وظائف اور اشراق کی نماز ادا کرنے کے بعد تشریف فرما تھے کہ مسخروں کی ایک جماعت جنھیں ہندی زبان میں بھانڈ کہتے ہیں آئی۔اپنے ایک آدمی کو کفن پہنا کر چارپائی پر لٹا کر بہ صورت مردہ آپ کے سامنے لائی۔دوسرے مسخروں نے کہا کہ درویش اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ان کا مدعا محض یہ تھا ک جب نماز ادا ہو جائے گی تو وہ مردہ بھی ہنسی اڑائے اور زندہ ہو جائے اور ایسی عجیب حرکتیں کرے جن کا مقصد مسخرہ پن اور ٹھٹھول ہو۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ بے ہودگی کا سبب کوئی شخص تھا یا نہ تھا۔جب انھوں نے بہت گریہ و زاری کی تو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس کی مرضی کے مطابق اس کی نماز جنازہ پڑھ دو۔جب تین بار رضا چاہی تو آگے بڑھے اور نماز جنازہ کی تکبیر کہی۔یہاں تکبیر بلند کرنا تھا کہ وہ چار تکبیریں دنیا کے چاروں طرف پھیل گئیں اور اس شخص کی روح کا پرندہ جسم کے پرندے سے پرواز کر گیا۔وہ لوگ یہ انتظار کرتے رہے کہ نقلی مردہ کھڑا ہو،حرکت کرے اور ہنسی

اڑائے۔آپ کے اصحاب میں سے ایک صاحب نے فرمایا،اب اس کو اٹھاؤ اور سپردِ خاک کرو۔ قطعہ:

کسے کو از بزرگاں خنداں انگیخت
بجز گریہ ازو دیگر چہ آید
مباد ا بر فلک اندازی تف را
کہ تف برریشِ او کیں دم کشاید

ترجمہ: جس کسی نے بزرگوں سے تمسخر کیا اسے گریہ وزاری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، خدا نہ کرے کہ کوئی شخص آسمان پر تھوکے اور وہ تھوک اسی دم اس کی ڈاڑھی پر گرے۔

شیخ کبیر کا خواب اور حصول بیعت:

اس واقعے سے متعلق باتیں شہر میں پھیل گئیں۔شہر کے عام باشندے اور شرفا بھاگنے لگے۔یہ ابتری اور ہجوم حضرت شیخ حاجی چراغِ ہند[1] کے دل کو پسند نہ آیا۔انھی دنوں حضرت شیخ کبیر سرور پوری[2] ایک خواب دیکھنے کی بناء پر آئے ہوئے تھے۔خواب کا واقعہ یوں ہے کہ حضرت کبیر کے دل میں علومِ عربیہ کی تحصیل وتکمیل کے بعد سلوک اور ارادت کا داعیہ پیدا ہوا۔وہ رات دن اس نعمت کے حصول کے آرزومند تھے۔انھوں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت ،میانہ قد اور سرخ بال والے تشریف لائے ہیں۔ان بزرگ نے مجھے بیعت کیا۔شربت اور روٹی کھلائی جب خواب سے بیدار ہوئے تو سلوک و ارادت کا داعیہ حد سے بڑھ گیا۔دل میں خیال آیا کہ حضرت شیخ حاجی چراغِ ہند اس علاقے کے صاحبِ ولایت ہیں شاید خواب میں یہ کشش انھی کی وجہ سے ہو یہ گمان کرکے انھوں نے ظفرآباد آنے کا قصد کرلیا۔ حضرت کبیر بھی اپنا ایک گروہ رکھتے تھے۔اپنے شاگردوں کے ساتھ بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے بعد متردد ہوئے کہ جو شکل میں نے خواب میں دیکھی تھی وہ یہ نہیں ہیں۔ قطعہ:

بدولت دیدہ چوں دیدار دریافت
خیالی صورتے کاں دیدہ دریافت
نظر چوں کرد از راہِ بصیرت
بہ معنی صورتے از غیر دریافت

---

[1] حضرت شیخ حاجی چراغ ہند کے بارے میں صاحب مراۃ الاسرار نے تحریر کیا ہے کہ ان کا نام صدرالدین تھا۔یہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور خلیفہ تھے۔ملاحظہ فرمائیں مراۃ الاسرار مصنفہ عبدالرحمٰن چشتیؒ اردو ترجمہ کپتان واجد بخش سیال لاہور سال ندارد ص ۸۱۹۔ (احقر مترجم)

[2] حضرت شیخ کبیر سرور پوری کے مزید حالات دستیاب نہ ہو سکے (مترجم)

ترجمہ: جب آنکھوں نے دولت دیدار حاصل کی، خیالی صورت بھی سامنے آ گئی، جب بصیرت کی آنکھ سے دیکھا تو (خواب والی) صورت یہ نہ تھی کچھ اور تھی۔

جناب شیخ کبیر سوچ میں پڑ گئے چنانچہ چند روز اچھی طرح غور وفکر کرنے کے لیے وہاں ٹھہر گئے۔ انھی دنوں حضرت قدوۃ الکبرا کی ولایت جہاں گیری کی نسیم عالم میں ہر طرف چلنے لگی اور ہدایتِ سلطانی کی شمیم ساری دنیا میں پھیل گئی۔ قطعہ:

نسیمِ دوست از باغِ عنایت
وزیدہ در ہمہ صحرائے ایّام
خصوصاً در دماغِ دوستانش
رسیدو پر شدہ ام نفخۂ کام

ترجمہ: عنایت کے باغ سے دوست کی نسیم زمانے کے بیابان میں چلنے لگی۔ خاص طور پر اپنے دوستوں کے دماغ میں پہنچی اور مراد کی ایک ہی پھونک سے پر ہو گئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے مسجد ظفر خاں میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ دوست کی خوشبو آ رہی ہے عجب نہیں کہ وہ بہت جلد یہاں پہنچے۔ جب آپ کی ولایت کے آثار اور عنایتِ علائی کے انوار، قصبات اور شہروں میں پہنچنے شروع ہوئے اور آپ کی ہدایت کے کمالات کی چمک نے چھوٹے بڑے کی آنکھوں کو روشن کر دیا۔ ابیات:

علم برزد چو خورشیدِ ولایت
جہاں روشن شد از نورِ ولایت
چو باشد لشکرِ شاہِ جہاں گیر
سوارِ لشکرش گردد جہاں گیر

ترجمہ: جیسے ہی خورشید ولایت نے جھنڈا بلند کیا، دنیا نور ولایت سے روشن ہو گئی، جب بادشاہ کا لشکر جہاں گیر ہوتا ہے تو اس کے لشکر کا سوار بھی فاتحِ عالم ہو جاتا ہے۔

جب شہر کے چھوٹے بڑوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا شروع کیا اور عمائدین کی جماعت آپ کے حضور میں آنے لگیں تو حضرت کبیر کے دل میں بھی یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حاضر ہو کر دیدار کا شرف حاصل کریں۔ قطعہ:

کسے را کو بود میلِ وصالش
بود تحقیق جذبش سوئے دلدار
بلے جزوے کہ افتد دور از کل
بسوئے کل بود ہنجار ناچار

ترجمہ: وہ شخص جس کو محبوب کے وصال کا شوق ہو، یقیناً اس کی کشش محبوب کی طرف ہوگی، بے شک وہ جزو جو اپنے کل سے دور ہو جائے، آخر کار اس کا راستہ کل کی جانب ہو جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ نماز فجر کے بعد وظائف سے فارغ ہو کر اور نماز اشراق ادا کر کے اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ حضرت کبیر حاضر ہوئے۔ جیسے ہی دور سے نظر پڑی فرمایا، یہ وہ دوست ہیں جن کے بارے میں ہمیں پہلے ہی بتا دیا گیا تھا، اب آ گیا۔ خادم نے شیخ کبیر کے آنے سے پہلے ہی، شربت اور روٹی تیار کر رکھی تھی۔ جب شیخ کبیر نے آپ کو دور سے دیکھا آپ کی صورت کا مشاہدہ کیا تو یہ آیت تلاوت کی، اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ[1] (میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا) اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور یہ مشہور مصرع زبان پر لائے۔

یار در خانہ و من گرد جہاں می گردم

ترجمہ: دوست گھر میں ہے اور میں ساری دنیا میں پھر رہا ہوں۔

اور بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے انھیں ارادت کے شرف سے مشرف کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ نے اپنے ہاتھ سے نان و شربت کھلایا اور فی البدیہہ یہ شعر پڑھے۔ قطعہ:

اگرچہ خضر ساں در راہِ وصلت
عناں رادر رہِ ظلمات خوردیم
ولے بعد از چشیدن آب ہر جا
کنوں بر آبِ حیواں راہ بردیم

ترجمہ: اگرچہ خضر کی طرح وصل کے راستے میں ہم نے تاریک راہوں کو بھی طے کیا۔ لیکن ہر مقام کا پانی چکھنے کے بعد اب ہم نے آب حیات کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔

ارادت کا شرف پانے اور سعادتِ بیعت حاصل کرنے کے بعد اصحاب سے مصافحہ کیا سب نے مبارک باد دی۔
قطعہ:

شرف چوں یافت از راہِ ارادت
ہمہ یاراں مبارک باد کردند
بساط از آمدن نادر حریفے
دل از شاہ و پیادہ شاد کردند

---

[1] پارہ ۷۔ سورہ الانعام۔ آیت ۷۹

ترجمہ: جب ارادت کے واسطے سے شرف حاصل ہو گیا تو تمام دوستوں نے مبارک باد دی، نادر دوست نے بساط آنے کے باعث بادشاہ اور پیادے سے دل خوش کیا۔

حاجی چراغِ ہند اور قدوۃ الکبراؒ کا اظہار کرامت:

شیخ کبیر کے بیعت ہونے کی خبر ہر شخص نے سنی۔ جب یہ خبر حضرت حاجی چراغِ ہند کو پہنچائی گئی تو ان کے مزاج کے مطابق نہ تھی کہ کل جو شخص ہماری خانقاہ میں بیعت کی آرزو لے کر آیا تھا آج وہاں جا کر مرید ہو گیا، اس بنا پر ہر چند کہ (ناخوشی) ان کے مناسب حال نہ تھی لیکن بشریت بہر صورت موجود رہتی ہے۔ ان کی رگِ تعصب پھڑکی اور اسم ''الجلال'' کی تجلی ان کے سر میں متجلی ہوئی فرمایا، کبیر جوان موت مرے گا کہ یہاں سے جا کر وہاں مرید ہوا۔ چوں کہ حضرت کبیر نظر کیمیا اثر سے فیض حاصل کر چکے تھے اس لیے ان کی نظر سے تجلی کا اثر پوشیدہ نہ رہا۔ بیت:

کسے کز یک نظر منظور گردد
جہانے پیش او مسطور گردد

ترجمہ: وہ شخص جو ایک ہی نظر سے منظور ہو جائے۔ جہاں اس کے سامنے لکھی ہوئی تحریر کی طرح عیاں ہوتا ہے۔

اس مقام سے حضرت قدوۃ الکبراؒ بھی متاثر ہوئے تھے، فرمایا، بیٹے کبیر غم نہ کر تو بڑی عمر کا بوڑھا ہو گا لیکن اس مقام سے جہاں سے یہ (تجلی) نکلی ہے ان سے کہو کہ یہ ان پر بھی صادر ہو گی۔ حضرت کبیر نے انکسار سے عرض کیا کہ ہم سے ان پر کیا صادر ہو سکتا ہے مگر یہی کہ جو کچھ ان سے ہم پر صادر ہوا ہے وہ خود اس کی زد میں آئیں گے۔ قطعہ:

ازیں جا ہر چہ برما صا در آمد
ز باطن ہم نشانِ ظاہر آمد
ز اول چوں از ایشاں گشتہ صادر
بہ اوّل اوّل آخر آخر آمد

ترجمہ: یہاں سے جو کچھ ہم پر صادر ہوا اس کے باطن سے بھی نشان ظاہر ہوا۔ پہلی بار جو کچھ ان کی ذات سے صادر ہوا وہ اول کے ساتھ اول اور آخر کے ساتھ آخر رہا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جب یہ معائنہ کیا تو فرمایا، درویشوں کے لیے یہ باتیں آسان ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور بے نہایت مشیت میں یہی تھا۔ چنانچہ دونوں اکابر کا فرمانا پورا ہوا کہ حضرت کبیر کی پچیس سالہ مدت میں بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ادھر شیخ حاجی کی شمع ہدایت بھی حضرت کبیر کی وفات سے قبل پانچ سال کے اندر اندر بجھ گئی۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہ سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ابو المظفر حسن بن تمیم بغدادی تاجر

حضرت حمّاد دبّاسؒ [1] کی خدمت میں حاضر ہوا، اورعرض کی کہ اے میرے سردار، میں نے ایک قافلہ تیار کیا ہے تا کہ ملک شام کا سفر کروں۔اس قافلے میں میرا سارا سرمایہ سات سو دینار ہے۔شیخ نے فرمایا اگرتم اس سال سفر کروگے توقتل ہو جاؤ گے اور سرمایہ برباد ہو جائے گا۔تاجر شیخ کے پاس سے غم زدہ واپس ہوا۔ راستے میں حضرت شیخ عبدالقادرؒ سے ملاقات ہوگئی۔ان ایام میں شیخ کے حال کی ابتداتھی شیخ نے جو کچھ کہا تھا تاجر نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔آپ نے فرمایا، جاؤ سفر کرو،صحیح سلامت مال کے ساتھ واپس آؤ گے۔والضمان فی ذالک علیّ یعنی اس معاملے میں بلند مرتبے والا ذمے دار ہے۔تاجر اس عمدہ اشارے کے مطابق شام روانہ ہوا۔سامان کو بہت منافع کے ساتھ فروخت کیا اور بڑی نقدی، جواہر اور سونا حاصل کیا، اورتھیلی کو کمر سے باندھا۔سقایہ شام میں جو حلب میں ایک جگہ تھی بشری قضائے حاجت کے لیے گیا۔روپے کی تھیلی کمر سے کھول کر ایک جگہ رکھ دی۔جب قضائے حاجت سے فارغ ہوا تو روپے کی تھیلی وہیں بھول آیا،آ کر سو گیا۔خواب میں دیکھا کہ میں ایک راستے پر جا رہا ہوں کہ ڈاکو آ گئے۔قافلے کوخوب لوٹا اور مجھے پکڑ کر میرے گلے پر چھری پھیر دی پھر آنکھ کھل گئی۔گلے پر زخم کا نشان تھا۔جب تاجر خواب سے بیدار ہوا تو اسے اپنا بھولا ہوا مال یاد آیا۔اسی مقام پر پہنچا۔مال اسی حالت میں موجود تھا۔اٹھا کر لے آیا اور سامان سفر باندھ کر بغداد کا رخ کیا۔جب بغداد کے بازار میں پہنچا تو حضرت حماد دباس کو دیکھا۔تاجر نے قدم بوسی کی۔فرمایا مجھے کیا دیکھتے ہو،عبدالقادرؒ کی خدمت میں جاؤ اور فدا ہو جاؤ کہ انھوں نے تمھارا ارادہ پورا ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا کی کہ تمھارا قتل جو بیداری میں ہونا تھا اسے خواب میں تبدیل کر دیا جائے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اورتمھارے مال کی بربادی یاد سے بھول میں تبدیل ہوگئی۔بعضے مشائخ سے منقول ہے کہ ستّر بار اللہ تعالی سے اس کی مراد مانگی اور موافقت کی۔

مختصر یہ کہ اس قسم کے واقعات اور آثار انوار کی شہرت آس پاس پھیلی تو تعصب کی رگ نے زیادہ پھڑکنا شروع کر دیا۔تصرف کے مقابلے پر آ گئے۔ایک روز قدوۃ الکبراؒ مسجد میں تشریف فرما تھے اور اصحاب بھی حلقے میں بیٹھے تھے کہ یکا یک ان کے درمیان آگ بھڑک اٹھی۔تھوڑی دیر دم بخود رہے پھر تاب نہ لا کر ایک ایک کر کے تمام باہر آ گئے اور اصحاب میں سے کوئی بھی آپ کے پاس نہ رہا۔حضرت قدوۃ الکبراؒ نے تبسم فرمایا کہ یہ آگ چراغ کی ہے اس کا بجھانا آسان ہے۔ٹونٹی دار لوٹا موجود تھا،آپ نے ایک شخص کوحکم دیا کہ اس میں سے تھوڑا پانی ڈالو، چراغ کی آگ ہے بجھ جائے گی۔یہاں آگ پر پانی ڈالنا تھا کہ ادھر شیخ جامی پانی میں بھیگے ہوئے اندر آئے کہ تکلیف ہو رہی ہے۔اپنے اکابر کی روحانیت کی جانب درجہ بدرجہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک توجہ کی۔فرمان ہوا تم نے مناسب بات نہ کی وہ لوگ

---

[1] شیخ حمّاد بن مسلم الدباسؒ۔ آپ بغداد کے مشائخ میں تھے۔جب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے شیخ طریقت حضرت ابوسعید مبارک کا وصال ۵۱۳ھ میں ہوا تو غوث الاعظمؒ نے آپ کی صحبت اختیار فرمائی۔اس اعتبار سے شیخ حمّادالدباسؒ غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کے شیخ صحبت تھے۔الدباسؒ کی وفات ۵۲۵ھ میں ہوئی۔ملاحظہ فرمائیں۔ Ghosul-Azam-Dastgir مصنفہ عبدالعزیز عرفی کراچی ۱۹۷۳ء ص ۴۱، ۵۶ اور ۶۰

مہمان تھے۔اگر کوئی دوسرا نہ بھی ہوتا تو ہمارا فرزند موجود تھا تمھیں اس کا لحاظ کرنا چاہیئے تھا۔اب جاؤ اور ان سے بھی عذرخواہی کرو۔جب تمام اکابر روحانیت قدوۃ الکبراؒ کے پاس آئیں اورصورت حال درمیان میں رکھی تو آپ نے فرمایا کہ آسان بات تھی مجھے اس کا کوئی اندیشہ اور فکرنہیں ہے۔تمام اکابر کی روحانیت نے عذر کیا اور کہا کہ چشتیہ اورسہروردیہ سلسلہ جہاں بھی ہے ان کے درمیان حد مقرر ہے،چنانچہ اب دونوں کے درمیان دریائے گومتی حد ہے کوئی ایک دوسرے کی حد میں تجاوز نہ کرے۔ قطعہ:

به شیران و پلنگاں شد نزاعے
میانِ یک دگر بر راه زنگاں
در آخر رفت صلحے درمیاں شاں
که در دریائے دو یک آب سنگاں

ترجمہ: (ایک دفعہ) شیروں اور چیتوں میں جزیروں کے راستے پرلڑائی چھڑگئی آخر دونوں کے درمیان فیصلہ ہوا کہ دونوں کے درمیان بہتا پانی حد ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ یہ بات درویشوں کے لیے آسان ہے کہ تھوڑی سی ضرورت کے لیے علاقوں کی تقسیم کر لیں(یہی نہیں) بلکہ اس گروہ کی ہمت[1] کی شان یہ ہے کہ مخلوق کی خواہشوں اور امیدوں سے باخبر رہیں کیونکہ ملک اور علاقے ان کے تصرف میں ہوتے ہیں اس لیے ان کی تکلیفوں اورمصیبتوں کا باہم خیال کریں۔اس سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ ایک سال سردی کے موسم میں ہمارا گزر ملک یمن میں ہوا۔ہم نے ایک مسجد میں قیام کیا تھا۔ہم وہاں کچھ مدت نیک لوگوں کے ساتھ مقیم رہے۔ایک رات ہم شب برات کی سحری کے وقت بیٹھے تھے کہ شیخ ابو الغیث یمنی میرے پاس آئے اور کہا،اے برادر اشرف اس سال یمن میں نومرتبہ آفتیں اور بلائیں نازل ہونی ہیں۔جنھیں اس ملک کے باشندے شاید ہی برداشت کرسکیں۔میں نے کہا کہ فقیر کو بھی ایسا ہی دکھایا گیا ہے۔میں چاہتا تھا کہ اس امر سے آگاہ کروں لیکن آپ نے سبقت فرمائی۔شیخ نے کہا،مناسب یہ ہے کہ اگر آپ بھی ہمت کریں تو اس عذاب کو رفع کرنے کی کوشش کروں۔میں نے کہا بہتر ہے۔دونوں عزیزوں نے یہ بار اٹھالیا۔ قطعہ :

چه مردانند در راهِ خداوند
که بر دانند بارِ بے کراں را
نشسته بر زمیں از همّتِ خویش
بسر گیرند بار آسماں را

---

[1] ہمت۔اپنے لیے یا کسی اور کے لیے اپنی تمام روحانی قوتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہمت کہلاتا ہے۔ماخوذ از''سرّ دلبراں''ص ۷۳۳

ترجمہ: وہ بھی کیا مرد ہیں کہ اللہ کے راستے میں بے کراں بوجھ اٹھا لیتے ہیں، زمین پر اپنی پوری ہمت سے بیٹھ جاتے ہیں اورسر پر بارِ آسماں اٹھا لیتے ہیں۔

صبح کے وقت دونوں کے رخسار آفتاب سے زیادہ زرد تھے اور آنکھیں شفق سے زیادہ خوں ریز تھیں یہاں تک کہ تین دن تک دونوں کوحرکت کرنے کی سکت نہ تھی۔ بیت :

کسے کو برکشد بارِ گراں را

اثر پیدا بود بر روئے آں را

ترجمہ: وہ شخص جو بھاری بوجھ اٹھاتا ہے اس کے چہرے پر اس کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔

آپ کا شہر جون پور میں تشریف لانا شہزادوں کا مرید ہونا اور ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا آپ سے ملاقات کے لیے آنا

جب ظفر آباد کے عزیزوں کے دل کی کدورت ،صفائی میں تبدیل ہوگئی اور ایک دوسرے کے لیے صفائی اور اور کشادگی پیدا ہوگئی تو دونوں ایک دوسرے کی قیام گاہ پر آئے اور درویشانہ کھانا کھایا۔اس کے بعد آپ نے فرمایا ،سامانِ سفر باندھیں اورشہر جون پور روانہ ہوں۔ قطعہ:

عزیزاں را کدورت دل نہ باشد

گر احیاناً شود زودش برانند

چو آئینہ کہ اندک تیرہ گردد

بہ دم صافی شود ہر یک برآنند

ترجمہ: عزیزوں کے دل میں کدورت پیدا نہیں ہوتی اگر اتفاقاً ہو جائے تو جلد ہی دور کر دیتے ہیں، جیسے آئینہ کہ ذرا سا میلا ہوتا ہے تو ایک پھونک سے صاف ہو جاتا ہے پھر ہر کوئی آئینہ دیکھتا ہے۔

دوسرے سفر میں جب اشرفی پرچم اور شاندار اسباب، بادشاہوں کے بادشاہ ابراہیم شاہ کی مسجد میں ،اللہ اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھے،اتارے گئے تو سلطان نے خود اس خواہش کا اظہار کیا کہ اسے ایک بار زیارت کا شرف حاصل ہو۔حضرت قاضی شہاب الدین[1] نے بادشاہ سے عرض کی ،اجنبی درویش آئے ہیں کہتے ہیں کہ سید نسب ہیں،حال ان کا بہت ہی عالی ہے۔یہی مناسب ہے کہ پہلے میں خود جاؤں اور دیکھوں کہ ان کا طور طریقہ کیا ہے۔سلطان نے کہا بہت اچھا یہی کرو۔چناں چہ قاضی صاحب پالکی میں سوار ہوئے اور عالموں کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔قدوۃ الکبراؒ

---

[1] قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے بہت سے حالات اسی لطیفے میں ہیں۔سال وفات ۸۴۹ھ ہے۔(اخبار الاخیار۔اردو ترجمہ ص ۳۹۱)

نماز ظہر ادا کر کے تشریف فرما تھے کہ قاضی صاحب نمودار ہوئے۔آپ کے دریافت فرمانے پر بتایا گیا کہ یہ قاضی شہاب الدین ہیں جو تمام علوم وفنون میں شہرت رکھتے ہیں۔قاضی صاحب نے آپ کے شرائط آداب کا خوب لحاظ رکھا۔اپنی پالکی کو خاصے فاصلے پر رکوا کر اترے۔عالموں کو تاکید کی کہ تم میں سے کوئی کسی مسئلے پر بات چیت میں فضیلت کا اظہار نہ کرے کیوں کہ سید کی پیشانی کے جمال میں ولایت کا نور تابندہ ہے اور فی البدیہہ یہ شعر کہے۔ قطعہ:

چہ خورشید پست تاباں از جبینش
کہ خورشیدِ فلک زو ذرہ گردد
بہ گوہر سید است دریائے امواج
کہ دریائے جہاں چوں قطرہ گردد

ترجمہ: ان کی پیشانی سے کیسا نور چمک رہا ہے کہ اس کے سامنے آفتابِ فلک ذرے کی مانند ہو گیا ہے، سید اپنی ذات میں ایسا لہریں مارنے والا دریا ہیں جن کے مقابلے میں دنیا کے دریا قطرے کی مانند ہیں۔

قاضی صاحب نے یہ قطعہ پڑھا اور شرف اور دیدار حاصل کیے۔حضرت قدوۃ الکبراؒ بھی اس طرف سے پیشوائی کے لیے چند قدم آگے بڑھے۔ملاقات فرمائی۔بہت عمدہ صحبت رہی۔ بیت

چوں زیں جا شکّر و آں شیر ریزد
بہ شکّر شیر چوں شیریں نہ خیزد

ترجمہ: اس جانب سے قند اور اس جانب سے دودھ بکھرے تو قند اور دودھ کے امتزاج سے مٹھاس ہی پیدا ہوگی۔

ہر چند کہ قاضی صاحب نے اپنے ساتھی عالموں کو اظہار نمائش اور طبع آرائی سے منع کر دیا تھا لیکن اس سبب سے کہ وہ علوم کا آئینہ تھے (ان کے ساتھ آنے والے) ہر شخص کے دل میں عقائد درسیہ میں سے کوئی نہ کوئی مسئلہ اور عربی زبان کی صرفی ونحوی مشکلات سمجھنے کی تڑپ تھی۔اس کے ساتھ ہی بحث ومباحثے سے اعراض بھی کر رہے تھے۔شیخ ابوالوفا خوارزمی[1] جو تمام علوم وفنون سے آراستہ تھے، اپنی دانائی کے نور سے ان عالموں کے دل کی کیفیت کو محسوس کر لیا۔انھوں نے اس مجلس میں ان عقدوں کو کھولا اور اس انداز سے ان مسائل کی تشریح کی کہ کسی عالم نے اس سے پہلے ایسی تشریح نہ کی تھی۔حضرت قاضی صاحب نے خوب داد دی۔ بیت:

بہ کِلکِ فصاحت بیانے کہ درشت
بہ دلہا چو نقشِ نگیں بر نگا شت

ترجمہ: فصاحت کے قلم میں ایسا بیان تھا کہ دلوں پر نگینے کے نقش کی طرح تحریر ہو گیا جب دونوں طرف کے علما گفتگو

---

[1] شیخ ابوالوفا خوارزمی حضرت قدوۃ الکبراؒ کے اصحاب میں تھے۔

سے فارغ ہو چکے اور مسائل کی تحقیق ہو چکی تو حضرت قاضی نے عرض کیا کہ آج سلطان کی یہ خواہش تھی کہ شرفِ ملازمت سے مشرف ہوں لیکن اس نیاز مند نے یہ چاہا کہ آپ کی نعمت اور تازہ دولت پہلے حاصل کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل سلطان کے ساتھ قدم بوسی سے مشرف ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس فقیر کے نزدیک آپ سلطان سے زیادہ بہتر ہیں، اگر آتے ہیں تو حاکم ہیں۔ جب قاضی صاحب رخصت ہو گئے تو فرمایا کہ ہم نے ہندوستان میں اس قدر فضیلت کا شخص کم ہی دیکھا ہے۔

دوسرے دن قدوۃ الکبریٰؒ مقررہ وظائف سے فارغ ہوئے تو سلطان کی آمد کے آثار ظاہر ہونے لگے کہ خود، سرداروں اور سلاطین کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں۔ جب مسجد کی دہلیز پر پہنچے تو قاضی صاحب نے درمیان میں یہ تجویز پیش کی کہ سلطان کو اس قدر ہجوم اور لوگوں کی کثرت کے ساتھ حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر نہ ہونا چاہئے۔ خدا نہ کرے کہ اس قدر ہجوم ان کے لیے باعث تکلیف ہو۔ آخر سلطان سواری سے اترے۔ سلاطین اور اربابِ فضیلت و دانش میں سے چند کو منتخب کیا اور بیس آدمیوں کی مختصر جماعت کے ساتھ قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے۔ شرائط آداب اس قدر حد سے زیادہ ملحوظ رکھے کہ آپ کا دل ہاتھ میں لے لیا۔ سلطان نے ایک بڑا لشکر قلعہ جنّادہ کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس طرف سے بہت زیادہ فکر مند تھا۔ اپنے دل کی بات حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کی خدمت میں ظاہر کی اور مناسب حال یہ قطعہ پڑھا۔ قطعہ:

دلے کان انور است از جامِ جمشید
رواں روشن تر از خورشید باشد
چہ حاجت عرض کردن بر ضمیرش
کسے کورا یقیں امید باشد

ترجمہ: وہ دل جو جامِ جمشید سے زیادہ روشن ہے خدا کرے آفتاب سے زیادہ رواں اور روشن ہو جائے۔ اس شخص کو (اپنی آرزو) ان کے ضمیر پر ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے جسے یہ یقین ہے کہ اس کی آرزو پوری ہوگی۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا۔ بیت:

گر بہ یقیں شد قدمت استوار
گرد ز دریا، نم از آتش برآر

ترجمہ: اگر تیرے قدم یقین پر جم گئے ہیں تو تو دریا سے دھول اور آگ سے تری نچوڑ لے۔

جب سلطان نے رخصت چاہی تو آپ نے وہ مسند جو آپ سمنان سے لائے تھے اسے ہدیہ کر دی۔ سلطان اس بات سے خوش ہو کر واپس ہوا۔ جب اپنے تختِ سلطنت پر بیٹھا تو کہا کیا عالی جناب اور مقاصد مآب سید ہیں۔ اللہ تعالیٰ

کا شکر ہے کہ ایسے حضرات ہندوستان میں آئے ہیں۔تین روز گزرنے کے بعد بہت کم لوگوں کے ساتھ دوبارہ قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔روٹی کے ٹکڑے اور شربت لائے گئے کہ کھائے جائیں۔اس اثناء میں (قاصد) قلعہ فتح ہوجانے کی خوش خبری لے کر آئے۔لوگوں نے مبارک باد دی۔بادشاہ نے کہا حضرت صاحب کو مبارک باد دیں جنھوں نے بند دروازے کو کھولا ہے۔اس مرتبہ سلطان کا اعتقاد ہزار گنا زیادہ بڑھ گیا۔عرض کی کہ بندے نے حضرت میر سے بیعت کی ہے لیکن تمام غلام زادے آپ کی ارادت اور بیعت میں ہوں گے۔دو تین شہزادے اسی روز شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔سلطان نے نذر پیش کرنے کا بے حد اصرار کیا لیکن قدوۃ الکبراؒ نے قبول نہیں فرمایا۔شاہی محل میں قیام کرنے کی درخواست بھی منظور نہ کی،فرمایا کہ ہم حدود سلطنت سے باہر نہیں جائیں گے۔اس بات سے سلطان کی امید بندھ گئی (جون پور میں) قدوۃ الکبراؒ کے قیام کی مدت دو ماہ سے زیادہ رہی۔اس عرصے میں بڑے چھوٹے سب آپ کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے۔حضرت قاضی شہاب الدین کی آپ سے عقیدت کا یہ حال تھا کہ اکثر روزانہ، ورنہ دو تین روز کے وقفے سے ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔اپنی ہر تصنیف آپ کے ملاحظے کے لیے پیش کی اور شرف قبولیت کی درخواست کی۔آپ نے ہر تصنیف کی تعریف کی البتہ ''نحو ارشاد'' کو بے حد پسند کیا۔فرمایا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ ہندوستان کا جادو بے اثر نہیں ہوتا شاید یہی با اثر جادو ہے۔''بدیع البیان'' اور ''تفسیر بحر المواّج'' کے بارے میں فرمایا کہ اس کے مندرجات طویل ہیں۔جب ''جامع الصنایع'' پیش کی تو فرمایا قاضی صاحب نے اس فن میں بھی کوشش کی ہے۔شیخ واحدی بھی حاضر تھے۔انھوں نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کی مدح میں قصیدہ پیش کیا۔دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔آپ مسکرائے اور فرمایا آپ نے تو تمام علوم حاصل کر لیے ہیں،فارسی شیخ کے لیے چھوڑ دیں۔شہر جون پور میں آپ کی دوسری بار تشریف آوری کا سبب قاضی شہاب الدین کو لباس خرقہ اور کتاب ہدایہ[1] جو سمنان کی یادگار تھی،عطا کرنا تھا۔اس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔جناب شیخ واحدی نے قاضی صاحب کے بارے میں ایک قطعہ کہا ہے۔ قطعہ:

لشکرِ علمِ تو بہ تیغِ بیاں
از عجم تا عرب گرفتہ دیار
چوں گرفتی عراقِ عربیت
فارسی را بہ واحدی بگزار

ترجمہ: آپ کے علم کے لشکر نے بیان کی تلوار سے عجم سے عرب تک ملک فتح کر لیے ہیں جب آپ نے عربیت کے

---

[1] ہدایہ۔فقہ کی مشہور کتاب ہے۔اس کے مصنف مولانا برہان الدین مرغینانی ہیں، جو ساتویں صدی ہجری کے عظیم مرتبہ عالم وفقیہہ تھے۔ملاحظہ فرمائیں، ''تذکرہ علمائے ہند'' مصنفہ مولوی رحمان علی۔اردو ترجمہ از ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم۔ص ۱۳۰۔۱۳۱ شایع کردہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، طبع اوّل ۱۹۶۱ء۔

عراق (آنگن) پر قبضہ کرلیا ہے تو فارسی واحدی کے لیے چھوڑ دیں۔

جب (شہر کے) بڑے چھوٹے آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ اب ہمیں اس ملک کی جانب سے چلنا چاہئے جس کے بارے میں حضرت مخدومیؒ نے فرمایا تھا۔وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک شب حضرت مخدومیؒ اور قدوۃ الکبراؒ سحری کرنے کے لیے ایک ساتھ بیٹھے تھے اور حقائق و معارف پر گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک حضرت مخدومیؒ نے ارشاد فرمایا، بیٹے آپ اپنی جگہ دیکھ رہے ہیں آپ نے عرض کیا کہ حضرت مخدومیؒ زیادہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔فرمایا اس تالاب کے درمیان جو دائرے کی طرح گول ہے ٹیلے کی مانند نظر آ رہی ہے وہی آپ کی مٹی کی جگہ ہوگی۔

آپ کا روح آباد پہنچنا، کمال جوگی کے مقابلے میں کرامت کا ظاہر ہونا اور خانقاہ تعمیر کرانا:

دارالسلطنت شہر جون پور سے درویشوں کے پرچموں نے کوچ کیا۔دو روز بعد موضع کُر بنی میں آئے جو فرمودہ مقام کی مانند تھا۔دو تین روز وہاں ٹھہرے۔آپ خود وہ جگہ دیکھنے کے لیے نکلے۔حوض اور تالاب کے گرد چکر لگائے لیکن یہ وہ جگہ نہ تھی جس کا کشف ہوا تھا۔یہاں سے آگے بڑھنا چاہئے کیوں کہ یہ مقررہ جگہ نہیں ہے۔آپ کے حکم کے مطابق علائی و فقرائی ساز و سامان اٹھایا اور موضع بھدونڈ میں فروکش ہوئے۔گاؤں سے باہر ایک باغ تھا وہاں قیام فرمایا۔قرب و جوار کے لوگ امنڈ پڑے۔سب سے پہلے جو شخص آپ کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوئے وہ ملک محمود تھے۔آپ نے ان پر بہت مہربانی اور عنایت فرمائی۔جب قیلولے کا وقت ہوا تو آپ نے آم کے ایک درخت کے نیچے جو بے حد سایہ دار تھا آرام فرمایا۔زوال کے وقت آپ بیدار ہوئے، تو اصحاب نے دیکھا کہ درخت کی مشرقی شاخ مغرب کی جانب آ گئی تھی۔کچھ وقت تک ملک محمود کے ساتھ گول تالاب کی سیر کی۔اس کے اطراف کو غور سے دیکھا تو فرمایا، ہم کو حضرت مخدومیؒ نے اسی کا حکم دیا تھا، یہاں کون سی جگہ مناسب رہے گی۔ملک محمود نے عرض کیا، یہاں ایک جگہ ایک جوگی رہتا ہے وہی جگہ بہتر رہے گی۔اس کے چاروں طرف تالاب کا پانی ہے لیکن وہ جگہ کافرانہ شعبدے[1] سے خالی نہیں ہے۔اگر اس جوگی کے باطل شعبدوں کا مقابلہ کر لیا جائے تو اس سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہے۔آپ نے فرمایا **وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا**[2] (کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا (اور) واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے)

---

[1] احقر مترجم نے ''کافرانہ شعبدے'' اصل متن کے لفظ ''استدراج'' کے لیے استعمال کیا ہے۔۔استدراج اس کشف یا تصرف کو کہتے ہیں جو کسی کافر،مشرک یا خلاف شرع لوگوں کو کسی مجاہدے یا ریاضت کے باعث ہونے لگتا ہے۔اہل سلوک ایسی باتوں کی طرف التفات نہیں کرتے۔ملاحظہ فرمائیں ''سر دلبراں''۔ص ۲۸۷

[2] پارہ ۱۵۔سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۱

کارفرما ہے۔خیر جگہ دیکھ لیتے ہیں۔اصحاب کی ایک جماعت اور ملک محمود آگے چل رہے تھے۔سیر گاہ پہنچے۔جب آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو فرمایا کہ یہ ہماری وہی جگہ ہے جس کا حکم حضرت مخدومیؒ نے دیا تھا۔بے دینوں کو ہٹانا آسان ہے۔ملک محمود نے یہ مشہور مصرع پڑھا۔

جائے کہ سلطاں خیمہ زد غوغا نہ ماند عام را

ترجمہ: جس جگہ بادشاہ کا خیمہ آراستہ ہوتا ہے وہاں عام لوگوں کا گزر نہیں ہوتا۔

آپ بہت خوش ہوئے۔خادموں میں سے ایک شخص سے فرمایا،اس سے (جوگی سے) کہو یہاں سے چلا جائے۔جوگی نے جواب میں کہلوایا،میرا یہاں سے نکالنا آسان نہیں ہے۔میں پانچ سو جوگی کے برابر ہوں۔اگر کوئی قوتِ ولایت سے نکالے تو نکالے ورنہ ممکن نہیں ہے۔حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جمال الدین راوت کو جو اسی دن شرف بیعت سے مشرف ہوا تھا حکم دیا کہ جاؤ اور جو کچھ وہ طلب کرے وہی اس کے سامنے لاکر دکھاؤ۔جمال الدین کو تھوڑا سا تامل ہوا۔حکم ہوا سامنے آؤ اور جو پان آپ تناول فرمارہے تھے اپنے ہاتھ سے اس کے منہ میں ڈال دیا۔پان چباتے ہی اس کی حالت منقلب ہو گئی۔دلیرانہ آگے بڑھا۔قطعہ:

کسے کو ذرہ از خورشید بیند
بتابد ہر ہمہ اطراف و اقطار
چو باید ہمتِ شیرے ز شرزہ
بر آرد از ہمہ شیراں دم از غار

ترجمہ: جو شخص آفتاب سے ایک ذرہ حاصل کر لیتا ہے وہ ہر سمت اور ہر طرف چمکنے لگتا ہے۔جب اسے خوفناک شیر کی ہمت مل جاتی ہے تو وہ غار کے تمام شیروں کے مقابلے پر آجاتا ہے۔

اسی دوران قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اس متبرک سلسلے اور مشہور خاندان کے بزرگوں سے بہت سے جوگی پہلے بھی جنگ کر چکے ہیں اسی طرح ہمارے مقابل آ گئے ہیں۔ قطعہ:

بہ شیرانِ جہاں چوں مور ہر کس
بر آمد از ہم و از جاں در افتاد
سخن مشہور در گیتی روانست
کہ با ایشاں در افتاد و بر افتاد

ترجمہ: جو کوئی شیرانِ جہاں سے چیونٹی کی مانند آمادہ جنگ ہوا فنا ہوگیا، یہ مثل تو دنیا میں مشہور ہے کہ جو کوئی اولیائے الٰہی کے مقابلے میں آیا تو ایسا گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔

جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تو جوگی کرامت کے طلب گار ہوئے۔ جمال الدین نے کہا کہ ہر چند اس طرح اور اس قسم کی خلاف عادت باتوں کا اظہار مناسب نہیں ہے تاہم جو تو کہے گا ضرور کریں گے۔ بیت :

چو کارم بود جائے پرداختن
ضرورت بود با تو کیں ساختن

ترجمہ: جب میرا کام جگہ سنوارنا ہے تو تجھ سے دشمنی کرنا لازم ہو گیا۔

بیان کرتے ہیں کہ پہلے جوگی نے چیخنے چلانے والی چیونٹیوں کو چھوڑا جو حد پار کرکے آگے بڑھیں جمال نے کہا۔

بیت:

سلیمانے رسیدہ با چنیں زور
تو بکشائی برو بر لشکرِ مور
بود معلوم ہمت مورِ بے قیل
درآں وقتے کہ افتد درپے پیل

ترجمہ: ایک سلیمان زبردست قوت سے آ پہنچا ہے۔تو اس پر چیونٹیوں کا لشکر کھول رہا ہے، بے سردار چیونٹی کی ہمت کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب وہ ہاتھی سے مقابلہ کرنے کے درپے ہو۔

جمال الدین کے میدان پر نگاہ ڈالنے کے تھوڑی دیر بعد شیروں کا لشکر نمودار ہوا۔اس نے کہا کہ یہ شیر سب مل کر خوفناک شیر کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ بیت :

ز شیرا ں بر کشاید پائے لرزہ
زند دم چوں بروئے شیر شرزہ

ترجمہ: خوفناک شیر کے مقابل آ کر شیروں کے پاؤں کانپنے لگتے ہیں۔

آخر کار جوگی نے اپنے ہاتھ کی چھڑی کو ہوا میں اچھالا۔ جمال الدین نے حضرتؒ کا عصا لیا اور ہوا میں جوگی کی چھڑی کے پیچھے لگا دیا۔ بیت :

چو کردہ سامری ساں چوب رامار
عصائے موسوی شد اژدہا خوار

ترجمہ: اس نے سامری جادوگر کی مانند لکڑی سانپ بنا دیا تو موسیٰ (علیہ السلام) کے عصا نے اژدہے کو نگل لیا۔

حضرتؒ کا عصا ہوا میں بلند ہوا اور جوگی کی چھڑی کو مار مار کر نیچے ڈال دیا۔جب جوگی کو اپنے تمام ٹوٹکوں کی ناکامی کا احساس ہوا تو عاجزی کے ساتھ سامنے آیا اور کہا کہ مجھے حضرت قدوۃ الکبراؒ کے پاس لے چلو تاکہ میں اسلام قبول کرلوں۔

ابیات:

چو نور از شمعِ ایماں بر دلش تافت
چو پروا نہ بہ سوئے شمع انداخت
ز نورِ شمع کفرش سر بسر سوخت
گرفتہ نور ہم چوں شمعِ افروخت

ترجمہ: جب ایمان کی شمع کے نور سے اس کا دل چمکا تو اس نے پروانے کی مانند خود کو شمع کے حوالے کر دیا۔ شمع کے نور سے اس کا کفر سراسر جل گیا تو اس نے روشن شمع کی طرح روشنی پکڑ لی۔

جمال الدین نے جوگی کا ہاتھ پکڑ کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ نے جوگی کو کلمہ شہادت پڑھایا، اس کے تمام ساتھی بھی نورِ ایمانی سے منور ہوئے۔ اس نے اپنے مذہب کی تمام کتابیں حضرت قدوۃ الکبراؒ کے سامنے جلا دیں۔ آپ نے اسے ریاضت کے کام میں لگا دیا اور اس کے رہنے کے لیے تالاب کے کنارے ایک جگہ مقرر کر دی۔ جس روز وہ جوگی مشرف بہ اسلام ہوا، اللہ بہتر جانتا ہے پانچ ہزار آدمی آپ کی ارادت سے مشرف ہوئے۔

قطعہ:

برآمد چوں ز مشرق مہرِ تاباں
سراسر بر گرفتہ نورِ آفاق
نہ ماندہ ہیچ کس بے نورِ خورشید
کہ او روشن نہ شد از مہرِ آفاق

ترجمہ: جب روشن آفتاب مشرق سے نکلا تو تمام دنیا نے اس سے روشنی حاصل کی، کوئی شے اس کے نور سے محروم نہ رہی سب آفتابِ جہاں کے نور سے روشن ہو گئے۔

جب بہت سے لوگ دولتِ ایمان حاصل کر چکے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ درویشوں سے کہو کہ وہ اپنا سامان یہاں لے آئیں۔ اصحاب کو رہنے کی جگہ تقسیم کر دی۔ انھوں نے اپنے اپنے حجرے کھڑے کر لیے۔ ملک محمود نے تھوڑے ہی عرصے میں خانقاہ تعمیر کرا دی۔ قطعہ:

بر آمد جائے از لطفِ خداوند
کہ مردم را رواں آسودہ باشد
بہ حکمِ پیر چوں ایں جا رسیدم
درِ غیبے برو بکشودہ باشد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ایک جگہ مل گئی تا کہ لوگوں کی جانوں کو راحت میسر ہو۔ میں شیخ کے حکم کے بموجب یہاں آیا ہوں تا کہ مجھ پر غیبی عنایتوں کا دروازہ کھل جائے۔

آس پاس کے معزز گھرانے آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ملک الامرا ملک محمود اپنے پیروکاروں اور فرزندوں کو لے کر آئے۔سب کو آپ کی بیعت کے شرف سے مشرف کرایا۔آپ نے سب پر مہربانی وعنایت فرمائی۔

جب روح آباد کے آس پاس کا علاقہ آپ کو حاصل ہو گیا تو آپ نے اس جگہ کا نام ''روح آباد'' رکھا۔خانقاہ جو آپ نے باہر تعمیر کرائی تھی اسے ''کثرت آباد'' سے موسوم فرمایا۔اسی طرح ایک چھوٹا سا حجرہ جو یہاں تعمیر کرایا تھا اس کا نام ''وحدت آباد'' رکھا۔آپ بعض اوقات مخلص اصحاب کو ساتھ لے کر روح آباد کے مشرق کی جانب تشریف لے جاتے اور وہاں تشریف فرما ہوتے اور معارف وحقائق کے اسرار وآ ثار پر گفتگو ہوتی رہتی۔جب آپ یہاں آ کر تشریف فرما ہوتے تو فرماتے کہ یہاں دل کو بڑا سکون ملتا ہے۔اسی بنا پر اس جگہ کو ''دارالامان'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ایک اور جگہ جانب شمال تھی۔جب آپ کا جی چاہتا وہاں تشریف فرما ہوتے۔اس جگہ کا نام ''روح افزا'' رکھا۔آپ نے کئی مرتبہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے فرمایا کہ یہاں ایسی رونق ہوتی ہے جو اطراف کے لوگوں کو حاصل نہیں۔یہاں چھوٹے بڑے جمع ہوتے ہیں (علاوہ ازیں) رجال الغیب،اوتاد،اخیار اور اولیائے زمانہ بھی یہاں آتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔میرے اصحاب واحباب بھی ضرور بالضرور یہاں سے فیض حاصل کریں۔

لطیفہ ۲۴

امیروں، بادشاہوں، مسکینوں اور محتاجوں سے ملاقات اور سیف خاں کے اوصاف کا بیان

قال الاشرف:

حشمة الملوک ظلّ من الا لوهية و خضوع لهم نوع من العبوديّت یعنی جناب سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، بادشاہوں کی حشمت اللہ کی صفت کا سایہ ہے اور ان سے انکسار سے پیش آنا اللہ تعالی کی عبادت میں سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا انسانوں کے مختلف طبقات اور دنیا میں یہ بات مشہور ہے کہ درویش کو سلاطین اور ملوک سے کیا تعلق اور بادشاہوں سے رسم و راہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ عوام کا یہ قول ایک بڑی غلطی ہے جس سے جہالت، غرور اور خود پسندی کی بو آتی ہے۔ اے عزیز اگر کوئی شخص خود کو دوسرے شخص سے بہتر خیال کرتا ہے تو یہ خیال بذات خود شیطان کا عمل، اس کی فریب کاری اور نفس امارہ کی صفت ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے (شیطان نے جواب دیا) اَنَاخَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ[1] (ترجمہ: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے خاک سے پیدا کیا)۔ اگر کوئی شخص دوسرے شخص کو اپنے سے بہتر تصور کرے تو ادنیٰ مقام سے اعلیٰ درجے کی جانب ترقی کرے گا۔ تم نے آیہ کریمہ میں پڑھا ہے وَلَا تَزِرُوَا زِرَةٌ وِّزْرَاُخْرٰی[2] (ترجمہ: اور کوئی شخص کسی (گناہ) کا بوجھ نہ اٹھائے گا)۔ لیکن اس کا کیا فائدہ جب تم اس حقیقت سے نا آشنا رہے۔ نیک لوگوں کی نیکیاں برے لوگوں کی برائیوں کے دفتر میں نہیں لکھتے نہ بروں کی برائیاں احرار کے نامے میں لکھی جاتی ہیں۔ قطعہ[3]

---

[1] پارہ ۸، سورہ اعراف، آیت ۱۲ [2] پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل۔ آیت ۱۵

[3] یہاں مطبوعہ نسخے میں رباعی نقل ہوئی ہے لیکن تمام مصرعے رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہے اس لیے مترجم نے یہاں ترجمے میں رباعی کے بجائے ''قطعہ'' تحریر کیا ہے۔

چرا بینی بہ سوئے کس بہ انکار
کہ محرومی بسے می آرد ایں کار
کہ اندر نامۂ اعمال نیکاں
بنویسند ہر گز سوئے اشرار

ترجمہ: توکسی دوسرے کی طرف انکار کی نظر سے کیوں دیکھتا ہے۔ بہت سی محرومیاں اسی عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے برے لوگوں کی برائیاں نیکوں کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائیں۔

اسی بنا پر کسی شخص کا مراتب سے گر جانا اور طاعت میں کمی رہ جانا، کاملین کے مشرب کے مطابق نہیں ہوتا۔ شاید بوستاں کی یہ حکایت تیرے گوشِ ہوش تک نہیں پہنچی کہ ایک مغرور عابد نے ایک گنہگار سے نفرت کا برتاؤ کیا اور اپنے اس عمل کی شامت سے سب سے پست درجے میں پہنچ گیا۔ بیت:

گنہ گار اندیشنا ک از خدائے
بسے بہتر از عابدِ خود نمائے

ترجمہ: وہ گنہ گار جو اللہ تعالی سے ڈرتا ہے وہ خودنما عابد سے بہتر ہے۔

اب ہم اصل گفتگو پر آتے ہیں۔ امرا اور سلاطین یا تو عبادت گزار اور عادل ہوتے ہیں یا ظالم ہوتے ہیں۔ اگر وہ عادل ہیں تو عادل و عابد کا چہرہ دیکھنا باعث برکت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **عند ملاقات الملوک تنزیل الرحمۃ** یعنی بادشاہوں سے ملاقات کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ حضرت علیہ الصلواۃ والتحیات۔ نوشیرواں کے شرک کے باوجود اسے **اھنا ھا و از کھا** (وہ مبارک اور پاکیزہ تھا) فرماتے ہیں۔

(حضور علیہ السلام نے) انتہائی فخر و ناز سے فرمایا، **ولدت فی زمن الملک العادل نو شیرواں** یعنی میں عدل کرنے والے بادشاہ نوشیرواں کے زمانے میں پیدا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا **انّ افضل عباداللہ عند اللہ منزلۃ یوم القیٰمۃ امام عادل و رفیق کامل** یعنی بے شک قیامت کے دن خدا کے نزدیک مرتبے کے لحاظ سے بہتر بندے عادل بادشاہ اور کامل دوست ہوں گے۔ اس سے زیادہ اور کون سا رتبہ بلند ہوسکتا ہے کہ (انصاف کرنے والے بادشاہوں کے سبب) رذیل اور شریر افراد سلطنت کے دبدبے اور شوکت کے خوف سے تابعداری اور اطاعت کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیتے ہیں اور اپنے قدم اعتدال کے دائرے سے باہر نہیں نکالتے۔ قطعہ:

چہ دولت پیش از یں کز عدلِ شاہاں
جہاں سر بر خطِ اسلام بنہد

بے جائے انس کز انصاف طائر
نشیمن بر فروعِ دام بنہد

ترجمہ: اس سے بہتر وہ کون سی دولت ہے کہ بادشاہوں کے عدل کی وجہ سے دنیا اسلام کے حکم پر سر جھکا لیتی ہے۔ اس محبت کا مقام کس قدر بلند ہے کہ ایک پرندہ قفس کی تیلیوں پر آشیانہ بنا لے۔

نیک و برگزیدہ لوگ حصول معاش کے ساتھ عبادت میں بھی مشغول رہتے تھے۔ بیابانِ عدالت اور صحرائے شجاعت کے شیر، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، **سلطان عادل خیر من مطر و ابل حیث** یعنی عادل بادشاہ بارش سے اور ہل میں جتنے والے اونٹ سے بہتر ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، **عدل ساعة خیر من عبادة ستّین سنة** یعنی ایک گھڑی کا انصاف ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایسے عادل بادشاہوں اور دنیاوی حاکموں کے لیے دعا اور ثنا کرنا عام مخلوق پر لازم ہے۔ بیت :

زباں آورے کاندریں امن و داد
ثنایش نہ گوید زبانش مباد

ترجمہ: اگر کوئی زبان رکھنے والا امن و انصاف کے دور میں ان کی تعریف نہ کرے تو وہ گونگا ہو جائے۔

اگر کوئی (بادشاہ یا حاکم) بدکار اور ظالم ہے تو تمام عابدوں، زاہدوں اور مشائخ پر فرض ہے کہ اسے سمجھائیں اور سیدھے راستے پر لائیں لیکن ان کی غرض مردار چیزیں اور دنیا کے گندے اسباب حاصل کرنا نہ ہو بلکہ ان بزرگوں کی ہمت اس بات پر لگ جائے کہ بدکاروں کا گروہ منع کردہ کاموں سے بچے اور غیر شرعی باتوں سے پرہیز کرنے لگے۔ ان کی توجہ شرعی کاموں اور اصلی کمالات حاصل کرنے کی طرف ہو جائے، کیونکہ بغیر (اچھی) نیت کے قدم اٹھانا، حرام کوشش ہے۔ یہی حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے، **الاعمال باالنیات** یعنی اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔

نبی علیہ السلام معبودیت کے دریا میں مستغرق تھے اور ولی نبی کا تابع ہوتا ہے (لہذا بقول) **التابع کالمتبوع** یعنی پیروی کرنے والا پیروی کیے جانے والے کی مثل ہے (ولی بھی معبودیت کے دریا میں مستغرق رہتا ہے) اگر گندگی کی کشتی سمندر میں الٹ جائے تو سمندر پر اس گندگی کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ قطعہ:

نفسِ گوہر مثالِ دریائیست
کہ مراورا نہ قعر و پہنائیست
گرفتد اندر و کثیفہ چہ باک
پاک را از نجس چہ پروائیست

ترجمہ: موتی اپنی ذات میں سمندر کی مانند ہے کہ نہ اس کی تہہ ہوتی ہے نہ حد ہوتی ہے، اگر اس پر گندگی گر جائے تو کوئی

اندیشہ نہیں۔ پاک کو ناپاک سے خوف نہیں ہوتا۔

اہلِ کمال اور صاحبِ وصال حضرات کا ہمیشہ سے یہ موقف رہا ہے کہ عمرو، زید سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس میں آلودہ نہیں ہوتے، البتہ زمانے سے نا واقف ایک گروہ ہے جس نے (مشاہدے کے لیے) نزدیک و دور کا سفر نہیں کیا، ان راستوں پر نہیں چلا جو اکابر نے اختیار کیا تھا اور نہ حصول کے چہرے سے پردہ اٹھایا۔ یہ گروہ احساسِ محرومی میں مبتلا رہتا ہے، فقر و درویشی سے متعلق اونچی اونچی باتیں کرتا ہے۔ اہلِ کمال کے انکار پر کمر بستہ رہتا ہے اور مسلمانوں سے حسد اور ان کی غیبت کرتا ہے۔ رباعی:

پوشیدہ مرقع اند ایں خامے چند
بر بستہ و طامات الف لامے چند
نا رفتہ رہِ صدق وصفا گامے چند
بد نام کنندۂ نکو نا مے چند

ترجمہ: چند خام کاروں نے درویشوں کی گدڑی پہن لی ہے۔ اور فقیری کے بارے میں لن ترانیاں کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ سچائی اور پاکیزگی کی راہ میں چند قدم بھی نہیں چلے۔ ان چند خام لوگوں نے نیکوں کو بدنام کر دیا ہے۔

اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ فقیر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک شرعی فقیر اور دوسرے طریقی فقیر۔ شرعی فقیروں کے پاس اگرچہ زر و مال نہیں ہوتا لیکن زر و مال نہ ہونے کا غم ہوتا ہے۔ بیت:

گرچہ زر نیستش غمِ زر ہست
غم پےِ زر زہر بدی تبراست

ترجمہ: اگرچہ اس کے پاس مال نہیں ہے تو مال نہ ہونے کا غم ہے۔ مال کے لیے غم کرنا ہر برائی سے بری ہونا ہے۔

اگر ایسا شخص سلاطین اور بادشاہوں سے ملاقات کرے تو جائز ہے کیونکہ اس کے اہل و عیال فقر و فاقے سے، ناداری کے عذاب اور خوراک کی قلت سے چھٹکارا پاتے ہیں۔ اس کو باطنی قوت حاصل ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے نماز اور روزے کی ادائیگی میں انتشار پیدا نہیں ہوتا۔ قطعہ:

تو درونِ نماز و دل بیروں
گشتہا می کند بہ مہمانی
ایں چنیں حالتِ پریشاں را
شر م نا ید نماز می خوانی

ترجمہ: تو نماز میں ہے اور تیرا دل کسی کا مہمان ہونے کے لیے گشت کر رہا ہے، ایسی پریشان حالت میں کیا تجھے نماز

پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

ایسی صورت میں ایک حق اپنی بنیاد پر قائم ہو جاتا ہے کہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَساکِیۡنِ وَالۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡهَا[1] (صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن صدقات پر متعین ہیں) فقرائے طریقت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک کامل اور دوسرے مکمل۔ **کامل** کی حقیقت یہ ہے کہ اس کا وجود اپنی فطرت کے ظہور میں تنگ ہونے کی بنا پر، وحدت کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اگر (کبھی) پرکار کی مانند نقطہ وحدت سے ہٹ کر کثرت کی جانب پلٹتا ہے تو بے ذوق ہو جاتا ہے۔ اور پہلی سی حضوری اور پہلا سا شوق اپنے اندر نہیں پاتا۔ یہ قسم بھینگے آدمی کی سی ہے جو کثرت کے دائرے کو وحدت کے نقطے سے جدا جانتا ہے، ورنہ حقیقت میں کثرت بھی وحدت ہی سے مستفاد ہے۔ دوئی تو ظاہر میں نظر آتی ہے۔ جو شخص اس مقام پر ہو اس کا بھائی بندوں اور اہل عرفان سے ملاقات کرنا غیر مفید ہے لیکن اسے دوسرے لوگوں کا انکار نہیں کرنا چاہئے اور ہر حال میں مسلمانوں کا خیر خواہ ہونا چاہئے۔ اگر وہ یہ اعتراض کرے کہ عمرو نے زید سے کیوں ملاقات کی یا زید بکر سے کیوں ملا تو میں ایسے فقیر کو کامل نہیں کہتا۔ فقیری تو تربیت یافتہ اہل تقلید کے گروہ میں ایک رسم ہے۔ یہ گروہ اہل تحقیق سے نہیں ہے، اگر اس کی چشمِ شہود عرفان اور چشمِ وجود وجدان کے سرمے سے منور ہوتیں تو دیکھتیں کہ کائنات کے تمام ذرّے ذاتِ الہیہٰ کا مظہر ہیں اور موجودات کے منظر کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جو خدائے بے مثل کی ذات کے انوار سے روشن ہے۔ کامل کی زبان ذاتِ بے مثل کا کس طرح انکار کرسکتی ہے مگر یہ کہ وہ (کامل نہیں بلکہ) ناقص ہے۔ بیت:

چوں کہ جانِ جان ہر چیزے وے است
دشمنی با جانِ جاں آساں کے است

ترجمہ: جب وہ (ذات) ہر شے کی جان کی جان ہے تو اس جانِ جاں سے اعراض کرنا آسان نہیں ہے۔

مکمل فقیر اگرچہ عالمِ کثرت میں بصورت انسان نظر آتا ہے لیکن درحقیقت وہ وحدت کے سمندر کی مچھلی ہے۔ قطعہ

بداں کہ پیر سراسر صفاتِ حق باشد
اگرچہ پیر نماید بصورتِ بشری
بہ پیش تو چو کف است و بہ وصف چوں دریا
بہ پیشِ خلق مقیم است ہر دمش سفری

ترجمہ: (اے مخاطب) جان لے کہ پیر سراسر اللہ تعالیٰ کی صفات ہوتا ہے اگرچہ بصورت انسان نظر آتا ہے۔ تیرے سامنے جھاگ ہے لیکن وصف کے اعتبار سے دریا ہے۔ مخلوق کی نظر میں مقیم دکھائی دیتا ہے لیکن اس کا ہر سانس سفر میں ہے۔

اس کی (مکمل فقیر کی) پہچان یہ ہے کہ عمرو زید کا انکار نہیں کرتا اور پند و نصیحت کے ذریعے ناپسندیدہ اخلاق کو جو دراصل

---

[1] پارہ ۱۰ سورہ التوبہ آیت ۶۰

نفس ہی کی بری صفتیں ہیں بتدریج مسلمانوں کے باطن سے خارج کرتا ہے،جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے **اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ**[۱] (آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلایئے اور (اگر بحث آن پڑے تو) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے (کہ اس میں شدت وخشونت نہ ہو) ہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لو اور جان لو کہ اکثر جو ترقی نہ کر سکے ہیں اور خودی کے گڑھے سے بے خودی کی بلندی تک نہ پہنچ سکے ہیں،اس کا سبب ادراک کی کمی اور سمجھ کا قصور تھا۔**مکمل** فقیر،عارفِ کامل ہوتا ہے،اس کی نظر میں موجودات (اپنے) اسرار کے ساتھ اللہ تعالی کے اسما کا آئینہ ہے اور کائنات (اللہ تعالی کی) لا انتہا صفات کا مظہر ہے۔کیا غنی کیا فقیر اسی نظر سے موجودات و کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔اگر اس میدان بیان کی لگام ڈھیلی کر دی جائے تو سارا راز فاش ہو جائے گا اور دنیا میں شور برپا ہوگا۔سب (ایسی باتوں کو) کفر والحاد سے منسوب کریں گے (کیوں کہ) **من تفکر بذاته فقد کفر** (جس نے ذات میں تفکر کیا بے شک اس نے کفر کیا) یہ قول اسی مقام پر منطبق ہوتا ہے۔

بنمودے نشاں ز جمال خدا و لیک
دو جہاں بہم بر آید سر شو روشر ندارم[۲]

ترجمہ: اے کاش میں خدا کے جمال کا نشان دکھا تا لیکن (کیا کروں) دونوں جہان درہم برہم ہوجاتے ایسے ہنگامے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

صوفیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استناد کرتے ہیں اور دلیل لاتے ہیں کہ **بئس الفقیر علیٰ باب الامیر و نعم الامیر علیٰ باب الفقیر** یعنی فقیر کا امیر کے دروازے پر جانا اچھا نہیں (البتہ) امیر کا فقیر کے دروازے پر جانا بہتر ہے۔اگر کسی فقیر کا امیر کے دروازے پر آنا نفسانی راحتوں اور شہوانی لذتوں کے لیے ہے تو وہ حقیقی معنوں میں فقیر نہیں ہے۔وہ فقیری کے پہلے درجے ''توکل'' تک پہنچا ہی نہیں۔اس کی بہ نسبت امیر کی توجہ حصولِ سعادت کے لیے ہے،اگر نہ جائے تو گناہ گار ہوگا۔وہ رہنمائی کے مرتبے کے لائق نہیں ہے،جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے، **لو کان لذمی حاجة فی الباب ابی جهل ان جاء یشفع منّی ان امشی خافیا حتیٰ باب ابی جهل لیقضی امر حاجته** یعنی اگر ذمی کو ابوجہل کے دروازے کی ضرورت ہوتی۔اگر وہ آتا اور میری شفاعت چاہتا تو میں ابوجہل کے دروازے تک

۱۔ پارہ ۱۴،سورہ النحل آیت ۱۲۵۔

۲۔ اس شعر کا دوسرا مصرع مطبوعہ اور قلمی دونوں نسخوں میں سہوِ کتابت کے باعث وزن وبحر سے خارج ہوگیا ہے۔مطبوعہ نسخے میں اس طرح نقل ہوا ہے۔

دو جہاں بہم بر آید سر شوروشر ندارم

قلمی نسخے میں اس طرح ہے۔

دو جہاں ہمی برآیدت و شو ر ندارم

احقر مترجم نے اپنی فہم اور قیاس کے مطابق شعر کی ترجمانی کی ہے۔

برہنہ پا جاتا کہ اس کی مراد پوری ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، شریعت نے جن اعمال کے کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی نوعیت ایسی ہے کہ امیر اس کام کو خود بجالائے تا کہ اس کا ثواب بھی اسے حاصل ہو۔ اگر حالات کا تقاضہ یہ ہو کہ **قل الحق او کان مر** (حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو) تو بعض اکابر نے حکم کے بارے میں سختی بھی برتی ہے لیکن اکثر مشائخ نے ایسے (حکیمانہ) انداز میں نصیحت کی ہے (کہ سننے والے کو) انکار کی راہ نہ مل سکی، کیوں کہ اس کے (حکم کا) انکار کرنا برا ہے۔ ایک مسئلے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ چنگیز خاں کے اقربا میں ایک امیر تھا۔ اسے سور کے گوشت سے بڑی رغبت تھی۔ ایک درویش اس سے ملنے گئے دیکھا کہ بے حد مغرور شخص ہے۔ اگر آشکارا طور پر حکم کریں گے تو بات بگڑ جائے گی چنانچہ برسبیل گفتگو فرمایا، حکمت کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ سور کا گوشت بے غیرتی پیدا کرتا ہے کیوں کہ ماں کے ساتھ مستی کرتا ہے۔ امیر نے یہ بات توجہ سے سنی، کہا کہ اب میں سور کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کوئی فرماں روا فرعون سے زیادہ جابر نہ ہوا ہوگا اور حضرت موسیٰ کی اس کو زیادہ سے زیادہ تبلیغ اور رسالت معلوم ومشہور ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فَقُوْلاَ لَهٗ قَوْلاً لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُاَ وُ يَخْشٰى**[1] (پھر اس سے نرمی سے بات کرنا شاید (بہ رغبت) نصیحت قبول کرے یا (عذاب الٰہی) سے ڈر جائے۔)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، ہم نے بہت سے دنیاوی بادشاہوں کو دیکھا ہے کہ سلطنت کے احکام جاری کرنے کے باوجود نسبت شہودیہ سے ایک پل کے لیے بھی غافل نہ ہوئے اور حکومت کے کاموں میں مصروف رہنے کے ایک لمحے کے لیے حصولِ ذوق سے الگ نہ ہوئے، **رِجَالٌ لاَّ تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلاَ بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ**[2] (لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی)۔ (ایسے افراد) اس آیت کے مصداق ہوں گے۔ اسی کے ساتھ فرمایا کہ حضرت بہاؤالدین نقشبند[3] نے فرمایا کہ جب میں خلیل اتا کی ملازمت کے لیے گیا تو میرے پاس پھل کا ایک ٹکڑا تھا۔ موسم گرما کا پہلا مہینہ تھا۔ میں نے (انھیں پھل) پیش کیا اور چاہا کہ مدعائے دلی بیان کروں۔ میں نے ترکی زبان میں کہا ''ہر ینجہ اتیتگز بیلور نبیر'' میرا حال متغیر ہو گیا اور عجیب وغریب چیزیں مشاہدے میں آئیں۔ کچھ عرصے بعد ماوراالنہر کی سلطنت انھیں (خلیل اتا کو) حاصل ہوگئی۔ مجھے اسی طرح ملازمت کرنی چاہیے۔ ان کے ابتدائی حالات اور بادشاہت کے دور میں کوئی فرق نہ تھا بلکہ مقامات و معاملات کی ترقی زیادہ سے زیادہ ہوتی گئی۔ چھ سال حکومت کی اس کے بعد ترک اختیار کیا۔

---

[1] پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۴۴۔ [2] پارہ ۱۸۔ سورہ النور آیت ۳۷

[3] حضرت بہاؤالدین نقشبند۔ اسم گرامی محمد بن محمد بخاری، کنیت بہاؤالدین لقب نقشبند تھا۔ آپ کی ولادت ۷۱۸ھ میں بخارا سے تین میل کے فاصلے پر ایک قریے قصرِ عارفاں میں ہوئی۔ آپ کی روحانی تربیت حضرت امیر کلال (م ۷۷۲ھ) نے فرمائی لیکن بطریق اویسیت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (م ۵۷۵ھ) سے مستفیض ہوئے۔ آپ کا وصال ۷۹۱ھ میں ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں، حضرت مجدد الف ثانی صص ۱۱۵۔۱۱۸۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ تمام دولت مندوں اور حاکموں کو بےشعوری سے منسوب نہیں کیا جا سکتا اس گروہ میں سے چند حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو ذوق حضوری اور سرورِشہودی کے تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

غالبا حضرت سیدّ جعفرؒ[1] کے بارے میں بتایا کہ انھوں نے اپنے مریدوں میں سے ایک مرید کوتحریر کیا تھا کہ میرا طریق ریاضت وسلوک کو یک جا کرتا ہے اورمنفرد ہے۔میں دس ہزار سواروں کے ساتھ سلطان محمد تغلق[2] کی ملازمت میں تھا۔دنیاوی معاملات میں مصروفیات کے باوجود میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ میرے دل میں کبھی اس خطرے نے سر نہیں اٹھایا کہ دنیا فی الواقع وصول حقیقی کی راہ میں رکاوٹ ہے(یعنی نفسِ مطمئنہ حاصل ہو گیا ہے)اگرچہ بعض لوگوں کے سلوک میں دنیا دیوار بن جاتی ہے لیکن اگر کسی شخص کو اللہ تعالی کی توفیق حاصل ہو جائے تو مال واسباب کے ہوتے ہوئے اللہ تعالی تک پہنچنا اور دنیا کے وسیلے سے خود کو آخرت کی مضبوط رسّی سے باندھنا ممکن ہے۔ بیت:

بہ دنیا توانی کہ عقبیٰ خری
بجز جانِ من ورنہ حسرت بری

ترجمہ: اگر تو دنیا کے ذریعے سے آخرت خرید سکتا ہے تو اے میرے پیارے ضرور خرید لے ورنہ حسرت اٹھائے گا۔

شعر:

نیست دنیا بد اگر کارے کنی
بد شود گر عزمِ دینا رے کنی

ترجمہ: اگر تو (اللہ کا) کام کرتا رہے تو دنیا بری نہیں ہے ہاں اس وقت بری ہوجاتی ہے جب تو مال و دولت جمع کرنے کا قصد کرتا ہے۔

نعم المال وصالح رجال (ہاں مال ہو اور اچھے لوگ ہوں) اسی مقام کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ دنیا کی آبادی میں اہل صنعت و زراعت کے لیے اس قدر ثواب ہے کہ اس کی تفصیل

---

[1] مطبوعہ نسخے میں آپ کا اسم گرامی ''حضرت سید جعفر'' تحریر کیا گیا ہے معروف تذکروں میں اس نا کام کے کسی بزرگ کا ذکر نہیں ہے یہ غالبًا ''سید شیخ محمد جعفر مکی سرہندی'' ہیں جن کا ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''اخبار الاخیار'' میں کیا ہے۔آپ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔آپ کا مزار سرہند میں ہے۔''بحر المعانی''''وقایق محان''''حقایق محان'' اور چند رسالے آپ کی تصنیف ہیں۔ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار۔اردو ترجمہ ص ۲۹۵۔۲۹۶۔

[2] سلطان محمد تغلق ۷۲۵ھ میں سلطان غیاث الدین تغلق کی وفات کے بعد تخت دہلی پر بیٹھا۔اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں اس نے رعایا کی فلاح و بہبود کے بہت سے کام کیے۔بعد میں اس نے عام رعایا نیز عالموں،سیّدوں اور بزرگوں پر ظلم و زیادتی شروع کردی۔حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ کو ستایا۔بالآخر ملک میں بدامنی پھیل گئی۔اسی انتشار میں ۷۵۲ھ ستائیس سال حکومت کرنے کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ملاحظہ فرمائیں کلمات الصادقین مصنفہ محمد صادق دہلوی۔اردو ترجمہ از لطیف اللہ،کراچی ۱۹۹۵ء ص ۷۳۔

بیان نہیں کی جاسکتی۔آپ نے حضرت علاؤالدولہ السمنانی علیہ الرحمہ کا یہ قول بیان فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس زمین اور کسان کو (ایک خاص) حکمت سے پیدا فرمایا۔ وہ چاہتا ہے کہ زمین آباد رہے اور مخلوق کو فائدہ حاصل ہو۔اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ دنیا کی آبادی میں بے جا خرچ کرنے کے لیے نہیں، فائدے کے لیے حصہ لیتے ہیں اور ان کے اس عمل میں آخرت کی کس قدر بزرگی ہے تو آبادیِ دنیا میں حصہ لینا کبھی ترک نہ کریں اور اگر یہ جان لیں کہ آبادیِ دنیا ترک کرنے اور زمین کو ویران کرنے کا کس قدر گناہ ہے تو ہرگز ایسا کام نہ کریں کہ اسبابِ دنیا برباد ہوجائے۔جس شخص کے پاس (اتنی) زمین ہے کہ اس سے ہر سال ہزار من غلّہ حاصل کیا جا سکتا ہے اگر اپنی غفلت اور بھول سے نو سو من غلّہ حاصل کرتا ہے اور اس سبب سے سو من غلّہ لوگوں کو نہ ملے تو اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔اگر کسی شخص کی حالت ایسی ہے کہ وہ دنیا اور اس کی آبادی میں حصہ نہیں لے سکتا تو اپنا وقت گزارتا رہے لیکن وہ شخص جو تساہل کی وجہ سے آبادیِ عالم میں حصہ نہیں لیتا اور اس بے عملی کو ترک و زہد کہتا ہے تو اس کا یہ موقف سوائے شیطان کی پیروی کے اور کچھ نہیں ہے۔دنیا اور آخرت میں ایسے شخص سے کم تر کوئی فضول آدمی نہیں ہے۔

یہ آبادیِ عالم سلطنت کی نگہداشت اور حکومت کی عنایت کے ذریعے بادشاہوں اور خاقانوں سے وابستہ کی گئی ہے۔اسی بنا پر سرور انبیاء ﷺ نے سلطان کو اللہ تعالی کی رحمت کا سایہ فرمایا اور یہ معنی خلافت کے ہیں جو داؤد علیہ السلام کی شان سے معلوم ہوئے کیوں کہ ظاہری دنیا میں جب کوئی شخص بلندی پر ہو اور اس کا سایہ زمین پر پڑے تو وہ سایہ زمین میں اس کی ذات کا نائب ہوگا اور اس سائے کو اس شخص کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص کا سایہ ہے۔اس شخص کی ذات و صفات میں جو کچھ ہوتا ہے عکس کے ساتھ اس کا اثر سائے میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ ایک عظیم راز ہے۔اس راز کی جانب **انّ اللہ تعالی خلق آدمُ علیٰ صورتہ** (تحقیق اللہ تعالی نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی اپنی صفات پر پیدا کیا) اشارہ ہے جب اللہ تعالی نے اپنی عنایت کے رازوں میں سے ایک راز ہما کو جو ایک کمزور پرندہ ہے، ودیعت کیا تو دیکھو ہما کے سائے میں کیا خاصیت پیدا ہوئی اور سلطنت بخشی و ملک گیری کی عنایت کا کیا اثر ظاہر ہوا (یہی) کہ وہ سایہ کسی گداگر کے سر پر پڑ جائے تو وہ بادشاہ ہو جائے۔

پس بزرگ و برتر خالق جب انتہائی لطفِ خداوندی سے تمام مخلوق میں سے ایک بندے کو منتخب کرتا ہے اور سایہ خداوندی کی عنایت سے مخصوص کرتا ہے تو وہ ابدی سعادت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔اللہ تعالی کی ذات و صفات کا عکس ابدی پیوستگی کے ساتھ آمادہ رہتا ہے تو بندہ کس قدر دولت و بلندی اور عظمت و بزرگی سے مشرف ہوتا ہے، وہ محترم گو ہر کس قدر سامانِ لشکر تیار کرتا ہے۔اس شریف ذات اور لطیف عنصر میں کم ترین خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اہل و نااہل جس پر اس کی نظرِ عنایت ہو جائے وہ تمام عالم میں مقبل و مقبول ہو جاتا ہے اور جس پر قہر کی نظر پڑ جائے تمام دنیا میں مرتد اور مردود قرار دیا جاتا ہے۔

قدیم باشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا قول نقل کیا گیا ہے ،**فمن رفعنا ہ ارتفعوا ومن وضعنا ہ اتضعوا**یعنی ہم نے جن لوگوں کو بلند کیا وہ بلند ہوئے اور جن کو پست کیا پست ہوئے۔اس قول میں گہری معنویت ہے لیکن اس شخص کی نظر اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتی جب تک وہ اپنی خوب معرفت حاصل نہ کرلے۔جس نے یہ کہا کہ ہم رحمان کے نائب ہیں اس نے زمانے کی بات کہی۔ بادشاہوں کے دو گروہ ہیں ایک بادشاہِ دنیا اور دوسرے بادشاہِ دین۔دنیا کے بادشاہ اللہ تعالی کی صفاتِ لطف وقہر کی صورت ہیں لیکن اپنا نقش جمانے میں ناکام رہتے ہیں،اپنی صفات کی پہچان سے محروم ہیں۔اللہ تعالی کی صفاتِ لطف وقہران پر آشکار ہوتی ہیں لیکن (اپنی صفات) ان پر ظاہر نہیں ہوتیں جیسے ایک حسین شخص جو اپنے حسن و جمال سے بے خبر ہوتا ہے۔ بیت :

خوش باشد عشقِ خوبروئے
کز خوبیِ خود خبر نہ دارد

ترجمہ: اس خوب رو کا عشق اچھا ہوتا ہے جو اپنی خوبیوں سے بے خبر ہے۔

وہ حضرات جو دین کے بادشاہ ہیں انھیں اللہ تعالی کی صفاتِ لطف وقہر کا مظہر کہتے ہیں۔انھوں نے صورت کے طلسمِ اعظم کو شریعت کی کنجی استعمال کرکے طریقت کی کاری گری سے کھولا ہے اور احوالِ صفات کے خزانوں اور دفینوں کا جو ازل سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں،اپنی چشم حقیقت سے مشاہدہ کیا ہے۔(یہ حضرات) **من عرف نفسه فقد عرف ربه**[1] کے خزانے کے سرے پر پہنچ کر خلافتِ ابدی اور سلطنتِ سرمدی کے تخت پر **وَاِذَا رَاَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نَعِیۡمًا وَّمُلۡكًا كَبِیۡرًا**[2] (اگر تو اس جگہ کو دیکھے گا تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے) کی ملکیت کے ساتھ بیٹھے ہیں۔

انّ لله ملوکا (بے شک بادشاہ اللہ کے لیے ہیں) ان کے مقام کا اظہار ہے۔کیا سلطان، کیا دربان،کیا خاقان اور کیا دہقان اگر گدڑی میں ہوتے ہیں لیکن ان کے دل زندہ ہوتے ہیں۔ قطعہ:

با ملک ژند پوشاں سلطاں چہ کار دارد
در بزمِ دُردنوشاں خاقاں چہ کار دارد
با جانِ عشق بازاں غم راچہ آشنائی
بر گردنِ مسیحا پالاں چہ کار دارد

ترجمہ: گدڑی پوشوں کی سلطنت سے بادشاہ کو کیا لینا ہے۔تلچھٹ پینے والوں کی بزم میں خاقان کا کیا کام۔غم کو عشق بازوں کی زندگی سے کیا سروکار ہے۔مسیحا کی گردن پر گدھے کی جھول کا کیا کام ہے۔

لیکن بڑی سعادت اور عظیم فائدہ اس میں ہے کہ صاحبِ دولت کو دین و دنیا کی حکومت وسلطنت عطا کی جائے تا کہ

---

[1] جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے پروردگار کو پہچانا۔ [2] پارہ ۲۹۔سورہ دھر آیت ۲۰

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَۃَ وَالْاُوْلٰی[1] (اور ہمارے ہی قبضے میں ہے آخرت اور دنیا) کی خلافت کے ساتھ دونوں مملکت پر قابض ہو جیسا داوٗد علیہ السلام کو یہ رتبہ عطا فرمایا گیا کہ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلاَ تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ. اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَانَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ[2] (اے داوٗد ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کروگے تو) وہ اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب بھولے رہے)۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں دس فائدوں کی جانب اشارہ ہے۔

پہلا فائدہ: انّا جعلنا ک خلیفۃ ہم نے تجھے نیابت و خلافت دی، اشارہ اس امر کا ہے کہ بادشاہ جانتا ہے کہ یہ بادشاہی اور سلطنت اللہ تعالی کی عطا ہے کہ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ[3] (تو ملک جس کو چاہے دے دیتا ہے)

دوسرا فائدہ: تنبیہ ہے کہ ہم نے تجھے ملک دیا جانتا ہے کہ کسی دوسرے کا تھا، شاید ہم سے لے کر دوسرے کو دیدے وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ[4] (اور جس سے چاہے ملک لے لیتا ہے) چنانچہ کوشش کرتا ہے کہ اس سے کونین کا فائدہ اور دنیا و آخرت کا سرمایہ حاصل کرے۔

تیسرا فائدہ: ملک رانی اور جہاں بانی کا کام اللہ تعالی کی خلافت و نیابت ہے اس لیے بندوں پر اللہ تعالی کے اخلاق کے مطابق تصرف کرتا ہے۔ مصرع۔

بہ خلقِ جہاں آفریں کارکن

ترجمہ: دنیا پیدا کرنے والے کے اخلاق کے مطابق عمل کر۔

چوتھا فائدہ: فرمایا کہ فاحکم بین النّاس بالحق (پس لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا) اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ بادشاہ حکم رانی اور جہاں بانی کے امور میں اپنی روح کے ساتھ مشغول ہو خاص طور پر جب کہ وہ رعایا میں انصاف کرنے اور مخلوق کے اہم کاموں کو سرانجام دینے میں مصروف ہو کیوں کہ اس عظیم و کریم کام کا ارادہ، دانائی اور صفائے باطن کا تقاضا کرتا ہے اور ایسے شخص کا طلب گار ہے جو بہت سی اچھی عادتوں، خصلتوں سے آراستہ ہو۔ بیت:

رعیت نوازی و سر لشکری
نہ کاریست بازیچہ و سرسری

ترجمہ: رعایا نوازی اور لشکر کی سرداری بچوں کا کھیل اور بے ہودہ کام نہیں (اس کے لیے وقت درکار ہے)۔

---

[1] پارہ ۳۰ سورہ الّیل، آیت ۱۳ [2] پارہ ۲۳ سورہ ص آیت ۲۶
[3] پارہ ۳ سورہ آل عمران، آیت ۲۶ [4] پارہ ۳ سورہ آل عمران، آیت ۲۶

جہاں تک ممکن ہے رعایا کی دیکھ بھال اور شاہی احکامات کے کام کسی دوسرے شخص کے سپرد نہ کرے کیوں کہ سلطنت کے نوابوں اور دربار کے وزیروں کو رعایا پر وہ شفقت و رحمت نہیں ہوتی جو بادشاہ کو ہوتی ہے، کیوں کہ وہ مہربانی اور حمایت جو پانچ ہستیوں کو ہوتی ہے کسی دوسرے کو نہیں ہوسکتی جیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت بندے پر نبی کی رافت امت پر، بادشاہوں کی عنایت رعایا پر، والدین کی محبت اولاد پر اور شیخ کی عزت مرید پر اور اس کا لطف مرید پر۔

پانچواں فائدہ: فرمایا کہ بادشاہ حق کے ساتھ حکومت کرے یعنی راستی اور انصاف اور شریعت کے احکام کے ساتھ حکومت کرے البتہ بعضے امور کا فیصلہ شاہی قانون کے مطابق کرے۔

چھٹا فائدہ: فرمایا جو کچھ کرے حق کرے باطل نہ کرے۔ اپنے نفس کی خواہش اور دنیائے ناپاک کے لیے نہ کرے۔

ساتواں فائدہ: فرمایا **لا تتبع الھویٰ** یعنی مطلق نفسانی خواہش کی پیروی مت کر۔ کسی شخص سے اپنے اوقات میں سے کسی وقت کوئی برائی یا جھوٹ سرزد ہوئی تو اس کی خواہشِ نفس کے باعث ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معنی کے ساتھ ظاہر فرمایا، **اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ هَوٰاهُ**[۱] (سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنا رکھا ہے)۔ فرعون ہو یا بنی اسرائیل ہوں ان کی بت پرستی اور گئوسالہ پرستی تمام کی تمام خواہشِ نفسانی کی وجہ سے تھی۔ بیت:

اے ہوا ہائے تو خدا انگیز
وے خدایان تو خدا آزار

ترجمہ: (اے مخاطب) تیری نفسانی خواہشیں خدا کو ناراض کرنے والی اور تیرے خدا، خدا آزار ہیں۔

آٹھواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے مکرر فرمایا کہ خواہش نفسانی کی پیروی کرنا اللہ کے راستے سے بھٹک جانا ہے۔ **فَیُضِلَّکَ عَن سَبِیلِ اللّٰهِ** (وہ خدا کے رستے سے تم کو بھٹکا دے گی) اور خواہش نفسانی کی مخالفت اللہ کے راستے پر چلنا ہے۔ بیت

وفاقِ ہوا بت پرستی بود
خلافِ ہوا حق پرستی بود

(خواہش نفسانی سے موافقت بت پرستی ہے اور خواہش نفسانی کی مخالفت خدا پرستی ہے)

وَنَهَی النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰی فَاِنَّ الۡجَنَّةَ هِیَ الۡمَاۡوٰی (۲) (اور نفس کو حرام خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا)۔

---

(۱) پارہ ۲۵۔ سورہ الجاثیہ، آیت ۲۳

(۲) پارہ ۳۰۔ سورہ النازعات، آیت ۴۰۔۴۱

نواں فائدہ : فرمایا کہ **اِنّ الَّذِینَ یُضِلُّونِ عَن سَبِیلِ اللّٰہِ لَھُم عَذَابُ شَدِیدُ بِمَا نَسُوا یَومَ الحِسَاب** (جو لوگ خدا کے رستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب بھولے ہوئے رہے) اور خواہش نفسانی پر ڈٹے رہنا، کفر اور سخت عذاب کا مقتضی تھا اس لیے کہ کفر آخرت کو فراموش کردینے سے عبارت ہے۔ خدا کو بھول جانا اور خود کو بھول جانا سخت عذاب کی انتہا ہے کہ **نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ** [۱] (جنھوں نے اللہ کو فراموش کیا پس فراموش کر دیا ان پر ان کی جانوں کو)۔

دسواں فائدہ : اللہ تعالی نے پھر بتایا کہ نبوت کے مرتبے پر فائز رہتے ہوئے بادشاہت ممکن ہے کہ اس درجے میں جہانداری کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ سلوکِ الٰہی کی کوشش ہوسکتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ صوفیہ کو زمانے اور دنیاوی کاروبار سے بے تعلق ہو کر سلوکِ الٰہی حاصل ہوتا ہے (لیکن) ہمت چاہئے کہ اسباب کی فراہمی اور عادت کے انتشار کے باوجود راہِ سلوک میں داخل ہوں۔ بالخصوص ان کے امیر اور وزیر ایسے ہمت آرا ہوں کہ (طبیعت میں) انتشار کے وقت دلی اطمینان کی طرف لے آئیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دنیاوی تقاضا محض اپنی ہمت کے امتحان کا تھا ورنہ معاذ اللہ درمیان میں دوسرا معاملہ ہوا ہوتا۔ اس دعا میں **رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لَیْ مُلْکًا لاَّ یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ** [۲] (اے میرے رب میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو) چند فوائد ہیں۔

ایک یہ کہ مالک الملک اللہ تعالی کی صفت ہے اور علمِ نبوت اس سے فروتر بندے کی صفت ہے۔

دوسرے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب تمام ملک عطا فرماتا ہے تو اس عطا میں علم اور نبوت داخل ہوتے ہیں مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو جب نیابت کی سلطنت کلّی طور پر عنایت ہوئی تو نبوت اور علم اس میں شامل تھے (فرمان ہوا تو یہ) فرمایا، **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً** [۳] (ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب) ایک رسول، ایک عالم یا ایک عابد نہیں فرمایا۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام سے فرمایا، **اِناّ جَعلنَاکَ خَلیفَۃً فِی الاَرضِ** (ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے) اس لیے کہ خلافت الٰہی میں تمام امور داخل ہوتے ہیں، پیروی اٹھ جاتی ہے۔

تیسرے یہ کہ جب نبوت وعلم کے ساتھ سلطنت کی قوت اور مملکت کی شوکت متحد ہوتی ہے تو اس کا تصرف ہزار گنا بڑھ جاتا ہے اور دین کی عزت تلوار سے آشکار کی جاسکتی ہے۔ بیت :

---

[۱] پارہ ۲۸، سورہ الحشر آیت ۱۹

[۲] پارہ ۲۳، سورہ ص، آیت ۳۵۔ مطبوعہ نسخے میں غالباً سہو کتابت کے سبب آیت اس طرح نقل ہوئی ہے۔ ربّ ھب ملکاً لاّ ینبغی لاحد۔ ترجمے کے متن میں اس سہو کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

[۳] پارہ ۱۔ سورۂ البقرۃ، آیت ۳۰

ریاض مملکت از جوئبار تیغ ملوک
چو گل شگفتہ و سیراب در بہار بود

ترجمہ: بادشاہوں کی تلوار کی نہر سے مملکت کا باغ اس طرح شگفتہ اور سیراب ہو جاتا ہے جس طرح بہار میں گلاب کا پھول شگفتہ اور سیراب ہوتا ہے۔

اسی بنا پر رسول کریم علیہ السلام نے ابتدائے اسلام میں دعا فرمائی تھی ،**اللھم اعز الاسلام بعمرا و بابی جھل** یعنی الٰہی غالب کر اسلام کو عمر یا ابی جہل (کے اسلام قبول کرنے) سے ،اور اپنی نبوت کو تلوار سے آراستہ کیا کہ انا نبی السّیف (میں تلوار کا نبی ہوں)۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ بادشاہ سلطنت میں رعایا کے لیے عدل وانصاف قائم کرتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے،ظالموں کو ظلم سے اور بدکاروں کو بدکاری سے روکتا ہے،ضعیفوں کو قوی کرتا ہے،ناتربیت یافتہ لوگوں کو تربیت دیتا ہے،اہل علم کی توقیر بڑھاتا ہے تاکہ انھیں حصولِ علم کا شوق پیدا ہو اور مصلحین کی دعائے برکت کا جویا رہتا ہے۔

حضرت شیخ علاؤالدولہ السمنانی ؒ نے فرمایا کہ ابراہیم خاں کے عہد حکومت میں مملکت کا گلزار اور سلطنت کا لالہ زار اس قدر سیراب ہو چکا تھا کہ سرداروں اور امیروں کے علاوہ اطراف واکناف کی رعایا اور مخلوق جن کی تعداد بارہ ہزار افراد تھی دینی علوم کے درجے تک پہنچ چکی تھی۔دارالسلطنت سمنان میں ایک ہزار مدرسے قائم ہو چکے تھے۔ہر مدرسے میں دو ہزار طالب علم ہوتے تھے۔خانقاہِ سکاکیہ جو مشہور زمانہ ہے انھی کے دور حکومت میں تعمیر ہوئی تھی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ حکومت کے ارکان اور سلطنت کے مددگار ہر ایک عضوی،حاسّی اور قوّتی عناصر کے مانند ہیں۔جیسے محاسب ،ناظم، ناظر ،سپہ سالار ،القاب نویس ،منشی ،دبیر،چوبدار،خزانچی اور منصرم توشہ خانہ ہوتے ہیں۔تمام اندرونی اور بیرونی حاکم مثلِ حواس خمسہ اور قویٰ انسانی کے ہیں،جیسے آنکھ،ناک ،زبان ،لمس،فکر،خیال ،وہم ،حافظہ، ذاکرہ اور مشترک حس ہوتے ہیں۔سلطنت کے وہ امیر جو قوت ،شوکت ،جوش،ساز و سامان،ہمت اور مردانگی کے حامل ہیں اعضائے رئیسہ کی مانند ہیں جنھیں کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہوتی۔وہ امیر جو کم تر درجے کے ہیں مثل کلائی ،ران، پنڈلی اور پیر کے ہیں۔باقی عناصر یعنی خدمت گار،سوار،قوم اور اپنے اپنے درجوں کے فرق کے ساتھ عام رعایا مثل جملہ بدن کی نسوں، پٹھوں، ہڈیوں ،اور جوڑوں کے ہیں۔جس طرح انسانی وجود تمام اجزائے بدن کا محتاج ہے اسی طرح (مملکت میں) ان میں سے ایک عضو نہ ہو تو اسی نسبت سے سلطنت کے کام میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔پس بادشاہ پر لازم ہے کہ ان ارکانِ سلطنت اور اربابِ منصب میں سے ہر ایک کی اہلیت اور صلاحیت کے مطابق نیز ان کی امانت ،دیانت اور نیک چلنی کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں،تحقیق کرکے ملک کے حصوں میں ان کے کام پر مقرر کرے اور ان کو استقرار بخشے تاکہ وہ اپنے فرائض ملکی مصلحت اور بہتر کارکردگی کے ساتھ انجام دیں اور مملکت کو مضبوط کریں۔(لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ بادشاہ) ہر

منصب دار کے حالات سے باخبر رہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا کہ اگر چشم حقیقت سے دیکھا جائے تو تمام امیر، وزیر، رعایا اور مخلوق، اہل صنعت وحرفت، عبادت کے کام اور سلوک میں مشغول رہتے ہیں بعضے تعلق کے ذریعے سے اور بعضے مدد کے ذریعے سے۔ اگرچہ خلقت پچھلا حکم رکھتی ہے۔ یہ بات اس مثال سے تیری سمجھ میں آ سکتی ہے کہ تو دنیا کے دائرے اور اطراف واکناف کو ایک خانقاہ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس خانقاہ کا شیخ فرض کر۔ انبیائے کامل اور اصفیائے مکمل شیخ کے خلیفہ ہیں اور اولیا کم تر درجے کے خلیفہ ہیں جو وجود کے مشاہدے اور شہود کے معائنے میں غرق ہیں۔ کامیاب امیر اور نامور بادشاہ ان کے خدمت گزار ہیں جو ان کی خانقاہوں اور عبادت گاہوں کو ضروری اسباب فراہم کرتے ہیں۔ یہ اس گروہ کے لیے دہقان، گاؤں کے کسان اور نالیاں کھودنے والے ہیں اور تمام اہل صنعت وحرفت (ان کے لیے) لباس مہیا کرنے والے کاریگر ہیں اور ان ہی کی طرح دوسرے کام کرنے والے تمام گروہوں کو ان کے کام سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر تمھارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ کافر کس کام کے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ جو فائدہ کافر اور مشرک سے حاصل ہوتا ہے وہ کسی ہستی سے حاصل نہیں ہوتا۔ مثنوی:

احمقے دید کافرے قتال
کرد از خیر او ز پیر سوال

ایک بے وقوف شخص نے بہت زیادہ قتل کرنے والے کافر کو دیکھا تو اپنے شیخ سے پوچھا کہ اس میں کیا بھلائی ہے۔

گفت بابا فرح کہ بدخود نیست
وانچہ بد دیدہ تو آں بد نیست

شیخ نے فرمایا، بچے خوش رہ، بدی اپنی ذات سے بدنہیں ہے۔ جو بدی تو دیکھ رہا ہے وہ بدی نہیں ہے۔

گفت ہست اندر و دو چیز نہاں
کہ نبی و ولی ندارد آں

فرمایا، کہ اس میں دو امر چھپے ہوئے ہیں جو نبی اور ولی میں نہیں ہوتے۔

قاتلش غازی است در رہِ دیں
باز مقتولِ او شہید گزیں

ایک یہ دین کے راستے میں کافر کا قاتل غازی ہے دوسرے یہ کہ قتل ہو جائے تو شہید ہے۔

نازنیں جملہ نازنیں بینند
نظر پاک ایں چنیں بینند

اہل ناز تمام چیزوں کو نازنینوں کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ پاک نظر لوگ دنیا کو اسی طرح دیکھتے ہیں۔

ایں چنیں بودہ اند درویشاں
اے دریغا و صحبتِ ایشاں

درویش بھی اسی طرح کے ہوتے ہیں۔اس شخص پر افسوس ہے جو ان کی صحبت میں نہیں بیٹھا۔

یہ بات خود معقول انداز میں کہی گئی ہے،اگر تم حقیقی عبادت پر غور کرو تو كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ[1] اور آیہ کریمہ مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَا صِيَتِهَا اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[2] کا مفہوم معلوم کر کے جان لو گے کہ شاہان دنیا کا انکار کہاں تک پہنچتا ہے۔ قطعہ:

ملو کا نند از ظلِّ الٰہی
کہ مردم زیرِ او آسودہ باشند

بادشاہ (زمین پر) اللہ کا سایہ ہیں کہ مخلوق ان کے نیچے آرام کرتی ہے۔

کسے کو می رود زیں سایہ بیروں
بہ صحرا باد را پیمودہ باشند

جو شخص اس سائے سے باہر ہو جاتا ہے وہ صحرا میں ہوا کو طے کرتا ہے۔

ایازی گر مکن انکارِ ایناں
چہ دانی مظہرِ محمود باشند

اگر تو ایاز ہے تو ان کا انکار نہ کر، تجھے کیا معلوم کہ یہ حضرات محمود کے مظہر ہیں۔

ہمی گویم ترا انکار صورت
بہ معنی می رسد مقصود باشند

انکار کرنے والے میں تجھ سے یہی کہتا ہوں کہ اگر حقیقت تک پہنچ جائے تو یہی مقصود ہیں۔

سیف خاں کی خوبیوں کا بیان:

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جب اودھ میں پہلی مرتبہ قیام فرمایا تو بلند مرتبہ سیف خاں نے آپ کی ملاقات سے بہت سے دینی فوائد اور ایمانی منافع حاصل کیے۔اس کی نسبتِ عقیدہ اس مقام تک پہنچی کہ آپ نے اسے ہدایت کے شرف سے نوازا۔اگرچہ آپ عادتاً دنیاوی امیروں اور وزیروں کو تلقین کرنے میں کمی نہ کرتے تھے لیکن سیف خاں کے کامل عقیدے اور

---

[1] پارہ ۲۱ سورہ الروم آیت ۲۶ (ترجمہ) سب اسی کے تابع ہیں۔

[2] پارہ ۱۲ سورہ ھود آیت ۵۶ (ترجمہ) جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔

اخلاص کے پیشِ نظر آپ نے اس کو گروہ صوفیہ کے اسرار بھی عطا فرمائے۔

سیف خاں کی ایک خوبی یہ تھی کہ مشہور زمانہ علما اور نامور فضلا اس کی مجلس میں حاضر رہتے تھے۔ اس کے اوقات وظائف میں گزرتے تھے۔ کچھ وقت رعایا کی بھلائی اور دنیاوی امور طے کرنے میں صرف کرتا تھا۔ اکثر اوقات درویشوں کی صحبت اور دین داروں کی خدمت میں رہتا تھا جیسا کہ مقدمے میں ارشاد الاخوان کے ضمن میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ اس رسالے اور مقالے کے موتیوں کو لڑی میں پرونے کو اس کے نام کیا ہے۔ سیف خاں ہی اودھ میں قدوۃ الکبراؒ کی خانقاہ تعمیر کرنے کا باعث بنا۔ آپ کے حکم کے مطابق اس نے شیخ شمس الدین صدیقی اودھی کی اس قدر خدمت کی کہ کسی اور نے نہ کی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ کی اس کے حال پر اس قدر مہربانی کہ اسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ آپ نے اکثر مرتبہ فرمایا، ہندوستان کے حاکموں میں سے اگر ہم نے کوئی شخص صاحبِ احسان و ایقان دیکھا تو وہ سیف خاں تھا۔

لطیفہ ۲۵

ایمان اور صانع کے اثبات اور صانع کی وحدت پر دلائل اور ازل و ابد نیز اصولِ شریعت وطریقت کا بیان

قال الاشرف :

الایمان شمس یطلع من المشرق قلب الانسان ینتقی من نورہ ذرائر الشرک و الطغیان یعنی حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، ایمان ایسا آفتاب ہے جو قلبِ انسانی کے مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور اس کے نور سے شرک و طغیان کے ذرّے فنا ہو جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ شریعت کے اصول اور فروع ہیں۔ شریعت کا اصول ایمان کے عقیدے کو یاد رکھنا ہے جو صانع کے وجود، اس کی وحدت اور اس کی ازلیت و ابدیت کا اقرار ہے۔

اس کی فروع شرعی احکام وفرائض کی بجا آوری، آخرت میں پیش آنے والے امور کا یقین اور ان معنوی آثار کا علم ہے جنھیں آیات و احادیث میں بیان کیا گیا ہے (ان کے علاوہ) اہل سنت و جماعت کے وہ مسائل وعقائد ہیں جو تمام اہم معاملات میں ضروری ہیں۔

صاحبِ عقل موجودات کی جس شے پر غور کرتا ہے تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کوئی شے اپنی ذات سے وجود میں نہیں آئی کیوں کہ کوئی کام بغیر فاعل کے انجام نہیں پاتا جیسے کتاب بغیر لکھنے والے کے نہیں لکھی جا سکتی اسی طرح محسوس ہونے والے تمام کام (بلکہ) ذرّاتِ عالم کا ہر ذرّہ ان چار باتوں کی شہادت دیتا ہے۔

(۱) اول یہ کہ وہ زبانِ حال سے کہتا ہے کہ میں معدوم تھا۔ از خود پیدا نہیں ہوا کیوں کہ معدوم سے کوئی فعل وجود میں نہیں آتا، پس ضرور میرا ایک پیدا کرنے والا ہے جس کی ذات سے میں موجود ہوا ہوں۔ اس کی یہ شہادت صانع کے وجود اور ہست ہونے پر ہے۔ بیت:

ہر چہ از ماہے عیانست تا بہ ماہ
ہست بر اثباتِ صانع خود گواہ

ترجمہ: جو کچھ ایک چاند سے (دوسرے) چاند تک ظاہر ہوتا ہے (یہ ہے کہ) وہ اپنے صانع کے اثبات پر گواہ ہے۔

(۲) دوم یہ کہ اللہ تعالی ایک ہے اگر ایک نہ ہوتا اور دو اللہ ہوتے تو بڑا فساد واقع ہوتا۔ ایک چاہتا کہ مجھے پیدا کرے اور دوسرا چاہتا مجھے پیدا نہ کرے تو اختلاف کا ہونا یقینی تھا پس میں ہرگز موجود نہ ہوتا چوں کہ میں موجود ہوں اس لیے میں نے جان لیا کہ میرا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ بیت:

جہاں بے یک مَلِک زینت نہ یابد[۱]
کہ در ملکے دو مالک بر نتابد

ترجمہ: دنیا ایک بادشاہ کے بغیر زینت نہیں پاتی۔ ایک ملک کے دو بادشاہوں کو موڑا نہیں جا سکتا۔

(۳) سوم یہ کہ اللہ تعالی جاننے والا ہے۔ اگر اسے کسی چیز کا علم نہ ہو تو اس کا پیدا کرنا ممکن نہیں ہے کیوں کہ پہلے علم ہونا چاہیے پھر ایجاد ممکن ہے۔ بیت:

چو دانائی نباشد در جہاں‌دار
نیارد ساختن او در جہاں دار

ترجمہ: جس بادشاہ میں عقل و دانائی نہیں ہوتی وہ دنیا میں فلاح و بہبود کے کام انجام نہیں دے سکتا۔

(۴) چہارم یہ کہ اسے صاحبِ قدرت ہونا چاہیے کیوں کہ جو ہستی ایجاد کرنے پر قادر نہیں ہے وہ ہر اعتبار سے عاجز ہے اور عجز اللہ تعالی کی شان کے شایاں نہیں ہے، پس ذرّات میں سے ہر ذرّہ اور کائنات کا ہر جز و زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ مجھے پیدا کرنے والا کوئی ہے اور وہ پیدا کرنے والا ایک ہے، قادر ہے، علیم ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ابیات:

چو صانع در جہاں قادر نباشد
صناعت ہیچ ازو صادر نباشد

ترجمہ: اگر صانع دنیا پر قادر نہیں ہے تو اس سے کوئی شے ایجاد نہیں ہو سکتی۔

وجودش ازلی و ابدی بباید[۲]
کہ بے اینہا ازو صنعت نیاید

ترجمہ: اس کے (صانع کے) وجود کو ازلی اور ابدی ہونا چاہیے، اس شرط کے بغیر اس سے تخلیق انجام نہیں پا سکتی۔

---

۱ مطبوعہ نسخے میں سہو کتاب کے باعث ''نیاید'' نقل ہوا ہے۔ اسے دونوں مصرعوں کے قافیے کے مطابق ''نیابد'' ہونا چاہیے۔
۲ صحیح تلفظ ازلی اور ابدی ہے۔ یہاں شاعر نے ضرورت شعری کے تحت ازل اور ابد کی ز اور ب کو ساکن لکھا ہے۔

اس سلسلے میں ثنویہ[1] فرقے کے بارے میں بات نکلی کہ یہ لوگ دو خالقوں کے قائل ہیں **رزقهم الله وحدته** (اللہ تعالیٰ ان کو اپنی وحدت نصیب فرمائے)ان کی بے بنیاد باتوں کا مطلب یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے خالقِ شر ہونے کی نسبت کس طرح کر سکتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔حکیم کے ساتھ شر کا اضافہ جائز نہیں ہے کیوں کہ شر کو پیدا کرنا بےعقلی ہے۔اس لئے مجبوراً ایک خالق خیر ماننا پڑے گا۔ یہ اتنا نہیں جانتے کہ الوہیت میں شرکت الوہیت کے منافی ہے۔

(حقیقت یہ ہے کہ) شر کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی پوری پوری حکمت ہے ،ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب نفع بخش شے کو پیدا فرمایا تو نقصان دہ چیز کو بھی پیدا کیا تا کہ وعدہ ثواب اور وعدہ عذاب کے معنی کی تحقیق ہو سکے کیوں کہ جو شخص نعمت کی لذت اور عذاب کے دکھ(کی حقیقت) سے نا آشنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی پر گردن نہیں جھکاتا اور اسی کی مثل (باتوں کو بھی نہیں مانتا) شر کو پیدا کرنے میں اس قدر حکمتیں ہیں جنھیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے،**ما صنع الله فهو خير** (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہی خیر ہے)۔ بیت :

کسے کو سرِ تخلیقِ خرد یافت
بخلقِ نیک و بد او نیک وبد یافت

ترجمہ: جس شخص کو عقل کی تخلیق کا راز معلوم ہو گیا،اس نے نیک و بد کی تخلیق کو جان لیا کہ نیک کیا ہے اور بد کیا ہے۔

اس سلسلے میں آپ نے معدن المعانی[2] سے ایک حکایت بیان فرمائی ۔ اہل سنت و جماعت کے ایک پارسا شخص ثنویوں کے ملک میں گوشہ نشین تھے ۔ ایک روز ثنویوں کا ایک عالم اُن زاہد صاحب کے پاس آیا ، اور اس نے (اپنے عقیدے کے) مقدمات کی تمہید اور دلائل کی ترتیب اس انداز سے بیان کی کہ زاہد (اللہ تعالیٰ) کی وحدت کے دلائل اور توحید کے ثبوت پیش کرنے میں ناکام رہے اور (جواب نہ دینے کے) قصوروار ٹھہرے ۔ اس علاقے میں ایک اہل سنت و جماعت کی عارفہ عورت بھی رہتی تھی ، اسے اس واقعے کا علم ہوا تو بے حد رنج ہوا ۔ (لوگوں نے) عارفہ سے کہا کہ یہ اچھی بات نہیں ہوئی وہ زاہد کو راستے سے بھٹکا دیں گے ۔

عورت نے تھوڑا سا موم جمع کیا اور اس سے ایک بچھو بنایا اور اسے کاغذ میں لپیٹ کر آستین میں ڈالا ۔ دکھاوے کو زنّار کمر میں باندھی اور اس ثنویہ عالم کے مکان کی طرف چل کھڑی ہوئی ۔ جب ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو عارفہ نے کہا

---

[1] یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے ۔ یہ آتش پرست بھی کہلاتے ہیں قدیم ایران میں یہ مذہب رائج تھا ان کے ہاں دو خداؤں کی تقسیم اس طرح تھی ۔ یزداں نیکی کا خدا، اہرمن بدی کا خدا۔نعوذ باللہ پاک و ہند میں اس فرقے کے لوگ پارسی کہلاتے ہیں ۔

[2] ''تذکرہ علمائے ہند'' مصنفہ مولوی رحمان علی کے مترجم پروفیسر ڈاکٹر ایوب قادری نے ترجمے کے حاشیے میں (ص ۲۳۱) اور مولانا ابوالحسن علی ندوی نے ''تاریخ دعوت وعزیمت'' (جلد سوم ص ۲۳۹) میں ''معدن المعانی'' کو حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ کی تصنیف ظاہر کی ہے۔ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے ''نقد ملفوظات'' میں ''معدن المعانی'' کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات قرار دیے ہیں جنھیں ان کے مرید زین بدر عربی نے مرتب کیا تھا۔ملاحظہ فرمائیں''نقد ملفوظات'' از ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۹ء ص ۲۱۴۔

کہ مجھے صانع کی وحدت کے مسئلے میں مشکل آ پڑی ہے۔ اگر آپ جلد حل کردیں تو بہتر ہے ورنہ میں اپنی بھلائی اسی میں دیکھتی ہوں کہ زنار توڑ کر اہل سنت و جماعت کے مذہب میں داخل ہو جاؤں۔ عالم نے کہا تمھیں جو اشکال ہے بیان کرو تاکہ میں جواب دوں۔ عارفہ نے بچھو آستین سے نکالا اور اس کے سامنے رکھا اور سوال کیا کہ یہ بچھو کس نے پیدا کیا۔ عالم نے جواب دیا اہرمن نے (بدی کے فاعل نے) عارفہ نے دوسرا سوال کیا کہ اس کے ڈنک میں زہر کس نے پیدا کیا جواب دیا اہرمن نے عارفہ نے کہا کہ جب اہرمن نے بچھو پیدا کیا اور ڈنک میں زہر رکھا تو یزداں (نیکی کے خدا) کو اس کا علم تھا یا نہیں۔ آپ جلد جواب دیں ورنہ میں زنار توڑتی ہوں ثنویہ عالم جواب سے عاجز رہا۔ اگر یہ کہے کہ یزداں کو علم تھا تو اس نے (شرکو) خیر سے کیوں نہ بدلا اور اگر یہ کہے کہ یزداں کو علم نہ تھا تو خدا پر جہل لازم آتا ہے اور جاہل ہونا الوہیت کے شایانِ شان نہیں ہے۔ ثنویہ عالم بہت بے تاب ہوا اور جواب نہ دینے کا قصوروار ٹھہرا۔ عارفہ سے عرض کیا کہ آپ تھوڑا توقف کریں کہ پہلے میں اپنی زنار توڑوں اور اسی وقت زنّار توڑ دی اور مسلمان ہو گیا۔ قطعہ:

آرے زپیش رخ چوہدیٰ پردہ افگند
کافر بہ طوع رشتہ زنار بشکند
منصور وار دم کہ ز وحدت زند بروں
الحق گرفتہ سر بہ سر دار بشکند

ترجمہ: بے شک جب سچائی چہرے سے پردہ اٹھاتی ہے تو کافر بھی اطاعت قبول کرکے زنار توڑ دیتا ہے۔ جو شخص منصور کی طرح وحدت (کے دائرے سے) تجاوز کرکے بات کرتا ہے تو بے شبہ گرفتار کرکے اس کا سر سولی پر توڑا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں فرمایا، سبحان اللہ کیا عورت تھی کہ لاکھ مرد اس پر قربان ہو جائیں۔ رباعی[1]

بے معرفت کہ دم زند از مردے آں زنست [2]
نے آں زنے کہ جبّہ و دستار بشکند
در زیرِ تار ابر و ومقنعہ کند نہاں
خاص آں دمے کہ جعد بتا تار بشکند

ترجمہ: وہ مرد جو معرفت کے بغیر بات کرتا ہے عورت ہے۔ وہ عورت نہیں جو جبّہ و دستار پھاڑ دیتی ہے۔ بھنویں اور دوپٹہ رسی سے چھپا لیتی ہے۔ خاص طور پر اس وقت کہ بالوں کو تا تار سے توڑتی ہے۔

---

[1] یہ اشعار رباعی کی معروف بحر اور وزن میں نہیں ہیں، ان اشعار کو قطعہ کہا جا سکتا ہے۔

[2] چاروں مصرعوں میں معنی کا ربط پیدا نہیں ہوتا، قیاس ہے کہ اشعار صحیح طور پر نقل نہیں ہوئے بہر حال لفظی ترجمے پر اکتفا کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ لوگوں کو اللہ تعالی کی وحدانیت کے بارے میں جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور مشاہدے کے منتظر رہتے ہیں۔اگر درمیان میں پیدا ہوتو کوئی نقصان نہیں ہے کہ وسوسے کا ابھرنا عین الیقین پر موقوف ہے کیونکہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس طرح کا وسوسہ پیدا ہوا تھا۔حضرت رسالت مآب ﷺ نے واقعے کو دفع کر دیا اور فرمایا کہ تمھارا ایمان کامل ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا،کہ (اگر)وسوسہ ابھرے تو دلائل سے رفع کرنا بہتر ہے۔یہ وہی شخص کرسکتا ہے جو (مختلف) علوم سے آراستہ ہو۔اگر وسوسہ بغیر دلیل کے رفع ہو جائے تو دلیل کے پیچھے نہ پڑے۔اس سے بہتر کیا دلیل ہوگی کہ عالم کی بنیاد ایک قاعدے پر جاری ہے۔کمال جوگی پہلے دو خداؤں کے قائل گروہ میں شامل تھا۔اس کے بعد جوگیوں کی صحبت میں رہنے لگا۔روم میں کوئی معصوم داخل نہ ہوا کی مثل حضرت قدوۃ الکبرؒ کی ملازمت سے مشرف ہوا،جوگیوں کے پیروکاروں سے نکل آیا اور سنّی مسلمان ہو گیا۔حضرتؒ کا مرید ہوا اور آپ کے بڑے خلفا میں شامل ہوا۔

(ایک مرتبہ) اتفاقاً حضرت قدوۃ الکبرؒ کا گزر فلسطین اور قسطنطنیہ کے نواح میں ہوا۔ وہاں ایک فرنگی لڑکا جس کا نام پورک تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (یوں تو) فرنگیوں کا کفر عالم میں مشہور ہے (لیکن) جب آفتابِ ایمان یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [۱] (جس کو چاہے ہدایت پر لے آئے) کے مشرق سے بلند ہوا،اس کے ذرّاتِ کفر فنا ہو گئے اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوا۔آپ نے حاضرینِ مجلس کو حکم دیا کہ اس کو کلمہ پڑھائیں۔تھوڑا سا کھانا لایا گیا۔حضرت قدوۃ الکبرؒ نے ایک لقمہ اپنے دست مبارک سے اس کے منہ میں رکھا پھر اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔فرمایا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَن اَکَلَ مع المغفور فھو مغفور (جس نے مغفور شخص کے ساتھ کھانا کھایا وہ بھی مغفور ہے) سبحان اللہ کتنے ہی برسوں کا بے گانہ اپنا بن گیا۔ رباعی : [۲]

چوتابد آفتابِ نورِ ایماں
نہد سر در عدم چوں ذرّہ کفراں
در خشد باز چوں خورشیدِ وجداں
شوددر پیشِ ایں ایمانش کفراں

ترجمہ: جب ایمان کے نور کا آفتاب چمکتا ہے تو کفر ذرّے کی مانند فنا ہوجاتا ہے پھر جب وجدان کا آفتاب روشن ہوتا ہے تو اس کے سامنے اس کا ایمان کفر ہو جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا کہ تقلید کے بھنور سے نکلنا عظیم کام ہے کیوں کہ بعضوں کے نزدیک مقلد کا ایمان درست

---

[۱] پارہ ۳۔سورہ البقرہ،آیت ۲۷۲۔

[۲] یہ اشعار بھی رباعی کی بحر اور وزن میں نہیں ہیں

نہیں ہوتا اگر چہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک (مّقلد کا ایمان) جائز ہے اگر چہ دلیل طلب کرنے والے اور تقلید کرنے والے میں فرق ہے۔ بیت:

چہ نسبت درمیانِ این و آنست
کہ فرقش از زمیں تا آسمان ست

ترجمہ: اِس کے اور اُس کے درمیان کوئی نسبت نہیں کیوں کہ دونوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔

تقلید فاسد خود جائز نہیں ہے، **وهو ان یقول کلمة الشهادة ولو سئل ای شیء قلت فان قال قلت کما قالوا ولا ادری ما قلت فهٰذا التقلید فاسد ولا یکون موء منا من غیر العلم ولو قیل له لما ذاقلت لانّی و جدت ' هؤلأ یقولون هذه الکلمة فتا ملت و تفحصت و ایقنت انهم لا یجتمعون علی الباطل فاقتدیت بهم فقلت ذٰالک فهذا التقلید یکون صحیحا و یکون مومنا هکذار و ی عن ابی بکر الصدیق انّه لما امن فقیل له بای دلیل اٰمنت فقال عرفت بان محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم صادقا فاقتدیت به بناء علیٰ دلاله صدقه قبل الوحی فاقتدی جماعة من الصحابه بابی بکر الصدیق، کذافی التمهید ابو الشکور**، یعنی وہ یہ ہے کہ (کوئی آدمی) کلمہ شہادت پڑھے اور جب اس سے دریافت کیا جائے کہ تو نے کیا پڑھا سو وہ اگر جواب دے کہ جس طرح دوسرے لوگ پڑھتے ہیں اسی طرح میں نے پڑھا میں نہیں جانتا کہ کیا پڑھا پس یہی فاسد تقلید ہے۔علم کے بغیر کوئی صاحبِ ایمان نہیں ہوتا۔اگر اس سے (صاحبِ ایمان سے) دریافت کیا جائے کہ تو نے (کلمہ) کیا سمجھ کر پڑھا اور وہ جواب دے کہ میں نے لوگوں کو کلمہ پڑھتے ہوئے سنا چنانچہ میں نے اس پر غور کیا اور تحقیق کی تو مجھے یقین ہو گیا کہ کسی باطل بات پر سب متفق نہیں ہو سکتے۔پس میں نے ان کی پیروی کی اور کلمہ شہادت پڑھا چنانچہ یہ صحیح تقلید ہوتی ہے (اور اس کا مّقلد) مومن ہوتا ہے۔حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت کی گئی ہے کہ جب وہ ایمان لائے اور لوگوں نے انسے دریافت کیا کہ آپ کس دلیل سے ایمان لائے تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اچھی طرح جان لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں چنانچہ میں نے دلیلِ صدق کی بنا پر آپ ﷺ کی پیروی کی کہ آپ ﷺ اعلانِ نبوت سے قبل بھی صادق تھے۔ یہ بات سن کر صحابہؓ کی ایک جماعت نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی پیروی کی۔ابوشکور کی تصنیف ''تمہید'' میں یہی تحریر ہوا ہے۔ جس طرح دلیل طلب کرنے والے کا ایمان درست ہوتا ہے، مّقلد کا ایمان بھی صحیح ہوتا ہے، لیکن درجے کا فرق تو یقیناً رہتا ہے۔علم کی زیادتی کے اعتبار سے طالبِ دلیل کو فضیلت حاصل ہے اور وہ یہی ہے کہ وہ دلیل سے واقف ہوتا ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک جگہ لکھا ہوا دیکھا تھا کہ کسی شخص کا ایمان تقلیدی نہیں ہوتا کیوں کہ جو (ضروری بات) ہے اس کا اسے علم ہے کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔بس اتنی دلیل (ایمان کے لیے) کافی ہے۔ اس کے بعد بیان کیا کہ اہل مکاشفہ کے نزدیک مشاہدے سے محروم ہونے کی بنا پر اہلِ دلیل اور اہلِ تقلید دونوں برابر ہیں۔عقیدے سے

متعلق جس طرح مقلد کا جھکاؤ شک کی طرف ہوسکتا ہے اسی طرح مستدل کا جھکاؤ بھی شک کی طرف ممکن ہے۔اس جگہ فریقِ مخالف ان کی دلیل پر یہ دلیل پیش کرے کہ اہل مکاشفہ کے برعکس عقیدے کے مسائل دلیل و برہان سے اخذ کیے جاتے ہیں تو یہاں فریق مخالف کی یہ دلیل مطابقت نہیں رکھتی کیوں کہ اہل مکاشفہ کا معاملہ دلیل و برہان سے آگے بڑھ چکا ہے وہ مشاہدہ کرکے اور آنکھ سے دیکھ کر ایمان کی منزل میں پہنچے ہیں۔ رباعی: [1]

کسے کوناظرِ خورشید باشد
ندیمِ مجلسِ جمشید باشد
عجب کزدیدنِ یک ذرّۂ نور
ز مہر و ماہ ہم نو مید باشد

ترجمہ: وہ شخص جو آفتاب کو دیکھ سکتا ہے جمشید کی محفل کا مصاحب ہو جاتا ہے۔تعجب ہے کہ نور کا ایک ذرّہ دیکھنے سے کوئی شخص چاند اور سورج سے بھی مایوس ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شرعی ایمان جو شرع کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے معلوم ہے وہ عوام کا ایمان ہے جس کا حکم **علیکم بدین العجائز** [2] میں ہے،لیکن خواص کا ایمان جو حقیقی مومن ہیں دوسرا ہے۔حقیقی مومن کی علامات اور خلاصہ پانچ چیزیں ہیں۔جس شخص میں یہ پانچ خوبیاں ہوں وہی حقیقی مومن کہلائے گا۔

اول،**اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ** [3] (بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالی کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب لرز جاتے ہیں) دل کا خوف کیا ہے وہ یہ ہے کہ اوامر کی بجاآوری اور نواہی سے اجتناب کی رعایت ہمیشہ واجب جانے اور ان پر ہمیشہ پابندی سے عمل کرے۔

دوم، **وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَاناً** [4] (اور جب اللہ تعالی کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیتی ہیں)۔

جب خواص کے سامنے قرآن پڑھیں تو وہ دل کی حضوری اور یک سوئی سے سنیں اور ثواب کے وعدے اور عذاب کی تنبیہ کے معنی کو اچھی طرح سمجھیں تاکہ ایمان میں ترقی ہو۔

سوم، **وعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ** [5] (وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) خواص تمام حالتِ کار میں دل کو اپنے رب

---

[1] یہ اشعار رباعی کی بحر اور وزن میں نہیں ہیں (احقر مترجم)

[2] اپنی ذات پر بوڑھی عورتوں کا دین لازم کرلو۔

[3] پارہ ۹۔سورہ الانفال،آیت ۲

[4] پارہ ۹ سورہ الانفال،آیت ۲

[5] پارہ ۹ سورہ الانفال آیت ۲

سے پیوستہ رکھتے ہیں اور خوراک ،لباس نیز اپنی اور اہل وعیال کی تمام ضروریات کے لیے سوائے اللہ تعالی کے غیر کی جانب توجہ نہیں کرتے نہ حیلہ وتدبیر کے چکر میں رہتے ہیں۔

چہارم، **اَلَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ** [۱] (جونماز کی پابندی کرتے ہیں)وہ لوگ جونماز پر قائم ہیں وہی خاص بندے کہے جاتے ہیں۔اس سے مراد عاجزی کے ساتھ اقامت ،دل کی حضوری اور روح کا مشاہدہ ہے کہ **لا صلوٰۃ الاّ بحضور القلب** (دل کی حضوری کے بغیر نماز نہیں ہوتی)رسمی نماز درکار نہیں کہ ظاہر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور دل بازار میں لگا ہوا ہے۔ قطعہ:

تو درونِ نماز و دل بیروں
گشتہا میکند بہ مہمانی
ایں چنیں حالتِ پریشاں را
شرم ناید نماز می خوانی

ترجمہ: تو نماز میں ہے اور دل باہر مہمانی کے لیے گشت کر رہا ہے،ایسی پریشان خیالی کو نماز کہتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔

پنجم ، **وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ** [۲] (اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)ہم نے خواص کو دنیوی و اخروی نعمتوں سے علم ومعرفت سے صدق ومحبت سے جو کچھ عطا کیا ہے انھیں چاہئے کہ اس میں سے بندوں پر ایثار اور خرچ کریں اور بغیر دیے واپس نہ کریں۔ **اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا** [۳] (بس سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں)

یہ برحق مومنین ہوتے ہیں اور انھیں کو ایمانِ حقیقی حاصل ہے۔ **لَهُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَمَغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ کَرِیۡمٌ** [۴] (ان کے لیے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور (ان کے لیے) مغفرت ہے اور عزت کی روزی) یعنی انھیں بغیر کسب اور تکلیف کے رزق حاصل ہوگا۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ رزقِ کریم وہ ہے جو خواص کے دلوں کو معرفت کا نور بخشتا ہے اور انھیں کعبے پر فضیلت ہوتی ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے **المومن افضل من الکعبۃ** یعنی مومن کعبے سے افضل ہے۔بلند ہمت خواص اور عالی مراد عشاق مذکورہ پانچ باتوں کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ان سے آگے ترقی کرتے ہیں کیوں کہ یہ تمام باتیں (ان کے) حق سے کم تر ہیں۔پھر مہربانی اور احسان فرمانے والے اللہ کی مدد سے ان سب کی نفی کرکے خاص الخاص ایمان کی منزل میں جو غیر کی نفی اور ذات کا اثبات ہے،پہنچتے ہیں۔

۱؎ پارہ ۹ سورہ الانفال آیت ۳ ۲؎ ......ایضاً......آیت ۳
۳؎ ......ایضاً......آیت ۴ ۴؎ ......ایضاً......آیت ۴

چنانچہ خاص الخاص ایمان کی تعریف وہ ہے جو شیخ شرف الدین پانی پتیؒ [1] نے جو کہ اللہ تعالیٰ کے مجذوب اور محبوب ہیں، اپنے رسالے میں بیان کی ہے۔ **الایمان ھو الاعراض عن غیر اللہ والاقبال الیہ** یعنی ایمان خدا کے غیر سے منہ پھیرنا اور خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اس ایمان کا ثمرہ (اللہ تعالیٰ کی ذات کا) مشاہدہ، قربت، ملاقات اور دید ہے۔ اس درجے پر فائز ہستی کا شیطان کیا بگاڑ سکتا ہے۔ قطعہ:

ایں جا نہ غیر و زحمتِ اغیار نیز نہ
ایں جا نہ جستجوئے خواند کسے کہ خواند
ایں جا نہ گفت و گوئے ایں جا نہ ہائے ہوئے
ایں جا نہ کفر و ایماں داند کسے کہ داند

ترجمہ: یہاں نہ غیر ہے نہ غیروں کا رنج ہے۔ یہاں جستجو بھی نہیں ہے جو بلاتا ہے بلا لیتا ہے نہ یہاں گفتگو ہے نہ آہ و نالہ ہے نہ یہاں کفر و ایماں ہے بس جو جانتا ہے وہی جانتا ہے۔

الایمان ان تعبد اللہ کانک تراہ یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اس طرح اللہ کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ ایمان کی حقیقت ہے **فان لم تکن تراہ فاعلم انّہ یراک** یعنی اگر تو اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو جان لے کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ ایمان کی صورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لا یکمل ایمان احد کم حتّٰی یظنّ مجنون** یعنی کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ شخص دیوانہ ہے۔

جس شخص میں یہ تین بری خصلتیں ہیں اور وہ یہ کہے کہ میں مومن ہوں (وہ مومن نہیں منافق) کافر ہے۔ جب کلام کرے جھوٹ بولے، وعدہ خلافی کرے اور امانت میں خیانت کرے۔ ایمان میں زیادتی اور کمی کے بارے میں اختلاف ہے۔ جو لوگ ایمان کے زیادہ ہونے کے قائل ہیں وہ اس آیت کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ **لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَاناً مَّعَ اِیْمَانِھِمْ** [2] (تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو۔) ای **لیزدادو یقینا مع یقینھم** یعنی ان کے پہلے یقین کے ساتھ ان کا یقین زیادہ ہو۔ محققین نے کہا ہے کہ لوگوں کا ایمان جو حضرت رسالت مآب رسول اللہ ﷺ کے ایمان

---

(۱) ''شیخ شرف الدین پانی پتیؒ'' شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں آپ کے بہت ہی مختصر حالات تحریر کیے ہیں کہ آپ پانی پت کے رہنے والے تھے آپ کو بوعلی قلندر بھی کہتے ہیں۔ بڑے مشہور مجذوب اور ولی اللہ تھے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کس سے بیعت تھے۔ آپ کے کچھ مکتوبات بھی ہیں جو آپ نے عشق و محبت کی زبان میں اختیارالدین کے نام تحریر فرمائے۔ ایک رسالہ بہ عنوان ''حکم نامہ'' بھی آپ سے منسوب ہے لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق ہے کہ وہ رسالہ آپ کا نہیں بلکہ وہ عوام کی اپنی اختراعات ہیں۔ سال وفات ۷۲۴ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص ۲۷۹۔

(۲) پارہ ۲۶۔ سورہ الفتح آیت ۴

سے نافرمانی ہو گناہ کبیرہ ہے [۱] اور یہ جو آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **الایمان مکمل فی القلب زیادته و نقصانه** یعنی ایمان دل کے اندر مکمل ہے زیادہ بھی ہوسکتا ہے کم بھی اُس سے بعضے اصحاب اہل ایمان کا دنیا میں زیادہ رہنا مراد لیتے ہیں کیوں کہ سوسالہ ایمان (بہرطور) پچاس سالہ ایمان سے زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، **اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا** [۲] (بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے)۔ بیت:

دریں آیت دو ایمان است و سہ کفر
اگر دریابی ایں را گو ز دل شکر

ترجمہ: اس آیت میں دو ایمان اور تین کفر ہیں اگر تو نے اس حقیقت کو پالیا تو دل سے شکر ادا کر۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے بارے میں ہے جو ہر گھڑی ایمان لاتے تھے اور پھر کافر ہو جاتے تھے، اور مفسرین ہی میں جو اہل تحقیق ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو اپنی اصلی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کفر یہ کلمات کہنے سے کافر ہو گیا۔ یہ کفر اول ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے، **اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِهٖ** [۳] (اس کے ساتھ اول کافر) **ثُمَّ اٰمَنُوا** یعنی پھر ایمان لائے ایمان تقلیدی **ثمّ کفروا** پھر کافر ہو گئے یعنی ایمان تقلیدی سے رجوع کر کے ایمان تحقیقی تک پہنچے۔ ایمان تقلیدی دلائل و براہین کے ساتھ یقین اور علم الیقین کی مضبوط تحقیق کی بنا پر ہوتا ہے اور **فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰی** [۴] (سو جو شخص شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا) ایمان حقیقی کی جانب اشارہ ہے۔ یہ خواص مومنین کا حصہ ہے عوام کو نصیب نہیں ہوتا۔ یہ ایمان ثانی ہوتا ہے۔ **ثُمَّ ازدادُو کُفراً** یعنی پھر ایمان ثانی سے بھی کافر ہو گئے **لانّه لیس و صوله بتوحید الصرف** یعنی بے شک اس کا وصول خالص توحید ہے چنانچہ انھوں نے دوسرے کفر کی جانب رخ کر لیا۔ یہ کفر خالص ایمان ہے۔ بیت:

مسلمانی بجز کفراں نبا شد
کہ ایماں محض شد کفراں نبا شد

ترجمہ: مسلمانی سوائے انکار کے نہیں ہوتی۔ جب ایمان خالص ہو گیا کفر مٹ گیا۔

یہی عین الیقین ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے، **اُولٰئِکَ هُمُ المؤمِنُونَ حقاً** (بس سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں)

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں یہ عبارت نقل ہوئی ہے: ''محققان گفتہ اند ایمان خلق بجنب ایمان حضرت رسالت مآب ﷺ گناہ کبیرہ است'' اس عبارت میں سہو کتابت کا احتمال ہے۔ بہر حال احتیاط کے ساتھ ترجمے کی کوشش کی گئی ہے اگر کہیں غلطی ہوئی ہے تو اہل نظر آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں (احقر مترجم)

[۲] پارہ ۵۔ سورہ النساء آیت ۱۳۷

[۳] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ آیت ۴۱۔ مطبوعہ نسخے میں یہ آیت اس طرح درج ہے اوّل کافر به ولا تشترو بایٰتی ثمناً قلیلا۔

[۴] پارہ ۳۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۶

کہ خالص توحید ہوتی ہے اور تیسرا کفر۔ رباعی:

توحید کہ از مشربِ عرفاں باشد
درمذہب اہلِ عشق ایماں باشد
آں کس کہ ندیدہ قطرہ با بحر یکے
حیراں شدہ ام کہ چوں مسلماں باشد

ترجمہ: توحید جس کا تعلق مشربِ عرفان سے ہے، اہلِ عشق کے مذہب میں ایمان ہے، جس شخص نے سمندر کا ایک قطرہ نہ دیکھا ہو مجھے حیرت ہے وہ کیسا مسلمان ہے۔

کفر کی تین قسموں کا بیان:

(مجلس میں) کفرِ حقیقی کا ذکر نکل آیا، حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ کفر تین قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) ابلیسی (۲) محمدی اور (۳) حقیقی۔

(۱) ابلیسی: نفس سے تعلق رکھتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا وَّ اجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ [۱]

(اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچایئے) یہ ظاہری بت کی عبادت ہے جو نفس پوجنے سے عبارت ہے۔ بیت:

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است
مسلماں در جہاں کم تر فتاد است

ترجمہ: اس کافر سے جو ہماری بنیاد میں ہے دنیا میں مسلمان نیچے گر گیا ہے۔

النفس ھی الصنم الاکبر یعنی نفس وہی بڑا بت ہے۔ طالبانِ حق (سیر سلوک میں) ایسے مقام پر پہنچتے ہیں کہ وہاں شیطان کا نور ان پر متجلی ہوتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ کا نور ہے جیسا کہ سابق لطیفے میں اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ [۲] نے فرمایا ہے **ولو ظھر نورہ للخلق یعبدوہ بالالوھیتہ** یعنی اگر ابلیس کا نور ظاہر ہوجائے تو مخلوق خدا کے ساتھ اس کی پرستش کرے وہ نور طالب کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ بے چارے مجذوب شیرازی [۳]

---

[۱] پارہ ۱۳۔ سورہ ابراہیم، آیت ۳۵

[۲] حسن بصریؒ: آپ کی ولادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ وفات یکم رجب ۱۱۰ھ ہے۔ آپ صفِ اول کے عالم، محدث اور واعظ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں ''کلمات الصادقین'' اردو ترجمہ از احقر مترجم کراچی ۱۹۹۵ء ص ۲۶۲۔

[۳] حافظ شیرازی مراد ہیں۔ نام شمس الدین تخلص حافظ ۔۷۹۱ھ میں وفات ہوئی۔ یہ شعر دیوانِ حافظ شائع کردہ شیخ مبارک علی لاہور سال ندارد ص ۶۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں فریاد کناں ہیں۔ بیت :

دور است سرِ آ ب دریں بادیہ ہش دار
تا غولِ بیاباں نہ فریبد بہ سرابت

ترجمہ: اس صحرا میں پانی کا کنارا دور ہے ہوش قائم رکھ ایسا نہ ہو کہ صحرائی بھوت تجھے سراب کے دھوکے میں ڈال دے یہ کفر ابلیسی ہے۔

(۲) کفر محمدی : وہ ہے جس کا تعلق قلب سے ہے۔ابتدائے سلوک میں سالک پر جو نور متجلی ہوتا ہے وہ نور محمدی ہوتا ہے اور یہ نور اجمالی ہوتا ہے۔کہ لاکھ آفتاب اس کے ایک ذرّے کے برابر نہیں ہوتے ،لیکن سالک کو گمان ہوتا ہے کہ نور الوہیت ہے چنانچہ خدا کے ساتھ اس کی پرستش کرتا ہے پس کفر لازم ہونا ناگزیر ہے۔کیا خوب کفر ہے، جو صد ہزار ایمان کے برابر ہے اور کفر محمدی کے نام سے موسوم ہے۔ قطعہ :

شیخِ ہادی و مرشدِ کامل
باید از بہرِ ایں کہ گیر د دست

ترجمہ: اس کے لیے ہدایت کرنے والا شیخ اور کامل مرشد چاہیئے جو ہاتھ تھام لے۔

پس کشد زیں دو کفرِ نورانی
کفرِ ثالث کہ آں حقیقی ہست

ترجمہ: اور (سالک کو) ان دونوں کفر سے نکال کر تیسرے کفر میں کہ وہ کفرِ حقیقی ہے ڈال دے۔

برساند مریدِ طالب را
اندر آں جاوداروش پیوست

ترجمہ: مرید طالب کو اس منزل میں پہنچا دے اور اس سے پیوست کردے۔

اب ہم کفر حقیقی کی طرف آتے ہیں جو اللہ تعالی سے منسوب ہے۔اس کی حقیقت غیبی ذوق، بے شبہ الہام ،الٰہی تلقین اور تفہیم کے بغیر منکشف نہیں ہوتی۔اگر بہ تکلف عبارت میں لائیں تو سننے والے کی تشفی نہیں ہوتی۔ قطعہ :

معمائیست رازِ کفر اے دل
کہ جز اربابِ دل حالش ندانند
شدن کافر بدو ایمان محض است
تو خود کافرنۂ ایماں برآنند

ترجمہ: اے دل رازِ کفر ایک پہیلی ہے جس کا حال اہلِ دل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دو سے کافر ہونا خالص ایمان ہے۔تو خود کافر نہیں ہے اور ان پر ایمان ہے۔

کفر بھی چار ہیں۔ظاہر کا کفر، نفس کا کفر، دل کا کفر، حقیقی کفر۔ظاہری کفر معلوم ہے جو آیات کو جھٹلانا اور احادیث و برہان کا انکار کرنا ہے۔نفس کے کفر کا تعلق نفسانی خواہشوں سے ہے کہ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ [1] (جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔) جب راہِ حق کا سالک اس مقام سے گزرتا ہے تو اسے نفس کا مقام اور منزل دکھاتے ہیں۔وہ خیال کرتا ہے کہ یہی صانع ہے۔وہاں سے الگ ہو جاتا ہے کہ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ [2] (بس اس کا قابو تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں) سالکوں میں سے بہت سے اس مقام میں کافر ہو گئے ہیں وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ [3] (اور ہو گیا کافروں میں سے) (یہ آیت) اس حقیقت کا راز ہے۔اس مقام میں شیطان کو جان لیتے اور دیکھتے ہیں کہ کون ہے۔دل کا کفر وہی ہے جو امام غزالی نے بیان فرمایا ہے۔ایک عالم میں کفر کو جلالی کہتے ہیں۔وہ نفسانی اور شیطانی کفر ہے۔دوسرے کفر کو جمالی کہتے ہیں۔وہ قلبی اور روحانی کفر ہے۔ قطعہ:

در ایمان کافری شرطست لیکن
تو جائے سرّ و فہم آں نہ داری
تو تا از خویشتن کافر نہ گردی
بہ ہستیِ خدا ایماں نہ داری

ترجمہ: ایمان میں کافری شرط ہے لیکن تو اس کے راز اور اس کی فہم کا مقام نہیں رکھتا، جب تک تو اپنے وجود کا انکار نہ کرے خدا کی ہستی پر کیسے ایمان لا سکتا ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى [4] (سو جو شخص شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا) اس حقیقت کا بھید ہے۔

کفر اور ایمان دو دائمی حالتیں ہیں۔جب تک انسان خودی کی قید میں ہے کہ کفر و ایمان سے خالی نہیں ہوتا۔جب اپنی خودی سے رہائی پاتا ہے تو کفر و ایمان سے مبّرا ہوجاتا ہے۔جب تک خود پرستی سے نجات نہیں پاتا خدا پرست نہیں ہو سکتا۔جب تک بندہ نہیں بن جاتا آزاد نہیں ہوتا۔

---

[1] پارہ ۱۹۔سورہ الفرقان، آیت ۴۳ [2] پارہ ۱۴۔سورہ النحل، آیت ۱۰۰
[3] پارہ ۱۔سورہ البقرہ، آیت ۳۴ [4] پارہ ۳۔سورہ البقرہ آیت ۲۵۶

نبا شد بندہ تا آزاد نبود
نخوردہ تا غمے ہم شاد نبود

ترجمہ: جب تک غلام نہیں ہوتا آزاد نہیں ہوتا، جب تک غم نہیں اٹھا تا خوشی حاصل نہیں ہوتی۔

لیس فی القرآن ذکر الا عداء والخطاب مع الکفار یعنی قرآن میں دشمنوں کا ذکر اور کافروں سے خطاب نہیں ہے یعنی یہ لوگ خطاب کردہ نہیں ہیں بلکہ عتاب کردہ ہیں۔قرآن میں کافروں کا ذکر آیا ہے اور خطاب مومنین [۱] سے کیا گیا ہے۔**الکفروالایمان مقامات وراء العرش حجابان بین العبد والمولیٰ** یعنی کفر اور ایمان عرش کے آگے دو پردے ہیں، بندے اور مولیٰ کے درمیان ۔ یہاں عرش سے مراد دل ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، **کفر اهل الهمت اشرف من اسلام اهل المیّت** یعنی اہل ہمت کا کفر اہل میّت کے اسلام سے بہتر ہے۔اہل ہمت پر کفر کامیاب نہیں ہوتا۔ہمت کسی مقام پر نہیں ٹھہرتی خواہ وہ مقام کشف وکرامت اور محبت و معرفت ہی کا کیوں نہ ہو لیکن اہل میّت اسلام میں ٹھہر جاتے ہیں اور خود کو کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کفر کے رازوں کا کھل جانا حقائقِ ایمان میں سے ہے۔کفر کے لغوی معنی چھپانا ہیں[۲] مرد وہ ہے جو عرفان کے رخسار پر پردہ ڈال کر تجلیات الٰہی کو دیکھے۔

نظر افگن بر آں دیدار منظور
کہ روئے ہست در رخسار مستور

ترجمہ: (اے شخص) پسندیدہ چہرے پر نظر ڈال کہ (اصل) چہرہ رخسار میں چھپا ہوا ہے۔

کفر کی چار قسمیں ہیں[۳] کفرِ شریعت جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا، وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ[۴] (اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جاوے۔) اور فرمایا علیہ السلام [۱] نے جو شخص اجماع کا انکار کرے بے شک وہ کافر ہو گیا۔ دوسری قسم کفرِ طریقت ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا،

---

[۱] مطبوعہ نسخے کی عبارت یہ ہے"ذکر کافراں در قرآں آمدہ است یا کتابت می رود با مومناں" احقر مترجم کا خیال ہے کہ عبارت میں "کتابت" سہو کتابت کے سبب نقل ہوا ہے۔یہ غالباً "خطاب" ہے۔ترجمے میں یہ رعایت رکھی گئی ہے۔

[۲] اس کے بعد مطبوعہ نسخے میں یہ عبارت ہے:"ومرد آنست کہ از عذار عرفان ستر فروہشتہ و بر خسار یزداں صور گستہ بردارد" ظاہر ہے کہ یہ عبارت صحیح طور پر نقل نہیں ہوئی ہے۔خطی نسخے میں یہی عبارت اسی طرح سے ہے:
"مرد آنست کہ از عرفان سر فروہشت و بر خسار یزداں صور گست"
یہ عبارت مطبوعہ نسخے سے زیادہ الجھی ہوئی ہے۔احقر مترجم نے عبارت کا قیاسی مفہوم اپنے لفظوں میں لکھا ہے شاید کسی درجے میں درست ہو (احقر مترجم)

[۳] یہ طویل عبارت زبان عربی میں ہے، اسی کے ساتھ ساتھ عبارت کا فارسی ترجمہ ہے۔مترجم نے عربی عبارت نقل نہیں کی بلکہ فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کر دیا ہے (احقر مترجم) [۴] البقرہ ۲۱۷۔

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ[۲] (ترجمہ: جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔)

روئے گردانیدن از حق کافریست
نیست ایں پوشیدہ کفراں پوشش است

ترجمہ: حق سے روگردانی کرنا ہی کافری ہے۔ یہ پوشیدہ کفر نہیں ہے اس کو چھپانا ہے۔
نیز جس کی بصارت وبصیرت دنیا اور آخرت کی جانب مائل ہوتی ہیں، یہ کفرِ طریقت ہے۔

تیسری قسم کفرِ معرفت ہے، جیسا کہ ایک محقق نے فرمایا، معرفت پردہ ہے عارف اور معروف کے درمیان کیوں کہ وہ اس کا غیر ہے اور خاص حضرات کے نزدیک غیر کی جانب توجہ کرنا کفر ہے۔ چوتھی قسم کفرِ حقیقت ہے۔ اہل حقیقت میں سے جو شخص محبت، عشق اور توحید کے مقام پر رک جاتا ہے وہ محبوب ومعشوق اور جمالِ احدیت کی دید سے محروم رہتا ہے۔ یہ فنا فی اللہ حضرات کے نزدیک کفر ہے۔ آتش پرست اپنے کفر سے اور کافر اپنی زنّار کی حقیقت سے غافل اور بے خبر ہیں۔ نظم:

اگر کافر زبت آگاہ گشتے
کجا در دینِ خود گمراہ گشتے
اگر مسلم بدانستے کہ بت چیست
بدانستے کہ دیں دربت پرستیست

ترجمہ: اگر کافر بت پرستی (کی حقیقت) سے واقف ہوتا تو اپنے دین میں گمراہ نہ ہوتا۔ اگر مسلمان جان لیتا کہ بت کیا ہے تو جان لیتا کہ دین بت پرستی میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ شریعت کی اصل اہل سنت و جماعت کے عقائد پر یقین کرنے اور جن اعمال کے کرنے اور نہ کرنے کا عہد کیا ہے ان کو نصب العین قرار دینے سے عبارت ہے۔ معاذ اللہ اگر ایک اعتقادی مسئلے کا انکار کرے تو تمام جسمانی عبادات اور نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ بیت:

گر از یک مسئلہ انکار باشد
خدا از دینِ او بیزار باشد

ترجمہ: اگر کوئی شخص ایک مسئلہ سے انکار کرتا ہے تو خدا اس کے دین سے بیزار ہو جاتا ہے۔

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں کسی عبدالعزیز صاحب نے حاشیے میں لکھا ہے، یہ عبارت حدیث کی عبارت کے مشابہ نہیں ہے شاید کاتب نے غلطی سے لفظ علیہ السلام لکھا دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اصل متن ص ۱۲۱

[۲] پارہ ۸، سورہ الاعراف آیت، ۴۵

اس سلسلے میں اصحابِ عقیدہ سے متعلق ذکر آ گیا۔آپ نے امام غزالی کا واقعہ بیان فرمایا کہ امام غزالی نے بیداری اور خواب کی حالت میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے۔وہاں بہت سے لوگ کھڑے ہیں۔ہر ایک کے ہاتھ میں ایک مجّلد کتاب ہے۔سب ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب رسول اللہ ﷺ یہاں تشریف فرما ہیں اور یہ لوگ اصحابِ مذاہب ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنی اپنی کتابوں کے عقائد اور مذہب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عرض کریں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے عقائد اور مذہب کی تصحیح کرائیں۔ایک شخص حاضر ہوئے،دریافت کیا یہ کون ہیں۔لوگوں نے کہا یہ ابوحنیفہؒ ہیں۔ان کے ہاتھ میں کتاب تھی۔وہ حلقے میں داخل ہو کر بیٹھ گئے اور اپنے مذہب کے عقائد حضرت رسول اللہ ﷺ کے حضور عرض کیے۔رسالت مآب رسول اللہ ﷺ نے تصدیق فرمائی اور تحسین کی۔ان کے بعد دوسرے شخص آئے،ان کے ہاتھ میں بھی کتاب تھی لوگوں نے کہا یہ شافعیؒ ہیں۔وہ ابوحنیفہؒ کے پہلو میں بیٹھے اور اپنے عقائد بیان کیے۔رسالت مآب رسول اللہ ﷺ نے ان کی بھی تصدیق فرمائی اور مرحبا کہا۔

اسی طرح اصحابِ مذہب میں سے ایک ایک کر کے حاضر ہوتے رہے اور اپنے عقائد پیش کرتے رہے یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہا صرف چند لوگ رہ گئے۔جو شخص اپنا مذہب عرض کرتا اسے دوسرے شخص کے پہلو میں بٹھا دیا جاتا۔جب تمام اصحابِ مذہب سے فارغ ہو گئے تو اچانک ایک شیعہ داخل ہوا اس کے ہاتھ میں چند غیر مجلّد کاغذ تھے۔اس نے شیعوں کے عقائد باطلہ کو پیش کرنے کا قصد کیا اور حلقے میں داخل ہو اتا کہ ان کو رسالت مآب رسول اللہ ﷺ کے حضور عرض کرے۔ان اصحاب میں سے ایک صاحب جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے تھے حلقے سے نکلے اور اس نو وارد کو ڈانٹا۔اس کے ہاتھ سے تمام کاغذ لے کر پھاڑ دیے اور اس کی بڑی ذلّت کی۔

جب میں نے دیکھا کہ جماعت فارغ ہو گئی اور کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو عقائد بیان کرے تو میں آگے آیا۔میرے ہاتھ میں بھی ایک مجّلد کتاب تھی۔میں نے عرض کیا،یا رسول اللہ ﷺ اس کتاب میں میرے اور اہل اسلام کے عقائد ہیں اگر اجازت مرحمت ہو تو پڑھوں۔فرمایا کون سی کتاب ہے۔میں نے عرض کیا کہ کتاب ''قواعد العقائد'' اور غزالی نے لکھی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔میں بیٹھ گیا اور ابتدا سے پڑھنا شروع کیا۔جب اس مقام پر پہنچا کہ غزالی کہتا ہے **واللہ تعالی بعث النبی الامّی القرشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ کافة العرب و العجم والجن والانس** یعنی اللہ تعالی نے تمام عرب وعجم اور جن و انسان کی طرف نبی امّی قریشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا،تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر بشاشت اور تبسم کے آثار نمایاں ہوئے۔جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے التفات فرمایا۔دریافت فرمایا غزالی کہاں ہے۔غزالی وہاں کھڑے تھے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں غزالی ہوں اور سلام عرض کیا۔

حضور رسول اللہ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور اپنا دستِ مبارک ان کی طرف بڑھایا۔غزالی نے رسول ﷺ کے دستِ مبارک کو چوما اور اپنے منہ کو آپ ﷺ کے قدموں پر رکھا۔اس کے بعد تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ کسی شخص کی قرأت سے اتنا خوش نہیں ہوئے جتنا میرے قواعد العقائد پڑھنے سے خوش ہوئے۔جب میں بیدار ہوا تو میری آنکھوں پر گریہ کا اثر تھا۔میں نے کرامات و احوال کا بھی مشاہدہ کیا۔بعضے لوگ جو حضرت امام کے عقائد کے منکر تھے،ان کو اس رات حضرت محمد ﷺ نے اپنے سامنے طلب فرمایا اور ان کے جسموں پر اتنے کوڑے لگائے جس کا اثر زندگی بھر ان کے جسم پر رہا۔[1]

قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، شریعت کے چند اصول بیان کیے گئے۔طریقت اور حقیقت کے اصول انھی کی مثل ہیں،یعنی شریعت میں دینی عقائد ہوتے ہیں جن سے لوگ خود کو وابستہ کرتے ہیں اور اسی طرح طریقت میں بھی عقائد ہوتے ہیں۔چنانچہ صوفیہ پہلے بطور اجمال ان عقائد کے معتقد ہوتے ہیں اس کے بعد فروعات کی طرف آتے ہیں،جیسے تمام اذکار اور مراقبے ہیں۔ان کو سابق لطیفے میں بیان کیا جاچکا ہے۔ان میں جو بہت اہم امور تھے یہاں مختصر طور پر بیان کر دیے گئے ہیں۔

---

[1] اس واقعے کے بیان میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عبارت میں امام غزالیؒ سے متعلق کہیں واحد غائب کا صیغہ تحریر کیا ہے اور کہیں واحد متکلم کا یعنی یکسانیت قائم نہیں رہی ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سقم سہو کتابت کے باعث ہو۔احقر مترجم نے ہر جگہ مطبوعہ متن کی پیروی کی ہے اس لیے ترجمے میں واحد غائب اور واحد متکلم کی یکسانیت قائم نہ رہنے کے لیے معذرت خواہ ہے۔ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ اصل متن ص ۱۲۲۔

لطیفہ ۲۶

اربابِ علم و استدلال اور اصحابِ کشف و مشاہدہ دونوں گروہ کی حیرانی اور اہل کشف کے شوق و حیرت کا ذکر نیز شریعت، طریقت، حقیقت اور وحدت کی بحث جنھیں ایک ہی کہتے ہیں۔

قال الاشرفؒ:

الحیرة نوعان، حیرة المذموم و المحمودوالا ول لارباب للنظرو البرھان والثانی لا صحاب الکشف والعیان۔ یعنی جناب سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، حیرت دو قسم کی ہیں۔ حیرتِ مذموم اور حیرتِ محمود، پہلی اربابِ فکر و دلیل کے لیے اور دوسری اصحابِ کشف و مشاہدہ کے لیے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، توحید کی راہ کے طالب اور تفرید (یکتائی) کی درگاہ کے سالک دو الگ الگ فرقے ہیں۔ وہ جو اہلِ بحث و افکار ہیں اور وہ جو اصحابِ کشف و بصیرت ہیں۔ پہلے گروہ کو اربابِ علم و دلیل اور دوسرے گروہ کو اصحابِ کشف و مشاہدہ کہتے ہیں۔

اہلِ بحث و افکار کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عقل کے گھوڑے کو استدلال کے میدان میں دوڑاتے ہیں۔ ممکنات (مخلوق) کے وجود کو واجب الوجود کی ہستی پر دلیل بناتے ہیں اور نظری مقدمات کی ترتیب کے ساتھ مخلوق سے خالق کی طرف جاتے ہیں، لیکن یہ لوگ چوں کہ اپنی خودی کے ساتھ توحید و تفرید کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور احوال کی آنکھ سے جمالِ توحید کو نہیں دیکھتے اس لیے وجودِ واحد کو دو بلکہ ہزار وصد ہزار دیکھتے ہیں، اسی باعث شک کے صحرا میں جا پڑتے ہیں اور اسی موجب وادی محرومی میں سو جاتے ہیں۔ (یہ لوگ) ان قرآنی آیات کی جو توحید سے متعلق ہیں، انسانی طبیعت کی تنگی کے تقاضے اور جسمانی نارسائی کے اندازے کے مطابق تاویل کرتے ہیں اور ان آیات کے معانی کے ادراک میں صرف

چھلکا اتارنے پر قناعت کرتے ہیں لیکن لکلّ آیة ظاهر و باطن والبطنه سبعة البطن یعنی ہر آیت کا ظاہر و باطن ہے، اس کے باطن کے بھی سات باطن ہیں۔ اہل دلیل اس رمز سے بے بہرہ ہیں، حالاں کہ جمالِ توحید ان پر جلوہ کرتا ہے لیکن اندھے بن جاتے ہیں اور ابلیس کے مانند انانیت اور غرور کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی کج فہمی نے توحیدِ خالص اور وجودِ حقیقی میں آلائش قبول کر لی اور ان کا شریک گڑھ لیا اس لیے لازمی طور پر معرفت کے فوائد اور وصول کی دولت حاصل کرنے سے محروم ہو گئے۔ اگر چمگادڑ اپنی نحوست کے سبب تاریک حجرے میں رہا اور جمالِ آفتاب کی دید سے محروم رہا تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے۔ قطعہ:

نہ بیند مہر را چوں چشمِ خفاّش
گناہ از جانبِ خورشید نبود
کسے کز جامِ جم سرخوش نہ باشد
نفی در حکمتِ جمشید نبود

ترجمہ: اگر چمگادڑ کی آنکھ آفتاب کا جلوہ نہیں دیکھتی تو یہ آفتاب کا گناہ نہیں ہے۔ جو شخص جامِ جمشید سے سرور حاصل نہیں کرتا تو جمشید کی حکمت کا انکار نا مناسب ہے۔

اصحابِ کشف و شہود کی روش یہ ہے کہ حبلِ متین [1] کی مدد اور عروۃ الوثقیٰ [2] کی عنایت سے تقلید کے گہرے کنویں کی تہہ سے باہر آجاتے ہیں اور دل کی پاکیزگی اور روح کی دائمی صفائی کے ساتھ صحرائے تحقیق کی فراخی میں قدم رکھتے ہیں۔ کشف کے وسیلے اور شہود کے زینے سے معرفت کے ایوان میں آتے ہیں اور معبود کے ملکِ حقیقت کی سلطنت کے تخت تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ عدم سے وجود میں آنے اور قِدَمْ [3] سے حدوث [4] کے ربط کی تحقیق بارگاہِ توحید میں 'لا' کی جھاڑو پھیر کر کرتے ہیں اور خالص توحید کی عظمت کے دامن کو 'الّا' کے پانی سے دھوتے ہیں۔ خالص مغز کے ساتھ توحید کے درجات طے کرتے ہیں۔ وہ قرآنی آیات جو توحید سے متعلق ہیں، ان کو تاویل کے بغیر خالص توحید پر منطبق کرتے ہیں۔ توحید کے چہرے کو دلائل کے زیور سے سجاتے ہیں اور وحدت کے رخسار کی آرائش برہان سے کرتے ہیں۔ اس کو لباسِ حجّت سے آراستہ کر کے بیان کی چادر پہناتے ہیں اور وضاحت کی نمایاں جگہ پر بٹھاتے ہیں۔ نامحرموں پر توحید کے راز ظاہر کرنا اچھا نہیں سمجھتے اور ان سے ان حقائق کا چھپانا واجب جانتے ہیں۔ (یہ حضرات) سالکوں کو اسی انداز سے ہدایت

---

۱ حبلِ متین۔ مضبوط رسی

۲ عروۃ الوثقیٰ۔ بہت مضبوط حلقہ یا کنڈا

۳ قدِمْ۔ قدامت۔ پرانا پن صرف اللہ تعالیٰ کے لیے قدِمْ استعمال کرتے ہیں۔

۴ حدوث۔ مخلوق

کے راستے پر چلاتے ہیں۔ نظم:

بہ نامحرم نباید سِرّ گفتن
نہ از محرم بباید در نہفتن

ترجمہ: نامحرم سے راز کی بات نہیں کہنا چاہئے اور جو آشنا ہے اس سے چھپانا نہیں چاہئے۔

سر از محرم نہاں کردن چنانست
کہ گفتن راز با نا محر ما نست

ترجمہ: محرم سے راز چھپانا ایسا ہی ہے جیسے نامحرموں پر راز ظاہر کر دینا،

کسے کو زیں دو حد گامے بروں زد
سر از معنی بروں کردہ دروں زد

ترجمہ: جس شخص نے ان دو حدوں سے تجاوز کیا، اس نے (بے موقعہ) رازِ حقیت آشکار کیا اور چھپایا۔

ان (اصحابِ کشف وشہود کی) پیروی باعثِ ہدایت ہے۔ **من اقتدا بھم اھتدیٰ ومن خالفھم ضلّ واغتویٰ** یعنی جس نے ان کی پیروی کی اسے راستہ مل گیا اور جس نے خلاف کیا وہ گمراہ ہوا اور بھٹک گیا۔ جان لیں کہ صوفیہ رضی اللہ عنھم اہلِ کشف وبصیرت کا گروہ ہے، اہلِ فکر ودلیل کا فرقہ نہیں ہے۔ یہ اہلِ توحید ہیں جن کا مذہب توحید اور مشرب تفرید ہے۔ بیت:

بگو با من چہ دیں داری خوشم بادینِ توحیدش
ہمیں دینم صواب آرد دگر دینہا خطا دیدم

ترجمہ: مجھے بتا کہ تیرا دین کیا ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی توحید پسند کرتا ہوں، میرے نزدیک یہی دین درست ہے۔ دوسرے دینوں میں خطا ہے۔

ان کو اہلِ توحید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے۔ یہ بات دوسروں کو زیب نہیں دیتی لیکن ان کو زیب دیتی ہے کیوں کہ یہ منازلِ توحید کی راہ اور معاملاتِ تجرید کی سیر میں ایسے مقام تک پہنچے ہیں کہ ان کی بشریت کا پہاڑ جمالِ الٰہی کی تجلیات کے صدمے سے ریزہ ریزہ ہوگیا ہے۔ ان کی انیّت کے پردے سحابِ جلال کے پرتو سے جل چکے ہیں۔ ان کا وجودِ اضافی وجودِ حقیقی کے انوار کی حرارت سے نیست و نابود ہو چکا ہے۔ یہ حضرات اسرار توحید کے مشاہدے اور انوارِ وحدت کے معائنے کے وقت خدائے لم یزل ولا یزال[۱] کے جمال میں ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ ان کے دل میں ذاتِ احد کے علاوہ کسی کا گزر نہیں ہوتا، ان کی آنکھیں ذاتِ احد کے سوا کسی کو نہیں دیکھتیں اور ان کی زبان پر

۱؎ لم یزل = بے زوال، لا یزال۔ بے زوال سے مراد اللہ تعالیٰ

سوائے احد کے کوئی کلمہ نہیں آتا۔ اس وقت ایک ہی جاننے والے دل، ایک ہی دیکھنے والی آنکھ اور ایک ہی کہنے والی زبان کے ساتھ کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے اور وہ وجودِ واحد حق تعالیٰ ہے۔

اہلِ عرفان کہتے ہیں جب تک سالک اپنی ذات سے فنا نہیں ہوتا اللہ کے ساتھ باقی نہیں ہوتا۔ قطعہ:

فانی ز خود و بدوست باقی
ایں طرفہ کہ نیستند و ہستند
ایں طائفہ اند اہلِ توحید
باقی ہمہ خویشتن پرستند

ترجمہ: اپنی ذات سے فانی اور محبوب کے ساتھ باقی ہیں۔ یہ عجب تماشا ہے کہ نیست ہیں اور باقی بھی۔ بس یہی ایک گروہ اہلِ توحید ہے باقی سب خود پرست ہیں

حیرت کی تعریف اور اس کی اقسام:

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ حیرت مذموم بھی ہوتی ہے اور محمود بھی۔ پہلی حیرت دلائل اور اسناد کے تقابل سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسری حیرت مسلسل واردات اور متواتر الہامات کی بدولت اہلِ کشف و وجدان کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ حیرت جو اہل فکر و دلیل کا حصہ ہے اس سے پناہ مانگی ہے۔ دوسری حیرت کے لیے دعا کی ہے۔ رب زدنی تحیّراً یعنی اے میرے رب میرے تحیّر میں زیادتی کر، اسی مقام سے عبارت ہے۔ وہ عقیدہ جو دلائل سے حاصل ہوتا ہے اس کا جھکاؤ شک کی طرف ہوتا ہے، بخلاف اصحابِ کشف وعرفان کے عقیدے کے [1] جب کہ عقل صافی جو غفلتوں اور شہوتوں سے مجرد ہو چکی ہو، اس کے ذریعے سے توحید تک رسائی محال ہے تو تاریک و محدود عقل کے ذریعے توحید تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عقل کا شکرہ جب عالمِ توحید میں پرواز کرتا ہے تو شکوک و شبہات کے سوا کوئی شکار اسے نہیں ملتا۔ متکلم توحید پر دلیل لاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر یقین رکھتا ہے لیکن (درحقیقت اس کا باطن شک و شبہے میں آلودہ ہوتا ہے) حضرت عین القضاۃ سے منقول ہے کہ ابن السقاء بغدادی نے ساحلِ دجلہ پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور

---

[1] اس کے بعد مطبوعہ نسخے کی عبارت (ص ۱۲۴۔ سطر ۲۰ تا ۲۶) سہو کتابت سے پر ہے۔ کتابت شدہ عبارت یہ ہے۔

"زیرا کہ بآلت وحدت عقل صافی از فضلات غرت و مجردان شہوات
بتوحید صرف رسیدن محال است کہ بعقل تاریک مختص چہ رسد الخ

اس عبارت سے کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے۔ دراصل یہ تمام عبارت عین القضاۃ ہمدانی کے مشہور رسالے "غایت الامکان فی درایت المکان" سے اخذ کی گئی ہیں۔ احقر مترجم نے عین القضاۃ کے مذکورہ رسالے کا ۱۹۸۴ء میں ترجمہ کیا تھا اور مع فارسی متن شائع کیا تھا۔ یہاں سطر ۲۰ تا ۲۶ کا ترجمہ مذکورہ رسالے سے نقل کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، "غایت الامکان فی درایت المکان" اردو ترجمہ از لطیف اللہ کراچی ۱۹۸۴ء ص ۱۷ سطر ۶ تا ۱۵۔

وحدانیت پر پے در پے سو دلائل دیے۔ اس کے بعد مشرک ہو گیا اور قسم کھا کر کہا کہ اب ہر دلیل پر جو توحید پر میں نے دی ہے تین میں سے تیسرے پر دوں گا۔[۱] اگر دلائلِ توحید میں ایک دلیل بھی اس پر روشن ہوتی تو اسے یہ واقعہ ہرگز پیش نہ آتا۔ قطعہ:

چو نورے نیست از خورشیدِ توحید
ز نورِ ذرّۂ عقل اوچہ بیند
چو تا بد ذرّۂ خورشیدِ وحدت
براہیں ذرّہ وار از ہم نشیند

ترجمہ: جسے آفتابِ توحید کا نور میسر نہیں ہے اسے عقل کے ایک ذرّہ نور سے کیا نظر آ سکتا ہے، جب توحید کے آفتاب کا ایک ذرّہ چمکتا ہے تو تمام دلائل ذرّوں کی مانند عاجز ہو جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، تحیّر کے لغوی معنی سرگشتہ ہونے اور گم ہو جانے کے ہیں **المتحّیر لم یکن له مخرج من امره یمضی و عاد الیٰ حاله** یعنی متحّیر وہ شخص ہے جو اپنے کسی معاملے سے نہ نکل سکے اور اپنی حالت کی طرف غور نہ کر سکے۔ اگر مستغرق کو حالت استغراق میں صفاتِ افعالی کا کشف حاصل ہو جائے تو اس کیفیت سے لوٹ سکتا ہے اور جلد اپنی اصل حالت پر واپس ہو سکتا ہے۔ لیکن متحّیر کو چوں کہ صفاتِ ذاتی کا کشف ہوتا ہے، جو کچھ دنیا اور آخرت میں ہے اسے دکھایا جاتا ہے اور مملکتِ الٰہی میں جو کچھ ہے اس پر ظاہر کر دیا جاتا ہے اس لیے وہ از خود اپنی اصل حالت پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو اپنی اصلی حالت پر نہ لائے۔ قطعہ:

کسے کو سر بہ دریائے تحیرّ
فگندہ یافت از وجداں لآلی
سوئے ساحل نیاید، تا مر اورا
نیا رندش ز بحرِ لا یزالی

ترجمہ: جس نے اپنا سر تحیر کے دریا میں ڈال دیا اس نے وجدان کے موتی حاصل کر لیے، وہ خود ساحل پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالی اسے لا زوال سمندر سے نہ نکالے۔

حضرت شیخ قطب الاقطاب بختیار کا کی اوشیؒ ہمیشہ عالم تحیرّ میں رہتے تھے۔ ان کے خادم ان کو تین وقت دریائے حال

---

[۱] عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ اقانیم ثلثہ ہے یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس۔ یہ ان کے عقیدے کا مثلث ہے۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ثبوت مراد ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس واقعے کے بعد ابن السقاء بغدادی نے نصرانیت اختیار کر لی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں، وفیات الاعیان مصنفہ ابن خلکان۔ جلد ہفتم ص ۸۷۔ بیروت ۱۹۶۸ء

سے ساحلِ قال پر اور صحرائے وصال سے کنارہ خیال تک لاتے۔ اول نماز کے وقت، دوم جب کوئی آنے والا (ملاقاتی) آتا، سوم روزہ افطار کرنے کے وقت۔ اس حالت میں جس شخص پر آپ کی مبارک نظر پڑ جاتی وہ ولایت کے درجے پر پہنچ جاتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت عجیب وغریب تھی۔ ہمیشہ وجد کے عالم میں رہتے تھے۔ آپ کے اکثر اوقاتِ شریفہ تحیّر کی حالت میں گزرتے۔ خادم نماز پنجگانہ کے وقت یا کوئی عزیز ملاقات کرنے آتا تو آپ کو آگاہ کرتے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ عالی مرتبہ سیف خاں خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ اس سے پہلے کہ خادم آپ کو اطلاع دیتا، وہ جلدی سے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ تقریباً ایک ساعت کھڑے رہے خادم کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ سیف خاں کے آنے سے آپ کو آگاہ کرتا۔ جب کافی دیر ہوگئی تو آپ نے چشمِ مبارک کھولی۔ فرمایا آیئے ،سیف خاں کی عجیب حالت تھی جیسے نعمت نایاب حاصل ہوئی ہو۔ خدا مبارک کرے۔ سیف خاں بیان کرتے تھے کہ آپ کی نظرِ مبارک پڑتے ہی میری یہ حالت ہوگئی گویا آپ نے مجھ سے میرے وجود کو چھین لیا ہے اور مجھے ایسے عالم میں لے گئے ہیں جو کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ سعادت جو آپ اصحاب دیکھتے ہیں اسی ایک نظر کا کرشمہ ہے اور جس نعمت کے لیے لوگ سر مارتے ہیں اسی ایک نگاہ کا اثر ہے۔ رباعی: [۱]

مسِ وجودِ من کہ نبودش بہم قدر
زرّے طلائے گشت ازاں کیمیا اثر
بودم حضیض منظر حرماں فتادہ من
از التفاتِ مہر کشیدم بہ اوج سر

ترجمہ: میرے وجود کے تانبے کی کوئی حیثیت نہ تھی اس کیمیا اثر سے زر سرخ ہو گیا، میں پست منظر اور حرماں زدہ تھا لیکن آفتاب کی توجہ سے سر بلند ہو گیا۔

حضرت گنج شکرؒ سے روایت کرتے ہیں (آپ نے فرمایا) کہ متحیّر کبھی باریاب نہیں ہوتا۔ جب مرتا ہے۔ عشق الٰہی میں مست مرتا ہے جب اٹھتا ہے عشق الٰہی میں مست اٹھتا ہے۔ سوال کے وقت منکر نکیر کو حیرت سے لبریز جواب دیتا ہے، جب کرسی عدالت کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اس وقت تک عالم حیرت میں رہتا ہے۔ جب تک انوارِ ذات سے مشرف نہ ہو جائے۔ بیت:

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد
مپنداری کہ مہرت از دلِ عاشق رود ہرگز

ترجمہ: یہ گمان نہ کر کہ تیری محبت عاشق کے دل سے نکل جاتی ہے ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ جب مرتا ہے مبتلا مرتا ہے اٹھتا

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

ہے۔تو مبتلا اٹھتا ہے۔

متحیرّ اس وجہ سے کہ انتہائے شوق میں شکل پر شکل بنانے والے کو گمان کرتا ہے۔ مشاہدۂ دوست سے محروم رہتا ہے۔ حالت تحیرّ خاندانِ چشت اہل بہشت سے مخصوص ہے ۔یہ حضرات مجاہدے کے بغیر مشاہدے کی نعمت پاتے ہیں۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے ربّ زدنی تحیّراً یعنی اے پروردگار میری حیرانی میں زیادتی فرما۔(خیال کرو کہ) یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔صاحبِ ہمت کا کمال تحیرّ میں ظاہر ہوتا ہے۔ تحیرّ کے سات سو درجے ہیں اور جملہ اہل تحیرّ پینتالیس گروہ ہیں ہر گروہ کا اپنا مرتبہ و مقام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا ؒ فرماتے تھے کہ ذات میں تحیرّ کفر کی جانب لے جاتا ہے اور صفات میں تحیرّ خالص توحید ہے ۔بعض محققین کہتے ہیں کہ ذات (کے تحیرّ) میں بھی تحیرّ ہے، و **حقیقۃ المعرفت تحیّرو عجز عن درک الادراک** ادراک'' یعنی معرفتِ حقیقت حیرانی ہے اور ادراک کے درک سے عاجزی ادراک ہے۔ جب معروف یعنی اللہ تعالی کا احاطہ ناممکن ہے تو اس کی معرفت بھی ممکن نہیں سوائے حیرت کے اور حیرت محوِ تصرف ہے،صفت سے بھی اور عبادت سے بھی ۔ حقیقتِ محو اوصاف کے فنا ہونے کا تصرف ہے اور فنا کا ثمرہ اوصاف کا مشاہدہ ہے۔

اس سلسلے میں نقل فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کو تحیرّ کی نعمت عطا فرمائی ۔ زمین حرکت میں آئی اور عالم حیرت میں جا پڑی اور فریاد کی کہ '' میں'' ہوں ۔غیب سے ندا آئی اگر دم مارا تو سزا دوں گا۔ خاموش ہو جا کہ یہ عالم خاموشی ہے، چنانچہ زمین سے اہل تحیرّ پیدا کیے گئے بلکہ آسمان و زمین کی تمام موجودات عالم تحیرّ میں ہیں۔ رباعی [1]

فلک گشت از تحیرّ ہم چو پرکار
زمیں چوں نقطۂ خاموش درکار
ثوابت ثابت اندر حیرتِ او
بہ چرخِ حیرت است سیّارہ سیّار

ترجمہ: تحیرّ سے آسمان پرکار کی مانند ہوگیا، زمین (دائرے کے) نقطے کی طرح ساکت و خاموش ہوگئی۔ قائم رہنے والے ستارے اس کی حیرت میں ساکت ہو گئے ۔حرکت کرنے والے ستارے حیرت سے گھومنے لگے۔

متحیرّ ہونے کے سبب بھی کئی طرح کے ہیں۔ بعضے موت اور قبر کی ہیبت سے حیران ہوتے ہیں اور بعضے عذاب اور قبر کے ڈر سے متحیرّ ہوتے ہیں۔ایک گروہ قیامت کے خوف سے حیران ہے کہ کل قیامت میں ہم پر کیا بیتے گی اور ہمیں کن لوگوں میں شامل کیا جائے گا۔

حضرت رسالت پناہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک رات اور ایک دن عالم حیرت میں رہے۔

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

فرماتے تھے کہ الٰہی میرے بعد میری امت پر کیا گزرے گی۔ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سورۂ اخلاص لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جو شخص ہمیشہ سورۂ اخلاص کی تلاوت کرتا رہے گا، وہ عذابِ قبر اور خوفِ قیامت سے محفوظ رہے گا اور اسے تحیّر کی کیفیت بھی نصیب ہوگی۔ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص اپنے دل کو ان تین باتوں سے بچا کر رکھے گا۔ اسے سعادتِ حیرت عطا کی جائے گی۔ اول لقمہ حرام نہ کھائے اور بھوک سے زیادہ نہ کھائے ،دوسرے ممنوعہ اوقات میں نہ سوئے، تیسرے دنیا سے دور رہے اور دنیا داروں کی صحبت سے بچے۔ غزل:

بر گزراز خواب و خور مردانہ وار
تا براہِ عشق چوں مرداں شوی

ترجمہ: نیند اور بھوک کے جھمیلے سے مردانہ وار گزر جا، تا کہ عشق کی راہ میں اہل ہمت کے مانند ہو جائے۔

از حریمِ صحبتِ مردم برآی
تا براہِ وصل او خنداں شوی

ترجمہ: مخلوق کی صحبت کی چار دیواری سے نکل جا، تا کہ محبوب کے وصل سے خوش ہو جائے۔

از حجابے نام و ناموسے گزر
عاشقے چوں اشرفِ سمناں شوی

ترجمہ: نام و ننگ کے حجاب سے گزر جا اور اشرف سمنانیؒ کے مانند (محبوب حقیقی کا) عاشق بن جا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، حیرت پیدا ہونے کے جو اسباب (ہم نے) بیان کیے ان کا تعلق عام لوگوں سے ہے (کہ کسی خوف کے سبب حیران ہو جاتے ہیں) لیکن خواص راہِ سلوک کی بے نہایتی اور بارگاہِ مالک الملوک کی بے پایانی سے متحیّر ہوتے ہیں۔ اخص الخواص دریائے مشاہدہ اور صحرائے معائنہ میں سرگرداں رہتے ہیں۔ وہاں جن تجلیات و انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے ان کے وصول وحصول سے متحیّر ہو جاتے ہیں۔کل (قیامت کے دن) جب عزت کا شامیانہ اور عظمت کا سائبان آراستہ کریں گے تو انبیا علیہم السلام باوجود صاحبِ نبوت وشوکت ہونے کے کہیں گے، **لا علم لنا** (ہمیں علم نہیں ہے) فرشتے عبادت گاہوں کو جلا کر اور تقدیس وتسبیح کے خرمن ہوا میں اڑا کر عرض کریں گے۔**ما عبدناک حق عبادتک** (ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہ کیا جیسا کہ تیری عبادت کرنے کا حق تھا) مخلص ،موحد اور عارف افسوس کریں گے کہ **ما عرفناک حق معرفتک**(ہم نے تجھے نہ پہچانا جیسا تیرے پہچاننے کا حق تھا)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا ،خواص کو آیات قرآنی کے پوشیدہ معانی، کلام ربّانی کے مشکل رموز ،کرسی کی عظمت،عرش کے پھیلاؤ، لوح وقلم ، فلک و ملک کے معائنے سے تحیّر پیدا ہوتا ہے جب کہ اخص الخواص جو **لایعرفھم غیری** [1] کی

[1] **لا یعرفھم غیری** ۔ میرے غیر انھیں نہیں پہچانتے۔

صفت سے موصوف ہیں، اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات کے آثار اور ذات کے انوار میں متحیّر اور مستغرق رہتے ہیں۔ حضرت گنج شکرؒ کا قول ہے کہ اس مقام کے سات سو دروازے ہیں جو فناء الفنا میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ اس سے بالا تر کوئی مقام نہیں ہے۔ تمام انبیا کو یہ مقام حاصل تھا۔ بعض اخص اولیا بھی اس مقام کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ عالم تحیّر کے صدق کا اثر یہ ہے کہ اگر حالتِ تحیّر میں سات آسمان و زمین کے طبق گرم کر کے ان کے قدم کے نیچے رکھ دیئے جائیں تو یہ حضرات جنبش بھی نہ کریں۔ بیت :

اگر صاحبِ تحیرّ پا بہ دوزخ
نہد، افسردہ گردد نار چوں یخ

ترجمہ: اگر متحیّر دوزخ میں قدم رکھ دے تو اس کی آگ بجھ کر برف کی مانند ٹھنڈی ہو جائے۔

اس سلسلے میں فرمایا کہ ابوبکر سقا بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں کشتی میں سفر کر رہا تھا کہ تیز ہوا چلی اور کشتی موجوں کی لپیٹ میں آ گئی۔ لوگوں نے دعا اور فریاد شروع کر دی۔ اس کشتی میں ایک درویش تھا جو کمبل میں سر لپیٹے جامِ حیرت پیئے پڑا تھا۔ لوگ اس کے پاس گئے اور کہا کہ اے دیوانے سب لوگ دعا و فریاد کر رہے ہیں تو بھی کچھ کہہ۔ اس نے اپنا سر کمبل سے نکالا اور کہا: مصرع

عجب لقلبک کیف ان قلب

ترجمہ: تعجب ہے کہ تیرا دل ایک دم کیسے پلٹ گیا۔

یہ مصرع پڑھ کے پھر کمبل میں سر چھپالیا۔ لوگوں نے کہا یہ کیسا دیوانہ ہے کہ ہم اس سے کہہ رہے ہیں کہ دعا کرو اور یہ شعر پڑھ رہا ہے۔ اس نے کمبل سے دوبارہ سر نکالا اور دوسرا مصرع پڑھ دیا۔

رشدہ حبک لی لم ذھب

ترجمہ: اس دل کی درستی تیری محبت ہے جو مجھے حاصل تھی کیسے چلی گئی۔

دوسرا مصرع پڑھتے ہی طوفان کی شدت کم ہو گئی۔ لوگوں نے دیوانے سے دوبارہ کہا بابا کوئی اور بات کہو اس نے کمبل سے سر نکال کر دوسرا شعر پڑھا۔ بیت :

واعجب من ذاو ذاو اننی
اراک بعین الرضا فی الغضب

ترجمہ: اور مجھے تعجب ہے اس پر بھی اور اس پر بھی کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں غضب کی حالت میں۔

یہ شعر پڑھنے کے بعد لہریں ساکن ہو گئیں اور تیز ہوا تھم گئی۔ شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اس دیوانے نے تو یہی دو شعر پڑھے، تیسرا شعر میں نے کسی دوسری جگہ پڑھا وہ یہ ہے۔ بیت :

فان جدت بالوصل احببتنی
والا فهذا الطریق العطب

ترجمہ: اگر تو وصل کے ساتھ فیاضی سے کام لے تو تو مجھے محبوب بنالے گا ورنہ تو یہ راستہ سراسر ہلاکت کا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، اصحابِ تحیرّ فجر کی نماز بارگاہِ کبریا میں ادا کرتے ہیں، ظہر فرازِ عرش پر، عصر کعبے شریف میں، مغرب بیت المقدس کے اوپر اور نمازِ عشاء بیت المعمور میں پڑھتے ہیں۔ بیت:

مصلے کیں چنیں نبود نمازش
بہ نزد عاشقاں تارک صلوٰتست

ترجمہ: جس شخص کی نماز ایسی جگہ ادا نہیں ہوتی وہ اہلِ عشق کے نزدیک تارک نماز ہوتا ہے۔

آدم علیہ السلام جب گلزارِ جنت سے باہر آئے تو دو سو سال عالمِ تحیرّ میں رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حالتِ تحیرّ میں فرشتے کو طمانچہ مارا، اگر فرشتہ واپس نہ لوٹتا تو جل جاتا۔ قطعہ:

ز مستِ جامِ حیرت در خرابات
چو زاہد ناید از وے پارسائی
دگر شور اند اورا بے حمیّت
بسوزد دردم از نورِ خدائی

ترجمہ: جو شخص میخانے میں جامِ حیرت سے مست ہو گیا ہو اس سے زاہد جیسی پارسائی نہیں ہوتی۔ اگر اس کے بے حمیّت ہونے کا شور مچایا جائے تو وہ الٰہی نور سے ایک دم میں اسے جلا دیتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، اصحابِ تحیرّ وتفکر اس وجہ سے خاموش رہتے ہیں کہ اللہ تعالی سے ہم کلام رہتے ہیں۔ جب پلک جھپکاتے ہیں تو اگلا درجہ طلب کرتے ہیں۔ اخص الخواص جب عالم ملکوت[1] عبور کر لیتے ہیں تو ان پر تحیرّ طاری ہو جاتا ہے اور اکثر و بیشتر تحیرّ عالمِ جبروت[2] و لاہوت[3] میں ہوتا ہے۔ اس کی علامت خاموشی ہے۔

(یہ حضرات) جمالِ الٰہی کے نظارے اور وصال کے ناز و نیاز میں اس قدر غرق ہوتے ہیں کہ دن رات اور مشرق و مغرب سے بے خبر ہوتے ہیں۔ قطعہ:

خیالت آں چناں بے ہوش دارد
کہ خبرے ز انفس و آفاق نبود

---

(۱) عالم ملکوت ۔ وہ عالم جو مخصوص ہے ملائکہ، ارواح اور نفوس کے لیے (سرّ دلبراں، ص ۳۰۷)

(۲) عالم جبروت ۔ مرتبہ وحدت، مرتبہ صفات، حقیقت محمدی (سر دلبراں، ص ۱۲۶)

(۳) عالم لاہوت ۔ مرتبہ ذات، لاہوت دراصل لاھوالاّ ھو ہے (سرّ دلبراں ص ۲۹۷) لاھوالاّ ھو (وہ نہیں ہے بجز اپنے آپ)

کسے کو عشقِ او باشد مقیّد
خبر از خود علی الاطلاق نبود

ترجمہ: تیرا خیال اس درجے بے ہوش رکھتا ہے کہ اپنی اور دنیا کی خبر نہیں رہتی۔ جو شخص کہ اس کے عشق میں گرفتار ہے اسے قطعی طور پر اپنی خبر نہیں ہوتی۔

آپ حضرت مخدومیؒ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت گنج شکرؒ اکثر یہ شیریں اشعار پڑھتے تھے۔ قطعہ :

خوں بہائے عاشقاں در روزِ وصل
جلوۂ معشو ق باشد وقتِ ناز
کشتگانِ دوست ، تا روزِ جزا
تا نہ پنداری بخود آیند باز

ترجمہ: وصل کے روز عاشقوں کا خوں بہا، ناز کے وقت محبوب کا دیدار ہوتا ہے، دوست کے مارے ہوئے قیامت کے دن بھی ہوش میں نہیں آئیں گے۔

اہل عشق کی آخری نعمتِ ابدی اور اہلِ شوق کی تمام دولتِ سرمدی حیرت ہے۔خواص جب حالتِ تحیّر سے حالتِ ہوش میں آتے ہیں تو شرمسار ہوتے ہیں کہ ہم کہاں تھے اور کس شے کے لیے مبتلائے تحیّر ہوئے جس کے وصف کا ایک شمّہ بھی ظاہر نہ ہوا کہ کیا صفت رکھتا ہے۔ بیت :

وصفِ جمالِ چوں توئی نیست حدِ بیانِ من
من چہ کنم صفت ترا اے تو چناں کہ ہم توئی

ترجمہ: میں تیرے جمال کی خوبی جیسا کہ تو ہے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ میں تیری صفت کس طرح بیان کروں جب کہ تو اپنی مثال آپ ہے۔

اہلِ تحیّر دوست ہی سے کلام کرتے ہیں اور دوست ہی کی بات سنتے ہیں۔اپنی صفات سے فانی شخص اور متحیّر ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ بیت :

آں کس کہ بہ عالمِ تحیّر غرق است
در ہر چہ نظر کند، بود دوست حضور

ترجمہ: وہ شخص جو حالتِ تحیّر میں غرق ہے جس چیز کو دیکھتا ہے دوست کو موجود پاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت سیّد محمد گیسو درازؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ وہاں دس دن اور دس راتیں عالم تحیّر میں رہے۔ آپ کو عالمِ محسوس کا بالکل شعور نہ تھا۔ جب نماز کا وقت ہوتا بہ تکلف نماز میں شریک ہوتے اور آپ کو اس کا قطعی

احساس نہ ہوتا۔دس دن کے بعد جب آپ اپنے آپ میں آئے تو اصحاب سے نماز کی حالت کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے جو کیفیت دیکھی عرض کردی۔فرمایا اللہ تعالی کا شکر ہے کہ میرے وقت کی حفاظت فرمائی ۔ بیت :

اگرچہ مستِ جامِ عشقِ یارم
ولے سّرِ ازاں بیروں نیارم

ترجمہ: اگرچہ میں دوست کی محبت کے جام سے مست ہوں لیکن رازِ محبت کو کسی پر عیاں نہیں کرتا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا نے فرمایا، کہ شریعت ان امور کی بجا آوری ہے جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان باتوں سے رکنا ہے جن سے منع کیا گیا ہے ۔او **کما قال علیہ السلام الشریعۃ اقوالی و الطریقہ افعالی و الحقیقۃ احوالی** یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا، شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں۔ایک محقق کا قول نقل فرمایا، **الشریعۃ اقوال النبی مع الخلق و الطریقۃ افعال النبی مع النفس والحقیقۃ احوال النبی مع اللہ** یعنی شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں خلق سے متعلق ،طریقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال ہیں نفس سے متعلق اور حقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالی کے ساتھ احوال ہیں۔شریعت اور امر کی بجا آوری اور نواہی سے پرہیز کے ساتھ اعضا و جوارح کی پاکیزگی ہے ،طریقت قلب کی دائمی صفائی ہے اور حقیقت ماسویٰ اللہ کو مٹا کر روح کو جلا دینا ہے۔شریعت کے اعمال ظاہر سے اور طریقت کے اعمال باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔**قال علیہ السلام ذرۃ من اعمال الباطن خیر من اعمال الظاھر** یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا اعمالِ باطنی کا ایک ذرّہ اعمالِ ظاہر سے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا نے فرمایا ،علم شریعت ہے ،اس علم کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے ،حقیقت ان دونوں کے مقصود کا حصول ہے۔ جو شخص تین رکھتا ہے اس کے پاس تین ہیں، جو دو رکھتا ہے اس کے پاس دو ہیں جو صرف ایک رکھتا ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ قطعہ:

درس داری کش نباشد درسہ دار[1]
درسہ دارد ورنہ باشد درس دار
گر سہ داری دوست داری چار ہااست
ورنہ چوں منصور خوانی درس دار

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار اسی طرح اور اسی املا میں درج ہوئے ہیں۔احقر مترجم کوشش کے باوجود ان اشعار کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہا۔اس ترجمے کے متن میں ان اشعار کا ترجمہ نہیں کیا البتہ کھینچ تان کر یہ مفہوم نکالا جا سکتا ہے:
''وہ درس دار جس کو تین سبق یاد نہیں ہیں،انھیں یاد کرلے ورنہ حامل درس نہیں ہے۔ اگر تجھے تینوں یاد ہیں تو خیر ہے ورنہ منصور کی طرح سولی کا سبق یاد کرلے۔''

شریعت جسم ہے، طریقت دل کا جامہ ہے اور حقیقت روح کی پوشاک ہے۔ان کی تشریح کرنا بہت دشوار ہے۔شریعت میں رخصت کی اجازت ہے لیکن طریقت میں عزیمت اختیار کرنا ہے۔ **العزیمة هو الفضل** (عزیمت ہی فضیلت ہے) یعنی دل کو کسی کام میں مشغول کرنا اور سخت تکلیف برداشت کرنا **والرخصت عبارت عن الیسر والسهولة فی الشرع** یعنی رخصت شرع میں آسانی اور سہولت ہے۔ چنانچہ شرع میں اس کی اجازت ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھیں لیکن عزیمت یہ ہے کہ روزہ رکھیں اسی طرح چار رکعت نماز ادا کرنا عزیمت ہے اور دو رکعت نماز پڑھنا رخصت ہے۔مجبوری کی حالت میں زبان پر کفریہ کلمات لانا، انبیا علیہ السلام کی غیبت کرنا اور مظلوم مسلمان کو قتل کرنا رخصت ہے، یعنی ایسی باتیں کرکے خود کو ہلاکت سے بچاتے ہیں۔عزیمت یہ ہے کہ مذکورہ باتوں کے خلاف کریں اور (مردانہ وار) جامِ شہادت نوش کریں۔ ایک گروہ کے لوگ کہتے ہیں، عزیمت یہ ہے کہ امرِ اوّل کو برقرار رکھا جائے۔سفر میں بھی امر اوّل برقرار رہتا ہے اور کلی طور پر ختم نہیں ہوتا۔ رخصت یہ ہے کہ کسی خاص عذر کے سبب امر اوّل دشواری سے آسانی میں تبدیل ہو جائے۔

جو شخص طریقت میں شریعت کی پابندی نہیں کرتا وہ طریقت کی نعمت سے محروم رہتا ہے۔حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ بعض اکابر اس امر میں متفق ہیں کہ شریعت وطریقت میں اتحاد عمومیت کی بنا پر ہے اور مغائرت کی وجہ خصوصیت ہے (دونوں میں) مطلق مغائرت نہیں ہے، لیکن اس فقیر کے نزدیک شریعت، طریقت اور حقیقت میں اتحاد ہدایت شریعت کے اعتبار سے ہے حتیٰ کہ فروعات وحال کے مسائل میں دونوں گروہ متفق ہیں حالانکہ بہ اعتبار عقیدہ شریعت اور حقیقت میں ہزار کوس کا فاصلہ ہے۔مثال کے طور پر وحدت الوجود کا مسئلہ ہے جس پر علماء اور اہل وحدت قطعی طور پر متفق نہیں ہیں اور (اس سے بڑھ کر) حصول سے متعلق دونوں گروہوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ بیت:

چہ نسبت درمیان این و آنست
کہ فرقے از زمیں تا آسمانست

ترجمہ: اس کے اور اس کے درمیان کوئی نسبت نہیں، دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔

دونوں کے درمیان ادنیٰ فرق بینا اور نابینا کا ہے۔ هَلۡ يَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَالۡبَصِيۡرُ [1] (اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے) بیت:

یکے از لذّتِ دیدار گوید
دگر از وعدہ و آثار گوید
مرا ایں را نقد و آں رانسیہ آمد
بہ سودا اندک و بسیار گوید

(۱) پارہ ۷۔سورۂ الانعام، آیت ۵۰

ترجمہ: ایک شخص لذت دیدار بیان کرتا ہے دوسرا محض وعدے اور آثار کی باتیں کرتا ہے۔ دیدار نقد اور وعدہ ادھار ہے،سودے میں اسی کو کم اور زیادہ کہتے ہیں۔

فروعات کے بعض مسائل میں توافق ممکن ہے مثلاً ذمّی کو قتل نہیں کیا جاتا جب کہ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ [1] (تو ان مشرکوں کو جہاں چاہو مارو) کی آیت میں صریحاً (مارنے کا) حکم ہے تا کہ وحدتِ الٰہی میں شرک کرنے والے اور توحیدِ لا متناہی میں ساجھی بنانے والے وادی شرک سے نکل کر توحید کے گھر میں داخل ہو جائیں اور آئندہ زندگی میں صاحبِ یقین بن جائیں نہ کہ ظاہری طور پر اطاعت گزار نظر آئیں۔ذمّی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی ،وہ صرف اطاعت کرتا ہے۔دراصل اس مسئلے کے واضع کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی،اس نے صراطِ مستقیم کے اسرار اور پوشیدہ حقائق کو تسلیم کیا۔آیات کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِيَعْبُدُوْنِ [2] (اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں) اور مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَا صِيَتِهَا ط اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [3] (جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر (چلنے سے) ملتا ہے) سے استنباط کر کے اسی پر اکتفا کیا کہ ذمّی اطاعت قبول کرے اور جزیہ ادا کرے (کیوں کہ) اہم بات عبادت کی حقیقت پر مطلع ہونا ہے۔ بیت:

اگر کافر زبت آگاہ گشتے
کجا در دینِ خود گمراہ گشتے
اگر مسلم بدانستے کہ بت چیست
بدانستے کہ دیں دربت پرستیت

ترجمہ: اگر کافر بت پرستی (کی حقیقت) سے واقف ہو جاتا تو اپنے دین میں کبھی گمراہ نہ ہوتا۔اگر مسلمان جان لیتا کہ بت کیا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا کہ دین بت پرستی میں ہے۔

فی الحقیقت عابد کی عبادت خدا کے لیے ہے،خواہ بت پرستی ہو یا مسلمان کی نماز ہو۔ بیت:

اگر نقشِ رخ و زلفت نبودے در ہمہ اشیا
مغاں ہرگز نہ کردندے پرستش لات وعزّیٰ را

ترجمہ: اگر تمام اشیا میں تیرے رخ اور زلف کا نقش نہ ہوتا تو بت پرست لات وعزّیٰ کی پرستش کبھی نہ کرتے۔

---

[1] پارہ ۱۰۔سورۂ توبہ،آیت ۵۔

[2] پارہ ۲۷۔سورۃ الذّٰریت آیت ۵۶۔

[3] پارہ ۱۲۔سورۃ ھود،آیت ۵۶۔

کافروں کی عبادت گاہوں اور مشرکوں کی سجدہ گاہوں پر مسجدوں کی تعمیر کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ قدیم مندروں کو مسمار نہ کیا جائے (البتہ) کافروں کو نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ظاہری طور پر بت پرستی کی خرابی اور بت خانوں کی برائی وحدت بیں آنکھوں اور مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں ہے، پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ اس برائی پر مطلع ہونے کے باوجود اس امرِ شنیع میں او امرونواہی کے احکام ترک کیے گئے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اس مسئلے کے واضع کی نظر عبادت کی حقیقت پر تھی کہ دراصل تمام عبادات خدا کے لیے ہیں ،خواہ کعبے کے گرد طواف کرنے والا ہو یا لات کے بت کے گرد چکر لگانے والا ہو۔خواہ قبلے میں ہو یا خرابات میں۔ رباعی: [1]

اے تیرِ غمت را دلِ عشاق نشانہ
خلقے بتو مشغول تو غائب زمیانہ
گہ معتکف دیرم و گہ ساکنِ مسجد
یعنی کہ ترامی طلبم خانہ بہ خانہ

ترجمہ: اے محبوب! عاشقوں کا دل تیرے غم کے تیر کا نشانہ ہے۔مخلوق تیری یاد میں ہے اور تو درمیان سے غائب ہے۔ میں کبھی بت خانے میں اعتکاف کرتا ہوں کبھی مسجد میں قیام کرتا ہوں یعنی میں گھر گھر تیری طلب میں پھرتا ہوں۔

(مسئلے کے) واضع کو ظاہر و باطن کے تفرقے کی حفاظت اہم نظر آئی اس لیے اس نے حکم دیا کہ قدیم عبادت خانے بحال رکھے جائیں کہ کُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ [2] (سب اس کے تابعدار ہیں) کے بموجب سب عبادتیں خدا ہی کے لیے ہیں۔اگر بالکل منع کر دیا جائے تو عبادت سے باز رکھا جائے گا اور تعطل پیدا کرنے کا گمان ہوگا۔ رباعی:

اگرچہ سجدۂ اصنام باشد
بظاہر باطنش اسلام باشد
کسے کیں سرِّ معنی را بداند
ہمش اسلام و ہم اصنام خواند

ترجمہ: اگرچہ بظاہر بت کو سجدہ ہوتا ہے،اس کا باطن اسلام ہوتا ہے، جو شخص اس حقیقت کا راز جانتا ہے وہ اس کو اسلام بھی کہے گا اور اصنام بھی کہے گا۔

نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کو اس لیے سختی سے منع فرمایا تاکہ اسلام کی اشاعت ہو، اور دین کے امور کمال اور عظمت حاصل کریں۔ قطعہ:

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔یہ غزل کے اشعار ہیں۔کلمات الصادقین کے مصنف صادق دہلوی نے ان اشعار کو شیخ حسن خیالی اور خیالی بخاری سے منسوب کیا ہے لیکن درحقیقت یہ غزل خیالی بخاری کی ہے۔ دیوانِ خیالی بخارائی، مرتبہ عزیز دولت آبادی، تبریز (ایران) ۱۳۳۵ھ ش ص ۲۴۰۔

[2] پارہ ۱۔سورہ بقرہ آیت ۱۱۶

غلام ہمتّ آں عارفانِ رندانم
کہ در خرابۂ مستی چہ ہوشیارانند
ز رسم و عادتِ ظاہر کشیدہ پائے بروں
درون باطنِ اسرار راز دارانند

ترجمہ: میں اُن رند عارفوں کی ہمت کا غلام ہوں جو میخانے کی مستی میں بھی ہوش میں رہتے ہیں، انھوں نے ظاہری رسم و عادت سے اپنا قدم باہر رکھا ہے اور اسرار باطن کے راز دار ہیں۔

وہ لوگ جو دلیل و برہان سے شریعت اور توحید کا اتحاد بیان کرتے ہیں وہ مقصد کی حقیقت تک پہنچے ہی نہیں اور نہ انھوں نے نہایتِ اسرار کی بزم کا جام نوش کیا ہے۔ بیت:

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

ترجمہ: (جب) کوئی خام شخص کاملین کے حال کو نہیں پہنچ سکتا تو بات ختم کریں اور سلامتی کی دعا کریں۔

والسلام بالنبی و آلہ الاکرام۔

لطیفہ ۲۷

وحدتِ وجود کی دلیلوں اور مرتبۂ شہود کی وضاحتوں کے بیان میں نیز بعض مشائخ کے وحدتِ وجود سے اختلاف کرنے اور ان کی تردید و تائید کی تفصیل

قال الاشرفؒ:

ذات مطلقة واحدة متلبسة بصورة الموجودات والاکوان علیٰ ماهی فی حد نفسها و حقیقتها بالایمان یعنی سیّد اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، ذاتِ مطلق ایک ہے۔ وہ موجودات اور کائنات کی صورت میں، مخلوق کی وضع پر، اپنی ذات کی حد تک اور اپنی حقیقت پر ایمان کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، ہم نے بخارا کے دوسرے سفر میں وہاں کے اکابر سے ملاقات کی اور ان کے فوائد و ارشادات سے بہرہ مند ہوے۔ ان ملاقاتوں میں وحدتِ وجود کا ذکر بھی ہوا۔ اکثر بزرگ وحدتِ وجود کے منکر تھے۔ حضرت شیخ محمد بہرام بخاری اور اس فقیر نے اُن حضرات کے سامنے اس مسئلے کے ثبوت میں دلائل پیش کیے اور اُن کی تشفّی کی خاطر مسئلے کے ہر پہلو پر معقول بحث کی۔

اب اِن نکاتِ شریف اور کلماتِ لطیف کو جمع کرنے والا (نظام یمنیؒ) یکے بعد دیگرے تمام دلائل کو اس مجموعے (لطائفِ اشرفی) میں بیان کرتا ہے۔ انھیں گوشِ ہوش سے سنیں۔ بیت:

بیا بشنواز من حدیثے درست
ز وحدت کہ لولوے معنی بسفت

ترجمہ: آ اور مجھ سے وحدت کی صحیح بات سن کہ اس میں حقیقت کے کیسے کیسے موتی پروئے گئے ہیں۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اربابِ تصوف کی روش اور اہلِ عرفان کی سیرت بہ اعتبار قول، فعل اور اعتقاد تمام

تر کتاب وسنت پر مبنی ہے۔ یہ اللہ کے جاننے والے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے افعال سے متعلق ہے۔ یہ وارثِ انبیا ہیں کہ اِن کو انبیا صلوات علیہم سے علم لدّنی کی میراث ملی ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کے بارے میں ہے، **علماء امتّی کانبیاء بنی اسرائیل وفی روایة کعلماء بنی اسرائیل** یعنی میری امّت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کے مانند ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے علما کی مانند ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کی شان میں ہے **وِمِمَّن خَلَقْنَا اُمَّةٌ یَّهدُونَ بِالْحَقّ**[1] (اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جوحق کے موافق ہدایت کرتی ہے) یہی ہیں کہ ان کی شان میں **اصحابی کا لنجوم بایھّم اقتدیتم اِھتدیتم**[2] فرمایا گیا ہے۔ یہ قیادت کے بُرج اور راہِ ہدایت کے رہنما ہیں۔شریعت کو سمجھتے ہیں اور طریقت پر چل کر حقیقت کی منزل میں پہنچتے ہیں۔ ان کے علم وعمل کے دونوں پلّے برابر ہیں۔

مثنوی:

در راہِ خدائے رہبرانند
بر بُرجِ حقیقت اخترانند
دانستہ و کردہ و رسیدہ
دریا صفتند و آرمیدہ
با علم وعمل زبانِ شاں راست
میزاں صفتند بے کم وکاست

ترجمہ: (یہ حضرات) اللہ کے راستے کے ہادی ہیں اور بُرجِ حقیقت کے ستارے ہیں
علم کے ساتھ عمل کر کے (مقصود تک) پہنچتے ہیں، دریا صفت ہیں لیکن ساکن رہتے ہیں ان کا کلام علم وعمل کے مطابق ہوتا ہے۔ترازو کے مانند ہیں ان کے تول میں کمی نہیں ہے۔

اب ہم اصل مسئلے کی جانب آتے ہیں۔قرآن اور حدیث کی وہ واضح عبارتیں جن کو صوفیہ وجود واحد کے اثبات کے لیے بطور سند لاتے ہیں بے شمار ہیں۔ اس مختصر تحریر میں چند قرآنی آیات، سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث اور صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم کے چند آثار اطلاعاً بیان کرتا ہوں اِن شاء اللہ تعالیٰ، لیکن اس سے قبل کہ مذکورہ حوالے بیان کیے جائیں چند مقدمات کا ذکر ضروری ہے۔

جان لیں کہ توحید کا لفظ وحدت سے نکلا ہے اور اس کے لُغوی معنی وحدت کے قایل ہونے کے ہیں، علم وعقل کے قاعدے کے رو سے وحدت دونوع پر ہے۔ ایک وحدتِ مطلق ازروئے ذات وصفات اور دوسرے وحدت مقید ازروئے

---

[1] پارہ۹۔سورہ الاعراف آیت ۱۸۱

[2] میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ (حدیث)

صفات بغیر ذات۔ وحدتِ مطلق ازروئے ذات وصفات یہ ہے کہ ایک ذات اپنی صفات کے ساتھ موجود ہو، اور دوسری ذاتیں معہ اپنی صفات کے ناپید ہوں جیسے باری تعالیٰ کی وحدت کہ **اذا کان اللہ ولم یکن معہ شئی غیرہ**[۱] وحدت مقید یہ ہے کہ من حیث الصفات یہ ہے کہ ایک ذات ایسی صفات کے ساتھ منفرد ہو کہ کوئی اُن صفات میں اس کا شریک نہ ہو، جیسے باری تعالیٰ کی وحدت صفت قدیم اور صفتِ تخلیق کے ساتھ ہے۔ چنانچہ وحدتِ مطلق سے غیر کے وجود کا معدوم ہونا ضروری ہے اور وحدتِ مقید سے وجودِ مثل کا معدوم ہونا ضروری ہے۔

اب جان لیں کہ باری تعالیٰ کی توحید کا، جس مفہوم میں اس کی وحدت ازروئے صفات کا اثبات ہے، شروع میں اس کا اطلاق چند معنوں پر کیا گیا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ وہ سبحانہ، تعالیٰ واحد ہے اس اعتبار سے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس توحید کا غیر اللہ کی پرستش کرنے والے انکار کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ اشیا اور کائنات کو پیدا کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس توحید کو ثنویہ، افلاکیہ اور طابعیہ (طبیعات پر عقیدہ رکھنے والے[۲]) تسلیم نہیں کرتے۔

(۳) تیسرے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ وہ شکل وشباہت سے مبرّا ہے، اس توحید کا مشبّہہ انکار کرتے ہیں۔

(۴) چوتھے یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ قدیم ہے، اس کے سوا کوئی قدیم نہیں ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے حادث ہے۔ اس توحید کو دہریہ فرقے کے لوگ نہیں مانتے۔

(۵) پانچویں یہ کہ وہ واحد ہے اس اعتبار سے کہ اس کی ذات میں ترکیب نہیں ہے کیوں کہ ترکیب جسم رکھنے والی اشیا میں ہوتی ہے اور وہ سبحانہ، تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ اس توحید کا فرقۂ مجسمّہ انکار کرتا ہے۔

باری تعالیٰ کی توحید اس مفہوم میں کہ یہ اُس کی وحدت کا ازروئے ذات وصفات اثبات ہے، اس کا اطلاق دو معنوں پر کیا جاتا ہے۔ ایک مجازی اور دوسرے حقیقی۔ مجازی معنی یہ ہوں گے کہ وہ اس اعتبار سے واحد ہے کہ اس کے وجود میں اشیا کا وجود مثل لا وجود کے ہے کیوں کہ دو عدموں کے درمیان اشیا کا وجود، دو خون کے درمیان طہر کی مانند ہے (**کالطُّھر المتخلّل بین الدَّمین**)۔ حقیقی معنی یہ ہوں گے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اس اعتبار سے واحد ہے کہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے، سب وہی ہے۔ اس توحید کے زیادہ تر عوام اور بعضے علما منکر ہیں۔

اے عزیز! توحیدِ حقیقی گمان کردہ تاویل کے بغیر، حلول واتحاد کے شائبے کے بغیر، تشبیہ، شبہ وتمثیل کی ملاوٹ کے بغیر اور دوئی کے گمان بلکہ وہم کے بغیر توحید ہے۔ مقربوں کو حضرت ذوالجلال والجمال کی قربت اسی توحید سے نصیب ہوتی ہے اور

---

۱ جب اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز غیر نہ تھی۔

۲ قوسین کی عبارت قیاسی تشریح ہے، شاید درست ہو (احقر مترجم)

یہی اربابِ تصوف کی پسندیدہ توحید ہے۔ (ان مقدمات کو سمجھ لینے کے بعد) ذہن کو مقصود کی جانب متوجہ رکھیں اور آیات قرآنی کو غور سے سنیں۔ بیت:

گر بخواہی شواہدِ توحید
گوش کن سوئے بندہ از تمجید

ترجمہ: اگر تو توحید کے شواہد جاننا چاہتا ہے تو تعظیم سے بندے کی جانب توجہ کر۔

پہلی آیت:۔ کتابِ کریم اور قرآنِ عظیم کی آیات میں سب سے پہلی آیت جو باری تعالیٰ کی وحدت وتقدّس پر دلیل قاطع ہے اور وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے:

قُل هُوَ اللّٰهُ اَحدٌ[1] (آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے)۔

اس آیت کی تشریح تین طریقوں پر ہوتی ہے۔ ایک عربی زبان کے طرزِ بیان کے مطابق، دوسرے اصولِ فقہ کے قاعدے کے مطابق تیسرے علمِ کلام کے قانون کے مطابق۔

اسلوبِ زبان:۔ اللہ مبتدا اور مسندالیہ ہے۔ اَحَد مبتدا کی خبر ہے اور مسند بہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان وحدتِ باری تعالیٰ کی طرف اسناد ہے۔ اللہ اسمِ عَلَم ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے اور صفات پر دلالت نہیں کرتا کیوں کہ صفات میں معانی ہیں اور عَلَم میں معانی منظور نہیں ہوتے اور یہ اس لیے ہے کہ عَلَم اور صفت میں تضاد اور اختلاف ہے جیسا کہ علمِ نحو میں بتایا گیا ہے۔

اَحَد اسمِ صفت ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے، بہ اعتبارِ معنی اس میں وحدت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بے قید وحدتِ مطلقہ ہے اور وہ اسناد جو خبر اور مبتدا کے درمیان ہے وہ اس کی خبر ہے۔ عدم کے مجاز کا قرینہ حقیقتِ عقلی ہے، چناں چہ ان مقدمات کا مقتضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اللہُ اَحَد کا مفہوم یہ ہے کہ باری تعالیٰ از روئے ذات واحد ہے بے قید کسی صفت کے لہٰذا وحدت از روئے ذات وہی ہے کہ کوئی ذات اس کے ساتھ نہ ہو کیوں کہ جب دو ذاتیں جمع ہوں تو ان میں سے کسی ایک ذات کی وحدت بے قیدِ صفت محال ہے۔ فافھم[2] (پس اس بات کو سمجھو)

اس تشریح سے ان دو آیتوں کا فرق بھی نمایاں ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **قُل هُوَ اللّٰهُ اَحَد**[3] اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ**[4] (کہ بس تمہارا معبود الہِ واحد ہے) کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد **قُل هُوَ اللّٰهُ اَحَد** کے مطابق وحدتِ مفہومہ وہی وحدتِ مطلقہ ہے جس کی نسبت اسمِ ذات کی جانب کی گئی ہے اور جس سے دو ذاتوں کی نفی کا

۱۔ پارہ ۳۰۔سورۂ اخلاص، آیت ۱

۲۔ یہاں سے مطبوعہ نسخے میں عربی میں طویل عبارت درج ہے اور اس کے نیچے فارسی ترجمہ دیا گیا ہے۔ احقر مترجم نے ترجمے کے متن میں عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا ترجمہ کیا ہے۔

۳۔ آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے۔ ۴۔ پارہ ۱۶۔سورۂ الکھف آیت ۱۱۰

فائدہ حاصل ہوتا ہے کیوں کہ غیر کے وجود کا انعدام ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وحدتِ مفہومہ وہی وحدتِ مقیدّ ہے جس کی نسبت اسمِ الہٰ کی جانب کی گئی ہے اور دو معبودوں کی نفی کا فائدہ دیتی ہے یہ وجودِ مثل کے انعدام کو لازم کرتی ہے۔

قاعدۂ اصولِ فقہ:۔ دوسری توجیہہ اصولِ فقہ کے قاعدے سے ہے وہ یہ ہے کہ قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ آیاتِ محکمات سے ہے جیسا کہ ائمۂ تفسیر اور علمائے اصول نے اس کی تصریح کی ہے اور قاعدۂ اصول کے مطابق محکم آیت وہ ہوتی ہے جس کی تخصیص و تاویل نہیں ہوسکتی۔ نہ اسے تبدیل و منسوخ کیا جاسکتا ہے۔ اگر آیت قُلْ ھُوَاللہُ اَحَد کو ایسی وحدت پر محمول کیا جائے جس کے معنی میں وجودِ غیر کا انعدام واجب نہ ہو تو آیتِ محکم کی تاویل بلکہ تبدیل و تنسیخ لازم آتی ہے۔

تاویل کے لزوم کا طریقہ وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد **قل ھو اللّٰہ احد** ظاہر کتاب سے ہے اور ظاہر وہ ہے کہ اس سے نفسِ صیغہ کے ساتھ مراد ظاہر ہو پس اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وحدت جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد، **قل ھو اللّٰہ احد** سے مفہوم ہوتی ہے، نفس صیغہ کے ساتھ وحدت ہے جس میں وجودِ غیر کا انعدام ہے، جیسا کہ ہم نے سابقہ توجیہہ میں جو عربی زبان کے اسلوب سے متعلّق ہے، بیان کیا ہے، اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد **اللّٰہ احد** سے جو نفس صیغہ کے ساتھ ہے یہ وحدت مفہوم ہوگی لا محالہ دوسری وحدت لفظ ظاہر کے محتملات پر مبنی ہوگی **وصرف اللفظ الظاھر الیٰ بعض محتملاتہ تاویل کما عرف** (اور لفظ ظاہر کی اس کے بعض محتملات کی طرف گردان کرنا تاویل ہے جیسا کہ معلوم ہے)۔

نسخ کے لزوم کا طریقہ وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔ آیت قُلْ ھُوَاللہُ اَحَدٌ وحدت سے متعلق مطلق آیتِ قرآنی ہے اور تمام آیات جو باری تعالیٰ وتقدس کی وحدت پر دلیل ہیں وہ معنی وحدت کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے مقیدّ آیات ہیں کیوں کہ وہ وحدت جو **قل ھو اللّٰہ احد** سے مفہوم ہوتی ہے وہ وجودِ غیر کے انعدام کے معنی کے ساتھ ہے اس میں اور کوئی شک نہیں کہ یہ وحدتِ مطلق ہے کیوں کہ اس وحدت میں دوئی کی نفی کل وجوہ سے ہے نہ کہ بعض وجوہ سے۔ لہٰذا اگر آیت **قل ھو اللّٰہ احد** کو جو مطلق آیتِ قرآنی ہے، اُن تمام آیاتِ وحدت پر جو مقید ہیں محمول کیا جائے، تو لامحالہ مطلق آیت مقید ہوجاتی ہے اور مطلق کو مقید کرنا اسے منسوخ وتبدیل کرنا ہے جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔

مذہب یہ ہے کہ [1] مطلق کا حکم اس کے اطلاق پر اور مقید کا حکم اس کے تقید پر ہوتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ [2] (بجز اس کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں) اور اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ [3] اور دیگر آیاتِ دالّہ باری تعالیٰ کی وحدت پر اس معنی میں محکم ہیں کہ اُن سے وجودِ مثل کا انعدام لازم آتا ہے۔ بے شبہہ وجودِ غیر کے انعدام میں وجودِ مثل کا

---

[1] یہاں سے آخری پیرے تک تمام عبارت عربی میں ہے اور اس کے نیچے فارسی ترجمہ ہے۔ احقر مترجم نے عربی عبارت کو ترجمے کے متن میں نقل کرنا ضروری نہ سمجھا صرف فارسی ترجمے کا ترجمہ کیا ہے۔

[2] پارہ ۳۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۸ [3] پارہ ۱۶۔ سورہ الکھف، آیت ۱۱۰ (ترجمہ) تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے۔

انعدام بھی شامل ہے، اس کے برعکس وجود مِثل کے انعدام سے وجودِ غیر کا انعدام لازم نہیں آتا۔

قانونِ علم کلام:۔ تیسری توجیہہ علمِ کلام کے قانون کے مطابق یہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں، اگر ہم ذاتِ باری تعالیٰ کے وجود کے ساتھ وجودِ غیر کا اثبات کرتے ہیں تو ذات باری سبحانہ، وتعالیٰ کا محدود ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے۔اگر اس گمراہ اعتقاد کو ماننے والا کوئی شخص یہ کہے کہ وجودِ غیر کے اثبات سے ذات کا محدود ہونا کیونکر لازم آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تمام متکلمین جو ملّت کے سردار ہیں اس پر متفق ہیں کہ دو چیزوں کے درمیان مغائرت ، ایک دوسرے سے امکانِ جدائی کے بغیر ناممکن ہے(**الغیران ھما اللذان یمکن انفکاک احد ھما عن الآخر**)کیوں کہ دو چیزیں اگر الگ الگ نہ ہوں تو ان میں مغائرت ہو ہی نہیں سکتی، (بلکہ) میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر دو ذاتیں بے منتہا ہوں تو اُن میں سے ایک پر جمع بین الضدین لازم آئے گا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ مثلاً گرم پانی جس میں آگ پانی کی معیت میں ہے اور پانی آگ کی معیت میں ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی حد ہے کیوں کہ اگر محدود نہ ہوتے تو یہ لازم آتا کہ ایک دوسرے کے مکان میں ہوں اور یہ جمع بین الضدّین ہوتا اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ دونوں ایک ہوگئے ہیں، یہ اتحاد بین الضدین ہے کیوں کہ دو چیزوں کا اتحاد عبارت ہے اس حقیقت سے کہ دونوں کے درمیان جو حد ہے وہ رفع ہوگئی اور جو رکاوٹ ہے وہ دور ہوگئی۔

بے شک اس صورت میں جدا کرنے والی حداور رکاوٹ کرنے والا حجاب نہیں ہے لیکن ہر ایک ذات سے ملی ہوئی ایک انتہا موجود ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ۔[1] (اسی نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے ہیں (اور) دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے) غور کرو اور جانو (حضرت قدوۃ الکبراؒ نے) اس مقام پر شیخ احمد بخاری کی شرح کا اعادہ فرمایا کہ (انھوں نے کہا ہے):

> ''ہم نے تسلیم کیا کہ جو وحدت **قل ھو اللہ احد** سے مفہوم ہوتی ہے۔ وہ وجودِ غیر کے انعدام کے معنیٰ کے ساتھ ہے۔ یہ اس کے حقیقی معنی ہیں۔ اس کا اثبات عربی زبان کے اسلوب، اصولِ فقہ اور علمِ کلام کے قانون کے مطابق ہوا لیکن حقیقت پر متعذر[2] ہونے کے لیے آیت کا اجرا ناممکن ہے کیوں کہ ہم میں سے ہر ایک شخص آسمان و زمین اور محسوس ہونے والے اجسام کو دیکھتا ہے، خیر و شر کو جانتا ہے عقل میں آنے والے حقایق دریافت کرتا ہے۔ پس اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ایسی وحدت کے قایل ہوتے ہیں جو کسی وجہ سے وجودِ غیر کے انعدام کو لازم کرتی ہے تو اس صورت میں حسّ اور عقل کا انکار لازم آتا ہے۔''

---

[1] پارہ ۲۷۔سورۂ رحمٰن، آیت ۱۹۔۲۰

[2] یہاں سے آخرِ اقتباس تک عربی عبارت مع فارسی ترجمہ نقل کی گئی ہے۔مطبوعہ نسخہ ص ۱۳۳۔مترجم نے فارسی سے اردو ترجمہ کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ آیت قل ھو اللّٰہ احد آیاتِ قاطعہ سے ہے کیوں کہ آیاتِ محکمات سے ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور فرق قاعدۂ فن کے سبب نصوص کا انکار کرنا اہلِ سنّت و جماعت کے مذہب کے حس وعقل سے نہیں ہے بلکہ معتزلہ کا مسلک ہے جو فلاسفہ کے دامنوں سے اٹک کر ڈانوا ڈول ہوگئے ہیں اور عقل کو دلائل سمعی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی بنا پر معتزلہ باوجود آیاتِ قاطعہ کے اللہ تعالیٰ کی رویت سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت محال ہے۔ اسی طرح تقدیر خیر وشر سے متعلق آیاتِ قاطعہ اور صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور اسی طرح کی دوسری باتیں کہتے ہیں۔ اُن کے تمام مسائل کمزور عقل، خراب فہم اور ناپسندیدہ عقائد پر مبنی ہوتے ہیں لیکن اہلِ سنت وجماعت جو دین میں برگزیدہ تھے، ان کی روش عقلِ سلیم، فہمِ راست اور پسندیدہ عقائد کے مطابق رہی۔ انھوں نے واضح آیاتِ اور محکمات کا انکار فرقِ قائدہ فن کی بنا پر جائز نہیں رکھا بلکہ انھوں نے ایسے عقیدے کو دین میں الحاد خیال کیا اور کہا کہ جو چیز نصِ قطعی اور آیاتِ محکمات سے ثابت ہے اور ہماری عقل ان کا ادراک کرتی ہے ہم اُن پر ایمان لانا واجب جانتے ہیں اور اُن متشابہات پر بھی ایمان لاتے ہیں جن کا ادراک ہماری عقل نہیں کرتی۔ **نؤمن به ولا تشتغل بكيفته ونفوض علمه الیٰ اللہ تعالیٰ وھذا مذھب السلف والخلف ان یا وّله بتاویل موفق للمحکم**۔ یعنی ہم (متشابہ پر) ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کی بحث میں نہیں پڑتے۔ ہم اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ سلف وخلف کا یہی مذہب رہا ہے کہ ہم متشابہ کی تاویل محکم آیت کے موافق کریں۔ نیز انھوں نے رویت کے مسئلے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت ثابت ومعلوم ہے لیکن اس متشابہ کی کیفیت غیر معقول (ماورائے عقل) ہے۔ انھوں نے قضا وقدر کے مسئلے میں کہا ہے، خیر وشر کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم وثابت ہے۔ امر ونہی کے ربط باہمی اور ثواب وعذاب نیز بندوں کے وجود میں آنے سے پیشتر ان کے افعال کے ساتھ خیر وشر کی تقدیر متشابہ ہے اور ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کے مسئلے میں کہا ہے، اللہ تعالیٰ کے کلام کی وحدت اور اس کا قدیم ہونا معلوم وثابت ہے لیکن کلام واحد ازلی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی کیفیت، مختلف زبانوں میں وقت کے تقاضوں کے مطابق کیسی رہی ہے متشابہ ہے اور ہماری عقل سے ماوریٰ ہے۔

اے عزیز! یہ چند تمہیدی مقدمات اور اصول جو ہم نے بیان کیے ہیں وہ اس لیے کیے ہیں کہ وہ آیاتِ قرآنی جو اللہ تعالیٰ کی وحدتِ خالص پر دلیلِ قاطع ہیں تجھے معلوم ہوجائیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ کلام مجید کی آیاتِ محکمات سے وجودِ غیر کا معدوم ہونا ثابت ہے اور اس کے انکار سے مذہب اہلِ سنت وجماعت سے نکل جانے کا خوف ہے، چناں چہ صاحبِ عقل شخص پر واجب ہے کہ وہ اہل سنت وجماعت کے راستے سے قدم باہر نہ رکھے اور معتزلہ نیز اہل ہوس وبدعت کے فریبوں میں مبتلا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی وحدت پر جس طرح قرآن حکیم اور احادیث سے ثابت ہے اعتقاد رکھے اور وحدت کے وہ معانی جو اس کی سمجھ میں آئے ہیں اور جنھیں اس کی عقل قبول کرتی ہے ایمان لائے نیز وہ باتیں جو اس کی فہم وعقل میں نہیں آئی

ہیں انھیں اللہ تعالیٰ اور علم میں راسخ حضرات کے سپرد کردے۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں تحریر کیا ہے کہ **من لم یکن له نصیب من هذا العلم اخاف علیه من سوء الخاتمه و ادنیٰ النَّصیب منه التصدیق وتسلیم لا هل تحقیقه** یعنی جس شخص کو اس علم سے حصہ نہیں ملا مجھے اس کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے اور اس کا ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اہل تحقیق کے قول کی تصدیق کرے اور اس کو تسلیم کرے۔

اس کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا، میں کہتا ہوں ''اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی'' یہ دو حال سے خالی نہیں ہے کہ اس کا غیر جو ظاہر ہوا وہ یا تو اس کی ذات سے خارج پیدا ہوا اور اس کی ذات سے جدا پیدا ہوا یا اس کی ذات سے پیدا ہوا۔ اگر کہیں کہ اس کی ذات سے خارج پیدا ہوا اور اس کی ذات سے الگ پیدا ہوا[۱] تو ذات الٰہی کی نہایت لازم آتی ہے۔ یہ محال ہے کیوں کہ بوقت ضرورت کسی چیز کی نہایت ثابت کرنے کے لیے، اس کی ذات سے خارج کوئی چیز فرض کی جائے گی حالاں کہ وہ خارج میں نہیں ہوتی۔ اگر یہ کہیں کہ اس کی ذات سے پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی صفات میں تغیر لازم آتا ہے۔ ثبوت کے لیے ذات میں پارہ پارہ ہونا اور جدا جدا ہونا ضروری ہے اور یہ ہونا محال ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے استفادے کا قول باوجود دونوں کے درمیان عدم غیریت کے اس کی ذات میں پارہ پارہ ہونا درست نہیں آتا کیوں کہ پارہ پارہ ہونا (کسی) چیز کے پارہ پارہ ہوجانے سے عبارت ہے اور جزئیت ثابت نہیں ہوتی لیکن غیریت کے بعد، (اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ) علما اس پر متفق ہوجائیں کہ جز کل کا غیر ہے۔ پس ان مقدمات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ذات سے موجودات کا ظہور اور کائنات وصفات کا صدور، مذکورہ دونوں صورتوں میں ممتنع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودات کے ظہور کی ایک تیسری صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مرتبۂ وحدتِ صرف سے نزول فرما کر سب سے پہلی تجلی جو فرمائی وہ اپنے علم کی تھی۔ اوّل اجمالی پھر تفصیلی۔ اسکے بعد ارواح، امثال اور اجسام اپنی ذات اور حقیقت کی حدیں بطریق تمثیل ظاہر ہوئے، جیسے کہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں جبریل علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ اس کی مثالیں کہ بعض اکابر (اپنی حین حیات میں) متعدد اور متنوع صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہوئے خاصی مشہور ہیں جن کو بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے اور حضرت مولوی رومی کا مستزاد اس کی مثال ہے۔

۱۔ ہر لحظہ بہ شکلِ آں بتِ عیّار بر آمد — دل بردونہاں شد
ہر دم بہ لباسِ دگر آں یار بر آمد — گہ پیر وجواں شد

۲۔ چوبے بترا شیدو دو صدتا ربربست — قانوں گرِ عالم
صد نالۂ زار ازدلِ ہر تار بر آمد — ارواح رواں شد

۳۔ گاہے بدلِ طینتِ صلصال فروشد — غوّاصِ معانی

---

[۱] یہاں سے پیرے کے آخر تک عربی عبارت مع ترجمۂ فارسی تحریر کی گئی ہے۔ احقر مترجم نے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۱۳۴

گاہے زتہِ کہکلِ فخّار بر آمد   زاں پس بجناں شد
۴۔ گہ نوح شدو کردجہا نے بدعا غرق   خودرفت بکشتی
گہ گشت خلیل وزدلِ نار برآمد   آتش گل ازاں شد
۵۔ یوسف شدہ از مصرفرستاد قمیصے   روشن گر عالم
وازدیدۂ یعقوب بہ انوار بر آمد   نادیدہ عیاں شد
۶۔ حقّا کہ ہمو بود کہ اندرید بیضا   می کرد شبانی
وزچوب شدو بر صفتِ مار بر آمد   زاں فخر جہاں شد
۷۔ می گشت دمی چند بریں روئے زمیں او   از بہرِ تفرّج
عیسیٰ شدو بر گنبدِ دوّار برآمدِ   تسبیح کناں شد
۸۔ فی الجملہ ہمو بود کہ می آمدومی رفت   ہر قرن کہ دیدی
تاعاقبت آں شکلِ عرب وا ربر آمد   دارائے جہاں شد
۹۔ منسوخ نبا شدچہ تناسخ بہ حقیقت   زاں دلبرِ زیبا
شمشیر شدہ از کفِ کرّار برآمد   قتّالِ جہاں شد
۱۰۔ نے نے کہ ہموبود کہ می گفت انا الحق   در صورتِ یحییٰ
منصور نہ بود آں کہ براں دار بر آمد   نادان بگماں شد
۱۱۔ خود شمس تبریز شدہ دردلِ مولا   جاکر دہماں جا
عرفاں شدہ بر صورتِ اسرار بر آمد   آں گنج عیاں شد
۱۲۔ ایں دم نہ نہان است بہ بیں گر بصرت ہست   از دیدۂ باطن
این ست کزوآں ہمہ گفتار بر آمد   یعنی صفتاں شد
۱۳۔ رومی سخن کفرنہ گفت است چو قائل   منکر مشویدش
افر بشدآں کس کہ بہ انکار بر آمد   از دوز خیاں شد
۱۴۔ ایں سرّ نہ سرّیست کہ ہر یار بفہمد   زیں سرِ معمّا
دریافت کسے کوز سِرکار بر آمد   اسرار بیاں شد

ترجمہ:۔ (۱) وہ عیار محبوب ہر آن نئی صورت میں آتا ہے اور دل لے کر چھپ جاتا ہے۔
وہ دوست ہر دم نئے لباس میں نمودار ہوتا ہے۔کبھی لباس پیری میں کبھی لباس جوانی میں۔

(۲) کبھی اس نے ایک لکڑی کو تراشا، اس میں دوسو تار جوڑ کر ساز بنایا پھر ساز بجانے لگا اور ایسا خوب بجایا کہ ہر تار کے دل سے سیکڑوں نالے بلند ہوئے اور عالمِ ارواح میں ہلچل مچ گئی۔

(۳) کبھی بحرِ حقیقت کا غوّاص بن کر مٹی کی فطرت میں داخل ہوگیا اور اس کی تہ سے نکل کر واپس جنت میں آ گیا۔

(۴) کبھی نوحؑ ہوا اور دنیا کو طوفان سے غرق کرنے کی دعا کر کے خود کشتی میں بیٹھ گیا کبھی خلیلؑ کی صورت سلامتی کے ساتھ آگ سے نکلا اور آگ گل ہوگئی۔

(۵) کبھی یوسف علیہ السلام بنا اور مصر سے اپنا پیرہن روانہ کیا جس سے عالم میں خوشبو پھیل گئی۔ یعقوبؑ کی آنکھوں سے انوار پھوٹنے لگے اور نظر نہ آنے والی چیزیں عیاں ہوگئیں۔

(۶) بے شک یدِ بیضا کی تجلی میں وہی تھا، اس نے (موسیٰؑ ہوکر) گلّہ بانی کی۔ وہی عصا بھی تھا اور اژدھا بھی (جس نے دربارِ فرعون میں فتح پائی) اور فخرِ جہاں ہوا۔

(۷) کچھ مدّت زمین پر گھوما پھرا، پھر سیر تماشے کے لیے عیسیٰ ہوکر آسمانوں میں چلا گیا اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوگیا۔

مختصر یہ کہ وہی محبوب تھا جو آتا اور جاتا تھا ہر زمانے میں تو نے اسے دیکھا، بالآخر وہی بشکلِ عربِ سلطانِ عالم ہوا۔

(۹) حقیقت کبھی منسوخ نہیں ہوتی، وہی دلبرِ زیبا شمشیر ہوکر شمشیر زن کے ہاتھ سے برآمد ہوا، اور قتّال ہوگیا۔

(۱۰) نہیں نہیں وہی تھا جس نے یحییٰ کی صورت میں انا الحق کہا۔ نادان اس گمان میں ہیں کہ وہ منصور تھا جسے سولی پر لٹکایا گیا۔ نہیں وہ منصور نہ تھا بلکہ وہی تھا۔

(۱۱) خود شمس تبریزی ہوکر عاشق کے دل میں جارہا۔ عرفان ہوکر اسرار کی صورت میں ظاہر ہوا۔ (چھپا ہوا) خزانہ ظاہر ہوگیا۔

(۱۲) وہ اس وقت بھی نہاں نہیں ہے اگر دیدۂ باطن رکھتا ہے تو دیکھ لے۔ وہی ہے جس کی اتنی صفات بیان کی گئیں۔

(۱۳) رومی نے کوئی کفر یہ بات نہیں کی اس کا انکار نہ کرو۔ کافر وہ شخص ہوتا ہے جو انکار کرتا ہے اور دوزخیوں میں شامل ہوجاتا ہے۔

(۱۴) (ہاں یہ ضرور ہے کہ) یہ راز ایسا راز نہیں ہے جسے ہر کوئی جان لے۔ یہ راز ایک معمّا ہے اور اسے وہی جان سکتا ہے جو مقصد کے خیال سے نکل چکا ہو۔ اس پر اسرارِ حقیقت کھلتے ہیں۔

دوسری آیت:۔ قرآن حکیم کی دوسری آیت جو اہل توحید و وحدت کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے **هُوَاللّٰهُ الوَاحِدُ القَهَّارُ**[۱] ہے (وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے) اس کا ثبات بھی اُن وجوہ ثلٰثہ اور ان کی توجیہات کے

---

[۱] پارہ ۲۳۔ سورہ زمر، آیت ۴

طریق پر ہوتا ہے جو ہم قل هو الله احد سے متعلق بیان کر چکے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ آیت قل هو اللّٰه احد میں اللہ مبتدا ہے اور احد اس کی خبر ہے۔ آیت هو اللّٰه الواحد القهار میں اللہ موصوف ہے اور واحد اس کی صفت ہے۔ علم نحو میں قاعدہ ہے کہ عَلَم کے بعد خبر اس کی صفت ہوجاتی ہے اور عَلَم سے قبل صفت اس کی خبر ہوجاتی ہے۔ لغت میں واحد کے معنی ''ایک'' ہیں جیسے کہ کتاب صرح میں جوہری نے تصریح کی ہے کہ واحد بمعنی احد ہے، اگر ''مافی الدار واحد'' کہا یا ''مافی الدار احد'' کہا تو دونوں کا مفہوم ایک ہوگا۔ اگر چہ ''احد'' میں جو مبالغہ ہے وہ ''واحد'' میں نہیں ہے کیوں کہ احد صفت مشبہ ہے اور واحد اسمِ فاعل ہے۔ اس میں ذرّہ برابر شک نہیں ہے کہ صفتِ مشبہ کی دلالت استمرار پر ہوتی ہے اور اسم فاعل کی دلالت حدوث پر ہوتی ہے، لہٰذا شرع میں اسم احد کا اطلاق خاص اللہ تعالیٰ پر ہوا ہے۔ اسم واحد کا اطلاق اللہ پر نہیں ہوا کیوں کہ احد صرف اسم ''اللہ'' کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسم ''الٰہ'' کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے هو الله الواحد القهار اور انما الٰهكم اله واحد لیکن اسم احد سوائے اسم اللہ کے جاری نہیں ہوتا، اذا جآء فی التنزیل الله احد ولم یجبی الٰهكم احد یعنی تنزیل میں اللہ احد آیا ہے الٰھکم احد نہیں آیا۔

بعض اہلِ تحقیق کہتے ہیں کہ واحد کا مقتضا یہ ہے کہ اس کا مثل ممکن نہیں اور احد کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا غیر معدوم ہے کیوں کہ واحد کا استعمال نفی مثل کے معنی میں ہوا ہے برخلاف اس کے احد کا استعمال نفی مثل کے معنی میں نہیں ہوا۔ عرب کہتے ہیں فلاں واحد اہل زمانہ یعنی اس کا کوئی مثل نہیں، اسی معنی میں فلاں احد اہل زمانہ نہیں کہتے۔ بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جب اسم واحد اسم قہار کے ساتھ آئے تو نفی غیر کا مقتضی ہوتا ہے۔ اس پر انھوں نے دلیل دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ[1] (آج کے روز کس کی حکومت ہوگی بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا (اور) غالب ہے) انھی معنوں میں ہے کیوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں اسم الواحد اسم اللہ کے ساتھ استعمال ہوا ہے، اسم قہار کے بغیر نہیں ہوا ہے۔ مضمون ختم ہوا۔

تیسری آیت:۔ قرآن عظیم کی تیسری آیت جو اہلِ وحدت کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے وہ یہ ہے وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا[2] (اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو) اس کی توجیہہ کا طریقہ وہ ہے جو کتبِ تفاسیر میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں لفظ عبادت آیا ہے اس سے مراد توحید ہے نیز قاعدۂ اصول کی رو سے لاتشرکو امطلق ہے اور شیئاً بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام ہے پس ان مقدمات کی بنا پر مذکورہ آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا کو ایک کہو اور اس کی یکتائی میں کسی کو کسی بھی وجہ سے شریک نہ کرو اور کسی امر میں کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ ظاہر ہے کہ اثباتِ غیر سے بندے کا شرک اور حق تعالیٰ کا شریک لازم آتا ہے کیوں کہ شرع میں شرک عبارت ہے اثباتِ شریک سے، یہ باری سبحانہ تعالیٰ کے شریک کا اثبات ہے۔

---

[1] پارہ ۲۴۔ سورہ المؤمن آیت ۱۶ [2] پارہ ۵۔ سورہ النساء آیت ۳۶

لغت، شرع اور عُرف کی رو سے ''شریک'' وہ ہوتا ہے جو کسی چیز میں دوسرے کے ساتھ شرکت کرے اگر وجودِ غیر کا اثبات کیا جائے تو وہ لامحالہ باری تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال میں شریک ہوگا۔ ذات میں شرکت دو ذاتوں میں وجود اثنینیہ سے عبارت ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کہتا ہے ''میں ہوں'' اور دوسرا شخص بھی کہتا ہے ''میں ہوں'' تو یہ ذات میں شرکت ہوگی اور صفات میں شرکت یہ ہے کہ دو ذاتوں میں ایک ہی صفت پائی جائے۔ مثال کے طور پر ایک شخص، علم وحیات کی صفت سے موصوف ہے اور دوسرا شخص بھی، علم وحیات کی صفت سے موصوف ہو تو یہ علم وحیات کی صفت کے ساتھ صفات میں شرکت کہلائے گی۔ افعال میں شرکت یہ ہے کہ دو ذاتوں سے ایک ہی طرح کا فعل ظہور میں آئے۔ مثال کے طور پر ایک شخص عدل واحسان کرتا ہے اور دوسرے شخص سے بھی عدل واحسان ظہور میں آتے ہیں تو یہ افعال میں شرکت ہوگی۔

اس مقدمے کے معلوم ہوجانے کے بعد میں کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں ہوں'' اگر دوسرا بھی یہی کہے ''میں ہوں'' تو لامحالہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک ہوتا ہے۔ اسی طرح صفات وافعال میں شریک ہونے کا مسئلہ ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ازروئے شرع شرکت، باری تعالیٰ وتقدس کی صفتِ معبودیت میں کسی کے شریک ہونے کا اثبات ہے نہ کہ مطلق شرک وشریک کا اثبات۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں، اس معنی میں شریک کا انحصار مقید آیت کا تقاضا کرتا ہے لیکن اس کی تخصیص اللہ تعالیٰ کے ارشاد **لا تشرکوا به شیئاً** (اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو) سے ہوتی ہے جو آیاتِ محکمات سے ہے۔ **ولا تشرکوا** مطلق آیت ہے اور **شیئاً** بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام ہے۔ اس میں قطعاً شک کی گنجائش نہیں ہے کہ سست دلیل سے محکم آیت کا تقیّد (یعنی) کسی چیز کی تخصیص کے بغیر عمومیت نسخ ہے اور محکم آیت کا نسخ جایز نہیں ہے جیسا کہ معروف ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے **اتقوامن الشرک الا صغر** یعنی چھوٹے شرک سے بچو۔ نیز فرمایا **الشرک اخفی فی امتی من ربیب النملة السوداء** یعنی میری امت میں کالی چیونٹی کی رفتار سے شرک پوشیدہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے حارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا **تعالو ا انومن ساعة** یعنی آؤ ہم ایک ساعت ایمان لائیں۔ اس طرح کی تمام احادیث شریفہ جو روایت کی گئی ہیں اس انحصار کے خلاف جاتی ہیں۔

تصوف کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ شرک کے درجوں کا فرق سالکین کے مقامات کے فرق کے مطابق ہے۔ بے شبہہ سالکین کے مقامات واحوال متغیر ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں کچھ کہنا دشوار ہے، بس اسی قدر کہا جاسکتا ہے جو میں بیان کررہا ہوں۔ نفسِ شرک اللہ تعالیٰ کے شریک کے اثبات سے عبارت ہے۔ اس کے دو درجے ہیں، جلی (ظاہر) اور خفی (پوشیدہ) شرکِ جلی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفتِ معبودیت میں شریک کا اثبات ہے۔ شرکِ خفی اللہ تعالیٰ کی صفتِ موجودیت میں شریک کا اثبات ہے۔ شرکِ جلی اور شرکِ خفی کے درمیان بہت سے درجے ہیں۔ ان میں بعض درجے بعض درجوں سے زیادہ پوشیدہ ہیں۔ اس حقیقت کی تائید پیغمبر علیہ السلام کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جو ایمان کے درجوں کی تشریح سے متعلق فرمائی۔

الایمان بضع وسبعون شعبة ادنا ھا اماطة الاذی عن طریق المسلمین و اعلیھا کلمة لا الہ الااللّہ۔ لم یذکر الاّ اعلاھا و ادنا ھا و ترک بینھما المراتب الکثیرة المتغاوتہ لعمری ان ذالک داب البلغاء اذلھم احتراز عن التطویل ھذا مضی واللہ اعلم۔

ترجمہ: ایمان کی ستر اور کچھ شاخیں ہیں۔ ان میں ادنیٰ مسلمانوں کے راستے سے تکلیف رفع کرنا ہے اور اعلیٰ لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ سوائے اعلیٰ اور ادنیٰ درجوں کے اور کسی کا ذکر نہ فرمایا۔ ہر دو مراتب کے درمیان جو درجے ہیں اور جن میں بہت فرق ہے ان کا ذکر چھوڑ دیا۔ اپنی جان کی قسم اہل بلاغت کی یہ عادت ہے کیوں کہ انھیں طولِ کلام سے احتراز ہوتا ہے یہ مضمون تمام ہوا۔ واللہ اعلم

چوتھی آیت:۔ قرآنِ کریم کی چوتھی آیت جو اصحابِ وحدت کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے **لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ ۚ وَّهُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ** ہے[1] (کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہی ہر بات سننے والا دیکھنے والا ہے) اس کی توجیہ کی دو صورت ہیں۔

وجہ اوّل، میں کہتا ہوں کہ اگر ہم حق تعالیٰ کے غیر کا وجود ثابت کرتے ہیں تو حق تعالیٰ کا مثل لازم آئے گا کیوں کہ مماثلت کا مطلب صفات میں اشتراک ہے۔ جب دوسری ذات کے وجود کا اثبات ہوتا ہے تو لامحالہ اس کی صفات کا اثبات بھی لازم ہوجاتا ہے اس لیے کہ ذات کا وجود بغیر صفات کے محال ہے بے شبہہ حیات، علم، قدرت اور ارادہ وغیرہ صفات ہیں۔ یہ تمام باری تعالیٰ کی صفات ہیں، پس جس ذات میں یہ صفات پائی جائیں گی وہ اللہ تعالیٰ کی مثل ہوگی۔

اگر ہم فرض کریں کہ باری تعالیٰ کے غیر کی ذات میں باہمہ وجوہ مماثلت نہیں ہے (صرف چند صفات اس میں ہیں) تب بھی نفسِ وجود میں دونوں مماثل ہوں گے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مماثلت کا مطلب تمام صفات میں اشتراک ہے جیسے کہ کتاب ''عقیدۂ حافظیہ'' میں بیان کیا گیا ہے، **وعندنا ھی یثبت بالا شتراک فی جمیع الا وصاف حتیٰ لو اختلافافی صفة لا یثبت المماثلة لان مثلین مالیس احد ھما مسد الا خر** یعنی ہمارے نزدیک (مماثلت) تمام اوصاف میں اشتراک ثابت کرتی ہے اگر ایک صفت میں اختلاف ہو تو مماثلت ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ دو مثل وہ ہوتے ہیں (کہ) ان دو میں سے ایک دوسرے کی جگہ قایم ہوجائے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام صفات میں ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ مشارکت ناممکن ہے کیوں کہ دراصل ''علاحدگی''، ''موافقت'' کی غیر ہے اس لیے کہ افراد کے درمیان موافقت ان کی اصلیت کے باعث ہوتی ہے اور علیحدگی تخصیص ہے اور بے شبہہ تخصیص صفت ہے جیسا کہ علم الکلام کے

---

[1] پارہ ۲۵۔ سورہ الشوریٰ آیت ۱۱

مبادیات میں معروف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مماثلت کے لیے تمام اوصاف میں اشتراک شرط نہیں ہے بلکہ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا، قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ[1] ((اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجیے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں) تو (ہم میں سے) ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشریت میں بھی دوسروں کی مانند نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کھانے پینے کے ترک کرنے کے باب میں فرمایا، **انی لست کا حد کم** یعنی یقیناً میں تمھاری طرح کا شخص نہیں ہوں، پس اس ارشاد نے اُس نوعِ بعید میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انسانوں کے درمیان تھی اپنے آپ ﷺ کو (صرف) نفسِ بشریت میں لوگوں کی مثل قرار دیا۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ مماثلت کے لیے تمام اوصاف میں مشارکت شرط نہیں ہے۔ میں یہ بھی کہتا ہوں، فقہا کا قول ہے **الا عتبار بالا مثال من صفة الرجال** یعنی مثالوں سے مراد لوگوں کی صفت سے ہے اور اس میں شک نہیں کہ علّت بیان کرنے والا دو مقیس علیہ کے بارے میں جو علّت پیدا کرتا ہے وہ ایک ہوتی ہے۔ اور بالا تفاق مقیس، مقیس علیہ کی مثل ہے۔ میں یہ بھی کہتا ہوں، زید مماثلت میں شیر کی مثل نہیں ہے مگر ایک صفت میں اور وہ بہادری ہے۔ اس مثلیت کے اہلِ لغت اور علما بھی منکر نہیں ہیں۔

اب اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے، جب آپ مماثلت کے لیے تمام صفات میں مشارکت کی شرط قبول نہیں کرتے تو کس وجہ سے صفاتِ ذاتی میں جو تمام ماہیتوں میں اشتراک سے عبارت ہے کی شرط نہیں مانتے جیسا کہ کتاب ''طوالع'' میں کہا گیا ہے، **الغیران ان اشترکافی الماهیة فمثلان** یعنی اگر دو غیر ماہیت میں شریک ہیں تو دو مثل ہیں تو آپ مماثلت کو اس معنی پر کیوں محمول کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا مثل لازم نہیں آتا کیوں کہ مخلوقات میں کوئی ہستی تمام ماہیتوں میں اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں ہے۔

میرا جواب یہ ہے کہ ہم قرآن وحدیث، فقہا کے اقوال اور اہل بلاغت کی تراکیب میں مثل کے معنی علی الاطلاق پاتے ہیں تو مثل کا تقیّد اُن معنی میں ہو ہی نہیں سکتا جو متکلمین بیان کرتے ہیں سوائے اس کے کہ یہ ایک مجرّد اصطلاح ہے اور ضروری نہیں کہ ایک قوم کی اصطلاح دوسری قوم کے لیے حجت ہو۔

وجہ دوم، میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد **لیس کمثله شئی**، آیات محکمات میں سے ہے۔ اس میں 'مثل' مطلق ہے اور 'شئی' بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام ہے کیوں کہ کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ حضرتِ عزّت تعالیٰ وتقدّس کا مثل ایک جہت سے ہے اور ایک جہت سے نہیں ہے۔ اہلِ اسلام یہ بھی نہیں کہتے کہ اللہ کی مثل ایک چیز ہے اور ایک چیز نہیں ہے۔ پس اگر ہم مماثلت کو تمام صفات میں اشتراک کی قید کے ساتھ یا تمام ماہیتوں میں اشتراک کی قید کے ساتھ مقید کریں تو لامحالہ مطلق آیت کو مقید کرنا ہوگا، بالکل اسی طرح غیر مخصوص چیز، مخصوص چیز نہیں ہوتی۔ بے شبہہ مطلق آیت کو مقید کرنا اور بغیر کسی چیز کی تخصیص کے عام کو خاص کرنا، سست دلیل کے ساتھ نسخ کرنا ہے جب کہ محکم آیت کا نسخ جایز نہیں جیسا کہ سب کو معلوم

---

[1] پارہ ۱۶۔ سورہ الکھف آیت ۔۱۱

ہے۔ یہ مضمون تمام ہوا۔

پانچویں آیت:۔ قرآنِ عظیم کی پانچویں آیت جو اہلِ توحید کے نزدیک وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے یہ ہے، **کُلُّ شَیۡءٍ ھَالِکٌ اِلَّاوَجۡھَہٗ** [۱] (سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے) جمہور علما اور اہلِ تفسیر بالا تفاق اس کی توجیہہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہاں ''ذات'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور ازروئے لغت ہلاک کے معنی نیستی کے ہیں اور ہالک نیست کو کہتے ہیں۔ پس ان مقدمات کے مقتضا پر جو بیان کیے گئے ہیں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر شے نیست ہے اور ہست نہیں ہے۔ بے شبہہ یہ معنی وجودِ حق کو ثابت کرتے ہیں اور غیر کے وجود کی نفی کرتے ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ ازروئے لغت ہلاک مطلق نیست ہے لیکن مطلق نیستی نہیں ہے بلکہ وہ نیستی ہے جو موت اور فنا سے واقع ہوتی ہے اور بے شبہہ موت اور فنا وجود کی سبقت ثابت کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ وجود جس کا اوّل ''عدم'' اور آخر ''فنا'' ہو، اہلِ بصیرت کے نزدیک ایسا وجود عدم کے حکم میں آتا ہے ولذا قیل، **الوجود بین العدمین کا لطھر المتخلل بین الدمین** یعنی کہا گیا ہے کہ دو عدموں کے درمیان وجود، دوخون کے درمیان طہر کی مانند ہے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اشیا کا وجود فی نفسہہ نہیں۔ عام لوگ اس سبب سے کہ اشیا (خارج میں نظر آتی ہیں) ان کا قیام فی نفسہ تصور کرتے ہیں، درست نہیں ہے بلکہ ان کا قیام اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ ہے۔ بے شبہہ اہل عقل ایسے وجود کو وجود تسلیم نہیں کرتے بلکہ عدم محض خیال کرتے ہیں جیسا کہ حضرت اوحد الدین کرمانی نے فرمایا ہے۔ مثنوی:

چیزے کہ وجودِ او بخود نیست
ہستیش نہادن از خرد نیست

جس شے کا وجود اپنی ذات سے نہیں ہے، اسے ہستی کہنا خلافِ عقل ہے

ہستی کہ بحق قیام دارد
اونیست ولیک نام دارد

وہ موجود شے جس کا قیام حق تعالیٰ کے وجود کے ساتھ ہے وہ کچھ نہیں ہے صرف نام ہی نام ہے

تاجنبشِ دست ہست مادام
سایہ متحرک است ناکام

جب تک (کسی کام سے) ہاتھ جنبش کرتا رہے گا، اس کا سایہ بھی حرکت کرے گا لیکن یہ بے مقصد حرکت ہوگی۔

چوں سایہ زدست یافت مایہ
بس نیست جدازاصل سایہ

---

[۱] پارہ ۲۰۔ سورہ القصص آیت ۸۸

جب سائے نے ہاتھ سے قدرت حاصل کر لی تو پھر اپنے اصل سے پیوست ہو جاتا ہے

ہست است ولیک ہست مطلق
نزدیک حکیم نیست جز حق

ہست یعنی ''ہے'' کا اطلاق وجودِ مطلق پر ہوتا ہے، صاحبِ عقل کے نزدیک سوائے حق تعالیٰ کے کوئی وجود نہیں رکھتا

برنقشِ خود است فتنہ نقاش
کس نیست دریں میاں تو خوش باش

نقاش اپنے نقش پر خود عاشق ہے، درمیان میں کوئی حایل نہیں ہے بس مطمئن رہو

خود گفت حقیقتہً وبشنید
واں روئے کہ خود نمود خود دید

درحقیقت اسی نے کہا اور اسی نے سنا۔ خود اپنا چہرہ دکھایا اور خود ہی اسے دیکھا

پس باد یقیں کہ نیست واللہ
موجود حقیقی ماسوی اللہ

پس خدا کی قسم یقین کر کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی موجودِ حقیقی نہیں ہے۔

حق کے ساتھ اشیا کا قیام، پانی کے ساتھ بلبلے کے قیام کی مانند ہے اور اشیا میں حق کا ظہور حباب کی شکل میں پانی کے ظہور کی مانند ہے یا سراب کی صورت ہوا کے قیام کی مانند ہے۔ جب تک سالک حجابِ بشریت کے سبب بُعد میں ہے، اشیا کو موجود خیال کرتا ہے، جب فضائے قرب میں پہنچتا ہے تو وجودِ حق کی عظمت کے سامنے اشیا کو معدوم پاتا ہے۔ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اَعۡمَا لُھُمۡ کَسَرَابٍ بِقِیۡعَۃٍ یَّحۡسَبُہُ الظَّمۡاٰنُ مآءً ط حَتّٰیۤ اِذَا جَآءَ ہٗ لَمۡ یَجِدۡہُ شَیۡئًا وَّ وَجَدَ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ[1] (اور جولوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا (آدمی) اس کو (دور سے) پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو (جو سمجھ رکھا تھا) کچھ بھی نہ پایا اور قضائے الٰہی کو پایا)۔ اس معنی کی حقیقت ہے۔ جب حدوث قِدَم کی پناہ میں آتا ہے تو معدوم ہو جاتا ہے اور ظہورِ ربوبیت سے عبودیت مضمحل ہو جاتی ہے تو کُلُّ مَنۡ عَلَیۡھَا فَانٍ وَّیَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُوالۡجَلَال وَالۡاِکۡرَام[2] (جتنے روئے زمین پر ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی) کا شاہد آئینۂ کائنات میں جمال دکھاتا ہے اس وقت سالک جان لیتا ہے کہ کُلُّ شیءٍ ھَالِکٌ اِلّا وَجھَہٗ کے کیا معنی ہیں۔ بیت:

---

[1] پارہ ۱۸۔ سورہ النور، آیت ۳۹ [2] پارہ ۲۷۔ سورہ الرحمٰن، آیات ۲۶۔۲۷

ہر کہ در راہِ طریقت باحقیقت سالکست
نزدِ آں کس غیرِ وجہ اللہ جملہ ہالکست

ترجمہ: جو کوئی طریقت کی راہ میں حقیقت کے ساتھ سفر کرتا ہے اس کے نزدیک ذات الٰہی کے سوا سب اشیاء نیست ہیں۔

چھٹی آیت:۔ چھٹی آیت جو آیات محکمات سے ہے اور وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے **فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ** [۱] (کیوں کہ تم لوگ جس طرف کو منہ کرو، ادھر (ہی) اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے) اس کی توجیہہ کا طریقہ یہ ہے کہ یہ ارشاد مکان سے متعلق ہے۔ ازروئے لغت تولیت کے معنی رُخ کرنے کے ہیں اور ثُمَّ اشارہ ہے اُس مکان کی جانب جو اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے اور وجہ سے باری تعالیٰ کی ذاتِ پاک مراد ہے، چناں چہ آیت کے معنی یہ ہوں گے ''تم جس طرف بھی رُخ کرو اُدھر باری تعالیٰ کی ذات ہے۔''

یہ امر یقینی ہے کہ جب وجودِ غیر کو فرض کر کے رخ کریں گے تو اُدھر اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی کیوں کہ وجودِ غیر کو فرض کر کے رخ کرنا دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا، یا تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو وجودِ غیر سے جدا (منفک) فرض کریں یا وجودِ غیر میں شامل (غیر منفک) فرض کریں۔

اگر جدا فرض کریں تو ظاہر ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی اور اگر شامل فرض کریں تب بھی وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی۔ اس صورت میں لامحالہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیر کی ذات کے ساتھ اس طرح فرض کرنا پڑے گا جیسے گرم پانی میں آگ یا جسم میں روح کا ساتھ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گرم پانی میں آگ اپنے مکان میں ہوتی ہے پانی کے مکان میں نہیں ہوتی، اسی طرح پانی اپنے مکان میں ہوتا ہے آگ کے مکان میں نہیں ہوتا۔ یہی مثال جسم اور روح پر منطبق ہوتی ہے کہ جسم میں روح اپنے مکان میں ہوتی ہے اور جسم اپنے مکان میں ہوتا ہے۔ نہ روح کے مکان میں جسم ہوتا ہے نہ جسم کے مکان میں روح ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو دو ضدوں کا جمع ہونا لازم آتا ہے جیسے کہ اس کی تحقیق **قل ھو اللّٰہ احد** کی تشریح میں تیسری توجیہہ کے تحت ہو چکی ہے۔ جب یہ حقیقت ثابت ہوگئی تو میں کہتا ہوں، اس حال میں اگر کوئی ایک کے مکان کی طرف رُخ کرے تو لامحالہ اُس مکان میں دوسرا نہ ہوگا پس میں نے جانا کہ وجودِ غیر کے اثبات کے ساتھ **اینما تولو فثم وجه اللّٰه** درست نہ ہوگا سوائے اس کے کہ غیر کے وجود کو اللہ تعالیٰ کے وجود سے منفک یا غیر منفک فرض کریں۔ اس کی وضاحت کا طریقہ اس توجیہہ میں ہے جو میں کہتا ہوں، اگر ہم غیر کا وجود فرض کریں تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جدا فرض کریں گے کیوں کہ انفکاک کے تصور کے بغیر وجودِ غیر محال ہے۔ مگر یہ کہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات کے لیے حماس اور اتّصال لازم کر دیا جائے جیسا کہ فنِ کلام میں معروف ہے اور جب غیر کا وجود اللہ تعالیٰ سے منفک فرض کریں تو

---

[۱] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۱۵

بے شک وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ہوگی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، جب چند آیاتِ محکمات وحدت الوجود سے متعلق بیان کی گئی ہیں تو چند احادیث وآثار جو وجودِ واحد ثابت کرتی ہیں بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث:۔صحاح کی حدیثوں سے جو وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہیں اوّل کلمۂ قدسیہ یہ ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، حاکیاً عن اللہ **انا الاحدالصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفوا احد** یعنی اللہ سے حکایت ہے، میں یکتائے بے نیاز ہوں کہ نہ جنا اور نہ جنا گیا اور جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ اس کی توجیہہ بھی اُنھی وجوہ ثلٰثہ کے مطابق ہے جو آیت **قل ھو اللّٰہ احد** کے سلسلے میں بیان کی گئی ہیں کیوں کہ اس حدیث کا اسلوبِ بیان اور اُس آیت کا طرزِ بیان ایک ہی قاعدے پر ہے اور لفظ ومعنی کے اعتبار سے دونوں میں اتحاد ہے۔

گروہ صوفیہ کے نزدیک مرتبۂ ذات میں کسی نوع کی کثرت نہیں ہے نہ بالفعل نہ بالقوہ، **لم یلدولم یولد** اسی مرتبے میں ہے لیکن یہی مرتبۂ احدیت جب تنزل کرتا ہے اور مرتبۂ انسانیت میں جو مراتب کا منتہا ہے پہنچتا ہے تو اس کا نام پیدا ہوا بچہ (مولود) ہوتا ہے لیکن کون سا مولود جس سے ''مجھے ماں باپ نے پیدا کیا'' مراد ہے(**ولدت امی اباھا**)۔ پھر یہی مرتبۂ احدیت نزول کے بعد عروج کرتا ہے اور کامل تخلق کے مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا نام ہم نشین جوڑا (زوجیہ) ہوتا ہے لیکن کون سا زوجیہ جسے شریعت کی زبان میں عبودیت اور طریقت کی زبان میں فقر کہتے ہیں کہ **اذا تم العبودیت یکون عیشۃ کعیش اللہ واذاتم الفقر فھواللہ** یعنی جب عبودیت کامل ہوئی زندگانی ہوجاتی ہے جیسے اللہ کی زندگانی اور جب فقر کامل ہوا سووہ اللہ ہے، اسی کی جانب اشارہ ہے۔

دوسری حدیث:۔دوسری حدیث جوصحاح کی حدیثوں سے وجودِ واحد کو ثابت کرتی ہے یہ ہے، **من رانی فقد رای الحق** یعنی جس نے مجھے دیکھا پس بہ تحقیق اس نے خدا کو دیکھا۔ جان لیں کہ یہ حدیث وحدتِ وجود کے اثبات میں واضح الدلالت ہے اور دلالت کی نہر کے موتی کا ظاہر المراد ہے اور ظہور مراد آیت **مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ**[1] (جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) اور **اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ**[2] (جو لوگ آپ سے بیعت کررہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ سے بیعت کررہے ہیں) کے مصداق اور مانند ہے۔

بعض اہلِ ظاہر جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ''رویا'' (خواب) پرمحمول ہے اور ''رویت'' (آنکھ سے دیکھنے) پرمحمول نہیں ہے تو یہ ایسی تاویل ہے جو دلیل سے خارج ہے اور اگر یہ کہیں کہ (اس) حدیث میں اسنادِ رویت اسنادِ مجازی ہے اور اس سے مراد ہے **من رانی فقد رای عبدالحق او رسول الحق** یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کے عبد یعنی اللہ کے رسول کو دیکھا تو کہا جاسکتا ہے کہ ماہِ کامل کی عزّت کو گھٹانا، حقیقت کو بے ضرورت لایعنی کرنا اور حقیقت پر مجاز کو برتری دینا اہلِ

---

[1] پارہ ۵۔سورہ النساء آیت ۸۰ [2] پارہ ۲۶۔سورہ الفتح آیت ۱۰

تقلید کی رسم ہے اہلِ تحقیق کا طریقہ نہیں ہے کیوں کہ اربابِ تحقیق مجاز پر چار تکبیر پڑھ کر اور پیر سے ٹھکرا کر دل کو حقیقت کی جانب رکھتے ہیں۔ رباعی۔[1]

سہ شراب حقیقی بخوریم
چہار تکبیر بر مجاز رنیم
از سنائے مگر سنائی را
تا یکے دُرد بادہ باز خریم

وہ گروہ جو حق تعالیٰ کی حقیقی وحدت کو ان سایوں اور منظروں کے ساتھ سمجھنے سے قاصر ہے وہ اسی قسم کی سرد تاویلات میں مشغول رہتا ہے **وَمَا يَتَّبِعُ اَكثرُ هُمْ اِلَّاظَنّاًo اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِى مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا** [2]

اے عزیز! جب برحق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم آیات کے ناطق ہیں اور احادیث کے شاہد بھی ہیں تو وہی شخص انکار کرتا ہے جو اندھا ہے، جیسا کہ فرمایا، بیت:

من رأنی گفت احمد دربیاں
تو کجا بینی کہ کوری در جہاں

ترجمہ:۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ''جس نے مجھے دیکھا'' تو تو آپؐ کو کس طرح دیکھ سکتا ہے کیونکہ اس دنیا میں اندھا ہے۔

حضرت عین القضاۃ نے فرمایا ہے کہ تم جسے خدا کہتے ہو ہم اسے محمد کہتے ہیں اور جنھیں تم محمد کہتے ہو ہم خدا کہتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ ہمارے شیخ اس قول کے یہ معنی بیان فرماتے تھے ''خدا ہے محمد، محمد خدا ہے'' [3]

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار اسی طرح تحریر کیے گئے ہیں۔ اول یہ کہ یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں دوسرے یہ کہ پہلا مصرع بے وزن ہے باقی تین مصرعوں میں بھی سہو کتابت واضح ہے جس کے باعث دونوں شعر مہمل ہوگئے ہیں۔ اس لیے متن میں ان کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا۔ البتہ ان اشعار کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ ہم نے حقیقت کی تین شراب پی ہیں اور مجاز کو رد کر دیا ہے۔ تم سنائی کو بلندی سے دیکھو، ہم کب تک تلچھٹ خریدتے رہیں گے۔

[2] پارہ ۱۱۔ سورۂ یونس، آیت ۳۶ (ترجمہ) اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں (اور) یقیناً بے اصل خیالات امرِ حق (کے اثبات میں) ذرا بھی مفید نہیں۔

[3] مطبوعہ نسخے کے حاشیے پر فارسی میں حضرت مخدومیؒ کے قول کی تشریح ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

محمد یعنی تعریف کیا گیا۔ چونکہ حق تعالیٰ کی ذات جملہ کمالات ومحامد کی جامع ہے، اس معنی میں ہم اسے محمد (تعریف کیا گیا) کہہ سکتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم خالق تعالیٰ کے عکس اوّل اور ظلِّ خاص ہیں اس لیے حالت سُکر میں آنجناب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا کہا گیا یعنی سایۂ خدا، جیسے ہاتھ اور سایہ کہ سابقہ اشعار میں مذکور ہوا، اس معنی کو واضح کرتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے فصوص اور فتوحات میں وحدت الوجود کے لیے، آئینہ، عکس اور ظل کی مثال پیش کی ہے اور فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنا سایہ اس لیے پیدا فرمایا تا کہ آپ جان لیں کہ جس طرح آپ کے سایے کا ظہور آپ (کی ذات) سے ہے لیکن آپ کا محتاج ہے اسی طرح آپ کا ظہور آپ کے خالق سے ہے اور آپ اس کے محتاج ہیں۔ عبدالعزیز

اور یہاں سکندر کا خود قاصد بن کر نوشابہ کو پیغام پہنچانے کا واقعہ کامل شہادت ہے۔ ابیات:

مرا خواندی و خود بدام آمدی
نظر پختہ ترکن کہ خام آمدی

ترجمہ: تو نے مجھے بلایا اور خود جال میں پھنس گیا۔ اپنی نظر زیادہ پختہ کر کہ ابھی تو خام ہے۔

در عشق پیام در نہ گنجد
خود بود کہ خودپیمبری کرد

ترجمہ: عشق میں پیغام رسانی کی گنجائش نہیں ہے، خود (عاشق) ہی تھا جس نے پیام پہنچایا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اصحابِ تصوف اور اربابِ معرفت کے عقائد کا خلاصہ وحدت الوجود کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے میں حضرت شیخ عبدالرزّاق کاشیؒ اور حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کے درمیان جو خفیف سا نزاع پیدا ہوا وہ اسی مصلحت کی بنا پر تھا۔ جس زمانے میں ان دونوں اکابر کے درمیان خط وکتابت ہوئی یہ فقیر اور امیر اقبال سیستانی اُن مکاتیب کو ایک دوسرے تک پہنچاتے تھے۔

(اس واقعے کا سبب یہ تھا کہ) ایک مرتبہ سلطانیہ کے سفر میں امیر اقبال سیستانی شیخ عبدالرزاق کاشی کے ساتھ تھے۔ شیخ عبدالرزاق نے جو وحدت الوجود کے مسئلے سے پوری طرح آگاہ تھے امیر اقبال سے دریافت کیا کہ آپ کے شیخ (علاء الدولہ سمنانی) حضرت شیخ اکبرؒ اور ان کے کلام کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میرے شیخ حضرت شیخ اکبرؒ کو بہت عالی شان اور عالی قدر بزرگ تسلیم کرتے ہیں اور ان کے معارف کو بے حد پسند فرماتے ہیں البتہ ان کا کہنا یہ ہے کہ شیخ اکبرؒ نے اللہ تعالیٰ کو وجودِ مطلق کہا ہے یہ غلط ہے۔ شیخ عبدالرزاق نے فرمایا کہ شیخ اکبرؒ کے تمام معارف کی اصل یہی قول ہے اور اس سے بہتر کوئی قول نہیں ہے اور اسی کا آپ کے شیخ انکار کرتے ہیں حالاں کہ تمام انبیا، اولیا اور ائمہ اسی مذہب پر تھے۔

امیر اقبال نے یہ گفتگو شیخ علاء الدولہؒ کی خدمت میں بیان کی۔ شیخ علاء الدولہ نے انھیں جواب میں تحریر کیا، تمام ملّتوں اور باطل مذہبوں میں سے کسی نے ایسی رسوائی کی بات نہیں کہی، اگر تم تحقیق کرو تو طبایعیہ اور دہریہ فرقے کو اس عقیدے سے بہتر پاؤ گے اور اسی طرح کی باتیں (ابن عربی کے) کلام کے ردّ میں تحریر کیں۔ جب شیخ عبدالرزّاق کاشی کو یہ خبر ملی تو انھوں نے شیخ رکن الدین علاء الدولہ کو مکتوب لکھا، شیخ نے اس کا جواب تحریر کیا۔ جامع نے ہر دو مکتوب کے نکات انہیں حضرات کی عبارت میں (مخدومؒ کے) حکمِ مبارک سے یہاں نقل کر دیے ہیں۔

مکتوبِ شیخ عبدالرزاق کاشیؒ بنام شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ

احدیت کی بارگاہ سے تائید وتوفیق کی امداد، توحید وتحقیق کے انوار، ظاہر میں اظہر، باطن میں انور، مولانا الاعظم شیخ الاسلام، اوضاعِ شریعت کی نگہبان، اربابِ طریقت کے پیشوا، جلال و جمال کے انوار میں مقیم، علاء الحق والدین غوث الاسلام والمسلمین۔ اللہ تعالیٰ، تخلقوا با خلاق اللہ[۱] کے مراتب میں آپ کو مسلسل درجاتِ ترقی عطا فرمائے۔

مراسمِ دعا واخلاص پیش کرنے کے بعد یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ اس نے کبھی آپ کا نام بغیر تعظیم کے نہیں لیا لیکن جب میں نے آپ کی تصنیف ''عروہ''[۲] پڑھی اور اس میں جو بحث کی گئی ہے اسے اپنے عقیدے کے مطابق نہ پایا۔ اس کے بعد امیر اقبال نے دورانِ سفر بتایا کہ حضرت شیخ علاء الدولہ مسئلۂ توحید میں محی الدین العربیؒ کے مسلک کو پسند نہیں فرماتے تو دعا گو نے اُن سے کہا، مشائخ میں سے ہم نے جن کو دیکھا ہے اور جن کے بارے میں سنا ہے وہ ابن عربیؒ کے مسلک پر تھے۔ عروہ میں جو کچھ میں نے پڑھا ہے وہ طریق کے مطابق نہیں ہے۔ انھوں نے بے حد اصرار کیا کہ تم اس موضوع پر کچھ لکھو۔ میں نے عرض کیا کہ شاید میری تحریر آپ کے شیخ کو پسند نہ آئے اور ناراضگی کا اظہار فرمائیں۔ اب معلوم ہوا کہ محض بات سنتے ہی خفا ہوگئے اور ملامت وگرفت تک آ پہنچے۔ ازروئے درویشی (میرے لیے) یہ عجیب بات تھی (کیوں کہ) میں کبھی ایسے بزرگوں کی صحبت میں نہیں بیٹھا۔ (بہرحال) کسی کی کوئی بات سن کر ایک دم تکفیر کرنا مناسب نہیں ہے۔ یقین جانیے کہ میں نے جو کچھ تحریر کیا ہے تحقیق سے لکھا ہے نفس کی شرارت یا رنجش کے باعث نہیں لکھا ہے۔ **فوق کل ذی علمٍ علیم** (ہر ذی علم سے برتر صاحبِ علم موجود ہے)

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ گروہ صوفیہ کے نزدیک جو بات کتاب وسنت کے اصول پر مبنی نہیں ہے، اعتبار نہیں رکھتی کیوں کہ انھوں نے خود کو اتباع کے راستے پر ڈال دیا ہے۔ ان کے مسلک کی بنا یہ دو آیۂ کریمہ ہیں، **سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۝ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۝ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝ؕ**[۳] (ہم عنقریب اُن کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں اُن کے گردونواح میں بھی

---

[۱] اپنے اندر اللہ کے اخلاق پیدا کرو۔ (حدیث)

[۲] پورا نام ''العروۃ لاھل الجلوۃ والخلوۃ'' ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، تصوف حصّہ اوّل، مصنفہ ڈاکٹر سیّد وحید اشرف ویلور، تاملناڈو (بھارت) سال ندارد ص ۱۱۷

[۳] پارہ ۲۵۔ حم السجدۃ، آیات ۵۳۔۵۴

دکھادیں گے اور خود اُن کی ذات میں بھی۔ اور یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہوجاوے گا کہ وہ (قرآن) حق ہے (تو) کیا آپ کے رب کی یہ بات (آپ کی حقیقت کی شہادت کے لیے) کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں۔ یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے حکم کے) احاطے میں لیے ہوئے ہے۔)

اس دنیا میں رہنے والے تین مرتبوں میں تقسیم ہیں۔ پہلے وہ جو مرتبۂ نفس میں ہیں۔ یہ لوگ دنیا داروں اور ان کے پیروکاروں کے طالب ہیں۔ یہ حق تعالیٰ کے منکر اصحابِ حجاب ہیں۔ حق تعالیٰ کی صفات سے ناآشنا قرآن کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، **قُلْ اَرَءَ یْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ○**[1] (آپ کہیے بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر یہ (قرآن) خدا کے یہاں سے آیا ہو (اور) پھر تم اس کا کروانکار تو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی دور دراز مخالفت میں پڑا ہو)۔

اگر ان میں سے کوئی ایمان لائے تو نجات پانے والا ہوجائے اور اسے دوزخ سے رہائی مل جائے۔

دوسرا مرتبۂ قلب ہوتا ہے۔ اس مرتبے کے حامل لوگ، مرتبۂ نفس سے ترقی کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کی عقلیں صاف ہوکر اس مقام پر پہنچ جاتی ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کی آیاتِ بیّنات سے استدلال کرتے ہیں اور ان آیات میں فکر کرکے جو اللہ تعالیٰ کے افعال وتصرفات سے متعلق ہیں اللہ تعالی کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرتے ہیں، کیوں کہ افعال وآثار صفات ہی ہیں اور صفات واسماء افعال کے مصدر ہیں۔ پس یہ لوگ حق تعالیٰ کے علم، قدرت اور حکمت کو پاک صاف عقل کی آنکھ سے خواہش کی ملاوٹ کے بغیر دیکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی صفاتِ سمع وبصر اور کلام کو انسانی ذات اور آفاقی آثار میں دریافت کرتے ہیں۔ اسی طریق پر قرآن اور اس کی حقیقت کے عارف ومعترف ہوجاتے ہیں، **حتیٰ یتبینَ لھم انہ الحق** (یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہوجائے کہ وہ (قرآن) حق ہے)۔ یہ اہل برہان کا گروہ ہے ان کے استدلال میں خطا محال ہے کیوں کہ پاک نور اور بارگاہِ واحدیت کے قرب سے، جو اسماء کی کثرت کا مقام ہے، ان کی عقلیں اس قدر منور ہوجاتی ہیں کہ خود بصیرت بن جاتی ہیں۔ بیت:

منوّر گردد از نورِ سریرت
کہ گردد بصرِ شاں ہمچوں بصیرت

---

[1] پارہ ۲۵۔حم السجدہ آیت ۵۲۔

ترجمہ: تیرے تخت کے نور سے وہ (اس قدر) منور ہوجاتے ہیں کہ ان کی آنکھ کو درجۂ یقین حاصل ہوجاتا ہے۔

یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تجلّیات سے بینا ہوجاتے ہیں اور ان کی صفات، صفاتِ حق میں فانی ہوجاتی ہیں۔ پہلا گروہ جو کچھ جانتا ہے یہ گروہ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے، اہلِ عقل اور اہلِ بصیرت دونوں کی جانیں نورِ قلب سے پاکیزہ ہوجاتی ہیں لیکن عقل والے اخلاقِ الٰہی سے متخلق اور آنکھ والے متحقق ہوتے ہیں پس ان سے برے اخلاق کا سرزد ہونا محال ہوتا ہے، اورسب کو اپنے مراتب میں معذور رکھنا چاہیے وتر جوا ان نکون منھم یعنی اورتو امید رکھے گا کہ ہم اُن میں سے ہوجائیں۔

تیسرا مرتبہ، مرتبۂ روح ہوتا ہے۔ اس مقام کے اہل حضرات تجلیاتِ صفات کے مرتبے سے گزر کر مقامِ مشاہدہ میں پہنچتے ہیں۔ انھیں جمع احدیت کا شہود حاصل ہوتا ہے اور (اپنی ذات کی) نفی، اسماء وصفات کی تجلیات کے حجابات اور کثرت کے تعینات سے بھی رہائی مل جاتی ہے۔ بارگاہ احدیت میں ان کا حال، اَوَلَمۡ یَکۡفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ عَلیٰ کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ[1] (تو کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے) میں ڈھل جاتا ہے یہ گروہ مخلوق کو حق تعالیٰ کا آئینہ یا حق تعالیٰ کو مخلوق کا آئینہ دیکھتا ہے۔ اس سے بلند تر مقام احدیتِ ذات کے عین میں استہلاک ہے۔

مطلق محروموں کے بارے میں فرمایا، اَلَآ اِنَّهُمۡ فِیۡ مِرۡیَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ[2] (یاد رکھو کہ وہ لوگ جو اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں)

اسماء صفات کی تجلّیات کے مقام میں درماندہ لوگ اگرچہ یقین کی بدولت شک سے محفوظ ہوجاتے ہیں تاہم علی الدوام لقائے الٰہی اور کُلُّ مَنۡ عَلَیۡهَا فَانٍ وَّیَبۡقٰی وَجۡهُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ[3] (جتنے روئے زمین پر ہیں سب فنا ہوجائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہے گی) کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور اَلَا اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ[4] (یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے حکم کے) احاطے میں لیے ہوئے ہے) کی تنبیہ کے محتاج ہیں۔ اس حقیقت کے شہود اور کُلُّ شَیۡءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ[5] (سب چیزیں فنا ہوجائیں گی بجز اس کی ذات کے) کے معنی کے ساتھ بجز آخری گروہ کے کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔اور هُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالۡبَاطِنُ[6] (وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے، وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے) کے قرب میں عیاں ہے اور جملہ تعیُّنات میں حق تعالیٰ کی ذات مشہود ہے۔ اسی ذوات اور ان کے تعیُّنات میں فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ

---

[1] (حٰم السجدہ آیت ۵۳)
[2] (حٰم السجدہ، آیت ۵۴)
[3] (سورۂ رحمٰن، آیات ۲۶ اور ۲۷)
[4] (حٰم السجدہ۔ ۵۴)
[5] (قصص۔ ۸۸)
[6] پارہ ۲۷ سورہ الحدید، آیت ۳

وَجۡهُ اللهِ[۱] کا تنزّہ تحقیق شدہ ہے۔ بیت:

گر زخورشید بوم بے نوراست
از پے ضعفِ خود نہ از پے اوست

ترجمہ:۔ اگر آفتاب کی روشنی میں اُلّو دیکھ نہیں پاتا تو اپنی ناطاقتی کے سبب سے نہ کہ آفتاب کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ تمام تعیّنات سے منزہ ہے اور اس کا تعیّن اپنی ذات کے عین کے ساتھ واحد ہے۔ گنتی کا ایک نہیں جس کا دوسرا ہوتا ہے۔ ثنائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بیت:

احداست وشمار ازو معزول
صمداست ونیاز ازو مخذول
آں احد نے کہ عقل داندو فہم
آں صمد نے کہ حس شناسدو وہم

ترجمہ: وہ احد ہے اور گنتی اس سے برطرف ہے، وہ بے نیاز ہے اسے نیاز کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔
وہ ایسا احد نہیں ہے جو عقل وفہم میں آتا ہے وہ ایسا صمد نہیں ہے جسے حس ووہم محسوس کر سکیں۔
کیوں کہ حس ووہم اور عقل وفہم سب مقید ہیں اور کوئی مقید مطلق کا احاطہ نہیں کر سکتا:

الله اكبر ان بقد الحجر
بتعين فيكون اول وآخر
هو واحد لا غير ثانية
ولا موجود ثم فهو غير متكاثر
هو اول وهو آخر هو ظاهر
هو باطن كل ولم يتكاثر[۲]

ترجمہ: اللہ ہی بڑا ہے کہ دوسرے کو تصرف سے روک دیا پھر تعین کے ساتھ اول وآخر ہو گیا وہ واحد ہے۔
اس کا کوئی ثانی نہیں پھر لا موجود کثرت کا غیر ہے۔ وہ سب کا اوّل ہے، آخر ہے، ظاہر ہے
اور باطن ہے اور کثرت نہیں ہے۔

---

[۱] ملاحظہ فرمائیں اسی لطیفے میں چھٹی آیت کی تشریح۔

[۲] احقر مترجم نے اپنی محدود فہم کے مطابق ان اشعار کا ترجمہ کر دیا ہے لیکن پہلے شعر کے پہلے مصرعے اور دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے کے درو بست سے بعض اہل علم حضرات سہو کتابت کے باعث مطمئن نہیں ہیں۔ پہلے مصرعے میں الحجر سے پہلے کا لفظ ''بقد'' نقل ہوا ہے۔ مترجم نے اردو ترجمے کے متن میں چھوڑ دیا ہے۔ واللہ اعلم

پس جس کسی کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے، حق تعالیٰ اسے تعیناتِ مراتب سے تنہا کر دیتا ہے اور عقل کی قید سے رہائی دلاتا ہے اور کشف وشہود کے ساتھ اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں پردے اٹھ جاتے ہیں۔ ساقیِ کوثر امیر المومنین حیدر رضی اللہ عنہ کے کلام میں آیا ہے، **الحقیقة کشف سبحات الجلال من غیر اشارتٍ** یعنی حقیقت بغیر اشارے کے انوارِ جلال کا کشف ہے کیوں کہ جمالِ مطلق کی تجلّی کے وقت اگر حسّی یا عقلی اشارہ رہے تو عین تعیّن ظاہر ہوتا ہے اور جمال عینِ جلال ہوجاتا ہے اور ذات کا شہود نہیں ہوتا۔ **سبحان من لا یعرفه اِلّا هو وحدة** یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اسے کوئی نہیں پہچانتا مگر وہ تنہا اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ (آپ نے) عروۂ وثقیٰ میں ہر بحث جو اس باب میں کی ہے، اس کے دلائل صراطِ مستقیم اور برہانِ راست سے ہٹے ہوئے ہیں اس لیے وہ علماء جو معقولات سے واقف ہیں ان دلائل کو پسند نہیں کرتے۔

آپ نے خضرِ سرگشتہ کا وصف بیان کیا ہے۔ میں نے اس کے بارے میں مولانا نظام الدین ہروی سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ خضرِ ترکمان (کم تر درجے کی ترک قوم کا فرد) تھا۔ بے چارہ خضرِ ترجمان کے حالات دریافت کرتا تھا۔ ابتدائے جوانی میں درجۂ فضیلت اور شرع کی تعلیم سے فارغ ہوچکا تھا۔ اِن مباحث اور اصولِ کلام کی بحث سے اسے کچھ تحقیق نہ ہوسکی تو اس نے سوچا کہ معقولات و الٰہیات نیز وہ علوم جو ان سے متعلق ہیں وہ لوگوں کو معرفت تک پہنچاتے اور فکری تذبذب سے رہائی دلاتے ہیں، چنانچہ اس نے ایک مدت تک ان علوم کی تحصیل کی اور اُن پر اس قدر عبور حاصل کرلیا کہ اس سے بہتر قیاس نہیں جاسکتا۔ لیکن اسے اطمینان پھر بھی حاصل نہیں ہوا، بلکہ اس قدر وحشت اور بے چینی بڑھ گئی اور حقایق پر پردے پڑتے چلے گئے کہ وہ بے قرار ہوگیا۔ اس پیچ وتاب میں وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ معرفتِ مطلوب طورِ عقل سے بالا تر ہے کیوں کہ ہر چند عقلی علوم میں حکماء نے صورتوں اور اجرام کی تشبیہہ سے مسئلہ حل کرلیا ہے لیکن تشبیہہ کے ذریعے سے ارواح کا مسئلہ حل کرنے میں ناکام رہے اس لیے جب تک حضراتِ صوفیہ اور اربابِ ریاضت ومجاہدہ کی صحبت اختیار نہیں کی جائے، توفیقِ الٰہی مددگار نہ ہوگی، چناں چہ اس نے یہ باتیں پہلے مولانا نورالدین عبدالصمد شطری قدس سرّہٗ سے سنیں اور انھی کی صحبت میں اسے توحید کے معنی معلوم ہوئے۔

شیخ یوسف ہمدانی کو ''فصوص''☆ اور ''کشف'' بے حد پسند تھیں۔ (مولانا نظام الدین سے

☆ شیخ یوسف ہمدانی کا دور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے پہلے کا ہے لہٰذا یہ ''فصوص'' کوئی اور ہے یا یہ بزرگ کوئی اور ہیں۔ (ناصر الدین)

ملاقات کے بعد) میں مولانا شمس الدین کیشی کی خدمت میں حاضر ہوا کیوں کہ میں نے مولانا نور الدین سے سنا تھا کہ اِس زمانے میں طریقت ومعرفت میں ان کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ یہ رباعی انھی کی ہے۔ رباعی:

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیداست
آں صورتِ آں کس است کاں نقش آراست
دریاے کہن چوبر زند موجِ نو
موجش خوانند درحقیقت دریاست

ترجمہ: ہستی کے تختے پر جو نقش نظر آتا ہے وہ اس نقاش کی صورت ہے جس نے اسے آراستہ کیا ہے۔
اگلی موج کے پیچھے دوسری نئی موج چلتی رہتی ہے لیکن درحقیقت وہ دریا ہی ہے جو موجیں پیدا کرتا بہہ رہا ہے۔

وہ (مولانا شمس الدین کیشی) یہی توحید بیان کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے چند چلّے کرنے کے بعد توحید کے یہ معنی منکشف ہوئے۔ اس وقت شیراز میں ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو میرے سوا یہ معنی بیان کرسکتا ہو، حتّٰی کہ شیخ ضیاء الدین ابوالحسن بھی توحید کی اس تشریح سے ناآشنا تھے اور مجھے اس پر سخت تعجب تھا یہاں تک کہ کتاب فصوص اس شہر میں پہنچی۔ جب میں نے اُس کا مطالعہ کیا تو وہی معانی (جو مجھ پر منکشف ہوئے تھے) مجھے دوبارہ حاصل ہوئے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ یہ معنی طریق میں موجود ہیں اور اکابر اُن تک پہنچے اور حاصل کر چکے ہیں۔

اسی طرح میں مولانا ابرقوہی، شیخ صدر الدین روز بہان بقلی، شیخ ظہیر برغش، مولانا اصیل الدین، شیخ ناصرالدین، قطب الدین ابنائے ضیاء الدین ابوالحسن اور دیگر اکابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جملہ اکابر اس معنی پر متفق تھے اور کوئی ایک بھی مخالف نہ تھا۔ میں اکابر کے خلاف ایک فردِ واحد کا قول کیسے قبول کرسکتا تھا جب کہ میں اس مقام پر پہنچا نہ تھا اور میرا دل بھی اس باب میں مضطرب تھا۔ بہر حال شیخ الاسلام ہمارے سردار اور ہمارے استاذ نور الملّۃ والدین نظری ومرشدی کی وفات کے بعد دل کا قرار جاتا رہا۔ میں نے ایک صحرا میں جہاں کوئی آبادی نہ تھی سات مہینے خلوت میں گزارے اور کھانے کی مقدار بھی کم کردی یہاں تک کہ مجھ پر توحید کی حقیقت منکشف ہوگئی۔ دل نے قرار پایا اور میں مطمئن ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، فَلَا تُزَكُّوْآ اَنْفُسَكُمْ[1] (توتم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو)۔ لیکن وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[2] (اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ النجم آیت ۳۲ [2] پارہ ۳۰۔ سورہ الضحیٰ آیت ۱۱

کرتے رہا کیجیے)۔بھی اللہ کا حکم ہے۔

اس واقعے کے بعد میں بغداد گیا اور شیخ بزرگوار شیخ عبدالرحمٰن اسفرائی قدس سرّہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے میری باتوں کو سراہا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تعبیرِ خواب اور تاویلِ مقامات کی نعمت بخشی ہے۔ اس سے زیادہ میری رسائی نہیں۔ محض اُن مباحث سے جو طریقت میں مقبول نہیں ہیں اور صراطِ مستقیم کے خلاف ہیں، اُن حقایق کو جو شہود سے منکشف ہوئے ہیں کس طرح نظر انداز کیا جاسکتا ہے، نیز شیخ عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ تمام مقامات کے بعد تیسرے مرتبے میں توحیدِ خالص حاصل ہوتی ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے اپنے کلام میں چند مقامات کی تصریح کی ہے جیسے امام محقق جعفر صادق رضی اللہ عنہ، کے قول کی شرح میں آیا ہے، **انی اکرر آیة حتّٰی اسمع قائلها** [۱]

شیخ نے فرمایا ہے، امام جعفر صادقؓ نے اپنی زبان کو اس معنی میں شجرِ موسیٰؑ کی مانند پایا کہ اس سے انی انا اللّٰہ سنا اگر متعین ہوتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ حدیث **لو دلی احد کم بحبل لهبط علی اللّٰہ** (اگر تم میں سے کوئی رسّی لٹکائے تو اللہ پر گرے گی) کب درست ہوتی اور جسے علم ہے اس سے کیوں کر **حبل الورید** سے نزدیک تر ہوتا۔

آخر ان معنوں پر غور کرنا چاہیے کہ نصِ قرآن کی رو سے ثالث ثلثه (تین میں کا ایک) کفر ہے کہ **لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ** [۲] (بلاشبہہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا ایک ہے)۔

جب کہ تین کا چار خالص ایمان اور توحید ہے، **مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ** [۳] (کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (یعنی اللہ) نہ ہو) اگر تین میں کا ایک ہوتا تو متعین ہوتا اور اُن میں سے ایک ہوتا لیکن تین کا چار یہ ہے کہ اپنے وجودِ حقّانی کے ساتھ کہ بحکم **وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ** [۴] (ترجمہ: اور نہ اس سے کم ہوتی ہے اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے)۔ ایک کے ساتھ دوسرا، دو کے ساتھ تیسرا تین کے ساتھ چوتھا، چار کے ساتھ پانچواں اور پانچ کے ساتھ چھٹا ہے یعنی اِن اعداد کے حقایق کا محقق، سب کے ساتھ بغیر نزدیکی کے ہے اور سب کا غیر بغیر جدائی کے ہے جیسا کہا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، نے فرمایا ہے:

---

[۱] یقیناً میں اس آیت کی تکرار کرتا ہوں یہاں تک کہ میں اس کے کہنے والے سے خود سنتا ہوں۔

[۲] پارہ ٦۔سورہ المائدۃ آیت ۷۳۔ [۳] پارہ ۲۸۔سورۂ مجادلہ، آیت ۷ [۴] پارہ ۲۸۔سورۂ مجادلہ، آیت ۷

هو مع کل شیی لا مقارنة الله
وغیر کل شیی لابمزایلة الله

ترجمہ: وہ ہر چیز کے ساتھ ہے بغیر نزدیک ہوئے اور ہر چیز کا غیر ہے بغیر جدائی کے۔

یہ ضعیف جس زمانے میں خواجۂ عزّت انصاری کی صحبت میں تھا، اگر چہ بعضے لوگ طعن کرتے تھے لیکن خدا جانتا ہے کہ محض اس سبب سے کہ اس کی استعداد میں آیت **یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ**[۱] (اس کا تیل اس قدر صاف اور سلگنے (والا ہے) کہ اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے) کے معنی حاصل تھے اور ان پر یقینِ کامل تھا، وہ مخالفوں کی باتوں کے باوجود حق سے نہیں پھرا۔ اگر دعا گو پر عیاں نہ ہوتا اور اتنے اکابر کے اقوال موافق ومطابق نہ پاتا تو یہ گزارش مکرر عرض نہ کرتا اور نہ اس مسئلے پر بہت سے دلائل دیتا جیسا کہ شرح فصوص کے آغاز میں بیان ہوا ہے یہاں تک کہ محقق اہلِ علم جوفہیم وذکی ہیں آپ سے گفتگو کریں، میں طول کلامی سے احتراز کرتا ہوں **ومن لم یصدق الجملة هان علیه ان لا یصدق التفصیل** یعنی جوشخص مختصر بات کی تصدیق نہیں کرتا اس کے لیے آسان ہے کہ تفصیل کی تصدیق نہ کرے۔ حق تعالیٰ سب کو اپنے جمال کی جانب ہدایت کرامت فرمائے **وانا وایاکم لعلّی هدی اوفی ضلال مبین والله الموفق المعین** (اور بہ تحقیق ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا صریح گمراہی میں اور اللہ توفیق دینے والا مددگار ہے۔)

جوابِ مکتوب

شیخ رکن الدین علاء الدولہ نے اُن کے خط کا جواب کا شان ارسال کیا:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ[۲] (آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلے میں بے ہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجیے)۔ دین کے بزرگوں اور یقین کی راہ پر چلنے والوں نے بہ اتفاق کہا ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو پاک لقمہ کھاتا ہے اور سچ بولتا ہے۔ اگر کسی شخص میں یہ دونوں باتیں موجود نہ ہوں تو لن ترانیوں اور بے ہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ آپ نے شیخ نورالدین اسفرائی سے جو کچھ روایت کیا ہے، میں بھی بتیس سال ان کی صحبت میں رہا ہوں لیکن میں نے اُن کی زبان سے ایسی بات نہیں سنی بلکہ وہ ابنِ عربیؒ کی تصنیفات پڑھنے سے منع کرتے تھے، یہاں تک کہ جب انھوں نے یہ سُنا کہ مولانا نورالدین حکیم اور مولانا بدرالدین رحمہا اللہ بعض طلبہ کو فصوص پڑھاتے ہیں تو، ایک رات اُن کے یہاں گئے اور فصوص کا

---

[۱] پارہ ۱۸۔ سورۂ نور، آیت ۳۵ [۲] پارہ ۷۔ سورۂ الانعام، آیت ۹۱

نسخہ اُن کے ہاتھ سے چھین کر پھاڑ دیا اور آیندہ کے لیے کلّی طور پر منع کر دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ فرزند عزیز، صاحب قرانِ اعظم، اللہ تعالیٰ لشکرِ توفیق سے اس کی مدد کرے اور اس کے قلب وچشم کو نورِ تحقیق سے ٹھنڈا رکھے، کے حوالے سے کہا ہے کہ ان کی زبانِ مبارک سے نکلا میں ایسے اعتقاد اور معارف سے بیزار ہوں تو اے عزیز اپنے وقتِ خوش میں میں نے بھی کتاب فتوحات کے اشارات کے موافق حواشی تحریر کیے تھے۔ جب میں ابن عربیؒ کی اس تسبیح پر پہنچا[1] ''وہ پاک ہے جس نے چیزوں کو پیدا کیا اور وہ ان چیزوں کا عین ہے۔''

تو میں نے لکھا بہ تحقیق حق تعالیٰ سچ بات سے حیا نہیں کرتا۔ اے شیخ اکبر اگر آپ کسی شخص کے بارے میں سنیں کہ وہ کہتا ہے شیخ کا فضلہ وجودِ شیخ کا عین ہے تو یقیناً آپ آسانی سے انکار نہ کریں گے بلکہ اس پر غصّہ کریں گے، پس صاحبِ عقل کو کس طرح روا ہے کہ ایسی بات حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرے۔ یہ ہذیان ہے۔ آپ حق تعالیٰ سے توبۂ نصوح کریں تا کہ آپ سخت گرداب سے نجات پائیں جس سے دہری، طبیعی، یونانی اور سکمانی بھی عار رکھتے ہیں۔ اس پر سلامتی ہے جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔

آپ نے تحریر کیا ہے عروہ کی دلیل صراطِ مستقیم کے مطابق نہیں ہے۔ جب کوئی بات موافق ہوتی ہے خواہ وہ منطقی دلیل سے درست ہے یا نہیں اگر مسئلے میں نفس کو اطمینان حاصل ہو گیا ہے اور حقیقت کے مطابق ہے اور اس پر شیطان کا اعتراض ممکن نہیں ہے تو وہ بات ہمارے لیے کافی ہے۔ ''ان معارف پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو عقلاً ونقلاً اس طور سے مطابقِ حقیقت ہیں کہ نفس کو ان کا انکار کرنا اور شیطان کا شک پیدا کرنا ممکن نہیں ہے نیز شکر ہے کہ وجودِ حق کے وجوب، اس کی وحدانیت اور نزاہت پر (ایمان لانے سے) دلوں کو اطمینان ملتا ہے[2]۔'' جو شخص حق تعالیٰ کے وجود کے لازم ہونے پر ایمان نہیں لاتا وہ حقیقی کافر ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں لاتا وہ حقیقی مشرک ہے۔ جو شخص اللہ تعالی کو تمام مخلوق کے خواص سے پاک ہونے پر ایمان نہیں لاتا وہ حقیق ظالم ہے کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے منسوب کیا ہے جو اس کے کمالِ تقدس کے لائق نہیں ہے اور چیزوں کو اپنی جگہ سے بے جگہ کرنا ظلم ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ محکم میں بقولِ خود لعنت کی ہے اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ[3] (سب سن لو ایسے ظالموں پر خدا کی (زیادہ) لعنت ہے) وہ پاک اور

---

[1] مطبوعہ نسخے میں وادین کے درمیان عبارت عربی میں ہے۔ اس کے نیچے عبارت کا فاسی ترجمہ ہے۔ مترجم نے فارسی سے اردو ترجمہ کیا ہے۔

[2] ایضاً [3] پارہ ۱۲۔ سورۂ ھود، آیت ۱۸

منزّہ ہے اس چیز سے جس سے نادان لوگ اسے موصوف کرتے ہیں۔

جب میں نے آپ کے مکتوب کو دوبارہ پڑھا تو کیشی کی رباعی پر میری نظر پڑی۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اس مقام میں جو کچھ (انھیں) مکشوف ہوا ہے اس سے (اس بنا پر) خوش ہوگئے ہیں کہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہوگئے ہیں (لیکن اس کی کل حقیقت) یہ ہے کہ ابتدائے سلوک میں یہ ضعیف بھی چند روز اس مقام میں رہا اور اس مقام سے خوش تھا لیکن یہاں سے گزر گیا۔ جب ابتدائی اور وسطی مقام مکاشفہ عبور کرگیا اور نہایات میں پہنچا تو ابتدائی مقامِ مکاشفہ کا غلط ہونا آفتاب سے زیادہ ظاہر ہوگیا۔ اس مقام کے مرکز میں ایسا یقین حاصل ہوا کہ وہاں شک پیدا ہونے کی گنجایش نہ تھی۔

پس اے عزیز! میں نے سنا ہے کہ آپ کے اوقات طاعتوں میں بسر ہوتے ہیں عمر آخر ہورہی ہے، افسوس کی بات ہے کہ ابتدائی مقامِ مکاشفہ میں، بچّوں کی طرح چند موپری[1] کے فریب میں مبتلا رہتے ہیں۔ جب مکتب جاتے ہیں تو چند معارف سے ڈر کر ہمت ہار جاتے ہیں اور اکثر آیاتِ بیّنات کے بجائے معدودے چند متشابہ آیات کی تاویل کرتے ہیں وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی[2] (اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ نے وہ پھینکی) کو مقتدا بناتے ہیں اور نہیں جانتے کہ (اس آیت میں) خلق کی تفہیم کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیت واضح فرمائی ہے جیسے ایک بادشاہ اپنے مقرّب کو کسی ملک میں بھیجے اور کہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور اس کی زبان میری زبان ہے۔ اسی طرح شیخ بھی اپنے مرید کو اس ارشاد کے ساتھ کسی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے اور اجازت نامے میں لکھتا ہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین:۔ مختصر یہ کہ آیت **اَلا لعنته الله علی الظالمین** سے غافل ہوجانا اور آیت، اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا[3] (حقیقت یہ ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا تم اسے دشمن ہی سمجھو)۔ اور اس کی مثل آیات سے اعراض کرنا اور آیت **ھو الا ول والآخر والظاھر والباطن** کو سند بنانا اور نہ جاننا کہ اس سے مراد ہے، ''وہ اوّل ازلی ہے جس کی طرف موجودات کی احتیاج کا سلسلہ منتہی ہوتا ہے۔ وہ آخر شے افضل آخر ہے۔ وہ اس طور سے مشہود ہوتا ہے کہ اس کی طرف ہر شے رجوع کررہی ہے۔ وہ ظاہری آثار میں آشکار ہوتا ہے اپنے افعال کے سبب سے جو اس کی صفات ثابتہ لذاتہ سے صادر ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں پوشیدہ ہے اسے

---

[1] موپری۔ یہ لفظ کسی لغت میں نہیں ملا شاید بچوں کے کسی کھیل یا کھلونے کو کہتے ہیں۔ واللہ اعلم

[2] پارہ ۹۔ سورہ الانفال، آیت ۱۷ [3] پارہ ۲۲۔ سورہ فاطر آیت ۶

آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کی ذات کو اس کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے،
''اس کی آیات میں فکر کرو اور اس کی ذات میں فکر نہ کرو۔''[1]

اب ہم اصل گفتگو کی جانب آتے ہیں۔ جب مجھے مقامِ مکاشفہ کے وسط میں وہ معرفت حاصل ہوگئی،جس کا ذکر کیشی کی رباعی میں ہے۔ یہ وہ معرفت کہ اللہ تعالیٰ دریا کی صورت نظر میں آتا ہے جو موج مارنے والے،ثابت کرنے والے اور محو کرنے والے کی صفت سے متصف ہے (اس دریا کے) دائرے مخلوق کی مانند ہیں بعض وسیع اور بعض تنگ۔بعض دائرے بقدر اپنی وسعت استقامت کے مظہرِ لطف ہیں اور بعض مظہرِ قہر ہیں۔ ان سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ ان دائروں کی تنگی اور انحراف کی وجہ سے ہوتی ہے۔بعض کو ثابت کرنے والی صفت سے ثابت کرتا ہے۔بعض کو محو کرنے والی صفت سے مٹا دیتا ہے اور بعض کو موجیں مارنے والی صفت سے نیا پیدا کرتا ہے،حتّٰی کہ میں نے مقامِ مکاشفہ کی نہایت میں قدم رکھا تو حق الیقین کی ہوا چلنے لگی۔ اس ہوا سے ابتدائی اور وسطی معارف کے شگوفے جھڑ گئے اور عین الیقین کے غلاف سے حق الیقین کا ثمر نکل آیا۔

اے میرے عزیز! مجرّد علم جو پختہ اعتقاد کے مطابق واقع ہوتا ہے شریعت سے نسبت رکھتا ہے۔ ''علم الیقین'' ابتدائی مقام مکاشفہ ہے،''عین الیقین'' وسطی مقامِ مکاشفہ سے تعلق رکھتا ہے اور''حق الیقین'' کی حقیقت جو مجرّد یقین سے عبارت ہے۔(اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق) **وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ**[2] (اور آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے) (سے ظاہر ہے)۔انتہائی مقامِ مکاشفہ سے تعلّق رکھتی ہے۔ جو کوئی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ جو کچھ کہتا ہے تمام وجوہ سے درست ہوتا ہے۔

آپ نے یہ جو کہا ہے کہ سالکین کے سفرِ سلوک میں آخری مقام توحید ہے تو ایسا نہیں ہے بلکہ مقامات میں یہ اسّی واں مقام ہے، **اخر مقامات الماهية العبودية الى بداية حاله من حيث الولاية المفتوح واوّلها دائر مع الحق فى شيون تجلياته تمكنا**، یعنی وہ بندے کا ازروئے ولایت مفتوح، اپنے ابتدائے حال کی طرف واپس لوٹنا ہے اور اس کا اوّل شیونِ تجلّیات میں تمکّن سے حق تعالیٰ کے ساتھ دائر ہونا ہے۔حضرت سید الطائفہ سے لوگوں نے دریافت کیا، **ما النهاية هذا الا مر قال الرجوع الى البداية** یعنی اس امر کی نہایت کیا ہے فرمایا ابتدا کی طرف لوٹنا۔

اے عزیز! مقامِ توحید کی ابتدا اور وسط میں، خاص طور پر سماع کے درمیان ہم نے اس طرح کی

---

[1] واوین کے درمیان ترجمہ عربی عبارت کے فارسی ترجمے سے کیا گیا ہے۔ [2] پارہ ۱۴۔سورہ الحجر، آیت ۹۹

بہت سی رباعیاں قوّال کو (گانے کے لیے) دی ہوں گی اور مدّتوں ان کے ذوق میں مگن رہے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ رباعی:

این من نہ منم گرمنے ہست توئی
ور در برِمن پیر ہنے ہست توئی
در راہِ غمت نہ تن بمن ماند نہ جاں
ور زانکہ مرا جان تنے ہست توئی

ترجمہ: اگر میں، ''میں نہیں ہوں'' تو میرا غرور تو ہی ہے، اور میرے جسم کا لباس تو ہی ہے تیرے غم کے راستے میں نہ جسم میرے ساتھ ہے اور نہ جان میرے ساتھ ہے کیوں کہ میرا جسم اور میری جان تو ہی ہے۔

اس مقام میں شاعر نے حلولِ کفریہ کا اظہار کیا اور توحید کے ساتھ اتحاد کے شعر کہے تھے۔ اشعار:

انامن اھوی ومن اھوی انا
لیس فی المراۃ شئ غیر نا

(میں جسے دوست رکھتا ہوں اور جسے دوست رکھتا ہوں میں، میرے سوا آئینے میں کوئی چیز نہیں ہے)۔

قدسھی المنشد اذا نشدہ
نحن روحنا حللنا بدنا

(بے شک پیدا کرنے والے نے بھلا دیا جب اس کو پیدا کیا، ہم اپنی روح کے ساتھ ہیں، اپنے بدن میں داخل ہوگئے)۔

اثبت الشرک شرکا واضحا
کل من فرق فرقا بیننا

(ثابت کردیا شرک (اور وہ بھی) شرکِ صریح، جس کسی نے ہمارے درمیان اس وقت فرق کیا)۔

لا انادیہ ولا اذکرہ
ان ذکری وندائی یا انا

(میں اسے نہیں دیکھتا ہوں میں اسے یاد نہیں کرتا ہوں، بے شک میں نے یاد کیا اور صدا لگائی ''یا انا'')۔

جب نہایتِ توحید میں قدم رکھا (تو یہ ساری باتیں) محض غلط مکشوف ہوئیں۔ میں نے **الرجوع الی الحق خیر من التمادی فی الباطل**[1] پڑھا۔

---

[1] اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا باطل میں پڑے رہنے سے بہتر ہے۔

اے عزیز! آپ بھی اسی کی پیروی کریں۔ جب میری نظر اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَلاَ تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ [۱] (اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں مت گھڑو) پر پڑی، میں نے کلّی طور پر مثال محو کردی۔ والسلام والاکرام۔

شیخ علاء الدولہ سمنانی کی تحقیق پر قدوۃ الکبرا کا تبصرہ

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ اکبرؒ پر اُن کا (شیخ علاء الدولہؒ کا) اعتراض بڑے تعجب کی بات ہے حالاں کہ وہ شیخ اکبرؒ کی بزرگی کے معترف تھے جیسا کہ ''فتوحات'' کے حواشی میں انھوں نے بعض مقامات پر شیخ اکبرؒ کو ان لفظوں سے مخاطب کیا ہے، ''اے صدیق'' ''اے مقرب'' اور ''اے عارف حقانی'' اور یہ حواشی ابھی تک موجود ہیں۔ چوں کہ میں نے دونوں بزرگوں (شیخ علاء الدولہ اور شیخ عبدالرزاق کاشی) کی گفتگو میں ادب کا لحاظ رکھا ہے اس لیے ہم کسی ایک کو رد نہیں کریں گے بلکہ دونوں بزرگوں کے کلام کی تاویل کریں گے۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو دونوں کے درمیان جو خط وکتابت ہوئی ہے اس کی عظمت باقی نہ رہے گی اور ان کے دل کو ٹھیس پہنچے گی۔

جاننا چاہیے کہ حقیقتِ توحید میں دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ کا شیخ عبدالرزاق پر اعتراض اس بنا پر ہے کہ وہ شیخ اکبرؒ کے کلام کو اس کی مراد کے مطابق نہیں سمجھ سکے اس لیے کہ وجود کے تین اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار ''بشرطِ شئے'' ہے جو وجود مقیدّ ہے، دوسرا ''لا بشرطِ شئے'' کہ وجود عام ہے اور تیسرا ''بشرطِ لا شئے'' ہے جو وجود مطلق ہے۔ شیخ اکبر قدس سرّہٗ نے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات کو ''وجودِ مطلق'' کہا ہے وہ تیسرے اعتبار کے معنی میں ہے۔ جب کہ شیخ رکن علاء الدولہ وجودِ عام کے معنوں میں محمول کرتے ہیں اور نفی و انکار میں بہت مبالغہ کیا ہے۔ حالاں کہ انھوں نے خود ''وجودِ ذات کے اطلاق'' کی جانب اشارہ کیا ہے، چناں چہ بعض رسایل میں تحریر کیا ہے **الحمدللهِ علی الایمان بوجوب وجوه ونزاهتة عن ان یکون مقیدا محدو دا اومقیدا لا یکون له بلا مقیدات وجود**، یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس کے وجود کے وجوب میں ایمان پر اور مقید ومحدود ہونے سے اس کی نزاہت میں ایمان پر، جو کچھ اس کی ذات سے قایم ہے وہ وجود مقیدّ کے سوا کچھ نہیں۔

جب مقیدّ محدود نہ ہو اور مطلق بھی نہ ہو کہ اس کا وجود مقیدات پر موقوف ہے تو ناچار اسے مطلق کہیں گے ''لا بشرطِ شئے'' جو کسی طرح قیدِ عموم سے مشروط نہیں ہے اور قیود وتعینات اس کے ظہور کی شرط ہے تو یہ شرط مراتب میں ہے نہ کہ یہ شرط اللہ تعالیٰ کے وجوب کے لیے فی حد ذاتہ ہوگی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شیخ علاء الدولہ کا یہ نزاع اور گفتگو ابتدائے حال میں تھی۔ جب میں آخری دور میں ان کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوا تو ایک روز ان کی مجلس میں اکابر کی ایک جماعت حاضر تھی اس اثنا میں ایک

---

[۱] پارہ ۱۴۔ سورہ النحل، آیت ۷۴

درویش مجلس میں آیا اور شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ سے دریافت کیا کہ حضرت شیخ ابن عربیؒ نے حق تعالیٰ کو وجودِ مطلق کہا ہے، اس بنا پر وہ عذاب کے مستحق ہوں گے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ اس نوع کی باتیں زبان پر لاؤں۔ کاش وہ بھی ایسا نہ فرماتے کہ مشکل بات کہنا آسان نہیں ہے۔ چوں کہ شیخ اکبرؒ فرما چکے ہیں ہمیں اس کی تاویل کرنی چاہیے تاکہ درویشوں کے دل میں اندیشہ پیدا نہ ہو اور بزرگوں کے باب میں بداعتقادی نہ ہو۔

محی الدین ابن عربیؒ کے قول سے وحدت الوجود کے مسئلے کی تاویل

ظاہری طور پر اس بات کے کہنے سے محی الدین ابن عربیؒ کی مراد یہ تھی کہ وہ وحدت کو کثرت میں ثابت کریں۔ اسے ''وجودِ مطلق'' کہا تاکہ معراجِ دوم بیان کر سکیں۔ معراج دو ہیں۔ ایک **کان اللہ و لم یکن معہ شیء** (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔ اس کا سمجھنا آسان ہے دوسری **الاٰن کما کان** (وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے) اس کی شرح زیادہ مشکل ہے۔ وہ (شیخ اکبرؒ) چاہتے تھے کہ وحدتِ حق میں مخلوق کو ثابت کریں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس بیان کے لیے ''وجودِ مطلق'' ان کے دل پر القا ہوا۔ جب اس معنی میں اس کی ایک شق درست ہوئی تو انھیں پسند آئی اور دوسری شق کے نقصان کا خیال نہ کیا، چوں کہ ان کا مقصود وحدانیت کو ثابت کرنا تھا، حق تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا ہوگا کیوں کہ اہلِ قبلہ میں سے کمالِ حق میں جس کسی نے اجتہاد کیا ہے، اگر اس سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو میرے نزدیک چونکہ اس کی مراد حق بات پہنچانا تھا تو وہ اہلِ نجات و درجات میں شامل ہوگا، جیسے کہ دو بزرگوں میں بحث ہوئی تھی۔ ایک نے کہا میں ایسے خدا سے بیزار ہوں جو کتے بلّی میں ظاہر ہو۔ دوسرے نے کہا میں اس خدا سے بیزار ہوں جو کتے بلّی میں ظاہر نہ ہو۔ اس پر حاضرین نے اصرار کیا کہ دونوں میں ایک یقیناً کافر ہو گیا۔ مجلس میں ایک کامل بھی موجود تھے، انھوں نے دونوں بزرگوں کے قول کی توجیہہ کی جن بزرگ نے کتے اور بلّی میں خدا کے ظہور سے انکار کیا تھا، وہ اُن جانوروں کی ناپاکی کی وجہ سے تھا کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی انتہائی پاکی میں نقص لازم کرتا ہے اس لیے انھوں نے ایسے خدا سے بیزاری ظاہر کی جو ناقص ہو۔ اور جنھوں نے کتے اور بلّی میں خدا کے ظہور پر اصرار کیا تھا، ان کی مراد یہ تھی کہ کتے بلّی کی گندگی سے خدا کا فیض کم نہیں ہوتا۔ اگر خدا انھیں فیض نہ پہنچائے تو اس کا فیض ناقص ہوگا پس وہ اس خدا سے بیزار ہیں جو ناقص ہو۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں نقص نہیں ہے پس ان کی بیزاری خدا سے نہیں ہے (خاص نقص سے ہے) لہٰذا دونوں میں سے کسی ایک پر کفر لازم نہیں آتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بیّن اور واضح دلائل سے ثابت ہوا کہ وجود صرف ایک ہے۔ ذرّات و کائنات کی کثرت اور تعدّد نمائشی ہے جیسے ایک شخص کا چہرہ اگر بہت سے آئینوں میں دیکھا جائے تو بہت سے چہرے نظر آئیں گے لیکن وہ شخص ایک ہی رہے گا۔ رُباعی [1]:

---

[1] یہ رباعی نہیں ہے۔ دو علاحدہ اشعار ہیں۔

چو عکسِ روے از آئینہ بسیار
نماید روئے یک باشد نہ بس یار
مگر از روے چناں مشہود باشد
بداند اوچہ نامش بودہ باشد

ترجمہ: جس طرح آئینے سے ایک چہرے کے بہت سے عکس نظر آتے ہیں۔ اے دوست چہرہ ایک ہوتا ہے بہت سے نہیں ہوتے مگر اس سے ایسا ہی مشہود ہوتا ہے۔ جاننے والا جانتا ہے اس کا نام کیا ہوگا۔

لیکن اس عقیدے میں بہت سے خطرے وارد ہوتے ہیں۔ پہلے حس کا انکار اور دوسرے موجدِ حس کے آثار سے انکار بیت:

پس ایں آسمان وزمیں چسیتند
بنی آدم و دام و دد کیستند

ترجمہ: پس یہ زمیں اور آسماں کیا ہیں، انسان اور درندے وغیرہ کون ہیں۔
عبادت گزار کس کی عبادت کرتے ہیں۔ ساجد کون ہے مسجود کون ہے۔ حق تعالیٰ کا افعالِ شنیعہ سے اتصال کیوں کر ہوسکتا ہے۔ آخرت کے عذاب کی وعید اور خیروشر کا صدور سب لازم ہیں۔ ان سب ظاہری باتوں کا انکار قرآن واحادیث کا صریح انکار ہے۔ قطعہ:

ہمہ چوں نزد ایشاں یک وجو ددست
پس ایں اسلام وکفر ازماچہ بودست
کہ باشد خالق و مخلوق وا نگہ
براہِ بندگی رفتن چہ سودست

ترجمہ: جب ان کے نزدیک ایک وجود ہے تو ہمارے کفرو اسلام کی کیا حیثیت ہے۔ اس وقت خالق کون ہے مخلوق کون ہے اور بندگی کی راہ پر چلنے کا کیا فائدہ ہے
جاننا چاہیے کہ ہم حس کے انکار کا جواب توجیہِ اول میں دے چکے ہیں کہ محض حسّ وعقل کے فائدے کے لیے نصِّ قطعی کا انکار کرنا اہل سنت وجماعت کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ معتزلہ کا مسلک ہے۔ اہلِ سنت وجماعت کا طریق یہ ہے کہ وہ نصوصِ قاطع نیز جوامورِ مشکلات سے ہیں انکار روانہیں رکھتے بلکہ تعلّق وسبب تلاش کرتے ہیں۔ اگر ''ذاتِ واحد'' ایک مرتبے میں عابد ہو اور دوسرے مرتبے میں معبود ہو تو کیا تعجب ہے، جس طرح انسانی پیکر میں مشہود ہے اور خلاصۂ

ایمان یہ ہے کہ القدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ (خیر اور شر کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اس لیے فرمایا قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِاللّٰہِ[1] (آپ فرما دیجیے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے)۔

اور مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَآ اَصَا بَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَفْسِکَ[2] (اے انسان تجھ کو جو خوش حالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ کی جانب سے ہے اور جو کوئی بدحالی پیش آوے وہ تیرے ہی سبب سے ہے)۔

حسنِ ادب یہ ہے کہ اچھی بات کو حق تعالیٰ سے منسوب کیا جائے اور بری بات کو اپنے سے نسبت دی جائے۔ فرد:

تو نیکی کنی، من نہ بد کردہ ام
کہ بدراحوالت بخود کردہ ام

ترجمہ: تو نیکی کرتا ہے تو میں نے بھی برائی کو خود سے نسبت دے کر غلط نہیں کیا۔

جہاں کہیں غیرِ حق کی طرف کسی فعل کا اسناد ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ اسنادِ خبر مجازی نہیں ہے جیسا کہ شیطان کی نافرمانی کی نسبت ہے۔ نیکی اور بدی ایک نسبتی امر ہے۔ ہمارے نزدیک قبیح ہے لیکن اللہ کے نزدیک حسن ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اَیًّا مَّاتَدْعُوْا فَلَہُ الْاَ سْمَآءُ الْحُسْنٰی[3] (جس نام سے بھی پکاروگے سو اس کے بہت اچھے اچھے نام ہیں) شعر:

زکژ بینی اگر نقشے بچشمت زشت می آید
تو وقتے راست بیں باشی کہ بینی زشت را زیبا

ترجمہ: اگر کج بینی سے تیری آنکھ کسی نقش کو بد دیکھتی ہے تو کسی وقت راست بین بن جاوہ بد تجھے خوب نظر آئے گا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے پاک نور کو گندگی سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے جیسے آفتاب کی روشنی کو گندگی پر پڑنے سے (کوئی نقصان نہیں ہوتا) مثنوی:۔

شعاعِ مہر بر پاک وپلید ست
نثارِ او بہر چیزے رسید ست

(آفتاب کی کرنیں پاک اور ناپاک دونوں طرح کی چیزوں پر پڑتی ہیں۔ اس کی روشنی ہر چیز تک پہنچتی ہے)۔

کمالِ نورِ اوچوں لایزال ست
زقذرو پاک نقصانش محال ست

(چوں کہ اس کے نور کا کمال بے زوال ہے اس لیے گندگی اور پاکی سے نقصان پہنچنا ناممکن ہے)۔

بدانساں نورِ اودر جاں محیط ست
کہ چوں جاں درہمہ عالم بسیط ست

---

[1] پارہ ۵۔ سورۂ نساء، آیت ۷۸ [2] ایضاً آیت ۷۹ [3] پارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۱۰

(اسی طرح اللہ کا نور جان میں محیط ہے جس طرح روح (تمام عالم میں) پھیلی ہوئی ہے)۔

بیا اشرف زاسرارش مزن دم
کہ خود داند کسے کو ہست محرم

(اے اشرف اسرارِ الٰہی بیان نہ کرو جو محرم ہے وہ خود ان اسرار کو جانتا ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نا متناہی اسرار وآ ثار میں سے ایک رازعذاب کی ماہیت کا کشف ہے جس کے ظاہر کرنے سے اکابر متقدمین اور محققین نے منع فرمایا ہے کہ **هذا من اسرار لا يعقله فهم ذوالا فكار** یعنی یہ اُن اسرار میں سے ہے جسے اہلِ فکر کی فہم بھی نہیں سمجھ سکتی۔ جب فاعلِ حقیقی، قادر مطلق اور خلق کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ** [۱] (حالاں کہ تم کو اور تمھاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے)۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ [۲] (اور تم سوائے خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے)۔

اس سے عبارت ہے تو افعال کی سزا کس کو ملے گی **وَمَارَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ** [۳] (اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ طوالع سے نقل فرماتے تھے دوزخ میں جو کچھ ہے وہ مخلوق کی سعادت کے لیے ہے نہ کہ دوری اور شقاوت کے لیے ہے **يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** [۴] (اللہ تعالیٰ کو تمھارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمھارے ساتھ دشواری منظور نہیں)۔

[۵] رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ''بے شک اللہ نے اپنے فضلِ رحمت سے دوزخ کو پیدا کیا ہے''، اور ''قیصری'' میں بیان کیا گیا ہے، ''پس بدبختوں میں سے جو کوئی جہنم میں داخل ہوگا اپنی ذات کے مقتضٰی کے مطابق کمال کو پہنچے گا اور اس کا یہ کمال پروردگار سے اس کا قرب ہوگا، اسی طرح جب اہل بہشت جنت میں داخل ہوں گے وہ بھی اپنی ذات کے مقتضٰی کے مطابق کمال پر پہنچیں گے اور اپنے رب کے قریب ہوں گے۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، **وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ** [۶] (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر جہانوں کے لیے رحمت بنا کر)۔

رباعی:

---

[۱] پارہ ۲۳۔سورہ الصّٰفٰت، آیت ۹۶
[۲] پارہ ۳۰۔سورۂ تکویر، آیت ۲۹
[۳] پارہ ۲۴۔سورہ حٰم السجدہ آیت ۴۶
[۴] پارہ ۲۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۵
[۵] یہاں سے پیرے کے آخر تک عربی عبارت فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے۔
[۶] پارہ ۱۷۔سورۂ انبیا، آیت ۱۰۷

کمالِ اہلِ شقاوت درونِ دوزخ داں
درون آتش باشد وصول حاصل شاں
کمالِ اہلِ سعادت درونِ جنت شد
بجائے خُلد مخلّد شوند واصل شاں

ترجمہ: جان لے، بدبختوں کا کمال دوزخ میں ہے انھیں آگ کے اندر وصول حاصل ہوگا نیک بختوں کا کمال جنت میں ہوگا وہ خلد میں رہ کر واصلِ مطلوب ہوں گے۔

کفر کا معبود اور محبوب آگ ہے اور ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ خوش رہتا ہے۔ رباعی

اگر کس بارخِ گل نار باشد
بدوزخ در بدو گل بار باشد[1]
وگر بے روئے اودر جنت آئی
شود دوزخ گلشن ہم خار باشد

ترجمہ: اگر کوئی گل نار چہرے کے ساتھ ہوتو دوزخ میں بھی پھولوں کی بارش ہوجائے۔اور جوتو اس کے چہرے کے بغیر جنت میں جائے گا تو جنت دوزخ ہوجائے گی اس کے پھول کانٹے بن جائیں گے۔

کوئی شخص کسی بھی راستے جائے اگر اس کا راہبر رہنما ہے تو ہرگز راہ گم نہیں کرتا اور اسے اس کی منزل تک پہنچا دیتا ہے کیوں کہ یہی اس کی صراطِ مستقیم ہے، **مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّاھُوَ اٰخِذٌ ۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیمٍ**[2] (کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضہ قدرت میں نہ ہو، بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ملتا ہے)۔ ابیات:

دریں رہ گر مسافر یا مقیم است
مسافر در صراطِ مستقیم است

(اس راستے میں اگر مسافر ہے یا مقیم ہے (وہ) صراطِ مستقیم کا مسافر ہے)۔

دو رہبر از ہدایت وزضلالت
برد سوئے سعادت یا شقاوت

(ہدایت اور گمراہی کے دو رہبر ہیں ایک سعادت کی طرف اور دوسرا بدبختی کی طرف لے جاتا ہے)۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں پہلا شعر روشنائی پھیلنے کی وجہ سے صحیح طرح پڑھا نہیں جاسکا۔ قیاسی ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] پارہ ۱۲۔ سورۂ ھود، آیت ۵۶

سعادت راہبر سوئے بہشت است
شقاوت قائد دارے کہ زشتست

(سعادت بہشت کی طرف رہنمائی کرتی ہے، بدبختی برے گھر کی طرف لے جاتی ہے)۔

پس جہنم دوزخیوں کے حق میں آرام وراحت سے بدل جائے گی اس لیے کہ انھوں نے اسے (دوزخ کو) اپنی استعداد سے حاصل کیا تھا پھر وہ اپنے اپنے مراتب کے مطابق حق تعالیٰ کے عارف ہوجائیں گے لیکن یہ اس وقت ہوگا جب منتقمِ حقیقی اپنا حق لے چکا ہوگا۔ رسول علیہ السلام نے اسی کی جانب اشارہ فرمایا ہے، **سیئا تی علیٰ جھنّم ینبت فی قعرھا الجز جیر**، قریب ہے کہ جہنم پر ایسا وقت آئے کہ اس کی تہہ میں ساگ اُگ آئے جس نے سمجھا سمجھ لیا۔ اگر لوگ یہ اعتراض کریں کہ یہ حدیث صحاح کی کتابوں میں درج نہیں ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ راز کی باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیں ان کی خبر حضرت صدیقِ اکبرؓ اور عمرِ فاروقؓ کو کس طرح ہوسکتی تھی لہٰذا ہر شخص نے اپنا راز اپنے ادراک کے مطابق بیان کیا جیسے ہر ایک نے معراج کے اسرار اپنی استعداد کے مطابق بیان کیے۔ وہ باتیں صحاحِ ستہ میں لکھی گئیں (یا نہیں) اس کا احتمال بہرصورت باقی ہے۔ خلافِ قرآن کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں کافروں کے دوزخ میں ڈالے جانے کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد ''مدّتِ بعید'' ہے جیسے قاتل مومن کے بارے میں جس نے عمداً قتل کیا ہو، فیصلہ ہے، وہاں بھی دوزخ میں ڈالنے سے ''مدّتِ بعید'' مراد ہے کیوں کہ کوئی مومن گناہ کبیرہ کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ لٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا [1] (وہ بے انتہا زمانوں میں (پڑے) رہیں گے)۔ ہمارے مدعا کے مطابق ہے۔ خوف دلانے کے سبب (عذاب کے عرصے کو) اس طرح بیان کیا گیا اور یہ ممکن ہے کیوں کہ کریم کے اخلاق سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ عذاب کے وعدے کے خلاف فیصلہ کرے۔ جو شخص احقابا (زمانے) کی حقیقت سے واقف ہے وہ یہی کہے گا، اور اگر احقاب کی مدت کو چند احقاب جمع کرکے بڑھائیں گے تو یہ جزاء وِفَاقا (موافق بدلے) کا انکار ہوگا۔ زاہدی (تفسیر زاہدی) کا مصنف کہتا ہے، **ای جزآء علیٰ وفق اعمالھم لازیادۃ لِاَن الزیادۃ ظلم لقایل** یعنی جزا اُن کے اعمال کے موافق (ہوگی) نہ زیادہ اس لیے کہ زیادہ ظلم ہے۔ کہنے والا کہتا ہے فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَ کُمْ اِلَّا عَذَابًا [2] (سومزا چکھو ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے جاویں گے) کے کیا معنی ہیں۔ میں کہتا ہوں، ناکامی کی حسرت کے سبب دینِ احمدی کو مرتبۂ محمدی (رحمۃ للعالمینی) سے خارج خیال کیا۔ اور جو تفسیرِ زاہدی میں احقاب کے معنی ہمیشہ ہمیشگی کہے ہیں از راہِ خوف وتنبیہہ کہے گئے ہیں، عبارت کی ترکیب بھی یہی ظاہر کرتی ہے، ورنہ کسی شخص کے قول پر جو یہ کہتا ہے، ''**للہ ان اکون فی ھذا المسجد عاکفا ایاماً** یعنی خدا کے لیے میرے لیے راحت ہے کہ اس مسجد میں چند روز معتکف رہوں، لازم آتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے معتکف ہورہا ہے حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ اگر یہی معنی مراد ہوتے تو اللہ تعالیٰ احقاباً کے بجائے ابداً فرماتے۔ توریت میں بھی

---

[1] پارہ ۳۰۔ سورۂ نبا، آیت ۲۳ [2] پارہ ۳۰۔ سورۂ نبا آیت ۳۰

ہمیشگی اور ابدی کے معنی ''مدّتِ مدید'' آئے ہیں جو یہودیوں کی گمراہی کی علت ہے اور ان کے عالم ان باتوں کو جانتے ہیں۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًاؕ [۱] (گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس (مثال) کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے بہتوں کو)۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کافر دوزخ میں رہیں اور وہ عذاب ان کے لیے عذبِ (شیریں) ہوجائے یا وہ آگ کی مانندروشن ہوجائیں یا آگ کے خوگر ہوجائیں جیسے کہ سَمَندر (آگ کا کیڑا) آگ میں سفید پھول کے بستر پر ہوتا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ عذاب کی نمائش ہو اور فی الحقیقت اس کے خلاف نمایاں ہو۔ اس دیو کا قصہ جو ایک جمیلہ کو پکڑ کر لے گیا مشہور عام ہے اور حکایت جو اس سے خاموش ہے خود دلیل ہے۔ **سبقت رحمتی علیٰ غضبی** (میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے) ہر نفس اسم رحیم کا مظہر ہے اللہ اجمالی اور تفصیلی دونوں مرتبوں کا جامع ہے۔ اور رحیم کی غلط کتابت بھی رحیم ہے۔ اسم کی غلط کتابت اس کے مسمّٰی پر دلیل ہے۔ جو کوئی رحمانیت اور رحیمیت کی صفت سے موصوف ہوتا ہے وہ کسی پر ابدی تکلیف کا عذاب نہیں کرتا۔ ابیات

ہر کوئی موصوف ست بر حماں رحیم
چوں کند برعکس عذابے الیم

(جو رحمان اور رحیم کی صفت سے موصوف ہے، وہ رحمت کے برعکس کیوں تکلیف دہ عذاب دے گا)۔

اے برادر ہست سِرّے در عذاب
داندآں کس کو چشداز سر عذاب

(اے بھائی عذاب میں بھی ایک راز ہے۔ اس راز کو وہی جانتا ہے جس نے عذاب کا مزا چکھا ہو)۔

ایں زترکیبِ وجودِ عنصر ست
ہر چہ می بینی اَلَم از پیکر ست

(عذاب وجودِ عنصری سے ترکیب پاتا ہے۔ جو الم تو سہتا ہے اس کا تعلق جسم سے ہے)۔

در دریں پیکر کنی جاں راخیال
درد بر دارد زتو ذوقِ وصال

(تو جسم میں روح کو گمان کرتا ہے اگر ذوقِ وصال پیدا کرے تو درد چلا جاتا ہے)۔

درسرِ ایں گفتگو یش مجمل ست
حلِّ او از عقل وفکرت مشکل ست

(اس باب میں عذاب کی گفتگو مجمل طور پر کی جاسکتی ہے۔ تیری عقل وفکر اس کو حل کرنے سے قاصر ہے)۔

---

[۱] پارہ ۱۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۶

اشرف ایں معنی زصورت کم بود
نقشِ ایں معنی بصورت ہم بود

(اے اشرف صورت کے بیان سے حقیقت کم ہوجاتی ہے۔اس حقیقت کا نقش صورت ہی کی طرح ہوتا ہے)۔

کے شنا سد نقشِ ایں صورت پرست
اہلِ ایں معنیست کز صورت پرست

(صورت پرست اس نقش کو کب پہچانتا ہے اگر چہ اس حقیقت کا اہل صورت پرستوں سے ہوتا ہے)۔

رسول علیہ السلام نے دعا فرمائی ''اے دنیا اور آخرت کے رحمٰن اور ان کے رحیم'' بیان کیا گیا ہے کہ تمام اسما کی تجلّی کے بعد تجلّی رحیمی ہوگی اور تمام گنہگاروں کی شفاعت فرمائے گی اور کتاب طوالع میں ہے، جب حق تعالیٰ گنہگاروں کی شفاعت کی اجازت دے گا تو تمام خواص انبیا اور اولیا گنہگاروں کی بخشش کی درخواست کریں گے۔ سب سے آخر میں حق تعالیٰ اسم ''الرحیم'' کی تجلّی کے ساتھ متجلّی ہوگا۔ شفاعت کرنے والوں کی خواہش ہوگی کہ شفاعت کے وسیلے سے حق تعالیٰ سے ہم کلام ہوں لیکن اس مشاہدے میں ایسے محو ہوں گے کہ ایک لمحہ بھی ہم کلام ہونے کا موقع نہ پاسکیں گے۔ اس طرح ایک درجے میں گنہگار ''مطلوب'' بھی ہوگا یہ ایک راز ہے۔ حقیقی حسن عارضی قباحت سے قبیح نہیں ہوتا۔ لطافتِ روحانی کثافتِ جسمانی سے قبیح نہیں ہوتی۔ جسمانی عارضے تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں (اور تکلیف عارضی ہوتی ہے) تو یہ تکالیف کیوں کر ابدی ہوسکتی ہیں **کُلّ مولود یولد علی الفطرة الاسلام ثم ابوہ یھودانہ اوینصرانہ اویمجسانہ** یعنی ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بناتے ہیں۔فرشتے پاک کرنے کے لیے ہیں۔ ہر موجود حق تعالیٰ کے اسمأ میں سے کسی اسم کا مظہر ہے۔کوئی شخص اپنی ذات کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا۔ جو تکلیف ہوتی ہے عارضی ہوتی ہے۔مریض کی تکلیف کو ختم کرنے کے لیے سببِ تکلیف کا مخالف غذاؤں یا داغ لگانے یا دواؤں سے علاج کرتے ہیں۔ جب علّت تکلیف رفع ہوجاتی ہے تو عذاب، عِذب (شیریں) ہوجاتا ہے۔ خالص سونے کو آگ میں ڈالنے سے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ نے (مجلس میں) مغفرت کی بات نکل آنے پر فرمایا، آیت **وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى**[1] (اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ خوش ہوجاویں گے) کی تفسیر میں بہت سی تفسیروں میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جب تک میری امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں ہوگا اور دوسری روایت میں ہے جب تک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ بھی دوزخ میں ہوگا میں راضی نہ ہوں گا۔فرشتے باوجود پاک ہونے کے استغفار کرتے رہتے ہیں، ظاہر ہے کہ اُن کا استغفار کرنا

---

[1] پارہ ۳۰۔سورۂ ضحیٰ، آیت ۵

دوسروں کے کام آئے گا۔ ابیات:

دلے کو واقفِ اسرار باشد
بد اندیں نہ از پندار باشد

وہ دل جو اسرارِ الٰہی سے واقف ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ پندار کی وجہ سے نہیں ہے۔

دُرے باشد ز دریائے الٰہی
بگوشِ عارفانِ لا تناہی

دریائے الٰہی کا موتی لانہایت کے عارفوں کے کان میں ہوتا ہے۔

کہ چوں غیرے بعالم نیست موجود
بچشمِ ساکنانِ شہر مشہود

اللہ تعالیٰ کے سوا عالم میں کوئی موجود نہیں ہے، شہر مشہود کے رہنے والوں کی آنکھیں اسے ہی دیکھتی ہیں۔

بجز او دیگرے سودے نہ دارد
دریں سوداجز او سودے نہ دارد

سوائے اس کے کوئی دوسرا فائدہ نہیں پہنچاتا۔ اس سودے میں سوائے اس کے کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔

کہ باشد غیرے اوکیں شوق گیرد
گریبانش بدستِ ذوق گیرد

اس کے سوا کون ہے جو اس شوق پر غالب ہے، اس کا گریبان ذوق کے ہاتھ سے پکڑتا ہے۔

ہمہ لذّات وراحاتِ جہانی
شرابِ عیشِ انسانی وجانی

دنیا کی تمام لذتیں اور راحتیں، جن وانس کے عیش کی شراب ہیں۔

مر اورامی رسد ازروئے تحقیق
مجاز اندر ہماں از سوئے تحقیق

ازروئے تحقیق خاص اس کو پہنچتی ہیں، ازسوئے تحقیق مجاز بھی اسی کے اندر ہے۔

کسے کو ایں ہمہ راحات گیرد
چہ باشد گردمے محنت پذیرد

جو کوئی یہ تمام راحتیں حاصل کرتا ہے اگر تھوڑی دیر تکلیف برداشت کرلے تو کیا ہوگا۔

اگر ایں وصف درذاتش نہ باشد
زلذّت طعمۂ راچوں شناسد

اگر یہ وصف اس کی ذات میں نہ ہوتو کس طرح کھانے کی لذّت پہچان سکتا ہے۔

اگر بنی دریں از روئے تصدیق
کمالِ دیگرست ازروئے تحقیق

اگرتو ازروئے تصدیق دیکھے تو تجھے معلوم ہوجائے گا کہ یہ کمال دوسرے کا ہے۔

بیا اشرف دگر زیں گونہ کم گوے
کہ کم بردند زیں میدان کم گوے

اے اشرف آ۔ اس طرح کی بات بہت کم کہو۔ اس میدان سے بہت کم لوگ گیند لے گئے ہیں (کامیاب ہوئے ہیں)۔

اگر گفیتم حالے در گزارید
دریں گفتن مرا معذور دارید

اگر میں نے حال میں بیان کردیا ہےتو درگزر فرمائیں، اس گفتگو میں مجھے معذور سمجھیں۔

لطیفہ ۲۸

توبہ کے بیان میں

قال الاشرف :

التوبة هی الاعراض عن الافعال القبیحة والاقبال علی الاعمال الحسنة حضرت سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا، توبہ برے کاموں سے بچنے اور اچھے کاموں پر توجہ دینے کو کہتے ہیں۔ نیز بشری کدورتوں اور بنیادی عادتوں سے بھی احتراز کرنا توبہ ہے، جیسے کدورت، حسد، نفاق، جھوٹ، بخل، حرص و طمع، فریب و ریا، تہمت اور غیبت وغیرہ۔ جو شخص ہمیشہ ان برائیوں میں مبتلا رہتا ہے وہ خدا اور رسول اللہ ﷺ سے حجاب میں رہتا ہے۔ اولیاء اللہ اور ذمہ دار اہل شرع نے ان برائیوں سے منع فرمایا ہے۔ جو شخص مذکورہ عادتوں کو چھوڑ دیتا ہے اور برعکس خوبیوں کو اپناتا ہے جیسے، سخاوت، رواداری، اچھے اخلاق، انکسار اور کم آزاری تو حجاب دور ہوجاتا ہے۔ کم آزاری ایسی خوبی ہے کہ اس میں تمام خوبیاں شامل ہیں۔ بیت

مباش در پئے آزار ہر چہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

ترجمہ: (اے مخاطب) کسی (انسان) کے درپئے آزار نہ ہو، اس کے علاوہ جو چاہے کر، کیوں کہ ہمارے مسلک میں بجز دل آزاری کے اور کوئی گناہ نہیں ہے)

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سالک کے لیے مذکورہ پسندیدہ اوصاف کی ہر ایک خوبی، تمام عبادتوں اور سعادتوں کی اصل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ مذکورہ اوصاف میں سے کسی ایک صفت پر عمل کیا جائے تو باقی خوبیاں بھی اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔

ایک پیر سے چور کے مرید ہونے کا قصہ:

نقل ہے کہ ایک چور جو چوری کرنے کی تمام گھاتوں سے واقف تھا ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کرنے کی درخواست کی، چوں کہ وہ چوری کے فن میں مشہور زمانہ تھا، بزرگ نے فرمایا، مرید ہونے کی غرض و غایت گناہوں

سے توبہ کرنا ہے اس لیے ضروری ہے کہ تم اپنے مشہور فعل (چوری کرنے) سے توبہ کرو۔ چور نے کہا یہ توبہ میں ہرگز نہ کروں گا۔ شیخ نے مرید کرنے سے انکار کر دیا لیکن وہ اصرار کرتا رہا کہ شیخ اسے مرید کریں۔ جب ردّ و کد بہت بڑھ گئی تو بزرگ نے فرمایا، تمھیں مجھ سے ایک بات کا عہد کرنا پڑے گا باقی باتیں تم پر چھوڑتا ہوں کرو یا نہ کرو۔ اور وہ بات یہ ہے کہ تم اپنے کام میں انصاف کرو گے جو کام کرو گے انصاف پر قائم رہو گے۔ چور نے بزرگ کی یہ بات مان لی۔ بزرگ نے اسے اپنا مرید کر لیا۔

مرید ہونے کے بعد چور اپنے گھر آ گیا۔ اس کی بیوی نے اس سے روزانہ کا مقررہ خرچ طلب کیا۔ اس نے بیوی سے دریافت کیا کہ اس وقت گھر میں کتنے روز کا سامان ہے۔ بیوی نے جواب دیا کہ دو تین روز کے لیے کافی ہوگا۔ چور نے کہا یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ گھر میں دو تین روز کی خوراک موجود ہو اور میں چوری کرنے کے لیے نکلوں۔ جب دو تین دن میں خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو چور گھر سے نکلا اور ہمسائے کے گھر میں داخل ہوا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہمسائے کے گھر میں چوری کی جائے۔ وہاں سے نکل کر دوسرے گھر میں داخل ہوا۔ اس کے دل میں پھر خیال گزرا کہ یہ بھی ہمسائے کا ہمسایہ ہے۔ یہ بات انصاف کے خلاف ہوگی کہ ہمسائے کے ہمسائے کے گھر میں چوری کی جائے۔ مختصر یہ کہ اسے سارا شہر ہمسایہ نظر آیا۔ پھر اس نے سوچا کہ بادشاہ کے محل میں بیت المال سے چوری کی جائے کہ وہاں سے کچھ حاصل کرنا میرا بھی حق ہے۔

جب بادشاہ کے محل میں داخل ہوا تو ہیروں اور موتیوں کا خزانہ نظر آیا۔ اس نے اپنے دل میں کہا یہ انصاف نہیں ہے کہ تھوڑی سی زندگی کے لیے زر و جواہر کا اس قدر خزانہ چوری کروں اور عام لوگوں پر صرف کروں۔ اس نے چاندی کے سکّوں کی ایک تھیلی اٹھائی وہ بھی ضرورت سے زیادہ معلوم ہوئی۔ اس نے تھیلی کو پھاڑ کر چاندی کے تھوڑے سکّے لیے اور خزانے سے نکل آیا۔ جب مغرب کا سکّہ مشرق کے ٹکسال سے طلوع ہوا (صبح ہوئی) تو سارے شہر میں دھوم مچ گئی کہ رات بادشاہ کے محل میں چوری ہوئی۔ ادھر شاہی محل میں جب تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ ایک تھیلی سے چاندی کے چند سکّوں کے سوا کچھ چوری نہ ہوا۔ اس عہد کا بادشاہ بہت ہی منصف مزاج تھا۔ اس نے کہا یقیناً چور انصاف پسند ہے اسے تلاش کر کے ہمارے حضور پیش کرو۔ چوں کہ وہ چور مشہورِ زمانہ تھا پکڑ کر لایا گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ خزانے میں داخل ہو کر اس قدر کم سکّے چرانے کی کیا وجہ تھی۔ چور نے جواب دیا، اے میرے بادشاہ میں نے اپنے شیخ سے عہد کیا تھا اس کے خلاف عمل نہیں کر سکتا تھا پھر اس نے سارا قصہ بادشاہ کے حضور بیان کر دیا۔ بادشاہ نے فیصلہ دیا کہ یہ سچ کہتا ہے۔

(پھر اس سے مخاطب ہو کر کہا) جب تو نے اس قدر انصاف سے کام لیا تو ہمیں بھی انصاف سے گزرنا نہیں چاہیے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بیت المال سے اس کی ضرورت کے مطابق روزینہ مقرر کیا جائے تاکہ اس کے اہل و عیال بھوکے نہ مریں، چنانچہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس حکایت کے تعلق سے آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! ایک پسندیدہ عمل سے چور

اس مرتبے کو پہنچا اگر کوئی شخص جملہ اخلاقِ حمیدہ سے موصوف ہو تو کس قدر جزا کے لائق ہوگا۔ رباعی: [۱]

کسے کو سیرتِ انصاف گیرد
چو عنقا عرصۂ تا قاف گیرد
وگر با ایں ہمہ موصوف گردد
ز بزمِ دُرد نوشاں صاف گیرد

ترجمہ: جو شخص انصاف کی سیرت اپنا تا ہے، اس کی رسائی عنقا کی طرح قاف تک ہو جاتی ہے (سارے عالم کا عزیز ہو جاتا ہے)، اگر وہ جملہ اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہو جائے تو تلچھٹ کے بجائے صاف شراب حاصل کرتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ توبہ کا حکم تمام لوگوں کے لیے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ **وَتُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا** [۲] (سب اللہ سے توبہ کرو۔) لوگ ہر گھڑی توبہ کے دامن سے لپٹے رہیں تاکہ وصول کے گریبان تک رسائی حاصل ہو سکے۔ کافر اپنے کفر سے توبہ کریں تاکہ ایمان سے مشرف ہوں۔ گناہ گار گناہوں سے توبہ کریں تاکہ مخلص اور اطاعت گزاروں میں شامل کیے جائیں۔ مومن و مسلم ظاہری برائیوں کو ترک کریں اور باطنی خوبیوں سے آراستہ ہونے کی کوشش کریں۔ اہلِ سلوک ادنیٰ مقام سے اعلیٰ مقام کی جانب ترقی کریں۔ اصحابِ کشف نعمتِ یقین سے مشرف ہوں۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ ہر شخص جس مقام پر ہے اس پر فرض ہے کہ وہاں سے اعلیٰ مقام کی جانب گام زن ہو کہ مشائخ کے کلام میں آیا ہے **من رضیٰ عن مقامه سقط عن امامه** (یعنی جو شخص اپنے مقام پر جم کر رہ گیا وہ اپنے امام سے بچھڑ گیا یعنی ترقی سے محروم ہو گیا)۔ ابیات:

پائے طلب ہر کہ بدیں رہ فتاد
ہر چہ رسیدش بسر او نہ نہاد [۳]

جو شخص اس راستے میں پائے طلب رکھے، اسے جو کچھ حاصل ہو اس پر اکتفا نہ کرے۔

گام بہ گام ازچہ فزوں تر بود
گام ازاں گام بروں تر بود

قدم بہ قدم آگے بڑھتا جائے، پہلے قدم کی حد سے دوسرا قدم باہر رکھنا چاہئے۔

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

[۲] پارہ ۱۸۔ سورۂ نور آیت ۳۱۔

[۳] یہ مصرع غالباً سہو کتابت کے باعث بے وزن ہو گیا ہے، دوسرے شعر کے پہلے اور دوسرے مصرعے میں کام بہ کام اور کام ازاں کام تحریر کیا گیا ہے۔ احقر مترجم نے قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے۔ (مطبوعہ نسخہ ص ۱۵۲)

ہر کہ ازیں گو نہ ندارد عناں
باد دراں سینہ زد و ناں سناں

جو طالب اس آرزومندی سے راستہ طے نہ کرے خدا کرے کمتر لوگوں کا نیزہ اس کے سینے سے پار ہو جائے۔

اشرف ازیں راہ ز سستی نہ شد
راہ بلندیش ز پستی نہ شد

اے اشرف یہ راہ بے دلی سے طے نہیں ہوتی۔ بلند و بالا راستے پستی میں رہ کر طے نہیں ہوتے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ سبحان اللہ! توبہ کرنے والوں کا اس سے زیادہ کیا مرتبہ ہوگا کہ تائب کہتا ہے ''تُبتُ'' (میں توبہ کرتا ہوں) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''قَبِلتُ'' (میں قبول کرتا ہوں) توبہ کے بعد انابت ہے۔ عام مومنین عذاب کے خوف اور ثواب کی امید کے سبب کبیرہ گناہ سے توبہ کرتے ہیں (لیکن) انابت خواص کا مقام ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَاَنِیْبُوْآ اِلٰی رَبِّکُمْ [1] (رجوع کرو تم اپنے رب کی طرف) خواص صغیرہ گناہوں سے بچنے، قلبی خطرات سے محفوظ رہنے اور نفسانی خواہشوں کے ترک کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ انبیاء اور کامل اولیاء، عشق و محبت، معرفت و قربت اور رویت حاصل کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔

انابت کی حقیقت ماسویٰ اللہ سے اعراض کرنا ہے اور بعض حضرات کے نزدیک انابت مرتبہ ثانیہ ہے۔ بعض کہتے ہیں، **التوبة من جهة العبد والانابة من المعبود، والتوبة فی الحق الطالب والانا بة من مواهب المطلوب** یعنی توبہ بندے کی جانب سے ہے اور انابت (رجوع ہونا) معبود کی عنایت ہے۔ توبہ طالب پر واجب ہے اور انابت مطلوب (حق تعالیٰ) کے انعامات ہیں۔

اصحابِ طریقت کی توبہ و انابت کا طریقہ:

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ توبہ اتنی پختہ کریں کہ پھر برے افعال میں مبتلا نہ ہوں بلکہ دل میں برے افعال کا خیال تک پیدا نہ ہو۔ صغیرہ گناہوں پر اصرار سے کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے۔ کبیرہ گناہوں سے استغفار کرنے سے مغفرت کے آثار جلد ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ ہر زمانے کے اکابر نے توبہ کرنے اور پھر توڑنے سے پناہ مانگی ہے۔ رباعی :

در دل اثر گناہ بر لب توبہ
در صحت خوش دلی و درتب توبہ

---

[1] پارہ ۲۴۔ سورہ الزمر، آیت ۵۴

ہر روز شکستن ست ہر شب توبہ
زیں توبۂ نادرست یارب توبہ

ترجمہ: دل میں گناہ کا اثر قائم ہے اور زبان پر توبہ کی رٹ لگی ہے۔ تندرستی میں مبتلائے عیش ہو جاتے ہیں۔ بیمار پڑتے ہیں تو توبہ کرتے ہیں۔ رات کو توبہ کرتے ہیں اور دن کو توڑ دیتے ہیں، خدایا ایسی غلط توبہ سے توبہ ہے۔

بعض حضرات نے اس کے برعکس بھی کہا ہے یعنی اگرچہ ہر روز گناہ سرزد ہو لیکن جان و دل کی سچائی کے ساتھ توبہ کرتا رہے تو **التائب من الذنب کمن لا ذنب له** کے دائرے میں آ جاتا ہے یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، جب توبہ کرنے والا توبہ کرنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ پہلے غسل کرے پھر اللہ تعالی کے لیے دو رکعت نماز ادا کرے۔ اگر شیخ کا انتقال ہو چکا ہے تو اس کی ولایت سے امداد طلب کرے ورنہ شیخ کے حضور میں توبہ کرے۔ مناجات میں عرض کرے، الٰہی جس قدر ظاہر کا امکان ہو سکتا ہے میں پاک ہو گیا ہوں، باطن پر میری دسترس نہیں ہے۔ اپنی عنایت سے میرے دل کی لوح سے اپنے غیر کے خیال کو مٹا دے (بعد ازاں) یہ دعا پڑھے **اللھم طھر ظاھری بالماء و باطنی بالصفآ** یعنی اے میرے اللہ میرے ظاہر کو پانی سے پاک کر دے اور میرے باطن کو پاکیزگی (عطا فرما)۔ تائب کو چاہئے کہ اپنے دل میں اتنا پختہ ارادہ کرے کہ اب میں ان جرائم کا دوبارہ ارتکاب نہ کروں گا۔ توبہ کرتے وقت توبہ کرنے والے کے دل میں اللہ تعالی کا خوف ہو اور آنکھیں اشکبار ہوں۔ توبہ دوزخ کے عذاب یا بہشت کی امید سے نہ کرے بلکہ خاص اللہ تعالی کی رضا، خوشنودی اور ہدایت کے لیے کرے۔ کیوں کہ منقول ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ''اگر میں اس قدر بے انتہا موجودات اور بے نہایت مخلوقات میں سے دو مکان (بہشت و دوزخ) پیدا نہ کرتا تو میں پرستش کے لائق نہ ہوتا[۱] ''۔ یہ ہمت کے لیے بہت آسان ہے کہ لوگ اللہ تعالی کی عبادت کسی امید پر کریں۔ ابیات:

کسے کش پرستد زبیمِ عِقاب
نیا بد ز کردار کردہ ثواب

---

[۱] واوین کے درمیان ترجمے کی فارسی عبارت یہ ہے: ''چہ نقلست کہ حق تعالی می فرماید، اگر من در چندیں موجودات بے نہایت ومخلوقات بے غایت دو مکان مخلوق نہ کردے، من سزائے بندگی نمی شدے''۔

اس عبارت میں غالباً سہو کتابت ہے جس کے باعث عبارت کا مفہوم ژولیدہ ہو گیا ہے۔ حضرت سید اشرف جہاں گیر سمنانیؒ کے ملفوظِ گرامی کے سیاق و سباق کے پیش نظر واضح ہدایت یہ ہے کہ توبہ، عبادت اور ہر نیک عمل اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ یہ نہ ہو کہ بہشت کی امید یا دوزخ کے عذاب کے ڈر سے عبادت کی جائے۔

ثوابے کہ مشہور باشد دہند
ز مقصود صد طعنہ برسر دہند

ترجمہ: جو کوئی اس کی عبادت عذاب کے ڈر سے کرتا ہے اسے کیے گئے عمل کا ثواب نہیں ملتا، وہ سینکڑوں طعنوں سے در گزر فرما کر مقصود کی نسبت سے ثواب عطا کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرائؒ فرماتے تھے کہ کوئی مذلّت توبہ سے اور کوئی رفعت انابت سے بالاتر نہیں ہے۔اگر کوئی شخص توبہ کے لیے (چند) قدم چلے گا اور توبہ نہ کر سکا ہو تب بھی اس کا نام مغفرت پانے والوں میں لکھا جائے گا۔بندے کے ہر عضو سے گناہ سرزد ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہر عضو سے متعلق توبہ کی جائے۔

کبیرہ گناہوں کی تفصیل:

حضرت قدوۃ الکبرائؒ فرماتے تھے کہ گناہ کبیرہ کی تعداد سولہ ہے۔دو کبیرہ ہاتھ کے ہیں۔ایک چوری کرنا اور دوسرا بغیر کسی وجہ کے مومن کا قتل کرنا۔چار زبان سے سرزد ہوتے ہیں۔اول گالی بکنا،دوم جھوٹ بولنا،سوم با عصمت عورت پر بہتان باندھنا۔چہارم جھوٹی قسم کھانا۔تین گناہ پیٹ کے ہیں۔پہلا سود کھانا،دوسرا شراب نوشی اور تیسرا یتیم کا مال کھانا۔دو پوشیدہ اعضا کے ہیں۔ایک زنا اور دوسرا لواطت۔ایک کبیرہ پاؤں کا ہے اور وہ جہاد سے بھاگنا ہے۔چار کبیرہ کا تعلق دل سے ہے۔پہلا اللہ تعالی کا شریک ٹھہرانا، دوسرا گناہ پر اصرار کرنا،تیسرا اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس ہو جانا، چوتھا اللہ تعالی کے مکر (خفیہ تدبیر) سے خود کو محفوظ سمجھنا۔ان چار گناہوں کا تشریح یہ ہے۔

(۱) شرک یہ ہے کہ ہر بدی اور نیکی جو کسی سے وجود میں آئے (خدا کے سوا) اور سبب دیکھے۔

(۲) گناہ پر اصرار یہ ہے کہ جو گناہ سرزد ہوا اُسے سہل جانے اور بار بار گناہ کرتا رہے اور اس گناہ پر فخر کرے۔

(۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی یہ ہے کہ اس قدر ناامید ہو جائے کہ اب میری بخشش نہیں ہوگی۔

(۴) اللہ تعالی کی خفیہ تدبیر سے خود کو محفوظ سمجھنا یہ ہے کہ گناہ سرزد ہونے کے باوجود اس گمان میں رہے کہ میری بخشش ہو جائے گی۔

حضرت قدوۃ الکبرائؒ فرماتے تھے کہ گناہ کی کئی نوعیتیں ہیں۔عوام کا گناہ۔خواص کا گناہ۔اور اخص الخواص (خواص میں بھی خاص) کا گناہ۔اخص کا گناہ انبیا کا گناہ ہے۔خواص کا گناہ دل میں خطرات وغیرہ کا پیدا ہونا اور حبّ جاہ ہے۔عوام کا گناہ اوامر کی نافرمانی اور نواہی کا ارتکاب ہے لیکن اخص الخواص جو انبیا ہیں ان کا گناہ عوام اور خواص کے مانند نہیں ہوتا۔اس کی توضیح مشکل ہے بس رمز و اشارے کیے جا سکتے ہیں۔اربابِ شریعت اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ اس کے ادراک سے بے بہرہ ہیں (البتہ) اصحابِ حقیقت ان حقائق سے بہرہ مند ہیں اور یہ سعادت انھیں کو نصیب ہے۔

ابیات:

نبا شد ہر کسے در خوردِ اسرار
کہ شکّر را نیا بد کامِ بیمار
بآں کس می تواں ایں راز گفتن
کہ آرد در دل و جانش نہفتن

ترجمہ: ہر شخص اسرار کے لائق نہیں ہوتا (جس طرح) بیمار کو مٹھاس کا ذائقہ محسوس نہیں ہوتا۔ یہ راز تو صرف اسی شخص کو بتایا جا سکتا ہے جو اسے دل و جان میں چھپانے کا سلیقہ رکھتا ہے۔

عین القضاۃ ہمدانیؒ نے اس کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس گناہ کا ترک کرنا کفر ہے اور پیروی کرنا طاعت ہے۔**ذنوب الانبیاء وصل الی الحق لا نهم یبعوثون من حیث الحق فی کل ذنب** یعنی انبیا کا گناہ قرب حق کے حصول میں ہے۔ وہ سب ہر خطا (کے معاملے) میں حق کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

ابلیس کا گناہ اس کا خدا سے عشق تھا اور مصطفیٰ ﷺ سے خدا کو عشق ہے، آپ حق کے محبوب ہوئے۔ **لِّیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ**[1] (تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔) اس گناہ سے مراد انانیت ہے جو آدم اور آدم صفت لوگوں کو ودیعت کی گئی ہے یعنی اخص بھی اس میں داخل ہیں۔ اگر اس گناہ کا ایک ذرّہ جو مصطفیٰ ﷺ کے راستے میں رکھی گئی تھی، کونین پر ڈال دیا جاتا تو تمام عالم نیست و نابود ہو جاتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس گناہ کی تمنا تھی، انھوں نے کہا تھا اے کاش مصطفیٰ ﷺ کا سہو اور گناہ میرے حصے میں آتا۔

رازِ محمودی کے محرم اور نازِ مسعودی کے حامل ایاز کے بارے میں منقول ہے، وہ کہتا تھا کہ میں نے سلطان کا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں سنا کہ وہ مجھے خصوصیت کے تخت پر بٹھاتا ہے اور محبوبیت کی نعمت سے نوازتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ایاز تو نے میرے باغِ عشق کو سیراب کر دیا اور گلستانِ شوق کو نہال کر دیا۔ اس راز سے مطلع ہونا ہر بوالہوس کے بس کا نہیں ہے لیکن صاحبِ اسرار عارف ہی اس سے آگاہ ہوتا ہے۔ ابیات:

گدائے کوچہ گردے کز گدائی
بود محرم بحرم بادشاہی

ترجمہ: کوچہ گرد فقیر گدائی کی بدولت حرم شاہی کا محرم ہو جاتا ہے۔

بہ لطفش آں چناں منسوب گردد
کہ از دیگر کساں محبوب گردد

---

[1] پارہ ۲۶، سورۃ فتح، آیت ۲

ترجمہ: وہ گدا بادشاہ کے لطف کے ساتھ اس طرح منسوب ہو جاتا ہے کہ دوسرے لوگوں سے زیادہ بادشاہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔

نثارِ او کند صد تاج و اورنگ
طفیل او کند صد ملک ہوشنگ

ترجمہ: بادشاہ اس پر بہت سے تاج وتخت نثار کردیتا ہے۔ہوشنگ (قدیم ایرانی بادشاہ) کے سینکڑوں ملک اس پر فدا کر دیتا ہے۔

ایازِ او بود از جاں چو محمود
عدم داند بہ پیشش جملہ موجود

ترجمہ: اس کا ایاز (غلام) جان سے محمود ہوجاتا ہے اور تمام موجودات اس کے سامنے نیست ہوجاتے ہیں۔

بدو گوید ز رازِ دل فسانہ
در آید در نیازِ عاشقانہ

ترجمہ: اس سے رازِ دل کا افسانہ بیان کرتا ہے اور نیازِ عشق (کی دہلیز) میں داخل ہوجاتا ہے۔

کہ اے از تو معطر گلشنِ عشق
واے از تو منور گلبنِ عشق

ترجمہ: کہ اے (دوست) تجھ سے گلستانِ عشق معطر ہے اور عشق کا سرخ گلاب تیرے وجود سے منور ہے۔

شبستانِ ہوا آراست از تو
گلستانِ وفا پیراست از تو

ترجمہ: تیری ذات سے خواب گاہِ آرزو آراستہ اور گلستانِ وفا پیراستہ ہے۔

از انجائیکہ ز ینساں راز باشد
بہم دیگر نیاز و ناز باشد

ترجمہ: اس نوعیت کا راز جہاں بھی ہوتا ہے ایک دوسرے سے ناز و نیاز ہوتا ہے۔

چہ باشد گر دران بزمِ سعادت
گناہِ او بود عینِ عبادت

ترجمہ: اس بزمِ سعادت میں اگر خطا سرزد ہوتو عین عبادت ہے۔

[1] اشرف آں کس بداند ایں گنہ را
کہ داند سرِّ ماہیت گنہ را

ترجمہ: اے اشرف اس گناہ کے بارے میں وہی شخص جانتا ہے جو گناہ کی ماہیت کے راز سے آشنا ہے۔

اس نوعیت کے اسرار کی تشریح شریعت میں ممنوع ہے بلکہ خطرات میں مبتلا ہونا خیال کیا گیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ لوگوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ وہ کون سی معصیت ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے اور وہ کون سی طاعت ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی قربت سے دور کرتی ہے۔فرمایا وہ طاعت جو غرور پیدا کرے دوری کا سبب بن جاتی ہے اور وہ معصیت جس کے سرزد ہونے کے بعد پشیمانی ہو اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچاتی ہے۔

فرد:

گنہ گار اندیشناک از خدائے
بسے بہتر از عابدِ خود نمائے

ترجمہ: وہ گنہ گار جو اللہ تعالیٰ کا خوف کرتا ہے وہ خودنما عبادت گزار سے ہزار درجے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ اپنے خواجہ کا قول نقل فرماتے تھے کہ معصیت سے توبہ ایک بار ہوتی ہے اور عبادت سے توبہ ہزار بار ہوتی ہے۔بعض لوگوں نے شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردیؒ) کو تحریر کیا،حضرت نے جواب میں فرمایا کہ عمل کرتے رہو اور غرور سے استغفار کرتے رہو۔حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اکابر سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص سے گناہ سرزد ہو اور گناہ کرتے وقت اس کے دل میں خیال آئے کہ اللہ تعالیٰ غفّار ہے مجھے معاف فرمائے گا اور وہ سببِ فعل سے واقف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے جرم سے درگزر فرمائے گا۔

---

[1] اس مصرعے میں اُشرَف کے بجائے اُشرُفُ پڑھا جائے تو مصرع باوزن ہو جائے گا۔

لطیفہ ۲۹

نماز کی معرفت کے بیان میں

قال الاشرف:

الصلواۃ وھی الانفصال عن الصلواۃ والاقبال الیٰ الصلواۃ قال علیه السلام،اول ما افترض الله علی المسلمین الصلواۃ و اول ما یحا سبون یوم القیامة الصلواۃ:

یعنی حضرت سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا،نماز اور وہ جدا ہونا ہے نماز سے اور متوجہ ہونا ہے نماز کی جانب۔پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا،مسلمانوں پر اللہ تعالی کے فرائض میں اول فرض نماز ہے اور قیامت کے دن سب سے پہلے جس فرض کے بارے میں پرسش ہوگی ، وہ نماز کے بارے میں ہوگی۔

وہ کسی بھی سبب سے بندے سے ساقط نہیں ہوتی۔ یہ اللہ تعالی کے فرائض میں سے ہے اور مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًامَّوْقُوْتًا [1] (یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے) **هذه الآیة یستدل بها ان الصلواۃ مفروضة علی المومنین موقوۃ** یعنی یہ وہ آیت ہے جس سے اس حقیقت پر استدلال کیا جاتا ہے کہ بے شک نماز معین اوقات میں مومنین پر فرض کی گئی ہے اور بندے کو نماز کا مکلّف کیا گیا ہے۔ **لانها خدمة تشمل علی انواع العبودیة و ذالک لانّ فیها الاقرار باالربوبیة و فیها خلع السنة والذل والاستکانة والخضوع والقلق والحاجة والاقالة من سوابق الذنوب والتجافی عن الفساد و الفحشاء والمنکر** یعنی اس لیے کہ یہ خدمت عبودیت کی مختلف اقسام پر مشتمل ہے،کیوں کہ اس میں ربوبیت کا اقرار ہے۔سنّت کی خلعت کا انعام ہے ۔ذلّت ،عاجزی،فروتنی، بےقراری ، حاجت طلبی ہے، سابقہ گناہوں سے لوٹنا ہے، فساد، بے حیائی اور منکر سے دور ہو جانا ہے۔

---

[1] پارہ ۵۔سورۂ نساء،آیت ۱۰۳

اس بناء پر نماز تمام عبادتوں کی جامع ہے اور اس سے تمام اوامر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے بلکہ ہر عبادت جو تمام موجودات سے عمل میں آتی ہے اور ہر طاعت جو مخلوقاتِ عالم سے ظاہر ہوتی ہے نماز میں پائی جاتی ہے۔ پس جب کبھی کوئی بندہ نماز پڑھتا ہے تو اس میں تمام مذکورہ عبادات موجود ہوتی ہیں۔ نظم :

ہر چہ عبادت ز ہمہ سر زند
وانچہ اطاعت ز جہاں برزند
باشد از سرِّ لہ قانتون
نیست ز احکامِ نماز او بروں

ترجمہ: ہر عبادت جو تمام مخلوق سے عمل میں آتی ہے اور ہر طاعت جو دنیا انجام دیتی ہے، وہ عبادت گزار بندوں کے لیے ایک راز ہے اور (ہر عبادت) احکامِ نماز سے باہر نہیں ہے۔

مختصر طور پر ان اشعار سے جو حقیقت عیاں ہوتی ہے یہ ہے کہ نماز کے بڑے ارکان چار ہیں۔ کھڑا ہونا، بیٹھنا، جھکنا اور سجدہ کرنا۔ عرش سے تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات نیز اعلیٰ سے ادنیٰ تک تمام موجودات جو چار اقسام پر مشتمل ہیں چار طرح سے عبادات میں مشغول ہیں۔ ان میں سے بعض قیام کرتے ہیں مثلاً درخت، دیواریں، پہاڑ اور جامد اشیا۔ بعضے حالت رکوع میں ہوتے ہیں مثال کے طور پر بے عقل و تمیز جانور اور درندے وغیرہ۔ ان میں بعض حالت قعود میں ہوتے ہیں مثلاً خشک گھاس، نباتات، بعض نہ بولنے والے جانور جیسے مینڈک وغیرہ اور بعض سجدے کی حالت میں ہوتے ہیں جیسے سانپ، بچھو اور دیگر پیٹ کے بل چلنے والے جانور۔ پس ہر ہستی ان عبادات سے خالی نہیں ہے اور یہ چار قسم کی عبادتیں جو تمام مخلوقات سے متفرق طور پر صادر ہوتی ہیں تنہا ایک انسان سے انجام پاتی ہیں۔ یہاں سے یہ بات معلوم کی جا سکتی ہے کہ انسان خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ اور اس کی استدلالی صلاحیت سب سے بہتر ہے۔ ابیات :

انچہ جہاں را بتفرقہ بداد
در تنِ انسان جمیعت نہاد
در کفِ ایں بحر عجب گوہر یست
حقّہ لبالب چہ پرُ از جوہریست

ترجمہ: جو کچھ (خوبیاں) اللہ تعالی نے مخلوق کو ایک ایک کر کے عطا کیں وہ تمام خوبیاں انسان کو ودیعت فرمائیں، (ہستی کے) اس سمندر کی مٹھی میں (انسان) عجیب و غریب موتی ہے۔ یہ صندوقچہ جواہرات سے لبالب بھرا ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ عابد نمازِ شریعت، زاہد نمازِ طریقت اور عارف نمازِ حقیقت ادا کرتے ہیں۔ جس طرح نمازِ شریعت کی شرائط ہیں اسی طرح نمازِ طریقت کی بھی شرائط ہیں۔ پہلے طریقت کے وضو کی تشریح سنو۔

وضو کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم عوام کا وضو، دوسری خواص کا وضو اور تیسری قسم خاص الخاص کا وضو۔ ازروئے شریعت عام مومن ومسلمانوں کا وضو بے وضو ہونے کے بعد خاص اعضا کا دھونا ہے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں تحریر کیا گیا ہے۔ خواص اصحابِ طریقت کا وضو دل کو باطنی برائیوں کی آلودگی سے پاک کرنا ہے اور جو خاص الخاص اربابِ حقیقت ہیں ان کا وضو ماسویٰ اللہ کے خیال سے اپنے باطن اور روح کو پاک کرنا ہے اگرچہ (اللہ تعالیٰ کی) محبت ومعرفت حاصل ہو چکی ہو۔ کتاب کشف الاسرار میں بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح جسم کی طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی اسی طرح دل کی پاکیزگی کے بغیر معرفت روا نہیں ہوتی اور دل کو تدبر اور ذکر وفکر کے صاف پانی سے پاک کیا جاتا ہے۔ طریقت وحقیقت کے وضو کے چار درجے ہیں۔

(۱) پہلا درجہ توبہ کے پانی سے ظاہری حواس کو اعضا کی برائیوں سے پاک کرنا ہے۔

(۲) دوسرا درجہ دماغ کو سالہا سال سے بسے ہوئے (لایعنی) خیالات اور اوہام سے پاک کرنا ہے۔ (کیوں کہ) یہ خیالات شیطانی خیالات اور وسوسوں کی جڑ ہیں۔

(۳) تیسرا درجہ باطنی حواس کو باطنی خطرات سے پاک کرنا ہے کیوں کہ اگر باطنی حواس پاک نہ ہوں تو (قیامت کے روز) اس کی پرسش ہوگی۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلاً [۱] (کیوں کہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔)

(۴) چوتھا درجہ ماسویٰ اللہ سے روح اور باطن کا پاک ہونا ہے۔

احیاء العلوم میں بیان کیا گیا ہے کہ دل کا وضو میل ومحبت کو ترک کرنا ہے اور روح کا وضو ماسویٰ اللہ سے قطع تعلق ہے جیسا کہ بعض عارفین نے کہا ہے، **الوضوء انفصال و الصلواۃ اتّصال فمن لم ینفصل لم یتصل** یعنی وضو جدائی ہے اور نماز اتّصال ہے سو جو شخص جدا نہ ہو وہ قریب بھی نہیں ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ عابدوں، زاہدوں اور عارفوں کی نماز ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اور یہ جو آیۂ کریمہ میں فرمایا گیا ہے، اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ [۲] (جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔) یہ نماز بھی مختلف ہوتی ہے۔ عوام کے لیے پانچ وقت، جمعہ، عیدین، تراویح اور لیلۃ الرغایب وغیرہ کی نمازیں ہیں جنھیں وہ ہمیشہ پابندی سے ادا کرتے ہیں اور ان کی ادائیگی میں چوک اور غفلت کو جائز قرار نہیں دیتے۔

خواص ہر حال میں، اشراق، چاشت، زوالِ آفتاب، تہجد کی نمازیں اور شیخ کی اتباع میں دیگر نوافل خضوع اور دل کی حضوری کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اگر کوئی نفل کسی وجہ سے فوت ہو جائے تو رات کے نوافل دن میں اور دن کے نوافل رات

---

[۱] پارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۳۶

[۲] پارہ ۲۹، سورۃ معارج آیت ۲۳

میں ادا کرتے ہیں جیسا کہ آیۂ کریمہ اَلَّذِیۡنَ ھُمۡ عَلٰی صَلَاتِهِمۡ دَآئِمُوۡنَ [۱] میں آیا ہے اور (روزانہ کے) اور اد کو ترک کرنا تو ہرگز جائز نہیں سمجھتے کہ مشائخ کے اقوال میں آیا ہے، ترک الورد بعد الاقدام بعد من المولیٰ یعنی ورد اختیار کرنے کے بعد چھوڑنا اللہ تعالیٰ سے دور ہوجانا ہے۔

خاص الخاص وہ حضرات ہیں کہ وظائف کے علاوہ کسی اور شغل میں مشغول نہیں ہوتے بلکہ ایک پل کے لیے ان سے غافل نہیں ہوتے، فی الحقیقت آیۂ کریمہ الّذین ھم علیٰ صلوٰاتھم دائمون کا منشاء ان ہی پر صادق آتا ہے (دراصل) یہ انبیاء کا منصب ہے اور ان کے کامل تابعین انھی کی پیروی کرتے ہیں جیسے کہ حضرت خلیل علیہ السلام ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے، رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ [۲] (اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا قائم کرنے والا بنادے) اسی استقامتِ نماز کی جانب اشارہ ہے۔ جس سے بہ شمول اوقاتِ نماز ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ ابیات:

مصلّی کو بجاں اندر نمازست
دلش در پیشِ او اندر نیازست
نمازِ پنج گانی زاہدانست
نمازِ دائمی از عارفانست

ترجمہ: وہ نمازی جو اپنی روح کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے اس کا دل اللہ تعالیٰ کے حضور نیاز میں ہے، زاہدوں کے لیے پانچ وقت کی نماز ہے لیکن عارفانِ حق ہمیشہ ادائے نماز میں رہتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے ہیں کہ شریعت کی رو سے ظاہری نماز کا تعلق اعضا سے ہے، طریقت کی رو سے باطنی نماز کا تعلق دل کے تفکّر سے ہے اور از روئے حقیقت نمازِ روحانی کا تعلق فیضِ الٰہی کے ساتھ استغراق سے ہے۔ خواص کا رخ اگرچہ بظاہر کعبے شریف کی جانب ہوتا ہے لیکن باطنی طور پر وہ ربِّ کعبہ کی جانب متوجہ ہوتے ہیں کیوں کہ بدن کا سجدہ خضوع ہے اور دل کا سجدہ خشوع ہے اور الخشوع فی الصلواۃ الاعراض عما سوی اللہ یعنی نماز میں خشوع اللہ تعالیٰ کے غیر سے بے نیاز ہونا ہے جو صرف خواص کو حاصل ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ اکابر کا قول نقل فرماتے تھے کہ نماز سب سے بڑی عبادت ہے، اسے ہرگز نہ چھوڑنا چاہئے۔ خضوع اور خشوع کے بغیر نماز اس جسم کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو۔ خشوع کے معنی تو اوپر بیان کیے جاچکے ہیں اور خضوع سے مراد اللہ تعالیٰ کے حضور میں دل کے ساتھ حاضری اور کلامِ ربّانی کی آیات کے معانی پر توجہ رکھنا ہے کہ ان آیات میں کس قدر حقائق پوشیدہ ہیں۔ اگر کوئی شخص جو بحرِ نماز کا غوطہ خور ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ [۳] (ہم

---

[۱] سورۂ فاتحہ۔ آیت ۴ [۲] پارہ ۲۹۔ سورۂ معارج آیت ۲۳

[۳] پارہ ۱۳۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۴۰

خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) پر غور کرے تو اسے معلوم ہو کہ اس آیت میں معارف کے کس قدر موتی دستیاب ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ **المصلّی یناجی ربه و النجویٰ** یعنی نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے (یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے) کسی سے راز کی بات کہی جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا رسالہ غوثیہ سے روایت فرماتے تھے۔ **قال الغوث ای الصلواۃ اقرب الیک قال الله تعالیٰ الصلواۃ التی لیس فیھا سوای والمصلی غائب عنه یا غوث لا صلواۃ لمن لا معراج له عندی یاغوث المحروم عن الصلواۃ ھو المحروم من المعراج عندی کما قال علیه السلام الصلواۃ معراج المومن** یعنی ''غوثؓ نے کہا کون سی نماز آپ کے قریب تر کرتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ نماز جس میں میرے سوا کوئی نہ ہو اور نمازی اس سے غائب ہو۔ اے غوث وہ نماز نہیں ہے جس میں میرا قرب حاصل نہ ہو۔ اے غوث وہ شخص نماز سے محروم ہے جو میرے نزدیک معراج سے محروم ہے''۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، نماز مومن کی معراج ہے۔ عارفِ ربّانی عین القضاۃ ہمدانی نے فرمایا ہے کیا تم جانتے ہو کہ لوگ کس وجہ سے نماز ادا کرتے ہیں اور کیوں ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں، وہ لوگ جو مشاہدے کے نور سے منّور ہو جاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مشاہدے کا نور تمام اعضا میں سرایت کر جائے اور وہ جو قاصر رہتے ہیں وہ دریائے استغراق میں غرق رہتے ہیں۔ استغراق نشے کے عالم سے ہے اور نشہ نماز سے مانع ہوتا ہے جیسا کہ آیۂ کریمہ میں آیا ہے **یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْالاَ تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی** [1] (اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں نہ جاؤ کہ تم نشے میں ہو۔)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ نماز کی راحت چھ چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ دل کی حضوری، معنی کی سمجھ، (نماز کی) ماہیت کی تعظیم، خوف، امید اور (اللہ تعالیٰ سے) حیا۔ **قیل المصلیّ یحتاج الیٰ اربعة اشیاء فناء النفس وذھاب الطبع و صفاء السّر و کمال المشاھدة** یعنی کہا گیا ہے کہ نمازی چار باتوں کا محتاج ہے، نفس کے فنا ہو جانے، طبیعت کے یکسو ہونے، باطن کے پاک ہونے اور مشاہدے کے کمال تک پہنچ جانے کا۔ خاص الخاص حضرات جب نماز کی نیت کرتے ہیں تو **اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ** [2] (میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں) کے معنی دل پر نقش ہو جاتے ہیں، اپنے ماومن کی نفی کرتے ہیں اور جب تکبیر کہتے ہیں تو وجودِ مطلق کا اثبات کرتے ہیں ملک وملکوت کو مٹا ہوا جانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو ظاہر و باطن کا ناظر اور خود کو منظور سمجھتے ہیں۔ **کما قال علیه السلام الاحسان ان تعبد الله کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانه یراک** یعنی جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا، احسان تیرا عبادت کرنا ہے گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر اسے نہیں دیکھ رہا تو اللہ بے شک تجھے دیکھتا ہے۔

---

[1] پارہ ۵۔ سورۂ نساء آیت۔ ۴۳

[2] پارہ ۲۳۔ سورۂ الصّٰفٰت۔ آیت ۹۹

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا، کہ نمازِ عادت سے پناہ مانگنا چاہئے خیالات کے انتشار اور نفسانی وسوسوں سے جو نماز کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں استغفار کرنا چاہئے۔ قطعہ:

تو درونِ نماز و دل بیروں
گشتہا می کند بہ مہمانی
ایں چنیں حالتِ پریشاں را
شرم ناید نماز می خوانی

ترجمہ: تو نماز میں ہے اور تیرا دل مہمانی کے لیے باہر گشت کر رہا ہے، ایسی پراگندہ حالت میں تجھے نماز پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

عام اہلِ طریقت نماز میں صحو سے سُکر میں آجاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کون سی نماز پڑھ رہے ہیں آیا وہ فرض نماز ہے یا نفل یا سنت ادا کررہے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ کامل اولیاء کا مرتبہ جس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ شعر:

من مستِ خرابات نمازے کہ گزارم
دروے نہ قیامے نہ رکوعے نہ سجودے

ترجمہ: میں مستِ خرابات ایسی نماز پڑھتا ہوں جس میں نہ قیام ہے نہ رکوع ہے نہ سجدہ ہے۔

اور خواص نماز کے وقت حالتِ سُکر سے صحو میں آجاتے ہیں تاکہ ادائے نماز کے شرائط اور اس کے حقوق ٹھیک ٹھیک ادا ہوجائیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ اگرچہ نماز اسلام کا محض رکن نظر آتی ہے لیکن تفصیل میں جائیں تو اسلام کے پانچوں ارکان اس میں شامل ہیں۔ اوّل روزہ جس میں کھانے، پینے اور جماع سے رک جانا ہے نماز میں موجود ہے۔ دوم زکواۃ ہے جو شریعت کے احکام کے مطابق مال ایثار کرنے سے عبارت ہے، نماز میں ایثارِ ثواب ہے۔ ماثورہ دعا میں تمام مسلمانوں کے لیے دعا کی جاتی ہے، **اللھم اغفرلی** آخر تک۔ سوم حج ہے جس میں احرام باندھا جاتا ہے۔ نماز میں بھی تکبیر تحریمہ ہے۔ چہارم جہاد ہے جس سے مراد کافروں سے جنگ کرنا ہے۔ نماز میں بھی شرائطِ نماز جہاد کے ہتھیاروں کی مانند ہیں جیسے الوضو اسلح المومنین یعنی وضو اہل ایمان کا ہتھیار ہے۔ جہاد کی طرح نماز میں امام صفیں آراستہ کرتا ہے اور بڑے لشکر کو شکست دے کر بادشاہِ وحدت کے لیے فتح حاصل کرتا ہے۔ حقائق و معارف کی ولایتوں میں تمکّن کو جہادِ اکبر کہا جاسکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ حمیدالدین ناگوری کہتے تھے کہ نماز میں تکبیر مقامِ ہیبت، قیام مقامِ قربت، قرات، مقامِ مکالمہ، رکوع مقامِ خشیت، سجدہ مقامِ مشاہدہ اور قعود مقامِ الفت ہے۔ اکابر سے منقول ہے کہ جو شخص

نماز کو حضوری کی شرط کے ساتھ اور بغیر کسی غلطی کے ادا کرتا ہے نماز اس کے لیے یہ دعا کرتی ہے جس طرح تو نے میری حفاظت کی خدا تیری حفاظت کرے۔ اگر نماز غفلت اور سستی سے ادا کی ہے تو نماز یہ دعا کرتی ہے، جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے خدا تجھ کو ضائع کرے۔ یہ سعادت اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جس کا آئینہ دل تعلقاتِ دنیاوی سے پاک اور انوارِ غیبی سے متصف (روشن) ہو چکا ہو۔

لطیفہ ۳۰

روزے کی معرفت کا بیان

قال الاشرف :

الصوم و هو الامساک من الاکل والشرب والجماع و ان یاتی بهما	حضرت سیدّ اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، روزہ نفس کو کھانے ، پینے اور جماع سے باز رکھنا اور ان اسباب کو روکنے کا نام ہے جن سے یہ خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں چار قسم کی آگ پیدا کی ہیں۔ اوّل دوزخ کی آگ ، دوسری معدے کی آگ، تیسری آگ جو دل میں ہوتی ہے اور چوتھی آگ جو لکڑی جلنے سے پیدا ہوتی ہے۔دوزخ کی آگ کافروں اور فاسدوں کو جلانے کی لیے ہے۔معدے کی آگ کھانے کو ہضم کرنے کے لیے ہے۔ وہ آگ جو دل میں ہوتی ہے وہ ظاہری گناہوں کو جلاتی ہے (بلکہ) درحقیقت دل میں محبت کی آگ وہ آگ ہے جو اغیار اور ماسوی اللہ کے خس و خاشاک یکسر جلا دیتی ہے۔لکڑی کی آگ ہوس کی دیگ پکاتی ہے ۔جس طرح نماز میں تمام اعضا و جوارح محبوس ہو جاتے ہیں اسی طرح روزے میں بھی تمام ظاہری اور باطنی حواس مغلوب ہو جاتے ہیں۔اگرچہ ارکانِ خمسہ بظاہر جدا جدا ہیں، دراصل ایک ہیں۔ان کی مغائرت الفاظ میں ہے معنی کے اعتبار سے ان میں کوئی غیریت نہیں ہے۔

سوال : اگر لوگ یہ اعتراض کریں کہ جب ارکانِ خمسہ حقیقت کے اعتبار سے واحد ہیں تو تکرار کا کیا فائدہ ہے۔

جواب : شریعت میں یہ افعال دواؤں کی مثل ہیں جن کا استعمال جسمانی امراض کو ختم کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر پانی کی خاصیت سرد اور تر ہے اور دھنیے کی تاثیر بھی سرد اور تر ہے۔ جہاں پانی استعمال کرانے کی ضرورت ہے تو دھنیا استعمال نہیں کراتے ،حکمت کا فائدہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر مزا اور مٹھاس مختلف ہے لیکن دراصل ان کی تاثیر ایک ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ روزہ رکھنے سے مراد محض بھوکا رہنا نہیں ہے بلکہ دوسرے فائدے بھی اس کے ساتھ ہیں تاکہ ان کا فائدہ بھی حاصل ہو، اگر محض بھوکا رہنے سے کمال حاصل ہوسکتا تو تمام جوگی کامل ہوتے اور جانور بھوک سے

کمال حاصل کر لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھوک سببِ کمال نہیں ہے بلکہ کمال عرفان حاصل ہوجانے میں ہے۔**قال علیه السلام ربّ صائمٌ لیس من صوم الا جوع و عطش** یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بعض روزہ داروں کو ان کے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں ملتا۔اگرچہ بھوک سے باطن میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور کسی قدر کشف بھی حاصل ہوجاتا ہے لیکن جلد ہی زائل ہوجاتا ہے۔

ایک عورت کی تمثیلی حکایت جو علاقہ بہار میں تھی:

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ ملک بہار میں ایک لالہ رُخ دوشیزہ کا ایک سرو قد نوجوان سے رشتہ قرار پایا اور اس سمن صفت کا نوجوان سے نکاح ہوگیا۔دلہن لباسِ حیا اور زیورِ وفا سے آراستہ تھی (شرم کی وجہ سے) تین دن تک دولھا کے گھر میں کچھ نہ کھایا۔ جب بھی دولھا کی ماں کھانے کے لیے کہتی وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر دیتی۔تین دن میں اسے کمال حاصل ہو گیا۔ چوتھے دن شرم کی چادر اتار کر اس نے سسر سے کہا کہ گھر کا سامان باہر نکال دیں کہ آگ لگنے والی ہے۔سسر نے اس کی بات پر توجہ نہ دی۔قدرتِ الٰہی سے ایک ساعت نہ گزرنے پائی تھی کہ گھر میں آگ لگ گئی۔اس طرح کی چند اور باتیں جو دلہن نے کہیں پوری ہوئیں۔ بالآخر یہ واقعہ حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ کے گوش گزار کیا گیا۔حضرت شیخ نے مزید حالات دریافت فرمائے جو آپ کی خدمت میں عرض کر دیے گئے۔آپ نے حالات سن کر فرمایا کہ دلہن کو کھانا کھلاؤ اسے کھانا کھلایا گیا، اس کے بعد اس سے دریافت کیا اب بتاؤ تمہارے باطن میں کچھ نظر آتا ہے یا نہیں۔ دلہن نے جواب دیا کہ مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔حضرت شیخ منیریؒ نے اس وقت فرمایا کہ دراصل بھوکا رہنے کی وجہ سے دلہن کو جزوی کشف حاصل ہو گیا تھا (اب زائل ہوگیا)۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ مشائخ کے اقوال میں بیان کیا گیا ہے **حکایتاً عن اللہ تعالیٰ یا احمد بعزّتی و جلالی وما اول عبادۃ العباد و توبتهم و قربتهم ا لا الصوم والجوع** یعنی اللہ تعالی سے حکایت اے احمد (ﷺ) میری عزت وجلال کی قسم اوّل نہیں ہے، عابدوں کی عبادت، ان کی توبہ اور قربت مگر روزہ اور بھوک۔ اس عمل میں ریاضت، ریاست، مجاہدہ، مشاہدہ، سخاوت، کرامت، آشنائی اور روشنائی سب اوصاف شامل ہیں۔جسمانی اعمال روحانی ہو جاتے ہیں۔جسم کی بےخوابی دل کی بیداری کو بالیدہ کرتی ہے۔اے احمد (ﷺ) روزے اور خاموشی سے زیادہ ہماری بارگاہ میں کوئی عبادت پسندیدہ تر نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے، اصحابِ طریقت تمام اعضا کا روزہ رکھتے ہیں تاکہ فی الحقیقت روزے کا حق ادا کر سکیں مثلاً آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ حرام شے پر نظر نہ پڑے۔جس شے پر نظر پڑے اسے رخسارِ حقائق کا آئینہ جانے۔کان کا روزہ یہ ہے کہ خود کو لایعنی باتیں سننے سے باز رکھے اور جو بات سنے اسے ندائے حقیقی خیال کرے۔زبان کا روزہ یہ ہے کہ فضول

باتیں کرنے سے خود کو روکے اور جو کچھ کہے اس کلام میں حقیقی متکلم کو ملاحظہ کرے۔ اپنی زبان کو شجرِ موسیٰ کے مانند خیال کرے۔ اس طرح کی اور مثالیں ہیں۔ ہاتھ پاؤں کا روزہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا خیال دل میں پیدا نہ ہو۔رسول اکرم ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے **اذا صمت فلیصم سمعک و بصرک ولسانک** یعنی جب تو روزہ رکھے تو تیرے کان ، آنکھ اور زبان (بھی) روزہ رکھیں۔ جو شخص اس طرح روزہ رکھتا ہے وہ خواہ کھائے ، پیے یا مباشرت کرے از روئے طریقت وہ روزے دار ہے بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ دائمی روزے دار ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے، **ثلثة یفطرون الغیبة والکذب و الفحش قال اذا غتاب صائم افطر** یعنی تین باتیں روزہ کھول دیتی ہیں،غیبت ،جھوٹ اور فحش (نیز) فرمایا، جوں ہی روزے دار نے غیبت کی روزہ کھل گیا۔

احیاء العلوم میں بیان کیا گیا ہے کہ نفس کا روزہ کھانے ، پینے اور شہوت سے خود کو روکنا ہے، دل کا روزہ نفس کی خواہشوں کے خلاف ہونا ہے اور روح کا روزہ امیدوں کو قطع کرنا ہے۔عوام گناہوں کی بخشش کی نیت سے روزہ رکھتے ہیں۔خواص نفس پر قہر کی غرض سے روزہ رکھتے ہیں۔خاص الخاص کی نیت خالص اللہ کے لیے ہوتی ہے تاکہ الصوم لی وانا اجزی بہ کی سعادت حاصل ہو یعنی روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔بعض محققین نے کہا ہے کہ روزہ رکھنا روٹی بچانا ہے اور نماز پڑھنا بوڑھی عورتوں کا کام ہے دوسرے کا دل ہاتھ میں لینا مردوں کا کام ہے۔

اگر کوئی شخص ہمیشہ روزہ نہ رکھ سکے تو کھانے کے وقت صرف اسی قدر کھانا کھائے کہ بھوک باقی رہے اور کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔اس عمل کی اصل حضرت شیخ الاسلام نظام الحق والدین قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ کسی ملاقاتی کو افطار کراتے تو مہمان کے ساتھ موافقت فرماتے لیکن اس کے بعد کچھ تناول نہ فرماتے۔ بیت :

اے بسا صائم کہ اوہم صائم و ہم مضطرست
وے بسا نائم کہ او در نوم حاضر سا ہر ست

ترجمہ: بہت سے روزہ دار ہیں جو روزے میں بھی بے چین رہتے ہیں، بہت سے ایسے سونے والے ہیں کہ وہ نیند میں حاضر اور بیدار رہتے ہیں۔

(دراصل) روزہ رکھنے سے دل میں ایک خاص قسم کی حیرانی پیدا ہوتی ہے جو رطوبت کو خشک کرتی ہے اور ان غلیظ پردوں کو جلا دیتی ہے جو لذتوں اور شہوتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔قلب کے مرکز میں ایسا نور پیدا کرتی ہے جس سے حقائق و معانی کا ادراک ممکن ہو جاتا ہے۔

کل قیامت کے دن فرماں برداروں کی طاعتوں اور عبادت گزاروں کی عبادتوں کا ثواب ان کے دشمنوں کو دیا جا سکتا ہے لیکن روزوں کا ثواب ہرگز نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ ہر طاعت کی جزا بہشت ہے لیکن روزے کی جزا اللہ تعالی ہے۔موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی ، تجوع ترانی یعنی آپ بھوکے رہیں (تاکہ) مجھے دیکھیں۔ بہشت

کے ایک دروازے کا نام ''ریّان'' ہے، روزہ دار اس دروازے سے بہشت میں داخل ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ روزہ رکھنے کا مقصد کم خوراکی ہے۔ اگر صائم روزہ رکھے اور رات کو پیٹ کی زنبیل بھرے تو یہ بات باعثِ شرم ہے۔کم خوراکی سے متعلق بے شمار نکتے ہیں۔اگرچہ چند چمچے شوربے کے پیے۔ مسافر بھی روزہ دار ہوتا ہے کہ اس کے سفر کی تکلیف کسی طرح روزے سے کم نہیں ہے۔

لطیفہ ۳۲

حج وجہاد کا بیان

قال الاشرفؒ

الحج وھوالقصد الیٰ طواف کعبۃ القلوب۔ والجھاد وھوالمحاربۃ بالنفس کما اشار علیہ السلام الیہ بقولہ رجعنا من الجھاد الاکبرالیٰ الجھاد الاصغر[1]

حضرت سیّد اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ حج دلوں کے کعبے کے طواف کا قصد کرنا ہے اور جہاد نفس کے ساتھ جنگ کرنا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے، ہم جہادِ اکبر سے جہادِ اصغر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ حج کے واجب ہونے کی شرطیں بہت سی ہیں اور اس کا وجوب اس آیۂ کریمہ سے بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً[2] (اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمے اس مکان کا حج کرنا ہے جو طاقت رکھے وہاں تک جانے کی)۔

اسلام کے پانچ فرضوں میں سے ایک فرض حج ہے۔ جس وقت عقل، بلوغ اور استطاعت کی شرطیں پوری ہوجائیں تو احکامِ حج کی پوری بجا آوری واجب ہوجاتی ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اگر جسم صحت مند ہے تو دوسری شرطیں لازمی نہیں

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہ حدیث شریف، ''رجعنا من الجھاد الاکبرالیٰ الجھاد الاصغر'' کی قرأت میں نقل کی گئی ہے اس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قرأت معروف قرأت کے برعکس ہے شاید کاتب کا سہوِ کتابت ہو۔ حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخشؒ نے پوری حدیث شریف اپنی تصنیف کشف المحجوب میں اس طرح تحریر فرمائی ہے رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر قیل یارسول اللہ وما الجھاد الاکبر قال وھی مجاھدۃ النفس۔ ہم جہادِ اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جہادِ اکبر کیا ہے فرمایا نفس سے مجاہدہ کرنا۔ ملاحظہ فرمائیں، کشف المحجوب (فارسی) مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع، لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۱۳

[2] پارہ ۴۔ سورۂ اٰلِ عمران، آیت ۹۷۔

ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ فتح موصلی قدس سرہٗ سفر کررہے تھے۔[۱]

راستے میں ایک نوجوان لڑکے کو دیکھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا۔[۲]

کس مقام سے کس مقام کی طرف جارہے ہو؟ لڑکے نے کہا کہ خدائے بزرگ کے گھر جارہا ہوں۔ (فتح موصلیؒ بیان کرتے ہیں) میں نے اس لڑکے سے کہا، تمھارے قدم چھوٹے ہیں اور راستہ طویل ہے لڑکے نے جواب دیا کہ میرے ذمّے تو صرف چلنا ہے، پہنچانا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا تمھارا سامانِ سفر کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا، سامانِ سفر میرے دل میں ہے اور وہ میرا یقین ہے (کہ خدا مجھے منزل مقصود تک ضرور پہنچائے گا) میں نے اس سے کہا کہ میری مراد کھانے پینے کے سامان سے تھی۔ اس نے کہا اے نکمے شخص مجھ سے دور ہوجا، کیا تو نے کسی مہمان کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے میزبان کے گھر کھانے پینے کی چیزیں لے کر جاتا ہے۔

پس مطلوب کی طلب میں طالب کے لیے صحت مند جسم کافی ہے۔ اللہ کی محبت زادِ سفر ہے اور یہ خصوصیت صرف اہل ہمت یگانۂ روزگار اور یکتائے میدانِ کارزار ہستیوں کے لیے مخصوص ہے۔ قطعہ:

مردِ ایں میداں نہ باشد ہر کسے
فارسے باید کہ تازد بر سراں
سر نہد در معرکہ وزجان ودل
سینہ را سازد سپر سوئے سناں

ترجمہ:۔ ہر کوئی اس میدان کا مرد نہیں ہوتا۔ ایسا سوار درکار ہے جو (دشمن کے) سروں پر دوڑ پڑے معرکے میں دل وجان سے سر دینے کی ہمت رکھتا ہو اور اپنے سینے کو نیزے کی سپر بنانے کا اہل ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرأ نے حضرت شقیقؒ[۳] سے روایت کیا۔ کسی شخص نے حضرت شقیقؒ سے کہا، میں نے حج کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ تم نے سامان سفر جمع کرلیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے چار چیزوں کو زادِ راہ بنایا ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا ہیں۔ اس نے کہا، میں نے اپنے رزق کو اپنے آپ سے نزدیک تر اور رزقِ غیر کو اپنے سے بعید تر نہ دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ خدا کا حکم جاری ہوچکا ہے، میں کسی حالت میں کسی جگہ ہوں یا نہ ہوں اللہ تعالیٰ علیم

---

[۱] مترجم رسالۂ قشیریہ، ڈاکٹر پیر محمد حسن کی تحقیق ہے کہ فتح موصلی نام کے دو بزرگ گزرے ہیں۔ ایک ابو محمد فتح بن محمد بن وشاح الازدی الموصلی متوفی ۱۷۰ھ اور دوسرے ابونصر فتح بن سعید الموصلی متوفی ۲۲۰ھ۔ یہ بشر حافی کے ہم عصر تھے ملاحظہ فرمائیں اردو ترجمہ رسالۂ قشیریہ مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن، اسلام آباد ۱۹۷۰ء ص ۷۸۷ (حواشی)

[۲] یہاں سے عربی کی طویل عبارت ہے۔ احقر مترجم نے اس کے فارسی ترجمے سے ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

[۳] حضرت شقیقؒ۔ آپ کا اسم گرامی ابوعلی شقیق بن ابراہیم البلخی تھا۔ آپ مشائخ خراسان میں سے تھے۔ آپ کا سارا کلام توکل کے بارے میں ہے۔ سالِ وفات ۱۹۴ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں رسالۂ قشیریہ (اردو ترجمہ) ص ۳۹

ہے۔حضرت شقیقؒ نے فرمایا،تمھاری زادِ راہ بہترین زادِ راہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے ایک مرتبہ سفر سلطانیہ میں حضرت سلطان ولدؒ کے ساتھ یک جائی کا اتفاق ہوا، انھوں نے دریافت فرمایا، کہاں سے آرہے ہو کہاں کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا علم سے چشم کی طرف جارہا ہوں منزل درمیان میں ہے اور حاصل دوقدم پر ہے۔ یہی دونوں عالم سے مقصود ہے اور اس منزل پر کوئی نہیں پہنچتا مگر یہ کہ وہ صاحب دوچشم ہو۔غزل:

چہ پرسی اے مسافر راہِ من آین
بگویم گر نہی گوشِ دلِ عین

ترجمہ:۔اے مسافر میری راہ کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔اگر عین کے گوشِ دل سے سنو تو بیان کرتا ہوں۔

کہ سالک رہِ دور و درازست
زاوّل علم تاسر منزلِ عین

ترجمہ: کہ سالک کا راستہ دور و دراز ہوتا ہے۔اس کی ابتدا علم سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا مشاہدۂ حقیقت ہے۔

دریں بیدائے رہ بسیار غولند
کہ از رہ می برندور طرفۃ العین

ترجمہ:اس صحرا میں بہت سے جنات آباد ہیں جو سالک کو پلک جھپکتے میں راستے سے اچک لیتے ہیں۔

دریں رہ راہ بر آگاہ باید
کہ تا منزل برد از پائے خطوین

ترجمہ:اس راستے میں کامل راہبر کی ضرورت ہے جو سالک کو دوقدم کے فاصلے سے منزل تک پہنچا دے۔

میانِ علم وعین اے سالکِ راہ
ترا مقصد نہاد وحاصلِ بین

ترجمہ:اے سالک علم اور عین کے درمیان مقصد اور حاصل کو رکھ دیا گیا ہے۔

دریں رہ یافتہ مقصود اشرف
کہ مقصود ایں بود از خلقِ کونین

ترجمہ:اس راہ میں اشرفؒ نے مقصود کو حاصل کرلیا ہے کہ کونین کی تخلیق کا مقصود بھی یہی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اس طرح کعبے کی زیارت سے مشرف ہوا ہے جس طرح اصحاب

طریقت زیارت کرتے ہیں زہے نصیب، ورنہ اہل شریعت کے انداز میں یہ فضیلت حاصل کرے، اگر یہ حاصل نہ ہو تب بھی اس سعادت کے نہ پانے کی حسرت اور اس فائدے سے محروم ہونے کی مصیبت کا احساس بجائے خود ایک خوش گوار دولت اور بلند سعادت ہے۔

اس جوان کا قصہ جو ظاہری حج سے محروم ہو گیا تھا:

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک جوان تھا جو دریائے حیرت میں غرق اور صحرائے فکر کی سیر میں مشغول رہتا تھا۔ وہ حج کے دوسرے دن جب حجاج وقوف منا میں تھے آیا اور حج کے اعمال شروع کر دیے۔ اسے بتایا گیا کہ وقوف عرفات کا دن گزر چکا ہے، آج اِن افعال کی ادائیگی جایز نہیں ہے۔ جب اس نے یہ بات سنی تو بے حد ملول ہوا، اور ایک دردناک آہ بھری۔ ایک عارف بھی وہاں موجود تھے، انھوں نے کہا، (اے جوان) میں نے سو سے زیادہ حج کیے ہیں ان کے بدلے میں یہ آہ مجھے بیچ دے۔ جوان نے آہ بیچ دی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ندائے غیب سنی کہ ایک بار پھر وہی آہ کر جو تو بیچ چکا ہے۔ فرمایا، اُس بیش قیمت آہ کی قیمت معنوی حج کے فقدان کی بنا پر تھی نہ کہ اس ظاہری حج کی قیمت تھی۔ مصرع:

کہ مرجاں راچو جوہر قیمتے نیست

ترجمہ:۔ مونگے کی قیمت جوہر کے برابر نہیں ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اصحاب ظاہر کا معاملہ شرعی ومرعی رخصت کے ساتھ ہے اور اربابِ باطن کے ساتھ جو معاملہ رکھا گیا ہے وہ معلوم ہے (رخصت کا نہیں ہے) البتہ نیت کرنے والوں کو زادِ راہ کے بغیر حج کا سفر نہیں کرنا چاہیے۔ حج پر جانے والوں کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک طرح کے وہ لوگ ہیں جو کاروبار کے جذبے سے جاتے ہیں۔ بعضے ایسے ہوتے ہیں جو عزت ونام کی خاطر کہ ''حاجی'' کہلائے جائیں حج پر جاتے ہیں ایسے تمام لوگ حقیقی حج سے محروم رہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ سفرِ کعبہ کا مقصد دولتِ حضور اور شوکتِ سرور کا پانا ہے۔ ابیات:

ابلہاں تعظیمِ مسجد می کنند
در صفائے اہل دل جدمی کنند

ترجمہ: سیدھے سادے بے عقل لوگ مسجد کی تعظیم کرتے ہیں۔ اہل دل پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

آں مجاز ست ایں حقیقت اے فلاں
نیست مسجد جُز درونِ کاملاں

ترجمہ: اے شخص وہ مجاز ہے اور یہ حقیقت ہے۔ کاملوں کا باطن ہی مسجد ہوتا ہے۔

مسجدے کاں اندرون اولیاست
سجدہ گاہے جملہ است ایں جا خداست

ترجمہ:۔ وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہوتی ہے وہ سب کی سجدہ گاہ ہوتی ہے کہ وہاں خدا موجود ہے

تا بگرداں کعبہ را دروے نرفت
اندریں کعبہ بجز آں ے نرفت

ترجمہ:۔ جب تک کعبے کا طواف کروگے اندر نہ جاپاؤ گے۔ اس کعبے میں سوائے اہل ہمت کے کوئی نہ گیا

تا دلِ مرد خدا نامد درد
ہیچ قومے راخدا رسوا نکرو

ترجمہ: جب تک کسی مردِ خدا کا دل بھر نہ آیا۔ خدا نے کسی قوم کو رسوانہیں کیا۔

عین القضاۃ ہمدانی ؒ فرماتے ہیں کہ ظاہری حج سب کرلیتے ہیں لیکن معنوی حج کا معاملہ مختلف ہے۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ ظاہری حج کے لیے سیم وزر درکار ہوتا ہے۔جس کے پاس ہو بکھیرتا جائے لیکن معنوی حج میں جان وجہاں نثار کرنے پڑتے ہیں۔**مَنِ استَطَاعَ اِلیه سَبِیلاً** یہ ہے۔ دل طلب کرنا چاہیے کہ دل حج اکبر کا مقام ہے۔ **سئل عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، این الله فقال علیه السلام فی قلوب عباده قیل قلب المومنین بیت الله** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا اللہ کہاں ہے۔علیہ السلام نے فرمایا اپنے بندوں کے خانۂ دل میں۔ نیز بعضوں کے نزدیک مومن کا دل بیت اللہ ہے۔

سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو کعبے کے راستے پر چلا جا رہا تھا۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کہاں جارہے ہو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ کعبے شریف جارہا ہوں انھوں نے دریافت کیا کہ تمھارے پاس کتنے درم ہیں اس نے جواب دیا میرے پاس سات درم ہیں۔ سلطان العارفین نے فرمایا کہ وہ درم مجھے دو اور میرے گرد سات چکر لگاؤ۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا، فرمایا کہ تم نے حج اکبر کیا ہے۔ ابیات:

طوافِ کعبۂ دل بہتر آمد
زطوفِ کعبہ کاندر کشور آمد
دریں کعبہ صفائے خویش بیند
دریں قبلہ صفائے داورآمد
زطوفِ صد ہزاراں کعبہ در گلِ
طوافِ کعبۂ دل خوش تر آمد

ترجمہ:۔ کعبۂ دل کا طواف کرنا زیادہ اچھا ہے۔ جو شخص کعبے کے طواف سے اس ملک میں آیا وہ اس کعبے میں خود کو پاک وصاف دیکھتا ہے کیونکہ اس قبلے میں حقیقی حاکم کا تقدس ہے مٹی سے بنے ہوئے لاکھوں کعبے کے طواف سے دل کے کعبے کا طواف بہتر ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ جب حج کے لیے راستے پر قدم رکھے تو چاہیے کہ فنا کی چار تکبیریں دنیا کے چار گوشوں پر پڑھے اور جس منزل میں قیام کرے، سلوک کی منزلوں میں سے کوئی منزل طے کرے۔ جب میقات پر آئے تو لباسِ ظاہری کو اتار دے اور گزی کے ٹکڑوں کا احرام باندھے، ظاہری اور معنوی طور پر نا امیدی کو چکنا چور کرنے کی عادت پیدا کرے۔ دنیاوی معاملات اور برے لوگوں سے علاحدگی اختیار کرے۔ جب عرفات میں آئے تو معارف کے اسرار، عارفوں کے آثار ومشاہدات کی آگاہی حاصل کرے۔ جب مزدلفہ میں آئے تو حاصل شدہ مرادات سے دست بردار ہوجائے۔ جب مطاف میں آئے تو کعبۂ دل کے گرد، گرداں ہو۔ ماسوی اللہ کے خیال سے خود کو پاک کرے۔ چند ساعتیں دل کے کعبے میں، آرزوئے محبوب کے ساتھ طواف میں گزارے تا کہ دل کی آنکھ سے صاحبِ خانہ کا مشاہدہ اس طرح حاصل ہوجائے جس طرح تم نے ظاہری آنکھوں سے خانۂ کعبہ کو دیکھا ہے، نیز طواف کرتے ہوئے مولوی (مولانا رومیؒ) کی یہ غزل اس ذوق سے پڑھتا رہے کہ ایک خاص کیفیت حاصل ہوجائے۔غزل:۔

طوافِ حاجیاں دارم بگرد یار می گردم
نہ اخلاقِ سگاں دارم کہ برمردار می گردم

ترجمہ:۔ میں محبوب کے گرد پھر کر حاجیوں کا طواف ادا کرتا ہوں۔ میں کتوں کی عادت کی طرح مردار کے گرد نہیں گھومتا

نہ خواہم خانۂ دردہ نہ گاوِ کلّۂ فربہ
ولیکن مستِ سالارم پے سالارمی گردم

ترجمہ: میں دس دروازے والا محل نہیں چاہتا ہوں۔ اور نہ موٹی تازہ گائے۔لیکن اپنے رہبر کا دیوانہ ہوں اور اس کے پیچھے رہتا ہوں۔

نمی دانی کہ رنجورم کہ جالینوس می خواہم
نمی دانی کہ مخمورم کہ بر خمار می گردم

ترجمہ:۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں بیمار ہوں اس لیے مجھے طبیب کی تلاش ہے۔تو نہیں جانتا کہ میں نشے میں ہوں اس لیے شراب دار کے گرد پھر رہا ہوں۔

نمی دانی کہ سیمرغم کہ گردِ قاف می پرّم
نمی دانی کہ بوُ برُدم کہ برگل زار می گردم

ترجمہ:۔تونہیں جانتا کہ میں سیمرغ ہوں جوکوہِ قاف پراڑ رہا ہوں۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں نے خوشبو پائی ہے اس لیے باغ کے گرد پھر رہا ہوں۔

ہرآں نقشے کہ می آید درو نقاش می بینم
براہِ عشق لیلیٰ داں کہ مجنوں وارمی گردم

ترجمہ:۔ میرے سامنے جونقش آتا ہے میں اس میں نقش بنانے والے کو دیکھتا ہوں۔ جان لے کہ عشقِ لیلی میں مجنوں کی طرح آوارہ ہوگیا ہوں۔

جب صفا مروہ پرسعی کرنے کے لیے آئے تو کوشش کرنی چاہیے کہ (مرنے سے قبل تمھاری روح) بشری کدورت سے پاک ہوکر فرشتے کی پاکی وصفائی سے مبدل ہوجائے۔ جب منا پہنچے تو شیطانی خطرات اور خیالی وسوسوں کو صفحۂ دل سے کھرچ ڈالے اور اپنے دامن دل کو گلِ آرزو سے خالی کردے۔ جب قربانی دینے کی جگہ پر آئے تو چاہیے کہ نفس کے دیو کو ریاضت ومجاہدے کی چھری سے ذبح کرڈالے بلکہ اپنے آپ کو بھی فدا کردے۔

اس جوان کی کیفیت جس نے منا میں اپنی جان قربان کردی: ۔ اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا، حضرت ذوالنون قدس سرہ[۱] نے مقام منا میں ایک جوان کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ سب لوگ قربانی دینے میں مصروف تھے اور وہ اسے دیکھ رہے تھے کہ یہ جوان کیا کرتا ہے۔ (یکا یک) اس نے کہا، یا اللہ سب لوگ قربانی دے رہے ہیں میری آرزو ہے کہ تیری بارگاہ میں خود کو قربان کردوں اسے قبول فرما۔ یہ کہہ کر اس نے شہادت کی انگلی کا اشارہ کیا اور اسی حالت میں گر پڑا۔ جب لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ مرچکا تھا۔ بیت:

خوب رویاں چو پردہ برگیرند
عاشقاں پیشِ شاں چنیں میرند

ترجمہ: جونہی خوب رو اپنے چہرے سے نقاب اٹھاتے ہیں عشاق ان کے سامنے اسی طرح جان دے دیدیتے ہیں۔

جب شیطان کو کنکری مارے تو چاہیے کہ ظاہری وباطنی حواس کی خواہشوں کو اپنی طبیعت سے دور کردے جب وقوف کے وقت عرفات جائے تو چاہیے کہ دل کے کوہ قاف پر آئے اور واقف ہو کہ یہ اوصاف اس سے رفع ہوئے یا نہیں۔ اگر ہوئے ہیں تو وہ ظاہری اور معنوی طور پر حاجی ہے اگرنہیں ہوئے تو پھر رسمی حاجی ہے جس وقت محبتِ الٰہی کا جام اسے پلایا جائے تو خامی کے درجے سے ترقی کرکے پختگی کے مرتبے میں منتقل ہوجائے۔ بیت:

---

۱ حضرت ذوالنون مصریؒ۔ ان کا اسمِ گرامی ابوالفیض بن ابراہیم تھا۔ بعض نے ثوبان بن ابراہیم کہا ہے۔ آپ تیسری صدی ہجری کے اولیائے کبار میں سے تھے۔ سالِ وفات ۲۴۵ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اردو ترجمہ رسالۂ قشیریہ ص ۲۳۔ ۲۴

صوفی نہ شود صافی تادرنہ کشد جامے
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

ترجمہ: صوفی اس وقت تک صافی نہیں ہوتا جب تک (عشق الٰہی کا) جام نہ پیے۔ ایک خام شخص کو پختہ ہونے کے لیے بہت زیادہ سفر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت کی نعمتوں سے جدا کر کے محنت آباد دنیا میں بھیجا گیا تو حضرت آدمؑ اور حضرت حوا میں جدائی ہوگئی۔ (مدتوں بعد) دوبارہ کوہ عرفات پر ایک دوسرے سے ملے۔ (اسی طرح) عاشق الٰہی بھی کوہ عرفات پر جمالِ محبوب سے مشرف ہوتا ہے۔ وادیِ فراق کا ہر رنج وغم اور صحرائے مفارقت کا ہر دکھ وہاں زایل ہوجاتا ہے۔

البتہ حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے فلک چہارم پر بیت المعمور میں رکھ دیں۔ یہی حجر اسود جو آج اہل عالم کا قبلہ اور مسلمانوں کا کعبہ ہے، سُرخ یاقوت کا ٹکڑا تھا۔ پھر حق تعالیٰ نے کوہِ بوقبیس کو پھٹ جانے کا حکم دیا اور یہ پتھر اس شگاف میں سما گیا اور کوہ بوقبیس نے دوران طوفان اس کی حفاظت کی۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں انھیں حکم دیا کہ اے ابراہیم بوقبیس میں ایک پتھر ہے اسے وہاں لاکر رکن یمانی میں نصب کردو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے حجر اسود کا رنگ سرخ تھا، حائضہ عورتوں کے بوسہ دینے کے باعث سیاہ ہوگیا۔ جب حق تعالیٰ نے میثاق کے دن اپنے بندوں سے عہد لیا تھا، اس عہد نامے کو ان سے لے کر اس میں بند کردیا تھا۔ چنانچہ اب جو شخص اسے بوسہ دیتا ہے (درحقیت) روزِ میثاق کے عہد کی بجا آوری کرتا ہے۔ کل قیامت کے دن یہ پتھر اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دے گا کہ تیرے فلاں فلاں بندے نے عہد وفا کی پاسداری کی ہے اسے بخش دیجیے۔ حق تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔

یہ فقیر (اشرفؒ) کہتا ہے کہ میں نے حجر اسود میں عجیب خاصیت دیکھی ہے جسے بیان نہیں کرسکتا، اور وہ خاصیت یہ ہے کہ میں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہی ایسی لذت و راحت محسوس کی کہ جب تک زندگی ہے اسے فراموش نہیں کرسکتا۔ دنیا میں اس لذّت سے بالا تر لذّت محسوس نہیں کی، نہ اس سے پاکیزہ تر شے کا مشاہدہ کیا۔ میں نے بہت سے بزرگوں سے اس عجیب وغریب تاثیر کا ذکر کیا، سب نے یہی فرمایا کہ ہم نے بھی اس کی مثل کسی شے کا مشاہدہ نہیں کیا۔ سبحان اللہ! اہلِ دل کی اس قدر کثیر تعداد کی نظر حجر اسود پر پڑی ہے اور اسے بوسہ دیا ہے لیکن حجر اسود کی خاصیت اس سے زیادہ ہی ہوگی جس کا انھوں نے مشاہدہ کیا ہے۔

کسے کو بوسۂ زد بر لبِ سنگ
بیاد لعلِ یاقوتین آں سنگ
بر آمد گوہرِ مقصود ازاں جا
کہ گوہر می رسد از سنگ تا چنگ

ترجمہ:۔جس شخص نے دو لال یاقوتوں کی یاد میں اس پتھر کو بوسہ دیا اس نے وہاں سے گوہرِ مقصود حاصل کر لیا کیوں کہ گوہر پتھر (کی کان) ہی سے ہاتھ تک پہنچتا ہے۔

وہ صاحبِ نعمت خوش وقت ہے جو فقیروں کا منظورِ نظر ہو، اور خوش بیانوں کے دل میں جگہ پائے۔ رباعی:[1]

ہر کہ او یار استاں کم سنگ شد
در کمی افتاد، عقلش تنگ شد
گر تو سنگ صخرہ ومرمر شوی
چوں بہ صاحب دل روی گوہر شوی

ترجمہ: جو شخص راست لوگوں کا رفیق نہ بن سکا، وہ نقصان میں رہا اور اس کی عقل تنگ ہوگئی۔ اگر تو پتھر کی چٹان اور سنگ مرمر ہے تو کسی صاحب دل کی صحبت میں رہ تا کہ گوہر بن جائے۔

جو شخص تمام اوصافِ بشریت سے فانی ہو جائے تو جان سکتا ہے کہ اس کی یہ حالت ان ہی معنوں میں ہے جو نماز میں حاصل ہوتی ہے۔ اگر چہ الفاظ مختلف ہیں لیکن معنی ایک ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ قبلہ کے معنی کسی چیز کی جانب توجہ کرنا ہے۔ جو شخص کسی شے کی طرف رخ کرتا ہے وہی اس کا قبلہ ہے، ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور بھی۔ چناں چہ گزشتہ نبیوں اور امتوں کا قبلہ بیت المقدس تھا (لیکن) حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا قبلہ، کعبۂ شریف قرار دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَ لِّيَنّکَ قِبلَةً تَرضٰهَا[2] (ترجمہ: ہم آپ کے منھ کا (یہ) بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے ہم آپ کو اسی قبلے کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لیے آپ کی مرضی ہے)۔

اور اہل شوق ومحبت اور فرقۂ عشق ومعرفت کا قبلہ ''جمالِ الٰہی'' ہے۔ وَلِکُلٍّ وِّجهَةٌ هُوَمُوَلِّيهَا[3] (ترجمہ) اور ہر شخص (ذی مذہب) کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے۔ اس حقیقت کا بھید ہے۔ یہ حضرات صخرہ یا کعبہ یا عرش کے آگے سر نہیں جھکاتے نہ پنہاں نہ آشکارا۔ فرد:

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

[2] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۴ [3] پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۴۸

ہر قوم راست را ہے دینے وقبلہ گا ہے
ماقبلہ راست کردیم برسمت کج کلا ہے

ترجمہ: ہرقوم کا ایک دین اور قبلہ ہوتا ہے ہم نے اپنا رُخ کج کلاہ محبوب کی جانب کرلیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ چار قبلے ہیں۔ پہلا قبلہ جوارح کا کہ تمام مومنین اور مسلمین پر فرض کیا گیا کہ اس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھیں۔ دوسرا قبلہ دل کی توجہ کا کہ اصحابِ طریقت اسی کی جانب متوجہ اور اسی کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔ تیسرا قبلہ شیخ ہے۔ ہر مرید کی توجہ شیخ کی جانب رہتی ہے۔ چوتھا قبلہ فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ [۳۵] (تو تم لوگ جس طرف منہ کرو اُدھر (ہی) اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے)۔

یہی تمام قبلوں کا زندہ دار ہے۔ فرد:

چوں قبلہ بجز جمالِ معشوق نبود
عشق آمدو محو کرد ہر قبلہ کہ بود

ترجمہ: چوں کہ محبوب کے جمال کے سوا کوئی قبلہ نہ تھا، عشق آیا اور اس نے ہر قبلے کو محو کردیا۔

تمام رسولوں، نبیوں اور خاص الخاص اولیا نے باطنی طور پر اسی کی جانب توجہ رکھی ہے اور اس کے سوا ہر ایک کی طرف سے پیٹھ موڑ لی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ حج کے معنی قصد کرنا ہیں (چناں چہ) جو شخص کسی شے کا قصد کرے اور ظاہراً وباطناً اس راہ میں قدم رکھے وہی اس شخص کا حج (قصد) ہوتا ہے۔ زیارت کرنے والے اور حاجی صاحبان اپنی دینی اور دنیاوی حاجتوں اور مقصدوں کی تکمیل کے لیے کعبے کا طواف کرتے ہیں تاکہ گناہوں کے نقوش ان کے اعمال نامے سے مٹ جائیں لیکن مشتاقوں، عاشقوں اور عارفوں کا مقصود ربِّ کعبہ کا تقرب ہوتا ہے۔ ان کا احرام باندھنے کا مقصد بہر طور دل ہوتا ہے تاکہ اسرارِ الٰہی کے محرم بن جائیں، **قال علیه السلام قلب العارف حرم الله وحرام علٰی حرم اللّٰه ان یلج فیه غیر الله** یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، عارف کا دل اللہ تعالیٰ کا حرم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہر حرم پر حرام ہے کہ اس میں غیر اللہ داخل ہو۔ منائے نعمت اور عرفاتِ معرفت میں ان تسبیح خوانوں کی تسبیح یہ ہوتی ہے۔ شعر:

مارا حریمِ کعبۂ دل طوفِ ہر زماں
حاجی تو طوف می کنی در کعبہ وحرم

ترجمہ: ہمیں ہر گھڑی کعبۂ دل کی چار دیواری کا طواف نصیب ہے۔ اے حاجی تو کعبہ وحرم کا طواف کرتا ہے۔

حاجی کعبے کا حج مغفرت اور آسانی کی طمع میں کرتے ہیں شوق کا جذبہ کم ہوتا ہے اس کے برعکس اہلِ عشق طلبِ دوست

---

۳۵ پارہ ۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۵

کی راہ میں سر پیش کرنے اور جان دینے میں شادی وفرحت محسوس کرتے ہیں۔شعر:

احرامِ عاشقاں بہ از احرامِ حاجیاں
کاں رہ بسوئے کعبہ بود ایں بسوئے دوست

ترجمہ: عاشقوں کا احرام حاجیوں کے احرام سے بہتر ہے۔ وہ کعبے کی طرف اور یہ دوست کی طرف جاتا ہے۔

اہلِ عشق ومعرفت کا کعبے اور بت خانے، مسجد و میخانے سے مقصود اصلی طلبِ مولیٰ ہے۔فرد:

در مسجد و مے کدہ گرمی روم چہ شد
در سجدہ و پیالہ بود عکس روئے دوست

ترجمہ: اگر میں مسجد اور میخانے میں جاتا ہوں تو کیا خرابی ہے۔ سجدہ ہو یا جامِ شراب دونوں میں دوست کے چہرے کا عکس نظر آتا ہے۔

عام کعبہ ظاہر ہے اور خاص کعبہ باطن ہے۔ ظاہری کعبے کا دروازہ کھلا ہوا، اور زیارت گاہ خلق ہے باطن کے کعبے کا دروازہ بند رہتا ہے تاکہ اغیار سے محفوظ رہے اور قہر کی کوئی راہ وہاں تک نہیں پہنچتی کیوں کہ نورِ احدیت کی زیارت کا مقام ہے۔ رباعی [۱]:

بطوفِ کعبۂ گلِ روز گار ست
بجوفِ قبلۂ دل کرد گار ست
تواں دانست زیں جا فرقِ ہر دو
کہ ایں راخلق زائر بہر آں رو

ترجمہ: دنیا مٹی کے کعبے کا طواف کرتی ہے۔ قبلۂ دل کے اندرونی گوشے میں خود خدا ہے۔ اس بات سے دونوں کا فرق معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مخلوق اس کی زیارت کرتی ہے اور اس کے لیے وہ (خدا) ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اُن لوگوں پر حیرت ہوتی ہے کہ پتھر اور مٹی سے بنے ہوئے کعبے کو ایک نظر دیکھ کر شرف پاتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں اور قبلۂ دل پر قطعاً نگاہ نہیں ڈالتے جس پر اللہ تعالیٰ کی ہمہ وقت نظر رہتی ہے، جیسا کہ سلطان العارفینؒ نے فرمایا ہے، **زیارت اهل القلب خیر من زیارت الکعبه سبعین مرةً** یعنی اہل دل کی زیارت کعبے کی زیارت سے ستر گنا زیادہ بہتر ہے۔ ظاہری کعبہ پتھروں سے بھرا ہوا ہے اور باطنی قبلہ اسرار سے پُر ہے۔ اوّل الذکر مخلوق کے طواف کرنے کی جگہ ہے اور ثانی الذکر خالق کی ڈولی ہے۔ وہاں مقامِ خلیل ہے یہاں مقصدِ جلیل ہے۔ خلیل وجلیل

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں بلکہ ہیئت بھی رباعی کی نہیں ہے۔

میں فرق قلیل ہے۔ وہاں چشمۂ زمزم ہے اور یہاں دمادم دورِ جام ہے۔ وہاں حجر اسود ہے اور یہاں نگاہِ ارشد ہے۔ مثنوی:

گر آنجا چشمہ سارِ زمزم آمد
دریں جا رود بارِ قلزم آمد

ترجمہ: اگر وہاں زمزم کے بہت سے چشمے ہیں تو یہاں سمندر کے بہت سے ندی نالے ہیں۔

گر آنجا قبلہ گاہِ سنگِ اسود
دریں جا قبلہ گاہِ خال برخد

ترجمہ: اگر وہاں سنگ اسود کا قبلہ گاہ ہے تو یہاں رخسار کا تل قبلہ گاہ ہے۔

آپ نے شیخ الاسلام نظام الدینؒ کا قول نقل فرمایا، کہ حج کے لیے جانا اُن لوگوں کا کام ہے جنھیں حیرت و استغراق کی پاکیزگی کا ذرہ برابر حصہ نہیں ملا اور اپنی خواہش نفس میں سر کھپاتے ہیں۔ مثنوی:

کسے راکو بود بادوست سرکار
چہ باشد در ہوائے کعبہ اش کا

ترجمہ: وہ شخص جو اپنے محبوب سے (ہمہ وقت) سروکار رکھتا ہے اسے آرزوئے کعبہ سے کیا کام ہے۔

کہ راہِ کعبۂ گلِ کوہسار ست
طریقِ قبلۂ دل روئے یار ست

ترجمہ: مٹی کے کعبے کی راہ میں پہاڑ ہیں جب کہ کعبۂ دل کے راستے میں محبوب کے چہرے کا نظارہ ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ حج اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی علامت اور وصول مطلق کی بشارت ہے۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالاً[1] (اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو، لوگ تمھارے پاس (حج کو) چلے آئیں گے)۔

باطنِ ذات اور آرزوئے محبت کی خوش منزلوں اور مرحلوں سے قدم باہر رکھ اور نفسِ امّارہ کے صحرا کو عبور کر، جب میقاتِ دل میں پہنچے تو تو بہ کے پانی سے غسل کر کے لباسِ بشریت سے مبرّا ہو جا اور عبودیت کا احرام باندھ لے پھر عاشقانہ انداز میں ''میں حاضر ہوں'' کا نعرہ بلند کر۔ عارفانہ انداز میں داخلِ عرفات ہو، پھر جبلِ رحمت پر آجا۔ وہاں سے منائے آرزو میں آ اور نفسِ بہیمی کو ذبح کر۔ اپنی نظر وصالِ دوست کے کعبہ کی طرف رکھ اور نفس کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے۔ فرد:

---

[1] پارہ ۱۷، سورۂ حج آیت ۲۷

چوں رسیدی طواف کن یعنی
گرد ما گرد نہ بگردِ خود

ترجمہ: جب وہاں پہنچے تو طواف میں مشغول ہو جا یعنی ہمارے گرد طواف کر اپنے گرد چکر نہ لگا۔

اور حجر اسود پر پاؤں نہ رکھ

جہادِ صوری ومعنوی کا ذکر: (حج کے بعد) جہاد کا ذکر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، **اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡ وَجٰهَدُوۡافِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ**[1]

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس وقت کافر بغاوت کریں تمام بندوں پر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا فرض ہے، البتہ کافروں کی بغاوت میں جہاد فرض کفایہ ہوتا ہے۔ جہاد کے لیے ایک امیر ہونا اشد ضروری ہے تا کہ میدانِ ہمت کے جہادی اور صف شکن سپاہی اس امیر کی اطاعت کریں اور نقطے کی مثل اس کے دائرۂ حکم سے باہر نہ ہوں اور دل کی قوت سے باہم متحد ہوکر کافروں کے لشکر پر حملہ کریں۔ بزدلوں کو لشکر کے ساتھ نہ لیجائیں اور اگر (کسی مجبوری سے) ساتھ لے جانا پڑے تو جنگ میں شامل نہ کریں، کیوں کہ بزدلوں کو ایمان کامل حاصل نہیں ہوتا اور جن کا ایمان کامل نہیں ہوتا وہ ناقص الا یمان ہوتے ہیں گویا اہل شرک کے قریب تر ہوتے ہیں۔ رباعی: [2]

از مرگ حذر کردن دوزہ روا نیست
روزے کہ قضا با شد آں روز قضا نیست
روزے کہ قضا باشد کوشش نہ کند سود
روزے کہ قضا نیست درو مرگ روانیست

ترجمہ: دو روزہ زندگی میں موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ جس دن موت مقرر ہو چکی ہے وہ کسی حال میں نہیں ٹلتی موت کے دن کسی طرح کی کوشش کارگر نہیں ہوتی اور جو دن موت کا نہیں ہے اس دن موت نہیں آئے گی۔

جب مالِ غنیمت حاصل کریں تو اسے امیر لشکر کے سامنے کتب فقہ میں درج شدہ ہدایات کے مطابق تقسیم کریں۔ امیر جو کہ قوم کا پیشوا ہوتا ہے اور لشکرِ اسلام اس کا مطیع ہوتا ہے، اسے ایسا ہونا چاہیے جو اپنی ذات پر لذتوں اور شہوتوں کا دروازہ بند کرلے اور جس چیز کے پینے سے منع کیا گیا ہے اسے نہ پیے، کیوں کہ شراب عقل کو زایل کر دیتی ہے۔ روشن رائے اور بے خطا فکر، سوائے کمالِ عقل حاصل ہونے اور فہمِ لغو کو ترک کرنے کے نصیب نہیں ہوتے۔ عمل کی راہ میں کاہلی اور بے دلی

---

[1] پارہ ۱۰، سورۂ توبہ آیت ۲۰۔ غالباً مطبوعہ نسخے میں جَاهَدُوا سے پہلے "اٰمَنُوا وهَا جَرُوا" سہوِ کتابت کے باعث نقل نہ ہو سکے۔ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے، "وہ لوگ جو ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انھوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا"

[2] یہ اشعار رباعی کے وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

شراب کے باعث پیدا ہوتی ہیں اور بے ہودگی جان کا لازمہ ہے آج کے ہزاروں کام کل پر چھوڑ دیتا ہے۔ فرد:

جہاں آں کس بود کو درشتابد
جہاں داری توقف بر نہ تابد

ترجمہ: دنیا اس شخص کے تابع ہوتی ہے جو سعی و عمل میں جلدی کرتا ہے۔ جہاں داری غفلت و توقف کو برداشت نہیں کرتی۔

ملکی مہمات اور حکمت عملی میں سرداروں کی جماعت سے مشورہ کرنا چاہیے۔[1] اس کے بعد اس کے نفاذ کے طریقوں پر غور و تدبر سے اس عمل کے فائدے اور نقصان کا اندازہ ہوجائے گا، جیسا کہ حکما نے کہا ہے، **لاظھر خیر من مشاورت العقلا** یعنی البتہ اہل عقل کے مشورے سے خیر ہی ظاہر ہوگا۔ جو امر کہ بہادر اور جرار لشکر کے بس کا نہ ہو وہ اہلِ عقل کی تدبیر سے حل ہوجاتا ہے۔ رباعی:[2]

بر آرند دیوارِ روئیں زپائے
جواناں بہ شمیشر پیراں زرائے
بل آں کار کز لشکرِ کوہ کن
نباشد کند عقل از فکروفن

ترجمہ: جوان اپنی تلوار سے اور بوڑھے اپنی تدبیر سے فولادی دیوار اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں بلکہ جو کام کوہ کن لشکر کے بس کا نہیں ہوتا عقل فکر و تدبیر سے انجام دیتی ہے۔

مشاورت کے بارے میں بہت سے آثار اور بے شمار فائدے ضبط تحریر میں آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[3] (ترجمہ: اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجیے)۔ یہ حکم نہ صرف ضرورت کے اعتبار سے بلکہ اس لیے بھی تھا کہ اُن کا (صحابہؓ کا) دل خوش ہو نیز امت کو یہ تعلیم دینا تھا کہ وہ بہتر رائے اور مشورے سے اپنے امور انجام دیں، کیوں کہ انسانی عقلوں میں خاصہ فرق ہوتا ہے اور مخلوق کی سمجھ اور ادراک مختلف ہوتے ہیں۔ جو کام شمشیر آبدار سے انجام نہیں پاتا وہ تفکر اور تدبیر سے انجام پاجاتا ہے۔ شعر:

بشمشیرے یکے تادہ تواں کشت
بہ رائے لشکرے رابشکنی پشت

---

[1] اس جملے کی فارسی عبارت کسی قدر ژولیدہ ہے۔ سیاق وسباق سے مطابقت پیدا کر کے ترجمہ کیا گیا ہے۔
[2] یہ اشعار کسی مثنوی کے ہیں، بہر حال انھیں رباعی نہیں کہہ سکتے۔
[3] پارہ ۴۔ سورہ ال عمران، آیت ۱۵۹

ترجمہ: ایک تلوار سے (زیادہ سے زیادہ) دس آدمی قتل کیے جاسکتے ہیں جب کہ تم ایک رائے سے پورے لشکر کی کمر توڑ سکتے ہو۔ الشعر:

الرائے قبل الشجاعت شجعانی
وھو الاوّل وھی المحل الثانی

ترجمہ: بہادر کی شجاعت سے رائے کو فوقیت حاصل ہے۔ رائے کا مقام اوّل ہے اور بہادری کا مقام ثانی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ دانشورانِ زمانہ کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ مشاورت میں (حکمت عملی کے) افشا ہونے کا احتمال ہوتا ہے جو امورِ مملکت میں نقصان کا باعث ہوسکتا ہے، حالاں کہ باہمی مشورے میں اخفا یقینی ہے۔ مثال کے طور پر کسی مجلس مشاورت میں دس اہل عقل اور خرد مندانِ زمانہ موجود ہیں۔ امیر یا حاکم ہر ایک سے مشورہ طلب کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنی عقل کے مطابق رائے دیتا ہے۔ اس مجلس میں ہر شخص کا مشورہ ایک دوسرے کے علم میں آجاتا ہے۔ اس صورتِ حال میں تمام مشیر اس شبہے میں رہتے ہیں کہ خدا جانے امیر کس شخص کی رائے اور مشورے پر عمل کرے گا۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ جب گلستانِ ممالک کے سرو، حضرت ابراہیم شاہ کی عراق پر حکومت تسلیم کر لی گئی اور انھیں دنیا پر حکومت کرنے کا موقع ملا تو انھوں نے مشورے کے طریقے کو اختیار کیا۔ اس پسندیدہ اخلاق وصفت کی رعایت کے سبب ہمیشہ کامیاب وکامراں رہے۔ وہ نوشیرواں کے نصائح پر عمل کرتے تھے۔ اگر چہ ان کے بعض مصاحبوں نے شاہنامے کے مطالعے پر اصرار کیا لیکن انھوں نے شاہنامہ پڑھنا پسند نہیں فرمایا البتہ تواریخ میں "تاریخ طبری" ہمیشہ نظر مبارک کے سامنے رکھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ کفایت شعار وزیروں اور اہل علم مصاحبوں کو خوش رکھتے تھے اور ظلم سے پرہیز کرتے تھے، کہ **لاید خل الضرر علی الوالی لاربعة اشیاء تشاغله باللذات عن الاشیاء وسوء اخلاقه علیٰ بطانة و افراط عقوبة عند غضبه ومداومة ظلم الیٰ رعیة** یعنی[1] حکومت وسلطنت میں نقصان وفساد چار باتوں سے ہوتا ہے۔ والی ملک دنیائے فانی کی لذتوں میں خود کو غرق کر دے اس کے باعث تمام ملکی اور مالی معاملات درہم برہم ہوجاتے ہیں۔ اپنے اقربا کے ساتھ بد خلقی کرے اور اُن کو سزا دینے میں حد سے تجاوز کر جائے یعنی دس بیدوں کی سزا ہے تو ہزار بید لگانے کا حکم دے یا قتل کرادے یا اسی طرح کی سزائیں دے۔ رعیت پر ظلم کرے تو یقیناً رعایا ظلم سے متنفر اور شکستہ خاطر ہوجائیگی۔ عمارت سازی اور زراعت میں مشغول نہ ہوجانا چاہیے، اس سے مال اور خزانے کا نقصان ہوگا، رعیت تباہ ہوجائیگی اور ملک میں خرابی نمودار ہوگی، اس کے نتیجے میں سپاہی بانک پن اختیار کرلیں گے اور فساد رونما ہوگا۔ میں اسی نوعیت کی وجوہات اور مثالیں عراق وخراساں میں دیکھ چکا ہوں بلکہ چچا بہادر خاں جن کی سلطنت اسی علاقے میں تھی اس کے زوال کا سبب یہی خراب باتیں تھیں۔

---

[1] عربی عبارت کا فارسی ترجمہ کسی قدر تغیرِ الفاظ کے ساتھ شامل متن ہے، اسی فارسی عبارت کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

جو بادشاہ ان بری عادتوں میں مبتلا ہو، آخر کار بادشاہت اس کی ہاتھ سے چلی جاتی ہے کیوں کہ بغیر لشکر و رعایا کے بادشاہت ایسا خیمہ ہے جو بغیر رسیوں اور میخوں کے ہو، ایسے خیمے کا کھڑا رہنا ناممکن ہے اسی بات کے تعلق سے حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ آردشیر بابک کے حالات میں بیان کیا گیا ہے، **لاملک الاّ بالرجال، ولا رجال الاّ بالمال، ولا مال الاّ بالعمارۃ ولا عمارۃ الاّ با لعدل، ولا عدل الاّ بالسیاست** یعنی لوگوں کے بغیر ملک نہیں ہوتا، مال کے بغیر لوگ نہیں ہوتے، عمارت کے بغیر مال نہیں ہوتا، عدل کے بغیر عمارت نہیں ہوتی اور سیاست کے بغیر عدل قایم نہیں ہوتا۔

سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ خوارزم کی طرف جائے چناں چہ وہ سیستان[1] کی حدود اور علاقے میں پہنچ گیا۔ اس کے لشکر نے آبادیوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ اس علاقے کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ سلطان سے ملاقات کرنے آئے اور فی البدیہہ یہ چند اشعار پڑھے۔ سلطان نے ان اشعار کے سنتے ہی گھڑ سوار فوجیوں کو اُن ناپسندیدہ عمل سے روک دیا اور خود سوار ہوکر دوسری جگہ پڑاؤ کیا۔ وہ ابیات یہ ہیں۔ ابیات:

سلطانِ دولت ست کہ بفرماں نشستہ است
آں جانہ پاے بود کہ درباں نشستہ است

وہ سلطانِ نعمت ہے جو فرمان کے ساتھ تخت نشیں ہے۔ جہاں کسی کے قدم نہ تھے اب وہاں دربان بیٹھا ہوا ہے

پروانۂ زشمعِ سلاطین بدو رسید
گفتادر آے زود کہ سلطاں نشستہ است

جب سلاطین کی شمع کا پروانہ (دربان تک) پہنچا تو اس نے کہا کہ جلدی سے آؤ سلطان تشریف فرما ہے۔

چوں خضر زندہ گشتہ زدا راے روز گار
کا سکندرے بجائے سلیماں نشستہ است

زمانے کا بادشاہ خضر کی مانند زندہ ہوگیا۔ سلیمان کی جگہ اب ایک سکندر کا راج ہے

سو گندمی خورم کہ چو ایں شاہ کس ندید
اینک گواہِ عدل واحساں نشستہ است

میں قسم کھاتا ہوں کہ اس بادشاہ کی مثل دوسرا نہ دیکھا۔ اب عدل واحسان کا شاہد تخت نشیں ہے۔

گردِ سپاہِ توکہ چو مورند چوں ملخ
بر خوشہ ہاے کشتۂ دہقاں نشستہ است

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۱۶۷ پر جگہ کا نام سفیان درج کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ سستان ہے۔ متن میں قیاسی تصحیح کی گئی ہے۔

آپ کی فوج کی گرد جو چیونٹیوں کی طرح کثیر ہے ٹڈیوں کی مثل دہقاں کے اجڑے ہوئے خوشوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔

باراں عدل بارکہ ایں خاک مدّتے

تابر امید وعدۂ باراں نشستہ است

اے سلطان اس زمین پر عدل کی بارش برسایئے جو ایک عرصے بارش کے وعدے کے پورا ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دنیاوی بادشاہ جو اس نہج پر اپنے اوقات شریف اور لطیف ساعتیں بسر کرتے ہیں چاہیے کہ صبح نماز فجر کی دو رکعتیں خدائے یگانہ کے لیے ادا کریں پھر اس کی یاد میں اشراق تک مشغول رہیں۔ اس کے بعد ثقہ عالموں اور نامور صلحا کی صحبت میں بیٹھیں اور اُن سے اُن آیاتِ قرآنی کے معانی اور مطالب دریافت کریں جو عدل واحسان سے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ یہ مشغلہ چاشت تک جاری رکھیں۔ اسی مجلس میں پہلے وزیروں اور مصاحبوں کو طلب کریں تاکہ وہ لشکر کے درپیش مسائل پیش کریں۔ ہر ایک کو تسلی بخش جواب دیں اور ہر ایک کو اس کے مدعا تک پہنچائیں۔ اس کے بعد عام لوگوں کو دربار میں بلائیں تاکہ عام لوگ اپنے دعوے اور معاملات فیصلے کے لیے ان کی خدمت میں پیش کریں اور مسلمانوں کے درپیش مسائل حل کیے جائیں۔ بادشاہوں پر لازم ہے کہ وہ ہر معاملے کا فیصلہ انصاف کے تقاضوں اور شریعت کی ہدایات کو مدنظر رکھ کر کریں۔

اکابر شیوخ اور نامور سرداروں کے معاملات ومسائل بالمشافہ نہ سنے جائیں بلکہ بالواسطہ طریقہ اختیار کیا جائے یعنی ان سادات، قضات اور مشائخ کی عرضیاں خود صدر روانہ کرے گا، اور لشکر کے اہم مسائل وزیر اور مصاحب پیش کریں گے۔ صدر کا عہدہ ایسے شخص کو تفویض کیا جائے جو دین دار اور دردمند ہو بلکہ یہ منصب ایسے شخص کو دینا بہتر ہے جو صوفیانہ مشرب کا حامل ہو۔ اگر چہ کوئی صوفی یہ منصب قبول نہیں کرے گا لیکن اس معاملے میں تکلف سے کام لے کر اسی کو تفویض کریں اس لیے کہ کام میں عمومی فلاح وبہبود مضمر ہے۔ وزیر ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو تمام فنوں اور ہنروں سے آراستہ وپیراستہ ہو، خاص طور دین دار ہو۔ وکالت ایسے شخص کے سپرد کی جائے جو شکل وشباہت کے اعتبار سے پسندیدہ اور پاکیزہ خصایل کا حامل ہو صاحب عقل اور مسئلے کو فوراً سمجھنے والا ہو۔ ان خوبیوں کے حامل ہر شخص کو مناسب عہدہ تفویض کرے۔ جہاں تک ممکن ہو حکومت وسلطنت کے احکام نافذ کرنے اور سر انجام دینے کے لیے کسی غیر متعلق شخص کو ہرگز شامل نہ کرے۔ ایک شخص کا کام دوسرے کے سپرد نہ کرے۔ قیلولے کے وقت آرام کرے۔ جب قیلولے سے فارغ ہو تو نماز کی تیاری کرے اور نماز باجماعت ہرگز ترک نہ کرے۔ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد جس قدر ہو سکے تلاوت قرآن کرے، خاص طور پر سورۂ قد سمع اللہ کی تکرار بہتر ہے کیوں کہ نامور سلاطین وملوک اس سورہ کی تلاوت میں مصروف رہے ہیں۔

سلطان محمود غازی انار اللہ برہانہ کے حالات سے منقول ہے کہ وہ مذکورہ بالا سورہ کی تلاوت کرتے تھے اور اصرار کے ساتھ کہتے تھے کہ مجھے دنیا میں جو سلطنت وشوکت حاصل ہوئی وہ اسی سورہ کی برکت سے حاصل ہوئی ہے یہی بات گلزارِ

سلطنت اور لالہ زارِ مملکت کے پھول حضرت ابراہیم شاہ بھی فرماتے تھے اور اس فقیر سے اس سورہ کی تلاوت کا بے حد اصرار کرتے تھے، چناں چہ جب اس فقیر نے تختِ سلطنت اور سریرِ حکومت ترک کیا تو برادرِ عزیز ارشد محمد شاہ سے پہلی بات یہی کہی تھی کہ وہ یہ سورہ حفظ کرلیں اور رجالِ غیب کے سامنے آنے سے پرہیز کریں۔

مختصر یہ کہ تمام امور میں سے کسی امر کا فیصلہ ہدایتِ شرع کے بغیر نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو عدل وانصاف کے کسی نکتے کو نظر انداز نہ کرے تا کہ دونوں جہان کی مملکت کے کاموں میں خلل واقع نہ ہو۔ ابیات:

جہاں داری وملکِ کے خسروی
مقام بزرگ ست کو کوچک مدار
(کسی ملک کی حکومت وسلطنت چلانا اہم مقام ہے اسے معمولی خیال نہ کر)

اگر پائے مورے در آید بہ سنگ
خدا از تو پرسد بروزِ شمار
(اگر (تیری غفلت کی وجہ سے) کسی چیونٹی کا پاؤں پتھر کے نیچے آئے تو قیامت کے دن خدا اس کی پرُسش کرے گا۔)

اگر برسرِ نامرادے رود
ستم خود چہ پیش آیدت کاروبار
(اگر کسی نامراد کے سر پر ظلم ہو اور معاملہ تیرے سامنے پیش کیا جائے)

دگر زینت داد در بر کنی
دہی دادِ مظلوم دروقت بار
(تو تو زینتِ انصاف کو قایم رکھ اور دربار میں مظلوم کی داد رسی کر)

شمارندت از بادشاہانِ عدل
مکانِ تو فردوس باشد زنار
(تیرا شمار عادل بادشاہوں میں کیا جائے گا اور بجائے دوزخ کے تجھے جنت میں جگہ ملے گی۔)

قال علیہ السلام کلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیتہٖ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، تم میں سے ہر شخص حاکم ہے ہر شخص سے اس رعیت کے بارے میں پرسش ہوگی۔ یہ پہلو دنیاوی بادشاہوں سے متعلق ہے لیکن ملکِ دین کے بادشاہوں اور لشکرِ یقین کے سلطانوں نے دنیاوی سلطنت ہی کو وسیلۂ آخرت کیا ہے اور فرماں روائی کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ ان کا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنے کے لیے ہے اور ان کی جان حقایق کی فضا اور دقایق کے صحرا میں پرواز کرنے کے لیے ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اسے راہِ حق میں فنا کردیں کیوں کہ خدائے تعالیٰ کے بغیر تسکین نہیں پاتا کہ

لاراحة للمؤمن من دون لقاء الله یعنی لقائے الٰہی کے بغیر مومن کو راحت نہیں ملتی۔ رباعی

ہردم ز خودی خویش ملالم گیر
سودائے وصالِ آں جمالم گیر
پروانۂ دل چو شمعِ رویت نگرد
دیوانہ شود ترک دو عالم گیرد

ترجمہ: میں اپنی خودی کے ہاتھوں ہر دم ملول رہتا ہوں۔ مجھے اس کے جمال سے واصل ہونے کا شوق رہتا ہے جب پروانۂ دل اس کے شمع رخ کو دیکھتا ہے تو دیوانہ ہوجاتا ہے اور دونوں عالم چھوڑ دینا چاہتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کسی کافر سے جنگ کررہے تھے۔ چاہتے تھے کہ تلوار سے اسے زخمی کریں۔ کافر کو ضربِ تیغ سے بچنے کی کوئی راہ نہ ملی تو آپ کے منھ پر تھوکا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ نے تلوار نیام میں رکھ دی اور چل دیے۔ کافر کو اس بات سے سخت تعجب ہوا کہ باوجود دبدبے اور قدرت مجھے قتل کیوں نہیں کیا اس نے آپ کا پیچھا کیا اور دریافت کیا کہ اے جوان تم کون ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ابن ابو طالب ہوں۔ کافر نے پھر پوچھا کہ تم نے مجھے زخمی کیوں نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، میری تم سے جنگ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے تھی، جب تم نے مجھ پر تھوکا تو میرے نفس میں اضطراب اور غصہ پیدا ہوا کہ اسے فوراً قتل کردے۔ میرا نفس رنجیدہ ہوا اور میں نے اس کے کہنے کے خلاف کیا تاکہ نفس کی مراد اور اللہ تعالیٰ (کی مرضی) کے درمیان شرکت نہ ہو۔ وہ کافر ایمان لے آیا۔

اس سلسلے میں حضرت قدوۃ الکبرأؒ نے روایت کی کہ جب مومنین پر جہاد فرض ہونے کا حکم ہوا تو حضور علیہ السلام نے کافروں سے جہاد وقتال کرنے کے فضایل وشمایل بیان فرمائے۔ صحابہؓ پر شرکتِ جہاد کی تمنا غالب ہوئی۔ (ان میں) ایک جماعت معذوروں کی تھی جنھیں جہاد میں شریک ہونے کی قوت اور استعداد حاصل نہ تھی۔ اس جماعت نے آرزو کی کہ کاش ہم بھی جہاد کی تکلیف اٹھاتے اور ثواب کی غنیمت سے بہرہ ور ہوتے۔ ایک روز یہ جماعت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دولتِ جہاد سے محروم رہنے کا غم عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جہاد کی سکت نہیں رکھتا اسے کہیں کہ وہ حج کے لیے جائے اسے وہی ثواب ملے گا۔ جماعت یہ حکم سن کر خوش ہوئی۔ اسی جماعت میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھیں حج کی قدرت نہ تھی وہ شکستہ دل ہوئے اور سب مل کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا سببِ غم بیان کیا کہ محروموں میں چند لوگ ہیں جو حج کرکے جہاد کی فضیلت سے بہرہ یاب ہوں گے۔ ہم میں نہ حج کرنے کی استطاعت ہے نہ جہاد کی قدرت، ہم کیا کریں؟

نماز جمعہ کے فضائل:

حضور علیہ السلام نے فرمایا، **الجمعة حج المساكين** یعنی مسکینوں کا حج جمعہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے اس سلسلے میں یہ بھی فرمایا، کہ جنگ تبوک میں ایک جماعت مکے شریف میں اپنے گھروں میں رہی اور کسی عذر کے سبب شرفِ جہاد سے مشرف نہ ہوسکی۔ اس حسرت کی بنا پر اس جماعت کے لوگوں نے ندامت کو اپنا شعار بنالیا تھا۔حضور علیہ السلام نے بطور بشارت فرمایا**ماقطعناوا دیا وما اصابنا شدۃ الاوھم معناً** یعنی ہم نے کوئی صحرا عبور نہیں کیا نہ ہمیں کوئی ایسی تکلیف پہنچی مگر یہ کہ وہ ہمارے ساتھ تھے، اس لیے کہ قصدو ارادے کے اعتبار سے شریک تھے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ میدان الٰہی کے مجاہد اور معرکۂ نامتناہی کے چالاک جوانوں کا لشکر کائنات کے بادشاہ اورفوجِ موجودات کے شہنشاہ کے ہاں اتنا بلند مرتبہ ہے کہ اگر اس کی شرح زمین کے درختوں کے پتوں پر اور گلزارِ آثار کی کتابوں میں لکھی جائے تو ناتمام رہے۔ جہاد باطنی جس کے بارے میں حضور علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں ایک دوسری حقیقت ہے۔ اس کے فضایل وصول الٰہی اور حصول نامتناہی کے تخت پر جلوس اور تمکن ہیں۔ قطعہ:

مبارزمی تواں گفتن کسے را
کہ سازدبر سپاہ خویش پیکار
جو نصرت یا بد او بر لشکرِ خویش
سپہ دارے بود عالی جہاندار

ترجمہ: لڑانے والا اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جو (اپنے نفس کی) فوج سے جنگ کرے جب وہ اپنے نفس کے لشکر پر فتح پائے گا تو وہ مجاہد بڑے مرتبے کا بادشاہ ہوگا۔

لطیفہ ۳۳

امت کے فرقوں کی خصوصیات اور ان کے مذاہبِ کثیرہ کی تفصیل
انسان کے ظاہری اور معنوی مراتب کا بیان

قال الاشرفؒ

سمی الامة امة لانها یجتمع علی حکم الشارع یعنی سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا کہ امت کا نام امت اس لیے ہوا کہ وہ بہر طور شارع کے حکم پر مجتمع ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اعلیٰ ترین دولت ونعمت جس سے انسان سرفراز فرمایا گیا ہے اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ یہ جماعت میدان الٰہی کی سوار اور مکان نامتناہی کی محافظ ہے اس لیے اس نعمت سے بہرہ مند ہوئی۔ مثنوی:

چہ دولت آں کسے کو از سعادت
بود در مذہبِ سنّت جماعت
مراتب نیست اعلیٰ زیں شعارش
مناصب نیست والا زیں دثارش
بسے بے دولت و ہنجار باشد
کہ سر مو از رہش سیّار باشد

ترجمہ: وہ شخص جو نیک بختی کے باعث اہل سنت وجماعت میں ہے بڑا صاحبِ دولت ہے۔ اس امتیازی نشان سے اعلیٰ تر کوئی رتبہ نہیں ہے نہ اس کی اس خلعت سے بہتر کوئی منصب ہے وہ شخص بہت ہی بے دولت اور بے قاعد ہوتا ہے جو اس مذہب کے راستے سے سرِ مو ہٹ جائے۔

قال علیه السلام، سیاتی زمان علیٰ امّتی یتفرق علیٰ ثلثة وسبعین فرقه، اثنان وسبعون منها هالک وواحد منها ناجة یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا قریب ہے کہ میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تہتر فرقوں میں منقسم

ہوجائے گی۔ ان میں سے بہتر ہلاک ہوجائیں گے اور اُن میں سے ایک نجات یافتہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مختلف مذاہب کے عقاید سے آگاہ ہونا فائدے سے خالی نہیں ہے تاکہ اعلیٰ اور ادنیٰ مذاہب میں تمیز کرسکے اور پیش کرنے والا بھی بن سکے۔ یہ لطیفہ سات اصناف پر تصنیف کیا گیا ہے۔

صنف اوّل۔ اہل سنت والجماعت کے مذہب یعنی ایمان، اسلام، توحید، مذاہبِ شریعت کے اعتقاد اور مجتہدوں کے اجتہاد کا بیان:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اہل سنت والجماعت دس امور کے معتقد ہیں۔ اوّل دونوں پیروں یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی افضلیت کے قائل ہیں دوم دونوں دامادوں یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بزرگی تسلیم کرتے ہیں۔ سوم دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور کعبے شریف کو محترم خیال کرتے ہیں۔ چہارم موزے پر مسح کرنے کو جائز مانتے ہیں۔ پنجم جنت اور دوزخ کے حقیقی ہونے کے قائل ہیں۔ ششم امام صالح ہو یا بد ہو دونوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں، ہفتم نیکی اور بدی کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتے ہیں۔ ہشتم بندہ فرماں بردار ہے یا خطا کار دونوں کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں۔ نہم نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی فرض سمجھتے ہیں دہم ظالم ہو یا عادل دونوں امیروں کی اطاعت کرتے ہیں۔

حضرت امام المسلمینؒ نے ''فقہ اکبر'' میں تحریر کیا ہے کہ توحید، معرفت، ایمان اور اسلام ان چار باتوں کو تسلیم کرنا مومن ہونے کی نشانی ہے، البتہ وہ بہتر فرقے جو باطل ہیں دراصل چھ ہیں، تفصیل یہ ہے:

(۱) رافضیہ، (۲) خارجیہ، (۳) قدریہ، (۴) جبریہ (۵) جہمیہ اور (۶) مرجیہ۔ ان میں ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں۔ اس طرح چھ کو بارہ سے ضرب دیں تو بہتر حاصل ہوتے ہیں، جیسا کہ بیان کیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صنفِ دوم۔ رافضیوں کے بارہ فرقوں کی تفصیل:

پہلا علویہ جو حضرت علیؓ کو نبی مانتے ہیں۔ دوسرا ابدیہ جو حضرت علی کو شریکِ نبوت کہتے ہیں۔ تیسرا شیعہ جو حضرت علیؓ کو دوسرے صحابہؓ سے زیادہ نہ چاہے اس کو کافر کہتے ہیں۔ چوتھا اسحاقیہ جو عالم کو کسی بھی زمانے میں نبی سے خالی نہیں مانتے یعنی ان کے نزدیک نبوت ختم نہیں ہوئی۔ پانچواں زیدیہ جو حضرت علیؓ کی اولاد کے علاوہ دوسرے کو امام نہیں مانتے۔ (جملہ نا خوانا) چھٹا عباسیہ جو حضرت عباسؓ اور عبدالمطلب کی اولاد کے سوا کسی کو حکومت کرنے کے لایق نہیں مانتے۔ ساتواں امامیہ جو زمین کو امام غیب داں سے خالی نہیں جانتے ان کے نزدیک امام فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ بنو ہاشم کے علاوہ نہیں ہوسکتا۔ آٹھواں نادمیہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو دوسرے سے فاضل خیال کرے وہ کافر

ہے۔ نواں تناسخیہ جو روحوں کو ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ دسواں لاعنیہ جو حضرت معاویہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ پر لعنت جایز قرار دیتے ہیں۔ گیارہواں راجعیہ جو کہتے ہیں کہ قیامت بر پا ہونے سے پہلے حضرت علیؓ دنیا میں آئیں گے۔ ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ بجلی کی کڑک، گھوڑے کی زین کا تنگ اور پرچم حضرت علیؓ کا کوڑا (تازیانہ) ہے۔ بارہواں متربّصیہ یہ مسلمان بادشاہوں کے خلاف بغاوت کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن یہ بارہ فرقے جن باتوں میں باہم متفق ہیں وہ یہ ہیں کہ نماز با جماعت ادا نہیں کرتے، موزے پر مسح نہیں کرتے، شیخینؓ پر لعنت کرتے ہیں اور دوسرے صحابہؓ سے بیزار ہیں، مگر حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ تنہا رسالت کا کام انجام نہیں دے سکتے تھے، حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کو برا کہتے ہیں اور انھیں مجتہد بھی نہیں مانتے، رحمت سے نا امید ہیں، تراویح نہیں پڑھتے، طلاق کے لیے مختلف الفاظ ادا کرتے ہیں اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نہیں رکھتے۔

صنفِ سوم۔ فرقۂ خارجیہ کے بیان میں:

پہلا ازرقیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ مومن خواب میں کوئی اچھی بات نہیں دیکھتا کیوں کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ دوسرا امامیہ، جو کہتے ہیں کہ قول، عمل، نیت اور سنّت ایمان ہے۔ تیسرا ثعلبیہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے کام ہماری مرضی کے مطابق ہیں، تقدیر و قضا کا ان میں دخل نہیں۔ چوتھا خازمیہ جو کہتے ہیں کہ فرض مجہول ہے اس کی فرضیت انجانی ہے۔ پانچواں خلقیہ جو کافروں سے جہاد نہیں کرتے۔ چھٹا کوزیہّ جو طہارت میں بے حد غلو کرتے ہیں اور غسل کرتے وقت اعضا کو رگڑتے ہیں۔ ساتواں کنزیہ جو مال جمع کر کے رکھتے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے کیوں کہ ان کے نزدیک فرض نہیں ہے۔ آٹھواں فرقہ معتزلہ کا ہے جو ہر دو امور سے بیزار ہیں اور کہتے ہیں تقدیر شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتی کہ اس میں ظلم ہوتا ہے اور یہ بھی نہیں کہتے کہ شر اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں ہے اگر ایسا کہیں تو اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت ہوتا ہے، یہ فرقہ میّت کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا قرآن کو حادث یعنی مخلوق کہتا ہے، اس کے نزدیک قرآن جو کچھ ہے وہ مخلوق بندوں کے افعال ہیں، مردے کو صدقے سے فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کا عقیدہ ہے کہ کسی ہستی کو ولایت اور شفاعت حاصل نہیں اور کہتے ہیں کہ معراج بیت المقدس تک ہوئی ہے، کتاب، حساب، میزان اور صراط کچھ نہیں ہے۔ فاسق مسلمان اعراف میں ہوں گے، ملائکہ مومنین سے زیادہ افضل ہیں، مومن اور کافر کی عقل برابر ہوتی ہے، رویتِ باری اور کرامتِ اولیا کے منکر ہیں۔ (اللہ تعالی) خلق کرتے وقت خالق اور رزق دیتے وقت رازق ہوتا ہے اس سے پیشتر نہیں ہوتا۔ وہ فی نفسہ عالم و قادر نہیں ہے اور علم و قدرت کی صفات نہیں رکھتا، جو شے عدم میں ہے وہ عدم میں رہے گی، دکھ کی بات ہے کہ اہل بہشت مریں گے، سوئیں گے اور میت ہو جائیں گے، مقتول اجل سے نہیں مرتا، قیامت کی نشانیوں کے، کہ دجال اور یا جوج ماجوج آئیں گے، منکر ہیں، طلاق شدہ عورت کو حلالے کے بغیر جایز قرار دیتے ہیں، عقل کو علم سے افضل کہتے ہیں، معراج شریف کی باتیں بے واسطۂ

حقیقت نہیں سنتے، ان کے نزدیک عرش سے مراد بلندی، کرسی سے مراد علم، دوسرے حجابات سے مراد رویت کی ممانعت ہے، لوح سے مراد تمام احکامات اور قلم سے مراد تقدیر ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے رسالت نہ تھی، رزق حرام نہیں ہوتا اور اسی کی مثل بہت سی باتیں معتزلہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے عقائد سے ان کو رسوا کرے۔ نواں فرقہ میمونیہ ہے جو کہتے ہیں غیب پر ایمان لانا باطل ہے۔ دسواں محکمیہ ہے جو کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کا مخلوق پر کوئی حکم نہیں ہے۔ گیارہواں احسیّہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں اعمال کا بدلہ نہیں ملے گا بارھواں شمراخیہ ہے جو کہتے ہیں کہ عورتیں خوشبو کی مانند ہیں جس کا جی چاہے سونگھے، نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ خارجیہ فرقے بھی بعض مسائل میں باہم متفق ہیں مثلاً جماعت کو جایز قرار نہیں دیتے۔ گناہ گار مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ ظالم بادشاہ پر خروج کرتے ہیں (لڑتے ہیں)۔

صنفِ چہارم۔ فرقۂ جبریہ کے بیان میں:

پہلا فرقہ مضطریہ جو خیر و شر کو حق تعالیٰ کی طرف سے خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ خیر سے کوئی ثواب ملتا ہے اور نہ شر سے عذاب۔ دوسرا افعالیہ ہے جو کہتے ہیں کہ فعل بندے سے سرزد ہوتا ہے لیکن اسے اس فعل پر قدرت نہیں ہے۔ تیسرا معیّہ ہے جو کہتے ہیں کہ قدرت اور فعل دونوں ساتھ ہیں اور بندہ دونوں کا حامل ہے۔ چوتھا فرقہ مفروغیہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو ہونا ہوتا ہے وہ ہوجاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، بندے سے پیدا نہیں ہوتی۔ پانچواں مطمئنہ ہے جو کہتے ہیں کہ (حقیقی) خیر وہ ہے جس سے نفس مطمئن ہو۔ چھٹا نجاریہ ہے ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کو) اپنے علم پر پیدا کیا معلوم پر پیدا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے افعال کی نسبت سے عذاب دیتا ہے ان کے افعال کی نسبت سے نہیں۔ ساتواں فرقہ کسبیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ثواب یا عذاب اچھے یا برے عمل کی نسبت سے ملتا ہے زیادہ نہیں دیا جاتا۔ آٹھواں فرقہ سابقیہ ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ نیک بختی یا بدبختی ہمارے وجود سے پہلے مقرر ہوچکی تھی۔ اطاعت و معصیت کا نہ فائدہ ہے اور نہ نقصان۔ نواں فرقہ حبیبیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ دوست دوست کو عذاب نہیں دیتا، ہم اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ دسواں خوفیہ جو کہتے ہیں کہ دوست دوست کو نہیں ڈراتا۔ گیارہواں فکریہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس کا علم زیادہ ہوتا ہے اس سے عبادت ساقط ہوجاتی ہے، لوگوں پر واجب ہے کہ جس کی جتنی ضرورت ہے اسے پورا کرنے میں مدد کریں پس وہ لوگوں کے مال میں شریک ہوجاتا ہے اگر مدد نہ کریں تو ظالم نہیں ہوتے۔ بارھواں فرقہ حبسیہ ہے جو کہتے ہیں کہ زاہد کے لیے مال میں تقسیم نہیں ہے۔

صنف پنجم۔ فرقۂ جہمیہ کے بارہ فرقوں کا بیان:

پہلا فرقہ معطلیہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی صفات مخلوق ہیں۔ دوسرا مراقیہ ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر ہے۔ تیسرا مرقیہ ہے جو کہتے ہیں کہ اہل دوزخ اس طرح جلتے ہیں کہ آگ میں کوئی شخص باقی نہیں

رہتا۔ چوتھا فرقہ مخلوقیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ قرآن مخلوق (حادث) ہے۔ پانچواں واردیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص دوزخ میں گیا واپس نہیں آتا، مومن دوزخ میں نہیں جائے گا۔ چھٹا عربیہ ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاکم تھے رسول نہ تھے (نعوذ باللہ)۔ ساتواں فانیہ ہے جو کہتے ہیں کہ بہشت و دوزخ فنا ہوجائیں گے۔ آٹھواں زنادقیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ معراج روحانی تھی، رویت دنیا میں ہوگی آخرت میں نہ ہوگی، عالم قدیم اور معدوم ہونے والی شے ہے۔ نواں فرقہ لفظیہ ہے جو کہتے ہیں قرآن قاری کا کلام ہے خدا کا کلام نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ گندی بات ہے، بے شک قرآن کلام اللہ ہے۔ دسواں قبریہ ہے، یہ عذاب قبر کے منکر ہیں۔ گیارھواں واقفیہ ہے جو قرآن کے مسئلے میں اس کے قدیم یا حادث ہونے پر خاموش ہیں۔ بارھواں فرقہ متراصبیہ ہے جو کہتے ہیں کہ علم، قدرت اور مشیّت مخلوق (حادث) ہیں اور خلق غیر مخلوق ہے، لیکن یہ فرقے بھی بعض مسائل میں ایک دوسرے سے متفق ہیں کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے زبان سے نہیں، یہ فرقے منکر نکیر کے سوال، موت کے فرشتے کی آمد اور موسیٰ علیہ السلام کے خدا سے تکلم کے بھی منکر ہیں۔

صنف ششم۔ مرجیہ کے بارہ فرقوں کا بیان:

پہلا فرقہ تارکیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایمان لے آئے تو اس کے بعد کوئی بات اس پر فرض نہیں ہے۔ دوسرا شائیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص ایک بار لا الہ الا اللّٰہ کہہ دے (وہ کافی ہے) پھر خواہ طاعت کرے یا گناہ کرے۔ تیسرا راجیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ کوئی بندہ فرمانبرداری کرنے سے فرماں بردار نہیں کہلاتا نہ گناہ کرنے سے اس کا نام گنہگار ہوتا ہے کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ آیندہ اس کے خلاف کرے۔ چوتھا شاکیہ ہے، ان کا خیال ہے کہ علم میں شک ہے اور ایمان بے شبہہ ہے۔ پانچواں حصبیّہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے، جو شخص جملہ اوامر و نواہی سے ناواقف ہے کافر ہے۔ چھٹا فرقہ عملیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے۔ ساتواں سنتوسیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے۔ آٹھواں مستثنیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اِن شاء اللہ۔ نواں امریہ ہے جو کہتے ہیں کہ قیاس کرنا باطل ہے لایق دلیل نہیں ہوتا۔ دسواں بدعیہ ہے جو کہتے ہیں کہ بادشاہ کا حکم بجالانا چاہیے خواہ گناہ ہی ہو۔ گیارھواں مشبّہہ ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اور دلیل یہ کہ ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ یعنی تحقیق کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ بارھواں فرقہ حشویہ ہے جو کہتے ہیں کہ واجب، سنت اور نفل یکساں ہیں۔[1]

حضرت امام ابو القاسم رازی نے اپنے رسالے میں سات دوسرے فرقوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں اوّل کرامیہ جو کہتے ہیں کہ ایمان کا اقرار زبان سے ہوتا ہے دل سے نہیں، مردے کو قبر میں بٹھا دیتے ہیں، سوال نہیں پوچھے

[1] مطبوعہ نسخے میں فرقۂ قدریہ کے بارہ فرقوں کی کوئی تفصیل نہیں ہے، اس طرح تہتر فرقوں کی تفصیل کے بجائے اس میں اہل سنت والجماعت کو ملا کر اکسٹھ فرقوں کا ذکر آیا ہے۔ ممکن ہے کسی اور خطّی نسخے میں ان کا ذکر ہو۔

جاتے، معراج سونے چاندی سے مرصّع سیڑھی تھی، ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، جو کچھ آسمانی کتابوں میں ہے وہی قرآنی حکایات ہیں، عرش خدا کے بیٹھنے کی جگہ ہے، وہ جسم رکھتا ہے اور اس کا عرش پر راست ہونا بیان کیا گیا ہے، موت کا فرشتہ تھک جاتا ہے، معرفت کا نور مخلوق کے دل اور زبان میں ہوتا ہے، ہمارا امام سوائے قریشی کے دوسرا نہیں ہوتا۔ رسول اپنی ذات سے مخلوق پر حجت نہیں ہوتا مگر معجزے کے ساتھ اور کرسی دو پاؤں رکھنے کی جگہ ہے۔ دوم دہریہ جو طبیعت کو قدیم کہتے ہیں، ستاروں کو فاعل مختار مانتے ہیں۔ لوگ جو خواب دیکھتے ہیں اس کی حقیقی تعبیر نہیں جانتے، قرآن، احادیث، صحابہؓ، ستاروں کی تقدیر، قبلہ، محراب اور طہارت سب میں شک[1] کرتے ہیں۔ سوم منابیہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کے نزدیک بندے کا کافر ہونا روا ہے یا خلق کے نزدیک یا دونوں کے نزدیک۔ چہارم اباحیہ، جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت دنیا میں ہوتی ہے، ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، گناہ سے مومن کا نقصان نہیں ہوتا اور دوستی کی تکلیف اٹھا کر خاتمے سے ڈرتے ہیں۔ پنجم باطنیہ جو قیامت کے بارے میں احادیث کی تاویل کرتے ہیں۔ ششم براہیمیہ جو رسولوں کی رسالت کی منکر ہیں ہفتم اشعریہ جو کہتے ہیں کہ عقل ضروری علم کی ایک قسم ہے، اشعریہ مراتب معتزلہ کی شاخ ہے۔

مراتب انسانی کا بیان:

مراتب انسانی کا ذکر آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مراتب انسانی سے مراد حضراتِ خمسہ اور تنزلات ستہ ہیں تو حضرات خمسہ کی تشریح اس لطیفے میں ہو چکی ہے جس کا عنوان ''اصطلاحات و مراتب وسلوک'' ہے۔ اگر مراتب سے مراد انسانی اوصاف ہیں جیسے اس حدیث میں وارد ہوئے ہیں (تو اب بیان کیے جاتے ہیں)۔

''حضور علیہ السلام نے فرمایا، میری امت تین اقسام پر ہے ایک قسم ہے جو انبیا (علیہم السلام) سے مشابہت رکھتی ہے۔ دوسری قسم ملائکہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ تیسری قسم چوپایوں سے مشابہت رکھتی ہے۔ پس جو لوگ انبیا کے مشابہ ہیں ان کا مقصود صلوٰۃ، زکوٰۃ اور صدقہ ہے۔ جو لوگ ملائکہ سے مشابہ ہیں ان کا مقصود تسبیح، تہلیل اور تمجید ہے، جو لوگ چوپایوں سے مشابہ ہیں ان کا مقصود کھانا، پینا اور سونا ہے۔''

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ معنوی انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات وتعریفات سے موصوف ومعروف ہو، اور سلوک کے حقایق نیز درویش کے رموز کے شرف سے مشرف کیا گیا ہو۔ ظاہری انسان وہ ہے جس کی زندگی مذکورہ اوصاف وکمالات کے برعکس ہو، اور مجازی اسلام وایمان سے بھی بہرہ ور نہ ہو۔ ابیات:

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۱۷ سطر ۷) پر ''درہمہ شا کی باشند'' نقل ہوا ہے۔ مترجم کا قیاس ہے کہ سہو کتابت سے شکی کے بجائے شا کی لکھ دیا گیا ہے۔ اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

دراں وقتے کہ انساں آفریدند
درو وصفے دو پنہاں آفریدند

ترجمہ: جس وقت (اللہ تعالیٰ نے) انسان کو پیدا کیا، اس کے اندر دو پوشیدہ خوبیاں بھی رکھیں۔

یکے آثارِ وجدانِ خدائی
کہ باشد بہرِ عرفاں راگواہی

ترجمہ: ایک فطری وجدان کے آثار تاکہ وہ عرفان الٰہی کی گواہی دے سکیں۔

دوم اوصافِ حرمانی سرشتند
کہ زاں آثار در دوزخ بہشتند

ترجمہ: دوسری خوبی یہ کہ اس کی سرشت میں محرومی کا وصف رکھا اس لیے کہ ان آثار سے عذاب میں چھوڑ دیا جائے۔

اگر اولست مغشیش دارد
دگر از ثانیست صورت نگارد

ترجمہ: اگر پہلی خوبی (فطری وجدان) کا اثر اسے بے ہوش کردے تو دوسری خوبی (محرومی کا احساس) نقش ونگار بناتا رہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بازارِ روزگار میں انسانوں کی ایک کسوٹی مقرر کردی گئی ہے۔ اگر انسان چاہے تو اپنے جواہر سے آشنا اور اپنے گوہر سے آگاہ ہوسکتا ہے۔ خود کو اس کسوٹی پر پرکھنے سے اس کی قدرو قیمت عیاں ہوجائے گی۔ ابیات:

خلقتِ مخلوق را اے ہوشیار
یاز نورِ پاک داں یا خود زنار

اے صاحب ہوش تم مخلوق کی پیدائش کو خواہ پاک نور سے جانو یا آگ سے سمجھو۔

ایں یکے لطف ست وآں دیگر غضب
ایں یکے در امن وآں دیگر تعب

یہ ایک لطف وکرم ہے اور دوسرا غضب وقہر ہے۔ یہ ایک امن وامان ہے اور دوسرا عذاب۔

جنس سوئے جنس خود طامع شود
ہر یکے با اصل خود راجع شود

ہر جنس اپنی جنس کی طرف راغب ہوتی ہے، ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

گر تومی خواہی کہ دانی قدر خویش
کہ زلطفے یاز خشم یار پیش

اگر تو چاہتا ہے کہ اپنی قدر و قیمت معلوم ہوجائے تو دوست کے روبرو پیش ہو اس کی مہر بانی اور ناخوشی معلوم ہوجائے گی۔

بہ زتو کس کے شناسد طبع تو
تو شناسی خویشتن رامو بمو

تجھ سے بہتر کون تیری طبیعت کو جان سکتا ہے۔ تو اپنے جسم کے روئیں روئیں سے واقف ہے۔

ہمتِ خود بیں کہ درچہ غالبست
سوئے حق یا سوئے دنیا راغبست

اپنی ہمت پر غور کر کہ اس میں کون سا احساس غالب ہے۔ تیری ہمت مائل بہ حق ہے یا دنیا سے رغبت رکھتی ہے۔

گر سوے دنیا ست میلِ تو بدی
ورسوے حق ست ہمت اسعدی

اگر دنیا کی طرف ہے تو تیری یہ رغبت بری ہے اگر ہمت حق تعالیٰ کی طرف ہے تو نیک ہے۔

مرد معنی طالبِ یزداں بود
ور نباشد صورتِ بے جاں بود

مرد معنی اللہ تعالیٰ کا طالب ہوتا ہے اگر طالبِ حق نہیں تو بے روح جسم ہے۔

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ
مابقی تو استخوان و ریشۂ

اے بھائی تو اسی اندیشے میں مبتلا ہے کہ تیری ہڈیاں اور ریشے باقی رہ جائیں۔

لطیفہ ۳۳

امت کے فرقوں کی خصوصیات اور ان کے مذاہبِ کثیرہ کی تفصیل
انسان کے ظاہری اور معنوی مراتب کا بیان

قال الاشرفؒ

سمی الامة امة لانها یجتمع علی حکم الشارع یعنی سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا کہ امت کا نام امت اس لیے ہوا کہ وہ بہر طور شارع کے حکم پر مجتمع ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اعلیٰ ترین دولت ونعمت جس سے انسان سرفراز فرمایا گیا ہے اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ یہ جماعت میدان الٰہی کی سوار اور مکان نامتناہی کی محافظ ہے اس لیے اس نعمت سے بہرہ مند ہوئی۔ مثنوی:

چہ دولت آں کسے کو از سعادت
بود در مذہبِ سنّت جماعت
مراتب نیست اعلیٰ زیں شعارش
مناصب نیست والا زیں دثارش
بسے بے دولت و ہنجار باشد
کہ سر مو از رہش سیّار باشد

ترجمہ: وہ شخص جو نیک بختی کے باعث اہل سنت وجماعت میں ہے بڑا صاحبِ دولت ہے۔ اس امتیازی نشان سے اعلیٰ تر کوئی رتبہ نہیں ہے نہ اس کی اس خلعت سے بہتر کوئی منصب ہے وہ شخص بہت ہی بے دولت اور بے قاعد ہوتا ہے جو اس مذہب کے راستے سے سرِ مو ہٹ جائے۔

قال علیه السلام، سیاتی زمان علیٰ امّتی یتفرق علیٰ ثلثة وسبعین فرقه، اثنان وسبعون منها هالک وواحد منها ناجة یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا قریب ہے کہ میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تہتر فرقوں میں منقسم

ہوجائے گی۔ ان میں سے بہتر ہلاک ہوجائیں گے اور اُن میں سے ایک نجات یافتہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرأ فرماتے تھے کہ مختلف مذاہب کے عقاید سے آ گاہ ہونا فائدے سے خالی نہیں ہے تا کہ اعلیٰ اور ادنیٰ مذاہب میں تمیز کرسکے اور پیش کرنے والا بھی بن سکے۔ یہ لطیفہ سات اصناف پر تصنیف کیا گیا ہے۔

صنف اوّل۔ اہل سنت والجماعت کے مذہب یعنی ایمان، اسلام، توحید، مذاہبِ شریعت کے اعتقاد اور مجتہدوں کے اجتہاد کا بیان:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اہل سنت والجماعت دس امور کے معتقد ہیں۔ اوّل دونوں پیروں یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی افضلیت کے قائل ہیں دوم دونوں دامادوں یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بزرگی تسلیم کرتے ہیں۔ سوم دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور کعبے شریف کو محترم خیال کرتے ہیں۔ چہارم موزے پر مسح کرنے کو جائز مانتے ہیں۔ پنجم جنت اور دوزخ کے حقیقی ہونے کے قائل ہیں۔ ششم امام صالح ہو یا بد ہو دونوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں، ہفتم نیکی اور بدی کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتے ہیں۔ ہشتم بندہ فرماں بردار ہے یا خطا کار دونوں کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں۔ نہم نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی فرض سمجھتے ہیں دہم ظالم ہو یا عادل دونوں امیروں کی اطاعت کرتے ہیں۔

حضرت امام المسلمینؒ نے ''فقہ اکبر'' میں تحریر کیا ہے کہ توحید، معرفت، ایمان اور اسلام ان چار باتوں کو تسلیم کرنا مومن ہونے کی نشانی ہے، البتہ وہ بہتر فرقے جو باطل ہیں دراصل چھ ہیں، تفصیل یہ ہے:

(۱) رافضیہ، (۲) خارجیہ، (۳) قدریہ، (۴) جبریہ (۵) جہمیہ اور (۶) مرجیہ۔ ان میں ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں۔ اس طرح چھ کو بارہ سے ضرب دیں تو بہتر حاصل ہوتے ہیں، جیسا کہ بیان کیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صنفِ دوم۔ رافضیوں کے بارہ فرقوں کی تفصیل:

پہلا علویہ جو حضرت علیؓ کو نبی مانتے ہیں۔ دوسرا ابدیہ جو حضرت علی کو شریکِ نبوت کہتے ہیں۔ تیسرا شیعہ جو حضرت علیؓ کو دوسرے صحابہؓ سے زیادہ نہ چاہے اس کو کافر کہتے ہیں۔ چوتھا اسحاقیہ جو عالم کو کسی بھی زمانے میں نبی سے خالی نہیں مانتے یعنی ان کے نزدیک نبوت ختم نہیں ہوئی۔ پانچواں زیدیہ جو حضرت علیؓ کی اولاد کے علاوہ دوسرے کو امام نہیں مانتے۔(جملہ نا خوانا) چھٹا عباسیہ جو حضرت عباسؓ اور عبدالمطلب کی اولاد کے سوا کسی کو حکومت کرنے کے لایق نہیں مانتے۔ ساتواں امامیہ جو زمین کو امام غیب داں سے خالی نہیں جانتے ان کے نزدیک امام فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ بنو ہاشم کے علاوہ نہیں ہوسکتا۔ آٹھواں نادمیہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو دوسرے سے فاضل خیال کرے وہ کافر

ہے۔ نواں تناسخیہ جو روحوں کو ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ دسواں لاعنیہ جو حضرت معاویہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ پر لعنت جایز قرار دیتے ہیں۔ گیارہواں راجعیہ جو کہتے ہیں کہ قیامت بر پا ہونے سے پہلے حضرت علیؓ دنیا میں آئیں گے۔ ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ بجلی کی کڑک، گھوڑے کی زین کا تنگ اور پرچم حضرت علیؓ کا کوڑا (تازیانہ) ہے۔ بارہواں متربّصیہ یہ مسلمان بادشاہوں کے خلاف بغاوت کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن یہ بارہ فرقے جن باتوں میں باہم متفق ہیں وہ یہ ہیں کہ نماز با جماعت ادا نہیں کرتے، موزے پر مسح نہیں کرتے، شیخینؓ پر لعنت کرتے ہیں اور دوسرے صحابہؓ سے بیزار ہیں، مگر حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ تنہا رسالت کا کام انجام نہیں دے سکتے تھے، حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کو برا کہتے ہیں اور انھیں مجتہد بھی نہیں مانتے، رحمت سے نا امید ہیں، تراویح نہیں پڑھتے، طلاق کے لیے مختلف الفاظ ادا کرتے ہیں اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نہیں رکھتے۔

صنفِ سوم۔ فرقۂ خارجیہ کے بیان میں:

پہلا ازرقیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ مومن خواب میں کوئی اچھی بات نہیں دیکھتا کیوں کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ دوسرا امامیہ، جو کہتے ہیں کہ قول، عمل، نیت اور سنّت ایمان ہے۔ تیسرا ثعلبیہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے کام ہماری مرضی کے مطابق ہیں، تقدیر و قضا کا ان میں دخل نہیں۔ چوتھا خازمیہ جو کہتے ہیں کہ فرض مجہول ہے اس کی فرضیت انجانی ہے۔ پانچواں خلقیہ جو کافروں سے جہاد نہیں کرتے۔ چھٹا کوزیہّ جو طہارت میں بے حد غلو کرتے ہیں اور غسل کرتے وقت اعضا کو رگڑتے ہیں۔ ساتواں کنزیہ جو مال جمع کر کے رکھتے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے کیوں کہ ان کے نزدیک فرض نہیں ہے۔ آٹھواں فرقہ معتزلہ کا ہے جو ہر دو امور سے بیزار ہیں اور کہتے ہیں تقدیر شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتی کہ اس میں ظلم ہوتا ہے اور یہ بھی نہیں کہتے کہ شر اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں ہے اگر ایسا کہیں تو اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت ہوتا ہے، یہ فرقہ میّت کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا قرآن کو حادث یعنی مخلوق کہتا ہے، اس کے نزدیک قرآن جو کچھ ہے وہ مخلوق بندوں کے افعال ہیں، مردے کو صدقے سے فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کا عقیدہ ہے کہ کسی ہستی کو ولایت اور شفاعت حاصل نہیں اور کہتے ہیں کہ معراج بیت المقدس تک ہوئی ہے، کتاب، حساب، میزان اور صراط کچھ نہیں ہے۔ فاسق مسلمان اعراف میں ہوں گے، ملائکہ مومنین سے زیادہ افضل ہیں، مومن اور کافر کی عقل برابر ہوتی ہے، رویتِ باری اور کرامتِ اولیا کے منکر ہیں۔ (اللہ تعالیٰ) خلق کرتے وقت خالق اور رزق دیتے وقت رازق ہوتا ہے اس سے پیشتر نہیں ہوتا۔ وہ فی نفسہ عالم و قادر نہیں ہے اور علم و قدرت کی صفات نہیں رکھتا، جو شے عدم میں ہے وہ عدم میں رہے گی، دکھ کی بات ہے کہ اہل بہشت مریں گے، سوئیں گے اور میت ہو جائیں گے، مقتول اجل سے نہیں مرتا، قیامت کی نشانیوں کے، کہ دجال اور یاجوج ماجوج آئیں گے، منکر ہیں، طلاق شدہ عورت کو حلالے کے بغیر جایز قرار دیتے ہیں، عقل کو علم سے افضل کہتے ہیں، معراج شریف کی باتیں بے واسطۂ

حقیقت نہیں سنتے، ان کے نزدیک عرش سے مراد بلندی، کرسی سے مراد علم، دوسرے حجابات سے مراد رویت کی ممانعت ہے، لوح سے مراد تمام احکامات اور قلم سے مراد تقدیر ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے رسالت نہ تھی، رزق حرام نہیں ہوتا اور اسی کی مثل بہت سی باتیں معتزلہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے عقائد سے ان کو رسوا کرے۔ نواں فرقہ میمونیہ ہے جو کہتے ہیں غیب پر ایمان لانا باطل ہے۔ دسواں محکمیہ ہے جو کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کا مخلوق پر کوئی حکم نہیں ہے۔ گیارھواں احسیّہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں اعمال کا بدلہ نہیں ملے گا بارھواں شمراخیہ ہے جو کہتے ہیں کہ عورتیں خوشبو کی مانند ہیں جس کا جی چاہے سونگھے، نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ خارجیہ فرقے بھی بعض مسائل میں باہم متفق ہیں مثلاً جماعت کو جایز قرار نہیں دیتے۔ گناہ گار مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ ظالم بادشاہ پر خروج کرتے ہیں (لڑتے ہیں)۔

صنفِ چہارم۔ فرقۂ جبریہ کے بیان میں:

پہلا فرقہ مضطریہ جو خیر و شر کو حق تعالیٰ کی طرف سے خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ خیر سے کوئی ثواب ملتا ہے اور نہ شر سے عذاب۔ دوسرا افعالیہ ہے جو کہتے ہیں کہ فعل بندے سے سرزد ہوتا ہے لیکن اسے اس فعل پر قدرت نہیں ہے۔ تیسرا معیّہ ہے جو کہتے ہیں کہ قدرت اور فعل دونوں ساتھ ہیں اور بندہ دونوں کا حامل ہے۔ چوتھا فرقہ مفروغیہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو ہونا ہوتا ہے وہ ہوجاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، بندے سے پیدا نہیں ہوتی۔ پانچواں مطمئنہ ہے جو کہتے ہیں کہ (حقیقی) خیر وہ ہے جس سے نفس مطمئن ہو۔ چھٹا نجاریہ ہے ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کو) اپنے علم پر پیدا کیا معلوم پر پیدا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے افعال کی نسبت سے عذاب دیتا ہے ان کے افعال کی نسبت سے نہیں۔ ساتواں فرقہ کسبیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ثواب یا عذاب اچھے یا برے عمل کی نسبت سے ملتا ہے زیادہ نہیں دیا جاتا۔ آٹھواں فرقہ سابقیہ ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ نیک بختی یا بدبختی ہمارے وجود سے پہلے مقرر ہوچکی تھی۔ اطاعت و معصیت کا نہ فائدہ ہے اور نہ نقصان۔ نواں فرقہ حبیبیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ دوست دوست کو عذاب نہیں دیتا، ہم اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ دسواں خوفیہ جو کہتے ہیں کہ دوست دوست کو نہیں ڈراتا۔ گیارھواں فکریہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس کا علم زیادہ ہوتا ہے اس سے عبادت ساقط ہوجاتی ہے، لوگوں پر واجب ہے کہ جس کی جتنی ضرورت ہے اسے پورا کرنے میں مدد کریں پس وہ لوگوں کے مال میں شریک ہوجاتا ہے اگر مدد نہ کریں تو ظالم نہیں ہوتے۔ بارھواں فرقہ حبسیہ ہے جو کہتے ہیں کہ زاہد کے لیے مال میں تقسیم نہیں ہے۔

صنف پنجم۔ فرقۂ جہمیہ کے بارہ فرقوں کا بیان:

پہلا فرقہ معطلیہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی صفات مخلوق ہیں۔ دوسرا مراقیہ ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر ہے۔ تیسرا مرقیہ ہے جو کہتے ہیں کہ اہل دوزخ اس طرح جلتے ہیں کہ آگ میں کوئی شخص باقی نہیں

رہتا۔ چوتھا فرقہ مخلوقیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ قرآن مخلوق (حادث) ہے۔ پانچواں واردیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص دوزخ میں گیا واپس نہیں آتا، مومن دوزخ میں نہیں جائے گا۔ چھٹا عربیہ ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاکم تھے رسول نہ تھے (نعوذ باللہ)۔ ساتواں فانیہ ہے جو کہتے ہیں کہ بہشت و دوزخ فنا ہوجائیں گے۔ آٹھواں زنادقیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ معراج روحانی تھی، رویت دنیا میں ہوگی آخرت میں نہ ہوگی، عالم قدیم اور معدوم ہونے والی شے ہے۔ نواں فرقہ لفظیہ ہے جو کہتے ہیں قرآن قاری کا کلام ہے خدا کا کلام نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ گندی بات ہے، بے شک قرآن کلام اللہ ہے۔ دسواں قبریہ ہے، یہ عذاب قبر کے منکر ہیں۔ گیارھواں واقفیہ ہے جو قرآن کے مسئلے میں اس کے قدیم یا حادث ہونے پر خاموش ہیں۔ بارھواں فرقہ متراصبیہ ہے جو کہتے ہیں کہ علم، قدرت اور مشیّت مخلوق (حادث) ہیں اور خلق غیر مخلوق ہے، لیکن یہ فرقے بھی بعض مسائل میں ایک دوسرے سے متفق ہیں کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے زبان سے نہیں، یہ فرقے منکر نکیر کے سوال، موت کے فرشتے کی آمد اور موسیٰ علیہ السلام کے خدا سے تکلم کے بھی منکر ہیں۔

صنف ششم۔ مرجیہ کے بارہ فرقوں کا بیان:

پہلا فرقہ تارکیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایمان لے آئے تو اس کے بعد کوئی بات اس پر فرض نہیں ہے۔ دوسرا شائیہ ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص ایک بار لا الہ الا اللّٰہ کہہ دے (وہ کافی ہے) پھر خواہ طاعت کرے یا گناہ کرے۔ تیسرا راجیہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ کوئی بندہ فرمانبرداری کرنے سے فرماں بردار نہیں کہلاتا نہ گناہ کرنے سے اس کا نام گنہگار ہوتا ہے کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ آیندہ اس کے خلاف کرے۔ چوتھا شاکیہ ہے، ان کا خیال ہے کہ علم میں شک ہے اور ایمان بے شبہہ ہے۔ پانچواں حصبیّہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے، جو شخص جملہ اوامر ونواہی سے ناواقف ہے کافر ہے۔ چھٹا فرقہ عملیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے۔ ساتواں سنتوسیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے۔ آٹھواں مستثنیہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اِن شاء اللہ۔ نواں امریہ ہے جو کہتے ہیں کہ قیاس کرنا باطل ہے لایق دلیل نہیں ہوتا۔ دسواں بدعیہ ہے جو کہتے ہیں کہ بادشاہ کا حکم بجالانا چاہیے خواہ گناہ ہی ہو۔ گیارھواں مشبہّہ ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اور دلیل یہ کہ ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ یعنی تحقیق کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ بارھواں فرقہ حشویہ ہے جو کہتے ہیں کہ واجب، سنت اور نفل یکساں ہیں۔[1]

حضرت امام ابوالقاسم رازی نے اپنے رسالے میں سات دوسرے فرقوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں اوّل کرامیہ جو کہتے ہیں کہ ایمان کا اقرار زبان سے ہوتا ہے دل سے نہیں، مردے کو قبر میں بٹھا دیتے ہیں، سوال نہیں پوچھے

---

[1] مطبوعہ نسخے میں فرقۂ قدریہ کے بارہ فرقوں کی کوئی تفصیل نہیں ہے، اس طرح تہتر فرقوں کی تفصیل کے بجائے اس میں اہل سنت والجماعت کو ملا کر اکسٹھ فرقوں کا ذکر آیا ہے۔ ممکن ہے کسی اور خطّی نسخے میں ان کا ذکر ہو۔

جاتے، معراج سونے چاندی سے مرصّع سیڑھی تھی، ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، جو کچھ آسمانی کتابوں میں ہے وہی قرآنی حکایات ہیں، عرش خدا کے بیٹھنے کی جگہ ہے، وہ جسم رکھتا ہے اور اس کا عرش پر راست ہونا بیان کیا گیا ہے، موت کا فرشتہ تھک جاتا ہے، معرفت کا نور مخلوق کے دل اور زبان میں ہوتا ہے، ہمارا امام سوائے قریشی کے دوسرا نہیں ہوتا۔ رسول اپنی ذات سے مخلوق پر حجت نہیں ہوتا مگر معجزے کے ساتھ اور کرسی دو پاؤں رکھنے کی جگہ ہے۔ دوم دہریہ جو طبیعت کو قدیم کہتے ہیں، ستاروں کو فاعل مختار مانتے ہیں۔ لوگ جو خواب دیکھتے ہیں اس کی حقیقی تعبیر نہیں جانتے، قرآن، احادیث، صحابہؓ، ستاروں کی تقدیر، قبلہ، محراب اور طہارت سب میں شک[1] کرتے ہیں۔ سوم منابیہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کے نزدیک بندے کا کافر ہونا روا ہے یا خلق کے نزدیک یا دونوں کے نزدیک۔ چہارم اباحیہ، جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت دنیا میں ہوتی ہے، ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، گناہ سے مومن کا نقصان نہیں ہوتا اور دوستی کی تکلیف اٹھا کر خاتمے سے ڈرتے ہیں۔ پنجم باطنیہ جو قیامت کے بارے میں احادیث کی تاویل کرتے ہیں۔ ششم براہیمیہ جو رسولوں کی رسالت کی منکر ہیں ہفتم اشعریہ جو کہتے ہیں کہ عقل ضروری علم کی ایک قسم ہے، اشعریہ مراتب معتزلہ کی شاخ ہے۔

مراتب انسانی کا بیان:

مراتب انسانی کا ذکر آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مراتب انسانی سے مراد حضراتِ خمسہ اور تنزلات ستہ ہیں تو حضرات خمسہ کی تشریح اس لطیفے میں ہوچکی ہے جس کا عنوان ''اصطلاحات و مراتب وسلوک'' ہے۔ اگر مراتب سے مراد انسانی اوصاف ہیں جیسے اس حدیث میں وارد ہوئے ہیں (تو اب بیان کیے جاتے ہیں)۔

''حضور علیہ السلام نے فرمایا، میری امت تین اقسام پر ہے ایک قسم ہے جو انبیا (علیہم السلام) سے مشابہت رکھتی ہے۔ دوسری قسم ملائکہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ تیسری قسم چوپایوں سے مشابہت رکھتی ہے۔ پس جو لوگ انبیا کے مشابہ ہیں ان کا مقصود صلوٰۃ، زکوٰۃ اور صدقہ ہے۔ جو لوگ ملائکہ سے مشابہ ہیں ان کا مقصود تسبیح، تہلیل اور تمجید ہے، جو لوگ چوپایوں سے مشابہ ہیں ان کا مقصود کھانا، پینا اور سونا ہے۔''

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ معنوی انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات وتعریفات سے موصوف ومعروف ہو، اور سلوک کے حقایق نیز درویش کے رموز کے شرف سے مشرف کیا گیا ہو۔ ظاہری انسان وہ ہے جس کی زندگی مذکورہ اوصاف وکمالات کے برعکس ہو، اور مجازی اسلام وایمان سے بھی بہرہ ور نہ ہو۔ ابیات:

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۱۷۲ سطر ۷) پر ''درہمہ شاکی باشند'' نقل ہوا ہے۔ مترجم کا قیاس ہے کہ سہو کتابت سے شکی کے بجائے شاکی لکھ دیا گیا ہے۔ اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

دراں وقتے کہ انساں آفریدند
درو وصفے دو پنہاں آفریدند

ترجمہ: جس وقت (اللہ تعالیٰ نے) انسان کو پیدا کیا، اس کے اندر دو پوشیدہ خوبیاں بھی رکھیں۔

یکے آثارِ وجدانِ خدائی
کہ باشد بہرِ عرفاں راگواہی

ترجمہ: ایک فطری وجدان کے آثار تاکہ وہ عرفان الٰہی کی گواہی دے سکیں۔

دوم اوصافِ حرمانی سرشتند
کہ زاں آثار در دوزخ بہشتند

ترجمہ: دوسری خوبی یہ کہ اس کی سرشت میں محرومی کا وصف رکھا اس لیے کہ ان آثار سے عذاب میں چھوڑ دیا جائے۔

اگر اولست مغشییش دارد
دگر از ثانیست صورت نگارد

ترجمہ: اگر پہلی خوبی (فطری وجدان) کا اثر اسے بے ہوش کردے تو دوسری خوبی (محرومی کا احساس) نقش ونگار بناتا رہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بازارِ روزگار میں انسانوں کی ایک کسوٹی مقرر کردی گئی ہے۔ اگر انسان چاہے تو اپنے جواہر سے آشنا اور اپنے گوہر سے آگاہ ہوسکتا ہے۔ خود کو اس کسوٹی پر پرکھنے سے اس کی قدر و قیمت عیاں ہوجائے گی۔ ابیات:

خلقتِ مخلوق را اے ہوشیار
یاز نورِ پاک داں یا خود زنار

اے صاحب ہوش تم مخلوق کی پیدائش کو خواہ پاک نور سے جانو یا آگ سے سمجھو۔

ایں یکے لطف ست وآں دیگر غضب
ایں یکے در امن وآں دیگر تعب

یہ ایک لطف وکرم ہے اور دوسرا غضب وقہر ہے۔ یہ ایک امن وامان ہے اور دوسرا عذاب۔

جنس سوئے جنس خود طامع شود
ہر یکے با اصل خود راجع شود

ہر جنس اپنی جنس کی طرف راغب ہوتی ہے، ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

گر تومی خواہی کہ دانی قدر خویش
کہ زلطفے یاز خشم یار پیش

اگر تو چاہتا ہے کہ اپنی قدر و قیمت معلوم ہوجائے تو دوست کے روبرو پیش ہو اس کی مہر بانی اور ناخوشی معلوم ہوجائے گی۔

بہ زتو کس کے شناسد طبع تو
تو شناسی خویشتن رامو بمو

تجھ سے بہتر کون تیری طبیعت کو جان سکتا ہے۔تو اپنے جسم کے روئیں روئیں سے واقف ہے۔

ہمتِ خود بیں کہ درچہ غالبست
سوئے حق یا سوئے دنیا راغبست

اپنی ہمت پر غور کر کہ اس میں کون سا احساس غالب ہے۔ تیری ہمت مائل بہ حق ہے یا دنیا سے رغبت رکھتی ہے۔

گر سوے دنیا ست میلِ تو بدی
ورسوے حق ست ہمت اسعدی

اگر دنیا کی طرف ہےتو تیری یہ رغبت بری ہے اگر ہمت حق تعالیٰ کی طرف ہےتو نیک ہے۔

مرد معنی طالبِ یزداں بود
ور نباشد صورتِ بے جاں بود

مرد معنی اللہ تعالیٰ کا طالب ہوتا ہے اگر طالبِ حق نہیں تو بے روح جسم ہے۔

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ
مابقی تو استخوان و ریشۂ

اے بھائی تو اسی اندیشے میں مبتلا ہے کہ تیری ہڈیاں اور ریشے باقی رہ جائیں۔

لطیفہ ۳۴

سفر کے فائدوں اور شرطوں کا بیان

قال الاشرفؒ:

السفر سفران الظاهر والباطن، سفرا الظاهر طی الارض بمشی الا قدام وسفر الباطن سیر القلب بار شاد الامام۔

حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، سفر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ظاہری سفر یعنی پیروں سے چل کر زمین عبور کرنا، دوسرا باطنی سفر یعنی امام کے حکم کے مطابق قلب کی سیر کرنا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سفر کے فائدے آیات قرآنی سے بھی ثابت ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَسِيرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ [1]

(ترجمہ) تو زمین میں چلو اور دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلا نے والوں کا۔ یہ لوگوں کے لیے واضح بیان اور پرہیز گاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

اسی سے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا:

سافروا تصحوا وتغتنمو ایزدی وتر زقوا قیل تصحوا بابد انکم بالحرکة وادیا نکم بالا عتبار وتغتنمو ا لوصل [2]

(ترجمہ) سفر کرو، تم صحیح ہوجاؤ گے اور غنیمت جانو گے اور تمھیں روزی ملے گی۔

دنیا کے عجایب وغرایب بے شمار ہیں۔ ہر شے جو ایک دوسرے سے مختلف ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے کمال، اس کے قدیم ہونے اور ہر شے کے فنا ہوجانے پر دلیل ہے۔ شعر:

---

[1] پارہ ۳۔ سورۂ ال عمران، آیات ۱۳۷۔ ۱۳۸

[2] اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے جسموں میں حرکت کی وجہ سے چاق وچوبند ہوجاؤ گے اور دینی اعتبار سے عبرت پکڑو گے اور قربت کو غنیمت خیال کرو گے۔

فحادثہ ففی کل شیءٍ آیۃ

تدل علیٰ انہ واحد

ترجمہ: پس ہر چیز میں جو اس کی نشانی ہے دلالت کرتی ہے کہ وہ (اللہ) واحد ہے۔

دنیا کے اطراف اور ملکوں میں سفر کرنے سے نفس کو، بہت زیادہ ریاضتوں اور بڑے بڑے مجاہدوں کی بہ نسبت، جلد شکست دی جاسکتی ہے کیوں کہ سفر میں ان سے کہیں زیادہ تکالیف اور مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ بیت

سفر کردن بہ اقدامِ عبادت

ریاضت باشد از راہِ سعادت

ترجمہ: عبادت کے ارادے کے ساتھ سفر کرنا، نیک بختی کی راہ سے ریاضت کرنا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مسافرت میں اگر چہ بہت سی تکالیف اور سختیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں اور لوگ اپنے اصلی وطن سے دور ہوجاتے ہیں لیکن راحت اور خیریت سے قریب رہتے ہیں، کیوں کہ (اس حقیقت پر کہ سفر کرنے سے) بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا مکّہٴ معظّمہ سے مدینہٴ طیبہ ہجرت فرمانا دلیل محکم ہے۔

بیت

تربتش از دیدہ خبابت فشاں

غربتش از مکہ ولایت ستاں

ترجمہ: آپ کی قبر مبارک آنکھوں سے دریا کا جوش پھیلاتی ہے۔ مکے سے آپ کی بے وطنی نے ملک حاصل کرلیا۔

سفر اہل معنی کو کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اگر معنی کا حصول ہوگیا تو پھر سفر کی کیا ضرورت ہے۔ سفر میں بزرگوں کی محض زیارت ہی ہونا بڑی غنیمت بات ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مشائخ سے معانی کا استفادہ کیا جائے، محض یہ دعویٰ کرنے کے لیے سفر نہ کیا جائے کہ ہم نے اتنے بزرگوں کی زیارت کی ہے اور اتنے مقامات ومزارات دیکھے ہیں اور اتنے ملکوں کی سیر کی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سفر سے متعلق مشائخ چار طریقے اختیار کرتے ہیں۔ پہلا گروہ وہ ہے جو شروع میں سفر کرتا رہتا ہے اور آخر کسی جگہ مقیم ہوجاتا ہے۔ اس گروہ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دایم الاوقات مقیم اور دایم حالات مسافر ہوتے ہیں بہر حال پہلا گروہ طلبِ مقصد کے لیے ابتدا میں سفر کرتا ہے اور جب مقصد حاصل ہوجاتا ہے تو پھر کسی جگہ مقیم ہوجاتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے کہ خوش قسمتی سے مقصد حاصل کرلیتا ہے لیکن اسے خوف رہتا ہے کہ کہیں مقصد میں خلل واقع نہ ہو اس لیے سفر میں رہتا ہے۔ تیسرا گروہ وہ ہے کہ کسی جگہ مقیم ہوتا ہے اور اس دوران میں مقصد حاصل ہوجاتا ہے پھر وہ طے کرلیتا ہے کہ مقیم ہوکر اپنے کام میں مشغول رہیں۔ چوتھا گروہ وہ ہے کہ جب دورانِ سفر اسے مقصد ظاہر ہونے لگتا ہے

تو وہ خیال کرتا ہے کہ جس امر میں اسے مقصد حاصل ہوجائے گا، بہتر ہے کہ ہم وہی کام کرتے رہیں۔ ابیات

لاجرم چوں مختلف افتاد سیر
ہم روش ہرگز نہ بودہ ہیچ طیر

ترجمہ: جب سفر ہی مختلف (سمتوں میں) کرنا پڑے تو کوئی پرندہ ایک روش پر پرواز نہیں کرتا۔

طائرِ اول سفر آخر مقیم
دیگرے بر عکس در طیراں کریم

ترجمہ: اے کریم! (کبھی) ایک پرندہ شروع میں سفر کرتا ہے اور آخر میں ٹھہر جاتا ہے، دوسرا پرندہ اس کے برعکس پرواز کرتا ہے۔

دیگرے در طیر باشد ہر زماں
مختلف اطوارِ مرغانِ ہوا

ترجمہ: ایک اور پرندہ ہوتا ہے جو ہر وقت پرواز میں رہتا ہے۔ ہوا میں پرواز کرنے والے کے اطوار ایک جیسے نہیں ہوتے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ اکابر سے روایت فرماتے تھے کہ سفر کے جملہ مقاصد میں سے ایک مقصد مشائخ سے ملاقات کرنا ہوتا ہے اور اپنے زمانے کے بزرگوں کا دیدار جو دولت کی اکسیر اور شوکت کا کیمیا ہے۔ یہ کسی لوہے اور تابنے کی مانند دل رکھنے والے شخص کو کیسے حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ اس شرف سے مشرف ہو۔ رباعی:[۱]

گر تو سنگِ صخرہ و مرمر شوی
چوں بہ صاحب دل اسی گوہر شوی
گرچہ باشد مِسّ وآہن راصفا
زرنہ گردد تا نیابد کیمیا

ترجمہ: اگر تو سنگ مرمر اور سنگ صخرہ ہوجائے تب بھی صاحب دل کی صحبت میں گوہر بن سکتا ہے اگرچہ تانبے اور لوہے میں چمک پیدا ہوجاتی ہے لیکن وہ بغیر کیمیا کے سونا نہیں بن سکتے۔

طالبِ صادق کو ہر بزرگ سے علاحدہ علاحدہ فیض حاصل ہوتا ہے اور یہ جو گروہ صوفیہ میں کہاوت مشہور ہے کہ ''میں نے اتنے بزرگوں سے نعمت پائی ہے'' اس سے مراد یہی فیضِ نظر ہے۔ غزل حضرت سلطان صاحبؒ:

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

ہر کہ او کیمیا اثر باشد
گر ترا زہ یکے نظر باشد

ترجمہ: وہ بزرگ جو کیمیا اثر ہیں، ان کی ایک ہی نظر تیرے لیے کافی ہے۔

ہر مسے راکہ پیش اوبہ نہی
زالتفاتش طلائے زر باشد

ترجمہ: جس تانبے کوتو اُن کے سامنے رکھے گا۔ ان کی توجہ سے خالص سونا ہوجائے گا۔

خود شنیدی کہ شیخ نجم الدین
باپسر وعدہ کرد گر باشد

ترجمہ: تونے خود سنا ہے کہ شیخ نجم الدین نے بیٹے سے قوت کا وعدہ کیا

واں ندانست کان بموعدِاو
شیر و سگ رابرو گزر باشد

ترجمہ: اس نے (بیٹے نے) نہ جانا کہ ان کے وعدے کے وجہ سے شیر اور کتے اس کے پاس آئیں گے۔

چہ نظر بودہ است شیراں را
کہ سگ از لطف شیرِ نر باشد

ترجمہ: شیروں کی بھی کیا خوب نظر ہوتی ہے کہ ان کی نگاہِ لطف سے کتا شیر نر ہوجا تا ہے۔

گربہ راگر بودزشیر نظر
کہ شناسائے ہر گہر باشد

ترجمہ: اگر یہ (اللہ کا) شیر کسی بلّی پرنظر ڈال دےتو وہ گوہر شناس ہوجاتی ہے۔

اشرف از جاں تراب شیراں باش
کہ ترابش بہ از شکر با شد

ترجمہ: اے اشرف جان ودل سے شیرانِ خدا کی مٹی بن جا کہ ان کی مٹی شکر سے زیادہ اچھی ہوتی ہے۔

گروہِ صوفیہ میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ جس قدر بزرگوں کی باتیں سودمند ہوتی ہیں اسی قدر ان کا دیدار بھی نفع بخش ہوتا ہے۔ (بلکہ) ایک گروہ کا تو قول یہ ہے کہ جس بزرگ کا دیدار نفع بخش ہوتا ہے ان کی باتیں بھی یقیناً سود مند ہوتی ہیں۔فرد:

بر آسائی چواز دیدارِ دلدار
دل آسائے بود از گفتۂ یار

ترجمہ: جب محبوب کے دیدار سے تجھے تسکین ملتی ہے تو محبوب کی باتوں سے یقیناً دل کو راحت ملے گی۔

(یہ جو کچھ کہا گیا ہے) اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بعضے سانپوں اور اژدروں میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب وہ کسی پر نظر ڈالتے ہیں، ان کی نظر پڑتے ہی وہ شخص ہلاک ہوجاتا ہے، پس اگر (اللہ کے) اِن خاص بندوں میں سے بعض خاص الخاص بندوں کی نظر ایسی ہو، کہ جب وہ کسی طالب صادق پر نگاہِ لطف کریں، اس کی حالت میں شرف اور زندگی میں عظمت پیدا ہوجائے تو کیا عجب ہے۔ قطعہ:

چو تاثیرے بود درمار و اژدر
کہ مردم راکند از چشم ابتر
عجب نبود کہ از تاثیرِ یزداں
نظر وجداں بود در چشم گوہر

ترجمہ: جب سانپ اور اژدر میں یہ تاثیر ہے کہ ان کی نظر سے آدمی کی حالت ابتر ہوجاتی ہے۔ تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی بندے کی نظرِ گوہر کسی آدمی میں وجد کی کیفیت پیدا کردے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ صاحب عوارف المعارف (شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ) سے منقول ہے کہ میرے شیخ منا میں واقع مسجد خیف میں ادھر اُدھر پھر کر لوگوں سے مصافحہ کررہے تھے۔ جب ہم نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کررہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی پر نظر ڈالیں تو اس پر خاص کیفیت طاری کردیتے ہیں۔ فرد:

اگر دستم بدستِ یار باشد
بدستِ من جہاں را کار باشد

ترجمہ: اگر میرا ہاتھ دوست کے ہاتھ میں ہو تو میرا ہاتھ دنیا کے لیے کارکشا ہوجائے۔

سفر کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ سفر میں نفس کو بھلی لگنے والی چیزوں سے لاتعلق ہو جانا اور شیطانی خیالات کا قلع قمع کرنا آسان ہوتا ہے نیز دوستوں سے جدائی کے جام پیتے پیتے بزرگوں کے جامِ مراد تک رسائی حاصل ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ نفسانی لذتوں کو ترک کرنا، خود پسندی کی رعونت سے نکل جانا اور دنیا کی عجیب وغریب چیزیں دیکھ کر عبرت حاصل کرنا دوسرا فائدہ ہے۔ [۱]

---

[۱] اس کے بعد مطبوعہ نسخے میں یہ جملہ ہے: وچراگاہ انظار در مسارح فکرت
مترجم اس کا ترجمہ کرنے سے قاصر رہا، البتہ سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے ہوئے قیاسی ترجمہ کردیا ہے۔ واللہ اعلم

چراگاہ میں چوپایوں (کی تخلیق) پر غور کرنا پامال زمینوں اور پہاڑوں کے اجزا کا مطالعہ کرنا، جمادات کے ذروں کی تسبیح سننا اور کائنات کے صفحوں کا مطالعہ کرنا (اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے) کہ سب اپنی اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ یہ آیۂ مبارکہ

وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ [1] (ترجمہ) اور کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔

اسی حقیقت کی جانب اشارہ کرتی ہے۔قطعہ

ہر چہ آمد از زمیں تا آسماں
جملہ در تسبیحِ اوہست ہرزماں
گر بود سوراخِ گوشِ دل نواز
بشنوی از ذرّۂ ذرّات راز

ترجمہ: زمیں سے آسمان تک جو شے ظہور میں آئی ہے وہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں اگر تیرے پاس دل نواز کان کے سوراخ ہیں تو تو ذراتِ عالم کے ایک ذرے سے بھی یہ راز سن سکتا ہے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا، کہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بیابانوں، مختلف علاقوں اور دریاؤں میں سیرو سیاحت کا سبب معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس لیے زیادہ سفر کرتا ہوں کہ شاید کسی ایسی جگہ پہنچوں جہاں مردانِ خدا میں سے کسی مردِ خدا کا قدم وہاں پڑا ہو، میں وہاں سجدہ کروں اور وہ خاک میری بخشش کی سفارش کرے۔ سبحان اللہ! اس بے نیازی کا کیا کہنا، کہ باوجود نبی اور رسول ہونے کے بندگی کا نیاز اس رتبے تک پہنچ چکا تھا، پھر وہ لوگ (جنھیں بڑے مرتبے) حاصل نہیں ہیں کس بات پر نازاں ہیں۔ اس شخص پر صد ہزار رحمتیں ہوں جس نے یہ کہا ہے شعر:

یقیں می داں کہ شیرانِ شکاری
دریں رہ خواستند از مور یاری

ترجمہ: اے شخص یقین کر کہ راہ طریقت میں شکار کرنے والے شیر (نفس کو شکست دینے کے لیے) چیونٹی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو شخص زیادہ عارف ہے زیادہ مفلس ہے۔ مثنوی:

ہر کہ از مرداں بود چالاک تر
باشد از سہمِ یلاں غمناک تر

---

[1] پارہ ۱۵۔ بنی اسرائیل، آیت ۴۴

ترجمہ: جو اہل ہمت میں سے زیادہ چست وچالاک ہوتا ہے وہی پہلوانوں کے خوف سے زیادہ غمگین رہتا ہے۔

وانکہ بے حاصل بود از زیب وفر
باشدش ذراتِ عالی کروفر

ترجمہ: جو عالی ہمتی سے بے بہرہ ہے وہ زیبائش اور شان کی نمائش کرتا ہے۔ اس کا اسباب بھی شان وشوکت کا ہوتا ہے۔

خود نمی بینی تو از کوسِ تہی
صد ہزاراں شور وشر دارد مہی

ترجمہ: غور سے دیکھ کہ سب ڈھول کا پول والا معاملہ ہے صرف نقاروں کی گونج اور شوروغل ہے۔

باز سوئے ہوش دریا دار گوش
کز ز لولو پرُ بود باشد خموش

ترجمہ:۔ اے شخص اب پھر اپنے ہوش کے کان دریا کی طرف کر۔ وہ موتیوں سے لبریز ہے لیکن ساکن اور خاموش ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سفر کرنے کے فائدے اور انعام اتنے زیادہ ہیں کہ انھیں بیان نہیں کیا جاسکتا، نیز اس آیۂ مبارکہ سے (سفر کے) مراتب معلوم کرنے چاہئیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْماً وَّجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ [۱]

(ترجمہ) تو میں تمھارے پاس سے نکل گیا جب کہ مجھے تم سے خوف ہوا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے کردیا۔

سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا سفر جہاد کا سفر ہے، پھر حج کا سفر، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضے کی زیارت کا سفر، اس کے بعد مسجد اقصیٰ کی زیات کا سفر، اس کے بعد مشائخ اور صالح بھائیوں کی زیارت کا سفر، پھر دشمنوں کے مظالم اور ہلاکت سے محفوظ ہونے کا سفر، پھر (قدیم) آثار سے عبرت حاصل کرنے کا سفر اور پھر نفس کی ریاضت اور گمنام مقام پر ذکر الٰہی کرنے کا سفر (اسی نسبت سے) فضیلت رکھتا ہے، البتہ دل کو خوش کرنے اور بے جا خواہش کی پیروی کے لیے سفر کرنا برا ہے، جیسا کہ خواجہ ابوتراب نخشبیؒ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ مریدوں کے لیے اس سے زیادہ نقصان دہ کوئی بات نہیں کہ وہ بے جا خواہشوں کی پیروی میں سفر کریں اور اس سے زیادہ فساد کسی امر میں نہیں کہ وہ بے مقصد سفر کریں۔ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بھی ایک حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”مردوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جب میری امت کے دولت مند دل کی خوشی اور تفریح کے لیے حج کریں گے، درمیانے طبقے کے لوگ تجارت کے لیے حج کرنے جائیں گے، علما کا مقصد ریا کاری اور فقرا کا مقصد بھیک مانگنا ہوگا۔“ یہ امر لازمی ہے کہ والدین، استاد اور صاحب

---

[۱] پارہ ۱۹۔ سورہ الشعراء، آیت ۲۱

حق کی اجازت کے بغیر سفر نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ بعض بزرگ اس امر میں متفق ہیں کہ چار باتوں کے لیے سفر کیا جائے۔فرض شدہ علوم کی تحصیل کے لیے یا ریاضت نفسیہ کے لیے یا واجب شدہ زیارت کعبہ کے لیے یا اہلیت رکھنے والے مشائخ کی ملاقات کے لیے۔(لیکن) یہ فقیر کہتا ہے کہ دارو مدار معتبر نیت پر ہے۔ ہر کام جو حسنہ میں شامل ہے کرنا چاہیے اس کے علاوہ محض تکلیف اٹھانا ہے۔ہم مزاج رفیق اور سچے ارادے کے بغیر سفر نہیں کرنا چاہیے۔ **حیث قال علیه السلام الرفیق ثم الطریق** یعنی حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا پہلے رفیق چاہیے پھر راستہ طے کیا جائے۔

قال الاشرفؒ وان لم یکن رجل کامل واقف علیٰ عیوب الطبع لایختار السفر اِلّا بالوحدۃ کما قال بعض العرفافی نعت اویس القرنی مات شهیدا وعاش فریدا۔

حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، جو شخص مردِ کامل نہ ہو اور اپنی طبیعت کے عیبوں سے واقف نہ ہو وہ سفر اختیار نہ کرے اور تنہا رہے جیسا کہ بعض اہلِ معرفت نے حضرت اویس قرنیؓ کے وصف میں کہا ہے کہ وہ شہید کی موت مرے اور اکیلے زندگی بسر کی۔

سفر کے اسباب کا ذکر:

جب کوئی جماعت سفر اختیار کرے تو مناسب یہی ہے کہ ایک شخص کو جو صاحب علم اور صاحب اخلاق ہو، امیر قافلہ بنائے کہ ہم سے پہلے بزرگوں کا یہی دستور رہا ہے۔سفر کے منازل اور مراحل مقرر کرنے میں اس کی تجویز کی مخالفت نہ کریں تا کہ سفر کا انتظام اس کی مضبوط رائے کے مطابق سر انجام ہو سکے۔تمام اہلِ کارواں امیر کے احکام بجالائیں۔ جہاں تک ہو سکے سفر و حضر میں یہ چیزیں اپنے ساتھ رکھیں عصا۔ چرمی لوٹا۔ مسواک۔ کنگھی۔ کمان۔ تیر۔تلوار۔ سوئی۔ رسی۔ چھری۔ سرمہ دانی۔ آئینہ۔ پھریرا، قینچی اور استرا۔

مناسب یہی ہے کہ عصا کو دائیں ہاتھ میں رکھے اور چرمی لوٹے کو بائیں ہاتھ میں رکھے۔کسی خانقاہ یا منزل میں پڑاؤ کے وقت نیزے کی انی اپنی طرف کرلے کیوں کہ ہماری جنگ اپنی ہی ذات سے ہے۔ ہمیشہ باوضو رہے اگر ہو سکے اور جسم میں طاقت ہو تو پیدل سفر کرے تا کہ زیادہ اجر حاصل ہو۔شعر:

چہ جائے مرکب است ازراہِ دلبر
کہ راہِ دل بہ پائے فرق بہتر

ترجمہ: دلبر کے راستے میں سواری کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے کیوں کہ دل کا راستہ سر کے بل چل کر طے کرنا بہتر ہے۔

(سفر کے دوران) کمر کو باندھ لینا اور آستین کو اوپر چڑھا لینا چاہیے تا کہ چست رہے۔ جب بھی زمین میں کسی جگہ

اُچان یا نچان آئے تو نعرۂ تکبیر بلند کرے۔ راستے میں کسی سے کوئی چیز طلب نہ کرے نہ کسی کے ہاتھ سے کوئی چیز کھائے۔ کسی مسجد میں پڑاؤ نہ ڈالے سوائے اس کے کہ مجبوری ہو لیکن یہ فقیر کہتا ہے کہ سوائے مسجد کے دوسری جگہ پڑاؤ نہ ڈالے کیوں کہ **المسجد بیت کل تقی او معبد کل تقی** یعنی مسجد پرہیز گار کا گھر ہے یا پرہیز گار کا عبادت خانہ ہے۔ مسجد کی بزرگی بہت ہی مختلف ہوتی ہے۔ یقیناً سجدہ کرنے والا مسجد سے جو جائے عبادت ہے افضل ہے اور صوفی کی نیت سوائے اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر کے دوسری نہیں ہوتی اس بنا پر مسجد میں اترنا بہتر ہے۔

جس منزل میں اترے دو رکعت خدائے واحد کے لیے ادا کرے اور جب منزل سے روانہ ہو منزل کو رخصت کرے۔ جب ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچے تو پیاز اور سرکہ تناول کرے تاکہ اس علاقے کا پانی (خراب) اثر نہ ڈالے۔ جس جگہ قیام کرے اس بستی کے مشایخ اور اشراف کی زیارت کرے اور ہر ایک سے دینی مسائل استفادہ کرے اور ان پر عمل کرے۔

جب اپنے شیخ کے شہر میں وارد ہو تو جب تک پیر کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل نہ کرے کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو۔ پیر سے اپنی جائے قیام کے بارے میں معلوم کرے۔ وہ جس جگہ قیام کا حکم فرمائیں وہیں قیام کرے۔ اگر پیر وفات پاگئے ہیں تو ان کی تربت منوّرہ پر حاضر ہو اور وہاں قیام گاہ کی درخواست کرے پھر جو کچھ اس کے دل میں خیال گزرے اسی کو پیر کی اجازت جانے۔ خانقاہ میں صبح کے وقت جانا چاہیے۔ نماز کے بعد دوسروں کے ساتھ باہر نہ نکلے۔ اگر اس اثنا میں راستہ بھول جائے تو مروی ہے کہ فوراً نماز کی اذان دینا شروع کردے اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی کو اس کی رہنمائی کے لیے ظاہر کردے گا۔ بارہا اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سفر ہمیشہ جمعرات یا ہفتے کو کرنا چاہیے۔ حضرت علیہ السلام جمعرات اور ہفتے کو سفر پر تشریف لے جاتے تھے اور یہ دعا بھی فرماتے تھے، خدا یا میری امت کو ان دو دنوں کی صبح میں برکت عطا فرما یعنی ہفتہ اور جمعرات کو۔ لہٰذا ہفتہ اور جمعرات کی صبح مبارک ہے۔ **ففی الغدو برکۃ ونجاح** (پس صبح میں برکت ہے اور کامیابی بھی)۔ البتہ جمعرات کے روز جنوب کی طرف نہ جانا چاہیے۔ دوران سفر رجال الغیب کے سامنے ہرگز نہ آنا چاہیے۔ اس کا حکم جاننے کے بارے میں رات کے وقت اور نماز جمعہ سے پہلے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ اس کے موکل بددعا نہ کریں۔ ظاہری سفر کے جس قدر آداب ہیں وہ تمام بیان کردیے گئے ہیں۔ باطنی سفر کے آداب دوسرے ہیں وہ کسے نصیب ہوتے ہیں۔ **باالنبی و آلہ الا مجاد، مثنوی:**

قدم در راہ نہ اے یارِ شطّار
کہ کام از راہ می آید بہ دیدار

ترجمہ: اے چالاک دوست راستے میں قدم ڈال دے کہ مقصدِ دیدار راستے پر چل کر ہی حاصل ہوتا ہے۔

نمی گویم سفر ازراہِ اقدام
سفر درخود کہ یابی کام ہر گام

ترجمہ: میں ظاہری راستے سے سفر کرنے کے لیے نہیں کہتا بلکہ اپنے اندر سفر کرنے کو کہتا ہوں تا کہ ہر قدم پر مقصد حاصل ہو۔

کسے کو ایں سفر درپیش گیرد
اقامت در سلوکِ خویش گیرد

ترجمہ: جس کسی کو یہ سفر درپیش ہوجائے وہ اپنے سلوک میں استوار ہوجاتا ہے۔

لطیفہ ۳۵

دنیا کے ان عجیب وغریب آثار کے بیان میں جو سیّد اشرف جہاں گیر سمنانیؒ نے ملاحظہ فرمائے اور کوہستان معمر کے گونا گوں مقامات جو آپ کے مشاہدے میں آئے

قال الاشرفؒ:

مارائت من غرائب الموجودات وعجائب المخلوقات لو کشفتھا لا یصدق بعضھم یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، میں نے موجودات اور مخلوقات سے متعلق جو عجیب وغریب باتیں دیکھی ہیں اگر انھیں بیان کروں تو بعضے لوگ یقین نہ کریں۔

پہلا معائنہ، شجر الوقواق:

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، ہم سمندر کے جزیروں میں سے ایک جزیرے پر پہنچے۔ ایک چھوٹی سی جماعت ہمارے ساتھ تھی۔ اس جزیرے کے پہاڑ کے دامن میں ایک درخت تھا، جسے ''شجرۃ الوقواق'' [1] کہتے ہیں۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ درخت عجائبات عالم میں سے ہے۔ وہ عجیب بات یہ ہے کہ اس درخت کا تنہ بہت بڑا تھا

---

[1] غیاث اللغات میں برہان اور شرح خاقانی کے حوالے سے لفظ ''وقواق'' کے یہ معنی بیان کیے ہیں:۔

''وقواق بالفتح نام جزیرہ است ودراں جا درختاں باشند کہ ثمرِ آنہا بصورت انسان باشد نرو مادہ، طول ہر یک بہ قدر یک دست از مقام ناف، چوبے بہ درخت پیوستہ بوقتِ شب گریہ می کنند وسخن ہم می نمایند و می جنبند و چوں از درخت جدا کنند بمیر ند ومجازاً آں درخت را نیز وقواق گویند۔''

ترجمہ: وقواق زبر کے ساتھ، ایک جریرے کا نام ہے۔ وہاں جو درخت ہیں ان کے پھل انسان کی شکل کے ہیں۔ ان میں نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ ناف تک ان کا قد ایک ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ ایک لکڑی درخت سے پیوست کر کے رات کے وقت روتے ہیں۔ باتیں بھی کرتے ہیں اور حرکت بھی کرتے ہیں۔ جب درخت سے جدا کر دیے جائیں تو مر جاتے ہیں۔ جزیرے کے نام کی مناسبت سے اس درخت کو وقواق بھی کہتے ہیں۔

غیاث کے علاوہ لغت دہخدا بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اور اس کی شاخیں بہت لمبی تھیں۔ اس درخت کے پھل ناف تک انسانی جسم کی طرح شاخوں کے سرے پر لٹکے ہوئے تھے اس کی رگ رسی کی طرح ہے۔ یہ جسم حرکت کر کے ایک دوسرے کے قریب بیٹھتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں لیکن ان کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔

ایک روز ہم اس درخت کے نیچے اس خیال سے مقیم ہوئے کہ یہ معلوم کریں ان کی غذا کیا ہے جب شام کا وقت قریب ہونے لگا تو عجیب وغریب شکلوں اور پروں کے جانور اس درخت کی شاخوں پر آ کر بیٹھنے لگے۔ پھر انھوں نے اپنی غذا اپنے پوٹوں سے باہر نکالی اور کھانا شروع کر دیا۔ غذا کھاتے وقت تھوڑی بہت غذا اس درخت کے پتوں پر گر جاتی تھی اسے یہ انسان نما پھل کھا لیتے تھے۔ اتفاق سے اس غذا کا ایک ٹکڑا درخت کی جڑ میں میں آ پڑا۔ ہم نے اسے اچھی طرح دیکھا تو وہ صاحبی [۱] اور خایۂ غلاماں انگور تھا۔ [۲]

سبحان اللہ! ایسا رزق دینے والا ہے کہ ہر جاندار کو ہر جگہ سے رزق پہنچاتا ہے۔ قطعہ:

زہے حکیم ورحیم وکریم آں قادر
کہ خلق کرد عجائب غرائبِ آفاق
بخوان برگ نہادہ زمیوہ رزق دہد
بہ پیشِ مردم اثمار شجرۃ الوقواق

ترجمہ: سبحان اللہ! وہ حکمت والا، رحم کرنے والا اور بخشش کرنے والا ایسا صاحب قدرت ہے کہ اس دنیا میں عجیب وغریب چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہ شجرۃ الوقواق کے انسان نما پھلوں کو پتوں کا دستر خوان بچھا کر میوے کا رزق دیتا ہے۔

ہم نے اس علاقے کے گرد ونواح میں رہنے والے لوگوں سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کی موت کا سبب یہ ہے کہ جس وقت ان کی ناف کو درخت سے الگ کر دیا جائے تو اسی وقت مر جاتے ہیں۔

دوسرا معائنہ، جزیرۂ صہف کے حالات:

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہم جزیرۂ صہف میں پہنچے جو بہت لمبا چوڑا تھا۔ اس کا جنگل طرح طرح کے پھلوں سے بھرا ہوا تھا اور درخت بھی مناسب اور موزوں تھے۔ وہاں ہمیں ایک صاف ستھرا مکان مل گیا جو دنیاوی اسباب سے خالی تھا۔ ہمیں اس مکان میں ٹھہرے ہوئے کچھ وقت گزرا تھا کہ سیاہ پوشوں کی ایک جماعت آ گئی۔ ہم نے ہر چند ان سے گفتگو کی لیکن وہ کسی بات کا جواب ہی نہ دیتے تھے۔ ہزار کوشش کے بعد انھوں نے کہا کہ سیاہ پوشوں کے راز شہر مدہوشاں سے معلوم ہوں گے۔ ہم دس منزلیں کر کے شہر مدہوشاں میں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ اس شہر کے تمام لوگ چاند کی مانند خوبصورت

---

[۱] صاحبی ایک قسم کا انگور (غیاث)

[۲] خایۂ غلامان ایک قسم کا انگور (اسٹین گاس)

تھے اور ان کے چہرے دل پسند تھے۔ جیسے کہ ان کا وصف ہفت پیکر[1] میں بیان کیا گیا ہے۔

ہم نے چاہا کہ اس شہر کے منارے پر چڑھ کر شہر کا مشاہدہ کریں لیکن نور العین نے ہمیں جانے نہیں دیا۔ بہرحال جو عجیب بات یہاں ہمارے مشاہدے میں آئی یہ تھی کہ جو شخص اس شہر کے لوگوں سے ملے اور دیکھے تو وہ نعمتِ عشق سے ضرور بہرہ مند ہو جاتا ہے رباعی[2]:

دیدنِ روے دوست ہر کس را
اثرے دارد از کم و بسیار
ہمچوں آں نافۂ کہ نفحۂ خوش
می دہد بر ہمہ یمین ویسار

ترجمہ: ہر شخص جو دوست کا دیدار کرے اس پر کم یا زیادہ اثر ضرور ہوتا ہے۔ جیسے کسی نافے کی خوشبو ہوتی ہے کہ وہ دائیں بائیں اطراف میں پھیل جاتی ہے۔

تیسرا معائنہ۔ ایلاک کے نواح میں شہر کا حال جس میں صرف عورتیں تھیں کوئی مرد نہ تھا:

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ ہم ایلاک کے نواح میں پہنچے اس ملک کی سرحد کے ساتھ ایک دریا بہتا ہے۔ اس کے کنارے ایک شہر جو آبادی اور مکانوں سے معمور تھا نظر آیا۔ جب ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سب عورتیں تھیں۔ ہمارے دریافت کرنے پر انھوں نے بتایا کہ تقدیری فیصلے کے مطابق اس شہر میں مرد پیدا نہیں ہوتے۔ ہر عورت جب حیض سے پاک ہو جاتی ہے تو وہ اس دریا کے پانی میں اترتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حاملہ ہو جاتی ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ لڑکی ہوتی ہے۔ رباعی[3]:

چہ خالقی کہ وجود از عدم ہویدا کرد
بیا فرید بہر گونہ از اناث ذکور
اگر چہ واسطۂ خلق مردو زن آمد
ولے بجا ے جز زن نمی شود منظور[4]

---

[1] ہفت پیکر۔ نظامی گنجوی کی مثنوی ''ہفت پیکر'' کی جانب اشارہ ہے۔ [2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

[3] یہ رباعی معروف وزن و بحر میں نہیں ہے۔ اسے قطعہ کہہ سکتے ہیں۔

[4] چوتھا مصرع وزن و بحر سے خارج ہے۔ اس مصرعے کو اگر اس طرح پڑھا جائے تو کسی قدر مفہوم پیدا ہو سکتا ہے

ولے بجاے کہ جز زن نمی شود منظور

اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

ترجمہ: کیسا (عظیم) خالق ہے جس نے عدم سے وجود کو ظاہر کیا اور بہر طور مرد اور عورت پیدا کیے اگر چہ پیدائش کا واسطہ مرد اور عورت ہی ہوتے ہیں لیکن اللہ کی قدرت سے یوں بھی ہوتا ہے کہ پیدائش کا واسطہ صرف عورت ہوتی ہے۔

چوتھا معائنہ۔ سیلان کے سفر میں چیونٹوں کے بادشاہ نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کی دعوت کی:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سیلان کے سفر میں ہم ایسے مقام پر آ پڑے کہ تین دن تک آگے جانے کا راستہ ظاہر نہ ہوا نہ ایسے آثار نظر آئے۔ سفر کے ساتھ بھوک اور پیاس سے تنگ آ گئے۔ ہم نے ایک درخت کے نیچے قیام کیا ساتھیوں نے بھی اپنا سامانِ سفر یہیں رکھ دیا۔ ہم تھوڑی ہی دیر بیٹھے ہوں گے کہ بے قیاس چینٹے بھاگتے ہوئے آئے اور حضرتؒ کے قریب بیٹھ گئے۔ ایک دوسرے کو اشارے کرنے لگے جس سے لوگوں کو گمان پیدا ہوا کہ آپس میں باتیں کررہے ہیں۔ جب ایک گھڑی اسی طرح گزر گئی تو وہ چینٹے روانہ ہوگئے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ دستور کے مطابق دوستوں کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ قریب ایک پہر گزرنے کے ایک چینٹا آیا اور اشارے کرنے لگا۔ سب لوگ اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ تھوڑا سا راستہ طے کرنے کے بعد ایک درخت کے نیچے جہاں اس کا بل تھا، وہاں شیرینی کے چالیس ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ایک ڈھیر بڑا تھا باقی یکساں تھے۔ ہر شخص کو ہر تودے کے سرے پر بٹھا دیا۔ حضرتؒ نے کھانے کی اجازت دی۔ ہر شخص نے اپنی خواہش اور بھوک کے مطابق کھایا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو فاتحہ کی درخواست کی۔ فاتحہ پڑھی اور وہاں سے روانہ ہوئے وہ چینٹا قیام گاہ کی سرحد تک ساتھ آیا۔ یہاں سے حضرتؒ کو رخصت کیا۔ جب وہ چینٹا چلا گیا تو حضرت نور العین نے اس بارے میں استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چینٹا تمام چینٹوں کا بادشاہ ہے۔ ایک دن کوئی امیر اس سبزے زار میں شکار کے لیے آیا تھا۔ اس کے پاس بہت سا کھانا تھا۔ اس مقام پر انھوں نے کھانا کھایا۔ بچا ہوا کھانا یہیں چھوڑ کر چلے گئے اور کچھ چینٹوں کے بلوں پر ڈال دیا۔ چینٹوں کے بادشاہ نے یہ تمام شیرینی جمع کرکے، رکھی اور دل میں ٹھہرا لیا کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ جب کوئی بزرگ یہاں آئیں گے تو ہم ان کی دعوت کریں گے۔ حق تعالیٰ نے درویشوں کی ایک جماعت یہاں پہنچا دی۔ جیسا کہ مشاہدے میں آیا اس نے فرصت پائی۔ رباعی:[1]

چہ قادرے کہ بروئے زمیں ہم از قدرت
ضعیف مورچہ را می دہد سلیمانی
کندبہ رفعتِ خسرو نعیم شیرینی
دہد زشکّر خوش تر زروے مہمانی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسا صاحب قدرت ہے کہ اپنی قدرت سے روئے زمین پر کمزور چینٹے کو شوکت سلیمانی عطا کرتا ہے وہ خسرو

---

[1] یہ بھی رباعی نہیں ہے۔ قطعے کے شعر ہیں۔

جیسی شان کے ساتھ شیرینی کی نعمت سے جو شکّر سے زیادہ خوش ذائقہ ہوتی ہے مہمانی کرتا ہے۔

پانچواں معائنہ۔جبل الفتح کے متوکل درویشوں سے ملاقات :

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب ہم جبل الفتح پہنچے تو ہمیں ایسے درویشوں کی جماعت ملی جو توکل کے راستے پر گام زن تھے۔تیس سال سے یہی طریقہ اختیار کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہمیں چالیس دن ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب بھی وقت میسر ہوتا یہ درویش ملاقات کے لیے آتے۔ انھوں نے بے حد بشارتیں دیں۔ ان درویشوں میں شیخ ابو الغیث تھے جو ان کے پیشوا تھے۔ انھوں نے ایک پتھر عنایت کیا جس میں ایسی چمک تھی کہ کوئی جوہر اس کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا اور اس کے بہت سے خواص بیان کیے، ان میں سے چند یہ تھے کہ اگر کوئی مسافر اسے کمر سے باندھ لے تو خواہ کتنا ہی سفر کرے ہرگز نہ تھکے۔ اگر پیاس کی حالت میں منھ میں رکھ لے تو سیراب ہوجائے۔ اسی طرح بھوک اور دیگر حالتوں کے بارے میں اس کے خواص بیان کیے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کی پاسِ خاطر کے خیال سے وہ پتھر لے لیا اور جب روح آباد تشریف لائے تو ملک محمود کو عطا فرمایا، اگر چہ بعضے اصحاب نے اپنے لیے عنایت فرمانے کی گزارش کی لیکن آپ نے فرمایا کہ ملک محمود اس عنایت کے لیے مناسب شخص ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس کے علاوہ مشاہدات کا بھی ذکر فرمایا۔فرماتے تھے کہ (یہ) درویش تین شخص تھے۔ ان کی رہائش جبل الفتح کے دامن میں تھی۔ روزہ افطار کرنے کے وقت دس روٹیاں اور ایک پیالہ شربت (غیب سے) آتا تھا۔اگر کوئی مہمان آجاتا تو انھی روٹیوں میں سے اسے بھی تقسیم کرتے تھے۔ان درویشوں میں ایک درویش آپ کے ساتھ آیا اور اس نے بے حد خدمت بھی کی چناں چہ گونا گوں مقامات اور مرادات سے مشرف ہوا۔جبل الفتح کے نام کی یہ وجہ ہے کہ جس شخص کو راہِ سلوک میں کامیابی حاصل نہ ہوا گر وہ جبل الفتح میں ایک مقررہ مدت کے لیے اعتکاف میں بیٹھ جائے تو اپنی مراد سے بہرہ مند ہوجاتا ہے۔

چھٹا معائنہ۔ ایک پاؤں کے انسان:

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہم جزیرے کے بیابان میں سفر کررہے تھے کہ ہمارے سامنے ایک پاؤں کے انسانوں کی جماعت نمودار ہوئی۔ وہ انتہائی تیزی سے چل کر ہمارے پاس آئے اور ہماری جماعت کو دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ انھوں نے جو باتیں کیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آئیں۔ بالآخر اشاروں سے ان کا مقصود معلوم ہوا کہ وہ اس بات پر حیران ہیں کہ تم لوگ دو پاؤں سے کس طرح چلتے ہو۔ سب سے آخر میں ہم نے ان کے دین ومذہب کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ اُن کا کوئی دین و مذہب نہیں ہے وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ دین ومذہب کیا ہوتا ہے البتہ اس کا اقرار کیا کہ ہم اتنا جانتے ہیں کہ زمین وآسمان کو پیدا کرنے والا کوئی صانع ضرور ہے۔

ان کی غذا اور خوراک درختوں کے پھل ہیں۔ بچوں کی پیدائش عام انسانوں کی طرح ہوتی ہے بعض لوگ انھیں نسناس کہتے ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ نسناس ایک دوسرا گروہ ہے۔ بعض لوگ شجرالوقواق کے آدمیوں کو نسناس کہتے ہیں لیکن درحقیقت نسناس وہ گروہ ہے جو خدا شناس نہیں ہوتا۔ رباعی [1]

اگر چہ ثمرۂ وقواق راخلق
بہ عالم مرداں نسناس گویند
ولیکن در حقیقت اے برادر
زنشاسے خدانشناس گویند

ترجمہ: اگر چہ مخلوق شجرالوقواق کے (انسان نما) پھلوں کو دنیا میں قبیلۂ نسناس کہتی ہے۔ لیکن اے بھائی درحقیقت جو لوگ خدا کو نہیں پہچانتے انھیں ہی نشناس کہتے ہیں یعنی خدا ناشناس۔

ساتواں معائنہ۔ گلبرگہ شریف میں قیام کا ذکر:

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ جب دکھن کے سفر میں ہمارا گزر گلبرگہ کے علاقے میں ہوا تو ہم نے دیکھا کہ اس علاقے کے ایک پہاڑ کے دامن میں ایک بزرگ گوشہ نشین تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ (اُس وقت) ان کی عمر سات سو سال تھی۔ یہ بات دنیا کے عجائب وغرائب میں سے ہے۔ ان بزرگ نے بہت سی باتیں بتائیں۔ ان کے پاس ایک انگوٹھی تھی جو دنیا کے عجائب میں سے تھی۔ اس انگوٹھی میں یہ خاصیت تھی کہ جب پہننے والا اس کے نگینے کا رخ اپنی طرف کر لیتا تو نگاہوں سے غائب ہوجاتا اور جب اس نگینے کا رخ باہر کی جانب کرتا تو ظاہر ہوجاتا تھا رخصت ہوتے وقت انھوں نے ایک شغل بتایا جس کے فائدے حدِ بیان سے باہر ہیں۔ اس علاقے کے لوگ بے حد حسین ہیں۔ فرزند عبداللہ بیگی ان میں سے ایک خوب رو کی محبت میں گرفتار ہوگیا۔ ایک بار تو اسے چالیس دن تک کھانے پینے کا ہوش نہ رہا۔ دوسرے سفر میں جب ہمارا گزر اس علاقے سے ہوا تو ہم نے اسے ان لوگوں کے دام سے رہائی دلائی۔ رباعی: [2]

ہر کہ دریں سلسلہ زنجیر شد
بر سرِ اورنگِ جہاں میر شد
شیر صفت باشد کو بگسلد
سلسلۂ راکہ جہاں گیر شد

ترجمہ: جو شخص اس سلسلے میں زنجیر ہوگیا وہ تخت عالم پر میر ہو کر بیٹھا شیر صفت ہونا چاہیے جو اس کو توڑے۔ اس سلسلے کو

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔
[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

جس نے دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔
اس علاقے کے ہر گاؤں اور شہر میں عجیب باغات اور روشیں تھیں۔ حضرتؒ نے فرمایا اسی وجہ سے اس کا نام گلبر گہ ہے۔

آٹھواں معائنہ۔ بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بیت المقدس میں ہم متبرک مقبروں اور مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہاں جس قدر فیض انبیا علیہم السلام کی ارواح پاک سے ہمیں حاصل ہوا، اس قدر فیض کسی شہر میں حاصل نہ ہوا، کیوں کہ اکثر انبیا علیہم السلام یہاں مدفون ہیں۔ خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مبارک مقبرہ بھی اسی جگہ ہے یہاں سارے علاقے کے فقیروں اور مسکینوں کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ جب ہم مسجد اقصیٰ کے طواف کے لیے وہاں آئے تو ایسی عجیب بات ظاہر ہوئی کہ زبان اس کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ میں ہر روز ہزار بار رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور جو شخص اس کے طواف سے مشرف ہوتا ہے، وہ ایسا پاک ہوجاتا ہے گویا آج ہی پیدا ہوا ہے۔

نواں معائنہ۔ صالحیۂ دمشق، دمشق کی مسجد میں بارہ ہزار محراب ہیں:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دمشق کی مسجد جامع عبداللہ امیّہ نے تعمیر کرائی تھی۔ ستر اونٹوں پر تعمیری سامان لاد کر لایا گیا تھا، وہ سب مسجد کی تعمیر میں صرف ہوا۔ اس میں بارہ ہزار محراب ہیں۔ اکثر انبیا اس کے ہر ستون کے ساتھ آسودۂ خاک ہیں۔ بارہ ہزار قندیل (ہر شب) روشن کی جاتی ہیں۔ انبیا کی قبروں کے ساتھ ہر ستون پر ایک قندیل لگائی گئی ہے۔ لوگ اس مسجد کے تین ستونوں میں نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر طرف روح کو فرحت پہنچانے والی نہریں اور چشمے جاری ہیں۔ انھیں ایک درجے میں بے مثال کہا جاسکتا ہے۔

دسواں معائنہ۔ کوہِ لبنان، کوہ نہاوند اور کوہ طور کا مشاہدہ۔ شیطان سے ملاقات اور سوال وجواب:

لبنان کا پہاڑ خیال کی ایک بہشت ہے۔ جدھر دیکھو دریا بہتے ہوئے نظر آتے ہیں جن میں اکثر اسی پہاڑ سے نکلے ہیں۔ یہاں چالیس محرابیں ہیں۔ ہر محراب میں سے بہتا ہوا پانی گزرتا ہے۔ بہاؤ کی آواز سے قرآن کی قرأت سنائی دیتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ابدالوں کی قیام گاہ ہے۔ اکثر اصحاب سلوک کو یہاں اپنا مقصود حاصل ہوا ہے اور بزرگوں کی ایک جماعت نے یہاں اپنے کام کو انجام تک پہنچایا ہے۔ حضرتؒ نے بھی یہاں دس دن اعتکاف میں بسر کیے۔
کوہ نہاوند کے نزدیک ایک مسجد ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ کسی عظیم القدر شخص کی تعمیر کردہ ہے۔ وہاں اس کے ساتھیوں کے تین ہزار تابوت ہیں۔ ان کے زخموں پر دھنی ہوئی روئی رکھ دی گئی ہے۔ مسافر اس مقام پر جاتے ہیں اور روئی اٹھا کر

دیکھتے ہیں تو اس میں سے خون ٹپکنے لگتا ہے پھر روئی اس جگہ رکھ دیتے ہیں جو شخص وہاں جاتا ہے اپنی استعداد کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے۔

کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدفن ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ میں اور برادرم خضر علیہ السلام اس کا طواف کررہے تھے کہ شیطان لعین ظاہر ہوا۔ میں نے اس سے سجدہ نہ کرنے کا سبب معلوم کیا۔ اس نے کہا ثابت قدم عاشق کس طرح (محبوب کے) غیر کی جانب متوجہ ہوسکتا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ عاشقی میں تو تو ثابت قدم ہے لیکن تو نے غلطی بھی کی ہے کہ یہاں یہ جاننا چاہیے کہ ایک شخص کسی شخص سے کامل وابستگی رکھتا ہے اور وہ کسی اور شخص سے وابستگی رکھتا ہے۔ اگر محبوبِ اوّل اپنے عاشق کو حکم دے کہ تو میرے محبوب کی خدمت بجالا تو اس میں عاشق کے لیے دو خطرے موجود ہیں۔ اوّل یہ کہ (عاشق نافرمانی کرے اور) کہے کہ مجھے اس سے کیا سروکار کہ دوسرے کی طرف توجہ کروں۔ دویم یہ کہ مجھے اپنی مراد سے کوئی سروکار نہیں (یعنی وہ محبوب کا عاشق نہیں ہے اپنی ذات کا عاشق ہے) پس جو کچھ محبوب حکم فرمائے اس کی پابجائی کرے یہ آخری خطرہ ہے۔ ابیات:

یکے عاشق مہیں محبوب دارد
کہ محبوبش دگر مطلوب دارد

ترجمہ: ایک شخص بڑی شان والے محبوب کا عاشق ہے اور اس کے محبوب کا کوئی دوسرا مطلوب ہے۔

محبِّ خویش را کارے بفرمود
کہ محبوبِ مرا خدمت بکن زود

ترجمہ: اس نے اپنے عاشق کو اس کام کا حکم دیا کہ تم میرے محبوب کی خدمت جلد بجا لاؤ۔

اگر آں ہست عاشق ثابت اقدام
نہد سر بر خطِ محبوب تا کام

ترجمہ: اگر وہ ثابت قدم عاشق ہے تو انجام تک اپنے محبوب کے حکم پر سرِ نیاز رکھے گا۔

اگر عاشق مرادِ خویش باشد
بہ خدمت کردنش دل ریش باشد

ترجمہ: اگر وہ اپنی مراد کا طالب ہے تو وہ اپنے محبوب کے محبوب کی خدمت کرنے سے تکلیف محسوس کرے گا۔

مریدے اوّلست ثانی نہ باشد
چوزیناں نیست قربانی نہ باشد

ترجمہ: مرید وہ ہے جو اوّل و آخر مرید ہو اگر ایسا نہیں ہے تو اس کی کوئی قربانی قبول نہیں ہوتی۔

حضرتؒ نے اس سے اور بھی بہت سے عجیب وغریب اسرار اور معاملات سے متعلق سوالات کیے ابلیس نے سب کے تسلی بخش جواب دیے۔

گیارھواں معائنہ۔جبل القدم میں حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کی زیارت:

جبل القدم میں حضرت آدم علیہ السلام کا قدم مبارک ہے۔آپ کو پہلے پہل کوہِ سراندیپ میں اتارا گیا تھا۔آپ نے چالیس سال تک اور ایک قول کے مطابق ستر سال تک ایک پیر پر کھڑے رہ کر توبہ واستغفار کی اور بے حد گریہ وزاری کرتے رہے یہاں تک کہ ایک چشمہ جاری ہوگیا اور اس سے نیل گھاس اُگ آئی۔فرد:

نیلِ گنہ چوں زکفش شستہ شد
نیلِ گیا در قدمش رُستہ شد

ترجمہ: جب ان کی ہتھیلی سے گناہ کا نیل دھل گیا تو ان کے قدموں میں نیل گھانس اگ آئی۔

وہاں جواہر کی کانیں ہیں اور ایک پتھر آدم علیہ السلام کے قدم کا نشان تین گز لمبا ابھرا ہوا ہے۔حضرت ذوالقرنین نے بے حد مشقت اور بہت زیادہ تکلیف برداشت کر کے سفر کیا اور آدم علیہ السلام کے قدم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔تین فرسنگ تک بندھی ہوئی ایک زنجیر کے سہارے دنیا بھر کے سیّاح اور مسافر آدم علیہ السلام کے مقدم تک پہنچتے ہیں۔اس جگہ سے راتوں کو بلند آواز سے ذکر کی صدائیں اور قرآن پڑھنے کی آوازیں سنائی دیتے ہیں لیکن ذاکر اور قاری نظر نہیں آتے البتہ زائرین میں سے بعض پر وہ اپنے آپ کو ظاہر بھی کر دیتے ہیں اور وارداتِ الٰہی اور مقاماتِ نامتناہی تک رسائی میں واسطہ بن جاتے ہیں۔

بارھواں معائنہ۔بصرہ، بغداد شریف اور گاذرون کا سفر ابواسحٰق گاذرونی کا روشن کردہ چراغ جو ابھی تک روشن ہے:

بصرے میں جس قدر عجیب وغریب آثار مشاہدے میں آئے دوسری جگہ کم ہی ہوں گے یہاں کے مشہور نخلستانوں کی جیسی بے حد لذیذ کھوریں دوسری جگہ پیدا نہیں ہوتیں۔یہاں خواجہ حسن بصریؒ، زین العابدینؒ، سعدؓ اور طلحہؓ کے مزارات ہیں

بغداد شریف میں حضرت غوث الثقلینؒ، حضرت خواجہ معروف کرخیؒ اور دیگر بزرگانِ عالم اور اولیائے نامدار کے مقبرے ہیں، جن کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔جس شخص کو مذکورہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہے وہی جانتا ہے کہ اسے کس قدر سعادت حاصل ہوئی ہے۔

گاذرون میں بہت سے اولیائے زمانہ کی قبریں ہیں لیکن سب سے زیادہ عجوبہ جو یہاں مشاہدے میں آیا وہ حضرت شیخ

ابو اسحاق گاذ رونیؒ [1] کا مقبرہ اور وہ چراغ ہے جو آپ نے اپنے دست مبارک سے روشن کیا تھا اور ابھی تک روشن ہے۔ امید ہے کہ قیامِ قیامت تک اسی طرح روشن وتابندہ رہے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہِ شیراز نے جو زیورِ صلاح سے آراستہ اور لباسِ فلاح سے پیراستہ تھا، اس چراغ کو بجھا دیا تھا لیکن پلک جھپکنے سے پہلے چراغ روشن ہو گیا اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ اس کا بیٹا مر گیا۔

مصر، اتنا بڑا شہر ہے کہ اس کی تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی۔ اس شہر کے شور وغل کی آواز دس کوس تک سنائی دیتی ہے۔ خسرو جو شیریں کا عاشق تھا یہیں رہتا تھا لیکن جو نادر بات ہے وہ یہ ہے کہ فرہاد کوہِ بے ستون کی اسی جگہ مرا جو اس نے کھودی تھی جیسا کہ یہ قصہ مشہور ہے۔ اس کے تیشے کا دستہ انار کی لکڑی کا تھا۔ وہ انار کا درخت وہاں موجود ہے۔ جب اس میں پھل آتے ہیں تو بعض انار خون آلود ہوتے ہیں اور بعض دوسرے اناروں کی طرح ہوتے ہیں۔

تیرھواں معائنہ۔ ملک کوہِ قاف اور دیوارِ سکندری:

کوہِ قاف کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ سارا پہاڑ زبرجد کا ہے۔ اس پہاڑ نے ساری دنیا کو گھیر رکھا ہے۔ یہاں آسمان صاف اور آئینے کے مانند ہے۔ اس کا عکس جو زمین پر پڑتا ہے سبز رنگ کا ہے جب لوگ دیوارِ سکندر پر پہنچتے ہیں (تو دیکھتے ہیں کہ) سات دھاتوں سے بنی ہوئی اینٹوں سے سات سو کوس کا راستہ بند کر دیا گیا ہے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ یاجوج ماجوج (پوری رات) دیوار چاٹتے ہیں علی الصبح جیسی تھی ویسی ہی ہو جاتی ہے۔

خصلان میں شیخ اسماعیل عطار رہتے ہیں۔ وہ بہت ہی قوی جذبے کے حامل بزرگ ہیں۔ جب حالت اجازت دیتی ہے تو دو تین دن کے لیے سماع کی مجلس میں چلے جاتے ہیں۔ ان کی خانقاہ اتنی وسیع ہے کہ اس کے ہر کونے میں بیس حجرے ہیں۔ جب کوئی مسافر آتا ہے تو کسی ایک حجرے میں قیام کرتا ہے۔ اس شہر کے باشندے خلیق ہیں وہ اپنی خوبصورت کنیزوں کو ان مسافروں کی خدمت گزاری کے لیے ان کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ جو شخص پاکباز ہوتا ہے اس کے معتقد ہو جاتے ہیں اور دل وجان سے اس کی خدمت کرتے ہیں۔ اگر ہاتھ کو ذرا سی جنبش دیتا ہے تو یہ کنیزیں دوڑ کر اپنے آقا کو مطلع کرتی ہیں۔ ان کا آقا بیس گز کپڑا فراہم کرتا ہے اور وہ بغیر کسی تکلیف کے اپنی جان، جان آفریں کو سپرد کر دیتی ہیں۔ ان کا قبرستان الگ ہے وہیں دفن کرتے ہیں۔

اسکندریہ میں آئینۂ سکندری ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ آئینہ تیس گز لمبا بنایا گیا ہے۔ پھر ایک بلند منارہ تعمیر کر کے آئینے کو اس پر نصب کر دیا گیا ہے وہ اس لیے کہ فرنگی بلا ناغہ راتوں میں کشتی پر سوار ہو کر اسکندریہ پر حملے کرتے تھے۔ جب وہ آئینے کے مقابل آتے تو اس میں ان کا عکس ظاہر ہو جاتا۔ اہل شہر مستعد ہو کر پیش قدمی کر کے ان سے جنگ کرتے جس میں

---

[1] حضرت شیخ ابو اسحاق گاذرونیؒ کا اسم مبارک ابو اسحاق ابراہیم بن شہر یار بن زادان فرخ بن فیروز گاذرونیؒ تھا۔ آپ نے ذی قعدہ ۴۲۶ھ میں وفات پائی۔ (سرچشمۂ تصوف در ایران ص ۲۰۳)

فرنگیوں کو شکست ہوتی۔

چودھواں معائنہ۔ مدینۃ الا ولیا، کوہِ ابواب اور جزیرہ طلسم کا بیان:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مدینۃ الاولیا عراق کے علاقے میں ہے۔ اس کو مدینۃ الاولیا اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں سوائے اولیا کے کسی دوسرے کا گزر ناممکن ہے۔ جب میر سید علی ہمدانیؒ [1] وہاں تشریف لائے تو ہم ایک بڑی جماعت کے ساتھ تھے۔ ہم چالیس افراد تھے جنھیں اس شرف سے مشرف ہونے کی توفیق ہوئی۔ یہاں تقریباً سو اولیا اور مشائخ ہیں جو یہاں متوطن ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو یہ شرف بخشا ہے کہ سوائے صاحبِ ولایت کے یہاں دوسرے کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے یہاں چالیس دن اعتکاف میں گزارے۔ حضرت شیخ عبداللہ نے جو اس جماعت کے سرِ حلقہ ہیں حضرتؒ پر بے حد نوازشیں فرمائیں اور ایک عجیب تحفہ بھی عطا کیا جس کی تفصیل عجائبات میں سے ہے۔

جبل الا بواب۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک قلعہ بنا ہوا ہے جس میں رہزنوں کے گروہ نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ اس قلعے کو سوائے سکندر ذوالقرنین [2] کے کوئی فتح نہ کرسکا۔ اس کی ایک تنگ جگہ میں اس غارنشیں زاہد کا مقبرہ ہے جس کی دعا سے یہ قلعہ فتح ہوا تھا۔ یہ عجیب نورانی اور روحانی فیض بخش مزار ہے۔ بعض لوگ جو اس کے حجرے میں اعتکاف کرتے ہیں وہ بے فیض نہیں رہتے۔

جریزۃ الطلسم۔ سب سے زیادہ عجیب وغریب جو بات ہوسکتی ہے وہ جزیرۂ طلسم سے متعلق ہے۔ یہ وہ جزیرہ ہے کہ جب سکندر کی کشتی یہاں پہنچی تو بحر محیط میں آ پڑی۔ ہر چند وہاں سے کشتی کا رخ موڑا گیا لیکن نہ نکل سکی۔ بالآخر دانشمند بلیناس کشتی سے اتر کر جزیرے پر آیا اور سکندر سے بعض آلات طلب کیے چند دن میں طلسماتی صورتوں کو صورت انسانی میں تبدیل کیا اور ایک نقارہ بھی مہیا کرلیا۔ وہ ایک نقارہ بجانے والی طلسمی صورت کے حوالے کیا۔ جب ظاہری اسباب کا مقصد حاصل ہوگیا تو بلیناس واپس کشتی میں آ گیا۔ اس نے اس عمل میں ایسی خفیہ تدبیر کی تھی کہ جیسے ہی اس نے کشتی میں قدم رکھا طلسمی نقارہ بجنے لگا۔ نقارے کے بجتے ہی کشتی چلنے لگی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہلاکت سے سب کو بچالیا تو لوگوں نے بلیناس

---

[1] میر سید علی ہمدانیؒ کا اسم گرامی امیر سید علی بن شہاب الدین بن میر سید محمد حسینی ہمدانی تھا۔ سال وفات ۷۸۶ھ ہے۔ آپ نے رکن الدین علاء الدولہ سمنانیؒ کی طرح ایک فتوت نامہ بھی تصنیف کیا تھا۔ (سرچشمۂ تصوف در ایران۔ ص ۱۳۷)

[2] بیسویں صدی کی ابتدا تک سکندر مقدونی کو ذوالقرنین کہا جاتا تھا لیکن مولانا ابو الکلام آزاد نے اپنی تفسیر میں جو تحقیق پیش کی ہے اور جو متعدد تاریخی شواہد پیش کیے ہیں اس سے ثابت ہوگیا ہے کہ سکندر مقدونی ذوالقرنین نہ تھا بلکہ وہ فرمانروائے ایران کیخسرو تھا۔ ملاحظہ فرمائیں ترجمان القرآن جلد دوم ص ۳۹۹ تا ۴۳۰۔ مترجم کے پاس ترجمان القرآن جلد دوم کا جو نسخہ ہے اس میں مقام اشاعت اور سال اشاعت درج نہیں ہے۔ نہ اس میں مولانا ابو الکلام آزاد کا کوئی دیباچہ یا مقدمہ شامل ہے، اس لیے مترجم مقام اشاعت اور سالِ اشاعت درج کرنے سے قاصر ہے۔ بہر حال یہ تحقیقی مقالہ سورۂ کہف کی تفسیر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

سے دریافت کیا کہ اس بلا سے چھٹکارے کا کیا سبب تھا۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور نصرت کے اور کوئی بات نہ تھی البتہ ظاہری صورت یہ ہے کہ بحر محیط میں ایک مچھلی ہے جس کی خصوصیات ناقابل بیان ہیں یہ اتنی بڑی مچھلی ہے کہ اس سے بڑی مچھلی سمندر میں نہیں ہے۔ جب اس نے نقارے کی خوفناک آواز سنی تو اپنی جگہ سے جست کر کے باہر نکل آئی اور جب پوری قوت سے تیرنے لگی تو اس کی پشت کے زور سے سمندر کا پانی تیزی سے بہنے لگا اور کشتی بہاؤ کے ساتھ پانی میں آ گئی۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں سکندر کی کشتی پرندوں کے اُڑنے کی وجہ سے نکلی لیکن پہلے بیان کی گئی وجہ ہی صحیح ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جب کشتی بحر محیط میں داخل ہوئی تو اگر چہ وہ طلسم اور نقارہ موجود تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی نامتناہی نصرت کی بدولت وہاں سے نکل آئی۔ جب ہم جزیرے کے اوپر پہنچے تو ہم نے عجیب وغریب جسم اور شکل کے پرندے دیکھے۔ ایک پرندے کی خوبیاں بیان فرمائیں کہ اس کے دونوں پر زمرد کے تھے۔ اس کے پیر اس طرح کے تھے کہ گویا ابھی مرصّع کیے گئے ہیں۔ اس کی چونچ سنہری تھی اور سینہ چاندی کا تھا۔ مختصر یہ کہ جب تک زمانہ گردش میں ہے ایسا پرندہ شاید ہی نظر آئے۔

ہم نے وہاں تین بزرگ نورانی شکل کے دیکھے۔ سفید ریش، آنکھیں لطافت میں آئینے کی طرح چمک دار اور لباس عام لوگوں جیسا نہ تھا۔ انھوں نے فقیر پر بے حد عنایت فرمائی اور نادعلی پڑھنے کی اجازت عطا کی۔ علاوہ ازیں راہِ سلوک ومعرفت سے متعلق بعض ایسے فوائد اور محققانہ وعارفانہ حقایق بھی بیان کیے جو گروہ صوفیہ کے لیے کارآمد ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں بحر محیط سے نکال دیا تو ہماری کشتی سمندر میں تھوڑی دور ہی چلی ہوگی کہ بنانے والا[1] ہاتھ جو سکندر رکھتا تھا نمودار ہوا، جب ہم اس طرف آئے تھے تو یہ بنانے والا ہاتھ ہمیں نظر نہیں آیا تھا۔

بہر حال ہونے والی بات تھی، ہر چند کہ ہم مگر مچھ کے منھ اور ہلاکت میں گھر گئے تھے لیکن وہاں سے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کر کے نکلے۔ رباعی:[2]

ہر کہ افتدر دمِ کامِ نہنگ
عمر اگر باشد نبود درنگ
ہمدم اگر کرد بدریا گزر
ہم بکف آوردہ زدریا گہر

---

[1] مطبوعہ فارسی نسخے میں ''ید جاعل'' تحریر کیا گیا ہے۔ متن میں اس کی کوئی صراحت نہیں ہے کہ اس ید جاعل کی خصوصیات کیا تھیں صرف اسی قدر اشارہ ہے کہ یہ سکندر کے پاس تھا (ص ۱۸۲)۔ ناچار مترجم نے ''ید جاعل'' کا لفظی ترجمہ ''بنانے والا ہاتھ'' کیا ہے۔

[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔

ترجمہ: جو کوئی مگرمچھ کے منھ میں آپڑے اگر اس کی زندگی ہے تو تعجب کی بات نہیں ہے جو حوصلے کے ساتھ دریا سے گزرے گا اپنے ہاتھ سے موتی بھی نکالے گا۔

پندرھواں معائنہ۔ علاقہ جھنکر کا ذکر اور ولایت خفچاق میں ایک درویش سے نعمت پانے کا بیان:

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ہم نواحِ دکن میں ایک علاقے میں پہنچے جسے جھنکر کہتے ہیں۔ یہاں کا فرمانروا ہندو تھا۔ یہاں کے لوگ بہت نازک اندام ہوتے ہیں خاص طور پر اس علاقے کی عورتیں بہت ہی خوبصورت ہوتی ہیں۔ اس علاقے میں ایک رسم ہے، خدا نہ کرے کہ ایسی رسم کسی اور علاقے میں ہو۔ وہ یہ ہے کہ شام کے وقت عورتیں مٹی کے ایک بہت بڑے مٹکے میں اپنے خنجر ڈال دیتی ہیں۔ ان کے جانے کے بعد مرد آتے ہیں اور گھڑے میں ہاتھ ڈال کر خنجر نکالتے ہیں۔ جس عورت کا خنجر جس مرد کے ہاتھ میں آتا ہے وہ عورت کو اس کے ساتھ خلوت کرتی ہے خواہ وہ اس کی بہن ہی ہو۔ حضرتؒ اس رسم سے بے حد مکدر ہوئے۔ اس علاقے کے راجہ نے حضرتؒ سے تعظیم کے ساتھ ملاقات کی اور بڑے اخلاص کا اظہار کیا۔ جب اس کا آنا جانا بڑھا تو حضرتؒ نے (اس رسم سے متعلق) اسے نصیحت کرنا شروع کیا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت صاحب کیا کروں، یہاں یہ (بری) رسم پڑ گئی ہے۔ میرے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے۔ پھر اس نے اپنے بڑوں کے حوالے سے یہ حکایت بیان کی کہ اُن کے عہد حکومت میں یہ ہوا کہ انھوں نے اس رسم کو بند کرنے کا حکم صادر کر دیا کہ کوئی شخص شام کو گھر سے باہر نہ نکلے۔ تقریباً ایک ماہ تک اس حکم پر عمل رہا کہ یکا یک ایک بڑی بلا اور وبا اس علاقے پر نازل ہوگئی۔ وزیروں اور مصاحبوں نے راجہ سے عرض کیا کہ ہم پہلے ہی عرض کرتے تھے کہ آپ یہ رسم بند نہ کریں کیوں کہ بلا نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ آخر کار راجہ کو حکم دینا پڑا کہ زمانۂ سابق کی طرح لوگ شام کو جمع ہوں اور بدکاری کریں۔ جب یہ رسم دوبارہ جاری ہوگئی تو چند ہی دنوں میں وہ بلا رفع ہوگئی۔ حضرتؒ نے جب راجہ سے یہ بات سنی تو فرمایا، واقعی کوئی شخص تقدیرات الٰہی سے مطلع نہیں ہے کوئی شخص اسباب سے واقف نہیں ہے۔ یہ کارخانۂ الوہیت ہے اسی طرح چلتا رہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دشت خفچاق کے لوگ ترک ہیں۔ انھیں خفچاق کہتے ہیں یہاں کی عورتیں اجلے جسم کی ہوتی ہیں اور اپنی خوبصورتی کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہیں۔ یہاں کی رسم تھی کہ عورتیں کھلے منھ پھرتی تھیں۔ جب ذوالقرنین کا لشکر یہاں پہنچا تو سکندر متفکر ہوا کہ عورتیں اس خوبی کے ساتھ اور مرد اس تشنگی کے ساتھ ہیں۔ مصرع

سپاہی غرب پیشہ و ننگ یاب

(اگر چہ سپاہی کا پیشہ نادر ہے لیکن اسے بدلے میں شرم ہی ملتی ہے۔)

آخر کار سکندر نے قپچاق کے سرداروں کو طلب کیا اور انھیں نصیحت کرنا شروع کیا کہ تمھاری عورتیں منھ پر نقاب نہیں ڈالتی ہیں جب کہ ہماری رسم کے خلاف کرنا جان دینا ہے۔ ہر چند اس نے اصرار کیا لیکن انھوں نے حکم نہیں مانا۔ جب سکندر نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ نہیں مان رہے ہیں تو اس نے دانشمند (بلیناس) سے مشورہ کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ یہ عورتیں پردہ کرنے لگیں۔ دانشمند نے عرض کیا کہ بادشاہ چند دن یہاں قیام کریں اور بعضے معدنی اور مادی آلات فراہم کیے جائیں۔ سکندر نے حکم دیا کہ دانشمند جو چیز طلب کرے مہیا کی جائے۔ دانشمند نے ایک ماہ میں عام گزرگاہ میں ایک طلسم کھڑا کیا۔ ایک صورت سیاہ پتھر سے تراشی اس کے چہرے پر بطور پردہ سنگ مرمر کی چادر پھیلا دی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جو عورت اس راستے سے گزرتی اور اس مجسمے کو دیکھتی اپنا منھ چھپاتی۔ اس طرح علاقے کی تمام عورتوں نے پردہ کرنا شروع کر دیا۔ جب (بلیناس) دانشمند اس کام سے عہدہ برآ ہوا تو سکندر نے حقیقت دریافت کی۔ دانشمند نے کہا اس میں حکمت کا ایک نکتہ ہے اور دوسرا ظاہری سبب یہ ہے کہ جب عورت نے یہ دیکھا کہ جب پتھر کی مورت منھ چھپاتی ہے تو ہم بھی منھ چھپائیں پتھر کی نصیحت نے پتھر دلوں پر اثر کیا۔ شعر:

بہ برگرچہ سیمند سنگیں دلند

بہ سنگیں دلاں زیں سبب مائلند

ترجمہ: ان کا جسم اگر چہ چاندی کا ہے لیکن دل پتھر کا ہے اسی لیے یہ سنگین دلوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

ولایت قپچاق میں ایک بزرگ خواجہ احمد یسویؒ کے خلفا سے تھے۔ انھوں نے حضرتؒ کی کامل ضیافت کی اور چند روز خدمت میں گزارے۔ جب حضرتؒ رخصت ہونے لگے تو انھوں نے خرقہ طلب کیا، حضرتؒ نے انھیں سرفراز فرمایا۔

ان بزرگ کا ذکر جو پہاڑ کے دامن میں رہتے تھے انھوں نے شیخ ابوسعید ابوالخیر کی کلاہ قدوۃ الکبراؒ کو عنایت کی:

(ولایتِ قپچاق سے) تھوڑا سا راستہ طے کیا ہوگا کہ دامن کوہ میں ایک بڑی عمر کے بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ بعض نے ان کے عمر پانچ سو سال اور بعض نے تین سو سال بتائی۔ ان بزرگ نے جب حضرتؒ کو دیکھا تو آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ تین روز تک کامل تعظیم کے ساتھ شرطِ ضیافت بجالائے۔ تین روز کے بعد فرمایا کہ اے فرزند اشرف! میرے پاس ایک امانت ہے۔ مجھے حکم ملا ہے اور برادرم خضر علیہ السلام نے بھی بشارت دی ہے کہ میں وہ امانت آپ کے سپرد کروں۔ حضرتؒ نے عرض کیا کہ یہ تو نہایت لطف وکرم ہوگا وہ بزرگ خانقاہ کے اندر گئے اور کلاہ پہنے ہوئے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ یہ ٹوپی مجھے اپنے بزرگوں سے جن کا سلسلہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ تک پہنچتا ہے ملی ہے۔ اب بشارت ہوئی ہے کہ میں اسے آپ کو دوں، قبول فرمائیں۔ حضرتؒ نے کامل تعظیم کے ساتھ وہ کلاہ لے لی۔ (ان بزرگ نے) دوسری بات یہ فرمائی کہ

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے منسوب رباعی کی یہ فضلیت بھی ہے کہ جو شخص ہمیشہ بلا ناغہ اسے پڑھے اس کا نام اولیائے الٰہی کی کتاب میں لکھ دیتے ہیں۔ آپ ہرگز ہرگز اس رباعی کا وردترک نہ کریں۔ اپنے اصحاب کو بھی اس کی ترغیب دیں اور اس شخص کو بھی یہ رباعی تلقین کریں جو عنایت کلی سے بہرہ ور ہو چکا ہو۔ اس رباعی کے اس درجے فواید ہیں کہ انھیں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ رباعی:

من بے تودمے قرار نتوانم کرد
احسانِ ترا شمار نتوانم کرد
گر برتنِ من زباں شود ہر موئے
یک شکر تو ہزار نتوانم کرد

ترجمہ: مجھے تیرے بغیر ایک دم بھی قرار نہیں مل سکتا۔ میں تیرے احسان شمار نہیں کرسکتا۔ اگر میرے بدن کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرے شکر کا ہزارواں حصہ ادا نہیں کرسکتا۔

اس کے علاوہ یہ رباعی بھی تلقین فرمائی اور اس کی خاصیت کی بے حد تعریف کی کہ جس بیمار کے لیے اس رباعی کا تعویز بنائیں یا پڑھ کر اس پر دم کریں تو صحت یاب ہوجائے گا۔ یہ رباعی بھی حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے منسوب ہے۔ رباعی:

حورا بنظارۂ نگارم صف زد
رضواں ز تعجب کفِ خود برکف زد
یک خالِ سیہ بررخِ آں مطرف زد
ابدال زبیم چنگ در مصحف زد

ترجمہ: حوروں نے میرے محبوب کے دیدار کے لیے صف قایم کی تو جنت کے داروغہ نے تعجب سے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اس کے چہرے کے ایک سیاہ تل نے سجع کہا۔ ابدال نے خوف سے چنگ کو کتاب پر مارا۔

حضرتؒ اس تلقین سے بے حد خوش ہوئے۔

سولھواں معائنہ۔ نواحِ عراق میں جبل القرون کی سیر اور شیخ عبداللہ سے ملاقات کا ذکر:

کوہِ قرون نواحِ عراق میں واقع ہے۔ اس میں حضرت شیخ عبداللہ رہتے ہیں۔ انھیں دامنِ کوہ میں قیام کے پچاس سال گزر چکے ہیں۔ اس علاقے میں ان سے صادر ہونے والی کرامات سب لوگوں میں مشہور ہیں۔ جو مسافر وہاں جاتا ہے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ ان کی خدمت میں رہنا اس قدر موثر ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جب ہم نے ان کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا تو بہت سے باتیں دریافت کیں۔ آخر میں وداع کے وقت فرمایا کہ حضرت ابوسعید ابوالخیر کی رباعی یاد رکھو

کہ خود صاحب شعر سے بھی یہ قول منقول ہے کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کے وقت یہ رباعی پڑھے تو امید ہے کہ صحت یاب ہوگا۔ وہ رباعی یہ ہے۔ رباعی:

فتنہ انگیزی ودامن درکشی
تیر اندازی گماں پنہاں کنی
باتو نتواں گفت این وآں مکن
پادشاہی ہر چہ خواہی آں کنی

ترجمہ: تو ہی فتنہ پر پا کرتا ہے اور اقرار بھی نہیں کرتا۔ تیر چلاتا ہے اور ظاہر بھی نہیں ہونے دیتا۔ اب تجھ سے یہ کیسے کہا جائے کہ یہ اور وہ نہ کرو۔ تو بادشاہ ہے جو چاہے کرتا ہے۔

یہاں حضرت شیخ جمیل الدین بھی قیام پذیر تھے۔ ان کی عمر تین سو سال تھی۔ ہم ان سے بہت سے حقائق و معارف سے بہرہ مند ہوئے۔ ان کے پاس ایک بندر تھا۔ شیخ نے اس کی بعض خارق عادت باتیں ہم سے بیان کیں، ایک بات جس کا ہم نے مشاہدہ کیا یہ ہے کہ جوگیوں کی ایک جماعت آئی۔ شیخ تھوڑی دیر ان سے باتیں کرتے رہے۔ اُن میں ایک مسلمان بھی جوگیوں کے حلیے میں تھا۔ بندر باہر آیا، سوائے اس شخص کے سب جوگی پاخانہ کررہے تھے بندر نے اپنے آقا سے کہا کہ غالباً یہ شخص مسلمان ہے کہ اس نے ویرانے میں جاکر پاخانہ کیا ہے۔ جب اس معاملے کی تفتیش کی تو وہ شخص مسلمان نکلا۔ شعر:

بسا حیواں بود کز لطفِ انساں
تمیزے می کند ز انسان و حیواں

ترجمہ: بہت سے حیوان ہیں جو انسان کے اچھے طور طریقوں سے انسان اور حیوان میں تمیز کر لیتے ہیں۔

سترھواں معائنہ۔ کوہ البہ میں ایک درویش کو خلافت عطا کرنا۔ ملک کا نورو کا سفر اور وہاں ایک جادوگرنی کے جادو سے قاضی حجت کا گائے بن جانا اور حضرت قدوۃ الکبراؒ کی دعا سے اصل صورت میں آنا:

کوہِ البہ میں ایک درویش قیام پذیر تھے۔ بے حد نیک وصالح۔ انھوں نے حضرتؒ سے ملاقات کی اور آپ کی خدمت گزاری میں مصروف ہوگئے چوں کہ اس مقام پر کافی عرصے قیام رہا وہ فیض یاب بھی ہوئے۔ جب انھوں نے خرقے کی درخواست کی تو آپ نے انھیں اپنی خلافت سے مشرف فرمایا اور تحریری سند بھی عطا کی۔

اُن درویش نے آپ سے عرض کیا کہ اس علاقے کا حاکم درویش دوست اور مسافر نواز ہے۔ مجھے بے حد تسکین ہے کہ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ اپنے مبارک قدم سے اسے برکت عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا یہ بات مناسب نہیں ہے۔ ان کی بے حد عاجزی اور اصرار پر حاکم کے حاضر ہونے کی آپ نے اجازت دے دی۔ جب راجہ حاضر ہوا تو اس نے حضرتؒ کو اس انداز سے دیکھا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ راجہ حد سے زیادہ شرائطِ خدمت وضیافت بجالایا۔ جب اس نے اپنے متعلق حضرتؒ کا التفات دیکھا تو عرض کیا کہ میری ایک درخواست ہے۔ آپ نے فرمایا تم کافر ہو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ راجہ نے عرض کیا سلاطین دہلی مجھ سے کدورت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم شاہانِ دہلی کی خدمت کی شرطیں پوری کردو گے تو تمھیں کوئی شخص نقصان نہ پہنچائے گا اور نہ تمھارا ملک فتح کرنے کے خیال سے بادشاہوں کا قدم تمھاری طرف اٹھے گا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے، حضرت مخدومیؒ کی ملازمت سے رخصت ہو کر فقیروں کے ارادے کی لگام سنار گاؤں کی طرف مڑی۔ درویشوں اور خوب مشربوں کے جھنڈے اور پرچم وہاں اتارے گئے۔ یہاں نادر قسم کے مکان تعمیر کیے گئے ہیں، خاص طور پر علی مردان کی تعمیر کردہ مسجد ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد نادر روزگار عمارت ہے۔ تین سو ساٹھ گنبد ظاہر طور پر نظر آتے ہیں باقی گنبد دریا کے اندر ہیں۔ ہم ایک عرصے تک اس مسجد میں گوشہ نشین رہے اور عبادت میں مشغول رہے۔ یہاں دانشمند مردوں اور عالی خاندانوں کی کثرت ہے۔ حضرت مخدومیؒ کی انفاس مبارک کی برکت سے یہاں تین دن تک سونے کی بارش ہوئی تھی۔ یہاں انتہائی فرحت بخش باغات اور حوض ہیں۔

سنار گاؤں سے چل کر کانورو میں آنے کا اتفاق ہوا۔ ہر چند بعضے اصحاب نے یہاں قیام کرنے سے منع کیا، چوں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور تقدیر یہی تھی کہ فقرا اس علاقے سے گزریں (گزرنا پڑا) اس زمانے میں یہاں مسلمان کم تھے۔ عورتیں صاحب حسن اور جادوگر تھیں۔ اتفاقاً قاضی حجت کو ان جوان عورتوں میں سے ایک عورت سے محبت ہوگئی۔ ہم نے ہر چند منع کیا لیکن باز نہیں آئے۔ جب فقیروں کا ارادہ یہاں سے لوٹ کر واپسی کا ہوا تو (اس جادوگرنی نے) قاضی حجت کو بیل بنا کر چھپا دیا اور اصحاب کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے انھیں بیل بنا کر چھپا دیا ہے۔ (اس پر) حضرتؒ نے فرمایا، کہ ان کی عورت سورنی ہے کہ انھیں بیل بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ عورت سورنی ہوگئی۔ اس کی ماں روتی پیٹتی حاضر خدمت ہوئی آپ نے فرمایا تم نے قاضی حجت کو بیل بنایا ہے، پہلے تم اپنا جادو لوٹاؤ کہ وہ اپنی اصل حالت میں آئیں۔ آخر وہ لوگ چلے گئے اور اپنا جادو منتر کرنے لگے یہاں تک کہ قاضی حجت اپنی اصل شکل میں مبدل ہوگئے۔ اس عورت کی ماں کو لایا گیا اور آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی اپنی اصل حالت میں آجائے گی۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ عورت اپنی اصل شکل میں مبدل ہوگئی۔

اس قدر مدت یہاں گزارنے کے بعد آپ نے اصحاب کو سفر کا حکم دیا اور نصیحت کی کہ اب ہرگز علاقۂ کامرو کا رخ نہ

کرنا کہ خراب جگہ ہے۔ واپسی کے دوران ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ ان کا جذبہ بیان نہیں کیا جاسکتا آپ فرماتے تھے کہ ملک ہندوستان میں اس درویش سے زیادہ قوی جذبے کا دوسرا شخص نظر نہیں آیا۔ اس زمانۂ معرفت میں کسی کو ان سے بہتر انبیا کی پیروی حاصل نہیں ہے اور اکابر مشائخ کی نسبت بھی انھیں حاصل ہے حضرتؒ کو بہت سرفراز کیا اور ایک پرانی گدڑی جو بہت سے بزرگوں اور بڑے ولیوں سے منسوب تھی حضرتؒ کو عنایت کی اور کہا:

''تو ہی ہے جس نے حضرت علاء الدین کا خزانہ لوٹا ہے اور ان کے باغِ ولایت کو خشک کردیا۔''

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ فقیر کو ایک سو چوہ جگہ سے نعمت ملی ہے۔ دیگر بزرگوں سے بھی فیض حاصل ہوا۔ یہ سب کچھ ہم نے فرزند نور العین پر نثار کردیا ہے۔ رباعی:[1]

ہر آں فیضے کہ در کونین باشد
نعیمِ کاملِ دارین باشد
درِ فیضِ ہمہ راجمع کردہ
نثار روے نور العین باشد

ترجمہ: ہر وہ فیض جو دونوں عالم میں ہے اور ہر کامل نعمت جو دارین میں ہے۔ فیض کے تمام موتیوں کو جمع کر کے نور العین کے رخ پر نثار کردیے ہیں۔

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

لطیفہ ۳۶

بزرگوں کے طعام اور ضیافت کا طریقہ
بعض کھانے اور پینے کی چیزوں کے فائدے

قال الاشرفؒ:

من اکل الطعام بلنسیه فهوا کل، ومن لم یاکل بهذا النوع فهو حامل، کما جاء فی الرسالة الغوثیه ثم سالت یارب هل لک اکل وشرب قال اکل الفقیروشرب الفقیر اکلی وشربی یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، جس شخص نے دیر سے (شدید بھوک کے وقت) کھایا وہ (صحیح) کھانے والا ہے اور جس شخص نے اس طریقے پر نہ کھایا، وہ بوجھ اٹھانے والا ہے، جیسا کہ رسالۂ غوثیہ میں ہے۔ پس میں نے خدا سے دریافت کیا، اے خدا! کیا آپ کے لیے کھانا پینا ہے، فرمایا فقیر کا کھانا اور فقیر کا پینا میرا کھانا پینا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ گروہ صوفیہ نے کھانے کے بارے میں نفاست پر اصرار نہیں کیا ہے۔ بس جیسا مل گیا کھالیا، لیکن حکما کہتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو لطیف قسم کا کھانا کھایا جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ اس سے طبیعت کی لطافت اور مزاج کی نزاکت بڑھتی ہے۔ اس کا تعلق تجربے سے ہے۔ بہر حال صوفی کے لیے ضروری ہے کہ ثقیل چیز نہ کھائے بلکہ ایسی چیزیں کھائے جو جلد ہضم ہو جائیں۔

حضرتؒ اگر چہ ہندوستانی کھانوں سے بھی رغبت رکھتے تھے لیکن ایک دو مرتبہ سفر میں ایک قسم کا ترکی کھانا بھی فراہم کیا گیا۔ فرماتے تھے کہ گروہ صوفیہ کے لیے شور بے دار کھانا نامناسب ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ رزق مرزوق کی اجل سے زیادہ طلب رکھتا ہے[1] **الرزق مقسوم فلاتر حل له والموت مختوم لا توجل له** یعنی رزق مقسوم ہے اس کے لیے سفر نہ کر اور موت مہر کر دی گئی ہے اس سے خوف نہ کر۔ شعر:

---

[1] نسخے میں یہ جملہ اس طرح نقل ہوا ہے "طعام مرزوق راز یادہ طلب دارد از اجل۔"

رزقت مقدرست مکن بہر آں سفر
مرگت موجل است ازاں ہم مکن حذر

ترجمہ: تیرا رزق مقدر کر دیا گیا ہے اس کے لیے سفر نہ کر۔ تیری موت کا وقت مقرر ہے اس سے بھی فرار اختیار نہ کر۔

ایک روز حضرتؒ نے شہر جونپور کی مسجد ملک خالص میں نزول فرمایا۔ اس شہر کے درویشوں کی ایک جماعت حضرتؒ سے ملاقات کے لیے آئی اور آپ سے دنیا کے عجائب وغرائب کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے موقع ومحل کے مطابق کچھ فرمایا۔ اُن میں سے ایک شخص نے ازراہ آراستگی کہا:

رزق چوں مقدرست گردیدن چیست
جب رزق مقدر کر دیا گیا ہے تو ادھر ادھر پھرنا کیا ہے

آپ نے فرمایا، مصرع:

رزّاق چو گر داند پرسیدن چیست
جب رزق دینے والا ہی ادھر ادھر پھرائے تو پوچھنا کیا ہے

جب وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے تو آپ نے فرمایا، کہ عجیب لوگ ہیں کہ سفر میں طلبِ رزق کے سوا دوسرے فائدوں سے واقف نہیں ہیں، خاص طور پر وہ گروہ جس نے جملہ اسباب کی بساط لپیٹ دی ہے اور لازم کردہ دستر خوان تہ کر کے رکھ دیا ہے، کس طرح یہ بات کہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کھانے کی تین صورتیں ہیں۔ فرض، سنت اور مباح، اس قدر طعام کہ ہلاکت سے محفوظ رہے فرض ہے۔ اتنی مقدار میں کھانا کہ عبادت کر سکے اور روزی کما سکے سنت ہے۔ پیٹ بھر کھانا مباح، سیر ہوجانےسے زیادہ کھانا حرام ہے البتہ روزہ رکھنے کی نیت سے یا مہمان کی خاطر سیری سے زیادہ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ رات کا کھانا ترک کرنے سے منع فرمایا ہے، **کما قال علیہ السلام، ترک العشآء مهر مه** یعنی جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ رات کا کھانا نہ کھانے سے ضعف پیدا ہوتا ہے۔

رات کے کھانے کا فائدہ اور ایک پہلوان کا قصہ:

اسی سلسلے میں فرمایا کہ ایک پہلوان لڑائی کے ایک معرکے میں زخمی ہوگیا اور اپنے گھر پہنچنے کے لیے تیز تیز جارہا تھا۔ راستے میں ایک دوست مل گیا۔ دوست نے زخم کے علاج لیے تکلیف کرنی چاہی۔ پہلوان نے دوست سے کہا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں، میں زندہ نہ بچوں گا کیوں کہ میں نے ایسے شخص کے ہاتھ سے زخم کھایا ہے جس سے تین کام کبھی ترک نہیں ہوئے ایک رات کا کھانا، دوسرے لمبے چوڑے بستر اور پلنگ پر سونا اور تیسرے دو زانوں بیٹھنا، چناں چہ جس شخص

نے ان کاموں پر ہمیشہ عمل کیا ہو اس کے ہاتھ سے پہنچا ہوا زخم بھی کاری ہوگا۔

پہلوان یہ کہہ کر رخصت ہوا۔ تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ دوسرا چاق وچوبند پہلوان ہاتھ میں تیر کمان لیے نمودار ہوا، اور پہلے پہلوان کے دوست سے دریافت کیا کہ اس راستے سے کوئی زخمی شخص گزرا ہے اور وہ کس طرف گیا ہے۔ اس نے کہا ہاں یہاں سے گزرا تھا لیکن اب تو وہ اپنے گھر پہنچ گیا ہوگا۔ دوسرے پہلوان نے کہا اچھا اب میں واپس جاتا ہوں۔ دوست نے اصرار کیا کہ رات ہوچکی ہے آپ یہیں قیام کریں تاکہ نان ونمک کے ساتھ رات بسر کرسکیں۔ اس دعوت سے دوست کی غرض یہ تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے اُن باتوں کا مشاہدہ کرے جو زخمی پہلوان نے بتائی تھیں۔ دوسرے پہلوان نے دعوت قبول کرلی اور کہا اچھا رات یہیں بسر کرتا ہوں۔

دوست اس پہلوان کو اپنے گھر لے گیا۔ زمین پر بچھانے کے لیے فرش نہ تھا۔ پہلوان حسب عادت زمین پر دوزانو بیٹھ گیا میز بان نے اپنے گھر میں کھانے کا بھی کوئی بندوبست نہیں کیا۔ جب کسی قدر رات گزرگئی تو پہلوان کو یقین ہوگیا کہ یہاں کھانا نہیں ملے گا، اس کے علاوہ سونے کے لیے پلنگ بھی چھوٹا بھجوایا ہے۔ آج رات فاقہ ہی کرنا پڑے گا اور اس چھوٹی سے چار پائی پر ٹھیک سے نیند بھی نہیں آئے گی۔ یہ بات مجھ سے ہرگز نہ ہوسکے گی (کہ بھوکا رہوں اور ٹھیک سے سو بھی نہ سکوں)۔

پہلوان نے اپنی جائے قیام کا جائزہ لیا۔ چڑیوں کے بچوں کی آواز سنائی دی۔ وہ فوراً اٹھا اور چڑیوں کو ذبح کیا۔ تھوڑی سے لکڑی جمع کرکے آگ جلائی اور ذبح کردہ چڑیوں کے کباب بنائے۔ چھری تو اس کے پاس ہی تھی اس سے چار پائی کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے اور اس کی رسیوں سے بستر بنا کر سوگیا۔

جب میز بان نے یہ مشاہدہ کرلیا کہ پہلوان نے اپنی عادتیں پوری کرلی ہیں تو اس نے پہلوان سے بے حد معذرت کی کہ میرا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ آپ کو بھوکا رکھوں بلکہ زخمی پہلوان نے جو باتیں آپ کے بارے میں کہی تھیں ان کا مشاہدہ کرنا تھا۔ اس کے بعد میز بان نے کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا اور قسم قسم کے کھانے جو اس نے گھر میں تیار کرائے تھے، پہلوان کے آگے رکھے اور کھلائے۔ ایک نفیس پلنگ اور بیش قیمت بستر فراہم کیا۔ مہمان نے رات بہت آرام سے بسر کی۔ علی الصبح جب کہ مہمان ابھی رخصت نہ ہوا تھا لوگوں نے یہ خبر پہنچائی کہ زخمی پہلوان اس دنیا سے کوچ کر چکا ہے۔

کھانا کھانے کے آداب:

کھانا شروع کرنے سے پہلے دایاں ہاتھ دھونا چاہیے، **كما قال عليه السلام الوضو قبل الطعام ينفي الفقر وبعدهٗ ينفي اللمم** یعنی جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کھانے سے پہلے وضو کرنا فقر کو دور کرتا ہے اس کے بعد صغیرہ گناہوں کو دور کرتا ہے۔ (یہاں) طعام کے وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے۔

ہاتھ دھلانے کی ابتدا جوانوں سے کریں تاکہ بوڑھے لوگ کھانے کے لیے جوانوں کا انتظار نہ کریں۔ کھانے کے بعد

پہلے بوڑھے لوگوں کے ہاتھ دھلائیں لیکن اس فقیر کے نزدیک مناسب یہ ہے کہ ہاتھوں کا دھلانا خواہ کھانے سے پہلے ہو یا بعد میں مشائخ، اکابر اور سرداروں سے شروع کیا جائے۔ دائیں ہاتھ کی جانب سے ہاتھ دھلائے جائیں کیوں کہ **ان اللہ یحب التیامن فی کل شئی حتی التنعل والتر جل** یعنی اللہ تعالیٰ ہر بات میں داہنی جانب کو پسند فرماتا ہے یہاں تک کہ جوتا پہننے اور کنگھا کرنے میں بھی۔ اس کی دو روایتیں ہیں، جن کا اطلاق مجلس اور ہاتھ دھونے پر ہوتا ہے۔ مجلس اور ہاتھ دھونے کا عام طریقہ رائج ہے۔ بہتر یہ ہے کہ (آنے والے) دائیں ہاتھ کی جانب سے بیٹھنا شروع کریں کیوں کہ مجلس کے اگلے حصے کو تمام معاملات میں سبقت دی گئی ہے۔

جو شخص ہاتھ دھلائے وہ یہ دعا پڑھے، **ظھرک اللّٰہ من الذنوب و براک اللّٰہ من العیوب** یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے پاک اور عیبوں سے بری کرے۔ اگر میز بان ہے تو خود ہاتھ دھلائے کہ یہ بے حد پسندیدہ عمل ہے۔ امام مالکؒ نے امام شافعی کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ (علاوہ ازیں) بیان کرتے ہیں **ھذہ من عادات الصوفیۃ و الاکل علی السفرۃ ھی سنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم** یعنی یہ بات صوفیہ کے اخلاق سے ہے اور دستر خوان پر کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس کے بعد دستر خوان بچھائیں۔ بہتر یہ ہے کہ دستر خوان سرخ رنگ کا ہو کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے، نیز وہ دستر خوان جو رب العالمین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا وہ بھی سرخ رنگ کا تھا۔ اس کے بعد دستر خوان سے جو کچھ مناسب ہو سامنے رکھیں۔ بہتر یہ ہے کہ دستر خوان تانبے اور لوہے کا نہ ہو۔

روی عن انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ قال مااکل رسول علیہ السلام علیٰ خوان ولا اُستکر حۃٍ وھی القصعہ الصغیرۃ لانّہ لیس برکۃ فیھا یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول علیہ السلام نے دستر خوان پر نہ کھایا اور نہ کبھی طشتری میں کھایا جو چھوٹی رکابی جیسی ہوتی ہے کیوں کہ اس میں برکت نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے میدے کی روٹی بھی تناول نہیں فرمائی کیوں کہ بے چھنا آٹا استعمال فرماتے تھے۔ **ویجتنب عن القصعۃ الصغیرۃ و نحو الصفرو النحاس فالمسنون الخشب والخذف** یعنی چھوٹی رکابی نیز تانبے اور پیتل کے برتن میں کھانے سے پرہیز کرے۔ لکڑی اور مٹی کے برتن میں کھانا سنت ہے۔

پہلے مجلس کے اکابر کھانا شروع کریں۔ اگر میز بان اجازت دے تو بہتر ہے ورنہ کھانا سامنے رکھ دینا ہی ایک درجے میں اجازت ہے۔ کھانے کی ابتدا نمک سے کریں۔ **کما قال علیہ السلام ابداء بالملح وا ختم بالملح فان فی الملح شفاء من سبعین دآء وا ھو نھا الجزام والجنون والبرص ووجع البطن** یعنی جیسا کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ (کھانا) نمک سے شروع کرو اور نمک پر ختم کرو بے شک نمک ستر بیماریوں سے شفا دیتا ہے اور ان میں نہایت

آسان جزام، دیوانگی، برص اور درد شکم ہیں۔

کھانے کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتی ہے۔

ویستجب ان یقول فی اول لقمه بسم اللّٰه والثانیه بسم اللّٰه الرحمٰن وفی الثالثة بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم یتم ویشرب الماء ثلثة انفاس یقول فی النفس الاوّل الحمدللّٰه وفی نفس الثانی الحمدللّٰه رب العالمین وفی الثالث الحمدللّٰه رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔

یعنی واجب ہے کہ پہلے لقمے پر بسم اللہ دوسرے پر بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے لقمے پر پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے اور پانی تین گھونٹ کر کے پیے پہلی گھونٹ پر الحمدللہ دوسری گھونٹ پر الحمدللہ رب العالمین اور تیسری گھونٹ پر الحمدللہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم کہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ کھانے سے متعلق چار چیزیں فرض ہیں۔ پہلے یہ کہ جو کچھ کھائے صرف حلال کمائی کا ہو۔ دوسرے یقین کرے کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تیسرے یہ کہ جو کچھ بندے کو میسر ہوجائے بہ رضا و رغبت تناول کرے۔ چوتھے یہ کہ کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے بلکہ عبادت اور طاعت کی غرض سے کھائے۔ اسی طرح کھانے سے متعلق چار امور سنت ہیں۔ پہلے یہ کہ کھانے کی ابتدا بسم اللہ پڑھنے سے کرے اگر ہر لقمے پر بسم اللہ کہے تو مستحب ہے۔ دوسرے یہ کہ کھانے سے فارغ ہو تو الحمدللہ کہے۔ تیسرے یہ کہ کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھوئے۔ چوتھے یہ کہ کھاتے وقت دایاں پاؤں اٹھا ہوا اور بایاں پاؤں زمین سے لگا ہوا ہو۔

آدابِ طعام میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے سامنے سے کھائے دوسرا یہ کہ چھوٹا لقمہ کھائے۔ تیسرا ادب یہ ہے کہ لقمے کو خوب چبائے۔ چوتھا یہ ہے کہ دوسرے شخص کے لقمے پر نظر نہ ڈالے اور (دسترخوان پر) جو کھانا گر گیا ہے اس کا ایک ایک ریزہ اٹھا کر کھالے اور انگلیاں چاٹے۔

کھانے کو سونگھنے کی ممانعت کا بیان:

جس امر کی ممانعت ہے وہ یہ ہے کہ کھانا نہ سونگھے اور کھانے پر پھونک نہ مارے۔ پھونک مارنے کی ممانعت اس وقت ہے، جب آپ کے ساتھ دوسرا شخص شریک طعام ہو۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشائخ کے ملفوظات میں آیا ہے کہ **الطعام عورة فاسترو ها ای فاسترو اعیو بها** یعنی کھانا عورت ہے پس اسے چھپاؤ یعنی اس کے عیب ظاہر نہ کرو۔ اگر حقیقت کو پیشِ نظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مشائخ نے ظاہر کرتے ہوئے کھانا کھایا ہے۔ یہ کس وجہ سے ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مشائخ نے اپنی عاجزی اور مسکینی کو ظاہر کیا۔

انھوں نے عیاں طور پر کھانا کھا کر یہ ثابت کیا کہ ہم فرشتہ صفت نہیں ہیں(انسان ہیں) انھیں اس اچھی نیت کی بنا پر فضلیت حاصل ہے۔ کھانے کے عیبوں کو چھپانا بہت ضروری ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ باورچی کو اشارے کنایے سے بتا دیا جائے یا کسی مناسب موقعے پر اس پر ظاہر کر دیا جائے۔ بزرگوں کے طعام میں کھاتے ہوئے معاذ اللہ کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہیے جس سے کھانے کا عیب ظاہر ہو، ورنہ نقصان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام طالبین کو اس برائی سے محفوظ رکھے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ شیخ عبداللہ خفیفؒ نے سفر کا ارادہ کیا۔ وہ ابو ذرعہ اردبیلی قدس سرہٗ کے پاس پہنچے۔ ابو ذرعہؒ نے انھیں تھوڑا سا پکا ہوا بودار گوشت (کھانے کے لیے) دیا لیکن شیخ نے یہ بودار گوشت نہ کھایا۔ جب آگے سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں ایک بیابان آ گیا اور قافلہ راستے سے بھٹک گیا۔ چار روز بھوکے رہے اور کوئی چیز کھانے کے لیے نہ مل سکی۔ چار دن گزرنے کے بعد شیخ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ صحرا میں جا کر کچھ تلاش کرو شاید مل جائے۔ اتفاق سے ایک کتا نظر آیا اسے بہت سے حیلوں اور بہانوں سے پکڑ کر ذبح کیا اور امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیا۔ شیخ کے حصے میں کتے کا سر آیا۔ ہر شخص نے اپنے حصے کا گوشت کھایا لیکن شیخ نے تامل کیا اور نہ کھایا۔ جب رات گزر گئی اور صبح کے آثار نمایاں ہونے لگے تو کتے کے سر نے کہا، یہ اس شخص کی سزا ہے جس نے ابو ذرعہ اردبیلی کے دسترخوان کا بودار گوشت نہ کھایا۔ شیخ بستر سے اٹھے، اپنے اصحاب کو جگایا اور کہا کہ چلو ابو ذرعہ کی خدمت میں چل کر معذرت کرتے ہیں چنانچہ وہاں پہنچ کر اپنا قصور معاف کرایا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر کھانے کے دوران مشائخ کے اقوال اور ان کے حالات جو بھی مجلس کی کیفیت کے مطابق ہوں بیان کیے جائیں تو بہتر ہے۔ یہ عمل رافضیوں کے برعکس ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ روٹی کی عزت کرنی چاہیے۔ اور روٹی کی عزت یہ ہے کہ اس پر رکابی اور نمک دان نہ رکھیں۔ انگلیاں اور ہاتھ روٹی سے صاف نہ کریں اور دسترخوان سے بھی ہاتھ صاف نہ کریں۔ نمک دو انگلیوں سے اٹھائیں یعنی انگشت شہادت اور انگوٹھے سے۔ نمک دان کو روٹی پر نہ رکھیں کہ یہ ایک درجے میں روٹی کو بے حیثیت جاننا ہے بلکہ مکروہ ہے۔ چار پائی یا شکستہ دسترخوان پر کھانا نہیں چاہیے۔ ہمیشہ زمین پر کھانا چاہیے۔ دسترخوان پر سرکہ، پیاز اور سبزی بھی رکھیں، **قال علیہ السلام نعم الا دام الخل والزیت** یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا، شوربا، سرکہ اور زیتون کا تیل خوب ہیں۔ جب تک ٹوٹی ہوئی روٹی موجود ہے دوسری روٹی نہ توڑیں۔ اگر شوربے میں چوری ہوئی روٹی کا کھانا ہے تو تین انگلیوں سے کھانا چاہیے یعنی انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے کھائیں۔ کھانے کے برتن میں انگلی نہ ڈالیں نہ دسترخوان کے بیچ سے لے کر کھائیں۔ **کما قال علیہ السلام یتنزل البرکۃ وسط الطعام، فکلو امن حافتہ ولا تاکلوا من وسطہ** یعنی جیسا کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا، کھانے کے بیچ میں برکت نازل ہوتی ہے پس اس کے اطراف سے کھاؤ اور اس کے

بیچ سے نہ کھاؤ۔ لقمہ چھوٹا رکھنا چاہیے اور خوب چبانا چاہیے جب تک پہلا لقمہ حلق سے نہ اترے دوسرا لقمہ منہ میں نہ رکھنا چاہیے۔ کھانے کے دوران خلال نہ کریں اور ہر بات میں اہل مجلس سے موافقت کریں۔ جب تک تمام لوگ کھانے سے اپنا ہاتھ نہ کھینچیں آپ بھی اپنا ہاتھ کھانے سے نہ کھینچیں۔ جب کھانے سے فارغ ہوجائیں تو جب تک انگلیاں نہ چاٹ لیں اپنا ہاتھ دستر خوان سے صاف نہ کریں۔ البتہ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دستر خوان سے ہاتھ صاف کر سکتے ہیں۔ (بہر حال) ہاتھ چاٹنے کو فائدہ کلی تصور کرنا چاہیے ، **قال علیه السلام اِنّ الله وَملائکته یصلون علی الذین یلعقون اصابعهم** یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اُن لوگوں پر رحمت کرتے ہیں جو اپنی انگلیاں چاٹتے ہیں۔

(شوربے سے) آلودہ ہاتھ نمک دان میں نہ ڈالے اور کھانے کے درمیان پانی نہ پیے۔ دو اعتبار سے۔ ایک یہ کہ ازروئے حکمت وطب مضر ہے۔ جب تک غذا ہضم ہونے کا پہلا درجہ طے نہ کرے وہ جوں کی توں خام ہی رہتی ہے اور معدے کو اسے نرم کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ البتہ غذا ہضم ہونے کا پہلا درجہ طے کرنے کے بعد رہنما اور ہاضم ہوجاتی ہے۔ دوسرے اعتبار سے کھانے والے کے ہونٹوں سے لگا ہوا سالن پانی کے گلاس سے لگ جاتا ہے اور یہ آلودگی دوسرے لوگوں کی کراہت کا باعث ہوتی ہے۔

جہاں تک ممکن ہو کھانا تھوڑا یا بہت جماعت کے ساتھ کھانا چاہیے اور اس امر سے پرہیز نہ کرنا چاہیے کیوں کہ بھائیوں کی کثرت سے برکت نازل ہوتی ہے۔ **کثرة الایادی برکة** یعنی ہاتھوں کی کثرت باعث برکت ہے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک جماعت رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم علٰیحدہ علیحدہ کھانا کھاتے ہو۔ اب سے اکٹھے ہو کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تاکہ اس کھانے میں برکت ہو۔

حضرت مخدوم جہانیاں سے نقل کرتے تھے کہ آپ اس امر پر بے حد اصرار فرماتے تھے کہ کوئی شخص بغیر رفیقوں کے کھانا نہ کھائے بلکہ ایک روایت کے مطابق اسے مکروہ خیال کیا گیا ہے کیوں کہ اکیلے کھانا کھانا بری بات ہے۔ **حیث قال علیه السلام، ملعون من اکل وحده وضرب عبده ومنع رفده** یعنی جیسے کہ حضور السلام نے فرمایا، وہ ملعون ہے جو اکیلے کھانا کھائے اور اپنے غلام کو مارے اور جماعت کو منع کرے۔ حضرت مخدوم جہانیاں (جہاں گشت) فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اکیلا ہو تو دوسرے شخص کا حصہ علیحدہ کردے اس طرح اس نے جماعت کا حق ادا کردیا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) کی مہمان بنانے کی آرزو مشہور ہے۔ آج کل بھی آپ کے مزار پر انوار پر ایک شخص ہے جو آپ کی سنت کی رعایت کرتا ہے اور دو تین میل چکر لگا کر مہمان کو تلاش کرتا ہے اس شخص کی کنیت ہی ''ابو الفضل ضیفان'' ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار مقدس پر یہ رسم آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ روزِ قیامت

تک جاری رہے گی **بالنبی و آله امجاد۔**

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کھانا بے پروائی اور بے دلی سے نہ کھائے بلکہ حضور دل کے ساتھ کھانا کھانا چاہیے۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ کھانا جو حضور دل سے تناول کیا جاتا ہے وہ کھانا پیٹ میں پہنچ کر ذکر کرتا ہے اور نور بن جاتا ہے۔

حضرت مخدومیؒ نے یہ دستور مقرر کر دیا تھا کہ کھانے کے دوران حاضرین کے لیے ایک خادم مقرر کر دیا تھا جو کھڑے ہو کر تین بار بلند آواز سے کہتا تھا کہ اے صاحبو! ہرگز ہرگز غفلت کے ساتھ کھانا نہ کھائیں اور اس لذت سے باخبر رہیں جو آپ کھانے سے حاصل کر رہے ہیں۔

ایک روز کھانے کے تعلق سے ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ اصحاب تحقیق کے لیے لطیف کھانا یا کھانے کی دیگر لطیف چیزیں نقصان دہ نہیں ہیں البتہ اُن مبتدیوں کے لیے جو درجۂ کمال تک نہیں پہنچے ہیں اور مجاہدات میں مشغول ہیں سخت اور خشک قسم کا کھانا ہی مفید ہے۔

اس عورت کا ذکر جس نے اپنا بیٹا حضرت غوث الثقلین کے سپرد کیا تھا:

اسی لطیف نکتے کے تعلق سے آپ نے فرمایا، کہ (ایک روز) ایک بڑھیا حضرت غوث الثقلینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لائی تھی۔ اس نے عرض کیا کہ میں اپنے اس بیٹے کا آپ سے بے حد دلی تعلق محسوس کرتی ہوں۔ میں اسے اپنے حق کی ذمہ داری سے آزاد کرتی ہوں۔ آپ اسے اللہ تعالیٰ کے لیے قبول فرمائیں۔ شیخؒ نے اس عورت کی درخواست قبول فرمالی اور لڑکے کو ریاضت اور مجاہدہ کرنے کا حکم دیا۔ کچھ عرصے بعد وہ بڑھیا اپنے بیٹے کے پاس آئی۔ دیکھا کہ بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے اور کم کھانے اور جاگنے کے باعث دبلا ہو گیا ہے۔ بیٹے سے مل کر وہ بڑھیا غوث الثقلینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی وہاں اس نے ایک طباق دیکھا جو شیخ کے تناول کردہ مرغ کی ہڈیوں سے پر تھا۔ بڑھیا نے شیخؒ سے کہا، یا سیدی آپ تو مرغ تناول فرماتے ہیں اور میرے بیٹے کے لیے صرف جو کی روٹی ہے۔ شیخ نے اپنا ہاتھ ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا، **قم باذن الله الذی ویحیی العظام وھی رمیم** یعنی اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا جو ہڈیوں میں جان ڈالے گا دراں حالیکہ وہ گل سڑ گئی ہوں گی۔ فی الفور مرغ زندہ ہو گیا اور بانگ دینا شروع کر دیا۔ بعد ازیں شیخ نے بڑھیا سے کہا کہ جس وقت تیرا فرزند ایسا ہو جائے گا اس وقت جو چاہے کھائے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بغیر بھوک کے کھانا تو ہر کسی کے لیے ممنوع ہے اور گروہ صوفیہ کے لیے تو قطعی جایز نہیں، چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ سے منقول ہے، ان سے دریافت کیا گیا، کیا درویش گناہ کرتا ہے۔ فرمایا نہیں مگر اس وقت جب وہ بغیر ضرورت کھاتا ہے کیوں کہ درویش کا بغیر بھوک کے کھانا عظیم گناہ ہے جہاں تک ہو سکے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائے اگر چہ چند بار ایسا کرنا پڑے۔ دن میں صرف ایک بار کھانا صدیقوں کا کام ہے۔ درویش کے لیے ضروری ہے کہ جن کھانے

کی چیزوں میں شبہہ ہو ان سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ صوفیہ کو مشکوک چیزیں نہیں کھلاتا۔تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔

ایک بزرگ کا ذکر جنھوں نے خرگوش کا گوشت نہ کھایا:

اس موقعے پر آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ بیان فرماتے تھے کہ ایک روز خوبان کے حاکم نے مجھے (شکار کردہ) ہرن بھیجا اور اپنا سلام کہلوایا اور نیاز مندی ظاہر کی کہ یہ شکار کا گوشت ہے آپ تناول کریں کہ حلال ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس وقت مجھے امیر نوروز کا قصہ یاد آیا۔ ایک زمانے میں میں خراسان میں تھا اور طوس کے مزارات کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا۔ امیر نے جب میرے بارے میں سنا تو پچاس سواروں کے ساتھ میرے تعاقب میں آیا اور کہا کہ میری آرزو ہے کہ آپ ہمیشہ خراسان میں رہیں تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ رہوں۔ بہر حال چندروز اس کے ساتھ صحبت رہی۔ ایک دن امیر دو خرگوش لے کر آیا اور کہا میں تو کھا چکا ہوں آپ بھی کھائیں۔ میں نے کہا کہ یہ خرگوش کا گوشت ہے۔ یہ اسی کے لیے جائز ہے جو خرگوش مارتا ہے، چناں چہ وہ کھائے میں نہیں کھاؤں گا۔ اس نے دریافت کیا کہ آپ کس بنا پر نہیں کھائیں گے۔ میں نے کہا کہ امام جعفر صادقؒ کے بقول حرام ہے اور جب ایک بزرگ نے حرام قرار دیا ہے تو اس کا نہ کھانا ہی مناسب ہے۔ امیر واپس ہو گیا اور دوسرے دن آیا اور ایک ہرن لے کر آیا اور کہا کہ میں نے خود اس ہرن کا شکار کیا ہے اور اس تیر سے کیا ہے جو میں نے تراشا تھا اور اس گھوڑے پر سوار تھا جو عہد قدیم سے میرے آباواجداد کی اصطبل میں نسلاً بعد نسلٍ پیدا ہوا۔ میں نے کہا کہ یہ قصہ بھی مولانا جمال الدین درکانی کے قصے کی طرح ہے کہ ہمدان کے مضافات میں مغلوں کے امیروں میں سے ایک امیر تھا۔ اسے مولانا سے ارادت کا دعویٰ تھا۔ ایک روز امیر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے دو مرغابیاں رکھیں اور عرض کی انہیں میرے پالتو باز نے پکڑی ہیں، حلال ہیں، مولانا تناول فرمائیں۔ مولانا نے کہا کہ مسئلہ مرغابی کے بارے میں نہیں ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ کل تمھارے باز نے کس بیوہ عورت کے چوزے کھائے تھے کہ آج اس میں مرغابی پکڑنے کی طاقت پیدا ہوئی۔ میاں انہیں یہاں سے لے جاؤ یہ تمھارے ہی کھانے کے لائق ہیں۔ (یہ قصہ سنانے کے بعد میں نے حاکم خوبان سے کہا) اسی طرح تمھارے گھوڑے نے کل کس مظلوم کے جو کھائے تھے کہ آج اس میں اس قدر دوڑنے کی قوت میسر ہوئی کہ تم اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر ہرن کا شکار کر سکے۔مختصر یہ کہ اس نے بہت اصرار کیا لیکن میں نے شکار کا گوشت نہیں کھایا البتہ درویشوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ کھاؤ۔ یہ نیاز مندی کے ساتھ لایا ہے شاید اس نیاز مندی کی بدولت اس کی مراد بر آئے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اس واقعے سے دو فائدے معلوم ہوئے ایک یہ کہ (اکابر) اس حد تک تقویٰ کی مثال پیش کر گئے ہیں دوسرے یہ کہ ہر شخص کا تقویٰ اس کی ذات کی مناسبت سے ہوتا ہے اور ہر شخص کے تقوے میں دوسرے سے فرق ہوتا ہے۔ بیت:

چہ نسبت درمیانِ این و آنست
کہ فرقے از زمیں تا آسمانست

ترجمہ: اِس شخص اور اُس شخص میں کوئی مناسبت پیدا ہی نہیں ہوسکتی کیوں کہ یہاں زمین آسمان کا فرق ہے۔

بادشاہ کی دعوت میں قدوۃ الکبراؒ کی کرامت کا ذکر:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حرام لقمے سے محفوظ کر دیا ہے وہ ہرگز اس برے فعل میں ملوث نہیں ہوتا ایک روز لاچین کے امیروں میں سے ایک شخص نے جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے کسی قدر برابری کا تعلق رکھتا تھا، آپ کی ضیافت کی اور انواع واقسام کے کھانے اور مشروبات آپ کے سامنے دستر خوان پر رکھے۔ ایک چھوٹے طباق میں مرغی کے دو چوزے رکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ان میں ایک چوزہ زبردستی قیمت ادا کیے بغیر حرام طریقے سے پکڑا ہوا ہے اور اصرار کیا کہ آپ مرغی کے ان چوزوں کو تناول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، اچھا جو کچھ حلال طریقے سے مہیا کیا گیا ہے وہ درویشوں کا حصہ ہے، اس کی طرف رغبت کریں گے، چناں چہ آپ نے وہ چوزہ جو حلال ذریعے سے حاصل کیا گیا تھا اپنے اصحاب کو دے دیا اور مشکوک چوزے کو امیر کی جماعت کے حوالے کر دیا کہ یہ چوزہ تم لوگوں کے لائق ہے اور یہ دوسرا ہمارے لیے مناسب ہے۔ شعر:

کسے کو را خدا محفوظ دارد
برو سنگِ جفا ہرگز نہ بارد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس بندے کی حفاظت کرتا ہے اس پر ہرگز سنگ جفا نہیں برساتا۔

حضرتؒ کی خدمت میں یہ امر تو کئی بار مشاہدے میں آیا کہ جب کبھی آپ کی خدمت میں مشکوک کھانا یا اسی طرح کا طعام عروسی پیش کیا گیا تو آپ کے بائیں پیر کی چھوٹی انگلی خود بخود ہلنے لگتی تھی اور آپ کو کھانے کا مشکوک ہونا معلوم ہوجاتا تھا۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ ایک روز ہم ولایت کولاب میں حضرت میر سید علی ہمدانی کے ساتھ امیر بدخشانی کی ضیافت میں موجود تھے۔ یہ امیر حضرت میر سے متعلق اچھا اعتقاد نہیں رکھتا تھا اور اُن کی بزرگی کا منکر تھا۔ اُن کے امتحان کے لیے ضیافت کو بہانہ بنایا تھا۔ وہ امتحان یہ تھا کہ اس نے اپنے باورچی کو حکم دیا کہ دیگ میں حلال اور مشکوک دونوں طرح کے چاول پکا کر اور ایک طباق میں رکھ کر پیش کرے۔ باورچی حکم بجا لایا۔ جب کھانے کے لیے جمع ہوئے تو امیر بدخشانی نے عرض کیا کہ ازراہِ عنایت چاول تناول فرمائیں کہ بہت لذیذ اور لطیف ہیں۔ حضرت میر نے فرمایا ضرور کھائیں گے، دوسرا طباق لائیں۔ دوسرا طباق لایا گیا فرمایا، اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادے سے علاحدہ علاحدہ ہوجاؤ۔ فی الفور چاولوں میں جنبش پیدا ہوئی اور نصف چاولوں کے قریب طباق سے باہر گر پڑے۔ اس کے بعد حضرت میر نے فرمایا کہ طباق سے خارج شدہ

چاول امیر بدخشانی کھائیں اور طباق کے چاول فقیر کا حصہ ہیں کیوں کہ حق اپنے مرکز سے پیوستہ رہتا ہے اور شے کی اصل اپنے مقام پر رہتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اہل ریاضت ہمیشہ نفس کشی نہیں کرتے بلکہ کبھی کبھی اس کی مراد بھی پوری کر دیتے ہیں۔ یہ سختی مبتدیوں کے لیے ہے۔ کامل حضرات کے لیے لذیذ چیزوں کا کھانا پینا مانع ریاضت نہیں ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؒ ادھم کعبہ شریف کے مجاور تھے۔ مدتوں اُن کے نفس نے ریزادہ کھانے پر اکسایا۔ ریزادہ ایک قسم کا شوربا ہے جسے کٹے ہوئے گوشت میں زعفران منقّٰی اور دوسرے مصالحے ڈال کر پکاتے ہیں۔ ایک شب انھیں خواب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ فرمایا، تم کب تک نفس کے کتے کو مارتے رہو گے، اس کی خواہش پوری کر دو وہ ریزادہ چاہتا ہے پکا کر اس کے آگے رکھ دو۔ جب بیدار ہوئے تو باوجود اس کے کہ خود عالم تھے، اہل علم ودانش سے اس خواب کی تعبیر معلوم کی۔ انھوں نے کہا چوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مبارک ہے آپ ریزادہ تناول کر لیں۔ ابراہیم ادہمؒ نے کہا کہ یہ امر سرکار ﷺ کی شفقت ہے امرِ عزیمت نہیں ہے۔ خیر اس دن نہ کھایا جب دوسری رات آئی تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ (فرشتے) بہشت سے ریزادہ لائے ہیں اور انھیں کھلا رہے ہیں۔ جب بیدار ہوئے تو ریزادہ کی خوشبو ان کے منھ سے آ رہی تھی جو تا زندگی قائم وباقی رہی۔ شعر:

شرابے را کہ ساقی یار باشد

اثر تا مدتِ بسیار باشد

ترجمہ: وہ شراب جو ساقی پلاتا ہے اس کا اثر بہت زیادہ مدت تک باقی رہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ریاضت مبتدی اور منتہی دونوں کے لیے اہم اور ضروری ہے گروہ صوفیہ میں سے کوئی شخص ریاضت کے دائرے سے باہر نہیں نکلا ہے بلکہ راہِ ریاضت کو اس طرح طے کیا ہے کہ چالیس پچاس روز تک نفس کو بھوکا رکھا اور عنان توکل کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کی چلہ نشینی کا ذکر:

حضرت قدوۃ الکبراؒ ایک مرتبہ جزیرہ لنکا کے کسی شہر میں قیام پذیر ہوئے۔ حاکمِ شہر نیاز مندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج کل سردی اور برف باری کا موسم ہے۔ از راہ عنایت اصحاب کا یہاں چند روز قیام کرنا مناسب ہوگا اور ہمارے لیے بھی باعث سرفرازی ہوگا۔ جب اس کا اصرار حد سے گزر گیا اور اس کی نیاز مندی صدق کے ساتھ تھی تو آپ نے اس کی درخواست قبول فرمالی۔ حاکم نے آپ کے قیام کے لیے اپنا محل تجویز کیا۔ آپ نے فرمایا درویشوں کے لیے مناسب بات یہی ہے کہ وہ مسجد میں قیام کریں۔ چوں کہ حاکم کے لیے آپ کی مرضی کا احترام اہم تھا اس نے آپ کی بات تسلیم کرلی۔ چناں چہ جامع مسجد جس کا احاطہ بڑا اور صحن وسیع تھا آپ کی جائے قیام قرار دی گئی۔

حضرتؒ نے فرمایا چوں کہ چند روز یہاں قیام کرنا ہے اس لیے ہم سفر کی نیت توڑ دیتے ہیں اور مقیم کی نیت کرتے ہیں۔ مسجد کا عبادت خانہ بہت پاک صاف ہے ہم یہاں ایک چلہ پورا کریں گے۔ اصحاب نے کہا آپ مالک ہیں۔ بہر حال آپ چلے میں بیٹھ گئے۔ افطار کے وقت خادم ایک نان آپ کو دیتے تھے۔ چالیس دن پورے ہوگئے تو آپ نے اس شہر سے کوچ کیا۔ جب عبادت کے خادم سے تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا چالیس نان جوں کے توں وہاں موجود تھے۔

اسی سلسلے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت غوث الثقلینؒ ایک گنبد میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا جب تک وہ میرے منھ میں لقمہ نہ رکھے گا اور کوئی چیز نہ پیوں گا جب تک وہ نہ پلائے گا۔ چالیس دن گزر گئے میں نے کوئی چیز نہیں کھائی۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص اندر آیا۔ وہ قدرے کھانا بھی لایا تھا۔ میرے آگے رکھ دیا۔ قریب تھا کہ شدید بھوک کے سبب میرا نفس کھانے پر ٹوٹ پڑتا (لیکن) میں نے کہا، خدا کی قسم میں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا ہے اسے نہیں توڑوں گا۔ میں نے اپنے باطن میں سنا کہ کوئی فریاد کررہا ہے اور بلند آواز سے کہہ رہا ہے، بھوک بھوک، اچانک شیخ ابوسعید مخزومیؒ میرے پاس آئے۔ انھوں نے یہ آواز سنی اور فرمایا، اے عبدالقادر یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ میرے نفس کی بے چینی اور اضطراب ہے لیکن روح مشاہدۂ خداوندی میں مطمئن اور بحال ہے۔ فرمایا تم میرے مکان پر آؤ اور رخصت ہوگئے۔ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ میں یہاں سے باہر نہ نکلوں گا۔ ناگاہ ابو العباس خضر علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور فرمایا اٹھو، شیخ ابوسعیدؒ کی خدمت میں جاؤ۔ میں اٹھ کر چل دیا۔ دیکھا کہ شیخ میرے انتظار میں دروازے پر کھڑے ہیں۔ (مجھے دیکھ کر) فرمایا، اے عبدالقادر تمھیں میرا کہنا کافی نہ تھا کہ خضر علیہ السلام کو بھی کہنا پڑا۔ پھر مجھے مکان کے اندر لے گئے۔ کھانا لایا گیا۔ شیخ نے ایک ایک لقمہ میرے منھ میں رکھا حتّٰی کہ میں سیر ہوگیا۔ بعد ازاں انھوں نے الیاسی خرقہ مجھے پہنایا۔

حضور علیہ السلام کے کھانے اور پینے کی چیزوں کا بیان:

مجلس میں حضور علیہ السلام کے کھانے اور پینے کی چیزوں کا ذکر آ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کو کھانے اور پینے کی جن چیزوں سے رغبت تھی ان کی تفصیل سیَر اور احادیث کی کتابوں میں ہے وہاں سے معلوم کریں۔ بہر حال مختصر طور پر اس مجموعے میں بیان کی جائیں گی۔

روایتوں میں آیا ہے کہ پھلوں، کھانوں اور مشروبات سے متعلق حضور علیہ السلام کا طریق زہاد اور فقرا کے دستور کے مطابق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دولت مندوں، ناز پر وردہ لوگوں اور پراگندہ مزاجوں کے کھانوں اور مشروبات سے کلی طور پر پرہیز فرماتے تھے۔ حضور علیہ السلام اور اہل بیت کا کھانا، جو، کھجور، اونٹنی کا دودھ اور بکریوں کا دودھ تھا۔ اگر بطور ہدیہ کہیں سے گوشت آتا یا گھر کے خرچ سے حاصل ہوتا یا کوئی شخص حجرۂ مبارکہ میں بکرا ذبح کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا شوربا یا شور بے دار گوشت زہاد اور فقرا کی عبادت کے مطابق تناول فرمالیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی فرمائش نہیں کی

کہ فلاں کھانا یا فلاں چیز مہیا کی جائے جو کھانا بے طلب سامنے آ گیا، رضا اور رغبت سے تناول فرماتے تھے اور اس کھانے کی تعریف بھی فرماتے تھے آپ کے خانۂ مبارک میں کبھی میدہ نیز سبز جو کی روٹی اور چپاتی نہیں پکی۔

مختلف انواع واقسام کے کھانے جیسے، تمماج،[1] ۔ تباہجہ[2] یا مختلف قسم کے شور بے دار گوشت جو اہل دولت کے گھروں میں فخر یہ طور پر پکائے جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پکواتے تھے۔ اگر کسی ضیافت میں مختلف رنگ اور اقسام کے کھانے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میز بان کا دل رکھنے کے خیال سے تھوڑا سا تناول فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمائش کر کے کھانا پسند نہ تھا۔ (بعض) کھانوں کی تعریف بھی فرمائی ہے **نعم الا دام الحل ونعم الا دام اللحم ونعم الخبز الشعیر ونعم البقول بقلة الحمقا والعنب والرمان الاطیبان** یعنی بہترین سالن سرکہ اور گوشت ہے۔ بہترین روٹی جو کی روٹی ہے۔ بہترین ساگ خرفے کا ساگ ہے انگور اور انار پاکیزہ (پھل) ہیں۔

حضور علیہ السلام اکثر اوقات روزے سے ہوتے تھے۔ ہفتے میں فاقہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی حالت میں انگور، گوشت، سیب، ساگ، ککڑی، خربوزہ اور کھجور بھی تناول فرمائے ہیں۔ اس لیے دیکھنے والوں کو یہ گمان ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ تقاضائے بشری ہے، یہ چیزیں پسند تھیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ **نقل عن عائشه رضی الله عنها قالت ماکان الزراع احب اللحم الیٰ رسول الله ولکن کان لایجداللحم الاغبا، فکان یعجل الیها لا نها نصجاً** یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت سب سے زیادہ پسند نہ تھا لیکن چونکہ آپ ﷺ کو گوشت ایک روز کے بعد حاصل ہوتا تھا اس لیے کھانے کے لیے عجلت فرماتے تھے کیوں کہ دست کا گوشت دیگر اعضا کے مقابلے میں جلدی گل جاتا ہے۔ دست کے گوشت کی طرف رغبت اس کے جلد گل جانے کی وجہ سے تھی جس کی بنا پر لوگوں نے یہ گمان کیا کہ یہ رغبت تقاضائے بشری کے سبب تھی۔ حضور علیہ السلام نے پکے ہوئے گوشت کو چھری سے کاٹنا منع فرمایا ہے۔ **عن عائشه رضی الله عنها قالت، قال رسول الله علیه السلام لا تقطعو اللحم بالسکین فانه من ضع الا عاجم والهسوه فانه اهنا والا مراء** یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گوشت کو چھری سے مت کاٹو کیوں کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔ ہڈی کا گوشت دانتوں سے علاحدہ کر کے کھاؤ اس لیے کہ اس طرح کھانا زیادہ مناسب اور زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسن بن علی، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہم) عبد اللہ بن عباس کی والدہ کے پاس آئے اور اُن سے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ کھانے کی فرمائش کی انھوں نے فرمایا اچھا تیار

---

[1] مطبوعہ نسخے میں سہو کتابت کے باعث ''تمتاج''، نقل ہوا ہے لیکن اصل لفظ ''تمماج'' ہے یہ ایک قسم کا آش ہوتا ہے۔

[2] اسی طرح اس لفظ میں سہو کتابت ہے۔ اصل لفظ ''تباہجہ'' ہے لیکن مطبوعہ نسخے میں ''تباہیجہ''، نقل ہوا ہے۔ تباہجہ ایک قسم کا مسالے دار بھنا ہوا گوشت ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اسٹین گاس۔

کرتی ہوں۔ پھر تھوڑے سے جو پانی میں ابالے۔ ان کا آٹا دیگچی میں ڈالا۔ تھوڑا سا روغن زیتون ڈالا۔ کسی قدر زیرہ، سیاہ مرچ اور دیگر ضروری چیزیں اس میں ملادیں۔ یہ کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر تینوں بچوں کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ یہ وہ طعام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور مجھ سے پکواتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹھ کا گوشت پسند تھا۔ **اطیب اللحم، لحم الظهر** (بہترین گوشت پیٹھ کا گوشت ہے) کھانے میں ثرید[1] پسند تھا، **فضل عائشه علیٰ سائر النساء کفضل الثرید علیٰ سائر الطعام** یعنی عائشہؓ کو تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔ درحقیقت ثرید جلد ہضم ہونے والا طعام ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے روایت کیا ہے، بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جبریلؑ میرے پاس ہریسہ لے کر آئے اور کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اسے تناول فرمائیں یقیناً یہ پیٹھ کے درد کے لیے بے حد مفید ہے اور قیام شب کے لیے بھی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کھجور، انار، اور انگور حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر کے فضل سے ہیں پس انھیں کھاؤ اور انار کو اس کی اندرونی جھلی کے ساتھ کھاؤ پس یہ معدے کی اصلاح کرتے ہیں۔ بے شک نبی علیہ السلام خربوزہ اور کھجور لائے اور دونوں کو تناول فرمایا اور فرمایا کہ یہ دونوں پاکیزہ ہیں۔[2]

حضور علیہ السلام کو سبزی میں ساگ سے، ترشی میں سرکے سے، کھجوروں میں عجوہ[3] سے اور مشروب میں دودھ سے زیادہ رغبت تھی۔ اگر کوئی شخص ضیافت کا اہتمام کرتا تو تشریف لے جاتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے دعوت طعام قبول کرنے کے بارے میں یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اگر میں بکرے کے ایک دست کے لیے بلایا جاؤں تو میں یہ دعوت قبول کرلوں گا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حد تک دعوت قبول فرماتے تھے تو صوفیہ پر لازم ہے کہ اصحاب کا دل رکھنے کے لیے ان کی دعوت قبول کرلیا کریں۔ حضرتؒ نے ملک محمود کے بارے میں فرمایا کہ ہم بھی جب ضرورت ہوتی ہے ملک محمود کے مکان پر جاتے ہیں اور جو کچھ وہ لاتے ہیں ہم دل سے قبول کرتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں صوفیہ کی محبت بٹھا دی ہے۔ مولانا کریم الدین سے متعلق بھی یہ ارشاد ہوا کہ مجھے ان کی ضیافت قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

ایک بار حضرت قدوۃ الکبریٰ عالی مقام سیف خاں کی دعوت میں تشریف لے گئے۔ وہاں علاقے کے مشائخ، علما، قضات اور سادات موجود تھے۔ ارباب علم میں سے ایک شخص نے گفتگو شروع کی کہ مشائخ کا شعار امتیاز اور لباس تقویٰ ہونا چاہیے۔ جب وہ اہل دولت کی ضیافت میں جاتے ہیں تو معلوم نہیں کہ وہ تقوے کی رعایت کس طرح کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ

---

[1] ثرید۔ شوربے میں چوری ہوئی روٹی۔

[1] مترجم نے طویل عربی عبارت کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ اس کا ترجمہ نقل کیا ہے۔

[2] عجوہ، کھجور کی ایک قسم جو مدینۂ طیبہ میں پیدا ہوتی ہے اور بہت شیریں ہوتی ہے۔

حضرت حارث محاسبیؒ کی انگلی میں ایک رگ تھی۔ جب وہ کسی مشکوک طعام کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو وہ رگ حرکت کرنے لگتی۔ میں اپنے ہاتھ میں ساٹھ رگیں رکھتا ہوں کیا عجب ہے کہ اُن میں کوئی ایک رگ حرکت کرنے لگے۔

امام یافعی کی تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ گذشتہ سلاطین میں سے کسی سلطان نے مشائخ میں سے کسی بزرگ کا امتحان لیا۔ کئی قسم کے کھانے لے کر حاضر ہوا۔ اُن میں سے بعض برتنوں میں ذبح کردہ جانوروں کا گوشت تھا اور بعض میں مردار جانوروں کا گوشت تھا۔ بزرگ نے ہمت سے کام لیا اور کہا کہ اے درویشو آج کی دعوت میں میں آپ کا خادم ہوں پھر وہ برتن جن میں ذبح کردہ گوشت تھا درویشوں کو دے دیا اور مردار گوشت علاحدہ کرکے بادشاہ کے سپاہیوں کو دے دیا اور فرمایا، **الطیب للطیب الخبیث للخبیث**، یعنی پاک آدمی کے لیے پاک چیز ہے اور خبیث کے لیے خبیث چیز ہے۔ سلطان اس موقعے پر وہاں موجود تھا اس نے ایسے کام سے آیندہ کے لیے توبہ کی۔

منقول ہے کہ دستر خوان سے ریزے اٹھا کر (کھانا) بڑے ثواب کی بات ہے۔ امیر المومنین حضرت علی (رضی اللہ عنہ) دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے کہ اتفاق سے ایک لقمہ ہاتھ سے گر گیا۔ آپ کے غلام نے اٹھا کر کھالیا۔ آپ نے اسے آزاد کردیا۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا، میں اسے کیوں آزاد نہ کرتا جب کہ وہ عذاب دوزخ سے آزاد ہو چکا ہے۔

حضرت میر (مخدوم جہانیاںؒ) سے روایت فرماتے تھے، کھانے والوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو صاحب ضیافت کو محتاج نہ کرے اور اس سے یہ کہنے کا موقع حاصل کرلے کہ تھوڑا سا اور تناول کیجیے۔ اگر میز بان کا دل رکھنے کے لیے کسی قدر زیادہ کھائے تو اچھی بات ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بہت سی کھجوریں دوستوں کے پاس لائے اور کہا، جو شخص یہ کھجوریں کھائے گا تو ہر کھجور کے بدلے اسے ایک درہم دوں گا اور جو کوئی زیادہ کھائے گا اسے زیادہ دوں گا کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ کھانے میں تین باتوں کی پوچھ گچھ نہیں ہے۔ ایک سحری کا کھانا، دوسرے افطار کے وقت کھانا تیسرے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ دوستوں کا دوستوں کے مکان میں جمع ہونا اخلاقِ نبوی اور سیرتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں اپنے اصحاب کے گھروں میں کھانا تناول فرمایا ہے۔ **کما قال علیه السلام، لودخل احد بیت صدیق واکل شیا ویعلم ان صاحب الکرام لا یکره ذٰلک لابأس** یعنی جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے دوست کے مکان پر جائے اور یہ جانتے ہوئے وہاں کچھ کھائے کہ صاحب خانہ اسے ناپسند نہ کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ دوستوں کا جوٹھا کھانا بہت مفید ہے۔ اہل ایمان کا جوٹھا کھانا، خاص طور پر اکابر کا جوٹھا کھانا کھاؤ۔ مومنین کے جوٹھے کھانے میں شفا ہے۔ **قال علیه السلام خیر الماء بین الطعامین وشر الماء بین النومین** یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، سب سے اچھا پانی وہ ہے جو دو کھانوں کے

درمیان پیا جائے اور بدترین پانی وہ ہے جو دو نیندوں کے درمیان پیا جائے۔ **قال علیه السلام ایضا اذا شربتم فاسکنوا واذا احییتم فارکعوا ایضا البان البقرو الغنم شفاء وشحمهما دواء** یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم پانی پی چکو تو ساکن رہو اور جب نیند سے جاگو تو رکوع کرو۔ نیز گائے اور بکری کے دودھ میں شفا ہے اور ان کی چربی دوا ہے۔

پیاز کا استعمال مفید ہے کہ مقوی ہوتی ہے۔ پیاز کے استعمال سے دوسرے ملک کا پانی نقصان نہیں کرتا۔ سنت نبوی میں ہے کہ بینگن جس نیت سے بھی کھائی جائے مفید ہوتی ہے کیوں کہ سبزیوں میں جو سبزی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائی وہ بینگن تھی۔ یہ مفید ہوتی ہے۔

مہمان داری کی فضلیت میں حدیث:

جو کھانا گھر والوں کے مزاج کے مطابق کھایا جائے اس کا بڑا ثواب ہے لہٰذا گھر والوں کی پسند کے مطابق کھانے پکانے چاہئیں۔ **حیث قال علیه السلام، اذا دخل ضیف فی بیت اخیه المسلم دخل معه الف برکة والف رحمة وغفرالله ذنوب اهل ذٰلک البیت وان کان ذنو بهم اکثر من زبد البحر وورق الاشجار واعطا هم الله ثواب الف شهیدو کتب الله له بکل لقمه یا کل الضیف حجة مبرو رة وعمرة وبنی له مدینة فی الجنة ومن اکرام الضیف فقد اکرم ستین نبیا** یعنی ایک مقام پر حضور علیہ السلام نے فرمایا، جب کوئی مہمان اپنے مسلمان بھائی کے گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں داخل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس گھر میں رہنے والوں کے گناہ بخش دیتا ہے خواہ ان کے گناہ سمندر کے جھاگ یا درختوں کے پتوں سے زیادہ ہوں اور اللہ تعالیٰ انھیں ہزار شہیدوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور مہمان کے ہر لقمے کے عوض حج مبرور اور عمرے کا ثواب عنایت کرتا ہے اور جنت میں اس کے لیے ایک شہر تعمیر کرتا ہے۔ جس شخص نے مہمان کا اکرام کیا، گویا اس نے ساٹھ نبیوں کا اکرام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے، **اذا نزل الضیف نزل مع رزقه واذا یر تحل یر تحل مع ذنوب اهل البیت** یعنی جب کوئی مہمان آتا ہے تو اپنے رزق کے ساتھ آتا ہے اور جب رخصت ہوتا ہے تو اپنے ساتھ گھر والوں کے گناہ لے جاتا ہے۔

یہ حدیث ایک کنجوس عورت کے بارے میں ہے جو ایک صحابی کی بیوی تھیں ایک مرتبہ ان کے شوہر نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میری بیوی بہت کنجوس ہے۔ مہمان کو پسند نہیں کرتی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری اور میرے اصحاب کی دعوت کرو اور اپنی بیوی سے کہو کہ وہ ہمارے آنے اور واپس ہونے کے وقت دروازے پر کھڑی رہے۔ جب ضیافت کا بندوبست ہوگیا اور کھانا تیار ہوگیا تو حضور علیہ السلام کو اطلاع دی گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ عورت حکم مبارک کے مطابق دروازے پر کھڑی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن خاتون کو کشف ہوا، اور انھوں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام کے ہمراہ فرشتے صفیں باندھے جڑاؤ طباق اور سونے چاندی کے برتن ہاتھوں پر رکھے داخل ہورہے ہیں۔ ان طباقوں اور برتنوں میں انواع واقسام کے زیور اور نعمتیں ہیں اور برکت کے آثار اُن خاتون پر نثار کررہے

ہیں۔ دریافت کرنے پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سب نعمتیں اور برکتیں مہمان کے قدم کی بدولت ہیں۔ وہ خاتون بہت خوش ہوئیں اور جب تک زندہ رہیں مہمانداری کو اپنی زندگی کا شعار بنالیا۔قطعہ:

کسے کہ شاد نہ باشد زروے مہمانی
بوقت آمدن او ہزار حیف بود

ترجمہ:۔جس شخص کو مہمان کرنے سے خوشی نہیں ہوتی اور اسے مہمان کے آنے کے وقت ہزار طرح کے افسوس ہوتے ہیں

زراہِ تعمیہ خود ایں قدر توں دانست
کہ فیض حاصلِ اوراز قلب ضیف بود

ترجمہ:۔(اس سے کہو کہ) تم دل کے اندھے ہونے کے سبب نہیں دیکھ سکتے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مہمان کے قلب سے تمہیں فیض حاصل ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ اکابر سے منقول ہے کہ مہمان کے قدموں کی تشریف کے سبب میز بان کے گھر میں بے حد برکت ہوتی ہے۔ امید ہے کہ میز بان جس شے سے مہمان کی ضیافت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسی روز اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے۔

ایک عورت کا قصہ جس نے ایک بزرگ کی دعوت کے لیے بکری ذبح کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا نعم البدل عطا فرمایا:

شیخ ابو الربیع مالعی سے منقول ہے کہ وہ ایک مرتبہ ایک صالحہ خاتون کے مکان پر اس کی سعادت کی شہرت کی تحقیق کی غرض سے گئے۔ راستے میں انھوں نے ایک پیالہ خریدا۔ (شیخ بیان کرتے ہیں) جب ہم اس گاؤں میں پہنچے تو اُن خاتون کے پاس آئے اور انھیں سلام کیا۔ اس کے بعد میں نے اُن سے کہا کہ آپ کی بکری کے بارے میں لوگ جو کچھ کہتے ہیں، میں اس کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ خاتون بکری لے آئیں۔ میں نے خریدے ہوئے پیالے میں اس کو دوہا۔ پیالے میں دودھ اور شہد تھا۔ میں نے اُن خاتون سے اس کے بارے میں استفسار کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم غریب لوگ ہیں۔ ہمارے پاس صرف ایک بکری تھی۔ عیدِ قربان کے دن میرے شوہر نے جو ایک صالح شخص تھا مجھ سے کہا کہ آج میں اس بکری کو قربان کرتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ نہیں کیوں کہ ہمیں قربانی نہ دینے کی رخصت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری غریبی جانتا ہے کہ یہ بکری ہمارے بچوں کی غذا کا واحد ذریعہ ہے۔ اتفاقاً اس روز ایک مہمان بھی آ گیا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ ہم پر مہمان کا اکرام واجب ہے۔ جاؤ اور بکری کو ذبح کرو لیکن یہ خیال رہے کہ ہمارے بچے اسے ذبح ہوتے ہوئے نہ دیکھیں ورنہ آہ وفریاد کریں گے شوہر بکری کو باہر لے گیا اور دیوار کے پیچھے اسے ذبح کر دیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بکری گھر کی دیوار پر کودی اور گھر میں آ گئی میں سمجھی کہ شاید ہماری بکری شوہر کے ہاتھ سے نکل کر بھاگ آئی ہے۔ میں باہر

آئی اور دیکھا کہ میرا شوہر بکری کی کھال اتار رہا ہے۔ میں حیران رہ گئی اور سارا قصہ شوہر سے بیان کیا۔ اس نے کہا شاید اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے نعم البدل عطا فرمایا ہے کہ ہم نے مہمان کا اکرام کیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ احادیث میں آیا ہے کہ جب مہمان گھر آئے تو سنت یہ ہے کہ گھر میں جو کچھ موجود ہو اس کے سامنے رکھے۔ زیادہ تکلف کا قصد نہ کرے کہ مشکلات پیدا ہوتی ہیں، البتہ اگر قدرت ہے تو مناسبِ حال تکلف کیا جاسکتا ہے۔ اسی تعلق سے بیان کرتے ہیں کہ دو درویش ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ جو کی روٹیاں تھیں نمک نہ تھا۔ ایک درویش نے کہا کہ کاش تھوڑی سی سعتر (ایک قسم کی سبزی) ہوتی اور مناسب نمک ہوتا۔ اُن بزرگ نے اپنی چھاگل بنیے کے پاس بھیجدی اور نمک حاصل کیا۔ درویش کھانے سے فارغ ہوئے اور بولے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں روزی عطا کی اور نفع عنایت کیا۔ چوں کہ درویشوں اور بزرگ کے مابین اخلاص تھا اس لیے بزرگ نے اپنے دل کی بات نہیں چھپائی کہ نفاق پر مبنی ہوتی۔ فرمایا کہ اگر (حقیقی) قناعت ہوتی تو میری چھاگل بنیے کے پاس نہ ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی سے ملاقات کرنے آئے تو اس کے پاس کھانے کی جو چیز ہو پیش کردے خواہ تھوڑے سے چنے ہوں۔ اگر کچھ نہ ہو تو ایک پیالہ پانی یا شربت پیش کرے کیوں کہ حدیث میں آیا ہے، **من زار حیا ولم یذق منه شیاً فکانما زار میتا** یعنی جو کوئی کسی زندہ شخص سے ملنے گیا اور اس کے ہاں کچھ نہ کھایا تو گویا وہ مردہ شخص سے ملا۔ قطعہ:

بنوشاں گرچہ آبِ سرد باشد
کسے کو آمدہ بہرِ زیارت
وگر نہ زندۂ رامردہ گویند
کہ روشن گشتہ از عالی اشارت

ترجمہ: اگر کچھ نہیں ہے تو اس شخص کو ٹھنڈا پانی ہی پلادے جو تجھ سے ملنے کے لیے آیا ہے۔نہیں تو حدیث شریف سے واضح ہوگیا ہے کہ زندہ شخص کو مردہ کہیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس مکان میں کوئی مہمان نہیں آتا وہاں فرشتے نہیں آتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اقربا اور بھائیوں ہی کی ضیافت کرے اور بعض لوگوں کو ضیافت میں بلانے کے لیے مخصوص نہ کرے کیوں کہ کسی وقت بھول چوک سے انھیں مدعو نہ کیا گیا تو پریشانی اور قطع رحم کا سبب ہوسکتا ہے۔ لوگوں کو ضیافت میں بلانے کی نیت دلی محبت اور اقامتِ سنت ہونی چاہیے۔ اگر یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص کو آنے میں دشواری ہوگی تو اسے دعوت میں نہ بلائے۔ دعوت قبول کرنا سنت موکدہ ہے بلکہ بعضوں نے واجب قرار دیا ہے بہتر یہ ہے کہ دعوت میں امیر اور غریب کا امتیاز نہ کیا جائے اسی لیے بعض بزرگان سلف نے دعوت قبول نہیں کی تھی لیکن یہ اختلافی مسئلہ ہے اور مختلف حالت میں صورت مسئلہ مختلف ہوجاتی ہے اگر اس بات

یقین ہو کہ میز بان کے لیے کھانا کھلانا دشوار ہوگا تو دعوت قبول نہ کی جائے۔ اگر دعوت نمود و نمائش کے لیے کی گئی ہے تو قبول نہ کی جائے، اسی لیے بزرگوں نے کہا ہے کہ صرف اس شخص کی دعوت قبول کی جائے جس کا مدعا یہ ہو کہ آپ کا رزق میرے پاس امانتاً رکھا ہوا ہے آ کر تناول فرمایئے۔ **یجب للضیف اربعة اشیاء الاول ان یجلس حیث یجلس والثانی یرضی بما قدم الیه والثالث لا یقوم الا باذن صاحبه والرابع ان یدعوله اذا خرج** یعنی مہمان کے لیے چار امور لازم ہیں اوّل یہ کہ جہاں بٹھا یا جائے وہاں بیٹھے، دوم یہ کہ جو چیز اس کے سامنے رکھ دی جائے اسے برضا ورغبت کھائے سوم یہ کہ میز بان کی اجازت کے بغیر نہ اٹھے چہارم یہ کہ جب رخصت ہو تو میز بان کے حق میں دعا کرے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ طلب رزق کے لیے آنا بے حد ضروری ہے اور کھانے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی شخص کی دعوت کی۔ اسے کسی وجہ سے دیر ہوگئی اور جب آخر میں آیا تو کھانا ختم ہو چکا تھا۔ اس نے دریافت کیا کہ کھانا بچا ہے اسے کہا گیا کہ کھانا بالکل نہیں بچا تو اس نے کہا کہ دیگ ہی لے آئیں تاکہ انھیں چاٹ لوں۔ اسے بتایا گیا کہ دیگیں بھی دھوئی جا چکی ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص خوشی خوشی واپس چلا گیا۔

ایک کتاب میں تحریر کیا گیا ہے **لایکون اکثر من ثلثة ایام، تحرزا عن اشامة وورد ایضافیه ثلاثة ایام فما زادزیادة** یعنی تکلیف سے بچنے کے لیے تین دن سے زیادہ مہمانی نہیں ہوتی اور اس کتاب میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مہمانی تین دن ہوتی ہے اس سے زیادہ زیادتی ہے۔

اگر یہ معلوم ہو کہ میز بان (مختلف قسم کے) کھانے طلب کرنے سے خوش ہوتا ہے تو ضرور طلب کرے، جیسا کہ امام شافعیؒ سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ امامؒ اپنے ایک دوست کے ہاں مہمان ہوئے۔ وہ (روزانہ) اپنی بیوی کو ضیافت کا سامان ایک کاغذ پر لکھ کر بھجواتا تھا تاکہ اس کی بیوی رقعہ کے مطابق کھانے تیار کرے۔ ایک روز وہ دوست رقعہ لکھ رہا تھا اس دوران کسی کام سے چلا گیا۔ امام رحمۃ اللہ علیہ نے بربنائے خلوص رقع میں چند کھانوں کا اضافہ کیا اور رقعہ اندر بھجوادیا۔ جب دسترخوان پر کھانے لگائے گئے تو چند کھانے زیادہ تھے۔ میز بان نے کھانوں میں اضافے کا سبب معلوم کیا تو امامؒ نے حقیقت بیان کردی۔ دوست امامؒ کے اس فعل سے بے حد خوش ہوا۔

مہمان کے لیے نفلی روزہ رکھنا مکروہ ہے البتہ میز بان کی اجازت سے روزہ رکھ سکتا ہے۔ مہمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ میز بان کے گھر میں داخل ہو کر دائیں بائیں نگاہ کرے اور نہ مکان میں آراستہ فرش اور دیگر چیزوں پر نظر جمائے۔ اگر کمرے میں بعض چیزیں لائی جائیں تو ان پر توجہ نہ کرے کیوں کہ متوجہ ہونا بھی ایک طرح کا سوال ہے۔ نفیس چیزوں پر نگاہ کرنا ایک درجے میں پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا اظہار بھی ہے۔ میز بان مہمان کی موجودگی میں اپنے اہل وعیال پر غصہ نہ کرے، نہ مہمان سے یہ کہے کہ جلدی جلدی کھائیں۔

آپ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے متعلق بیان فرماتے تھے کہ اصحاب کی صحبت سے گریز فرماتے تھے اور ان کے سامنے

زیادہ دیر تک تشریف نہ رکھتے تھے۔

طعام پیش کرنے میں جلدی کرے اور کھانے میں سوائے فقیر کے کسی دوسرے کا انتظار نہ کرے اور نہ یہ کہے کہ کھانا لاؤں یا نہیں۔ بس کھانا لاکر سامنے رکھ دیا جائے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مہمان کو وضو اور پیشاب کرنے کی جگہ ضرور بتائے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ اصمعیؒ صحرا میں سفر کررہے تھے کہ رات ہوئی پھر بارش ہونے لگی دور سے آگ کی روشنی نظر آئی جو مسافروں کا طریقہ ہے کہ رات میں آگ جلاتے ہیں تاکہ جو مسافر راستے سے بھٹک گیا ہے وہ آگ کی روشنی کی طرف آجائے۔ اسے ''نارالقِر ا'' (مہمان کی آگ) کہتے ہیں۔ اصمعیؒ بھی آگ کی جانب مانندِ آب چلے۔ جب نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور کچھ کہہ رہا ہے اس کا چہرہ شعلے کی تیز روشنی میں نظر نہیں آرہا تھا اور وہ یہ کلمات کہہ رہا تھا، اے غلام آگ بھڑکاؤ کہ رات سرد ہے اور سرد ہوا چل رہی ہے، شاید کوئی مسافر ہمارے الاؤ کی روشنی دیکھ کر آجائے۔ اگر آج رات ہمارے ہاں کوئی مہمان آجائے تو میں تجھے آزاد کردوں گا۔ اصمعیؒ نے یہ تمام باتیں توجہ سے سنیں اور اس شخص کے قریب جاکر سلام کیا۔ اس نے مرحبا کہا اور انھیں مکان کے اندر لے گیا اور ضیافت کا اہتمام کیا۔ (اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ) میں تین شبانہ روز اس کا مہمان رہا۔ وہ ہر روز ایک اونٹ ذبح کرتا تھا اس نے یہ بھی دریافت نہیں کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاؤ گے۔ جب تین دن گزر گئے تو میں نے اس سے استفسار کیا کہ آپ نے میرے آنے اور جانے کے بارے میں کبھی نہیں پوچھا۔ اس نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

ولا قول لضیفی حین ینزلنی
من انت ام کم ترید المکثة یارجل

(اے شخص جب کوئی مہمان میرے ہاں قیام کرے تو میں یہ نہیں کہتا کہ تو کون ہے اور کس قدر قیام کا ارادہ ہے۔)

افدیه مالی ونفسی ماااقام بنا
والدمع تجری اذاما قام یرتحل

(جب تک وہ ہمارے پاس قیام کرے میں اپنی جان اور مال اس پر فدا کرتا ہوں اور وہ جب رخصت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو آنسو بہنے لگتے ہیں۔)

الرزق یبلغه والجودلی شرف
والمال یفنی وسوء الیه البخل

(اللہ تعالیٰ اسے اس کا رزق پہنچاتا ہے اور سخاوت ہمارے لیے شرف ہے۔ مال فنا ہوجاتا ہے اور کنجوسی بری چیز ہے۔)

منقول ہے کہ شیخ عمران ثلثی بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے جب کوئی آجاتا تو تناول کرتے ورنہ روزہ رکھتے ایک دن

کوئی مہمان نہ آیا تو انھوں نے روزے کی نیت کرلی۔ ناگاہ شام ہونے کے نزدیک ایک مہمان آ گیا۔ اسے افطار کے وقت تک باتوں میں مشغول رکھا۔ رات ہوگئی تو سو گئے۔ اس رات انھوں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے عمران ہمارے ساتھ تیری ایک عادت اچھی اور ہم نے بھی تیرے معاملے میں ایک طریقہ مقرر کرلیا تھا۔ اب چوں کہ تو نے اپنی وہ عادت بدل دی ہے اس لیے ہم نے بھی اپنا وہ طریقہ بدل دیا ہے۔ خواب سے جاگے تو بے حد غمگین ہوئے کہ حق تعالیٰ کی ناراضی کا سبب وہ تاخیر تھی جو مہمان کی ضیافت میں مجھ سے واقعہ ہوئی۔ بیان کرتے ہیں کہ والئ مصر نے انھیں جو گاؤں دے رکھا تھا وہ واپس لے لیا اور کسی دوسرے عامل کو دے دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب دستر خوان پر روٹی رکھیں تو اسی روٹی سے کھانے کی ابتدا کردیں اور سالن کا انتظار نہ کریں۔ سالن کا انتظار روٹی کی توہین ہے اور حد درجے ممنوع ہے۔ حضور علیہ السلام نے گندم کی بہت زیادہ تعظیم کی ہے اور روٹی کے ٹکڑے اٹھا کر تناول فرمائے ہیں، **كما قال عليه السلام من اكرم الخبز من السفرة فهو مغفور** یعنی جیسے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے دستر خوان پر روٹی کی تعظیم کی سو وہ شخص مغفرت یافتہ ہے۔

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (غسل کے لیے) تالاب کی جانب جارہے تھے راستے میں روٹی کا ایک ریزہ پڑا ہوا دیکھا۔ آپ نے اسے غلام کے سپرد کردیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے غلام سے وہ ریزہ مانگا۔ اس نے کہا وہ تو میں نے کھالیا۔ آپ نے فرمایا، میں تمھیں آزاد کرتا ہوں کیوں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ جو شخص روٹی کا ریزہ اٹھا کر کھائے وہ مغفرت یافتہ ہے اور جو مغفرت یافتہ ہے اس سے خدمت نہیں لینی چاہیے کیوں کہ وہ جنتی ہے اور جنتی کا خدمت سے کیا سروکار ہے۔

جبریلؑ کے جنت سے لائے ہوئے اس ہریسے کا ذکر جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لائے تھے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کھانوں میں گوشت کا ہریسہ پسند فرماتے تھے اور رغبت کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریلؑ میرے لیے بہشت سے ہریسہ لائے اور کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہ ہریسہ تناول فرمائیں کہ یہ پیٹھ کو زیادہ قوت پہنچاتا ہے اور حضور علیہ السلام ہی سے ایک دوسری روایت ہے کہ ہریسہ کھانے سے چالیس مردوں کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام ثرید کا طعام پسند فرماتے تھے۔

(مجلس میں) کھانے کے فواید کا ذکر آ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ لہسن کھانا بہت زیادہ فائدے رکھتا ہے۔ تینوں خلطوں [1] کی اصلاح کرتا ہے اس کے علاوہ دیگر جسمانی فایدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا نہ کھانا

---

[1] صفرا۔ سودا۔ بلغم

اس کی بو کی وجہ سے تھا کہ فرشتے اس کی بو سے ناخوش ہوتے تھے۔ **قال علیه السلام کلو الثوم وتداویه فان فیه شفاء من سبعین داء** یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ لہسن کھاؤ اور اسے دوا بناؤ پس یقیناً اس عمل میں ستر بیماریوں کے لیے شفا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر تم ایسے شہر میں آؤ جہاں کوئی وبا پھیلی ہوئی ہے اور تمھیں مرگ ناگہانی کا اندیشہ ہوتو تم پیاز استعمال کرو کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیاز کا استعمال بینائی کو تیز کرتا ہے، بالوں کو بڑھاتا اور پیٹھ کی رطوبت کو زیادہ کرتا ہے نیز ریاح کو جسم سے خارج کرتا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک نبی نے حق تعالیٰ سے عرض کی کہ میری امت کمزور ہے اور بیمار رہتی ہے، حکم ہوا کہ اپنی امت کو پیاز کھلائیں۔ اسی طرح ایک نبی نے قلت اولاد کی شکایت کی، حکم ہوا کہ اس کا علاج پیاز کا استعمال ہے۔

پیاز، دھنیا رائی، اسبغول، ہڑ، روغن زیتون، انجیر اور منقّٰی کے اوصاف کا ذکر:

حضرت قدوۃ الکبرؒ فرماتے تھے کہ پیاز کا لازمی استعمال بہت فائدے دیتا ہے آنتوں کی بیماری اور اسی طرح کی دوسری بیماریوں کو جن کا ذکر ہو چکا ہے، رفع کرتا ہے اور لوگوں کو ان کا تجربہ ہو چکا ہے۔

دسترخوان پر ترکاریوں میں سے ساگ فراہم کرنے سے شیاطین بھاگ جاتے اور ملاعین منتشر ہوجاتے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ دھنیا بہشت سے لایا گیا ہے چناں چہ بے حد فائدے مند ہے۔ اس کے پودے پر پانچ بار باران رحمت برستا ہے۔ سیاہ دانہ ہر قسم کے درد کو دفع کرتا ہے، اگر شہد ملا کر کھائیں (تو زیادہ مفید ہے)۔ آپ نے سیاہ دانے کی اس قدر تعریف فرمائی کہ سوائے موت کے وہ تمام امراض کی دوا ہے۔ حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ اگر لوگوں کو میتھی اور رائی کے فائدے معلوم ہوجائیں تو وہ چاندی کے عوض حاصل کر کے استعمال کریں۔

جو شخص روزانہ ایک مثقال رائی نہار منھ کھائے تو اس کے باطن کی آنکھیں کھل جائیں۔ حکمت اور علوم کی باتیں اس کی زبان پر جاری ہوجائیں اور وہ شخص ستر امراض سے محفوظ ہوجائے جن میں عام مرض جذام بھی ہے۔ اسی طرح ہر مرض کے لیے اسبغول اور سیاہ ہڑ مفید ہے۔ یہ بھی جنت سے لائے گئے ہیں اور ستر بیماریوں کا علاج ہیں۔ زیتون کا تیل زیادہ مفید ہے، خاص طور پر بواسیر کے لیے نیز تین خلطوں کی باہمی ملاوٹ کے اثرات کو رفع کرتا ہے۔ انجیر کھانے کے بہت سے دنیاوی اور اخروی فائدے ہیں۔ **کما قال علیه السلام، لو یعلم الناس مافی اکل التین ثواب لاکلوه فی کل یوم ولیلة** یعنی جیسے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر لوگوں کو انجیر کھانے کا ثواب (فائدہ) معلوم ہوتا تو ہر شب وروز انجیر کھاتے۔ انجیر کے درخت کے ہر پتے پر لکھا ہوا ہے ''اللہ توانا کے نام سے'' انجیر تمام اندرونی امراض کو منتشر کرتا ہے۔

اسی طرح سیب کھانے کے بھی بہت فائدے ہیں **قال علیه السلام لویعلم الناس مافی التفاخ نفع لعباد الله**

ماتداوا مه مرضا كم یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ سیب میں بندگانِ الٰہی کے لیے کیا کیا فائدے ہیں تو وہ تمہاری بیماریوں کے وقت تک ہمیشہ کھاتے۔ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اہل عرب نکسیر پھوٹنے کے مرض میں مبتلا ہو گئے انہیں سیب کھانے کا حکم فرمایا۔

منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جسم سے سیب کی خوشبو آتی تھی۔ جب حضور علیہ السلام معراج پر تشریف لے گئے تھے تو جبریلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں سیب کھلایا تھا۔ اس کی قوت سے نطفے کا حصول ہوا اور اس سے حضرت فاطمہؓ کی ولادت ہوئی۔

بیان کیا گیا ہے کہ فاضلوں میں سے ایک شخص نے اپنے بیمار مصاحب کو سیب اور بہی بھیجے۔ اس نے شعر کہا۔ بیت:۔

آبیست ہماں قدر کہ آبی ست
سیبیت ہماں قدر کہ سیبی ست

ترجمہ: بہی جس قدر بھلائی والی ہے سیب اسی قدر داد ودہش والا ہے۔

بہی کھانے سے دل کا غم دور ہوتا ہے۔ جو عورت حمل کے زمانے میں بہی کھاتی ہے اس کے بچے کو کسی طرح کا درد اور مرض نہیں ہوتا۔ منقیٰ کھانے سے طبیعت قوی ہوتی ہے اور فرحت پیدا ہوتی ہے۔ ایک صحابی نے (رضی اللہ عنہ) ایک طشتری میں منقّٰی رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیے۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو منقّٰی کھانے کا حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتی ہے۔ گوشت دانتوں کی جڑوں کو مضبوط بناتا ہے۔ نسوں اور رگوں کو توانا کرتا ہے۔ منہ کی بدبو اور بلغم کو مٹاتا اور جسم کو تازگی بخشتا ہے۔ جو حاملہ عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کا بچہ خوش خو اور نیک طبع ہو اس سے کہو کہ منقّٰی کھایا کرے۔ جو شخص نہار منہ سات دانے کھجور کے کھائے اس پر اس دن کسی طرح کا زہر یا جادو اثر نہ کرے گا۔ جب کھجور میں اس قدر دنیاوی فائدے ہیں تو آخرت میں اس سے زیادہ حاصل ہوں گے۔

دنیا کے پھلوں میں سے حضرت آدم (علیہ السلام) نے سب سے پہلے جو پھل کھایا وہ امرود تھا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ جو شخص ککڑی نمک کے ساتھ کھائے اسے کبھی جذام کا مرض نہ ہوگا۔ مچھلی مقوی شہوت ہے۔ روایتوں میں آیا ہے کہ جو شخص خربوزے کا ایک لقمہ کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نام ہزار نیکی لکھتا ہے اور ہزار بدی مٹا دیتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خربوزے میں تیرہ فائدے مند خوبیاں ہیں۔ پہلے یہ کہ یہ غذا ہے دوسرے یہ کہ پانی ہے۔ تیسرے یہ کہ پھل ہے۔ چوتھے یہ کہ حلال ہے پانچویں یہ کہ معدہ صاف کرتا ہے۔ چھٹے یہ کہ منہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے۔ ساتویں یہ کہ سر کا درد مٹاتا ہے۔ آٹھویں یہ کہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔ نویں یہ کہ پیاس مٹاتا ہے۔ دسویں یہ کہ بھوک کو مٹاتا ہے۔ گیارہویں کہ اس کا پانی منہ دھونے کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی برتا جا سکتا ہے۔ بارھویں یہ کہ پیٹ میں ہمیشہ ذکر کرتا ہے۔ تیرھویں یہ کہ مرض کو دور کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کافروں، فاسقوں اور منافقوں کو خربوزہ کھانے کی تلقین نہ کرو کیوں کہ یہ جنت کے پھلوں میں سے ہے۔ کسی مسلمان کے لیے یہ جایز نہیں ہے کہ وہ اس قسم کی نعمت کو کافروں کے حوالے کرے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خربوزہ کھانا میری اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی سنت ہے۔ خربوزہ کھانے کا طریقہ جیسا کہ روایتوں میں آیا ہے کہ دو طرح کا ہے۔ ایک یہ کہ چھلکے اور بیج سمیت کھائیں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چھلکا اتار کر کھائیں۔ اوّل طریقہ زیادہ صحیح ہے اگر چھلکے سمیت نہ کھا سکے تو کم از کم ایک لقمہ ضرور کھائے تا کہ سنت کی پیروی ہو سکے۔

کھجور، امرود، ککڑی، مچھلی، اور خربوزے کی خوبی، خربوزہ کھانے کا طریقہ اور بینگن، کدو، گاجر، انار اور انگور کے اوصاف:

جب حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے رخصت کیا گیا تو بہشت کی ہر شے نے افسوس کا اظہار کیا لیکن خربوزے نے اس قدر افسوس کیا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جب حضرت حوا سے (آدم علیہ السلام سے دوبارہ) ملاقات ہوئی تو دونوں اللہ تعالیٰ کے انعام اور بہشت کی نعمتوں کو یاد کرتے تھے جن میں تمام پھلوں میں خربوزے کا ذکر زیادہ ہوتا تھا۔ بعضے علما نے خربوزہ کھانے کی یہ سنت بیان کی ہے پہلے خربوزے کا ایک لقمہ دائیں ہاتھ میں پکڑے پھر روٹی کے لقمے کے ساتھ کھائے۔

حضور علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ جب معراج کی رات آپ ﷺ نے اعلیٰ مراتب کے ساتھ رتبۂ عالی حاصل کیا اور سدرۃ المنتہیٰ کے قریب آئے تو آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک درخت میں بینگن لٹک رہی ہے۔[1]

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بینگن کہاں سے آئی۔ جبریلؑ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نباتات میں سب سے پہلے جو درخت اللہ تعالیٰ کے وحدانیت پر ایمان لایا وہ بینگن کا درخت تھا۔ اسے جس نیت سے کھائے پوری ہوتی ہے اور ہر نیت کے ساتھ کھانے سے بیماری رفع ہوجاتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے، **وکلو امن باذ نجان فانهٗ یجلی البصرو یزید ماء الصلب** یعنی بینگن کھاؤ بے شک یہ بینائی بڑھاتی ہے اور آبِ پشت زیادہ کرتی ہے۔

مروی ہے کہ ایک روز حضور علیہ السلام حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے۔ وہ اس وقت کدو پکار رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اس ترکاری کو کھاتا ہے اس کے دل کی روشنی اور عقل بڑھ جاتی ہے اس کا دماغ قوت پاتا ہے اور حافظہ مضبوط ہوجاتا ہے۔ منہ کی بدبو جاتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے دیگر جسمانی، روحانی اور دینی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ گاجر کھانے سے قولنج کا درد مٹ جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ کھجور، انار اور انگور کو آدمؑ کی باقی ماندہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے **مامن رمان اوحبة رمان الا فیها قطرة من ماء الجنه** یعنی کوئی انار یا انار کا دانہ ایسا نہیں ہے جس میں آبِ جنت کا قطرہ شامل نہ ہو۔ اگر کوئی انار کا دانہ جس میں آب بہشت ہوتا ہے کھانا چاہے تو

---

[1] اس سے قبل مصنف رحمۃ اللہ نے بینگن کو مونث تحریر کیا ہے، اس لیے مترجم نے اس عبارت کے پیش نظر یہاں بینگن کو ترجمے میں مونث تحریر کیا ہے۔

اسے چاہیے کہ پورا انار اور اس کے دانے کھائے، اگر چہ ایک بہشتی دانہ ہی کافی ہوتا ہے۔ اس قسم کا طعام اس ہدایت یافتہ گروہ (صوفیہ) سے مناسبت رکھتا ہے۔

(مجلس میں) جڑی بوٹیوں کے فائدوں کا ذکر آ گیا، اکثر اوقات حضرت قدوۃ الکبراؒ کے ہمراہ جتی جوگی اور اس مسلک کے دوسرے اصحاب بھی ہوتے تھے اور جڑی بوٹیوں کے فائدے بیان کرتے رہتے تھے۔ کمال جوگی نے بتایا کہ جو شخص ہمیشہ تر پھلے کا استعمال جاری رکھتا ہے اسے اس قدر جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں کہ بیان نہیں کیا جاسکتا، خاص طور پر بینائی کے لیے بے حد مفید ہے۔ درپن ناتھ عرف عبداللہ نے جو حضرت کے بڑے خادموں میں سے ہیں بتایا کہ مندی اور پیوندی اور چند دیگر دوائیں جن کے لیے وہ مشہور ہیں اگر ہمیشہ استعمال کی جائیں تو اس قدر جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں کہ کسی دوسری بوٹی یا دھات سے حاصل نہیں ہوسکتے۔ چناں چہ ہندی زبان کا مقولہ ہے:

منڈی پیوندی بھنگرہ سدہ جو تھا پاؤ
چنگی چنگی کھائے ہر می چو نسٹھ باؤ

اگر کوئی شخص پاک لوگوں کے زمرے میں ہے تو وہ بجائے سدہ کے ڈھاک کے پتے اور اس کے سیاہ شگوفے شامل کرے۔ بے حد مفید ہے۔ دوسری بوٹیوں کے مقابلے میں سہدئی اگر ہمیشہ استعمال کی جائے تو زیادہ مفید ہے لیکن اس کے ساتھ روغن گاؤ کا استعمال ضروری ہے۔ اگر بھنگرہ تنہا استعمال کیا جائے تو اچھا ہے۔ اگر بھلاواں (ایک قسم کے درخت کا پھل) ہمیشہ استعمال کیا جائے تو وہ بھی بہتر ہے۔ اس کے استعمال سے جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ حکمانے اس کا اخروی فایدہ یہ بتایا ہے کہ حافظے کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر ہمیشہ استعمال کرے تو اس کے بال سفید نہیں ہوتے۔ اس کے ساتھ اگر پرہیز بھی جاری رکھے تو سفید بال بھی سیاہ ہوجاتے ہیں۔ اگر کوئی عزیز دوڑ میں مقابلے کے لیے کھائے تو مقصد حاصل ہوگا۔ کمال جوگی فرماتے تھے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر بھلاواں ہمیشہ کھاتا رہے تو برص اور جذام کا مریض تندرست ہوجاتا ہے اسی طرح تخم پنواڑ بھی برص کے مریض کو فائدہ پہنچاتا ہے اگر کوئی شخص تخم پنواڑ ہمیشہ استعمال کرتا رہے تو بے حد مفید ہے، اس کا خوب تجربہ کیا جا چکا ہے۔

اگر مذکورہ جڑی بوٹیوں کے علاوہ میں دوسری جڑی بوٹیوں کی تفصیل بیان کروں تو یہ کتاب بہت ضخیم ہوجائے گی جو شخص مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اطبا کی کتابوں کا مطالعہ کرے اسے اپنا مقصد حاصل ہوجائے گا۔

لطیفہ ۳۷

اعتکاف کی شرائط، خلوت اور گوشہ نشینی کی حقیقت نیز تجرید اور تفرید کے بیان میں

قال الا شرفؒ:

الا عتکاف لبث المعکتف فی المسجد بتعین المدة حتّٰی ینقضی مدته وفی الحقیقة حفظ الجوارح عن الحرکة الطبعی وقال الفقهاء الاعتکاف سنة موکدة لانه علیه السلام کان اعتکف فی العشر الا خرمن رمضان، یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، اعتکاف معتکف کا مقررہ مدت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا ہے یہاں تک کہ وہ مدت گزر جائے۔ درحقیقت اعتکاف طبعی حرکات کی نگہداشت ہے۔ فقہا نے کہا ہے کہ اعتکاف سنت موکدہ ہے کیوں کہ یقیناً حضور علیہ السلام رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے۔

اگر معتکف نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ مقرر مدّت تک اعتکاف میں بیٹھے گا تو اسے روزہ رکھنا لازمی ہے کیوں کہ مقرر کردہ اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا شرط ہے۔ اگر معتکف روزہ نہ رکھے گا تو اس کا اعتکاف درست نہ ہوگا۔ یہ قول حضرت امام الاعظمؒ کا ہے۔ مثلاً یوں کہے، **علی ان اعتکف یوما اوشھراً اوسنة وھذا لا یجوزا لا بالصوم** یعنی (میری) نیت ہے کہ میں ایک روز یا ایک ماہ یا ایک سال کا اعتکاف کروں اور یہ جایز نہیں ہے مگر روزے کے ساتھ۔ اگر معتکف نفلی اعتکاف کی نیت کرتا ہے تو اس کے لیے روا ہے کہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے۔

جو شخص مسجد میں آئے اور اعتکاف کی نیت کرے تو جتنی دیر وہ مسجد میں توقف کرے گا اتنا ہی اعتکاف کا اجر اسے ملے گا۔ (جو شخص یہ شرائط پوری کرے) وہ معتکف کہلانے کا مستحق ہے۔ اعتکاف کے لیے غروبِ آفتاب کے وقت مسجد میں داخل ہو اور اعتکاف شروع کرے۔ جب اعتکاف کی مدت پوری ہوجائے تو غروب آفتاب سے پہلے مسجد سے نہ نکلے۔ معتکف پر لازم ہے کہ ہمیشہ باوضو رہے اور اگر قدرت رکھتا ہے تو جاگتا رہے۔ ذکر یا تلاوت یا جو شغل کہ اس کے پیر نے اسے بتایا ہے اس میں مصروف رہے تاہم مبتدی کے لیے ذکر جلی (بلند آواز سے ذکر کرنا) زیادہ مفید ہے، کیوں کہ قلب اور

قالب کی غلاظت کی جگہ اس پانی کے بغیر پاک وصاف نہ ہوگی۔

جس شخص کو تصفیۂ قلب حاصل نہیں ہوا ہے اور وہ اس (خامی) کا تدارک کرنا چاہتا ہے تو اسے اس مجازی دل کی جس نے چار عناصر سے ترکیب پائی ہے اور اس دل کی حقیقت سے واقف ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ (طالب کو) پہلے یہ چاہیے کہ عام لوگوں سے میل جول نہ بڑھائے۔ اور وحدت ووحدانیت سے انس پیدا کرے، جیسا کہ بعض عارفین نے فرمایا ہے، **اذا اراد للہ بعیدا خیر ااانسہ بالوحدۃ ونقل عن التوریت من اعتزل سلم** یعنی جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے باندھ دیتا ہے اور اسے وحدت سے مانوس کر دیتا ہے نیز توریت سے منقول ہے جو شخص گوشہ گزیں ہوا اس نے نجات پائی۔ ابیات:

خلوتے گیرد ہر آں کو عاقلست
زاں کہ درخلوت صفاہاے دلست

ترجمہ: ہر صاحبِ عقل خلوت اختیار کرتا ہے کیوں کہ خلوت میں دل کی پاکیاں مضمر ہیں۔

خلوتِ صوفی صفائے دل بود
درد مندے راچنیں حاصل بود

(صوفی کی گوشہ گیری دل کی پاکیزگی ہے۔ دردمند انسان کا حاصل یہی ہوتا ہے۔)

زاتش خلوت نہ پختہ ہر کہ تن
خام ماند در حریفاں ہم چومن

(جو وجود خلوت کی آگ سے نہ پکایا گیا وہ دوستوں کے درمیان میری طرح خام رہے گا۔)

(طالب مذکورہ امور پر عمل کرنے کی) بے حد کوشش کرے تا کہ دنیا کی مشکل گھاٹی اس پر آسان ہوجائے اور دنیا سے قطع تعلق کا مرحلہ دل سے بجا لائے۔ ظاہری خلوت تو یہ ہے کہ طالب ایک گوشے میں بیٹھ جائے اور باطنی خلوت یہ ہے کہ اپنے باطن کو ماسوا اللہ سے بالکل خالی کردے۔ رباعی[1]

خلوتِ ظاہر بداں تو انزوا
باطنِ خالی شدن از ماسوا[2]
ہر کہ خلوت ظاہرو باطن گرفت
خلوتی باشد ہمہ کامن گرفت

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

[2] یہ مصرع وزن میں نہیں ہے۔

ترجمہ: جان لے کہ ظاہری خلوت گوشہ نشینی ہے۔ باطنی خلوت ماسوا سے خالی ہوجانا ہے۔جس کسی نے ظاہری اور باطنی خلوت اختیار کی بس وہی سب سے پوشیدگی اختیار کرنے والا (حقیقی) خلوتی ہے۔

وہ پاکیزگی جوخلوت میں حاصل ہوتی ہے کسی دوسری ریاضت سے حاصل نہیں ہوتی۔شعر:

مرد بزنداں شرف آرد بدست
یوسف زینگو نہ بزنداں نشست

ترجمہ: عالی حوصلہ شخص کو قید خانے سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ یوسف (علیہ السلام) نے اس شان سے قید خانہ اختیار کیا۔

اعتکاف کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ مولا کے دروازے کا محافظ ہوجائے اور اپنے دل میں نیت کرے کہ جب تک میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوجاؤں اس سے دست بردار نہ ہوں گا۔ اس تکلیف میں خواہ زمین اور آسمان کی بلائیں نازل ہوں، جب تک میرا مقصود عطا نہ ہوگا میں اس کام سے نہ پھروں گا۔ بیت:

چشم از رُخِ تو بر نکنم گرہزار بار
در دیدہ ام زآتشِ کشند میل

ترجمہ: میں تیرے چہرے سے نگاہ نہ ہٹاؤں گا،خواہ ہزار بار میری آنکھوں میں آتشِ سوزاں کی سلائیاں پھیر دیں۔

میرے خواجہ نور اللہ مرقدہٗ جوکونین بخشنے والے اور جن وانس کے مرشد ہیں فرماتے تھے،شعر:

پائے من جز درِ تو بر درِ دیگر نرود
کہ مرا سر برود عشقِ تو از سر نرود

ترجمہ: میرا قدم تیرے در کے سوا دوسرے کے دروازے پر نہ جائے گا۔ میرا سر جاتا رہے لیکن اس سر سے تیرا عشق نہ جائے گا۔

جس طرح قرض دینے والا قرض لینے والے کے دروازے پر جاتا ہے اور سختی کرتا ہے کہ **لایتصرف عن بابہٖ حتّٰی یقضی دینہ** یعنی جب تک قرض ادا نہ کردیا جائے وہ اس دروازے سے نہیں لوٹتا۔

چونکہ اعتکاف میں بیٹھنے والے کی نیت خالص اللہ کے لیے ہوتی ہے،خودنمائی اور رسمِ عادت نہیں ہوتی (اس لیے) دفترِ اعمال میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں ثبت کریں اور اُن کو نیک لوگوں کی لڑی میں پروئیں (نیکوں کی پیروی کریں) **حیث قال علیہ السلام، من اعتکف یوما ابتغاء لوجہ اللہ جعل اللہ بینہ وبین النار ثلاث خنادق بین کل خندق بعد مابین الخافقان** یعنی ایک مقام پر رسول علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے اللہ کے لیے ایک دن کا اعتکاف کیا، اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ پیدا فرماتا ہے اور ہر خندق کا فاصلہ مشرق سے

مغرب تک ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے سالک کو خلوت میں اس قدر زیادہ روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اور اس کی اس قدر روحانی تکمیل ہوتی ہے کہ کسی دوسری ریاضت میں حاصل نہیں ہوتی کیوں کہ خلوت تمام ریاضتوں، تکلیفوں اور سختیوں کی جامع ہے۔ حق تعالیٰ خلوت میں بیٹھنے والے کو محبوب رکھتا ہے کیوں کہ **ان اللہ وتر یحب الو تر** یعنی بے شک اللہ تعالیٰ فرد ہے اور محبوب رکھتا ہے فرد کو۔ پہلے پہل حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قلبِ مبارک کو خلوت اور تنہائی کی لذت بخشی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نزولِ وحی سے قبل غارِ حرا میں ایک ایک ہفتہ خلوت میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ **وجب للعبدان یلتزم خلو تا باللہ بنفسہ** یعنی بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے لیے اپنے نفس پر خلوت کو لازم کرے۔

جان لیں کہ اعتکاف کو خلوت اور عزلت پر فوقیت حاصل ہے (کیوں کہ) اعتکاف روزے کے ساتھ گوشہ نشینی ہے اور عزلت اور خلوت میں روزہ نہیں رکھا جاتا۔ **الخلوۃ لاھل الصفوۃ والعزلۃ من ارباب الوصلۃ** یعنی خلوت اہل صفا کے لیے ہے اور عزلت اہل وصلت کے لیے ہے۔ عزلت اللہ تعالیٰ کے غیر سے کنارہ کش ہونا اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا ہے، جب کہ خلوت تنہائی، خلق سے دوری اور اہل وعیال سے لگاؤ نہ رکھنا ہے لیکن (یہ عمل) عبادت کی نیت سے اور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہو کہ تو خلق اور خاندان کی دعوت میں مشغول ہوا۔ ان کی مشغولیت سے فارغ ہونے کے بعد تو (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) استغفار اور عاجزی کر کہ اس کے غیر سے مشغول ہوا۔ یہ وہ مقام ہے کہ **انی استغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ** یعنی تحقیق کہ میں اللہ تعالیٰ سے ہر روز ستر بار استغفار کرتا ہوں۔ خلوت وعزلت کی حقیقت اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ اُن مکتوبات میں مذکور ہیں جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے منسوب ہیں۔

رباعی [1]:

ہرچہ جز حق باشد آں دشمن بود
بعدہٗ اعدائے تو ایں تن بود
بعدازاں مال وعیالِ خویش داں
کیں ہمہ در راہِ دیں رہزن بود

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز دشمن ہوتی ہے۔ اس کے بعد تیرا یہ جسم دشمن ہوتا ہے۔ اس کے بعد جان لے کہ مال اور اہل وعیال بھی دشمن ہیں کیوں کہ یہ سب دین کی راہ کے رہزن ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اس راستے کے سالک کے لیے اہم بات یہ ہے کہ ایک پل کے لیے بھی نسبت اور حضوری سے غافل نہ ہو، خاص طور پر خلوت نشین کو جو عہد کردہ نسبت کا محل ہوتا ہے اور نفسِ حضور کی قوت سے آگاہ ہوتا ہے

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

(اس غفلت کے نقصان کا) تدارک نہیں ہوسکتا۔ اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ [1] حرم کعبہ میں عزلت وخلوت میں مشغول تھے کہ حضرتِ خضرؑ تشریف لائے۔ شیخ الشیوخ ان کی جانب متوجہ نہیں ہوئے۔ فارغ ہونے کے بعد آپ کو اصحاب نے خبردار کیا اور نصیحت کرنی شروع کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا یہ بات قابلِ رحم ہے اگر خضرؑ تشریف لاکر لوٹ گئے تو پھر آجائیں گے لیکن اے نیک بختو میں اس وقت مشغول بہ حق تھا اگر وہ وقت نکل جاتا تو پھر حاصل نہ ہوتا اور مجھے قیامت تک شرمندگی رہتی۔ رباعی: [2]

اگر وقتے مرا بایار گردد
کہ جاں را اندراں دم بار نبود
دراں وقت اربوَم من غیر پرداز
غرامت ایں ہمہ سروکار نبود

ترجمہ: اگر میں دوست کے ساتھ کوئی ساعت بسر کروں جس میں سانس جان کے لیے بار نہ ہو۔ ایسی اچھی گھڑی میں اگر میں غیر کی جانب توجہ دوں تو اس نقصان کی تلافی نہیں ہوسکتی

یہ گفتگو ہورہی تھی کہ خضر علیہ السلام دوبارہ تشریف لے آئے۔ شیخ نے اُن کا استقبال کیا اور عرض کیا، **خرجوا میامن برکتکم من اللہ الکریم** یعنی آپ کی برکت سے خدائے کریم سے باہر ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ گوشہ نشینی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک خلق سے دوری یعنی لوگوں سے میل جول اور صحبت ترک کرنا اور دوسرے خلق سے لاتعلق یعنی خلق کو اپنے دل سے دور کردینا اگرچہ ان کے درمیان رہے- یک دانہ موتی کی طرح اکیلا۔ شعر:

گر باہمہ چوں بے منی بے ہمہ
ور بے ہمہ چو بامنی باہمہ

ترجمہ:۔ اگر تو سب میں شامل ہے اور میری طرح مجھ سے الگ ہے تو سب کے ساتھ نہیں ہے اور اگر تو سب سے الگ میرے ساتھ ہے تو میری طرح سب میں شامل ہے۔

---

[1] ''شیخ الشیوخ'' سے یہاں کون بزرگ مراد ہیں، متن کتاب سے واضح نہیں ہوتا، لیکن سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی کتابوں میں شیخ الشیوخ کا لقب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہاں غالباً حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہی مراد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، فوائد الفواد از حسن علا سجزیؒ سیر الاولیا از امیر خورد کرمانیؒ اور خیر المجالس از حمید قلندر شاعرؒ۔ سیرُ الاولیا میں بعض جگہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے لیے بھی شیخ الشیوخ تحریر ہوا ہے لیکن حضرت گنج شکرؒ کے مکۂ معظّمہ جانے کی روایت کسی مستند تذکرے میں نہیں ہے لہٰذا شیخ الشیوخ سے مراد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ہی لیے جائیں گے۔

[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ عبادت کے دس حصے ہیں، اس میں نو حصے خلق سے دوری ہے اور ایک حصہ خاموش رہنا ہے۔ شعر:

بخلوت نشیں وبر خیز از ہمہ چیز
بُراز خلق ویا باخلق در آمیز

ترجمہ: (اے سالک) خلوت میں بیٹھ اور سب چیزوں سے کنارہ کش ہوجا۔ یا تو خلق سے اپنے آپ کو کاٹ لے یا خلق میں گھل مل جا۔ (اختیار تیرے ہاتھ میں ہے)

حضرت شیخ سعدی قدس اللہ سرہٗ خلوت میں تھے۔ ایک شخص داخل ہوا اور دریافت کیا کہ اے شیخ آپ تنہا ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ جب تم داخل ہوئے تو تنہا ہوگیا۔ شعر:

سکوتے نیست بہرِ روح باکس
سکوتِ روح خلوت آمد و بس

ترجمہ: روح کو کسی شخص سے سکون حاصل نہیں ہوتا۔ روح کو صرف خلوت ہی سے سکون ملتا ہے۔

گوشہ نشینی تین طرح کی ہے۔ (اس کا اصلِ اصول) اپنے شر سے لوگوں کو بچانا ہے۔ اسی اصول کے مطابق مشائخ نے فرمایا ہے کہ خلوت میں بیٹھنے والے کو چاہیے کہ دل سے سچی نیت کرے کہ لوگ میرے شر سے تنگ آ چکے ہیں اور اگر میں چند روز خلوت میں نہ بیٹھوں تو لوگ میرے نفس کے شر سے پریشان ہوجائیں گے۔ (علاوہ ازیں) میرا وجود زیورِ خلوت سے آراستہ ہوجائے گا۔ یہ خیال ہرگز دل میں نہ لائے کہ میں لوگوں کے شر سے تنگ آ گیا ہوں اس لیے گوشہ نشین ہوتا ہوں۔ صد ہزار رحمتیں گنجہ [1] کے گنج نشین پر ہوں جو فرماتے ہیں۔ شعر

ملامت گرفت از من ایّام را
بہ کنجِ ارم بردم آرام را

ترجمہ: میری ذات کی وجہ سے زمانے کو ملامت کیا جاتا ہے اس لیے امن وسکون کے لیے خود کو گوشۂ جنت میں لے جاتا ہوں۔

(جیسا کہ مذکور ہوا) گوشہ نشینی تین طرح کی ہے۔ ایک خلوتِ عوام یعنی خلق اور زمانے سے دور ہونے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرے اور کبھی کبھی کاروبار کی خاطر لوگوں سے ملے۔ اس کا رتبہ معلوم ہے۔ دوسری خلوتِ خاص یعنی عام لوگوں کے درمیان رہے اور بازار میں پھرے لیکن بہ باطن حق کے ساتھ مشغول اور صاحبِ اسرار ہو۔ خواجگانِ نقشبندیہ نے اس کی جانب ''خلوت درانجمن وسفر دروطن'' [1] کی اصطلاح میں اشارہ کیا ہے۔ تیسری خواص میں خاص لوگوں کی خلوت یعنی سالک

---

[1] گنجہ ایران کے ایک شہر کا نام ہے۔ ''گنجہ کے گنج نشیں'' کنایہ ہے نظامی گنجویؒ سے جن کا شعر نقل کیا گیا ہے۔

کے دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کی یاد کے کچھ نہ ہو۔

خلوت وعزلت اور چلہ کشی کے طریقے کا ذکر:

اپنے زمانے کا ایک نامور بادشاہ اور سردار، حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ چلّے سے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ واقف کار نے گزارش کی کہ اگر اجازت ہو تو میں چند روز اعتکاف میں گزار دوں۔ آپ نے فرمایا، مردانہ چلّہ یا زنانہ چلّہ۔ سلطان نے عرض کی کہ اے میرے مرشد مردانہ اور زنانہ چلّے کا فرق واضح فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ زنانہ چلّہ یہ ہے کہ جس طرح عورتیں نفاس کے دنوں میں گوشہ نشین ہوتی ہیں وہ بھی گوشہ نشین ہوجائے۔ اس کا حاصل سوائے کم کھانے اور کم سونے کے کچھ نہیں ہے اور مردانہ چلّہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر خلق میں موجود اور بہ باطن دریائے حق میں مستغرق ہو۔ یہ استغراق اس درجہ کا ہو کہ کبھی حواس کا احساس ہو اور کبھی بالکل نہ ہو۔

کما قال المشایخ، اصل العزلت عزل الحواس عن التصرف فی المحسوسات ۔یعنی جیسا کہ مشائخ نے فرمایا ہے، اصل گوشہ نشینی محسوسات کے تصرف سے حواس کو برطرف کرنا ہے۔

مردانہ اور زنانہ چلّے کا ذکر:

ازروئے اتفاق ایک محرم خادم کو جو حریم الٰہی کے محرم اور ناز کرنے والے مخدوم کے خادم تھے، ذاتی کام کے سبب اسفند یار بیگ کی خدمت میں دارالخلافہ روم جانا ہوا، چونکہ وہ حضرت کی درگاہ کے ملازم اور آپ کی بارگاہ کے خادم تھے، اسفند یار بیگ نے اُن کا استقبال کیا اور پوری تعظیم سے اپنی جائے قیام پر لے گیا اور صدر محفل میں بٹھایا۔ ایسا سبب ہوا کہ مشائخ کے چلے سے متعلق گفتگو نکل آئی۔ حضرت خادم نے دوران گفتگو کہا کہ مردانہ چلّہ کرنا چاہیے۔ اسفند یار بیگ نے دریافت کیا کہ زنانہ اور مردانہ چلّہ کیا ہوتا ہے؟ محرم نے حریمِ سلطنت سے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ سے سننے میں آیا ہے کہ مردانہ چلہ یہ ہے کہ جس مقام پر بھی ہو، اپنے مقصود سے ایک پل بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ زنانہ چلّے کا ذکر ہو ہی چکا ہے۔ دوسرے مردانہ چلّہ یہ ہے کہ مرد بہت زیادہ کھاتا ہے اور بہت زیادہ کام بھی کرتا ہے۔ اسفندر یار بیگ نے کہا کہ اگر (کرکے) دکھائیں تو سرفراز فرمائیں گے۔ محرم خادم نے کہا کہ سراپردہ کھینچ کر ایک بکرا، ایک من آٹا، آدھا من کرنج[۲] اور اسی طرح کی دوسری چیزیں کھانا پکانے کی مہیا کریں۔ ہر روز یہ سامان ان کی خدمت میں بھیج دیا جاتا تھا۔ جناب محرم یہ تمام چیزیں کھا جاتے اور سانس تک نہ لیتے۔ پیشاب پاخانے کو بھی باہر نہ نکلتے۔ یہاں تک کہ چالیس روز پورے ہوگئے۔ جب (ضروری حاجت کے لیے) جنگل کی طرف نکلے تو دو مینگنیاں زمین پر ڈالیں۔ یاروں نے وہ مینگنیاں

---

[۱] ''خلوت درانجمن وسفر در وطن'' لوگوں میں رہتے ہوئے خلوت میں رہنا اور اپنے باطن میں سفر کرنا۔

[۲] کرنج۔ یہ لفظ کسی لغت میں نہیں ملا۔ شاید کرنب ہو جس کے معنی بند گوبھی کے ہیں یا برنج یعنی چاول ہو۔

اٹھا کر اصحاب کو دکھائیں ہتھوڑا اور گھن لا کر انھیں کوٹا لیکن وہ نہیں ٹوٹیں۔ قطعہ:[۱]

کمالِ خویش را آں چلّۂ بند
کہ شصت وچل تو اند چلّہ کردن
زہے مردانِ چلّہ کش کا نچنانند
کہ زیشاں چلّہ دل زاں چلّہ کردن

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خلوت میں کھانا پینا مقررہ طریقے کے مطابق ہوتا ہے۔ درجہ بدرجہ غذا میں کمی کرے۔ ایک دم سے کمی نہ کرے۔ اگر ایک دم کمی کی جائے گی تو دل بے جان ہوجائے گا۔ ہندوستان کے اکثر لوگوں نے ریاضت ومجاہدے میں بدعت اختیار کرلی ہے۔ چناں چہ میں نے خود بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ ایک لونگ اور چمچہ سرکے پرگزارہ کرتے ہیں اور جسم کو کمزور کرتے ہیں۔ اس قسم کی ریاضت کا حاصل سوائے ناموری اور شہرت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔ قطعہ:

بہ بیند شاہدِ رعنائے خلوت
کسے کز فاقہ کردن فربہی یافت
کسے کودر سرِ خلوت زمعہود
گزشتہ از غذا و فربہی یافت [۲]

ترجمہ: وہ شخص خلوت کا زیبا معشوق دیکھتا ہے جو فاقہ کرنے سے فربہی پاتا ہے۔ وہ شخص جو خلوت میں مقررہ غذا سے گزر کر فربہ ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر محض بھوکا رہنے سے تکمیل ہوجاتی تو لازمی طور پر تمام جوگی قطب الاقطاب ہوتے۔ اگر چہ بھوک کو بھی مجاہدے کا ایک اصول کہا گیا ہے لیکن جب تک ذکر وفکر کی دوسری چیزیں ممد و معاون نہ ہوں مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا اور جن لوگوں نے مدّت تک بھوک پیاس جھیلی ہے اور کرامت خیال کرتے ہیں انھوں نے غلطی کی ہے بلکہ ان کی توانائی صرف خواہشِ نفسانی اور شہرت یابی پر صرف ہوئی، اسی قوت سے انھوں نے بھوک برداشت کی۔

---

[۱] یہ قطعہ صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے۔ تیسرا مصرع بے وزن ہے۔ صحیح نقل نہ ہونے کی وجہ سے ترجمہ نہیں کیا گیا۔

[۲] مطبوعہ نسخے میں اِس قطعے کا چوتھا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ ''گزشتہ از خدا فربہی یافت'' پہلی بات تو یہ ہے کہ مصرع بے وزن ہے۔ دوسرے یہ کہ اس مصرعے کا ترجمہ ہوگا ''خدا سے گزر کر فربہ ہوگیا'' یہ ترجمہ مہمل ہوگا اس لیے مترجم نے قیاسی تصحیح کی ہے اور چوتھا مصرع اس طرح بدل کر ترجمہ کیا ہے۔ ''گزشتہ از غذا وفربہی یافت'' احقر مترجم کا خیال ہے کہ پورا قطعہ صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے اور اس میں سہوِ کتابت ہے کیونکہ اس قطعے کے بعد جو مضمون آرہا ہے وہ اس قطعے کے مفہوم کے برعکس ہے۔

ایک مکار چلہ کش درویش کا قصہّ :

اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ سیلون کے سفر کے دوران ہم شہر صفاہان میں پہنچے۔ اس علاقے کا والی تمام تر توجہ کے ساتھ حاضر ہوا اور ملاقات کی۔ اس نے بیان کیا کہ ہمارے شہر میں ایک درویش ہے جو چالیس روز بعد افطار کرتا ہے۔ اس کے مریدوں اور معتقدوں کی ایک جماعت (افطار کے دن) اس کی زیارت کرتی ہے اور اپنے شیخ کی ستائش کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا چلّہ پورا ہونے والا ہے یا دیر ہے۔ والی نے عرض کیا کہ کل باہر آئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم شہر کے لوگوں کو اس کی زیارت کے لیے نہ جانے دو اور چھوٹے بڑے لوگ بھی اس کی زیارت کے لیے نہ جائیں۔ چناں چہ اس پر عمل کیا گیا۔ ریا کار شیخ جس نے چالیس دن تک ریا کاری کی سجاوٹ اور خودنمائی کی شکل کو شہرت سے آراستہ اور غرور سے مزین قد پر ڈھالا تھا، سخت صدمے سے دوچار ہوا۔ اپنی کھوٹی پونجی اور فاسد مکاری کو کس خریدار کو دکھاتا اس کی چالیس روزہ قوت یہی خودنمائی اور شہرت تھی جو اسے حاصل نہ ہوئی ناچار اپنا اسبابِ آخرت کے سرائے کے لیے روانہ کیا (صدمے سے مرگیا۔)

گوشہ گزینی کی شرط یہ ہے کہ پہلے سلوک ومعرفت، توحید، نفی واثبات اور دل میں گزرنے والے وسوسوں اور بے جا خواہشوں کو دفع کرنے کا علم حاصل کرے، اس کے بعد خلوت میں بیٹھے، ورنہ نفسانی خیالات اور بے ہودہ شہوانی باتیں اسے ضلالت کی پستی میں ڈال دیں گی۔ **والعزلت مقارنة الشیطان** یعنی گوشہ نشینی شیطان کے قریب ہونا ہے۔ اس کیفیت کا شخص ایسا ہوتا ہے۔ شعر

خیالاتِ نادان خلوت نشاں[۱]
بہم برکند عاقبت کفرو دیں

ترجمہ: نادان خلوت نشیں کے بے ہودہ خیالات آخر کار کفرودین کو درہم برہم کردیتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر مبتدی خلوت میں بیٹھے تو پیر کی قیام گاہ سے دور گوشۂ عبادت نہ بنائے تاکہ خلوت کے دوران جو واقعہ اور مشاہدہ آئے پیر سے عرض کرسکے اور اس کی ہدایت کے مطابق منازل سلوک طے کرسکے۔ اگر مرید منتہی ہے تو اسے خلوت کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ جس مقام پر ہے خلوت ہی میں ہے۔ قطعہ:

کسے کز خویشتن بگرفت عزلت
بہر دو عالمش خلوت مہیّاست
زہے آں مرشدِ دانائے اسرار
کہ وے را ایں چنیں خلوت بیا راست

---

[۱] شعر گوئی کے قاعدے کے مطابق نشاں کے بجائے ''نشیں'' ہونا چاہیے کیوں کہ دوسرے مصرعے میں ''دیں'' کا قافیہ ہے اس لیے پہلے مصرعے میں ''نشیں'' قافیہ ہونا چاہیے۔

ترجمہ: جس سالک نے اپنی ہستی سے دوری اختیار کی اسے دونوں عالموں میں (ہر جگہ) خلوت میسر ہے۔ مرحبا وہ واقفِ راز مرشد (عظیم ہے جس نے) مرید سالک کے لیے ایسی خلوت کو آراستہ کیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ طالبِ صادق جو خلوت میں بیٹھتا ہے اس کے لیے اس راہ کی دس شرطیں ہیں بقدرِ ضرورت شریعت کا علم ہونا۔ توحید و معرفت کا علم ہونا۔ جو علم سیکھا ہے اس کے مطابق عمل کرنا۔ اپنے اختیار سے مشکلات اور سختیوں کو برداشت کرنا نہ کہ ضرورتاً اور مجبوراً تحمل کرنا۔ اپنے آپ کو سب سے کمتر جاننا تاکہ غرور میں مبتلا نہ ہو اعمال میں فتور اور تفرقہ پیدا نہ کرنا۔ اپنی ذات میں طاعت وعبادت کے غرور کو راہ نہ دینا۔ جو کچھ غیب سے عطا ہو اسے جمع نہ کرنا۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ سے دوری پیدا کرتی ہیں ان سے کامل طور پر لاتعلق ہوجانا اور (اپنے اس فیصلے کو) سرمایۂ سعادت اور نفع رساں جاننا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر طالب کی کوئی دنیاوی مراد یا جان سے لپٹنے والا مقصود حاصل نہ ہو تو اسے اصل دولت اور سعادت خیال کرے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے کیوں کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو دنیا سے باز رکھتا ہے۔

قیامت کے دن مولا اور بندے کے درمیان معاملے کا ایک عجیب نکتہ:

اسی سلسلے میں فرمایا کہ کل قیامت کے دن حساب گاہ میں بندہ اپنے نامۂ اعمال پر نظر ڈالے گا اور اس میں بعض ایسی عبادتوں کا ثواب دیکھے گا جو اس نے دنیا میں ہرگز نہیں کی تھیں وہ حیران ہوگا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ عبادتیں نہیں کی تھیں۔ جواب آئے گا کہ تو نے دنیا میں مجھ سے فلاں مراد مانگی تھی جو میں نے پوری نہیں کی۔ اب اس نارسیدہ مراد کے بدلے میں نے یہ ثواب عطا کیا ہے۔ بندہ عرض کرے گا اگر آپ کا ایسا لطف وکرم ہے تو دنیا میں میری کوئی مراد پوری نہ کی ہوتی تاکہ مجھے اس کا بدلہ یہاں ملتا۔ قطعہ:

مرادِ دل کہ زمطلوب کم شود حاصل
بگوشِ ہوش شنو کاں بروں زحکمت نیست
طبیب ہر چہ بہ بیمار خوردنی بدہد
مگر زطبع سقیمی کہ آں مروت نیست

ترجمہ: وہ مراد دلی جو محبوب سے حاصل نہیں ہوتی تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ روش بھی حکمت سے باہر نہیں ہے۔
طبیب بیمار کو جو کچھ بھی کھانے کے لیے دیتا ہے بیمار کی طبیعت کے مطابق ہے۔ مروت نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خلوت نشیں خلوت سے باہر نہ نکلے، لیکن انسانی قضائے حاجت کے لیے جیسے پیشاب پاخانہ ہے باہر آسکتا ہے۔ (اس کے علاوہ) وضو کرنے، نماز باجماعت ادا کرنے اور نماز جمعہ کے لیے باہر نکل سکتا ہے۔ نماز باجماعت ہرگز ترک نہ کرے، اگر ممکن نہ ہو تو کسی شخص کو حجرے کے اندر بلالے اور جماعت کرے جاہلوں کا گروہ جو جمعہ

وجماعت اور پانچ نمازوں کے لیے باہر نہیں آتے غلط کرتے ہیں۔

چلے کے دنوں کے تعین اور ان کی ادائیگی کا بیان:

چلّے کے دنوں کے تعین اور انصرام کا ذکر آ گیا (اس پر) حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ (بزرگوں نے) چلے کے ایام کے تعین کے باب میں سنّت نبوی اور حدیث مصطفوی کو سند بنایا ہے۔ انھوں نے آیات، آثار، احادیث اور دوسری روایات کی بھی پیروی کی ہے۔[1] رسول علیہ السلام نے فرمایا، جس نے خالص اللہ کے لیے چالیس دن خلوت میں گزارے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے حکمت کے چشمے پیدا فرماتا ہے جو اس کی زبان سے جاری ہوتے ہیں۔ نیز رسول علیہ السلام نے فرمایا، بندہ چلّہ نہیں کھینچتا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ اس کے طبقے کے لیے ہے اور عوارف میں ہے، تحقیق جب داؤد علیہ السلام خطا میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خاص کر دیا ان کو، اس حال میں کہ وہ سجدہ کنندہ رہیں چالیس دن اور رات یہاں تک کہ ان پر بخشش نازل ہوئی عظیم رب سے۔

اسی سلسلے میں فرمایا کہ ان ایام میں جب حضرت داؤد علیہ السلام سجدہ گزاری میں مشغول تھے سجدے سے سر نہیں اٹھاتے تھے۔ صرف مفروضہ نماز کے وقت سر اٹھاتے تھے۔ ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو جاری ہوئے کہ (زمین سے) انگور اُگ آئے۔ اس مدّت میں حضرت داؤد علیہ السلام نے کھانے پینے سے ہرگز سروکار نہ رکھا۔ بناش کے قصے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھیں رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے، اے بناش باہر آؤ۔ وہ گریہ اور تضرع کرتے ہوئے باہر نکلے پھر چالیس دن تک مشغول بحق رہے۔ اس کے بعد آسمان کی جانب سر اٹھایا اور عرض کیا کہ اے محمد اور آدم وحوا (علیہم السلام) کے رب اگر تو نے (مجھے) بخش دیا ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کے ذریعے خبر کر، وگرنہ آسمان سے آگ برسا کہ میں اس آگ میں خود کو جلا ڈالوں اور عذابِ دوزخ سے رہائی پاؤں۔ ناگاہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان کی مغفرت کی خوش خبری سنائی۔ **وقد خص اللہ تعالیٰ اربعین یوماً بالذکر، فی قصۃ موسیٰ ترک الطعام بالنھار واکلہ باللیل یطوی اربعین من غیر اکل** یعنی اللہ تعالیٰ نے چالیس روز ذکر کے ساتھ مخصوص فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ آپ نے دن کا کھانا ترک کیا صرف رات کو کھاتے تھے اور چالیس دن بغیر کھائے روزے پر روزہ رکھا۔ اس طرح کی باتیں آثار واخبار میں کثرت سے بیان کی گئی ہیں جن سے چلے اور اس کے دنوں کا تعین معلوم ہوجاتا ہے۔ حق تعالیٰ نے چالیس دن میں ایک فضل اور برکت رکھی ہے اسی سبب سے صحابہ، تابعین، کامل مشائخ، متقدمین اور متاخرین نے (خلوت کے لیے) اسے اصل قرار دیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ اعتکاف جس ماہ میں میسر ہوسکے بہتر ہے لیکن جن بزرگوں نے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کی متابعت میں ان کی پیروی کی ہے اور اعتکاف میں بیٹھے ہیں وہ چار طرح کے ہیں۔

---

[1] احقر مترجم نے یہاں طویل عربی عبارت کونقل کرنے کے بجائے اردو ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

اوّل جمادی الآخر کی اکیسویں شب سے پورے ماہ رجب تک۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی متابعت میں ہوتا ہے دوسرا ماہِ شعبان کی اکیسویں شب سے شبِ عید تک۔ یہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض علما تو وہی رمضان کے آخری عشرے کو مسنون کہتے ہیں اور دوسرا اگر وہ پورے رمضان اعتکاف کرنے پر مصر ہے۔ تیسرا ذی قعدہ کی بیسویں رات سے عید قربان کی شب تک جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی متابعت میں ہوتا ہے اور چوتھا ذی الحجہ کی پندرھویں شب سے ماہِ محرم کی پانچویں رات تک جو حضرت یونس علیہ السلام کی پیروی میں ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ اعتکاف کرنے والے کو سوائے سات حالتوں کے باہر نہیں نکلنا چاہیے یعنی وضو، انسانی قضائے حاجت، غسل جنابت یا کسی طرح غسل، نماز جمعہ، اعتکاف کی جگہ تباہ ہوجائے یا بادشاہ کی مہمات کے لیے جائے بشرطیکہ کہ دوسرا شخص مہم کا انتظام نہ کرسکتا ہو اگر دوسرا شخص کرسکتا ہے تو بادشاہ کی مہم کے لیے بھی باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ معتکف کے لیے جایز ہے کہ وہ مسجد کے گوشے میں کھائے پیے اور قیام کرے۔ اس کے سوا دوسرے شخص کو جایز نہیں ہے۔ اِن مذکورہ سات حالتوں کے سوا اگر معتکف باہر نکلے تو اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔ یہی حکم مریض کی عیادت کے لیے ہے لیکن غیر نذر معتکف کو جس نے نفلی اعتکاف کیا ہے ، مریض کی عیادت اور جنازے کے ساتھ جانے کی اجازت ہے۔[۱] اعتکاف دو طرح کا ہوتا ہے ایک واجب اور دوسرا نفل۔ واجب وہ ہے کہ اپنے نفس پر واجب کرلیا جائے اور یہ جایز نہیں ہے مگر روزے کے ساتھ۔ اور (کسی مسجد میں) جائز نہیں ہے مگر اس مسجد میں جس میں جماعت کے لیے امام اور موذن رکھا گیا ہے۔ جب پیشاب پاخانے کے لیے باہر نکلے تو فراغت کے بعد ٹھہرنے کا تکلف نہ کرے۔ اگر اعتکاف کی نذر کے وقت شرط کرلی ہے کہ مریض کی عیادت، نماز جنازہ اور علما کی مجلس میں حاضر ہونے کے لیے باہر نکلوں گا تو کچھ حرج نہیں ورنہ ایک ساعت کے لیے بھی باہر نکلا تو اعتکاف باطل ہوجائے گا۔

شرائطِ اعتکاف:

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ جب طالب صادق اور پختہ سالک خلوت میں جانے کا ارادہ کرے تو پہلے کامل غسل کرے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد خلوت کی طرف متوجہ ہو۔ جب دروازے پر پہنچے تو (یہ دعا) پڑھے۔

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰناً نَّصِیۡراً ۔[۲]

(ترجمہ) اے میرے رب تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقے سے باہر لا اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لیے) مددگار ہو۔

---

[۱] یہاں سے آخر پیرے تک تمام مطالب عربی عبارت میں ہیں۔ احقر مترجم نے طویل عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے اردو ترجمہ کیا ہے۔

[۲] پارہ۔۱۵، سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۰

جب مصلّے پر کھڑا ہوتو پہلے دایاں پاؤں مصلّے پر رکھے اور کہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرلِی ذُنُوبی وَافتَح لِی اَبوابَ رَحمتک یعنی اے خدا میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، پھر آفتاب طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز عجز وانکسار اور صدق واخلاص کے ساتھ ادا کرے اور اسی حالت میں، جس صورت میں تشہّد میں بیٹھتے ہیں، بیٹھے، پھر فرض اور سنّت سے فارغ ہونے کے بعد اس ذکر میں مشغول ہوجائے جو اس کے مناسبِ حال اس کے شیخ نے تلقین کیا ہے۔ تمام مشائخ نے اذکار میں سے لا اله الاّ اللّٰه کا ذکر اختیار کیا ہے۔ اگر چہ مشائخ چشت نے ذکرِ خفی کیا ہے لیکن اس فقیر کو جس کا نام اشرف ہے، حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے بلند آواز سے ذکر کرنے کی اجازت دی ہے اور اس نے اپنے اصحاب کو یہی تلقین کیا ہے۔ اشعار:

عارفانہ چو ذاکری آگاہ
خوش بگو لا الہٰ اِلا اللہ

ترجمہ:۔ جب تو عارفانہ طور پر ذکر سے واقف ہے تو خوشی کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا ذکر کر۔

گر تو خواہی شہودِ یزدانی
از زباں لا الہٰ در خوانی

اگر تو اللہ تعالیٰ کے شہود کا طالب ہے تو زبان سے لا الہ کا ذکر کر۔

زانکہ آئینۂ دلِ پُر زنگ
صیقلش لاالہٰ گیر بسنگ

دل کا آئینہ جو زنگ آلود ہوگیا ہے، اسے لا الہٰ کے پتھر سے صیقل کر

آہن وسنگ چوں بہم بزنی
شررِ نورِ او بروں فگنی

جب لوہے کو پتھر سے رگڑے گا تو اس کے نور کی چنگاری باہر ظاہر ہوگی۔

نفی واثبات کے علاوہ دیگر اذکار کا طریقہ سابق لطیفے میں بیان کیا جاچکا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کھانے سے متعلق مشائخ کا عمل مختلف ہے۔ سب سے کم (غذا) یہ ہے کہ روٹی اور نمک پر قناعت کریں۔ رات میں ایک رطل کھانا کھائے۔ اگر مناسب ہوتو آخر عشا کے بعد اوّل شب میں آدھا کھانا کھائے اور آدھا کھانا آخر شب میں کھائے۔ یہ صورت معدے کے لیے آسانی پیدا کرتی ہے اور کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اس سے رات کی نماز، تلاوت اور اذکار (بغیر گرانی کے) جاری رہتے ہیں۔ اگر طالب کے لیے سالن ترک کرنا ممکن نہ ہوتو اپنی حالت کے مناسب مقدار میں کھائے۔

غذا میں کمی کرنا اور طے کا روزہ رکھنا:

اگر افطار پھل سے کرے بہتر ہے۔ ابتدا تھوڑے تھوڑے کھانے سے کرے تاکہ طالب کی قوّت زایل نہ ہو۔ جب ہمت بلند ہوجائے تو مسلسل روزے کی کوشش کرے۔ چند روزے طے کے رکھے اور وہ بھی اس طرح کہ جسمانی قوت اس طے کو برداشت کرے۔ ہرگز ہرگز ایسے طے نہ کرے کہ مقصد حاصل ہی نہ ہو، اور جسمانی ضعف غالب آ جائے۔ ایسے عمل کی ممانعت کی گئی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ مشایخ میں طے کے بارے اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے تین دن کا دوسرے نے سات دن کا تیسرے گروہ نے آدھے مہینے کا روزہ رکھا ہے۔ یہ (مدّت) ترتیب سے میسر ہوتی ہے ورنہ ایک دم (مدّت کا اضافہ) مشکل ہے۔ بزرگوں نے اس کام کا دارو مدار چار چیزوں پر رکھا ہے۔ بھوک۔ بیداری۔ خلوت اور فکر۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ خلوت میں غذا کو کم کرنے سے متعلق مشایخ کے مختلف احوال اور اقوال بیان کیے گئے ہیں۔ فقیر کے نزدیک قلّتِ طعام اسی قدر مناسب ہے کہ انسانی ضعف پیدا نہ ہو اور جسم پر شدید اثر نہ ہو، لہٰذا خلوت میں اتنی غذا مناسب ہے جو معمول کے مطابق ہو۔ تھوڑا تھوڑا ضرور کھاتا رہے خواہ کئی مرتبہ کھانا پڑے۔ صوفی کے لیے شوربا دال مناسب ہے۔ فائدہ بخش ہے۔ انتہا بہ نسبت مبتدی اور متوسط کی بیان کی جاتی ہے لیکن منتہی بیماری کے بعد صحت یاب ہوکر آثار و انوار اور حال ومقام کی صفت پر متمکن ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ فرماتے تھے اور بار بار فرماتے تھے کہ مجھے آخرِ حال میں کھانے اور پینے کے جو فائدے حاصل ہوئے، ایسی روحانی خوشی اور حقیقت ابتدائے سلوک میں میسر نہیں ہوئی۔ میں نے ریاضتوں کی سختیاں یا مجاہدے میں زیادتی جیسے کھانے پینے میں کمی کرنا (وغیرہ) کبھی روا نہیں رکھی لیکن ہر بدنفس شخص کو یہ باتیں دستور نہیں بنانا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ خلوت میں صحبت کی تفصیلات میں مشایخ میں اختلاف ہے ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ (شیخ) کی صحبت کے بغیر خلوت وعزلت بے کار ہے۔ حضرت سلطان المشایخ (قدس سرہٗ) فرماتے تھے کہ نیک لوگوں اور عارفوں کی صحبت میں بے حد منافع ہیں لیکن یہ صحبت کہاں میسر ہے۔ رباعی:

کو سوختۂ کہ سازمش محرمِ خویش
بادل شدۂ کہ یا بمش ہمدمِ خویش
بس ہر دو بکنج بخلوتے بنشستہ (اند) [۱]
من ماتمِ خود دارم و او ماتمِ خویش

ترجمہ: وہ سوختہ (جاں) کہاں ہے جسے میں اپنا محرم بناؤں۔ ایسا دل گم کردہ کہاں جسے اپنا ہمدم پاؤں۔ بس دونوں اپنے اپنے

---

[۱] قلا بین میں ''اند'' کا قیاسی اضافہ احقر مترجم کا ہے۔ اس طرح وزن بھی پورا ہوجاتا ہے اور مفہوم بھی واضح ہوجاتا ہے۔

گوشۂ خلوت میں بیٹھے ہیں۔ میں اپنے ماتم میں مصروف ہوں اور وہ اپنے ماتم میں مصروف ہے۔

اصحابِ سلوک جو ریاضتیں اور مجاہدے کرتے ہیں اس لیے کرتے ہیں کہ کسی واصل بہ حق کی صحبت کے لایق اور کسی شیخِ کامل کی خدمت میں رہنے کے قابل ہوجائیں کیونکہ کسی واصل بہ حق کی ایک دن کی صحبت سو سال کے مجاہدے سے بہتر ہے۔ **کما قال علیه السلام ان الصّلوة والصّیام یقضی وصحبة الصالحین والعارفین لایقضی** یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا بے شک نماز اور روزے کی قضا ہوسکتی ہے (لیکن) صالحین اور عارفین کی صحبت (فوت ہونے) کی قضا نہیں ہوتی۔ قطعہ:

اگر فوت از نماز و روزہ باشد
تواں کردن قضایش باز از سر
ولے گر فوت گردد صحبتِ دوست
قضا یش کرد نتواں بار دیگر

ترجمہ: اگر نماز یا روزہ (کسی وجہ سے) ادا نہ ہوسکے تو دوسرے وقت اس کی قضا ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر دوست کی صحبت فوت ہوجائے تو اس کی تلافی ناممکن ہے۔

منقول ہے کہ مومن سے بھلائی اور برائی دونوں واقع ہوتے ہیں اور کافر سے ہمیشہ برائی سرزد ہوتی ہے اور بھلائی کم ہی واقع ہوتی ہے۔ اس کا سبب بھی صحبت ہی ہے کہ آدم علیہ السلام کے صلب (کمر کی ہڈی) میں دونوں مصاحبت رکھتے تھے، والصحبت توثر یعنی ''صحبت میں اثر ہوتا ہے۔'' کے قول سے بزرگوں نے اسی جانب اشارہ کیا ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ حضرت مالک بن دینار اور ایک دہریے کے درمیان دین کی فضیلت پر بحث چھڑ گئی۔ ہر ایک نے اپنے اپنے موقف پر دلائل اور اقوال پیش کیے، آخر فیصلہ اس پر قرار پایا کہ دونوں آگ میں کودیں جس کا موقف سچا ہوگا وہ آگ سے سلامت رہے گا۔ چنانچہ دونوں آگ میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے۔ دونوں دینار کے سرخ سونے کی مانند کسوٹی پر پورے اترے (دونوں آگ سے سلامت رہے) لوگ اس واقعے پر حیران ہوئے۔ غیب سے آواز آئی۔ اے مالک اگرچہ یہ دہریہ دین کا دشمن ہے اور اپنے دعوے میں جھوٹا ہے لیکن تمھاری مصاحبت کی وجہ سے ہم نے اسے بھی آگ سے سلامتی کے ساتھ نکالا۔ قطعہ:

مسلمانے اگر ماند بکافر
مصاحب مالک دینار باشد
اگر در آتشِ عصیاں نشیند
زصحبت بہرہ بر دینار باشد

ترجمہ: اگر کوئی مسلمان کسی کافر کے ساتھ رہے تو وہ کافر مالک دینار کے مصاحب کے مانند ہوگا
اگر وہ کافر گناہ کی آگ میں بیٹھ جائے تو مالک دینار کی صحبت سے بہرہ ور ہوگا۔

منقول ہے کہ عرشِ عظیم پر یہ دو کلمے تحریر شدہ ہیں، جن سے فرشتے بھی بے خبر ہیں۔ وہ دو کلمے یہ ہیں کہ اگر بندہ سب سے پہلی اور سب سے آخری طاعت ادا کرتا ہے لیکن اہل فسق سے صحبت رکھتا ہے تو ہم اس کی تمام طاعت اور نیکیاں ناپید کردیں گے۔ **حیث قال علیه السلام اتقوامن مواضع التهم** یعنی رسول علیہ السلام نے ایک مقام پر فرمایا کہ کہ تہمت لگنے کے موقعوں سے بچو۔ یہاں تہمت کے موقعوں سے مراد ہم نشینی ہی ہے **صحبة الضد اشد من العذاب** یعنی صحبتِ ضد عذاب سے سخت تر ہے۔ اگر بندہ ساری زندگی گناہ کرے لیکن جب وہ صالحین کی صحبت اختیار کرلے تو اس کی تمام برائیاں نیکیاں ہوجاتی ہیں۔ **اَلْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیّاٰتِ**[1] (ترجمہ: نیکیاں دور کردیتی ہیں برائیوں کو)۔ اسی حقیقت کا بھید ہے۔

تجرید وتفرید کا بیان:

تجرید وتفرید سے متعلق ذکر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تجرید خود سے ہوتی ہے اور تفرید اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے سے ہوتی ہے۔[2] خلق سے لاتعلق ہوجانا تاکہ مشاہدۂ حق کا فائدہ حاصل ہوجائے یہ عام لوگوں کا رتبہ ہے اور اپنی ذات اور ماسوی اللہ سے لاتعلق ہوجانا مردوں کی نشانی ہے رباعی:

در حضرت دوست ترکِ خود گوے برو
زالائش ہر دوکون دل شوے برو
ایں ہر دو چویک بار ترا حاصل شد
ہر جا کہ روی اوست بآں سوے برو

ترجمہ: دوست کی بارگاہ میں خود کو ترک کرنے کی گیند اُچک کر لے جا۔ دونوں جہاں کی آلائش سے دل کو پاک کرکے چل، جب ایک بار یہ دونوں (نعمتیں) تجھے حاصل ہوجائیں تو جہاں بھی تو جائے گا وہیں دوست ہوگا اور اسی کی طرف جائے گا۔

---

[1] پارہ ۱۲۔ سورۂ ھود، آیت ۱۱۴

[2] لطیفہ ۷ جو تصوف کی اصطلاحات پر مشتمل ہے اس میں تجرید وتفرید کے یہ معانی بیان فرمائے ہیں۔
التجرید۔ سالک کے قلب کا ماسوی اللہ سے خالی ہونا۔ غیر ومخلوق کو دل سے پھینک دینا ہے۔
التفرید۔ بندے کا ٹھہرنا حق کے ساتھ اور حق کا بندے کے ساتھ۔
ملاحظہ فرمائیں لطائف اشرفی (اردو ترجمہ) کراچی طبع اوّل جلد اوّل ۱۹۹۹ء صص ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ یہاں لطیفہ ۳۷ میں غالباً سہو کتابت کے باعث معنی ومطلب برعکس ہوگئے۔ صحیح مفہوم لطیفہ ۷ میں درج ہوا ہے۔

تجرید عاشقوں کا روز بازار ہے اور تفرید ذات سے سروکار ہے۔ مجرد کا صدق جہانوں سے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو شے حقیقتِ ''کن'' کے تحت ہے (یعنی مخلوق ہے) اس سے بری ہوجائے اور تفرید یہ ہے کہ جو کچھ دونوں جہانوں میں حق تعالیٰ کے سوا ہے اسے دل سے نکال دے۔ تجرید خلق اور ملک سے ظاہری طور پر علاحدگی ہے اور تفرید باطنی طور پر ملک وملکوت سے رہائی ہے۔ رباعی: [ط۱]

چواز خود واز دو عالم دست شوئی
نشینی بر سرِ خوان ہم اوئی
چو زینساں میزبانی خوردہ باشی
ز وے امروز و فردا بردہ باشی

ترجمہ: جب تو نے اپنے آپ اور دونوں عالم سے ہاتھ دھولیے اور یک جائی کے دستر خوان پر بیٹھ گیا، اگر اس طرح تو میز بان کی مصاحبت میں رہا تو تو نے آج اور کل کا قصہ ہی ختم کر دیا۔

تجرید اور تفرید سے متعلق باقی باتیں اصطلاحات کے لطیفے میں بیان کی جا چکی ہیں۔

ط۱ یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

لطیفہ ۳۸

صبح وشام کے وظائف، اہل اسلام کی پانچ نمازوں اور نوافل کا ذکر نیز ایام متبرکہ اور روزوں میں صوفیہ کی مشہور دعاؤں کے بیان میں۔

قال الاشرفؒ:

اَلوَظِیفَۃُ حِفظُ النِّسبَۃِ عَلٰی سَبِیل المَلَکِیّۃ بِحَیثُ لاَ یفُوتُ بِطَرفَۃِ العَینِ، یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ وظیفہ نسبت کی حفاظت کرنا ہے مہارت کے طور پر اس کیفیت کے ساتھ کہ ایک لمحے کے لیے بھی فوت نہ ہو حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشائخ کی ایک جماعت نے وظیفہ اور ورد کے الفاظ ہم معنی رکھے ہیں اور دوسرے گروہ نے ایسے الفاظ مقرر کیے ہیں جو ہم معنی نہیں ہیں۔ ان بزرگوں کو ورد ووظائف اور عمدہ دعاؤں کے ارکان سے تمام تر فائدے ہوئے۔ متقدمین اور متاخرین میں سے کوئی بزرگ ایسا نہ تھا جو اس نعمت سے محروم رہا ہو۔ انھوں نے صحابہؓ اور تابعین کی پیروی سے یہ راستہ طے کیا۔ **قال علیہ السلام من لا ورد لہ وارده** یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کا ورد نہیں ہے وہ وارد (پانی پر آنے والا) ہے۔

اس حکمت سے اس کی فضیلت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **اُدْعُوْنِیٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ** [1] (مجھ سے دعا کرو میں (ضرور) قبول کروں گا)۔ یعنی[2] تم مجھے معذرت کے ساتھ پکارو میں مغفرت کے ساتھ تمھاری معذرت قبول کروں گا۔ تم مجھے غفلت کے بغیر پکارو میں بغیر مہلت کے (تمھاری دعا) قبول کروں گا۔ تم مجھے بے قراری کی حالت میں پکارو، میں (تمھاری دعا) نقصان کے اسباب دور کرتے ہوئے قبول کروں گا اور تم پر سرور کے دروازے کھول دوں گا۔)

---

[1] پارہ ۲۴۔ سورۃ المومن، آیت ۶۰

[2] یہاں سے مذکورہ آیت کے بعد عربی کی عبارت نقل کی گئی ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے اس کا ترجمہ کردیا ہے۔

صاحب الورد ملعون اور تارک الورد ملعون والی حدیث شریف کی شرح:۔

حضرت قدوۃ الکبرا ؒ فرماتے تھے حدیث میں آیا ہے کہ صاحب الورد ملعون وتارک الوردملعون یعنی ورد کرنے والا ملعون ہے اور چھوڑ دینے والا بھی ملعون ہے۔ لوگوں نے حضرت سلطان المشائخ ؒ سے اس کا مطلب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا، اس حدیث کی شان کا سبب ایک کتابی ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا فلاں یہودی یا نصرانی بلاناغہ بہت سے اوراد اور وظائف میں مشغول رہتا ہے اور اس شغل کو اُن کی اصطلاح میں ''تخشا'' کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں اوراد کے اس غلو کی بات پہنچی تو فرمایا کہ صاحبِ وردملعون ہے۔ جب یہ قول مبارک اس کتابی تک پہنچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ صاحب وردملعون ہے تو اس ورد کو جو وہ پڑھتا تھا چھوڑ دیا۔ اس کے ترک ورد کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں آئی تو فرمایا کہ ورد ترک کرنے والا ملعون ہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ (حدیث) عمومیت رکھتی ہے۔ ورد کا چھوڑ دینا ایسے شخص کے بارے میں ہے جس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ باقاعدگی سے اوراد و وظائف ادا کرسکتا ہے اور جو عام لوگوں کے معاملات طے کرنے کے کام سے بری الذمہ ہے اگر وہ ورد ترک کرے تو ''تارک الوردملعون'' ہوگا اس کے برعکس ایک ایسا شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے معاملات کے فیصلے کرنے کا کام ہے یا اس کے سپرد مہمات ہیں یا لوگ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اس کے پاس آتے ہیں اگر وہ اوراد ووظائف میں مشغول ہوتا ہے تو ''صاحب الوردملعون'' ہوگا۔

اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ حضرت شرف الدین منیری ؒ ایک راستے سے گزر رہے تھے کہ اُن کی نظر ایک دولت مند اور سرکاری ملازم پر پڑی جو عبادات، نوافل اور گوشہ نشین ہوکر ریاضتوں میں مشغول تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ بے چارہ اپنے راستے سے بھٹک گیا ہے اور دوسرے لوگوں کے راستے پر چل پڑا ہے۔ خادموں نے اس ارشاد کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا کہ اہل دولت کے مناسب کام یہ ہے کہ وہ عمدہ لباس اور پسندیدہ خلعت فراہم کریں اور محتاجوں اور مسکینوں کو عنایت کریں (اسی طرح) قسم قسم کے کھانے پکوا کر بھوکوں کو کھلائیں یہ ان کی (اہل دولت کی) روش ہے، لیکن[1] درحقیقت ترک کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس کا قبول کرنا ہے۔ صاحب ورد کے ملعون ہونے میں ایک اشارہ یہ ہے کہ اپنے اعمال کا غرور ملعونیت سے کم نہیں ہے یا صاحب الورد ہونا جو صفت اور موصوف کے قبیلے سے ہے اور دولت مندی سے متعلق نہیں ہے اگر صاحب ورد اوصاف کے فنا ہونے کے درجے میں نہیں پہنچا جن سے توحید افعالی کا ادراک ہوتا ہے تو وہ ملعون

---

[1] یہاں سے پیرے کے آخر تک تمام عبارت دقیق اور مشکل ہے۔ مترجم نے جیسا کچھ بن پڑا ترجمہ کردیا۔ عبارت یہ ہے ''امافی الحقیقت اشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بترک دادن اسماع وایتان آن ملعون شدن بآنست۔ صاحب الورود شدن ایمائیست بروایت اعمال خودو آں کم از ملعونیت نیست۔ صاحب الورد شدن کہ از قبیلۂ صفت وموصوف است وایں بہ غنا مشعر نیست۔ چوں صاحب ورد بفنائے اوصاف نرسیدہ کہ شعر از توحید افعال شدہ از ملعون کم نیست۔ تارک الورد ظاہرست باوے نیز از قبیلۂ صفت موصوف بود۔''

سے کم نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ تارک الورد بھی صفت وموصوف کے قبیلے سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ دنیا کے طول وعرض میں رہنے والے چھوٹے بڑے مشائخ روزگار جن سے اس فقیر نے ملاقات کی اور اُن کی خدمت میں پہنچا، وہ سب حضرات تمام اوراد و وظائف ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ایک ساعت بھی اوراد و وظائف سے خالی نہ ہوتے تھے۔ ہم نے کم اور زیادہ کے معاملے میں اختصار کا راستہ اختیار کیا ہے تاکہ طالب صادق اس پر ہمیشہ عمل کرسکے کیوں کہ اسے دعاؤں اور وظایف کے علاوہ دوسرے کام بھی کرنے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے ریاضتوں کے جوہر سے سروکار رہے جیسا کہ بعض مشائخ نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اشعار:

مارا نہ مریدِ ورد خواں می باید
نے زاہد و حافظِ قرآں می باید
صاحب ورد و سوختہ جاں می باید
آتش زدۂ بخان وماں می باید

ترجمہ: ہمیں وردخواں مرید کی ضرورت نہیں ہے اور نہ حافظِ قرآن مرید درکار ہے۔ ہمیں تو سوختہ جاں صاحب ورد چاہیے جو گھر کے مال ومتاع کو پھونک چکا ہو۔

یہ لطیفہ چودہ شرف میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (چناں چہ) جو شخص ان دعاؤں اور وظائف کا شغل اختیار کرے گا تو ایسا ہوگا کہ اس نے گویا طاعت وعبادت میں پہلے اور پچھلے مشائخ وپیران چشت، (اللہ تعالیٰ ان کی خواب گاہوں کو پاک فرمائے اور جنت کو ان کی قیام گاہ بنائے) (یعنی) حضرت خواجہ مودود چشتیؒ، شیخ اکبر یعنی خواجہ قطب الدینؒ حضرت شیخ کبیر یعنی بابا فریدؒ، حضرت شیخ نظام الدینؒ اور حضرت شیخ الاسلام مخدومی حضرت شیخ علاء الحق والدین کی موافقت کی۔ پیران چشت اور خاندانِ بہشت کی یہ روشن سیرت اور پسندیدہ روش تھی کہ جو شخص اوراد کی ادائیگی میں اس خاندانِ شریف واشرف کی پیروی کرتا ہے وہ بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں اسے عالی درجات وترقیاں نصیب ہوتی ہیں۔ جنت کی نعمتیں، حوروقصور اور رب غفور کا دیدار عطا ہوتا ہے۔ تمام ارضی وسماوی بلاؤں سے قیامت تک محفوظ ہوتا ہے۔ روزی کے دروازے اور کامیابی کے اسباب اس پر کھول دیے جاتے ہیں۔ اگر عقیدے کے خلوص اور پسندیدہ عادتوں کے ساتھ ہمیشہ ادا کرے تو تمام مخلوق اور تمام طریقوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہوجائے اور دونوں جہانوں کی سعادت اور نعمتوں سے بہرہ ور رہے۔

منقول ہے کہ ایک درویش سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ اس قدر زیادہ وظیفے کیوں پڑھتے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ میں ایک کسان شخص تھا۔ بہت سی راتوں کی طرح ایک رات مجھے چند کام درپیش تھے ایک تو مجھے اپنے کھیت میں پانی دینا تھا کیوں کہ اس رات پانی دینے کی باری میری تھی۔ دوسرے پن چکی سے آٹا لانا تھا، تیسرے میرا گدھا گم ہوگیا تھا اسے تلاش کرنا تھا۔ میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ ان تینوں کاموں میں سے پہلے کونسا کام انجام دوں اس کے علاوہ نمازِ جمعہ بھی ادا

کرنی تھی۔ میں نے طے کرلیا کہ پہلے نمازِ جمعہ ادا کروں گا۔ چناں چہ میں نماز جمعہ ادا کرنے چلا گیا۔ ادائے نماز کے بعد جب گھر واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ گُم شدہ گدھا میرے گھر کے دروازے پر بندھا ہوا ہے۔ گھر سے نکل کر میں کھیت پر آیا تو دیکھا کہ کھیت سیراب ہو چکا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ میرے کھیت کے ساتھ جو نہر تھی وہ دوسرے کسان کے کھیت کو سیراب کرتی تھی۔ اسے نیند آ گئی اور نہر کا بند ٹوٹ گیا۔ سارا پانی میرے کھیت میں آ گیا اور میرا کھیت سیراب ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ پن چکی کا مالک ایک گدھے پر آٹا لادے ہوئے آ تا ہے۔ میں نے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے غلطی سے دوسرے کا گندم سمجھ کر تمھارا گندم پیس دیا۔ اب اپنا آٹا سنبھالو۔ الغرض میرے تینوں کام رزق پر توکل کرنے اور عبادت پر عقیدے کے سبب پورے ہوگئے۔

پہلا شرف:۔ صبح صادق کے وقت اس ترتیب سے دعائیں پڑھے جب صبح صادق نمودار ہوتو سورۂ انعام کی ابتدائی تین آیات پڑھے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُوۡنَ ۝ هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنۡدَهٗ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى الۡاَرۡضِ ؕ يَعۡلَمُ سِرَّكُمۡ وَجَهۡرَكُمۡ وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُوۡنَ ۝
(سورہ انعام: آیت نمبر ۱ تا ۳)

اللہ نہایت رحمت والے، بے حد رحم فرمانے والے کے نام سے۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا، پھر جنھوں نے کفر کیا وہ (دوسروں کو) اپنے رب کے ساتھ برابر کرتے ہیں۔ وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے بنایا پھر (موت کی) مدت مقرر فرما دی (اور قیامت کا) معین وقت اللہ ہی کے نزدیک ہے اور اللہ ہی ہے آسمانوں اور زمینوں میں وہ جانتا ہے تمہارا چھپا اور تمہارا اعلانیہ اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَمُخۡرِجُ الۡمَيِّتِ مِنَ الۡحَىِّ ؕ ذٰ لِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ ۝ فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيۡلَ سَكَنًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ؕ ذٰ لِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ۝ [1]

بے شک اللہ پھاڑنے والا ہے دانے اور گٹھلی کو۔ نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور وہ نکالتا ہے مردے کو زندہ سے۔ یہ ہے (شان والا) اللہ پس تم کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ رات کی تاریکی چاک کرکے صبح کو نکالنے والا اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے۔ یہ مقرر کیا ہوا اندازہ ہے بہت غالب اور بے حد علم والے کا۔

---

[1] پارہ ۔۷، سورۂ انعام، آیات ۹۵ اور ۹۶

(یہ بھی پڑھے)

اَلحَمدُللّٰہِ الَّذِیْ ذَھَبَ بِاللَّیلِ مُظْلِماً بِقُدْرَتِہ وَجَاءَ بِالنَّھَارِ مُبْصِراً بِرَحْمَتِہ[1]

اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو اپنی قدرت سے رات کو لے گیا دراں حالیکہ تاریک تھی اور اپنی رحمت سے روزِ روشن کو لے آیا۔

اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذا خَلقٍ جَدِیدٍ وَّ یَومَ جَدِیدٍ فَافْتَحہُ عَلَیَّ بِطَاعَتِکَ وَاخْتِمْہُ لِیْ بِمَغْفِرَتِکَ وَرِضْوَانِکَ وَارْزُقْنِی فِیہِ حَسَنَۃً تَقَبَّلَھَا مِنِّی وَزَکّٰھَا وَضعَّفْھَا لِی وَمَا عَمِلْتُ فِیہِ مِن سَیِّئۃٍ فَاغْفِرْھَالِی وَارْحَمْنِی وَتَجَاوَزْ عَنِّی اِنَّکَ غَفُورٌ رَّحِیمِ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی وَارْحَمْنِی وَاھْدِنِی وَ اَجِرْنِی وَارْزُقْنِی وَعَافِنِی وَاعْفُ عَنِّی۔

اے اللہ یہ نئی پیدائش اور نیا دن ہے پس اپنی طاعت کے لیے اسے مجھ پر کشادہ فرما، اور اسے میری مغفرت اور اپنی رضا کے لیے ختم فرما۔ مجھے اچھی روزی عطا فرما تو اسے میری طرف سے قبول فرما لے۔ مجھے پاک کردے اور اسے میرے لیے بڑھا دے جو کچھ اس میں بدی سے عمل کروں تو تو مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم فرما، مجھ سے درگزر فرما۔ بے شک تو بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ مجھے بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ مجھے ہدایت فرما۔ مجھے ثواب عطا فرما اور رزق عطافرما میری حفاظت فرما اور مجھے معاف فرما۔

اس (دعا) کے بعد، نماز فجر کی دو رکعت سنت اپنے گھر پر ادا کرے۔پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تلاوت کرے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بواسیر کے مرض کو دفع کرنے کے لیے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الم نشرح اور دوسری رکعت میں الم ترکیف پڑھے۔ یہ آزمودہ ہے۔سلام کے بعد یہ دعا ستر بار پڑھے۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ مِن کُلِّ ذُنْبٍ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِرَبِّی۔

میں اللہ تعالیٰ سے ہر ایک گناہ کی مغفرت چاہتا ہوں، پاکی بیان کرتا ہوں میں اللہ کی اور اپنے رب کی حمد کرتا ہوں۔

اس کے بعد سورۂ قاف والقران المجید تلاوت کرے۔سنت ادا کرنے کے بعد کسی سے بات نہ کرے۔ اگر کر چکا ہے تو دوبارہ دہرانا بہتر ہے۔ جب فجر کی فرض نماز سے فارغ ہوجائے تو مصلّے پر بیٹھا رہے۔ پہلے یہ دعا دس بار پڑھے۔

---

[1] یہ دعا سورۂ انعام کی آیت ۹۵ کے ساتھ نقل کی گئی ہے لیکن یہ قرآنِ حکیم کی آیت نہیں، اس لیے اسے اردو ترجمے کے متن میں علاحدہ تحریر کیا گیا ہے۔

لآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ دَامَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِيَدِهِ الخَيرِ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِيْر

ترجمہ: سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بادشاہی اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے وہ زندہ ہے کہ کبھی نہیں مرتا، ہمیشہ صاحب جلال اور بخشش ہے۔ بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر ایک بار کہے۔

لآ اِلٰه اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَصَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدُهٗ وَهَزَمَ الاَحزَابَ وَحْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدُهٗ فَلاَ شَیءَ بَعْدَهٗ لآ اِلٰه اِلاَّ اللّٰهُ اَهلَ النِّعْمَةِ وَالفَضْلِ وَالثَّنَآءِ الحَسَنِ لَآاِلٰه اِلّا اللّٰهُ وَلاَنَعبُدُ اِلَّا مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّينِ وَلَوکَرِهَ الکَافِرُونَ لآ اِلٰهِ اِلّا اللهُ صَاحِبَ الوَحْدَانِيّةَ الفَرْدَانِيَّةَ القَدِيمَةَ الاَ زَلِيَّةَ الاَ بَدِيَّةَ لَيسَ لَهُ ضِدٌّ وَلاَ نِدٌّ وَلاَ شِبهٌ وَلاَ شَرِيکٌ وَلاَنظيرٌ وَلاَ وَزِيرٌ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ بِاَمْرِه وَوَحْيِه

ترجمہ: سوائے اللہ کے جو یکتا ہے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ اپنے وعدے میں سچا ہے۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی۔ کفّار کے لشکروں کو مغلوب کیا اور اپنے لشکر کو غالب کیا۔ پس اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے جو صاحب نعمت وفضل ہے اور اچھی تعریف والا ہے۔ سوائے للہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں (اس حال میں کہ) اس کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہیں اگر چہ کفار پسند نہیں کرتے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ صاحب وحدانیت فرد انیت، قدامت اور ازلیت ہے۔ اس کو ابدیت ہے۔ اس کا ضد، شریک اور مشابہ نہیں ہے۔ نہ اس کا مثل، مانند اور وزیر ہے محمد اس کے حکم اور اس کی وحی کے ساتھ اس کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلّم)۔

اس کے بعد تین مرتبہ یہ کہے۔

لآاِلٰه اِلَّا اللّٰهُ الحَلِيمُ الکَرِيمُ لآ اِلٰه اِلاَّ اللّٰهُ العَلِيُّ العَظِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ العَرْشِ العَظِيم

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ برد بار اور کریم ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ برتر عظیم ہے، پاک ہے اللہ وہ سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا پروردگار ہے۔

ایک بار یہ کہے۔

اَلحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِيْنَ، لَآاِلٰه اِلَّا اللّٰهُ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ، لَآاِلٰه اِلَّا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ لآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَقَدَّسَت

ترجمہ: ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو عالموں کا پرور دگار ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کی تعریف

اَسماؤُہٗ لآ اِلٰہ اِلاَ اللّٰہُ تَعَالیٰ کِبْرِیَاؤُہٗ لآ اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہُ ایماناً بِاللّٰہِ لآ اِلٰہ اِلاّ اللّٰہُ اَماناً مِنَ اللّٰہ لا اِلٰہ اِلاّ اللّٰہ اَمانۃُ مِنْ عِندِ اللّٰہِ لآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ۔ اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَینا وَبِکَ یُحیِ وَ بِکَ یَموتُ وَالَیکَ النُّشُورُ، اَصبَحْنَا وَاَصبَحَ المُلکُ لِلہِ، وَالعَظْمَۃُ لِلہِ، وَالقُدْرَۃُ لِلہِ، وَالکِبریَاءُ لِلہِ، والجبَروتُ لِلہِ، وَالسُّلْطَانُ لِلہِ، وَالبُرھَانُ لِلہِ وَاللَّیلُ والنَّھارُ وَمَا سَکَنَ فِیْھَا کُلُّہُ لِلہِ الوَاحِدِ القھّارِ،اَصْبَحنَا عَلیٰ فِطرۃِ الِاسلامِ، وَعَلیٰ کَلِمَۃِ الِاخْلاَصِ، وَعَلیٰ دِینِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیہِ وَسَلَّمَ، وَعَلیٰ مِلَّۃِ اَبِینَا اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفاً مُسْلِماً، وَمَا کَانَ مِنَ المُشْرِکِینَ، وَعَلیٰ ھٰذِہِ الشَّھَادَۃِ نحییٰ وَعَلَیھَا نَمُوتُ وَعَلَیھَا نَبْعَثُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔

عظیم ہے۔سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کی عظمت عظیم ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کے نام مقدس ہیں۔سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اس کی برتری (سب سے) برتر ہے۔سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں میں اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرتا ہوں۔سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں،امان اللہ کی طرف سے ہے۔سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، امانت اللہ ہی کے پاس ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ ہم نے تیرے نام کے ساتھ صبح دیکھی تیرے نام کے ساتھ شام دیکھی تیرے نام کے ساتھ زندہ ہوئے تیرے نام کے ساتھ مرے اور قیامت میں زندہ ہونا (بھی) تیری طرف ہے، ہم نے صبح دیکھی ، بادشاہی کی صبح اللہ کے لیے ہے،عظمت اللہ کے لیے ہے،قدرت اللہ کے لیے ہے، برتری اللہ کے لیے ہے، جلال اللہ کے لیے ہے غلبہ اللہ کے لیے ہے، ولیل اللہ کے لیے ہے اور شب وروز اور ان دونوں میں جو چیزیں موجود ہیں وہ سب اللہ کے لیے ہیں جو یکتا اور قہار ہے۔ ہم نے صبح دیکھی اسلام کے طریقے پر کلمے کے ساتھ دکھاوے کی ملاوٹ کے بغیر کلمے پر اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور اپنے باپ ابراہیم کی ملّت پر جو باطل کو چھوڑ کر دین حق سے جاملے اور جو اپنے رب کے فرماں بردار تھے اور مشرک نہ تھے۔ ہم اس گواہی پر زندہ رہیں اور اسی پر مریں گے اور اسی پر قبروں سے قیامت کے دن اٹھیں گے اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

تین بار یہ کہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبّیَ العَلِیَ الاَ علٰی الوَهَّابِ، بِسمِ اللّٰه ِ مَاشَاءَ اللّٰهُ، لاَ یَسُوقُ الخَیرَاِ لَّا اللهُ وَبِسمِ اللهِ مَاشَاءَ اللهُ لاَ یَسُوقُ السُّوءَ اِلاّ اللهُ بِسمِ اللهِ مَاشَاءَ اللهُ وَمَا کَانَ مِنْ نِعَمةٍ فَمِنَ اللهِ بِسمِ اللهِ ماشاء اللهُ ولا حول ولا قوة اِلَّا بالله۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پاک ہے، میرا رب بلند اور بہت برتر ہے اور عطا کرنے والا ہے۔ میں اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو اللہ چاہے، اللہ کے سوا کوئی نیکی کو دورنہیں کرتا۔ میں اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو اللہ چاہے، اللہ کے سوا کوئی بدی کو دورنہیں کرتا۔ اللہ کے نام سے جو اللہ چاہے، اللہ کے سوا کوئی بدی کو دور نہیں کرتا۔ اللہ کے نام سے جو اللہ چاہے،نعمتوں میں سے جو شے ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ کے نام سے جو اللہ چاہے، گناہوں سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کےممکن نہیں ہے۔

ننانوے اسمائے حسنیٰ: ۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام اور اسمائے حسنیٰ ایک بار حضورِ دل سے پڑھے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ٥ هُوَ اللّٰه ُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ط ٥[ط]

اَلْخَالِقُ، اَلْبَارِئُ اَلْمُصَوِّرُ، اَلْغَفَّارُ، القَهَّارُ، اَلْوَهَّابُ، اَلْرَّزَّاقُ اَلْفَتَّاحُ، اَلْعَلِیْمُ، اَلْقَابِضُ، اَلْبَاسِطُ، اَلْخَافِضُ، الْرّافِعُ، اَلْمُعِزُّ، اَلْمُذِلَّ، اَلْسَّمِیعُ، اَلْبَصِیرُ، اَلْحَکَمُ اَلْعَدْلُ، اَللَّطِیْفُ، اَلْخَبِیْرُ، اَلْحَلِیْمُ، اَلْعَظِیْمُ، اَلْغَفُوْرُ، اَلْشَکُوْرُ، اَلعَلِیُّ، اَلْکَبِیْرُ، اَلْحَفِیْظُ، اَلْمُقِیْتُ، اَلْحَسِیْبُ، اَلْجَلِیْلُ، اَلْکَرِیْمُ، الرَّقِیْبُ، اَلْمُجِیْبُ، اَلْوَاسِعُ، اَلْحَکِیْمُ، اَلوَدُوْدُ، اَلْمَجِیْدُ، اَلْبَاعِثُ، اَلْشَّهِیْدُ، اَلْحَقُّ، اَلْوَکِیْلُ، اَلْقَوِیُّ، اَلْمَتِیْنُ، اَلْوَلِیُّ، اَلْحَمِیْدُ، اَلْمُحْصِی، اَلْمُبْدِئُ ، اَلْمُعِیْد،

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے پاک ذات، ہر نقص سے سالم، امان بخشنے والا، نگہبان ، بہت غالب، نہایت عظمت والا، کبریائی والا۔ بنانے والا، ایجاد کرنے والا، صورت بنانے والا، بخشنے والا، قہر کرنے والا، عطا کرنے والا، روزی دینے والا، کھولنے والا، جاننے والا، بند کرنے والا، کشادگی پیدا کرنے والا، پست کرنے والا، بلند کرنے والا، عزّت دینے والا، ذلّت دینے والا، سننے والا، دیکھنے والا، حاکم انصاف کرنے والا، لطف کرنے والا، خبر رکھنے والا، بردبار، عظمت والا، معاف کرنے والا، شکر کی جزا دینے والا، بلند، بڑا، حفاظت کرنے والا، غذا دینے والا، حساب کرنے والا، بڑی قدر کرنے والا

[ط] یہاں تک سورۂ حشر کی آیت ۲۲ اور ۲۳ کا کچھ حصّہ، مطبوعہ نسخے میں نقل کیا گیا ہے۔ ان کا ترجمہ اردو ترجمے کے متن شامل ہے۔

اَلْمُحیُّ، اَلْمُمِیتُ،اَلْحیُّ، اَلْقَیّوْمُ، اَلْوَاجِدُ، اَلْمَاجِدُ، اَلْوَاحِدُ، اَلْاَحَدُ، اَلْصَّمَدُ، اَلْقَادِرُ اَلْمُقْتَدِرُ، اَلْمُقَدِّمُ، اَلْمُوَخِّرُ، اَلاوَّلُ، اَلاٰخِرُ، اَلْظَّاهِرُ، اَلْبَاطِنُ، اَلْوَالِیُ، اَلْمُتَعالِی، اَلْبَرُّ، اَلْتَّوَّابُ، اَلْمُنْعِمُ، اَلْمُنْتَقِمُ، اَلْعَفُوُّ، اَلرَّؤُف، مَالِکُ الْمُلْکِ، ذُوالجَلاَلِ وَالاِکْرَامِ، اَلرَّبُّ، اَلْمُقْسِطُ، اَلْجَامِعُ، اَلْغَنیُّ، اَلْمُغْنِی، اَلْمُعْطِی، اَلْمَانِعُ، اَلْضَّارُ، اَلنَّافِعُ، اَلْنُّورُ، اَلهَادِیُ، اَلْبَدِیُع، اَلبَاقِیُ، اَلوَارِثُ، اَلرَّشِیْدُ، اَلْصَّبُورُ اَلَّذِی لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیُ ٗ وَهُوَ السَّمِیعُ الْبَصِیرُ نعِمَ الَمولٰی وَنعِمَ النَّصِیُر،

کرم کرنے والا، نگہبان، قبول کرنے والا، وسعت دینے والا، حکمت والا، دوست رکھنے والا، بزرگ، اٹھانے والا، گواہ، سچّا، کار ساز، قوّت والا، استحکام والا، مددگار، دوست، تعریف کیا گیا، شمار کرنے والا، نئ پیدائش کرنے والا، اعادہ کرنے والا، زندہ کرنے والا، مارنے والا، ہمیشہ زندہ رہنے والا، اپنی ذات سے قائم رہنے والا، دولت مند کرنے والا، صاحب بزرگی، یگانہ، یکتا، بے نیاز، توانا، صاحب قدرت، تقدیم کرنے والا، تاخیر کرنے والا، سب سے اوّل، سب سے آخر، ظاہر، پنہاں، مالک، بلند قدر، نیکی کرنے والا، رحمت سے متوجہ ہونے والا (توبہ قبول کرنے والا)، انعام دینے والا، سزا دینے والا، معاف کرنے والا، بہت رحمت کرنے والا، مُلک کا مالک، صاحبِ بزرگی اور بزرگ کرنے والا، پروردگار، انصاف کرنے والا، جمع کرنے والا، صاحبِ غنا، غنی کرنے والا، عطا کرنے والا، باز رکھنے والا، نقصان کرنے والا، نفع دینے والا، روشن کرنے والا، راستہ دکھانے والا، نئ شے پیدا کرنے والا، باقی رہنے والا، وارث، ہدایت کرنے والا، صبر کرنے والا، اس کی مانند کوئی شے نہیں ہے، وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے، بہتر آقا اور بہتر مددگار ہے۔

آخر میں سات مرتبہ یہ دعا پڑھے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ہ [1]

ترجمہ: پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجیے، مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

سات بار (یہ دعا) کہے۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیرُ

اے اللہ ہمیں دوزخ سے نجات دے اے پناہ دینے والے۔

[1] پارہ ۱۱۔سورۂ توبہ، آیت ۱۲۹۔

تین مرتبہ یہ کہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ خَيۡرِ الۡاَ سۡمَاءِ بِسۡمِ اللّٰهِ رَبِّ الۡاَرۡضِ وَالسَّمَاءِ بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَا يَضُرُّ مَعَ اسۡمِهٖ شَیۡءٌ فِی الاَ رۡضِ وَلاَ فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّميعُ العَلِيۡمُ ٥

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو ناموں میں سب سے بہتر ہے، اللہ کے نام سے جو زمین اور آسمانوں کا رب ہے۔ اللہ کے نام سے کہ اس کے نام کے ساتھ زمین وآسمان کی کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تین بار کہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ علٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنۡ صَلَّی عَلَيه وَصَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَن لَّمۡ يُصَلِّی عَلَيۡهِ وَصَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرۡضیٰ اَنۡ تُصَلِّی عَلَيهِ وَصَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرۡتَنَا بِالصَّلٰوةِ عَلَيهِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا يَنۡبَغِي الصَّلٰوةُ عَلَيهِ۔

ترجمہ: اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما اس شمار کے مطابق جو لوگ ان پر رحمت بھیجتے ہیں اور محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما اس شمار کے مطابق جو لوگ ان پر رحمت نہیں بھیجتے ہیں اور محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما جس قدر کہ تو چاہتا ہے اور پسند فرماتا ہے کہ تو ان پر اس قدر رحمت فرمائے گا اور محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما جیسا کہ تونے ہمیں ان پر صلٰوۃ کا حکم فرمایا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس قدر رحمت فرما جس قدر کہ ان کی ذاتِ مبارکہ لائق رحمت ہے۔

اکتالیس مرتبہ کہے۔

يَاحَيُّی يَا قَيُّوم لآ اِلٰهَ اِلَّآاَنۡتَ

اے حیّ اے قیّوم سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے۔

تین بار کہے۔

سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ سُبۡحَانَ اللّٰهِ العَلِیِّ العَظِيۡم وَبِحَمۡدِهٖ، اَسۡتَغۡفِرُاللّٰهَ رَبِّی مِنۡ كُلِّ ذَنۡبٍ وَّاَتُوبُ اِلَيۡهِ، لَاحَولَ وَلاَ قُوَّةَ اِلّا بِاللّٰهِ العَلِیِّ العَظِيۡمِ

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور سب خوبیاں اسی کی ہیں، پاک ہے اللہ بلند بزرگ ہے اپنی حمد کے ساتھ میں اپنے رب سے استغفار کرتا ہوں ہر گناہ سے اور اس کی جانب رجوع کرتا ہوں۔ گناہوں سے باز آنا اور طاعت کی قوّت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے۔

تین بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِھدِنَا مِنْ عِنْدِکَ وَافْضِ عَلَیْنَا مِن فَضْلِکَ وَانْشُر عَلَینَا مِن رَّحْمَتِکَ وَانزِلْ عَلَینَا مِن بَرَکَاتِکَ وَجَنِّبْنَا مِنْ سَخَطِکَ۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنے پاس سے ہدایت فرما اور اپنے فضل سے ہم پر فیض پہنچا اور ہم پر اپنی رحمت برسا اور اپنی برکتیں ہم پر نازل فرما اور ہم کو اپنے غضب سے بچالے۔

دس مرتبہ کہے۔

اَللّٰہُ لا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط وَاللّٰہُ اکْبَر وَلاَ حَولَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیْمِ وَاسْتَغْفِرُاللّٰہَ الاَوَّلُ الاٰخِرُ الظَّاھِرُ البَاطِنُ لَہُ المُلْکُ وَلَہُ الحَمدُ بِیَدِہِ الخَیرِوَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیًٔ قَدِیرo

ترجمہ: اللہ ہی ہے نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا، اللہ ہی بڑا ہے، گناہوں سے بازآنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے اور میں اللہ سے جو اوّل وآخر ہے ظاہر وباطن ہے دعائے مغفرت کرتا ہوں، مُلک اسی کا ہے، حمد اسی کے لائق ہے، خیر اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تین بار کہے۔

اللّٰھمَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِی وَاَنتَ ھَدیْتِنی وَاَنتَ تَطْعِمُنِی وَاَنتَ تَسقِینِي وَاَنتَ تَمِیتُنِی وَاَنتَ تُحیِینِی وَاَنتَ رَبِیّ لَا رَبَّ لِی سَواکَ ولاَ اِلٰہ اِلاَّ اَنتَ وَحْدَکَ لاَ شَرِیکَ لَکَ وَاَسْتِغْفِرُکَ وَاَتُوبُ اِلَیکَ

ترجمہ: اے اللہ تو نے مجھے پیدا فرمایا اور تو نے مجھے راہ دکھائی اور تو نے مجھے کھانا عطا فرمایا اور تو نے مجھے پانی عنایت کیا اور تو ہی مجھے موت دے گا اور تو ہی مجھے زندہ رکھتا ہے اور تیرے سوا میرا کوئی پروردگار نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور میں استغفار کرتا ہوں اور تیری جانب توبہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔

ایک مرتبہ کہے،

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِیّ لاَ اِلٰہ اِلَّا انتَ خَلَقْتِنَی وَاَنَا عَبْدکَ وَاَنَا عَلیٰ عَھْدِکَ مَاسْتَطَعْتُ اَعُوذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ اَبُوءُ لَکَ بِنعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوءُ لَکَ بِذَنْبِی فَاغْفِرْلِی ذُنُوبِی فَاِنَّہٗ لایَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلاّ اَنتَ

ترجمہ: اے اللہ تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو نے مجھے پیدا فرمایا، میں تیرا بندہ ہوں، جب تک مجھ میں استطاعت ہے میں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جو مجھ سے سرزد ہوا اور تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں تیری نعمت کے سبب جو مجھ پر ہے اور تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں بہ سبب اپنے گناہ کے، پس میرے گناہوں کو بخش دے، پس تیرے سوا میرے گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا۔

ایک بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِیّ ضَعِیفٌ فَقَوّنِی فِی رِضَائِکَ ضُعفِی وَاجعَلَ الاِ سلَامَ مُنتَھیٰ رَغبَتِی وَبَلّغنِی بِرَحمَتِکَ الّتِی اَرجُوامِن رَّحمَتِکَ وَخُذ اِلَی الخَیرِ بِنَا صِیَتِی وَاجعَل لِی وُدّاً فِی صُدُورِ الذّینَ اٰمَنُوا وَعَھداً عِندَکَ یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَo

ترجمہ: اے اللہ بے شک میں ناتواں ہوں پس مجھے اپنی رضا میں توانا کردے اور اسلام کو میری انتہائی رغبت بنادے اپنی رحمت سے کہ میں تیری رحمت کا امید وار ہوں اور میری پیشانی نیکی کی جانب موڑ دے اور اہل ایمان کے سینوں میں میری دوستی پیدا کردے اور اپنے پاس سے عہد، اے تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان۔

تین بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِیّ اَعُوذُبِکَ مِنْ اَن اُشرِکَ بِکَ شَیئاً وَاَنَا اَعلَمُ بِہٖ وَاستَغفِرُکَ لِمَا لاَ اَعلَمُ بِہٖ تُبتُ عَنہُ وَاَقولُ لاَ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ رَّسُولُ اللّٰہِ

ترجمہ: اے اللہ میں اس بات سے تیری پناہ پکڑتا ہوں کہ کسی شے کو تیرا شریک کروں دراں حالیکہ میں اسے جانتا ہوں اور میں تجھ سے بخشش کا طلب گار ہوں اس بات سے جو میں نہیں جانتا، میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور محمّد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلّم)۔

ایک بار کہے۔

اَللّٰھُم جَنّبناَ مِنْ مُنکِرَاتِ الاَ عمَالِ وَالاَخلاَقِ وَالخَطَاءِ وَالاَ ھُوَاءِ وَالاَ دُوَاءِ اللّٰھُم یَا غَنِیُّ یَا حَمِیدُ یَا مُبدِیءُ یَا مُعِیدُ یَارَحِیمُ یَا وَدُودُ اَغنِ ی بِحَلاَلِکَ عَن حَرامِکَ وَطَاعَتِکَ عَنْ مَعصِیَتِکَ وَبِفَضلِکَ عَن مَن سِوَاکَ

ترجمہ: اے اللہ مجھے برے اعمال و اخلاق سے یک سوکر دے اور خطاؤں، خواہشوں اور امراض سے بچالے۔ اے اللہ، اے غنی، اے حمید، اے پیدا فرمانے والے، اے اعادہ کرنے والے، اے مہربان، اے دوست رکھنے والے مجھ کو بے نیاز کردے اپنے حلال سے، اپنے حرام سے اپنی فرماں برداری سے، اپنی نافرمانی سے، اپنے فضل سے اور اپنے سوا ہر شے سے غنی کردے۔

تین بار کہے۔

اَعُوذُبِاللّٰہِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَیطَانِ الرَّجِیمِo

ترجمہ: میں اللہ سے پنا مانگتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے، شیطان مردود سے۔

تین بار کہے۔

اللّٰھُمَّ اِنِیّ اَعُوذُبِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِینِ وَاَعُوذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَحْضُرُونَ وَاُفَوِّضُ اَمرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیرٌ بِالعِبَادِo

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے خطروں سے اور تجھ سے پنا ہ مانگتا ہوں اے میرے پروردگار ان سے جو میرے نزدیک آتے ہیں اور میں اپنے کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

ایک بار (سورۂ حشر کی آیات ۲۱ تا ۲۴) پڑھے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ؕ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَo ھُوَاللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ج ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیمُo ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآاِلٰہَ اِلَّاھُوَ ج اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُالْجَبَّارُالْمُتَکَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَo ھُوَاللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَھُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ o ع

ترجمہ: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب) ضرورتو اُسے (اللہ کے لئے) جھکتا ہو اللہ کے خوف سے پھٹا ہوا دیکھتا اور یہ مثالیں لوگوں کیلئے ہم بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر سے کام لیں۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبودنہیں وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے وہی ہے نہایت رحمت والا بیحد رحم فرمانے والا۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبودنہیں بادشاہ ہے پاک ذات، ہرنقص سے سالم، امان بخشنے والا، نگہبان، بہت غالب، نہایت عظمت والا، کبریائی والا، اللہ پاک ہے ہر اس چیز سے جسے وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہی ہے اللہ، بنانیوالا، ایجادفرمانیوالا، صورت دینے والا، اسی کے لیے ہیں سب اچھے نام، اسی کیلئے پاکی بیان کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور وہی ہے نہایت غلبے والا بڑی حکمت والا۔

دس بارسورۂ اخلاص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ پڑھے۔

تینتیس بارسبحان اللہ کہے۔ تینتیس بار الحمداللہ کہے۔ چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے۔

ایک بار یہ دعا پڑھے۔

لآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ لَہُ المُلکُ وَلہُ الْحَمْدُیُحِی وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوتُ اَبَداً ذُوالجَلَالِ وَالِاکْرَامِ بِیَدِہِ الخَیرِ وَھُوَ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ قَدِیْرُ فَالحَمدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُومِنُ بِہٖ وَنَتَوکَّلُ عَلَیہِ وَنَشْھَدُ انَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ المُصْطَفٰے وَرَسُولُہٗ المُجْتَبیٰ اَرسَلَہٗ بالھُدیٰ وَدِینِ الَحقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلیَ الدِّینِ کُلِّہٖ وَلَو کَرِہَ المُشْرِکُونَ مَن یَّھدِی اللہُ فلَا مُضِلَّ لَہٗ وُمَن یُّضْلِلہُ فَلَا ھادِیَ لَہٗ وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن شُرورِ اَنفُسنَا ومِن سَیِّئَاتِ اَعْمَالِناَ۔

ترجمہ: سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بادشاہی اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے کہ کبھی نہیں مرتا، ہمیشہ صاحبِ جلال اور بخشش ہے۔ بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس شکر اللہ کے لیے ہے۔ہم اس کا شکر بجا لاتے ہیں اور اس کی مدد چاہتے ہیں اور اس سے مغفرت کے طلب گار ہیں۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں بے شک محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں بے شک خدائے یکتا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے،کوئی اس کا شریک نہیں ہے، اور ہم گواہی دیتے ہیں بے شک محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)اس کے برگزیدہ بندے اور اس کے پسندیدہ رسول ہیں۔ اُن کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے غالب کردے ہر دین پر اگر چہ مشرک ناپسند کریں۔ اللہ جس کو ہدایت دے پس اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو گم راہ کرے پس اس کا کوئی ہدایت کنندہ نہیں ہے۔ ہم اللہ سے اپنے نفس کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے (بھی پناہ مانگتے ہیں)۔

دوسرا شرف مسبّعات عشر کے ذکر میں

مسبّعاتِ عشر آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے قبل پڑھے، اور ہمیشہ بلا ناغہ ورد کرے۔ مسبّعات عشر پڑھنے سے متعلق مشائخ میں اختلاف ہے۔بعض مشائخ انھیں قرآنِ مجید کی ترتیب کے مطابق پڑھتے ہیں اور بعضے اس کے برعکس تلاوت کرتے ہیں، (لیکن) مشائخ چشت کا قول مختار اور حرفِ آخر ہے،جس کی فضیلت حدِّ بیان اور تقریرِ زبان سے باہر ہے۔ میں نے حالتِ سفر وحضر میں جو دیکھا اور سُنا ہے وہ یہ ہے کہ گروہِ صوفیہ میں سے کوئی ایک بزرگ بھی

مسبّعاتِ عشر کے ورد سے خالی نہ تھا۔ مولانا مجرکرہ[۱] نے اس ورد کے ثواب کی ایک شمّہ تشریح کی ہے جس سے اہلِ وظائف فیض حاصل کر چکے ہیں۔ حضرت مخدومی قدس سرّہ طالبِ صادق اور سالکِ واثق کو سب سے پہلے جس ورد کی تلقین فرماتے تھے وہ مسبّعاتِ عشر ہی کا ورد تھا اور اذکار میں بلند آواز سے نفی واثبات کا ذکر۔ اس کی ترتیب اس طرح ہے۔

فاتحہ سات بار۔

چاروں قل سات سات بار، پہلے معوذتین پھر سورۂ اخلاص کیوں کہ جب تک کوئی شخص کسی کی پناہ میں نہیں آتا اسے چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا۔

قُلِ یَا اَیُّھَا الکَافِرُونَ اور آیۃ الکرسی ہر ایک سات بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ۔

پھر سات بار یہ پڑھے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالحَمْدُلِلّٰہِ ولا اِلٰہَ اِلاّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر وَلَاحولَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ العَلِیّ العَظِیمِ٥

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور اللہ کے لیے شکر ہے اور سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ بزرگ تر ہے اور گناہوں سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے۔

ایک بار کہے۔

عَدَدَما عَلِمَ اللّٰہُ وَزِنَۃَ مَا عَلِمَ اللّٰہُ ومَلآءَ مَا عَلِمَ اللّٰہُ

ترجمہ: اس اندازے کے ساتھ جو اللہ جانتا ہے، اس وزن کے ساتھ جو اللہ جانتا ہے اور اس پیمانے کے ساتھ جو اللہ جانتا ہے۔

سات بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ صلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبدِکَ وَنَبِیّکَ وَحَبِیْبِکَ وَرَسُولِکَ النَّبِیّ الاُمِیّ وَعَلٰی آلِہٖ وبَارِک وَسَلِّمْ۔

ترجمہ: اے اللہ تو رحمت فرما اپنے بندے، اپنے نبی، اپنے حبیب اور اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی اُمّی ہیں اور اُن کی آل پر برکت اور سلامتی فرما۔

سات بار کہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ توَالَدَوَ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِی صَغِیراً، اَللّٰھُمَّ

ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے میرے باپ اور ماں کو بخش دے اور میری اولاد کو اور دونوں پر رحم فرما جیسے کہ انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔ اے اللہ بخشش فرما تمام

---

[۱] مولانا مجرکرہ کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کون بزرگ تھے اور کس زمانے میں تھے۔

اغْفِرلِجَمِیْعِ الْمُومِنِیْنَ وَالْمُومِنَاتِ وَالْمُسْلِمِین وَالْمُسْلِمَاتِ الاَحْیَاءِ مِنهُمْ وَالاَمْوَاتِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّاحِمِینَ ۔ سات بار کہے۔

مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کی، تمام مسلم مردوں اور مسلم عورتوں کی جو زندہ ہیں اور مرچکے ہیں اپنی رحمت سے اے رحمت کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحمت کرنیوالے۔

اَللّٰھُمَّ یَارَبِّ افْعَل بِی، وَبِھِم عَاجلاً وَاٰ جِلاً فِی الدِّینِ وَالدُّنْیَا وَالاٰخِرَۃَ، مَا اَنْتَ لَہٗ اَھلٌ، وَلاَ تَفْعَل بِنَا یا مَولٰنا، مَا نَحنُ لَہٗ اَھلٌ اِنَّکَ غَفُورٌ حَلِیمٌ جَوَّادٌ کَرِیمٌ برٌّ رَّؤفُ الرَّحِیمِ۔

ترجمہ: اے اللہ! اے پروردگار! وقت کی جلدی اور وقت کی تاخیر سے، میرے اور اُن کے ساتھ دین، دنیا اور آخرت میں ایسی بات کر جو تیرے لایق ہے اور ہمارے ساتھ ایسا عمل نہ فرما جس کے ہم سزا وار ہیں۔ بے شک تو ہی بخشنے والا، بردبار، عطا کرنے والا، (بے سوال) کرم کرنے والا، بخشش کرنے والا اور مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

اِکیّس بار'' یاجَبّارُ'' کہے۔ ایک یا تین بار کہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ العَلِیِّ الدَّیَّانِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الحَنَّانِ المَنَّانِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الشَّدِیدِ الاَرْکَانِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ المُسَبّحُ فِی کُلِّ مَکَانٍ، سُبْحَانَ مَن لَّایَشْغُلُہٗ شانُ عَنْ شَانٍ سُبْحَانَ مَن یَّذْھَبُ بِاللَّیلِ وَیَاتِی بِالنَّھَارِ

ترجمہ: اللہ پاک ہے، بلند اور اعمال کی جزا دینے والا، اللہ پاک ہے مہربان صاحب احسان، اللہ پاک ہے مضبوط ستون والا، اللہ پاک ہے ہر جگہ تسبیح کیا گیا، پاک ہے جس کو کوئی مشغول نہیں رکھتا ایک شان سے دوسری شان کی طرف، پاک ہے جو رات کو لے جاتا ہے اور دن کو (اس کے بجائے) لے آتا ہے۔

(اگر رات ہو تو کہے:
سُبْحَانَ مَن یَّذھَبُ بِالنَّھَارِ وَیَاتِی بِا للَّیلِ،)

(پاک ہے جو دن کو لے جاتا ہے اور (اس کے بجائے) رات کو لے آتا ہے۔)

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِکَ عَلٰی حِلْمِکَ بَعْدَ عِلْمِکَ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِکَ عَلٰی عَفْوِکَ بَعْدَ قُدْرَتِکَ، سُبْحَانَ مَن لَہٗ لُطفٌ خَفِیٌّ فَسُبْحَانَ اللّٰہِ حِینَ تُمْسُوْنَ

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور ہم تیری بردباری کا شکر ادا کرتے ہیں تیرے علم کے بعد۔ اللہ پاک ہے اور ہم تیری بخشش پر حمد کرتے ہیں تیری قدرت کے بعد، پاک ہے وہ اس کی

وَحِيۡنَ تصُبحُونَ وَلَهُ الحَمۡدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالاَرۡضِ وَعَشِيّاًوَّ حِينَ تُظهِرونَ يُخۡرِجُ الحَيَّ مِنَ المَيّتِ وَيُخۡرِجُ المَيّتَ مِنَ الحَيّ وَيُحيِي الاَرۡضَ بَعدَ موتِهاؕ وَكَذالِكَ تُخۡرَجُونَ، سُبۡحَانَ رَبّكَ رَبِّ العِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى المُرسَلِينَ وَالحَمۡدُلِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ ؕ

مہربانی پوشیدہ ہے۔ پس اللہ کی تسبیح کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو اور اس کے لیے ہیں تمام تعریفیں آسمانوں اور زمینوں میں اور (اس کی تسبیح کرو) پچھلے پہر اور جب دوپہر کرو۔ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو نکالتا ہے زندہ سے اور زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مردہ ہوجانے کے بعد اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔ پاک ہے آپ کا رب عزّت والا رب ہر اس عیب سے جو وہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا رب ہے۔

تیسرا شرف۔نمازِ اشراق کا بیان

جب آفتاب ایک یا دو نیزے بلند ہوجائے تو نمازِ اشراق ادا کرے۔ اس نماز کی رکعتوں کے تعیّن کے سلسلے میں مشائخ کا دستور یہ رہا ہے اور جس کا ذکر حدیث میں بھی آیا ہے۔

قَالَ عَلَيهِ السَّلَام، مَن مَكثَ فِي مُصَلّاهُ بَعدَ صلوٰةِ الفَجرِ اِلىٰ طلوعِ الشَّمسِ كمن اِعتَقَ اَربَع رِقَاب مِن وُلِدَ اِسمٰعيل۔ قَالَ عَلَيهِ السَّلام مَن صلَّى الغَدَاة و جلَسَ فى مُصَلاّهُ حَتّٰى ترفَع الشَّمس مِقدَار قَامت الرَّمح ثُمَّ قَامَ وَصلَّى رَكعَتَينِ، كُتِبَ فِي دِيوانِ المَغۡفُور، فَانِ جَعَلَهَا اَربَعاً كُتِبَ فِي دِيوانِ القَانِتين، فَاِن جَعَلَهَا سِتّاًكُتِبَ فِي دِيوانِ الاَوَّابين، وَمَن جَعَلَهَا ثَمَانِياً كُتِبَ فِي دِيوانِ الفَائزين، فَانِ جَعَلَهَا عَشَر كُتِبَ مِنَ الَّذِيۡنَ لاَخوف ٌ عَلَيۡهِم وَلاَ هُم يَحۡزَنُونَ وَثُمَّ قَالَ لَمۡ يَخَفۡ عَاقِبَة اَمرهٗ وَمَنۡ

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا، جوشخص نماز فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک اپنے مصلّے پر بیٹھا رہا وہ ایسے شخص کی مانند ہوجائے گا کہ گویا اس نے اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلاموں کو آزاد کیا ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے نمازِ فجر ادا کی اور اپنے مصلّے پر بیٹھا رہا یہاں تک کہ آفتاب ایک نیزہ بلند ہوجائے پھر اس نے کھڑے ہوکر دورکعت نماز ادا کی تو اسے بخشے ہوئے لوگوں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر اس نے چار رکعت نماز ادا کی تو اس کا نام فرماں برداروں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر اس نے چھ رکعت نماز ادا کی تو اس کا نام

خَافَ عَاقِبَۃَ اَمرِہٖ فَلَیسَ مِنّیِ

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر کسی نے آٹھ رکعت نماز ادا کی تو اس کا نام فائزین کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ اگر کسی نے دس رکعت ادا کی تو اس کا نام ان لوگوں کے دفتر میں لکھا جائے گا جو خوف زدہ اور غم گین نہ ہوں گے۔ پھر فرمایا، آپ نے وہ عاقبت امر سے نہ ڈرے اور جو اپنے عاقبت امر سے ڈرا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ نماز فجر کے بعد جائے نماز پر توقف کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آنے والے فرشتے اسے مشغولِ عبادرت پاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرشتے ہر وقت مقرر ہیں رات کے فرشتے دن کے فرشتوں سے الگ ہوتے ہیں۔ رات کے فرشتے ان عبادتوں کو جو رات میں کی گئی ہیں (گواہ ہوتے ہیں) وہ صبح کو عبادت گذار سے رخصت ہوتے ہیں (اسی طرح) دن کے فرشتے نمازِ عصر تک دن میں ادا کردہ عبادتوں (کے گواہ ہیں)۔ وہ عبادت گزار کو مصروف عبادت دیکھ کر روانہ ہوتے ہیں۔ پس طالب صادق نمازِ فجر ادا کر کے اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے۔ اسے دن کے فرشتے عبادت میں پاتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے گناہ بھی کیے اور عبادت بھی کی۔ پھر نمازِ عصر ادا کر کے غروب کے وقت تک مصلّے سے نہ ہٹا تو رات کے فرشتے اسے مصروف عبادت پاتے ہیں بہر حال جب دن کے فرشتے واپس ہوتے ہیں تو اس کے اعمال کے دفتر کو اعلیٰ دیوان خانے میں پیش کرتے ہیں کہ (ہم نے) اسے ابتدا میں بھی مصروفِ عبادت پایا اور آخر میں بھی مصروفِ عبادت پایا تو فرمان ہوتا ہے کہ ہمارا بندہ اوّل وآخر عبادت میں تھا اس لیے ہم نے درمیان کے سب گناہ معاف کیے اسی طرح رات کے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے یہ آیت مبارکہ اس حقیقت کو بیان کرتی ہے۔ **یَمْحُوا اللّٰہ ما یشاءُ وَیُثبِتُ**[۱] یعنی اللہ مٹاتا ہے جو چاہے اور ثابت کرتا ہے (جو چاہے)۔

مگر ہمارے مشائخ نے اوّل (نماز فجر کے بعد) اور آخر (نمازِ عصر کے بعد) دونوں وقت مصلّے پر توقف کرنا اپنے اوپر لازم کیا ہے اور کسی صورت میں اس کا التزام ترک نہیں کیا ہے جیسا کہ فتاویٰ صوفیہ[۲] سے معلوم ہوتا ہے۔

۱؎ پارہ ۱۳۔ سورہ الرعد، آیت ۳۹۔ مطبوعہ نسخے میں یہ آیت صحیح طور پر نقل نہیں ہوئی ہے۔ صحیح آیت یوں ہے یمحُوا اللہُ مَا یَشاءُ وَیُثبِتُ وَعِندَہٗ اُمُّ الکِتٰبِ٥

۲؎ یہ فتویٰ طویل عربی عبارت میں ہے۔ احقر مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ نے ''اخبار الاخیار'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''فتاویٰ صوفیہ'' شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی ملتانیؒ کے کسی مرید کی تصنیف ہے۔ اس سلسلے میں ''کشف الظنون'' میں مزید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کتاب کا پورا نام ''فتاویٰ الصوفیہ فی طریق البہائیہ'' ہے اس کے مصنف فضل اللہ بن محمدّ ایوّب تھے۔ (سالِ وفات نا معلوم) ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) کراچی سال اشاعت ندارد ص ۱۴۲۔ کشف الظنون جلد دوم از حاجی خلیفہ ۱۳۲۰ھ طبع اوّل ص ۱۶۸۔

''ہم نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ (حضرت رکن الدین ابوالفتح ملتانیؒ) کو حضر اور سفر میں نہ دیکھا لیکن (ایک مرتبہ) ہم حضر میں بلند جگہ پر تھے۔ شیخ رضی اللہ عنہ کا دل نمازِ فجر ادا کرنے کی جانب مایل تھا۔ شیخ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ بے شک انھوں نے (وضو کے لیے) پانی لیا۔ بہت زیادہ گہرا ابر چھایا ہوا تھا اور بادل ایک دوسرے پر رواں تھے۔ قریب تھا کہ بارش ہونے لگے۔ اس روز ان کے بھائی (عماد الدین) امام تھے۔ عالم عماد الدین نے نماز کا ارادہ کیا اور نماز کی جگہ کے لیے اشارے کے منتظر تھے وہ حضرت شیخ کی جانب بادلوں کے چھا جانے کے سبب دیر تک دیکھتے رہے۔ بادل نہ برسا تو مولانا عماد الدین نماز فجر کے لیے مصلّے پر آئے اور بے شک نماز شروع کر دی۔ اس وقت بارش کے چھینٹے پڑنے لگے۔ یہاں تک کہ ہم نماز سے فارغ ہوگئے اور مولانا عماد الدین مقررہ اوراد پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ بے شک بارش تیز ہوگئی اور صفوں اور بوریے کے نیچے پانی بہنے لگا اور میں آخری صف میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ادب کے ساتھ شیخ اور ان کے بھائی کی طرف دیکھا۔ بے شک مولانا عماد الدین نے مسبعّاتِ عشر پڑھنا شروع کر دیا۔ اس روز انھوں نے باوجود بارش کے شیخ کے سامنے اوراد اور کچھ اور چیزیں پڑھیں۔ شیخ نماز کی جگہ سے نہ اٹھے لیکن آفتاب کے دو نیزے بلند ہونے کے بعد انھوں نے نماز اشراق کی رکعتیں ادا کیں (پھر اٹھے)۔

اللہ تعالیٰ کے شکر کی نماز کا بیان

حضرت کبیرؒ فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا وزبدۃ البلغاؒ کا التفات بہ نسبت علاقے کے دوسرے ملوک اور خوانین کے عالی مسند سیف خاں پر زیادہ تھا بلکہ سیف خاں مخلص اصحاب اور مخصوص احباب میں شامل تھے۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ نمازِ فجر ادا کر کے اپنے مقررہ اوراد و وظائف میں مشغول تھے کہ (اتفاق سے) اُس وقت سیف خاں کسی مہم پر جانے کے لیے رخصت ہونے کے خیال سے حاضر ہوئے۔ سیف خاں اس وقت تک کھڑے رہے کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے نمازِ اشراق ادا نہ کر لی پھر اس جگہ سے اٹھ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

اب اوراد اور اسی قسم کی دوسری باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَبّهٖ آخر تک اور آیت اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰاتِ وَالاَرْضِ آخر تک پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنیّ اَصْبَحْتُ لاَ اَسْتَطِیعُ دَفْعَ مَا اَکرَ هُهَا، وَلاَ اَمْلِکُ نَفعَ مَا اَرْجُوا، اَصْبَحْتُ مُرْتَهَناً	ترجمہ: اے اللہ بے شک میں نے صبح کی، میں کسی ایسی چیز کو جسے مکروہ رکھتا ہوں دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا

بِعَمَلِی، وَاَصْبَحَ اَمرِی بِیَدِ غَیرِی فَلاَ فَقِیرَ اَفْقَرُ مِنّیِ۔ اَللّٰهُمَّ لاَ تُشمِتُ بِی عَدُوّی، وَلاَ تَسُبُّونِی صَدِیقِی،وَلاَ تَجعَل مُصِیبَتِی فِی دِینِی وَدُنیَای وَلاَ فِی الاٰخِرَةِ، وَلاَ تَجعَل الدُّنیا اَکْبَر هَمّی، وَلاَ مَبلَغِ عِلمِی، وِلاَ تُسلّطُ عَلَیَّ مَن لاَّ یَرحَمُنِی فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَةِ، اَللّٰهُمَّ اِنیّ اَعُوذُبِکَ مِنَ الذُّنُوبِ الَّتِی تُزِیلُ بِهَا النِّعَمَ وَمِنَ الذُّ نُوبِ الَّتی تُوجِبُ بِهَا النِّقَمَ بِرَحمَتِکَ یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِین۔

اور جس چیز کا امید وار ہوں اس کے نفع کا مالک نہیں ہوں۔ میں نے اپنے عمل کے پیش نظر ندامت سے صبح کی۔ میرے معاملے نے غیر کے قبضے میں صبح کی پس محتاجی میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے۔ اے اللہ میری وجہ سے میرے دشمن کو نہ ہنسا اور میری وجہ سے میرے دوست کو غمگین نہ کر۔ مجھے دین، دنیا اور آخرت میں مصیبت سے بچا اور نہ آخرت میں میرے لیے دنیا کو اور میرے مبلغِ علم کو بڑا غم نہ بنا۔ مجھ پر کسی ایسے شخص کو مسلّط نہ کر جو دنیا اور آخرت میں رحم نہ کرے۔ اے اللہ بے شک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اُن گناہوں سے جن کے سبب تو اُن نعمتوں سے مجھے دور کردے اور اُن گناہوں سے بھی جن کی وجہ سے تو مجھ پر عذابوں کو لازم کردے اے ارحم الراحمین۔

نمازِ استعاذہ کا بیان:

دو رکعت نمازِ استعاذہ ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الناس تلاوت کرے۔ سلام کے بعد درود شریف اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنیّ اَعُوذُبِکَ بِاِسْمِکَ الاَ عُظَم، وَکَلِمَتِکَ التَّا مَّةِ مِنَ الشَّرّ السَّامَّةِ وَالهَامَةِ، وَ اَعُوذُبِاِسْمِکَ الاَعْظَمِ وَکَلِمَتِکَ التَّامَّةِ مِنْ شَرّ عِبَادِکَ وِمن شرّ عَذَابکَ، واَعوذُ بِاسْمِکَ الاعظمِ و کلمِتکَ التّامَّةِ مِن شرّعِبَادِکَ الشیطان الرَّجِیم، وَاَعوذُ بِاِسْمِکَ الاَعْظَمِ وَکَلِمَتِکَ التَّامَّةِ مِن شَرّ مَا یَجْرِی بِهٖ اللَّیلُ والنَّهَارُ، اِنَّ رِبّیَ اللّٰهُ الَّذی لآ اِلهَ اِلَّا هُوَ عَلَیهِ تَوَ کَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

ترجمہ: اے اللہ میں تیرے بزرگ نام اور کلمۂ تمام کے ساتھ تیری پناہ طلب کرتا ہوں موت اور دیوانگی کے شر سے اور تیرے عظیم نام اور مکمّل کلمے کے ساتھ تیری پناہ طلب کرتا ہوں تیرے بندوں اور تیرے عذاب کے شر سے۔ اور تیرے عظیم نام اور مکمل کلمے کے ساتھ تیری پناہ میں آتا ہوں تیرے بندوں شیطان مردود کے شر سے۔ اور تیرے عظیم نام اور مکمل کلمے کے ساتھ تیری پناہ میں آتا ہوں اس چیز کے شر سے جو اس کے دن

الْعَرشِ الْعَظِیم۔ اِلٰهی اِنَّکَ سَلَّطتَ عَلَینَا عَدُوّاً بَصِیراً بِعُیُوبِنا یَلعَبُ بِنَا یَرَانا هُوَوَقَبِیلُهٗ مِنْ حَیثُ لاَ تَرونَهُم، اَللّٰهُمَّ فَاٰئِسهُ مِنَّا کَما اَیئَسَّهٗ مِن رَّحْمَتِک، وقَنِّطهُ مِنَّا کَمَا قَنّطِتَهٗ مِنْ عَفوِکَ وَاَبْعِد بَینَنَا وَبَینَهٗ کَمَا اَبعَدتَّ بَینَهٗ وَبَین جَنَّتِکَ اِنَّکَ عَلیٰ کّلِ شیءٍ قَدِیر وَبالِاِ جَابةِ جدیرٌ وَلاَحولَ وَلاَ قُوَّةَ اِلّا بِاللّٰهِ العَلِیِّ العَظِیم۔

اور رات کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ بے شک میرا پروردگار اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں وہ عرشِ عظیم کا رب ہے۔
اے اللہ بے شک تو نے ہم پر ایسا دیکھنے والا دشمن مسلّط کردیا ہے جو ہمارے ساتھ کھیل کھیلتا ہے وہ اور اس کا گروہ ہمیں دیکھتا ہے ۔ اور لوگ انھیں نہیں دیکھتے۔ پس اے اللہ اس کو ہم سے دور کردے جیسا کہ تو نے اسے اپنی رحمت سے دور کیا ہے اور اسے ہم سے مایوس کردے جیسا کہ تو نے اسے اپنی بخشش سے مایوس کیا ہے اور ہمارے اور اس کی درمیان دوری پیدا کردے جیسا کہ تو نے اس کے اور اپنی جنت کے درمیان دوری رکھی ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے اور قبول کرنا تیرے ہی لایق ہے اور گناہوں سے باز آنا اور طاعت کے قوت پیدا ہونا سوائے اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے ممکن نہیں ہے۔

نمازِ استخارہ کا بیان:

دو رکعت نمازِ استخارہ پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تلاوت کرے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے:

اللّٰهم اِنّی اَستخیَرُکَ بِعلمکَ واستقدِرُکَ بِقدرتکَ واَ سالُکَ بقدرتکَ واسئَلُکَ مِن فضلِکَ العظیم فَاِنَّکَ تقدِرُ ولا اَقدِ رُو انت تعلمُ ولا اعلمُ انتَ علّامُ الغُیوب، اللّٰهم اِنیّ لا املک نفسی ضرّاً ولا نفعا ولا مَوتاً وحیٰوةً وَّلا نشوراً ولا اَستطیعُ اَن اٰخُذَ اِلّا ماَاعطیتنی ولا اَن اَتَّقی اِلّا ما وقیتنی، اللّٰهم وفِّقنی کما تُحِبُّ وترضیٰ مِن القولِ والعَمَلِ فی الیُسرِ والعافیةِ، اللّٰهم خَیرّ لِی

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ بھلائی طلب کرتا ہوں، تیری قدرت سے قدر مانگتا ہوں، تیری قدرت سے سوال کرتا ہوں، تیرے عظیم فضل سے سوال کرتا ہوں، پس تو بے شک قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں۔ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ بے شک میں کسی کو اپنی ذات سے نقصان اور نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا اور نہ موت، نہ زندگی اور نہ (قیامت کی) پراگندگی کا مالک،

واختَرلی ولا تَکِلنی اِلی اختیاری، اللّٰھم اجعَل الخیر فی کلِّ قولٍ وعَمَلٍ اُریدُہٗ فی ھٰذا الیَوم واللَّیل۔

ہوں میں کوئی شے حاصل نہیں کرسکتا سوائے اس کے جو تو مجھے عطا کرے۔ میں پرہیز نہیں کرسکتا مگر جس چیز سے تو مجھے بچالے۔ اے اللہ تو مجھے قول اور عمل سے آسانی اور عافیت میں اس بات کی توفیق دے جو تو پسند فرماتا ہے اور دوست رکھتا ہے۔ اے اللہ تو مجھے پسند فرما اور مجھے میرے اختیار کے سپرد کر۔ اے اللہ ہر قول اور عمل جس کا میں ارادہ کروں میرے لیے اسی دن رات میں سراسر خیر کردے۔

نماز استحباب کا بیان:

دو رکعت نمازِ استحباب ادا کرے۔ بعض کتابوں میں تحریر کیا گیا ہے کہ پہلی رکعت میں اِنّا انزلناہ تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں اِنّا اعطینا تلاوت کرے اور اکثر کے نزدیک پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الواقعہ اور دوسری میں سبح اسم پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھے اور یہ دعا کرے:

اللّٰھمّ اجعل حُبَّکَ اَحبَّ الا شیاءِ اِلَیَّ وخشیَتَکَ اَخوفَ الا شیاءِ عندی، اللّٰھمّ اِذا قررتَ عیون اھل الدنیا بدنیاھُم فا قرر عینی بِکَ وبعبادتِکَ واقطع عنّی لذائذ الدنیا بأنسکَ والشوق الٰی لقائِکَ واجعل طاعتکَ فی کُلِّ شیءٍ مِنّی یا ذالجلال والاکرام، اللّٰھمّ ارزقنی حُبَّکَ وحُبَّ مَن یُحبُّکَ وحُبَّ عَملَ یقربنی الٰی حبّکَ احبَّ الینا مِنَ الماءِ البارِدللعطشان۔

ترجمہ: اے اللہ اپنی محبت کو میرے لیے محبوب ترین شے کردے اور اپنے عذاب کو میرے لیے ڈرانے والی چیز کردے۔ اے اللہ تونے دنیا کو اہل دنیا کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا ہے۔ پس اپنی ذات اور اپنی عبادت کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے اور اپنے انس کے ساتھ مجھ سے دنیا کی لذتیں قطع کردے۔ میرے اندر اپنی ملاقات کا شوق پیدا کردے۔ میرے ہر عمل میں اپنی طاعت کا شوق پیدا فرما اے ذوالجلال والاکرام۔ اے اللہ مجھے اپنی محبت اور اس شخص کی محبت جسے تو دوست رکھتا ہے اور اس شخص کی محبت جو تجھے دوست رکھتا ہے عطا فرما۔ میرے اندر اُس عمل کی محبت پیدا کر جو مجھے تیری محبت کے قریب لے آئے۔ یہ مجھے پیاسوں کے لیے ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب ہے۔

شکر النہار کی نماز کا بیان:

دو رکعت نمازِ شکر النہار ادا کرے۔ دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد پانچ پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ تین بار یہ دعا پڑھے۔

الحمدللّٰہِ علیٰ حُسن الصباح والحمد للہِ علیٰ حُسن المبیتِ والحمدللہِ علیٰ حُسن المساءِ والحمد للہِ علیٰ کُلِّ حالٍ

ترجمہ: اللہ کا شکر ہے صبح کی خوبی پر، اللہ کا شکر ہے شب گزاری کی خوبی پر، اللہ کا شکر ہے شام کی خوبی پر اور ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔

ایک بار یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھم لکَ الحمدُ حمداً دائماً خالداً مَعَ خُلودِکَ ولکَ الحمدُ حمداً دائماً لا منتھی لہٗ دون عملک ولک الحمد حمداً دائماً لا امد لہٗ دون مشیتک ولک الحمد حمداً دائماً لاجزاء لقائلہ الّا رضاکَ ولک الحمدُ حمداً دائماً عِندَ کُلِّ طرفۃِ عینٍ وتَنَفُّسِ کُلِّ نفسٍ الحمد للہِ بقاء حقِّہٖ والصلوٰۃ علیٰ نبیہٖ محمّدٍ خیر خلقہٖ۔ الٰھی بِرَحمتَکَ ارجوا فلا تَکِلنی نفسی الیٰ غیرکَ طرفۃ عینٍ وَّلا اَقلَّ مِن ذالکَ واصلح لی شانی کُلّہٗ بِلاَ الٰہُ اِلّا انتَ وحدک لا شریکَ لک و تب علیّ واغفرلی وارحمنی انک انت التواب الرحیم، اللھم لک الحمدو الیک المشتکیٰ وانت المستعانُ وبک المُستغاثُ وعلیک التُّکلانُ ولاحولَ ولا قوَّۃ اِلّا باللہ ۔

ترجمہ: اے اللہ تیرا شکر ہے دائم شکر ہمشیگی کے ساتھ تیرے لیے ہی ہے۔ تیرا شکر ہے دائمی شکر جس کی تیرے علم کے نزدیک کوئی انتہا نہیں ہے۔ تیرا شکر ہے، دائمی شکر، جس کی تیری مشیت کے نزدیک انتہا نہیں ہے۔ تیرا شکر ہے دائمی شکر جس کی شکر کرنے والے کو تیری رضا کے سوا جزا نہیں ہے۔ تیرا شکر ہے دائمی شکر ہر لمحے اور ہر سانس سانس لینے پر۔ اللہ کا شکر ہے یہاں تک کہ اس کے حق کی بقا (میّسر آئے)۔ درود اس کے نبی پر (جن کا اِسم پاک) محّمد ہے۔ وہ اسی کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں پس میرے نفس کو اپنے غیر کے سپرد نہ کر ایک لمحے کے لیے یا اس سے کم کے لیے۔ میرے تمام حال کی اصلاح فرما۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو یکتا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے مجھ پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہو۔ میری مغفرت فرما۔ بے شک تو رحمت کے ساتھ متوجہ ہونے والا رحیم ہے۔ اے اللہ تیرا شکر ہے تجھ ہی سے (میری) شکایت ہے۔ تو ہی مدد طلب کیے جانے کے لائق ہے۔ تجھ ہی سے فریاد ہے۔ تجھ پر ہی (میرا) بھروسہ ہے۔ گناہ سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا سوائے اللہ کی مدد کے ناممکن ہے۔

والدین کے شکرانے کی نماز کا بیان:

دو رکعت نماز والدین کے شکرانے کی ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف اور یہ دعا پڑھے۔

یا لطیفُ اُلطُف بِی ولوالدیَّ فی جمیع الا حوالِ کما تُحبُّ وترضیٰ یا علیم یا قدیر اغفرلی ولوالدیَّ اِنّکَ علیٰ کُلّ شیءٍ قدیر۔

ترجمہ: اے لطیف! مجھ پر اور میرے والدین پر ہر حال میں لطف فرما جیسا کہ تو دوست رکھے اور پسند فرمائے۔ اے علیم! اے قدیر میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

چاشت کی نماز کا بیان:

چاشت کی نماز کا ذکر ہوا تو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ، دن کی نفلی نمازوں میں سب سے بہتر اور روح افروز مشاغل سب سے خوب تر چاشت کی نماز ہوتی ہے۔ تمام انبیا اس نماز کو ادا کرتے رہے اور مشرق ومغرب کے مشائخ نے بھی جن سے میرے ملاقات ہوئی ہے اسے ترک نہیں کیا ''وصایا'' میں تحریر کیا گیا ہے۔[1]

> ''سفر اور حضر دونوں حالتوں میں نمازِ چاشت اپنے اوپر لازم کرلو، پس بے شک جنت کی بلندی سے منادی کرنے والا منادی کرے گا، تحقیق جو لوگ چاشت کی نماز ادا کرتے تھے، وہ بابِ ضحٰی سے امن کے ساتھ جنت میں داخل ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جسے نمازِ چاشت ادا کرنے کا حکم نہ دیا ہو۔''

نمازِ چاشت کی رکعتوں کے تعیّن کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ اس نماز کی کم از کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ پہلی چار رکعتوں میں سورتیں پڑھنے کی ترتیب یہ ہے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ شمس دوسری میں واللّیل تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی رکعت میں الم نشرح پڑھے۔ دوسری چار رکعتوں کی نماز میں فاتحہ کے بعد ایک بار آیت الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ تیسری چار رکعتوں کی نماز میں ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار الم نشرح اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

جب نماز سے فارغ ہوجائے تو سو مرتبہ یہ دعا پڑھے

اللّٰھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وتُب عَلیَّ اِنّکَ انتَ التَّوّاب الرَّحیم

اے اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، میری ہدایت فرما اور مجھے عافیت اور رزق عطا فرما، بے شک تو رحمت سے متوجہ ہونے والا رحیم ہے۔

---

[1] احقر مترجم نے مطبوعہ نسخے میں نقل کردہ عبارت نقل کرنے کے بجائے اردو ترجمہ تحریر کیا ہے کیوں کہ یہ دعا نہیں نصیحت ہے۔

چوتھا شرف نمازِ زوال اور نمازِ ظہر کا بیان:

جب آفتاب میں زوال نمایاں ہوتو چار رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پچاس بار، یا دس بار، یا تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوجائے تو چار رکعت سنّت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ الکافرون، دوسری میں اذا جاء، تیسری میں تبّت یدا اور چوتھی میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس کے بعد ستّر بار استغفار کرے۔ اس کے بعد فریضۂ ظہر ادا کرے۔ اس کے بعد دورکعت نمازِ سنّت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قُل یا ایُّھَا الکافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ نماز ظہر کے بعد دورکعت حفاظتِ ایمان کے لیے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اِنَّ رَبَّکُمُ اللہُ الَّذی...... مِنَ المُحسنِین[1] تک پڑھے اور دوسری میں اِنَّ الَّذِینَ اٰمنوا وَ عَمِلُو الصَّالِحَاتِ کَانَتُ لَھُم جَنّٰتُ الفِرْدوُسِ نُزُلَا آخرتک پڑھے۔[2]

سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔

سبحان مَن لّم یزل کما کان کما ھو الاٰن، سبحان مَن لّا یزالُ یکونُ کما کان و کما ھوا لاٰن، سبحان مَن لّا یتغیرُّ بذاتہٖ ولا فی صفاتہٖ ولا فی اسمائہٖ بحدوث الا کوانِ، سبحان الّدائم القائم، سبحان القائم الدّائم، سبحان الَّذیُ حیٌّ لا یموت، سبحان الَّذی یُمیتُ الخلائق وھو حیٌّ لا یموت، سبحان الاوّلُ المبدیءُ، سبحان الباقی المغنی، سبحان من یُسمّٰی قبلَ اَن یُّسمّٰی، سبحان العلی الاعلیٰ، سبحانہٗ وتعالیٰ، سبحانہٗ سبحانہٗ سبحانہٗ فسبحان الَّذی بیدہٖ مَلَکُوتُ کُلِّ شیءٍ والیہ تُر جعون o

ترجمہ: پاک ہے وہ جوکہ بے زوال ہے جیسا کہ تھا ویسا ہی ہے۔ پاک ہے وہ جوکہ بے زوال رہے گا وہ جیسا کہ تھا ویسا ہی ہے۔ پاک ہے وہ جو کہ اپنی ذات میں، اپنی صفات میں اور اپنے اسما میں متغیرنہیں ہے نئ پیدا کردہ شے اور دنیاؤں کے ساتھ۔ پاک ہے دائم قائم ہے پاک ہے قائم دائم ہے پاک ہے وہ جو کہ زندہ ہےنہیں مرے گا۔ پاک ہے وہ جوکہ مخلوق کو موت دے گا وہ زندہ ہے نہیں مرے گا پاک ہے اوّل ابتدا کرنے والا۔ پاک ہے باقی غنی کرنے والا۔ پاک ہے وہ جوکہ نام رکھے جانے سے پہلے موسوم ہوگیا۔ پاک ہے بلندو اعلیٰ ہے۔ پاک ہے اور برتر ہے۔ پاک ہے وہ، پاک ہے وہ، پاک ہے وہ۔ پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اقتدار ہے اور ہر شے اسی کی طرف رجوع کردہ ہوگی۔

---

[1] پارہ۸۔سورہ لاعراف آیات ۵۴۔۵۵۔۵۶ (تین آیات)

[2] پارہ۱۶۔سورہ الکھف آیات ۱۰۷۔۱۰۸۔۱۰۹۔۱۱۰ (چار آیات)

پانچواں شرف نمازِ عصر کا بیان:

نمازِ عصر جلدی ادا کرنی چاہیے۔ مکہ مکرمہ (اللہ اس کے شرف اور اس کی تکریم کو زیادہ کرے) میں لوگ عصر کی نماز جلد ادا کرتے ہیں اور تغیر آفتاب تک قطعاً تاخیر نہیں کرتے کیوں کہ اُس وقت نماز مکروہ ہوجاتی ہے۔ بعض مشائخ نے (نمازِ عصر) دیر سے ادا کرنے کو افضل کہا ہے، **تاخیر العصر افضل فی الزّمان کلّھا مالم تغیرّ الشمس وحتیّٰ یتغیرّ الشمس مکروہٌ** یعنی ہر زمانے میں تاخیر عصر افضل ہے جب تک کہ آفتاب متغیرّ نہیں ہوتا اور جب متغیرّ ہوجائے تو مکروہ ہے۔ (بہر حال) جب نمازِ عصر کا وقت ہوجائے تو چار رکعت سنّت نماز ادا کرے۔ جہاں تک ہوسکے اس سنّت کو ترک نہ کرے کہ احکام میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ از روئے احکام ''صلوٰۃ الوسطیٰ'' سے یہی نماز مراد ہے اور اکثر مشائخ کے اقوال اس کی تائید میں ہیں پس اس نماز کی سنت بھی (پابندی سے) ادا کرتے رہے ہیں۔ اس نماز کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد **اذا زلزلت الارض** دوسری میں **والعادیات**، تیسری میں **القارعہ** چوتھی رکعت میں **الھکم التکاثر** پڑھے۔ اس کے بعد فرض نماز ادا کرے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو ایک بار **اِنَّا فَتَحنا** اور پانچ بار سورۂ **عمّ** اور ایک بار **والنازعات** پڑھے۔

الھٰی حفظنی مِن خطر العظیم ووقنی مِن عذابِکَ الالیم، اللّٰھم الامان مِن زوالِ الایمان یا قدیم الاحسان یا غفور یا غفران	ترجمہ: اے اللہ مجھے عظیم خطرے سے بچالے۔ مجھے اپنے دردناک عذاب سے محفوظ فرما۔ اے اللہ میں ایمان کے زوال سے عافیت طلب کرتا ہوں۔ اے قدیم الاحسان، اے غفور! اے غفران۔[1]

جب غروبِ آفتاب کا وقت قریب آجائے تو مسبعاتِ عشر پڑھے۔ جب آفتاب نیچے جائے تو سورہ **واللّیل** پڑھے۔ یہ ضروری ہے کہ اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹے، جہاں نمازِ عصر ادا کی ہے شام تک وہیں بیٹھا رہے جیسا کہ اشراق میں مذکور ہے۔

چھٹا شرف نمازِ مغرب کا بیان:

جب نمازِ مغرب کا وقت ہوجائے تو ابتدائے وقت میں ادا کرے تاکہ اختلافِ مذاہب کا مسئلہ پیدا نہ ہو۔ فرض نماز ادا کرکے نمازِ مغرب کی دو رکعت سنّت ادا کرے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ **الکافرون** اور دوسری میں سورۂ **اخلاص** پڑھے۔ اس کے بعد بیس رکعت نماز اوّابین ادا کرے۔

پہلے چھ رکعت تین سلام کے ساتھ ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے کے اس صفحے (صفحہ ۲۲۱) حاشیے پر حضرت اشرفؒ نے اپنے خطِ مبارک میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔ ''بعد ادائے فریضۂ عصر ایں دعا بروایت اورادِ عصر بر بخوانند'' (فریضۂ عصر ادا کرنے کے بعد بروایت اورادِ عصر یہ دعا پڑھے) **یا دَائِمَ الفَضلِ عَلیَ البَرِیَّۃِ یَابَا سِطَ الیَدَینِ بِا العَطِیَّۃِ یَا صاحِبَ المَوَاھِبِ السّنِیَّۃِ یا دافِعَ البَلِیّۃِ وَالبَلیَّۃ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ خیرُالوَرَیٰ السَّجِیَّۃِ وَعَلیٰ اٰلِہِ البَرَ رَۃِ النَّقِیَّۃِ وَاغفرِ لَنَا یَا ذَالمَجدَوا لعُلیٰ فِي ھٰذَا العَصرِ والعَشیَّۃِ رَبَّنَا تَوفَّنَا مُسلِمِینَ وَاَلحِقنا بِالصَّالِحینَ وَصَلّٰی اللہُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وسَلَّم۔** بخطِ اشرفی

صلوٰۃ حفظ ایمان:

اس کے بعد دو رکعت حفظ الایمان ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں سورۂ اخلاص چھ بار اور معوذتین ایک بار پڑھے۔

صلوٰۃ البروج:۔

اس کے بعد دو رکعت صلوٰۃ البروج ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد والسماء ذات البروج اور دوسری رکعت میں والسماء والطارق پڑھے۔

صلوٰۃ شکر اللّیل:

اس کے بعد دو رکعت نماز شکر اللّیل ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ الکافرون پانچ بار پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد تین بار یہ دعا کرے۔ **الحمدُللهِ علیٰ حُسنِ المساءِ والحمدُ للهِ علیٰ حسنِ المبیتِ والحمدُ لله علی حسنِ الصَّباحِ والحمدُ اللهِ علیٰ کُلِّ حالٍ** یعنی تعریف ہے اللہ کی شام کی خوبی پر۔ تعریف ہے اللہ کی شب گزاری کی خوبی پر۔ تعریف ہے اللہ کی صبح کی خوبی پر۔ تعریف ہے اللہ کی ہر حال پر۔

صلوٰۃَ النُّور:

اس کے بعد صلوٰۃ النُّور کی دو رکعت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ انعام یستھزءون تک پڑھے۔[۱]

صلوٰۃ الکوثر:

اس کے بعد دو رکعت صلوٰۃ الکوثر ادا کرے اس کی پہلی اور دوسری رکعت میں تین بار یا پانچ بار انّا اعطینا ک الکوثر پڑھے۔

صلوٰۃ الفردوس:

اس کے بعد صلوٰۃ الفردوس ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد **الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ ......یَشْعُرُوْنَ**[۲] تک اور **وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ......لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ**[۳] تک اور سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے۔ دوسری رکعت میں آیت الکرسی خالدون[۴] تک اور **لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ** سورۂ بقرہ[۵] کے آخر تک اور سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے۔

---

۱ مطبوعہ نسخے میں اس کی کوئی تفصیل نہیں دی گئی ہے کہ صلوٰۃ النُّور کی دوسری رکعت میں کونسی سورہ یا آیات پڑھی جائیں صرف یہ عبارت نقل کی گئی ہے ''بعد دو رکعت صلوٰۃ النُّور بگزارد۔ دور کعتِ اوّل بعد از فاتحہ سورۂ انعام تایستھزؤن بعد ازاں دورکعت صلوٰۃ الکوثر بگزارد۔'' ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۲۲۲۔

۲ پارہ ۱۔ سورۂ بقرہ، آیات ۱ تا ۹ (نو آیتیں)

۳ پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ آیات ۱۶۳ اور ۱۶۴ (دو آیتیں)

۴ پارہ ۳۔ سورۂ بقرہ آیات ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷ (تین آیتیں)

۵ پارہ ۳۔ سورۂ بقرہ آیات ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶ (تین آیتیں)

صلوٰۃ حفظ الایمان: ۔ اس کے بعد دورکعت حفظ الایمان پڑھے۔ اس کی دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد **رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَامِن لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ج اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ** [1] ((وہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اس کے بعد کہ تونے ہمیں ہدایت فرمائی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔) **رَبِّ قَدْاٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ تا بِالصّٰلِحِیْنَ** [2] (اے میرے رب بے شک تونے مجھے یہ سلطنت دی اور تونے مجھے باتوں کی کچھ تاویل سکھائی، اے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخر میں۔ مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھا اور مجھے (اپنے خاص مقرب) نیک بندوں کے ساتھ ملا۔) اور **سبحان للہِ والحمدُللہ** آخر تک پانچ پانچ بار پڑھے۔ سلام کے بعد ایمان کی سلامتی کے لیے یہ دعا پڑھے۔

بسم اللہِ الرّحمن الرّحیم

اَللّٰھُمَّ اِنِی اَسأَلُکَ ایماناً دایماً واَسأَلُکَ قلباً خاشِعاً واَسأَلُکَ یقیناً صادقاً واَسأَلُک العافیۃَمِن کُلّ بلیَّۃٍ واَسأَلُکَ حُسنَ العافیۃِ واَسأَلُکَ دوام العافیۃِ واَسأَلُکَ تمام العافیۃِ واَسأَلُکَ شکر العافیۃ واسألُکَ عَنِ النَّاسِ بر حَمتِکَ یا ارحم الرَّاحمینo

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! بے شک میں تجھ سے دائمی ایمان کا سوال کرتا ہوں۔ میں تجھ سے عاجزی کرنے والے دل کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے یقینِ صادق مانگتا ہوں۔ تجھ سے ہر مصیبت سے عافیت طلب کرتا ہوں۔ تجھ سے حسنِ عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے دائمی عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے کامل عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے شکرِ عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے لوگوں سے (محفوظ رہنے) کا سوال کرتا ہوں۔ تیری رحمت سے یا ارحم الراحمین۔

اس کے بعد سجدہ کرے اور تین بار یہ کہے۔

سبحان القدیم الذی لم یزل، سبحان العلیم الَّذی لم یجھل، سبحان الجوادِ الَّذی لم یبخل، سبحان الحلیم الَّذی لم یَعجَل

ترجمہ: پاک ہے وہ قدیم جو لازوال ہے، پاک ہے وہ علیم جو ناواقف نہیں ہے، پاک ہے وہ سخی جو بخل نہیں کرتا، پاک ہے وہ بردبار جو جلدی نہیں کرتا۔

اس کے بعد سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے اس کے بعد اگر گروہِ صوفیہ یا ان کے اصحاب میں شامل ہے تو ذکر کرے اور صبح وشام ذکرِ حلقہ ترک نہ کرے کیوں کہ یہ ذکر مشائخ کے معمولات میں رہا ہے۔

---

[1] پارہ ۳۔ سورہ اٰل عمران آیت ۸ [2] پارہ ۱۳۔ سورۂ یوسف، آیت ۱۰۱

ساتواں شرف نمازِ عشا کا بیان:

ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد نمازِ عشا ادا کرے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ مدّتِ مدید نمازِ عشا پچھلے پہر ادا کرتے تھے۔ سفر ہو یا قیام ہو اسی رغبت کا اظہار فرماتے تھے۔

جہاز میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کی ایک عجیب کرامت:

اتفاق سے مکۂ معظّمہ، (اللہ، اس کے شرف اور تکریم کو بڑھائے) کے سفر میں جہاز میں تشریف فرما تھے۔ اس سفر میں چھ مہینے جہاز سمندر میں رہا کہ قسمت سے سمندر میں طوفان آ گیا۔ کشتی کے لوگ بہت پریشان ہوئے اسی عالم میں تین روز گزر گئے میرے مخدوم حضرتؒ دعا اور استغفار میں مشغول رہے۔ جب حق تعالیٰ نے نجات عطا فرمائی، تو چوتھی رات بھی آپ نے مقررہ اوراد کو جاری رکھا اور حقائق و معارف کے بیان میں رات گزر گئی۔

اس رات کے پچھلے پہر آپ نے آرام فرمایا کہ صبح کے آثار نمایاں ہونے لگے یہاں تک کہ آسمان پر شفق ظاہر ہوئی۔ جب حضرت قدوۃ الکبراؒ سے یہ صورت حال عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فقیروں کی محنت ضائع نہیں فرمائے گا۔ آسمان کی طرف دیکھو شاید صبح ظاہر نہیں ہوئی۔ جوں ہی یہ بات آپ کی زبان مبارک سے نکلی اس وقت رات کی تاریکی آسمان کے تمام اطراف میں پھیل گئی۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ حمام میں تشریف لے گئے وہاں سے باہر آ کر اپنے دلی اطمینان کے مطابق کوئی عنصر نہ تھا آپ نے وضو فرمایا۔ آپ کے اصحاب نے بھی وضو کیا اور نماز عشا اس کی تمام سنتوں اور مستحبات کے ساتھ دل جمعی سے ادا کی۔ وہ دعائیں جو آپ نماز کے بعد پڑھتے تھے پڑھیں۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آرام فرمایا۔ ایک گھڑی نہ گزری تھی کہ صبح نمودا ہوئی۔ شعر:

عجب نبود کہ صبح صادقانست
نفس کم زن کہ صبحہ صادقانست

ترجمہ: صادقوں کی صبح پر تعجب نہیں ہونا چاہیے صادقوں کی صبح پر سانس بھی نہ لے یعنی بحث ونزاع نہ کر۔

اس واقعے کے بعد آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آئندہ ہم نمازِ عشا رات کے پچھلے پہر ادا نہ کریں گے اور جلد ادا کریں گے چنانچہ جب تک آپ نے تختِ ارشاد پر جلوس فرمایا (حیات رہے) اس عہد میں کوئی تغیر نہ آیا۔

جب نمازِ عشا ادا کرنا شروع کرے تو چاہیے کہ سب سے پہلے ترتیب کے مطابق چار رکعت سنّت ادا کرے۔ اس کے بعد فرض نماز ادا کرے۔ اس کے بعد دو رکعت سنّت ادا کرے، اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یا ایھا لکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس کے بعد چار رکعت دوسری ادا کرے، اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار آیت الکرسی، دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار، تیسری رکعت میں آیت الکرسی تین بار اور چوتھی

رکعت میں سورۂ اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے۔ اس کے بعد آٹھ رکعت نماز ادا کرے جس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ والسماء والطارق آخرِ قرآن تک پڑھے۔[1]

صلوٰۃ السعادت کا بیان:

اس کے بعد چار رکعت صلوٰۃ السعادت ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص دس بار، دوسری رکعت میں بیس بار، تیسری رکعت میں تیس بار اور چوتھی رکعت میں چالیس بار پڑھے، سلام کے بعد ستّر بار ''یا وہاب'' کہے۔ اسے ''صلوٰۃ سعادت الدارین'' کہتے ہیں۔ بہت سے اکابر اور بزرگوں نے اس نماز کو باقاعدگی سے ادا کیا ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ سے منقول ہے کہ جو شخص یہ نماز ادا کرتا ہے یقیناً اسے دونوں جہانوں کی سعادت اور فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ وہ مخلوق سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ وہ جو حاجت حق تعالیٰ سے طلب کرتا ہے، پوری ہوجاتی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس کے بعد تین رکعت نمازِ وتر ادا کرے۔ بعض مشایخ نے نماز وتر ادا کرنے میں تاخیر کرکے پچھلے پہر ادا کی ہے کیوں کہ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ امّید کلّی رات کی بیداری پر منحصر ہوتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ نیند پر وتر کی تقدیم کا اہتمام کیا جائے (سونے سے پہلے وتر ادا کی جائے) اگرچہ اس کے برعکس بھی مشایخ کا معمول رہا ہے۔ (بہرحال) جب نمازِ وتر ادا کرے تو پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سبح اسم، دوسری رکعت میں الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص اور دعائے قنوت پڑھے۔ پھر سلام کے بعد تین بار کہے، **تَوَکَّلتُ علیَ الحییّ الذی لا یموتُ سبحان اللہِ والحمد للہِ رب العالمین** یعنی میں نے (اُس) زندہ پر توکل کیا جو نہیں مرے گا، اللہ پاک ہے۔ تعریف ہے اللہ کی جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ پھر سجدے میں گر جائے اور پانچ بار یہ کہے، **سبحان الملک القدّوس، سبّوح قدّوس ربّنا وربُّ الملائکۃ والروح** یعنی پاک ہے مَلِک قدوس، پاک ہے مقدس ہے، ہمارا پروردگار ہے اور ملائکہ اور جبریل کا پروردگار ہے۔

اس کے بعد سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور آیت الکرسی پڑھ کر پھر سجدے میں گر جائے اور سبوح قدوس آخر تک کہے۔

اس کے بعد دو رکعت نماز بیٹھ کر ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اذا زلزلت اور دوسری رکعت میں الھٰکم التکاثر پڑھے۔ سلام کے بعد تین بار کہے۔

یَفعلُ اللہُ ما یشاءُ بقدر تہٖ ویحکم مایریدُ بعزّتہٖ ترجمہ: اللہ اپنی قدرت اور حکم سے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے اپنی عزت کے ساتھ (کرتا ہے)

---

[1] مطبوعہ نسخے میں (صفحہ ۲۲۳) اس امر کی کوئی تفصیل نہیں دی گئی ہے کہ یہ آٹھ رکعتیں کتنے سلام کے ساتھ پڑھی جائیں اصل عبارت یہ ہے، ''بعد ازاں ہشت رکعت نماز بگزارد، بخواند در ہر رکعتے بعد از فاتحہ والسماء والطارق تا آخرِ قرآن''

ظہر کی نماز کے بعد سورۂ نوح پڑھے۔[1] نماز فجر کے بعد سورۂ یاسین، نماز عصر کے بعد اِنّا فتحنا، نماز مغرب کے بعد اذا وقعت الواقعہ اور نماز عشا کے بعد سورۃ الملک پڑھے۔ اس کے بعد بیٹھے اور سو بار سورۂ اخلاص اور سو بار درود شریف پڑھے۔ یہ کم سے کم (شغل) ہے۔ اگر ہو سکے تو زیادہ بھی پڑھ سکتا ہے۔ ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص اور ہزار بار درود شریف پڑھے۔ اس کی بہت زیادہ فضیلت اور بے شمار ثواب ہے۔

نمازِ تہجد اور اس کے فضائل کا ذکر:

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ گروہ صوفیہ اور زمرۂ علیہ کے نزدیک سب سے بہتر نوافل اور خوب ترین شغل، تہجد کی نماز ہے۔ تمام مشائخ اور علما نے اس نیک وقت اور پاکیزہ ساعت کے فوائد حاصل کیے ہیں۔ اسے سعادتِ دارین اور عبادتِ کونین کا سبب جانا ہے۔

کما قال علیه السلام، رکعتان یر کعهما البعد فی جوف اللّیل الاخیر خیر من الدنیا وما فیها ولولا ان اشق علیٰ اُمَّتِی لفرضتها علیهم (ترجمہ: جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، بندہ جو رات کے آخری حصے میں دو رکعت نماز پڑھتا ہے دنیا اور مافیھا سے بہتر ہے۔ اگر یہ نماز میری امّت پر سخت نہ ہوتی تو میں یہ دو رکعت ان پر فرض کر دیتا) اس حدیث پاک کی روشنی میں کون سی عبادت اس سے بہتر ہوگی کہ ایک شخص واضح شرف پاتا ہے۔

اس متبرک سعادت کی نفاست اور وقتِ منورہ کی کیفیت اس آیتِ کریمہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ وَمِنَ اللَّیلِ فَتَھجَّدْ بِہٖ نَافِلَةً لَّکَ[2] (اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیں جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔)

مشائخ کی ایک جماعت نے تہجد کی نماز کو واجب اور دوسری جماعت نے فرض کہا ہے۔

قال بعضهم مستحبه ولیس بفریضة ولیس بسنةّ قال علیه السلام خصوصیة بصلوٰۃ اللیل من اللّیل فسبحه فی هٰذ التسبیح ثلثه اقاویل ومِن جملتها ثلث اللیل الا خیر ولا یکون التهجد اِلا بعد النوم، (ان میں سے بعض نے فرمایا ہے یہ (صرف) مستحب ہے۔ نہ فرض ہے نہ سنت۔ ''حضور علیہ السلام نے فرمایا، رات میں سے اس نمازِ شب کی خصوصیت ہے، پس اس کی تسبیح کر'' تین قول ہیں، اُن میں سے ایک قول رات کے اخیر کا تہائی حصہ ہے نیز تہجد نہیں ہوتی مگر سونے کے بعد۔)

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ نمازِ تہجّد اللہ تعالیٰ کی محبت کی کنجی ہے۔ یہ صدیقوں کا نورِ نظر ہے یہ فرائض میں کمی

---

[1] مطبوعہ نسخے میں (صفحہ ۲۲۳) غالباً سہوِ کتابت کے باعث نماز ظہر کا ذکر سب سے پہلے تحریر ہوا ہے۔ دن اور رات کے اعتبار سے فرض نمازوں کی ترتیب یہ ہونی چاہیے۔ پہلے فجر، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب اور پھر عشا۔ مطبوعہ نسخے میں سب سے پہلے ظہر نقل کی گئی ہے اس کے بعد باقی نمازوں کی ترتیب صحیح ہے اس لیے جیسا کہ عرض کیا گیا یہ سہو کتابت معلوم ہوتی ہے۔ مترجم

[2] پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۹۔

ہوجانے کی تلافی کرتی ہے، یہ صالحین کے آداب میں سے ہے۔ یہ جسمانی تکالیف کو دور کرتی ہے، عارفوں کے نشاط کو بڑھاتی ہے۔ محبت کے باعث انفاس میں شگفتگی پیدا کرتی ہے۔ عیبوں کا ہنر آراستہ کرنے والی ہے۔ تمام عبادتوں کی جامع اور مصیبتوں کو دور کرنے والی ہے۔ نیکوں کے دلوں کو سرور بخشنے والی اور آزادوں کی جانوں کا پرچم ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ نمازِ تہجّد صبح کی بیداری کا سبب اور پیکر دلداری کی کان ہے۔ سعادتِ صبح کی مراد پانے اور حسنات وسروری قبول کرنے کا یہی وقت ہوتا ہے کیوں کہ روایات میں آیا ہے کہ آدھی رات گزرجاتی ہے اور پچھلا پہر شروع ہوتا ہے تو ملائکہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتے ہیں اور عالم پست واعلیٰ میں منادی کرتے ہیں کہ:

''ہے کوئی جو اس وقت اپنی مدد کے لیے درخواست درگاہ عالی اور بارگاہِ متعالی میں پہنچانا چاہتا ہے اور دنیاوی حاجات ونفسانی مرادات کی عرض داشت، اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہتا ہے اور ہر دلی مدعا کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنا چاہتا ہے یا جو اس وقت کی سعادت پانا چاہتا ہے، اس کی تمام مرادیں پوری ہوں گی۔''

رات کے پچھلے پہر جاگنے کی فضیلت کا بیان

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے، رات کے پچھلے پہر جاگنے کا اس قدر فائدہ ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ میں مشغول ہو تب بھی فیض سے محروم نہ رہے گا، اس سے اندازہ لگائیں کہ اس وقت میں عبادت، مراقبہ اور حضوری کا کس قدر ثواب حاصل ہوگا۔ (یہ فرمانے کے بعد سلطان محمود کا واقعہ بیان فرمایا)

بیان کرتے ہیں کہ سلطان محمود سبکتگین کا یہ معمول اور دستور تھا کہ رات کو قلندروں اور اسی طرح کے لوگوں کا بھیس بدل کر شہر کا گشت کیا کرتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اہل شہر کے حالات معلوم کرے۔ اتفاق سے ایک رات دو تین جواریوں کو دیکھا، انھیں قید خانے بھجوانے کا حکم دیا۔ صبح اس کے پیٹ میں سخت درد اٹھا محمود نے اپنی کیفیت وزیر سے بیان کی۔ وزیر نے کہا خدا نہ کرے کہ آپ نے کسی شخص کو رنج پہنچایا ہو۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے کسی شخص کو نہیں ستایا البتہ احکامِ شریعت کے مطابق کل دو تین آدمیوں کو پکڑ کر قید خانے بھجوایا تھا۔ وزیر نے پوری صورتِ حال دریافت کی تو سلطان نے شبِ گزشتہ کا واقعہ بیان کیا وزیر نے اُن قیدیوں کو رہا کرنے کی گزارش کی۔ قیدیوں کے رہا ہوتے ہی سلطان کی تکلیف جاتی رہی اور پوری طرح صحت مند ہوگیا۔ (یہ قصہ بیان فرمانے کے بعد) فرمایا، سبحان اللہ رات کا پچھلا پہر بھی کیا وقت ہے کہ گناہ موجبِ کرم اور باعثِ احترام ہوجاتا ہے۔

ابیات

طرفہ زمانے است دمِ صبح گاہ[1]
ہم دروغش خوش بود وہم گناہ[2]

(ترجمہ) صبح کا وقت بھی عجیب وقت ہے کہ اس وقت کا جھوٹ بھی اور گناہ بھی اچھا ہوتا ہے۔

آں کہ دے یافتہ وقتِ سحر
کرد چو خورشید سر از دل بدر

(ترجمہ) جس شخص نے تھوڑی دیر کے لیے صبح کا وقت پایا تو آفتاب کی مانند (صبح نے) دل سے سر نکالا۔

جز بسعادت از آرد قدم
فاتحۂ راز بود صبح دم

(ترجمہ) اس شخص کا قدم صرف سعادتِ ازلی کے ساتھ اٹھتا ہے۔ صبح کے وقت رازِ حقیقت منکشف ہوتا ہے۔

صبح دم خیز عزارِ نیاز
بردرِ دل راے دل وجاں نواز

(ترجمہ) نیازمندی کے رخسار کو صبح کے وقت بیدار کر۔ دل کے دروازے پر جان اور دل نواز نے والے کو لے آ۔

مال باخلاص بگو اے خداے
راہ سوے منظر عرفاں نماے

(ترجمہ) پھر خلوص کے ساتھ عرض کر، اے خدا (مجھے) معرفت کے منظر کا راستہ دکھا دے

گوہرِ بحرِ صدفِ صبح دم
خیز بکف آرِ دُرراز ندم

(ترجمہ) صبح کا وقت سمندر کے موتی کی سیپی ہے۔ صبح بیدار ہو اور اپنی ندامت کا اظہار کر کے موتیوں کو حاصل کر لے۔

ساغرِ توحید شرابِ سحر
ہر کہ خورد دارد عرفاں اثر

(ترجمہ) جس نے توحید کے جام سے معرفت کی شراب پی۔ اس نے معرفت کا اثر حاصل کرلیا۔

اکابر سے منقول ہے کہ فرشتوں کے گروہ سحر خیز لوگوں اور عشرت اندوزوں پر رحمت نثار کرتے ہیں اور نیند کے ماتوں کا حصہ نباتات پر چھڑکتے ہیں تاکہ تازگی اور ہریالی حاصل کریں۔

---

[1] مطبوعہ نسخے (صفحہ ۲۲۵) کی اس املا کے مطابق مصرع بے وزن ہوگیا ہے، ''طرفہ زمانیست دم صبح گاہ'' ہونا چاہیے۔

[2] مطبوعہ نسخے (صفحہ ۲۲۵) کا دوسرا مصرعہ بھی وزن و بحر سے خارج ہے۔

روایتوں میں ہے کہ رات کے پچھلے پہر کی بیداری کا ثواب اس قدر زیادہ ہے کہ اگر اسے تفصیل سے بیان کیا جائے تو کوئی شخص کامل طور پر بیان نہیں کرسکتا۔ سوائے سعادت مند شخص کے کوئی اور اس سعادت سے بہرہ مند نہیں ہوسکتا۔ اس سعادت کے علاوہ بھی رات کے پچھلے پہر جاگنے کا فائدہ ہے اگر چہ ایک گھڑی کے لیے بکری کے بچے کے لیے گھاس توڑنا ہی ہو۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے، مجھے جو دینی سعادت اور یقینی افادت عطا ہوئی ہے تمام کی تمام رات کے پچھلے پہر جاگنے کی برکت سے عطا ہوئی۔ اس نعمت کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو العباس (خضرؑ) نے واضح طور اس کا مشاہدہ کرایا۔ (چنانچہ) طالبِ صادق کو چاہیے کہ روزانہ (صبح کو) بیدار ہوتا کہ صدق، حفاظت، تقویٰ اور اس طرح کی دوسری خوبیوں سے جو اوصاف حمیدہ ہیں، متصف ہوجائے نیز سحر خیزی کی توفیق حاصل ہو۔ دوپہر کا قیلولہ بھی مفید ہوتا ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ مدد گار ہوجائے اور وہ خواب محرومی سے بیدار ہوجائے اسے چاہیے کہ صبح ہونے سے پہلے چھ سلام کے ساتھ بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں اٰمن الرسول آخرِ سورہ تک پڑھے۔ اس کے بعد صبح ہونے تک تلاوت میں مشغول رہے، بہتر یہ ہے کہ جہری ذکر میں یا مراقبہ میں مشغول رہے۔ مبتدی کے لیے ذکر جہر کرنا بہتر ہے۔

نیند کے اوقات کا بیان:

نیند کے اوقات کا ذکر آ گیا۔

یکره النَّوم فی اوّل النهار وبینِ العصر والمغرب واستحب النوم فی وسط النهار۔ وروی عن ابن عباس رضی الله عنه۔ انّهٗ نظر الیٰ بعض ولدهٗ وهونائم وقت الصبح، فرکضه برجله، وقالَ قم لا نام الله عینیک اتنام فی الساعة الَّتی، نقسم فیها الرزق، ما علمة انَّها النَّوم الَّتی قال العرب بکرهیة کمثل مهربة منسار الحاجةثم قال النّوم ثلثة، حرق،

ترجمہ: اوّل روز میں سونا مکروہ ہے، اور عصر و مغرب کے درمیان سونا بھی مکروہ ہے، (البتہ) دوپہر کے وقت سونا مستحب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے کسی بیٹے کو صبح کیوقت سوتا ہوا دیکھا پس اسے ٹھوکر لگائی اور فرمایا، خبر دار! تیری آنکھیں سوتی رہیں تو ایسے وقت (سونا) چاہتا ہے جب رزق تقسیم ہوتے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا، یہ نیند ایسی نیند ہے جس کے لیے عرب کراہیت سے حاجت کے لشکر سے فرار ہونے کی مانند کہتے ہیں۔ پھر فرمایا

حمیق، وحق فاما الحق فنوم الھاجرۃ واما الحمیق فنوم الصبح واما الحرق فنوم النھار ولاینا مھا الا حراق اواحمق او سکران او مریض وقد ذکر وعید نائم الصبح۔

نیند تین طرح کی ہوتی ہے۔حرق،حمیق اورحق۔ پس حق نیند دوپہر کی نیند ہے لیکن خوابِ حمیق صبح کی نیند ہے اور خواب حرق دن کی نیند ہے اورنہیں سوتا ان اوقات میں مگر یہ کہ وہ جلا ہوا یا نادان یا مخمور یا مریض ہے۔ تحقیق صبح کے وقت سونے والے کی سزا کا ذکر (بھی) کیا۔

آٹھواں شرف ماہِ محرم کا بیان:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام محرّم کا نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا فرماتے تھے۔

مرحبا بالسَّنة الجدید والشھرِ الجدید والیوم الجدید والساعة الجدید مرحبا بالکاتبین الشَّاھدین اکتبا فی صحیفتی، بسم الله الرَّحمٰن الرحیم اشھدُاَن لاّ الٰهَ الِاّ اللهُ وحدهٗ لاشریک لهٗ واشھدُ اَنَّ محمّداً عبدهٗ ورسولُهٗ واَنَّ الجنَّةَ حَقٌ والنَّار حقٌ واَنَّ الساعة اٰتية لاریب فیھا واَنَّ اللهَ یبعثُ مَن فی القبور

ترجمہ: مرحبا نئے سال نئے چاند، نئے دن اورنئی ساعت کے ساتھ۔ مرحبا لکھنے والے شاہدین کے ساتھ جو میری کتاب میں لکھتے ہیں۔ اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں بے شک سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں بے شک جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔ بے شک قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو دوبارہ اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

ماہ محرّم کی پہلی رات:

ماہِ محرّم کی پہلی شب میں چھ رکعت تین سلام کے ساتھ ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص اور تین بار سبحان الملک القدوس پڑھے۔ اس کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ پھر محرم کے مہینے کی ہر شب سو بار پڑھے۔

لا الٰهَ اِلّا اللهُ وحدهٗ لا شریک لَهٗ، لَهٗ الملک ولهٗ الحمد، یُحیی ویُمیت وھو حیٌّ لا یموتُ ابداً ذوالجلال والاکرام،

یعنی سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ملک اسی کا ہے،تعریف اسی کے لیے ہے۔ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے اورنہیں

اللّٰھم لا مانع لِما اعطیتَ ولا معطِیَ لِما منعتَ ولا ینفعُ ذالجَدِّمِنک الجدُ

مرے گا۔ صاحب جلال اور اکرام ہے۔ اے اللہ اس چیز کا جو تونے دی کوئی مانع نہیں ہے اور جس چیز کو تونے روک دیا اسے کوئی نہیں دے سکتا اور صاحب دولت کو تجھ سے بے نیاز ہونا کوئی نفع نہیں دیتا۔

یہی نماز ماہِ محرّم کی ابتدا میں ادا کرے۔

شبِ عاشور کا بیان:

شبِ عاشورہ میں سو رکعت نماز پڑھے۔ صبح چار رکعت ادا کرے، اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار آیۃ الکرسی اور پندرہ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس کا بے اندازہ ثواب ہے۔ اگر طبیعت کھل جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے صلوٰۃ العمر ادا کرے جیسا کہ کتاب ''مونس الفقرا'' میں تحریر کیا گیا ہے، اگر یہ نماز پڑھی جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوگا، اور کتاب ''قوّۃ القواء'' میں تحریر کیا گیا ہے کہ پورے سال کو زندہ رکھنے کے لیے صوفیہ کا معمول رہا ہے کہ تیرہ راتیں بیدار رہتے ہیں۔ ماہِ رمضان کی آخری پانچ طاق راتیں اور آٹھ دوسری راتیں (ان کی ترتیب یہ ہے) ماہِ محرم کی پہلی رات اور عاشورے کی رات، ماہ رجب کی پہلی ، پندرھویں اور ستّائیسویں رات، جو صحیح روایت کے مطابق شبِ معراج ہے پھر شبِ برات اور عیدین کی دو راتیں۔ اسی طرح دنوں میں سترہ دن روزہ رکھتے ہیں۔ عاشورے کا دن، عرفے کا دن، پندرہ شعبان، جمعہ اور عید (میلاد) کا دن،[1] ایام معلومات یعنی عید الاضحٰی کے پہلے نو دن، ایام معدودات یعنی عید الاضحیٰ کے بعد تین دن۔ اگر کوئی شخص عاشورے کا روزہ رکھنا چاہتا ہے تو اسے نو اور گیارہ محرم کا روزہ بھی رکھنا چاہیے تا کہ یہود سے مخالفت ہوجائے۔ اس طرح عمل کیا جائے تو پورے سال روزے رکھے گئے ہوں گے۔

اگر ہو سکے تو عشرۂ عاشورا کا روزہ رکھے کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہونے سے قبل پہلی امّتوں پر یوم عاشور کا روزہ رکھنا فرض تھا۔

دعاؤں کے ساتھ صلوٰۃ عاشورہ کا بیان:

جب آفتاب بلند ہو تو دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں

---

[1] مطبوعہ نسخے میں (صفحہ ۲۲۶) یہ عبارت نقل کی گئی ہے،'' واز روز ہاہفدہ روز، روزہ دارد۔ روز عرفہ، روز عاشور پانزدہم شعبان وروز جمعہ وعید وایام معلومات وآں عشر ذی‌الحجہ ست وایام معدودات وآں ایام تشریق است سہ روز پس عیدالضحیٰ'' اس فارسی عبارت سے قطعی واضح نہیں ہوتا کہ ''روز جمعہ'' سے کون جمعے کا دن مراد ہے دوسرے روز عید کے روزے سے زیادہ الجھن پیدا ہوتی ہے۔ بہر حال احقر مترجم نے اصل عبارت کا ترجمہ کر دیا ہے۔ اصل عبارت اور ترجمہ قارئین کے پیش نظر ہیں۔ اگر مذکورہ دو دنوں روزوں کو عبارت سے خذف کیا جائے تو سترہ دن پورے نہیں ہوتے اور پندرہ دن رہ جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

لوانز لناھٰذا القرآن آخر تک پڑھے۔ اگر اسے یاد نہ ہو تو سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے،

یا اوّلَ الاوّلین یا اٰخر الاٰخرینِ لا اِلٰہَ اِلّا انتَ خلقتَ اوّل ما خلقتَ فی ھٰذا الیوم تخلُق اٰخرھما تخلُق فی ھٰذا الیوم اعطنی فیہ خیرہ ما اولیت فیہ انبیائکَ وَاَصفیائکَ من ثواب البلایا وَاشرُفَ ما اعتیتھم فیہِ من الکرامہ بحق محمد علیہ السلام۔

ترجمہ: اے اوّلِ اوّلین اور آخرِ آخرین! تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تونے پیدا کی پہلے جو چیز کہ تونے پیدا کی اِس دن تک۔ تونے تخلیق کی آخر جو چیز کہ تخلیق کی اس دن تک۔ مجھے اس خیر والے دن ایسی چیز عطا فرما جو تونے اپنے نبیوں اور اپنے منتخب بندوں کو عنایت فرمائی ثوابِ بلا سے اور تقسیم فرما وہ چیز جو تونے کرامت میں سے ان کو عنایت فرمائی بحق محمد علیہ السلام۔

یوم عاشور کا بیان اور مشائخ کے معمولات:

عاشورے کے دن غسل کرے اور تین بار سر پر پانی ڈالے اور کہے:

حَسبیَ اللّٰہ لا اِلٰہَ اِلاَّ ھُو نعِم الوُکیل نِعمَ المَولیٰ وَ نِعُمَ النَّصِیر وَ اَشھَدُ اَن لاّ اِلٰہَ اِلّا اللہُ وحدہٗ لا شریکَ لہٗ لہُ الملک ولہُ الحمد یحیی ویمیت وھُوَ حییٌّ لا یموت بیدہ الخیرو ھو علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیر۔

ترجمہ: مجھے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بہتر کارساز ہے وہ بہتر مولیٰ اور مددگار ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں بے شک خدائے یکتا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ملک اس کا ہے۔ وہ زندہ ہے نہیں مرتا ہے۔ بھلائی اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ اس بندے کو اُس سال تمام مصائب اور آفات سے محفوظ رکھے گا۔

روزِ عاشورہ کے دوسرے اعمال صلوٰۃ الخصمان کا بیان:

چار رکعت صلوٰۃ الخصمان جسے دشمنوں کی خوشنودی کہتے ہیں پڑھے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بارہ اور دوسری رکعت میں الکافرون تین بار اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے، تیسری رکعت میں الھٰکم التکاثر ایک بار اور سورۂ اخلاص گیارہ بار اور چوتھی رکعت میں آیت الکرسی تین بار اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔ جو شخص یہ نماز ادا کرے بہت زیادہ ثواب پائے گا اور اس کے دشمن اس سے راضی ہوجائیں گے۔ اپنے دشمنوں کی خوشنودی اپنی بڑی کامیابی خیال

کرے۔ آخرت میں اس کی جزا مشغولیت کے اعمال کے ساتھ ملے گی اور وہ ابدال کی حیثیت سے (بارہ گاہِ الٰہی میں) قبول ہوگا۔[۱]

صلوٰۃ الخصمان کے بعد چاروں قل تین تین بار پڑھے۔ پھر کہے۔سبحان الله والحمد الله تین بار، اللّٰھم اغفرلی ولوالدی کماربیانی صغیرا تین بار، اللّٰھم اغفرلی والمؤمنین والمؤمنات ایک بار اس کے بعد استغفار چارسوبار۔

مشائخ نے یہ نماز، ترویہ(آٹھ ذی الحج)، عرفہ(۱۳ شعبان یا ۹ ذی الحج)، عید الضحیٰ، پندرہ شعبان اور ماہِ رمضان کے آخری جمعے میں ادا کی ہے اور اس کے بارے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

مشائخ نیز علما وصلحا اپنے معلومات کے علاوہ عاشورے کے روز یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں جیسا کہ فاضل نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

علیکم یوم عاشورا قومی
بان یا تو العشرمن خصال

ترجمہ: اے میری قوم! عاشورے کے دن لازم کرلو اس بات کو کہ دس خصلتوں کا اظہار کرو۔

بصوم وصلوٰۃ ومسح ایدی
علیٰ راس الیتامیٰ واغتسال

ترجمہ: (۱)روزہ، (۲)نماز، (۳) یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنا، (۴)غسل کرنا۔

وصلح والعیادۃ للعلیل
و توسیع اطعام علی العیال

ترجمہ: (۵)صلح کرنا (۶)بیمار کی عیادت کرنا، (۷) کنبے کے لیے کھانے (کا دسترخوان) وسیع کرنا۔

وثامنھا زیارۃ عالمیکم
وتاسعھا الدعامع اکتحال

ترجمہ: (۸) آٹھویں خصلت عالم کی زیارت، (۹) نویں دعا کرنا اور (۱۰) آنکھوں میں سرمہ لگانا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشرق ومغرب کے تمام اکابر جن سے ہم نے ملاقات کی ہے ان پر عمل کرتے تھے۔ تمام مشائخ کے اوراد سے منقول ہے کہ جو شخص عاشورے کے روز یہ دعا پڑھے اس کی عمر دراز ہوتی ہے، جس سال اس کی

---

[۱] وظائف اشرفی مطبوعہ کراچی شائع کردہ جناب شیخ ہاشم رضا صاحب ص ۶۵ پر یہ ترتیب برعکس ہے یعنی چوتھی رکعت کے بجائے آیۃ الکرسی پہلی رکعت میں تین بار اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔

موت واقع ہوتی ہے، اس سال اسے یہ دُعا پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، چناں چہ آپ نے تمام اصحاب واحباب اور اولاد واحفادکو روزِ عاشور طلب کرکے یہ دعا پڑھنے کا حکم فرمایا، دعا یہ ہے:

سبحان اللهِ الملأ الميزانِ ومنتهى العلم ومَبلَغ الرِّ ضاوزنةَ العرش وَلا مُلجاء ولا مَنجا مِن الله اِلّا اِليهِ، سبحان اللهِ عدد الشفع والوترو عدد كلمات اللهِ التّٰامّاتِ واسالُهُ السلامةِ برحمته ولا حول ولا قوة اِلّا باللهِ العليِ العظيم[1] وصلّى الله علىٰ خير خلقه محّمدٍ وَّالهِ اجمعين۔

میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں، میزان کے غلبے کے ساتھ اورعلم کی انتہا، رضا کی حد اورعرش کے وزن کے ساتھ۔ کوئی ملجا اور پناہ نہیں اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی طرف۔ ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جفت وطاق عدد میں اور اللہ کے تمام کلمات کے عدد کے ساتھ۔ ہم اس سے اس کی سلامتی و رحمت کا سوال کرتے ہیں اور گناہ سے رُکنا اور طاعت کی قوت ہونا اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے اپنی بہترین مخلوق محمّد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تمام آل پر۔

حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر اور ان کے مصائب کی یاد میں گریہ کرنا۔

یوم عاشور کے دیگر اعمال:

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے، اگر چہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور قتل کا قصّہ صحیح روایات اورصریح معقولات کی تصحیح کے ساتھ پیوستہ ہے لیکن کتاب کی ضخامت میں اضافہ ہوجانے کے باعث اس مجموعے میں بیان نہیں کیا گیا۔

شہادت کا واقعہ کثیر مجمعے میں بیان کرنا ممنوع ہے، البتہّ رسول علیہ السلام کے نور چشموں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر گوشوں اور ان کی جماعت رضی اللہ عنہم کو جو تکلیف[2] برداشت کرنا پڑی اس کا مختصر بیان ذکر شہادت میں کرنا جو اہل دل کے درد اورمقبولوں کے روحانی سرور وراحت کا سبب ہے،ثواب سے خالی نہیں ہے[3] جیسا کہ بعض احادیث اور آثار کی

---

[1] وظائف اشرفی ص ۶۴ پر یہاں سے وَهُوَ حَسْبَى اللّٰهُ وَ نِعْمَ الوَكِيلُ نِعْمَ المَولىٰ وَ نِعْمَ النَّصِيرُ تک شامل دعا ہے۔

[2] اس جملے کے بعد اصل فارسی عبارت یہ ہے ''از جہت استماع نوع ارازلہ نور دیدگانِ رسول وجگر گوشگانِ بتول و جماعہ رضی اللہ عنہم'' اس عبارت میں لفظ ''ارازلہ'' کے معنی لغتوں میں تلاش کیے گئے لیکن متعدد لغات میں یہ لفظ سرے سے موجود نہیں ہے۔ قیاس ہے کہ یہ ''آزارکہ'' ہے یعنی جو تکلیف۔ اسی قیاسی تصیح کی بنا پر ''جو تکلیف'' کیا گیا ہے۔ احقر مترجم

[3] یہ طویل عبارت عربی میں ہے۔ احقر مترجم نے اس پوری عبارت کو نقل کرنے کے بجائے اس کے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخے کے صفحات ۲۲۸اور ۲۲۹

شرح میں وارد ہوا ہے کہ روزِ عاشور اور اس کی رات میں جو شخص رویا اور اس کی آنکھوں سے خوفِ خدا کے سبب آنسو جاری ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عاجزی کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اہل مشرق ومغرب کی عبادت کا ایک حصہ نصیب فرمائے گا۔ جس نے عاشورے کے دن اپنے بھائی سے مصافحہ کیا اس سے روحانیاں اور فرشتے اپنی قبر سے اٹھنے تک مصافحہ کریں گے۔ جس شخص نے عاشورے کے دن اپنے مومن بھائی کا اکرام کیا اور اسے خوشبو دی اللہ تعالیٰ اس دن اس پر کرم فرمائے گا اور اس کی قبر میں جنت کی خوشبو رکھنے کا اکرام کرے گا۔ جو شخص عاشورے کے روز کسی عالم کی زیارت کرے گا وہ زیارت مہاجرین وانصار کے ثواب کی مثل ہوگی اور اُس سال اس کے لیے نیکی کے دو فرشتے اسی کی مثل لکھیں گے۔

عاشورے کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت کا بیان:

حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر مومن اللہ کی راہ میں روئے زمین پر مال خرچ کرے تو اسے (اس قدر) بزرگی حاصل نہ ہوگی جس قدر کوئی عاشورے کے روز روزہ رکھے۔ اس کے لیے جنّت کے آٹھ دروازے کھل جائیں گے، وہ جس دروازے سے داخل ہونا پسند کرے گا داخل ہوگا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص عاشورے کے دن روزہ رکھے پس شب وروز کی ساعتوں میں ہر ساعت اللہ تعالیٰ اُن ساعتوں کی ہر ساعت کے بدلے اس پر سات لاکھ فرشتے نازل فرمائے گا جو قیامت تک دعا اور استغفار کریں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ کی آٹھ جنتیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہر بہشت میں سات لاکھ فرشتے مقرر کرے گا کہ (عاشورے کے روزے دار کے لیے) روزہ رکھنے کے دن سے اس بندے اور بندی کی موت تک محلات اور شہر تعمیر کرے، درخت اُگائیں، نہریں جاری کریں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے عاشورے کے دن کا روزہ رکھا، اس کا اجر توریت، انجیل، زبور اور قرآن میں جتنے حرف ہیں ان کی تعداد کے مطابق ہر حرف پر بیس نیکیاں ہوں گی۔ جس شخص نے عاشورے کے دن کا روزہ رکھا اسے ایک ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے عاشورے کے دن کا روزہ رکھا خاموشی اور سکوت میں وہ روزہ اس کے اُس سال کے گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہوگا، اور جو شخص کامل قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ دو رکعت نماز خضوع سے پڑھے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس بندے کی جزا کیا ہونی چاہیے، پس فرشتے عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ تو ہی خوب جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اس کے حساب میں ہزار ہزار نیکیاں لکھی جائیں اور ہزار ہزار بدی مٹادی جائیں۔ اس کا رتبہ ہزار ہزار درجے بلند کیا جائے۔ ہم نے اپنی بزرگی کے ہزار ہزار دروازے کھول دیے ہیں جو اس پر کبھی بند نہ کئے جائیں۔

یومِ عاشور کی دعا کا بیان:

عاشورے کے دن اِن دس باتوں کا خیال رکھے۔ غسل، نماز، روزہ، سرمہ، یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا، دشمنوں سے صلح، عیال کے لیے کھانے کی وسعت، مقبروں کی زیارت، مریض کی عیادت اور دعائے شب۔ روایت ہے کہ جو مومن اس دعا کو عاشورے کے دن پڑھے وہ (عاشورے سے) عاشورے تک زندہ رہے گا

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

"سبحان اللہِ الملأ المیزانِ منتھی العلم ومَبلَغ الرِّضَاوزنۃ العرشِ لا مَلجاء ولا مَنجأمِن اللہ اِلاّ اِلیہِ، سبحان اللہ عدد الشفع والوترو عدد کلمات اللہِ التّامّاتِ واسالَہُ السلامۃِ برحمتہ ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللہِ العلیِ العظیم وصلّی اللہ علیٰ خیر خلقہ محّمدٍ وَّالہٖ اجمعین

ترجمہ: "میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں، میزان کے غلبے کے ساتھ اورعلم کی انتہا، رضا کی حد اورعرش کے وزن کے ساتھ۔ کوئی ملجا اور پناہ نہیں اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی طرف۔ ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جفت وطاق عدد میں اور اللہ کے تمام کلمات کے عدد کے ساتھ۔ ہم اس سے اس کی سلامتی اور رحمت کا سوال کرتے ہیں اور گناہ سے رُکنا اور طاعت کی قوت ہونا اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے اپنی بہترین مخلوق محمّد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تمام آل پر۔

اس کے بعد دس بار درود شریف پڑھے اور یہ دعا مانگے:

بسم اللہ الرحمن الرَّحیم

یا فارِجَ کرب ذی النونِ یوم عاشوراً ویاجامع شملِ یعقوب یوم عاشوراؤیا سامع دعوۃ موسیٰ وھارونَ یوم عاشوراء یا رحمٰن الدنیا والاٰخرۃ ورحیمھما صلِّ علیٰ محمّد والِ محمّد وسلّم وصَلّ علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین واقض حاجاتنا فی الدنیا والاٰخرۃ وطول عمرنا برحمتک یا ارحم الرّاحمین

ترجمہ: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے عاشورے کے روز ذوالنون علیہ السلام پر سختی آسان کرنے والے، اے عاشورے کے روز یعقوب علیہ السلام کے بکھرے ہوئے معاملے کو جمع کرنے والے، اے عاشورے کے دن موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی پکار سننے والے اور اے دنیا وآخرت کے رحمان ورحیم محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کی آل پر رحمت فرما اور تمام انبیا اور مرسلین پر رحمت بھیج۔ دنیا اور آخرت میں ہماری حاجتیں پوری فرما اور اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے ہماری عمر دراز کر۔

دورکعت نماز برائے ایصالِ ثواب اور دورکعت نفل سنت امیر المومنین

ایسے ہی امیر المومنین امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کے لیے دو رکعت نماز ادا کرے اور دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد نو نو بار آیۃ الکرسی اور درود شریف پڑھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس روز دورکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور دوسری میں اذا جاء پچیس پچیس بار پڑھے۔

ایسے ہی جو شخص عاشورے کے روز حاجت کے لیے یہ دعا مانگے اس کی حاجت پوری ہوگی۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰھی بحرمت الحسین واخیہ وامّہ وابیہ وجدّہ و بنیہ فرج عماانا فیہ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ اجمعین“

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے اللہ! حسینؓ، اُن کے بھائی، اُن کی والدہ اُن کے والد اور اُن کے نانا کی حرمت کے واسطے سے، میں جس حاجت میں ہوں وہ مجھ پر کھول دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بہترین خلایق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی تمام آل پر رحمت فرما۔

نواں شرف ماہ صفر کا بیان

اللہ تعالیٰ صفر کے مہینے کو تمام مسلمین اور مسلمات پر خیر اور فتح مندی کے ساتھ انجام فرمائے حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ گراں ترین وقت اور مشکل ترین زمانہ ماہ صفر ہوتا ہے۔ ایک روز حضور علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مکروہ صورت، سرکش رفتار اور سیاہ فطرت نمودار ہوا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ڈر گئے اور دولت خانے کی جانب روانہ ہوئے۔ صفر نے پیچھے سے عرض کیا، اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے پریشان نہ ہوں۔ میں ماہِ صفر ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری فطرت میں سخت بلائیں اور آفتیں ودیعت کی ہیں اور اُن کا تدارک یہ رکھا ہے کہ جو شخص عبادات، دعائیں اور وظائف کی پناہ میں چلا جاتا ہے وہ میرے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے سال میں دس مصائب وآلام نازل فرماتا ہے۔ ان میں سے ایک حصہ سال کے گیارہ مہینوں میں نازل ہوتا ہے اور نو حصے بلائیں صرف ماہ صفر میں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی ہم سب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بزرگ آل کے طفیل اس مہینے کے مصائب سے مامون ومحفوظ فرمائے۔ ماہِ صفر کی پہلی شب میں چھ رکعت نماز ادا کرے اور وہ دعائیں جو نئے چاند اور اس کی رات کے لیے مقرر کی گئی ہیں ان پر کاربند ہو اور یہ دعا بھی پڑھے۔

اَللھم صَلّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ عَبدک وَنبیک وَرسولک النَّبی الامّی وعلیٰ اٰله وبارک وسلم، اللھم انّی اَعوذبک مِن شرّ ھٰذا الشھر ومن کل شدة وبلاء وبلیة قدرتَ فِیه یا دھریا دیھوریا دیھار یا کان یا کینون یا کینان یا ازل یا ابد یا مبدئ یا معید یا ذالجلال والکرام یاذی العرش المجید انت تفعل ما ترید۔ اللھم احرس بعینک نفسی واھلی ومالی وولدی ودینی ودنیای مِن ھٰذہِ السَّنَة وَقنا مِن شرّما قضیتَ فیھا وَاَکرمنی فی الصّفر بِکرم النظر وَاختمه بسلامةٍ وَّ بسعادةٍ واَھلی وَاَولیائ وَاَقربائ وَجَمیع اُمة مُحمد علیه السَّلام

ترجمہ: اے اللہ اپنے بندے، اپنے نبی، اور اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی الامی ہیں رحمت فرما اور ان کی آل پر بھی۔ اے اللہ ان پر برکت اور سلامتی کر۔ اے اللہ بے شک میں تجھ سے اس ماہ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ہر اس سختی، بلا اور مصیبت سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو تو نے مقدر کردی ہے۔ اے ہمیشگی والے، اے موجد، اے دیہار اے کان، اے کینوں، اے کینان، اے ازل، اے ابد، اے ابتدا کرنے والے اے اعادہ کرنے والے، اے ذوالجلال والاکرام اے بزرگ عرش والے (خدا) تو ارادہ کرتا ہے عمل میں لاتا ہے، جو چاہے۔ اے اللہ! میرے نفس، میرے اہل، میری اولاد، میرے دین، میری دنیا پر اپنی چشمِ عنایت سے نگاہ رکھ۔ ہمیں اس چیز کے شر سے محفوظ فرما جو تو نے اس میں مقدر کردیا ہے۔ اور مجھے

یا ذالجلال والا کرام ابتلیتنی بصحتھا بحرمۃ الابرار والا خیار یا عزیز یا غفار یا کریم یا ستار برحمتک یا ارحم الراحمین۔

عزت دے ماہ صفر میں کرم کی نظر سے اسے سلامتی اور سعادت کے ساتھ انجام تک پہنچا۔ میرے اہل، میرے دوست، میرے اقربا اور محمد علیہ السلام کی تمام امت کو سلامتی اور سعادت سے ہم کنار فرما، اے ذوالجلال والا کرام۔(اے اللہ) نیکوں اور اخیار کی حرمت کے طفیل درستی سے آزمائش کر۔ یا عزیز یا غفار، یا کریم، یا ستّار اپنی رحمت سے اے رحم کرنے والوں میں سب سے رحم فرمانے والے۔

ماہ صفر کی پہلی شب کا بیان

(مذکورہ دعا) ماہِ صفر تمام ہونے تک پڑھے۔

ایسے ہی ماہ صفر کی پہلی رات کو نماز عشاء کے بعد اور نماز وتر سے قبل چار رکعت نماز ادا کرے اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الکافرون، دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص، تیسری میں سورۂ الفلق اور چوتھی میں والناس پڑھے۔ سلام کے بعد ستر بار درود شریف اور **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ اِلا باللہ العلی العظیم۔** (میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں، تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بزرگ و برتر ہے، گناہ سے باز آنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے) پڑھے تو تمام بلاؤں سے محفوظ رہے۔

ماہِ صفر کے آخری بدھ کو اشراق کے بعد غسل کرکے چار رکعت نماز ادا کرے اور اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد **انا اعطینا** سترہ بار، سورۂ اخلاص پانچ بار اور معوذتین ایک بار پڑھے۔ پورے سال اللہ تعالیٰ کی امان میں رہے گا۔ سات سلام (کاغذ پر) لکھے اور دھوکر پیے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(۱) سلام قولا من رب الرحیم۔ (۲) سلام علیٰ نوح فی العالمین۔ (۳) سلام علی ابراھیم انا کذالک نجزی المحسنین۔ (۴)سلام علی موسیٰ و ھٰرون ان کذالک نجزی المحسنین۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سلام ہوگا رب رحیم کا فرمایا ہوا۔ سلام ہو نوح پر جہاں والوں میں سلام ہو ابراہیم پر، بے شک نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ سلام ہو موسیٰؑ اور ہارونؑ پر بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

(۵) سلام علی الیاسین انا کذالک نجزی المحسنین (۶)سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین (۷)سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر۔[1]

سلام ہو الیاس پر بیشک ہم اسی طرح نیکو کو جزا دیتے ہیں اور سلام ہو تم پر تم بہت اچھے رہے اب جنت میں داخل ہوجاؤ اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے۔ وہ (رات) سلامتی ہے فجر طلوع ہونے تک۔

منقول ہے کہ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو سورۂ الم نشرح، والتین ،اذا جاء، سورۃ اخلاص اسّی (۸۰) بار پڑھے۔ وہ مہینہ ختم نہ ہوگا کہ غنی ہوجائے گا۔

دسواں شرف ماہ ربیع الاوّل کی نماز اور دعا کے ذکر میں

پہلی شب کو نماز مغرب کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد سو بار کہے۔ **اللھم صَلِّ علیٰ محمد وعلیٰ الٰ محمد وبارک وسلّم برحمتک یا ارحم الراحمین۔** یعنی اے اللہ محمد اور آلِ محمد پر رحمت فرما اور برکت وسلام کر اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

تیسری شب چار رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃً الکرسی، سورۂ طٰہٰ، یٰسین اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

ایضاً، بارہ ربیع اوّل کو تین سو ساٹھ بار سورۂ اخلاص پڑھے اس مہینے کی اکیس تاریخ کو دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ مزمّل پڑھے۔

گیارھواں شرف، ماہِ ربیع الثانی کا بیان

ربیع الثانی کے مہینے کی تیسری شب کو چار رکعت نماز ادا کرے۔ قرآن حکیم میں سے جو کچھ یاد ہے پڑھے۔ سلام کے بعد یا بدوح یا بدیع کہے۔ اس ماہ کی پندرہ کو چاشت کے بعد چودہ رکعتیں دو دو رکعت کر کے ادا کرے۔ اس نماز کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اقرا سات بار پڑھے۔

---

[1] یہ سات سلام قرآن حکیم کی مختلف سورتوں کی آیات سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، سورۂ یاسین ۵۸، الصافات ۷۹۔ ۱۰۹، ۱۱۰۔ ۱۲۰، ۱۳۰۔ ۱۳۱ سورۂ الزمر ۷۳، سورۂ قدر ۵۔

بارھواں شرف، ماہ جمادی الاولیٰ کا بیان

ماہ جمادی الاوّل کی پہلی شب میں دو رکعتیں ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ مزمّل پڑھے۔ پہلے دن چار رکعت نماز ادا کرے اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد اذا جاء سات بار پڑھے۔ تیسری شب میں دس سلام کے ساتھ بیس رکعت نماز ادا کرے اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ القدر دس دس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو صبح تک یہ تسبیح پڑھے۔

یَا عَظِیم تَعظَّمُت بِا العَظُمَةِ وَالعَظُمَةُ فِی العَظُمةِ عَظُمَتِکَ یَا عَظِیمُ۔

ترجمہ: اے عظیم! میں عظمت کی بدولت بزرگ ہوگیا۔ عظمت درعظمت تیری ہی ہے۔ اے عظیم۔

اس ماہ کی ستائیسویں شب کو آٹھ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ والضحیٰ پڑھے۔ سلام کے بعد سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح کہے۔[1]

تیرھواں شرف، ماہِ جمادی الثانی کی نماز اور دعا کا بیان

جمادی الثانی کی پہلی شب میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ سلام کے بعد استغفار کہے۔ دسویں روز چھ سلام کے ساتھ بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ لایلاف پڑھے۔ سلام کے بعد سورۂ یوسف پڑھے۔ اس سال کے اندر محتاجی اور آفاتِ زمانہ سے محفوظ رہے گا۔ اٹھائیسویں شب کو نماز مغرب کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے۔ سلام کے بعد یاسمعلونی کہے۔ لوگوں کی نگاہ میں عزیز تر ہوگا۔

چودھواں شرف، ماہِ رجب کا بیان

ماہِ رجب کی پہلی شب میں نماز مغرب کے بعد بیس رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھے اور پھر لا الٰہ اِلّا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ محمد رسول اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، محمد اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم) کہے اس کی بہت فضلیت ہے۔ ماہِ رجب میں دن میں غروبِ آفتاب کے وقت ایک بار کہے لاحول ولا قوۃ اِلَّا باللہ العظیم (گناہ سے باز رہنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے) اس کے چالیس سال کے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ رجب کی پہلی، پندرہ اور آخری تاریخ کو روزہ رکھے اور غسل کرے۔

ماہِ رجب میں بہت استغفار کرے۔ ماہِ رجب کا استغفار یہ ہے:

---

[1] ترجمہ: پاک ومقدس ہے پروردگار فرشتوں اور جبریل کا۔

استغفراللہ من ذنوبی کلھا، سرھا وجھرھا، صغیرھا وکبیرھا، قدیمھا وجدیدھا، اولھا واٰخرھا، ظاھرھا وباطنھا واتوب الیہ اللھم اغفرلی برحمتک۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں، وہ چھپے ہوئے ہوں اور آشکار ہوں، وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، وہ قدیم ہوں یا جدید ہوں وہ پہلے ہوں یا آخر ہوں، ظاہر ہوں یا باطن ہوں۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اے اللہ اپنی رحمت سے مجھے بخش دے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ حضرت عبدالرزاق کاشانی سے نقل فرماتے تھے جوشخص ماہ رجب میں تین ہزار بار یہ استغفار پڑھے وہ البتہ بخش دیا جائے گا۔ **استغفراللہ یا ذالجلال والاکرام من جمیع الذنوب والاٰثام** یعنی میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہوں، اے ذوالجلال والاکرام تمام گناہوں اور خطاؤں سے۔

پندرھواں شرف، لیلۃ الرغایب کا ذکر

پہلی جمعرات جو ماہِ رجب میں آئے اس دن روزہ رکھے۔ ماہِ رجب کی پہلی شب جمعہ میں نمازمغرب کے بعد چھ سلام کے ساتھ بارہ رکعت نماز پڑھے[1] اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد انا انزلنا تین بار اور سورۂ اخلاص بارہ بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو بیٹھ جائے اور ستر بار کہے **اللھم صَلّ علیٰ محمد النبی الامی وعلیٰ الہ** یعنی اے اللہ رحمت فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ نبی اُمی ہیں اور آپ کی آل پر بھی۔ اس کے بعد سجدہ کرے اور ستر بار کہے **سبوحُ قدوسُ ربّنا ورب الملائکۃ والروح** یعنی پاک ومقدس ہے ہمارا رب اور اور فرشتوں اور جبریل کا رب۔ پھر سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور ستر بار کہے، **رب اغفرو ارحم وتجاوز عما تعلم فانک انت العلی العظیم۔** (اے اللہ بخش دے اور رحم فرما اور تجاوز کر اس بات سے جسے تو جانتا ہے بے شک تو بلند بزرگ ہے) اس کے بعد سجدہ کرے اور سبوح قدوس آخر تک ستر بار کہے۔ پھر سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور حاجت طلب کرے۔ حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ جوشخص لیلۃ الرغائب کی نماز ادا کرے اس سال اسے موت نہ آئے گی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بعض مشائخ نے ''نماز خواجہ اویس قرنیؓ ادا کی ہے، اگر ہوسکے تو ضرور ادا کرے۔ اس نماز کی ترتیب مشہور ہے۔ (بزرگوں نے) ہر عشرے میں جب بھی توفیق نے ساتھ دیا اس نماز کو روا رکھا ہے۔

---

(۱) مطبوعہ نسخے میں یہاں (صفحہ ۲۳۲) پر سہو کتابت واقع ہوا ہے۔ اصل عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے،'' وشب آدینۂ اوّل ماہِ رجب بعد از نماز شام دواز دہ رکعت نماز پیشیں بشش سلام بگذارد'' نماز شام مغرب کی نماز اور نماز پیشیں نماز ظہر کو کہتے ہیں۔ ''نماز پیشیں'' کے الفاظ سہواً نقل ہوگئے ہیں۔ یہ بارہ رکعتوں کی نماز ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ میں ادا ہوتی ہے تو نماز مغرب کے بعد ادا ہونی چاہیے اس لیے احقر مترجم نے اپنے ترجمے میں نمازِ پیشیں کے الفاظ، حذف کردیے ہیں)

پندرھویں روز، مدد چاہنے کے لیے، اشراق کے بعد دو دو رکعت کی پچاس رکعت نماز پڑھے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور پندرہ رمضان کے روز بھی یہ نماز ادا کرے اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ دعائے استفتاح (مدد چاہنے کی دعا) مشہور ہے جیسا کہ شرح اوراد میں تحریر کردہ ہے۔

ایضاً۔ ماہِ رجب کی پندرھویں شب میں مشائخ کا معمول رہا ہے چناں چہ دس رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار اور دوسرے قول کے مطابق دس بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو سو بار پڑھے: **سبحان الله والحمدلله ولا الٰه الا الله والله اکبر** (اللہ پاک ہے اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔) اس کا بے حد ثواب ہے۔

ایضاً۔ تیرہ، چودہ اور پندرہ رجب کو روزہ رکھے اور ان تین راتوں میں تین سو رکعت نماز ادا کرے ہر شب سو رکعت نماز پڑھے۔ اس نماز کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو ہزار مرتبہ استغفار پڑھے۔ زمانے کی جملہ بلاؤں اور آسمان کی آفتوں سے محفوظ رہے گا اور فلکی شر اور زمینی خرابیوں سے سلامت رہے گا۔ اگر ان راتوں میں موت واقع ہوجائے تو شہید کا درجہ پائے گا۔

پندرھویں دن غسل کرے اور چاشتِ فراخ کے وقت پچاس رکعت مذکورہ نماز استفتاح ادا کرے۔

سولھواں شرف، ماہِ شعبان کا بیان

ماہِ شعبان کی پہلی شب بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھے۔ اس کا بہت ثواب ہے۔ آخر شب میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص سو بار پڑھے۔ رکوع اور سجود میں یہ کہے، **سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح۔ سبحان خالق النور سبحان من ھوقائم علیٰ کل نفس بما کسبت۔** (پاک اور مقدس ہے ہمارا، فرشتوں اور جبریل کا پروردگار، پاک ہے نور پیدا کرنے والا، پاک ہے وہ ذات جو جو ہر نفس پر قایم ہے اس چیز کے ساتھ جو اس نے کسب کی۔) اس کے بعد جو دعا جانتا ہے (یاد ہے) پڑھے، قبول ہوگی۔

شب برأت کا ذکر

شبِ برأت میں سو رکعت نماز ادا کرے پچاس سلام کے ساتھ۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو سجدے میں سر رکھ کر یہ دعا پڑھے:

بسم الله الرحمن الرحیم، اعوذبنورو جهک الذی بصارت به السمٰوٰات والارض السبع وکشفت به الظلمات وصلح علیه امرمن الاوّلین والآخرین من فجاء نعمتک ومن تحویل عاقبتک ومن شرکتاب سبق۔ اعوذ بعفوک من عقابک واعوذبرضاک من سخطک اعوذبک منک جل ثناء ک وما ابلغ رحمتک ولا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک۔

ترجمہ:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے چہرے کے نور سے جس سے سات آسمان اور سات زمین روشن ہیں۔ اور اس سے تاریکیاں چھٹ گئیں اور صالح ہوگیا اس پر امر اولین و آخرین۔ تیری نعمت کے آنے سے اور تیری آخرت کے لپیٹنے سے اورتحریر شدہ بدی سے جو سابق میں سرزد ہوئی۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب سے۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے، تیری ثنا عظیم ہے، تیری رحمت بے انتہا ہے میں تیری ثنا کا احاطہ اس طرح نہیں کرسکتا جس طرح تونے خود اپنی ثنا کی ہے۔

اس کے بعد بیٹھ جائے اور درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگے، اللهم هب لی قلبا نقیا من الشرک بریاولا شقیا یعنی اے اللہ مجھے ایسا دل عطافرما جوشرک سے پاک اور بدبختی سے بری ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے حاجت طلب کرے البتہ قبول ہوگی۔

سترھواں شرف، ماہ رمضان کا بیان

جب ماہِ رمضان کا چاند دیکھے تو یہ دعا پڑھے:

اللهم رب رمضان ادخله علینا بامن وایمان وصحة من السقم وفراغ من الشغل واعنا علی الصیام، والقیام، وتلاوة القرآن، حتیّٰ ینقضی عنا، قد غفرت لنا ورضیت عنا۔

ترجمہ: اے رب! ہم پر رمضان داخل فرما، امن اور ایمان کے ساتھ اور مرض سے صحت اور اشغال کی فراغت کے ساتھ، ہماری مدد فرما روزہ، نماز اور تلاوت قرآن میں یہاں تک کہ ہم سے (یہ مہینہ) اس حال میں گزر جائے کہ تو ہمیں بخش دے اور ہم سے راضی ہوجائے۔

(۱) ماہ رمضان کی پہلی شب میں سورہ انا فتحنا پڑھے۔ اُس سال اور دوسرے سال اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوگا۔

(۲) ماہِ رمضان کی ہر شب میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے بے حد ثواب ہوتا ہے۔

(۳) ماہِ رمضان کی ہر شب سوتے وقت فاتحہ، سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے۔ اس کا بہت ثواب ہے۔
(۴) ماہ رمضان کی ہر شب یہ دعا پڑھے، **اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی** (اے اللہ بے شک تو معاف فرمانے والا ہے اور عفو سے محبت کرتا ہے پس مجھے معاف فرمادے)

تراویح کا بیان

(رمضان کے مہینے میں) ہر شب نماز عشاء کے بعد بیس رکعت نماز ادا کرے۔ تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا سنت ہے۔ بعضوں کے نزدیک تین قرآن ختم کرنا یعنی ہر عشرے ایک قرآن ختم کرنا (ضروری ہے) لیکن اس مہینے میں ایک قرآن ختم کرنا افضل ہے۔
بخاری کے مشائخ نے تمام قرآن کو پانچ سو چالیس رکوع میں تقسیم کیا ہے تا کہ ستائیسویں شب میں قرآن ختم ہو جائے۔
آخری تین راتوں میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھے۔ اگر قرآن حفظ نہیں ہے تو الم ترکیف سے آخر قرآن تک دس سورتوں کی دوبار تکرار کرے، لیکن سورۂ اخلاص پڑھنا دراصل معارف، اخلاق اور عرفان کے دروازوں کا کھل جانا ہے۔
اسی سلسلے میں آپ نے یہ حکایت نقل فرمائی کہ حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) کی خدمت میں ایک متعصب متعلم حاضر ہوا کہ خانقاہ شریف میں تراویح ختم کرے۔ اسے قرآن بہت اچھی طرح یاد تھا۔ جب نماز تراویح کا وقت ہوا تو حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ وہ متعلم امامت کرے۔ وہ مصلّے پر آیا اور ہر چند کوشش کی کہ قرآن از بر پڑھے لیکن معذور رہا۔ حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ مولوی صاحب اخلاص پیدا کیجئے۔ جب اس نے نیت خالص کی تو تراویح پوری کی۔

تراویح کی تسبیحات

پہلی چار رکعتوں کے بعد **لا الٰہ اِلا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہٗ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علیٰ کل شیٔ قدیر** (ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ملک اسی کا ہے تعریف اسی کے لیے ہے۔ مردے کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔) اور دوسری چار رکعتوں کے بعد پڑھے، **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ اِلّا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولاقوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم، عدد ما علم اللہ وزنۃ ما علم اللہ وملاء ما علم اللہ** (اللہ پاک ہے۔ حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ ہی بڑا ہے۔ گناہ سے باز رہنا اور طاعت کی قوت پیدا ہونا اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عدد معلومات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی معلومات کے وزن کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے غلبۂ علم کے مطابق۔)

تیسری چار رکعتوں کے بعد پڑھے:

سبحان الله الملک الجبار، سبحان الله الواحد القهار، سبحان الله الكريم الستار، سبحان الله الكبير المتعال، سبحان خالق الليل والنهار سبحان الله الذى لم يزل ولم يزال۔

ترجمہ: اللہ پاک ہے، جبار بادشاہ ہے۔ اللہ پاک ہے، یگانہ قہر کرنے والا۔ اللہ پاک ہے، کریم (عیب) چھپانے والا اللہ پاک ہے بزرگ وبرتر ہے۔ پاک ہے دن اور رات پیدا کرنے والا۔ اللہ پاک ہے جو دائم وقائم ہے اسے زوال نہیں ہے۔

چوتھی چار رکعتوں کے بعد پڑھے،

سبحان ذى الملک و الملكوت سبحان ذى العزة والعظمة والهيبة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملک الحى الذى لايموت ابداً ابداً۔

ترجمہ: پاک ہے صاحب ملک اور بادشاہ ہے۔ پاک ہے صاحب عزت وعظمت، ہیبت وقدرت، صاحب کبریا وجبروت پاک ہے، زندہ بادشاہ جو کبھی نہیں مرتا ہے۔

پانچویں چار رکعتوں کے بعد پڑھے،

استغفرالله الذى لااِله الا هو الحى القيوم، غفار الذنوب، ستار العيوب، واتوب اليه توبة عبدٍ ظالمٍ ذليلٍ لايملک لنفسه ضرا ولا نفعاً ولا موتا ولا حيوٰة ولا نشورا۔

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ زندہ اور قیوم ہے۔ گناہوں کو بخشنے والا اور عیبوں کو چھپانے والا ہے۔ میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں ایک ظالم اور ذلیل بندے کی مانند جسے اپنے نفس پر کوئی اختیار نہیں ہے جو اپنے آپ کو نقصان اور نفع نہیں پہنچا سکتا جسے موت اور زندگی اور قیامت پر اختیار نہیں۔

تراویح ختم ہونے پر یہ دعا پڑھے:

اللهم مدلى فى عمرى ووسع على رزقى وصحح لى جسمى وبلغنى اصلى فانک تمحوا ما تشآء وتثبت عندک اُم الكتاب۔ اللهم انى اسألک بكرم وجهک الجنة واعوذبک من النّار۔

ترجمہ: اے اللہ میری عمر بڑھا دے اور مجھ پر میرا رزق کشادہ کردے۔ مجھے تندرستی عطا کر۔ میری آرزو پوری فرما۔ پس بے شک تو جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے اور ثابت رکھتا ہے۔ تیرے پاس ہے اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) اے اللہ میں تیرے کرم سے بہشت کا خواستگار ہوں اور آتشِ دوزخ سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کا مقررہ دستور تھا کہ بہت کم افطار کے بعد تراویح ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد شوربا یا کوئی اور کھانا جو اصحاب کے مناسب حال ہوتا تھا، پیش کیا جاتا اور آپ اسے تناول فرماتے۔ آپ افطار میں کم کھاتے لیکن تراویح کے بعد رغبت سے کھانا تناول فرماتے تھے۔

افطاری میں اگر پھل ہوں تو بہتر ہے ورنہ پانی سے افطار کرنا مناسب ہوتا ہے۔ افطار کے وقت یہ دعا پڑھے۔

اللھم لک صمت وبک اٰمنتُ وعلیک توکلت وعلیٰ رزقک افطرت یعنی اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا، میں تجھ پر ایمان لایا، میں نے تجھ پر توکل کیا، اور تیرے عطا کردہ رزق سے روزہ افطار کیا۔

اگر رات کی صبح کو روزہ رکھنا ہو تو کہے، **بصوم غدٍ نویت** (میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں)۔

اٹھارواں شرف، شب قدر کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شب قدر کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت ہے۔ یہ پوشیدگی اُس رات کی قدر و منزلت کی خبر دیتی ہے، کیوں کہ شب برأت میں پورے سال اور مہینے کے احکام مقرر کر دیے جاتے ہیں اور اسے (یعنی شب برأت کو) ظاہر رکھا گیا ہے، اگر شب قدر بھی متعین ہوتی تو جو لوگ تمام سال فسق و فجور اور مختلف قسم کی برائیاں کرتے ہیں، جب شب قدر آتی تو (ایسے لوگ) شب قدر کے مقرر احکام جاگ کر، دعائیں مانگ کر اور نفل نمازیں پڑھ کر بجالاتے (اور یہ عمل) سال کے جرائم اور ماہانہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا۔

شب قدر کے تعین میں خاصہ اختلاف ہے۔ مشائخ کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ پورے سال میں ایک شب ہے ایک فرقہ کہتا ہے کہ تین مہینوں، رجب، شعبان اور رمضان میں ایک رات ہے جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں لیکن اکثر مشائخ کہتے ہیں کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے۔

حضرت مخدومیؒ سے نقل فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ سلطان علی مردان کے عہد حکومت میں دارالملک جنت آباد عرف بنگالہ میں علما اور مشائخ کے درمیان شب قدر کے تعین کے بارے میں بحث چھڑ گئی۔ سب نے سخت کاوش کی، آخر کار مولانا قطب الدین متقی مفتی نے جو نادر علوم کے زیور سے آراستہ اور فہم عجیب کے سراپا سے پیراستہ تھے نیز گروہ صوفیہ کے مقتدا اور اس بلند فرقے کے پیشوا تھے، فرمایا کہ شب قدر ماہِ رمضان کی ستائیسویں شب کو واقع ہوتی ہے۔

مشائخ کرام کے دستور کے مطابق شب قدر کی نماز کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرایؒ فرماتے تھے کہ کوئی سال ایسا نہیں گزرا جب ہم نے اصحاب کے ساتھ شب قدر جاگ کر نہ گزاری ہو۔ ہم نے اسی رات اس کے آثار پائے اور نباتات، اشجار اور دیوار و کہسار کے سجدہ کرنے کا مشاہدہ کیا۔ مشائخ میں شب قدر کی نماز کا معمول یہ ہے:

اس کی بارہ رکعتیں ہیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے۔ سلام کے بعد سو مرتبہ **سبحان الله والحمدلله**[1] آخر تک کہے۔ (اللہ پاک ہے اور تعریف اس کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔)

ایک دوسری روایت کے مطابق دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں ایک بار انا انزلناہ اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو سو بار استغفار اور سو بار درود شریف پڑھے۔

ایک اور روایت کے مطابق دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں ایک بار فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب سلام پھیرے یہ تسبیح پڑھے:

سبحان الله والحمدلله ولا اِلٰه الا الله وَ الله اکبر۔ سبحانک یاعظیم یا عظیم یا عظیم اغفرلی الذنوب العظیم وصلی الله علیٰ خیر خلقه محمدو اله اجمعین۔

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور تعریف اسی کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ میں تسبیح کرتا ہوں، اے عظیم، اے عظیم اے عظیم، میرے بڑے گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ رحمت فرما بہترین خلایق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی تمام آل پر۔

ایک دوسری روایت کے مطابق پچاس سلام کے ساتھ سو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں ایک بار فاتحہ اور پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ اگر اکیسویں، تیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں شب کو زندہ رکھے تو شب قدر کی نعمت حاصل ہوگی۔

اگر ہوسکے تو رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف میں بیٹھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشرے کا اعتکاف کبھی ترک نہیں فرمایا۔ ستائیسویں شب کو یہ دعا ایک بار پڑھے۔[2]

---

[1] سبحان الله والحمدلله ولا اِلٰه الا الله والله اکبر۔ [2] یہ دعا قرآن حکیم کی مختلف سورتوں کی بعض آیات سے ترتیب دی گئی ہے۔

ربنا لا تزغ قلو بنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب(سورہ اٰل عمران آیت۸)ربنا اننا سمعنا منادیاینادی للایمان ان اٰمنو ابربکم فاٰمنا ربنا فاغفرلنا ذنو بنا وکفر عنا سیئاتنا وتو فنامع الابرار، ربنا واٰتنا ماوعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیامة انک لاتخلف المیعاد(ایضاً آیات ۱۹۳ اور ۱۹۴)ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطا نا الیٰ اٰخرہ۔(سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶)ربنا صل علیٰ محمد واستجب دعانا واغفرلنا ولو الدینا وما ولدنا انک انت الغفور الرحیم۔

ترجمہ:(وہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر، اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت فرمائی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ اے ہمارے رب بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا، وہ ایمان کے لیے پکارتا ہے کہ (اے لوگو) اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے رب تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں ہم سے دور کردے، اور ہمارا خاتمہ اچھے لوگوں کے ساتھ کر۔ اے ہمارے رب ہمیں دے جس کا تو نے اپنے رسولوں (کی زبان) پر وعدہ فرمایا اور ہمیں قیامت کے دن رسوانہ کرنا۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اے ہمارے رب ہمیں نہ پکڑ اگر بھول جائیں یا بے قصد ہم سے قصور سرزد ہوجائے (آخر سورہ تک) اے رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت فرما۔ ہماری دعا قبول کر۔ ہمیں بخش دے اور ہمارے والدین اور اولاد کو بھی۔ بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

ستائیس رمضان دن میں بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ، آیت الکرسی اور انا انزلنا ایک بار اور سورۂ اخلاص سات بار پڑھئے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو تین بار کہے: **لااللہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پھر تین بار درود شریف بھیجے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے بے حساب عذاب دور فرمائے گا اور وہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا۔ ستائیس رمضان دن میں یہ دعا ایک بار پڑھے:

اللھم وفر حظی فیه من النوافل واکرمنی بالا جابة فی المسائل وقرب وسیلتی الیک من الوسائل یا من لا یشغله الحاح المسلمین برحمتک یا ارحم الرحمین۔

ترجمہ:اے اللہ! ان نوافل میں میرا حصہ زیادہ فرما، حاجات کی قبولیت کے ساتھ میرا اکرام کر۔ اپنی جانب وسیلوں سے میرا وسیلہ قریب تر فرما، اے وہ جو کسی کو مسلمانوں کی عاجزی کرنے میں مشغول نہیں رکھتا۔ اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

تیسویں دعا (آخری شب)

اللھم اختم صیامی بالشکر والقول علیٰ مایر ضاہ الرسول محکمةً فروعہ بالا صول بحق محمد والہ الطیبین الطاھرین۔

ترجمہ:اے اللہ! میرے روزوں کو انجام تک پہنچا شکرو گفتار کے ساتھ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مرضیات کے مطابق اس حال میں کہ ان کے فروع اصول کے ساتھ محکم ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کی طیب و طاہر آل کے طفیل۔

فصل۔ عید الفطر کے روز اور فطر کی شب کا بیان

فطر کی رات میں چوبیس رکعت بارہ سلام کے ساتھ ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ، اخلاص اور سورہ الکافرون، والشّمس اورالھٰکم التکاثر ایک ایک بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو استغفار اور **لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم** پڑھے (گناہ سے باز رہنا اور طاعت کی قوت اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے) بے شمار ثواب ملتا ہے۔

انیسواں شرف، ماہِ شوال کا بیان

عید کے دن غسل کرے، نئے اور پاکیزہ کپڑے پہنے۔ عطر لگائے کہ مستحب ہے۔ عید گاہ میں جانے سے قبل صدقۂ فطر ادا کرے۔ پہلے کوئی چیز کھائے تب عید گاہ روانہ ہو۔ عرب میں دودھ اور خرما کھانے کا رواج ہے اور ہندوستان میں دودھ سویاں کھاتے ہیں جو لطافت سے خالی نہیں ہے۔

خطبۂ عید سننے کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سبح اسم، دوسری میں والشّمس، تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی میں سورۂ اخلاص پڑھے۔

دن یا رات میں آٹھ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص پچیس بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو ستر بار سبحان اللہ آخر تک پڑھے۔ رسول علیہ السلام پر ستر بار درود بھیجے، بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ اگر اس ماہ میں انتقال ہوجائے تو شہید کا درجہ ملے گا اور بخش دیا جائے گا۔ اس نماز کو ''صلوٰة العشاء'' کہتے ہیں۔

روزِ عید کے بعد شوال کے مہینے میں چھ روز روزہ رکھے۔ ہر چھ رات کو زندہ رکھے۔ ہر شب سو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھے۔ بے حد ثواب ہوتا ہے۔

بیسواں شرف۔ ذکر نوافل وادعیہ ماہ ذی القعدہ ☆

چاند رات کو تیس رکعت پندرہ سلام کے ساتھ پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اذا زلزلت الارض ایک مرتبہ پڑھے بعد سلام کے عَمَّ یَتسَاءَ لون ایک مرتبہ پڑھے۔ نویں تاریخ ماہ ذی القعدہ کو ترقی درجات کے واسطے دو رکعت نفل پڑھے اور دونوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ مزمل پڑھے اور سلام کے بعد تین بار سورہ یسین کا ورد کرے اس مہینے کے آخر میں چاشت کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ القدر تین تین بار پڑھے اور سلام کے بعد گیارہ بار درود شریف اور گیارہ بارہ سورہ فاتحہ پڑھ کر سجدہ کرے اور جناب الٰہی میں دعا مانگے جو کچھ مانگے گا ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اکیسواں شرف۔ ماہ ذی الحجہ کا بیان

ذی الحجہ کے مہینے کی ابتدا میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد اول آیات سورۂ اخلاص اور دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون پڑھے۔ بہشت میں جائے گا۔☆☆

عید الضحیٰ کی رات بارہ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص پانچ بار پڑھے۔

اس کے بعد دو رکعت دوسری نماز ادا کرے۔ اس کی ہر رکعت میں قرآن حکیم سے سو آیات کے بقدر پڑھے سلام کے بعد سات بار یہ عظیم دعا پڑھے۔ دعا یہ ہے:

☆اس لطیفہ کی ابتدا میں اس کے چودہ شرف بیان کئے گئے ہیں لیکن مطبوعہ نسخے میں اس کے کل بیس شرف بیان کئے گئے ہیں جن میں ماہ ذیقعدہ کے نوافل وادعیہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جبکہ حضرت شاہ علی حسین اشرفی علیہ الرحمہ کے ''وظائف اشرفی'' میں ماہ ذیقعدہ کے نوافل وادعیہ کا ذکر ہے۔ قیاس ہے کہ یہ لطیفہ ۳۸ کل اکیس شرف پر مشتمل ہوگا اور بیسواں شرف صفحہ گم ہوجانے یا پھٹ جانے کے باعث ضائع ہوگیا اور موجودہ نسخہ میں نقل نہ ہوسکا۔ اس لئے قارئین کے استفادہ کے لئے بیسواں شرف'' وظائف اشرفی'' سے شامل کیا گیا ہے۔

☆☆ وظائف اشرفی ص ۸۴ پر تحریر ہے کہ دونوں رکعتوں میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ الکافرون ایک بار پڑھے۔ لہذا فارسی نسخہ میں سہو کتابت ہے۔

اللھم ما عملت من عمل فی ھذہ السنة مما تنھیٰ عنه ولم ترضه ونسیته ولم تنسه حلمت عنی بقدر تک علی عقوبتی ودعوتی الی التوبة بعد جرأتی علیک۔ اللھم انی استغفرک منھایا غفور فاغفرلی وما عملت من عمل ترضه ووعدتنی علیه للثواب منی ولا تقطع رجائی یا عظیم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ: اے اللہ! میں نے اس سال عمل میں سے جو چیز کی، ان اعمال سے کہ جن کو تو نے منع فرمایا اور پسند نہ کیا۔ میں نے اس کو فراموش کر دیا اور تو نے اس کو فراموش نہ کیا۔ حلم فرمایا تو نے باوجود قدرت کے میرے سزا دینے پر۔ پس میری جرأت سے تیرے حضور میں میری پکار تیری طرف لوٹتا ہے۔ اے اللہ! میں اُن (اعمال) سے بے شک استغفار کرتا ہوں۔ اے غفور! پس مجھے بخش دے۔ میں نے کوئی عمل نہ کیا جو تو پسند کرے اور تو وعدہ کرے مجھ سے ان پر ثواب کا اپنی جانب سے۔ اے عظیم میری امید قطع نہ کر اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

جو شخص یہ عظیم دعا ایک بار مانگے اسے چالیس حج کا ثواب حاصل ہوگا گویا اس نے چالیس حج ادا کیے ہیں۔ اگر بیس بار یہ دعا پڑھے تو حضرت رب العالمین کو خواب میں دیکھے۔ اگر پندرہ بار پڑھے تو اس دعا کی برکت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے۔

بسم الله الرحمن الرحیم۔ الحمدلله الذی فی السماء عرشهٗ والحمدلله الذی فی الارض قدرته، والحمدلله الذی فی القیمٰة ھیبته، والحمد لله الذی فی القبور قضاء ہ، والحمدلله الذی فی الجنة رحمته والحمد لله الذی فی جھنم سلطانه، والحمدلله الذی فی البروالبحر برھانهٗ والحمد لله الذی فی الھواء ریحه، والحمدلله الذی لا مقرّو لا ملجاء اِلا الله والحمدلله رب العالمین۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہر خوبی اللہ کے لیے ہے جس کا عرش آسمان میں ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی قدرت زمین پر ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی ہیبت قیامت میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کا حکم قبروں پر ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی رحمت جنت میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی دلیل جہنم میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی برہان خشکی اور سمندر میں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی خوشبو ہوامیں ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے کہ سوائے اس کی ذات کے کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔

ایام بیض کے روزوں کا بیان

سب سے بہتر متبرک ایام جن کا مشائخ نے ہمیشہ احترام کیا ہے اور خوب ترین بزرگ ایام جن کی صوفیہ نے عزت کی ہے، وہ ایام بیض[۱] ہیں کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِن دنوں میں قیام کیا تھا۔ ایام بیض کا سبب اور اس کی وجہ تسمیہ (نام ہونے کی وجہ) بہت زیادہ مشہور ہے چھ شوال، عشرۂ محرم، جمعرات اور جمعہ کو بھی اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو روزہ رکھے۔ بعضے مشائخ کا یہ معمول تھا کہ ایک دن افطار کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے۔ واللہ اعلم۔

---

[۱] ہر مہینے کے چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخوں کو ''ایام بیض'' کہتے ہیں

نوٹ: مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۲۰۸، سطر ۳ پر یہ عبارت تحریر کی گئی ہے:

''وایں لطیفہ منقسم کردہ شد بر چہاردہ شرف، ہر کہ بایں ادعیہ و وظائف مواظبت نماید چناں باشد کہ...........'')

اس عبارت سے قطعی واضح ہے کہ زیر نظر لطیفہ ۳۸ میں چودہ شرف ہیں لیکن جیسا کہ قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا یہ لطیفہ بیس شرف پر مشتمل ہے۔ اس کی صراحت نہ جامع رحمتہ اللہ علیہ نے کی ہے اور نہ کسی اور بزرگ نے فرمائی۔ جناب مشیر احمد کاکوروی نے بھی جنھوں نے لطائف اشرفی کی تلخیص کی ہے، اس سلسلے میں کسی طرح کا اظہار خیال نہیں فرمایا احقر مترجم کا قیاس ہے کہ زیر نظر لطیفہ بیس شرف پر مبنی ہوگا لیکن کسی خطی نسخے میں سہواً بیس کے بجائے چودہ شرف نقل کیا گیا اور جس خطی نسخے کے مطبوعہ نسخے کی کتابت ہوئی وہ بھی اس سہو کتابت کا حامل نسخہ تھا۔ واللہ اعلم:)

لطیفہ ۳۹

عشق اور اس کے درجات کا بیان

قال الاشرفؒ:

العشق ذات البحت والغیبة والھویة والضیاء وفی اصطلاح العوام افراط المحبت۔

حضرت سید اشرف جہاں گیر سمنانیؒ نے فرمایا، عشق ذاتِ خالص، غیبت، ہویت اور روشنی ہے اور اصطلاحِ عوام میں محبت کی زیادتی ہے۔

عاشقوں کے سرگروہ اور عالم کے پیشوا، شیخ روز بہان بقلیؒ [1] وادیِ عشق میں مردانہ وار آئے اور اس گرداب سے دلیرانہ باہر نکلے۔ اس مجموعے میں (عشق کے بارے میں) جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان کے مقولات پر مبنی ہے جان لینا چاہیے کہ عشق کے (کئی) درجات ہیں۔ عشق کا پہلا درجہ ارادت ہے پھر خدمت اس کے بعد موافقت ہے۔ اس کے بعد رضا ہے جس کی حقیقت محبت ہے اور یہ دونوں طرف سے ہوتی ہے، معشوق کے انعام سے اور معشوق کی رویت سے۔ پہلی عام ہے اور دوسری خاص ہے۔

جب محبت کمال کو پہنچتی ہے تو شوق ہے۔ جب حقیقت استغراق تک پہنچتی ہے تو اس کا نام ''عشق'' رکھا گیا۔ مشائخ نے توجہ دے کر اس کی ترتیب بتائی ہے، **اما العشق علیٰ خمسة** (لیکن عشق کی پانچ قسمیں ہیں)۔

(۱) ایک قسم عشق الٰہی ہے۔ یہ مقامات کی انتہا ہے۔ سوائے اہل مشاہدہ وتوحید اور اہل حقیقت کے کسی کو حاصل نہیں ہوتا

---

[1] ابومحمد روز بہان بقلی رحمۃ اللہ علیہ چھٹی صدی ہجری کے معروف بزرگ تھے۔ آپ کا وصال ۶۰۶ ھ میں ہوا آپ حسین بن منصور حلاجؒ مقتول ۳۰۹ھ کی مشہور تصنیف ''طواسین'' کے شارح تھے۔ آپ نے قرآن حکیم کی تفسیر بھی تحریر کی ہے۔ آپ کی تصنیفات میں ایک بہت دل کش رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ جس کا نام ''عبہر العاشقین'' ہے۔ اس کا موضوع عشق، اس کے مراحل اور مراتب ہے۔ جامع لطائف اشرفی نے شیخ روز بہان بقلی کے جن معقولات کا حوالہ دیا ہے شاید یہی رسالہ ''عبہر العاشقین'' ہو۔ ایرانی دانش ور ڈاکٹر قاسم غنی نے شیخ روز بہان بقلی کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ مفاخرِ فارس تھے اور شیخ ابوالحسن خرقانی اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کے ہم مرتبہ تھے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے ایک قصیدے میں شیخ روز بہان بقلیؒ کا ذکر بہت احترام اور تعظیم سے کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ تاریخ تصوف در اسلام۔ قسمت اول جلد دوم، تہران ۱۳۴۰ ش چاپ دوم ص ۳۹۵۔

اور ہونا بھی نہیں چاہیے۔
(۲) عشق کی دوسری قسم عقلی ہے۔ اس کا تعلق عالم مکاشفات وملکوت سے ہے۔ یہ اہل معرفت کا حصہ ہے۔
(۳) عشق کی تیسری قسم روحانی ہے یہ انسانوں میں خواص کا حصہ ہے جب وہ انتہائی لطافت تک پہنچ جاتے ہیں۔
(۴) عشق کی چوتھی قسم طبعی ہے جو عام مخلوق کو حاصل ہے۔
(۵) عشق کی پانچویں قسم بہائمی ہے جو ذلیل انسانوں کو حاصل ہے۔

اس تقسیم کے مطابق ہر ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔[1] لیکن جو ذلیل ترین لوگ ہیں وہ نشے میں مدہوش رہنے والے، فساد اور فسق وفجور میں مبتلا اور اسی طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کا عشق خواہش بے جا کا اثر ہے جو فتنے اٹھانے کے لیے نفس امارہ میں ہوتی ہے تاکہ مذموم شہوتوں کا راستہ بن جائے اور حیوانی صفت اس حد تک پہنچ جائے جو اپنی اصل میں عین فطری شہوت ہے۔ اسے محبوب کی محبت اور مطلوب کی الفت حاصل ہونے کے بعد ذرہ برابر نفس امارہ کی آتشِ شہوت سے رہائی نہیں ملتی۔ علم وعقل کی دنیا میں جو بات شریعت کے مطابق اور امرونواہی پر مبنی نہیں ہوتی مذموم ہوتی ہے لیکن چوں کہ طبیعت عناصر اربع کی لطافت سے مرکب ہے کہ اس کا راستہ کلام کی بلندی، نفسِ امارہ کی عادت نفسِ کلی کی بلندی اور فریب دینے والے نفس کی پستی ہے اس لیے اگر (کسی شخص پر) عقلیات اور روحانیات کا غلبہ رہے تو پسندیدہ بات ہے ورنہ عاشقوں کی محفل میں یہ بات قابل مذمت ہے کہ ایک شخص نفس اور طبیعتِ جسم میں محصور رہے۔

ان دونوں گروہوں کے حال پر چوں کہ عقل وعلم کا غلبہ نہیں ہوتا اس لیے ان کا ٹھکانا سوائے ہاویہ اور دوزخ کے کہیں نہیں ہے۔ یہاں وہ گروہ شہوتِ حیوانی کی آگ میں جلتے رہتے ہیں لیکن عشق روحانی بہت ہی خاص انسانوں کو ہوتا ہے۔ ان کے ظاہر وباطن کے جوہر کو روحِ مقدس سے صفائی اور عالم عقل سے (اخلاق کی) پاکیزگی حاصل ہوچکی ہوتی ہے اور ان کا (مادی) جسم قلب کی مانند ہوتا ہے۔ یہ حضرات جو اچھی بات دیکھتے ہیں اس کے عشق میں بہت زیادہ مستغرق رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ مجاہدے کی آگ سے انسانی طبیعت کی گندگی راکھ ہوجاتی ہے اور انفاس بشری کی تیز ہوا سے خواہشِ لذت کی آگ چمک جاتی ہے۔ (خواہش لذت منفی ہونے کے بجائے مثبت ہوجاتی ہے) یہ عشق اہلِ معرفت کے عشق سے پیوستہ ہوجاتا ہے۔ چوں کہ یہ عشق ملکوت کے درجے تک پہنچنے کا زینہ ہے اس لیے اہل عشق کے مذہب میں اسے لایق تحسین رویہ خیال کیا گیا ہے۔

---

[1] عشق کی پانچ اقسام تحریر کرنے کے بعد، ان کی تفصیل کا بیان پانچویں قسم سے شروع کیا گیا ہے اس کے بعد بھی ترتیب قائم نہیں رکھی گئی ہے پھر صفحہ ۲۳۸ پر (مطبوعہ نسخہ) ''عشق ومحبت کی مختلف اقسام'' کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ اس سے قیاس پیدا ہوتا ہے کہ مطبوعہ نسخے کو جس خطی نسخے سے نقل کیا گیا ہے اس میں ترتیب قائم نہ رہ سکی تھی فارسی عبارت میں بھی ژولیدگی محسوس ہوتی ہے بہر حال مطبوعہ نسخے کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

عشق ومحبت کی مختلف اقسام

البتہ عقلی عشق، عقل کی قوت سے عالمِ ملکوت میں روح کے قریب، جبروت کے مشاہدے سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ عشق الٰہی کی ابتدا ہے لیکن عشق الٰہی جو بلند دزدہ[1] اور انتہائی درجے کا ہے اس کی ابتدائیں اور نہایتیں ہیں جن سے مشاہدۂ جلالی وجمالی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، البتہ یہ محبت طبیعت کی آفت سے ماوریٰ ہوتی ہے اور خالص محبت ہوتی ہے اور لوگوں کے درمیان دیکھی ہوئی اور جانی پہچانی ہے۔ اہلِ معرفت کے نزدیک یہ باری سبحانہ وتعالیٰ کا فعل ہے اور کسی کا اس پر اختیار نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ کسی شخص کو غیب کی راہ دکھائے تو وہ اُس شخص کو فطرت کے عجائبات اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال کے مشاہدے میں مشغول کردیتا ہے تاکہ وہ اُن حقایق کو جو کمالات الٰہیہ ہیں اپنی روح کی آنکھ سے دیکھے اور اس مشاہدے میں خوش وقت اور مگن رہے لیکن اس کا حق اس طرح ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ کے فعل کے جمال پر خود کو گروی رکھ دے۔ جب تک کوئی شخص ابتدا کی حقیقت تک نہیں پہنچتا، اس کے لیے آگے بڑھنا ناممکن ہے کیوں کہ غیب کے مکان کی بلندی پر پایۂ افعال کے زینے کے بغیر نہیں چڑھا جاسکتا، اسی لیے تمام عاشقان الٰہی ابتدا میں شواہد کی راہ سے داخل ہوئے ہیں، سوائے اُن خاص اہلِ توحید کے جن کی روح، ابتدا کے مشاہدے کے بغیر مشاہدۂ کلی سے بہرہ ور ہوئی۔ یہ بات نادراتِ غیب سے ہے۔

اگر تو یہ گمان کرتا ہے کہ عشق طبیعت کے پندار کا نتیجہ نہیں ہے تو یہ ایک برا خیال ہے۔ اس کے برعکس (عشق کی) اصل فطرت روحانی ہے جو جسمانی دنیا میں افعال کی سیر اور حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتی ہے۔

اگر اللہ کی پناہ (یہ کیفیت) عارضی، طبعی اور نفسانی ہے تو ازروئے قانون عشق سے پیوستگی ہے لیکن لاحق ہوجانے والی چیز کے اعتبار سے بری ہے۔ اصولِ عشق کسی صورت تباہ نہیں ہوتا لیکن (بری کیفیت) عظیم غلطی ہے اور اگر اس کیفیت میں ٹھہر جائے تو گناہ کی طرف ایک قدم ہے۔ نفسِ[2] امارہ کو کہ جسے شوق شہوت میں ڈال دیا گیا ہے، سوائے گرمی نفس کے مضمحل نہیں کرنا چاہیے۔ اس عشق کے شرعی شواہد ہیں۔

جب عقل کے داعی نے جلالِ ذات، جمالِ صفات اور تجلیِ افعال سے خاص محبتِ مخلوقات، عقول اور عبادت گزاروں کی

---

[1] مطبوعہ نسخے میں صفحہ ۲۳۸ کی عبارت یہ ہے۔ ''اما عشق الٰہی کہ دزدۂ علیاست ودرجۂ قصوی آں رابدایات ونہایا تست'' ''دزدہ'' غالباً سہو کتابت ہے اس لیے کہ کسی لغت میں یہ لفظ مندرج نہیں ہے۔ قیاس ہے کہ یہاں کوئی ایسا لفظ ہے جو ''جگہ'' یا ''رتبہ'' یا ''مقام'' کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

[2] مطبوعہ نسخے میں (ص ۲۳۸) اصل عبارت یہ ہے ''نفسِ امارہ راکہ درشوق شہوت نہادہ اند، غبار آں قدم جزبدم حرقہ مضمحل نباید کرد۔'' اس میں ''غبار آں قدم'' جملے کے ترجمے میں کسی طرح راست نہیں آتے، اس لیے احقر مترجم نے ''غبار آن قدم'' کے الفاظ شامل ترجمہ نہیں کیے ہیں۔ احقر مترجم اردو ترجمے میں اس تحریف اور اپنی کم علمی پر معذرت خواہ ہے۔

روحانیات میں نیز کمال عشق کے ساتھ عالمِ جاں میں برپا کی (تو) حقایق ومعارف کی بلبلوں نے شوق کی خلش ثابت قدم لوگوں کے دل میں پیوست کردی پھر نوخیز لڑکوں کے عشق کا غلبہ روح کو جذبِ محبت کے چنگل میں (پکڑ کر) مشاہدے کے عالم میں لے گیا، دوستوں کے حق کو دوستوں پر ظاہر کیا اور انھیں محبت کی شائستگی سے متصف کیا اور مزید فضلیت دینے کے لیے اپنے محبوں میں سے پاک جانوں کو منتخب کرنے کے بعد عشق ومحبت کے احسان سے نوازا کہ **وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِنِّی**[۱]۔(اس آیت کی تفسیر میں)**قال مجاهد ای مودة فی صدور المومنین** یعنی مجاہد نے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے اہل ایمان کے سینوں میں محبت۔ پس اسی باعث پاک روحوں کو حق تعالیٰ کے نور سے، جو محض صفت ہے، آراستہ کیا گیا۔

معدنِ صفت کے انوار، روحوں (کے توسط) سے اجسام میں تاثیرِ حسن پیدا کرتے ہیں، اسی سبب سے عشق اہلِ عقل کی جان وروح میں صفتِ عشق کی تاثیر پیدا کرتا ہے۔ یہ اثر و تاثر حق تعالیٰ کی جانب سے دوستوں کے لیے بیش قیمت گوہر اور بیش بہا جوہر ہے۔ یہ عظیم الشان نعمت ولایت کی ابتدا اور انتہا کا سرمایہ ہے۔ اسی لیے غیب کی باتوں کا مشاہدہ کرنے والوں اور دلوں کے میدانوں کو رگڑنے والے مجاہدوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو تلقین فرمائی تھی،

قُل رب اقذف لی مودة فی صدور المومنین واجعل لی عندک ولیجه اجرا واجعل لی عندک عهد اوودا۔	کہواے پروردگار میری محبت مومنوں کے دل میں ڈال دے اور مجھے ازروئے اجر اپنا ہم نشیں بنالے اور مجھے اپنے پاس سے عہدو دوستی عطا فرما۔

جب (محبت) اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے دلوں کی آرزو ہوگئی تو انسانی محبت صفات ربانی سے فیض یاب ہوکر مومنوں کے ارواح کو جذب کرنے والی قوت بن گئی۔ (یہ حضرات) انسانی طبائع سے شناسائی کی بدولت جہانِ جاودانی میں حتیٰ کہ جمالِ صفات کے عین مشاہدے میں کمالِ معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ عزاسمہ، نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے موافق یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدّاًo[۲]	بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کردے گا۔

قیل محبة فی صدور المؤمنین یعنی بعض کے نزدیک اس سے مومنوں کے دلوں میں محبت مراد ہے۔ (بہرحال) جو شخص محبت کے انوار سے روشن ہوگیا اور حسنِ الٰہی کی خاصیت سے آراستہ ہوگیا، اس نے اہل حق کے قلوب کی گہرائیوں میں جگہ بنالی، پس (یہ حقیقت) اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص حسن کی خوبیوں کے ساتھ دلوں کو بھا گیا اسے ''**مراد الله فی ارضه وحب الله فی الناس**'' (ترجمہ: زمین میں اللہ تعالیٰ کا مقصود اور انسانوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت) کہتے ہیں۔

---

[۱] پارہ۱۶۔سورۂ طٰہٰ آیت ۳۹ (ترجمہ) ہم نے اپنی طرف سے آپ پر محبت ڈالی۔

[۲] پارہ۱۶۔سورۂ مریم آیت ۹۶۔

لقوله صلی الله علیه وسلم، لاخبرکم باحبکم الی الله قالو بلیٰ قال احبکم الی الناس یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے بموجب، کیا میں تم کو خبر دوں اس کی جو تم میں اللہ کے نزدیک محبوب ترین ہے، لوگوں نے عرض کیا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا جو تم میں سے لوگوں میں محبوب ترین ہے، کیوں کہ حسن کی تاثیر روحوں کی پسندیدگی کے ساتھ نیک انسان کی بدولت ہی آبرومند ہوئی، اس لیے امت کے دانشمند نیک آدمیوں کا موازنہ محبتِ خلق اور محبتِ حق کی نسبت سے کرتے ہیں کہ اُس محبت کی قدر جو حق تعالیٰ کے محبوبوں کو حاصل ہے وہ قدر نیک لوگوں سے مخلوق کی محبت میں مضمر ہے۔

اہل عقل کے علم میں ہوگا کہ حق سبحانہ نے سب سے پہلے نیک لوگوں کو نیکی کرنے سے قبل برگزیدہ کیا پھر جب بھلائی کے کام کیے تو سنت الٰہی کے مطابق خلق سے محبت کا انعام ملا یعنی ''حُسن'' حق تعالیٰ اپنے انعام کو پسند کرتا ہے اور اس امر میں کسی قسم کا تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ حقایق اسباب میں کوئی شے محبت انسانی اور محبت روحانی کے عرفان سے عزیز تر نہیں ہے کیوں کہ اسی خاص وسیلے اور زینے سے مکانِ ازل کی بلندی پر پہنچا جا سکتا ہے۔ جب حسن نہایت خوب واسطہ اور عظیم رابطہ قرار دے دیا گیا تو اس محبت کے بارے میں، عالم ازلیات کے آفات اور ابدی باغوں کے آشیاں کے سیمرغ، صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[1] (ترجمہ: آپ فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرماں برداری کرو اللہ تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا۔)

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مظاہرِ کائنات کی صورتوں میں جمالِ الٰہی کا مشاہدہ کرنا اور موجودات کی پیش نظر کمین گاہوں میں کمالِ الٰہی کا معائنہ کرنا ہر خبیث وخسیس کے بس کا کام نہیں ہے سوائے اُن حضرات کے جو صورتوں پر پڑے ہوئے پردوں کے اندر بھی محبوب حقیقی کے رخسار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ (ان کی صفت یہ ہے کہ) ان کا ظاہر بے جا خواہش کی آلودگی سے مبرا اور اُن کا باطن نفس کی حرکتوں سے خالی ہو چکا ہے، یہی حضرات مادی صورتوں میں اُس نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اربابِ محبت چار طبقوں میں منقسم ہیں:

اربابِ محبت کے طبقوں کا بیان

پہلا طبقہ روشن دلوں کا ہے، جن کی پاک روحوں پر شہوت کے میل کچیل کا کوئی اثر نہیں ہے اور پاک صاف ہو چکی ہیں۔ ان کے قلوب بھی پاک ہیں اور طبیعت کی آلودگی سے مبرا ہو چکے ہیں۔ یہ حضرات مظاہر خلق میں حق تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی شے کا مشاہدہ نہیں کرتے اور آئینۂ کائنات میں صرف جمالِ مطلق کو دیکھتے ہیں۔ یہ حضرات کیفیتِ عشق میں خود کو پسندیدہ شکلوں اور زیبا صورتوں میں مقید نہیں کرتے بلکہ کائناتِ عالم میں جو صورت ان کے سامنے آ جائے اس میں حق تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

---

[1] پارہ ۳۔ سورۂ آل عمران۔ آیت ۳۱

محقق ہماں بیند اندر ابل
کہ درخوبرویان چین وچگل[1]

(ترجمہ) صاحب تحقیق اونٹ میں اسی جلوے کا مشاہدہ کرتا ہے جو چین وچگل کے خوبرویوں میں کارفرما ہے۔

(۲) دوسرا طبقہ پاکبازوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے، ان کا نفس ریاضت ومجاہدے کے باعث کثرت کے وہم، انحراف، ظلمت اور طبیعت کی کدورت سے صاف ہوجاتا ہے۔ اگرچہ یہ رذائل کلی طور پر زایل نہیں ہوتے (وجہ یہ ہے کہ) بغیر کسی مظہر کے مجرد حقایق کا ادراک اشیائے کائنات کے مناسبِ حال حاصل نہیں ہوتا تو (آخر کار) خواہ مخواہ ظاہری حسن کے توسط سے انسانی مظہر کی حس (جو مظاہر میں کامل ترین مظہر ہے) ان کے باطن میں آتشِ عشق اور سوزشِ شوق کا شعلہ بھڑکا دیتی ہے۔ رفتہ رفتہ احساسات جن سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے جل جاتے ہیں اور جن سے اتحاد پیدا ہوتا ہے قائم ہوجاتے ہیں اور (انسانی مظہر سے) حسی تعلق ومیلان ختم ہوجاتا ہے اور (اُسی) مقید ظاہری حسن سے جمالِ مطلق کی حقیقت عیاں ہوجاتی ہے۔ ان پاکبازوں پر مشاہدات کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، نتیجتاً مجازی اور عارضی عشق کا رنگ اڑ جاتا ہے اور حقیقی محبت کا رنگ پکا ہوجاتا ہے۔

(۳) تیسرا طبقہ ان گرفتاروں کا ہے جو اس راستے میں آگے نہیں بڑھتے بلکہ حجابات میں گھرے رہتے ہیں اسی باعث بعض بزرگوں نے ان احوال سے پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے، **نعوذباللّٰہ من السکر بعد التعرف ومن الحجاب بعد التجلی** یعنی ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں شناسائی کے بعد غفلت سے اور تجلّی کے بعد حجاب سے۔ ان کا یہ رویہ اس اعتبار سے حجاب ہے کہ ظاہری حسن رکھنے والی صورت سے، جو (بلاشبہ) صفتِ حسن سے موصوف ہے، آگے نہیں بڑھتے، حالاں کہ انھیں محدود کشف وشہود میسر ہوتا ہے۔ (ان کا حال یہ ہے کہ) اگر ایک صورت سے وہ حسی تعلق ومیلان منقطع ہوتا ہے تو دوسری صورت سے جو پہلی صورت سے حسن میں بہتر ہوتی ہے، وابستہ ہوجاتے ہیں اور اسی کشمکش کے عالم میں رہتے ہیں۔ (کسی حسین) صورت سے یہ حسی میلان وتعلق، دراصل دین ودنیا میں اللہ تعالیٰ سے دوری، حرمان، فتنے اور رسوائی کی ابتدا ہے۔ **اعاذنا اللّٰہ وسائر الصادقین من شر ذالک** (اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ صادقین کو اس برائی سے محفوظ رکھے)

(۴) چوتھا طبقہ (گناہ میں) آلودہ لوگوں کا ہے۔ ان کا نفس امارہ مرا نہیں ہے، ان کی آتشِ شہوت بھی ماند نہیں پڑتی اور یہ جبلت کی انتہائی پستی میں گرجاتے ہیں اور حیوانیت کے جہنم میں پڑے رہتے ہیں۔ ان کی ذات سے عشق ومحبت کا وصف معدوم ہوجاتا ہے اور لطافت کی خوبی ان کے باطن میں چھپ جاتی ہے۔ انھوں نے محبوب حقیقی کو بالکل فراموش کردیا ہے اور مجازی محبوبوں کی آغوش میں ہاتھ ڈالے ہوئے آرزوئے طبیعت کو تسکین پہنچاتے ہیں اور انہوں نے نفس کی بے

---

(۱) مطبوعہ نسخے میں (ص۔ ۲۳۹) اس مقام پر نقل کردہ لفظ مٹ چکا ہے۔ مترجم نے ''خوبرویاں'' بطور قیاسی تصحیح لکھا ہے۔ (چگل۔ ترکستان میں ایک حسن خیز شہر کا نام ہے۔ ملاحظہ فرمائیں غیاث اللغات)۔

جا خواہشوں کا نام عشق رکھا ہے۔[۱] افسوس صد افسوس۔ مثنوی:

گریز از عشقِ صورت اے دل آرام
کہ گیرداز ہو اے نفس خود کام
چرا روباہ گرگِ سیرتے را
زلیخای چو یوسف دولتے تام

ترجمہ: اے دل آرام ظاہری صورت کے عشق سے فرار اختیار کر جو انسان کو نفس خود کام کی خواہش میں جکڑ لیتا ہے چیتے کی طرح بڑھ کر حملہ کرنے کی بجائے لومڑی کیوں بن گیا ہے تو کامل دولت حسن رکھنے والے یوسف کی زلیخا ہے۔

مراتب محبت میں سے ادنیٰ ترین درجہ شہوت پسندی کے آثار ہیں۔ یہ رجحان اُن لوگوں میں پیدا ہوتا ہے جنھیں ذوقِ نفس اور قیدِ طبیعت سے رہائی نہیں ملتی اور اُن کے ذوق ادراک کے صحن پر کشف ومشاہدے کی تجلی نہیں چمکی۔ مرادِ نفس کے سوا کوئی مقصود ان کی نظر میں نہیں ہوتا اور نہ کوئی ان کا مطلوب ہے، لیکن اہل اللہ کی شان یہ ہے کہ اربابِ کشف وشہود ہیں۔ الظاہر اسمِ ذات کی تجلیات کے قبیلے سے ہے بلکہ فصوص الحکم کے مصنف رضی اللہ عنہ نے ان کو اعظم شہودات میں شمار کیا ہے، چناں چہ اکثر متقدمین اس نوع کے مشاہدے کے عشق سے منسوب کیے گئے ہیں۔ حضرت شیخ روز بھان بقلیؒ، حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ، حضرت خواجہ حسن نوریؒ، حضرت شیخ ابو القاسم گرگانیؒ اور حضرت خواجہ قاسم نصر آبادی ایسے ہی بزرگ ہیں۔

(ایک روز) شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردیؒ) کی مجلس میں شیخ اوحدالدین کرمانیؒ کا ذکر ہوا حاضرین مجلس میں سے ایک جماعت نے عرض کیا کہ وہ عاشق تھے لیکن پاک طبع شاہد باز تھے۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے فرمایا کہ وہ بدعتی اور گمراہ ہیں، ہمارے سامنے ان کا نام نہ لیں۔ جب شیخ اوحد الدینؒ نے یہ واقعہ سنا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ میرا نام اسی بہانے سے شیخ کی زبان مبارک پر آیا، جیسا کہ اس معنے میں خود فرمایا ہے۔ شعر!

و لسانی ذکر لک لی مساوۃ
بل سرّنی لمنّی خطرۃ ببالکا

ترجمہ: میری زبان پر تیرا ذکر رہتا ہے لیکن میں خوش ہوں کہ تیرے دل میں میرے لیے خلش ہے۔

جب شیخ الشیوخؒ نے شیخ اوحد الدینؒ کے اس انکسار کے بارے میں سنا تو آپ نے انصاف کیا اور تحسین کی دوسری بار جب کسی محفل میں یہ بات سنی تو فرمایا کہ وہ پاکباز شاہد باز تھے لیکن اسی مقام میں اٹکے رہے پھر اہل مجلس سے فرمایا، کاش وہ

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں (ص ۲۴۰) یہاں یہ عبارت تحریر کی گئی ''وہواے عشق رانفس نام نہاد'' یہ صریحاً سہو کتابت ہے۔ سیاق وسباق کے مطابق عبارت یوں ہونی چاہیے۔ ''وہواے نفس راعشق نام نہاد'' چنانچہ اسی قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

کرتے اور کرکے چھوڑ دیتے۔ بعض علما اور عرفا نے اس قسم کی محبت کی مذمت کی ہے، ایسے عاشق کو علاحدہ رکھا ہے اور اسے سلوک کا ادنیٰ مرتبہ خیال کیا ہے (اور کہا ہے کہ) ایسے لوگ اہل حجاب ہیں **الاتری ان النبی صلی الله علیه وسلم کیف قال احب اِلی من دنیا کم ثلٰثه، النساء، والطیب، وقرّة عینی فی الصلوة۔ انه اکمل الوریٰ وانزل فی شانه** یعنی کیا تونہیں دیکھتا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمایا، مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں بہت پسند ہیں، عورت، خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حالاں کہ ہر اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل ترین مخلوق ہیں اور آپ ﷺ کی شان میں نازل ہوا ہے، مَا زَاغَ الْبَصَرُوَمَا طَغٰی [1] (نہ ایک طرف مایل ہوئی نظر نہ حد سے بڑھی۔)

اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ الکبریٰ (یعنی ابن عربیؒ) نے فصِ فردیت میں فرمایا ہے کہ یہاں مقصود اس بات سے خبردار کرنا ہے کہ اہل اللہ کو جن حالات سے گزارا جاتا ہے وہ شہود اور طبیعت کی صورت ہوتی ہے حقیقت نہیں ہوتی اس حال سے نابلد لوگ اپنی کیفیت کو اُن بزرگوں کے احوال ومقامات پر قیاس نہ کریں اور خود کو انکار وادبار کے گرداب میں نہ ڈالیں۔ رباعی: [2]

مبیں در راہِ راست از جملہ عشاق
کہ ہر کس رانوائے زیرو بالاست
یک راہِ حجاز [3] آورد آہنگ
دگر راہِ عراق [4] از پیش آراست

ترجمہ: تمام عاشقوں کو ایک جیسا خیال نہ کرو کیوں کہ ہر ایک کی آواز میں (الگ الگ) اور اونچے سر ہوتے ہیں ایک نے نغمۂ حجاز چھیڑا تو دوسرے نے نغمۂ عراق کے سروں کو سجایا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نقل فرماتے تھے کہ محبت کے اسباب پانچ ہیں:

(۱) پہلا سبب۔ اپنے نفس اور اپنے وجود و بقا کی محبت ہے۔ اس محبت کی ضرورت و اہمیت واضح ہے۔ ہر شخص اپنے وجود کی بقا چاہتا ہے۔ نفع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کی تدبیر میں لگا رہتا ہے۔ جب اپنے وجود بقا کی محبت انسانی ضرورت ہے تو پیدا کرنے والے اور باقی رکھنے والے کی محبت اولیٰ تر ہونی چاہیے۔ [5] اس شخص پر حیرت ہوتی ہے کہ گرمی

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورہ والنجم، آیت ۱۷۔
[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔
[3] حجاز۔ موسیقی میں ایک راگ کا نام ہے۔ ملاحظہ فرمائیں غیاث اللغات۔
[4] عراق۔ یہ بھی ایک راگ کا نام ہے۔ ایضاً
[5] مطبوعہ نسخے میں صفحہ ۲۴۱ کی سطریں، ۱۔ ۴۔ ۸۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۴۔ ۱۷ قطعی طور پر مٹی ہوئی ہیں۔ ان کا پڑھنا ناممکن ہے۔ مترجم نے اس صفحے کے ترجمے میں جناب مشیر احمد کا کوروی کی تلخیص سے استفادہ کیا ہے۔ اگر احقر مترجم کو یہ تلخیص اپنے کرم فرما ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی استاد معارف اسلامی گورنمنٹ کالج ناظم آباد سے عاریتاً دستیاب نہ ہوتی تو یہ صفحہ بے ترجمہ رہ جاتا۔ مترجم محترم ڈاکٹر صاحب کی علم نوازی اور دوست پروری کا ممنون ہے۔

سے بچنے کے لیے درخت کے سائے کو تو پسند کرتا ہے لیکن درخت کو جس کی ذات سے سائے کا قیام ممکن ہوا ہے دوست نہیں رکھتا، کیوں کہ وہ شخص (درخت کی اہمیت اور حقیقت سے) ناواقف ہے اس بات میں کوئی شک وشبہہ نہیں ہے کہ جاہل شخص حق تعالیٰ کو دوست نہیں رکھتا کیوں کہ حق تعالی کی محبت ہی اس محبت کا ثمر ہے۔

(۲) دوسرا سبب۔ احسان کرنے والے اور نعمت دینے والے کی محبت ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ احسان کرنے والے اور نعمت دینے والے کا پیدا کرنے والا حق سبحانہ ہے۔ وہ نعمت دینے والے کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ اس کی سعادت اور بھلائی اس امر میں مضمر ہے کہ وہ ضرورت مند کو مال خیرات کرے۔ حق تعالیٰ منعم کو خیرات کے لیے بے چین کر دیتا ہے۔ پس حق تعالیٰ کی محبت ہی ہر محسن اور منعم کی محبت سے اولیٰ تر ہوگی۔

(۳) تیسرا سبب۔ صاحب کمال سے محبت ہے، مثال کے طور پر ایک شخص صفات کمال میں سے بعض خوبیوں کا حامل ہے جیسے علم، سخاوت اور تقویٰ وغیرہ تو اس کی وہی خوبیاں اس سے محبت کا سبب بن جاتی ہیں پس اس حقیقت کے پیش نظر اس ہستی سے محبت کرنا زیادہ بہتر ہے جو تمام کمالات کا سر چشمہ ہے اور جس کی ذات پاک سے تمام مکارمِ اخلاق، محامد اور اوصاف کا فیض جاری ہوا ہے۔

(۴) چوتھا سبب۔ صاحب کمال سے محبت ہے لیکن ظاہری جمال ایک عاریتی چیز ہے درحقیقت جو عکس وخیال سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس کی حقیقت صرف اسی قدر ہے کہ یہ جمال آب وگل نیز گوشت اور پوست کے پردے سے نمایاں ہوتا ہے۔ اس کے باوجود کسی معمولی سبب سے متغیر ہوجاتا ہے (یعنی ظاہری حسن ہمیشہ قائم نہیں رہتا) پس وہ جمیل مطلق زیادہ لائق محبت ہے جس کے انوارِ جمال کے پرتو سے تمام مخلوق حسین نظر آتی ہے۔ جمال مطلق کا ظہور کسی مظہر اور صورت میں مقید نہیں ہے۔

(۵) پانچواں سبب۔ وہ محبت ہے جو روحانی ہم آہنگی کے سبب پیدا ہوتی ہے دو شخصوں میں یہ ہم آہنگی روحانی مناسبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ مناسبت اس وجہ سے بھی پیدا ہوتی ہے کہ دونوں کا مزاج اعتدال کے کسی درجے میں یکساں ہو یا مزاج کا درجہ ایک دوسرے سے نزدیک ہو۔ **فالقرب نسبة الی الا عتدال الحقیقی یستلزم قبول روح اشرف اعلیٰ لا بالعکس فی الحسنة ونزول الدرجة** (پس قربت اعتدال حقیقی کی نسبت ہے جس سے بزرگ وبلند روح کی قبولیت لازم آتی ہے نہ برعکس بھلائی اور درجے کے نزول میں) چنانچہ جب دو مزاج ایک درجے پر ہوں یا ایک دوسرے کے قریب ہوں تو لازمی طور پر دونوں میں محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ اسبابِ محبت حضرت مسبب الاسباب کے پیدا کردہ ہیں لہٰذا حضرت حق جنھوں نے بے علت وبے استحقاق وہ اسباب پیدا فرمائے بدرجۂ اولیٰ لائق محبت ہیں۔

لطیفہ ۴۰

پرہیز گاری، دنیا سے بے رغبتی، اور تقویٰ کا بیان

قال الاشرفؒ

الزهدهو الاعتزال عن میلان النفس حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، زہد خواہش نفس سے علاحدہ ہوجانا ہے۔

مشایخ کے اقوال میں بیان کیا گیا ہے کہ پرہیز گاری کے پانچ مراتب ہیں۔

(۱) مرتبۂ اوّل عدل ہے یعنی جو بات ظاہری شرع کے حکم سے حرام ہے اس پر عمل نہ کرے ورنہ گنہگار اور بدکار ہوگا۔ عمومی طور پر عام مسلمان پرہیز گاری کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

(۲) مرتبۂ دوم نیکوکاروں کے لیے ہے، یعنی جس چیز کے بارے میں حرام ہونے کا فتویٰ نہیں ہے لیکن اس میں (ذرا سا بھی) شبہہ ہے تو اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔ پھر شبہے کے بھی تین قسمیں ہیں:

(الف) وہ بات جس سے پرہیز کرنا واجب ہے مثلاً جس بات میں ریا کا شبہہ ہو یا غصہ کرنا۔

(ب) وہ بات جس سے پرہیز کرنا مستحب ہے جیسے بادشاہوں یا امیروں کا کھانا قبول کرنا۔

(ج) وہ بات جس سے وسوسہ پیدا ہو پرہیز کرنا لازم ہے جیسے شکار کا گوشت شاید بھاگے ہوئے جانور کا گوشت ہو۔

(۳) مرتبۂ سوم متقیوں کے لیے ہے، جو حلال سے بھی پرہیز کرتے ہیں، مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ مالِ غنیمت میں آیا ہو مشک اُن کے سامنے لایا گیا لیکن آپ نے اسے نہیں سونگھا کہ اس پر مسلمانوں کا حق ہے۔ نقل ہے کہ ایک شخص کسی بیمار کے پاس بیٹھا تھا، بیمار مرگیا، اہل خانہ نے چراغ روشن کیا تو وہ شخص روشنی سے دور چلا گیا کہ چراغ کی روشنی پر صرف وارثوں کا حق ہے۔

(۴) مرتبۂ چہارم صدیقوں کے لیے ہے جو حلال چیز سے محض اس لیے پرہیز کرتے ہیں کہ شاید وہ چیز کسی ناجائز ذریعے سے حاصل کی گئی ہو، جیسے کہ بشر حافیؒ نے سلطان کی جاری کردہ نہر کا پانی نہیں پیا (اور فرمایا) کہ معلوم نہیں کہ کس طرح

کی آمدنی سے یہ نہر کھودی گئی ہے۔

(۵) مرتبۂ پنجم مقربوں اور موحدوں کے لیے ہے جو اشارۂ حق کے بغیر کھانے پہننے کو حرام سمجھتے ہیں، **قال المحققین ورع العوام من المحرمات وورع الخواص من المحللات وورع الصدیقین ممن سوی اللہ** یعنی بعض محققوں نے کہا ہے کہ عوام کی پرہیز گاری حرام چیزوں سے بچنا ہے، خواص کی پرہیز گاری (مشتبہ) حلال چیزوں سے بچنا ہے اور صدیقین ماسوی اللہ سے پرہیز کرتے ہیں۔

حضرت قدۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ محققوں کے نزدیک زہد وزاہد کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہونی بھی نہیں چاہیے کیوں کہ خود دنیا کی اتنی قدر و قیمت نہیں ہے کہ اس کے ترک کرنے والے کو زاہد کہا جائے، قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ [1] (آپ فرما دیجیے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے) سے دنیا کم حیثیت ہونا ثابت ہے۔ **الزھدفی الدنیا یذبح البدن والزھدفی الآخرۃ یذبح القلب والا قبال الی اللہ تعالیٰ یذبح الروح** یعنی دنیا سے پرہیز کرنا بدن کو ذبح کرنا ہے، آخرت سے پرہیز کرنا قلب کو ذبح کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا روح کو ذبح کرنا ہے۔

حضرت گنج شکرؒ سے نقل کرتے ہیں۔ (آپ نے فرمایا) تین باتیں زہد کی نشانیاں ہیں، جس شخص میں یہ تین باتیں نظر نہ آئیں وہ زاہد نہیں ہے۔

(۱) اوّل دنیا کی شناخت اور اس کے معاملات سے دست برداری

(۲) دوم اپنے مولا کی خدمت اور اس میں مصروفیت

(۳) سوم آخرت کی آرزومندی اور اس کی طلب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لاَ يَحْتَسِبُ [2] (اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کردے گا اور اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو)۔ (درحقیقت) متقی وہ ہے جس کی روزی کسب سے حاصل نہ ہو۔ **قال علیہ السلام، نِعْمَ کل مومن تقی ایضاً المتقی من اتقی رویتہ تقوٰنہ ولم یر نجاتہ** یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، ہر مومن متقی بہتر ہے اور نیز متقی وہ ہے جو اپنا تقویٰ دیکھنے سے ڈرتا ہے اور اپنی نجات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا (سوائے اپنے مولا کے فضل کے)۔

پاکیزگی تین باتوں پر منحصر ہے:

(۱) ایک حسنِ توکل جو چیز اسے حاصل ہو اس پر توکل کرے۔

(۲) دوسرے حسنِ رضا، جو چیز اسے حاصل نہ ہو اس پر راضی رہے۔

---

[1] پارہ ۵۔ سورہ النساء، آیت ۷۷۔

[2] پارہ ۲۸۔ سورہ الطلاق۔ آیات ۲ اور ۳۔

(۳) تیسرے حسنِ صبر، جو چیز اس سے فوت ہوجائے اس پر صبر کرے۔

متقی کے لیے لازم ہے کہ وہ عزیمت پر کاربند ہو اور رخصت کی فکر میں نہ رہے۔ جس شخص کا دل مفتی ہے وہ اپنے دل کے فتوے پر عمل کرے ایسا شخص متقی اور نیک بخت ہوتا ہے۔

پرہیز گاری بھی ہر شخص کی نسبت سے متضاد ہوتی ہے۔ شریعت میں متقی وہ ہے جو اعضا وجوارح کے گناہوں اور ان کے سبب اصلی سے اعراض کرتا ہے۔ طریقت میں متقی وہ ہے جو باطن کی برائیوں، نفس کے خطروں اور جسم کی بے جا خواہشوں سے بچتا ہے۔ حقیقت کی نظر میں متقی وہ ہے جو ماسوی اللہ سے اعراض کرتا ہے۔ تھوڑے اور زیادہ میں فرق ہوتا ہے۔ تھوڑی چیز کا اختیار کرنا آسان ہوتا ہے۔ چنانچہ جاہ واقتدار کی محبت، کشف وکرامت، زمین طے کرنا اور ہوا میں اڑنا اور اسی طرح کی باتیں ان کے علاوہ ہر وہ شے جو غیر اللہ ہوتی ہے مثلاً حور وقصور، محبت وجدائی وغیرہ، حقیقی متقی ان کی جانب متوجہ نہیں ہوتا۔

لطیفہ ۴۱

توکل، تسلیم ورضا اور روزی کمانے کے بیان میں اس لطیفے میں خوف اور امید کا ذکر بھی ہے

قال الاشرفؒ

التوکل هو تفویض الا مورالی الله تعالیٰ ۔ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَحَسْبُهٗ [۱] سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ توکل (درحقیقت اپنے) معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینا ہے (اللہ فرماتا ہے) اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔توکل کے معنی مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد کرنے کے ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ جس شخص کو وثوق واعتماد ہوتا ہے اسے حق تعالیٰ کی عنایت کافی ہے۔التوکل ثقة بالله یعنی توکل اللہ تعالیٰ کے ساتھ استوار ہونا ہے۔شعر:

و کلت الی المحبوب امری کله
فان شاء احیا وان شاء تلفاً

ترجمہ: میں نے اپنے تمام امور محبوب کے سپرد کردیے ہیں پس اگر چاہے تو زندہ رکھے چاہے ہلاک کردے۔

توکل کی تین نشانیاں ہیں:

(۱) سوال نہ کرے(۲) جب غیب سے کشائش ہو تو رد نہ کرے۔(۳) اگر حاصل کرے تو ذخیرہ نہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ درحقیقت متوکل وہ شخص ہوتا ہے جس کی نظر اسباب پر نہ ہو بلکہ اسباب پیدا کرنے والے پر ہو۔تمام ظاہری اور باطنی امور میں اسباب کی طرف متوجہ ہونا توکل کے خلاف ہے۔ (پس) جو شخص توکل کے باغ میں چلنا پھرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ (اس باغ میں) پھول کی خوشبو یا کانٹے کی چبھن جو بھی میسر ہو، ہر ایک میں

---

[۱] یہ قرآن حکیم کی آیت مبارکہ ہے۔ پارہ ۲۸، سورہ الطلاق، آیت ۳۔

اسباب پیدا کرنے والے کی خوش بوسونگھے۔ بیت

ترا وقتے بود روزی توکل
کہ خارِ خشک رابینی تو گُل[1]

ترجمہ: اے سالک تجھے توکل کی نعمت اس وقت نصیب ہوگی جب تجھے خشک کانٹے میں بھی پھول کی چمک نظر آنے لگے۔

بعضے مشائخ نے توکل کی چار قسمیں بتائی ہیں۔

اوّل: متیقّنِ جو یقین رکھتا ہے کہ روزی ہے، پہنچنے والی ہے **کما قال علیه السلام رزق العوام فی یمینهم و رزق الخواص فی یقینهم** یعنی جیسے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا، عوام کا رزق ان کے دائیں ہاتھ میں ہے اور خواص کا رزق ان کے یقین میں ہے۔

دوم: غالب جو زیادہ تر جانتا ہے کہ جو کچھ روزی ہے پہنچنے والی ہے۔ تھوری دیر میں رزق ضرور پہنچے گا۔

سوم: استوالطرفین جس کا دل رزق کے ہونے یا نہ ہونے پر یکساں حالت میں رہے۔

چہارم: مغلوب جو غالب کے برعکس ہوتا ہے (یعنی روزی کے بارے میں بے چین رہتا ہے)۔

حضرتؒ قوت القلوب[2] سے نقل فرماتے تھے، **حقیقة التوکل الفرار من التوکل ای قطع الاسباب مع اطمینان القلب بغیر تردد وقیل التوکل ترک تدبیر النفس وعن بعض الحکما انه قال مثل التقویٰ کمثل کفی المیزان والتوکل لسانه وبه یعرف الزیاده والنقصان** یعنی توکل کی حقیت توکل سے فرار ہے یعنی کسی تشویش کے بغیر، اطمینانِ دل کے ساتھ اسباب سے بے تعلق ہوجانا اور بعض کے نزدیک توکل یہ ہے کہ نفس کی تدبیر کو ترک کردیا جائے اور بعضے حکما کا قول ہے کہ تقویٰ اور یقین کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں اور توکل ان کی زبان ہے جس سے بیش وکم کا پتہ چل جاتا ہے۔

حاتم[3] سے لوگوں نے دریافت کیا آپ کہاں سے کھاتے ہیں، فرمایا **وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰات وَالْاَرْضِ ولٰكِنَّ**

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۴۲) اور خطی نسخے (ص ۶۲۴) دونوں میں دونوں مصرعوں میں "توکل" نقل ہوا ہے۔ دونوں مصرعوں میں ایک ہی قافیہ لانا خلاف اصول ہے۔ علاوہ ازیں دونوں مصرعوں میں توکل کا قافیہ برقرار رکھا جائے تو دوسرے مصرعے کے کوئی معنی ہی برآمد نہیں ہوتے۔ احقر مترجم کا قیاس ہے کہ دوسرا مصرع یوں ہوگا ......کہ خارِ خشک رابینی تو گل ...... اسی قیاس تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] قوت القلوب۔ تصوف کی اہم ترین تصنیفات میں سے ہے۔ اس کے مصنف ابو طالب محمد بن علی بن عطیة الحارثی المکی م ۳۸۶ھ تھے۔ کتاب کا پورا نام "قوت القلوب فی معاملة المحبوب" ہے۔

[3] مطبوعہ نسخے میں ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی گئی ہے۔ شاید ابوعبدالرحمٰن حاتم اصم، م ۲۳۷ھ مراد ہیں۔

الْمُنٰفِقِيْنَ لَايَفْقَهُوْنَ [۱] (ترجمہ: اور اللہ ہی کی ملک میں، آسمانوں اور زمینوں کے (سب) خزانے مگر منافق نہیں سمجھتے۔) حقیقی توکل یہ ہے کہ (بندہ) یہ یقین کرلے کہ بخشش اور ممانعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور (وہ) دائمی مہربان غافل نہیں ہے۔ تمہارا گمان یہ ہے کہ رزق کے بغیر چارہ نہیں ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رزق کو تمہارے بغیر چین نہیں ہے۔ بیت:

بد نبال روزی چہ بایددوید
تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید

ترجمہ: روزی کے پیچھے کیوں دوڑتا پھرتا ہے تو ایک جگہ جم کے بیٹھ جا، روزی خود بخود تیرے سامنے آئے گی۔

قیل الرزق رزقان، رزق یاتیه و رزق یاتیک یعنی کہا گیا ہے کہ رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ وہ رزق جس کے پاس تو آتا ہے اور وہ رزق جو تیرے پاس آتا ہے۔ عمدہ رزق وہ ہے کہ گھر بیٹھے ہوئے شخص کو رزق پہنچ جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادیؒ) حضرت رابعہؒ کے ہاں ملاقات کے لیے آئے۔ حضرت رابعہؒ نے دریافت کیا کہ اے جنید آپ کے رزق کا کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ اگر (اللہ تعالیٰ) دیتا ہے تو کھالیتا ہوں اگر نہیں دیتا تو قانع رہتا ہوں۔ رابعہؒ نے کہا کہ ہماری گلی کے کتوں کی بھی یہی خاصیت ہے۔ (اس پر جنیدؒ نے) کہا، فرمایئے کہ پھر کیا کروں؟ [۲] بیت:

اگر نداد بکن شکر کاندراں خیرست
اگر بدادت بر بندگاں بکن ایثار

ترجمہ: اگر (رزاق حقیقی نے روزی) نہیں دی تو شکر ادا کر کہ اس میں خیر کا پہلو ہے۔ اگر تجھے (روزی) عطا ہوئی ہے تو اسے بندگان الٰہی پر ایثار کر۔

پیر ہری [۳] نے فرمایا، ہاتھ کو متحرک رکھ تا کہ تو کاہل نہ ہوجائے۔ روزی کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ جان تا کہ کافر نہ بن جائے

---

[۱] پارہ ۲۸۔ سورہ المنفقون، آیت ۷

[۲] اس واقعے سے متعلق تاریخی احتمال یہ ہے کہ رابعہ بصریؒ کا وصال بقول ابن خلکان ۱۳۵ ہجری یا ۱۸۵ ہجری میں ہوا۔ دیگر کتب تصوف میں اس روایت میں حضرت حسن بصری اور سفیان ثوری علیہ الرحمہ کا نام ہے۔ ''نجوم الزاھرہ'' میں رابعہ بصریؒ کی وفات ۱۸۰ ہجری میں بتائی گئی ہے۔ مولانا جامی نے حضرت جنید بغدادی کی وفات ۲۹۷ھ تحریر کی ہے۔ اگر رابعہ بصریؒ کی وفات ۱۸۵ ہجری میں اور جنید بغدادیؒ کی عمر ۱۱۰ سال فرض کی جائے تو ان کی ولادت حضرت رابعہ بصریؒ کی وفات کے بعد ہوئی ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیں ''تاریخ تصوف در ایران'' جلد دوم مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی۔ تہران چاپ دوم ۱۳۴۰ ش صص ۱۳۱ اور ۴۹۔ احقر مترجم کا قیاس ہے کہ اصل روایت میں کسی اور بزرگ کا ذکر ہوگا لیکن صدیوں تک نقل در نقل کے باعث حضرت جنید بغدادی کا نام شامل ہوگیا۔ واللہ اعلم

[۳] پیر ہری سے غالباً خواجہ عبداللہ انصاری ہرویؒ (م ۴۸۱ ہجری) مراد ہیں۔

ہاتھ کو حرکت دینے سے مراد یہ ہے کہ تو اندھیری رات میں بستر سے اٹھ جائے، وضو کرے اور نوافل ادا کرے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ تسلیم کے معنی سپرد کرنا ہیں اور سپرد کرنے والے کو مالک ہونا چاہیے تا کہ سپرد کرنے کا فعل درست ہو۔ خلیل اللہ (علیہ السلام) نے کہا، **اسلمت لرب العلمین** (ترجمہ: میں نے اپنی گردن رکھ دی تمام جہانوں کے رب کے لیے) اس سپردگی کا بدلہ یہ تھا کہ فانی گھر کی[۱] (دنیا کی) فانی آگ جو مخلوق کی سلگائی ہوئی تھی خلیل اللہؑ پر ٹھنڈی ہوگئی اور یہ جو کہا **وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ**[۲] (اور میں اپنا (سب) معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔) اس تفویض کا بدلہ یہ ملا کہ دارِ بقا کی باقی رہنے والی آگ جسے اللہ نے سلگائی ہے حضرت رسالت علیہ السلام کے غلاموں پر ٹھنڈی ہوگئی۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ خود کو حق تعالیٰ کے سپرد کرنا یہ ہے کہ نعمت ہو یا مصیبت اس کی طرف سے جانے۔ ایک سے خوش اور دوسرے سے غمگین نہ ہو ورنہ حضوری کی کیفیت سے حجاب میں جا گرے گا کیوں کہ سپردگی حق کے ساتھ دل کا قرار ہے اور اس کی معرفت میں سچا ہونا ہے کہ مصیبت اور نعمت دینے والا صرف اللہ ہے۔ بیت:

بگزاشتہ ام مصلحتِ خویش بدو
گر بکشد و ور زندہ کند او داند

ترجمہ: ہم نے اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیے ہیں۔ اب مارے یا جلائے یہ وہی جانے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ سپردگی اور ترکِ مداخلت بندگی کی علامت ہے۔ غلام کو آقا کی ملکیت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ ایسا تصرف آقا کے حکم کی خلاف ورزی کے ضمن میں آتا ہے اور یہ کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعاً وَّلَا ضَرّاً اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ اِنْ اَنَا اِلَّانَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَo[۳]

فرمادیجیے میں اپنی جان کے لیے خود کسی نفع کا مالک نہیں اور نہ کسی نقصان کا مگر (اس کا) جو اللہ چاہے اور اگر (تعلیم حق کے بغیر) میں غیب جانتا تو یقیناً (بذاتِ خود) بھلائی جمع کرلیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو ایمان والوں کو (اللہ کی طرف سے) محض ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ وہ عزیز بندہ جس سے مسبب (اللہ تعالیٰ) اسباب لے لیتا ہے وہ حق تعالیٰ کی رضا کا منتظر رہتا ہے اور ہر صورت حال میں کسی قسم کی تدبیریں اختیار نہیں کرتا کہ **الآفة فی التدبیر والسلامة فی التسلیم** یعنی

۱۔ مطبوعہ نسخے (ص ۲۴۳) کی عبارت یہ ہے: ''سرد شدن آتش فانی بدار البقا کہ موقدش مخلوق بود'' اس عبارت میں ''بدار البقا'' سہو کتابت ہے یہاں ''بدارالفنا'' ہونا چاہیے تا کہ بعد کی عبارت کے مطابق ہوجائے۔ اس قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

۲۔ پارہ ۲۴۔ سورۂ المومن، آیت ۴۴ ۳۔ پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۸۸۔

تدبیر میں آفت ہے اور سپردگی میں سلامتی ہے۔ قطعہ

سلامت آں کسے باشد کہ درراہ
مسلّم باشدش ارشاد تسلیم
بباد اوبود حرکات سکنات
نہادہ در تو ومیدانت تسلیم [1]

ترجمہ: راہِ سلوک میں وہ شخص سلامتی کے ساتھ گزرتا ہے جو تسلیم کے حکم کو مانتا ہے۔ جس کی حرکات وسکنات سپردگی کے اشارے کے مطابق ہوتی ہیں اور جس کی بنیاد اور میدان میں بجز سپردگی کچھ نہ ہو۔

بندے کی سپردگی قاطعِ مصیبت ہوتی ہے۔ مقام خلیل اللہ ہے۔ **حسبی من سوالی علمه بحالی** یعنی مجھے میرے سوال سے کفایت ہے اس کا علم میرے حال کے ساتھ ہے۔ شعر:

علم تسلیم ہیچ دانی چیست
ارّہ بر سر نہند او تسلیم

ترجمہ: تجھے کچھ خبر ہے کہ علم تسلیم کیا ہے؟ یہ ہے کہ اس کے سر پر آرہ چلائیں اور وہ جنبش نہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اکثر مشائخ نے ہمیشہ دست کاری کے ذریعے روزی کمائی ہے اور دل وجان سے اس پر عمل کیا ہے۔ متقدمین مشائخ اور علما نے ہاتھ سے روزی کمانے کا شغل اختیار کیا ہے اور باعث عزت گمان کیا ہے۔ ہندوستان میں روزی کمانے کو بدترین عادات اور ذلیل ترین اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے، اسی باعث بھیک اور محتاجی میں مبتلا کردیے گئے ہیں۔ انھیں اس کی خبر ہی نہیں ہے کہ اکثر انبیا کسی پیشے اور کسب سے منسوب رہے ہیں چنانچہ کسب کی توہین کو ایک قسم کا کفر کہا گیا ہے کیوں کہ وہ توکل کی وادی میں آخری حد تک پہنچنے میں ناکام رہے اگر لوگ روزی کمانے کا شغل اختیار کرتے ہیں تو جائز ہے بلکہ لازم ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، **فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ۔** [2] (پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں منتشر ہوجاؤ)۔

نقل ہے کہ ایک شخص کا کنبہ بڑا اور معاش کے ذرائع کم تھے حضرت شبلی رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر لوٹ جا اور اس فرد کو جس کی روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے اسے گھر سے نکال دے۔ وہ شخص شبلیؒ کے جواب سے متنبہ ہوا اور گوشۂ توکل میں بیٹھ گیا۔

---

[1] اس قطعے کا دوسرا شعر خطی نسخے (ص ۶۲۵) کے مطابق نقل کیا گیا ہے۔ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۲۴۳ پر چوتھا مصرع ''نہادہ درتو ومیدنت تسلیم'' نقل ہوا ہے۔ اس میں سہوِ کتابت کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ بہر حال مترجم نے اس قطعے کا ترجمہ بہ تکلف کیا ہے لیکن مطمئن نہیں ہے۔

[2] پارہ ۲۸۔ سورۃ الجمعہ، آیت ۱۰

اربابِ توکل کی تمثیل میں ایک حکایت

نقل ہے کہ ایک جماعت خواجہ جنید قدس اللہ روحہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ہم تلاشِ رزق شروع کردیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمھارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھلا دیا ہے تو یاد دلاؤ۔ انھوں نے عرض کی کہ ہم مکان کے اندر توکل میں بیٹھ جائیں۔ فرمایا کہ تمھارے لیے یہ تجربہ مشکل ہوگا۔ انھوں نے عرض کی پھر حیلہ (بہانہ) کیا ہے؟ فرمایا حیلہ ترک کرنا ہی حیلہ ہے۔ قطعہ:

کزیں رہ می روی ہشیار می رو
تو نازِ نازنیناں راچہ دانی
بہ موسیٰ گو کہ برہر کوہ تیغ است
ولے بر طور تیغِ لن ترانی

ترجمہ: تو راستے سے جارہا ہے ذرا ہوش کے ساتھ چل۔ تجھے نازنینوں کے ناز کی خبر نہیں ہے۔ (حضرت) موسیٰؑ سے کہو کہ ہر پہاڑ کی چوٹی پر تلوار ہے لیکن کوہِ طور پر لن ترانی (تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے) کی تلوار ہے۔

عوارف[1] میں اس گروہ کے مختلف احوال بیان کیے گئے ہیں، جو اسباب کے ساتھ گزر بسر کرتے ہیں یا اسباب سے بچتے ہیں۔ ان میں کوئی ایسا ہوتا ہے جو فتوح اور رزق معلوم کی طرف جلد مایل نہیں ہوتا۔ نہ کسب کرتا ہے نہ سوال کرتا ہے۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ کمائی ہوئی روزی سے پیٹ بھرتا ہے۔ کوئی فاقے کے وقت سوال کرتا ہے لیکن فاقہ اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص فاقے کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ جائے۔

وہب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر آسمان تانبا بن جائے اور زمین سیسے کی ہوجائے تو میں ہر حال میں رزق کا اہتمام کروں گا۔ لیکن اگر میرا رجحان صرف رزق کی طرف ہی رہے تو میں مشرک ہوجاؤں گا۔

ابوعلی رود باری فرماتے ہیں، اگر صوفی پانچ روز کے بعد یہ کہے کہ میں بھوکا ہوں تو **فالزموہ بالسوق ومروہ بالکسب** (اسے ملازم بازار کرو اور کسب کا حکم دو)

یہاں ایک نکتہ پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص روزی کمانا ترک کرے ذکر وفکر میں بیٹھ جائے یا اخلاص واستغراق کے لیے عبادت میں مشغول ہوجائے لیکن اس کے دل میں تشویش ہو، اور اس انتظار میں رہے کہ کوئی شخص آئے اور اس کے لیے کچھ لائے تو ایسے شخص کو ترکِ کسب روا نہیں ہے، البتہ وہ شخص جس کا دل قوی ہو اور حق تعالیٰ پر صبر و توکل کرنے کی طاقت رکھتا ہو

[1] عوارف۔ اس تصنیف کا پورا نام ''عوارف المعارف ہے، جسے شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) نے تحریر فرمائی ہے۔

ایسے شخص کے لیے ترکِ کسب بہتر ہے۔ اگر کسی کسی شخص کے دل میں یہ اضطراب ہے کہ کوئی شخص اس کے گھر آئے اور اسے کچھ دے تو یہ خیال بھی ایک قسم کا سوال ہے جو دل سے کیا گیا پس ترکِ سوال ترکِ سبب سے بہتر ہے۔

قال الخوف ذکر والرجا انس ومنهما یولد حقائق الایمان یعنی فرمایا کہ خوف ذکر ہے اور رجا (امید) محبت ہے، ان دونوں سے حقائقِ ایمان پیدا ہوتے ہیں۔

ایضاً، الخوف جندمن جنود الله، لا یصح خوفه حتّٰی لا یخاف من الحسنات کما یخاف من السیأت پھر (فرمایا) خوف اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک کوئی شخص نیکیوں سے ایسے ہی ڈرے جیسے برائیوں سے ڈرتا ہے۔ جس روز اخلاص سے نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو یا پاک حج ادا کیا ہو، اس روز زیادہ ڈرنا چاہیے۔ (دراصل) خوف ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔

خشیت[1] عبارت ہے خوف سے۔ اس کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ (سفیان) ثوریؒ نے فرمایا ہے کہ خوف حُزن ہے۔ جنید (بغدادیؒ) کا قول ہے کہ سانس کے شمار کے ساتھ عقوبت برداشت کرنا (خوف ہے) ابراہیم بن شعبانؒ نے فرمایا، جب خوف دل میں بیٹھ جاتا ہے تو شہوتوں کی جگہوں کو جلا دیتا ہے اور اس سے دنیا کی رغبت دور کردیتا ہے۔ بعضے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال سے دل کا لرزنا خوف ہے۔ کہا گیا ہے کہ خوف احکام کی متابعت سے دل کا قوی ہونا ہے۔ حاتم اصم کا قول ہے کہ ہر شے کے لیے زینت ہے، عبادت کی زینت خوف ہے۔ خوف کی علامت قصرِ امید ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **فَلاَ تَخَا فُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّوْمِنِیْنَ**[2] (توتم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو) خشیت عمل کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔[3] (اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔) جو شخص کسی شے سے ڈرتا ہے اس شے سے دور بھاگتا ہے (لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے۔ جہاں کہیں خوف ہے دلیری نہیں ہے اور جہاں کہیں رجا (امید) ہے فرصت نہیں ہے۔ اگر اس کی (خوف کی) یا اُس کی (امید کی) دائمی قید میں رہے تو ایمان تباہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ **الایمان بین الخوف والرجا** (ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے) اس حقیقت کا بھید ہے۔

خوف اور امید پرندے کے دو پر ہیں۔ اگر اس پرندے کا ایک پر ناقص ہو تو ایک پر کی قوت سے اڑنے کی رفتار سست رہے گی جب تک دونوں پر یکساں اور برابر نہ ہوں۔ قطعہ:

---

[1] یہاں مطبوعہ نسخے (ص ۴۴۲) میں طویل عربی عبارت مع فارسی ترجمے کے تحریر کی گئی ہے۔ احقر مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

[2] پارہ ۴۔ سورۂ ال عمران، آیت ۱۷۵۔ [3] پارہ ۲۲۔ سورۂ فاطر، آیت ۲۸،

دو بالِ خوف ورجا مرغِ سالک از ہم زد
پر ید تابسرِ آشیانِ وحدت خویش
بریخت پرِّ ہوائے گریز، خانہ گرفت
کشاد بال و پر از بیضہائے کثرت خویش

ترجمہ: سالک پرندے نے خوف وامید کے دو پروں کو حرکت دی اور اپنے آشیانۂ وحدت کی طرف اڑا خواہشِ فرار (خوف) نے پرتوڑ دیا تو گوشے میں بیٹھ گیا اور اپنی کثرت کے انڈوں (امیدوں) سے بال و پر کھولے۔

خوف کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے مکر (تدبیر) سے محفوظ نہ رہ سکے، وَاُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ [1] (اور میں انھیں مہلت دیتا ہوں بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے) دس امور مکر کی علامت ہیں۔ اوّل بے ذوق طاعت، دوم بغیر توبہ کیے گناہ کرتے رہنا، سوم دعا میں بے اطمینانی کی کیفیت، چہارم علم بے عمل، پنجم حکمتِ بے نیت۔ ششم احترام کے بغیر نیک بندوں کی صحبت، ہفتم بدلوگوں کی جانب رغبت، ہشتم بے اطمینانی، نہم اللہ کے آگے ایسی عاجزی جو یقین سے خالی ہو، دہم بندے کا غیر خدا پر بھروسا۔ آخر کی دو علامتیں سب سے بدترین ہیں۔

رجا کی علامت یہ ہے کہ بندہ طاعت میں لگا رہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید رکھے۔ دل کی قوت امید ہے۔ شیخ یحییٰ معاذ رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتوں میں سے سب سے بڑی عنایت یہ ہے کہ بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید قائم رہے۔

لوگوں نے مالک بن دینار کو خواب میں دیکھا۔ ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ انھوں نے کہا کہ میں اُس بارگاہ عالی میں بہت زیادہ گناہوں کے ساتھ حاضر ہوا، مجھے تمام گناہوں سے پاک کردیا گیا اُس یقین کی بنا پر جو مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا۔ **انا عندظن عبدی** [2] یعنی میں اپنے بندے کے گمان پر ہوں اس حقیقت کا بھید ہے۔ حق تعالیٰ نے بشر حافی سے ان کی وفات کے بعد دریافت کیا کہ تو دنیا میں مجھ سے کیوں ڈرتا رہا، **ما علمت الکریم صفتی** (کیا تو نہیں جانتا کہ الکریم میری صفت ہے) شعر:

امید واراں دستے زوند مدام بدوست
اگر فرد گسلا نند در کہ آویزند

ترجمہ: امید وارانِ کرم ہمیشہ دوست کا سہارا پکڑتے ہیں۔ اگر دوست کا ہاتھ چھوڑ دیں تو پھر کس کے سہارے رہیں گے۔

---

[1] پارہ ۹۔ سورہ الاعراف، آیت ۱۸۳

[2] مطبوعہ نسخے (ص۔ ۲۴۵) میں یہ حدیث قدسی اس طرح نقل کی گئی ہے، ''اَنا عَلیٰ ظَنّ عبدی'' لیکن یہ درست نہیں ہے۔ یہاں خطی نسخے کے مطابق نقل کی گئی ہے۔

لطیفہ ۴۲

خواب کی تعبیر کا بیان

قال الاشرف:

التعبیر ما یعبرمن الرو یا بمقتضی حال یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، تعبیر کے معنی ایسی بات ظاہر کرنے کے ہیں جو خواب میں دیکھے گئے واقعے کے مطابق ہو۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اہل ریاضت ومجاہدہ کے خواب کی تعبیر اربابِ دولت کے خواب سے مختلف قسم کی ہوتی ہے خواہ دونوں کا خواب یکساں ہی کیوں نہ ہو۔ ہر گروہ کے خواب کی تعبیر مختلف ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ایک شخص خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک بہت سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہوں اور میں نے اس کے سائے سے فائدہ حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر فرمائی کہ تمھیں بادشاہِ وقت سے دنیاوی فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک دوسرے شخص نے بعینہ یہی خواب جو ایک بادشاہ نے دیکھا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا۔ فرمایا، اس کا ملک اس کے ہاتھ سے چلا جائے گا لیکن تخت وہی رہے گا۔

فرماتے تھے کہ خواب کی تعبیریں بھی کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ خواب بیان کرتے وقت خواب دیکھنے والے کے جسمانی اعضا کی حرت کس طرف ہے۔ اگر دائیں جانب حرکت کرتے ہیں تو تعبیر اچھی ہوگی اگر اعضا کی حرکت بائیں جانب ہے تو بری ہوگی۔ اس تعبیر کو ''فعل السائل'' اور ''بالسمع'' بھی کہتے ہیں۔ ''تعبیر بالسمع'' کا تعلق تعبیر بتانے والے سے ہے کہ اس نے خواب سنتے وقت کیا سنا۔ اگر اس نے مبارک بات جیسے اذان کی آواز، تلاوت قرآن، اللہ تعالیٰ انبیا اور اولیا کا ذکر یا اس کی مثل کلام سنا ہے تو خواب کی تعبیر نیک ہوگی اگر اس نے نامبارک بات جیسے گالی یا گریہ یا اس کی مثل ناخوش گوار بات سنی ہے تو خواب کی تعبیر بری ہوگی۔ ایسے ہی ''تعبیر بہ بصر'' بھی ہے۔ اس کا تعلق بھی تعبیر بتانے والے سے ہے یعنی جب خواب بیان کیا جارہا تھا تو اس نے کیا دیکھا۔ اگر ایسی بات دیکھی جو نیک فال ہو جیسے اچھا چہرہ یا گھوڑے کی شکل اور

ایسی ہی چیزیں تو خواب کی تعبیر نیک ہوگی۔ اگر برا چہرہ اور بری صورت دیکھی جو نیک فال خیال نہیں کی جاتیں تو اس صورت میں خواب کی تعبیر بری ہوگی۔ خواب کی تعبیر بتانے والے پہلی قسم کو ''تعبیر بسمع'' اور دوسری قسم کو ''تعبیر بہ بصر'' کہتے ہیں۔

غالبًا اسی مجلس میں فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ جب بھی کوئی خواب دیکھتے تھے تو اس کی تعبیر جاننے کی بہت کوشش فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر کے لیے بہت غور وفکر کیا لیکن کوئی مناسب تعبیر حاصل نہ ہوئی، یہاں تک کہ قرآن شریف سے فال دیکھی، اس میں بھی ایک ایسی آیت برآمد ہوئی جس سے تعبیر کے نیک و بد کا پتہ نہ چلتا تھا۔ بس بین بین تھی۔ آخر الامر حضرت شیخ نظام الحق والدینؒ نے عرض کیا۔ یا شیخ! آپ کے خواب کی تعبیر نیک ہے گنج شکرؒ نے دریافت فرمایا، تم نے یہ بات کس طرح معلوم کی؟ انھوں نے عرض کیا کہ جس وقت آپ خواب بیان فرما رہے تھے تو آپ کا دایاں دست مبارک آسماں کی جانب حرکت کر رہا تھا، اس صورت حال سے میں نے جانا کہ خواب کی تعبیر خیر کے ساتھ ہوگی۔ پھر رویت باری تعالیٰ کا ذکر آ گیا (فرمایا) خواب کی تعبیر سے متعلق ابن سرینؒ[1] فرماتے ہیں کہ جو شخص حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھے وہ شخص دنیا میں امن میں رہے گا، دونوں جہانوں میں نیک بخت ہوگا اور اسے بہشت نصیب ہوگی۔ اگر کافر ایسا خواب دیکھے تو ایمان لائے گا۔ اگر فاسق یہ خواب دیکھے تو اسے توبہ نصیب ہوگی۔ اگر ظالم بادشاہ یہ خواب دیکھے تو عادل ہوجائے گا۔ درویش دیکھے تو تونگر ہو جائے گا۔ اُس شہر میں عدل وانصاف جاری ہوگا۔

طرح طرح کے خوابوں کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شیاطین ہر شکل کے مشابہ ہوکر سامنے آ سکتے ہیں لیکن رسول علیہ السلام کی شکل میں نہیں آ سکتے (اس کی انھیں قدرت ہی نہیں ہے) اسی سلسلے میں فرمایا کہ بغداد میں قلندروں کی ایک جماعت آئی اور ایسے اطوار شروع کر دیے جو اہل سنت و جماعت کے خلاف تھے۔ شہر کے علما اور فصحا جمع ہوئے اور ان کے قتل کرنے کا فتویٰ دے دیا۔ مولانا برہان الدین جو بغداد کے علما کے پیشوا اور راست گفتار اہل بلاغت کا خلاصہ تھے، اس معاملے کے پیش کار بنے اور یہ معاملہ سلطان کی خدمت میں عرض کیا، سلطان نے تعظیم وتکریم بجالانے کے بعد کہا کہ کل میرے پاس سوال فتویٰ روانہ کیا جائے تاکہ فیصلہ کروں۔ مولانا اپنے گھر آ گئے۔ رات خواب میں دیکھا کہ ان کے والد کی شکل میں ایک نورانی شخص ہے جو کہہ رہا ہے، اے بیٹے! تو کس خیال میں گرفتار ہے۔ خلقِ خدا کو خدا کے حوالے کر اور یہ کہہ کر وہ شکل غائب ہوگئی۔ مولانا خواب سے جاگے تو بہت فکرمند ہوئے کہ اب کیا کروں؟ (اسی تشویش میں) نیند آ گئی۔ حضرت رسول علیہ السلام کی عالم آرا اور مشکل کشا شکل خواب میں نمایاں ہوئی، فرمایا تم ہرگز اپنے دل میں تردد نہ کرو۔ وہ ابلیس کی صورت تھی جس نے دھوکہ دیا

---

[1] (آپ کا پورا نام محمد ابن سیرین تھا۔ آپ مفتیان بصرہ میں بلند مرتبے کے حامل تھے۔ فقیہ، امام، وسیع العلم اور خواب کی تعبیر بتانے کے ماہر تھے۔ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں ''تاریخ فقہ اسلامی'' از علامہ محمد الخضری۔ اردو ترجمہ از مولانا عبد السلام ندوی۔ اسلام آباد، سال ندارد، صص ۲۳۰۔۲۳۱)

اورتم سے شرع درست کرنے کی بات کی۔ اب تم پر لازم ہے کہ پوری آمادی سے اٹھو، شریعت پر کاربند ہوجاؤ اور ان کے قتل کرنے کا فتویٰ دو کیوں کہ بدعت کو جڑ سے اکھاڑ نا انتہائی اہم کام ہے۔ مولانا (اس بشارت سے) بہت خوش ہوئے اور شریعت کا حکم پورا کیا۔

خواب میں حمائل (چھوٹا قرآن شریف جو گلے میں لٹکایا جاتا ہے) پانا بہت اچھا ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ خواب کی تعبیر ہر شخص کی نسبت سے جو زاہد ہو، فاسق ہو یا صوفی ہو جدا جدا ہوتی ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امام اعظمؒ نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کو کھود رہے ہیں، ہڈی کی خاک کو الٹ پلٹ اور پراگندہ کررہے ہیں۔ صبح ہوئی تو امام اعظمؒ بہت پریشان اورفکرمند ہوئے۔ ایک شخص کو یہ پیغام بھیجا کہ تم ابن سیرین کے پاس جاؤ اور کہو کہ تم نے یہ خواب دیکھا ہے (اس کی تعبیر کیا ہے) وہ شخص ابن سرین کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ حضرت ابن سرین نے فرمایا کہ یہ آپ کا خواب نہیں ہوسکتا البتہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا ہوگا۔ جایئے اور انھیں خوش خبری دیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی خاک اور شریعت کے مغز کو دنیا کے اطراف میں پہنچائیں۔ اگر کسی دوسرے شخص نے یہ خواب دیکھا ہوتا تو ابن سرین اس کی تعبیر دوسری طرح کرتے۔

عبدالملک بن مروان نے خواب دیکھا کہ اس کی کسی دشمن سے جنگ ہوگئی ہے۔ دشمن نے اسے زیر کرکے چو میخا کردیا ہے۔ جب عبدالملک بیدار ہوا تو کہا کہ رات میں نے برا خواب دیکھا۔ اس نے ایک شخص کو ابن سیرین کی خدمت میں بھیجا اور حکم دیا کہ تم اپنی طرف سے یہ خواب بیان کرکے تعبیر دریافت کرنا۔ ابن سیرینؒ نے خواب سنا اور کہا کہ یہ خواب تم نے نہیں دیکھا اگر دیکھا ہوگا تو عبدالملک بن مروان نے دیکھا ہوگا۔ جاؤ اور انھیں بشارت دو کہ آپ اطراف زمین پر قبضہ کریں گے اور دشمن کو زیر کریں گے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ خواب جھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کو ''خواب ہمت'' کہتے ہیں۔ دوسری قسم کا نام ''خواب علت'' ہے۔ تیسری قسم کو اضغاث واحلام (پراگندہ خواب) کہتے ہیں۔ پہلی قسم کا اجمال یہ ہے کہ لوگوں کو بیداری میں کسی چیز کا خیال پیدا ہوتا ہے جب سوتے ہیں تو اس چیز کو خواب میں دیکھتے ہیں جیسے بھوکا پیاسا شخص خواب میں روٹی اور پانی دیکھتا ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مرض یا بیماری میں گرفتار ہے اور اس کے درد سے نالاں ہے۔ ایسا مریض شخص خواب میں خوف وہراس دیکھتا ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ لوگ خواب میں شیطان کو دیکھتے ہیں یا اُن پر غسل واجب ہوجاتا ہے۔ ایسے خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔

کافر کے خواب کی تعبیر ایسی ہی ہوتی ہے جیسی مومن کے خواب کی ہوتی ہے لیکن مومنوں کے خواب کافروں سے افضل ہوتے ہیں۔ اسی طرح عالم کا خواب جاہل سے، مرد کا خواب عورت سے اور بادشاہ کا خواب رعیت سے افضل ہوتا ہے۔

لطیفہ ۴۳

بخل، سخاوت، رزق اور ذخیرہ کرنے کے بیان میں

قال الاشرفؒ:

البخل هو الامساک عن الحق من ذمة والسخاهو فناء النفس فی سبیل الله مع الواجب۔

سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ کنجوسی اپنے ذمے حق کو ادا کرنے سے رک جانا ہے اور سخاوت اللہ تعالیٰ کی راہ میں واجب کے ساتھ نفس کو فنا کرنا ہے۔

ایک شخص پر جو کچھ واجب ہے اگر ادا نہیں کرتا تو بخیل کہلائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے۔ کہ واجب سے زیادہ ادا نہ کرے تو اس نے فضلیت کو ترک کیا خواہ دے یا نہ دے۔ اگر دیتا ہے تو عدل ہے واجب کا ادا نہ کرنا حرام اور کنجوسی ہے۔

ایک دوسری روایت ہے کہ سخی وہ شخص ہے جو واجب کو ادا کرتا ہے اور بخیل اس کے ضد ہوتا ہے (یعنی واجب ادا نہیں کرتا) لیکن سخی اور جواد میں فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ سخی وہ ہے جو حق دار کو واجب ادا کرتا ہے اور جواد وہ ہے جو واجب پر اضافہ کرکے (حق دار کو) دیتا ہے، بعض علما کے نزدیک، صفاتِ خلق کے اعتبار سے، جو دوسخا کے ایک ہی معنی ہیں لیکن حق تعالیٰ کو جواد کہتے ہیں اور سخی نہیں کہتے کیوں کہ ہم اس امر سے آ گاہ ہیں کہ حق تعالیٰ نے خود کو سخی نہیں فرمایا ہے اور نہ احادیث وروایت میں اس نام (یعنی سخی نام) کا ذکر ہے۔ علما کا اجماع ہے کہ حق تعالیٰ کا نام رکھنا بمقتضائے عقل ولغت جائز نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ عالم (جاننے والا) ہے اور اس پر اجماع ہے کہ سب اسے عالم کہتے ہیں اور عاقل وفقیہہ نہیں کہتے، حالاں کہ عالم، عاقل اور فقیہہ کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔

بیان کرتے ہیں کہ پہلا درجہ سخاوت ہے، اس کے بعد جود اور اس کے بعد ایثار کا درجہ ہے۔ اس کی مثال یوں دی گئی ہے کہ ایک شخص اپنے مال میں کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور کچھ بچا کر رکھے وہ سخی ہے، جو شخص زیادہ خرچ کرے اور اپنے لیے کم بچائے وہ جواد ہے اور جو شخص خود تکلیف اٹھائے اور دوسرے کی تکلیف دور کرے وہ صاحب ایثار ہے۔ یہ تمام خوبیاں صفاتِ خلق میں شامل ہیں۔

بیان فرماتے تھے کہ جواد وہ ہے کہ جس وقت کوئی چیز دینے کا خیال دل میں پیدا ہو اسی وقت دیدے۔ اگر دوسرے خطرے کا انتظار کرے تو سخی کہا جائے گا۔ علاوہ ازیں سخی مال دیتے وقت بعض باتوں کی احتیاط کرتا ہے (مستحق اور غیر محتق میں تمیز کرتا ہے) لیکن جواد کسی قسم کی احتیاط نہیں کرتا۔ بعض بزرگوں کے نزدیک ایثار، انفاق، فتوت (جوانمردی) اور صدقہ ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ ایثار دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دے کر مال خرچ کرنا ہے اور انفاق یہ ہے کہ اپنی محبوب شے کو خرچ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ[1] (تم ہرگز نہ پاسکو گے نیکی یہاں تک کہ خرچ کرو اس چیز سے جسے تم پسند کرتے ہو)

فتوت یہ ہے کہ دوسرے کے کام کے لئے قدم اٹھائے۔ اپنے نفس کو دوسرے کے نفس پر ترجیح نہ دے۔ صاحب فتوت انصاف کرتا ہے اور خود انصاف کا طالب نہیں ہوتا، دوسروں کے عیب چھپاتا ہے اور آج جو کچھ اس کے پاس ہے، کل کے لیے ذخیرہ نہیں کرتا اور سوالی کو (خالی ہاتھ) نہیں لوٹاتا۔ **قال علیہ السلام الصدقہ تقع اولاً فی ید الرحمن ثم انتقل فی ایدی الفقیر۔** رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ صدقہ اولاً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں واقع ہوتا ہے پھر محتاج کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ فقیر کو تھوڑا بہت ضرور دینا چاہیے اور شرم نہیں کرنا چاہیے۔ اس حقیقت پر غور کرے کہ ہر عطا کرنے والا لینے والا بھی ہے۔

صدقے کے قبول ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔ دو شرطیں صدقہ دینے سے پہلے ہیں۔ ایک یہ کہ صدقہ حلال کمائی سے دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ صدقہ صالح لوگوں کو دے تاکہ خراب باتوں پر خرچ نہ ہو۔ دو شرطیں صدقہ دیتے وقت کی ہیں۔ ایک یہ کہ صدقہ خوش دلی اور عاجزی کے ساتھ دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لوگوں سے چھپا کر دے اور پانچویں ایک شرط صدقہ دینے کے بعد کی ہے اور وہ یہ ہے کہ صدقہ دینے کا ذکر زبان پر نہ لائے احسان نہ جتائے **لَاتُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى**[2] (نہ ضایع کرو اپنی خیراتیں احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر)۔ حضرت فرماتے تھے کہ عطا کرنے والا اپنی نظر پیدا کرنے والے پر رکھے حاتم (طائی) اور اس کی سخاوت کا ذکر ہوا۔ (فرمایا) حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے چند باتیں اس کی سخاوت سے متعلق بیان کی ہیں، اُن سے اس کی ہمت کی بلندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ اعراف میں ہے، اللہ کی کتاب کے خلاف ہے کیوں کہ کافروں کا دوزخ میں ڈالا جانا قرآن اور سنت سے ثابت ہے۔ اگر بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کے عذاب میں کمی ہوتی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ کافر کے عذاب میں کمی نہیں ہوتی کیوں کہ کافر کے عذاب میں تخفیف دفع عذاب تک پہنچ سکتی ہے یعنی اس کا احتمال ہے کہ کافر کی مسلسل نیکیوں کے باعث اسے عذاب ہی سے چھٹکارا حاصل ہوجائے، ایسا ہونا نص صریح کے خلاف ہوگا بہر حال یہ اسرار الٰہی ہیں، ان کا انکشاف تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ چونکہ قلم کی لگام بے اختیار ہاتھ سے نکل گئی تھی اس لیے اس مقام پر ایک شمہ ذکر اس امر کا بھی

---

[1] پارہ ۔ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۹۲

[2] پارہ ۳۔ سورہ بقرہ آیت ۲۶۴

ہوگیا۔ اشعار:

چودر دنیا عذاب ورحمت آید
چرا در آخرت آرند انکار

ترجمہ: جب دنیا میں عذاب اور رحمت دونوں آتے ہیں تو پھر آخرت میں ان کا انکار کیوں کرتے ہیں۔

کہ آں قادر چو وعدہ کردہ در پیش
بجان ودل گراید نصّ و آثار[1]

ترجمہ: اس قادر مطلق نے جب وعدہ کیا ہے تو جان ودل سے اس کے حکم کو قبول کرنا چاہیے۔ مومن کے لیے جنت اور کافر کے لیے دوزخ ہے۔

ولے رمزیست در وے عار فاں را
کہ در پوشیدہ می دارند اسرار

ترجمہ: لیکن اس میں عارفین کی ایک مصلحت ہے کہ وہ اسرار الٰہی کو ظاہر نہیں کرتے۔

چودر کارے کسے را در پذیرد
بود راحات رنج وگنج دُر بار

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ کسی کے عمل کو قبول فرماتا ہے تو اس کی محنت راحت اور موتی برسانے والا خزانہ ہوجاتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر ایثار کی تفصیل میں درختوں کے پتے ایک ضخیم کتاب اور سمندروں کا پانی روشنائی بن جائیں تو ایک حرف سے زیادہ نہیں لکھا جاسکتا۔ خدا نہ کرے کہ کوئی بندہ صفتِ بخل سے موصوف ہو کیوں کہ بخل اپنی خاصیت میں کفر کی صفت رکھتا ہے۔ کافروں کے بخل کی انتہا یہ ہے کہ اگر کافر ناخن سے پہاڑ کھودنا چاہیں تو یہ کام ان کے لیے آسان ہے لیکن زبان پر کلمہ لانا دشوار ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اللہ کی پناہ! اللہ کی پناہ! میں اگر اپنے اصحاب واحباب کے بارے میں سنوں کہ ان اوصاف کا ایک شمہ اُن میں ہے تو اپنی بیعت وخلافت کے بندھن سے انھیں آزاد کردوں گا۔

فرماتے تھے کہ بعض درویش اپنے اہل وعیال کے لیے ذخیرہ کرنا روا رکھتے تھے جیسے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج مطہرات کو ایک ماہ، بعض کو چھ ماہ اور بعض کو ایک سال کی خوراک مہیا فرماتے تھے لیکن حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل میں ایک حکمت ہے کہ بعض کم ہمتوں کو جو عقیدہ ویقین میں سست ہیں سند ہوجائے ان کے لیے نہیں جو کامل الحال حضرات ہیں۔ **نعوذباللہ منہا۔**

---

[1] (یہ مصرع مطبوعہ نسخے میں ''بجان ودل گرابرنص وآثار'' اور خطی نسخے میں ''بجان ودل کرابرنص وآثار'' دونوں سے مفہوم واضح نہیں ہوتا احقر مترجم کے قیاس میں شاید یہ مصرع یوں ہوگا ''بجان ودل گرایدنص وآثار'' قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔)

لطیفہ ۴۴

ریاضت ومجاہدے کا بیان اور سعادت وشقاوت کی وضاحت

قال الاشرفؒ:

المجاهدة هی المحاربة بعسكر النفس والرياضة هی اصلاح النفس بقبول الواردات العينيه والهامات الفيضيه۔

سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ مجاہدہ نفس کے لشکر سے جنگ کرنا، اور ریاضت وواردات کی بارش اور الہامات کی کثرت کے حسن وجمال سے نفس کی اصلاح کرنا ہے۔

مشائخ روزگار اور صوفیۂ عظام کا اس امر میں اختلاف ہے کہ مجاہدے سے مرتبۂ وصول حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اکثر مشائخ کا قول ہے کہ مجاہدہ وصول کا سبب نہیں ہے کیوں کہ علت یہ ہوتی ہے کہ سبب اور نتیجے کے درمیان فاصلہ نہیں ہوتا (عمل کے ساتھ اس کا نتیجہ فوراً ظاہر ہوجاتا ہے) بہت سے لوگ ہیں کہ مجاہدہ کرتے ہیں لیکن مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اس آیت پاک، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [1] (اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ضرور ہم انھیں اپنی راہیں دکھائیں گے) میں مجاہدے کا انعام مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ حضرات جو مجاہدے کو علت قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس آیت پاک میں مشیت الٰہی مضمر نہیں ہے لیکن یہ حضرات بھی مجاہدے کو شرطِ علت قرار دیتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اگر کوئی شخص مجاہدہ کرتا ہے اور مقصود حاصل نہیں ہوتا تو یہ محرومی مجاہدے میں کسی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور آیت پاک اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [2] (مجھ سے دعا کرو میں (ضرور) قبول کروں گا) میں بھی مشیت الٰہی شامل ہے اور يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ [3] (اللہ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے جسے چاہے) کو بھی اس پر محمول کرتے ہیں کہ مجاہدہ اور طلب کو (اللہ تعالیٰ کے انعام کی) علت قرار نہیں دیا جاسکتا، خاص طور پر اس اعتبار سے کہ یہ امور ازلی ہیں، پس معلوم ہوا کہ طلب ومجاہدہ علت نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ اختصاص وخصوصیت شاید نبوت سے متعلق ہے یعنی حق

---

[1] پارہ ۲۱۔ سورہ العنکبوت، آیت ۶۹

[2] پارہ ۲۴۔ سورہ المومن، آیت ۶۰

[3] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۰۵

تعالیٰ جسے چاہے نبوت کے لیے منتخب کرے تو یہ تاویل سلف کے (عقیدے کے) خلاف ہوگی۔ رباعی[1]

با قبولِ تو اے زعلت پاک
چہ بود خوب وزشت مشتے خاک
اے یکے خدمت آستانت را
گرگِ یوسف نگار خانت را

ترجمہ: اے اللہ! تو تمام علتوں سے پاک ہے۔ تیری قبولیت کے آگے انسان کا نیک وبد ہیچ ہے۔ اے اللہ! ایک شخص تیرے آستانے کا خدمت گزار ہے دوسرا تیرے نگار خانے کے لیے یوسفؑ کا بھیڑیا ہے۔

اصحابِ مجلس اللہ تعالیٰ کے بے نیازی اور استغنا کا بیان سن کر رونے لگے اور عرض کی کہ جب طلب مجاہدے کی حقیقت یہ ہے تو ہماری ساری تگ ودو بے کار ہے۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ بات اس طرح نہیں ہے بلکہ مجاہدے اور ریاضت کی شرط انتہائی درجے تک پوری کرو اور اپنی محنت پر نظر نہ رکھو اور اسے وصول کی علت گمان نہ کرو۔ حضرتؒ نے غالبًا یہ جملہ کئی بار دہرایا کہ مجاہدہ دیکھنے کی چیز نہیں ہے بلکہ کرنے کی چیز ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام دینی احکام ان اصول پر مبنی ہیں۔ اول یہ کہ تمھیں یقین ہو کہ کفر وایمان اور طاعت وگناہ تقدیر الٰہی سے وابستہ ہیں، البتہ دل میں تہیہ کرلو اور حجت میں نہ پڑو ان احکام کو بجالاؤ لیکن اصول اوّل کو مقدم رکھو۔ ابیات:

عقل فرماں کشیدنی باشد
عشق ایماں چشیدنی باشد
عاشقاں سوئے حضرتش سرمست
عقل در آستین وجاں دردست

ترجمہ: عقل کا کام حکم کی کھینچ تان (تاویل) کرنا ہے۔ عشق ایمان کی حلاوت چکھنا ہے۔ عاشق محبوب کی بارگاہ میں بے خودی ومستی کی حالت میں جاتے ہیں۔ ان کی عقل آستین میں اور جان ہتھیلی پر ہوتی ہے۔

(اللہ تعالیٰ کے حکم سے) جی چرانے والے چند لوگوں نے طاعت وعبادت کو ترک کردیا ہے اور اہل حال بزرگوں کے اس قول کو پکڑ لیا ہے کہ مستیِ حال کی کیفیت میں زہد وعبادت بے سود ہے، کام تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی سے بنتا ہے۔ اس طرح انھوں نے حرام کو حلال کرلیا ہے۔ یہ زندیقوں اور ملحدوں کا طریقہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ زہد وعبادت بے کار ہیں بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ افعال (طاعت وعبادت) پر غرور نہ کرو، جیسے کہ امام شبلی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے، لیس

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔

الزھد فی الدنیا الحقیقۃ یعنی زہد حقیقی دنیا میں نہیں ہے۔ اس قول میں زہد کا انکار نہیں ہے بلکہ اس سے مراد زہد پر غرور نہ کرنا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس پر (یعنی عنایت حق پر) سب کا عقیدہ ہے اور اس سے تجاوز کرنا ممکن نہیں ہے اس کے باوجود متقدمین سے متاخرین تک تمام بزرگ مجاہدہ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ بیت:

تاتخمِ مجاہدہ نکارد
کس بارِ مشاہدہ نکارد

ترجمہ: جب تک کوئی شخص مجاہدے کا بیج نہ بوئے گا تو اسے مشاہدے کا پھل بھی نہیں ملے گا۔

پس طالب صادق اور سالک واثق پر لازم ہے کہ مجاہدات و ریاضات کی ادائیگی میں ذرہ بھر فروگزاشت نہ کرے اور نہ چوکے کیوں کہ کسی شخص پر مجاہدے کی کنجی کے بغیر مشاہدے کا دروازہ نہیں کھلا ہے اور سلوک کے راستے کو طے کیے بغیر وصول کی نعمت میسر نہیں ہوئی ہے۔ قطعہ:

بیا اے سالکِ جانباز دلگیر
بنہ پائے طلب درراہِ اعمال
کہ بے زادِ رہ وبے پائے حذاہل
نیارد دیدروئے کعبۂ حال

ترجمہ: اے جاں باز دلگیر سالک آ اور اعمال کے راستے میں پائے طلب رکھ اچھی طرح جان لے کہ راستے کے سامان کے بغیر اور ننگے پاؤں چل کر کسی نے کعبۂ حال کی زیارت نہیں کی۔

سید الطائفہ[1] (جنید بغدادیؒ) نے فرمایا ہے کہ ان کے اصول پانچ خصلتوں پر مبنی ہیں۔ اوّل، دن کو روزہ رکھنا دوم، رات میں نماز پڑھنا، سوم اخلاصِ عمل، چہارم تمام تر رعایت کے ساتھ عمل کرنا، پنجم ہر حال میں اللہ پر توکل کرنا، اور سہیل تستری نے فرمایا کہ ہمارے اصول سات ہیں۔ اوّل اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنا، دوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا سوم کسی کو اذیت دینے سے نفس کو روکنا، چہارم گناہوں سے پرہیز کرنا، پنجم توبہ کرنا، ششم حقوق ادا کرنا۔[2]

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جو ریاضتیں مشائخ صوفیہ سے متعلق بیان کی گئی ہیں انھیں خود پر لازم کرنا مناسب نہیں ہے کیوں کہ ریاضت کی اُس مقدار سے جو بزرگوں نے اپنے لیے مقرر کی تھیں، اُس مقدار سے طالب کی ریاضت سوئی

---

[1] یہاں سے ایک طویل عربی عبارت فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۲۴۹۔

[2] سہیل تستریؒ کا ساتواں اصول مطبوعہ اور خطی دونوں نسخوں میں نقل نہیں کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

کی نوک برابر بھی بڑھ جائے، تو ایسی ریاضت سے منع کیا گیا ہے اس لیے کہ راہ حق میں ایسی ریاضت طالب کے مرکبِ جسم کو تھکا دیتی ہے اور وہ گنہگار ہوتا ہے بلکہ نفس اگر دائیں بائیں مائل ہو تو شریعت کے مطابق، مجاہدے کے کوڑے لگا کر اسے راہ راست پر لائے اور بدعت سے پرہیز کرے۔ خلافِ معمول کھانا پینا کلی یا جزوی طور پر یا اس طرح کی اور باتیں ترک نہ کرے۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول علیہ السلام کے عہد مبارکہ میں ایک صالحہ عورت نے جاگنے کی خاطر اپنے گلے میں رسی باندھ کر لٹکا دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو منع فرمایا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ کوئی شخص ازراہِ ہوس پہلے چند ریاضتیں اختیار کرے اور پھر چھوڑ دے تو یہ اچھی بات نہیں ہے بلکہ جو ریاضت یا وظیفہ وہ خود پر لازم کرے اُن پر جمار ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ رات اور دن میں چوبیس ساعتیں ہیں۔ بزرگوں نے ان ساعتوں کو تقسیم کر دیا تھا کہ کچھ گھنٹے عبادت میں مشغول رہیں گے کچھ گھنٹے سوئیں گے۔ ان چوبیس گھنٹوں میں آٹھ گھنٹے سونے کے لیے رکھے تھے اور ان آٹھ گھنٹوں کو بھی تقسیم کر دیا تھا کہ چند گھنٹے دن میں اور چند گھنٹے رات میں سوتے تھے۔ دو گھنٹے دن میں سونے کے لیے اور چھ گھنٹے رات میں سونے کے لیے مقرر تھے لیکن دن میں سونے کا وقت معین کر دیا تھا کہ بس اُسی وقت سوئیں گے دوسرے وقت نہیں۔ (عام طور پر) دن میں سونے کا وقت چاشت کے بعد اور زوال سے پہلے تک مقرر تھا۔اس امر کا خیال رکھا جاتا تھا کہ ہر صورت میں زوال سے پہلے اٹھ جائیں تاکہ ظہر سے پہلے نماز کی تیاری کر کے ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے بیٹھ جائیں کیوں کہ مشائخ (ادائے نماز کے لیے) وقت سے پہلے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر زوال کے بعد سونے سے اٹھیں گے تو پھر اتنا ہی وقت ضایع ہوگا۔ مشائخ رات کو سونے کا وقت بھی معین کر لیتے ہیں۔ نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد چھ گھنٹے تک سوتے ہیں۔ اس سے زیادہ نیند کریں تو وقت ضایع ہو جاتا ہے۔ مشائخ نے صبح کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ ایک صبح تو یہی ہے کہ جب سونے سے جاگتے ہیں، دوسری صبح اسے کہتے ہیں جب دن میں (زوال سے پہلے) نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور نماز ظہر کی تیاری کرتے ہیں۔ ظہر ادا کرنے کے بعد وہ وظائف پڑھتے ہیں جو ظہر کی نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ مشائخ نے مجاہدے کو تربیت کے لیے مقرر کیا ہے۔ طالب صادق اور سالک واثق کی تربیت ان کی طاقت کے مطابق کرتے ہیں یعنی اگر طالب تنہا (غیر شادی شدہ) ہے تو اسے مجردانہ مجاہدے کا حکم دیتے ہیں اگر طالب صاحب اہل وعیال ہے تو اس سے اس کی حالت کے مطابق مجاہدہ کراتے ہیں۔

اگر ایک چلے کے قابل ہے تو ایک چلہ کراتے ہیں۔ ایک چلے سے کام نہ بنا تو دوسرے چلے کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ ریاضتوں اور مجاہدوں کے فوائد وانعامات حدِ بیان سے باہر ہیں، حتیٰ کہ کافر بھی ریاضت کے باعث بزرگ ہو جاتا ہے جیسا کہ راہبوں کے قصوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک راہب تھا جس نے تقریباً اسی سال تک ریاضت کی تھی۔ اس زمانے میں کافر کی مدت ریاضت چالیس سال تھی۔ جب خواجہ ابراہیم

خواص[1] نے اُس راہب کی ریاضتوں کی خبر سنی تو فرمایا کہ اس راہب نے چالیس سال سے زیادہ ریاضت کی ہے شاید اسے کمال حاصل ہوگیا ہوگا اور حقیقت منکشف ہوگئی ہوگی۔ میں جا کر دیکھتا ہوں۔ جب ابراہیم خواص اس راہب کی خانقاہ کے دروازے پر پہنچے تو اس نے اپنا سر باہر نکال کر کہا، ''مجھے کوئی بزرگی حاصل نہیں ہوئی ہے'' آپ نے اس سے دریافت کیا کہ پھر اتنی مدت سے کیوں گوشہ نشین ہو؟ اس راہب نے جواب دیا کہ میں نے نفس کے کتے کو قید کر رکھا ہے اس کی نگہبانی کے لیے بیٹھا ہوا ہوں۔ جب ابراہیم خواصؒ نے اس راہب کی یہ باتیں سنیں تو اپنے دل میں مناجات کی کہ اے اللہ! تیرے دست قدرت میں ہے کہ ناشناس بیگانے کو اپنا شناسا بنالے راہب نے کہا، آپ کیسی فضول بات کررہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جسے چاہے بیگانہ رکھے جسے چاہے آشنا بنائے۔ حضرت ابراہیم خواصؒ اپنے دل میں شرمندہ ہوے اور کہا، اللہ کی شان ہے کہ ایک راہب کو ایسا شرف بخشتا ہے کہ اس قسم کی باتیں کررہا ہے۔ غالبًا اسی سلسلے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے نے فرمایا کہ ایک راہب تھا جس نے بہت سے سال اپنے سلوک کی سیر میں صرف کیے تھے۔ جب اس ناقص نے ابراہیم خواصؒ کے کمال کا شہرہ سنا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابراہیم خواصؒ ہمیشہ سفر میں رہتے تھے۔ جب ملاقات ہوئی تو اُس راہب نے عرض کیا کہ میں اس سفر میں آپ کے ہمراہ رہوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ نہ رہ سکوگے کیوں کہ ہمارا گزارا توکل پر ہے۔ اس نے عرض کیا یہ تو بہت اچھی بات ہے شاید مجھے بھی توکل کا کچھ حصہ نصیب ہوجائے۔ (بہر حال) دونوں نے ایک وادی طے کی اور ایک بیابان میں داخل ہوے تو رات ہوگئی۔ دونوں نے ایک پہاڑ کے دامن میں قیام کیا۔ جب رات زیادہ ہوگئی تو اُس راہب نے کہا۔ اے شیخ آپ چند برسوں سے ملکِ ولایت میں نقارۂ مشیخت بجارہے ہیں۔ اب خدائے تعالیٰ سے کھانے کی کوئی چیز حاصل کر کے بتاؤ۔ حضرت ابراہیم خواصؒ شرمندہ ہوے اور باری تعالیٰ کی بار گاہ میں عاجزی اور انکسار سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ اپنے آشنا کو ایک غیر کے سامنے رسوا نہ کر۔ چند لمحے نہ گزرے تھے کہ دو پیالے پانی کے اور دو روٹیاں غیب سے نازل ہوے۔ دونوں نے رزق غیبی تناول کیا۔ دوسرے دن سفر کرنے کے بعد رات ہوئی تو خواجہ ابراہیم نے راہب سے کہا آج تمھاری باری ہے۔ راہب نے عرض کی الٰہی اگر ابراہیم کی تیرے نزدیک قربت ہے تو مجھے ان کے سامنے شرمندہ نہ کر۔ ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ چار پیالے پانی کے اور چار گرم گرم روٹیاں نازل ہوئیں۔ دونوں نے رغبت کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد خواجہ ابراہیمؒ نے فرمایا اے راہب سچ کہنا کہ تم نے کیا کہا تھا۔ اس نے کہا میں نے کچھ بھی عرض نہیں کیا تھا، بس آپ کو پیر تصور کر کے اپنا شفیع بنایا تھا۔ اب میں اسلام لاتا ہوں آپ مجھے کلمہ تلقین فرمائیں (کلمہ پڑھ کر) وہ مسلمان ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدات و ریاضات میں عجیب اسرار ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا

---

(۱) خواجہ ابراہیم خواصؒ۔ آپ کا پورا نام ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد الخواص آملی تھا۔ ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔ یہ واقعہ خواجہ فرید الدین عطارؒ نے ''تذکرۃ الاولیا'' میں بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، تذکرۃ الاولیا جلد دوم تہران، چاپ پنجم صص ۱۲۷۔۱۲۸۔

فرمائے تو سعادت ازلی وابدی ہر شخص کے باطن میں ہے لیکن بغیر اللہ تعالیٰ کی عنایت کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ رباعی:[1]

کسے را کہ عادت سعادت بود
سہ عادت درو از عبادت بود
سخا وصفا وارادت نکو
اگر از الٰہی ارادت بود

ترجمہ: جس شخص کی خصلت سعادت ہوجائے اس میں عبادت کی تین عادتیں پیدا ہوجائیں گی۔ (وہ تین عادتیں یہ ہیں) سخاوت، اخلاص اور نیک نیتی (لیکن سعادت) صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرأ کسی کتاب کے حوالے سے نقل فرماتے تھے کہ سعادت بندگی اور عبادت کا نتیجہ نہیں ہے جیسے شقاوت گناہ کا نتیجہ نہیں ہے اور یہ امر خلافِ حقیقت نہیں ہے کہ سعادت ہو یا شقاوت دونوں کی علت صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔ بہت سے اصلاح یافتہ لوگوں پر موت کے وقت شقاوت کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں اور اس کے برعکس گنہگاروں سے سعادت کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اگر چہ حقیقت یہی ہے (کہ صالح شخص سعید اور عاصی شقی ہوتا ہے) لیکن حکم تو (موت کے وقت) علامات پر دیا جاتا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا پرچم بلند ہوتا ہے تو طاعت وعبادت کے لشکر دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور شرابی مے خور کو اتنا کچھ عطا کرتے ہیں کہ ہزاراں ہزار زاہدِ زمانہ حیران ہوجاتے ہیں اور زاہدانِ وقت ایسی بری حالت میں پیش کیے جاتے ہیں کہ کسی شرابی اور جواری کی ایسی تذلیل نہیں ہوتی۔ قطعہ:[2]

زہے بادشاہے جہاں کز علم
فرازد دراں عرصۂ بے نیاز
جنانِ سعادت بہم برزند
شقی را دہد آں ہمہ برگ وساز

ترجمہ: سبحان اللہ جب وہ بادشاہِ جہاں بے نیازی کے میدان میں اپنا علم بے نیاز بلند کرتا ہے تو سعادت کی جنت درہم برہم ہوجاتی ہے اور شقی کو (عیش آخرت کے) تمام اسباب عطا کردیتا ہے۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ (قابل نفرت) الّو کو اللہ تعالیٰ شکر چبانے والے طوطی کی خاصیت سے نوازتا ہے اور کالے کوے کو ہمائے سعادت کے بال وپر عنایت فرماتا ہے۔ زنّار باندھنے والے کافر کو اس قدر فراز کرتا ہے کہ ہزاروں دستار فضیلت باندھنے والے حیران ہوجاتے ہیں۔ سبب یہی ہے کہ اس کی ذات پاک کمال بے نیازی کی حامل ہے۔ بیت:

---

[1] یہ اشعار رباعی کی معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔

[2] مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۱) میں سہو کتابت کے باعث صحیح نقل نہیں ہوا ہے۔ یہاں مترجم نے اسے خطی نسخے سے نقل کیا ہے۔

از صومعہ براندو بے گانہ خواندش
وزبت کدہ بخواند و گوید کہ آشناست

ترجمہ: ایک کوعبادت خانے سے یہ کہہ کر نکال دیتا ہے کہ بیگانہ ہے دوسرے کو بت کدے سے بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہمارا آشنا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم کس حال میں ہو، عرض کیا کہ خوف وخطر کی کیفیت میں رہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے حق میں کیا فیصلہ ہو، کہیں وہی فیصلہ نہ ہو جو ایک راندے گئے (ابلیس) کے حق میں ہوا۔

اصحاب معرفت میں سے ایک بزرگ کا قول ہے، فرمایا کہ سب کو فردائے قیامت کا خوف لگا ہوا ہے اور میں حق تعالیٰ سے خوف کرتا ہوں۔ قطعہ:

خوف ہمہ مردماں زفرداست
مائیم زحکمِ دینہ داریم
ہرچند کہ خوف او طپاند
اما بہ امیدِ دینہ داریم

ترجمہ: سب لوگوں کو آنے والے کل کا خوف ہے لیکن ہم گزرے ہوئے کل سے خوف زدہ ہیں ہر چند کہ یہ خوف (شب وروز) بے چین رکھتا ہے لیکن ہم گزرے ہوئے کل کے بارے میں پر امید ہیں۔

اسی سبب سے ارباب معرفت کا جگر خون ہوتا ہے۔ ہر چند کہ اصحابِ بصیرت اور اربابِ خبر اس بارے میں میں تھوڑا سا علم رکھتے ہیں اور اس (خوف) سے محفوظ ہیں لیکن جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا خیال آتا ہے۔[1] احتمال ہے کہ مقولہ **یا لیت محمد لم یخلق محمد** (یعنی اے محمد کے رب کاش محمد کو پیدا نہ کرتا) شاید ہی اس پہلو سے متعلق ہو کیوں کہ اکثر عارفین نے اس قول کو دوسری روایت پر حمل کیا ہے۔ رباعی:[2]

دل وعقل از جلالِ او تیرہ
تن وجاں از کمالِ او خیرہ
ہر کہ آں جارسید سربہ نہد
عقل کاں جارسید پر بہ نہد

---

[1] مطبوعہ نسخے (صص ۲۵۱۔۲۵۲۔) اور خطی نسخے میں یہ عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے ''اما یاد جلال آنحضرت چوں می آید ہمہ در جنب وے کلاشی ست'' لغات میں کوئی لفظ ''کلاشی'' نہیں ملتا اس لیے عبارت کا ترجمہ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہے، عبارت کے واضح نہ ہونے کے باعث احتیاطاً چھوڑ دیا ہے۔

[2] یہ بھی رباعی نہیں قطعہ ہے۔

ترجمہ: اس کی عظمت سے دل اور عقل تاریک ہیں۔ اس کے کمال سے جسم وجان چکا چوند ہوگئے ہیں۔ جو اس بارگاہ میں پہنچتا ہی سر نیاز جھکا تا ہے۔ عقل پہنچتی ہے تو پروں کو سمیٹ لیتی ہے۔

جس وقت حق تعالیٰ کے کرم کا شامیانہ پھیل جاتا ہے تو لاکھوں امیدیں پوری ہوجاتی ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) جب اپنی ذلت یاد کرتے تو اس قدر مضطرب ہوجاتے کہ ایک میل دور تک لوگ ان کی صدائے اضطراب سن لیتے۔ اسی حالتِ اضطراب میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام آئے اور کہا **ھل رایت خلیلا مخاف الخلیل** یعنی دوست نے کیا دیکھا کہ اپنے دوست سے خوف کھاتا ہے۔ خلیل علیہ السلام نے کہا ہاں بات ایسی ہی ہے لیکن جس وقت مجھے اپنی ذلت یاد آتی ہے تو دوستی فراموش ہوجاتی ہے۔ قطعہ:

گر برو جودِ عاشقِ صادق نہند تیغ
بیند گناہِ خویش نہ بیند عطائے یار
ہر چند در جفا والم امتحاں کند
ہر گز جفائے یار نہ گوید وفائے یار

ترجمہ: اگر عاشق صادق کے جسم پر تلوار ماریں تو وہ عاشق اسے اپنی خطا گردانتا ہے دوست کی عطا نہیں سمجھتا دوست کبھی ظلم کرکے کبھی دکھ پہنچا کر عاشق کا امتحان لیتا ہے لیکن عاشق امتحان کو دوست کی جفا کہتا ہے اور اسے کرمِ دوست نہیں کہتا۔

لطیفہ ۴۵

رسم ورواج، خوشگوار مزاج اور معاملات کا بیان

قال الاشرف

الرسوم ھوالرسوم۔ سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ رسوم چند باتوں کا رواج پا جانا ہے۔

قوت القلوب میں بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانے میں کچھ باتیں رواج پا گئی ہیں جنھیں اسلامی رسوم کہا جاتا ہے لیکن اُن کا اس اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے جو پہلے زمانے میں تھا بلکہ ان رسموں میں اسلام کی بوتک نہیں پائی جاتی۔ بیت:

صحبتِ نیکاں زجہاں دور شد
خوانِ عسل خانۂ زنبور شد

ترجمہ: نیکوں کی صحبت میں بیٹھنا تو دنیا سے رخصت ہو چکا ہے بس کھانے چاٹنے کو شہد کی مکھی کا چھتا رہ گیا ہے۔

اب سے پہلے جب لوگ ایک دوسرے سے ملتے تھے تو دریافت کرتے تھے، **کیف حالک** (آپ کا کیا حال ہے؟) اس پرسش سے ان کی مراد یہ نہ ہوتی تھی کہ آپ کے مزاج کیسے ہیں بلکہ مراد یہ ہوتی تھی کہ آپ کا حال اپنے مولا (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ کیسا ہے یا اسی طرح کی باتیں دریافت کرتے تھے۔ جو کچھ ایک دوسرے سے دریافت کرتے تھے اس کا تعلق دین مذہب سے ہوتا تھا یا ان میں اضافے سے متعلق ہوتا تھا۔ گھریلو حالات نہیں پوچھتے تھے کہ ان کا تجسس منع ہے۔

کسی صحابی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کسی دوست سے ملنے کے لیے ان کے گھر گئے اور تردد کے سبب کسی کو اندر نہ بھیجا، یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ رات گھر کے دروازے پر گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو وہ گھر سے باہر نکلے اور آنے کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے کہا کہ مقصود اس آیت پاک پر عمل کرنا تھا، **وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ** [۱] (اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ (خود) ان کی طرف باہر تشریف لاتے تو ضرور ان کے لیے بہت

---

[۱] پارہ ۲۶۔ سورہ الحجرات، آیت ۵۔

اچھا ہوتا) جب دو مسلمان بھائی راستے میں ایک دوسرے سے ملیں تو خوش ہونا چاہیے۔ اسی طرح ایک دوسرے کے ہاں آنے اور جانے میں (خوش ہونا چاہیے)۔ **اذا التقی مسلمان تنزل علیھما مایة رحمة تسعون منھا لا کثرھما بشرو عشرة لا قلھما**، یعنی جب دو مسلمان ملاقات کریں تو ان دونوں پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ نوے رحمتیں اس پر جو زیادہ خوش ہوتا ہے اور دس رحمتیں اس پر جو کم خوش ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ بری رسم فی الحقیقت شریعت کے اصولوں کے مطابق نہیں ہوتی اس لیے ناپسندیدہ اور نامقبول ہوتی ہے۔

اسی اثنا میں خوش طبعی کا ذکر ہوا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ نیک لوگوں کے درمیان جو خوش طبعی ہوتی ہے وہ بھی اصول کے مطابق ہوتی ہے۔ رسول علیہ السلام کے صحابہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول علیہ السلام، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ آؤ ہم تم دوڑ لگاتے ہیں۔ جب دوڑے تو حضرت عائشہ آگے نکل گئیں کچھ دنوں کے بعد حضرت رسول علیہ السلام نے پھر دوڑ لگانے کے لیے کہا۔ اس مرتبہ رسول علیہ السلام آگے رہے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا یہ اُس کا بدلہ ہے۔

اسی طرح ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم حجرے میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانب حضرت عائشہؓ اور دوسری جانب حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے ایک پیالے میں خربوزہ تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ سے فرمایا کہ خربوزہ کھاؤ۔ وہ رک گئیں، چند بار کھانے کے لیے فرمایا۔ لیکن حضرت سودہؓ کھانے سے رکی رہیں۔ آخر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نہ کھاؤ گی تو خربوزہ تمھارے چہرے پر ماروں گا یا مل دوں گا۔ حضرت عائشہؓ نے خربوزہ ہاتھ میں لے کر حضرت سودہؓ کے منھ پر مل دیا۔ رسول علیہ السلام کو ہنسی آ گئی اور حضرت سودہؓ سے فرمایا کہ تم بھی اسی طرح خربوزہ حضرت عائشہؓ کے منھ پر ملو، انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ دونوں کے چہرے آلودہ ہوگئے۔ اسی اثنا میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے۔ مجلس برطرف ہوگئی۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا جلدی سے اپنے اپنے منھ دھو ڈالو۔ انھوں نے جلدی سے اپنے منھ دھو کر صاف کر لیے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ابو بکرؓ کی عظمت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز مجھ سے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چلو پانی میں غوطہ لگاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کون دیر تک غوطے میں رہتا ہے۔ وہ دن محرم کے مہینے کا تھا۔

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے تھے، **صحابة الرسول یتما زحون بالبطیخ** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی باہم خوش طبعی کرتے تھے، ایک دوسرے پر بطور مزاح خربوزہ ملتے تھے) یعنی ایک دوسرے پر خربوزے کے چھلکے مار کر ہنسی مذاق کرتے تھے۔

صوفیہ کے اخلاق وعادات بھی رسول علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے اخلاق کے مطابق تھے اور اُن کا اظہار عام لوگوں کے مزاج اور طبیعت کے مطابق ہوتا تھا البتہ اُن کی توجہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ (کے عمل) کی جانب رہتی تھی۔ اخلاق برتنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے سوائے اس شخص کے جو پہلے ہی سے مخصوص ہو چکا ہو۔ اخلاق کا اعتدال سے برتنا بہت دشوار ہے لیکن چونکہ صوفیہ کی نظر، تمام امور میں، اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے اور وہ عام لوگوں کی نفسیات سے باخبر ہوتے ہیں اس لیے افراط وتفریط سے بچتے ہوئے راہِ اعتدال پر قائم رہتے ہیں لیکن مبتدی مرید کے لیے لازم ہے کہ وہ خوش طبعی کی زیادتی سے پرہیز کرے۔ مزاح میں کمی کرنے کا علم اس روایت سے حاصل ہوتا ہے کہ سعید بن عاصؓ اپنے فرزند کو نصیحت کرتے تھے کہ اپنی خوش طبعی میں کمی کرو کیوں کہ خوش طبعی کی کوئی حد نہیں ہے اور نہ انتہا ہے۔ (اس کی زیادتی) اُنس رکھنے والوں کو بے باک اور اہل صحبت [1] کو وحشت میں ڈالتی ہے۔ پس یہ روایت افراط وتفریط پر (واضح) دلیل ہے کہ دونوں رویے ناپسندیدہ ہیں۔

فقیہہ سمرقندی [2] فرماتے ہیں کہ یہ بات بے خوف کہی جاسکتی ہے کہ خوش طبعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ (امت کے لیے) یہ شرط ہے کہ مزاح میں گناہ کی بات نہ کہی جائے اور نہ کہنے والے کا مقصد محض لوگوں کو ہنسانا ہو کیوں کہ دونوں باتیں ناپسندیدہ ہیں۔ **انی امزح ولا اقول الا الحق** یعنی میں مزاح کرتا ہوں اور نہیں کہتا ہوں مگر حق بات (الحدیث)۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اُن کا ایک بھائی تھا۔ حضرت علیہ السلام جب بھی اس سے ملتے تو اس سے فرماتے، **یا ابا عمیر مافعل نغیر** یعنی اے ابوعمیر نغیر کو کیا ہوا۔ نغیر ایک چڑیا کا نام تھا جسے عمیرؓ پالتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک بڑھیا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لیے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بہشت عطا فرمائے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ وہ بڑھیا رونے لگی۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یارسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اسے غمگین کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے یہ آیات تلاوت فرمائیں، **اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَاراً، عُرُباً اَتْرَاباً، لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ** [3] (بے شک ہم نے اُن عورتوں کو خاص پیدائش پر بنایا، تو ہم نے انھیں باکرہ بنایا۔ اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی (آپس میں) ہم عمر (بیویاں) دائیں طرف والوں (نیک بخت لوگوں) کے لیے) وہ بڑھیا خاتون خوش ہوگئیں۔

---

[1] مطبوعہ نسخے (۲۵۳) میں اہل صحیفہ نقل ہوا ہے اور خطی نسخے میں صرف ''اصحبہ'' ہے۔ یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ مترجم نے خطی نسخے کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

[2] فقیہہ سمرقندی سے غالباً ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی مراد ہیں۔ انھیں ''امام الہدیٰ'' بھی کہتے ہیں۔ ۳۷۳ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں تاریخ فقہ اسلامی (اردو ترجمہ) ص ۴۴۸۔

[3] پارہ ۲۷۔ سورہ الواقعہ، آیات ۳۵ تا ۳۸۔

مروی ہے کہ ایک شخص جن کی کنیت ابا عمر تھی، اُن سے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ام عمران مرد خود عورت پر غلبہ پاتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تو مرد ہوں آپ نے کس وجہ سے عورت فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمھیں جہاد فی سبیل اللہ میں کبھی نہیں دیکھا اس بنا پر عورت مخاطب کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو، آپ مجھے اس کنیت سے نہ پکاریں کہ میرا نام عورتوں میں شامل ہوجائے کیوں کہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک پر آتا ہے وہی ہوکر رہتا ہے۔ شکر ہے اس وقت عورت نہ بنا۔ حضور علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور زبان مبارک سے فرمایا، اے ابو عمر۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح کے مزاح کی مثالیں روایتوں میں کثرت سے بیان کی گئی ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ایسا مزاح جس سے جرم اور گناہ آلود لہو ولعب پیدا ہونے کا اندیشہ ہو پرہیز کرنا چاہیے کہ بہت سی ہنسی مذاق کی باتیں جنگ وجدال کا موجب ہوتی ہیں۔

لطیفہ ۴۶

حسن اخلاق، غصہ، شفقت اور معاملات سے متعلق وعظ و نصیحت

قال اللّٰہ تعالیٰ، وَّذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ اَلْمُؤْمِنِیْنَ۔[1] (ترجمہ) اور آپ سمجھاتے رہیں اس لیے کہ سمجھانا یقیناً ایمان والوں کے لیے مفید ہے۔

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک حدیث روایت کی گئی ہے، **اذامرر تم بریاض الجنة فارتعوها، قیل وما ریاض الجنة فارتعوها قال مجالس الذکر** یعنی جب تم جنت کے باغوں کی طرف گزر کرو تو چرنے کے لیے قیام کرو۔ عرض کیا گیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں، فرمایا ذکر کی مجلسیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ واعظوں کی باتیں سننا اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحتوں کا علم حاصل کرنا خوشگوار نعمت ہے۔ یہ نعمت کسی کسی کو حاصل ہوتی ہے، ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ[2] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے)۔ عالم کے رتبے سے سننے والے کا رتبہ کم تر ہے۔ **الناس عالم ومتعلم وسائر الناس کاملح** یعنی لوگوں میں بہترین لوگ عالم دین اور متعلم ہیں، ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ موٹے جانور کی مانند ہے۔

فرماتے تھے کہ واعظ جب کچھ بیان کرتا ہے تو اس کی توجہ اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے اور اس کی نفس میں کوئی آرزو نہیں ہوتی۔ وعظ بیان کرتے وقت وہ اپنی ذات کو تمام چیزوں سے خالی کرلیتا ہے۔ اپنی زبان کو جاہل کی زبان سمجھتا ہے۔ معارف اور عوارف کا پاک چشمہ جو اس کی زبان سے جاری ہوتا ہے اس کے بارے میں یقین کرتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے۔ وعظ کہنے کے لیے ایک خاص کیفیت درکار ہے۔ واعظ میں جب تک وہ کیفیت پیدا نہ ہو، وہ وعظ نہیں کہتا کیونکہ اس خاص کیفیت کے بغیر نہ وعظ میں ذوق پیدا ہوگا نہ سننے والوں میں شوق بالیدہ ہوگا۔

حضرت خواجہ عطار قدس سرہ کا قول ہے کہ وعظ کی ایک مجلس لہو ولعب کی ستر مجلسوں کا کفارہ ہے، اُس زمانے میں امید بڑھانے والی باتوں کے بجائے خوف آمیز باتیں کہنا زیادہ بہتر ہے۔

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورہ الذاریٰت، آیت ۵۵۔

[2] پارہ ۶۔ سورہ المائدہ، آیت ۵۴۔

حضرت علیؓ کا بھی قول ہے کہ لوگوں سے نا امیدی کی باتیں کہنے میں حد سے زیادہ نہ بڑھیں اسی طرح امید کی باتیں بھی اس زور وشور سے بیان نہ کی جائیں کہ لوگوں کے دل میں خدا کا خوف نہ رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ [1] (اپنے رب کے راستے کی طرف بلائیے حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ)۔ اللہ کے راستے کی طرف بلانا (یہ ہے) کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی پر آمادہ کیا جائے اور اس کی نافرمانی سے روکا جائے۔ حکمت کے ساتھ دعوت دینے کا نفع یہ ہے کہ لوگوں میں ضد اور مخالفت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اب تم جو یہ دیکھتے ہو کہ لوگوں میں اچھی نصیحت کا اثر ہوتا ہے تو اس کا تعلق علم وصواب سے ہے (نیکی کا علم حاصل ہوتا ہے) لیکن رقّت، نرمی اور درد پیدا نہیں ہوتے نہ کوئی خاص تبدیلی اور احتیاط حاصل ہوتی ہے۔ (جب قلب اچھی نصیحت قبول کر لیتا ہے تو زندگی بدل جاتی ہے)۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلانا نبوت کی نیابت ہے۔ اکابر صوفیہ جو وعظ کہتے ہیں۔ وہ پہلے سے ترتیب کردہ مضامین کے مطابق تقریر نہیں کرتے بلکہ بے اختیار جو خیال دل میں آتا ہے بے ساختہ کہہ دیتے ہیں۔

نقل ہے کہ شیخ عثمان خیر آبادیؒ [2] ایک مدت تک مخلوق سے دور رہے اور بیابانوں میں رہے۔ ایک مدت کے بعد انہیں الہام ہوا کہ آبادی میں جا کر رہو اور لوگوں کو ہدایت کرو لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے ہزار مصیبتیں برداشت کرو، چنانچہ شیخ عثمانؒ فرمانِ الٰہی کے بموجب بستی میں آ گئے۔ جب شہر میں داخل ہوئے تو اس قدر بلائیں درپیش ہوئیں کہ اُن کا بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ کوئی تھپڑ لگاتا تھا، کوئی اینٹ مارتا تھا۔ شیخ ہر مصیبت کو شمار کرتے رہے۔ جب ہزار بلائیں پوری ہو گئیں تو منبر پر جا بیٹھے اور وعظ ونصیحت کہنا شروع کر دیا۔ جب وعظ ختم کر کے منبر سے اُترے تو عرض کیا۔ اے اللہ! تیرے علم میں ہے کہ نہ میں علم رکھتا ہوں اور نہ کچھ فضل وکمال ہی مجھ میں ہے غیب سے ندا آئی کہ منبر پر بیٹھنا تمہارا کام ہے اور بیان کرنا میرا کام ہے بلکہ تم اپنی زبان کو موسیٰؑ کے شجر کی زبان سمجھو۔ ابیات:

اے برادر گرز آئی در سخن
کن تہی خود رازبارِ ما ومن

ترجمہ: اے بھائی اگر تو (نصیحت کی) باتیں کہنا چاہتا ہے تو خود کو غرور کے بوجھ سے ہلکا کر لے۔

گر شوی خالی زخود اندر کلام
آید ازراہِ زبانت صد پیام

---

[1] پارہ ۱۴۔ سورہ النحل، آیت ۱۲۵۔ (مطبوعہ نسخے میں الحسنة کے بعد یہ عربی عبارت، الدعاء الیٰ سبیل اللّٰہ بھی نقل کی گئی ہے لیکن یہ عبارت قرآن شریف میں نہیں ہے۔ مترجم نے متن میں اسے نقل نہیں کیا بلکہ اُردو ترجمہ تحریر کیا ہے۔)

[2] شیخ عثمان کے حالات کسی تذکرے میں نہیں ملتے اس لیے آپ کے زمانے کا تعین دشوار ہے۔ فوائد الفواد مصنفہ حسن علی سجزیؒ میں آپ کو خیر آبادی کے بجائے حرب آبادی کہا گیا ہے۔ یہ واقعہ جو آپ کے تعلق سے اس لطیفے میں بیان ہوا ہے۔ فوائد الفواد کی جلد دوم مجلس ۳۴ میں بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: کلام کے وقت اگر تو اپنی ذات کے احساس سے خالی ہوجائے تو تیری زبان کے راستے سے سوطرح کے پیام باہر آئیں۔

اندریں حالت اگر ریزی گہر
گوش بہرِ دل کند آں رامقر

ترجمہ: اس کیفیت میں اگر تو نصیحتوں کے موتی برسائے گا تو کان اُن موتیوں کو دِل تک پہنچانے کے لیے جگہ دیں گے۔

گرنباشی زیں صفت از خود تہی
گرنہ گوئی تو سخن باشد بہی

ترجمہ: جب تک تو اپنے نفس سے بری نہیں ہوتا اس خوبی سے بہرہ مند نہیں ہوسکتا، اس صورت میں تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ تو کلام نہ کرے۔

واعظے کو ایں چنیں گوینده شد
کوسِ معنی برسخن کو بندہ شد

ترجمہ: وہ واعظ جو اس صفت کے ساتھ کلام کرتا ہے وہ معنی کے نقّارے کو کلام پر کوٹنے والا ہوتا ہے۔

ورنہ ہم چو گوش خالی از دماغ
کم و را بے ہودہ در بازی ولاغ

ترجمہ: ورنہ اس کان کی مانند ہے جو سننے سے عاری ہوتا ہے۔ اس کی باتوں سے عالَم کو کم نفع ہوتا ہے کیونکہ وہ باتیں سراسر بے ہودہ، کھیل اور ٹھٹھول کی ہوتی ہیں۔

مجرئی او در زبانِ اشرف است
داند آں کس کو سخن را عارف ست

ترجمہ: وہ باتیں جو اشرفؒ کی زبان سے جاری ہوئیں صرف وہی شخص جانتا ہے جو عارف ہے۔

حضرت نوریؒ [1] کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آدمی کب بات کہنے کے لائق ہوتا ہے؟ اور کب وعظ سننے کے قابل ہوتا ہے؟ فرمایا، اُس وقت جب اللہ تعالیٰ کے اسرار سمجھ سکے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار سمجھنا مشکلات سے خالی نہیں ہے بلکہ ہزاروں مشکلات واقع ہوتی ہیں اور کلام جملوں کی گردان میں صرف ہوتا ہے واعظ کے لیے ضروری کہ وہ سننے والوں کی لیاقت کے مطابق وعظ کہے۔ ہر شخص کو یہ ادراک حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کی علّتوں اور

---

[1] حضرت نوریؒ۔ پورا نام ابوالحسین نوریؒ تھا۔ ۲۹۵ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں، ''تاریخ تصوف در ایران'' ص۶۰۔

اس کے کلام کے آثار کی رمزوں کو سمجھ سکے۔قطعہ:

ہر کسے را نیست ادراکِ سخن
تا بفہمد غامضِ اسرارِ دل
اہلِ دل باید کہ گیرد ذوقِ او
کاو گوہر کے بربیند زیرِ گِل

ترجمہ: ہر شخص کو بات کی سمجھ نہیں ہوتی کہ وہ دل کے اسرار کی حقیقت کو سمجھ سکے۔ صاحبِ دل ہی ذوق حاصل کرتا ہے۔مٹی کھودنے والے کو لعل و گوہر نصیب نہیں ہوتے۔

وعظ نصیحت کی باتیں سننے کے لیے بھی لیاقت درکار ہے نہ وہ علم جو تم رکھتے ہو بلکہ وہ علم جو **وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا** [1] (اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی سکھایا۔) کی لوح سے پیدا ہوتا ہے اور وہ فہم جو لا الٰہ الا اللہ کے معارف سے فیض پہنچاتی ہے۔قطعہ:

جملہ تاریک است ایں محنت سرائے
علم دروے چوں جواہر رہنمائے
رہبرے جانت دریں تاریک جائے
علم و فہمت، فہم و علم جاں فزائے

ترجمہ: یہ محنت سرائے (دنیا) تمام کی تمام تاریک ہے۔ اس تاریکی میں علم رہنما جوہر کی مانند ہے۔اس تاریک جگہ میں تیری روح کے رہبر ہیں تیرا علم اور تیری فہم (لیکن ایسے) فہم و علم جو جانفزا ہوتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جامع مسجد بغداد میں خلیفہ اور وہاں کے اہل معرفت و مکرمت کے بے حد اصرار پر وعظ فرمایا۔ اُس مجمع میں تقریباً پانچ ہزار اربابِ فضل اور سرکاری امیر و سردار موجود تھے۔ قاری صاحب نے سورۂ یوسف تلاوت کی تو حضرتؒ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی۔ اسی کیفیت میں آپ نے تقریر شروع کی اور اُس وعظ میں معرفت و عرفان کے اس قدر نکات بیان فرمائے کہ سارے مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور لوگ گریہ و زاری کرنے لگے۔ خاص طور پر آپ نے آیتِ پاک، **لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ** [2] (اگر اپنے رب کی پختہ دلیل نہ دیکھ لیتے۔) کی تفسیر میں ایسی ایسی عاشقانہ باتیں بیان کیں کہ سارے مجمع پر اُن کا اثر ہوا یہاں تک کہ اکثر لوگ اپنے گھروں کی طرف دوڑے یا جنگل کی جانب نکل

---

[1] پارہ ۱۵۔سورہ الکہف، آیت ۶۵۔مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۴) میں سہو کتابت کے باعث اتیناہ نقل کیا گیا ہے لیکن قرآن حکیم میں مندرجہ بالا آیت میں علمناہ آیا ہے۔

[2] پارہ ۱۲۔سورہ یوسف، آیت ۲۴

گئے۔

ایک بزرگ نے جنھیں لوگ شیخ قطب متقی کہتے تھے، فرمایا کہ میری عمر سو سال کے لگ بھگ ہے، بہت سے واعظین مختلف ملکوں اور اطراف کے یہاں آئے اور وعظ کی مجلس میں تقریریں کیں لیکن کسی نے ایسی خوبی و لطافت سے لبریز تقریر نہیں کی جیسی حضرت نے کی۔

خلیفۂ بغداد بھی ایک ہزار اشرفی اور ایک گھوڑا جس کی زین اور لگام سونے کی تھیں لے کر حاضر ہوا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ دوسرے دن خلیفہ پھر حاضرِ خدمت ہوا اور بے حد اصرار کیا تو آپ نے قبول کیا۔ ابیات:

چناں دُر ریخت از دریائے اسرار
کہ گوشِ جاں پُر از دُرّ و گہر شد

ترجمہ: (آپ نے) دریائے اسرار کے اس قدر موتی بکھیرے کہ روح کے کان موتیوں اور گوہروں سے بھر گئے۔

چہ خوش می ریخت مے از ساقیِ فیض
کہ ہر کس جرعہ زد بے خبر شد

ترجمہ: (آپ نے) ساقیِ فیض کے سبو سے ایسی اچھی شراب نثار کی کہ جس شخص نے ایک گھونٹ پی مست ہوگیا۔

زبادِ فیض آبِ معرفت ریخت
نہالِ عیش راشیریں ثمر شد

ترجمہ: فیض کی پُروا ہوا سے معرفت کی بارش ہوئی۔ عیش کے درخت میں شیریں پھل لگے۔

جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبراؒ مدینہ طیبّہ میں روضۂ منورہ پر حاضر تھے، حضرت شیخ احمد یسویؒ کے سلسلۂ یسویہ میں داخل ترکوں کی ایک جماعت بھی وہاں حاضر تھی۔ انہوں نے آپ کی تعریف کی اور ان کے مشائخ نے آپ سے وعظ کہنے کے لیے اصرار کیا اور عاجزی کا اظہار کیا اور کامیاب ہوئے۔ اُس زمانے میں حضرتؒ ترکی زبان جانتے تھے لیکن زیادہ مہارت نہ تھی۔ چونکہ یہ مجلس ترکوں نے منعقد کی تھی یہ بھی لازم ہوا کہ ترکی زبان میں تقریر کی جائے حضرتؒ نے اسی کے مطابق ترکی زبان میں تقریر کی اور ایسے فصیح لہجے میں حقائق و معارف بیان فرمائے کہ اہل زبان کو رشک ہونے لگا۔ جتنے مشائخ اس مجلسِ وعظ میں موجود تھے سب کو ذوقِ باطنی حاصل ہوا اور ہر شخص ترکی میں کہتا ہوا آیا۔ [1]

تقریباً سو ترک حضرتؒ کے ہمراہ روانہ ہوئے اور خدمت و ملازمت پر کمربستہ ہوئے۔ یہ لوگ ایسی محنت سے خدمت بجالاتے جیسی برگزیدہ خلفا اور نہایت عاقل حضرات کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے تھوڑی سی مدت میں اپنی اپنی ہمت کے

---

[1] (اس کے بعد یہ عبارت ہے ''پی حیف فیلندسی بوسید و انداق مجلی اتیت مگر ہیچکس کور مادی را'' یہ عبارت مترجم کے لیے ناقابل فہم ہے اس لیے اس کا ترجمہ شامل متن نہیں ہے۔)

مطابق مقصد حاصل کرلیا اور چہرۂ مقصود اُن پر ظاہر ہوگیا۔قطعہ:

ہر کہ او دربزمِ رنداں زدقدم
درخورِ ہمت دہندش جامِ مے
ایں یکے از بادۂ خُم دم نزد
واں یکے از ہم شدہ ز آوازِ نے

ترجمہ:جس شخص نے رندوں کی محفل میں قدم رکھا اسے اس کے حوصلے کے مطابق جامِ شراب دیا گیا ایک شخص گھڑے کی شراب پی کر بے خود ہوگیا دوسرا شخص بانسری کا ہم نوا ہوگیا۔

ایک روز ایسا ہوا کہ حرم شریف کے شیوخ اصرار کرنے لگے کہ حضرتؒ شیخِ حرم حضرت نجم الدین اصفہانی کی موجودگی میں وعظ کہیں۔آپ مجبور ہوگئے کیونکہ شیخِ حرم کے حکم کو بجا لانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ مجلس ترتیب دی گئی۔آپ نے عربی زبان میں تقریر کی۔اہلِ مجلس کو اس قدر ذوق وشوق حاصل ہوا کہ اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔حتیٰ کہ بعض عرب جوصحرا اوربستی سے آئے تھے،شریکِ مجلس ہوئے۔اُن پر اس قدر وجد و حال طاری ہوا کہ لوگ تعجب کرتے تھے کہ یہ نہایت عجیب واقعہ ہے کہ صحرا میں رہنے والے تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے،ابیات:

زورِ بازوئے کہ سخت انداز شد
ہر کرازد تیر پرُاں در گزشت

ترجمہ:جس کامل تیرانداز نے اپنے زورِ بازو سے جس کسی کو تیز رفتار تیر مارا وہ (دل کے) پار ہوگیا۔

بود پیکاں زا ہن پولاد رنگ
از مجن و ہفت جوشن برگزشت

ترجمہ:وہ تیر چونکہ فولاد کی مانند لوہے سے بنایا گیا تھا اس لیے ڈھال اور سات زرہوں کو چھیدتا ہوا نکل گیا۔

سرگزشت از پائے دل خیزداگر
ہم چو سیل آمد رواں وز سر گزشت

ترجمہ:حال اگر دل کی گہرائی سے اٹھے تو سیلاب کی مانند رواں ہو اور سر سے گزر جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ فرماتے تھے کہ حسنِ خلق اس بلند پایہ گروہ یعنی صوفیہ کی خاص خصلت ہے جو انہیں ہی زیب دیتی ہے کہ یہ حق کے زیور اور کلام کے لباس سے روشن ہوتے ہیں۔تمام اقوال و افعال میں صوفی کی نظر چوں کہ حق تعالیٰ پر ہوتی ہے اس لیے لازم آتا ہے کہ وہ تمام مخلوق سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے۔اگر شریعت کے مطابق کسی محل پر سختی درکار ہے تو سختی کرے،لیکن باطن کے مطابق اسی وقت اللہ سے مغفرت طلب کرے۔

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اخلاق مرتبۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آیۂ کریمہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ [۱] (بے شک ضرور آپ بہت بڑی شان والے خلق پر ہیں) نازل ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ غصہ بدترین خصلت و علامت ہے جس سے وصول کی نعمت میں زوال ہونے لگتا ہے اور حصول میں کمی واقع ہوتی ہے۔ گروہِ صوفیہ کو ہر حال میں اس عادت سے گریز کرنا چاہیے۔ اللہ کی پناہ! اگر کسی طالب سے یہ فعل کسی بھی نوعیت سے سرزد ہوجائے تو اسے فوراً استغفار کرنا چاہیے۔ (یہ حقیقت ہے کہ) کوئی شے اس قدر خانۂ دل کو خالی اور بے نور نہیں کرتی جس قدر غصہ کرتا ہے۔ قطعہ:

مکن خشم اے یار، درکارِ دیں
کہ اومی کند ظرف باطن تہی
اگر بایدت، باطن انور بود
مکن خشم، اے سرو باغ بہی

ترجمہ: اے دوست! دین کے کام میں غصہ نہ کر کیوں کہ غصہ کرنے سے باطن کھوکھلا ہوجاتا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا باطن روشن ہوجائے تو اے گلستانِ خیر خواہی کے سرو! غصے سے پرہیز کر۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مخلوق میں، انسانوں کے تعلق سے پسندیدہ اور بہترین صفت، شفقت کرنا ہے جسے یہ نعمت کلی طور پر حاصل ہوجائے اسے ثمرۂ حقیقی بھی بخشا جاتا ہے۔ (حقیقی ثمرہ یہی ہے کہ) اُس شخص کی ذات میں شفقت و مہربانی کی صفات پیدا ہوجاتی ہیں۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ [۲] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے) یہ بات بھی اچھی طرح سے جان لینا چاہیے کہ جب کسی شخص پر شفقت و مہربانی کی جائے تو اپنی خودی کو درمیان سے اٹھالیا جائے تاکہ شفقت کرنے والا اس صفت سے منسوب کیا جائے کہ یہ نسبت سعادت وعنایت کا بلندترین مقام ہے۔ مثنوی:

ہر کار کہ پیش گیری اے یار
خود را زمیانِ کار بردار
بردار راہِ کار یارا
تایابی زباغِ کام بررا [۳]

ترجمہ: اے دوست تو جو کام بھی انجام دے تو اپنی خودی کو درمیان سے اٹھالے۔ (یہی نہیں بلکہ) اے دوست کام کے

---

[۱] پارہ ۲۹۔ سورہ القلم، آیت ۴۔ [۲] پارہ ۶۔ سورہ المائدہ، آیت ۵۴۔

[۳] مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۶) میں چوتھا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے ''تایابی زباغِ کام بردار'' یہ مصرع مثنوی کے معروف قاعدے کے خلاف ہے۔ مثنوی کا ہر شعر ہم قافیہ ہوتا ہے یہاں ایسا نہیں ہے۔ اس لیے قیاسی تصحیح کر کے تیسرے اور چوتھے مصرعوں کو ہم قافیہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

راستے سے اٹھ جاتا کہ تجھے مقصد کے باغ سے ثمرۂ حقیقی حاصل ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شریعت کے معاملات اور طریقت کے کام چوں کہ شریعت کے اصول پر مبنی ہیں اس لیے انہیں ظاہرِ شرع کے مطابق انجام دیا جائے لیکن حقیقت میں اُن سے خبردار رہنا چاہیے۔ مثلاً اگر کسی شخص کے بارے میں شریعت کے مطابق فتویٰ طلب کریں کہ اسے قتل کر دینا چاہیے تو اگر وہ خود یہ منصب رکھتا ہے تو راضی ہو جائے اور اگر وہ فتویٰ دینے کا منصب نہیں رکھتا تو اُس شخص کے قتل پر اصرار نہیں کرنا چاہیے اور (اپنے اصرار نہ کرنے کو) ظاہرِ شرع کے مطابق جانے۔ دونوں صورتوں میں نیت اللہ تعالیٰ پر رکھنی چاہیے۔ قطعہ:

اے برادر پائے در راہِ یقیں
نہ، زروئے صدق و از معنی برو
باہمہ کس نسبتِ ظاہر بہ بیں
باطن از ظاہر بہ معنی درگرو

ترجمہ: اے بھائی! یقین کے راستے میں سچائی کے ساتھ قدم رکھ اور قصد کی ہوئی جگہ سے گزر جا۔ سب لوگوں کو ظاہر کے تعلق سے دیکھ۔ ظاہر سے باطن کو معنی کے ساتھ رہن رکھ دے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ رندوں کا مشرب اور عارفوں کا مذہب یہ ہے کہ ہر مرتبے کو اُس کے تقاضوں کے مطابق طے کرے اور اُس مرتبے کی مشکلات میں سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔ ابیات:

ہر کہ او در بزمِ رنداں بر نشست
بایدش بر حسب رندی کرد کار

ترجمہ: جو شخص کہ رندوں کی محفل میں آ کر بیٹھ گیا، اُس پر لازم ہے کہ رندی کے دستور کے مطابق کام کرے۔

اقتضائے بزم باید کردنش
ورنہ از رندیش باید بست بار

ترجمہ: اسے اُس بزم کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے ورنہ وہ رندی کے مقام سے بستر بوریا سمیٹ لے۔

رندِ کامل در جہاں آں کس بود
کز مرادِ بزمِ رنداں بردبار

ترجمہ: دنیا میں کامل رند وہ شخص ہوتا ہے جو رندوں کی بزم کے منشا کے مطابق بارِ حیات اٹھاتا ہے۔

لطیفہ ۴۷

مومن و مسلم کے بیان میں

قال الاشرفؒ:

المومن هو الموقن فی کل حال بمبدائه سیّد اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا، مومن وہ شخص ہے جو ہر حال میں اپنے مبدا پر یقین کرنے والا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گہر بار حدیث میں آیا ہے، **المسلم من سلم المسلمون من یده و لسانه** یعنی مسلمان وہ شخص ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

بعض مشائخ نے مومن اور مسلم کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا ہے۔ ان کے نزدیک دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ انہوں نے ادراک اور فہم میں کمی کے باعث ایسا خیال کیا تھا اور انہیں ذوق و وجدان کا اس قدر علم بھی نہ تھا۔ الفاظ کے ظاہر تک محدود رہے اور ان کے رموز و حقائق پر غور نہیں کیا۔ عرض کو جوہر سمجھ بیٹھے۔ اس فقیر کو علمِ مکاشفہ سے جو فرق معلوم ہوا، اس کا ایک شمّہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ ایمان وہ درخت ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ اس کی اصل روح کے باغیچے میں استوار ہوئی ہے اس کی شاخ ازل سے اور جڑ ابد سے متصل ہے۔ مصرع:

شاخِ او اندر ازل شد بیخ او اندر ابد

(اس کی شاخ ازل میں اور جڑ ابد میں ہے)

اس درخت کا سہارا پتوں اور شاخ کی بجائے عرش پر ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ نورِ جمال کا پرتو ہے جو دل کے گوشے میں عکس ریز ہوتا ہے۔ مشائخ نے جو یہ فرمایا ہے کہ **اذا تم الفقر فهو الله** (جب فقر کامل ہوتا ہے تو وصول الی اللہ حاصل ہوتا ہے) اس رمز کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس معرفت کے توسل سے لوگ اپنے وجود کو، نبوت و ولایت کے نور اور وحدانیت کو پہچانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ نور عرض ہے جو جوہر جان کے ساتھ قائم ہے۔

جس وقت روح اس حیوانی عالم سے گزر جاتی ہے اور جبلّت کے اندھیرے سے باہر آتی ہے تو دل کی صفت اختیار

کرلیتی ہے اورجس وقت دل جبلت کے مرض سے رہائی پا تا ہے تو طفولیت کی حالت جو اس پر چھائی رہتی ہے دور ہوجاتی ہے اور کامل بلوغت ظہور میں آتی ہے (یعنی معرفت سے بے خبری کی حالت زائل ہوجاتی ہے اور شعورِ معرفت بالیدہ ہوجاتا ہے)۔ اس وقت ایمان کا پورا مرتبہ کمال پر پہنچتا ہے۔

صفاتِ الٰہیہ کا ثمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہیں، جن کے اپنانے سے صفتِ روح حاصل ہوتی ہے (پھر) روح ربوبیت کی توفیق اور جذبۂ الٰہی کی بدولت عالمِ ہدایت سے (عروج کرکے) سبحانی بلندی پر پہنچ جاتی ہے۔ ابتدائے حال میں سالک خاموش التجائیں کرتا اور جواب سنتا ہے۔ رب العالمین کے جوارِ قرب سے محبت کرتا ہے اور (اس کی) محبت حاصل کرلیتا ہے۔

اسلام، باری عزاسمہ، کی ذات و صفات کی حقیقتوں اور کیفیتوں سے عبارت ہے اور اسلام سے انبیا کے احوال (پر یقین) اور ان کے طریق اور آداب کی پیروی بھی مراد لی جاتی ہے۔ یہ (تعریف) عام اور خاص ہے، جیسے (کہا جاتا ہے) **کل انسان حیوان ولکن بعض الحیوان لیس بانسان** یعنی ہر انسان حیوان ہے لیکن بعض حیوان انسان نہیں ہیں۔ (اس تعریف کے مطابق) ہر مومن مسلمان ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان مومن نہیں ہوتا۔ افراد انسانی سے جو فرد، ابتدائے حال میں وحدت اور وحدانیت کا قائل ہوجائے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرے، آسمانی کتابوں، حشر ونشر، صراط سے گزرنے، ثواب وعذاب اور اللہ تعالیٰ کے قضا وقدر کا اقرار کرے اسے مجازاً مسلمان کہہ سکتے ہیں۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسان ایک وقت کھیت میں بیج ڈالے اور ربیع کی فصل کی امید رکھے لیکن اسے ان بلندیوں تک رسائی اور ثمرات کا حصول اس وقت میسّر ہوگا جب عالمِ مشیّت سے لگاتار بارش ہو، اللہ کے فیض کی بخشش اور بارش کا بہاؤ زمین کی تہہ تک پہنچے اور زمین بہت زیادہ سیراب ہو۔ (اسی کے ساتھ) آسمانی آفتوں مثلاً ٹڈیوں کی یلغار سے کھیتی محفوظ ومصئون رہے، زمین کی مدد حاصل ہو اور ہوا موافقت کرے تب پھل پیدا ہوگا۔ جب پھل آئے گا تو بہت سے بیج، جڑیں، شاخیں، بار، شگوفے اور دیگر فائدے بھی حاصل ہوں گے۔ اگر کسان کی عدم توجہ یا بارش میں کمی یا دیگر موانع کے سبب کھیتی درجۂ کمال تک نہ پہنچے تو اس میں ڈالا ہوا بیج کبھی بالیدہ نہ ہوگا اور خود ہی گل سڑ جائے گا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ بہت سے لوگ ایمان لائے ہیں لیکن اُن کے اقوال و افعال سراسر جھوٹ، ایذا رسانی اور غیبت پر مبنی ہوتے ہیں۔ صادق القول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، **انا و اتقیاء امتی براء من التکلیف** یعنی میں اور میری امّت کے متّقی ایذا رسانی سے بری ہیں۔ یہ ظاہری مسلمان مجلسوں اور محفلوں میں سامنے اور پیٹھ پیچھے دوسروں کی برائی اور غیبت کرتے رہتے ہیں۔ قرآنِ حکیم کی آیتِ پاک اس پر واضح دلیل ہے۔ **اَیُحِبُّ اَحَدُ کُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ**[1] (ترجمہ: کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تو تم اس سے (انتہائی) کراہت

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ الحجرات، آیت ۱۲۔

محسوس کرتے ہو۔) اور شارع علیہ السلام فرماتے ہیں **الغیبة اشد من الزنا** یعنی غیبت زنا سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ انہوں نے تکبر کی جملہ صورتوں اور حالتوں کو اپنی زندگی کا شعار اور لبادہ بنالیا ہے۔ ہر وقت اقتدار اور منصب کی ترقی کی دُھن میں لگے رہتے ہیں اور کبر وغرور کا اظہار کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، **لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من الکبر**، یعنی وہ شخص جس کے دل میں ایک ذرّے کے برابر غرور ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

دراصل شریعت عبارت ہے انصاف، راستی اور کم آزاری سے۔ جب لوگوں سے ہر لحظہ ہزار طرح کے گناہ اور آزار عمل میں آتے ہیں تو خدا اور رسول ان سے آزردہ ہوجاتے ہیں، پس جو شخص اس مقام پر ہو اس سے کس طرح بھلائی کی اُمید کی جاسکتی ہے اور کس طرح اس کی پیروی کی جاسکتی ہے۔ شعر:

گر مسلمانی تو بیدا دے چراست
چوں کہ بیدادی مسلمانی کجاست

ترجمہ: اگر تو مسلمان ہے تو نا انصافی کیوں کرتا ہے۔ چوں کہ تو ظالم ہے اس مسلمانی کا دعویٰ بے جا ہے۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے، **من اذی مومناً فکان اذی الله ومن اذی الله فهو ملعون فی التوراة والانجیل والزبور والفرقان** یعنی جس شخص نے کسی مسلمان کو ناحق تکلیف پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف پہنچائی پس وہ ازروئے تورات، انجیل، زبور اور قرآنِ حکیم ملعون ہے۔

ایک شخص کا ذکر جس نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کی غیبت کی

حضرت قدوۃ الکبراؒ روم مادخلہ المعصوم [1] میں قیام پذیر تھے۔ ایک رومی آپ سے عداوت رکھتا تھا اور پیٹھ پیچھے آپ کی غیبت کرتا تھا۔ جب وہ حاضرِ مجلس ہوا تو حضرت شیخ قطب الدین رومی نے اس کی نسبت یہ حکایت بیان کی:

''مجھے واقعے میں (خواب میں) یہ دکھایا گیا کہ تمام فرشتے جن کے ہاتھوں میں نیزے اور بیلچے تھے، عجمی سختی اور حیوانی رعب کے ساتھ زمین پر اتر رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کہاں جارہے ہو انہوں نے کہا کہ ہم ملائکہ ہیں اور ایسے شخص کے مکان پر جارہے ہیں جو حضرت اشرف جہاں گیر کی غیبت کرتا ہے اور ان کی بزرگی کا انکار کرتا ہے تاکہ اس کے ایمان کی جڑ زمینِ اسلام سے اکھاڑ دیں اور اس کی زندگی کی جڑ کائنات کے تنے سے کاٹ دیں۔'' مثنوی:

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

---

[1] روم مادخلہ المعصوم یعنی روم جس میں داخل ہونے والا معصوم نہیں ہے۔

ترجمہ: جب خدا یہ چاہتا ہے کہ کسی شخص کا پردہ چاک کر دے تو اس کا رجحان پاکوں کی عیب جوئی کی طرف کر دیتا ہے۔

ور خدا خواہد کہ پوشد عیبِ کس
کم زند در عیب اہلِ دل نفس

ترجمہ: اور اگر خدا چاہے کہ کسی کے عیب پوشیدہ رہیں تو وہ شخص کسی صاحبِ دل بزرگ کی برائی نہیں کرتا۔

پیشِ ایں الماس بے اسپر میا
گر بریدن تیغ رانبود حیا

ترجمہ: (اے مخاطب) بغیر ڈھال کے اس الماس کے سامنے نہ آنا۔ تلوار کاٹنے سے نہیں چوکتی۔

تیغِ برّانست کانفاسِ دروں
از دروں برّاں برآید تابروں

ترجمہ: انفاس باطنی بھی تیغ برّاں کی مثل ہیں۔ یہ اندر سے کاٹتے ہوئے باہر نکل آتے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ کوئی بندہ برائی میں مبتلا ہو۔

لطیفہ ۴۸

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی تفصیل[۱]
نیز بعض اختلافی پینے کی چیزوں کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) ہر شخص کی حیثیت کے مطابق مختلف قسم کا ہوتا ہے پہلے ہاتھ سے امر بالمعروف کرے۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو زبان سے کہے اگر زبان سے نہ کہہ سکے تو دل میں برا جانے اور یہ دلی کراہیت اس طرح کی ہو کہ گناہ کرنے والا متنبہ ہوجائے کہ حکم دینے والے کو میرا فعل پسند نہیں آیا۔ اہل ظاہر کے تعلق سے یہ دلی کراہیت امر بالمعروف کا ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ ہم اس کی مزید تفصیل بیان کرتے ہیں۔

امیروں، حاکموں اور منصب داروں کے تعلق سے امر بالمعروف یہ ہے کہ طاقت استعمال کریں جیسے کہ قاضی اور محتسب کرتے ہیں۔ علما زبان سے امر بالمعروف کرتے ہیں، اس سلسلے میں وہ آیات و احادیث کا حوالہ دیتے ہیں نیز تمثیلوں اور حکایتوں سے وضاحت کرتے ہیں چنانچہ متعلقہ شخص (اپنی غلطی پر) متنبہ ہوجاتا ہے۔ عوام الناس کا تعلق دل سے ہے۔ یہ منصب داروں اور مددگاروں سے کم تر درجے کے ہوتے ہیں۔ ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ دل میں برے کام کو برا خیال کریں، لیکن سچّی بات یہ ہے کہ دل کے توسط سے امر بالمعروف عوام الناس کا کام نہیں ہے بلکہ یہ اُن حضرات کا کام ہے جو مرتبۂ دل پر فائز ہیں اور اپنے اسباب کو آب وگل کی پستی سے نکال کر اصل بلندی پر لے آئے ہیں۔[۲]

اگر اہل دل اشارا کریں تو امر بالمعروف کجا، سارا عالم درہم برہم ہوجائے۔ سبحان اللہ! دل کا عالم بھی کتنا وسیع عالم ہے کہ تمام عوالم پر متصرف ہے اور تمام عالم پر احکام نافذ کرنے والا حاکم ہے۔

---

[۱] احقر مترجم نے آئندہ صفحات میں حکم کردہ کام کے لیے ''امر بالمعروف'' اور منع کردہ کام کے لیے ''نہی عن المنکر'' کی معروف اصطلاح استعمال کی ہے۔

[۲] مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۸) میں جملہ یہ ہے ''از حضیض آب وگل ندروہ ساحل رخت کشیدہ'' اور خطی نسخے میں ''از حضیض آب وگل برزوۂ اصل رخت کشیدہ نقل کیا گیا ہے ''ندروہ'' یا ''برزوۂ'' دونوں سے کوئی مفہوم برآمد نہیں ہوتا۔ غالبًا یہ لفظ ''ذردہ'' ہے جس کی جمع ذرٰی ہے۔ ذردہ کے معنی ہیں، اونچی چیز اور چوٹی۔ اس قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

ابیات:

برتر از دل نیستِ عالم در جہاں
ہر کہ دارد عالمِ دل بادشاست

ترجمہ: دنیا میں عالمِ دل سے برتر کوئی عالم نہیں ہے۔ جو شخص عالمِ دل رکھتا ہے بادشاہِ وقت ہے۔

دردو عالم یک دلے باید کہ او
نافذِ احکام امر انتہاست

ترجمہ: دونوں جہانوں میں بس ایک دل درکار ہے۔ وہی آخر تک معروف کے احکام نافذ کرنے والا ہے۔

بادشاہے عالمِ دل را مثال
درہمہ روئے زمیں عالم رداست

ترجمہ: عالمِ دل کے بادشاہ کی مثال یہ ہے۔ جیسے عالمِ دل ایک چادر ہے جس نے تمام روئے زمین اپنے اندر لے لیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لائق وہ شخص ہوتا ہے جو شریعت کی تمام باریکیوں کا عالم ہو اور اُن تمام باریکیوں پر عمل کرتا ہوتا کہ وہ اس تنبیہ کے تحت نہ آ سکے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالاَ تَفْعَلُوْنَ۔[1] (ترجمہ: کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں)۔ یہ امر (علم اور عمل) بعضوں کے نزدیک شرط ہے اور بعضے قیاس سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں، میرے لیے ہدایت کے علاوہ بزرگی ہے اور تیرے لیے (محض) ہدایت ہے۔ پس جب تیرا نفس ہی راہِ راست پر نہیں ہے تو تو دوسرے کا نفس کیوں کر ٹھیک کر سکے گا۔ یہ بات مشہورِ عوام ہے کہ ناپ کی لکڑی کا سایہ درست نہیں ہوتا۔ مثنوی:

اے برادر گر تو خواہی کرد امر
نہی کن اوّل تو امر خویش را

ترجمہ: اے بھائی اگر تو امر بالمعروف کرنا چاہتا ہے، تو پہلے اپنے امر (نفس) کی نفی کر

گر ترا قوتیست صافی خود بخور
بعدازاں چیزے بدہ درویش را

ترجمہ: اگر تجھے پاک غذا میسر ہے تو پہلے خود نوش کر اس کے بعد درویش کو دے (دل کو پاک کر کے ہدایت کر)۔

---

[1] پارہ ۲۸۔ سورہ الصّف، آیت ۳۔

تخمِ صافی بایدت اے درنخست
تادہد بر از برائے پیش را

ترجمہ: اے شخص پہلے تجھے پاک صاف بیج فراہم کرنا ہے تاکہ تو اس سے حاصل کردہ (پاک صاف) پھل دوسرے کو پیش کرسکے۔ شعر!

فاقلموا المرء علیٰ فعله
وانت منسوب الیٰ مثله

ترجمہ: پس تم کسی شخص کے فعل پر اعتراض نہ کرو۔ تمہارا اعتراض اس وقت صحیح ہوگا جب تم سے اسی طرح کا فعل منسوب نہ کیا جائے (تم ایسے فعل سے مبرا ہوجاؤ)

حقیقت یہ ہے کہ ہدایت کرنے کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ اگر یہ شرط عائد کی جائے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ جب صحابہؓ معصوم نہ تھے تو دوسرے لوگ کس طرح معصوم ہوسکتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں امر بالمعروف نہیں کروں گا جب تک خود اُن پر عمل نہ کروں اور نہی عن المنکر بھی نہیں کروں گا جب تک منع کردہ کاموں سے چھٹکارا نہ پالوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **بل مروا بالمعروف ان لم تعملوا به كله وانهوا منه عن منكرو ان لم تجتنبوا كله،** (بلکہ دوسروں کو نیک باتوں کا امر کرو اگرچہ تم تمام پر عمل نہ کرو اور برے کاموں سے منع کرو اگرچہ تم اُن تمام برے کاموں سے پرہیز نہ کرسکے۔) اسی طرح سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف وہی شخص کرسکتا ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو تو پھر امر بالمعروف کا فرض ادا نہیں ہوسکتا، لیکن بزرگوں نے کہا ہے کہ واعظ لوگوں کو ان کے علم کے مطابق، ان کی بدکاری کے بارے میں امر کرسکتا ہے بشرطیکہ اس نے اپنی اصلاح کرلی ہو، اور لوگوں کے دلوں پر زیادہ چڑھائی نہ کرے، اس سے زیادہ ذمے داری نہیں ہے۔

بزرگوں نے آیتِ پاک لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالاَ تَفْعَلُوْن [1] (ترجمہ: کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں۔) کی تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے مراد جھوٹا وعدہ ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے دو باتیں اہم ہیں ایک عام لوگوں سے میل جول کم ہوتا ہے کہ اسے زیادہ رحم نہ آئے اور دوسرے یہ کہ وہ لوگوں سے طمع نہ رکھے تاکہ ڈھیل دینے کی نوبت نہ آئے۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ نے بلی پال رکھی تھی۔ اس کے لیے ہر روز قصائی سے جو ان کا ہمسایہ تھا گوشت کا ٹکڑا لے کر آتے تھے۔ ایک روز انہوں نے قصّاب کا ایک منع کردہ عمل دیکھا۔ وہ بزرگ گھر آئے اور اس بلی کو گھر سے نکال دیا۔ اس

---

[1] پارہ۔۲۸، سورہ الصّف آیت، ۳۔

کے بعد وہ قصاب کے پاس گئے اور اُس برے فعل سے منع کیا۔ قصّاب نے کہا، اب میں آپ کی بلی کے لیے گوشت نہیں دوں گا۔ اُن بزرگ نے فرمایا، میں نے پہلے بلی کو گھر سے باہر کیا ہے تب تمہیں معروف کا حکم دیا ہے۔

ایسے امر بالمعروف کو جس سے وحشت اور ڈانٹ ڈپٹ کی نوبت آ جائے، ترک کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ جب کام کے سبب قتل وخوں ریزی کی نوبت آ جائے تو امر بالمعروف کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ یہ حدیث ہے کہ ایک عالم نے بادشاہ کو معروف کا حکم دیا، بادشاہ نے اسے قتل کروا دیا۔ **یکون افضل الشھداء** (افضل الشہدا ہو گیا)۔

ایک مرتبہ لوگ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے سامنے ایک مستِ شراب کو لائے۔ آپ نے اس پر حد جاری فرما دی۔ جب حد جاری ہوئی تو اس نے آپ کو گالی دی، امیر المومنین نے حد روک دی اور فرمایا کہ خدا کے معاملے میں خودی کو کس لیے شریک کروں۔ اگر کوئی شخص گھر میں گناہ کے کام کرے تو اس سے پوچھ گچھ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، **وَلاَ تَجَسَّسُوْا** [۱] (اور عیبوں کی جستجو نہ کرو)۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ ہی سے متعلق یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے نامناسب افعال کا مرتکب ہوتا تھا۔ جب آپ کو اس کے نامناسب کاموں کی اطلاع ہوئی تو آپ دیوار کود کر مکان میں داخل ہوئے اور شریعت کا حکم بجا لانے پر اصرار کیا۔ مالکِ مکان آپ کے روبرو پیش ہوا اور عرض کیا کہ اگر میں نے ایک سبب سے غیر شرعی کام کیا ہے تو آپ نے کس بنا پر یہ غیر شرعی کام کیے ہیں۔ پہلا کام یہ کہ آپ نے حکم الٰہی **لاتجسسوا** کے خلاف یہ معلوم کیا کہ گھر میں گناہ کے کام ہوتے ہیں اور دوسرا کام یہ کہ آپ بند مکان کی دیوار پھاند کر اندر آئے۔ یہ فعل اس حکم الٰہی کے خلاف ہے، **وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا۔** [۲] (اور آؤ گھروں میں ان کے دروازوں سے) تیسرا فعل یہ کہ بغیر اجازت مکان میں داخل ہوئے، یہ عمل بھی خلافِ حکم ہے، **لَاتَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا۔** [۳] (اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو۔) امیر المومنین حضرت عمرؓ متنبہ ہو گئے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، امر بالمعروف اور وعظ کے سلسلے میں صوفی کو خاص طور پر نرم مزاج اور نفع رساں ہونا چاہیے۔ ایک روز ایک شخص نے خلیفہ مامون (عباسی) کو سخت لہجے میں نصیحت کی۔ مامون نے اس سے کہا کہ ذرا نرمی سے بات کرو (کیا معلوم) اللہ تعالیٰ (نصیحت کرنے کے لیے) کسی ایسے شخص کو بھیج دے جو تجھ سے بہتر ہو، اور اُن کے لیے جو مجھ سے اور تجھ سے بدتر ہوں۔ اُسی اللہ نے حکم دیا ہے، **فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلاً لَّیِّنًا** [۴] (پس اس سے (فرعون سے) نرم بات کہیں)۔ اگر نصائح اور وعظ میں نرمی اور نفع رسانی کا رویہ اختیار کریں تو یہ ممکن ہے کہ جس کو نصیحت کی گئی ہے وہ برے کام کرنا چھوڑ دے۔

---

[۱] پارہ ۲۶۔ سورہ الحجرات، آیت ۱۲ [۲] پارہ ۲۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۸۹

[۳] پارہ ۱۸۔ سورہ نور، آیت ۲۷ [۴] پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۴۴۔

ایک درویش کشتی میں بیٹھے ہوے سفر کر رہے تھے۔ دوسری جانب نوجوانوں کی ایک ٹولی فسق و فجور کے آلات اور سامان کے ساتھ دوسری کشتی میں سوار ہوئے۔ جب دونوں کشتیاں آمنے سامنے ہوئیں تو درویش کے اصحاب نے عرض کیا کہ یہ لوگ فسق و فجور میں مشغول ہیں، شیخ ان کی ہلاکت کی دعا کریں۔ شیخ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا۔ اے اللہ! ان کو تمام وقت خوش وخرم رکھنا۔ جوں ہی درویش نے دعا کی، جوانوں کے دل پر اس کا اثر ہوا۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فسق و فجور کے آلات اور سامان دریا میں غرق کر دیئے۔ شیخ کے قدموں میں اپنے سر رکھ دیئے اور تائب ہو گئے۔

اسی سلسلے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش کا مرید تھا جو بہت سی خوبیوں اور نیکیوں سے آراستہ تھا۔ ایک روز لوگوں نے انہیں اطلاع دی کہ آپ کے اُس مرید نے توبہ توڑ دی ہے اور فسق و فجور کے مختلف کاموں میں مشغول رہتا ہے۔ درویش یہ باتیں سن کر انتہائی حلم اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ گھر سے نکلے اور مرید کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے مرید راستے ہی میں مل گیا۔ شیخ کو دیکھ کر شرم کے احساس سے اپنا منہ دیوار کی طرف کرلیا۔ اُن بزرگ نے مرید کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، تم بازاروں میں اور نامناسب جگہوں پر، غیر شرعی کام کیوں کرتے ہو۔ میرے گھر چلو، وہاں حجرے میں ہم نے فسق و فجور کی چیزیں مہیا کر رکھی ہیں۔ مرید بے حد شرمندہ ہوا، شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور از سرِنو توبہ کی۔ فرماتے تھے کہ مشائخ نے اس طرح نہایت خیرخواہی اور نرمی سے امر بالمعروف کا کام انجام دیا ہے۔ یہ بے حد مفید اور آزمودہ طریقہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ صوفیہ اگر اپنے مریدین میں نامناسب باتیں دیکھتے ہیں تو اشارتاً اور کنایۃً وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایسی حکایتیں بیان کرتے ہیں جو مرید کے حسبِ حال ہو جسے سن کر مرید خبردار ہوجاتا ہے، اپنے برے کاموں سے رجوع کرلیتا ہے۔ توبہ کرتا ہے اور پھر برے فعل کا مرتکب نہیں ہوتا۔

پینے کی مختلف چیزوں کا بیان

مجلس میں مشروبات کا ذکر آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ سب لوگ اس پر متفق ہیں کہ شراب عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ کسی نے یہ بات نہیں کہی کہ شراب (عقل سے) دور کر دیتی ہے۔ اسی بنا پر فلسفی شراب پینے کو مباح قرار دیتے ہیں، (اور کہتے ہیں) کہ اگر کسی نے اس مقدار میں شراب پی ہو جس سے عقل زایل نہ ہو تو مباح ہے۔ (اسی لیے) ہم اس قدر شراب پیتے ہیں کہ عقل زایل نہیں ہوتی۔ **الخمر ما خامر الغفل** یعنی شراب فاتر عقل نہیں ہے۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ نشہ وہ ہے جو فاتر عقل ہو۔ ہم اس حکمت کے ساتھ شراب پیتے ہیں کہ عقل زایل نہیں ہوتی، لیکن اہل سنت و جماعت اس

پر متفق ہیں کہ خمر بعینہٖ حرام ہے۔قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے فَاِنَّهٗ رِجسٌ [۱] (بیشک وہ ناپاک ہے)۔شراب کی حرمت کا حکم اس بناء پر نہیں دیا گیا ہے کہ وہ عقل کو زائل کرتی ہے بلکہ اسے قطعی طور پر ناپاک قرار دیا ہے۔

اب ہم فلاسفہ کو جواب دیتے ہیں۔نص میں (خمر) حرام ہونے کی علت فتورِ عقل ہے اور تم نص کے مقابلے میں (اپنی) علت بیان کرتے ہو، پس یہ باطل (فکر) ہے، البتہ علما کا اس میں اختلاف ہے۔بعض مباح (جایز) قرار دیتے ہیں اور بعض جایز کرنے کے قائل ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانب اشارہ فرمایا ہے **الخمر هاتین شجر تین** یعنی شراب دو درختوں (خرما اور انگور) سے ہے۔(اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ) مذکورہ درختوں کی شراب خمر ہے اور باقی چیزوں سے حاصل کردہ شراب خمر نہیں ہے تو یہ لغو قیاس ہوگا اور یہ قیاس تو زیادہ لغو ہے کہ شراب فاتر عقل نہیں ہوتی۔(مختصر یہ کہ) یہ استنباط درست نہیں ہے۔

(خرما اور انگور کی) شراب پینے کی حد اسی (۸۰) دُرے ہیں۔دوسری شرابوں پر تعزیر ہے جو دین کے ادب کے بطور دی جائے گی تاکہ لوگ گستاخ نہ ہوجائیں، الا یہ کہ مستی کی حد میں داخل نہ ہوں، مست ہوجائیں تو حد واجب ہوجائے گی جس طرح مجرد شراب پینے پر خواہ نشہ طاری ہو یا نہیں، حد واجب ہوجاتی ہے، دوسری شرابوں کے لیے مستی شرط ہے۔

دہلی کے ایک دانشمند کا قصہ

بیان کیا گیا ہے کہ دہلی میں ایک عالم تھے جو بطور دعویٰ کہتے تھے کہ میں دعوے کے ثبوت میں روایتیں پیش کرسکتا ہوں اور فتویٰ دے سکتا ہوں کہ شراب کے گھڑے سرائے کے آگے رکھیں۔حضرتؒ نے فرمایا کہ بحث میں پڑنا اچھی بات نہیں ہے لیکن مفتی کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ ایسی باتوں کا فتویٰ دینے لگے۔ایسے مسئلے میں جس میں دو مختلف روایتیں ہوں، ایک جائز اور دوسری حرام ظاہر کرتی ہو، مفتی کو یہ روا نہیں ہے کہ وہ حلال ہونے کا فتویٰ صادر کردے۔بہت سے مسائل ہیں جنہیں علما پوشیدہ رکھتے ہیں اور انہیں بیان نہ کرنا ہی فرض ہے۔اسی بناء پر فقہ کی بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ یہ مسئلہ جاننے کے لائق ہے فتویٰ دینے کے لائق نہیں ہے۔

کافروں سے مشابہت کا ذکر

اگر کوئی مسلمان ایسا کام کرے جو کافر بھی کرتے ہیں تو کافروں سے ایسی مشابہت کو مکروہ نہیں سمجھنا چاہیے، البتہ مکروہ اس وقت قرار دیا جائے گا جب کوئی دینی فرض کافرانہ فعل کے مشابہ ہوجائے لیکن اگر ہر وہ بات جس سے دین متاثر نہ ہوکی جائے تو اس پر مکروہ کا حکم لاگو نہ ہوگا کیونکہ محض مشابہت معتبر نہیں ہوتی۔علاوہ ازیں ہر وہ فعل جس میں کافروں سے دینی

---

[۱] پارہ۔۷،سورہ المآئدہ آیت ۹۰۔

مشابہت پیدا ہوجائے، انجام بھی نہیں دیا جاتا، ہاں ایسی مشابہت ضرور مکروہ ہے جس میں دینی مشابہت پیدا ہوجائے، مطلق مشابہت مکروہ نہیں ہے۔

(مثال کے طور پر) کافر کھانا کھاتے ہیں ہم بھی کھانا کھاتے ہیں، کافر لباس پہنتے ہیں ہم بھی لباس پہنتے ہیں۔ یہ باہم دگر مشابہت ہے اور نہیں بھی ہے۔ **و من احب قوماً فھو منھم** یعنی جو شخص کسی قوم سے محبت رکھتا ہے وہ انہی میں سے ہے یہ قول اس طرح کے امور پر صادق نہیں آتا۔

انگور کی شراب کے علاوہ جتنی شرابیں ہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے اور ملکوں کی شراب میں بھی اختلاف ہے لیکن بھنگ مطلق حرام ہے کہ **البنج والافیون حرام** یعنی بھنگ اور افیون حرام ہیں۔ افیون کے بارے میں روایت ہے کہ بے ہوشی لاتی ہے اور شراب ملا کر دیتے ہیں لیکن کوکنار سے حاصل کردہ افیون حرام نہیں ہے اگرچہ ہلاک کرنے والا زہر کہا گیا ہے (اس وجہ سے) بعض علما کے نزدیک حرام ہے، اور اس کی مانند مقوی قلب ہے۔ اگر اس میں بھنگ شامل نہ ہوتو مباح ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ عرب میں قہوہ ہوتا ہے۔ عرب کے سب علما، صلحا اور مشائخ قہوہ پیتے ہیں۔ اس میں بھی نشہ ہے لیکن عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی کہ قہوے سے سب لوگ اعلیٰ و ادنیٰ رغبت رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

لطیفہ ۴۹

امامت کی معرفت، تولاّ اور تبراّ کی وضاحت اور ترکِ تعلقات نیز تعلقات اور موانع کا بیان

قال الاشرفؒ:

الامام هو المهتدی الذی یقتدی بهم المریدون بحصول المقاصد والمجاهد۔

سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، امام وہ ہے جو ہدایت یافتہ ہو۔ مریدین مقصود حاصل کرنے کے لیے اس کی پیروی کریں اور مجاہدین اللہ کے راستے میں اس کی اقتدا کریں۔

از روئے لغت الامام والهدایہ اور رئیس وپیشوا کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔ **قال الاشرف، الامام یکون نایبا للنبی والولی علی سبیل المعین معینا متصلا الی جناب رسول الله وهویکون متابعا لهما بالقول والفعل** یعنی حضرت اشرفؒ نے فرمایا، امام نبی کا نائب ہوتا ہے۔ ولی راستے کا مددگار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے متصل ہوتا ہے۔ اپنے قول وفعل میں نبی کا تابعدار ہوتا ہے۔ خلفا مسلمانوں کے پیشوا ہوتے ہیں جو انھیں دور کے راستے سے قرب کی خلوت کی طرف بلاتے ہیں۔

امامت دوطرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ امام جو دنیا اور آخرت کے معاملات کا دانا اور اُن میں تمیز کرتا ہے، لوگوں کے صلاح وفساد سے واقف اور صاحبِ کشف ہوتا ہے اور اُسے مرتبۂ ولایت حاصل ہوتا ہے، جیسے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے، **سلونی عن طرف السمٰوٰات فانی اعلم بها طرف الارض** یعنی تم مجھ سے آسمان کے کنارے کے بارے میں دریافت کرو پس میں اُس سے زیادہ زمین کے کنارے کا علم رکھتا ہوں۔ امام کو علم لدنی سے واقف ہونا چاہیے۔ امت کو جاہل امام کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ صاحبِ علم اور صاحبِ کمال صحابی تھی اسی بنا پر اُن کی اقتدا کا حکم ہوا النایب کالمنوب یعنی نائب ایسا ہی ہے جیسے نائب کیا ہوا ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک یہودی آیا اور حضرت ابو بکرؓ سے کہا، میں آپ سے ایسی باتیں دریافت کررہا ہوں جو ولی اور نبی بھی نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ یہودی نے دریافت کیا۔ وہ شے جو اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے کیا ہے؟ وہ شے جو خاص اس کے لیے نہیں ہے کیا ہے؟ وہ شے جس کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہے کیا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ سوچ میں پڑ گئے، آپ اسی سوچ میں تھے کہ حضرت علیؓ تشریف لے آئے اور تردد کا سبب دریافت کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہودی کے سوالات بیان کیے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ وہ بات جو اللہ نہیں جانتا وہ تمہارا یہ قول ہے کہ عزیز علیہ السلام ابن اللہ ہیں۔ وہ شے جو اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے وہ ظلم ہے۔ اس کی ذات میں ظلم نہیں ہے۔ وہ شے جو خاص اللہ کے لیے نہیں ہے شرک ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ [1] (ترجمہ: اس کی مثل کی کوئی چیز نہیں وہ (ہر بات) سننے والا (ہر چیز) دیکھنے والا ہے) یہودی نے کلمہ پڑھا اور اسلام لے آیا۔

دنیوی امام وہ ہے جو عدل اور مہربانی کی خوبیوں سے موصوف ہو۔ جملہ کائنات کو آخرت کا وسیلہ جانتا ہو، اور عادل بادشاہوں میں جو خوبیاں ہوتی ہیں ان پر عامل ہو۔

تولّا اور تبرّا کا ذکر

سید اشرف جہاں گیرؒ [2] نے فرمایا، تبرّا اور تولاّ بندے کی دو صفتیں ہیں۔ اسلام کا وجود اس صورت پر قائم ہوتا ہے جو لوگوں کے تصور میں ہوتی ہے (ان دو صفتوں پر اسلام کا وجود قائم ہے) تبرّا سے مراد امرِ باطل سے روگردانی اور تولاّ سے امرِ حق کی جانب متوجہ ہونا ہے۔ باطل پر وہ شخص ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے علم سے انکار کرتا ہے اور حق پر وہ ہے جو اللہ اور رسول پر ایمان لاتا ہے اور اوامر ونواہی سے غمگین نہیں ہوتا۔ یہ تولاّ اور تبرّا کا صحیح مفہوم ہے۔ اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو روافض اخذ کرتے ہیں۔ وہ امیر المومنین علیؓ کو دوسرے اصحاب (رضی اللہ عنہم) پر ترجیح اور فضیلت دیتے ہیں۔ وہ حضرت علیؓ کو قبول کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ حق پر اور دوسرے باطل پر ہیں۔ یہ کھلم کھلا بڑائی جتلانا ہے حالاں کہ صحابہؓ کی شان میں آیات واحادیث موجود ہیں۔

كما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیھم اھتدیتم یعنی جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، میرے اصحابؓ ستاروں کی مثل ہیں اس لیے تم ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے تو ہدایت پا

---

[1] پارہ ۲۵۔ سورہ الشوریٰ، آیت ۱۱۔

[2] یہ ملفوظ عربی عبارت میں فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ مترجم نے فارسی ترجمے سے اردو ترجمہ کیا ہے عربی عبارت نقل نہیں کی۔

جاؤ گے۔

یہ فقیر بعض رافضیوں سے ملا ہے جو حضرت علیؓ کی محبت میں بہت زیادہ غلو کرتے تھے اور اپنی جہالت پر مصر تھے میں کہتا ہوں کہ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل و اکمل تھے اور روافض ترجیح و تفضیل کے قایل ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسروں سے تبرا نہیں کی جیسے روافض حضرت علیؓ کی محبت میں دوسروں سے تبرا کرتے ہیں (اُن کا یہ عمل حضرت علیؓ کے خلاف ہے) میں کہتا ہوں کہ تمام علما کا اس پر اتفاق ہے کہ محبت کرنے والے کے دین کا راستہ محبوب کے تابع ہوتا ہے اور وہ کامل جب ہوتا ہے جب وہ اپنے محبوب کی صفات حمیدہ کو اپنے اندر پیدا کر لے۔ ایسا شخص خدا اور رسول کا محبوب بن جاتا ہے۔ علیہ السلام

ایک روز سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہٗ کہیں جا رہے تھے۔ آپ کے ایک مرید نے آپ کے پیچھے آپ کے قدم پر قدم رکھ کر چلنا شروع کر دیا۔ بایزیدؒ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مرید کی صورت نظر آئی۔ آپ نے فرمایا اے عزیز کیا کر رہے ہو؟ اس نے عرض کی کہ آپ کے قدم پر قدم رکھ کر چل رہا ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر تو بایزید کے عمل کی متابعت میں اس کی کھال اپنے جسم پر پیوست کر لے تو تجھے کوئی نفع نہ ہوگا۔ صحابہؓ کے بقیہ مناقب ان شاء اللہ صحابہ اور خلفائے راشدین سے متعلق لطیفے میں بیان کیے جائیں گے۔

دنیا سے تعلق اور موانع کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ہر گروہ کے دنیاوی معاملات اور اُن سے علاحدگی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اہل شریعت دنیاوی مال و منال اور اسباب کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اہل طریقت کو جاہ و صدارت اور مناصب اچھے لگتے ہیں۔ اہل معرفت جو اس راہ کے منتہی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو دنیا سے تعلق اور اللہ کی یاد سے مانع خیال کرتے ہیں۔ وہ تجرید و تفرید کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اس گروہ کے معاملات بھی عجیب و غریب ہیں۔ ان کے درمیان وہ لوگ بھی ہیں جو جاہ و منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک جاہ و منصب کی آرزو طلبِ دنیا ہے اور وہ بھی ہیں جن کے نزدیک کمالات الٰہی کا حاصل کرنا لا انتہا مقامات کے وصول کا ذریعہ ہے۔

مقتدا کے لیے کسی قدر تجمل اور شان و شوکت بھی ضروری ہیں کہ یہ اس کے اصحاب کے دلی اطمینان کا ذریعہ ہوتے ہیں اور مریدین کی یکسوئی کا سبب بھی بنتے ہیں جیسے کہ متقدمین اولیاء و اصفیا بھی صاحب تجمل تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض بزرگوں کے پاس اس قدر مال و منال اور آلات و اسباب تھے کہ دنیاوی اہل دولت کو ان پر رشک آتا تھا۔

نقل ہے کہ ایک قلندر کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اونٹوں کی ایک قطار اس کے سامنے سے گزری۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ اونٹ کس کے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ اونٹ شیخ الاسلام کے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد اونٹوں کی دوسری قطار نمودار ہوئی۔ قلندر نے دریافت کیا کہ یہ اونٹ کس کے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ بھی شیخ الاسلام کے ہیں۔ اس طرح شان وشوکت کی بہت سی چیزیں اور بہت سے غلام اس کی نظر سے گزرے اور وہ سب شیخ الاسلام سے منسوب تھے۔ جب قلندر ان مال واسباب کے نزدیک پہنچا تو اس نے حیرت زدہ ہوکر وہ لنگی جو اس کے جسم پر تھی اتار کر پھینک دی کہ شاید یہ بھی شیخ الاسلام کی ہوگی۔ تھوڑا راستہ طے کرنے کے بعد قلندر پر نیند کا غلبہ ہوا، اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ قیامت کے میدان میں ہے اور لوگوں کا حساب کتاب ہورہا ہے۔ اسی اثنا میں کوئی شخص اس کے پاس آیا اور اس سے دس درم طلب کیے۔ قلندر حیران ہوا کہ یہاں میدانِ قیامت میں دس درم کہاں سے حاصل کرے۔ جب وہ بہت پریشان ہوا تو اس نے دیکھا کہ میدان میں شیخ الاسلام نمودار ہوئے اور اس کی پریشانی دیکھ کر دریافت کیا کہ تم کیوں پریشان ہو؟ کیا ضرورت درپیش ہے؟ قلندر نے سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ الاسلام نے اپنی جیب کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ جو کچھ چاہو اس میں سے لے لو۔ قلندر نے جیب سے دس درم نکال لیے تب شیخ الاسلام نے کہا، اے درویش ہمیں مالِ دنیا سے کوئی تعلق نہیں صرف اس دن کے لیے مال جمع کیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ سعید ابوالخیر کے بارے میں فرمایا کہ اُن کے مال ودولت جمع کرنے کا حال مشہور ہے جس طرح شیخ الاسلام نے مذکورہ قلندر سے کہا تھا، حضرت ابوسعید ابوالخیر بھی فرماتے تھے کہ میں نے طویلے کی میخ زمین میں گاڑی ہے اپنے دل میں نہیں گاڑی۔ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک ہزار گھوڑے ایک درویش پر نثار کردیے تھے۔

لطیفہ ۵۰

نفس، روح اور قلب کی معرفت کا بیان نیز اس میں روحوں کے قبض ہونے، فرشتوں کے ظاہر ہونے اور موت کی تمنا کرنے کا ذکر ہے

قال الاشرفؒ :

النفس غبار ظلمانی یبعث فی القلب، والروح جوھرنورانی، والجسم حادث ظلمانی۔

یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، نفس تاریک غبار ہے جو دل سے اٹھتا ہے، روح نورانی جوہر ہے اور جسم فانی تاریکی ہے۔

فرمایا، معرفت کی کیفیت سے متعلق ہر گروہ کی تعبیر ایک دوسرے سے مختلف ہے اور یہ فقیر بھی کہتا ہے کہ نفس ایک تاریک غبار ہے جو دل کے کان سے اٹھتا ہے۔ اس سے شیطانی وسوسے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر نفس کے سمندر کی لہریں تموج میں آئیں تو بے جا خواہشوں کا خیال دل میں جم جاتا ہے اور گناہوں کا سودا سر میں پیدا ہوتا ہے۔ انسان برے افعال کی جانب قدم بڑھاتا ہے اور غیر اللہ سے مشغول ہوجاتا ہے بے شک نفس طالب و مطلوب کے درمیان برزخ ہے، جب تک یہ رکاوٹ دور نہ ہوجائے اس وقت تک عبد و معبود کے درمیان پڑا ہوا پردہ نہیں اٹھتا۔

اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ دل کے دو رخ ہیں۔ اس کا ایک رخ عالم علوی کی طرف اور دوسرا رُخ عالم سفلی کی طرف ہوتا ہے۔ وہ رُخ جو لطائف ربانی کے ادراک کے قابل ہوتا ہے اور جس میں انوارِ الٰہی جلوہ گر ہوتے ہیں اُن لطائف سے ظہور میں آتا ہے جنھیں حافظہ، مدرکہ، متفکرہ، اور متخیلہ وغیرہ کہتے ہیں۔ جو ہر انسانی کی حقیقت یہی ہے۔ چونکہ ان حواسِ

باطنی میں سے ہر حاسہ لطیفۂ قلب سے ظہور میں آتا ہے، اس لیے واضح طور پر نظر آتا ہے۔ تمام حواسوں کا رجحان عالمِ علوی کی جانب ہوتا ہے اور نفس تمام اعضا و جوارح کے ساتھ دل کا تابع ہوتا ہے، کہ **انّ فی جسد بنی اٰدم لمضغة اذا صلحت صلح بھاسائر الجسدو اذا فسدت فسد بھاسائر الجسد الاوھی القلب**۔ یعنی بے شک بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام جسم درست ہوتا ہے اور جب اس میں فساد ہوتا ہے تو سارے جسم میں فساد ہوتا ہے۔ جان لو کہ وہ گوشت کا لوتھڑا قلب ہے۔ (الحدیث) ابیات:

دو صفت در تو ہست چشم کشا
یک فرش تست ودیگر عرشِ خدا [1]

ترجمہ: اے مخاطب! تجھ میں دو صفتیں ہیں ذرا آنکھ کھول کر دیکھ ایک فرش زمین ہے اور دوسری صفت عرش الہی ہے۔

اہل فرش از سپہرِ جاں دور اند
عرشیاں ہمچو خور برآں نور اند

ترجمہ: پس جو لوگ پستی میں رہتے ہیں وہ روح کی بلندی سے دور ہیں، عرش والے خورشید کی مانند منور ہوتے ہیں۔

رو بعرشے کن وگراں نفسی
سوئے چاہے مرو اگر انسی

ترجمہ: اگر تو سخت جان ہے تو اپنا رخ عرش کی جانب کر۔ اگر انسان ہے تو کنویں میں مت گر۔

جب قلب کی لوح رحمان کے عرش کے مقابل ہوتی ہے تو وہاں سے ہر لحظہ فیوض حاصل کرتی ہے، پھر قلب اُن انوار کو اعضا و جوارح تک پہنچاتا ہے، جس کے نتیجے میں عالمِ باطن کی ہر شے شریعت کی قید میں مقید ہوجاتی ہے۔ اہلِ دل اگر چہ صورتاً خاکی ہوتے ہیں لیکن حقیقت کے عالم میں عرش الہی کے نیچے ملائکہ کے ساتھ مصروفِ پرواز رہتے ہیں۔ وہ فرشی نہیں رہتے بلکہ عرشی ہوجاتے ہیں۔

اس کے برعکس قلب کا وہ رخ جو عالم سفلی کی جانب ہوتا ہے، جسے نفس بھی کہتے ہیں، حددرجے مکدر اور کثیف ہوتا ہے۔ قلب کے اس رخ کو یعنی نفس کو کھانے پینے کی چیزوں سے رغبت رہتی ہے اور اس کا میلان طبیعت ہی کی طرف رہتا ہے کیوں کہ اس کا ظہور مشقت سے ہوا ہے اس لیے اپنے مرکز اصل کی جانب مایل رہتا ہے۔ انسانی وجود قلعے کے پانچ دروازوں (حواسِ خمسہ) میں محصور ہو کر لطائف ربانی سے محروم رہتا ہے۔ ہر حِس کو اس کی حالت کے مطابق غذا ملتی ہے۔ وہ حالت بھی اس عالم کی مثل ہے۔ بندے کا اس طرح ثابت قدم نہ رہنا اور غیر اللہ سے راضی ہوجانا بھی اس کے حجاب میں رہنے کا موجب ہے۔ حواس خمسہ اس عالم سے جو علم حاصل کرتے ہیں اس کے باعث بھی حجاب میں رہتے ہیں۔ سلطان

---

[1] (مطبوعہ نسخہ (ص ۲۶۳)، دوسرا مصرع وزن سے گرا ہوا ہے، شاید اس طرح ہو ''یک صفت فرش ست دگر عرش خدا'' واللہ اعلم)

العارفین کا قول ہے، **للنفس صفة لا تسكن الا بالباطل** یعنی نفس کی ایک صفت یہ ہے کہ اسے باطل ہی سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ نفس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ باطل پر مبنی ہوتا ہے لیکن حقیقتِ عالم باطل نہیں ہے البتہ نفس کی بیشتر حرکات وسکنات بائیں پہلو سے وارد ہوتی ہیں، **اعدا غدوک نفسک التی بین جنبک** یعنی تیرا سخت دشمن نفس ہے جس کا مقام تیرے پہلو میں ہے۔

علما کے درمیان عالم کی تین قسموں یعنی جوہر، جسم اور عرض میں تقسیم پر بھی اختلاف ہے (اگر یہ تقسیم صحیح مان لی جائے تو پھر) روح کیا ہے؟ وہ جسم ہے یا جوہر ہے (اس سوال کے جواب میں) بعضوں نے کہا ہے کہ روح جسم ہے کیوں کہ روح جسم میں آتی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ علما جو روح کو جوہر کہتے ہیں ان کے پاس بھی دلائل ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ روح کی حقیقت کسی کو بھی معلوم نہیں۔ ارشاد ربانی، **قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ** [1] (ترجمہ: آپ فرما دیجیے روح میرے رب کے امر سے ہے۔) اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، روح کی معرفت سے آگاہ نہ تھے بلکہ یہ معجزہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے سوال کی زیادہ تشریح نہ فرمائی (اور جواب کو سائل کی فہم کے دائرے میں رکھا)۔ اب رہی یہ بات کہ اہل دانش نے روح سے متعلق لاکھوں باریکیاں اور نکتے بیان کیے ہیں تو یہ روح سے متعلق ان کی تعبیرات ہیں نہ یہ کہ انھوں نے روح کی حقیقت بیان کی ہے۔

ارسطو نے الٰہیات میں تحریر کیا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ الوہیت کی معرفت حاصل کرے تو اس سے کہو کہ تم (پہلے اپنی فطرت کو تبدیل کر کے) دوسری فطرت حاصل کرو۔

امام فخر الدین رازیؒ [2] نے فرمایا ہے کہ یہ بارِ وحی نبوت کے موافق ہے کہ حق تعالیٰ نے (قرآن حکیم میں) جسم کے مختلف مراتب کا ذکر کیا ہے، **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِیْنٍ** [3] (ترجمہ: اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔) جب روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوا تو فرمایا **ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ** [4] (ترجمہ: پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اسے دوسری مخلوق بنا دیا) یہ آیت پاک جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی کیفیت کے بارے میں تنبیہہ ہے کہ یہ عام قانون تغیر کے مطابق ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا نہیں ہے بلکہ اس تبدیلی کی نوعیت اُن نوعیّتوں سے قطعی مختلف ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اسی بنا پر یہ فرمایا کہ **ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ** [5] (پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اسے دوسری مخلوق بنا دیا۔) اہل علم جو روح کی حقیقت پر غور کرتے ہیں وہ دراصل عالم سفلی وعلوی

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۵۔

[2] امام فخر الدین رازیؒ۔ ولادت ۵۴۳ یا ۵۴۴ھ، وفات ۶۰۶ ہجری ملاحظہ فرمائیں، امام رازی مصنفہ مولانا عبدالسلام ندوی اعظم گڑھ (بھارت) ۱۹۵۰ء۔

[3] پارہ ۱۸۔ سورالمومنون، آیت ۱۲۔

[4] ایضاً آیت ۱۴ [5] (ایضاً)

کے اجسام پر غور کرتے ہیں، جن کی آفرینش کا ایک معین قانون ہے۔ پس اگر وہ چاہتے ہیں کہ ربوبیت کی معرفت حاصل کریں تو اُن پر واجب ہے کہ پہلے دوسری فطرت اور دوسری عقل حاصل کریں، کیوں کہ اُن کی موجودہ فطرت وعقل کی زیادہ سے زیادہ حد جسم کی معرفت تک محدود ہے۔ (بلاشبہ) روح (کی معرفت) کے لیے دوسری نوعیت کی عقل اور فطرت درکار ہوتی ہے۔

امام محمد غزالیؒ [1] نے اس حدیث شریف کی تاویل کی ہے، **ان اللّٰہ خلق اٰدم علی صورتہ** یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ فرماتے ہیں:

"**ای نسبت ذات آدم بجسمه کنسبة الله مع العالم لا خارجا منه ولا منفصلا عنه وان کان موثر فیه من حیث التصرف والتدبیر۔**"

(آدم سے نسبتِ ذات کا مطلب ہے کہ آدم کے جسم سے اللہ تعالیٰ کی نسبت ویسی ہی ہے جیسی اس کی نسبت عالم سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ عالم سے خارج ہے نہ اس سے جدا ہے۔ اس کے باوجود بہ اعتبار تصرف وتدبیر عالم میں موثر ہے۔)

بہر حال اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ہمیں روح میں سے ایک حصہ بخشا اور اس کی کیفیت بیان نہیں فرمائی، پس جس قدر ہم روح کے بارے میں جانتے ہیں اسی قدر اس پر ایمان لانے کے مکلّف ہیں کہ روح ایک امرِ واقعہ ہے اور اس کی کیفیت کے بارے میں تجسس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کیا ہے اور کیسی ہے؟ ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے کہ **ابهموا امّاابهم** اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ جس سے کو مبہم رکھا ہے اس مبہم رہنے دو۔

حضرتؒ فرماتے تھے کہ روح کے احکام اور تصرف کا مقام قلب ہے۔ اوامر ونواہی کے جملہ احکام اسی پارۂ گوشت پر نازل ہوتے ہیں جسے قلب کہتے ہیں، جہاں سے وہ اعضا وجوارح میں منتشر ہوجاتے ہیں۔ روح اور نفس کے درمیان قلب ہر آن منقلب ہوتا رہتا ہے اور جو صفت غالب ہوتی ہے، اپنا رُخ اسی جانب کرلیتا ہے۔ اگر صفتِ روح غالب ہوتی ہے اور نفس مغلوب ہوجاتا ہے تو قلب کا رخ روح کی جانب ہوجاتا ہے اور اگر نفس غالب ہوجائے اور روح مغلوب ہوجائے تو قلب کا رخ نفس کی جانب ہوجاتا ہے، اسی بنا پر اس کا نام قلب رکھا گیا ہے۔

ہر وہ شے جس کا ادراک حس کرتی ہے، اس کا تعلق ظاہری دنیا سے ہوتا ہے جسے عالم محسوسات اور وہ شے جس کا ادراک کسی حس سے نہ ہوسکے اس کا تعلق حقیقی عالم سے ہوتا ہے۔ نفس، روح اور قلب حقیقی عالم سے متعلق ہیں جن کا ادراک حس کے ذریعے نہیں ہوتا۔

اکثر حضرات کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی لطیفہ ہے جس کے نام نفس، روح اور قلب رکھ دیے گئے ہیں اور یہ لطیفہ معلوم اور

---

[1] (ابو حامد محمد بن غزالیؒ۔ ۴۵۰ ہجری میں بمقام طوس پیدا ہوئے۔ تاریخ اسلام میں امام غزالی کا مقام بہت بلند ہے۔ ۵۰۵ ہجری میں وفات پائی ملاحظہ فرمائیں "ارزش میراث صوفیہ" مصنفہ عبدالحسین زریں کوب۔ تہران ۱۳۴۴ش۔ ص ۸۵)

قابل ادراک ہے۔ مثال کے طور پر نفس جان کے معنوں میں بھی آیا ہے، كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ[1] (ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے) اور حیوان کو بھی کہتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ یہ حیوان سوال کرنے والا نفس رکھتا ہے۔ روح کو بھی کہتے ہیں۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُo ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةًo فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْo وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْo[2] (ترجمہ: اے نفس مطمئنہ! لوٹ جا اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا) عقل کو بھی کہتے ہیں، اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا[3] (اللہ جانوں کو قبض کرتا ہے اُن کی موت کے وقت) اور شے کو کہتے ہیں وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ[4] (اور وہ دھوکا نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو) دوسری آیت ہے، اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ[5] (بے شک تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا)۔

اگر اسے ذات کہیں تو اس سے ''ہستی'' مراد ہوتی ہے، جو ہر اور جسم مراد نہیں ہوتا۔ ہستی کے لیے یہ چند الفاظ مستعمل ہوتے ہیں۔ عین، شے، نفس، وجود اور ذات۔ علم طبیعیات اور ریاضی میں یہ بات دوسری طرح کہی گئی ہے کہ لفظ ''انسانیہ'' شے واحد ہے جس میں بہت سی صفات مثلاً روح، نفس، عقل، علم اور جہل مجتمع ہیں۔ ایک سے زیادہ ناموں یا اختلاف سے مسمّٰی کا مختلف ہونا لازم نہیں آتا۔

حکما اور فلاسفہ کی کتب معقولات میں جس انداز سے مسائل بیان کیے گئے وہ تین طرح کے ہیں۔ اوّل وہ باتیں جو کتاب وسنت کے موافق ہیں، انھیں قبول کر لینا چاہیے، دوم وہ باتیں جو کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔ سوم وہ باتیں جو کتاب وسنت کے نہ موافق ہیں نہ مخالف، ان کے رد کرنے یا تسلیم کرنے میں کوئی نقصان نہیں۔ بنا بریں ان کی عقلیات میں جو کچھ ہے اسے علی الاطلاق نہ رد کرنے کی ضرورت ہے اور نہ قبول کرنے کی ضرورت ہے۔

---

[1] پارہ ۱۷۔ سورہ الانبیا، آیت ۳۵۔

[2] پارہ ۳۰۔ سورہ الفجر، آیات ۲۷ تا ۳۰۔

[3] پارہ ۲۴۔ سورہ الزمر، آیت ۴۲

[4] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ آیت ۹

[5] ایضاً آیت ۵۴

احقر مترجم نے اس پیرے کا ترجمہ مطبوعہ نسخے کے متن کے مطابق کیا ہے، (ص ۲۶۴) لیکن اس پیرے کے نفس مضمون کو پیش نظر رکھا جائے تو بہت زیادہ سہو کتابت کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ آیات ۲ تا ۵ نفس اور جان سے متعلق ہیں۔ یہ ایک ساتھ نقل نہیں کی گئی ہیں۔ ہر آیت کے بعد دوسرا مضمون بیان ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے بے ربطی پیدا ہو گئی۔ مترجم کے قیاس میں یہ چاروں آیات مبارکہ اس جملے کے بعد نقل ہوئی ہوں گی:
مثال کے طور پر نفس جان کے معنوں میں بھی آیا ہے پھر تمام آیت کے بعد یہ تحریر ہوا ہو گا کہ:
(اس لطیفے کو) حیوان، روح، عقل اور شے بھی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم)

ارواح کی ملاقات کا ذکر

مجلس میں ارواح کی ملاقات کا ذکر آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ روحوں کے درمیان محبت ومعرفت اس دنیا سے زیادہ اُس دنیا میں ہوگی بلکہ محبت ومعرفت تو روحوں کا خاص حصہ ہے۔ برے لوگوں کو جہانِ آخرت میں کوئی نفع نہ ہوگا۔ البتہ ان کی روحوں کو اس قدر الفت ودوستی نصیب ہوگی، جس قدر اس دنیا میں تھی۔ نہ کم ہوگی نہ زیادہ ہوگی۔

مومن کے قلب کی خوبی

روحوں کے درمیان محبت والفت کی لطافت دوسری ہی نوعیت کی ہوتی ہے۔ مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ حق تعالیٰ کے احوال واحکام بندے کے قلب پر ظاہر ہوتے ہیں وہاں سے اعضاو جوارح میں سرایت کرتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح ہر بات پہلے عرش پر ظاہر ہوتی ہے وہاں سے عالم ملکوت اور عالم ناسوت میں سرایت کرتی ہے۔ اسی بنا پر قلب کو عرش ثانی کہا جاتا ہے کیوں کہ اس کی وسعت اور پھیلاؤ عرش سے کم نہیں ہے۔

حدیث قدسی ہے، **لا یسعنی سمائی والارضی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن** ۔ یعنی میں اپنے آسمان اور اپنی زمین میں نہیں سما سکتا لیکن اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں۔

فائدہ: یہ خصوصیت صرف مومن کے قلب کو حاصل ہے، اگر چہ کافر بھی دل رکھتا ہے لیکن مقصود کی حقیقت سے خالی ہے۔ نیز اس آیۂ کریمہ، اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ[1] (ترجمہ: بے شک اس میں ضرور نصیحت ہے اس کے لیے جو صاحب دل ہو۔) کا اشارہ ظہورِ احکام کے بیان سے متعلق ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قلب ہی ہو۔ پھر یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہے کہ (کسی نہ کسی صورت میں) حیوانات میں بھی احکام کا ظہور ہوتا ہے لیکن وہ قلب سے محروم ہیں۔ اسی بنا پر کافروں کے حق میں فرمایا گیا اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ھُمۡ اَضَلُّ[2] (وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ)۔

خصوصیت کی دوسری جہت شرف کے لیے بھی ہوسکتی ہے، فرمایا **رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ**[3] (وہ عرش عظیم کا مالک ہے) اگر چہ اللہ تعالیٰ تمام اشیا کا رب ہے لیکن ربِّ عرش فرمانا جسمانیات پر عرش کا شرف ظاہر کرنا ہے۔

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ ق، آیت ۳۷۔

[2] پارہ ۹۔ سورہ الاعراف آیت ۱۷۹۔

[3] پارہ ۱۱۔ سورۂ توبہ آیت ۱۲۹۔

موت کا ذکر

مجلس میں موت کا ذکر آ گیا۔ آپ نے فرمایا، اگر کوئی شخص ہمہ وقت موت اور عذاب کے فرشتوں کا ذکر کرتا رہے اور دوسرے کاموں میں مشغول نہ ہو تو، اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے کیوں کہ بعض لوگوں میں خوف وہراس سہنے کی قوت نہیں ہوتی۔ قوتِ برداشت اس وجہ سے کم ہوتی ہے کہ ان کا دل تنگ ہوتا ہے اور انہیں انشراح حاصل نہیں ہوتا۔ اگر اُن کا دل کھل جائے تو خواہ ہزار طرح کے غم ہوں سب برداشت ہوجاتے ہیں۔ قلب کی سستی اور تنگی کا سبب یہ بھی ہے کہ جو احوال لوح، کرسی اور عرش وغیرہ سے نازل ہوتے ہیں قلب اُن سے کوئی اثر نہیں لیتا۔

موت کے ذکر سے اعضا اور جوارح کی حرکت رک جاتی ہے جیسے کہ ابن سیرینؒ کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے کہ جب ان کے سامنے موت اور عذاب کا ذکر کیا جاتا تو اُن کے اعضا کی حرکت رک جاتی تھی۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر آپ کے سامنے موت کا ذکر کیا جاتا تو آپ کے جسم سے خون کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ موت کی اس دشواری اور تکلیف کے باوجود بعض لوگ موت کے ایسے مشتاق اور خواہشمند ہوتے ہیں کہ اسی کے منتظر رہتے ہیں اور دوسرا کوئی کام نہیں کرتے۔ رباعی:[۱]

گر ترا رائے مشورہ تر کست
پر بخت ہادریں جہاں مرگست
چوں ازیں دام گاہ اہرمن
جاں برند خاک بر سر تن

ترجمہ: اگر تجھے رائے اور مشورہ قبول نہیں (تو کیا کیا جائے) موت کی ایک مدت مقرر ہے۔ جب اہرمن کے جال کی جگہ سے جان لے جاتے ہیں تو جسم مٹی ہوجاتا ہے۔

بہر حال حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کا خیال کوئی دل برداشت نہیں کرسکتا۔ وہاں بے شعوری کی کیفیت ہے اور فنا کا تقاضا یہ ہے کہ اس عالم میں ہوش و بے ہوشی، مسلم و کافر، شاہی وفقیری، قربت وخویشی اور مذہب وشیخی کی گنجائش نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خودفریبی ہے۔

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔ مترجم کے لیے سب سے بڑی دقت سہو کتابت ہے۔ تیسرا اور چوتھا مصرع وزن سے گرا ہوا ہے۔ مترجم نے قیاسی ترجمہ کیا ہے۔

روح قبض ہونے کی تکلیف کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ قبضِ ارواح کی تکلیف لوگوں کے درجات کی نسبت سے ہوتی ہے۔بعض بزرگوں کی روحیں اتنی آسانی سے قبض ہوتی ہیں جیسے شربت پیتے ہیں۔ یہ نصیب چند اہل نعمت کو حاصل ہوتا ہے۔شعر:

در کوئے توعشّاق چناں جاں بد ہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہر گز

ترجمہ: تیرے کوچے میں عشاق اس طرح جان دیتے ہیں کہ موت کے فرشتے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

روحیں قبض ہونے کے وقت فرشتے بہت ہی لطیف صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ یہ تمام امور لوگوں کی سعادت اور شقادت سے وابستہ ہیں۔کسی کسی کو یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔بعض بزرگوں کے سامنے اکابر کی روحیں بطور استقبال نمودار ہوتی ہیں۔ جب اس عالم کا کشف ہوتا ہےتو اس مقام کے رہنے والے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ رباعی: [1]

کسے راگر کشودہ چشمِ دیگر
نمایاں گردش تمثال آتش

ترجمہ: جس کسی کی دوسری آنکھ کھولی گئی اس کے سامنے آگ کی صورت نمایاں ہوئی۔

اگر او از سعادت توشہ دارد
نماید صورت از عالی مکانش

ترجمہ: لیکن وہ شخص جس کا توشہ سعادت ہےتو اسے اس کا بلند مقام دکھادیتے ہیں۔

وگر دارد شقاوت سیرتِ زشت
کشایند ہر زہ بد صور بآتش

ترجمہ: اور اگر وہ شقاوت کی بری سیرت کا حامل ہےتو اس کے سامنے بے ہودہ آتشیں صورتیں نمایاں کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ از روئے شریعت موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے۔حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ سے روایت کرتے ہیں آپ انتہائی بڑھاپے میں اکثر ہندی زبان میں فرماتے تھے،'' بھلی نگری جو دھن پاوے'' اور کیوں نہ فرماتے جب کہ یہ گھر(دنیا) کسبِ کمالات اور حصولِ مقامات کی جگہ ہے۔ **الدنیا مزرعة الآخرة** یعنی دنیا آخرت کی کھیتی

---

[1] (اول تو یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں، دوسرے یہ کہ اشعار چھ مصرعوں پر مشتمل ہیں جب کہ رباعی میں چار مصرعے ہوتے ہیں اسی بنا پر اسے ''رباعی'' یا چار مصرعوں والی نظم کہتے ہیں۔)

ہے۔فرماتے تھے اے بھائی دنیا کو سرسری نہ سمجھو کہ یہ حصولِ مشاہدہ اور وصولِ معرفت کا مقام ہے۔آیۂ کریمہ ہے وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَفِی الاٰ خِرَۃِ اَعْمٰی ؎۱ (جوشخص اس دنیا میں اندھا رہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا۔) قطعہ:

دریں جاگر نیابی صورتِ دوست
در انجا یا فتن دشوار باشد
کہ صیقل باید اوّل آئینہ را
پس آں گہ دیدن رخسار باشد

ترجمہ: اگرتو اس دنیا میں دوست کے دیدار سے محروم ہے تو آخرت میں اس نعمت کا پانا محال ہے۔ پہلے دل کے آئینے کی صیقل کرنی چاہیے اس کے بعد ہی اس میں چہرہ دیکھ سکتے ہو۔

؎۱ پارہ ۱۵۔سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۲

لطیفہ ۵۱

طبل وعلم اور زنبیل پھروانے کا بیان

قال الاشرفؒ:

العلم هو علم السالكيه فی ملک التجريد یعنی سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا علم درحقیقت سلطنتِ تجرید میں سلوک کا پرچم ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ علم بلند کرنا رسول علیہ السلام کی سنت اور اہلِ اسلام و اہل ایمان کے لشکروں کا طریقہ ہے۔ **حيث قال عليه السلام، آدم ومن دونه تحت لوائی يوم القيامه** یعنی اسی باعث رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے روز آدم اور ان کے علاوہ تمام بنی آدم میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ نیز فرمایا، **تحت لوائی اٰدم ومن دونه** یعنی آدم اور ان کے علاوہ (سب) میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا قیام اور آپ ﷺ کے ارشادات کی تکمیل اجرِ جمیل کا سبب ہے۔ (عام مشاہدہ ہے کہ) میدانِ سلطنت ومملکت کے سلاطین صلوٰۃ اللہ جو دنیاوی بادشاہ ہیں اور جن کے ہاتھ میں رعایا کے مسائل کا حل ہے، اپنی حشمت وہیبت نیز آئین و آدابِ سلطنت کی جہت سے اپنا پرچم بلند کرتے ہیں۔ شریعت نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ فقرا آخرت کے سلاطین ہیں، **فقراء امتی ملوک الجنة** (میری امت کے فقرا سلاطینِ جنت ہیں) جب فانی امور کے مجازی بادشاہوں کو علم بلند کرنا اور نصب کرنا روا ہے تو فقرا جو حقیقی بادشاہ ہیں انہیں بطریق اولیٰ روا ہونا چاہیے کیونکہ وہ قوم کو حق کی طرف بلانے اور اظہار کرنے کے لیے علم بلند کرتے ہیں۔

جس وقت رسول علیہ السلام نے **اِنَّافَتَحۡنَالَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا**[1] ((اے حبیب) بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی۔) کے حکم کے مطابق فتح وظفر کے پرچموں اور نصرت یافتہ لشکر کے ساتھ خیبر کی جانب روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو زبانِ مبارک سے ارشاد ہوا کہ علی الصباح توفیق الٰہی جس کے شاملِ حال ہوگی، اس کے ہاتھ میں روشن علم دیا جائے گا وہی

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ الفتح، آیت ۱۔

امیرِ لشکر اور فاتحِ خیبر ہوگا۔ ہر ایک اُس نعمتِ بشارت کا منتظر رہا۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور اس کا نور کائنات کے صفحے پر ظاہر ہوا تو ہر صحابی نے اُمید بھری نظروں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا، علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کہاں ہیں۔ حضرت علیؓ حاضر ہوئے۔ اس وقت امام علیؓ بن ابی طالب کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ پڑھی اور اپنا لعابِ مبارک اُن کی آنکھوں پر ملا فوراً ٹھیک ہوگئیں۔ حضور علیہ السلام نے روشن پرچم ان کے ہاتھ میں دیا۔ لشکر ایک ساتھ روانہ ہوا اور خیبر شاہِ مرداں علیؓ کے ہاتھ فتح ہوا۔ رسول علیہ السلام کے وجود (کی شان) یہ ہے کہ جب ملکِ سلونی [1] کے شہباز علیؓ ابن ابی طالب کو رسولِ حرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد حاصل ہوئی تو قلعہ خیبر کیوں فتح نہ ہوتا۔ قطعہ: [2]

مہر رخسار چو در دیدہ بود نور فزاے
دیدنِ روئے ترا راے دگر پیکر چیست
گرمہ برجِ رسالت بود و مہر علی
قلعہ چرخ تواں کند درِ خیبر چیست

ترجمہ: جب تیرے رخسار کے آفتاب سے (میری) آنکھیں زیادہ روشن ہوجاتی ہیں تو کسی دوسری صورت کی جانب دیکھنے کا خیال ہیچ ہے۔ جب علیؓ آسمانِ رسالت کے آفتاب و ماہتاب ہیں تو آسمان کا قلعہ اکھاڑا جاسکتا ہے دروازہ خیبر کی کیا ہستی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا، **واللہ ماقلعت باب الخیبر بقوۃ جسدانیه ولا بحرکة غریز یه ولکن ایدت بحرکة ملکوتیه و بحرکة نور ربها مضیبیة** یعنی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بخدا میں نے اپنی جسمانی قوت اور طبعی حرکت سے

---

[1] سلونی کے معنی ہیں ''مجھ سے پوچھو'' کنایتہً اس سے مراد علم بھی ہوسکتا ہے یعنی ملک علم کے شہباز علیؓ ابن ابی طالب۔ (مترجم) حوالے کے لیے ملاحظہ فرمائیں لطیفہ۔ ۹۴ (مطبوعہ نسخہ ص ۲۶۱ سطر ۸۔)

[2] مطبوعہ نسخے میں (ص ۲۶۶) پر یہ قطعہ اس طرح نقل ہوا ہے:

مہر رخسار چودر دیدہ بود نور فزای
دیدنِ روئے مرارای دگر پیکر جست
کرمہ برج رسالت بود و مہر علی
قلعہ چرخ تواں کند درخیبر جست

ان اشعار کا نہ کوئی مفہوم برآمد ہوتا ہے نہ ربط پیدا ہوتا ہے۔ احقر مترجم کے قیاس میں ان اشعار میں ردیف ''جست'' کے بجائے ''چیست'' ہونی چاہیے اور پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں ''دیدنِ روی مرارای دگر'' کے بجائے ''دیدن روئے ترا رائے دگر'' ہونا چاہیے۔ اُردو ترجمے میں یہ قطعہ قیاسی تصحیح کے مطابق تحریر کرکے ترجمہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

خیبر کا دروازہ نہیں اکھاڑا بلکہ مجھے ملکوتی حرکت اور میرے رب کے نور کی حرکت سے مدد حاصل ہوئی۔

اس بنا پر ہمارے بعض بزرگوں کو علم برداری کی روایت ورثے میں ملی ہے اور بعض کو اس ورثے کے علاوہ دوسروں کی طرف سے حق دیے جانے پر بھی یہ شرف حاصل ہوا ہے۔

اس سے قبل سید اجل اور سید رضی الملت والدین نقیب تھے۔ اس کے بعد سرداری اُن کے بیٹے سیّد فاعل کو منتقل ہوئی۔ سیّد مذکور سے ان کے بھائی سیّد تاج الدین کو سرداری ملی۔ اس کے بعد سیّد شہاب الدین حلب اور سیّد محمد دلقندی نے حکم دینا شروع کیا۔ الغرض سادات مذکور نے ہمیں اجازت دی ہے اور اُن سے مجھے سند ملی ہے۔ علم برادری کا شرف (بعض صحابہ کو) ملا اور پھر اُن سے لے لیا گیا۔ غزوۂ بدر میں علیؓ بن ابی طالب کو علم دار مقرر کیا گیا تھا۔ ہمیں بطور ورثہ علم برادری کا شرف حاصل ہے، نیز بطور استحقاق سید جلال الملت والدین بخاری طاب اللہ ثراہ سے مجھے چودہ خانوادوں کی اجازت ملی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مختلف طریقوں کے اشغال و اذکار جو ان کے معمولات میں تھے، مجھے عنایت کیے ہیں۔

میں نے تیس سال مسافرت کی ہے۔ ان سفروں میں میں نے بعض بزرگوں سے ان کی حیات میں ملاقات کی ہے اور بعض بزرگوں کا اُن کے انتقال کے بعد جسمانی اور روحانی حالت میں مشاہدہ کیا ہے۔ ہر خانوادے نے ہماری جانب توجہ دی ہے اور نعمت عطا فرمائی ہے کہ یہ نعمت تا قیامِ قیامت تمہارے سلسلے میں باقی رہے گی۔ قطعہ:

بزیرِ گنبدِ گردوں من از قلیل و کثیر
گرفتہ ام نعمتے از ہر صغیر و کبیر[1]

ترجمہ: اس آسمان کے گنبد کے نیچے میں نے ہر چھوٹے بڑے سے تھوڑی بہت نعمت حاصل کی ہے۔

بروزگار کس از بزرگاں نماند کہ من[2]
نرفتہ ام بسعادت درِ امیرو فقیر

ترجمہ: زمانے میں شاید ہی کوئی بزرگ باقی رہا ہوگا اور امیر یا فقیر جس کے دروازے پر میں سعادت کے ساتھ نہیں گیا۔

چو نعمتے ز بزرگاں نصیب من آمد
کنم نصیبِ دگر دوستاں قلیل و کثیر

ترجمہ: جو نعمت مجھے بزرگوں سے ملی ہے میں اسے دوسرے دوستوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ بہر حال جس طرح اکابر نے یہ نعمت مجھ پر نثار کی ہے میں بھی دوسروں پر نثار کرتا ہوں۔ مصرع:

چو حق برتو پاشد تو برخلق پاش

---

[1] یہ مصرع وزن سے گر گیا ہے۔

[2] بُزرگاں کے بجائے بزَرگاں پڑھیں تو وزن پورا ہوتا ہے۔

(جس طرح خدا نے تجھ پر نعمت بکھیری ہے تو بھی اسے خلق پر نثار کر)

میں جس کو چاہتا ہوں بخشتا ہوں اور یہ فعل شریعت کے مطابق ہے، اس باب میں کسی کو اعتراض نہیں ہے۔

حضرتؒ نے شرح طحاویؒ [1] کے حوالے سے فرمایا کہ کتابِ وصیت میں بیان کیا گیا ہے کہ طبل (نقارے) دو طرح پر ہیں۔ ایک یہ کہ کھیل کود کے موقعے پر بجاتے ہیں۔ شریعت نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ ہر طرح کا لہو و لعب حرام ہے۔ البتہ جنگ کرنے، گھوڑے سپرد کرنے اور سرداروں کی سفر سے آمد و روانگی کے وقت طبل بجائے جائیں تو مباح ہے شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ سنتِ ابراہیمی بھی ہے۔ اس وقت تک خلیل علیہ السلام کے مزار [2] مبارک پر اُن مسافروں اور مجاوروں کے لیے جو وہاں مقیم ہیں، تقسیم طعام کے وقت نقارے بجائے جاتے ہیں۔ ہر شخص نقارے کی آواز سن کر لنگر خانے میں آتا ہے اور اپنے نصیب کا کھانا لے جاتا ہے۔ وہ حضرات جو صاحبِ منصب ہیں انہیں کھانا بھجوایا جاتا ہے یا دسترخوان بچھایا جاتا ہے۔

بعض مشائخ کی سفر سے آمد و روانگی کے وقت نقارے بجائے جاتے ہیں۔ اسے ''طبل رحیل'' کہتے ہیں۔ شیخ مرشد ابواسحاق گازرونیؒ کے روضہ متبرکہ اور مرقدِ منورہ پر کھانے کے وقت نقارہ بجانے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ ہم نے خلیل علیہ السلام کے مزار مبارک کے مجاوروں سے بھی سند پائی ہے اور ہمیں عطا ہوئی ہے۔ حضرت ابواسحاقؒ کے طریقے پر طبل و علم کی یہ روایت بلند رتبہ درویشوں اور مصاحبوں میں اب بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تک بہت زیادہ صاحب علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی بزرگ آل کی برکت سے جاری رکھے۔ حق تعالیٰ و تقدس جس کسی کو نعمت روزی فرمائے اور وہ اُسے بندوں پر نثار کرے، اس کے لیے روا ہے کہ اعلانِ عام کے لیے طبل بجائے۔ درویشوں کا کھانا کھانا عبادت کی مثل ہے لوگوں میں دعوت کے لیے جو عمل اختیار کیا جائے وہ مشروع ہوتا ہے۔

مجلس میں زنبیل (جھولی) پھرانے کا ذکر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبرؒ نے فرمایا کہ جب ابراہیم ادہم قدس سرہ، کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی نے سرایت کی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے تاج و تخت چھوڑ دیا۔ گرمی سے بچنے اور ستر چھپانے کے لیے موٹے اون کا لباس پہن لیا۔ رباعی: [3]

ترکِ دنیا گیرتا سلطاں شوی
محرمِ اسرار باجاناں شوی

---

[1] طحاویؒ۔ ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ ازدی طحاویؒ ۲۳۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ پہلے امام شافعیؒ کے شاگرد مزنی سے اور بعد میں اپنے ماموں قاضی ابوجعفر احمد بن ابی عمرانی سے علم سیکھا۔ ملاحظہ فرمائیں، تاریخ فقہ اسلامی (اردو ترجمہ) ص ۳۳۰۔

[2] مطبوعہ نسخے (ص ۲۶۷) میں سہو کتابت کے باعث مزار کے بجائے ''ہزار دو ہزار خلیل'' نقل کیا گیا ہے۔ درست ''مزار خلیل'' ہے۔

[3] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

پاے نہ بر تخت و تاج و سلطنت
ورنہ ہمچو چرخ سرگرداں شوی

ترجمہ: اگر تو سلطان بننا چاہتا ہے تو دنیا کو چھوڑ دے اور محبوب حقیقی کے اسرار کا محرم بن جا۔ تخت، تاج اور سلطنت کو ٹھکرا دے ورنہ (دنیا کی ہوس میں) آسمان کے مانند سرگرداں رہے گا۔

ابراہیم ادہمؒ عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ جب ان کی بزرگی کا اطرافِ عالم میں چرچا ہوا تو ہر طرف کے درویش اور مسافر ان کی زیارت سے برکت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہونے لگے۔ بعض اوقات (ان کے طعام کے لیے) روٹی کے ٹکڑے بھی میسّر نہ ہوتے کہ وہی آنے والوں کی خدمت میں پیش کر دیئے جاتے۔ اس صورتِ حال کو فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ انہوں نے ابراہیم ادہم کو ہدایت کی کہ ہر ہفتے ایک بار زنبیل گردش کرائیں اور جو کچھ غیب سے حاصل ہو اسے باقی دنوں کے لیے بچا کر رکھیں۔ ابراہیم ادہم اس طریقے پر کار بند ہوگئے۔ آج بھی خراسان میں خاندانِ چشت قدس اللہ ارواحہم میں بعد نماز جمعہ درویش اور مجاور خواجہ مودود چشتیؒ کی درگاہ میں اس طریقے کی رعایت کرتے ہیں۔

زنبیل پھرانے کا قاعدہ یہ ہے کہ فقرا میں سے ایک بزرگ شخص حلقے کے پیشوا کی خدمت میں روٹی لاتا ہے۔ اس وقت حاضرینِ مجلس اور دوسرے درویش فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس کے بعد زنبیل اس بزرگ شخص کی گردن میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ مقدم درویشوں کے لیے سامانِ خورد ونوش حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوجاتا ہے۔ پہلے تین بار لا الٰہ الا اللہ محمد الرّسول اللہ کہتا ہے پھر لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوجاتا ہے۔ شہر کے اندر داخل ہوکر کوچہ و بازار میں پھرتا ہے۔ کسی شخص کی طرف نگاہ نہیں کرتا اس کی نظر اپنے قدموں پر ہوتی ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتا۔ اس طرح غیب سے کھانے کی چیزیں، لباس اور قربانی وغیرہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے لے کر پیشوا کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ پکی ہوئی روٹیاں حاضرین میں تقسیم کر دیتا ہے اور خام جنس طعام خانے میں بھجوا دیتا ہے۔ یہ فعل کریم النفسی اور دوسروں کو نفع پہنچانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ شہر سبزوار میں ایک بزرگ خواجہ علی جو خواجہ یوسف چشتی کے مرید تھے جمعے کے دن اس طریقے پر عمل کرتے تھے۔ ان کے علاوہ واحد یہ اور بایزید یہ طریقے کے حضرات ہفتے میں دوبارہ زنبیل پھراتے تھے۔ مختصر یہ ہے کہ مشائخ سلف یہ عمل کرتے تھے جس کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ [۱]

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جب میں مکہ معظّمہ کے سفر سے واپس ہوا تو چشت میں شیخ الوقت حضرت خواجہ قطب

---

[۱] اس کے بعد مطبوعہ نسخے کے صفحے ۲۶۷ کی سطریں ۱۲۔ ۱۳، سہو کتابت کے باعث دوبارہ نقل کر دی گئی ہیں۔ مترجم ان کا ترجمہ پہلے ہی کر چکا ہے۔ ان کا تعلق طبل بجانے سے ہے۔ اس لیے مترجم نے بے ربطی مضمون کے خیال سے اِن دو سطروں کا ترجمہ نہیں کیا اور عبارت کو زنبیل گردانی کے مضمون سے ملحق رکھا۔

الدین چشتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت چشت کے صاحبِ سجّادہ ہیں۔ انہوں نے طرح طرح کی عنایتوں اور شفقتوں سے سرفراز فرمایا۔ چالیس روز اپنے پاس رکھا۔ جب رخصت فرمایا تو مجھے دورہ کرنے، زنبیل پھرانے، قندیلیں لٹکانے اور بلند آواز سے ذکر کرنے نیز زاویہ تعمیر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حق تعالیٰ نے مجھے اِن روشن اور خوشگوار نعمتوں سے بہرہ مند فرمایا ہے۔ میں بھی جسے چاہتا ہوں۔ یہ نعمتیں دیتا ہوں۔ قطعہ:

کسے را کہ یزداں کند بہرہ مند
زالوان نعمت بخوانِ جہاں

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کسی کو دنیا کے دسترخوان سے طرح طرح کی نعمتیں عطا کرے۔

باید مر اوراکہ قسمت کند
نعیمے در اندر خور ہم گناں

ترجمہ: اسے چاہیے کہ اُن نعمتوں کو اپنے یگانوں میں تقسیم کرے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے بعض اصحاب کو جو یہ نعمت و دولت پانے کے لائق تھے، جیسے حضرت دُرِ یتیم، شیخ شمس الدین اودھی، شیخ قطب الدین کرکری، شیخ معروف اور شیخ محمود، ان سب کو یہ نعمت بخشی ہے۔ اشعار:

منم دریائے پراز گوہرِ راز
کہ وقتِ موج می باشم دُر افشاں

ترجمہ: میں ایسا دریا ہوں جو راز کے موتیوں سے پر ہے۔ جب مجھ میں موجیں اٹھتی ہیں تو میں موتی بکھیرتا ہوں۔

کسے کو در خورِ دُرّ معانی
بود در گوش بحرِ دل ز احساں

ترجمہ: وہ شخص جو حقیقت کے موتی پانے کے لائق ہے تو از راہِ احسان اس کے گوشِ دل کو اس موتی سے سجایا جاتا ہے (اس کو رازِ حقیقت بتایا جاتا ہے)۔

ہم آں گوہر از راہِ ہمت [1]
کہ ند ہد دیگرے از جوہر افشاں

ترجمہ: خاص توجہ کے ذریعے وہ تمام موتی اس شخص کو عطا کر دیے جاتے ہیں۔ کسی جوہری کے پاس ایسے موتی نہیں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس زمانے میں بلند رتبہ درویشوں کے علم نواحِ گجرات میں پہنچے تھے، ہم نے

---

[1] یہ مصرع وزن سے گر گیا ہے۔

برادرانِ دینی شیخ الاسلام اور شیخ مبارک کو اپنی خلافت ونعمت کے شرف سے مشرف کیا تھا۔ انہوں نے ہم سے زنبیل پھرانے، قندیل لٹکانے اور زاویہ تعمیر کرنے کی درخواست کی تھی جو منظور کر لی گئی۔ اس پر حضرت درِیتیم نے عرض کیا کہ زنبیل گردانی کی اصل اور سند کیا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ معرکۂ ولایت کے رُستم اور جہاد ہدایت کے گستہم [1] امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب اس سند کے بانی ہیں اور وہ واقعہ یوں تھا کہ ایک دن حضرت علیؓ نخلستان میں تشریف لے گئے۔ درختوں میں کثرت سے کھجوریں آئی ہوئی تھیں۔ آپ نے بہت سی کھجوریں زمین سے چنیں اور بہت سی درختوں سے توڑیں اور تمام کھجوریں لالہ زار نبوت کے سرو اور انہارِ جواں مردی کے سہی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ جس وقت یہ کھجوریں حضور علیہ السلام کو پیش کی گئیں اس وقت حضرت علیؓ نخلستان سے لوٹے تھے اور کھجوریں ایک زنبیل میں بھری ہوئی تھیں۔ (اس صورت حال میں) اتفاقاً ایک حاجت مند نے اپنی مجبوری اور بے چارگی کی کیفیت رسول علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ ارشاد ہوا کہ تمام کھجوریں محتاجوں اور حاضرین مجلس میں تقسیم کردو۔ امام علیؓ نے سب کھجوریں تقسیم کردیں۔ جب حاضرین کھجوریں کھا چکے تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی گٹھلیاں جمع کرو۔ جب گٹھلیاں جمع ہوگئیں تو وہ سائل کو عطا فرمائیں تاکہ وہ انہیں کام میں لائے۔ حق تعالیٰ نے اُن گٹھلیوں کی برکت سے اُس محتاج کو بے اندازہ نعمت عطا کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زنبیل گردانی کی بنا امام علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ میں نے اکثر مشائخ کو دیکھا ہے جو زنبیل پھرانے اور قندیل لٹکانے کی رسم ادا کرتے تھے لیکن ہندوستان میں صرف حضرت مخدومیؒ اور حضرت مخدوم زادہ قدس اللہ سرہ یہ رسم انجام دیتے تھے۔

ساداتِ سبزوار کے معمول کے مطابق روز عاشور کا ذکر

مجلس میں روزِ عاشورہ کا ذکر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اکابرانِ زمانہ اور بزرگانِ شہر، خاص طور پر وہ حضرات جو صحیح النسب سادات اور عالی حسب نقیب ہیں محرم کے ابتدائی دس روزہ دورے پر جاتے اور زنبیل پھراتے ہیں، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ملک سبزوار میں خواجہ علی [2] جو اصحاب صوفیہ کے پیشوا اور اس گروہ کے سردار تھے، محرم کے دس دن علم کے نیچے بیٹھتے تھے اور اپنے مریدوں کو دورہ کرنے بھیجتے تھے۔ کبھی کبھی خود بھی دورے پر چلے جاتے اور رسم عزاداری ادا کرتے تھے۔ مثلاً عشرۂ محرم میں بیش قیمت لباس نہیں پہنتے تھے اور عیش وخوشی کے اسباب ترک کر دیتے تھے۔

---

[1] رستم اور گستہم دونوں ایرانی پہلوان تھے۔ فردوسی نے شاہنامے میں دونوں کے فتح مندانہ معرکوں کو بیان کیا ہے۔

[2] مطبوعہ نسخے (ص ۲۶۸) میں ''خواجہ علی'' کے بجائے ''سیّد علی قلندر'' تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے قبل صفحہ ۲۶۷ میں (آخری سطر سے پہلی والی سطر) ''خواجہ علی'' تحریر کیا گیا ہے۔ یہاں مترجم نے اسی کے مطابق اُردو ترجمے میں ''خواجہ علی'' تحریر کیا ہے۔ ''سیّد علی قلندر'' جیسا کہ آئندہ سطور میں ذکر آئے گا، غالباً حضرت قدوۃ الکبراؒ کے خاص مریدوں میں تھے۔

ان مقاماتِ شریفہ اور مقالاتِ لطیفہ کو تحریر کرنے والا عرض کرتا ہے کہ وہ تیس سال سفر ہو یا قیام حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کے ساتھ رہا ہے، اس نے یہی دیکھا کہ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے عاشورے کے معمولات کبھی ترک نہیں کیے کبھی بذات خود علم کے نیچے بیٹھتے اور کبھی سیّد علی قلندر کو جو آپ کے مخلص اصحاب و احباب میں تھے، اس کا حکم فرماتے تھے کہ وہ علم کے نیچے بیٹھیں۔

عشرے کے آخری دو تین روز یزید پر لعنت کرتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی آپ کی موافقت کرتے تھے ایک مرتبہ اتفاقاً محرم کے ابتدائی دس دن شہر جونپور میں بسر ہوئے۔ آپ کا قیام مسجد عالی میں تھا۔ آپ نے اپنے مقررہ دستور کے مطابق تمام معمولاتِ عشرہ جملہ آداب کے ساتھ ادا کیے۔ دسویں محرم کو ان وظائف کو پورا کیا جو مشائخ کا معمول رہے ہیں اور ان سنتوں کو ادا کیا جنہیں علما روا سمجھتے تھے۔ اس اثنا میں شہر کے بعض اہل علم اور اربابِ فضل آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ مصافحہ کیا۔ کوئی بات مصافحے کے دوران نکل آئی اس پر تھوڑی دیر مصافحے کے وقت گفتگو رہی۔ آخر یہ طے ہوا کہ مصافحے سے فارغ ہوکر گفتگو کی جائے۔ ملاقات کے لیے آنے والوں میں ایک صاحب مشہور فاضلوں میں تھے، انہوں نے سوال کیا کہ آپ اپنی مجلس شریف میں یزید پر لعنت کرتے ہیں، اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (علما کے درمیان) یہ مسئلہ اختلافی ہے لیکن اکثر نامور عالموں اور فاضلوں نے لعنت تجویز کی ہے۔ خاص طور پر وہ شخص جو انصاف پسند ہو، خاندانِ مصطفوی کو دوست رکھتا ہو اور دودمانِ مرتضوی سے محبت کرتا ہو اس کے لیے اس میں کیا مضائقہ ہے؟ کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ جس شخص نے رسول ﷺ کے جگر گوشوں پر اس قدر مظالم ڈھائے ہیں اور بتول کے نور چشموں کو مصائب میں مبتلا کیا ہے وہ قابلِ لعنت کیوں نہ ہو۔ آیۂ کریمہ **اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا**[۱] (بے شک جو لوگ اذیّت دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، اللہ نے ان پر لعنت فرمائی دنیا اور آخرت میں ان کے لیے خواری کا عذاب تیار کیا۔) سے بھی اہل فہم معلوم و مقرر کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد مولانا محمود نے بحث کی اور علمی مقدمات درمیان میں لائے حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے علمی مقدمات کا جواب جچے تلے انداز میں دیا۔ جب ایک دوسرے کے مقدمات کی تشریح نے طول پکڑا اور روایات ایک دوسرے کی تاویل میں تحلیل ہوگئیں تو زیر بحث مسئلے کو قاضی شہاب کے سامنے پیش کیا گیا حضرت قاضی صاحب نے ایک دوسرے کے مقدمات توجہ سے سنے پھر اپنا پہلو حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کی جانب کیا۔ آپ نے بہت قوی اور مضبوط دلائل دیئے۔ اس پر قاضی صاحب نے فیصلہ دیا کہ حضرت میر (قدوۃ الکبریٰؒ) درست فرماتے ہیں۔ تقریباً بیس دن فضلائے شہر نے اس مسئلے پر قاضی صاحب سے بحث کی۔ قاضی صاحب نے اسی مسئلے کے تعلق سے ''رسالہ مناقبِ سادات'' تصنیف کیا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے بھی اس بحث سے متعلق ایک رسالہ تحریر کیا ہے اور اس کا عنوان ''لعنت فسقی'' تجویز کیا ہے۔ اس کی ابتدا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت سے کی ہے اور اسے یزید کے غلبے پر ختم کیا ہے۔ یہ ایک ضخیم رسالہ ہے جسے ضرورت ہو خانقاہ سے طلب کر سکتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے

---

[۱] پارہ ۲۲۔ سورۂ احزاب آیت ۵۷

تھے کہ جس شخص کو اس خاندان عالی سے ذرا سی بھی محبت ہوگی اور اس دود مانِ متعالی سے ذرا سی بھی دوستی ہوگی وہ اس مسئلے کو سمجھ جائے گا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ صوفیہ کے عالی گروہ کی راہِ سلوک میں (سالک کو) کم از کم قاضی صاحب جتنا علم تو ضرور چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر بنگال گیا اور اولیائے زمانہ کے پیشوا اور نامور اصفیا کے جو ہر حضرت مخدومی علاء الملّت و الدین کی خدمت سے مشرف ہوا، اس زمانے میں بھی بنگال کے نامور عالموں میں یہ بحث جاری تھی۔ سب نے عجیب طریقے سے جمع ہوکر اس فقیر سے الٹی سیدھی بحث کی۔ اس جماعت سے ایک ماہ تک بحث رہی۔ آخر الامر علمی مقدمات اور فقہی روایات کی بناء پر دونوں اس فیصلے پر آئے کہ اس پر لعنت فسقی جائز ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے حضرت شیخؒ محرم کی پہلی تاریخ سے دس تاریخ تک گریہ وزاری کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ عجیب دل ہے جو خاندانِ رسول اور جگر گوشگانِ بتول کے ماتم میں نہ روئے اور ان کی ماتم پرسی سے بے تعلق ہوجائے۔ سبحان اللہ یہی حقیقی نیازمندی ہے۔ شعر:

کسے کو در چنیں ماتم نہ گرید
دلِ آں کس مگر از سنگ باشد

ترجمہ: جو شخص اس طرح کے ماتم پر گریہ وزاری نہ کرے شاید اس کا دل پتھر کا ہوگا۔

لطیفہ ۵۲[۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نسب اور کسی قدر پاک سیرت کا بیان جو سترہ شرف پر مشتمل ہے

شرف اول: حضرت علیہ السلام کے نسب کا بیان۔
شرف دوم: حضرت علیہ السلام کی ولادتِ مبارکہ کا ذکر۔
شرف سوم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے بعد بعض احوال کا ذکر۔
شرف چہارم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کافروں سے جہاد کرنے اور اُن کفار کے نام ظاہر کرنے کا ذکر جو اس غزوہ میں مارے گئے۔
شرف پنجم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا ذکر۔
شرف ششم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کا بیان۔
شرف ہفتم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اوصاف اور حلیہ شریف کا بیان۔
شرف ہشتم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اوصاف کا ذکر۔
شرف نہم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معجزات کا بیان۔
شرف دہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا بیان۔
شرف یازدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا ذکر۔
شرف دوازدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر۔

۱۔ یہ لطیفہ بڑی تقطیع کے باسٹھ صفحوں پر مشتمل ہے اور طویل عربی عبارات کا حامل ہے، جو انساب اور سیَر کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں، اسی کے ساتھ اُن کا فارسی ترجمہ ہے۔ احقر مترجم نے بے جا طوالت سے بچنے کے لیے عربی عبارات کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ اُن کے فارسی ترجمے سے اُردو ترجمہ کیا ہے۔ تاہم قرآنی آیات اور فارسی اشعار کو مطبوعہ متن سے نقل کر کے ان کا ترجمہ شامل متن کیا ہے۔ اس کے بعد لطیفہ ۵۳ میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

شرف سیز دہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپھیوں کا ذکر۔
شرف چہار دہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں، آزاد خادموں، سفیروں اور کاتبوں کی تفصیل
شرف پانز دہم: حضور علیہ السلام کے گھوڑے اور اونٹوں کا بیان۔
شرف شانز دہم: حضور علیہ السلام کی وفات کا ذکر۔
شرف ہفدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحہ و لباس کا ذکر اور آپ ﷺ کی آل کے نسب کی تفصیل جو انساب کی مشہور کتابوں سے منتخب کی گئی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سیرت کے فن میں ''خلاصۃ السیرٗ'' معتبر کتاب ہے جس میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ جو شخص مستند اور تحقیق شدہ باتیں معلوم کرنا چاہتا ہے اسے مذکورہ کتاب پڑھنا چاہیے۔ اس لطیفے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ مذکورہ کتاب ''خلاصۃ السیرٗ'' اور کسی قدر ''لقائے محمدیؑ'' سے ماخوذ ہے۔

پہلا شرف۔ رسول علیہ السلام کے نسب کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب و نسب کا علم حاصل کرنا شریف ترین عمل ہے اور آپ ﷺ کے اجدا میں سے چار جدوں کے نام یاد ہونا مسلمان ہونے کی شرط ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ مسلمانی کے اس ضعف اور شرطِ ایمانی کے اس فتور پر حیرت ہے کہ لوگ کافروں اور ملحدوں کے لاکھوں بے ہودہ قصے کہانیاں اور بے فائدہ باتیں یاد کر لیتے اور انہیں سلوک کی مجلسوں اور محفلوں میں بیان کرتے ہیں۔ نیز امیروں کے درباروں میں انہی کی تکرار باعثِ فخر خیال کرتے ہیں۔ اگر (اتفاق سے) انبیا و مرسلین کے حالات اور قدیم مشائخ کے ملفوظات بیان کیے جا رہے ہوں تو اُن کی زبانوں پر تالے لگ جاتے ہیں اور کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے کہ مجلس میں کیا بات کہی گئی ہے۔ قطعہ:

اگر مذکور گردد از خرافات
ہزاراں باہمہ امثال گویند
وگر ذکرے رود از دین و آثار
بہم آیند و قیل و قال گویند

ترجمہ: اگر فضول اور بے ہودہ باتیں ہو رہی ہوں تو اسی طرح کی ہزاروں باتیں کہنے لگتے ہیں۔ اور اگر دین اور دینی روایات کا ذکر چل نکلے تو سب مل کر قیل و قال میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب گرامی

ابوالقاسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ عرف قریش بن عدس بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرک بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُدّ بن اود بن ہمیع بن یخسب بن ثابت بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم بن آذر،☆ بن تارخ بن شاروع بن ارغو بن فالخ بن شالخ بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح بن تمک بن سوشلخ بن احزخ یعنی ادریس بن برذ بن بارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

(تمام اربابِ سیر و انساب کا) عدنان تک صحت نسب پر اتفاق ہے، اس کے بعد اختلافات ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ علمائے انساب اس امر میں متفق ہیں کہ بے شک اہل عرب کا نسب حضرت اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے مل جاتا ہے اور قریش کے تمام قبیلے نضر کی اولاد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فہر کی اولاد ہیں لیکن ان تمام اقوال میں مشہور اور صحیح ترین قول، قول اوّل ہی ہے (یعنی اہل عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں)۔

حضرت نور العین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے نسب کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا، آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن قصی بن کلب۔ حضرت کبیرؒ نے عرض کیا کہ یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام کی والدہ (آبائی دین سے) نہ پھریں اور دین اسلام میں داخل نہ ہوئیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بعض علما کو اس بات سے اختلاف ہے کہ حضرت آمنہ نے اپنی وفات کے بعد دین اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس مسئلے میں اکثر علما کے درمیان اختلاف ہے۔ **قال اخبر نابذلک الشیخ الصالح ابوالحسن علی بن عبداللہ مسلسلاالی عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل الجحون لیتا خربنا فاقامَ بہ ماشاء اللہ عزوجل ثم رجع مسرور قال سالت ربی عزوجل فاحیالی امی فامنت** (فرمایا ہم کو خبر دی شیخ صالح ابوالحسن علی بن عبداللہ نے متصلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک خبر دی۔ تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام جحون پر اترے تا کہ ہمارے عقب میں پڑاؤ فرمائیں۔ پس وہاں قیام فرمایا جب تک اللہ بزرگ و برتر نے چاہا۔ پھر وہاں سے خوشی کی حالت میں واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اللہ بزرگ و برتر سے سفارش کی تھی پس میری ماں زندہ ہوئیں اور ایمان لائیں۔

☆اصل نسخے میں ابراہیم بن آذر بن تارخ ہے جبکہ تفسیر خزائن العرفان میں علامہ سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے سورۃ الانعام آیت ۷۴ کی تفسیر میں ''آزر'' کے متعلق قاموس اور مسالک الحنفاء للسیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام تھا'' خود اسی لطیفہ نمبر ۵۲ کے شرف اول کی آخری سطر میں قرآن مجید کی سورۃ الشعراء آیت ۲۱۹ کے حوالے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وہ اللہ کو سجدہ کرنے والوں میں تھے'' بت فروش یا بت پرست نہ تھے۔ (ناصر الدین)

حضرت ابن جوزی نے اپنی کتاب ''موضوعات'' میں تحریر کیا ہے کہ یہ موضوع حدیث ہے۔ جس شخص نے اسے وضع کیا ہے وہ بے شک وشبہہ کم فہم اور علم سے بے بہرہ تھا کیوں کہ اگر اس کو علم ہوتا تو بے شک وہ جان لیتا کہ حالتِ کفر میں مرنے کے بعد رجوع کر کے ایمان لانے کا کوئی نفع نہیں ہوتا بلکہ اگر وہ ایمان لے بھی آئے تو از روئے تحقیق عذابِ آخرت کم نہیں ہوتا وہ کافر ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے[1] ''فَیَمُتْ وھُوَ کافر''[2] (پھر وہ کافر ہونے کی حالت میں مرجائے) البتہ اسناد کے ساتھ ایک دوسری حدیث ہے۔ صحیح حدیث میں ہے حضرت رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے ''میں نے اپنے پروردگار سے حکم طلب کیا کہ میں خاص اپنی والدہ کی مغفرت کا طلب گار ہوں سو اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں فرمایا۔''

(کسی دوسری مجلس میں) بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، **ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراھیم اسمٰعیل، واصطفیٰ من ولد اسمٰعیل بنی کنانہ، واصطفیٰ من بنی کنانہ قریشا، و اصطفیٰ من قریش بنی ھاشم** یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اسمٰعیلؑ کو، اور برگزیدہ کیا اولادِ اسمٰعیل میں سے بنی کنانہ کو، اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے حضور میرا نور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے، عالمِ آخرت کے دو ہزار سال پہلے موجود تھا اور ملائکہ کے ساتھ تسبیح و تہلیل میں مصروف تھا۔ جب حق تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا تو اس نور کو آدم علیہ السلام کی پشت میں ڈال دیا پھر آدم (علیہ السلام) کی پشت سے نوح وابراہیم (علیہما السلام) کی نسل میں منتقل ہوا۔ وہاں سے وہ نور میرے بزرگوں کے صلب اور ان کی پاک بیویوں کے رحم میں منتقل ہوا۔ حتیٰ کہ اب میرے والد کے صلب اور میری والدہ کے رحم کے ذریعے وجود میں آیا۔ شعر:

صلاحِ جہاں آں شب آمد پدید
کہ از مو لدش صبحِ صادق پدید

ترجمہ: اس رات دنیا کی بھلائی نمودار ہوئی کہ آپ کی ولادت سے صبح صادق کا ظہور ہوا۔

میرے اسلاف میں سے کسی نے زنا کاری نہ کی۔ ہماری سب دادیوں نے نکاح کے ساتھ مباشرت کی ہے۔ میرے اسلاف میں غلامی اور جفتی کرنے کا رواج نہ تھا۔

امام کلبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت آدم (علیہ السلام) تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ماؤں کے نام، متقدمین کی تصانیف اور نسب نگاروں کی کتابوں سے تلاش کیے ہیں۔ حضرت حوا تک ہر ایک کا نام تحریر کیا ہے۔ پانچ سو نام نکلے۔ سب

---

[1] یہاں مطبوعہ نسخے (ص ۲۷۱) سطر ۷ اور ۸ میں کتابت کی شدید غلطی ہے۔ یہ عبارت نقل ہوئی ہے، ''ایں حدیث قولِ خدائے تعالیٰ فَیَمُت وَھُوَ کافرُ ودیگر بسند ست'' اس عبارت سے حدیث قدسی کا اشارہ ہوتا ہے حالاں کہ یہ قرآنِ پاک کی آیت ہے۔ اصل مخطوطے میں یہ عبارت یوں ہوگی۔ ''قولِ خدائے تعالیٰ فَیَمُت وَھُوَ کافرُ ودیگر ایں حدیث بسند است'' اس قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔)

[2] پارہ ۲۔ سورہ البقرہ، آیت ۲۱۷۔

آزاد اور اشراف (خواتین) تھیں۔ سب ماؤں کا وصل شوہروں سے نکاح کے بعد ہوا تھا۔ ان میں حضرت حوا تک کوئی بھی قیدی، داغ زدہ[1] اور مسافرہ نہ تھی۔ سب پاک، با عفت اور اصل نسبت سے تھیں جیسے کہ ان کے مرتبے کے بارے میں یہ آیۂ کریمہ اشارہ کرتی ہے، وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ o[2] (اور (دیکھتا ہے) سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو)ایک نبی سے دوسرے نبی تک حتیٰ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔

دوسرا شرف۔ رسول علیہ السلام کی ولادت کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ علیہ السلام کی ولادت (باسعادت) مکہ معظّمہ میں اصحابِ فیل کے واقعے کے سال میں ہوئی تھی۔ بعض روایتوں میں کہا گیا ہے کہ واقعۂ فیل کے تیس یا چالیس سال بعد ولادت ہوئی تھی لیکن روایت اوّل صحیح ہے۔ سرورِ انبیا وپیشوائے اصفیا بروز پیر بارہ ربیع الاوّل کو عالمِ ناسوت میں جلوہ افروز ہوئے۔ (یہ فرمانے کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا پر) ذوق وشوق کی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ غزل ارشاد فرمائی، غزل:

روزِ ظہورِ مظہر سر وِ دو عالم ست
روزِ ولادتِ خلفِ صدقِ آدم ست

(آج سرورِ دو عالم کے مظہر کے ظاہر ہونے کا دن ہے۔ آج آدم علیہ السلام کے سچے جانشین کی ولادت کا دن ہے)

امشب دریں زجاجۂ درمی نہادہ اند
نورِ یکے کہ چشم وچراغ دو عالم ست

(آج رات دروازے کے شیشے سے اُس ہستی کا نورضوفشاں ہے جو دونوں عالم کی بینائی کا سبب ہے)

از رو زو شب مراد جزایں روز وشب نبود
الحق شبِ مبارک و روزِ مکرم ست

(روز وشب کے سلسلے کو جاری رکھنے سے یہی دن اور یہی رات مقصود تھے، الحق کہ یہ رات مبارک اور دن مکرم ہے)

بگزشت از ربیعِ نخستیں دوازدہ
روزِ دو شنبۂ کہ ز ایام مکرم ست

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۷۱) کی اصل عبارت یہ ہے ''ہیچ کدامی از ایشاں اسرادمی ومرقوقہ وازعورات نازلہ نبوذ''۔ ''اسرادمی'' اور ''مرقوقہ'' میں سہوِ کتابت واضح ہے۔ مترجم نے بالترتیب ''اساریٰ'' (قیدی) اور ''مرقومہ'' (داغ زدہ) قیاس کرکے ترجمہ کیا ہے۔

[2] پارہ ۱۹۔ سورہ الشعراء، آیت ۲۱۹۔ اس آیت سے متصل (ساجدین کے بعد) من نبی الیٰ نبی حتیٰ اخرجتک نبیا، عربی عبارت نقل کی گئی ہے۔ یہ قرآن شریف میں نہیں ہے مصنف کی تحریر ہے۔ اس لیے مترجم نے اسے آیۂ کریمہ سے ملا کر نقل کرنے کے بجائے اس کا ترجمہ کردیا ہے تاکہ آیت اور عبارت کا فرق قائم رہے)۔

(ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ ہوئی تھی، پیر کا دن تھا جو (ہفتے کے) دنوں میں سب سے زیادہ لایق تکریم دن ہے۔)

در وضعِ جملہ امّت واز بہرِ وضعِ خلق
وضعے نہا دہ خویش کہ بہ از وضعِ آدم ست

(تمام امت اور تمام انسانوں کے طرز زندگی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرز قائم کی جو انسانی فطرت کے مطابق ہے)۔

خورشید طلعتے بشب آمد کہ آفتاب
از دودِ شب نشستہ بریں سبز طارم ست

(ایک خورشید چہرہ ہستی رات میں نمایاں ہوئی ہے یا آفتاب رات کے دھویں سے (ہٹ کر) سبز آسمان پر بیٹھا ہے)

زاں روز کو بخیر قدم در جہاں نہاد
ذکر سپہرو دورِ زماں خیر مقدم ست

(جس روز سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں خیر کے ساتھ قدم رکھا اسی روز سے آسمان اور زمانہ آپ کے خیر مقدم کا ذکر کر رہے ہیں)

در عام فیل نصرت اصحابِ فیل داں[1]
خاص آں کسے کہ کعبہ برایش مکرم ست

(عام الفیل میں آپ کی تشریف آوری اصحاب فیل پر اہل مکہ کی فتح ہے۔ خاص طور پر اس شخص کے لیے جو کعبے شریف کی تعظیم کرتا ہے۔)

بعض علما کہتے ہیں کہ رحمِ مادر میں نطفے کا قرار پیر کے دن ہوا تھا، ولادت پیر کے روز ہوئی تھی، وحی کا نزول اور وفات بھی پیر کے روز ہوئی۔ رسول علیہ السلام کی والدہ محترمہ کوہِ ابی طالب کی وادی میں جمرۃ الوسطیٰ[2] کے قریب حاملہ ہوئیں۔ شعر:

شد از بر نیساں صدف بار دار
پدیدار شد لولوئے شاہوار

(موسم بہار کی پہلی بارش سے صدف بار آور ہوگئی اور اس سے شاہوں کے لایق گوہر نمودار ہوا)

(حضرت آمنہ نے) فرمایا میں نے آپ ﷺ کے حمل کے وقت دیکھا کہ ایک نور میرے اندر سے نکلا، اس نے شام و بصریٰ کے محلات کو روشن کر دیا۔ پھر حمل قرار پا گیا۔ خدا کی قسم میں نے دیکھا آپ ﷺ کا حمل بالکل ہلکا تھا۔ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کے دونوں ہاتھ زمین پر اور سر آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی

[1] مترجم اس مصرعے کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ قیاسی ترجمہ کیا گیا ہے۔
[2] حجاج کرام منیٰ میں تین مقامات پر شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں۔ پہلے اور تیسرے کے درمیان مقام کو ''جمرۃ الوسطیٰ'' کہتے ہیں۔

ولادت (باسعادت) کی رات کسریٰ (شاہِ ایران) کے محل میں زلزلہ آ گیا اور چودہ کنگرے زمیں بوس ہوگئے۔ بیت:

چو صیتش در افواہِ دنیا فتاد
تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

(جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت کا دنیا میں چرچا ہوا تو ایوان کسریٰ میں زلزلہ آ گیا)

آتش کدۂ ایران کی آگ جو دو ہزار سال سے روشن تھی بجھ گئی اور دریائے ساوہ کا پانی خشک ہوگیا جیسے کہ (فارسی کے شاعر) سلمان ساوَجی نے کہا ہے۔ شعر[1]:

شد آتشِ کفر پارس برباد
رفت آبِ سیاہ ساوہ درخاک

(ایران کی آتشِ کفر تہس نہس ہوگئی اور دریائے ساوہ کا سیاہ پانی مٹی میں مل گیا یعنی خشک ہوگیا)

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حضرت آمنہ جتنے عرصے رسول علیہ السلام کے حمل سے حاملہ رہیں، انھیں کسی قسم کی گرانی اور تکلیف جو عورتوں کو ہوتی ہے ہرگز نہیں ہوئی اور نہ ولادت کے وقت جو درد عورتوں کو ہوتا ہے انھیں ہوا۔ حضرت آمنہ کو مشاہدہ کرایا گیا کہ ساتوں آسمان اور زمینوں کے فرشتے میرے گھر میں نازل ہوئے ہیں اور مجھے بشارت دے رہے ہیں۔ اے بی بی! آج عالم اور اولادِ آدم میں سب سے بہتر اور خوب ترین ہستی کا تولد زمین پر ہوا ہے جس کے نورِ آفتاب سے مشرق تا مغرب (تمام عالم) جگمگائے گا۔ ابیات:

بشارت باد اے فرخندہ طالع
کہ می گردذ تو خورشید طالع

(اے مبارک نصیب والے آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ کی ذات سے آفتاب طلوع ہوتا ہے)

چناں خورشیدِ تو پُر نور گردد
کہ از نورش جہاں منظور گردد

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۷۲) پر یہ شعر اس طرح نقل ہوا ہے:

شد آتشِ کفر پادس برباد
رفت آب سیاہ در خاک

اس شعر میں سہو کتابت واضح ہے۔ دوسرا مصرع بے وزن ہے۔ شاید یوں ہو:

رفت آبِ سیاہ ساوہ درخاک

اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ شاعر کا نام ''سلیمان ساوَجی'' لکھا گیا ہے۔ اس کا نام ''سلمان ساوَجی'' تھا۔ ملاحظہ فرمائیں ''بحث در آثار وافکار واحوال حافظ'' مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی۔ تہران، ۱۳۶۱ ہجری ص ۲۶۔ سلمان ساوَجی کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری کا ہے۔

(آپ کی ذات کا آفتاب اس انداز سے نور فشاں ہوتا ہے کہ اس کی روشنی سے دنیا روشن ہوجاتی ہے)

زنورِ آفتابش ماہ وانجم
چو ذرہ می شود در تابِ اوگم

(آپ کے آفتاب کے نور سے چاند ستاروں کی چمک ذرے کی مانند گم ہوجاتی ہے)

اب تم پر لازم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کا بیڑہ اٹھانے میں دیر نہ کرو اور آپ ﷺ کے دشمنوں سے پرہیز کرو۔

رسالہ عبہری میں بیان کیا گیا ہے کہ پہلی خاتون جنھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی کنیز ثوبیہؓ تھیں۔ اُس زمانے میں یہ رواج تھا کہ قبیلۂ بنوسعد کی دودھ پلانے والی عورتیں مکہ معظّمہ میں آتی تھیں۔ اہل مکہ سخت گرمی اور گرم ہوا سے بچاؤ کی خاطر اپنے بچے اجرت پر ان کے سپرد کردیتے تھے۔ اس سال بھی (دودھ پلانے والی) عورتیں مکہ معظّمہ میں آئیں اور آرزو کے ساتھ سرداروں کے بچے دایہ گری کے لیے حاصل کرلیے۔ حلیمہؓ بنت عبداللہ کو چوں کہ کوئی بچہ نہ ملا تھا اس لیے انھوں نے مجبوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا۔ جب اپنی پستان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں رکھی تو پستان سے اس قدر دودھ جاری ہوا کہ دس بچے سیر ہوسکتے تھے، حالاں کہ اس سے قبل خود ان کے بیٹے کے لیے ان کا دودھ کافی نہ ہوتا تھا۔ حضرت حلیمہؓ کے پاس ایک اونٹنی تھی بالکل مریل اور خارش زدہ۔ اگر ہزار کوڑے لگائے جائیں تو جگہ سے نہ ہلتی تھی۔ شعر:

تواں تور چوگا نہٗ باد پاے
بصد زخم چوگاں نہ جنبدز جاے

(چوگان کے ہوا رفتار بہادر گھوڑے کا یہ حال تھا کہ خم دار لکڑی کی سیکڑوں ضرب کے باوجود ہلتا نہ تھا)

(وہ ضعیف ولاغر اونٹنی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی برکت سے از سر نو جوان ہوگئی، بحدّے کہ اُس روز بنو سعد کا کوئی اونٹ قوت میں اس کی برابری نہ کرسکتا تھا۔ وہ اونٹنی جو قطعی طور پر دودھ سے محروم تھی اس نے اتنا زیادہ دودھ دیا جو حضرت حلیمہؓ کے کنبے کے لیے کافی تھا۔ جب حضرت حلیمہؓ سفر میں تھیں تو قبیلۂ ہذیل کے چند بزرگ (بستی سے) باہر نکلے۔ جب ان کی نظر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو دیر تک دیکھتے رہے پھر بولے کہ یہ بچہ تمام روئے زمین کا بادشاہ ہوگا۔ جب وادی سدرہ میں پہنچے تو وہاں پہلے ہی سے حبش کے عالم ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنی زبان میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ بچہ پیغمبر آخر الزماں ہے۔

مختصر یہ کہ اس قسم کی باتیں، آپ ﷺ کو دیکھ کر بہت سے عالموں اور کاہنوں نے کہیں۔

جب حضرت حلیمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے گھر پہنچیں تو ان کے پاس صرف ایک بکری تھی، آپ ﷺ کے

قدم مبارک کی برکت سے ان کے گھر میں تین سو بکریاں جمع ہوگئیں۔ اسی طور مال واسباب بڑھتے چلے گئے۔ قطعہ:

چو آں کیواں مراتب مشتری روے
بجانش برد اقدامِ سعادت
سعادت سوئے او روئے در آورد
شدہ با دولت و فرخندہ عادت

(جب وہ مشتری چہرہ جو ستارۂ زحل کی مانند بلند مقام کا حمل ہے اپنی جان کے ساتھ سعادت کی طرف بڑھا تو خود سعادت اس کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اسے مبارک اخلاق کی نعمت حاصل ہوئی)

جب رسول علیہ السلام تین سال کے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہؓ اور قبیلے کے لڑکوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لیے جانے لگے۔ ایک روز آپ ﷺ چھوٹے بچوں کی ایک جماعت میں کھیل رہے تھے اور بڑے لڑکوں سے باتیں کررہے تھے کہ دو فرشتے آدمی کی شکل میں نمودار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلا دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک کو چاک کیا، آلائشیں باہر نکالیں اور اُس پانی سے صاف کیا جو طشت اور تھالے میں بھر کر لائے تھے اور (سینۂ مبارک کو) نورِ ایمان و عرفان سے معمور کردیا۔ قطعہ:

چوں ظرفِ سینۂ آں بحرِ اسرار
ملوث بود از الواثِ کینہ
ز آبِ معرفت شستند اورا
دگر پر کرد از نورو سکینہ

(چوں کہ اس بحرِ اسرار کے سینے کا ظرف کینے کی آلودہ سے ملوث تھا تو اسے آبِ معرفت سے پاک کیا پھر نور اور سکینت سے اسے لبریز کردیا)

اس کے بعد وہی واقعہ جو پہلے گزر چکا تھا پھر رونما ہوا۔ جب آپ کے ساتھیوں نے یہ دیکھا تو دوڑ کر حضرت حلیمہؓ کے پاس گئے اور واقعے کی اطلاع دی۔ وہ گھبرا کر جائے واقعہ پر پہنچیں تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خزاں رسیدہ درخت سے پیٹھ لگائے تشریف فرما تھے۔ (شکم مبارک پر) شگاف کا نشان نمایاں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت حلیمہؓ کو) تمام حالات ایک ایک کرکے بیان فرمائے۔ وہ آپ کو لے کر گھر آ گئیں اور گھر والوں سے کہا کہ یہ فرزند کسی دن ضایع ہوجائے گا۔ میں انھیں مکے لے جاتی ہوں کیوں کہ ان فرزند سے روزانہ عجیب وغریب واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ قطعہ:

غرایب می کند ایں نارسیدہ
کہ جائے او رسیدہ نارسیدہ

ہدایت ایں چنین ست تا نہایت
چہ خواہد کرد ایں بر نارسیدہ

(اس نابالغ فرزند سے خلافِ عادت باتیں ظہور میں آتی۔ یہ جس مقام پر پہنچ چکا ہے اس تک رسائی ناممکن ہے اگر الٰہی فیصلہ یہی ہے تو یہ کچا پھل (نابالغ فرزند) پک جائے گا (جوان ہوگا) تو کیسے کیسے اعجاز ظاہر ہوں گے)

مورخ واقدی نے تحریر کیا ہے کہ جب رسول علیہ السلام آٹھ سال کے تھے تو (آپ ﷺ کے دادا) عبدالمطلب نے وفات پائی۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے سپرد کیا۔ ابو طالب کو آپ ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش و پرداخت میں بہت زیادہ سعی کی۔ جب آپ ﷺ کی عمر شریف بارہ سال ہوئی تو ابو طالب آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہ صحرا سے راستہ طے کر کے بصٰری پہنچے۔ بحیرہ راہب نے جو راہبوں کا رہنما اور نبوت کی نشانیوں کا عالم تھا اور اس نے بہت سے بت پرستوں کو اپنے دین میں داخل کیا تھا، ابو طالب سے کہا کہ یہ فرزند پیغمبر آخرالزماں ہے۔ بعد ازاں اس نے ابو طالب اور تمام اہلِ قافلہ کی دعوت کی اور کھانے کے لیے بلایا۔ جب دسترخوان بچھایا تو بحیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا۔ اس نے کہا جس مہمان کی میز بانی منظور تھی اُن کو بلایا ہی نہیں ہے۔ اس نے لوگوں سے دریافت کیا کیا کوئی شخص رہ گیا ہے جو دسترخوان پر نہیں آیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ سب آ گئے ہیں البتہ ابو طالب کے بھتیجے نہیں ہیں۔ راہب نے کہا میں انھی کا طالب ہوں انھیں بلاؤ۔ جب باہر آیا (تو دیکھا کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ میں تشریف فرما ہیں اور ابر کا ایک ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ بحیرہ نے کہا لوگو! دیکھو یہ نبوت کی سچی نشانی ہے اور عیسٰے علیہ السلام نے جس آخری نبی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ آپ ﷺ ہی ہیں۔ ابیات:

اگرچہ ابر زیرِ آفتاب ست
چہ ابرش ایں کہ بالائے سحاب ست

(اگرچہ (فطرت کے قاعدے سے) ابر آفتاب کے نیچے ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ (کی ذات) کا سایہ بادلوں سے بلند تر ہے)۔

ببیں آں ابروئے ابرِ سیار[۱]
کہ بر سری کند دُر باش سیار

۱؎ مطبوعہ نسخے (ص ۲۷۳) پر یہ شعر اس طرح نقل ہوا ہے۔

ببیں آں ابروَ ابر فرق سیّار
کہ بر سری کند درباش سیّار

مترجم نے قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے تاکہ قابلِ فہم مفہوم برآمد ہو سکے۔ مطبوعہ نسخے میں پہلا مصرعہ بے وزن ہوگیا ہے

(اس گردش کرنے والے ابر کی آبرو کو دیکھو جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرقِ مبارک سے (دھوپ کو ہٹانے کے لیے دُور باشی کا فرض انجام دیتا ہے)

تیسرا شرف۔ ولادت مبارکہ کے بعد بعض حالات کا ذکر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے بعد واقعات کی تفصیل بیان کرنے کے لیے بہت سی تصانیف کی ضرورت ہے بلکہ دفاترِ زمانہ بھی ناکافی ہیں۔ اشعار:

چناں سر برزد آثارِ نبوت
ز بعدِ زادنِ آں بحرِ اسرار

(اس بحرِ اسرار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کے بعد نبوت کی اتنی زیادہ نشانیاں ظاہر ہوئیں)

وگر دریا مدادو چوب اقلام
بود کاغذ ہمہ اوراقِ اشجار

(کہ اگر سمندر لکھنے کی روشنائی ہوجائیں اور تمام درختوں کی لکڑیاں قلم اور پتے کاغذ بن جائیں)

قلم زن گر بود از جنسِ اخلاق
بہ پایاں ناید آں ارقامِ آثار

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تحریر کیے جائیں تو تمام وکمال ضبط تحریر میں نہ آسکیں)

کتاب ''خلاصتہ الابرار'' میں بیان کیا گیا ہے کہ آں حضرت علیہ السلام، حضرت خدیجہؓ سے نکاح سے قبل، ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ بغرض تجارت مکے سے شام روانہ ہوئے۔ جس وقت شام میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک درخت کے سایے میں جو ایک راہب کے عبادت خانے کے قریب تھا قیام فرمایا۔ اس راہب نے گرجا کی کھڑکی سے میسرہ کی جانب دیکھا اور دریافت کیا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ میسرہ نے اسے جواب دیا کہ یہ صاحب قبیلۂ قریش سے ہیں اور حرم کے رہنے والے ہیں۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی قیام نہیں کرتا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مال فروخت کیا اور وہ چیزیں جو منظور تھیں وہاں سے خریدیں۔ تمام اسباب (اونٹوں پر) لادا اور مکۂ معظّمہ واپس ہوئے۔ (واپسی پر) میسرہ نے بتایا کہ جس وقت دوپہر کی سخت گرمی ہوتی تھی تو دو فرشتے نازل ہوتے تھے اور آپ پر گرمی سے بچانے کے لیے سایہ کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سفر جاری رکھتے تھے۔ جب مکہ معظّمہ میں تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے وہ چیزیں جو آپ (شام سے) لائے تھے

فروخت کر دیں، اس سے دو گنا یا اس کے قریب نفع ہوا۔

میسرہ نے حضرت خدیجہؓ کو راہب سے اپنی گفتگو اور فرشتوں کے سایہ کرنے کے بارے میں بتایا۔ جب آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے ابن عم! آپ کے بارے میں لوگوں کے نیک گمان نیز میرے قریب ہونے کے سبب مجھے آپ سے رغبت ہوگئی ہے۔ آپ کا اپنی قوم میں شریف ہونا، امین ہونا، صاحبِ خلق ہونا، اور قول میں صادق ہونا (بھی اس رغبت کا) سبب ہے۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا نفس پیش کیا (نکاح کا پیغام دیا)۔ حضرت خدیجہؓ کو نسبت شریف کا یقین تھا۔ اُس عہد میں وہ بہ اعتبارِ نسبت افضل اور بہ اعتبار شرف عظیم تھیں۔ مالِ کثیر کی مالک تھیں اور اُن کی قوم کا ہر شخص ان امور کے باعث اُن کا حریص تھا۔

حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر اپنے چچاؤں سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خویلد بن اسد کے مکان پر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت خدیجہؓ کو پیغام نکاح دیا جسے خویلد بن اسد نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد ابو طالب شرفائے شہر کے ساتھ آئے اور خطبۂ نکاح پڑھا:

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ثابت ہیں، جس نے ہمیں ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ کی اولاد میں پیدا کیا اور ہمیں اپنے گھر کی نگہبانی اور حرم کے انتظام کا شرف بخشا۔ اس نے خانۂ کعبہ کو امن کی جگہ قرار دیا اور ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا۔

بے شک میرے بھتیجے محمد ﷺ بن عبداللہ سب لوگوں سے وزن میں زیادہ ہیں یعنی اگرچہ محمد ﷺ تھوڑا مال رکھتے ہیں جو آتا جاتا سایہ ہے لیکن نبی خزاعہ سے تمام وکمال قرابت رکھتے ہیں۔ تحقیق کہ خدیجہ بنت خویلد نے نکاح کا پیغام دیا اور ان کے لیے، ان کے مال میں سے اتنا اور اتنا مہر مقرر کیا۔ پس خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ خصائل اور شرف کے حامل ہیں، انھوں نے خدیجہؓ کو اپنے حبالۂ نکاح میں لیا۔''

اس وقت (نکاح کے وقت) آں حضرت علیہ السلام کی عمر شریف پچیس سال دو ماہ اور دس دن تھی اور خدیجہؓ اٹھائیس سال کی تھیں۔ روایتوں میں آیا ہے کہ تحقیق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کو بارہ اوقیہ[1] سونا مہر ادا کیا۔ حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نبوت سے قبل پندرہ سال اور ہجرت سے تین سال قبل تک رہیں اس کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف انچاس سال آٹھ ماہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] ایک اوقیہ چالیس درم وزن کا ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں فرہنگ عامرہ مصنفہ محمد عبداللہ خویشگی۔

خاص مصاحب حضرت صدیقؓ تھے۔ روایت کیا گیا ہے، تحقیق آدم علیہ السلام نے کہا کہ "میں قیامت میں تمام انسانوں کا سردار ہوں گا لیکن میری اولاد میں سے ایک ہستی ایسی ہے جو مجھ سے افضل ہے۔ اس کی بیوی اس کے دین میں اس کی مدد گار ہوگی۔ میری بیوی نے میری خیانت کی اور اس امر میں میری مددگار بنی۔ اللہ تعالیٰ نے، اس (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے شیطان پر اس کی مدد کی۔ میرا شیطان انکاری رہا۔" روایتوں میں آیا ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ اسلام لائیں، مردوں میں حضرت ابوبکرؓ اور لڑکوں میں حضرت علیؓ بن ابی طالب سب سے پہلے ایمان لائے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس امر کا حکم دیا گیا کہ میں خدیجہؓ کو بشارت دوں جنت کے مکانوں میں سے اس مکان کی جونہایت وسیع بنایا گیا ہے اور جس میں نہ شور و شغب ہوگا نہ تکلیف ہوگی۔ (ایک مرتبہ) جبریلؑ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت خدیجہؓ کو اُن کے رب کا سلام کہیں پس حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے خدیجہ یہ جبریل علیہ السلام ہیں اور تمھیں سلام پہنچاتے ہیں۔

رسول علیہ السلام جب پینتیس سال کی عمر کو پہنچے تو کعبے کی بنیاد بلند کی گئیں اور قریش اس بات پر رضا مند ہو گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حکم ہوں گے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر ونذیر بنا کر مبعوث کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غارِ حرا میں جو مکے کے ایک پہاڑ میں ہے جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں چند راتیں عبادت میں بسر فرماتے تھے۔ سو جبریل علیہ السلام نے کہا، اقرا (پڑھیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نہیں پڑھتا۔ اس کے بعد جبریلؑ نے کہا، اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ؕ[1] پس رسول اللہ علیہ السلام مع ان آیات کے اس حالت میں واپس آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب، گوشت اور پیٹھ لرز رہے تھے۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو فرمایا مجھے کپڑوں میں لپیٹ دو پس آپ کو لپیٹ دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کا اضطراب وخوف جاتا رہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے خدیجہ! اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی سرگزشت انھیں سنائی اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے تسلی دی اور کہا کہ آپ ﷺ کو بشارت ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ بے شک آپ ﷺ صلہ رحمی فرماتے ہیں، جو دوسروں کے لیے بوجھ ہیں ان کا بار اٹھاتے ہیں، یتیموں اور غریبوں کی پرورش کرتے ہیں، مفلسوں کو مال صدقہ کرتے ہیں، اپنے مہمانوں کے لیے کھانا تیار کراتے ہیں یعنی مہمان نواز ہیں اور اپنوں کی مدد فرماتے ہیں۔

پس حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انھوں نے زمانۂ

---

[1] پارہ ۳۰، سورہ العلق، آیات: ۱ تا ۵ (ترجمہ: اے محبوب! پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ خون بستہ سے انسان کو بنایا۔ آپ پڑھیں اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے۔ جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا۔ انسان کو سکھایا جو (وہ) نہ جانتا تھا)۔

جاہلیت میں عیسائی مذہب قبول کرلیا تھا۔ وہ کافی عمر کے تھے اور نابینا تھے۔ سو حضرت خدیجہؓ نے فرمایا، اے ابن عم اپنے بھتیجے کا واقعہ سنو، چنانچہ ورقہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے بھتیجے! آپ ﷺ پر کیا واقعہ گزرا؟ حضور ﷺ نے جو واقعہ گزرا تھا بیان فرمایا۔ ورقہ نے کہا کہ یہ وہی ناموس یعنی جبریل ہے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہوتا تھا۔ کاش میں اُس زمانۂ نبوت میں تنومند جوان ہوتا اور کاش میں اُس زمانے تک زندہ رہتا جب قوم آپ کو وطن سے نکالے گی۔ رسول علیہ السلام نے دریافت فرمایا، کیا لوگ مجھے وطن سے باہر نکالیں گے، ورقہ نے کہا ہاں۔ کوئی نبی ایسی ہدایت نہیں لایا جیسی آپ لائیں گے لیکن آپ سے دشمنی کی جائے گی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ نبوت کا دعویٰ فرمائیں گے تو آپ کی مدد کرتا اور مدد بھی بہت زیادہ۔ بعد ازاں ورقہ بن نوفل زیادہ عرصے زندہ نہ رہے اور انتقال کر گئے۔

(بعد ازاں) وحی کافی عرصے بند رہی، حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے۔ اس روایت میں کہ ''ہمیں غمگین ہونا حاصل ہوا'' سے مراد یہی ہے کہ غمگین ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ارادہ فرمایا کہ خود کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے گرادیں، چنانچہ جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود کو پہاڑ سے نیچے گرانے کے لیے تشریف لے جاتے تو جبریل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور عرض کرتے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بے شک اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ بہر حال وحی لمبے عرصے تک بند رہی۔

آخر وحی نازل ہوئی، چنانچہ جبریل علیہ السلام مثل سابق نمودار ہوئے اور مثل سابق وحی نازل کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے امر کی تکمیل کی۔ جب وحی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو جس پتھر اور درخت یا خار دار جھاڑی کے پاس سے گزرتے تو وہ عرض کرتا ''السلام علیک یا رسول اللہ''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس رات میری بعثت ہوئی میں مکے میں تھا، بے شک پتھر مجھے سلام کرتے تھے اور میں اُن پتھروں سے واقف ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ربیع الاوّل کے آٹھ یوم گزرنے کے بعد پیر کے روز مبعوث کیا گیا۔☆ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صاف صاف رسالت کی تبلیغ کی اور نصیحت فرمائی چنانچہ (اس دعوت پر) قوم نے بہت واویلا مچایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محصور کر دیا۔ جس وقت آپ ﷺ اس حصار سے نکلے تو آپ ﷺ کی عمر شریف انچاس سال، آٹھ ماہ اکیس روز تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب نے وفات پائی اور تین دن کے بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچاس سال تین ماہ کی عمر کو پہنچے تو مقام نصیبین کے جن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ بعد ازاں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اکیاون سال نو ماہ تھی تو مقام ابراہیم سے بیت المقدس تشریف

☆مشہور احادیث صحیحہ اور آیات قرآنی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالمِ ارواح میں سب سے پہلے نور سے تخلیق ہونا اور نبی و رسول ہونا ثابت ہے۔ یہاں بعثت سے مراد نزولِ وحی ہے۔ (ناصر الدین)

لے گئے، جہاں آپ ﷺ کا سینۂ مبارک چاک کیا گیا اور آپ ﷺ کے قلب مبارک کو آبِ زم زم سے دھویا گیا پھر قلب مبارک کو ایمان وحکمت سے معمور کیا گیا۔ پھر براق لایا گیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے اور آسمان کی بلندی کی جانب روانہ ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تحقیق کہ میں نے آسمان اوّل پر آدم علیہ السلام سے، آسمان دوم پر عیسیٰؑ اور ان کے بھانجے یحییٰ علیہم السلام سے، آسمانِ سوم پر یوسف علیہ السلام سے، آسمان چہارم پر ادریس علیہ السلام سے، آسمان پنجم پر ہارون علیہ السلام سے، آسمان ششم پر موسیٰ علیہ السلام سے، اور آسمان ہفتم پر ابراہیم علیہ السلام سے، جو بیت معمور سے پشت لگائے ہوئے تھے، ملاقات کی۔ (معراج شریف میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی امت پر پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ترپین سال ہوئی تو آپ ﷺ نے مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاوّل کے آٹھ یوم گزرنے کے بعد بروز پیر ہوا، اور پیر ہی کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اعلانِ نبوت کے بعد (مکہ معظّمہ میں) آپ ﷺ کا قیام تیرہ سال رہا۔ (مکہ معظّمہ میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دین کی تبلیغ کے لیے) لوگوں کے گھروں پر، عکاظ اور مجنہ کے بازاروں میں نیز حج وعمرے کے زمانے میں لوگوں کے پاس آتے جاتے تھے اور فرماتے تھے:

''وہ کون ہے جو میرے رب کے پیغام کو پہنچانے کے لیے میری مدد کرے اور اس کے بدلے میں جنت کا حق دار بنے۔''

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغِ دین کے لیے لوگوں کے گھروں پر جاتے تھے تو لوگ آپ ﷺ کی جانب انگلیاں اٹھا اٹھا کر اشارہ کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (مدینے کے) انصار کو آپ کی خدمت میں پہنچایا، سو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ ان میں ہر وہ شخص، جو اسلام لایا تھا جب اپنے اہل وعیال میں واپس آیا تو اس کی باتیں سن کر اہل وعیال بھی اسلام لے آئے یہاں تک کہ انصار کے گھروں میں ایسا کوئی گھر باقی نہیں رہا جو مسلمان نہ ہوگیا ہو۔ انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کردیا اُس زمانے میں بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے تھے اور خانۂ کعبہ کو پیٹھ نہ دیتے تھے بلکہ اس کو بھی اپنے سامنے رکھ کر نماز ادا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینۂ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد سترہ یا سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز ادا کی جاتی رہی۔

جب حضور علیہ السلام نے (مکے سے) ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور اُن کا غلام عامر بن فہیرہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے اور عبداللہ بن الارتقط رہبر تھا۔ یہ عبداللہ بن الارتقط کافر تھا (تاریخ میں) اس کا اسلام لانا ثابت نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ ہم رات سے صبح تک اور صبح سے آفتاب قائم ہونے یعنی دوپہر تک سفر کرتے تھے، پھر راستہ بند ہوجاتا اور کوئی شخص وہاں سے نہیں گزرتا تھا۔ میں نے ایک چٹان دیکھی جس کے نیچے سایہ تھا اور وہ جگہ ابھی گرم نہ ہوئی

تھی، چنانچہ میں نے رسول علیہ السلام کے لیے وہ جگہ درست اور صاف کی۔ میرے پاس ایک جھاڑو تھی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں آپ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کے گرد اگرد جھاڑو دیتا ہوں۔ پس میں باہر نکلا۔ یکا یک میری نظر ایک چرواہے پر پڑی کہ وہ سایہ دار چٹان کی طرف آ رہا ہے اس کا ارادہ بھی میرے ارادے کی طرح تھا یعنی چٹان کے سائے میں بیٹھنا۔ میں نے اس سے دریافت کیا، اے چرواہے! تمھارا تعلق کس جگہ سے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اہل مدینہ سے ہوں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا تمھارے گلے کی بکریوں سے دودھ حاصل ہوسکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیان فرمایا کہ اس کے بعد وہ چرواہا ایک بکری لایا۔ میں نے بیٹھ کر اس کے تھنوں کو صاف کیا پھر چرواہے کے برتن میں دودھ دوہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بعدازاں میں نے دودھ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے پانی ملایا اور رسول علیہ السلام کو نیند سے جگانا پسند نہیں کیا حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ میں حضور ﷺ کے بیدار ہونے تک دودھ کا برتن لیے کھڑا رہا (جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ نوش فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نہیں پیوں گا جب تک کہ تم راضی نہ ہوجاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا، جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہجرت کو لازم کیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ اس کے بعد ہم نے سفر کے لیے کوچ کیا۔ ہم راستے میں تھے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم (ہمارے تعقب میں) آ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ (سراقہ کو دیکھ کر) رونے لگے اور عرض کیا کہ سراقہ ہمیں تلاش کرنے اور گرفتار کرنے کے لیے آ گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور سراقہ کے لیے دعا کی، سو اُس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اس نے عرض کی بے شک آپ ﷺ نے دعا فرمائی ہے، اب دعا فرمائیں کہ میں (اس مصیبت سے) نجات پاؤں۔ اس کے بدلے میں میں کفار مکہ کو واپس لوٹا دوں گا جو آپ کو پکڑنے کے لیے میرے پیچھے آ رہے ہیں اور آپ ﷺ کے بارے میں میں کسی کو مطلع نہ کروں گا۔ پس حضور علیہ السلام اور ابوبکرؓ دونوں نے سراقہ کے لیے دعا کی اور وہ واپس لوٹ گیا اور اپنے عہد پر قائم رہا۔ اس نے لوگوں کو بھی راستے سے لوٹا دیا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ بے شک سراقہ نے عرض کیا کہ یہ میرا ترکش ہے سو آپ ﷺ بطور نشانی اپنے پاس رکھ لیں۔ راستے میں فلاں مقام پر آپ ﷺ کو میرے اہل وعیال ملیں گے۔ آپ ﷺ انھیں یہ نشانی دکھا کر جو کچھ ضرورت ہو پوری فرمالیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہمیں اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ام معبد کے خیمے پر ہوا جو قوم خزاعہ سے تھی۔ یہ خاتون خیمے کے صحن میں بیٹھتی تھی اور مسافروں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی تھی، چنانچہ حضور علیہ السلام کھجور اور گوشت خریدنے کے لیے اس کے پاس گئے لیکن ام معبد کے پاس نہ کھجور تھی اور نہ گوشت تھا۔ وہ مشرکین میں سے تھی۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خیمے کے قریب ایک بکری دیکھی اور ام معبد سے اس کی کیفیت دریافت فرمائی، ام معبد نے جواب دیا کہ یہ وہ بکری

ہے جوضعف وناتوانی کے سبب گلے کے پیچھے رہ گئی تھی۔حضور علیہ السلام نے فرمایا، یہ دودھ دیتی ہے، ام معبد نے عرض کیا کہ یہ قوت سے زیادہ بوجھ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرتم اجازت دوتو ہم اسے دوہیں۔ اس نے عرض کیا میرا باپ اور میری ماں آپ ﷺ پر فداہوں اگر دوہنا مناسب ہےتو آپ کو اجازت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کے لیے دعا کی۔ اپنے دست مبارک سے اس بکری کے تھنوں کا مسح کیا اور زبان مبارک سے بسم اللہ پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد کی بکریوں کے لیے دعا فرمائی چنانچہ وہ کثرت سے شیر دار ہوگئیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن طلب فرمایا جو جماعت کے لیے کافی تھا۔ دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہا اور جماعت کو پلایا وہ شکم سیر ہوگئی۔

پھر دوستوں کو پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہوگئے بعد ازاں خودنوش فرمایا۔تیسری بار دوہا اور برتن لبالب ہوگیا تو (اسے ام معبد کے لیے چھوڑ کر) سفر پر روانہ ہوگئے۔ دوران سفر ایک آواز سنائی دی۔ آواز مکۂ معظّمہ سے آرہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سماعت فرمارہے تھےلیکن یہ نہ جان سکے کہ کہنے والا کون ہے؟ وہ کہہ رہا تھا، شعر:[۱]

جزی الله رب الناس خیر جزالهٗ
رفیقینِ حلاّ خیمتی اُم معبدِ

ترجمہ: اللہ جولوگوں کا پروردگار ہے، وہ اچھا بدلہ دے ان دو دوستوں کو جو ام معبد کے خیمے میں اترے۔

هما نزلا بالبر ثم تروّحا
فا فلح من امسیٰ رفیق محمد ﷺ

ترجمہ: وہ دونوں نیکی اور بھلائی کے ساتھ وہاں اترے پھر وہاں سے چلے گئے سو کامیاب رہا جو محمد ﷺ کا دوست اور رفیق ہوا۔

لیهن بنی کعبٍ مقام فنا ئهم
وَمقعدها للمومنین مرصد

ترجمہ: بنوکعب (بن لوی یعنی قریش مکہ) اپنے صحن اور مسکن میں مؤمنین کا انتظار کررہے تھے۔

فیالِ قصّیً مازوی الله عنکم
به من فعالِ لا یجازی وسودد

ترجمہ: پس اے قصی کے خاندان والو! اللہ تم کو ایسے کام سے روکے جو سرداری اور شرافت کے ساتھ نہ چل سکے۔

---

[۱] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۲۷۹ پر اس شعر سمیت چھ اشعار نقل کیے گئے ہیں۔ ہر مصرع غلط تحریر ہوا ہے۔ مترجم نے پروفیسر علی محسن صدیقی کی رہنمائی میں ابن ہشام کی ''السیرۃ النبویہ'' مع ''الروض الانف'' مصنفہ سھیلی سے تمام اشعار کو نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ابن ہشام ص ۵ نیز سھیلی ص ۷ مطبوعہ فاروقیہ ملتان ۱۳۸۷ھ مترجم پروفیسر علی محسن صدیقی صاحب کا بے حد ممنون ہے کہ ان کی عنایت سے صحیح متن قارئین تک پہنچا۔

سلوا اُختکم عن شاتها وانائها
فانکم ان تسئلوا الشاة تشهد

ترجمہ: تم (آلِ قصی) اپنی بہن (ام معبد) سے اس بکری اور برتن کے بارے میں پوچھو اور اگر تم بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی گواہی دے گی۔

دعا ها بشاةٍ حائلٍ فتحلّبت
له بصریحٍ ضرة الشاة مزبد

ترجمہ: (محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس (ام معبد) سے ایک جوان غیر حاملہ بکری مانگی اور اس کے تھن کو دوہا جس سے ڈھیر سا دودھ نکلا جو جھاگ مار رہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکۂ معظّمہ میں) تھے۔ جب آپ ﷺ مکے سے باہر نکلے (تو پہرہ داروں کی نگاہ سے) پوشیدہ ہوگئے۔ حضرت ابو بکرؓ کا بیان ہے کہ مکے کے پہاڑوں کے ایک پہاڑ میں غار ہے جسے غارِ ثور کہا جاتا ہے، میں نے مشرکین کے قدم دیکھے اور ہم غار میں تھے۔ مشرکین ہمارے سروں پر تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ لوگ اپنے پیروں کی طرف نیچے نگاہ کریں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابو بکرؓ تم کیا گمان کرتے ہو، اُن دو شخصوں کے ساتھ تیسرا اُن کا خدا ہے۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ طیبہ میں داخل ہوئے تو انصار مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے بارے میں آپس میں جھگڑنے لگے۔ (ہر شخص چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اس کے گھر میں قیام فرمائیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نبی کے لیے عبدالمطلب کے بھائیوں کے ہاں قیام کرنے میں کوئی خوف نہیں ہے، جنھوں نے اس طرح تعظیم کی۔ (اس وقت یہ منظر تھا کہ) مرد اور عورتیں اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ بچے اور لڑکے مدینے کی گلیوں میں پھیل گئے اور سب بلند آواز سے کہہ رہے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

چوتھا شرف۔ آپ ﷺ کا کفار سے جہاد کرنے اور آپ کی حفاظت کرنے والوں کے ناموں کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ جملہ مشہور غزوات کی تعداد بائیس ہے۔ بعض دوسرے نامور عالم اس سے زیادہ بھی بتاتے ہیں۔ کشاف[1] میں سورۂ انفال کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ قریش کے سردار ابوسفیان، عمرو عاص اور ہشام چالیس

[1] کشاف۔ یہ قرآن حکیم کی تفسیر ہے۔ اس کے مصنف جار اللہ زمخشری تھے۔ ملاحظہ فرمائیں'' فوائد الفواد (اردو ترجمہ) از محمد سرور جامعی لاہور ۱۹۸۰ء (طبع دوم) ص ۲۳۴۔

سواروں اور پیادوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملک شام سے واپس ہوتے ہوئے نہاوند کے نواح میں پہنچے۔ معرکۂ روزگار کے رستم اور مجادلۂ جنگ کے گستہم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (ان کے سفر کی) خبر ملی تو انصار اور مہاجرین کے ساتھ تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لیے مدینے سے باہر نکلے۔ جب ابوجہل کو اس کی اطلاع ملی تو کعبے شریف کی چھت سے پکارا۔ اے قریش کے جنگی پہلوانو اور بے دھڑک جنگ کرنے والو! جمع ہوجاؤ اور جلدی کرو کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار اور لشکرِ مخلوق کے سردار محمد مصطفٰی علیہ السلام تمھارے سرداروں کے تعاقب میں ہیں۔ اسلام اور دین کے وہ سپہ سالار جو کافروں کے دین سے کینہ رکھتے ہیں اگر روکے نہ جائیں گے تو تمھیں نجات حاصل نہ ہوسکے گی۔ ایسا واقعہ دیکھنے سے تکلیف سے مرجانا بہتر ہے۔

اس واقعے سے قبل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بہن نے ایک خواب دیکھا تھا، گویا ایک فرشتہ تقدس اور محبت کے مقام سے زمین پر اترا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک پہاڑ ہے۔ ایسا کوئی گھر نہیں بچا ہے جس پر اس پہاڑ سے پتھروں کی بارش نہ ہوئی ہو۔ حضرت عباسؓ اس خواب کی تعبیر سمجھ گئے تھے انہوں نے قتل وخوں ریزی سے منع بھی فرمایا لیکن ابوجہل نے اُن کی ایک نہ سنی اور قریش کے ڈیڑھ ہزار سوار اور پیادے جنگجویوں کا لشکر لے کر مکۂ معظّمہ سے باہر نکلا۔ تجارتی قافلے کے پیشوا نے بدر میں پڑاؤ کیا۔

جبریل علیہ السلام حضرت کرام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وحی لائے اور کہا، **ان الله وعدک احد الطائفتین** یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے ان دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے۔ خواہ آپ تجارتی قافلے پر حملہ فرمائیں، خواہ اہل قریش سے جنگ کریں کہ انھوں نے بدر میں پڑاؤ کیا ہے، بہر حال فتح آپ ﷺ کی ہے۔ حضرت رسول علیہ السلام نے چاہا کہ قافلے کو ترک کریں اور اہل قریش سے جنگ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابہؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کفارِ قریش سے جنگ کرنا دشوار بتایا اور تجارتی قافلے پر حملہ کرنا پسند کیا۔ جیسے کہ آیۂ کریمہ میں آیا ہے۔ **وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ**[1] انصار سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اہل قریش ہیں نہ کہ قافلہ۔ سعد بن معاذؓ خوش ہوئے اور کھڑے ہوکر عرض کیا۔ اے آقا! ہم قومِ موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہیں ہیں جو یہ کہیں کہ **فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْنَ**[2] (پس تم جاؤ اور تمھارا رب۔ تم دونوں (ہی) اُن سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں)۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ چلیں ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، اگر آپ ﷺ سمندر کا رخ فرمائیں گے ہم آپ کے ساتھ موجود ہوں گے اور اگر آپ ﷺ پہاڑ پر چڑھیں گے تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ چڑھیں گے۔ سیدِ عالم علیہ السلام نے یہ بات ظاہر ہونے پر اپنا رخ اہل قریش

۱؎ پارہ۹۔ سورہ الانفال، آیت ۷۔ (ترجمہ: اے مسلمانو یاد کرو) جب اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ یقیناً تمھارے لیے ہے اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح (کمزور) گروہ تمھارے ہاتھ لگے۔

۲؎ پارہ۶۔ سورہ المائدہ۔ آیت ۲۴۔

(کے لشکر) کی جانب کیا اور فرمایا کہ فتح ہماری ہے تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ بدر میں فلاں جگہ ابوجہل قتل ہوگا، فلاں جگہ شیبہ کا سر کاٹیں گے۔ فلاں مقام پر ولید عتبہ کو ٹکڑے ٹکڑے کریں گے اور دوسری جگہ عمرو ہشام اور امیہ بن خلف کو ٹھکانے لگائیں گے اور اس کا پیٹ چاک کریں گے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے قتل ہونے کی جگہوں کی نشان دہی فرمائی۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین چوں کہ تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے خواہش مند تھے انھیں یہ باتیں دشوار معلوم ہوئیں۔ چارو ناچار باہر نکلے۔ حضرت رسول علیہ السلام تین سو پندرہ پیدل مجاہدین اور دوسو سواروں کو لے کر بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ ابوجہل کو یہ اطلاع ملی کہ تجارتی قافلہ سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ سلامتی سے گزر گیا۔ قریش چاہتے تھے کہ اب ہم بھی مکے واپس لوٹ جائیں لیکن ابوجہل نے قسم کھائی کہ میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک یہاں میز بانی نہ کروں، اونٹوں کو ذبح نہ کروں اور ایک ساتھ بزمِ عیش میں نہ بیٹھوں۔ ایک ساتھ رقص کا تماشا نہ دیکھ لوں یہاں تک کہ تمام عرب اور محمد علیہ السلام ہمارے باہر نکلنے کی خبر نہ سن لیں۔ کفار تو ان باتوں میں مشغول تھے اُدھر سید عالم علیہ السلام ان سے نو فرسنگ کے فاصلے پر میدان بدر میں تشریف فرما ہوئے اور میدان میں لڑائی کی ایسی جگہ منتخب فرمائی جہاں پانی نہ تھا۔ مثنوی:

بجائے گرفتند جائے نبرد
کہ گرمی زمردم بر آورد گرد

ترجمہ: (بدر کے میدان میں) لڑنے کی جگہ ایسے مقام کو حاصل کیا کہ گرمی نے لوگوں کے غم کو باہر نکال لیا۔

زمینے زگو گرد بے آب تر
ہوائے زدوزخ جگر تاب تر

ترجمہ: ایسی زمین تھی کہ گندھک سے زیادہ خشک تھی اور ہوا دوزخ سے زیادہ جگر کو جلانے والی تھی۔

نہ آبے درو سرد جز زہر ناب
نہ مہرے درو گرم جز آفتاب

ترجمہ: سوائے خالص زہر کے ٹھنڈا پانی دستیاب نہ تھا۔ آفتاب کی تپش کے سوا گرمیِ محبت ناپید تھی۔

جب[1] زمین کی خشکی اور بے آبی نظر میں آئی اور شیروں کو زہر آب کا مشاہدہ ہوا تو ناچار تیمّم کر کے نماز ادا کی اور فرضِ دین ادا کر کے شاد ماں ہوئے۔ (اُدھر) کفارِ قریش بھی اپنی کامیابی کے وہم میں مبتلا تھے۔ مثنوی:

---

[1] یہاں (ص ۲۸۱) سطر چار سے سترہ تک ضایع بدایع کی خوبیوں کے ساتھ مرصع تحریر ہے۔ کتابت کی تصحیح پر بھی کم توجہ دی گئی ہے۔ مترجم کو ترجمے میں غلطی کے امکانات کا احتمال ہے۔ لطائف اشرفی کا فوٹو اسٹیٹ نسخہ مترجم کی دسترس میں ہے اگر ترجمے میں کہیں سقم رہ گیا ہے تو مترجم معذرت خواہ ہے۔

پدیدی در آمد بہ اہلِ قریش
کہ آمد سیاہی زبیگانہ کیش

ترجمہ: اہل قریش (کے دل سے کامیابی کا بے بنیاد خیال) ایسے ظاہر ہوا جیسے بے دینوں (کے دل کی) سیاہی ظاہر ہوتی ہے۔

بدیں آمدن شادمانی شدہ
نہ شادی کہ بس کامرانی شدہ

ترجمہ: وہ اس کیفیت سے بہت شاد ماں ہوئے۔ نہ صرف شاد ماں ہوئے بلکہ خود کو کامیاب تصور کرنے لگے۔

عجب مرغے از دام من جستہ بود
خوش آورد یزداں کہ پابستہ بود

ترجمہ: عجیب پرندہ میرے جال سے چھوٹ گیا تھا۔ اچھا ہوا کہ خدا اسے لے آیا کیوں کہ پاؤں بندھا ہوا تھا۔

جب رستم آفتاب خواب گاہ مشرق سے اور گستہم عالم افروز میدانِ مشرق سے بر آمد ہوا تو قریش کے لڑنے والوں نے جہاں جہاں وہ تھے پانی میں غوطے لگائے اور اُن بے دین جنگجویوں نے لڑائی کی تیاری کر لی۔

مثنوی:

چو کو ہہ بر آورد گا و زمین
بروں جست شیرِ سیاہ از کمین

ترجمہ: زمین کی گائے کبڑے کی مانند نکلی اور سیاہ شیر نے اپنی گھات سے جست لگائی۔

جہاں از دلیرانِ لشکر شکن
چو انجم کشیدہ بسے انجمن

ترجمہ: دنیا نے ستاروں کی مانند لشکر شکن دلیروں سے بہت سی محفلیں سجائیں (میدان میں بہادر ستاروں کی طرح پھیل گئے)

اس اثنا میں اس شکست نصیب گمراہی کے لشکریوں اور عسکرِ جہالت کے ناموروں نے وہ قسم دہرائی کہ وہ (ابو جہل کے) خوانِ کرم اور دستر خوانِ طعام پر بیٹھیں گے اور جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کاسۂ سر سے پانی نہ پئیں گے نہیں جائیں گے (اُن سب پر اللہ کی لعنت ہو)۔ جب احباب اور صحابۂ رضوان اللہ علیہم نے یہ قسم سنی تو ان بے نصیبوں کی اس آواز سے بے حد غم زدہ ہوئے۔ اصحابؓ پانی سے محرومی کے غم، اضطراب کے وہم کے علاوہ (اس بے ہودہ قسم کے) تفکر اور تحیّر کے غم میں تھے کہ رات آ گئی اور لشکر پر نیند طاری ہوگئی۔ لشکر کے سر پر شیطانی وسوسوں اور مکر و فریب کے خوف کا ہراول

دستہ آ کھڑا ہوا۔ سب بدخوابی کی لپیٹ میں آ گئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ اس سے محفوظ رہے۔

جب لشکرِ فلک کے علم اور پرچم ظاہر ہوئے (یعنی صبح ہوئی) تو اصحابؓ نے اپنی حالت کے اضطراب اور خیال کی برانگیختگی کو رسول کامیاب علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک جماعت جو گزشتہ شب کی بدخوابی سے پریشان ہے۔ ایسی صورت حال میں ہم کس طرح میدانِ جنگ میں اتریں گے اور کس طرح انتقام کے لیے لڑنے والوں پر غالب آئیں گے۔ میدان کی صورت یہ ہے کہ پیر زانو تک ریت میں دھنس جاتے ہیں۔

مثنوی:

زریگش امیدِ بر آب آیدم
نہ از غرق ریگ سراب آیدم

ترجمہ: میں اس کی ریت سے پانی حاصل کرنے کی امیدیں لایا تھا۔ اس لیے نہیں آیا تھا کہ ریت کے سراب میں ڈوب جاؤں۔

پیمبر ﷺ چو بشنید عرض نیاز
بدا رائے گردوں بر آورد راز

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہؓ کی عرض نیاز سنی تو آسمان کے حاکم (اللہ تعالیٰ) سے دعا کی۔

بر آورد ودست ومناجات کرد
ہمہ روئے دل سوئے حاجات کرد

ترجمہ: آپ ﷺ نے مناجات کے لیے دست دعا اٹھائے اور تمام تر توجہ قاضی الحاجات کی جانب رکھی۔

حضرت رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پانی برسانے اور صحابہؓ کے اضطراب کو دور فرمانے کے لیے دعا کی۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک بلند تھے کہ بارانِ رحمت نے نزول فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے کرم کا بادل برسا اور اتنا برسا کہ دردمندوں کی جان سیراب ہوگئی۔ مثنوی:

سحابِ لطف او بارید چنداں
کہ شد سیراب جانِ درد منداں

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا بادل اتنا برسا کہ دردمندوں کی جان سیراب ہوگئی۔

چو یاراں سر بسر در آب کردند
زنارِ تشنگی سیراب خوردند

ترجمہ: تمام صحابہؓ پانی سے تر ہوگئے، تشنگی کی آگ بجھ گئی سب سیراب ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ سے عرض نیاز کرتے ہی ابرِ کرم سے اس قدر بارش ہوئی کہ اصحابؓ نے اچھی طرح غسل کیا اور احباب کو (منھ مانگی) مراد حاصل ہوئی نیز میدان کی ریت (تری کی وجہ سے) بیٹھ گئی۔ بیت:

چو میدان لشکر بر آراستہ
شدہ ریگ از آب آراستہ

ترجمہ: بحر حال لشکر کا میدان آراستہ ہوگیا اور بارش سے میدان کی ریت بھی ہموار ہوگئی۔

ایسی صورتِ حال میں ابلیس لعین اپنے مکرو فریب کی کمین گاہ سے نکلا اور سراقہ (بن جعشم) کی شکل بنا کے تین سو سواروں کے ساتھ جوزرہ پہنے ہوئے، تلوار لٹکائے ہوئے اور زہر نوش لڑنے والوں کی طرح علم اٹھائے ہوئے تھے، قریش کی مدد کے لیے نمودار ہوا۔ اس نے ابوجہل سپہ سالارِ لشکر کے زانو کا بوسہ دیا اور عرض کیا کہ میں اس روز سے آپ سے شرمندہ ہوں جس روز آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کرو مجھ سے اس معاملے میں تقصیر ہوئی۔ آج میں حاضر ہوا ہوں کہ اُس تقصیر کی معذرت اور اس حکم کی معافی طلب کروں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ میدانِ جنگ اور لڑنے والوں کا ہراول مجھے بنائیں۔ مثنوی:

اگر سر لشکر مردانِ میداں
مرا سازید اے شیرانِ مرداں

ترجمہ: اے شیرانِ مرداں! مجھے آپ مردانِ میدان کے لشکر کا سردار مقرر کریں

بہ بینید از سرِ شمشیر تیزم
چو خونہا برسرِ میداں بریزم

ترجمہ: پھر دیکھنا کہ میں تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوں اور میدان میں کس قدر خون بہاتا ہوں۔

قریش کے مغرور اور بے دین سرداروں نے سراقہ کو لشکر کے آگے رکھا اور تیز وطرار ہتھیار بند لڑنے والوں کو اس کے ہمراہ کیا۔ جب لشکر دین اور قلبِ یقین کے شیروں نے سنا کہ سراقہ کو متکبّر افواج کا پیشوا اور حراقہ کو بے ساز لشکر کا سردار مقرر کیا گیا ہے تو وہ فکر مند ہوئے کیوں کہ کفار قریش میں تلوار بازوں اور تیر اندازوں کی تعداد بے شمار تھی اور لشکرِ اسلام میں تیغ زن مجاہدین کی بے حد کمی تھی۔ اس فرق کو اندھیری رات اور چراغ یا سیاہ اندھیرے اور آنکھ کی بینائی سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے۔ مثنوی:

سپاہاں چو شب، رومیاں چوں چراغ
کم وبیش چوں زاغ وچوں چشم زاغ

ترجمہ: فوجیں اندھیری رات اور رومی چراغ کی مانند تھیں یہ کمی اور بیشی کوّے اور کوّے کی آنکھ کی مثل تھی۔

زبسیار واندک سرانِ سپاہ
بہ پروین وانجم تواں بست راہ

ترجمہ: فوجوں کی کثرت وقلت کے سبب سے پروین وانجم تک راستہ بند کیا جاسکتا تھا۔

سپاہ دین اور جنگ گاہِ یقین کے سپہ سالار نبی علیہ السلام نے جب ساتھیوں اور دل داروں کی اس فکر مندی کا مشاہدہ فرمایا تو اپنا سر مبارک گردش اور تدبیر کرنے والے آسمان کی جانب اٹھایا اور (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) عرض کی کہ اے عاشقوں اور خستہ جانوں کے مشکل کشا! اگر آج یہ مٹھی بھر مسلمان اور قلیل اہل ایمان ہلاک ہوگئے تو ان کے بعد روئے زمین پر کوئی شخص باقی نہ رہے گا جو (خاص تیرے لیے) تیری پرستش کرے۔ مثنوی:

نماند کسی درجہاں یاد گار
کہ گوید خداوند پرور دگار

ترجمہ: دنیا میں کوئی شخص بطور یادگار باقی نہ رہے گا جو یہ کہے کہ مالک و پروردگار اللہ ہے۔

چہ مقصود داری زیں مشتِ خاک
کہ یک بار ازیناں ہر آری ہلاک

ترجمہ: اگر آپ نے ان تھوڑے سے بندوں کو ایک ہی بار ہلاک کردیا تو آپ کا مقصود کیا ہوگا۔

اسی لمحے فوجِ ملائکہ کے سالار اور رحمت نوشوں کے لشکر کے سردار یعنی جبریل، اسرافیل اور میکائیل علیہم السلام تین ہزار فرشتوں کے ساتھ آموجود ہوئے۔ ان کا لباس سفید تھا۔ وہ عمامے باندھے ہوئے تھے۔ وہ ابلق گھوڑوں اور اطلس سے مزین براقوں پر سوار تھے۔ مثنوی:

رسیدند مرغانِ لشکر شکن
نہ مرغاں کہ گرُدانِ گردن شکن

ترجمہ: لشکر تہس نہس کرنے والے طائر آپہنچے۔ یہ پرندے نہ تھے گردن توڑنے والے پہلوان تھے۔

ہمائے ہوائے ظفر جبرئیل
صف آراستہ باہمہ تا دو میل

ترجمہ: جبریل علیہ السلام جو فتح مندی کی فضا کے ہما ہیں۔ وہ سب کے ساتھ دو میل تک صف آراستہ ہوگئے۔

یکے شد مقدم زسر از سپاہ
سرافیل خود شد زقلب سپاہ

ترجمہ: ایک فوج کے ہراول کا مقدم ہوگیا۔ اسرافیل علیہ السلام فوج کے درمیانی حصے میں رہے۔

جناحے بنا موس آراستہ[1]
پس از باد پیائے پیراستہ

ترجمہ: بازو کو ناموس سے سجائے ہوئے باد پیا کے پیچھے زینت بخش تھے۔

پسیں[2] از سرافیل بر پشت کوہ
بسا از سروشان دیگر گروہ

ترجمہ: اسرافیل علیہ السلام کے پیچھے پہاڑ کی پشت پر فرشتوں کے بہت سے دوسرے گروہ تھے۔

جب ہر جانب سے فوج کے لشکر شکوہ حضرات نے ایک دوسرے کی جانب رخ کیا اور ہر طرف کے لشکر شکنوں نے اپنی مرضی کے مطابق دشمنی کے دروازے کھول دیے تو صراقہ جو آگے تھا، آیا۔ حراقہ بھی بے خودی کی کیفیت میں داخلِ میدان ہوا۔ اس طرف سے ایرانِ فلک کے رستم اور توران ملک کے گستہم جبریل علیہ السلام نکلے۔ سراقہ (یعنی شیطان لعین) نے اچھی طرح سے دیکھا تو لشکرِ اسلام کے ہراول دستے میں جبریل علیہ السلام کو پہچان لیا۔ بس ناموس اکبر (جبریل علیہ السلام) کو دیکھتے ہی میدانِ جنگ سے سرپٹ بھاگا اور کفار قریش کے قلب لشکر پر آ پڑا۔ مثنوی:

علم بر زدہ آفتابِ ظفر
گریزو فتادہ بہر رہ گزر

ترجمہ: فتح مندی کا آفتاب علم اٹھائے ہوئے ہر طرف کافروں کے تعاقب میں تھا۔

چو خورشید عسکر کشید از ستیز
شدہ لشکرِ روسیاں در گریز

ترجمہ: جب آفتاب نے لڑائی کے لیے لشکر مقابل کیا تو روسیاہوں کی فوج میدان سے بھاگ گئی۔

کما قال اللہ تعالیٰ یعنی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، **فَلَمَّا تَرَآءَ تِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ**[3] (پھر جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ (شیطان) الٹے پاؤں بھاگا)۔ لشکر کے شیاطین اور میدانِ جنگ کے لعین، بھاگتے اور تتر بتر ہوتے ہوئے لشکرِ کفار پر گرے۔ قریش کے سرداروں نے دردناک نعرہ لگایا اور بے دین سپہ سالار آہ وفغاں

---

[1] اس شعر کا مفہوم مترجم کے لیے ناقابل فہم ہے۔ جناح سے بازو اور ہراول دونوں مراد لیے جاسکتے ہیں۔ ہراول کا ذکر اس سے پہلے شعر میں آچکا ہے۔ اگر بازو ہے تو کونسا بازو؟ دایاں یا بایاں۔ باد پیاں (ہوا ناپنے والا) کنایہ ہے یا استعارہ۔ شعر سے ظاہر نہیں ہوگا۔ لفظی ترجمہ کردیا گیا ہے)۔

[2] آخری شعر کا پہلا مصرع مطبوعہ نسخے میں اس طرح ہے ''بین از سرافیل بر پشت کوہ'' اس لیے مترجم نے قیاسی تصحیح سے کام لیا ہے اور مصرعے کو اس طرح نقل کیا ہے ''پسیں از سرافیل بر پشت کوہ'')۔

[3] پارہ۔۱۰، سورہ الانفال۔ آیت ۴۸۔

کرنے لگے۔ کہنے لگے، اے بے شرم سراقہ اور تنگ دل حراقہ تم نے ان مٹھی بھر بے سرو سامان اور معمولی رسالے سے ہماری فوج کو شکست دلوائی اور اسے درہم برہم کرا دیا۔ ابو جہل نے بھی چیخ کر کہا، اے سراقہ تجھ پر کون سا خوف غالب آیا کہ تو نے جنگ سے فرار اختیار کی اور ہماری مہم کو ناکام کر دیا۔ سراقہ بھاگتا رہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اہل قریش کے پیغام رساں نے ان کے سینوں پر بہت زیادہ نمک چھڑکا اور کہا اے نامراد و بد روش (کافرو) اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْ اَرٰی مَالاَ تَرَوْنَ[1] (بے شک میں تم سے بیزار ہوں یقیناً میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے)۔ اے راستے سے ناواقف اور بینائی سے محروم لوگو! مثنوی:

دریناں سپا ہے کہ من دیدہ ام
ہر اسپے کہ در دل پسندیدہ ام

ترجمہ: اس میدان میں جو فوج میں نے دیکھی ہے (اس کے) ہر گھوڑے کو میں نے دل سے پسند کیا ہے

بہ بینید گریک ازاں صد ہزار
بدم در بر آید زجانہا دمار

ترجمہ: اگر تم اس کے صد ہزار میں سے ایک کو دیکھ لو تو تمہاری جانیں ہلاک ہو جائیں۔

قریش نے یہ بات سن کر بساطِ میدان خالی کرنا اور پہلوانوں کی صف سے بھاگنا شروع کر دیا۔ فرشتوں اور تخت کے لشکر نے اہل قریش پر تلوار سے حملہ کیا اور اُن آگ بھڑکانے والے لوگوں میں سے بہتیروں کو خاک پر لٹا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے آنے سے قبل تلوار سے ضرب لگانے اور بے انتہا ہیبت کی آوازیں سنیں اور سفید پوش ملائکہ کا مشاہدہ فرمایا۔ جاں نثارانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے عقب سے نکلے اور کافروں کے سر اڑانے لگے۔ بیت

بسر بردنِ خصم چوں پے فشرد
بسر برد تیغے کہ بر سر نہ برد

ترجمہ: متواتر قتل کر کے دشمن کا کام تمام کر دیا۔ ایسی کوئی تلوار نہ تھی جس نے سر نہ کاٹا ہو۔

غیبی اور الٰہی میدان کے شیروں نے جو رسول علیہ السلام کے دائیں اور بائیں طرف تھے زیادہ تر کافروں کو قتل کیا اور ان کے سر گھاس کی طرح کاٹ کر رکھ دیے۔ (اس معرکے میں) ابو جہل اور قریش سردار جیسے ہشام، عمرو، شیبہ، عقبہ ربیعہ، ولید عتبہ، امیہ بن خلف، ابی سعیط اور عمار ولید تقریباً، ستر اشخاص قتل کیے گئے۔ ایک دوسری روایت ہے کہ ایک سو اسّی افراد اُن مقامات پر کشتہ پائے گئے جن کی نشان دہی رسول علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ بیت

---

[1] پارہ۔۱۰، سورہ الانفال۔ آیت ۴۸۔

بنزدیک ہشتادیک بے دریغ
در آمد سرِ دشمناں زیرِ تیغ

ترجمہ: تقریباً ایک سو اسی دشمنوں کے سر بے تامل تلوار کے نیچے آئے۔

فتحیاب لشکر کے سپہ سالار اور فتح ونصرت کے میدان کے سردار علیہ السلام نے فرمایا، تم میں کون ہے جو مجھے ابوجہل کے بارے میں خبر دے کہ وہ میدان سے زندہ بچ کر نکل گیا یا قتل کر دیا گیا۔ اصحابؓ میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جو زخمیوں کی دیکھ بھال پر مامور تھے عرض کیا کہ میں نے ابوجہل کو مقتولوں کے درمیان بھاری زخموں کے ساتھ ایک جانب پڑا ہوا دیکھا ہے۔ وہ ریت میں دبتا جا رہا تھا۔ بیت:

بریگ آں گوہرِ بحرِ تباہی
نہاں گشتہ چواندر ریگ ماہی

ترجمہ: وہ بحرِ تباہی کا گوہر ریت میں چھپ گیا جیسے ریگِ ماہی ریت میں غایب ہوجاتی ہے۔

رسول علیہ السلام کے حکم پر عبداللہؓ زخمیوں کی طرف روانہ ہوئے اور میدان میں پڑے ہوئے ابوجہل کے سینے پر بیٹھ گئے۔ ڈاڑھی کو پکڑ کر اس کا سر کاٹا اور کٹے ہوئے سر کو رسول علیہ السلام کے مبارک قدموں میں ڈال دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا کہ الحمدللہ آج میری امت کا فرعون قتل کر دیا گیا۔ مثنوی:

چو آورد و بنہاد پیشِ رسول
رسول از دل وجاں نمودہ قبول

ترجمہ: (جب عبداللہ بن مسعودؓ ابوجہل کا سر کاٹ کر) لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا تو آپ ﷺ نے دل وجان سے (یہ خدمت) قبول فرمائی۔

چو موسیٰ بہ منت بسر بستۂ
کہ فرعونِ امت مرا خستۂ

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام کی مانند شکر گزار ہوئے کہ میری امت کا فرعون خستہ ہوا۔

قریش کے بہتر افراد جن میں ان بے دینوں کے سردار بھی شامل تھے گرفتار ہوئے۔ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ اور حضرت علی کے بھائی عقیل اور آپ ﷺ کے داماد ابو العاص جو حضرت زینبؓ کے شوہر تھے، گرفتار ہوئے۔ سید عالم علیہ السلام نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت عمرؓ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ تلوار سے ان کی گردنیں اڑادی جائیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو جھوٹا اور جادوگر کہا تھا اور ہمیں اپنے وطن سے

نکال دیا تھا (لیکن) حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ بے شک یہ لوگ آپ ﷺ (کے خاندان) سے ہیں اور بے شک آپ ﷺ (ان کے خاندان) سے ہیں (بہتر یہ ہے کہ) ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ بیت:

زاندر زمن کوش آمادہ کن
کہ بستاں فدا بندی آزادہ کن

ترجمہ: آپ ﷺ میری عرض مان لیں اور فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کر دیں۔

حضرت زینبؓ نے وہ ہار جو انھیں حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں دیا تھا، اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بطور فدیہ بھیجا۔ جب وہ ہار سید عالم علیہ السلام کو ملا تو آپ ﷺ نے اسے پہچان لیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ کو یاد کیا اور چشم مبارک نمناک ہوگئیں صحابہؓ نے ابو العاص کو فدیہ لیے بغیر رہا کر دیا۔ بیت

چو از چشمۂ چشم گوہر فشاند
اسیراں در آوردو بے فدیہ ماند

ترجمہ: جب آپ ﷺ کی چشم مبارک کے چشمے سے موتی ٹپکنے لگے تو قیدیوں کو بے فدیہ آزاد کر دیا۔

وہ ہار حضرت زینبؓ کو واپس کر دیا گیا۔ جب حضرت رسول علیہ السلام جنگ کے ارادے سے نکلے تو تین سو پندرہ پیادوں کے لیے دعا فرمائی تھی کہ بار الہا ان کو سوار بنادے چناں چہ جب مالِ غنیمت ہاتھ آیا تو کوئی پیدل مجاہد ایسا نہ رہا کہ طویلے کا مالک نہ بنا ہو (سب کے پاس سواری تھی) مثنوی:

چو در دست افتاد تاراج گنج
پر از مال گشتند بے دست ورنج

ترجمہ: جب مالِ غنیمت ہاتھ لگا تو بے محنت اور تکلیف کے سب مال دار ہوگئے۔

نماند از صحابہ کسے در سپاہ
کز اسپان وشتراں نزد پائگاہ

ترجمہ: صحابہؓ میں سے فوج میں ایک فرد بھی ایسا نہ رہا جس کے اصطبل میں گھوڑے اور اونٹ نہ ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فدیہ طلب فرمایا۔ انھوں نے کہا کہ میرے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو آپ نے امّ فضل کو یہاں آتے وقت دیا تھا۔ امّ فضل حضرت عبّاس کی زوجہ تھیں۔ جس وقت کہ حضرت عباسؓ نے امّ فضل سے یہ بات کہی تھی تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ انہوں نے رسول علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو کس نے خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جبریلؑ نے خبر دی۔ یہ سنتے ہی حضرت عباسؓ ایمان لے آئے۔ بیت:

پیمبر بر ایشاں چو بکشا دراز
بزودی در اسلام آورد ساز

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی (حضرت عباسؓ) پر یہ راز ظاہر کیا وہ فوراً موافقت میں اسلام لے آئے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ کا یہ مشورہ کہ بدر کے قیدیوں کو قتل کر دیا جائے خدائے بے نیاز کی رضا کے موافق رہا اور حضرت ابو بکرؓ کی یہ رائے کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے حکم احدیت کے موافق نہ پڑی۔ جبریلؑ درگاہ بے نیاز سے آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس مصیبت کا انتظار کریں جس سے سوائے عمر خطابؓ اور سعدؓ کے کسی کو رستگاری نہ ملے گی۔ سید عالم علیہ السلام نہایت رنجیدہ ہوئے اور مدینے کی جانب لوٹے۔

جنگ بدر ۲ھ ہجری رمضان کے مبارک مہینے میں واقع ہوئی تھی۔ سورہ آلِ عمران کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ جنگ احد بروز پیر ۱۷ رشوال ۳ھ ہجری میں ہوئی تھی۔

غزوۂ احد

جب سپاہِ جہالت کا اگلا دستہ اور ضلالت کے میدانِ جنگ کا ہراول مارا گیا تو سردار قوم ابوسفیان مکے میں تھا اس نے پریشان پرچموں کی فوج سے ایک لشکر تیار کیا اور شکست کی غیرت سے متاثر ہو کر مدینۂ طیبہ کی جانب چلا۔ بیت:

زجمع پریشاں سپاہے کشید
بسوئے مدینہ دو اسپہ دوید

ترجمہ: ایک پریشان گروہ سے ایک لشکر تیار کیا اور ایک دن میں دو منزلیں طے کرتا ہوا مدینۂ طیبہ کی جانب دوڑا۔

(ابوسفیان) تین ہزار جنگ آزما مردوں کے ساتھ اس میدان میں جس کی فضا سوگوار تھی اور جسے جنگ سے پامال ہونا تھا، کوہِ احد کے سامنے اترا۔ بیت:

فرود آمد آں جا سپاہے شگرف
کہ گردے برآرند ازاں بحرِ ژرف

ترجمہ: ایک عجیب قسم کی فوج نے وہاں پڑاؤ ڈالا، جس کا خیال تھا کہ گہرے سمندر سے مٹی نکالیں گے۔

میدانِ نبوت کے رستم اور مردانِ مردانگی کے تہمتن علیہ السلام نے معرکۂ ہمت کے بہادروں اور ہراول دستے کے دلیروں سے مشورہ کیا کہ ابوسفیان کے مقابلے اور مقاتلے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ وہ منافقوں کے لشکر کا سردار ہے۔ بعضے صحابہ نے رائے دی اور صورت حال کا نقشہ کھینچا کہ اس مرتبہ جنگ کے لیے باہر نہیں نکلنا چاہیے کیوں کہ قریش کے جنگلی اور

کافروں کے صحرا کے شیروں کی تعداد تین ہزار ہے اور ہم بے سبیل چند سو ہیں۔ بیت:

چہ پیکارِ کبکاں بشا ہیں بود
کہ ایں نازنیں آں پر ازکیں بود

ترجمہ: چکوروں کی شاہین سے کس طرح جنگ ہوسکتی ہے کہ یہ نازک ہیں اور وہ کینے سے پر ہے۔

امیر المسلمین حمزہؓ اور اصحاب جنھوں نے اس روز شہادت پائی تھی یہ فتح مند رائے دی کہ ہمیں باہر نکل کر حملہ کرنا چاہیے۔ رسول علیہ السلام نے یہ رائے پسند فرمائی اور ان کو شوق دلانے کے لیے زرہ زیب تن فرمائی اور دشمنی کی کمر کھولی۔ تھوڑے سے اصحاب کو اس فیصلے سے اندیشہ تھا۔ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا، انبیا جب زرہ پہن لیتے ہیں تو جنگ کیے بغیر واپس نہیں لوٹتے۔ اب ہمیں بہر حال باہر نکلنا چاہیے۔ بیت:

چورستم بہ تن در زرہ در کشید
نہ شاید کہ بے جنگ از بر کشید

ترجمہ: جب رستم کی مانند جسم پر زرہ پہن لی تو بغیر جنگ کیے جسم سے اتارنا نہیں چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس انتظام میں تھے کہ وحی نازل ہوئی اور جبرئیل علیہ السلام نے کامیابی اور فتح مندی کی بشارت دی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج حق تعالیٰ نے فتح آپ کی جانب رکھی ہے۔ بیت:

ندائے رسیدہ زہاتف بسر
کہ امروز بہر تو آید ظفر

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے) قلب مبارک پر غیب سے آواز آئی کہ آج صرف آپ ﷺ کے لیے فتح مندی وقف ہے۔

فتح مندی کی[1] یہ بشارت ملنے کے بعد ایک ہزار افراد اور دوسری روایت کے مطابق نو سو اشخاص شرفِ ایمان سے مشرف ہوئے تھے کہ خالد بن ولید کو ذات النعیم میں چھپا دیا تھا اور خود[2] اس لشکر سے مقابلہ کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ جبریلؑ آئے اور رسول علیہ السلام کو خبر دی کہ خالد بن ولید ذات النعیم میں چھپا ہوا ہے۔

مثنوی:

---

[1] یہاں سے مطبوعہ نسخے (ص ۲۸۴) میں عبارتوں میں بے ربطی اور ژولیدگی ہے۔ مترجم نے متن کے مطابق لفظی ترجمہ کیا ہے۔ ''بوصولِ بشارت ظفر با یک ہزار نفر، بر اویتے نہ صد کس بشرف ایمان مشرف شدہ بود کہ ولید خالد را در ذات النعیم پنہاں کردہ وخود بمقابلۂ ایں سپاہ ستادہ''۔

[2] یہاں یہ بات بالکل واضح نہیں ہے کہ کون کس کے لشکر سے مقابلے کے لیے کھڑا ہوا۔ مترجم اس کی اہلیت نہیں رکھتا کہ ایسے نازک مقامات پر قیاسی تصحیح سے کام لے۔ البتہ ایسے مقامات پر ترجمے کی مشکلات کی نشان دہی کرسکتا ہے۔

خبر کرد طاؤس بسیار پر
کہ مر غیست پنہاں دریں شاخ تر

ترجمہ: بہت پروالے طاؤس (جبریل علیہ السلام) نے خبر دی کہ اس شاخ تر میں پرندہ چھپا ہوا ہے۔

کہ آں شاخ رانام ذات النعیم
نہادست آں باغبانِ کریم

ترجمہ: کہ باغبانِ کریم نے اس کا نام ذات النعیم رکھا ہے۔

سید عالم علیہ السلام نے عبداللہ جبیر کو تین سو مجاہدین کے ساتھ اپنے علم کے نیچے رکھا اور ان سے فرمایا کہ تم تیراندازوں کے امیر ہو۔ (اس طرف سے) ہوشیار رہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میں سے کوئی یہ جگہ چھوڑے یا اِدھر اُدھر جائے کیوں کہ ابن ولید ذات النعیم میں چھپا ہوا ہے۔ اگر وہ تم پر حملہ کرے تو تم ایک ساتھ اس پر تیروں کی بارش کردو۔ (یہ فرما کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اصحابؓ کے ساتھ قلب لشکر میں تشریف فرما ہوئے۔

ستر مجاہدین نے ابوسفیان پر حملہ کیا۔ ابوسفیان نے شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی۔ بیت:

چناں اوفتادہ بہ لشکر شکست
کہ پورے پدر رانگیرد بدست

ترجمہ: لشکر کو ایسی زبردست شکست ہوئی (اور ایسی بھگدڑ مچی کہ) بیٹا باپ کی مدد نہ کرسکا (سب کو اپنی اپنی پڑی تھی)

لشکرِ نصرت اور عیشِ نعمت کے مالک (رسول) علیہ السلام نے اصحابؓ کے ساتھ (شکست خوردہ) لشکر کا تعاقب کیا یہاں تک کہ عبداللہ جبیرؓ کی نظر سے چھپ گئے۔ (اس تعاقب میں) چودہ مشرکوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ وہ اصحابؓ جو عبداللہ جبیر کے ساتھ تھے انھیں مالِ غنیمت سے محرومی کا شدید احساس ہوا۔ وہ اپنی جگہ قائم رہنے پر قابو نہ پاسکے اور مالِ غنیمت لوٹنے کے لیے رسول علیہ السلام کے عقب میں چل پڑے۔ علم اپنی جگہ قائم نہ رہ سکا۔ عبداللہ جبیر تنہا وہاں کھڑے رہے۔

مدارک[1] میں بیان کیا گیا ہے کہ نافرمانی کی شامت کے سبب وحی نازل ہوئی کہ اس وقت فتح آپ کی تھی، اب چوں کہ آپ کے اصحاب نے نافرمانی کی اس لیے اس نافرمانی کے سبب دشمنوں کو فتح ہوگئی۔ ابوسفیان بڑا سمجھدار تھا۔ وہ پیچھے سے آگے بڑھا اور میدان جنگ کی طرف پلٹا۔ خالد بن ولید پیچھے سے نکلا۔ اس کے تیرانداز جوانوں نے ہر طرف سے تیروں کی بارش کردی۔ ان کا لشکر کو منظّم کرنا سودمند رہا۔ عبداللہ جبیرؓ شہید ہوگئے۔ عبداللہ بن ابی اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بیت:

---

[1] مدارک حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی کی تصنیف ہے۔ پورا نام ''مدارک التنزیل وحقایق التاویل'' ہے ملاحظہ فرمائیں'' ملفوظاتِ شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ'' اردو ترجمہ از لطیف اللہ شایع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۴ء ص ۲۵۵۔

از قضائے گنبدِ خوناب ریز
لشکر دیں رونہاد اندر گریز

ترجمہ: خوں ریز آسمان کی تقدیر کے سبب لشکرِ دین میں بھگدڑ مچ گئی۔

معرکۂ نبوت کے پہلوانوں کے سردار اور جنگ مردانگی لڑنے والوں کے پیشوا علیہ السلام سات سو لشکر شکن دلیروں اور ہیبت انگیز چھاپہ ماروں کے ساتھ جمے رہے۔ نامردوں کے لیے بال برابر جگہ خالی نہ رہی۔ بیت:

زمیدانِ مردانگی از شکوہ
بدستے زمیں رانماندہ چو کوہ

ترجمہ: شان وشوکت کے ساتھ میدان مرادنگی کی ایک ہاتھ زمین نہ چھوڑی اور پہاڑ کی مانند جمے رہے۔

اصحابؓ نے شکست کی خبر سنی تو تردد میں پڑ گئے۔ جب دشمن کے تیر انداز اور جنگی نیزہ بردار آگے پیچھے سے حملہ آور ہوئے تو تیروں اور نیزوں کی بارش بادل کی مانند پیر سے سر تک گزر گئی۔ بیت:

چو دریای پیکار از آبِ تیغ
زسر بر گزشتہ در آمد دریغ

ترجمہ: افسوس جب جنگ کا دریا تلوار کے پانی کے ساتھ سر سے گزر گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں کے قدم حرکت میں آئے تو وہ پوری قوت کے ساتھ دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ بیت:

بلے پشت یاراں پناہِ جہاں
بود چوں نماند بدشمن جہاں

ترجمہ: بے شک جب پناہِ جہاں (علیہ السلام) دوستوں کا سہارا بن جائیں تو دنیا سے دشمن فنا ہو جائیں گے۔

اسی اثنا میں ابی وقاص اور عتبہ آئے اور پہلوانِ جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زخم لگایا اور آفتابِ عالم تاب ﷺ کے سرِ مبارک پر تلوار اٹھائی۔ بیت:

چو بر خورشیدِ گردوں تیغ آمد
عجب برقے کہ روبر میغ آمد

ترجمہ: جب آفتابِ فلک کے اوپر تلوار آئی تو ایسا لگتا تھا کہ ایک عجیب بجلی (آفتاب سے نکل کر) سیاہ بادل پر گری ہے۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ قمی حارثی نے کانِ نبوت کے گوہر کے روئے مبارک پر پتھر مارا۔ اس سے آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا اور چار موتی (دندان مبارک) موتیوں کی ڈبیہ سے نکل پڑے (شہید ہو گئے)

مثنوی:

گوہر او چوں دل سنگے بخست
سنگ چرا گوہر اوراشکست

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موتی پتھر کے دل نے زخمی کیا۔ ایسا کیوں ہوا کہ پتھر نے آپ کے موتی کو توڑا؟

روئے از انجا کہ دل سنگ بود
خستگی سوداش در آہنگ بود

ترجمہ: ایسا اس لیے ہوا کہ پتھر کے دل اور ارادے میں زخمی کرنے کی خواہش تھی۔

کے شدے آں سنگ مضرح گرای
گر نہ شدے درشکنِ لعل سای

ترجمہ: وہ پتھر کس طرح فرحت بخش ہوسکتا تھا جب وہ لعل کو چکنا چور کرنے والے کی گرفت میں نہ ہوتا۔

جب اس سنگ دل نے موتی توڑ کر یہ چاہا کہ تلوار کے جوہر کو ابر کرم پر مارے تو مصعب بن عمیر جو لشکرِ اسلام کے علم بردار تھے، آفتاب کا بادل بن گئے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آ گئے)۔ تلوار کی ضرب سے علم کی میخ منتشر ہوگئی اور وہ علم جو موتی سجانے والا پرچم تھا یا شکست نما اژدھا تھا نیچے گر پڑا۔ بیت:

چو آمد اژدہای از پاے در سر
بہ یاراں آمد چوں روزِ محشر

ترجمہ: جب اژدہا (عَلَم) سر کے بل نیچے گرا تو اصحابؓ پر حشر کا دن آ پڑا۔

شیطان نے لشکر کے ہر طرف صدا لگائی کہ پہلوانانِ جہاں کے سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) نیچے آ رہے اور آپ ﷺ کا جسم مبارک غرقاب خون ہوگیا۔ اصحابؓ اس خبر سے رنجیدہ اور شکستہ دل ہوئے اور لشکر سے کٹ گئے۔

بہتر صحابۂ کبارؓ نے شربتِ شہادت نوش کیا اور وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ[1] (ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے) کے جامِ وصال سے اپنی روح کو خوش کام کیا، جیسے کہ حضرت امیر المومنین حمزہؓ ان بہتر اصحابؓ کے ساتھ جنگ میں شربتِ شہادت سے شاد کام ہوئے۔

مثنوی:

زیاراں دریں حرب ہفتاد تن
در آمد بخاک وندیدہ کفن

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورۂ محمد، آیت ۴۔

ترجمہ: اس جنگ میں رسول علیہ السلام کے بہتر اصحاب خاک پر گرے اور بے کفن رہے

بتخصیص عمِّ جہاں پہلواں
کشیدہ شرابِ شہادت رواں

ترجمہ: خاص طور پر جہاں پہلوان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا (حمزہؓ) کی روح نے شہادت کی شراب نوش کی۔

زہے مرد میداں کہ در روز رزم
بہ یزداں رسیدہ بہ ہفتاد زخم

ترجمہ: مبارک ہے وہ مرد میدان جس نے لڑائی میں ستر زخم کھائے (اور اس حالت میں) اپنے رب کے سامنے حاضر ہوا۔ حبشی نے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کیا اور جگر نکال کر کچا ہی چبایا۔ (اس وقت) سپاہِ ملکوت کے سپہ سالار اور لشکرِ جبروت کے صفدر (جبریلؑ) نازل ہوئے کہ اے جہاں پہلواں (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وہی مصیبت ہے جس کی خبر آپ کو دی گئی تھی اور جو (حضرت) عمرؓ اور (حضرت) سعدؓ کی رائے کے موافق تھی۔ ٹھیک ٹھیک اسی کے مطابق سوائے عمرؓ اور سعدؓ کے اس جنگ میں خون شہادت کے ہم رنگ ہوئے یا زخمی ہوئے۔ مثنوی:

نماند از سپاہ دلیراں تنے
کہ زخمے نخوردہ ز تیغ افگنے

ترجمہ: دلیروں کی فوج میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ بچا جس نے کسی تلوار باز سے زخم نہ کھایا ہو۔

بہ میداں رواں گشتہ دریائے خوں
ہمہ گوہراں کرد دریا بروں

ترجمہ: میدانِ جنگ میں خون کا دریا جاری ہوگیا۔ دریا نے اپنے تمام موتی ساحل پر پھینک دیے۔

اب اللہ تعالیٰ کے غضب اور فتنے کا وقت ہے (اس لیے) خود کو مردوں اور زندوں کے درمیان رکھ کر بخشنے والے سے موافقت کریں۔ مثنوی:

از ہمہ مجروحِ نساں زاں گروہ
روئے زمیں گشتہ پُر از کوہ کوہ

ترجمہ: اس گروہ کے نیزوں سے سب زخمی ہوگئے۔ پوری پہاڑی روئے زمین (خون سے) بھر گئی۔

گوہرِ خود کرد دراں کاں نہاں
گوہرِ زاں کوہ ندارد زیاں

ترجمہ: اپنے گوہر اس کان میں نہاں کر دیے۔ اس پہاڑ سے گوہر کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

(اس) شکست سے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مراد یہ تھی کہ اصحاب کبار اور احباب نامدار جو لشکرِ ایمان کا ہر اول اور عسکرِ ایقان کا قبلہ تھے اور جنھوں نے دین کے سرداروں کا منصب حاصل کیا تھا انھیں شہادت کی غنیمت اور سعادت کی قسمت کا زیادہ سے زیادہ حصہ ملے، جیسے کہ اس آیۂ کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝[1] (وہ آگے رہنے والے، آگے (ہی) رہنے والے ہیں۔ وہی (اللہ کے) مقرب ہیں راحت کے باغوں میں)۔ کیوں کہ موت کی حد ختم ہونے کے بعد شہادت کا مرتبہ ہے۔ **ماتو اعطشاناً والکاسُ یدارُ بینھم** یعنی تشنہ لب مرگئے اور ان کے درمیان سے ساغر دور کرتے تھے۔ محفلِ فردوس کے ساقی جامِ شربت اور ساغرِ قربت گردش میں لائیں گے۔ ہر ایک دوسرے سے اشارہ کرے گا (خوب پیو) دوست شربتِ قربت پئیں گے اور وصالِ محبوب سے بہرہ مند ہوں گے۔ مثنوی:

زہے عیشے کہ وقتِ زندہ مردن
بہ پیشِ یار باشد جاں سپردن

ترجمہ: مبارک ہے وہ زندگی کہ جیتے جی مرتے وقت، محبوب کے سامنے اپنی جان سپرد کرے۔

غالباً حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مسلمانوں میں سے جس کسی کو شکستگی پیش آئے اور اس سے ایمان میں سستی پیدا ہو تو ہرگز مایوس نہ ہو کیونکہ (اس صبر آزما) واقعے میں فتح و نصرت کی بشارت مضمر ہوتی ہے۔ مثنوی:

مشو نو مید در وقتِ شکستن
در ابرو سر کہ باید شہد خوردن

ترجمہ: احساسِ شکست کے وقت ناامید نہ ہو۔ اگر تیوری میں بل پڑیں تو اس وقت شہد کھانا چاہیے (احساسِ غم کو طاری نہ ہونے دے)۔

درست آنست کاندر ہر شکستے
شکستہ بستہ گردد ہم درستے

ترجمہ: صحیح بات یہی ہے کہ ہر شکست میں حقیر اور کم تر شے کے لیے درستی کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے (ہر زوال کو کمال ہے)

غزوۂ بدر کے واقعے کے بعد عمر بن وہب الجہر الہمی اور صفوان بن امیہ باتیں کرنے لگے۔[2] عمر بن وہب کا باپ اور بیٹا بدر کے قیدیوں میں شامل تھے۔ صفوان نے کہا، بدر میں مارے جانے والوں کے خدا نے ہماری زندگی ناخوش کردی۔ عمر نے

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورہ الواقعہ، آیات ۱۰ تا ۱۲۔

[2] مطبوعہ نسخے (۲۸۶) پر یہ عبارت ہے۔ ''بعد از واقعۂ بدر عمیر بن وہب الجہر الہمی با صفوان بن امیہ وکر مضت''۔ اس عبارت سے کوئی مفہوم بر آمد نہیں ہوتا۔ اسلامی تاریخوں میں یہ ہے کہ عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ دونوں جنگ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ ''وکر مضت'' سہو کتابت ہے۔ مترجم نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تصنیف ''رحمۃ للعالمین'' سے ''باتیں کرنے لگے'' اخذ کیا ہے اور شامل ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں جلد اوّل۔ لاہور ۱۹۷۳ء۔ ص ۱۰۷۔

کہاہاں اس کے بعد ہمارے لیے زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اگر مجھ پر لوگوں کا قرض نہ ہوتا اور اہل وعیال کے برباد ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو خدا کی قسم میں محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے مدینے جاتا۔ میں نے سنا ہے کہ محمد مصطفیٰ علیہ السلام بازارِ مدینہ میں اکیلے ہی چلتے پھرتے ہیں اور (اپنی حفاظت کے لیے) جمعیت کے ساتھ نہیں بیٹھتے۔ میرے لیے وہاں جانے کا بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کی قید میں ہے۔صفوان نے کہا کہ تیرے قرض کی ادائیگی اور تیرے اہل وعیال کی دیکھ بھال میرے ذمے ہے۔بس اس کام میں دیر نہ کر۔صفوان نے اس کے زادِ راہ کا انتظام کردیا اور اس نے (عمر بن وہب نے) اپنی تلوار تیز کی اور زہر آلود کیا۔ اس نے صفوان کو وصیت کی کہ تم اس راز کو پوشیدہ رکھنا اس کے بعد وہ مدینے کی جانب روانہ ہوگیا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچا تو مسجد کے دروازے پر اُترا، اپنی سواری کو باندھا تلوار کو گردن میں حمائل کیا اور رسول علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ ایک جماعت کے ساتھ (مسجد نبوی میں) بیٹھے تھے، اچانک ان کی نگاہ عمر بن وہب پر پڑی فرمایا کہ اس کتے کو پکڑو کہ یہ خدا کا دشمن ہے اور بدر کے موقعے پر اس نے کفار کو اکسایا تھا اور (مسلمانوں کی فوج کے) قلیل ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس جماعت نے اسے پکڑ لیا۔ پھر امیر المومنین عمرؓ نے رسول علیہ السلام کی خدمت میں تمام واقعہ عرض کیا رسول علیہ السلام نے فرمایا، اسے لے کر آؤ۔ امیر المومنین عمرؓ نے ایک ہاتھ سے اس تلوار کو جو عمر بن وہب کی گردن میں تھی مضبوطی سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار کا دستہ پکڑا۔ (اس حالت میں) اسے رسول علیہ السلام کی خدمت میں لائے۔ انصار کی ایک جماعت کو رسول علیہ السلام کے آگے بٹھایا تاکہ اس کتے کے تعرض سے محفوظ رہیں۔

رسول علیہ السلام نے فرمایا، اسے چھوڑ دو اور اس سے فرمایا اے عمر آگے آؤ۔ پھر اس سے دریافت فرمایا کہ تم یہاں کس لیے آئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس قیدی کے لیے آیا ہوں جو آپ ﷺ کی قید میں ہے۔ رسول علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم نے تلوار کیوں لٹکائی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تلوار کا منھ کالا ہو جو ہرگز ہمارے کام نہ آئی۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا سچ بتاؤ کہ اس کے بغیر تمہاری رہائی ناممکن ہے۔ اس نے کہا کہ میں سوائے اس مہم کے جو بتا چکا ہوں اور کسی کام سے نہیں آیا۔ (اس جواب پر) رسول علیہ السلام نے فرمایا، تم نے صفوان سے عہد نہ کیا تھا اور اہل قبیلہ کو یاد نہیں کیا تھا؟ کیا صفوان نے تمہارے قرض کی ادائیگی اور اہل وعیال کی کفالت کا ذمہ نہ لیا تھا؟ کیا تم محمد علیہ السلام کے قتل کے لیے نہیں آئے؟ بے شک تم اس مہم پر آئے ہو لیکن اللہ تعالیٰ تمھارے اور تمھاری مراد کے درمیان حائل ہوگیا۔ (یہ سن کر) عمر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ انتہائی نقصان کے سبب میں آپ ﷺ کی بارگاہ سے محروم رہا۔ آپ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہوگئی، کیوں کہ یہ باتیں سوائے میرے اور صفوان کے کسی کے علم میں نہ تھیں۔ آپؐ کو بیشک خدائے تعالیٰ نے خبر دی ہے اور اس نے مجھے دولتِ اسلام سے مشرف فرمایا۔ رسول علیہ السلام نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کو اسلام کے احکام سکھاؤ اور قرآن تعلیم کرو۔ بعد ازاں (عمر بن وہبؓ نے) مکے کی واپسی کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے

خلقِ خدا کو خدا کی طرف بلایا اور ایک بڑی جماعت ان کے واسطے سے مشرف بہ اسلام ہوئی۔

منقول ہے کہ غزوۂ احد میں (اسلامی لشکر میں) بھگدڑ مچ گئی۔ ابی بن خلف جو ایک گھوڑے پر سوار تھا رسول علیہ السلام کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اگر آج آپ ﷺ میرے ہاتھ سے بچ جائیں تو مجھے نجات حاصل نہ ہو۔ اس وقت رسول علیہ السلام حارث بن وہمہؓ اور سہیل بن خنق کا تکیہ کیے ہوئے تھے۔ ابی بن خلف نے رسول علیہ السلام پر حملہ کیا۔ مصعب بن عمیرؓ نے خود کو رسول علیہ السلام کا محافظ بنایا (یعنی سامنے آ گئے) ابی کا نیزہ مصعبؓ کو لگا اور وہ شہید ہوگئے۔ سہیلؓ کے ہاتھ میں بھی ایک نیزہ تھا۔ رسول علیہ السلام نے اُن سے وہ نیزہ لے کر بغل کی زرہ کے نیچے مارا۔ ابی وہاں سے گھوڑے پر سرپٹ بھاگا اور اپنی قوم میں پہنچا اور گائے کی آواز میں چیخنے لگا۔ ابوصفوان نے کہا، اے سردار! اس قدر کیوں چیخ رہے ہو؟ یہ نشان ایک (معمولی) خراش سے زیادہ نہیں ہے جس سے کسی طرح کا زخم نہیں ہوتا۔ ابی نے کہا، میدانِ جنگ کے سردار (علیہ السلام) نے یہ نیزہ مارا ہے (مجھے یاد ہے) وہ دن جب میں مکے میں تھا (تو حضور ﷺ نے) فرمایا تھا۔ جلدی وہ وقت آنے والا ہے جب تو میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ اب مجھے معلوم ہوگیا کہ وہی میرے قاتل ہیں اور میں زندہ نہ بچ سکوں گا۔ خدا کی قسم میں اس زخم کی تکلیف کا احساس کررہا ہوں اگر اسے تمام اہل حجاز پر تقسیم کریں تو سب ہلاک ہوجائیں۔ بہر حال اسی طرح واویلا مچاتا رہا حتیٰ کہ اپنی جان دوزخ کے مالک کے سپرد کردی۔

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ جب لشکرِ اسلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھاگا تو یہ نعرہ بلند ہوا **''محمد قد قتل''** (تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مارے گئے)۔ میں نے مقتولوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ میں نے کہا واللہ رسول اللہ علیہ السلام فرار نہیں ہوئے (شاید) قتل ہوگئے ہیں۔ یہ اس سبب سے کہ اللہ نے ہم پر غضب کیا ہے اور رسول علیہ السلام کو ہمارے درمیان سے اٹھا لیا ہے۔ اب یہی بہتر ہے کہ ہم مقاتلہ کریں یہاں تک کہ شہید ہوجائیں اور دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نہ دیکھیں۔ میں نے تلوار کے نیام کو توڑ دیا اور شہید ہونے کی ٹھان لی۔ بعد ازاں میں نے مشرکوں پر جو ایک جگہ جمع تھے حملہ کردیا۔ وہ ادھر اُدھر بکھر گئے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ رسول علیہ السلام اپنے مقام پر رونق افروز ہیں۔

غزوۃ الرجیع میں جو ۴ ہجری میں ہوئی تھی، عاصم بن ثابتؓ شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کا سرتن سے جدا کرنے کا قصد کیا اور بسلانہ بنت سعد کو بھیجا کہ عاصمؓ نے جنگِ احد میں میرے بیٹے کو قتل کیا اور میں نے منت مانی تھی کہ جس وقت عاصمؓ کا سر اس کے پاس لایا جائے گا تو ان کا سر لانے والے کو سو اونٹ دوں گا اور اس کے کاسۂ سر سے شراب پیوں گا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے شہد کی مکھیاں بھیج دیں جو عاصمؓ کی نعش کے گرد اڑتی رہیں اور جو کوئی اُن کے نزدیک جاتا اسے ڈنک مارتیں۔ اس کا چہرہ سوج جاتا اور مرنے کے قریب پہنچ جاتا۔ کافروں نے کہا جب رات ہوگی تو زنبور اڑ جائیں گی تب ان کا سر کاٹیں گے۔ جب رات ہوئی تو بہت سخت بارش ہوئی۔ سیلاب کا بڑا ریلا آیا اور عاصمؓ کی نعش کو بہا کر لے گیا۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ عاصمؓ نے منت مانی تھی کہ کوئی مشرک انھیں نہ چھوئے اور کسی مشرک کا ہاتھ ان کے جسم تک نہ پہنچے۔ چوں کہ منت کا عہد خود کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد ان کی نعش کو مشرکوں کے چھونے سے محفوظ رکھا۔

غزوۂ خندق میں جب صحابہؓ خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت پتھر آ گیا۔ سب اس کے توڑنے سے عاجز رہے۔ حضرت سلمانؓ نے رسول علیہ السلام کو (اس مشکل مرحلے کی) خبر دی۔ رسول علیہ السلام خندق پر تشریف لائے حضرت سلمانؓ بھی ساتھ تھے۔ بعض صحابہؓ کنارے پر کھڑے تھے۔ رسول علیہ السلام نے ایک دھار دار پتھر حضرت سلیمانؓ سے لیا اور چٹان پر مارا اس کے ٹکڑے ہوگئے اور اس سے ایسی بجلی کوندی کہ تمام مدینہ روشن ہوگیا۔ رسول علیہ السلام نے فتح کی تکبیر بلند کی اور فرمایا کہ سب اہل اسلام تکبیر کہیں۔ سب نے تکبیر کہی۔ پھر دوسری ضرب سے ایک بجلی کوندی۔ رسول علیہ السلام اور سب نے مل کر تکبیر بلند کی۔ پھر تیسری ضرب نے یہی منظر پیش کیا۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسول علیہ السلام میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں یہ کیا منظر تھا جو میں نے دیکھا کہ کبھی ایسا منظر نگاہ میں نہیں آیا۔ رسول علیہ السلام نے قوم کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا کہ سلمانؓ نے جو کچھ دیکھا کیا تم نے بھی مشاہدہ کیا۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پہلی ضرب سے بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں، میں نے ارضِ کسریٰ (ایران) کے محل دیکھے جیسے کتوں کی قبریں ہوں۔ جبریلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ محلات میری امت کے قبضے میں آئیں گے۔ دوسری ضرب سے بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں میں زمینِ روم کے سرخ محلات کو، کتوں کی قبروں کی مانند مشاہدہ کیا۔ جبریلؑ نے مجھے خبر دی کہ میری امت ان ملکوں تک آئے گی۔ تیسری ضرب سے جو بجلی چمکی اس کی روشنی میں میں نے صنعا کے محلات دیکھے۔ ان کے بارے میں جبریلؑ نے مجھے خبر دی کہ آپ ﷺ کی امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔

واحدی[۱] بیان کرتے ہیں کہ رسول علیہ السلام نے کسریٰ کے قصرِ سفید کے اوصاف بیان فرمائے تو حضرت سلمانؓ نے عرض کیا واللہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصرِ سفید کی صفات بیان فرمائی ہیں قصر سفید ایسا ہی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ خدا کے رسول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، بے شک ملک شام فتح ہوگا اور ہرقل اپنی مملکت کے اطراف سے بھاگ جائے گا اور شام پر حاکم ہوگا[۲] پھر کسی کو تمھارے مقابلے کی ہمت نہ ہوگی۔ بے شک ملکِ یمن بھی فتح ہوگا اور

۱؎ واحدی۔ یہ غالباً مورخ ''واقدی'' ہے جو سہو کتابت کے باعث وحدی نقل ہوگیا ہے۔ مترجم کو تحقیقی وسائل دستیاب نہیں ہیں اس لیے متن کا تتبع کرتے ہوئے یہاں ''واحدی'' ہی تحریر کیا گیا ہے۔

۲؎ یہاں بھی عبارت میں غالباً سہوِ کتابت ہے۔ جب ہرقل اپنی مملکت کے اطراف سے بھاگ جائے گا تو شام کا حاکم کیسے رہے گا؟ اہل اسلام شام کے حاکم ہوں گے چنانچہ یہ جملہ کہ فرار ہونے کے بعد ہرقل حاکم شام ہوگا درست نہیں ہے۔ یہاں بھی مترجم نے اصل ماخذ دستیاب نہ ہونے کے باعث متن کی عبارت کو برقرار رکھا ہے اور اپنا احتمال پیش کردیا ہے۔

کِسریٰ بھی مارا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ حضرت سلمانؓ نے بیان کیا کہ جو کچھ رسول علیہ السلام نے فرمایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم نے وہی مشاہدہ کیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حضرت علیہ السلام اور کفار کے درمیان جو جنگیں ہوئیں۔ ان کی کل تعداد بائیس ہے۔

پہلا غزوۂ ودّان ہے جس میں لشکر اسلام ابواتک آیا۔ یہ ۱ھ ہجری کے دو ماہ اور دس دن بعد واقع ہوا۔

دوسرا غزوۂ وعیر ہے۔ اس میں امیہ بن خلف سردارِ قریش تھا۔

تیسرا غزوہ ایک ماہ اور تین روز بعد ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ کُرز بن جابر نے مدینے کے مویشی لوٹ لیے تھے۔ اس کا تعاقب کیا گیا تھا۔

چوتھا غزوہ، غزوۂ بدر ہے جو مذکورہ واقعے کے بیس دن بعد واقع ہوا۔ یہ ہجرت کے ایک سال، آٹھ ماہ اور رمضان المبارک کی سترہ راتیں گزرنے کے بعد رونما ہوا۔ اس میں صحابہؓ کی تعداد تین سودس تھی اور مشرکین کی نوسو سے ایک ہزار تک تھی۔ اس دن کو ''یوم الفرقان'' بھی کہتے ہیں، کیوں کہ حق تعالیٰ نے اس دن حق اور باطل کو الگ الگ کردیا۔ حق تعالیٰ نے بدر میں پانچ ہزار فرشتے حضرت علیہ السلام کی نصرت کے لیے بھیجے تھے۔

پانچواں غزوہ، غزوۂ بنی قنیقاع ہے۔

چھٹا غزوۂ سویق ہے جو ابوسفیان کے تعاقب میں عرب کی ''پتھریلی'' زمینوں میں ہوا۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ اکثر مشرکین اپنا زادِسفر (ستو کے بورے) چھوڑ گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس سامان پر قبضہ کرلیا۔

ساتواں غزوہ، غزوہ نبی سلمہ ہے یہ جنگ پانی کے سبب سے ہوئی تھی۔

آٹھواں غزوہ ذی امرو ہے جو ایک موضع کا نام ہے۔ کہا گیا ہے یہ آٹھواں غزوہ تھا اور ۲ھ ہجری کا چوتھا غزوہ ہے۔

نواں غزوۂ احد ہے جو ۳ھ ہجری میں احد میں ہوا۔ اُن کے شمال (بائیں) کی جانب جبریلؑ اور دائیں طرف رسول علیہ السلام کے میکائیلؑ تھے۔

دسواں غزوہ بنی نضیر ہے جو احد سے سات ماہ دس دن بعد ہوا۔

گیارہواں غزوہ ذات الرقاع تھا جو غزوۂ نضیر سے دو ماہ بیس دن بعد ہوا۔ وہاں صلوٰۃ الخوف ادا کی گئی تھی۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ جنگ میں صحابہؓ نے جوتے نہ ہونے کے سبب پیروں میں چیتھڑے باندھے ہوئے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ذات الرقاع مدینے کے قریب ایک پہاڑ ہے جس میں سرخ، سیاہ اور سفید دھبے ہیں۔

بارھواں غزوہ دومتہ الجندل ہے جو اس سے دو ماہ چار روز بعد ہوا۔ اس میں دال پر زبر اور جدل پر پیش ہے۔ یہ ایک قبیلہ کا نام تھا جو حمص سے انیس میل کے فاصلے پر تھا اور حمص ایک مشہور موضع ہے۔

تیرھواں غزوہ، غزوہ نبی المصطلق ہے جو خزاعہ میں سے ہے۔ یہ غزوہ اس واقعے سے جسے افک کہتے ہیں پانچ ماہ تین

روز بعد واقع ہوا۔

چودھواں غزوہ خندق ہے جو ۴ھ ہجری کے دو ماہ پانچ دن بعد ہوا۔

پندرھواں غزوہ نبی قریظہ اس کے چھ روز بعد ہوا۔ قریظہ مدینۂ طیبہ کے یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام تھا۔

سولھواں غزوہ نبی ملحیان ہے، جو ہند کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ تین ماہ بعد واقع ہوا۔

سترھواں غزوہ، غزوۂ الغابہ ہے جو ہجرت کے چھٹے[۱] سال ہوا۔ اس میں حج ☆ وعمرہ ادا کیا گیا تھا۔ اسے غزوۂ حدیبیہ بھی کہتے ہیں۔ حدیبیہ مکہ معظّمہ کے قریب ایک موضع ہے۔

اٹھارواں غزوہ خیبر ہے جو ۷ھ ہجری کے تین مہینے دس دن بعد واقع ہوا۔ اس کے چھ ماہ اور دس دن بعد عمرہ ادا فرمایا۔

اُنیسواں غزوہ فتح مکہ ہے جو ۷ھ ہجری کے آٹھ ماہ اور گیارہویں روز واقع ہوا۔

بیسواں غزوہ غزوۂ حنین تھا۔ اس غزوے کے ایک دن بعد جنگ میں ملائکہ نازل ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پہنچائی تھی۔

اکیسواں غزوہ، غزوۂ طائف تھا۔ اسی سال حج ☆ بھی ادا کیا۔ عتاب بن اسید کے لوگ بھی ساتھ تھے۔

بائیسواں غزوہ تبوک ہے جو ہجرت کے نویں سال میں چھ ماہ اور پانچ دن بعد ہوا۔ اسی سال زید بن ارقم اور دیگر صحابہؓ کے ساتھ حج ☆ ادا فرمایا۔

حضرت زید بن ارقمؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں حصہ لیا۔ ابن اسحاق، ابومعشر، موسیٰ بن عقبہ اور اُن جیسے دس (۱۰) افراد کی مشہور رائے یہ ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) پچیس غزوات میں بذاتِ خود حصہ لیا اور کہا جاتا ہے کہ ستائیس غزوات میں شریک ہوئے۔ سرایا اور چھوٹی جنگیں تقریباً پچاس ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان میں سے سات جنگوں، بدر، احد، خندق، بنوقریظہ، بنومطلق اور خیبر میں شریک ہوئے۔[۲] اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح دی۔ غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ محافظوں کا ذکر ہوا ہے۔ وہ یہ تھے:

سعد بن معاذؓ نے جنگ بدر میں حفاظت کی۔ ذکوان بن عبداللہؓ اور محمد بن میمنہؓ جنگ احد میں محافظ تھے۔ زبیر بن العوامؓ، عباد بن بشیرؓ، سعد بن وقاصؓ، ابو ایوب انصاریؓ اور بلالؓ نے وادی العری میں نگاہ داشت کی۔ آیۂ کریمہ نازل

---

۱ مطبوعہ نسخے (ص۲۸۹) میں سہوِ کتابت کے باعث ''سہ سال'' (تین سال) نقل ہوا ہے۔ مترجم نے علامہ شبلی نعمانی کی تصنیف ''سیرۃ النبی'' جلد اوّل سے تصحیح کی ہے۔ لاہور طبع چہارم ۱۹۸۵ء ص ۴۱۸۔

☆ حج ۹ھ میں فرض ہوا جس کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنایا اور خود اپنا پہلا اور آخری حج ۱۰ھ میں ادا فرمایا۔ (ناصر الدین) بحوالہ رحمت للعالمین ج۱، ص: ۲۲۷ اور نبی رحمت، تیسرا ایڈیشن۔ ص: ۴۹۸

۲ مطبوعہ نسخے (ص۲۸۹) کے متن میں چھ غزوات کے نام نقل ہوئے ہیں۔ ساتویں جنگ کا نام تحریر نہیں کیا گیا۔

ہوئی، یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط[1]

(اے رسول پہنچا دیجیے جو اتارا گیا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو اپنے رب کا پیغام آپ نے نہ پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا ذکر

ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج ☆ ادا فرمایا۔ (اس حج میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو رخصت کیا اور فرمایا، (وہ وقت) قریب ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھے نہ دیکھو گے۔ اسی باعث اس حج کو ''حجۃ الوداع'' کہا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل دو حج کیے تھے۔ حج ۶ھ ہجری میں فرض کیا گیا۔ اس وقت تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا۔ مکہ ۸ھ ہجری میں فتح ہوا، چناں چہ رسول علیہ السلام نے اس سال عتاب بن اسیدؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا کہ لوگوں کو حج کرائیں ۹ھ ہجری میں حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا ان کے عقب میں حضرت علیؓ کو بھیجا تا کہ وہ سورۂ برأت (سورۂ توبہ) کے اس مضمون اور حکم سے اہل مکہ کو مطلع کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا نہ برہنہ حالت میں خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔ ۱۰ھ ہجری میں لوگوں میں اعلان کرایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد اس سال حج ادا کرنے کا ہے۔ اس اعلان کے بعد لوگوں کی کثیر تعداد مدینہ طیبہ میں جمع ہوگئی اور ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں حج ادا کرے اور وہ اعمال بجالائے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت مدینے سے روانہ ہوئے۔ اس سے قبل آپ ﷺ نے، سر میں تیل ملا، کنگھی کی اور خوشبو استعمال فرمائی اور ذی الحلیفہ میں قیام فرمایا نیز ارشاد فرمایا، آج کی شب جو میرے نزدیک ہوا وہ میرے رب کے قریب ہوا۔ پھر فرمایا کہ اس مبارک وادی میں دو رکعت نماز ادا کرو اور فرمایا کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز ہے۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا اور اسی موقعے پر احرام کو واجب فرمایا جسے بے شمار لوگوں نے منجملہ ابن عباسؓ کے سنا۔ اس کے بعد آپ ﷺ سوار ہوئے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ نے لبیک کہا۔ جس وقت صحرا کی بلند زمین پر چڑھے تو لبیک فرمایا، چناں چہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) احرام باندھا، پھر سوار ہونے کے بعد جب اونٹنی سیدھی ہوئی اور جس وقت صحرائی ٹیلوں پر چڑھے تو لبیک فرمایا۔ کبھی عمرے کے لیے کبھی حج کے لیے لبیک کہا۔ اسی بنا پر کہا گیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط حج کے لیے احرام باندھا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ

---

[1] پارہ ۶۔ سورہ المائدہ، آیت ۶۷۔

☆ اس عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ گذشتہ صفحات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بار حج ادا فرمانے سے مراد سفر عمرہ ہوسکتا ہے، حج نہیں (ناصر الدین)

علیہ وسلم کے جسم اطہر کے نیچے پرانی زین تھی جس پر کمبل پڑا ہوا تھا اور جس کی قیمت چار درم سے زیادہ نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ ہمارے حج کو ریا اور نمائش سے خالص فرما۔ حضرت جابرؓ نے یہ حدیث روایت کی کہ میں نے اپنی حدِ نظر تک دیکھا کہ آں حضرت ﷺ کے گرد اگرد آگے پیچھے، دائیں بائیں پیادوں اور سواروں کا ہجوم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں تھے۔ آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تھا جس کی تاویل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حج میں) جو کچھ کیا، ہم سب نے اس کی پیروی کی۔ رسول علیہ السلام اتوار کے روز صبح کے وقت مکۂ معظّمہ میں داخل ہوئے، اس راستے سے جو مکے سے بلندی کی طرف ہے اور جس کا نام بطحا تھا۔ اس کے بعد، اس حالت میں طوافِ قدوم کیا کہ صبر و سکون کے ساتھ چادر مبارک اپنے بازوؤں پر لپیٹی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک بہادر شخص کی مانند تین چکر تیز رفتاری (رمل) سے اور چار طواف آہستہ چل کر پورے کیے۔ پھر باہر تشریف لائے اور کوہِ صفا پر آئے اور پیادہ دوڑے۔ جب خلقت کا ہجوم ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوئے تاکہ ہر شخص آپ ﷺ کی زیارت کر سکے۔ پھر مقام حجون کے اوپر قیام فرمایا۔

جب یوم الترویہ ہوا جو آٹھ ذی الحجہ کو ہوتا ہے تو آپ منا تشریف لائے اور وہاں نماز ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر ادا فرمائی۔ بعد ازاں جب آفتاب بلند ہوا تو عرفات تشریف لے گئے۔ مقامِ نمرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیمہ کھڑا کر دیا گیا، سو آپ ﷺ نے وہاں آدھا دن قیام کیا۔ جب آفتاب نصف النہار سے گزر گیا تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کے ہمراہ ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ نماز ظہر اور عصر ملا کر ادا فرمائی۔ پھر موقف پر تشریف لے گئے اور اپنی اونٹنی پر جس کا نام قصویٰ تھا کھڑے ہوگئے۔ دعا فرماتے رہے اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھتے رہے، حتیٰ کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ پھر غروبِ آفتاب کے بعد مزدلفہ لوٹ آئے اور رات وہیں گزاری اور وہیں نماز فجر ادا فرمائی۔ اس کے بعد کوہ قزح پر جو مشعرِ حرام ہے کھڑے رہے اور دعا فرماتے رہے نیز اللہ اکبر اور سبحان اللہ ولا الہ الا اللہ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ صبح کی روشنی پھیل گئی۔ پھر طلوعِ آفتاب سے قبل واپس ہوئے اور اس وادی تک تشریف لائے جسے محسر کہتے ہیں اور اپنی اونٹنی کو دوڑایا۔ اس کے بعد منا تشریف لائے اور رمی جمار کیا یعنی اس ستون پر جس کا نام جمرۃ العقبہ ہے سات بار کنکریاں ماریں۔ پھر اپنی قیام گاہ پر واپس ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ تھے۔ ایک نے اونٹنی کی لگام تھامی ہوئی تھی اور دوسرے نے دھوپ سے بچاؤ کے لیے کپڑا تان رکھا تھا۔ (شان یہ تھی کہ) نہ لوگوں کو پیٹا جارہا تھا نہ آگے سے ہٹایا جارہا تھا جیسے کہ سرداروں کی سواری کے آگے کرتے ہیں۔ نہ ایک طرف ہوجاؤ یا دور ہوجاؤ کی صدا بلند تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے مقام پر قربانی دی۔ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے لیے ۱۰۰ سو جانور تھے، ان میں سے تریسٹھ ۶۳ آپ ﷺ نے ذبح فرمائے اور باقی جانوروں کو ذبح کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو حکم دیا اور اپنی قربانی میں انھیں بھی شریک کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ خانۂ کعبہ تشریف لائے اور اس کے سات طواف کیے۔ پھر زمزم پر آئے اور

پانی نوش فرمایا اور منا واپس ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منا میں بقیہ یوم النحر اور تین روز ایام تشریق میں قیام فرمایا اور ہر روز تینوں ستونوں پر پیدل چل کر سات سات بار کنکریاں ماریں۔ آپ ﷺ اس ستون سے جو مسجد خیف سے متصل ہے رمی جمار شروع فرماتے، اس کے بعد وسطی اور آخری ستونوں پر رمی جمار فرماتے تھے۔ پہلے اور وسطی ستون کے پاس دعا فرماتے تھے۔

تیسرے روز آں حضرت ﷺ مقام محصب پر تشریف لے گئے، وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں ادا فرمائیں اور رات کو آرام فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُس رات مقام تنعیم پر عمرے کے لیے احرام باندھا اور جب حضرت عائشہؓ نے عمرہ ادا کر لیا تو رسول علیہ السلام نے سامان باندھنے اور سفر کرنے کا حکم دیا۔ (پہلے) طوافِ وداع کیا پھر جانبِ مدینۂ طیبہ روانہ ہوئے۔

مکۂ معظّمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج کے لیے قیام دس روز تھا۔ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی صفت از اوّل تا آخر، اُن احکام وواقعات کے حوالے سے جو ہمیں دستیاب ہوئے، بیان کردی ہے۔ اس میں مدینہ طیبہ سے روانگی اور پھر تشریف آوری کی تفصیلات سوائے اُن عمروں کے آ گئی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے ادا فرمائے اور یہ تمام کے تمام ذیقعدہ میں واقع ہوئے۔ ان میں ایک عمرۂ حدیبیہ مشرکین نے ادا کرنے سے روک دیا تھا۔ جب مشرکین نے صلح کر لی تو یہ شرط رکھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال عمرے کے لیے تشریف لائیں۔ مشرکین مکہ تین شبانہ روز مکے سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جائیں گے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں احرام کھول دیا اور ستّر اونٹ جو آپ ﷺ اپنے ہمراہ لائے تھے ان کی قربانی دی۔ انھیں میں ابوجہل کا اونٹ بھی شامل تھا جس کی ناک میں چاندی کی نتھ تھی۔ اس اونٹ کے ذبح کرنے کے وقت مشرکین نے بڑے غیض وغضب کا اظہار کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا عمرہ، عمرۂ قضا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے ذی الحلیفہ پر احرام باندھا اور مکہ معظّمہ میں تشریف لائے۔ جب عمرے سے فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ نے وہاں تین روز قیام فرمایا۔ یہاں حضرت میمونہؓ جن سے آپ ﷺ نے عمرے سے قبل نکاح فرمایا تھا، اور خلوت نہ فرمائی تھی، خلوت فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو مشرکین کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہاں مزید تین روز قیام کروں اور ولیمہ کروں نیز اپنی زوجہ کے ساتھ خلوت کروں۔ مشرکین نے جواب دیا کہ ہمیں آپ ﷺ کے ولیمے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ﷺ ہمارے پاس سے چلے جائیں، چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے باہر تشریف لے آئے اور مقام شرف میں جو مکے سے دس کوس کے فاصلے پر ہے اپنے اہل سے خلوت فرمائی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا عمرہ، عمرۃ الجعرانہ ہے۔ یہ ۸ھ ہجری میں ادا فرمایا۔ جب مکہ فتح ہوا، آپ ﷺ

جعرانہ تشریف لے گئے وہاں اہل طائف آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں احرام باندھا اور مکے میں داخل ہوئے اور عمرہ ادا فرمایا۔ ماہِ ذی قعدہ سے بارہ راتیں باقی تھیں جب آپ ﷺ نے رات کو عمرہ ادا فرمایا اور پھر جعرانہ واپس ہوئے اور صبح تک جعرانہ میں رہے۔ اس کے بعد مدینۂ طیبہ روانہ ہوئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھا عمرہ حج کے ساتھ ادا فرمایا۔

چھٹا شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کے بیان میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں محمد ﷺ ہوں، احمد ﷺ ہوں، ماحی ﷺ ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹاتا ہے۔ میں حاشر ﷺ ہوں کہ میرے بعد مخلوق اٹھ کھڑی ہوگی۔ میں عاقب ﷺ ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

دوسری روایت میں ہے، مقفی ہوں یعنی فیصلہ کرنے والا۔ میں نبی رحمت ﷺ ہوں اور نبی توبہ ﷺ ہوں۔ دوسری روایت میں ہے نبی جنگ یعنی جہاد (ہوں)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آں حضرت ﷺ کے یہ نام رکھے۔ بشیر ﷺ، نذیر ﷺ، سراج منیر ﷺ، رؤف ﷺ، رحیم ﷺ یعنی دوست اور دشمن پر بہت زیادہ مہربانی فرمانے والے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ، محمد ﷺ، احمد ﷺ، یٰسین ﷺ، مزمل ﷺ، مدثر ﷺ، عبداللہ ﷺ، مبین ﷺ اور مذکور ﷺ۔ تحقیق کہ بہت سے نام بیان کیے گئے ہیں لیکن میں نے اُن میں سے مشہور نام بطور اختصار تحریر کیے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں۔

فاتح ﷺ، متوکل ﷺ وخاتم ﷺ یعنی توکل کرنے والے اور نبوت کو کھولنے اور ختم کرنے والے۔ ضحوک (خندہ پیشانی والے) قتّال یعنی راہِ حق میں جنگ کرنے والے۔ امین ﷺ، مصطفیٰ ﷺ، رسول ﷺ، نبی الامی (مخلوق سے ناخواندہ) قاسم ﷺ یعنی بھلائی تقسیم کرنے والے۔ بہر حال اُن بہت سے ناموں میں سے چند مذکور ہوئے ہیں۔ بعض مشہور کتابوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور نام ننانوے بیان کیے گئے ہیں (لیکن) فی الحقیقت ظہورِ کائنات اور صورتیں، سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ ہیں۔ اس معنی پر مشتمل مشہور رباعی ہے: رباعی:

یارے دارم کہ جسم وجاں صورتِ اوست
چہ جسم وچہ جاں جملہ جہاں صورتِ اوست
ہر صورت خوب ومعنیِ پاکیزہ
کاندر نظر تو آید آں صورتِ اوست

ترجمہ: میرا محبوب ایسا ہے کہ جسم وجاں اس کی صورت پر ہے۔ جسم وجان کیا چیز ہیں تمام جہاں اس کی صورت ہے (بلکہ) ہر اچھی صورت اور پاکیزہ معنی جو تیرے مشاہدے میں آئے اس کی صورت ہے۔

ساتواں شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک اور ظاہری اوصاف کا ذکر

رسول علیہ السلام کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ نہ زیادہ دراز قد تھے اور نہ زیادہ کوتاہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں بازوؤں کے درمیان کم فرق تھا۔ آپ ﷺ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ نہایت چمکیلا تھا نہ بہت زیادہ سفید اور نہ گندم گوں۔ آپ ﷺ کے سر کے بال قدرے بل دار تھے۔ جب کہ آپ ﷺ بالوں کو بڑھائے ہوتے تو کان کی لو تک پہنچ جاتے اور جب بالوں کو چھوٹا کرتے تو آدھے کان تک نہ پہنچتے۔ آپ ﷺ کے سر اور ریش مبارک میں سفید بال بیس بھی نہ تھے۔ گردن مبارک ایسی تھی جیسی تصویر کی گردن ہوتی ہے صفائی میں چاندی جیسی خوب روشن تھی۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک صبیح اور روشن تھا اور چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ آپ ﷺ کا وجود مبارک حسن و اعتدال سے معمور تھا۔ آپ ﷺ صاحب علامت یعنی معجزہ تھے۔ خوبصورت اور حسین تھے۔ آنکھ کی پتلی نہایت سیاہ تھی اور آپ ﷺ کی پلکیں دراز تھیں۔ آواز نرم تھی اور آپ ﷺ کی گردن مبارک روشن اور چمک دار تھی۔ ریش مبارک کے بال گھنے اور خوب صورت معلوم ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے خوش وضع اور قریب سے شیریں معلوم ہوتے تھے آپ ﷺ شیریں کلام تھے۔ آپ ﷺ کے کلام میں لغویت، جھوٹ اور ٹھٹھول ہرگز نہ ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کا کلام موتیوں کی لڑی کی مانند ہوتا تھا جس میں موتی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ بھنویں باریک اور لمبی تھیں۔ دونوں بھنویں جڑی ہوئی نہ تھیں۔ دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی مبارک بینی دراز و بلند تھی جس پر نور نمایاں تھا۔ اگر کوئی شخص غور سے نہ دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز بینی والا سمجھتا۔ آپ ﷺ کے دونوں رخسار مبارک برابر اور ہموار تھے آپ کے آگے کے دندان مبارک میں ریخیں تھیں۔ (جڑے ہوئے نہ تھے) آپ ﷺ کے سینۂ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی جیسے کوئی شاخ ہو۔ آپ ﷺ کے شکم مبارک اور سینے پر سوائے اس کے کہ جو بیان کیا گیا ہے اور کچھ نہ تھا۔ دونوں بازوؤں (شانوں) پر بال تھے۔ جسم اطہر گوشت سے بھرا ہوا گٹھیلا تھا۔ سینۂ مبارک اور شکم برابر تھے۔ سینہ کشادہ تھا۔ ہڈیوں کے جوڑ اور اعضا مضبوط تھے۔ آپ ﷺ کا بدن چمک دار تھا اور کلائیاں دراز تھیں۔ ہتھیلی کشادہ تھی۔ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم پر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں بلند (لمبی) تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے گہرے تھے۔ برابر اور نرم تھے۔ دونوں قدم مبارک اس طرح کے تھے کہ اگر

پانی گرایا جاتا تو پانی ڈھل جاتا (میل کچیل سے پاک تھے)۔ جب چلتے تو پائے مبارک قوت سے اٹھاتے اورقدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھک پڑتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ اور نرمی سے چلتے تھے۔ جب کبھی تیز تیز چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی جانب اتر رہے ہیں۔ جب کسی شخص یا چیز کو دیکھنا چاہتے تو اچھی طرح سے دیکھتے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جیسے چکور یا، کبوتر کا انڈا ہوتا ہے۔ اس مہر کا رنگ جسم اطہر کے رنگ کے موافق تھا اور اس پر تل تھے۔ سینۂ مبارک موتی کی مثل تھا۔ آپ کے پسینے کے خوشبو ایسی تھی جیسی خالص مشک کی خوشبو ہوتی ہے (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یا بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے اس قدر اوصاف بیان کیے گئے ہوں۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ لباس یعنی مخطط پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی کو چھوا تو وہ دیبا اور حریر سے زیادہ نرم تھی اور کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے زیادہ خوشبو دار ہو۔ انھی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے تھے۔

امین مصطفی با لخیر یدعو

ضوء البدر زائلہ الظلام

ترجمہ: آپ ﷺ امین ہیں، برگزیدہ ہیں اور مخلوق کو نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہیں جو تاریکی دور کرتا ہے۔

آٹھواں شرف۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی اوصاف کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول علیہ السلام کے اخلاق کے بارے میں بتائیں، انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ناخوش ہوتے تھے اور اس کی رضا کے لیے خوش ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا اور نہ اپنے نفس کے لیے کسی سے ناخوش ہوئے۔ جب یہ ملاحظہ فرماتے کہ کسی نے ایسی بات کی ہے جسے خدا نے حرام قرار دیا ہے تو اس سے انتقام لیتے تھے۔ تمام لوگوں سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ جب کبھی ہم حالتِ خوف میں ہوتے تھے تو آپ کی پناہ میں آ جاتے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ فیاض تھے۔ آپ ﷺ نے کسی سے کبھی سوال نہیں کیا۔ پھر (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید) فرمایا کہ آپ ﷺ رمضان کے مہینے میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت زیادہ سخی ہوجاتے تھے۔ ملکوں سے بے شمار درہم و دینار آتے

تھے، چناں چہ رات ہونے سے پہلے ہی آپ (اللہ کی راہ میں) خرچ فرما دیتے تھے۔ آپ ﷺ صرف ایک سال کے لیے اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ رکھ لیتے تھے اور وہ بھی گندم۔ اگر خرما، جو، میدہ یا اسی طرح کی چیزیں پاتے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ جو کچھ آتا تھا وہ اپنے نفس کے لیے جمع نہیں فرماتے تھے، حتیٰ کہ (وہ خوراک جو) آپ سال بھر کے لیے، اہل وعیال کی کفالت کے بطور رکھتے تھے وہ خوراک سال کے اندر اندر ختم نہ ہو جاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر صاحب اہل وعیال سے کلام میں صادق ترین تھے۔ لوگوں سے زیادہ متحمل اور برد بار تھے۔ آپ ﷺ شرم وحیا میں اس سے بڑھ کر تھے جیسے کوئی کنواری لڑکی پردے میں ہوتی ہے۔ اپنی نگاہ مبارک نیچی رکھتے تھے۔ نظر مبارک زمین پر رہتی تھی۔ آپ ﷺ کی نظر آسمان کی طرف نہیں اٹھتی تھی۔ اگر کسی کو دیکھتے تو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ متواضع تھے۔ ہر کوئی خواہ وہ دولت مند ہو یا مفلس، شریف ہو رذیل، ذمی ہو، آزاد ہو یا غلام، دعوت دیتا تو آپ ﷺ قبول فرما لیتے تھے۔ فتح مکہ کے دن، حضرت ابو بکرؓ اپنے والد کو قبول اسلام کے لیے، آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر تم نے ایک ضعیف بوڑھے شخص کو یہاں لانے کی تکلیف دی۔ انھیں گھر میں رہنے دیتے، میں خود گھر چلا آتا حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا، محض ان کی بھلائی کے لیے، ان کے باپ اور ماں آپ پر فدا ہوں زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ نرم دل اور رحیم تھے۔ ایک روز آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے بچے کے رونے کی آواز سنی، اس کی ماں آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے بچے اور اس کی ماں (کے اضطراب) کے خیال سے نماز مختصر کر دی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ صاحب عفت تھے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے کسی عورت کو نہ چھوا، مگر یہ کہ وہ عورت آپ کی مملوک تھی، منکوحہ تھی یا محرم تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ عظیم و معظم تھے۔ یہ عظمت وکرامت جسم کی فربہی کی وجہ سے نہ تھی (بلکہ اپنی ذات میں عظیم تھے) اگر کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ساتھ بیٹھنے والے کو تکلیف نہ دیتے بلکہ اس کے لیے کشادگی پیدا فرماتے اور خود تنگ جگہ تشریف رکھتے۔ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفعتاً دیکھتا تو اس پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ جو شخص آپ سے میل جول رکھتا اور مصاحبت اختیار کرتا اس کے لیے اصحاب رفیق بن جاتے جو لوگوں کو خبر دار کرتے کہ خاموش رہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں غور سے سنو اگر آپ ﷺ کسی کام کا حکم فرماتے تو اصحابؓ فوراً اس حکم کی تعمیل کرتے۔ اگر کوئی شخص آپ سے ملاقات کے لیے آتا تو آپ ابتدا سلام سے کرتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرا رتبہ بیان کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ بات اسی قدر ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں چنانچہ میرے لیے عبدہٗ ورسولہ (اللہ کا

بندہ اور رسول) کہو۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ہر معاملے کی خبر گیری اپنے اہل خانہ سے زیادہ کرتے تھے اور فرماتے تھے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو دوست رکھتا ہے جو اپنے بھائیوں سے اس غرض سے ملنے جاتا ہے کہ ان کی خبر گیری اور مدد کرے۔ آپ ﷺ اصحابؓ کے حالات دریافت فرماتے رہتے تھے۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اگر اُن میں سے کوئی موجود نہ ہوتا یعنی سفر میں ہوتا تو اس کے اہل وعیال کی خبر گیری فرماتے۔ ان میں سے اگر کوئی فوت ہوجاتا تو اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ[1] (بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور بے شک ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے) پڑھتے۔ اس کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بارے میں یہ محسوس فرماتے کہ اسے میری جانب سے شکایت ہے تو فرماتے کہ فلاں شخص مجھ سے رنجیدہ ہے یا اس نے میری کوئی تقصیر دیکھی ہے، مجھے اس کے پاس لے چلو، چنانچہ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے جاتے، یہاں تک کہ وہ (خوش ہوکر) آپ ﷺ کے حجرہ مبارک پر حاضر ہوتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحابؓ کے باغوں میں جو آپ ﷺ کی دعوت کرتا تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے۔ آپ ﷺ ارباب بزرگی کی تکریم فرماتے اور اہل علم وفضل کی عزت کرتے تھے۔ اپنا روئے مبارک کسی کی طرف سے نہ پھیرتے تھے۔ عذر کرنے والے کے عذر کو قبول فرما لیتے۔ آپ ﷺ کی نظر مبارک میں، امر حق میں ضعیف وقوی، قریب وبعید یکساں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے علاحدہ ہوجاتے جو آپ ﷺ کے پیچھے چلتا اور فرماتے کہ میری پشت کو ملائکہ کے لیے چھوڑ دو اور اس شخص سے علاحدہ نہ ہوتے جو آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ ہوتا حالاں کہ آپ ﷺ سوار ہوتے تو اسے بھی سوار کراتے۔ اگر وہ (سوار ہونے سے) انکار کرتا تو فرماتے کہ مجھ سے ارادہ کردہ جگہ تک علاحدہ ہوجاؤ۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا تشریف لے گئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابو ہریرہ تم بھی سوار ہوجاؤ۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں سوار ہونا نہیں چاہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوار ہونے کے لیے فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھاری جسم کے ساتھ، سوار ہونے پر قادر نہ ہوسکے (گرنے لگے تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سنبھالنے کی کوشش فرمائی (اس کوشش میں) آپ ﷺ اور ابو ہریرہ دونوں زمین پر آ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سوار ہوئے اور فرمایا، اے ابو ہریرہ میں تمہیں سوار کرتا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں سوار ہونا نہیں چاہتا (حکم کی بجا آوری کے لیے سوار ہونے لگے) سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لٹک گئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو ہریرہؓ پھر دونوں زمین پر گر پڑے۔ تیسری بار فرمایا، اے ابو ہریرہ کیا میں تمھیں سوار کروں۔ انھوں نے عرض کیا ہرگز نہیں میں اس ذات پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بے شک آپ ﷺ کو حق وراستی کے

---

[1] پارہ ۲۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۵۶۔

ساتھ بھیجا گیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تیسری بار آپ ﷺ کو زمین پر گرنے کی زحمت دوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں اور کنیزوں پر کھانے یا پہننے کے بارے میں ہرگز سختی نہیں فرماتے تھے (بلکہ) اپنے خادم کی خدمت فرمادیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سفر ہو یا حضر، میں نے آپ کی اتنی خدمت نہ کی جتنی آپ نے میری خدمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میرے کام کے بارے میں نہ فرمایا کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا اگر مجھ سے تساہل ہوتا تو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ سفر خود بکری (کا ذبیحہ) درست فرما لیتے تھے۔ (ایک مرتبہ) ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ (بکری کا) ذبح کرنا میرے ذمے ہے۔ دوسرے نے عرض کیا کہ صاف کرنا میرے ذمے ہے۔ تیسرے نے عرض کیا کہ پکانا میرے ذمے ہے۔ پس رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ جلانے کی لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمے ہے۔ اس پر سب نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کام کے لیے کافی ہیں (لکڑیاں بھی جمع کرلیں گے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کام کے لیے کافی ہو لیکن میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اس معاملے میں میں تم سے جدا اور ممتاز نظر آؤں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی یہ بات پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے اصحاب میں خود کو سب سے جدا اور ممتاز ظاہر کرے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور لکڑیاں جمع کیں۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ جب منزل پر اترے تو ادائے نماز کے لیے مصلے کی طرف آگے بڑھے۔ ادائے نماز کے بعد فرمایا کہ میں اپنی اونٹنی کو چارہ کھلانا چاہتا ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ آپ ﷺ کے اس کام کے لیے ہم کافی ہیں۔ فرمایا اگر تم میں اتنے ہی اور لوگ شامل ہوجائیں تو اونٹنی کو چارہ نہیں کھلا سکتے۔

ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں تشریف فرما تھے کہ صحابہؓ کے ساتھ کھجوریں تناول فرمارہے تھے۔ اس اثنا میں حضرت صہیبؓ حاضر خدمت ہوئے۔ انھوں نے آشوبِ چشم کے سبب اپنی آنکھ کو چھپا رکھا تھا۔ ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی اور انھوں نے کھجور کھانا شروع کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے صہیبؓ تم مٹھاس کھارہے ہو حالانکہ آنکھ کے مرض میں مبتلا ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں صرف صحت مند آنکھ کی جانب سے کھجوریں کھارہا ہوں۔ رسول علیہ السلام نے ان کے اس جواب پر تبسم فرمایا۔

اسی طرح ایک روز آپ ﷺ تازہ تازہ کھجوریں تناول فرمارہے تھے کہ حضرت علیؓ حاضر خدمت ہوئے۔ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ انھوں نے کھجوریں کھانا شروع کردیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے علیؓ تم دردِ چشم میں مبتلا ہونے کے باوجود مٹھاس کھارہے ہو۔ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک سے ایک طرف ہٹ گئے حالاں کہ آپ ﷺ انھیں دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک کرکے سات کھجوریں ان کے سامنے ڈالیں پھر فرمایا،

تمھیں یہ سات کھجوریں کافی ہیں، ان سے تمھیں کچھ نقصان نہ ہوگا جب کہ تم طاق عدد کھجوریں کھاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ نے ثرید (شوربے میں چوری ہوئی روٹی) کی ایک طشتری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفتہً بھیجی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ثرید کو زمین پر پھینک دیا اور طشتری توڑ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ثرید اور طشتری کو سمیٹا اور فرمایا، تم نے اپنی ماں سے غیرت کی، تم نے اپنی ماں سے غیرت کی۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ازواج مطہرات سے باتیں کررہے تھے۔ ایک ام المومنین نے کہا یہ کلام، کلامِ خرافہ ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، جانتی ہو خرافہ کیا ہے؟۔ خرافہ قبیلۂ عذرہ کا ایک شخص تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں وہ مدتوں جن کی قید میں رہا پھر جنوں نے اسے رہا کردیا، چناں چہ یہ خرافہ تھا جو لوگوں سے جنوں کے برے قصے جو اس نے دیکھے تھے بیان کرتا تھا۔ اس بنا پر لوگ اس کی باتوں کو خرافہ کہنے لگے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے آتے تو مدتِ قیام کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ ایک حصہ اپنے نفس کے لیے اور دوسرا حصہ اپنے اہل بیت کی خبر گیری کے لیے۔ پھر اس حصے کو جو آپ اپنے نفس کے لیے مقرر فرماتے دو حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا عام لوگوں کے لیے، چنانچہ عام وخاص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ آپ ﷺ کی سیرت پاک میں شامل تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حق میں ہمیشہ روا رکھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اہل فضل کو ان کے دینی فضل کے اندازے کے مطابق پسند اور اختیار فرماتے۔ ان میں سے بعض کی ایک حاجت ہوتی اور بعض کی زیادہ حاجتیں ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان رہتے۔ ان کے ساتھ نماز پڑھانے میں مشغول ہوتے اور انھیں ہر اس بات کی خبر دیتے تھے جو ان کے لائق ہوتی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمھیں چاہیے کہ میرا حکم حاضر و غایب کو پہنچاؤ اور مجھے اس شخص کی ضرورت سے آگاہ کرو جو اپنی ضرورت (مجھ تک پہنچانے) کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس بے شک جو شخص بادشاہ کے پاس ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جسے اپنی حاجت (بادشاہ تک) پہنچانے کی طاقت نہیں، اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے دونوں قدم مضبوط کرے گا۔ آپ کی مجلس مبارک میں یہی باتیں ہوتی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے محبت فرماتے اور انھیں ناخوش نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہر قوم کے سردار کے جو اس قوم کا حاکم ہوتا تھا، تکریم فرماتے تھے۔ نیک کام کرنے میں جو افضل ہوتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہوتا۔ جو شخص تمام مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا وہ آپ ﷺ کی نظر مبارک میں افضل ہوتا۔ جو شخص عام لوگوں کی غم خواری کرتا وہ آپ ﷺ کے نزدیک بزرگ تر ہوتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے یا اٹھتے تو اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ جب کبھی کسی مجلس میں تشریف لاتے تو جہاں

جگہ مل جاتی وہیں تشریف رکھتے اور صحابہؓ کو بھی اسی امر کی تلقین فرماتے۔ آپ ﷺ اپنے مصاحب کا پورا حق ادا فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ ﷺ کا مصاحب کسی دوسرے پر اپنی برتری کا اظہار کرے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھتا تو آپ اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ آنے والا خود نہ اٹھ جائے لیکن اگر کبھی ضروری کام ہوتا تو آنے والے کو مطلع کر کے اٹھ جاتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خدمت گار یا عورت کو نہیں مارا (بلکہ) کسی کو بھی سوائے جہاد کے نہیں مارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی فرماتے تھے اور اسے اپنی فضیلت میں ہونا پسند نہیں فرماتے تھے (یعنی اس کا ذکر نا پسند فرماتے تھے)۔ برائی کے بدلے برائی اختیار نہ فرماتے تھے (بلکہ) بالکل معاف فرما دیتے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ مساکین سے محبت فرماتے اور ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے اور ان کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔ کسی شخص کو مفلسی کے باعث حقیر نہیں سمجھتے تھے نہ کسی دولت مند سے اس کی دولت مندی کے باعث مرعوب ہوتے تھے۔ نعمت کی خواہ وہ کتنی ہی کم ہو تعظیم کرتے تھے۔ کسی نعمت کی برائی ظاہر نہ فرماتے۔ اپنے پڑوسی کی نگہداشت فرماتے اور اپنے مہمان کی تکریم کرتے تھے۔ اس کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھاتے تھے۔

(ایک مرتبہ) ایک خاتون جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں چنانچہ آپ نے اُن کے لیے اپنی چادر مبارک بچھائی اور خوش آمدید کہا اور انھیں اپنی چادر شریف پر بٹھایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے حالاں کہ غمِ آخرت کے خیال سے اکثر غم زدہ اور متفکر رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات شریفہ اللہ تعالیٰ کے کام میں صرف ہوتے تھے یا اُن کاموں میں صرف ہوتے، جو لوگوں اور اپنے اہل وعیال کے لیے کرنا ضروری ہوتے۔ اگر کسی امر میں اللہ کا حکم نہ ہوتا تو آپ ﷺ دو چیزوں میں سے آسان تر چیز کو پسند فرماتے تھے۔ اگر آپ طبعاً رحیم نہ ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کے گرد جمع نہ ہوتے، آپ ﷺ سے دور دور رہتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام خود ہی انجام دیتے تھے۔ اپنے جوتے اور کپڑے خود ہی اٹھاتے تھے۔ گھر کے کاموں میں شریک ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے، اونٹ اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے غلام وغیرہ کو اپنے پیچھے بٹھاتے تھے۔ اپنی چادر مبارک کے سرے سے گھوڑے کے منھ کو صاف کر لیتے۔ آپ ﷺ اپنے عصائے مبارک کو سرہانہ بنا لیتے اور فرماتے تھے کہ عصا کو سرہانہ بنانا انبیا علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چراتے تھے۔ انبیا میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس بچے کا جو آپ ﷺ کے خاندان میں پیدا ہوا، عقیقہ ترک نہیں کیا۔ نومولود کی پیدائش کے ساتویں روز آپ ﷺ اس کے سر کے بال منڈھواتے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک کو پسند فرماتے تھے اور فالِ بد کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو خود ہی اپنے لیے تکلیف پیدا نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ اس توکل کی برکت سے جو اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے، اس تکلیف کو دور فرماتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسی چیز پیش کی جاتی جو آپ ﷺ کو پسند ہوتی تو آپ ﷺ **الحمدلله رب العالمین** (اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) فرماتے اور اگر کوئی ایسی چیز جو آپ ﷺ کو پسند نہ ہوتی تو فرماتے، **الحمدلله علیٰ کل حال** (ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے)۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے کھانا ہٹایا جاتا تو فرماتے: **اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَطعَمنَا وَسَقَانَا وَ آوانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ المُسلِمِینِ** (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، آرام کی جگہ عطا فرمائی اور ہمیں مسلمان (پیدا) کیا)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ یہ فرماتے، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں بہت زیادہ شکر اس میں پاکیزہ برکت دی گئی، (اپنے) غیر سے مکتفی کیا، (اپنی ذات سے) نہ رخصت کیا، نہ بے پروا کیا، اے ہمارے پروردگار۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنی آواز کو پست رکھتے اور اپنے چہرۂ مبارک کو ہاتھ یا کسی کپڑے سے چھپا لیتے اور الحمدللہ کہتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وبیشتر قبلے کی جانب رخ فرما کر بیٹھتے اور جب مجلس میں تشریف رکھتے تو دونوں دست مبارک دونوں زانوے مبارک پر رکھتے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے فرماتے اور باتیں کم کرتے تھے۔ لا یعنی باتیں بالکل زبانِ مبارک پر نہ لاتے۔ نماز کو زیادہ طول دیتے، اور خطبہ کو کم فرماتے۔ ایک نشست میں سو بار استغفار کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل شب میں نیند فرماتے، پھر نیند سے اٹھ جاتے۔ آخر شب میں نماز وتر ادا فرماتے تھے، پھر آرام کے لیے بستر پر تشریف لاتے اور جب اذان کی آواز سمع مبارک میں آتی تو بستر سے کھڑے ہوجاتے۔ اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لے آتے اور مسجد میں بحالت قیام نماز ادا فرماتے۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے پاس ہوتے تو اکثر نماز نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ نماز میں بہ سبب گریہ آپ ﷺ کی آواز دیگ کی آواز کے مشابہ ہوجاتی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، پیر اور جمعرات کو نیز ہر ماہ میں تین یوم روزہ رکھتے تھے۔ دس محرم کو بہت کم روزہ رکھتے تھے۔ جمعے کے دن روزہ نہیں رکھتے اور شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں نیند کرتی تھیں لیکن دل وحی کے انتظار میں بیدار رہتا تھا۔ جب نیند فرماتے تو آواز نہ کرتے تھے۔ اگر خواب میں کوئی ایسی بات دیکھتے جس سے خوف پیدا ہوتا تو **هو الله لا شریک له** کہتے۔ (اللہ وہ جس کا کوئی شریک نہیں)۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، سوتے وقت اپنا دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور دعا فرماتے **اَللّٰھُمَّ بِاسمِکَ**

اَمُوتُ وَاَحیٰ (اے میرے رب مجھے حشر کے دن اپنے عذاب سے محفوظ رکھ اور فرماتے میں تیرے نام کے ساتھ نیند کرتا ہوں)۔ اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے: اَلْحَمدُ لِلّٰہِ الَّذی اَحیَانَا بَعْدَ مَاَ اَمَاتَنا وَاِلَیہ النشُورِ (اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ ہمیں موت دینے کے بعد زندہ کیا۔ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے)۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے وہ صاف اور واضح ہوتی تا کہ مصاحب اسے یاد کرے اور ہر بات تین بار فرماتے تا کہ سامع آپ ﷺ کے کلام کو اچھی طرح سمجھ لے۔ اپنی زبان مبارک کو دنیا کے ذکر سے خاموش رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو جامع ہوتی تھی اس میں فضول قسم کا کلام نہ ہوتا، بطور مثال شعر بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مسکراتے رہتے تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ مسکرائے ہوں اور آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے ہوں۔ آپ ﷺ قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے کی برائی نہیں کی اور نہ عیب بیان کیا۔ اگر خواہش ہوتی تو تناول فرماتے، خواہش نہ ہوتی تناول نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے تکیے کا سہارا لے کر کھانا تناول نہیں فرمایا نہ خوان پر سجا ہوا کھانا تناول فرمایا۔ آپ ﷺ مباح چیز کھانے سے انکار نہ فرماتے تھے۔ تحفے میں آیا ہوا کھانا تناول فرماتے تھے اور اس کے بدلے میں کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ صدقے کا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ کھانے کو سونگھتے بھی نہ تھے۔ جو کھانا میسر ہوتا تناول فرمالیتے۔ اگر گوشت ہوتا تو گوشت، نان ہوتی تو نان اور شہد میسر ہوتا تو شہد ہی تناول فرماتے۔ اگر دودھ مہیا کیا جاتا تو اسی پر کفایت فرماتے۔ دودھ پینے کے بعد روٹی تناول نہ فرماتے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک (کھانے پینے کا) یہی طریقہ قائم رکھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے تشریف لے جانے تک جو کی روٹی پیٹ بھر نہیں کھائی۔ آپ ﷺ کے اہل وعیال پر کبھی ایک مہینہ کبھی دو مہینے ایسے گزر جاتے کہ دولت کدے میں (طعام کے لیے) آگ روشن نہ ہوتی۔ آپ کا کھانا صرف کھجور اور پانی ہوتا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، جب کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمین کے خزانے عطا فرمائے تھے لیکن آپ نے انکار کیا اور قبول نہ فرمایا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہؓ کے ہاں اکثر تشریف لاتے تھے اور فرماتے کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اگر حضرت عائشہؓ عرض کرتیں کہ کچھ نہیں ہے تو فرماتے البتہ میں روزے سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کسی نے ہمیں تحفہ بھجوایا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا چیز ہے، انھوں نے عرض کیا کہ حلوہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، خیر دیر ہوگئی میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے (یعنی کچھ نہیں کھایا) حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ تناول فرمالیجیے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے سرکے کے ساتھ روٹی تناول فرمائی اور فرمایا کہ خوب ترین کھانا سرکے کے ساتھ روٹی کھانا ہے۔ آپ ﷺ پالتو مرغیوں کا اور سرخاب کا گوشت تناول فرماتے تھے کہ وہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے دست کا گوشت پسند فرماتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ روغنِ زیتون کھایا کرو اور اپنے سروں میں ڈالا کرو، کیوں کہ بے شک وہ مبارک درخت کا تیل ہے۔ اشعار:

یا جاعل السنن النبی شعارہ ودثارہ

متمسکا بحدیثہ مستوفیا اخبارہ

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو اپنا لباس کرنے والے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو مضبوط پکڑنے والے سب لوگ آپ ﷺ کی سنتوں کو اختیار کرتے ہیں۔

سنن الشریعة خذ بها متو سما آثارہ

وکذا طریق فاقتبس فی سبلها انوارہ

ترجمہ: شریعت کے طریقوں کو آپ ﷺ کے آثار کی علامت یقین کر اور ایسے طریقوں پر عمل کر کے آپ کے نور سے راستے روشن کرنے کا فائدہ حاصل کر۔

ھو قدوة لک فاتخذونی سنن شعارہ

قد کان یقری ضیفهُ یحفظ جارہ

ترجمہ: وہ تمھارے پیشوا ہیں پس آپ ﷺ کی سنتوں کو اپنا لباس بناؤ۔ بے شک آپ ﷺ مہمان کی عزت فرماتے اور اپنے ہمسائے کی نگہداشت کرتے تھے۔

وتجالس المسکین یوثر قربه وجوارہ

الفقر کان ردائوہ والجوع کان شعارہ [1]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مساکین کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ان سے قربت اور ہمسائگی پسند فرماتے تھے۔ فقر آپ ﷺ کی چادر اور بھوک آپ ﷺ کا متصل جسم لباس تھا۔

ترجمہ شعر ۵۔ مغرور سردار قوم کے لیے جو آپ ﷺ سے ملاقات کرنے حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اس کی عزت کرنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔

---

[1] اس قصیدے کے نو اشعار ص ۳۰۴ (مطبوعہ نسخے) پر نقل کیے گئے ہیں۔ ان میں سے چار اوپر نقل کر کے ترجمہ کر دیا گیا ہے باقی پانچ اشعار کی کتابت میں نقص ہے اور گرفت میں نہیں آتے۔ آخری دو اشعار کا فارسی ترجمہ بھی نہیں کیا گیا ہے۔ مترجم نے بوجہ نقص کتابت اپنی سمجھ کے مطابق ترجمہ کر دیا ہے اور اصل متن کے اشعار کو اردو ترجمے کے متن میں شامل نہیں کیا ہے۔ یہاں احتیاط کا یہی تقاضہ تھا۔

ترجمہ شعر ۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غرور نہ فرماتے تھے کہ اپنے پاجامے کو کھینچیں۔[1]

ترجمہ شعر ۷۔ بے شک آپ ﷺ اپنے پڑوسی کو بہ سبب تواضع سواری پر بٹھا لیتے تھے خواہ وہ ایک سال سے آپ ﷺ کا پڑوسی ہوتا یا ایک رات اور ایک دن کا پڑوسی ہوتا۔

ترجمہ شعر ۸۔ منزل پر بکری کا دودھ خریدا۔ اپنی سنت کے ڈورے میں گرہ لگادی (سنت کو مضبوط فرمایا) خواہ وہ عمل برسوں کا تھا یا ایک دن رات کا۔

ترجمہ شعر ۹۔ منزل پر بکری کا دودھ خریدا۔ دشمن کا حق ادا کیا۔ وہ کیسے اچھے مہاجر تھے جن کی انصار عزت کرتے تھے۔

نواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بیان

قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ دنیا جہان کے فصیح و بلیغ انسان قرآن مجید کی مثل (کتاب) پیش کرنے سے عاجز اور حیران رہے وہ ہی نہیں بلکہ ان جیسے اور لوگ بھی ان کے مددگار ہوجائیں تب بھی قرآن کی مثل پیش نہیں کرسکتے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد ساحرانِ زمانہ اس کی سچائی اور ہدایت پر ایمان لائے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ اس کی مثل دس کامل سورتیں بنا کر لائیں لیکن ناکام رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات یہ ہیں۔

ان میں سے ایک حدیث سلیمان ہے۔ یہ ایک عالم کا قول ہے جو سال میں ایک بار بیت المقدس آتا تھا (اس نے کہا) بے شک میں جانتا ہوں کہ ملک عرب میں دنیا کا سب سے بڑا عالم مبعوث ہوا ہے۔ اگر تو وہاں جائے تو اُن سے ملاقات کرے گا۔ ان میں تین خاص باتیں ہیں:

(۱) وہ تحفے کا کھانا تناول فرماتے ہیں۔

(۲) وہ صدقے کا کھانا تناول نہیں فرماتے۔

(۳) ان کے دائیں کندھے پر نرم ہڈی کے قریب ''مہر نبوت'' ہے جو کبوتر کے انڈے کی مانند اور جسم کے ہم رنگ ہے پس یہ باتیں سننے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں یہ علامتیں پائیں۔

اُن میں سے معراج میں تشریف لے جانے کے وقت آپ ﷺ کے سینۂ مبارک کا کھولنا ہے۔ ان میں سے بیت المقدس کے بارے میں آپ ﷺ کا خبر دینا اور حالات بیان کرنا ہے حالاں کہ آپ ﷺ اس وقت مکۂ معظّمہ میں

---

[1] چھٹے شعر کا صرف مصرعِ اولیٰ نقل کیا ہے دوسرا مصرع اصل متن میں تحریر ہی نہیں کیا گیا۔ شعر نمبر ۸ اور ۹ کا مصرع اولیٰ ایک ہی ہے۔ اس سے اصل کتاب میں سہو کتابت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح شعر ۷ اور ۸ کا مصرع ثانی لفظاً لفظاً ایک ہے۔ احقر مترجم نے اپنی سی ہر کوشش کی کہ کسی کتاب میں قصیدے کے یہ اشعار مل جائیں لیکن ناکام رہا۔ لاچار از روئے احتیاط ترجمہ کیا ہے جس کے درست ہونے میں مترجم کو احتمال ہے۔

تشریف رکھتے تھے۔ ان میں سے واقعۂ شق ہے یعنی چاند کا دوٹکڑے ہوجانا۔ ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک لڑائی کے دن کافروں کی جماعت پر مٹھی بھر خاک پھینکی پس اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی۔ ان میں سے غار کا واقعہ ہے، جب کافروں کی جماعت آپ ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے نکلی لیکن آپ ﷺ کو دیکھنے سے معذور رہی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ سے خالی دونوں تھنوں پر دست مبارک سے مسح کیا اور وہ دودھ سے بھر گئے۔ آپ ﷺ نے خود دودھ پیا اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی پلایا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے حق میں دعا فرمائی (کہ وہ اسلام لے آئیں اور) اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت بخشے۔ ان میں سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے لیے دعا فرمانا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں موسم کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ ان کے لیے دعا کی جب انھوں نے بے چینی کی شکایت کی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن حضرت علیؓ کی آنکھ میں ڈالا جب وہ مرض چشم میں مبتلا تھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ حضرت سمرہؓ غزوۂ حنین میں زخمی ہوگئے تھے[1] ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے حق میں دعا فرمائی[2] ان میں سے حضرت جابر عبداللہؓ کے اونٹ کے لیے دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت جابرؓ کی کھجوروں میں برکت عطا فرمائی۔ ان میں سے آں حضرت ﷺ کا حضرت انسؓ کے لیے درازی عمر اور کثرت مال کی دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ سے حطیم (کعبے کی دیوار) نے شکایت کی اور آپ اُس وقت منبر پر تشریف فرما تھے۔ ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عتبہ بن کعب کے لیے دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے آپ ﷺ کا سراقہ کے باب میں دعا فرمانا ہے جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت آپ ﷺ کو تلاش کررہا تھا۔ ان میں یہ بھی ہے کہ درخت نے دریافت کرنے پر آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ ان میں سے یہ ہے کہ بنی عامر کے قبیلے کے ایک اعرابی نے کہا ہے بے شک ....[3] (چیزیں آپ ﷺ کا حکم مانتی تھیں)۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دو درختوں کو حکم دیا چنانچہ وہ (ایک جگہ) جمع ہوگئے پھر انھیں واپسی کا حکم دیا تو ایک دوسرے سے الگ

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۳۰۶) پر صرف اسی قدر تحریر کیا گیا ہے۔

[2] ایضاً۔

[3] اس معجزے شریف کی عربی عبارت یہ ہے:

منها ان اعرابیا من بنی عامر قال انک تفعل اشیا ذلک ان ادادیک۔

اس کا فارسی ترجمہ جو نقل کیا گیا ہے یہ ہے:

''وبعض از ایشاں اینست کہ یکی اعرابی بود از قبیلۂ بنی عامر گفت ہر آئینہ میگوئی چیز ہارا''

''چیز ہارا'' پر ترجمہ ختم کردیا گیا ہے۔ عربی عبارت بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے مترجم نے بدرجۂ مجبوری ترجمے کو ادھورا چھوڑ دیا ہے اور قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ قیاسی مفہوم قوسین میں درج کردیا گیا ہے۔

ہوگئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ نے انسؓ کو[1] حکم دیا کہ وہ ابی حارس رحم اللہ کے باغوں کی جانب جائیں ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند فرمارہے تھے، چناں چہ ایک درخت زمین کو شق کرتا ہوا آیا حتیٰ کہ (سایے کے لیے) آپ ﷺ کے پاس کھڑا رہا۔ ان میں سے شجر وحجر کا اس رات کو جس میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے سلام کرنا ہے۔ ان میں سے خشک درخت کے تنے کا گریہ کرنا ہے جب آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ ان میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا ہے، ان میں کھانے کا تسبیح کرنا ہے۔ ان میں بکری کے دست کا یہ کلام کرنا ہے کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے[2]۔

ان میں سے یہ ہے کہ اونٹوں نے شکایت کی۔ ان میں قتادہ بن نعمان کا چشمہ ہے۔ ان میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن پیش گوئی فرمائی۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے امام حسینؓ کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا شہید کیا جائے گا۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نخعی کذاب کے مارے جانے کی خبر دی۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چیز کے لپیٹے جانے کی خبر دی۔ فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی چنانچہ میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کا مشاہدہ کیا۔ ان میں سے آپ ﷺ کا ثابت بن قیسؓ کے لیے یہ فرمانا ہے کہ وہ خیر وخوبی کے ساتھ زندہ رہیں گے ان میں یہ ہے کہ ابولہب کی بیوی نے آپ ﷺ سے بے ادبی کی تھی چنانچہ سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔

ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص مرتد ہوگیا اور مشرکوں میں شامل ہوگیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے کعبے کے بت سرنگوں ہوگئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بازن بن المغضومہ بت کی پرستش کررہا تھا چناں چہ اس نے آواز سنی کہ وہ بت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی جانب اشارہ کررہا تھا۔ ان میں غیب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر گواہی دینا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ

---

[1] مذکورہ بالا عبارات کے علاوہ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۰۶ پر مندرجہ ذیل عبارتیں فارسی ترجمے کے بغیر نقل کی گئی ہیں:

منها ان طيبه وقعت فى شبكة

منها القيا والصالحين هن الابل

منها اندراذان نجراست بذامات اوسعا

منها امة خبران الطوائف من امتى

منها قوله بعثمان انه سقه

منها قوله لا انصار لكم انكم سمترون بعدى

احقر مترجم نے بعض فاضل دوستوں سے ان عبارات کے مفہوم کے بارے میں رجوع کیا لیکن کسی مفید مطلب نتیجے تک پہنچنے میں ناکام رہا۔ مترجم نے اپنی مجبوری کے پیش نظر ان عبارات کا ترجمہ زیر نظر اردو متن میں نہیں کیا ہے۔

[2] اس معجزے شریف کی عربی عبارت یہ ہے:

منها امر انسان ان ينطلق الى نخلات ابى حارس رحم الله۔ لیکن فارسی ترجمے میں ''انسان'' کے بجائے ''انس'' دیا گیا ہے۔ مترجم نے اس حکم کو حضرت انسؓ پر محمول کیا ہے۔ معجزے شریف کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا وقوع پذیر ہوا)۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) سے اہل خندق کو کھلایا اور وہ ہزار افراد تھے۔ ان میں یہ ہے کہ بہت قلیل کھجوریں کھلائیں۔ ان میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو ہریرہؓ دو کھجور لے آئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک پھر ثرید کا پیالہ لایا گیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک ایک قدح دودھ سے اہل صفہؓ سیراب ہوگئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت زینبؓ نے بہت ہی کم ثرید میں سے کھانا کھایا۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک پھر ثرید کا پیالہ لایا گیا[1] ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی جو سے اسی افراد کو کھلایا[2] ان میں سے یہ ہے کہ جابرؓ نے کہا، حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے۔ ان میں سے ہے کہ پانی کا پیالہ لایا گیا[3] ان میں سے دو توشے دان والی کا قضیہ ہے۔ ان میں سے یہ ہے جو جنگ تبوک میں واقع ہوا۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ ان میں سے یہ ہے ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ طلب کی تھی۔ ان میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ طائف میں تھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک عورت بچے کو آپ ﷺ کی خدمت میں لائی تھی۔ ان میں سے تلوار کا زخم اچھا ہونا ہے۔ ان میں سے حاطب بن ابی بلتعہ کا خط وکتابت کرنا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ اس جماعت کے مردوں کے دونوں پیر لمبے تھے۔ ان میں سے زہر آلودہ کھانا کھانا ہے کہ وفات پائی اور اس کا اثر ظاہر ہوا[4]

ان میں سے یہ ہے کہ ان کے لشکر میں ایک شخص تھا جو کسی چیز کو نہ چھوڑتا تھا۔ ان میں سے یہ ہے کہ جب وہ لوگ خندق میں حاضر ہوئے تو تحفہ پیش کیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حجاز کے تاجر ابی رافع سے مقاتلہ کیا جب وہ بلندی سے نیچے آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری معجزات اور روشن دلیلیں بے شمار ہیں جن کا اندازہ ناممکن ہے۔

---

[1] یہ معجزہ دو مرتبہ تحریر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۳۰۷۔ سطریں ۱۷ اور ۱۸۔

[2] اس کے بعد مندرجہ ذیل عبارتیں صفحہ ۳۰۷ پر نقل کی گئی ہیں، جن کا ترجمہ عبارتوں کے ابہام کے سبب نہیں کیا گیا۔ ان کا فارسی ترجمہ بھی مطبوعہ نسخے میں نہیں کیا گیا ہے: منها انه عمر عمران یزود اربع مایة راکب۔ ان میں سے یہ کہ عمر عمران نے چارسو سواروں کا زادِ راہ دیا۔

منها عن جابربن عبدالله قال صلوٰۃالعصر ولیس معناها غیر فضیلت۔

ان میں سے یہ کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا نماز عصر اور اس کے معنی نہیں بغیر فضیلت۔

[3] اس کے بعد ''منها انه انی یعقب فیه'' ان میں سے یہ کہ بے شک میں عاقب ہوں کی عبارت کا ترجمہ بہ سبب مبہم ہونے کے نہیں کیا گیا ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ بھی مطبوعہ نسخے میں چھوڑ دیا گیا ہے)۔

[4] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۰۸ کی سطر ۷ اور ۸ پر نقل کیا گیا ہے:

(اصل عبارت) منهالی سم الطعام مات الذی معه

(فارسی ترجمہ) وبعض ازاں خوردن طعام زہر آلود یکہ وفات یافت واثر اوظاہر شد۔ اس کا ترجمہ اردو ترجمے کے متن میں کر دیا گیا ہے اگر کوئی صاحب علم اس روایت کی تحقیق سے متعلق مطلع فرمائیں تو احقر مترجم بے حد ممنون ہوگا۔

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

دسواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا ذکر

وہ پہلی خاتون جن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا، حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد بن اسد بنی عبدالعزیٰ بن قصی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ جب حضرت خدیجہؓ کا آپ ﷺ سے نکاح ہوا تو اس سے قبل دو اشخاص سے ان کا نکاح ہو چکا تھا۔ پھر وہ اپنی وفات تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی حیات میں کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا یہاں تک کہ حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی۔

روایت ہے کہ حضرت علیہ السلام، حضرت عائشہؓ سے حضرت خدیجہؓ کی اس قدر اوصاف اور خوبیاں بیان فرماتے تھے کہ انھیں تفصیل سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کی ثنا کرنے سے نہیں اکتاتے تھے حتیٰ کہ حضرت عائشہؓ غیرت کے جوش میں آجاتیں۔ حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون تھیں جنھیں آپ ﷺ نکاح میں لائے۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ بنت زمعہؓ کو اپنے نکاح میں لائے۔ یہ نکاح مکہ معظّمہ میں ہجرت سے قبل ہوا تھا۔ اس سے قبل حضرت سودہؓ، سکرانؓ بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طلاق دینی چاہی لیکن انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی اور کہا کہ مجھے مردوں سے رغبت نہیں ہے لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا شرف چھوڑنا نہیں چاہتی۔

حضرت سودہؓ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ سے نکاح کیا یہ نکاح مکۂ معظّمہ میں ہجرت سے دو سال قبل ہوا اور بعض کہتے ہیں سات سال قبل ہوا۔ حضرت عائشہؓ نے مدینہ طیبہ میں ۵۸ھ ہجری میں وفات پائی اور بعض ۵۷ھ ہجری کہتے ہیں۔ انھیں بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا ان کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہؓ نے پڑھائی۔ اُن کے علاوہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نہ تھا۔ ان سے جنین (پیٹ کا بچہ) ساقط ہوا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ سے نکاح کیا۔ نکاح سے پہلے وہ خنیسؓ بن خلافہ حیسب کے عقد میں تھیں۔ حضور ﷺ نے انھیں طلاق دی تھی پس جبریل علیہ السلام آئے اور ان کی بے حد تعریف کی کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان سے رجوع کریں چناں چہ ایسا ہی کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان سے نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے وہ عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور حبشہ ہجرت کر گئی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ ہند بنت ابی امیہ سے نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے وہ ابو مسلمہ کے نکاح

میں تھیں۔ وہ رسول علیہ السلام کی آخری بیبیوں سے تھیں اور سب سے آخری بی بی حضرت میمونہؓ سے پہلے نکاح میں آئیں۔ حضرت امِ سلمہؓ بعد کی بیبیوں میں سے بھی تھیں اور ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ وہ یعنی حضرت زینب حضور علیہ السلام کی پھوپھی کی دختر تھیں جن کا نام امیمہ تھا۔ حضرت زینبؓ حضور علیہ السلام کے غلام زیدؓ بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ حضرت زیدؓ نے انھیں طلاق دی جس کے بعد خدائے تعالیٰ نے آسمان میں اُن کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجؓ سے کہتی تھیں کہ آپ کے والدوں نے آپ کا عقد کیا ہے لیکن میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر کیا ہے۔ حضرت زینبؓ نے ۱۶ھ ہجری میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ بنت الحارث سے نکاح فرمایا جو غزوۂ بنی مصطلق کے مال غنیمت میں حاصل ہوئی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ بنت حیی سے نکاح فرمایا۔ یہ بی بی ۷ھ ہجری کے غزوۂ خیبر میں بطور لونڈی حاصل ہوئی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے انھیں اپنے لیے منتخب فرمایا اور انھیں آزاد کیا۔ یہی آزادی ان کا مہر تھا۔ (اس سے قبل) وہ کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجیت میں تھیں۔ (نکاح کے وقت) چھتیس سال کی تھیں، بعض کہتے ہیں پچاس سال کی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ بنت حارث سے نکاح فرمایا۔ یہ بی بی خالد بن ولیدؓ کی خالہ تھیں[۱] حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے موضع سرف میں نکاح پڑھایا۔ اس موضع کی بنیاد رایاد نے رکھی تھی۔ ان کی (حضرت میمونہؓ کی) وفات موضع سرف میں ہوئی اور یہیں دفن کی گئیں۔ ازواج مطہرات میں سے جس کا سب سے آخر میں انتقال ہوا وہ یہی بی بی تھیں۔ یہ پہلے سیرہ المعابری کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت میمونہؓ نے ۶۳ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن (مذکورہ) بیبیوں سے حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد نکاح کیا تھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح فرمایا، مساکین کو کثرت سے کھانا کھلانے کے باعث انھیں ام المساکین

---

[۱] اس عبارت کے بعد مطبوعہ نسخے (ص ۳۰۹) میں یہ عبارت ہے۔

''وعبداللہ بن عباس کے نکاح اور موضع سرف، وبنا کرد آں موضع را رایا دومردہ درو ودفن کرد۔ ووی آخرین ازواج وآخرین کسی کہ مردہ ازیشاں بود۔''

اس عبارت کے پہلے جملے میں ابہام ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہوگا:

''اور عبداللہ بن عباس کہ نکاح ان کو موضع سرف میں''

کسی فعل کے شامل جملہ نہ ہونے کی وجہ سے عبارت مبہم ہوگئی ہے۔ شاید مراد یہ ہو کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نکاح پڑھایا۔ واللہ اعلم بہر حال یہاں قیاسی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اسی عبارت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کی وفات تمام امہاتؓ کے آخر میں بتائی گئی ہے، جب کہ حضرت ام سلمہؓ سے متعلق بھی اسی صفحے پر یہی تحریر کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو سطر ۵ اور ۶۔

کہا جاتا ہے۔حضور علیہ السلام سے نکاح کرنے سے پہلے حضرت زینبؓ عبداللہ بن جحش کے عقد میں تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طفیل بن الحرث کے نکاح میں تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت ضحاک، اساف ہمشیرہ دحیۃ الکلبی، اور اسا بنت کعب الجونیہ عمر بن زید سے نکاح کیا اور بنی کلب ثم بنی الوحید کی ایک خاتون سے نکاح کیا لیکن ہم بستری سے قبل انھیں طلاق دے دی۔عفا کی ایک خاتون سے نکاح فرمایا۔ جب اُن خاتون نے کپڑے اتارے تو ان کے جسم پر سفید داغ (برص کے داغ) ظاہر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔تہیمہ کی ایک عورت سے نکاح فرمایا، جب اس کے ساتھ داخل ہوئے تو اس نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ سے پناہ مانگتی ہوں پس آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ آپ ﷺ نے عالیہ بنت طنبیان سے نکاح فرمایا پھر بعد میں طلاق دے دی۔ آپ ﷺ نے بنت الصلت سے نکاح فرمایا لیکن وہ آنے سے پہلے انتقال کر گئیں۔ آپ ﷺ نے ملکیہ ایکشیہ سے نکاح فرمایا، جب داخل ہوئے تو فرمایا اپنے نفس کو ہبہ کر۔عرض کیا کہ میں اپنے نفس کو ہبہ کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ایک مرمرہ عورت (نازک عورت) کے پاس پیغام بھیجا۔ اس کے والد نے کہا کہ اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں، حالاں کہ اس کے جسم پر برص کے داغ نہ تھے چناں چہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ارادہ ترک فرمایا۔ وہ عورت واقعی مبروص ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا، پس کہا گیا کہ وہ کبھی مریض نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ عورت خدا کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے، چناں چہ آپ ﷺ نے اس سے نکاح کا ارادہ ترک فرمالیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے اُن خاتون سے نکاح کیا تھا۔ اس کے بعد جب اُن کے والد نے یہ بات کہی تو آپ ﷺ نے انھیں طلاق دے دی اور ہم بستر نہ ہوئے۔ یہ واقعہ ابومعتبہ نے کتاب ''شرف النبوۃ'' میں بیان کیا ہے۔

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکیس (۲۱) ازواج تھیں، ان میں سے چھ کو آپ ﷺ نے طلاق دی اور پانچ (۵) نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ آپ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد گیارہ (۱۱) ازواج چھوڑیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک بی بی کو ان کے مہر میں پانچ پانچ سو درم عطا فرمائے تھے۔ جو کچھ کہا گیا ہے یہی صحیح تر ہے سوائے حضرت صفیہؓ کے پس ان کو آزاد کرنا ہی بے شک ان کا مہر تھا۔ ان کے بارے میں مہر ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں کی گئی۔ ان کے علاوہ حضرت ام حبیبہؓ کا مہر نجاشی نے ادا کیا۔

گیارہواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا ذکر

حضرت خدیجہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے قبل اسلام پیدا ہوئے اور بعد اسلام حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ''ابو القاسم ﷺ'' ہوئی۔ پھر عبداللہ پیدا ہوئے جن کا لقب

''طیب وطاہر ہوا۔بعض روایتوں میں آیا ہے کہ طیب اور طاہر دو صاحبزادے ہیں۔ ان کے بعد حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔

محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں قبل اسلام پیدا ہوئیں اور صاحب زادے بھی قبل اسلام پیدا ہوئے اور قبل اسلام ہی بحالت شیر خوارگی وفات پائی۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت قاسم کا انتقال بعمر دو سال ہوا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت قاسم کا انتقال اس عمر میں ہوا کہ سواری پر سوار ہوجاتے تھے (یعنی سن تمیز کو پہنچ گئے تھے) لیکن صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا۔ انھوں نے اسلام قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہجرت کی۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں سوائے حضرت عبداللہ کے زمانۂ جاہلیت میں پیدا ہوئیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم تھے پھر طیب اور طاہر کی ولادت ہوئی۔ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ تھیں پھر حضرت رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ یہ روایت بھی ہے کہ سب سے بڑی صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں پھر حضرت زینبؓ، حضرت فاطمہؓ، اور حضرت کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ کہا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔

یہ تمام اولادیں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے مکۂ معظّمہ میں پیدا ہوئیں اور مدینۂ طیبہ میں آپ ﷺ کی کنیز ماریہ قبطیہؓ سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ستر راتیں گزار کر وفات پائی۔ ایک روایت میں ہے کہ وفات کے وقت سات مہینے کے تھے۔ بعض روایتوں میں اٹھارہ مہینے عمر بتائی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادوں میں سوائے حضرت فاطمہؓ کے سب نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوا۔

بارھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ایک حضرت زینبؓ جن کا نکاح ابو العاصؓ بن ربیع سے ہوا۔ ابو العاصؓ کی والدہ ہالہ بنت خویلد تھیں اور وہ اہل مکہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا اکثر مال تجارت اور امانت میں لگا رہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اسلام کی دعوت دی تو کفارِ مکہ ابو العاصؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دو ہم تمہارا نکاح اس عورت سے کردیں گے جسے تم پسند کرو گے۔

ابو العاصؓ نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی کو ہرگز طلاق نہیں دوں گا اور مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ قریش کی کوئی عورت میری بیوی سے افضل ہو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت زینبؓ اور ابو العاصؓ میں علاحدگی کی سبب اسلام تھا، جب حضرت زینبؓ اسلام لائیں۔ بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے درمیان علاحدگی کے سلسلے میں قادر نہ تھے، آپ ﷺ مکے میں مغلوب تھے۔

جب مسلمانوں نے ابو العاصؓ کو گرفتار کیا تو انھوں نے ابو العاصؓ کی گرفتاری کی خبر بھیجی اور کہا کہ اگر فدیہ ادا کردیں تو ہم انھیں رہا کردیں گے، چنانچہ حضرت زینبؓ اپنے حجرے سے نکلیں اور اپنا سر نکال کر فرمایا، اے لوگو! میں زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، البتہ میں نے ابو العاصؓ[1] کو پناہ دی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فراغت حاصل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے لوگو! سنو ایک ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے۔

عمر بن شعیب نے اپنے والد اور دادا سے روایت کی کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو نئے مہر اور نئے نکاح کے ساتھ ابو العاص کو لوٹا دی۔ حضرت ابو العاصؓ سے حضرت زینب کے ایک لڑکا پیدا ہوا، جن کا نام علی تھا۔ انھوں نے کم عمری میں وفات پائی۔ پھر حضرت زینبؓ سے امامہؓ پیدا ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (فرط محبت سے) انھیں نماز میں اپنی گود میں اٹھا لیتے تھے۔ حضرت امامہؓ زندہ رہیں۔ حضرت علیؓ نے ان سے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد نکاح کیا۔ یہ حضرت علیؓ کی شہادت تک ان کے پاس رہیں۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امامہؓ نے مغیرہ بن زید سے نکاح کیا اور اُن ہی کی زوجیت میں امامہؓ کا انتقال ہوا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں ایک حضرت فاطمہؓ تھیں۔ حضور علیہ السلام نے زمانۂ اسلام میں ان کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا۔ ان کے بطن سے حضرت حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ پیدا ہوئے۔ محسنؓ نے کم سنی میں وفات پائی۔ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے صاحبزادیوں میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہؓ کا انتقال بلوغت سے پہلے ہوا۔ زینبؓ سے عبداللہ بن جعفر نے نکاح کیا۔ زینبؓ نے ان ہی کے ہاں وفات پائی۔ حضرت زینب سے علی بن عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے۔

حضرت ام کلثوم سے حضرت عمرؓ بن الخطاب نے نکاح کیا۔ ان سے زید بن عمرؓ پیدا ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد اُن سے عوف بن جعفر نے نکاح کیا لیکن کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی یہاں تک کہ عوف بن جعفر نے انتقال کیا۔ پھر حضرت ام کلثوم سے محمد بن جعفر نے نکاح کیا، ان سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں۔ محمد بن جعفر کی وفات کے بعد امِ کلثوم سے عبداللہ بن جعفر نے نکاح کیا۔ ان سے بھی کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ حضرت ام کلثوم کی وفات عبداللہ بن جعفر کے ہاں ہوئی۔

ایک روایت یہ ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی وفات ام کلثوم سے پہلے ہوئی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں ایک حضرت رقیہؓ تھیں۔ اُن سے حضرت عثمان بن عفان نے نکاح کیا۔ اُن سے عبداللہ پیدا ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی کنیت ابو عبداللہ ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی کنیت ابو عمر کی۔ حضرت عثمان سے نکاح ہونے سے قبل حضرت رقیہؓ کا نکاح عقبہ بن ابولہب سے ہوا تھا عقبہ بن ابولہب نے حضرت رقیہؓ سے اس وقت علاحدگی اختیار کی جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، چنانچہ جس وقت سورہ تبت یدا ابی لھب نازل ہوئی

---

[1] یہاں مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۱۱ پر عربی عبارت اور اس کے فارسی ترجمے میں ''عباس'' تحریر کیا گیا ہے جس کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ یہ حضرت ابو العاصؓ تھے جنھیں حضرت زینبؓ نے پناہ دی۔

اور حضرت رقیہؓ ایمان لائیں تو ابولہب کی بیوی نے جس کا نام ام جمیل اور لقب حمالۃ الحطب تھا اپنے بیٹے کو طلاق دینے پر مجبور کیا اور کہا کہ رقیہؓ ہمارے خاندان کے دین سے پھر گئی ہے، چنانچہ عقبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دے دی اور حضرت عثمانؓ بن عفان نے ان سے نکاح کرلیا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ یہ نکاح زمانۂ جاہلیت میں ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت رقیہؓ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی تھی۔ حضرت رقیہؓ کی وفات عین اس روز ہوئی جب حضرت زید بن حارثؓ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوش خبری سنانے کے لیے مدینے آئے۔ اس وقت حضرت عثمانؓ حضرت رقیہؓ کی تجہیز وتکفین کے انتظام میں مصروف تھے۔ حضرت رقیہؓ کی بیماری کے سبب حضرت عثمانؓ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے (لیکن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ بے شک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی موت پر تعزیت کی اور فرمایا، الحمدللہ اور انھیں دفن کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں ایک ام کلثومؓ تھیں۔ حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے اُن سے نکاح کیا۔ اس سے قبل ان کا نکاح عقبہ کے بھائی عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا، چناں چہ جب **تبت یدا ابی لهب** نازل ہوئی تو ابولہب نے کہا، جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دیتے میرا سر تمھارے دو سروں پر حرام ہے۔ چنانچہ ابولہب کے بیٹوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی اور دونوں صاحبزادیوں کے ساتھ ہم نشینی نہیں کی۔ جس وقت عتبہ نے حضرت ام کلثومؓ سے علاحدگی اختیار کی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا میں نے آپ ﷺ کے دین سے انکار کیا اور آپ ﷺ کی صاحبزادی سے خود کو علاحدہ کرلیا نیز جھپٹا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ پھاڑ دیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، خبردار! میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو تم پر غالب کردے۔

(اس کے بعد) عتبہ بن ابولہب نے تجارت کی غرض سے قریش کے قافلے کے ساتھ شام کا سفر کیا۔ دورانِ سفر ملک شام میں ایک جگہ جسے ''زورا'' کہتے تھے پڑاؤ کیا۔ رات ہوچکی تھی۔ ایک شیر نے قافلے کے گرد چکر لگانا شروع کیا۔ عتبہ (اس صورت حال سے خوف زدہ ہوا اور) بولا۔ اس کی ماں ہلاک ہو۔ یہ شیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا سے گھس آیا ہے۔ پس ابن ابو کبیشہ کہاں ہے وہ مکے میں ہے اور میں ملک شام میں ہوں۔ ابولہب نے پکارا، اے گروہ قریش اس رات ہماری مدد کرو، مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بد دعا کا اندیشہ ہے (قریش نے کئی تدبیریں کیں) پہلے اونٹوں کو (قافلے کے آگے) جمع کیا پھر عتبہ کو ایک بلند جگہ پر سلا دیا اور اس کے گرد اپنے بستر جما کر سوگئے۔ روایت میں آیا ہے کہ جب حفاظت کرنے والے سوگئے اور عتبہ ان کے درمیان محوخواب تھا تو شیر آیا اور عتبہ کو تلاش کرلیا، اس کے سر کو اپنے جبڑوں میں دبا کر جسم سے علاحدہ کردیا۔

حضرت عثمانؓ سے حضرت ام کلثومؓ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی (لیکن) یہ روایت بھی ہے کہ اولاد ہوئی تھی لیکن زندہ

نہ رہی اور نہ حضرت عثمانؓ سے حضرت رقیہ کے ہاں کوئی اولاد ہوئی۔ حضرت ام کلثومؓ نے حضرت عثمانؓ کے گھر میں شعبان ۹ ہجری میں وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اگر میری ایک بیٹی اور ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمانؓ سے کرتا۔ محمد بن عبدالرحمٰنؒ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام کلثومؓ کی قبر پر تشریف فرما ہوئے، آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آیا تم میں سے کوئی ام کلثومؓ کے اہل میں ایسا ہے جو رات کو ان سے جدا نہ ہوا ہو۔ ابوطلحہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہوں۔ فرمایا نیچے آؤ۔

تیرھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپیوں کا ذکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبدالمطلب کی اولاد سے گیارہ چچا تھے۔ اُن میں سے ایک حارث تھے۔ ان کے نام کی بنا پر حضرت عبدالمطلب کی کنیت ابوحارث تھی یا غالبًا اس وجہ سے کہ حارث سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں سے ایک جماعت تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ ان بعضوں میں سے ایک ابوسفیانؓ بن حارث تھے جو فتح مکہ کے روز اسلام لائے۔ ابوسفیان غزوۂ حنین میں موجود تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا، ابو سفیانؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور اپنے پیچھے کچھ نہ چھوڑا[1] اُن میں ایک نوفل بن حارث تھے، جنہوں نے ہجرت کی اور خندق کے روز اسلام لائے۔ نوفل بن حارث صاحب اولاد تھے، ان میں ایک عبدالشمّس تھے جن کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا تھا۔ ان کی اولاد ملک شام میں آباد ہوئی۔

(عبدالمطلب کے بیٹوں میں) ایک قثم تھا جس نے چھوٹی عمر میں وفات پائی۔ وہ حارث کے ماں جایے بھائی تھے ایک (چچا) زبیر تھے۔ ان کا شمار شرفائے قریش میں ہوتا تھا۔ ان کے فرزند عبداللہؓ بن زبیر تھے جو غزوہ حنین میں موجود تھے۔ ثابت قدم رہے اور جنگ میں بمقام اجنا دین شہید ہوئے۔ روایت ہے کہ عبداللہؓ بن زبیر میں سات بہادروں کے برابر طاقت تھی۔ بے شک انھوں نے کفار کو قتل کیا اور کافروں نے اُنھیں قتل کیا۔ صبناعہ بنت زبیر صحابیہ تھیں اور ام الحکم بنت زبیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

ایک حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب تھے، جنھیں اسد اللہ اور اسد الرسول اللہ کا لقب ملا۔ حضرت حمزہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ وہ قدیم الاسلام تھے (یعنی ابتدا ہی میں اسلام لے آئے تھے) انھوں نے مدینۂ طیبہ ہجرت

---

[1] مطبو نسخے کے صفحہ ۳۱۴ سطر ۱۰ میں یہ عبارت ہے، ''ولم یعقب ونوفل بن الحارث ہاجر واسلم''۔ غالبًا یہاں ''لم'' سہو کتابت ہے جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ ابوسفیانؓ نے کوئی اولاد نہ چھوڑی یا حارث بن عبد المطلب نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ دونوں باتیں ہی صحیح نہیں ہیں۔ یہاں غالبًا مراد یہ ہے کہ ابوسفیانؓ نے اولاد چھوڑی۔ لم (نہیں) سہواً تحریر ہوگیا ہے۔ واللہ اعلم۔ مترجم نے مطبوعہ متن کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

فرمائی۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

ان میں سے ایک ابو الفضل عباسؓ تھے۔ ان کا اسلام پختہ تھا اور انھوں نے (غزوۂ بدر کے بعد قبول اسلام کر کے) مدینے میں ہجرت فرمائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے سن وسال میں بڑے تھے۔ ان کے ایک فرزند کا نام فضل تھا یہ سب بیٹوں سے بڑے تھے اور ان کے نام پر حضرت عباسؓ کی کنیت ابو الفضل تھی۔ عبداللہ، عبیداللہ اور قثم یہ تین بھی ان کے بیٹے تھے۔ سب کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن حضرت عباسؓ کو زمزم پلانے کی خدمت پر مامور کیا ان کی وفات مدینے میں حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں ۳۲ھ ہجری میں ہوئی۔ آخری عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ یعنی نابینا ہو گئے تھے۔

ان میں ایک ابو طالب تھے جن کا نام عبد مناف تھا۔ وہ نبی علیہ السلام کے والد عبداللہ اور عاتکہ کے جنھوں نے واقعہ بدر خواب میں دیکھا تھا ماں جایے بھائی تھے۔ والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔ ابو طالب نے حالتِ کفر میں انتقال کیا عقیل، جعفر اور علی رضی اللہ عنہم اور ام ہانی ابو طالب کی اولاد تھے اور صحبت سے مشرف ہوئے۔ ام ہانی کا نام فاختہ تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہند تھا۔ ایک جماعت نے ان کی اولاد کا ذکر کیا ہے۔

اس طرح (ایک چچا) ابولہب تھا۔ اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ خوبصورت ہونے کی وجہ سے (عبدالمطلب نے) اس کی کنیت ابولہب[1] رکھی۔ عتبہ اور معتب اس کے فرزند تھے۔ معتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں تھے اور انھیں حصہ دیا۔ ان کے لیے صحبت کا شرف بھی ہے۔ عتبہ کو زورا کے مقام پر جو شام میں ہے شیر نے مار دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کفر کے سبب دعا کی تھی۔

ان میں سے ایک عبدالکعبہ ہے جس کا نام مغیرہ تھا۔

ان میں سے ایک[2] حرار تھا جو حضرت عباسؓ کا ماں جایا بھائی تھا۔ ماں کا نام عراق تھا[3] یہ نام اس لیے رکھا گیا تھا کہ وہ قوم قریش میں غیرت مند تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ پھوپیاں تھیں

اُن میں سے ایک صفیہ بنت عبدالمطلب تھیں۔ وہ اسلام لائیں اور انھوں نے ہجرت کی تھی۔ وہ حضرت زبیر بن عوام کی والدہ تھیں اور انھوں نے مدینۂ طیبہ میں بعہد خلافت حضرت عمرؓ بن خطاب وفات پائی۔ وہ حضرت حمزہؓ کی ماں جائی

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحے ۳۱۵ پر ''کناہ ابو ملک لحسن وجھہ'' نقل کیا گیا ہے۔ ''ابو ملک'' سہو کتابت ہے۔

[2] اس کا نام اضرار بھی ہے۔ المعارف تصنیف ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ۔ کراچی ۱۳۹۱ھ ص ۵۱ تا ۵۶۔

[3] اس کا نام نتیلہ بھی ہے۔ ایضاً۔

بہن تھیں۔

اُن میں ایک عاتکہ تھیں۔ کہا گیا ہے کہ وہ اسلام لائی تھیں اور انھوں نے واقعۂ بدر خواب میں دیکھا تھا ان کا نکاح ابی امیہ سے ہوا تھا۔ اس نکاح سے عبداللہ پیدا ہوئے جو اسلام لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے۔

ان میں افریستہ الکبریٰ[1] اری تھیں۔ ان کا نکاح عمر بن وہب سے ہوا۔ ان سے ایک فرزند عمرو پیدا ہوئے یہ سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے تھے اور جنگ بدر میں شریک تھے۔ یہ بمقام اجنادین شہید ہوئے۔ ان میں سے آمنہ[2] بنت عبدالمطلب تھیں، جن کا نکاح جحش سے ہوا تھا، اُن سے عبداللہؓ پیدا ہوئے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ لیکن احمد الاعمیٰ شاعر تھا اور اس کا نام عبداللہ تھا۔[3] اور (جحش کی بیٹی) زینبؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں۔ ان سب کو شرف صحبت حاصل ہوا۔ عبیداللہ بن جحش اسلام لائے تھے پھر عیسائی ہوگئے اور سرزمین حبش میں کفر کی حالت میں وفات پائی[4]

ان میں سے ایک بُرّہ تھیں جن کا نکاح اسد بن ہلال سے ہوا تھا۔ ان سے ابوسلمہ جن کا نام عبداللہ تھا پیدا ہوئے۔ ابو سلمہ عبداللہ کا نکاح حضرت ام سلمہؓ سے ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت ام سلمہؓ کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

برّہ سے عبدالاسد ابورہم بن العربی نے نکاح کیا، ان سے ابوشر بن ابی رہم پیدا ہوئے۔

ان میں سے ایک ام حلیمہ تھیں، ان کا نام رضا تھا[5] ان کا نکاح کریز بن ربیعہ سے ہوا تھا۔ کریز بن ربیعہ سے اروٰی پیدا ہوئیں جو حضرت عثمانؓ بن عفان کی والدہ تھیں۔

---

[1] ان کا نام اروٰی بھی ہے ایضاً۔

[2] ان کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب بھی منقول ہوا ہے۔ (ایضاً)

[3] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۱۶ پر یہ عبارت ہے:

کانت عند جحش ولدت لہ عبداللہ قتل باحد شھیدا واما احمد لاحمیٰ (اعمیٰ) واسمہ عبداللہ

(ان کا نکاح جحش سے ہوا تھا، ان سے عبداللہؓ پیدا ہوئے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے لیکن احمد الاعمیٰ شاعر تھا اور اس کا نام عبداللہ تھا۔)

آخری جملے کا مفہوم واضح نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال اصل متن کے مطابق ترجمہ کردیا گیا ہے۔

[4] اگرچہ آمنہ بنت عبدالمطلب سے متعلق یہ بیان انتہائی مختصر ہے لیکن اختصار کے باوجود ساری عبارت مبہم ہے یہ بات قطعی واضح نہیں ہوتی کہ آمنہ بنت عبدالمطلب کے کتنے لڑکے لڑکیاں تھیں۔ عربی عبارت کے فارسی ترجمے کی رو سے آمنہ بنت عبدالمطلب کے ذکر میں تین عبداللہ کا ذکر ہے۔ عبداللہ شہیدؓ۔ عبداللہ احمد الاحمیٰ (اعمیٰ) عبداللہ جو عیسائی ہوگئے تھے۔ مترجم نے ان کا نام عربی عبارتوں کے مطابق ''عبیداللہ'' تحریر کیا ہے۔ بہر حال اصل متن کی تدوین اور تصحیح نہ ہونے کی باعث مترجم کے لیے غیر معمولی مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں۔ اہل نظر اگر کہیں نقص ملاحظہ فرمائیں تو مطلع فرما کر مترجم کو ممنون فرمائیں)۔

[5] ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے ''المعارف'' میں ان کا نام ام الحکیم بیضا، تحریر کیا ہے صص ۵۱ تا ۵۶۔

چودھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں، خادموں، آزاد خدمت گزاروں، قاصدوں، کاتبوں اور رفیقوں کا ذکر

مردوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتیس ۳۱ خادم تھے (تفصیل یہ ہے) ان میں ایک زید بن حارث بن اسامہ بن زید تھے۔

ثوبان تھے جو آپ ﷺ کے دادا کی اولاد تھے۔ ☆

ابو کبشہ تھے جو مکے کے باسی تھے۔ ان کے والد قیدی تھے، چناں چہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا۔

ان میں سے ایک رباح اسود بن ابوشقران تھے۔ ابوشقران کا نام صالح تھا۔ کہا گیا ہے کہ وہ اپنے والد یسار کے وارث ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض غزوات میں پہنچے تھے (شریک تھے)۔

ان میں سے ایک ابورافع تھے۔ ان کا نام اسلم تھا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان کا نام ابراہیم تھا۔

ان میں سے ایک قبیلۂ مزنیہ کے ابوموہب تھے، جنھیں آپ ﷺ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

ان میں سے ایک فضالۃ تھے، جو ملک شام میں منتقل ہوگئے تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی ان میں رافع ہیں جو سعید بن عاص کے غلام تھے، پھر ان کے بیٹے کے وارث ہوئے چنانچہ انھوں نے بعض کو معاف کر دیا اور بعض کو قید رکھا۔ اس کے بعد رافع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر امداد کے طالب ہوئے چنانچہ انھیں معاف فرما دیا۔ (اسی بنا پر رافع) کہتے تھے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں مدعم بھی انھی میں سے ایک ہیں۔

کرکرہ وہ غلام ہیں جنھیں مقوقس بادشاہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ آپ نے عبید اور طہمان کو مقوقس سے پایا۔ ابو واقد ہشام کو قید سے چھڑایا ان میں ابوضمیر حسین اور ابوعبیدہ بھی ہیں۔ سفینہ ابو ہند ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، ابو ہند سے نکاح کرو اور اس سے نکاح کرو۔ نبی علیہ السلام نے انھیں خریدا تھا۔

ان میں ایک قبیلۂ منزنیہ کے مصرفہ ہیں۔ آپ ﷺ نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔

ان میں ایک ابولبابہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض پھوپھیوں کے غلام تھے۔ حضور علیہ السلام نے انھیں ہبہ کر دیا تھا پھر آزاد کر دیا۔

ان میں ایک رویفع ہیں جن کا تعلق نبی ہوازن سے تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔

یہ بات تحقیق سے کہی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس غلام اور نو کنیزیں تھیں۔ ام سلمیٰؓ، ام رافعؓ، برکہؓ، ام ایمنؓ، ماریہؓ، ریحانہؓ، میمونہؓ، حضریہؓ اور رضویہؓ۔

☆ آپ کا پورا نام ثوبان بن بجدومہ ہے اور آپ کے نسب کے بارے میں کتب الانساب و تواریخ میں کوئی صراحت نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۸۷۲۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ آزاد خادم تھے۔ ایمن اور ہند نام کے دو فرد حارث کے بیٹے تھے۔ (ان کے علاوہ) ربیعہ بن کعب الاسلمیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ عتبہؓ بن عامر جہنی، بلالؓ بن رباح موذن اور سعدؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے غلام۔ ذوالمخار و برادر نجاشی، بکر بنؓ سراح اور کہا گیا ہے کہ ابو ذر الغفاری بھی خدمت گزار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں کا ذکر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حضرات کو بطور قاصد وسفیر دوسرے ملکوں میں بھیجا وہ گیارہ ہیں۔ عمر بن امیہ، دحیہ بن خلیفۃ الکلبی، عبداللہ بن حذافہ الاسلمی، خاطر بن ملیہ اللخمی، عمرو بن العاص، سابطہ بن عمرو عامری، شجاع بن وہب الاسدی (رضی اللہ عنہم) یہ مہاجرین میں سے تھے۔ دوسروں میں ابو مسعود مخزومیؓ، القادر الحضرمیؓ اور ابو موسی اشعریؓ متعبد تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے والوں کا ذکر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب (وحی اور خطوط لکھنے والے) تیرہ حضرات تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمرؓ بن الخطاب، عثمانؓ بن عفان، علیؓ بن ابی طالب، عامرؓ بن فہرہ، عبداللہ بن ارقم، ابیؓ بن کعب، ثابت بن قیس، خالد بنؓ سعید، حنظلہؓ بن ربیع، زیدؓ بن ثابت، معاویہؓ بن سفیان اور شرجیلؓ بن حسنہ۔ ان میں معاویہؓ اور زید بنؓ ثابت کو لازمی اور خصوصی اہمیت حاصل تھی۔

بارہ عمدہ اوصاف کے حامل رفیق تھے۔ ابو بکرؓ، عمرؓ، علیؓ، حمزہؓ، جعفرؓ، ابو ذرؓ، مقدادؓ، سلمانؓ (فارسی) حذیفہؓ، ابن مسعودؓ، عمار بن یاسر اور بلالؓ۔ حضرت علیؓ، زبیرؓ، محمد بن سلمہؓ، عاصمؓ بن افلح اور مقدادؓ گردنیں مارنے والوں میں سے تھے۔

پندرھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے جانوروں اور مویشیوں کا ذکر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس گھوڑے تھے۔ سب سے پہلے شکیب نام کا گھوڑا آپ ﷺ کی ملکیت میں آیا۔ آپ ﷺ نے اس پر سوار ہو کر جنگیں لڑیں۔ دوسرا مرتجز، تیسرا زان، چوتھا تحیف، پانچواں طرب، چھٹا ورد، ساتواں فرفر، آٹھواں تلاوح، نواں سجہ اور دسواں تمر دتھا۔[1]

---

[1] یہاں مترجم اعلام (خاص نام) سے متعلق یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ اسے ترجمے کے لیے ۱۲۹۸ھ کے دہلی ایڈیشن کی فوٹو کاپی فراہم کی گئی ہے۔ اس میں جہاں تک اعلام کا تعلق ہے اکثر نام سہو کتابت کے باعث صحیح نقل نہیں ہوئے۔ مثلاً مطبوعہ نسخے کے اسی صفحہ ۳۱۸ کی پہلی سطر میں حضرت معاویہؓ کا نام ''معویۃ'' نقل ہوا ہے۔ مترجم نے تمام اعلام لطائف اشرفی کی فوٹو کاپی کے مطابق تحریر کیے ہیں جب کہ تاریخ کی مدونہ مطبوعات میں مختلف اعلام ہیں۔ اگر کوئی صاحب علم اردو ترجمے کے ناموں کو کتب تاریخ کے ناموں سے مختلف ملاحظہ فرمائیں تو احقر مترجم کو معذور خیال فرمائیں۔ مترجم نے جہاں ضرورت محسوس کی ہے وضاحت بھی پیش کردی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خچر تھا جسے دلدل کہتے تھے، دوسرے کو فضہ کہتے تھے ایک اور خچر بھی تھا جسے ابلینہ کہتے تھے۔ ایک دراز گوش تھا جس کا نام یعفور تھا اور اسی کو عقیر بھی کہتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشیوں کے ذکر میں منقول ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک گائے تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرمایہ حاصل فرماتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس اونٹ اور اونٹیاں تھیں کہ اُن سے ہر رات دو بڑی بستیاں ان کی اولاد سے بھر جاتیں۔ ان میں الفلح ایال دار، السمر ا، القریش، العسدیہ،النقوم، السیر ہ، الرویا، البردہ، المریہ اور القصوٰی تھی- القصوٰی، حضرت ابو بکرؓ نے نبی قیشر سے آٹھ سو درہم میں خریدی تھی یہ وہی اونٹنی تھی جس پر سوار ہوکر ہجرت فرمائی تھی۔ رباعیہ تھی جس پر آپ ﷺ سوار تھے تو وحی نازل ہوئی تھی اور یہ عضبا اور جدعا کے علاوہ تھی۔ اگر چہ یہ بات آئی ☆ مگر اس میں مسلمانوں پر دلیل نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں سے یہ ہے کہ وہ جس چیز کو دنیا سے اٹھانا چاہتا ہے اسے کم حیثیت کر دیتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ عضبا کا نام مسوفہ بھی تھا اور یہ قصویٰ کے علاوہ تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سو بکریاں تھیں۔ سات بکریاں فقراء کے لیے وقف تھیں جن کا دودھ وہ پیتے تھے۔ ایک بکری آپ ﷺ کے دودھ پینے کے لیے مخصوص تھی، اسے عیش کہتے تھے۔ ایک سفید رنگ کا مرغ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔

سولھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تریسٹھ ۶۳ سال ہوئی اور ایک دوسری روایت میں ہے پینسٹھ ۶۵ سال کی ہوئی لیکن صحیح ترین روایت پہلی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعمر تریسٹھ سال بارہ ربیع الاوّل کو پیر کے دن وفات پائی اور بدھ کو رات میں سپرد خاک کئے گئے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ منگل کے دن سپرد خاک کئے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی مدت بارہ روز تھی۔ ایک دوسری روایت ہے کہ بیماری کی مدت چودہ دن تھی۔ بیماری سر کا درد تھی۔ روایتوں میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض سورہ اِذَا جَآءَ نَصرُ اللّٰہِ[1] نازل ہونے کے بعد شروع ہوا۔ اپنی موت کی خبر دینے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے روز باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک کو کپڑے سے جکڑ کر عمامہ باندھا ہوا تھا۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت بلالؓ کو طلب فرما کر حکم

---

[1] پارہ ۳۰، سورہ النصر۔ آیات ۱ تا ۳۔ (ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور (اس کی) فتح آجائے اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی تسبیح فرمائیں اس کی حمد کے ساتھ اور اس سے بخشش مانگیں، بے شک وہ بے حد رجوع برحمت ہونے والا ہے)۔

☆ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مویشیوں کی تعداد اور ان کے نام۔

دیا، اعلان کردو کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سننے کے لیے جمع ہوجائیں، بے شک یہ آخری وصیت ہے۔ چناں چہ حضرت بلالؓ نے بہ آواز بلند اعلان کیا (مدینے کے) چھوٹے بڑے سب لوگ جمع ہوگئے۔ انھوں نے اپنے گھروں کے دروازے کھلے چھوڑ دیے اور بازاروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا، حتیٰ کہ مسجد میں آنے والوں کی وجہ سے جگہ تنگ ہوگئی۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جاتے تھے، لوگوں کو جگہ دو، لوگوں کو جگہ دو۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ یہ خطبہ بلاغت سے معمور اور طویل تھا۔ خطبے کے بعد آپ اپنے حجرۂ شریف میں چلے گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کا مرض شدید تر ہوتا چلا گیا اور آپ ﷺ خطبہ دینے کے لیے باہر تشریف نہیں لائے۔

بعد ازاں جب موت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ ﷺ کے قریب پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا تھا۔ آپ اپنا دست مبارک اس میں ڈالتے پھر اپنے چہرۂ مبارک پر اسے پھیرتے۔ اس کے بعد فرماتے یا الٰہی مجھ پر موت کی سختی آسان فرما، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو (یہ خبر) سن کر لوگوں کا ہجوم ہوگیا[۲] بعض صحابہؓ (کو یقین نہ آتا تھا اور انھوں) نے آپ ﷺ کے وفات پانے کا انکار کردیا، ان میں حضرت عمرؓ تھے۔ بعض تین روز تک گم سم رہے اور زبان تک نہ ہلائی، ان میں حضرت عثمانؓ تھے۔ بعض ہلے تک نہیں جم کر بیٹھ رہے، ان میں حضرت علیؓ تھے۔ ان میں حضرت عباسؓ اور حضرت ابو بکرؓ مستقل مزاج رہے۔

اس کے بعد لوگوں نے حجرے کے دروازے سے آواز سنی، آپؐ کو غسل نہ دو بے شک آپ پاک اور پاکیزہ ہیں۔ اس کے بعد لوگوں نے پھر ایک آواز سنی کہ آپ ﷺ کو غسل دیں۔ بے شک وہ شیطان تھا اور میں خضر ہوں (جو غسل دینے کے لیے کہہ رہا ہوں)۔ پھر خضر نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تعزیت کی اور فرمایا کہ بارگاہ الٰہی میں ہر مصیبت کی تعزیت ہے۔ تمام خلفائے الٰہی ہلاک ہونے کے لیے ہیں اور جو شے نہ پائی جاسکے اسی سے یافت ہوتی ہے پس تم خدا سے ڈرو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ درحقیقت وہی شخص مصیبت زدہ ہوتا ہے جو ثواب سے محروم ہوتا ہے۔ چناچہ صحابہؓ نے (خضر کی اس نصیحت کے بعد) کوئی اختلاف نہیں کیا۔

صحابہؓ آپس میں کہنے لگے، ہمیں معلوم نہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ کرکے غسل دیں جیسے کہ ہر میت کو غسل دیتے ہیں یا لباس مبارک کے ساتھ غسل دیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کردی اور ان میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا جس کی ڈاڑھی اس کے سینے سے نہ لگ گئی ہو، (سب کو نیند آگئی) سوا ایک کہنے والے نے کہا، ہم نہیں جانتے کہ وہ

۱؎ اس جملے کے بعد عربی کی یہ عبارت ہے:

السر مدو سجی صلی اللہ علیہ وسلم سرد حرقتل ان الملائکۃ سبحۃ

(مطبوعہ نسخہ ص ۳۱۹۔ سطر ۹۔۱۰)

اس کا فارسی ترجمہ بھی نقل نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اس کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے رسول ﷺ نے پردہ فرمایا اور بے شک ملائکہ وہاں تسبیح کرنے آئے۔

کون تھے (جنھوں نے کہا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے کے ساتھ غسل دو۔ (غسل دینے والے) آپ ﷺ کو حرکت نہیں دیتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضا خود بخود حرکت فرماتے تھے۔ بے شک ان کے ساتھ ہوا کی مانند (نظر نہ آنے والی ایسی ہستی) تھی جو ان سے کہتی تھی، پانی ڈالو، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک آپ اپنے لیے کافی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے والوں میں علیؓ ابن ابی طالب، آپ ﷺ کے چچا عباسؓ اور ان کے بیٹے فضل اور قثم نیز اسامہ بن زید اور آپؐ کے غلام شقران شامل تھے۔ ان میں اوس بن خولی انصاری بھی موجود تھے۔ جب آپ ﷺ کے شکم مبارک کو ملا گیا تو کوئی چیز خارج نہیں ہوئی، اس پر حضرت علیؓ نے کہا، آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو بے شک آپؐ پاک و پاکیزہ ہیں، حالت حیات میں بھی اور حالتِ وفات میں بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مبارک لباسوں میں سے ایک سفید لباس میں کفنایا گیا۔ اس کفن میں قمیص اور عمامہ شامل نہ تھے بلکہ بغیر سلی ہوئی چادریں تھیں جن میں مشک سے مرکب خوشبو لگائی ہوئی تھی۔

اس کے بعد مسلمانوں نے گروہ درگروہ بغیر کسی امام کے کے نماز جنازہ پڑھی۔ مدینۂ طیبہ کے قرب وجوار کے لوگ آتے اور نماز جنازہ ادا کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے نیچے ایک دھاری دار کمبل بچھایا گیا تھا۔ پھر آپ ﷺ کی قبر مبارک میں شقرانؓ، عباسؓ، علیؓ اور حضرت عباسؓ کے بیٹے فضلؓ اور قثمؓ اترے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مصلے میں دفن کیا۔ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اسی مقام پر بنی جہاں آپ ﷺ نے وفات پائی تھی، آپ ﷺ کے بستر مبارک کے گرد کھود کر بغلی قبر بنائی گئی تھی۔ آپ ﷺ کے قبر مبارک پر کچی اینٹیں رکھی گئی تھیں اور مقام قبر حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا۔ پھر اسی حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم دفن کیے گئے۔

حضور سرور عالم محمد ﷺ، آپ ﷺ کی آل اور آپ ﷺ کے اصحاب پر رحمت کاملہ ہو۔

سترھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلح اور لباس کا ذکر۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چار نیزے تھے جو بنی قنیقاع کے ہتھیاروں میں سے آپ ﷺ کو حاصل ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کو ''مسی'' کہتے تھے۔ یہ ایک چھوٹا نیزہ تھا جو بڑے نیزوں سے تھوڑا سا چھوٹا تھا۔ آپ کے پاس ایک چوگان تھا اور زرہ تھی جسے عرجون کہتے تھے۔ ایک کوڑا تھا جس کا نام ''ممسوق'' رکھا تھا۔ چار کمانیں تھیں جو شوحط اور نبع (درختوں کی قسمیں) سے بنائی گئی تھیں۔ ایک کمان کا نام ''کثوم'' تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ترکش، ایک ڈھال اور نو تلواریں تھیں، ان میں سے ایک تلوار کا نام ''ذو الفقار'' تھا، جو آپ ﷺ کو جنگ بدر میں حاصل ہوئی تھی۔ یہ وہی تلوار ہے جس سے متعلق آپ ﷺ نے خواب دیکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ملاحظہ فرمایا تھا کہ میری تلوار میں دندانے پڑ گئے ہیں، پس اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو عارضی شکست ہوئی۔

اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو[1] حجار السلمی سے تین تلواریں حاصل ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ کو بنی قینقاع سے جو اسلحہ حاصل ہوا تھا، ان میں ایک تلوار کا نام سیار، ایک کا خفف اور ایک نام مخذم تھا۔ ایک اور تلوار تھی جسے ''رسوت'' کہتے تھے۔ ایک تلوار وہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد کے ورثے میں ملی تھی جسے قضیب کہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو زرہیں تھیں ایک ''ذات الفضول'' اور دوسری ''فضہ'' بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی اور یہ وہی زرہ تھی جسے پہن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے قیام پر نصب کرنے کے لیے ایک پرچم تھا، اسے ''عقاب'' کہا گیا ہے۔ پرچم کا کپڑا کبھی سفید اور کبھی دوسرے رنگ کا ہوتا۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

لباس[2] اور آثار کا ذکر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے دن چھوڑا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یمنی چادر اور غمانی لنگی تھی۔ دو صحاری جامے اور صحاری سحولی کرتے تھے۔ یمنی جبہ اور کرتہ تھا۔ سفید و سیاہ کمبل تھا۔ چھوٹی ٹوپی تھی۔ سر پر گھنگھریالے بال تھے۔ لنگی کی لمبائی پانچ ہاتھ ہوتی تھی۔ چادر زرد رنگ کی تھی۔ آپ ﷺ کے پاس آئینہ دان اور شانہ (کنگھی) دان بھی تھا۔ کہا گیا ہے سرمہ دان، قینچی اور مسواک آپ کے پاس تھی۔ آپ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ ایک کٹا ہوا پیالہ تھا۔ صحابہؓ کا بیان ہے کہ ایک پتھر کا طشت اور شیشے کا پیالہ تھا۔ تانبے کے خول کا نیام تھا چار خاص وزن کے کاسے تھے جن میں صدقۂ فطر ڈال کر عطا فرماتے تھے۔ ایک تخت اور رات کو اوڑھنے کا کمبل تھا۔ چاندی کی ایک انگشتری تھی جس پر ''محمد رسول اللہ'' (صلی اللہ علیہ

---

[1] مطبوعہ متن صفحہ ۳۲۱ پر یہ عبارت ہے، ''و کان قبله ثلثه بن الحجار السمی'' احقر مترجم کا قیاس ہے کہ بن من اور السمی السلمی ہے۔ اسی قیاس کے مطابق اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ اصل متن میں اس جملے کا فارسی ترجمہ نہیں کیا گیا۔ اپنے قیاس کی تصدیق کے لیے سردست احقر مترجم کے پاس سیرو مغازی کی کتابیں دستیاب نہیں ہیں۔ اس لیے ترجمے کو قیاسی خیال فرمایا جائے۔

[2] لباس و ترکہ کے ضمن میں چند الفاظ منقول ہوئے ہیں جو مترجم کو عربی اور فارسی لغات میں نہیں ملے انھیں ترجمے میں اسی املا کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

غمانی۔ سطر ۱۔ ص ۳۲۲۔

صحاری۔ ایضاً

سحولی۔ ایضاً

معل۔ سطر ۴ ص ۳۲۲۔ مترجم نے نعل قیاس کیا ہے جس کے ایک معنی نیام کے بھی ہیں۔ اگر ترجمہ جوتا کیا جائے تو ''روی''، یعنی تانبے کی وجہ سے دقت پیدا ہوگئی، کیوں کہ از روئے عبارت یہ جو شے بھی تھی، اس میں تانبا شامل تھا۔ اصل عبارت یوں ہے:

''وطغارہ سنگین وقدح از زجاج ومعل از روی''

اس کا مفہوم وہی ہوسکتا ہے جو احقر مترجم نے تحریر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

وسلم) کندہ تھا۔ ایک روایت ہے کہ لوہے کی انگوٹھی تھی جس کو چاندی سے ملمع کیا تھا۔ اسے نجاشی نے آپ کی خدمت میں بھیجی تھی۔ موزے سادہ ہوتے تھے۔ سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ سیاہ عمامہ تھا جسے سحاب کہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو پہناتے تھے۔ شعر:

فربما طلع علی فیھا

فیقول اتاکم علی فی السحاب

ترجمہ: کبھی کبھی علیؓ اس (عمامے) میں نکلتے تھے سو لوگ کہتے کہ علیؓ بادل میں چمکے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو جوڑے کپڑے کے تھے۔ ایک خاص جمعے کے روز اور دوسرا عام دنوں میں زیب تن فرماتے۔ ایک رومال تھا کہ اس سے وضو کے بعد چہرۂ مبارک خشک فرماتے یا جب کبھی مسح فرماتے تو چادر کا کنارہ چہرۂ مبارک پر پھیر لیتے۔

امام حسنؓ اور حسینؓ کی اولاد کا ذکر اور ان میں سے بعض کے سلسلۂ نسب کا بیان

جاننا چاہیے کہ مشہور قول کے مطابق حضرت امیر المومنین علیؓ کے چھتیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔ اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں۔ شیخ شرف الدین نسّاب نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ کے انیس بیٹے تھے، جن میں سے چھ بیٹوں نے ان کی حیات میں وفات پائی۔ وہ محسن، یحییٰ، عبداللہ اور تین دوسرے بیٹے تھے۔ تیرہ بیٹے امیر المومنین کے بعد باقی رہے۔

(۱) حسن، (۲) حسین، (۳) محمد حنفیہ، (۴) ابوبکر، (۵) عمر، (۶) عباس، (۷) عثمان، (۸) عون، (۹) جعفر، اور (۱۰) عبداللہ۔ چھ فرزندوں نے کربلا میں شربت شہادت نوش کیا۔ ابو بکر جن کا نام محمد اصغر (۱) تھا، (۲) عثمان، (۳) عون، (۴) جعفر، (۵) عبداللہ اور (۶) عباس اور دوسرے قول کے مطابق عمر بن علی بھی اس جنگ میں شریک تھے اور شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کے پانچ بیٹے باقی رہے۔

(۱) حسن، (۲) حسین، (۳) محمد اکبر، (۴) محمد حنفیہ کہے جاتے ہیں (۵) عباس شہید اور (۶) عمر اطراف۔

یہاں سبطین سیّدین (امام حسن اور امام حسین) کی مشہور اولاد میں سے ایک جماعت کا ذکر کیا جاتا ہے ان کے دونوں جدوں پر سلام ہو۔ میں بطور اجمال دو شجروں کا ذکر کرتا ہوں۔

شجرۂ اوّل سبط شہید ابو بذلہ محمد حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد۔ یہ حضرت امیرؓ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ ان کی سولہ اولاد تھیں جن میں گیارہ صاحبزادے تھے۔ (۱) زید، (۲) حسن مثنیٰ (۳) حسین (۴)، طلحہٰ، (۵) اسمٰعیل، (۶) عبداللہ، (۷) حمزہ، (۸) یعقوب، (۹)، عبدالرحمٰن، (۱۰) عمر، اور (۱۱) قاسم۔ ان میں عبداللہ اور قاسم اپنے بزرگوار چچا

کے ساتھ شہید ہوئے اور دارالقرار تشریف لے گئے۔

ان کے پیچھے (امام حسنؓ کے پیچھے) چار صاحبزادے باقی رہے۔ (۱) زید، (۲) حسن مثنیٰ، (۳) حسین اثرم اور (۴) عمر لیکن حسین اور عمر کی اولاد جلد ہی رخصت ہوئی اور اُن کی اولاد کا کوئی فرد باقی نہیں رہا۔ امام حسن بن علیؓ کے دو صاحبزادوں یعنی زید اور حسن مثنیٰ سے سادات حسنی کو کثرت حاصل ہوئی اور ان کا اختیار و اقتدار آفتابِ نصف النہار کی مثل مشتہر ہوا۔ ان اوراق میں ان دونوں بزرگوں کی نسل سے ان اکابر کا جو دنیا میں معزز ہوئے اور جن کا ذکر مشہور ماہرین انساب نے کیا ہے، ہم بھی علاحدہ علاحدہ شعبوں میں بطور اختصار ان کا ذکر کرتے ہیں۔

شعبۂ اوّل۔ حضرت زید بن حسنؓ کا ذکر

زید بن حسن کی اولاد میں، جن کی کنیت ابوالحسن تھی، ان کے فرزند حسن بن زید ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد تھی۔ جعفر دوانقی کے زمانے میں انھیں امارت ملی انھوں نے اپنے پیچھے سات بیٹے چھوڑے۔ ان کے نام ابو محمد قاسم، ابوالحسن علی، ابو طاہر زید، ابو اسحٰق ابراہیم، ابو زید عبداللہ، ابوالحسن اسحٰق اور ابو محمد اسمٰعیل تھے۔ ان میں چار بیٹوں کی اولادیں کم اور تین کی بہت زیادہ ہیں۔ جن کی اولادیں کم تھیں ان میں ایک اسحٰق ہیں۔ ان کی نسل سے خطیبوں کے خاندان ہیں دوسرے زید ہیں جن کی نسل سے ابو طاہر ہیں۔ اس باب میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ تیسرے عبداللہ تھے جن کی اولاد بھی کم ہے۔ چوتھے ابراہیم تھے جن کی اولاد بے وطن ہوکر، آرمینیا، نصیبین اور بلاد حبش میں چلی گئی۔

جن کی اولاد بہت زیادہ ہے ان میں ایک اسمٰعیل ہیں، جن کو داعی الکبیر اور داعی اوّل بھی کہتے ہیں۔ ان کی نسل کے افراد مدتوں طبرستان کے بادشاہ ہوئے۔ ان کے قبیلے بہت زیادہ ہیں۔ دوسرے علی تھے جنھیں امام عبدالعظیم کہا جاتا ہے۔ وہ رے کے نواح میں مسجد الشجر ہ میں دفن کیے گئے۔ ان کا مزار جو مخلوق کا حاجت روا ہے، ان کے فرزندوں کی تحویل میں ہے۔ بعض سادات حسنی جو رے اور سمنان کی حدود میں آباد ہیں انھی کی نسل سے ہیں۔ ان کے مکانات اور ددھیالی رشتے دار حد سے زیادہ ہیں۔ تیسرے محمد قاسم تھے۔ یہ قطعی واضح ہے کہ عبدالرحمٰن سنجری اور محمد ان کی اولاد میں سے ہیں، لیکن بطحانیان کثرت سے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ سید موید ابوالحسن احمد اور ان کے بھائی سید ناطق بطحانیوں سے باہر ہیں اور رای الخلیل جو اس علاقے کے بادشاہ اور زیدیہ کے پیشواؤں میں سے تھے وہ بھی عبدالرحمٰن کی نسل سے تھے۔ بعضوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن سنجری تھے، بطحانی نہیں تھے۔ طبرستان میں دراز گیسو سادات ہیں وہ عبدالرحمٰن کی اولاد ہیں۔ بے شک اہل سنجر بھی عظیم جماعت ہیں۔ محمد عالم، حسن زریں کمر اور ابو محمد بابا بکر بھی محمد سنجری کی نسل سے ہیں۔ بنو شکر اور بنو ادہم بھی اسی قبیل کے ہیں۔ ابوالحسن احمد جو حسن بن زید داعی الکبیر کے داماد تھے، علی سنجری کی اولاد میں سے تھے اور داعی الصغیر بھی انھیں میں سے

تھے۔

شعبۂ دوم۔حسن مثنیٰ کی اولاد کا ذکر

حسن مثنیٰ کی اولاد پانچ صاحبزادوں سے آگے چلی۔حسن مثنیٰ کو ابومحمد بھی کہتے تھے۔وہ بے حد حسین اور عظیم شخص تھے۔ ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے چچا کی دختر سے نکاح کریں۔حضرت امام حسین کی دو چھوٹی صاحبزادیاں تھیں ایک فاطمہ اور دوسری سکینہ۔حسن مثنیٰ نے اپنی خواہش پیش کی۔حضرت حسین نے فرمایا، اے بھتیجے! ان دولڑکیوں میں سے ایک کو اختیار کرلو۔حسن مثنیٰ نے شرم کے باعث سر جھکا لیا اور خاموش کھڑے رہے۔حضرت حسین نے فرمایا، اے بھتیجے! میں نے تمھارے لیے فاطمہ کو اختیار کیا ہے جو میری امی فاطمہؓ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہیں، چنانچہ اپنی بیٹی فاطمہ کو حسن مثنیٰ کے نکاح میں دے دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فاطمہ بنت حسینؓ سے حسن مثنیٰ کو تین فرزند عطا فرمائے۔ایک عبداللہ محض دوسرے ابراہیم عمر اور تیسرے حسن مثلث۔یہ تینوں حضرات تمام سادات پر فخر کرتے تھے کہ ہماری والدہ امام حسین کی صاحب زادی ہیں۔

حسن مثنیٰ کے دولڑکے اور تھے۔ایک داؤد اور دوسرے جعفر۔ان کی ماں رومی کنیز تھیں۔ابوسلیمان داؤد بن حسن کو منصور دوانقی نے قید خانے میں ڈال دیا۔ان کی والدہ نے امام جعفر صادقؓ سے اپنے بیٹے کی رہائی کی درخواست کی۔امام نے انھیں ایک دعا تلقین کی کہ اسے استفتاح (مدد چاہنے) کے روز پڑھنا، آپ کا فرزند قید سے رہا ہوجائے گا، چناں چہ داؤد کی والدہ نے وہ دعا مذکورہ دن میں پڑھی۔ان کے بیٹے کو رہائی مل گئی اب بھی اکثر لوگ استفتاح کے دن یہ دعا پڑھتے ہیں، اسے ''دعائے ام داؤد'' کہتے ہیں۔

داؤد کی اولاد ان کے بیٹے سلیمان سے پھیلی۔مصر میں تغلیب اور نصیبین کے رؤسا نیز آل طٰہٰ و یاسین کے سیدزادے یہ سب سلیمان کی نسل سے ہیں۔

ابوالحسن جعفر بن حسن (مثنیٰ) مشہور بزرگ تھے۔سادات سلیقی محمد ابن سلیق کی نسل سے ہیں جو جعفر کی اولاد تھے۔محمد ورع، عبداللہ امر کے فرزند تھے۔بنوالملحوس انھی کی اولاد ہیں۔بنوالکبش جو ملک شام میں آباد ہیں، ابوسفیان محمد بن عبداللہ کی نسل سے ہیں۔

ابوعلی حسن مثلث اپنے زمانے کے اکابرین میں سے تھے۔ابوالحسین علی عابد ان کی اولاد میں سے تھے اور علی عابد کی اولاد میں حسین بوعلی شہید صاحب فخ تھے۔انھوں نے خلیفہ ہادی کے عہد خلافت میں خروج کیا۔اس بغاوت میں سادات علوی کا گروہ ان کے ساتھ تھا۔ہادی نے اپنے کسی امیر کو یہ بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا۔اس واقعے میں تمام خروج

کرنے والے شہید ہوگئے۔ امام محمد نقی سے منقول ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد اہل بیت کے لیے کوئی واقعہ اس واقعے سے زیادہ مصیبت انگیز نہ تھا۔

بہر حال عبداللہ محض اور ابراہیم کثیر الاولاد تھے اور ان کی نسل میں بہت سے بزرگ پیدا ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ (حسن) مثلث کی اولاد سب پر فخر کرتی تھی اور یہ فقیر اگر چہ سادات حسینی سے ہے تاہم سادات مثلث کے زمانے سے اس زمانے تک کہ پایۂ سلطنت سلطان ابراہیم کی ذات سے مزین اور بلند ہوا ہے ہمارے اور اُن کے درمیان تازہ نسبتیں اور تعلقات قدیم سے جاری ہیں۔ ہم یہاں ہر ایک کی پس ماندہ اولاد کا مختصر حال بہ عنوان شعوب بیان کرتے ہیں۔

شعبۂ سوم۔ عبداللہ محض کا ذکر

عبداللہ محض اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے سردار تھے۔ بڑے حد تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شبیہہ تھے۔ اُن کے چھ بیٹے تھے۔ محمد، ابراہیم، موسیٰ، یحییٰ، سلیمان اور ادریس۔ محمد نفس زکیہ کے حامل تھے۔ ان کی کنیت ابولقاسم تھی اس زمانے کے اکابرین نے انھیں مہدی کا لقب دیا تھا کیوں کہ ان کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم تھی۔ عبداللہ نے انھیں ''نفس زکیہ'' کا لقب دیا تھا۔

نفس زکیہ کی اولاد میں اُن کے بیٹے ابومحمد عبداللہ اشتر الکابلی تھے جو اپنے والد کی شہادت کے بعد ولایت سندھ کی طرف فرار ہوگئے اور کابل میں شہید ہوئے۔☆

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، ہندوستان میں جہاں جہاں سادات حسنی آباد ہیں ان میں اکثر خاندان انھی کی (ابومحمد عبداللہ اشتر کابلی کی) اولاد ہیں۔ نقیب کوفہ ابوجعفر، ابوالرماحسن، ابو البرکات محمد اور ابو طالب محدث ہمدان یہ سب عبداللہ اشتر کی اولاد ہیں ان میں ابراہیم شہید باخمیری تھے۔ ان کی کنیت ابوالحسن تھی وہ بہت جسمانی قوت کے مالک تھے۔ منقول ہے کہ اگر وہ چلتے ہوئے اونٹ کی دم پکڑ لیتے تو ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا تھا الا یہ کہ اس کی دم ہی اکھڑ جائے۔ وہ کبار علما میں سے تھے۔ انھوں نے عشرۂ رمضان میں پیر کی شب بصرے میں خروج کیا۔ بہت سے اکابر جیسے امام اعمش اور عباد بن منصور نے ان سے بیعت کی اور ایک صحیح روایت کی رو سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اُن سے بیعت کی تھی۔ اس خروج میں ان کی مدد کی اور اُن کی نصرت کا فتویٰ دیا۔ اپنے بیٹے حماد کے ہاتھ انھیں چار ہزار درہم بھجوائے اور تحریر کیا۔ اس مقام پر حضرتؒ نے امام اعظم کے مکتوب کے الفاظ یاد کیے لیکن یاد نہ آئے صرف اتنا یاد آیا کہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ دو چار سو

☆ مورخ سندھ مخدوم ہاشم ٹھٹھوی کے حوالے سے مولانا ابوطفیل نقشبندی نے ''تحفۃ الزائرین'' ج ۳ ص ۱۷۳ پر نقل کیا ہے کہ آپ کو لا کر کراچی کے ساحل سمندر پر سپرد خاک کیا گیا۔ ''یہاں آپ عبداللہ شاہ غازی'' کہلاتے ہیں۔ (ناصر الدین)

درہم میں نے اپنے پاس رکھ لیے ہیں جو میری ضرورت کو کافی ہیں۔ یہ حق تعالیٰ کی دوستی میں آپ کی ڈھارس بندھانے کے لیے ہیں۔

یہ مکتوب دوانقی کے ہاتھ پڑ گیا اور وہ ابو حنیفہؒ کا دشمن ہوگیا۔ انھیں ایسی سخت ایذائیں پہنچائیں جو ان کی موت کا سبب بن گئیں۔ بیان کرتے ہیں کہ اسی زمانے میں ایک بڑھیا امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گلہ کیا کہ آپ نے خروج کا فتویٰ دیا تو میرا بیٹا جوش میں آ کر ابراہیم کے خروج میں شامل ہوا اور مارا گیا۔ امام نے فرمایا اے کاش میں تیرا بیٹا ہوتا (اور مجھے یہ سعادت ملتی)۔

القصہ دوانقی نے ابراہیم سے جنگ کرنے کے لیے اپنا لشکر روانہ کیا، ادھر ابراہیم (اپنے ساتھیوں کے ساتھ) بصرے سے نکلے اور دوانقی کے لشکر سے جنگ کی۔ شکست کھانے کے بعد دوانقی کے لشکر کی طرف سے آنے والا ایک تیر ابراہیم کی پیشانی پر لگا اور کوفے کے قریب قریہ باخمیری میں انھوں نے شہادت پائی۔

ابراہیم کی اولاد میں ان کے فرزند حسن تھے۔ نبویس[1] الازرق اور صاحب خانم ازرق[2] جن کا لقب جذریس تھا ان کی نسل سے ہیں، البتہ موسیٰ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ چوں کہ ان کا رنگ تھوڑا سیاہی مائل تھا ان کی والدہ نے جون لقب دیا تھا۔

ان کی اولاد میں دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام عبداللہ تھا، جنھیں شیخ صالح بھی کہتے تھے۔ لوگوں نے انھیں رضا کا لقب بھی دیا تھا۔ مامون (عباسی خلیفہ) چاہتا تھا کہ انھیں ولی عہد بنائے لیکن انھیں یہ بات پسند نہ تھی اس لیے فرار اختیار کر کے ایک گاؤں کو اپنی جائے قیام بنایا اور یہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ چھوٹے بیٹے کا نام ابراہیم تھا۔ ابراہیم کی اولاد میں یوسف احصر تھے۔ ان کی کنیت ابی ضحاک تھی۔ حالم المایہ اور بنوحمید سب انھی کی نسل سے ہیں۔

شیخ صالح کی اولاد میں پانچ بیٹے تھے۔ موسیٰ ثانی، سلیمان، احمد، یحییٰ اور صالح۔ صالح کی اولاد میں آلِ ابی ضحاک، آلِ حسن اور آل ہذیم ہیں۔ البتہ یحییٰ کا لقب سویقی تھا اس لیے ان کی اولاد کو سوقیون کہتے ہیں۔ ابو الغنایم اور آل ابی الحمد یحییٰ کی نسل سے ہیں لیکن ان کا لقب سور ہے جو جنگ میں سواروں کے بعد نمایاں ہوتے ہیں اس لیے ان کی اولاد کو حربون کہتے ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، وہ سب اہل ریاست ہیں اور ان کی حکومت عمیق (مضبوط) ہے۔

آل المطر، آلِ خمرہ، کرامیون، آلِ عرفہ، آلِ حمار، آلِ سلمہ اور بنی السراج یہ سب احمد کی نسل سے پھیلے ہیں۔ سلیمان وجیہہ سید تھے۔ انھیں دلیر اور صاحب سطوت وسخاوت وشجاعت بیان کیا گیا ہے ان کے ایک بیٹے تھے جن کا نام داؤد تھا۔ داؤد کے پانچ بیٹے ہوئے۔ ابو الفاتک عبداللہ، حسین شاعر، حسن محترق، علی اور محمد مصفح۔

محمد مصفح کی اولاد بہت کم رہی۔ علی بن سلیمان کی اولاد میں عابد شہید تھے۔ حسن محترق صحرا میں رہتے تھے ان کی اولاد بھی

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۲۴۔ مترجم نے کتابت شدہ لفظ کی نقل کی ہے۔ واللہ اعلم یہ کیا نام ہے۔

[2] ایضاً۔

زیادہ نہ پھیلی۔ حسین شاعر کے اولاد ہوئی تھی، ان میں سے ایک عبدالمکنی ابی الہندی تھے۔ ابو الفاتک کی اولاد کو فاتکیون کہتے ہیں۔ سادات حسنی میں انھیں صاحب ریاست ہونے کا تقدم حاصل تھا۔ ابو الفاتک ایک سو پچیس سال زندہ رہے، ان کی اولاد یمن کے علاقوں کی حاکم رہی۔ ابو الفاتک کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ اول اسحاق جنھیں فارس بنی حسن کہتے ہیں۔ بخشش، کرم، جرأت وسطوت ان کی خصوصیات تھیں۔ ان کی اولاد میں محمد، علی، ادریس اور قاسم تھے۔ دوسرے بیٹے محمد تھے، بغداد اور طرابلس میں بنو الحجاری انہی کی نسل سے ہیں۔ تیسرے احمد تھے جن کی کنیت ابوجعفر تھی۔ انھوں نے ایک سو ستائیس سال کی عمر پائی۔ ان کی اولاد بھی بہت ہوئی۔ وہ سب نقیب اور رئیس تھے۔ ابو طالب، عباس اور قاسم ان کی اولاد تھے۔ چوتھے صالح ابی الفاتک تھے اور یہ بات درست ہے کہ ان کی اولاد باقی نہیں رہی ۔ پانچویں جعفر تھے آل مقام انھی کی نسل سے ہیں۔ چھٹے قاسم نسابہ تھے۔ ان کی بھی اولادیں تھیں۔ ان کے دو بیٹے وہاج اور سراج نام کے تھے۔ ساتویں داؤد تھے۔ موسیٰ فارس اور حسین بندار ان کی اولاد میں تھے۔ آٹھویں عبدالرحمٰن ابی فاتک تھے ۔ وہ ایک سو بیس برس زندہ رہے اور انھوں نے اکیس فرزند اپنی اولاد میں چھوڑے۔

ابو الطیب داؤد بن عبدالرحمٰن جن کی اولاد کو آلِ ابوالطیب کہتے ہیں۔ بنو ہاشم، بنوعلی، بنوحسان، بنو قاسم اور بنو یحییٰ یہ سب ابوالطیب کی اولاد ہیں۔ بنوشاخ اور بنومکثر ان کی اولاد ہیں۔

دباس بن ابو الطیب کے چھ بیٹے تھے۔ محمد، حازم، مکثر، مختار، صالح اور حمزہ۔

امیر تاج المعانی شکر بن ابو الفتوح کی وفات کے بعد حمزہ بن دباس مکۂ مبارکہ کے والی مقرر ہوئے۔ ان کی اولاد میں چار بیٹے تھے۔ عمارہ، محمد ابو القاسم، یحییٰ امیر المخلان اور عیسیٰ، ان عیسیٰ کے ایک بیٹے علی نام کے تھے، بضم العین وفتح لام (عین پر پیش اور لام پر زبر) وہ مکہ معظّمہ کے حاکم اور صاحب اختیار تھے۔ ان کے عہد حکومت میں امام جار اللہ شکر اللہ سنعیہ نے مکے میں ایک کتاب ''کشاف'' ان کے نام پر تصنیف کی اور ان کی مدح میں بہت سے قصیدے تحریر کیے۔ انھوں نے بھی[1] زمخشری کی تعریف میں اشعار لکھے ہیں۔ ان کی اولاد بہت ہے۔

موسیٰ بن الشیخ الصالح جنھیں موسیٰ ثانی کہتے ہیں، اور جن کی کنیت ابوعمرو تھی ۲۵۶ ہجرۃ النبی علیہ السلام میں شہید کردیے گئے۔ یہ عباسی خلیفہ معز کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ان کی اولاد کو موسیون کہتے ہیں حجاز کی امارت ان کے سپرد تھی۔ ان کے اٹھارہ فرزند تھے۔ ان کی اولاد بھی زیادہ باقی نہ رہی، صرف سات افراد اپنے پیچھے چھوڑے۔ ادریس موسیٰ ابوالرقاع اور ابو السولکات ان کے بیٹے تھے۔ جدّے کے امیر اور لطاع کے نقیب ان کی نسل سے ہیں۔ آل علقہ حسن ادریس کی نسل سے ہیں۔ یحییٰ بن موسیٰ کالقب بفینہ تھا۔ عبداللہ دیباج ان کے بیٹے تھے۔ آل ابی اللیل، احمد بن یحییٰ کی نسل سے ہیں۔ صالح

---

[1] جار اللہ شکر اللہ زمخشر کے رہنے والے تھے اس نسبت سے انھیں زمخشری کہا جاتا ہے۔

بن موسیٰ کا لقب بارق تھا۔ کہتے ہیں کہ ردت ان کے بیٹے تھے اور ان کے بھی اولاد ہوئی۔ حسن بنی موسیٰ کی اولاد ربیع اور اس کے نواح میں آباد ہوئی۔ صالح امیر فارس کی اولاد کو صالحون کہا جاتا ہے، یہ محمد بن حسن کی نسل سے ہیں اور آل بدر بھی اسی نسل سے ہیں۔ علی بن موسیٰ کے ایک بیٹے تھے جن کا نام عبداللہ عالم تھا۔ امیر بن موسیٰ کی اولاد بہت تھی۔ آل الشرفی، آلِ نزار، آلِ یحییٰ اور آل عطبہ انھی کی نسل سے ہیں۔

قطب الاقطاب، سید و شیخ الثقلین محی الدین والملت عبدالقادر قدس سرہ کی نسبت عبداللہ بن یحییٰ، بن محمد الرومی، بن داؤد الامیر، محمد اکبر بن موسیٰ الثانی ہی سے ہے۔ انھیں ثابر کہتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ فرزند اعز، اشرف الآفاق سید عبدالرزاق کا نسب بھی حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے۔ جس زمانے میں یہ فقیر گیلان گیا تھا تو سید عبدالغفور حسن سے سید عبدالرزاق کو لے کر بصد اعزاز واکرام اپنی فرزندی میں لیا۔ اس تقریب کی جہت سے سادات حسنی اور حسینی کے اشراف واکابر مدعو کیے گئے اور ماہرین انساب بھی فراہم کیے گئے جنھوں نے سید عبدالرزاق کے نسب کی تحقیق کی۔ نسب کی اسی جانچ پڑتال کے دوران سادات حسینی نوربخشیہ اور سادات حسنیہ کی نسبتیں ظاہر ہوئیں۔ خاص طور پر نسبت قریب یہ تھی کہ ہمشیرہ عفیفہ صائمہ کا رشتہ حضرت سید بہلول سے سیّد حسن عبدالغفور کے پدرِ کلاں کے لیے مانگا گیا تھا۔ فرزند اعز سیّد عبدالرزاق کا نسب اِن ہی صائمہ فاخرہ تک پہنچتا ہے۔ موسیٰ ثانی نے خلیفہ معز کے زمانے میں مدینے میں خروج کیا تھا۔ ان کی اولاد میں پانچ افراد تھے۔ اوّل (۱) عبداللہ اکبر اشد، اُن کی نسل سے ادہ اور حسین شدید تھے۔ دوم (۲) حسین امیر جن کی اولاد میں تین صاحبزادے ابو ہاشم، ابو جعفر اور ابوالحسن تھے۔ یحییٰ امیر، ابوالحسن کی اولاد میں سے تھے اور حسن محترف[1] ابوجعفر کی نسل سے تھے۔

وہ پہلے شخص جو بنی الجون سے ملک مکہ ہوئے، وہ یہی تھے۔ ابو ہاشم کی اولاد کو ہوشم کہتے ہیں اور انھیں امیر بھی کہا جاتا ہے۔

سوم (۳) علی تھے جن کی اولاد بنوعلی ہیں۔ (ان کی علاوہ) آلِ نھم اور آلِ معن بھی علی کی نسل ہیں۔ چہارم (۴) قاسم تھے۔ پنجم (۵) قاسم کے چھوٹے بھائی حسن تھے جن کی اولاد کو حرانی کہتے ہیں (اس خاندان نے) حران میں اعادی سے جنگ کی تھی۔ حسن کی اولاد، سلیمان اور محمد سے آگے بڑھی اور سلیمان کی اولاد ہاشم سے چلی۔ البتہ قاسم حرانی کی اولاد کثرت سے ہوئی۔ آلِ کتم، آلِ، ادریس اور آلِ الطیب انھیں میں سے ہیں۔

بنو مالک کا شجرہ یہ ہے:

مالک بن الحسن بن الحسین، بن کامل، بن احمد، بن اسمٰعیل، بن علی، بن عیسیٰ، بن خمرہ، بن باس، بن محمد بن شکر یحییٰ، بن محمد، بن ہاشم، بن قاسم الحرانی، بن محمد الثابر، بن موسیٰ الثانی، بن عبداللہ الشیخ الصالح بن موسیٰ الجون، بن عبداللہ محض، بن حسن

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۲۵ پہلی سطر میں ان کا نام ''حسن محترق'' نقل کیا گیا ہے اور یہاں صفحہ ۳۲۶ سطر ۶ پر ''حسن محترف'' تحریر ہوا ہے۔ درست نام کون سا ہے، اس کے بارے میں مترجم کچھ عرض کرنے سے معذور ہے۔

المثنیٰ، بن الحسن بن علی ابن ابی طالب علیہم التحیۃ والسلام البتہ یحییٰ بن عبداللہ محض کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ صاحب تاج (وتخت) تھے اور انھوں نے گیلان میں خروج کیا تھا۔ ان کی اولاد بھی کثرت سے تھی۔

ابن سلیمان بن عبداللہ کے بیٹے محمد کی اولاد مغرب میں آباد ہوئی۔ اس (خاندان) کے حالات معلوم نہیں ہیں، لیکن ادریس بن عبداللہ ان کے بیٹے ادریس کی اولاد میں سے تھے۔ ان ادریس بن ادریس کے آٹھ فرزند تھے، ان میں سے ہر ایک کے پاس مغرب میں الگ الگ حکومت تھی۔ حمزہ بن ادریس، اسوس رفضی اور عمر کو مدینۂ رسول[1] (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علی نامرانی جو سلطان مصر کی طرف سے سلطان محمود غازی کے پاس قاصد بن کر آئے وہ بھی یحییٰ بن ادریس کی نسل سے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہماری سلطنت کا سلسلہ ہمیں اپنی والدہ کی میراث سے ملا تھا کیوں کہ ہماری والدہ کے اجداد، سلاطین سامانیہ سے تھے جنھوں نے دوسو سال تک عراق وخراسان میں حکومت کی۔ سلاطین سامانیہ کی جہاں گیری اور فتوحات ملکی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلطان محمود غازی انار اللہ برہانہ، خاندان اصلیہ سامانیہ کے نامزد ملوک نیز خادموں اور مجازی خوانین میں سے تھے۔ ان کی ذات سے اسلام کے آثار وثمرات تمام ملکوں بالخصوص ہندوستان میں (ابھی تک) باقی ہیں۔

عیم ابراہیم عمر بن حسن المثنیٰ کی کنیت ابو اسمٰعیل تھی۔ جود وسخا کی زیادتی کی وجہ سے انھیں عیم کا لقب دیا گیا تھا۔ ان کی اولاد میں ایک بیٹے اسمٰعیل دیباج تھے۔ ان کی اولاد میں حسن تج اور ابراہیم طباطبا تھے حسن تج کی اولاد ان کے فرزند حسن سے پھیلی۔ اس کا لقب بنو تج ہے۔ ابی جعفر ان کی اولاد تھے ابی القاسم علی بن المعروف کی اولاد میں ابن معیہ حاجب تھے۔ عبدالجبار کوفی بھی آلِ معیہ میں سے تھے آل معیہ میں بہت سے اکابر گزرے ہیں۔ ان میں نقیب اور خطیب بھی تھے۔ ان سب میں تاج الدین جعفر بے حد مشہور ہوئے۔ بے حد فصیح ہونے کے باعث انھیں لسان آلِ حسن کہتے تھے۔ اب رہے ابراہیم طبا طبا وہ قوم کے پیشوا تھے۔ انھوں نے اپنے پیچھے تین فرزند چھوڑے۔ ایک قاسم، دوسرے احمد اور تیسرے حسن۔ حسن طبا طبا کی اولاد سے ابومحمد صوفی مصری، ابراہیم اور ابوحسن تھے، جن کا لقب جمل تھا۔ بنو المسجد اور بنو المکرّ کی اِن حسن کی نسل سے ہیں۔ احمد طبا طبا کو ابوعبداللہ کہتے تھے، ان کی اولاد میں ابوجعفر اور ابو اسمٰعیل تھے۔ ابو البرکات اور ابو المکارم احمد (طبا طبا) کی نسل سے تھے۔

قاسم رسی کی کنیت ابومحمد تھی۔ ان کی اولاد میں سات بیٹوں میں سے یحییٰ رسی والی رملہ تھے۔ ان کی اولاد وہاں آباد ہے۔ حسن رسی حاکم ورئیس بن محسن کی اولاد تھے۔ اسمٰعیل رسی کی اولاد ان کے فرزند ابوعبداللہ محمد مشعرانی سے پھیلی۔ دور مصر کے بعد اسمٰعیل کی اولاد میں سے ان کے فرزند نقابت کے منصب پر مامور رہتے ابو القاسم احمد نقیب اور تمام مصری نقبا مشعرانی کہلاتے تھے۔ سلیمان رسی، قثم اور عدل ان کی اولاد میں سے تھے۔ بصرے میں آباد بنونورذن محمد بن ابراہیم بن سلیمان کی اولاد ہیں۔

---

[1] صفحہ ۳۲۶ سطر ۱۷ اور ۱۸ کی عبارت نامکمل ہے۔ شاید مراد ''نگرانی ملی'' ہو۔ واللہ اعلم۔

حسن رسی کریم الطبع سید تھے، لوگ انھیں عبداللہ کہتے تھے۔ ان کے فرزند ابو الحسین یحییٰ ہادی زید اماموں میں بزرگ امام تھے۔ خلیفہ معتضد کے زمانے میں انھوں نے ظہور کیا۔ ان کا لقب ہادی ابو الحق تھا۔ ان کی اولاد یمن میں بادشاہ اور امام رہی۔ حسن قیل ان کے بیٹے تھے۔

آلِ ابی العیان مرتضیٰ بن یحییٰ کی نسل سے ہیں۔ احمد بن الناصر بن الہادی کا لقب ناصر الدین اللہ تھا۔ ناصریہ کی اولاد کثرت سے ہے۔ ان کی باقیات یمن اور خوزستان میں آباد ہے۔ محمد رسی اور شیراز کے نقبا اور قضاۃ ان کی اولاد میں سے تھے۔

ابن طبا طبا صاحب اہل وعیال اور مال واسباب کے مالک تھے۔ ان کی اولاد میں قاسم الرسی بن محمد تھے، اور موسیٰ رسی مصر میں تھے۔ ان کی اولاد مصر میں آباد تھی۔ ان کے آخری افراد (جو باقی رہ گئے ہیں) انھیں میں سے ہیں۔ بنی رسی ابراہیم طبا طبا کی اولاد کے آخری لوگ ہیں۔ اسی طرح بنی رسی ہی اسمٰعیل دیباج کی اولاد کے آخری افراد ہیں۔ اسمٰعیل دیباج بن ابراہیم عمرو، بن حسن بن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے۔ سبط اکبر (یعنی امام حسنؓ) کی یہ شمہ برابر تفصیل تھی (جو اوپر مذکور ہوئی)

ابی عبداللہ الحسین شہید کی اولاد کا ذکر

ان کو ام الفضل زوجہ عباسؓ بن عبدالمطلب نے دودھ پلایا تھا[1] جو قثم بن عباسؓ کی ماں تھیں۔ حضرت حسینؓ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ علی اکبر، علی اوسط، جنھیں زین العابدین کہتے ہیں، علی اصغر اور عبداللہ۔ ایک دوسری روایت ہے کہ چھ بیٹے تھے، چار تو وہی جو مذکور ہوئے اور دو دوسرے محمد اور جعفر۔ تواریخ میں عمر کا نام بھی تحریر میں آیا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر صورت ان کے صاحبزادوں میں صرف امام زین العابدین باقی رہے تھے۔ منجملہ بارہ اماموں میں ان حضرت سے امام مہدی تک نو امام ہیں، بنا بریں ہم نے یہ شجرہ نو شعبوں (شاخوں) میں بیان کیا ہے۔

شعبۂ اوّل، امام زین العابدین کی اولاد

امام زین العابدین کی والدہ شاہ زناں تھیں۔ بعض نے انھیں شہر بانو کہا ہے۔ وہ بیٹی تھیں کسریٰ یزدجرد بن شہریار، بن پرویز، بن ہرمز بن نوشیروان عادل کی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ امام زین العابدین میں نبوت وسلطنت کی خصوصیات جمع

---

[1] یہاں تک عبارت درست ہے اس کے بعد مبہم ہوگئی ہے۔ مکمل عبارت یہ ہے (ص ۳۲۷ سطر ۱۴ اور ۱۵) ''مرضعہ اوامّ الفضل بودہ زوجہ عباس بن عبدالمطلب بن قثم بن عباس''
یہ کس طرح ممکن ہے کہ عبدالمطلب، قثم بن عباس کے فرزند ہوں۔ مترجم کا قیاس ہے کہ عبدالمطلب کے بعد کاتب ''مادر'' کا لفظ چھوڑ گئے۔ مترجم نے اسی قیاس کے مطابق اردو ترجمہ کیا ہے۔

تھیں۔ امام زین العابدین کی بہن کا نکاح جوشہر بانو کے بطن سے تھیں حسن بن حسن سے ہوا۔ اس اعتبار سے حسن مثنیٰ کی اولاد میں بھی پیغامبری اور بادشاہی (کی خصوصیات) مجتمع ہوئیں۔

ان کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں ہوئیں۔ ان کی اولاد چھ بیٹوں سے چلی۔ محمد باقر، عبداللہ باہر، زید شہید، عمر اشرف، حسین اصغر اور علی اصغر۔

علی اصغر کی اولاد ان کے بیٹے حسن سے تھی (لیکن) نسب دانوں کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ ان اختلافات میں سے جعفر نساب کا ایک قطعہ ہے جس کا مصرعہ اولیٰ یہ ہے:

افطیون انتم اسکتوا لا تکتموا

حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں ان کے اور امام جعفر صادق کے درمیان ایک مباحثہ بھی ہوا تھا۔ (یہ مباحثہ) طعن بد کے سبب سے ہوا نہ کہ از روئے نسب۔

ان کی اولاد میں پانچ افراد تھے۔ اوّل حرزی حسین۔ مکریم علی بن حرزی کے بیٹے تھے اور مکریم کے بھی اولاد تھی۔ تاج الدین حسن بلادِ قرابہ کے قاضی القضاۃ تھے۔ ابو الفضل مما لک طبا کے نقیب النقبا تھے۔ بنو محمد بھی حسن کی نسل سے ہیں۔ دوسرے عمر بن حسن تھے، قاضی امین الدولہ ابو جعفر نساب ان کی نسل سے تھے۔ ان کی بھی اولاد بہت تھی۔ تیسرے حسین تھے۔ بنوشکر ان، ان کی نسل سے ہیں۔ علی دینوری ان حسین افطس کے فرزند حسن کے بیٹے تھے۔ ابو ہاشم فتحی جورے کے نساب تھے، ان کی نسل سے تھے۔ سلطان بہلول کے عہد حکومت میں ابو ہاشم کا منصب نسابی سادات نور بخشیہ کے پاس تھا۔ حمزہ بن حسن مکفوف کی اولاد بنوسمان سے وابستہ ہے۔ بنور برج فہاسم کی اولاد ہیں اور بنو زیادہ جن سے بنی الافطس میں شریف ترین خاندان نہیں ہے، عبد منقود بن حسن مکفوف کی نسل سے ہیں۔ پانچویں عبداللہ شہید کی اولاد و باقیات بہت زیادہ ہیں۔ ان میں ابو طالب محمد فاخر، بنو المحترف، بنوالاعز اور ابو محمد حسن مداینی، طلحہ بن عبداللہ کی نسل سے ہیں[1] مدائنی کے جتنے بیٹے سب کا نام علی تھا ان کی باقیات نے درویشی اختیار کی تھی۔ ابو الصلاۃ، بنو ابو البقر، ابو تراب علی بن حسن مدائنی کی نسل سے ہیں۔

البتہ حسین اصغر بن زین العابدین کی اولاد میں پانچ افراد تھے۔ عبداللہ اعراج جن کی کنیت ابو علی تھی۔ ان کے پاؤں میں تھوڑا سا لنگ تھا، اس لیے ''اعراج'' (لنگڑے) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کی اولاد سے متعلق البتہ تفصیل کی

---

[1] اس کے بعد مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۲۸ سطر ۵ پر یہ عبارت نقل کی گئی ہے:

''ومدانی (مداینی) ویک پسر داشتہ ہمہ راعلی نام نہادہ ایتان ایشان یکنہا بودہ''

عربی وفارسی لغات میں ''ویک'' کے معنی کلمہ نفرت دیے ہیں۔ یہاں اس معنی کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ اس طرح دوسرا لفظ ''ریتان'' بھی مبہم ہے۔ مترجم اپنی فہم کے مطابق قیاسی ترجمہ کیا ہے۔

ضرورت ہے کیوں کہ وہ بہت سے خاندانوں،قبیلوں اور صالح اولادوں میں منقسم ہے۔

ان کی اولاد میں چار افراد تھے۔جعفر الحجہ،علی صالح،محمد حوانی اورحمزہ۔حمزہ کی اولاد کم تھی۔ بنو میمون حسین بن حمزہ کی نسل سے ہیں۔محمد مفسول کی نسل سے،محمد، واسط اور ابوجعفر تھے۔علی صالح بزرگ شخص تھے۔ ریاست عراق ان کی اولاد سے متعلق تھی۔علی صالح کی کنیت ابوالحسن تھی اور ان کی دعائیں بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوتی تھیں۔ ان کی اولاد عبداللہ نزا اور ان کے بیٹے ابراہیم سے پھیلی۔ کرخ کے علاقے میں بنو طفط اور بنو المحراق ابراہیم کی نسل سے ہیں۔عبداللہ ثانی کے ایک بیٹے تھے ان کا نام علی تھا۔علی کے بیٹے عبید اللہ ثالث تھے اور ان کے بیٹے امیر المومنین ابوالحسن محمد اشتر تھے۔ وہ ابو الطیب کے ممدوح تھے ان کے بیس فرزند تھے۔ سب بزرگ اور معزز نہ تھے۔ واسط کے نقیب ابو العلی، ابو المعانی اور ابو الفضایل ان کی باقیات میں تھے۔ بنو مکانسہ، بنو عرام، بنو اصائم، بنو معلاج، بنو ابو الغنائم، بنو احمد، بنو طبیق نیز عراق کے نقبا اور حاجیوں کے قافلوں کے امیر غالبًا اشتر کی نسل سے ہیں۔ ابو العلا مسلم امیر الحج جن کی کنیت ابوعبداللہ تھی وہ امیر الحج ابوعلی محمد بن اشتر تھے۔عمر مختار امیر حاج ان کے بیٹے تھے۔ بنی مختار جو سادات بزرگوار کے نقیب ہیں ان کی اولاد ہیں۔جعفر سادات بلخ کے ابو الآ با تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔حسن اور حسین بن جعفر۔حسین کی اولاد، ابی الحسین یحییٰ بن تسلمہ سے پھیلی۔ بنو عکہ، بنو عکون، بنو فرارس، بنو غیلان اور بنو الاعرج علی بن یحییٰ کی باقیات ہیں۔ بنو جلال کلہ، بنو شقائق، بنو حرعلی اور بنو مہتا طاہر بن یحییٰ کی نسل سے ہیں۔عبدالواحد بن مالک بن حسن مہتا کی نسل سے واجد ہیں نیز جماخرہ بھی اسی نسل سے ہیں۔

حسین اصغر کی اولاد سے دوسرے عبداللہ تھے۔ ان کے بیٹے جعفر صحیح تھے۔ ان کی اولاد میں تین بیٹے تھے محمد عففی جن کی اولاد کو عفیفون کہتے ہیں۔ بنو سوس ان کی نسل سے ہیں۔ بکر اسمٰعیل مقتدی جو مدینے میں رہتے تھے۔ ان کی اولاد بہت تھی جنھیں مقتدیون کہتے ہیں۔علی کبار بادشاہوں سے دور رہے۔

سلسلہ ساداتِ نوربخشیہ

ساداتِ نوربخشیہ کا سلسلہ جو اس عالی خاندان سے ہے انھیں سے جاملتا ہے۔ آل عندنان جو دمشق کے نقبا ہیں ان کی نسل سے ہیں۔ دوسرے احمد منقذی تھے۔ ان کی اولاد ابراہیم،جعفر،حسن اور حسین سب ان کی باقیات تھے۔ قاسم علی تھے، ان کی بھی اولاد بہت تھی۔حسن عصفہ اور ان کے بیٹے حسین کعکی، موسیٰ بن علی کی اولاد تھے۔ بنو الکرش، بنو العقیل، بنو امصیر ہ،عیسیٰ کوفی بن علی کی اولاد تھے۔ چہارم ابومحمد الحسن تھے۔ ان کے بیٹے عبداللہ محمد تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک محمد سلیف حسن جنکالہ ان کی اولاد تھے اور سلیف کی باقیات تھے۔ دوسرے علی مرعش، شیراز کے نقیب ان کی اولاد سے تھے۔

عبداللہ مصری بھی ان کی نسل سے تھے۔ پنجم سلیمان تھے۔ ان کی اولاد مصر میں آباد تھی جنھیں بنوم الفواطم کہتے ہیں۔ عمر الاشرف بن زین العابدین ان سے شہیدؒ[1] کے پدر مادری کے بھائی تھے۔ ان کی اولاد سے ایک بیٹے علی اصغر محدث تھے جو اپنے عم زاد جعفر صادق سے روایت کرتے تھے۔ ان علی کی اولاد میں چار بیٹے تھے۔ قاسم، عمر سنجری اور ابو محمد حسن۔ قاسم کی اولاد میں ان کے بیٹے ابو جعفر محمد صوفی تھے۔ انھوں نے خلیفہ معتصم کے زمانے میں، بمقام طالقان خروج کیا، گرفتار ہوئے اور شہید کردیے گئے۔ قم کے نقیب اور شعرانیاں عمر سنجری کی نسل سے ہیں۔ حسن کے بھی اولاد تھی۔ مکریم طبری، احمد اعرابی کی اولاد میں تھے اور احمد (اعرابی) ابو جعفر بن حسن کے بیٹے تھے۔ ابو جعفر محمد نقیب طبری بھی جعفر دشاح بن حسن کی نسل سے تھے۔ بنوز مران (بھی) اس نسل سے ہیں۔ ناصر الکبیر جو طبرستان میں دیالمہ کا بادشاہ تھا اور جس کا لقب ناصر الحق تھا وہ علی بن حسن کا بیٹا تھا۔ اس کے بھی اولادیں تھیں۔ بکیلان اور ان کی باقیات علاقے کے بادشاہ اور حاکم تھے۔

زید شہید کی کنیت ابو الحسین تھی۔ ان کے مناقب وفضائل بے حساب ہیں۔ انھوں نے کوفے میں خروج کیا۔ زید شہید کے چار بیٹے تھے۔ یحییٰ اور حسین انھیں ذوالدمعہ اور ذوالعبرہ بھی کہتے ہیں، اور عیسیٰ موتم الا شبال۔ محمد یحییٰ اپنے والد کی شہادت کے بعد خراسان میں بمقام جوزجان فرار ہوگئے تھے اور وہاں انھوں نے بڑی جمعیت فراہم کی لیکن شہید کردیے گئے۔ ان کی کوئی اولاد باقی نہ رہی۔

حسین ذوالدمعہ کے تین بیٹے تھے۔ پہلے یحییٰ جن کے سات بیٹے تھے۔ دوسرے قاسم جن کی اولاد کم تھی تیسرے حسن زاہد تھے، ان کی اولاد بھی کم تھی۔ بنی ننک اور بنی خالص ان کی نسل سے ہیں۔

حمزہ بن یحییٰ کی بہت اولاد تھی۔ بنو الامیران کی اولاد ہیں۔ محمد اصغر اقفاسی سے اقفاس منسوب ہیں عیسیٰ بن یحییٰ کی اولاد مختلف ملکوں اور اطراف میں منتشر ہوگئی۔ یحییٰ بن یحییٰ اور عمر بن یحییٰ کی اولادیں اپنے دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت زیادہ تھیں۔ ان کے بیٹے یحییٰ نے مستغنی کے عہد حکومت میں خروج کیا اور مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔ بنی الغدان، آل سبیان، مشہد کے اغرمی نقیب اور نبی اسابہ تمام کے تمام محمد عمر زید کی نسل سے ہیں۔ دوسرے حسن قعد ذوالدمعہ، اکثر سادات فارس ان کی نسل سے ہیں۔ عیسیٰ موتم الا شبال کی کنیت ابو یحییٰ تھی احمد مختفی بن عیسیٰ بزرگ اور وجیہہ شخص تھے۔ ان کے بیٹے محمد، عرب کے نسب دانوں میں اعلم العلما کی حیثیت رکھتے تھے۔ علی بن عیسیٰ کی اولاد کرمان اور خراسان میں آباد تھی۔ ان میں زید بن عیسیٰ کی اولاد بھی کثیر تھی۔ احمد، علی، علی مصفد اور ابو تراب صابونی انھی کی اولاد میں تھے۔ بنو عفرون اور بنو جکا جک حسن عصارہ بن عیسیٰ سے منسوب ہیں۔ امام محمد بن زید شہید، زید کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ انھیں ابو جعفر کہتے تھے۔ انتہائی درجے کے کامل اور فاضل بزرگ تھے۔ انھیں خلیفہ مامون نے زہر دے کر شہید کردیا۔ ان کی اولاد میں ان کے بیٹے

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۲۹ پہلی سطر میں شہید کا نام تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ ویسے بھی یہ عبارت، ''اما عمر الاشرف بن زین العابدین برادر پدر مادری شہید از و'' مبہم معلوم ہوتی ہے۔ مترجم نے لفظی ترجمہ کردیا ہے۔

ابوعبداللہ جعفر شاعر تھے۔ محمد خطیب احمد سکین اور قاسم ان کی اولاد میں تھے اور صاحب دارالصخرہ ان کی باقیات میں ہیں۔ ان کے بیٹے بھی نقیب تھے۔ عبداللہ باہر (روشن) کے رخسارِ مبارک سے صفا ظاہر ہوتی تھی چنانچہ لقب باہر ہوگیا۔ وہ (امام) محمد باقر کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی اولاد میں ان کے بیٹے محمد ارقط تھے۔ ارقط کی اولاد اسمٰعیل سے چلی، ان کے دو بیٹے تھے۔ حسن نفشج اور محمد اسمٰعیل رخ حسین کی نسل سے تھے۔ ان کی اولادیں قم میں آباد تھیں محمد کوکی ان کی اولاد سے تھے۔ شام اور مصر میں بنو العریف محمد اسمٰعیل کی نسل سے ہیں۔ رے کے نقبا نیز سمنان وکرکیان کے ملوک ارقط کی نسل سے ہیں۔

شعبہ دوم۔ امام محمد باقر کی اولاد

امام محمد باقر کی والدہ ام اسداللہ فاطمہ بنت حسن بن علی تھیں۔ وہ سادات حسینی میں پہلے فرد تھے جن کی ذات کے توسط سے امام حسن اور حسین کی اولاد جمع ہوئیں اور حسنیوں میں ایسے پہلے شخص عبداللہ محض جیسا کہ مذکور ہوا۔ ان کے سات بیٹے بیٹیاں تھیں، جن میں چار بیٹے تھے۔ جعفر، عبداللہ، ابراہیم اور علی۔ ان کی (صاحب امامت) اولاد جعفر سے چلی۔

شعبہ سوم۔ امام جعفر صادق کی اولاد

امام جعفر صادق کے سات بیٹے تھے۔ اسمٰعیل، عبداللہ، موسیٰ، اسحٰق، محمد، عباس اور علی۔ ان کی اولاد پانچ بیٹوں سے تھیں۔ موسیٰ کاظم، اسمٰعیل، علی عریض، محمد مامون اور اسحٰق موتمن۔ یہ موسیٰ کاظم کے حقیقی بھائی تھے اور صورت وہیئت میں حضرت رسالت علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ ان کی باقیات تین بیٹے تھے، محمد، حسین اور حسن۔ بنو الفارث محمد اسحٰق کی نسل سے ہیں۔ خمرہ تجار بنی وارث سے تھے۔ حسن (بن) اسحٰق کی اولاد مصر اور نصیبین میں تھی۔ میمون بن عبداللہ انھیں میں سے تھے۔ حسین بن اسحٰق نجران چلے گئے تھے۔ ان کی اولاد رقہ اور حلب میں کثرت سے ہوئی محمد حرانی ابن احمد حجازی اور حلب کے نقیب انھیں کی اولاد ہیں۔ محمد مامون جنھیں ان کے حسن وجمال کی وجہ سے محمد دیباج بھی کہتے تھے، ان کی اولاد میں تین بیٹے تھے۔ ایک حسین جن کی اولاد مختلف علاقوں میں منتشر ہوگئی اور دوسرے قاسم تیسرے علی حارضی تھے۔ ان کی اولاد میں دو بیٹے تھے جن کے نام حسن اور حسین تھے۔ ان دو بیٹوں کی بہت اولاد تھی۔ ابولہیجا محمد الضراب بن ابی طالب اور حمزہ ضراب، حسین بن علی بن محمد دیباج کی نسل سے تھے۔ محمد بن حسین جن کا لقب جورہ تھا، حسین حارض کی اولاد میں سے تھے۔ علی[1] حریض کے جن

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۳۰، سطر ۵، ۷ اور ۸ میں کاتب صاحب نے کہیں حارضی کہیں حریض اور کہیں عریض نقل کیا ہے یہاں مترجم نے عریض کو ترک کر کے حریض تحریر کیا ہے۔

کی کنیت ابوالحسن تھی، چار بیٹے تھے، جن کے نام محمد، احمد اشعرانی، حسن اور جعفر اصغر تھے۔ جعفر اصغر کی اولاد میں ان کے بیٹے علی تھے۔ بنو بہاء الدین، بنو فخار اور بنو سنجی حسن کی نسل سے ہیں۔ بنو الجدہ احمد شعرانی کی باقیات ہیں۔ صاحب السجادہ حمزہ الداعی اور ابو الغشا ان کی اولاد میں تھے محمد بن علی حریض کی اولاد بہت تھی جو مختلف شہروں میں آباد ہوئی۔ یحییٰ محدث کی باقیات، بنو ثوابہ اور بنو المختص عیسی روحی اکبر کی نسل سے ہیں جو محمد حریض کے بیٹے تھے۔

اسمٰعیل جن کی کنیت ابو محمد تھی، ان کی کنیت اعرج اکبر تھی، امام جعفر کی اولاد تھے۔[1] اسمٰعیل کی باقیات ان کے دو بیٹوں محمد اور علی سے تھی۔ محمد کی اولاد میں اسمٰعیل ثانی اور جعفر شاعر تھے۔ بنو الفیض جعفر شاعر کی اولاد ہیں، ان کی اولاد مغرب میں آباد تھی۔

شعبہ چہارم۔ امام موسیٰ کاظم کی اولاد

امام موسیٰ کاظم کے ساٹھ بیٹے بیٹیاں تھیں، جن میں اڑتیس بیٹیاں اور تیئیس لڑکے تھے۔[2] ان کی اولادوں میں سے بعض کی اولادیں باقی نہیں رہیں۔ اس کے علاوہ ان کی اولادوں کے بارے میں بھی اختلافات ہیں لیکن بہ حالت موجودہ اماموں کے نسب کے مطابق صورت حال یہ ہے کہ اُن کی اولاد میں تیرہ بیٹے تھے جن میں چار بیٹوں کی اولادیں کم تھیں باقی کی زیادہ تھیں۔ چار بیٹوں کی اولاد کا اوسط فی کس پانچ افراد سے کم بنتا ہے۔ ان کی تفصیل بہ عنوان شعوب دی جاتی ہے۔

شعب اول۔ پانچ افراد جن کی اولاد تھوڑی تھی یہ تھے۔ عباس، ہارون، اسحاق، اسمٰعیل اور حسن۔

ا۔ حسن کے ایک بیٹے جعفر نام کے تھے۔ ان کی اولاد کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جعفر بن حسن کے تین بیٹے تھے۔ علی عزری کی باقیات ان کی نسل سے ہیں۔

۲۔ اسمٰعیل موسیٰ کے ایک بیٹے تھے ان کا نام موسیٰ تھا۔ ان کی اولاد ان کے بیٹے جعفر سے چلی۔ بنی ابی الساف اور بنو الوارق ان کی نسل سے ہیں۔

۳۔ اسحاق بن موسیٰ کو امیر کہتے تھے۔ اُن کی اولاد میں اُن کے بیٹے عباس تھے اور اسحاق ملبوس اِن کے بیٹے تھے بنو

---

[1] صفحہ ۳۳۰ پر فارسی عبارت یہ ہے۔ ''اما اسمٰعیل کنیتش ابو محمد کنیتش اعرج اکبر اولاد امام جعفر بودہ'' اس عبارت میں سہو معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال عبارت کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] صفحہ ۳۳۰ پر یہ عبارت ہے:

''شصت فرزند بود۔ سی وہشت دختر وبست وسہ پسر''

یہاں بھی سہو کتابت واضح ہے۔ عبارت کے اعتبار سے '' شصت و یک فرزند'' ہونا چاہیے تاکہ اڑتیس ۳۸ اور تیئیس ۲۳ کی گنتی پوری ہو۔ مترجم نے تحریر کردہ عبارت کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

الملبوس اِن کی باقیات سے ہیں۔ محمد کی اولاد بلخ اور طحارستان میں تھی (لیکن) بہت کم۔ ابوجعفر حسن بن اسحاق صورانی، اسحاق بن موسیٰ کی اولاد سے تھے۔ بنو الوارث صورانی کی نسل سے ہیں۔

۴۔ ہارون بن موسیٰ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کے کوئی اولاد نہ تھی لیکن ابن طباطبا نے کہا ہے کہ احمد بن ہارون اُن کی اولاد تھے اور امیر کا بطوس ان کی نسل سے تھے۔

۵۔ عباس بن موسیٰ کی اولاد بہت ہی کم تھی۔ قاسم عباس ان کی اولاد تھے۔

شعبہ دوم: زید کی اولاد میں متوسطین نادر ہیں۔ عبداللہ، عبید اور حمزہ۔ حمزہ کو ابوالقاسم کہتے تھے۔ ان کی اولاد بلادِ عجم میں بہت زیادہ تھی۔ وہ سب قاسم بن حمزہ کی باقیات میں تھے۔ حمزہ بن حمزہ کی اولاد بلخ اور بعض خراسان کے علاقوں میں آباد تھی۔ ابوجعفر، قاسم بن حمزہ کی اولاد میں تھے۔ ابوجعفر، بدیع ہمدانی کے ممدوح تھے۔ ان کی اولاد سے آلِ سامانیہ کے بادشاہوں کا میل جول اور قرابت داری تھی۔ احمد ان ہی کی نسل سے تھے۔

عبداللہ کی اولاد میں تین بیٹے تھے۔ محمد یمانی، قاسم اور جعفر یمانی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابراہیم ان کی اولاد تھے۔ ابراہیم کی اولاد سے ابوجعفر اور احمد شعرانی تھے۔ ابوجعفر کی اولاد حجاز میں آباد تھی۔ ابو الفایز جو شیراز میں عضد الدولہ کے ساتھ تھے، ابوجعفر کی نسل سے تھے۔ احمد شعرانی بھی صاحب اولاد تھے اور قاسم بن عبداللہ کے بھی اولادیں تھیں۔ عبدالشرف انھی کی نسل میں سے تھے۔ عبداللہ بن موسیٰ کی اولاد محمد سے پھیلی۔ موسیٰ علی بن حسن الاحود، عبداللہ کی نسل سے تھے۔ جعفر اسود، موسیٰ بن عبداللہ کی اولاد تھے۔ بنو ناصران کی نسل سے ہیں۔ جس زمانے میں زید الفار بصرے کا والی تھا اس نے ابن عباس کے گھروں کو جلا ڈالا تھا اور اُن کے نخلستانوں کو بھی نذرِ آتش کردیا تھا۔ اسی (ظلم کی) بنا پر اسے ''زید الفار'' کہتے ہیں۔ بعد میں انھیں گرفتار کر کے مرو لے گئے اور مامون کے زہر سے شربتِ شہادت نوش کیا۔ ان کے چار بیٹے تھے جن سے ان کی اولاد آگے چلی۔ حسن اور ان کی اولاد کا قیام قیروان میں تھا۔ حسین محدث بھی ان کی اولاد میں سے تھے۔ تفروین، جعفر بارجان، بنوصعب اور بنومکارم، موسیٰ اصم بن عبداللہ کی نسل سے ہیں۔

شعبہ سوم۔ امام موسیٰ کاظم کے چار بیٹے کثیر الاولاد تھے۔ امام علی رضا، ابراہیم مرتضیٰ، محمد عابد اور جعفر۔

جعفر کو احراری کہتے تھے، ان کی اولاد کو حواریون اور شجریون بھی کہتے ہیں۔ موسیٰ اور حسن سے جعفر کی اولاد پھیلی۔ موسیٰ کی اولاد میں حسن الحق تھے اور حسن، محمد ملیط کے والد تھے۔ ملیط کو عددی غلبہ حاصل ہوا، گویا اہل ایران سب عرب تھے، جنھیں حجاز اور عراقِ عرب کی قوت وشوکت حاصل تھی۔ محمد عابد کی اولاد ابراہیم حجاز سے پھیلی۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ محمد جابری، احمد مقصرین اور علی۔ سرجان اور کرمان میں آلِ ہرو، آل ابی الفائز اور بنومزن علی کی باقیات تھے۔ آل ابی الحرث

احمد بن محمد جابری سے ہیں اور آلِ ابی الحمرا محمد کی نسل سے ہیں۔ احمد اور علی کی اولاد ایک دوسرے سے علاحدہ ہوگئیں۔ ابراہیم اصغر کے جن کا لقب مرتضیٰ تھا، دو بیٹے تھے۔ موسیٰ ابوسبحہ اور جعفر۔ موسیٰ، محمد اور علی سے جعفر کی اولاد چلی جو بلادِ ربقاع میں منتشر ہوگئی تھی۔ (ابراہیم اصغر کے پہلے بیٹے) ابوسبحہ موسیٰ کے آٹھ بیٹے تھے۔ چار بیٹوں کی اولادیں قلیل اور چار کی کثیر تھیں۔ مقلون میں (کم اولاد والوں میں) عبیداللہ اور ان کی اولاد بصرے اور مکے میں تھی۔ عیسیٰ کی اولاد فارس میں آباد ہوئی۔ علی کی اولاد دینور اور شیراز میں تھی۔ ابوعلی صبیح اور ابوالفضل انھی کی نسل سے تھے۔ جعفر کی اولاد ترید میں تھی۔ مکثرون میں (کثیر اولاد والوں میں) ایک محمد اعرج تھے، ان کی اولاد موسیٰ ابرش سے چلی، ان کی باقیات میں ان کے تین بیٹے تھے۔ ابوطالب محسن جن کی اولاد بصرے میں تھی۔ ابومحمد حسین موسیٰ ابرش بغداد کے نقیب النقبا تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے، محمد رضی اور علی مرتضیٰ علاّم الہدیٰ۔ علاّم الہدیٰ کا مرتبہ علوم میں نہایت بلند تھا۔ تاریخ کی بعض کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ علاّم الہدیٰ کے کتب خانے میں اسی ہزار مجلد کتابیں تھیں۔ ابوعبداللہ احمد ین کی اولاد بھی بہت تھی۔ شام کے نقیب ابو البرکات، نجم الشرف، اور بنی الموسون کے جد ابوالمظفر ہبۃ اللہ اُن کے اہل بیت تھے۔ دوسرے احمد الموسون الاکبر تھے، ان کی باقیات حسین وحی سے تھی۔ ابراہیم اور علی احول تھے۔ علی احول کی نسل سے رافع تھے۔ نبی الدرف، ابراہیم کی نسل سے تھے۔ حسین وحی کی اولاد میں ابن طلیع تھے۔ سید محمد احمد رفاعی انھی حسین کی نسل سے تھے۔ تیسرے ابراہیم عسکری تھے۔ بنوالممتع انھی کی باقیات ہیں۔ مشہد کے بنوالحسن بھی ان کی نسل سے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر مشہد میں امام رضا علیہ السلام کے روضۂ متبرکہ کے طواف سے مشرف ہوا، اس زمانے میں سید اجل نقیب اجل واعظم تھے۔ ان سے پہلے سید رضی الملت والدین نقیب تھے، اس کے بعد نقابت منتقل ہوگئی، جن کے پیشرو سید قاضی تھے۔ پھر سید مذکور سے سید تاج الدین کے بھائیوں کو ملی، ان سے سید شہاب الملت والدین کو پہنچی۔ آخر میں سید محمد دلقندی نے اس امر کا آغاز کیا۔ مشہد کے نقیبوں نے فرزند اعز قدوۃ الآفاق سید عبدالرزاق کے نسب کے بارے میں دریافت کیا۔ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ساداتِ جبل عبدالرزاقیہ سلسلے سے ہیں۔ سید تاج الدین نقیب نے فرمایا، جی ہاں! ہماری والدۂ عفیفہ کی نسبت بھی سادات صالحون تک پہنچتی ہے پھر اس نسبت کی تفصیل بیان کی جو لطیفۂ سابق میں مذکور ہوچکی ہے۔

ابراہیم کی اولاد کے بعضے لوگ ابرفوہ میں تھے۔ چوتھے حسین قطعی تھے۔ ان کی نسل بہت تھی اور مشہور بھی تھی۔ ابی الحسن علی الدیلمی کی اولاد ابی الحارث محمد سے چلی۔ حسین اشقر، حسن برکہ، ابوبقین بجابر اور آل ابوالسعادات ابی الحارث کی نسل سے ہیں۔ حسین اشقر کی نسل سے حیدر بن حسن تھے۔ ہبۃ اللہ جو دمشق میں تھے حسن برکہ کی اولاد میں سے تھے۔

شعبہ چہارم[1] امام علی رضا، رضی اللہ عنہ کی اولاد

آٹھویں امام کے جس قدر مناقب اور مراتب ہیں ان کی تفصیل بارہ اماموں کے ذکر میں وقت کی مناسبت سے آئے گی۔ بیت:

ورنہ سزا وارِ خداوندیش
کس نہ تو اند کہ بجا آورد

ترجمہ: آپ کی آقائی کے لائق جو آداب ہیں انھیں بجا لانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

حضرت کے پانچ بیٹے تھے۔ محمد، حسن، جعفر، ابراہیم اور حسین۔ ان بزرگوار نامدار فرزندوں میں ان کے جانشین محمد تقی تھے۔

شعبۂ پنجم۔ امام محمد تقی کی اولاد

خلیفہ مامون (عباسی) نے جب امام محمد تقی کی ذات میں علم وادب اور فضل وکرم کا کمال دیکھا تو اپنی بیٹی ام الفضل کو ان کے نکاح میں دے کر مدینۂ طیبہ بھیج دیا۔ ان کی کرامتیں اور ان کی مراتب حد بیان سے باہر ہیں۔

ان کے دو بیٹے تھے۔ علی ہادی اور موسیٰ مبرقع۔ موسیٰ مبرقع نے بمقام قُم وفات پائی۔ ان کی اولاد کو رضوی کہتے ہیں اور یہ حضرات زیادہ تر قم ہی میں آباد ہیں۔ فی زمانہ ان میں سے ایک جمعیت الگ ہوگئی ہے موسیٰ مبرقع نے کہا تھا، جب زیارت کرنے والے جمع ہوجائیں تو میری اولاد کو مشہد مقدس لے جائیں۔ اس کے باشندوں پر سلام ہو۔ احمد ان کی (موسیٰ کی) اولاد تھے۔ مشہور نساب کہتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ بھی ان کی باقیات میں تھے۔ نبی الحساب کے نسب نامے ان ہی سے پیوستہ ہیں۔ محمد اعراج، احمد بن موسیٰ کی اولاد میں تھے اور بقیہ اولاد بھی ان کی نسل سے ہے جو سدہور کے قریوں میں آباد ہے۔

شعبۂ ششم۔ امام علی ہادی کی اولاد

حضرت امام علی ہادی کے تین بیٹے تھے۔ حسن، حسین اور جعفر، ان کی اولاد دو بیٹوں حسن اور جعفر سے آگے بڑھی۔ جعفر کی

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۳۰، سطر ۱۴ میں شعبۂ چہارم کا عنوان امام موسیٰ کاظم کی اولاد کے لیے قائم کیا ہے۔ یہاں صفحہ ۳۳۲ پر دوبارہ شعبۂ چہارم کا عنوان امام علی رضا کی اولاد کے لیے قائم کردیا ہے، حالاں کہ اس کا عنوان ''شعبہ پنجم ہونا چاہیے تھا۔ یہ غلطی آخری امام تک قائم رہتی ہے۔ شعبۂ اوّل امام زین العابدین سے شروع ہوتا ہے اس اعتبار سے بارہویں امام تک نو شعبے ہوں گے۔ بہر حال مترجم نے کسی ردوبدل کے بغیر اصل متن کی عبارتوں اور عنوانات کا ترجمہ کیا ہے۔

کنیت ابوعبداللہ تھی اور کذاب کے لقب سے ملقب ہوئے کیوں کہ انھوں نے اپنے بھائی کی وفات کے بعد امامت کا دعویٰ کیا تھا۔ انھیں ابوالکبرین کہتے ہیں۔ ان کے ایک سوبیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔ ان کی اولاد چھ فرزندوں سے تھی، جن میں بعض قلیل الاولاد اور بعض کثیر الاولاد تھے۔ ان کے بیٹے اسمٰعیل حریفا، طاہر، یحییٰ صوفی، ہارون، علی اور ادریس تھے۔ ناصر اور ان کے بھائی محمد ابوالبقا، اسمٰعیل کے فرزند تھے۔ طاہر کے بیٹے ابوالغنائم دقائق اور ابوالعلی دلال تھے۔ ابوالفتح نساب، یحییٰ صوفی کی نسل سے تھے۔ ان کے پس ماندگان مصر میں تھے۔ چند سادات کے گھرانے بلاد شام میں تھے جو ہارون بن جعفر کی اولاد تھے۔ محمد نازوک جن کی اولاد کو بنی نازوک کہتے ہیں علی بن جعفر کی نسل سے ہیں۔ ادریس بن جعفر کی اولاد کو قواسم کہتے ہیں جو قاسم بن ادریس (بن جعفر) کی باقیات ہیں۔ قاسم بن ادریس ہی کی نسل سے بنوقلنات، بدروز، بنی کعب اور مواجد ہیں۔

شعبۂ ہفتم۔ امام حسن ذکی کی اولاد کا ذکر جو گیارہویں امام تھے۔

ان کے فضل وادب اور کمالات کی تشریح استعداد سے دور ہے
مصرع:

ہرچہ گویندو صفِ اودر جنب او کمتر بود
(جو کچھ اس کی تعریف میں کہا جائے، اس کی ذات کے اعتبار سے کم ہی ہوگا)

تاہم ان کے فضائل بارہ اماموں کے ذکر میں بیان کیے جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے ایک بیٹے محمد مہدی تھے اور حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر سلطان السلاطین ابراہیم خلداللہ ملکہ، کے عہد حکومت میں جونپور اور وہاں کے اکابر واشراف نے اس فقیر کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا تو حضرت میر صدر جہاں نے بعض سادات کے نسب سے متعلق استفسار کیا۔ وہ سادات ہند کی اکثریت کو مجہول النسب کہتے تھے اسی کے ساتھ ساتھ بعض خاندان سادات کے صحیح النسب پر بے حد اصرار کرتے تھے۔

ہندوستان میں بشمول دیگر خاندان، قصبہ کنتور کے سادات کو صحیح النسب کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت میر سید ماہر وجو اودھ کے خطے میں مدفون ہیں ان کی اولاد اور باقیات اودھ کے علاقے میں آباد ہے۔ علاقہ بہرائچ کے دونوں فرقے ایک سلسلے سے منسلک ہیں۔ جونپور کے نواح میں مہووہ گاؤں کے سادات معروف ہیں۔ موضع سکندر پور کے سادات کے بارے میں، جہاں حضرت کبھی کبھی تشریف فرما ہوتے تھے، زیارت مزارات کے وقت فرماتے تھے کہ اس قصبے کے سیدوں کی سیادت وطہارت کی خوشبو مزار کی روحانیت سے آتی ہے۔ سادات بخاریہ کے حسب ونسب میں کسی کو کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ مصرع:

نیست کسرا در لطافت او سخن
(اس کی پاکیزگی میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے)

حضرت میر سید علاء الدین جیوریؒ کا سلسلۂ نسب نہایت پاکیزہ اور صحیح ہے۔ سادات گردیز ہندوستان کے بعض قریوں میں آباد ہیں۔ کڑہ اور مانک پور کے سید اسی خاندان سے ہیں۔ ایک خانوادہ سرہند میں ہے۔ دیگر سادات ہندوستان کے اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی حقیقت جانتا ہے۔ البتہ سادات حسینیہ کے سلسلے سے ایک جماعت جونپور میں ہے، اللہ تعالیٰ نقصان سے اس کی حاظت کرے۔ فرزند اعزار شدعلی الاطلاق مشہور النسب سید عبدالرزاق سے متعلق یہ تحقیق معرض تحریر میں آئی۔

شعبۂ ہشتم۔ امام محمد بن الحسن کے ذکر میں

امام محمد بن الحسن بارہویں امام ہیں۔ مشہور اقوال کے مطابق ان کی کنیت ابو القاسم ہے۔ امامیہ حضرات کے واضح قول کے مطابق ان کا لقب، حجت، قایم، مہدی، منتظر اور صاحب الزماں ہے۔ ان ہی کے مذہب کے مطابق وہ بارہ اماموں کے خاتم ہیں اور سردابہ میں مستور (پوشیدہ) ہیں۔ وہ اپنے مقررہ وقت پر خروج کریں گے لیکن اہل سنت و جماعت کے ایمہ کا مذہب یہ ہے کہ مہدی آخر الزماں اپنے وقت پر سلسۂ اطہر حیدریہ سے تولد ہوں گے۔ ان کی ولادت کے زمانے میں بہت سی نشانیاں ظاہر ہوں گی جیسے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں ظاہر ہوئیں۔ ہر سال ان کی ہدایت کے ثمرات نمایاں ہوں گے، حتیٰ کہ ساری دنیا کے اطراف اور ملک ان برج فلک کو اٹھائیں گے اور ان کی سلطنت قائم ہوگی جس کی شرح تفصیل سے لطیفۂ اوّل میں مذکور ہوچکی ہے۔''

لطیفہ ۵۳

خلفائے راشدین، بعض صحابہ اور تابعین نیز بارہ اماموں کے ذکر میں

تذکرہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام احوال، اقوال اور افعال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے شاہد ہیں اور تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہیں۔

جس وقت حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو آپ ﷺ نے جبریلؑ سے دریافت کیا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا تو جبریلؑ نے عرض کیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اس روز سے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صدیقِ اکبر، کر دیا۔

ابومسعود انصاری کا قول ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام وحی کے مشابہ ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے، ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم روشنی آسمان سے نازل ہوئی اور مکے کا کوئی گھر ایسا نہ بچا ہوگا جس میں اس روشنی کا کوئی نہ کوئی حصہ نہ پہنچا ہو۔ پھر وہ تمام انوار یکجا ہوگئے اور جیسا کہ میں نے پہلے دیکھا تھا ایک نور کی صورت اختیار کرگئے۔ پھر وہ نور میرے گھر میں داخل ہوگیا اور میں کھڑا رہا۔ صبح میں نے یہ خواب ایک یہودی سے بیان کیا اور اس کی تعبیر چاہی۔ اس نے کہا کہ یہ پراگندہ خوابوں میں سے ہے اور ایسے خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ اس واقعے کو ایک زمانہ گزر گیا تا آنکہ میں کسی تجارتی سفر کے دوران بحیرا راہب کے کلیسا میں پہنچا اور میں نے اس سے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو۔ میں نے کہا کہ میں قبیلۂ قریش سے ہوں۔ بحیرا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے درمیان ایک پیغمبر مبعوث فرمائے گا اور تم اس کے ایّام حیات میں اس کے وزیر رہو گے اور اس کی

وفات کے بعد تم اس کے خلیفہ بنو گے۔ اس کے بعد رسول ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے مجھے اسلام لانے کے لیے فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ ہر نبی کے پاس اس کی نبوت کی دلیل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے پاس کونسی دلیل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور تمہیں یہ بتایا گیا تھا کہ تمہارے خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ آخر کار بحیرا نے تمہیں بتایا کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے اور یہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس واقعے کی خبر آپ کو کس نے دی؟ فرمایا جبریل نے۔ اس جواب پر میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ دلیل کا طلب گار نہیں ہوں کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی ہستی لائق عبادت نہیں سوائے اللہ واحد کے جس کا کوئی شریک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں)

رسول علیہ السلام نے فرمایا، میں نے جس شخص کو اسلام کی دعوت دی اس نے میری دعوت کو قبول کرنے میں تردد اور توقف کیا سوائے ابوبکرؓ کے۔ جونہی میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے فوراً میری تصدیق کی اور کہا کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ وہ صدیق اکبر ہیں۔

امیرالمومنین ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ زمانۂ جاہلیت میں میں ایک روز، درخت کے سائے میں بیٹھا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس درخت کی ایک شاخ میری طرف بڑھی۔ میں نے غور سے اسے دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے میرے کان میں آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول فلاں وقت ظاہر ہوں گے۔ تمہیں چاہیے کہ اس وقت تم سب سے زیادہ سعادت مند لوگوں میں شامل ہوجاؤ۔ میں نے اس آواز سے کہا کہ واضح طور پر بتاؤ کہ وہ رسول کون ہے اور اس کا نام کیا ہے۔ آواز آئی کہ وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ میں نے کہا وہ تو میرے ساتھی، ہم نشین اور دوست ہیں۔ پھر میں نے اس درخت سے عہد کیا کہ جس وقت وہ مبعوث ہوں مجھے بشارت دینا۔ جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو اس درخت سے پھر آواز آئی، اے ابوقحافہ کے بیٹے کوشش اور اہتمام کرو کہ اُن صاحب پر وحی نازل ہوچکی ہے۔ موسیٰ کے رب کی قسم! کوئی شخص اسلام میں تم پر سبقت نہ لے پائے گا۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا، اے ابوبکر! میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے کہا اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ سِرَا جاً مُّنِيْراً (میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ حق کے ساتھ خدا کے رسول ہیں اور روشن چراغ ہیں) پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

حضرت امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل میں ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے یمن گیا۔ وہاں کے ایک قبیلے کے سردار سے میری ملاقات ہوئی جو آسمانی کتابوں کا عالم تھا اور اس کی عمر چار سو سال تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا، میرا گمان ہے کہ تم حرم مکہ سے آئے ہو۔ میں نے جواب میں ہاں کہا۔ اس نے دریافت کیا، کیا تم قریشی ہو؟ میں نے جواب میں ہاں کہا۔ اس نے پھر دریافت کیا، کیا بنوتمیم سے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ عالم نے

کہا بس ایک علامت معلوم کرنا باقی ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا تم اپنا پیٹ برہنہ کرو۔ میں نے کہا جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے سوالات کا مقصد کیا ہے میں پیٹ برہنہ نہیں کروں گا۔ اس نے کہا کہ میں نے آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ حرم میں اللہ کا ایک رسول پیدا ہوگا۔ اس کے دو مددگار ہوں گے۔ ایک جوان اور دوسرا ادھیڑ عمر کا۔ جوان کی خصوصیت یہ ہے کہ محنتوں اور مشقتوں میں زندگی گزارے گا۔ ادھیڑ عمر والے کا رنگ اجلا اور اس کے پیٹ پر سیاہ تل ہوگا۔ میں نے اپنا پیٹ کپڑا ہٹا کر دکھایا تو اسے میرے پیٹ پر سیاہ تل نظر آیا۔ اس نے کہا، کعبے کے رب کی قسم تم وہی ادھیڑ عمر کے شخص ہو۔ پھر اس نے مجھے وصیت کی کہ احتیاط کرنا، ہدایت کا راستہ اختیار کرنا اور اس افضل طریقے سے قائم رہنا جو اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں بیان کی ہیں جو تمہیں عطا کی جائے گی۔ جب یمن میں میں اپنے کاموں سے فارغ ہوگیا تو اس سے رخصت ہونے کے لیے اس کے پاس گیا۔ اس نے چند اشعار میرے سپرد کیے کہ ان کو پیغمبر ﷺ تک پہنچا دینا۔ جب میں مکے پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے۔ سردارانِ قریش مجھ سے ملنے کے لیے آئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم لوگوں کے درمیان کوئی عجیب واقعہ تو رونما نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے زیادہ اور کون سا واقعہ عجیب ہوسکتا ہے۔ کہ یتیم ابو طالب[1] پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہم تمہارے منتظر تھے۔ اب جبکہ تم آ گئے ہو تو اس معاملے کو نمٹا لو گے۔ بہرنوع میں نے ان لوگوں کو روانہ کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلوم کیا انہوں نے بتایا کہ (حضرت) خدیجہؓ کے گھر میں ہیں۔ میں وہاں پہنچا اور مکان کے دروازے پر دستک دی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا، یا محمد! میں نے آپ کے بارے میں اہل قبیلہ کے گھروں میں دریافت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے تمہاری اور سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ اس پر آپ کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا، وہ یزدی شیخ جس سے تم نے یمن میں ملاقات کی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کس شیخ کے بارے میں فرما رہے ہیں، میں تو وہاں کے بہت سے مشائخ سے ملا تھا۔ فرمایا، وہ شیخ جنہوں نے تمہیں چند بیت دیے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے حبیب یہ خبر آپ کو کس نے دی؟ فرمایا، اس بزرگ فرشتے نے جو مجھ سے پہلے دوسرے نبیوں کے پاس آتا رہا ہے۔ میں نے آپ کا دستِ مبارک تھام لیا اور کہا **اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَللّٰهُ وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ** (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں) بعدازاں میں آپ ﷺ کی خدمت سے واپس ہوا، اس وقت دنیا میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ شادماں نہ ہوگا کیونکہ مجھے ایمان کی توفیق حاصل ہوئی تھی۔

---

[1] مطبوعہ نسخہ صفحہ ۳۳۵۔ سطر ۴۔ ''یتیم ابوطالب دعویٔ نبوت می کند''۔ غالبًا۔ ''یتیم ابوطالب'' سہوِ کتابت ہے۔ یتیمی کی نسبت والد سے ہوتی ہے، اس اعتبار سے حضور ﷺ کو ''یتیم عبداللہ'' کہا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں ''یتیم ابوطالب'' کی ترکیب میں لفظ یتیم اس کے معروف معنوں میں استعمال نہ ہوا ہو لیکن فارسی عبارت میں ایسا کوئی قرینہ نظر نہیں آتا۔ واللہ اعلم۔

آخری بیماری میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، رات میں نے خلافت تفویض کرنے کے معاملے میں کئی بار استخارہ کیا اور حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ الٰہی جو کچھ تیری رضا کے مطابق ہو مجھے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، تم جانتے ہو کہ میں جھوٹ ناپسند کرتا ہوں اور وہ کون غافل شخص ہوگا کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کے وقت جھوٹ بات کہے گا اور جھوٹی بات کو دو مسلمان فریقوں کے لیے جائز رکھے گا۔ سب حاضرین نے کہا اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نایب! کسی کو آپ کی سچائی میں شک نہیں ہے۔ جو آپ کو فرمانا ہے (بے تکلف) فرمائیں۔ آپ نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے) کہا کہ آخرِ شب مجھ پر نیند نے غلبہ کیا، میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں لباس مبارک کے چاروں طرف پھرا۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جامہ ہائے مبارک نے سبز اور چمک دار ہونا شروع کیا، یہاں تک کہ اس نور نے دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جانب دو بلند قد شخص کھڑے تھے جو بے حد حسین وجمیل تھے، ان کے لباس سے نور بکھر رہا تھا اور ان کا دیدار سرمایۂ سرور تھا۔ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا اور شرف مصافحہ سے اپنے آپ کو مشرف کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا جس سے میرے اندر جو اضطرابی اور خفقانی کیفیت تھی اسے سکون حاصل ہوگیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر! تم سے ملاقات کرنے کا اشتیاق ہے۔ زیادہ وقت نہ گزرے گا کہ تم مجھ سے آملو گے۔ خواب میں مجھ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ میرے اہل خانہ نے میری آواز سنی پھر مجھے حالتِ گریہ کے بارے میں بتایا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے بھی آپ کی زیارت کا اشتیاق ہے۔ فرمایا بس تھوڑا وقت باقی ہے پھر ایسا وصال حاصل ہوگا جس میں جدائی کا وہم تک نہ ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تفویضِ خلافت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اختیار فرمائیے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رعیت کا والی بہت زیادہ عاملِ صادق اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ آسمان و زمین میں پسندیدہ شخصیت یا یگانۂ روزگار ہستی ہے یعنی عمرؓ بن الخطاب (ان اوصاف کا حامل ہے)۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ دو شخص تمہارے وزیر ہیں۔ یہ دنیا اور آخرت میں تمہارے مددگار اور بہشت میں تمہارے ہمسائے ہوں گے۔ بعد ازاں اُن دونوں نے مجھے سلام کیا اور کہا۔ آپ نے مکروہ سے خلاصی پائی، آپ آسمان میں صدیق ہیں، فرشتوں کے درمیان صدیق ہیں اور زمین میں مخلوق کے درمیان صدیق ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ دو شخص کون ہیں کہ میں نے ان کی مثل کوئی شخص نہ دیکھا۔ فرمایا کہ یہ دو کریم فرشتے جبریل اور میکائیل ہیں۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام تشریف لے گئے اور میں جاگ گیا۔ میرے رخسار آنسوؤں سے تر تھے اور اہل خانہ میرے سرھانے رو رہے تھے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ (حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد) بعض لوگوں نے کہا کہ ہم ابوبکرؓ کو مشہد (شہیدوں کے قبرستان) میں دفن کریں گے اور بعض نے کہا کہ بقیع لے جائیں گے، (لیکن) میں نے کہا کہ میں اپنے

حجرے میں اپنے حبیب کے سامنے انہیں دفن کروں گی۔ اس تجویز پر ہمارے درمیان اختلاف رہا کہ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور اس حالت میں میں نے کسی کہنے والے سے سنا، او صلوا الحبیب الی الحبیب (دوست کو دوست تک پہنچاؤ) جب میں جاگی (تو مجھے معلوم ہوا کہ) دوسرے لوگوں نے بھی یہی آواز سنی تھی حتیٰ کہ مسجد میں موجود لوگوں نے بھی یہ آواز سنی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کے دروازے پر لے جانا اور کہنا، **السلام علیک یا رسول الله**، یہ ابوبکر ہے آپ کے آستانے پر حاضر ہوا ہے۔ چنانچہ اگر روضۂ پاک کا دروازہ کھل جائے تو مجھے اندر لے جا کر دفن کر دینا ورنہ میرا جنازہ بقیع کے قبرستان لے جانا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی وصیت کے مطابق عمل کیا، ابھی وصیت کردہ کلمات پوری طرح ادا نہ ہوئے تھے کہ دروازے کا پردہ خود بخود اٹھ گیا اور کانوں میں آواز آئی، دوست کو دوست کی طرف لاؤ۔

حضرت ابوبکرؓ کی مدتِ خلافت دو سال اور عمر شریف تریسٹھ سال تھی۔ آپ کی وفات ۱۸ رجب ☆ ۱۲ھ کو ہوئی۔ مرض الموت میں اپنی اولاد سے متعلق حضرت عائشہؓ سے سفارش کی جن میں دو لڑکے اور لڑکیاں تھیں حالانکہ سوائے حضرت عائشہؓ اور ایک دوسری بیٹی کے آپ کے تیسری بیٹی نہ تھی۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ میری تو صرف ایک بہن ہے دوسری کہاں سے آ گئی۔ فرمایا کہ میری بیوی حاملہ ہے اور میرا گمان ہے کہ بیٹی پیدا ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وضع حمل ہوا تو بیٹی پیدا ہوئی۔

تذکرہ دوم۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب

رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پچھلی امتوں میں محدث ہوتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا، اگر میری امت میں ایسی صفت کا کوئی ہے تو عمرؓ بن خطاب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تائید میں ابن عمرؓ کا یہ قول ہے کہ نبی کریم ﷺ صحابہؓ سے مشورہ فرماتے تھے لیکن حضرت عمرؓ کی بات حکمِ الٰہی کے موافق ہوتی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ کنویں میں ڈول ڈال کر پانی نکال رہے ہیں۔ سب نے اسی قدر پانی نکالا جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اس کے بعد ابن ابوقحافہ (ابوبکرؓ) نے ڈول کھینچا، اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ انہوں نے ڈول کھینچنے میں دقّت محسوس کی پھر ابنِ خطاب (عمرؓ) نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ میں نے کنویں سے پانی نکالنے میں ان جیسا قوی شخص نہیں دیکھا یہاں تک کہ پانی سے تمام حوض بھر گیا اور اس پانی سے تمام لوگ سیراب ہوئے۔ یہ قول حضرت عمرؓ کی خلافت سے متعلق ہے۔

حضرت عمرؓ کے فضائل بہت ہیں اور آپ سے جو خوارق ظہور میں آئے وہ بھی بے شمار ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ جمعے کے دن منبر پر چڑھے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ یکا یک آپ نے خطبہ روک دیا اور دو بار یا تین بار فرمایا، ''**یَاسَارِیَةَ الْجَبَلَ**''

☆ عالمِ اسلام میں آپ کی تاریخ وصال ۲۲ر جمادی الثانی مشہور ہے۔ (ناصر الدین) بحوالہ تاریخ الخلفاء للسیوطی: ص ۱۴۸

(اے ساریہ! پہاڑ) یہ فرمانے کے بعد پھر خطبہ دینے لگے۔ حاضرین خطبہ آپس میں کہنے لگے شاید عمرؓ دیوانے ہوگئے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نماز کے بعد آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اے عمر آپ کو کیا ہوگیا تھا کہ خطبے کے درمیان آپ نے یہ بات کہی اور لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دورانِ خطبہ میں نے دیکھا کہ ساریہ اپنی قوم کے ساتھ کافروں سے جنگ کر رہے ہیں اور کافر آگے بڑھتے جارہے ہیں یہ منظر مجھ سے دیکھا نہ گیا اور میں نے وہ کلمات دہرائے تاکہ پہاڑ کی طرف مڑ کر دیکھیں اور کافروں کے شر سے محفوظ ہوجائیں۔ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ سے ساریہ کی لشکر گاہ ایک مہینے کے سفر پر تھی۔ فتح حاصل کرکے ساریہ مدینے لوٹے اور بیان کیا کہ جمعے کا دن تھا ہم صبح سے شام تک کافروں سے مصروف جہاد رہے۔ اچانک ہم نے ایک منادی کرنے والے کی آواز سنی یا ساریہ الجبل۔ ہم نے پہاڑ کی طرف رُخ کرکے ایسی زبردست جنگ کی کہ بہت سے کافر مارے گئے اور جو باقی بچے وہ بھاگ گئے۔ ان لوگوں نے جنہوں نے حضرت عمرؓ کو پاگل پن کا طعنہ دیا تھا یہ سُنا تو اعتراف کیا کہ عمرؓ کو اپنے حال پر چھوڑو، وہ اسی کام کے لیے بنائے گئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں نے اسی جمعے کے روز یہ بات امیر المومنین علیؓ سے کہی تو انہوں نے فرمایا، عمرؓ کوئی ایسا کام نہیں کرتے یا ایسی بات نہیں کہتے کہ اسے انجام نہ دے سکیں۔

ایسے ہی واقعات میں ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک لشکر کسی دور کے علاقے میں بھیجا تھا۔ ایک روز مدینہ طیبہ میں یہ آواز سنائی دی۔ لبیکاہ لبیکاہ (وہ حاضر ہے، وہ حاضر ہے) کسی کو پتہ نہ چلا کہ یہ کیا بات ہوئی۔ بہر حال لشکر مدینے میں واپس آیا۔ امیرِ لشکر اُن فتوحات کو گنوانے لگے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ارزانی فرمائی تھیں۔ امیر المومنین عمرؓ نے کہا، ان باتوں کو چھوڑو اور اس آدمی کا حال بیان کرو جسے تم نے زبردستی پانی میں بھیجا تھا کیا بنا۔ امیر لشکر نے کہا، اے امیر المومنین! واللہ میں اس کے ساتھ کوئی برائی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں ایک دریا پر پہنچا، مجھے اس کی گہرائی کا پتہ نہ تھا لیکن ہمیں وہاں گزرنا ضروری تھا۔ ہم نے اسے برہنہ کرکے دریا میں اتارا۔ سرد ہوا چل رہی تھی وہ اس کے جسم میں سرایت کرگئی۔ وہ فریاد کرنے لگا **واعمراہ واعمراہ**۔ اس کے بعد سردی کی شدت سے ہلاک ہوگیا۔ لوگوں نے سنا اور جان لیا کہ صدائے لبیک اُس مظلوم کی فریاد کے جواب میں تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس واقعے کے بعد آئندہ ایسا عمل نہیں ہوگا۔ میں بے شک تمہیں بدلے میں قتل کرواتا۔ جاؤ اور اس کے اہل خانہ کو دیت ادا کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں دوبارہ تمہیں یہاں نہ دیکھوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ کسی مسلمان کا قتل بہت سے کافروں کی ہلاکت سے زیادہ بڑا ہے۔

ازانجملہ ایک واقعہ یہ ہے کہ جس زمانے میں مصر فتح ہوا اور عمروؓ بن العاص وہاں کے والی بنے تو اہل مصر کے بانیوں میں سے چند اشخاص ان کے پاس آئے اور کہا کہ دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا اور بالآخر خشک ہوجاتا ہے۔ عمروؓ بن العاص نے دریافت کیا کہ وہ کونسی عادت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ عادت یہ ہے کہ جس مہینے میں ہم آپ کے پاس آئے ہیں، اس کے بارہ دن گزرنے پر ہم کہیں سے ایک بارہ سالہ کنواری لڑکی کو تلاش کرتے

ہیں اور اس کے ماں باپ کو اس قدر مال دیتے ہیں کہ وہ اس لڑکی کو ہمارے سپرد کرنے پر راضی ہوجاتے ہیں۔ پس ہم اس لڑکی کو لباس اور زیور سے آراستہ کرکے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ جب حضرت عمرو بن العاص نے یہ بات سنی تو کہا کہ اسلام میں ایسی رسموں کا کوئی گزر نہیں ہے بلکہ اپنی آمد سے قبل تمام بری رسموں کو مٹاتا ہے۔ اس تاریخ سے تین ماہ گزرنے کے بعد دریائے نیل کا تمام پانی خشک ہوگیا اور لوگ وہاں سے دوسرے علاقوں میں جانے لگے۔ حضرت عمروؓ بن عاص نے جب یہ حالت دیکھی تو اس کی کیفیت لکھ کر امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کی۔ جب یہ مکتوب حضرت عمرؓ کو ملا تو آپ نے اس کے ایک حصے پر یہ عبارت[1] لکھ کر واپس بھیج دیا کہ دریائے نیل میں ڈال دیا جائے۔

''یہ تحریر اللہ کے بندے عمرؓ کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کی طرف ہے۔ پس بے شک اگر تو اپنی مرضی سے جاری رہتی ہے تو جاری نہ ہو۔ اگر تو خدائے واحد القہار کے حکم سے جاری ہوتی ہے تو میں خدائے واحد القہار سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کردے۔''

حضرت عمروؓ بن عاص نے کاغذ کا وہ ٹکڑا دریائے نیل میں ڈال دیا۔ دوسرے روز سولہ گز پانی چڑھ گیا۔ اس زمانے سے اہل مصر سے وہ بری رسم بھی جاتی رہی۔

حضرت عمرؓ کی خلافت دس سال قائم رہی۔ آپ کی وفات ۲۶ / ذی الحجہ☆ ۲۳ ہجری کو شب جمعہ میں ہوئی آپ کی قبر مبارک سلطان الانبیاء ﷺ کے روضۂ مبارکہ میں ہے۔ منقول ہے کہ جس روز آپ کو قتل کیا گیا تو تمام روئے زمین پر تاریکی چھاگئی۔ چھوٹے چھوٹے بچے (خوف سے) ماؤں سے لپٹ گئے اور کہنے لگے، شاید قیامت آگئی ہے۔ ماؤں نے (ڈھارس دیتے ہوئے) کہا نہیں بچو قیامت نہیں آئی بلکہ عمرؓ بن خطاب شہید کر دیئے گئے ہیں۔ جس روز یہ واقعہ رونما ہوا، کوئی شخص یہ اشعار پڑھتا تھا اور لوگ اسے دیکھ نہ سکتے تھے۔

رباعی:

لبیک علی الاسلام من کان باکیا
فقد او شکوا اھلکوا وما قدم العھد
و ادبرت الدُنیا و ابردھا
وقد بلھا من کان یومن بالوعد

(جو شخص رونا چاہے وہ اسلام کے حال پر گریہ کرے۔ پس تحقیق و ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔ نہ زمانہ دراز ہوا نہ دنیا

---

[1] عربی عبارت کو فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اُردو ترجمہ کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ ص ۳۳۷۔

☆ عالمِ اسلام میں یکم محرم کو یومِ شہادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منایا جاتا ہے۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۱۵ پر آپ کا یوم تدفین یکم محرم تحریر ہے۔ (ناصر الدین)

نے پیٹھ دی۔ اس کی خیریت وخوبی سرد ہوگئی۔ بے شک اس نے دنیا کو برطرف کر دیا جو وعدے پر ایمان لایا تھا)

تذکرہ سوم۔ رافضیوں کے فرقے پر عذاب کا ذکر

روافض کی بدگوئی پر عذاب کے بارے میں روایات ہیں۔ کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم تین شخص یمن کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ہم میں ایک شخص کوفے کا رہنے والا تھا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے حق میں بدگوئی کرتا تھا۔ ہم نے ہر چند اسے نصیحت کی لیکن وہ (اپنی بدی سے) باز نہ آیا۔ جب ہم یمن پہنچے تو ایک جگہ قیام کر کے سو گئے۔ جب کوچ کرنے کا وقت ہوا تو ہم نے وضو کیا اور اُس کوفی کو جگایا۔ وہ بیدار ہوکر کہنے لگا۔ افسوس! کاش میں اس سفر میں تم سے باز رہتا۔ اس وقت جبکہ تم نے مجھے جگایا، رسول ﷺ میرے سرہانے تشریف فرما تھے اور فرما رہے تھے، اے بدکار! اللہ تعالیٰ بدکار کو ذلیل وخوار کرتا ہے۔ اس سفر میں تیری صورت مسخ ہوجائے گی۔ تجھ پر افسوس ہے۔ اٹھ اور وضو کر۔

جب وہ شخص وضو کرنے بیٹھا اور پیر درست کیے تو اچانک ہم نے دیکھا کہ اس کے پاؤں کی انگلیوں نے مسخ ہونا شروع کر دیا۔ اس کے دونوں پاؤں بندر کی مانند ہوگئے۔ پھر یہ حالت رانوں تک پہنچی۔ پھر اس کے سینے کے نیچے تک۔ اس کے بعد اس کا سینہ مسخ ہوا۔ آخر اس کا چہرہ اور سر بالکل بندروں جیسا ہوگیا۔ ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ کے اوپر بٹھا دیا اور روانہ ہوئے۔ غروبِ آفتاب کے وقت ہم ایک جنگل سے گزرے، وہاں چند بندر اور آگئے۔ ان بندروں کو دیکھ کر یہ بندر بہت ہی بے تاب اور مضطرب ہوا اور رسی کو اپنے دانتوں سے کاٹ کو خود کو رہا کیا اور جنگلی بندروں میں جاملا۔ پھر اس نے ہماری جانب رُخ کیا، جنگلی بندروں نے بھی اس کی موافقت میں اپنے رُخ ہماری طرف کر لیے۔ ہم نے کہا کہ ہم مشکل میں پڑ گئے ہیں کیونکہ ایک وقت یہ بندر آدمی تھا۔ اس بدبخت نے ہمیں ایذا پہنچائی۔ اب جبکہ جنگل کے بندر اس کے دوست ہوگئے ہیں خدا جانے یہ کیا کرے گا۔ وہ بندر (رفیقِ سفر) ہمارے نزدیک آیا اور اپنی دُم پر بیٹھ گیا، پھر ہماری جانب دیکھا اور اس کی آنکھ میں آنسو آ گئے۔ کچھ دیر بعد بندوروں کی جماعت چلی تو وہ بھی ان کے تعاقب میں روانہ ہوگیا۔

شیخینؓ کی توہین کرنے والے شخص کا چہرہ مسخ ہوجانا

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کوفے کا رہنے والا ایک شخص تھا جو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے حق میں ناروا باتیں کہتا اور گالیاں دیتا تھا۔ وہ ہمارا ہم سفر ہوگیا۔ ہم نے اسے کئی بار نصیحت کی بالآخر صاف کہہ دیا کہ وہ ہم سے جدا ہوجائے۔ سفر سے واپسی پر اس کا غلام ہمیں ملا، ہم نے غلام سے کہا کہ تم اپنے آقا سے کہو کہ وہ ہمارے ساتھ واپسی کا سفر کرے۔ غلام نے کہا کہ میرے آقا کے ساتھ عجیب حادثہ رونما ہوا۔ اس کے ہاتھ پاؤں خنزیر کے جیسے ہوگئے ہیں ہم اس کے پاس گئے اور ساتھ سفر کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میں عظیم حادثے میں مبتلا ہوں۔ پھر اپنے ہاتھ آستین سے باہر نکالے جو خنزیر کے

ہاتھوں کی مانند تھے۔ اس کے بعد وہ ہمارے ساتھ باہر نکلا اور ہم اس جگہ پہنچے جہاں بہت سے خنزیر جمع تھے۔ وہاں اس نے خود کو سواری سے گرا دیا اور خنزیر کی صورت اختیار کر لی اور انہی میں شامل ہو گیا حتیٰ کہ ہم پھر اسے پہچان بھی نہ سکے۔ ہم اس کے مال اور غلام کو کوفے میں لے آئے۔

اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک مجاہد نے کہا کہ ہم ایک لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے جا رہے تھے۔ بنو تمیم میں سے ایک شخص جس کا نام ابواحسان تھا ہمارے ساتھ تھا۔ وہ شخص حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو گولیاں دیتا اور ناروا باتیں کہتا تھا ہم نے ہر چند اسے نصیحت کی لیکن ہماری نصیحت بے سود رہی۔ ہم اسے اہل اختیار میں سے ایک صاحب کے پاس جو ہمارے راہبر بھی تھے لے گئے۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے سامنے حاضر کرو اور چلے جاؤ۔ ہم اسے حاکم کے روبرو چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک عرصہ گزر جانے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ حاکم نے اسے پہننے کو کپڑے دیئے اور سواری کو گھوڑا دیا۔ جب ہمارے پاس پہنچا تو طنزاً خوش ہونے لگا اور کہا اے خدا کے دشمنو تم نے کیا دیکھا ہم نے اس سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ نہ رہو۔ وہ شخص ایک جانب چلا اور ہم دوسری جانب چل دیے۔ اچانک وہ راستے سے ہٹ کر قضائے حاجت کے لیے بیٹھا۔ ہم نے دیکھا کہ اس پر بھڑ کی مکھیوں نے حملہ کر دیا۔ وہ ہم سے مدد کا خواستگار ہوا تا کہ اسے بھڑ کی مکھیوں سے نجات دلائیں۔ بھڑوں نے ہم پر حملہ کر دیا اور ہم لوٹ آئے۔ ہم نے اس کی جانب نگاہ کی دیکھا کہ بھڑوں نے اس کا گوشت اُدھیڑ دیا تھا یہاں تک کہ گوشت کے اندر کی سفید ہڈیاں چمک رہی تھیں۔ ہم نے ندا کی کہ بنو تمیم میں سے کوئی ہے جو ابواحسان کا ترکہ حاصل کرے۔

ایک عجیب حکایت

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اہوان کے تاجروں میں سے ایک شخص کے ہاتھ کچھ سامان بیچا۔ لوگوں نے ہمیں بتایا کہ یہ شخص رافضی ہے اور شیخینؓ کو گالی دیتا ہے اور ناروا باتیں کہتا ہے۔ جب میرا اس کے پاس آنا جانا بڑھ گیا تو ایک روز میں اس کے پاس بیٹھا تھا۔ یکا یک اس نے شیخینؓ (حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ) کی نسبت ناپسندیدہ باتیں کہنی شروع کر دیں۔ میں آزردگی کی حالت میں اس کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔ اس رات افطار بھی افسردہ دلی کے ساتھ کیا۔ اس رات مجھے رسول ﷺ کی زیارت ہوئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ فلاں شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی شان میں کیا کہتا ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا، تمہیں برا لگتا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول۔ فرمایا جاؤ اسے میرے سامنے حاضر کرو۔ میں گیا اور اسے لے کر آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے سلاؤ، میں نے اسے سلا دیا۔ پھر حضور ﷺ نے مجھے ایک چھری عنایت فرمائی اور حکم دیا کہ اس کو مار دو۔ میں نے عرض کیا کہ میں اسے نہیں ماروں گا۔ میں نے تین بار سوال کیا کیونکہ کسی کو قتل کرنا میرے نزدیک بڑی بات تھی۔ تیسری بار حکم فرمایا،

تجھ پر افسوس اسے مار ڈال۔ میں نے اسے مار دیا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے دل میں کہا کہ اُس خبیث کے ہاں جا کر اس کا حال معلوم کروں۔ جب میں اس کے محلے میں پہنچا تو اس کے گھر سے رونے دھونے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہاں کیا حادثہ ہوا ہے۔لوگوں نے کہا کہ گزشتہ رات فلاں شخص اپنے بستر پر مقتول پایا گیا۔ میں نے کہا واللہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قتل کیا ہے۔ اس کے بیٹے کو علم ہوا تو مجھ سے کہا کہ آپ اپنا مال سمیٹ کر لے جائیں اور مجھے چھوڑیں تاکہ میں تجہیز و تکفین کا انتظام کروں۔ میں نے اپنا مال لیا اور وہاں سے چلا آیا۔

کتاب فتوحات میں شیخین کی کرامات کا ذکر

کتاب فتوحات[۱] میں تحریر کیا گیا ہے کہ اولیا اللہ کا ایک گروہ ہے جنہیں ''رجبیون''[۲] کہتے ہیں یہ چالیس افراد ہیں۔ نہ کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ ہوتے ہیں۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ رجب کی پہلی تاریخ سے اس قدر بوجھل ہوجاتے ہیں گویا آسمان ان کے سر پر آ پڑا ہے۔ یہ خود سے حرکت نہیں کر سکتے۔ ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتے بلکہ پلک بھی نہیں جھپکا سکتے۔ ماہ رجب کے پہلے دن یہی کیفیت رہتی ہے، پھر رفتہ رفتہ ہلکے پھلکے ہوتے جاتے ہیں۔ جب ماہِ شعبان شروع ہوتا ہے تو کسی قسم کی گرانی باقی نہیں رہتی گویا نیند سے چھٹکارا پا چکے ہوں۔ ماہِ رجب میں ان پر بہت زیادہ کشف اور تجلّیات وارد ہوتی ہیں اور غیب کی باتوں پر مطلع کیا جاتا ہے۔ ماہِ شعبان میں یہ کیفیت سلب کر لی جاتی ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ بعضوں کے احوال پورے سال اسی طرح برقرار رہتے ہیں۔

صاحب فتوحاتؒ فرماتے ہیں، میں نے اِن حضرات میں سے ایک بزرگ کو دیکھا تھا۔ انہیں رافضیوں کے بارے میں کشف ہوتا تھا۔ وہ رافضی کو خنزیر کی صورت میں دیکھتے تھے پھر وہ اسے اپنے ہاں بلاتے اور اس سے کہتے کہ تم خدائے تعالیٰ سے توبہ کرو اور رجوع کرو کیونکہ تم رافضی ہو۔ اس شخص کو بڑی حیرت ہوتی اگر توبہ کر لیتا اور اپنے رجوع کرنے میں سچا ہوتا تو انسان صورت نظر آتا۔ اس سے کہتے کہ تم اپنی توبہ میں صادق ہو۔ اگر وہ توبہ میں جھوٹا ہوتا تو اس کی صورت اسی طرح خنزیر جیسی نظر آتی تو اس سے فرماتے کہ تم جھوٹ کہتے ہو تم نے توبہ ہی نہیں کی۔

ایک مرتبہ دو شفاعت کرنے والے گواہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کسی کو ان کے عقیدے کے بارے میں معلوم نہ تھا اور نہ ان کا تعلق شیعہ جماعت سے تھا۔ انہوں نے خود غور و فکر کے بعد ایک مذہب اختیار کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی

۱۔ فتوحات۔ غالبًا اس سے مراد، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۳۸ھ کی تصنیف ''فتوحات المکیہ'' سے ہے۔ ۱۹۲۷ء میں اس کے کچھ حصوں کا ترجمہ مولوی محمد فضل نے کیا تھا، یہ موضع بنگیال تحصیل گوجر خاں کے باشندے تھے اور وہیں سے فتوحات کے پارے شائع کرتے رہے۔

۲۔ رجبیون۔ غالبًا اس سے مراد اولیا اللہ کا وہ طبقہ ہے جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں'' کشف المحجوب'' (فارسی) مرتبہ احمد ربانی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۲۹ اور ''رسالہ ابدالیہ'' مصنفہ مولانا یعقوب چرخیؒ مرتبہ ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا اسلام آباد ۱۹۷۸ء، ص ۱۲ اور ۱۳۔

نسبت ان کا اعتقاد درست نہ تھا اور حضرت علیؓ کی شان میں بہت غلو رکھتے تھے جب یہ دونوں گواہ ان کے روبرو آئے تو ان بزرگ نے فرمایا، ان دونوں کو باہر لے جاؤ۔ انہوں نے سبب دریافت کیا تو بزرگ نے فرمایا کہ میں تم کو خنزیر کی صورت میں دیکھ رہا ہوں اور یہ ہمارے اور تمہارے نیز اللہ تعالیٰ کے درمیان علامت ہے کہ وہ رافضی کو مجھے خنزیر کی صورت میں دکھا دیتا ہے۔ اُن دونوں نے اپنے باطن میں اپنے (باطل) مذہب سے توبہ کی تو اسی وقت اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم نے ابھی ابھی توبہ کی ہے کیونکہ میں تمہیں اب بصورتِ انسان دیکھ رہا ہوں۔ دونوں گواہوں کو سخت حیرت ہوئی اور دونوں نے قطعی طور پر اپنے باطل مذہب سے توبہ کر لی۔

تذکرہ چہارم۔ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفانؓ کے مناقب کا بیان

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب ذوالنورین تھا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں۔ اوّل حضرت رقیہؓ اور دوسری حضرت اُم کلثومؓ، حضرت رقیہؓ[1] کی وفات کے بعد رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے تیسری بیٹی ہوتی تو اسے (حضرت) عثمانؓ کے نکاح میں دیتا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ (سوائے حضرت عثمانؓ کے) یہ نعمت کسی کو حاصل نہیں ہوئی کہ رسول ﷺ کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔ یہ فضل و بزرگی انہی کا حصہ ہے۔

آپ کے مناقب میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ اصحاب میں سے ایک شخص آپ کے گھر کی طرف آرہے تھے۔ انہوں نے راستے میں ایک نامحرم عورت کو بنظر شہوت دیکھا۔☆ جب وہ حضرت عثمانؓ کے مکان پر آئے تو آپ نے فرمایا، معلوم نہیں کیا معاملہ ہے آپ لوگوں میں سے ایک شخص میرے مکان پر آتا ہے اور اس کی آنکھوں سے زنا کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اس شخص نے پوچھا، اے خلیفہ رسول! کیا رسول خدا ﷺ کے بعد وحی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ وحی نہیں ہے بلکہ نورِ فراست ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اس رات جس کی صبح شہید ہوئے، رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ اے عثمان! تم ہمارے پاس افطار کرو گے۔ دوسرے دن حضرت عثمانؓ نے کسی شخص کو اپنے پاس نہ رکھا کہ وہ آپ کی حفاظت کی خاطر مخالفین سے مقابلہ کرے اور شہادت پائی۔

---

[1] (حضرت رقیہؓ کا اسم گرامی سہوِ کتابت کے باعث تحریر ہوا ہے۔ یہاں حضرت امِ کلثومؓ کا اسمِ گرامی تحریر ہونا چاہیے تھا۔ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے کے صفحات ۳۱۲ اور ۳۱۳ کے مندرجات کے مطابق غزوہ بدر (رمضان ۲ھ) کی فتح کے دن حضرت رقیہؓ کی وفات ہوئی (ص ۳۱۲، سطر ۲۰) حضرت ام کلثومؓ کی وفات شعبان ۹ھ میں ہوئی (ص ۳۱۳ سطر ۲۲) اس سانحے پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے اور بیٹی ہوتی تو میں اسے (حضرت) عثمان کے نکاح میں دیتا (ص ۳۱۳، سطر ۲۲ اور ۲۳)۔ یہاں سہوِ کتابت نے صورتِ حال مختلف کر دی ہے۔

☆ اصل ترجمے میں ''نامحرم عورت سے نکاح کیا'' کے الفاظ ہیں جو ظاہر ہے زنا یا گناہ نہیں ہے۔ جبکہ یہی کرامت حجۃ اللہ علی العالمین از علامہ یوسف نبہانی ج ۳، ص ۸۶۲، طبقات از علامہ تاج الدین سبکی اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مقصد ۲ ص ۲۲۷ پر ''بنظر شہوت دیکھا'' کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔ (ناصر الدین)

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ طواف میں مصروف تھا۔ میں نے ایک نابینا شخص کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا۔ وہ دورانِ طواف کہہ رہا تھا۔ اے خدا مجھے بخش دے اگرچہ میرا گمان یہی ہے کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ میں نے اس سے کہا کیا خوب تم ایسے مقام پر ایسی (فضول) بات کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا، اے شخص مجھ سے گناہِ عظیم سرزد ہوا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ ایسا کون سا گناہ ہے۔ اس نے کہا، جس روز حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تھا میں نے اپنے ایک ساتھی سے قسم کھائی تھی کہ اگر عثمانؓ شہید ہوگئے تو میں ان کے کھلے ہوئے چہرے پر طمانچہ ماروں گا۔ جب انہیں شہید کر دیا گیا تو ہم ان کے مکان میں داخل ہوئے۔ ان کی بیوی ان کے سرہانے کے ایک طرف تھی۔ دشمنی رکھنے والے نے ان کی بیوی سے کہا کہ شہید کا چہرہ برہنہ کرو۔ ان کی بیوی نے کہا کہ چہرہ کھلوانے سے تمہارا مقصد کیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ ان کے منہ پر طمانچہ ماروں گا۔ ان کی بیوی نے کہا، تمہیں ان کی صحابیت کے حق کا کچھ پاس و لحاظ ہے یا نہیں۔ خاص طور پر یہ حقیقت کہ رسول ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں دی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی مقتول کے دوسرے فضائل ہیں۔ میرے شوہر سے شرم کرو اور واپس چلے جاؤ۔ میں نے ان کی بیوی کی باتوں پر توجہ نہ دی اور شہید کے منہ پر طمانچہ مارا۔ ان کی بیوی نے کہا، خدایا اس کا گناہ بخش دے اور اس کے ہاتھ کو خشک کر دے۔

خدا کی قسم ابھی میں حضرت عثمانؓ کے مکان سے باہر نہ نکلا تھا کہ میرا ہاتھ خشک ہوگیا اور میری آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ (بنابریں) مجھے یہ گمان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے گا۔

جب حضرت عثمان شہید کر دیے گئے تو تین دن تک مسجد نبوی کی چھت پر اہل جنت[1] نوحہ کرتے رہے اور شہید کے درجات سے متعلق اشعار کہتے رہے۔ عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے روز میں نے سنا کہ (کوئی) کہنے والا کہتا تھا:

البشر ابن عفان

بروح و ریحان

(ابن عفان نے بشارت پائی، راحت، آرام اور خوشبو کی)

البشر ابن عفان

برب غیر غضبان

(ابن عفان نے غضب نہ کرنے والے رب سے بشارت پائی)

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۴۰، سطر آخری۔ ''چوں عثمان را شہید کردند، سہ روز چناں بر بام مسجد رسول نوحہ می کردند'' اس عبارت میں خط کشیدہ لفظ ''چناں'' سہوِ کتابت معلوم ہوتا ہے۔ غالباً صحیح لفظ ''جناح'' مراد اہل جنت ہوگا۔ اس قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے کیونکہ آئندہ عبارتوں میں صریحاً کہا گیا ہے کہ آواز آتی تھی بولنے والے نظر نہ آتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۳۴۱ سطر ۳۔

البشر ابن عفان
لغفران و رضوان
(ابن عفان نے مغفرت اور رضوان کے ساتھ بشارت پائی)

پھر کہنے والے کو غور سے دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ شہید کرنے کے بعد آپ کی نعش کو تین دن تک دفن نہیں کیا، اچانک غیب سے آواز آئی، اِدْفُنُوهُ وَلَاتُصَلُّوهُ عَلَيْهِ فَاِنَّ مَلَائِكَةَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَدْ صَلّٰى عَلَيْهِ (یعنی اسے دفن کرو اور اس پر نماز نہ پڑھو سو بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس پر نماز پڑھنے آئے ہیں)۔ جب آپ کا جنازہ دفن کرنے کے لیے بقیع کی طرف لے جا رہے تھے تو لوگوں کے عقب میں ایک سوار نمودار ہوا، لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ جب سوار نزدیک آیا تو لوگوں نے جنازہ اس کے سپرد کیا اور خود اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ کسی نے آواز دی مطمئن رہو اور خوف نہ کرو۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ تمہارے ساتھ دفنانے میں شریک ہوں۔ بعضے موجود حضرات کہتے تھے کہ خدا کی قسم وہ فرشتے تھے۔

ایّامِ حج میں کسی دن جب قافلہ مدینے پہنچا تو اسی شخص نے بطور حقارت وہ راستہ اختیار کیا جو امیر المومنین عثمانؓ کے مشہد سے دور تھا۔ تمام قافلے خیریت سے گئے اور خیریت کے ساتھ واپس ہوئے (لیکن اس شخص کے) قافلے میں ایک درندہ گھس آیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے چنانچہ قافلے والے جان گئے کہ یہ (عذاب) حضرت عثمانؓ کی بے حرمتی کی وجہ سے تھا۔

خلفائے ثلاثہؓ کے خوارق کے سلسلے میں تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے سامنے حضرت عثمانؓ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں عثمانؓ کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہ کہوں گا۔ چنانچہ ایک روز رسول ﷺ حجرۂ مبارک سے نکل کر چلے۔ میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا، یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک موضع میں پہنچے اور وہاں تشریف فرما ہوئے۔ میں آپ ﷺ کے سامنے آیا، سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ دریافت فرمایا تم کس لیے آئے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ اچانک حضرت ابوبکرؓ بھی آ گئے اور رسول ﷺ کے دائیں ہاتھ کی جانب بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تم کس لیے آئے۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں اس کے بعد عمرؓ حاضر ہوئے اور وہ ابوبکرؓ کے دائیں ہاتھ کی طرف بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے بھی وہی سوال کیا ان کا جواب بھی وہی تھا (جو ہم نے عرض کیا تھا)۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ آئے اور دائیں جانب بیٹھ گئے۔ رسول ﷺ نے سات سات یا نو نو دانے کنکریوں کے اٹھا کر دستِ مبارک میں لیے سنگ ریزوں نے تسبیح پڑھنا شروع کر دیا۔ میں نے ان کی آواز سنی تو شہد کی مکھیوں کی آواز کی مانند تھی۔ پھر آپ ﷺ نے سنگ ریزے زمین پر رکھ دیے تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر رسول ﷺ نے انہیں اٹھا کر ابوبکرؓ کو دیا۔ سنگ ریزے تسبیح کرنے لگے جب انہوں نے زمین پر رکھ دیے تو خاموش ہو گئے۔ اسی طرح عمرؓ کے ہاتھ پر رکھے تو تسبیح شروع کر دی جب زمین پر ڈال دیے تو خاموش ہو گئے۔ پھر انہیں

عثمانؓ کے ہاتھ پر رکھے تو سنگ ریزے تسبیح کرنے لگے اسی طرح جب انہیں زمین پر رکھ دیا تو خاموش ہوگئے۔

حضرت عثمانؓ کا زمانۂ خلافت بارہ سال تھا اور ان کی عمر شریف بیاسی سال تھی۔ وفات ۱۸ ذی الحجہ ۳۴ھ کو ہوئی۔ قبر مبارک بقیع کے قبرستان میں ہے۔

تذکرہ پنجم۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کے مناقب

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بارہ اماموں میں پہلے امام ہیں ان کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی اور انہیں ابوتراب نام زیادہ پسند تھا۔ جب کوئی شخص انہیں اس نام سے بلاتا تو خوش ہوتے تھے۔

ایک روز رسول علیہ السلام حضرت فاطمہؓ کے گھر میں تشریف لائے۔ وہاں علیؓ کو نہ دیکھا تو دریافت کیا کہ میرا ابن عم کہاں ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ میرے اور اُن کے درمیان رنجش کی کوئی بات ہوگئی ہے اور وہ غصّے میں باہر چلے گئے ہیں۔ میرے پاس قیلولہ بھی نہیں کیا۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا انہیں دیکھو کہ کہاں ہیں۔ ایک شخص حاضر ہوا اورعرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ حضرت علیؓ سو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھے سے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ ان کے کندھے مٹی میں اٹے ہوئے ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اُن کے کندھے کی مٹی صاف کی اور فرمایا، قم یا اباتراب (اے ابوتراب اٹھو)۔

حضرت علیؓ کے شمائل وفضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ انہیں تقریر یا تحریر میں بیان کیا جاسکے۔ امام احمد حنبل نے فرمایا ہے کہ ہم تک صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے اس قدر فضائل نہیں پہنچے، جس قدر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ کے پہنچے ہیں۔ جنید قدس سرہ کا قول ہے کہ امیر المومنین علیؓ نے کافروں سے جو جنگیں لڑی ہیں اور جن کا ذکر ہم تک پہنچا ہے اس کے بجائے علم حقائق اور تصوف سے متعلق ان کے ارشادات نقل کیے جاتے تو کسی دل کو ان کے برداشت کرنے کی تاب نہ ہوتی۔ شرح تعرف[۱] میں بیان کیا گیا ہے کہ علی ابن ابی طالبؓ عارفوں کے پیشوا ہیں اور انہوں نے ایسے معارف بیان کیے ہیں کہ نہ اُن سے پہلے کسی نے ظاہر کیے اور نہ ان کے بعد کسی نے ان کی مثل بیان کیے۔ ایک دن (خاص کیفیت میں) منبر پر چڑھے اور فرمایا:

''مجھ سے عرش سے ورے کی باتیں دریافت کرو۔ پس بے شک میں انہیں خوب جانتا ہوں اس برکت کے سبب سے کہ

---

[۱] تعرف۔ کتاب کا پورا نام ''التعرف لمذہب التصوف'' ہے۔ اس کے مصنف ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری الکلابادی ہیں، جن کی وفات ۳۸۰ھ (یا ۳۹۰ھ) میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں ''تاریخ تصوف در اسلام'' جلد دوم مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی۔ تہران چاپ دوم ۱۳۴۰ش۔ صفحہ ۵۳۸۔ اس کا اُردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن نے کیا ہے اور لاہور سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن میرے منہ میں ڈالا تھا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں توریت اور انجیل کو کلام کرنے کا حکم دوں تو مجھے بھروسہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں جو کچھ ہے اس سے باخبر ہو جاؤں بشرطیکہ میں اس کا ارادہ کروں۔''

اس مجلس میں ایک شخص تھا جسے دعلب یمانی کہتے تھے۔ اس نے کہا کہ ان صاحب نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے، میں انہیں نصیحت کرتا ہوں، چنانچہ وہ کھڑا ہوا اور کہا کہ میرا آپ سے ایک سوال ہے۔ حضرت امیر نے فرمایا، تم پر افسوس ہے کہ تم علم اور دانائی کے حصول کے لیے نہیں بلکہ شخص کے علم اور ذہانت کو آزمانے کے لیے سوال کرتے ہو۔ دعلب نے کہا آپ یہی سمجھیں پھر دریافت کیا:

''آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، میں اپنے رب کی عبادت نہیں کرتا جب تک اسے دیکھ نہ لوں۔ دعلب نے کہا آپ اسے کس طرح دیکھتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، دیکھنے والے اپنے رب کو ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ دل کی آنکھوں سے اس یقین کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لاشریک اور یکتا ہے۔ اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے۔ وہ بے مثل ہے۔ کسی مکان نے اس کا احاطہ نہیں کیا ہے۔ زمانہ اسے گردش نہیں دیتا۔ وہ لوگوں کے حواس اور عقل سے ماوراء ہے۔''

دعلب نے جب یہ باتیں سنیں تو بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ جب اپنے آپ میں آیا تو کہا کہ خدائے تعالیٰ کی قسم میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کسی کے علم و ذہانت آزمانے کے لیے سوال نہ کروں گا۔ امیر المومنین نے فرمایا جہاں تک ممکن ہو کسی سے سوال نہ کرو۔

امام مستغفریؒ نے اپنی تصنیف ''دلائل النبوۃ'' میں بیان کیا ہے کہ امیر المومنین عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بادشاہِ روم نے چند مشکل سوالات، جن کی تفصیل کتاب مذکور میں دی گئی ہیں، لکھ کر امیر المومنین عمرؓ کو بھیجے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں پڑھا اور امیر المومنین علیؓ کے پاس لے کر آئے۔ امیر المومنین علیؓ نے انہیں پڑھا اور دوات و قلم طلب کیے اور ان کا جواب تحریر کر دیا۔ کاغذ لپیٹ کر قیصرِ روم کے قاصد کو دیا۔ قیصر نے سوالوں کے جواب پڑھ کر دریافت کیا کہ ان کا لکھنے والا کون ہے– امیر المومنین عمرؓ نے اطلاع دی کہ جواب لکھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی، داماد اور رفیق ہیں۔

حضرت علیؓ کی ولادت عام الفیل کے سات سال بعد مکے میں ہوئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت پندرہ سال کے تھے۔ بعض لوگ تیرہ سال، دس سال، نو سال اور سات سال بتاتے ہیں لیکن پہلی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔

ابن جوزی نے اپنی کتاب ''صفوۃ الصفوۃ'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی عمر کے بارے میں چار قول ہیں۔ ۶۳ سال، ۶۵ سال، ۵۵ سال اور ۵۸ سال۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک روز لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے اور انہیں گھیرلیا یہاں تک کہ ان کا پائے مبارک خون آلودہ کردیا۔ انہوں نے مناجات کی کہ الٰہی میں اس قوم کو ناپسند کرتا ہوں اور یہ مجھے ناپسند کرتی ہے۔ مجھے ان سے انہیں مجھ سے نجات عطا فرما۔ اسی رات کی صبح کو لوگوں نے انہیں زخمی کردیا۔ ان کی بہت سی کرامات ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عجیب وغریب اعجاز ظاہر ہونے کا ذکر

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت اپنا پاؤں رکاب میں رکھتے تو قرآن کی تلاوت شروع کردیتے تھے۔ دوسرا پاؤں رکاب تک پہنچتا تو پورا قرآن ختم کردیتے۔ ایک دوسری روایت ہے کہ دوسرا پاؤں رکاب تک پہنچنے سے قبل قرآن ختم کردیتے۔

حضرت اسما بنت عمیسؓ نے حضرت فاطمہؓ سے روایت کی ہے کہ جس رات علی ابن ابی طالب نے مجھ سے زفاف کیا، میں ان سے خوف زدہ ہوئی اس لیے کہ میں نے زمین کو ان سے باتیں کرتے ہوئے سنا۔ صبح ہوئی تو میں نے رسول ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ رسول ﷺ سجدے میں گر پڑے بعدہ سر اٹھایا اور فرمایا، اے فاطمہ! تمہیں نسل کی پاکیزگی کی بشارت ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے شوہر کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ پھر زمین کو حکم دیا کہ علیؓ کو اپنی خبریں سنائے اور روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک جو کچھ ہونے والا ہے انہیں بتائے۔

منقول ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیؓ کوفے میں آئے تو لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے۔ انہی میں ایک جوان تھا جو آپ کے طرفداروں میں سے تھا اور آپ کے ساتھ جنگوں میں شریک رہا تھا۔ اچانک اس نے ایک عورت سے نکاح کرلیا۔ ایک روز جبکہ حضرت امیر نماز فجر ادا کرچکے تھے، آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تم فلاں موضع میں جاؤ، وہاں ایک مسجد ہے اس مسجد کے پہلو میں ایک مکان ہے۔ اس مکان میں ایک مرد اور عورت باہم جھگڑ رہے ہیں انہیں میرے پاس لے کر آؤ وہ شخص حسب الحکم روانہ ہوا اور دونوں کو لے آیا۔ آپ نے ان کی طرف رُخ کرکے فرمایا کہ آج کی رات تمہارے جھگڑے نے بہت طول پکڑا۔ اس جوان نے عرض کیا، یا امیر المومنین، میں نے اس عورت سے نکاح کیا۔ جب میں اس کے پاس آیا تو اس سے مجھے صدمہ پہنچا۔ اگر مجھ سے ممکن ہوتا تو میں اسی لمحے اس عورت کو خود سے دور کردیتا۔ اس نے مجھ سے لڑنا جھگڑنا شروع کردیا حتیٰ کہ آپ کا فرمان ہم تک پہنچا۔ (اس جوان کے بیان کے) بعد امیر المومنین حاضرین مجلس کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مخاطب شخص یہ نہیں چاہتا کہ دوسرا کوئی اس کی بات سنے۔ اہل مجلس وہاں سے رخصت ہوئے اور صرف وہ جوان اور عورت موجود رہے۔ آپ نے اس عورت کی طرف رُخ کرکے فرمایا، تم اس جوان کو پہچانتی ہو؟ عورت نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اب میں تم سے وہ باتیں کہتا ہوں جو تم جانتی ہو۔ تمہیں چاہیے کہ انکار نہ کرو۔ عورت نے کہا میں انکار نہ کروں گی۔

آپ نے فرمایا کیا تم فلانہ بنتِ فلاں نہیں ہو؟ عورت نے اقرار کیا کہ ہوں
فرمایا تمہاری پھوپھی کے ایک بیٹا تھا اور تم دونوں ایک دوسرے کو دوست رکھتے تھے۔ عورت نے جواب دیا جی ہاں ایسا ہی تھا۔
فرمایا تمہارا باپ تمہیں اس کی بیوی بنانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے لڑکے کو گھر سے نکال دیا۔ عورت نے کہا یہ بات درست ہے۔
فرمایا، ایک رات تم قضائے حاجت کے لیے باہر نکلیں۔ اس لڑکے نے تمہیں پکڑ لیا، تمہارے ساتھ مجامعت کی اور تم حاملہ ہو گئیں۔ یہ بات تم نے اپنی ماں سے تو کہہ دی لیکن باپ سے پوشیدہ رکھی۔ جب وضع حمل کا وقت ہوا تو رات تھی۔ تمہاری ماں تمہیں گھر سے باہر لے گئی۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو اسے چیتھڑے میں لپیٹ کر مردوں کے قضائے حاجت کی جگہ ڈال دیا۔ اس کے بعد ایک کتا آیا اور نومولود کو سونگھنے لگا۔ تم نے ایک پتھر کتے کی طرف پھینکا جو بچے کے سر میں لگا۔ تمہاری ماں نے اپنا کمر بند پھاڑ کر بچے کے سر پر پٹی باندھی اور تم اسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد کیا ہوا اس کا حال تمہیں معلوم نہیں ہے۔
عورت نے اقرار کیا کہ یہ بات میرے اور میری ماں کے سوا کوئی نہیں جانتا، یا امیر المومنین
اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب صبح ہوئی تو فلاں قافلے کے لوگ اس بچے کو اٹھا کر لے گئے۔ پالا پوسا اور بڑا کیا۔ پھر ان کے ساتھ کوفے آیا اور تم سے نکاح کیا۔ اس کے بعد جوان سے کہا تم اپنا سر ننگا کرو۔ سر پر چوٹ کے نشان نمایاں تھے۔
اس کے بعد فرمایا اے عورت یہ دراصل تمہارا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فعل حرام سے محفوظ رکھا۔

حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عجیب کرامت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول علیہ السلام حدیبیہ کے روز مکے کی جانب متوجہ ہوئے تو مسلمان سخت پیاسے تھے اور کسی جگہ پانی دستیاب نہ تھا۔ رسول علیہ السلام دربان گاہ میں تشریف لائے اور فرمایا مسلمانوں کی جماعت میں سے وہ کون سا شخص ہے جو فلاں کنویں پر جائے اور پانی سے مشکیں بھر کر لائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بہشت میں جانے کے ضامن ہیں۔ ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا اے اللہ کے رسول میں جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پانی بھرنے والی ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا۔
سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ میں ان میں شامل تھا۔ جب میں کنوئیں کے قریب اس جگہ پہنچا، جہاں بہت سے درخت تھے تو میں نے وہاں آوازیں سنیں اور بہت سی حرکتیں نیز بے ایندھن کے آگ بھڑکی ہوئی دیکھی تو مجھ پر خوف طاری

ہوگیا اور مجھ سے یہ تک نہ ہوسکا کہ ان درختوں سے گزر جاؤں[1] ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جماعت جنوں میں سے تھی، جس نے تمہیں ڈرایا۔ اگر تم اسی طرح جاتے جیسے ہم نے ہدایت کی تھی تو تمہیں کوئی گزند نہ پہنچتا، رات آ پہنچی اور اصحاب پر پیاس غالب ہوگئی تو رسول علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا کہ تم پانی بھرنے والی اس جماعت کے ساتھ جاؤ اور کنویں سے پانی حاصل کرکے لاؤ۔

سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ ہم باہر نکلے۔ مشکیں ہمارے کندھوں پر اور تلواریں ہمارے ہاتھ میں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے آگے چل رہے تھے اور یہ دعا خود سے کہہ رہے تھے:

اَعُوذُبِالرَّحمٰنِ اِنَّ اَمیلاً عَنْ عَرَفٍ جِنٍّ اَظھَرَتْ تھوِیلا وَاُقَدَت شَرَا بِھَا تعویلاً وَفَرَغَتْ مَعَ عَرَ فَھَا الطُّیُولاً

(میں رحمٰن سے شیطان اور جن کے شر سے پناہ لیتا ہوں اور جن کے مکرو فتنے سے پناہ لیتا ہوں اور خدا سے مخلوقاتِ جن و انس سے پناہ لیتا ہوں)۔[2]

ہم اس مقام پر پہنچے جہاں آوازیں اور حرکتیں ظاہر ہوئی تھیں اور ہم پر خوف طاری ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ علیؓ بھی اُن دو شخصوں کی طرح واپس ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے ہماری طرف رُخ کرکے فرمایا کہ میرے قدم پر قدم رکھتے ہوئے چلو اور جو کچھ تمہیں نظر آئے اس سے خوف زدہ نہ ہونا، تمہارا کچھ نہ بگڑے گا۔ جب ہم درختوں کے درمیان پہنچے تو ہم نے بغیر لکڑیوں کے آگ جلتی دیکھی اور بغیر جسم کے کٹے ہوئے سر دیکھے اور ہولناک آوازیں بھی آنی شروع ہوگئیں، جس سے ہمارے ہوش جاتے رہے۔ امیر المومنین علیؓ ان سروں سے گزر گئے اور فرمایا کہ میرے پیچھے چلتے رہو اور دائیں بائیں نہ دیکھو کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ ہم اُن کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ کنویں پر پہنچ گئے۔ اس کے لیے میرے پاس ایک ڈول تھا۔ مالک نے ایک یا دو ڈول پانی کھینچا کہ رسّی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں گر پڑا۔ کنویں کی تہہ سے آواز اور قہقہہ سنائی دیا۔ امیر المومنین علیؓ نے فرمایا کوئی ہے جو ہمارے لشکر میں جائے اور وہاں سے ڈول لے کر آئے۔ اصحاب نے کہا کہ کسی شخص میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ درختوں سے گزر کر جائے۔ امیر المومنین علیؓ نے چادر کمر پر لپیٹی اور کنویں میں اترے۔ ہنسی اور قہقہے کی آواز زیادہ بلند ہوئی۔ جب آپ کنویں کے درمیان پہنچے تو آپ کا پیر پھسل گیا اور آپ گر پڑے۔ کنویں سے بہت زیادہ شور وغل سنائی دیا اور ایسی آواز بھی سنائی دی جیسے پھانسی کے وقت سننے میں آتی ہے۔ ناگاہ امیرؓ نے صدا بلند کی، اللہ اکبر! اللہ اکبر! میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کا بھائی ہوں۔ (پھر حکم دیا) مشکیں نیچے پھینکو۔ تمام مشکیں بھر کر ان کے سرے باندھے اور ایک ایک کرکے اُوپر لے آئے۔

بعد ازاں آپ نے دو مشکیں اٹھائیں اور سب نے ایک ایک مشک اٹھائی۔ جب ہم اُن درختوں کے قریب پہنچے جہاں

---

[1] یہاں تک سلمہ بن الاکوع کا بیان واحد متکلم کے صیغے میں تھا، اس کے بعد کا بیان بصیغہ جمع متکلّم ہے۔ ص ۳۴۴۔

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ نسخے کے فارسی ترجمے سے کیا گیا ہے۔

ہم نے بہت کچھ دیکھا اور سُنا تو بات واقع نہ ہوئی البتہ ہم نے ایک سہمی ہوئی آواز ضرور سنی۔ ایک غیبی آواز نے نعتِ رسول اور منقبتِ علی پڑھنی شروع کی۔ حضرت علیؓ ہمارے آگے تھے اور دعا پڑھتے جاتے تھے۔ ہم رسول ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت علیؓ نے تمام واقعہ خدمت میں عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہاتفِ غیبی عبداللہ تھے اور وہ جن تھا جس نے زرد بتوں کے شیطان کو کوہِ صفا پر مارا تھا۔

رسالہ اشرف الفوائد کے نصف حصے میں صحابہؓ اور تابعینؒ کے مناقب تحریر کیے گئے ہیں۔ ہم نے اس رسالے کے متعلق دریافت کیا تو قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا:

''جو شخص اہل سنت و جماعت کے طریق پر خلفائے راشدین کی منقبت کرتا ہے تو اس کے ہر حرف کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے اور حروف کی تعداد کے مطابق حج ادا کرنے کے برابر ہے، نیز سوائے ان کے مناقب کے ذکر اور مراتب کی تکرار کے کوئی اور صورت نہیں ہے جس سے اہل تعصب وحسد کے پیدا کردہ شبہات دور ہوں۔''

(حضرت علیؓ نے) اپنے خطبوں میں سے ایک خطبے میں بغداد میں رونما ہونے والے واقعے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ (دشمن) بنی عباس میں ایک کو اس طرح قتل کریں گے جیسے اونٹوں کو قربانی کے لیے ذبح کیا جاتا ہے اور اس میں اتنی بھی جان نہ ہوگی کہ از خود اس شر کو دفع کر سکے۔ افسوس وہ اس قوم کے درمیان کس قدر ذلیل ہوگا۔ (اس ذلت کا) سبب صرف یہ ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیا ہے اور ساری توجہ دنیا کی طرف ہوگئی ہے۔ اس کے بعد اسی خطبے میں فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو اُن کے نام، اُن کی کنیت، ان کے حیلے اور ان کے قتل کیے جانے کے مقامات بتا سکتا ہوں۔

آپ نے ایک روز عبدالرحمٰن ملجم کو، جس نے آپ کو شہید کیا تھا، کوفے کی مسجد میں دیکھا۔ آپ اپنے نفس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا، بیت:

اشد وصیا ویملک للموت
فان الموت لاقیک

(اے موت کے وصی تو بہت سخت ہے اور تو موت کا مالک ہے، حالانکہ موت تو تجھ سے بھی ملاقات کرے گی)

وتجزع من الموت
اوجل بوا دیک

(تو موت سے لڑ جھگڑ رہا ہے حالانکہ وہ تیری وادی میں پہنچ چکی ہے)

اس کے بعد آپ نے اسے طلب کیا اور دریافت کیا، اے ابن ملجم! ایام جاہلیت میں یا طفولیت کے زمانے میں تیرا کوئی لقب تھا۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ پھر دریافت کیا، کوئی یہودی عورت تیری دایہ تھی جو تجھے اے شقی اور اے ناقۂ صالح کے عاقر (کونچیں کاٹنے والے) کہتی تھی۔ اس نے کہا جی ہاں وہ یہی کہتی تھی۔ حضرت امیرؓ اس کے بعد خاموش ہوگئے۔

امیر مرداںؓ نے فرمایا کہ میں نے گزشتہ شب حضرت رسول علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے امت کی طرف بہت جھگڑے اور دشمنی ملی ہے۔ فرمایا ان کے حق میں دعا کرو۔ میں نے کہا الٰہی مجھے ان لوگوں سے بہتر بدلہ دے اور ان پر مجھ سے برتر شخص مقرر فرما۔ اُن ہی ایام میں آپ شہید ہوئے۔

جب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے وفات پائی تو میں[1] نے سنا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ تم لوگ باہر چلے جاؤ اور اس اللہ کے بندے کو (یہیں) چھوڑو۔ میں باہر آ گیا۔ گھر کے اندر سے آواز آئی محمد علیہ السلام نے وفات پائی اور علی شہید ہوگئے۔ اب امت کی نگہبانی کون کر سکے گا۔ (کسی) دوسرے نے کہا، وہ شخص جو ان کی سیرت اختیار کرے گا اور ان کی پیروی کرے گا۔ جب آواز خاموش ہوگئی تو ہم اندر گئے۔ ہم نے آپ کو غسل دیا ہوا اور کفن پہنا ہوا پایا۔ ہم نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور دفن کر دیا۔

امیر المومنینؓ نے حسنؓ اور حسینؓ کو وصیت کی تھی کہ جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے ایک تخت پر رکھیں، باہر لے جائیں اور ایک پاکیزہ اور کشادہ جگہ پہنچائیں۔ وہاں تم ایک سفید پتھر پاؤ گے کہ اس سے نور چمک رہا ہوگا اس پتھر کو کھودنا۔ تم وہاں کشادگی پاؤ گے بس وہیں مجھے دفن کر دینا۔

آپ کی قبر کی جگہ کو زمین کے برابر کر کے پوشیدہ کر دیا گیا تھا۔ ایک روز ہارون الرشید شکار کے پیچھے دوڑتا ہوا، اُس پاکیزہ اور کشادہ جگہ پر پہنچا۔ ہرنوں نے اس جگہ پناہ لے رکھی تھی۔ ہر چند اس نے چرخ اور شکاری باز ان کے پیچھے لگائے اور کتّوں کو بھی ان کے سر پر چھوڑا، وہ ازخود واپس ہوگئے اور ہرنوں پر حملہ نہیں کیا۔ ہارون الرشید نے اس جگہ رہنے والے چند بوڑھوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا بھید ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے بزرگوں سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ یہاں امیر المومنین علیؓ کی قبر ہے۔ ہارون الرشید نے ان کے انکشاف کو تسلیم کرلیا اور جب تک زندہ رہا ہر سال آپ کی زیارت کے لیے آتا رہا۔

فراس بن عمر کے بارے میں روایت ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ میں دردِ سر کے عارضے میں مبتلا ہوا۔ رسول علیہ السلام نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی کھال پکڑی اور اس کی انگلیوں سے ایک بال جو خار پشت (قبر کے چوہے) کے بال کے مانند تھا وہاں رکھ دیا۔ جس روز خوارج نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا یہ فراس بن عمر بھی ان میں شامل ہوگیا۔ وہ بال اس کی پیشانی سے جھڑ گیا جس کی وجہ سے اسے بے حد بے چینی ہوئی۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تمہارے اندر یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا۔

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۴۵ پر فارسی عبارت یہ ہے ''چوں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ وفات یافت شنیدم کو قائلی می گوید'' اس عبارت سے پہلے یا بعد کسی عبارت میں اس قول کے راوی کا نہ کوئی ذکر ہے اور نہ نام تحریر ہوا ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ اس عبارت سے قبل کوئی عبارت ہوگی جو اصل متن میں سہواً شامل نہ ہوسکی اور پوری روایت مبہم ہوگئی۔

اس نے توبہ اور استغفار کی۔ (اس کے بعد) وہ بال پھر اس کی پیشانی پر اُگا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے وہ بال جھڑنے سے پہلے، جھڑنے کے بعد اور پھر دوبارہ اُگنے پر دیکھا تھا۔

خوارج پر عذاب کا ذکر

صالحین میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے ایک رات قیامت کو خواب میں دیکھا۔ تمام مخلوق حشر کے میدان حساب کی جگہ حاضر تھی۔ پھر لوگ پل صراط پر پہنچے۔ میں پل سے گزر گیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ رسول علیہ السلام حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہیں۔ حسنؓ اور حسینؓ لوگوں کو پانی عطا کر رہے ہیں۔ میں بھی پانی کے لیے ان کے سامنے پہنچا لیکن انہوں نے مجھے پانی عطا نہیں کیا۔ میں رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ اِن سے فرمائیں کہ مجھے آبِ کوثر عنایت کریں۔ فرمایا کہ وہ تمہیں آبِ کوثر نہیں دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا، تمہارے پڑوس میں ایک شخص ہے جو علیؓ کو برا بھلا کہتا ہے اور تم اسے منع نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ (میرا ہمسایہ) بڑے مرتبے کا شخص ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میرے قتل کا ارادہ نہ کرے۔ رسول علیہ السلام نے مجھے ایک چھری عطا فرمائی اور فرمایا جاؤ اسے قتل کردو۔ میں نے خواب ہی میں اس شخص کو مار ڈالا اور عرض کیا کہ میں نے حکم کی تعمیل کر دی ہے آپ ﷺ نے حسنؓ اور حسینؓ کو پانی دینے کے لیے فرمایا۔ میں نے پانی حاصل کیا اور نوش کیا۔ پھر جاگ گیا۔ وضو کر کے نماز ادا کی اور اوراد و وظائف میں مشغول ہوگیا۔ جب میں نے کان لگائے تو اس شخص کے گھر سے رونے اور ماتم کرنے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے تفتیش کی تو لوگوں نے بتایا کہ فلاں شخص بستر پر مقتول پایا گیا۔ پڑوس میں رہنے والے چند لوگوں کو اس کے قتل کے الزام میں پکڑ لیا اور انہیں ایذا دی۔ میں حاکم کے پاس گیا اور بیان دیا کہ میں نے اسے مارا ہے پھر سارا ماجرا ایک ایک کر کے اسے سنایا۔ حاکم نے بھی میرے بیان کی تصدیق کی۔ بعد ازاں ہمسایوں کو قید کی تکلیف سے نجات ملی۔ اس نوعیت کے بہت سے واقعات ہیں، یہاں اختصار سے کام لیا گیا۔

تذکرہ ششم۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب

امیر المومنین حسنؓ، بارہ اماموں میں دوسرے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کا لقب تقی اور سید تھا۔ آپ کی ولادت ۳ ہجری میں نصف رمضان کو ہوئی۔ ناموسِ اکبر، جوہر اول، روح الامین اور سروش یعنی جبریل علیہ السلام آپ کا نام ہدیۃً لے کر رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حریر کے ایک ٹکڑے پر آپ کا نام لکھ کر پیش کیا۔ آپ لوگوں میں سینے سے سر تک سب سے زیادہ رسول علیہ السلام کے ہم شبیہ تھے۔ امیر المومنین ابوبکرؓ نے امیر المومنین حسنؓ کو کندھے پر بٹھایا اور قسم کھا کر کہا کہ یہ لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ ہے اور علی رضی اللہ عنہ کی شبیہ نہیں ہے۔ علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں

کھڑے تھے (یہ بات سن کر) مسکرائے۔

آپ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے پا پیادہ ۲۵ حج ادا فرمائے حالانکہ پیدل چلنے سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک روز رسول علیہ السلام منبر پر تشریف لائے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حسنؓ کو دیکھتے۔ پھر فرمایا، وہ زمانہ جلد آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس سیّد بیٹے کے توسط سے، مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ یہ حدیث اس واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ معاویہؓ اچھی طرح جانتے تھے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسنؓ ہی فتنہ و فساد کے دشمن ہیں۔ چنانچہ جب امیر المومنین علیؓ شہید ہوئے تو معاویہؓ نے امیر المومنین حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے مصالحت کی اور عہد کیا کہ اگر انہیں (معاویہؓ کو) کوئی حادثہ پیش آ جائے تو خلیفہ امیر المومنین حسنؓ ہوں گے۔ اس معاہدے کے بعد امیر المومنین حسنؓ نے خطبہ دیا اور فرمایا، لوگو! میں نے فتنہ و فساد کو ہمیشہ مکروہ جانا ہے۔ آج میں نے مصالحت کر لی ہے اور معاملہ معاویہؓ پر چھوڑ دیا ہے کہ اگر خلافت پر اُن کا حق تھا تو وہ انہیں مل گیا ہے اور اگر میرا حق تھا تو میں نے انہیں امتِ رسول کی بھلائی کی خاطر بخش دیا۔ اے معاویہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں والی بنا دیا ہے اس حدیث کے پیش نظر جو تم جانتے تھے یا اس بات کے لیے جو تم میں دیکھی گئی ہے۔ وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ[1] اس کے بعد منبر سے اتر آئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا یَامُسَوِّدُ وَجُوهُ الْمُسْلِمِیْن (اے مسلمانوں کے چہرے سیاہ کرنے والے)۔ آپ نے معاویہؓ سے بیعت کی اور مال اس کے پاس چھوڑ دیا۔ امیر المومنین حسنؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بنی امیّہ کا ملک رسول علیہ السلام کو دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ لوگ یکے بعد دیگرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھ رہے ہیں۔ یہ منظر رسول علیہ السلام کو دشوار محسوس ہوا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ[2] ((اے حبیب) بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی) یعنی جنت میں۔ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ وَمَآ اَدْرٰکَ مَالَیْلَةُ الْقَدْرِ۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۔خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ[3] (بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا اور آپ کیا سمجھے شبِ قدر کیا ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔) ہزار مہینوں سے مراد بنی امیہ کی حکومت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کی

---

[1] پارہ ۱۷۔ سورہ الانبیا آیت ۱۱۱۔ ترجمہ: اور میں نہیں جانتا کہ (اس ڈھیل میں) شاید تمہاری آزمائش ہو اور ایک وقت معین تک تمہیں فائدہ پہنچانا مقصود ہو۔ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۴۶ پر یہ آیت پاک اس طرح نقل کی گئی ہے۔ وان ادری لعله فتنة و متاح الیٰ حین۔ اس میں فتنہ کے بعد لکم سہواً لکھنے سے رہ گیا ہے اور دوسرے متاع کا املا غلط ہے۔

[2] پارہ ۳۰۔ سورہ کوثر، آیت ۱۔

[3] پارہ ۳۰۔ سورہ القدر، آیات ۱۔۲۔۳۔

حکومت کی مدت کا حساب لگایا تو ہزار مہینے ہی نکلی۔ بیان کرتے ہیں کہ جب حسنؓ نے یہ کام معاویہؓ کے سپرد کیا تو معاویہؓ نے کہا، اے ابومحمد! آپ نے اس قدر جواں مردی کا اظہار کیا ہے کہ مردانِ مرد کے نفس ہرگز ایسی جواں مردی نہیں دکھا سکتے۔

حضرت ابوہریرۃؓ کہتے ہیں کہ ایک رات حسن بن علیؓ رسول علیہ السلام کے پاس تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان کے ساتھ جاتا ہوں۔ فرمایا نہیں۔ اچانک آسمان پر بجلی چمکی اس کی روشنی میں حسنؓ اپنی والدہ کے پاس گئے۔

بعض مقامات میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسنؓ حج کے دنوں میں پیدل مکہ معظّمہ جاتے تھے جس کے سبب آپ کے پائے مبارک پر ورم ہوجاتا تھا۔ آپ کے مددگاروں میں سے ایک نے کہا، کاش آپ اتنی ہی دیر کے لیے سوار ہوجاتے کہ پاؤں کا ورم کم ہوجاتا۔ آپ نے اس کی تجویز قبول نہ کی۔ اس سے کہا کہ جب تم منزل پر پہنچو گے تو ایک سپاہی تمہیں ملے گا اس کے پاس کسی قدر تیل ہوگا۔ اس سے تیل خرید کر پیالے میں بھر دے۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے کسی منزل میں ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے پاس یہ دوا ہو، تو اس منزل میں کہاں ہوگا۔ فرمایا تلاش کرنا مل جائے گا جب منزل پر پہنچے تو وہ سپاہی وہاں تھا۔ آپ نے مددگار سے کہا کہ میں نے جس سپاہی کے بارے میں کہا تھا وہ موجود ہے جاؤ اور پیسے دے کر اس سے روغن خرید لو۔ جب خادم اس سپاہی کے پاس آیا تو روغن طلب کیا۔ اس نے کہا اے خادم تم یہ تیل کس کے لیے خرید رہے ہو۔ خادم نے جواب دیا کہ حسن بن علیؓ کے لیے خرید رہا ہوں۔ اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چل کہ میں ان کا طرف دار ہوں۔ جب وہ سپاہی آپ کی خدمت میں آیا تو عرض کیا کہ میں آپ کا طرف دار ہوں، پیسے نہیں لوں گا۔ البتہ میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سالم اور تندرست بیٹا عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا اپنے ڈیرے پر واپس جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عطا فرمائے گا جیسا تم چاہتے ہو۔ وہ میرے طرف داروں میں ہوگا۔ سپاہی اپنے ڈیرے پر آیا اور اس نے ایسا ہی دیکھا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حضرت حسن کے خوارق اور کرامات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان سب کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ وفات کے وقت امیر المومنین حسینؓ آپ کے سرہانے موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا، اے بھائی آپ کا گمان کس شخص پر ہے کہ اس نے آپ کو زہر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم یہ بات اس لیے دریافت کر رہے ہو کہ اسے قتل کر دو۔ حضرت حسین نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کے بارے میں میرا گمان ہے تو اس پر عذاب کا انتظار کرو اللہ تعالیٰ سخت تر ہے میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی بے گناہ میری وجہ سے مار دیا جائے۔ مشہور ہے کہ آپ کی بیوی نے آپ کو زہر دیا تھا۔ آپ کی وفات اوائل ربیع الاوّل ۵۰ ہجری میں ہوئی۔

تذکرہ ہفتم۔ امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے مناقب میں

امیر المومنین حسینؓ بارہ اماموں میں تیسرے امام تھے۔ آپ ابوالائمہ ہیں آپ کی کنیت عبداللہ تھی اور لقب شہید اور سیّد تھا۔ آپ کی ولادت مدینے میں سہ شنبے (منگل) کے روز چار شعبان ۴ ہجری میں ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کی مدتِ حمل چھ ماہ تھی۔ سوائے آپ کے کسی بچے کی مدتِ حمل چھ ماہ نہیں ہوئی۔ حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہما السلام اور امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے درمیان کی مدت نیز فاطمہؓ کے بطن میں امیر المومنین حسینؓ کے علق کی مدت پچاس دن بتائی جاتی ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو رسول علیہ السلام نے آپ کا نام حسین رکھا۔ آپ کو ایسا جمال حاصل تھا کہ اگر آپ تاریکی میں بیٹھتے تو آپ کی پیشانی اور رخسار کی تابانی سے راستہ نظر آ جاتا۔ آپ سینے سے پیروں تک رسول علیہ السلام کے مشابہ تھے جیسے کہ امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ سینے سے پیشانی تک رسول علیہ السلام سے مشابہت رکھتے تھے۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ حسین نواسوں میں نواسہ ہے۔[1] بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) حسنؓ اور حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کشتی لڑ رہے تھے رسول ﷺ نے حسنؓ سے فرمایا کہ حسینؓ کا نام لو۔ حضرتِ فاطمہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بڑے سے فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کا نام لو، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وقت جبرئیل کہہ رہے ہیں کہ حسین بزرگ (بڑے) ہیں۔

ام الجسارت سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور میں اس سے خوف زدہ ہوں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے کیا خواب دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے ٹھیک ہی دیکھا ہے۔ فاطمہ کے ایک بیٹا ہوگا جو تمہاری گود میں ہوگا۔ اس کے بعد امیر المومنین حسینؓ پیدا ہوئے۔

روایت ہے کہ ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حسینؓ کو اپنی دائیں ران پر بٹھا رکھا تھا اور بائیں ران پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم تھے۔ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے لیے یکجا نہ رکھے گا۔ ایک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے لیا جائے گا۔ اب آپ اِن میں سے ایک کو اختیار کریں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حسین فوت ہوگا تو اس کے فراق میں میری، علیؓ اور فاطمہ کی جان جلے گی اور اگر ابراہیم جاتا ہے تو اس کا غم میری جان پر ہوگا۔ میں ان کے غم پر اپنا غم اختیار کرتا ہوں تین دن بعد حضرت ابراہیم کی وفات کا واقعہ وقوع میں

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۴۸ پہلی سطر ''وحسین سبط است از اسباط'' (حسین نواسوں میں نواسہ ہے) بظاہر اس جملے کا کوئی مفہوم نہیں نکلتا شاید جملے میں کچھ الفاظ اور بھی ہوں جو یہاں کتابت میں نہیں آ سکے یا شاید کوئی اور حقیقت ہو۔ واللہ اعلم۔

آیا۔ حضرت حسین جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پیار کرتے اور فرماتے، خوش آمدید (یہ وہ ہے) جس کے لیے میرا بیٹا ابراہیم فدیہ بنا۔

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے سے باہر گئے اور بہت دیر کے بعد واپس ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال اُلجھے ہوئے اور گرد میں اَٹے ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب حال میں دیکھ رہی ہوں۔ فرمایا مجھے عراق کے ایک مقام پر لے جایا گیا جسے کربلا کہتے ہیں۔ یہ حسین کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔ مجھے میری اولاد میں سے ایک جماعت کو دکھایا گیا۔ میں نے ان کا خون زمین سے اٹھایا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ لو اور اسے حفاظت سے رکھو۔ میں نے آپ ﷺ کے دستِ مبارک سے وہ چیز لے لی۔ وہ سرخ رنگ کی مٹی تھی۔ میں نے اسے شیشے کی بوتل میں ڈال دیا اور اس کا منہ اچھی طرح سے بند کر دیا۔ جب حسین بن علیؓ عراق کے سفر پر چلے گئے تو میں ہر روز وہ شیشی باہر نکالتی، اسے دیکھتی اور روتی تھی جب دسویں محرم ہوئی اور میں نے اسے دیکھا تو وہ اپنی حالت پر برقرار تھی۔ جب دن ڈھلے اسے دیکھا تو وہ مٹی تازہ خون ہوگئی تھی۔ (اس تبدیلی سے) میں نے جان لیا کہ حسینؓ کو قتل کر دیا گیا۔ میں بہت روئی پھر دشمنوں کے طعنوں کے خیال سے اپنی طبیعت سنبھالی۔ جب حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر آئی تو یہ اس دن کے عین مطابق تھی۔

آپ کی شہادت دس محرم ۶۱ ہجری میں جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر ستاون سال پانچ ماہ تھی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جبریلؑ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ (اس اثنا میں) حسین بن علیؓ آ گئے۔ جبریلؑ نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ رسول علیہ السلام نے فرمایا، یہ میرا بیٹا ہے، پھر انہیں اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ جبریل نے عرض کیا کہ عنقریب یہ شہید کر دیئے جائیں گے۔ رسول علیہ السلام نے دریافت کیا کہ انہیں کون لوگ قتل کریں گے۔ جبریل نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی امت کے لوگ انہیں شہید کریں گے۔ پھر جبریلؑ نے کربلا کی جانب اشارہ کیا اور تھوڑی سی سرخ مٹی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی کہ یہ ان کے مقتل کی مٹی ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب ہم کوفے کے سفر پر تھے تو ہم نے کہیں پڑاؤ نہیں کیا بلکہ سفر کرتے رہے۔ امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا ذکر نہیں کیا۔ ایک روز فرمایا کہ دنیا کی خواری اور بے اعتباری سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کے سر مبارک کو بنی اسرائیل کی ایک نابکار عورت کے پاس بطور ہدیہ بھیجا گیا۔

سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے قتل کے بدلے میں ہم نے ستر ہزار آدمیوں کو ہلاک کیا اور آپ کے فرزندوں کے بدلے میں دو بار اسی ہزار آدمیوں کو ہلاک کروں گا۔ صحیح اسناد سے یہ بات پہنچی ہے کہ امیر المومنین حسینؓ کے قاتلوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں بچا

کہ موت سے پہلے اس کی ذلت نہ ہوئی ہو۔ وہ قتل نہ ہوا ہو یا کسی دوسری مصیبت میں گرفتار نہ ہوا ہو۔

ثقات میں سے ایک ثقہ شخص نے بیان کیا ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے اصحاب کے سر کوفے کی مسجد میں لائے گئے اور انہیں ایک گوشے میں رکھا گیا تو میں بھی اس طرف چلا گیا۔ میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے، آ گیا آ گیا، اچانک ایک سانپ آیا اور سروں کے درمیان چلا گیا، پھر عبید اللہ بن زیاد کی ناک کے سوراخ میں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر وہاں رہا پھر باہر نکلا اور کسی طرف جا کر غائب ہو گیا۔ اس کے بعد لوگ کہنے لگے آ گیا گیا۔ وہی سانپ پھر آیا اور اس سے قبل جو کچھ اس نے کیا تھا وہی کیا۔ اس طرح چند بار اس نے اپنے عمل کو دہرایا۔

بیان کرتے ہیں کہ شمر ذی الجوشن کو امیر المومنین حسینؓ کے سامان سے کچھ مقدار سونا ملا تھا۔ اس نے وہ سونا اپنا کسی لڑکی کو دے دیا۔ لڑکی نے اسے ایک سنار کو دیا کہ اس کے لیے زیور بنا دے۔ جب سنار نے سونے کو آگ میں ڈالا تو غبار کی طرح اڑ گیا اور ناپید ہو گیا۔ جب شمر نے یہ بات سنی تو سنار کو بلایا اور بچا ہوا سونا اسے دیا کہ اسے میرے سامنے آگ میں ڈالو۔ جب سنار نے اس کی موجودگی میں سونا آگ پر رکھا تو پہلے سونے کی طرح ناپید ہو گیا۔

بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین حسینؓ کے چند اونٹ باقی تھی۔ ان بدبختوں نے انہیں ذبح کر کے پکایا۔ ان کا گوشت اس قدر تلخ ہو گیا کہ کوئی شخص ایک نوالہ بھی نہ کھا سکا۔

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے قبیلہ طے کے ایک شخص سے دریافت کیا کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ تم لوگوں نے جنوں کو نوحہ کرتے ہوئے سنا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں جب حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو ہم نے جنوں کا نوحہ سنا ہے۔ وہ یہ اشعار پڑھتے تھے اور نوحہ کرتے تھے۔ ابیات [1]

مسح الرسول جبینہ
فلہ بر توفی الحدود

(رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا سو اس نے (یہ ہدیہ بطور حق حاصل کیا)

ابواہ من علی قرشیا
وجدہ خیر الجدود

(اس کے باپ قریش کے بلند رتبہ لوگوں میں سے ہیں اور اس کے نانا سب ناناؤں میں بہترین ہیں)

بیان کرتے ہیں کہ ان بدبختوں میں سے ایک نے مدینے میں خطبہ دیا اور امیر المومنینؓ کے قتل کرنے کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے رات کو مدینے میں آواز سنی اور کہنے والے کو نہ دیکھ سکے۔ وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ ابیات

---

[1] ان اشعار کا فارسی ترجمہ متن میں تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ مترجم نے اپنے محدود علم کے مطابق ترجمہ کیا ہے، شاید درست ہو۔

ایھاالقاتلون جھلا حسینا
بشروا بالعذاب و التنکیل
(اے قاتلانِ حسین! تم جہل و نادانی کے باعث عذاب وسرزنش سے خوش وقت ہوجاؤ)
کل من فی السماء یدعو علیکم
من نبی و ملائک و قیل
(جو شخص بھی آسمانوں میں ہے تمہیں بددعا دے رہا ہے۔ نبی اور فرشتے کہہ رہے ہیں)
فلعن علی لسان ابن داؤد
و عیسیٰ صاحب الانجیل
(پس ان پر لعنت کی گئی۔ ابن داؤد کی زبان سے اور صاحب انجیل عیسیٰ کی زبان سے)

ایک شخص نے غزواتِ روم سے روایت کی کہ میں نے انکی کتابوں میں سے ایک کتاب میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ بیت۔

انداحو امت قتلت حسینا
شفاعته جده یوم المعاد
(کیا وہ لوگ امید رکھتے ہیں جنہوں نے حسین کو قتل کیا، کہ ان کے نانا قیامت میں ان کی شفاعت کریں گے)

میں نے راوی سے دریافت کیا کہ یہ (شعر یا رسالہ) کس نے تحریر کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔

حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ جب ابن زیاد کے فرمان کے مطابق امیر المومنین حسینؓ کے سر کو نیزے پر رکھ کر گلیوں میں گھمایا گیا تو میں اپنے مکان کی کھڑکی میں تھا۔ جب علم میرے برابر آیا تو میں نے آپ کے سر کو کہتے ہوئے سنا، ''اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْ مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا''[1] (ترجمہ: کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔) اس آواز کی ہیبت سے میرے جسم کے بال کھڑے ہوگئے۔ میں نے ندا کی، اے ابن رسول اللہ! یہ آپ کا سر ہے۔ آپ کا معاملہ عجیب تر ہے۔

زبیر[2] نے کہا، مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ کوئی پتھر ایسا نہیں تھا جسے اٹھایا گیا ہو اور اس کے نیچے تازہ خون نہ دیکھا گیا ہو۔ ایک دوسرے شخص سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا جب حسین شہید ہوگئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی اور ہماری

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ الکہف، آیت ۹۔

[2] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۴۹ پر یہ عبارت ہے ''آورده اندکه معمر و زهر چه بود، زبیر گفت چنیں بمن رسیده است که هیچ سنگے رابر نداشتند مگر آں که زیر اوخونِ تازه یافتند۔'' اس عبارت میں ابتدائی جملہ قطعی مبہم ہے۔ اس لیے مترجم نے ''آوردہ اندکہ یعمر و زہر چہ بود'' کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے، شاید یہ کسی دوسری عبارت کا جز ہے۔

ہر چیز خون سے بھر گئی۔ چند روز تک مجھے آسمان خون بستہ نظر آیا۔

تذکرہ ہشتم۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن حسینؓ، آپ چوتھے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابومحمد تھی، کہتے ہیں کہ ابوالحسن اور ابوبکر بھی تھی۔ آپ کا لقب سجاد اور زین العابدین تھا آپ کی ولادت ۳۳ ہجری میں مدینے میں ہوئی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق ۳۸ ہجری میں ہوئی۔ آپ کی والدہ شہربانو بنت یزدجرد، نوشیروانِ عادل کی اولاد سے تھیں۔ آپ کی وفات آٹھ محرم سنہ چورانوے ہجری کو ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ آپ کو ''زین العابدین'' لقب دینے کا سبب یہ تھا، کہ ایک رات آپ نماز تہجد ادا کر رہے تھے کہ شیطان ایک اژدھے کی صورت میں نمودار ہوا تاکہ آپ کی عبادت میں خلل پیدا کرے لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ دی اژدھے نے (شیطان نے) آپ کے پیر کی انگلی کو اس بری طرح سے کاٹا کہ سخت تکلیف ہوئی لیکن آپ نماز میں مشغول رہے اور نیت نہ توڑی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کر دیا کہ یہ اژدھا شیطان ہے آپ نے اسے ڈانٹا اور ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا، اے ذلیل وخوار ملعون دور ہو۔ جب شیطان دفع ہوگیا تو آپ اپنا ورد پورا کرنے کے لیے اٹھے۔ آپ نے ایک آواز سنی اور کہنے والے کو نہ دیکھ سکے۔ کوئی کہہ رہا تھا ''آپ زین العابدین ہیں'' یہ جملہ غیبی آواز نے تین بار کہا۔

بیان کرتے ہیں کہ جب آپ وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہوجاتا اور جسم پر لرزہ طاری ہوجاتا۔ آپ سے سبب دریافت کیا تو فرمایا، تم جانتے ہو کہ مجھے (اللہ تعالیٰ کے) سامنے کھڑا ہونا ہے۔

ایک روز آپ اپنے مکان میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آگ لگ گئی۔ ہر چند کہ آگ لگنے کی پکار کی گئی لیکن آپ نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا۔ جب آگ بجھ گئی تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو کس بات نے آگ سے بے پروا کر دیا، فرمایا، آتشِ آخرت کے خیال نے۔

آپ کے خوارقِ عادات وکرامات بہت ہیں۔ ایک روز آپ اپنے اصحاب کے ساتھ جنگل میں بیٹھے تھے کہ ایک ہرن آپ کے سامنے آیا اور ہاتھ پیر پٹخنے لگا۔ حاضرین نے دریافت کیا اے ابن رسول اللہ یہ کیا کہتا ہے، فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں قریشی نے گزشتہ روز میرے بچے کو پکڑلیا ہے اور کل سے اسے دودھ نہیں دیا۔ بعضے اصحاب کو اس بات پر یقین نہیں آیا آپ نے ایک شخص کو بھیجا کہ اسے لے کر آئیں۔ جب وہ آیا تو اسے سارا ماجرا سنایا۔ اس نے کہا کہ ہرن سچ کہتا ہے (ہرن کا بچہ میں نے پکڑا ہے) آپ نے فرمایا کہ بچہ ہرن کو دے دو تاکہ وہ اسے دودھ پلائے۔ اس کے بعد وہ واپس تیرے حوالے کر دے گی۔ (ہرن نے) وعدہ پورا کیا تو آپ نے قریشی سے کہا کہ بچہ ہرن کو بخش دو۔ اس نے بچہ ہرن کو دے دیا۔

تذکرہ نہم۔حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے مناقب

محمد بن علی بن حسین پانچویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوجعفر اور لقب باقر تھا، کیونکہ آپ بہت ہی زیادہ صاحب علم تھے اور آپ کی ذات سے علم کو وسعت حاصل ہوئی۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت الحسن بن علیؓ تھیں۔ آپ کی ولادت مدینے میں ۳/صفر ۵۷ ہجری میں جمعے کے روز ہوئی، یعنی امیر المومنین حسینؓ کی شہادت سے تین سال پہلے (پیدا ہوئے)۔ آپ کی وفات ۱۱۴ ہجری میں بعمر ستاون سال ہوئی اور آپ کی قبر بقیع میں اپنے والد کی قبر کے نزدیک ہے۔

آپ سے روایت ہے کہ ہم جابر بن عبداللہ کے پاس اس زمانے میں گئے جب وہ دیکھنے سے معذور ہو گئے تھے۔ ہم نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تم کون ہو۔ میں نے کہا میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔ انہوں نے کہا آگے آؤ، میں آگے بڑھا تو انہوں نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور جھکے کہ میرے پاؤں کا بوسہ لیں لیکن میں ہٹ گیا۔ انہوں نے کہا، اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ یقربک السلام (بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم پر سلام بھیجتے ہیں) میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم اس وقت تک زندہ رہو گے کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند تم سے ملاقات کے لیے تمہارے پاس آئے گا۔ اس کا نام محمد بن علی بن حسین ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت کا نور عطا فرمائے گا۔ جب وہ تمہارے پاس آئے تو اسے میرا سلام کہنا۔

ایک دوسری روایت میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا، **قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوشک ان یبق حتیٰ یلقی ولداً من الحسین یقال له محمد یبقر علم الدین یغزاء فاذا لقیه فاقراه منّی السلام۔** (رسول خدا ﷺ نے میرے لیے فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے کہ تم زندہ رہو گے یہاں تک کہ اولادِ حسین سے ایک فرزند تم سے ملاقات کرے گا اسے لوگ محمد کہیں گے۔ اس نے بہت زیادہ دین کا علم حاصل کیا ہوگا پس جب تم اس سے ملاقات کرو تو اس سے میرا سلام کہنا) ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرؓ سے فرمایا کہ اس سے ملاقات کے بعد تمہاری زندگی تھوڑی رہ جائے گی چنانچہ انہیں چند دنوں میں جابر بن عبداللہؓ نے وفات پائی۔

آپ سے بہت سی کرامات اور خلافِ عادت باتیں ظہور میں آئیں ہیں۔ ثقہ راویوں میں سے ایک نے (آپ سے) کہا اے محمد بن علی بن حسین جب ہشام بن عبدالملک کے مکان کی تعمیر کی جارہی تھی تو میں وہاں سے گزرا۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ تم اس کو برباد کر دو گے، واللہ تم اس کی خاک وہاں سے منتقل کر دو گے، بے شک اس کے کھنڈر نظر آئیں گے۔ راوی کہتا ہے مجھے یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ ہشام کے محل کو کون برباد کر سکے گا۔ جب ہشام نے وفات پائی تو ولید بن ہشام نے حکم دیا یہاں تک کہ مکان کو توڑ کر برباد کر دیا اور اس کی مٹی شہر سے باہر لے گئے۔ اب اس کے کھنڈر نمایاں ہیں۔

ابو بصیر نے جن کی بینائی جاتی رہی تھی بیان کیا کہ میں نے امام باقر سے کہا، آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریات ہیں فرمایا ہاں۔ میں نے کہا آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں فرمایا ہاں۔ آخر میں میں نے کہا کہ آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے وارث ہیں فرمایا ہاں۔ میں نے کہا آپ میں یہ قدرت ہے کہ مردے کو زندہ کر دو، اندھے کو بینا اور کوڑھی کو بھلا چنگا کر دو اور وہ وہی کریں جو لوگ اپنے گھروں میں کرتے اور کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ فرمایا ہاں اللہ کے حکم سے ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے سامنے آ کر بیٹھو۔ میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے چہرے پر رکھا۔ میری آنکھیں بینا ہوگئیں اور کوہ و دشت اور بیابان نظر آنے لگے۔ اس کے بعد اپنا ہاتھ پھر میرے چہرے پر لائے اور میری حالت پہلے جیسی ہوگئی۔ پھر فرمایا، اب بتاؤ تم ان دو حالتوں میں سے کس حالت میں رہنا چاہتے ہو ایک یہ کہ تمہاری آنکھیں بینا ہوجائیں اور تمہیں آخرت میں حساب دینا پڑے یا۔ کہ تم دنیا میں نابینا رہو اور حسابِ آخرت دینے سے بچ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں آخرت کا بار کھینچنے پر دنیا میں نابینا رہنا پسند کروں گا۔

تذکرہ دہم۔حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مناقب

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب چھٹے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور کہا جاتا ہے ابن اسماعیل تھی[1] آپ کا لقب جو مشہورِ عوام ہے، الصادق تھا۔ آپ کی والدہ اِمّ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھیں اور ام فروہ کی والدہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر تھیں، اسی بنا پر امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تحقیق مجھے ابوبکرؓ نے دوبار جنا (میں دوطرف سے ابوبکرؓ کی آل ہوں) آپ مدینے میں ۸۰ ہجری اور کہا جاتا ہے ۸۳ ہجری میں پیر کے دن جبکہ ربیع الاوّل کے تیرہ روز باقی تھے پیدا ہوئے اور مدینے ہی میں ۱۵ رجب (نصف ازماہ رجب) ۱۴۰ ہجری میں پیر کے دن وفات پائی۔ آپ کی قبر بقیع میں ہے۔ اس احاطے میں آپ کے والد باقر دادا زین العابدین چچا حسن بن علی مدفون ہیں۔ بے شک لوگوں نے روایت کی ہے کہ آپ کی قبر سے اس قدر کرامات اور انوار ظاہر ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے بلند و برتر مراتب کی دلالت کرتے ہیں۔ آپ[2] اہل بیت کے عظما اور علما

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۱ کی سطر ۱۷ ملاحظہ فرمائیں۔ شاید سہو کتابت کے باعث ''ابو'' کے بجائے ''ابن'' تحریر ہوگیا ہے واللہ اعلم۔

[2] لطیفہ ۵۳ کے اس حصے میں عربی اور فارسی کی عبارتیں ملی جلی لکھی گئی ہیں۔ عربی عبارت کے نیچے اس کا فارسی ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔ فارسی عبارت اور عربی عبارت کے فارسی ترجمے میں مناسبت پیدا کر کے اُردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر زیرِ نظر ملی جلی عبارت پیش کی جاتی ہے، ''وی از عظمائے اهل بیت و علمائی ایشان حتی ان من اکثر علو مه المفاحة علی قلبه۔ فارسی ترجمے میں قلبہ کے مفہوم کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ دوسرے ''مفاحته'' کوئی لفظ نہیں ہے۔ مفاتح یا مفاجہ ہوسکتا ہے۔ مفاتح بمعنی کنجی اور مفاجہ کے معنی دفعتہ ہیں۔ مترجم نے فارسی اور عربی عبارت کو ملا کر یہ ترجمہ کیا ہے۔ ''آپ اہل بیت کے عظما اور علما میں سے تھے اور آپ کے اکثر علوم آپ کے قلب پر دفعتہ وارد ہوتے تھے۔ جس سہو کتابت کی اوپر نشان دہی کی گئی ہے اس سے مفہوم مختلف ہوجاتا ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ ''علی قلبہ'' کو نظر انداز کر دیا جائے۔ جیسے اصل متن میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۳۵۱ آخری سطر اور ۳۵۲ پہلی سطر۔

میں سے تھے اور آپ کے اکثر علوم آپ کے قلب پر وارد ہوتے تھے۔ لوگوں کی فہم آپ کے علوم کی انتہا دریافت کرنے میں قاصر رہتی تھی۔

بے شک یہ کہا جاتا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ ایک کتاب جس کا نام ''خیر'' ہے اور جس کا رواج مغرب میں بنو عبدالمومن میں رہا ہے وہ آپؓ ہی کا کلام ہے۔ یہ کتاب ''خیر'' مشہور تصنیف ہے اور آپ کے علوم اور اسرار پر مشتمل ہے۔ اس کا ذکر امام علی بن موسیٰ الرضاؓ کے کلام میں صریح طور پر آیا ہے۔ یہ جو کہا گیا کہ ''جب مامون نے آپ کو اپنا ولی عہد بنایا'' الحضر و الجامعہ دونوں اس کے خلاف جامع دلالت کرتے ہیں۔ وہ صادق تھے جو فرماتے تھے کہ ہمارا علم بے حد عمیق ہے، دلوں پر اثر کرتا ہے اور اس کا سننا تاثیر دکھاتا ہے۔

بے شک ہمارے نزدیک جفر احمر، جفر ابیض اور مصحف فاطمہ علیہ السلام (محفوظ) ہیں اور بے شک اس میں وہ تمام باتیں جامع طور پر موجود ہیں جن کی (عام) لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے (سب ہی) دل میں اُترنے والی باتیں ہیں پس علم ممکنات ہیں لیکن تحریر شدہ۔ وہ علم جس سے دل کے بل کھل جائیں الہام ہے لیکن وہ سننے کے ذریعے تصرف کرتا ہے وہ ملائکہ علیہم السلام کا کلام ہے۔ لوگ ان کا کلام سنتے ہیں لیکن انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ جفر احمر میں لوگوں کے لیے خیر وخوبی ہے مصحفِ فاطمہ میں وہ باتیں ہیں جن کا تعلق حادث سے ہے (نئی پیدا ہونے والی چیزیں)۔ اس میں قیامت تک پیدا ہونے والے بادشاہوں کے نام ہیں، لیکن یہ جامع اور ضخیم کتاب ہے۔ اس کی طوالت ستّر گز ہے۔ اسے رسول علیہ السلام نے املا کرایا ہے اور علی ابن طالب نے اسے تحریر کیا ہے۔ اس میں ہر وہ بات تحریر ہوئی ہے جس کی قیامت تک ضرورت ہوگی، حتیٰ کہ اس میں راس الحرس اور خلدہ کا بھی ذکر ہے۔ (اس کی) آدھی جلد موجود ہے۔

بعضے ثقات کا بیان ہے کہ انہوں نے کہا، ہم نے جعفر بن محمدؒ سے سنا ہے، مجھ سے دریافت کرو اس سے پہلے کے مجھے بٹھا دیں، پس بے شک میرے بعد کوئی تم سے ایسی باتیں نہ کہے گا جو میں کہتا ہوں۔

وہ حقائق و معارف اور حکمت کی دقیق باتیں جو آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئیں وہ مشہور ہیں اور اہلِ اسلام کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ یہاں آپ کی کرامات اور خوارق کا ذکر مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔

ابن جوزی ☆ نے اپنی کتاب (''صفۃ الصفوۃ'' میں سعد سے بہ اسناد خود) تحریر کیا ہے کہ میں حج کے دنوں میں مکے میں تھا۔ نمازِ عصر ادا کر کے میں کوہ قبیس پر چڑھ گیا۔ وہاں میں نے ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو دعا مانگ رہا تھا۔ اس نے اپنا سانس ٹوٹنے تک ''یارب'' کی تکرار کی، پھر سانس منقطع ہونے تک ''یا ربّاہ'' بار بار کہا، اسی طرح سانس ختم ہونے تک حی حی اور ''الرحم الراحمین'' کی رٹ لگائی۔ اس کے بعد سات مرتبہ کہا، **اَللّٰهُمَّ اِنِّي اِشْتَهِيُ مِنْ هٰذِهِ الغَيْبِ اللّٰهُمَّ وَاَنْ يَروِي** (خدایا میں پردۂ غیب سے کھانا طلب کرتا ہوں اور ایسی چیز جو مجھے سیراب کر دے) اس نے ابھی دعا پوری نہ کی تھی

☆ یہ روایت علامہ جامی علیہ الرحمہ نے ''شواہد النبوۃ'' میں بیان کی ہے، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۳۳۱۔ ۳۳۲ (ناصر الدین)

کہ انگور کی ایک ٹوکری اور دو سنگترے[1] اس کے آگے رکھ دیئے گئے۔ اس کے سامنے بے موسم انگور لائے گئے۔ میں نے کہا میں تمہارا شریک ہوں۔ اس نے پوچھا تم کس وجہ سے شریک ہو۔ میں نے کہا تم دعا کرتے تھے اور میں آمین کہتا تھا۔ اس نے کہا پھر آگے آؤ، ذخیرہ بالکل نہ کرنا۔ وہ بے دانہ انگور تھے۔ میں نے ایسے لذیذ انگور کبھی نہیں کھائے۔ میں نے خاصے انگور کھائے لیکن ٹوکری خالی نہ ہوئی۔ پھر مجھ سے کہا تھوڑے سے لے لو، لیکن میں نے نہیں لیے- اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ تم کہیں چھپ جاؤ تا کہ میں کپڑے پہن لوں۔ میں چھپ گیا۔ اس نے کپڑے پہنے۔ ایک کا تہبند بنایا اور دوسری دھاری دار پرانی چادر جسم پر ڈالی اور وہاں سے روانہ ہوگیا۔ میں اس کے عقب میں چلا۔ ایک شخص آیا اور کہا۔ اے ابن رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنایا مجھے بھی پہناؤ۔ اس نے وہ دھاری دار چادر سائل کے حوالے کر دی۔ جب میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ جعفر بن محمد تھے۔

تذکرہ یازدہم۔ امام موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب

موسیٰ بن جعفر ساتویں امام ہیں۔ آپ کنیت ابوالحسن اور ابو ابراہیم تھی ان کے علاوہ اسی طرح کی اور کنیتیں بھی تھیں۔ آپ کا لقب کاظم تھا۔ کاظم کا لقب اس لیے دیا گیا تھا کہ آپ علم میں کامل تھے اور مفسدین پر غصہ نہیں کرتے تھے۔ آپ کی والدہ حمیدہ بربریہ ام ولد (کنیز) تھیں آپ کی ولادت صفر کی سات راتیں گزرنے کے بعد (۷ صفر) ۱۲۸ ہجری میں اتوار کے دن موضع ابوہ میں جو مکے اور مدینے کے درمیان ہے ہوئی۔

آپ کو اوّل مرتبہ مہدی بن منصور مدینے سے بغداد لایا اور وہاں قید کر دیا۔ ایک رات اس نے امیر المومنین علیؓ کو خواب میں دیکھا۔ حضرت علی نے یہ آیت پاک تلاوت فرمائی[2] فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْافِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْآ اَرْحَامَكُمْ (یعنی تو کیا تم اس بات کے قریب ہو؟ کہ اگر تم حکومت حاصل کرلو تو زمین میں فساد ہی پھیلاؤ اور اپنی قطع رحمی کرو) ربیع کا بیان ہے (مہدی نے) اسی شب مجھ کو طلب کیا، جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے سنا کہ وہ یہ آیت خوش الحانی

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۳ پر یہ عبارت ہے ''ہنوز دعا تمام نہ کردہ بود سلہ انگور و دو برتو برونہاد'' برتو لغت میں کوئی لفظ نہیں ہے، البتہ برتقان ہے جس کے معنی سنگترے کے ہیں۔ممکن ہے کہ کسی علاقے میں برتقان کے بجائے برتو بولتے ہوں۔ بہرحال مترجم نے برتقان قیاس کرکے ترجمہ کیا۔

[2] پارہ ۲۶۔سورہ محمد آیت ۲۲۔آیت کا ترجمہ متن میں تحریر کر دیا گیا ہے صفحہ ۳۵۳ پر یہ عبارت ہے:

''اول بار مهدی بن منصور وی را از مدینه به بغداد آوردو حبس کر دو شبے امیر المومنین علیؑ درخواب دیدیا محمد فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوافی الارض و تقطعوا ار حامکم'' اس پوری عبارت سے یہ نشان دہی نہیں ہوتی کہ خواب کس نے دیکھا؟ امام موسیٰ کاظم نے یا خلیفہ مہدی بن منصور نے دوسرے یہ کہ مذکورہ آیت پاک میں ''یامحمد'' شامل کر دیا گیا ہے حالانکہ کہ قرآن حکیم میں یہ آیت فهل سے شروع ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ قرآن حکیم میں تقطعوا کی ت پر پیش ہے۔ اصل متن میں ت پر زبر لگایا گیا ہے مترجم کی فہم میں یہ آیا ہے کہ خلیفہ مہدی بن منصور نے حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا جو اسے خبردار کر رہے ہیں کہ اے مہدی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، فهل عسیتم......اور متنبہ ہوگیا۔

سے پڑھ رہا تھا۔اس نے کہا، اسی وقت جاؤ اور موسیٰ بن جعفر کو لاؤ۔ میں آپ کو لایا۔ مہدی نے آپ سے معانقہ کیا اور بٹھایا پھر آپ سے خواب بیان کیا اور کہا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میری مخالفت کریں اور اس سبب سے میرے اور میرے فرزندوں پر خروج کریں۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ! میں نے خروج نہیں کیا یہ میری شان نہیں ہے کہ ایسا کروں۔ مہدی نے کہا آپ سچ کہتے ہیں پھر ربیع سے کہا کہ آپ کو دس ہزار دے اور آپ کے سفر مدینہ کی تیاری کر۔ ربیع کا بیان ہے کہ میں نے اسی شب آپ کے تمام کام درست کر دیئے اور روانہ کر دیا کہ مبادا پھر کوئی رکاوٹ سفر امام میں حائل ہوجائے۔

اس وقت رشید (ہارون رشید) مدینے میں تھا۔ دوسری مرتبہ رشید نے آپ کو بغداد طلب کیا اور قید خانے میں ڈال دیا حتیٰ کہ آپ کی وفات رشید کے قید خانے میں ہوئی۔ آپ کی وفات بروز جمعرات ۱۸۶ ہجری میں ہوئی۔

آپ کی قبر بغداد میں ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو یحییٰ بن خالد برمکی نے ہارون الرشید کے حکم سے کھجور میں زہر ملا کر دیا تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کو زہر دیا گیا تو آپ نے فرمایا، آج مجھے زہر دیا گیا ہے،کل اس کا اثر ظاہر ہوگا۔ پہلے میرا جسم پیلا پڑے گا پھر اس میں سے نصف سرخ ہوگا اور پرسوں سیاہ ہوجائے اس کے بعد مرجاؤں گا چنانچہ جیسا فرمایا تھا اسی کے مطابق ہوا۔

معتبر کتابوں میں حضرت شقیق بلخیؒ[1] سے روایت کی ہے کہ میں سفر حج میں فارس پہنچا۔ وہاں میں نے ایک خوب صورت جوان شخص کو دیکھا اس کا رنگ گندم گوں تھا اور اس نے کپڑوں پر پشمینہ پہن رکھا تھا اور عمامے کے شملے کو کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔ پیروں میں جوتے پہن رکھے تھے۔ وہ لوگوں کے درمیان سے باہر نکلا اور ایک جگہ تنہا بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جوان صوفیہ کی جماعت سے نظر آتا ہے اور شاید یہاں اس لیے بیٹھا ہے کہ کسی مسلمان کی گردن کا بوجھ بن جائے۔ میں جا کر اسے سرزنش کرتا ہوں تاکہ اپنے ناروا ارادے سے باز رہے۔ میں اس کے قریب گیا تو اس نے کہا اے شقیق! اِجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ[2] (ترجمہ: بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔) یہ کہنے کے بعد وہ جوان مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ اس جوان نے میرا نام لیا اور جو کچھ میرے ضمیر میں تھا اسے ظاہر کر دیا۔ بے شک یہ نیک بندہ ہے۔ میں اس سے میل جول پیدا کر کے تجلی[3] کی درخواست کروں گا ہر چند کہ میں تیز تیز چلا لیکن اس تک نہ پہنچ سکا۔ جب میں اگلی منزل پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ مصروفِ نماز ہے۔ اس کے اعضا پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ اس کے پاس جاؤں اور تجلی کی درخواست کروں بہرحال میں نے صبر کیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میں اس کے پاس گیا۔ اس نے مجھ سے کہا، اے شقیق یہ آیت

۱۔ شقیق بلخیؒ۔ پورا نام ابوعلی شقیق بن ابراہیم بلخیؒ تھا۔ ابراہیم بن ادہم کے اصحاب میں سے تھے۔ ۱۷۴ھ میں وفات پائی ملاحظہ فرمائیں، سرچشمہ تصوف در ایران از سعید نفیسی۔ تہران، ۱۳۴۳ ش۔ ص ۳۵۔

۲۔ پارہ ۲۶۔ سورہ الحجرات، آیت ۱۲۔

۳۔ تجلی۔ ہر وہ شان، کیفیت اور حالت جس میں حق تعالیٰ کا یا اس کی کسی صفت یا اس کے کسی فعل کا اظہار ہو۔ ملاحظہ فرمائیں سرِ دلبراں ص ۱۱۲۔

پڑھو،وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًاثُمَّ اھْتَدٰی[۱] (اور بے شک میں ضرور اسے بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کیے پھر ہدایت پر ثابت قدم رہا۔)اس کے بعد وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جو ان ابدال ہے، جو کچھ میرے باطن میں ہوتا ہے مجھ پر ظاہر کر دیتا ہے۔ جب میں اگلی منزل پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک کنویں کی منڈیر پر کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں پانی کا کوزہ ہے تا کہ اس میں پانی بھرے۔ وہ کوزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کنویں میں گر پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا، الٰہی تو میرا پروردگار ہے، میرے وجود کی پرورش کرتا ہے میرے پاس اس کوزے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس سے میری ضرورت وابستہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر آ گیا ہے۔ جوان نے کوزے میں پانی بھرا، وضو کیا اور چار رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد ریت کے تودے کی طرف گیا اور اپنے ہاتھ سے ریت کوزے میں ڈالی اور ہلا کر پی گیا۔ میں اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت آپ کو دی ہے مجھے بھی عنایت کریں– اس نے کہا اے شقیق! اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی نعمتیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی مجھے عطا فرمائی ہیں۔تم بھی اللہ تعالیٰ سے اپنا گمان ٹھیک رکھو۔ اس کے بعد اس نے وہ کوزہ مجھے دیا، میں نے پیا تو میٹھا ستو تھا۔ اتنا لذیذ ستو میں نے کبھی نہیں پیا۔ میں خوب سیراب ہوگیا، حتیٰ کہ چند دن تک مجھے کھانے پینے کی احتیاج نہیں رہی۔ پھر دوران سفر میں نے اسے نہیں دیکھا۔ جب میں مکے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ آدھی رات کو بڑے خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ تمام رات یہی کیفیت رہی۔ جب صبح ہوئی تو نمازِ فجر ادا کی اور طواف کر کے باہر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے چلا۔ میں نے دیکھا کہ سفر کے برعکس یہاں اس کے بہت سے خادم اور مددگار تھے اور لوگوں نے اسے گھیر رکھا تھا۔ ہر آنے والا سلام کہتا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں انہوں نے کہا کہ یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؓ ہیں۔

اس طرح کے بہت سے خوارق اور واقعات ہیں جن کی تفصیل کا یہ مجموعہ متحمل نہیں ہوسکتا۔

تذکرہ دوازدہم۔حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن موسیٰ بن جعفر بارہ اماموں میں سے آٹھویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت بھی اپنے والد کاظم کی طرح ابوالحسن تھی۔ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، میں نے اپنی کنیت اسے عطا کی ہے۔ ابوجعفر بن محمد بن علی رضا رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کے جد کا نام خلیفہ مامون نے ''الرضا'' رکھا، اور اس امر پر راضی ہوگیا کہ انہیں اپنا ولی عہد بنائے۔ ابوجعفر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رضا رکھا، اس لیے کہ آپ نے گزشتہ اماموں کے درمیان آسمان میں رضائے الٰہی کو اور زمین میں رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی رضا کو خاص کرلیا تھا اور اس لیے بھی کہ آپ اپنے مخالفین سے اسی

---

[۱] پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ آیت ۸۲۔

طرح راضی ہوئے جس طرح اپنے موافقین سے راضی تھے۔ آپ کے والد موسیٰ کاظم جب بھی آپ کو بلاتے تو کہتے فرزند رضا اور جب مخاطب ہوتے تو اے ابوالحسن فرماتے۔ آپ کی ولادت مدینے میں دس ربیع الآخر سنہ ۱۵۳ھ میں جمعرات کے دن ہوئی یعنی آپ اپنے دادا جعفرؓ کی وفات کے بعد تولد ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے نیز دیگر اقوال بھی ہیں۔ آپ کی وفات علاقہ طوس میں ہوئی۔ ان کے کئی نام تجویز ہوئے۔ ام البنین نے کہا میں علی نام رکھتی ہوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کنیز تھیں ان کا نام حمیدہ تھا اور امام کاظم رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

ایک شب حمیدہ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، اپنے فرزند موسیٰ کو تحفہ دے دو عنقریب اس کے ایک فرزند پیدا ہوگا جو دنیا والوں میں سب سے بہتر ہوگا۔

اُمِّ رضا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، جب میں حاملہ ہوئی تو دورانِ حمل میں نے کسی طرح کا بوجھ یا گرانی محسوس نہ کی۔ جب سوتی تو میں اپنے پیٹ سے تسبیح و تہلیل کی آواز سنتی۔ مجھ پر خوف اور ہول طاری ہوجاتا اور جب جاگتی ہوتی تو کوئی آواز نہ سنتی۔ ولادت کے وقت آپ کے دونوں ہاتھ زمین پر اور چہرہ آسمان کی طرف تھا۔ آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے جیسے کسی سے باتیں کر رہے ہوں یا مناجات کر رہے ہوں۔

کاظم رضی اللہ عنہ کے خواص میں سے ایک نے روایت کی ہے کہ ایک بار کاظم نے مجھ سے کہا، کیا تمہیں خبر ہے کہ مغرب کے تاجروں میں ایک تاجر یہاں آیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ میں ان کے ساتھ سوار ہوا اور مغربی تاجر کے ہاں پہنچا۔ اس نے سات کنیزیں ہم کو دکھائیں لیکن امام نے کسی کو قبول نہیں کیا۔ اس سے فرمایا کہ کوئی دوسری پیش کرو۔ تاجر نے کہا دوسری کوئی نہیں ہے البتہ ایک بیمار لونڈی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر اسے پیش کرو تو کیا ہرج ہے۔ تاجر نے یہ بات قبول نہ کی۔ دوسرے دن مجھے بھیجا کہ تاجر سے کہنا کہ کنیز کی انتہائی قیمت کیا ہے۔ وہ جو قیمت بتائے خرید لینا۔ میں تاجر کے پاس گیا۔ اس نے کہا میں اتنی اور اتنی رقم سے کم نہ کروں گا۔ میں نے کہا جو کچھ تم نے کہا ہے میں اتنی ہی رقم پر خریدتا ہوں۔ تاجر نے کہا میں بیچتا ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ کل جو شخص تمہارے ساتھ تھا وہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ بنی ہاشم سے ہیں۔ اس نے دریافت کیا کہ کس قبیلے سے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ میں نہیں جانتا اس کے بعد تاجر نے کہا کہ یہ کنیز کون ہے اس کے بارے میں میں آپ کو بتاتا ہوں۔

میں نے اس کنیز کو بلاد مغرب کے اطراف سے خریدا۔ اہل کتاب میں سے ایک عورت نے مجھے دیکھا اور کنیز کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اس کتابیہ سے کہا کہ میں نے یہ لونڈی اپنے لیے خریدی ہے۔ عورت نے کہا کہ یہ کنیز اس قبیلے سے نہیں ہے کہ تیری ملکیت بن سکے۔ یہ دنیا والوں میں سب سے بہتر شخص کی کنیز بنے گی۔ تھوڑی مدت میں اس سے ایک فرزند پیدا ہوگا کہ شرق سے غرب تک اس کی مثل کوئی صاحب علم نہ ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ جب میں اسے لے آیا تو تھوڑی مدت بعد رضا رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔

موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی تمہارا فرزند، اللہ عز وجل کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت سے بولتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے درست ہوتا ہے خطا نہیں کرتا۔ علم سے آشنا ہے کبھی نادانی نہیں کرتا۔

بیان کرتے ہیں کہ جب مامون نے امام رضا کو اپنا ولی عہد بنایا تو جب کبھی آپ مامون سے ملاقات کرنے جاتے تو محل کے خدام اور محافظ آپ کا استقبال کرتے اور مامون کی بارگاہ پر جو پردہ لٹکا ہوا تھا اسے اٹھاتے تا کہ آپ اندر چلے جائیں۔ آخر الامر وہ بنا جو نفس و ہوا کے بندوں اور صدق و صفا کے لوگوں کے درمیان حائل ہوتی ہے پیدا ہوگئی اور وہ رضا رضی اللہ عنہ سے نفرت کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے سے اس امر پر متفق ہوگئے کہ ہم آئندہ مقررہ دستور کے مطابق نہ استقبال کریں گے نہ خلیفہ کی بارگاہ سے پردہ اٹھائیں گے۔

جب دوسری بار رضا رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو یہ اہل کار جو بیٹھے ہوئے تھے بے اختیار کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے استقبال کیا اور پردہ بھی بلند کیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو آپس میں کہنے لگے کہ یہ کیا بات تھی جو ہم نے کی۔ پھر آپس میں طے کیا کہ دوسری مرتبہ ہم یہ خدمت بجا نہیں لائیں گے۔ جب آپ دوسری بار تشریف لائے تو وہ لوگ اٹھے سلام کیا البتہ پردہ بلند کرنے میں توقف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کہ حکم دیا کہ پردہ اٹھائے۔ ہوا نے جس طرح اہل کار پردہ اٹھاتے تھے پردہ اٹھایا۔ جب آپ اندر چلے گئے تو ہوا ساکن ہوگئی۔ جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو ہوا نے آکر پہلے کی طرح پردہ اٹھایا۔ جب اہلکاروں کی جماعت نے اس کیفیت کا مشاہدہ کیا تو کہنے لگے، جسے اللہ تعالیٰ عزیز رکھتا ہو، ہم اسے ذلیل نہیں کر سکتے۔ بیت

کسے را کہ ایزد کند سر بلند
نیارد کسے سر بزیرش کمند
(جس شخص کو اللہ تعالیٰ سر بلند کرتا ہے تو کوئی اس کے سر کو کمند سے نیچے نہیں لا سکتا)

تذکرہ سیزدہم۔ حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے مناقب

امام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر نویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوجعفر تھی۔ آپ کی کنیت اور نام امام باقر کے عین موافق ہے، رضی اللہ عنہ۔ اسی بناء پر آپ کو ابوجعفر ثانی کہتے ہیں۔ آپ کا لقب تقی اور جواد تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ اُمِ ولد (کنیز) تھیں اور ان کا نام خیزران تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ریحانہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ماریہ قبطی کے خاندان سے تھیں اور ان کا نام سکانہ تھا۔

آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں رجب کے دس دن گزرنے کے بعد بروز جمعہ سنہ ایک سو پچانوے ہجری میں ہوئی تھی اور وفات ذی الحجہ کے چھ دن گزرنے کے بعد بروز منگل سنہ دو سو دس ہجری میں[1] ہوئی اور یہ معتصم کا عہد خلافت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی لیکن پہلی روایت صحیح تر ہے۔ آپ کی قبر آپ کے دادا کاظم کی قبر کے عقب میں بغداد میں ہے۔ کم سنی کے زمانے ہی سے صاحبِ علم وفضل و ادب ہونے کے باعث خلیفہ مامون آپ کا گرویدہ تھا۔ اس نے اپنی دختر ام الفضل کو آپ کے نکاح میں دے کر آپ کے ہمراہ مدینے روانہ کیا۔ مامون ہر سال آپ کو ایک ہزار درم بھیجتا تھا۔

آپ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کے والد رضا کی وفات کے بعد جب آپ کی عمر گیارہ سال تھی آپ بغداد کی گلیوں میں لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ جب مامون کی سواری قریب آئی تو سب لڑکے اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور آپ کھڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی مقبولیت کا داعیہ پیدا کر دیا تھا۔ (اس لیے) پر اعتماد رہے۔ (امیر المومنین مامون نے) دریافت کیا، صاحب زادے تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپ نے برجستہ جواب دیا، اے امیر المومنین! راستہ اتنا تنگ نہیں ہے کہ میں ہٹ جانے سے اسے کشادہ کروں میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا ہے کہ آپ سے ڈر کر بھاگ جاتا تیسرے یہ کہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ آپ بے گناہوں کو نہیں ستاتے۔ مامون کو آپ کی خوبصورتی اور خوش کلامی بہت پسند آئی۔ اس نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے۔ آپ نے کہا میرا نام محمد ہے۔ پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ فرمایا میرے والد رضا ہیں۔ مامون شفقت سے پیش آیا۔ مامون کے پاس شکاری باز تھے۔ جب عمارت سے باہر آیا تو ایک باز کو صحرائی مرغ کے پیچھے چھوڑا۔ وہ باز نظروں سے غائب ہو گیا اس کی پوشیدگی طویل ہو گئی۔ بعدازاں وہ باز اڑتا ہوا واپس آیا۔ اس کی چونچ میں ایک مچھلی تھی آدھی کھائی ہوئی اور آدھی سلامت۔ مامون کو بے حد تعجب ہوا اور اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر روانہ ہوا۔ جب مامون اس مقام پر آیا جہاں جواد سے (آپ سے) ملا تھا۔ آپ وہاں کھڑے تھے۔ لڑکے حسبِ سابق راستے سے ہٹ گئے اور آپ کھڑے رہے۔ جب مامون آپ کے قریب پہنچا تو کہا اے محمد۔ آپ نے فرمایا، امیر المومنین میں حاضر ہوں۔ خلیفہ نے دریافت کیا میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اسے دریا میں چھوٹی مچھلی کی صورت پیدا کیا ہے۔ بادشاہ اور خلیفہ اسے پکڑتے ہیں اور اس کی خبر ان لوگوں سے چاہتے ہیں جو اہل نبوت کا خلاصہ ہیں۔ جب مامون نے یہ بات سنی تو بے حد تعجب کیا اور بڑی دیر تک آپ کو دیکھتا رہا پھر بولا کہ فی

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۶ پر یہ عبارت نقل کی گئی ہے: ''ولادتِ وی در مدینہ بود، روز جمعہ، دہ روز از رجب گزشتہ سنہ خمس وتسعین و مائۃ بود، و وفاتِ وی روز سہ شنبہ، شش روز ذی الحجہ گزشتہ بود سنہ عشر و مائتین در عہد خلافت معتصم'' اس اعتبار سے امام تقی کی عمر کل پندرہ سال ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ نجم الحسن کراروی کی تصنیف ''چودہ ستارے'' میں امام محمد تقی کا سال ولادت ۱۹۵ھ اور وفات کا سال ۲۲۰ھ ہجری تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''چودہ ستارے'' کراچی سال ندارد صفحہ ۴۷۴ اور صفحہ ۴۹۴۔

الحقیقت آپ فرزندِ رضا ہیں اور وہ انعام اور وظیفہ جو وہ آپ کو دیتا تھا اسے دوگنا کر دیا۔

راویوں نے اس طرح روایت کی ہے کہ مدینے سے ام الفضل نے اپنے والد مامون کو شکایۃً تحریر کیا کہ جواد نے میرے سر پر مصیبت کھڑی کر دی ہے اور (کسی کو) بیوی بنانا چاہتے ہیں۔ مامون نے جواب میں لکھا میں نے تمہیں ان کے نکاح میں اسی لیے دیا تھا کہ تم حلال شے کو ان پر حرام کر دو؟ آئندہ ایسی باتیں ہمیں تحریر نہ کرنا۔

آپؓ نے فرمایا کہ ظلم کرنے والا اور اس کا مددگار اور اس کے ظلم پر خوش ہونے والا سب شریک ظلم ہیں۔ فرمایا کہ ظالم پر روزِ انصاف مظلوم پر روز ظلم سے زیادہ سخت ہوگا۔ آپؓ نے فرمایا، دشمنوں کا کسی کی بربادی پر خوش ہونا مصیبت بالائے مصیبت ہے۔ آپؓ نے فرمایا جو شخص (نیک) عمل کرے اور اس پر فخر کرے اس کی ادنیٰ سزا محرومی ہے۔ آپ نے فرمایا دو بیمار شخص ہیں ایک کو بخار چڑھا ہوا ہے اور دوسرا مہمل باتیں کرنے کا مریض ہے۔

تذکرہ چہار دہم۔ حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفرؓ[1] دسویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور آپ کو ابوالحسن ثالث کہتے تھے۔ آپ کا لقب ہادی اور عسکری مشہور ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں، ہمامہ نام تھا اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ام الفضل بنت مامون تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں تیرہ رجب سنہ دوسو چودہ ہجری میں ہوئی اور وفات بمقام سُر من رای جو نواح بغداد میں ہے اواخرِ جمادی الاوّل سنہ دوسو چون ہجری میں بروز پیر ہوئی۔

آپ کی قبر اس تہ خانے میں ہے جو سُر من رای میں آپ کے پاس تھا۔ کہا جاتا ہے کہ علی کا مدفن شہرِ قم میں ہے صحیح نہیں ہے۔ حقیقت صرف اتنی سی ہے اور صحیح ہے کہ شہرِ قم میں فاطمہ بنت موسیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔

تحقیق الرضا علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بے شک جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ (امام ہادی) ایک دیہات میں جو سُر من رای کے نواح میں واقع تھا، تشریف لے گئے۔ ایک اعرابی آپ سے ملنا چاہتا تھا، لوگوں نے اسے بتایا کہ امام فلاں گاؤں میں گئے ہیں۔ وہ آپ کے عقب میں گیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس اعرابی سے دریافت کیا کہ کس ضرورت سے آئے ہو۔ اس نے کہا میں آپ کے جد علی رضی اللہ عنہ کی دوستی سے وابستہ ہوں۔ مجھے ایک عظیم قرض ادا کرنا ہے اور میں اس کی ادائیگی سے قاصر ہوں۔ آپ کے سوا میں کسی کو نہیں جانتا جو اس قرض سے میری گردن چھڑائے۔ آپ نے بشاشت کا اظہار کیا۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا، میں تم سے ایک بات کہتا ہوں تم اس کے خلاف عمل نہیں کرو گے۔ اس نے یہ فرمان قبول کرلیا۔ پھر اپنے دستِ

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۷ پر تحریر ہے ''علی بن ابی محمد ابن علی ابی موسیٰ بن جعفرؓ'' یہ نام لطائف اشرفی میں درج کردہ تذکروں کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ مترجم نے اردو متن میں امام علی نقی کا نام تذکروں میں دیئے گئے ناموں کے مطابق تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں تذکرہ سیز دہم ص ۳۵۶۔

مبارک سے ایک تحریر لکھ کر اسے دی کہ اسے بحفاظت اپنے پاس رکھے۔ جب میں سُرمن رای جاؤں تو تم خلیفہ کے حضور مجھ سے قرض کا مطالبہ کرنا اور اپنے دل میں کسی طرح خیال نہ لانا۔ جب لوگ حاضر ہوئے اور خلیفہ تشریف فرما ہوا تو اس نے وہ تحریر اس کے سامنے رکھی اور امام ہادی سے پیسوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے کچھ عذر کیے۔ یہ صورت حال جاری تھی کہ متوّلی نے تین ہزار درہم امام ہادی کو بھیجے۔ آپ نے اعرابی کو طلب کیا اور اس کی مشکل حل کر دی۔ اعرابی نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ مجھے امید تھی، آپ نے جو عطا فرمایا اس سے قرضہ ایک تہائی رقم تھا لیکن اَللّٰہُ اَعلَمُ حَیثُ یَجعَلُ رِسَالَتَہٗ[1]
(ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے کہ کسے رسالت عطا فرمائے۔)

تذکرہ پانزدہم۔حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے مناقب

حسن بن علی بن محمد بن الرضا رضی اللہ عنہ گیارہویں امام ہیں آپ کی کنیت ابومحمد تھی اور لقب زکی، خلاصہ اور سراج تھا۔ آپ بھی اپنے والد کی طرح مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ امّ ولد تھیں اور ان کا نام سوسن تھا، اس کے علاوہ دوسرے نام بھی روایتوں میں آئے ہیں۔ ہادی رضی اللہ عنہ نے آپ کا نام حریث رکھا تھا۔ آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں سنہ دوسو اکتیس ہجری اور وفات سُرمن رای میں سنہ دوسوساٹھ ہجری میں ہوئی آپ کی قبر اپنے والد کے پہلو میں ہے۔

تذکرہ ہفتدہم[2] مناقب میں

محمد بن حسن بن علی الرضا رضی اللہ عنہ، بارہویں امام ہیں۔آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی اور حضرات امامیہ کے نزدیک آپ کے القاب، حجت، قائم، مہدی، منتظر اور صاحب الزماں ہیں۔ امامیہ کے نزدیک آپ بارہ اماموں کے خاتم ہیں۔ بے شک یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ سرمن رای کے غار میں داخل ہوئے۔ آپ کی والدہ آپ کی بہت دیکھ بھال کرتی تھیں اور باہر کم نکلتی تھیں۔ آپ سنہ دوسو پچاس میں اور کہا جاتا ہے کہ دوسو چھیاسٹھ میں اور یہی صحیح تر روایت ہے، پوشیدہ ہوگئے اور امامیہ کے عقیدے کے مطابق ابھی تک پوشیدہ ہیں۔

آپ کی والدہ ام ولد تھیں اور ان کا نام صیقل تھا۔ سوسن، نرجس اور ان کے علاوہ بھی نام روایتوں میں آئے ہیں۔ آپ کی ولادت سرمن رای میں سنہ دوسو اٹھاون میں تیئیس رمضان کو ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سنہ دوسوپچپن ہجری میں شعبان کی پندرہویں شب میں ہوئی۔

ابومحمد زکی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی حکیمہ نے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن ابومحمد رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ انہوں نے کہا، اے پھوپھی آج رات آپ ہمارے گھر رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ایک فرزند عطا فرمائے گا۔ میں نے کہا کہ فرزند کہاں سے ہوگا

---

[1] پارہ۸۔ سورہ الانعام آیت ۱۲۴

[2] مطبوعہ نسخہ ص ۳۵۸۔ یہ سہو کتابت ہے۔ ''تذکرہ شانزدہم'' ہونا چاہیے، نیز یہ ذیلی عنوان بھی نامکمل ہے۔

میں تو نرجس میں حمل کے آثار نہیں دیکھتی۔ فرمایا، اے پھوپھی! نرجس موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی مثل ہے۔ اس کا حمل بچے کی ولادت سے قبل ظاہر نہ ہوگا۔ رات میں وہاں رہی۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں اٹھی اور تہجد کی نماز ادا کی۔ نرجس نے نماز ادا کی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ فجر قریب آ گئی اور ابومحمد نے جو بات کہی تھی ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی۔ ابومحمد نے اپنی جگہ آواز دی، اے پھوپھی! جلدی نہ کریں۔ نرجس جس مکان میں تھی میں واپس ہوئی۔ وہ مجھے راستے میں ملی۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ میں نے اسے سینے سے لگایا اور **قل ھو اللہ احد، انا انزلناہ** اور آیت الکرسی پڑھی اس کے پیٹ سے آواز آئی کہ انہوں نے وہی پڑھا جو میں پڑھ چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ مکان روشن ہوگیا اور فرزند کی ولادت ہوچکی تھی اور اس نے باتیں کیں۔ ان کی اولاد سے مہدی پیدا ہوگا جیسا ذکر مہدی کے لطیفے میں بیان کیا گیا ہے۔

صحیح مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ امام مہدی آئندہ زمانے میں پیدا ہوں گے اور روافض جھوٹ کہتے ہیں ولعنۃ اللہ علی الکاذبین[1]

معصومین کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ بارہ اماموں کے بعد چودہ معصومین ہیں جو اِن پاک اماموں کی اولاد اور آل ہیں اور جو کم عمری میں وفات پاگئے۔

اول، محمد اکبر بن علی مرتضیٰ جو دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

دوسرے عبداللہ بن امام حسین ہیں جن کی وفات دو سال کی عمر میں ہوئی۔

تیسرے قاسم بن امام حسین اُن کی وفات بھی بعمر دو سال ہوئی۔

چوتھے قاسم بن امام حسن جن کا انتقال دو سال کی عمر میں ہوا۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں صفحہ ۳۵۸ پر یہ عبارت ہے۔

''وصحیح مذہب اہل سنت اینست کہ امام مہدی در زمانہ آئندہ پیدا خواہند شد و روافض دروغ می گویند ولعنۃ اللہ علی الکاذبین''

مترجم کے پاس جو خطی نسخہ ہے اس میں مذکورہ عبارت کے گرد کسی بزرگ نے دائرہ کھینچا ہے اور اس کے بالمقابل حاشیے پر فارسی میں ایک نوٹ تحریر کیا ہے۔ یہ نوٹ خطِ شکست میں ہے۔ مترجم نے اسے اس طرح پڑھا ہے۔

''ایں عبارت از لفظ صحیح مذہب تا کاذبین از الحاقات جناب محمد اسحاق مولوی رامپوری مترجم است۔ دریں نسخہ مدغم (ناخوانا) وشد

(یہ عبارت لفظ صحیح مذہب سے کاذبین تک جناب محمد اسحاق مولوی رامپوری مترجم نے الحاق کی ہے۔ اس نسخے میں مدغم (ناخوانا) اور ہوگئی/ ہوگیا)

مترجم نے اربابِ تحقیق کے لیے اس صورت حال کو پیش کرنا ضروری خیال کیا ہے اس لیے ترجمے میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ حسب روایت ضیاء الدین احمد برنی (دہلوی) مولوی محمد اسحاق اگرچہ رامپور کے باشندے تھے لیکن دہلی میں پچاس ساٹھ سال قیام پذیر رہے۔ دہلی میں کوچہ چیلان میں ان کی رہائش تھی۔ ضیاء الدین احمد برنی فارسی پڑھنے کے لیے ۱۹۰۷ء میں ان کے شاگرد ہوئے۔ مولوی صاحب کی وفات دہلی میں ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں ضیاء الدین احمد برنی کی تصنیف ''عظمتِ رفتہ'' کراچی اشاعت جدید ۲۰۰۰ء ص ۱ تا ۱۳)

پانچویں حسین بن زین العابدین ہیں۔ وہ چھ سال کے تھے کہ ان کی وفات ہوئی۔
چھٹے قاسم بن امام زین العابدین ہیں جن کی وفات بعمر چھ سال ہوئی۔
ساتویں علی بن امام محمد باقر جن کا انتقال چھ سال کی عمر میں ہوا۔
آٹھویں عبداللہ بن امام جعفر صادق جن کی وفات تین سال کی عمر میں ہوئی۔
نویں یحییٰ بن ہادی بن امام جعفر صادق جو تین سال کی عمر میں گزر گئے۔
دسویں صالح بن محمود بن موسیٰ کاظم جن کا انتقال بعمر سات سال ہوا۔
گیارہویں طیب بن امام موسیٰ کاظم جو سات سال کی عمر میں گزر گئے۔
بارہویں جعفر بن امام محمد تقی جن کی وفات چار سال کی عمر میں ہوئی۔
تیرہویں جعفر بن امام حسن عسکری جو ایک سال کی عمر میں وفات پاگئے۔
چودہویں قاسم بن امام علی ہادی جنہوں نے تین سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔
دوسری اولادوں کی تفصیل دوسرے مقام پر بیان کی جائے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

صحابہ اور تابعین

سعید بن عمر بن زید بن نفیلؓ

ان دس اشخاص میں سے ہیں جن کو ان کی زندگی میں جنت کی بشارت ملی (عشرۂ مبشرہ) رسول علیہ السلام نے انہیں دخولِ جنت کی بشارت دی تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرات صحابہؓ کے پاس آئی اور سعیدؓ کی شکایت کی کہ انہوں نے میری زمین غصب کرلی ہے اور اس پر مکان تعمیر کر رہے ہیں۔ صحابہؓ نے یہ بات سعیدؓ سے کہی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کسی نے ناحق ایک بالشت زمین غصب کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی گردن میں سات زمینوں کا طوق ڈالے گا۔ اس کے بعد کہا، اے اللہ اگر سعید پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو فیصلہ کر دے کہ وہ اندھا ہوجائے اور یہ فیصلہ جلد کر دے۔ اس عورت کو سعیدؓ کی بد دعا کے بارے میں خبر کی گئی۔ وہ باہر نکلی اور سعیدؓ کے مکان کو توڑ دیا اور اس کی اینٹیں اپنے مکان میں لگا دیں۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اندھی ہوگئی۔ جب رات

کو اٹھتی تو کنیز کا ہاتھ پکڑ کر حاجت کی جگہ جاتی۔ ایک رات کنیز کا سہارا نہیں لیا تو کنویں میں گر کر مر گئی۔

عباد بن بشرؓ اور اسید بن حضیر

دونوں انصاری تھے۔ دونوں ایک اندھیری رات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ جب اپنے گھر روانہ ہوئے تو ان دونوں میں کسی ایک کے عصا کی نوک روشن ہوگئی۔ اس روشنی میں راستہ چلتے رہے جب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تو دونوں کے عصا سے روشنی پھوٹنے لگی۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ

رسول علیہ السلام کے آخری صحابیوں میں سے تھے۔ بخشش کرنے میں بے نظیر تھے۔ (ایک مرتبہ) تمام مال فقرا پر ایثار کر دیا اور اپنے پاس تین دینار رکھے۔ ایک سائل آیا اسے ایک دینار دے دیا، دوسرا سائل آیا باقی اسے دے دیئے۔ ان کے دوست نے دردسری کی کہ یہ کیا فضول بات ہے۔ دوسرے روز دوست نے قرض لیا اور رات کے کھانے کا انتظام کیا۔ جب کھانا کھانے لگے تو بستر کو لپیٹ دیا۔ بستر سے کچھ وزن کے دینار نکلے۔ دوست نے کہا اچھا تم نے اسی امید پر دینار صرف کر دیئے تھے۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ جب دینار گنے تو تین سو دینار تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حق میں رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خالد کفار کے لیے اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں انہیں حیرہ روانہ کیا تو ایک شخص جس کا نام عبدالمسیح تھا اسے حیرہ کے لوگوں نے آپ کے پاس بھیجا۔ وہ آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ تھوڑا سا زہر لایا جس کی خاصیت یہ تھی کہ یہ یک ساعت اپنا اثر دکھاتا تھا۔ جب عبدالمسیح نے زہر کی شیشی آپ کے سامنے رکھی تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے کہا زہر ہے جو ایک ساعت میں اثر دکھاتا ہے۔ آپ نے وہ زہر ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا، بِسۡمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ رَبِّ الاَرۡضِ والسَّمآءِ بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِی لاَ یَضُرُّ مَعَ اِسۡمِهٖ شئٌ فِی الاَرۡضِ وَلاَ فِی السَّمآءِ وَهُوَ السَّمِیۡعُ العَلِیۡم۔ (اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت کے سامنے جو زمینوں اور آسمانوں کا پروردگار ہے اور اس اللہ کے نام سے کہ جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی) یہ کہہ کر وہ زہر پی لیا۔ کافی وقت گزر گیا آپ کو کچھ نہ ہوا۔ عبدالمسیح واپس آیا اور حیرہ والوں سے کہا کہ خالد رضی اللہ عنہ سے مصالحت کرلو۔ یہ خدائی کاروبار ہے تم ان کا مقابلہ نہ کرسکو گے۔

عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ مکے میں ایمان لائے اور ابھی بالغ نہ ہوئے تھے کہ اپنے والد کے ساتھ مدینے ہجرت فرمائی۔ ان کی وفات مکّے میں ہوئی۔ ایک مرتبہ رمی کر رہے تھے کہ لوگوں نے ہجوم کیا۔ ان کی دو انگلیوں کے درمیان کوئی چیز لگی جس سے ورم ہوگیا اور گہرا زخم لگا۔ اسی تکلیف کے سبب وفات پائی۔ یہ ۴۷ ہجری کا واقعہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ۷۳ ہجری کا واقعہ ہے، بعض ۸۴ ہجری کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے۔ ایک جماعت ملی، اس سے اہل سفر کا حال دریافت کیا۔ جماعت نے بتایا کہ یہاں ایک شیر ہے جس نے راستہ بند کر دیا ہے۔ آپ گھوڑے سے اترے اور شیر کی طرف چلے شیر کے کان اینٹھے اور کہا کہ مسلمانوں کا راستہ ہرگز بند نہ کرو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے کوڑا مارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آدم کی اولاد جس سے خوف کھاتی ہے وہ آدم کی اولاد پر غالب آجاتا ہے اور مسلط ہوجاتا ہے۔ اگر آدم کی اولاد سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرے تو کوئی نہ اس پر مسلط ہوسکتا ہے نہ غالب آسکتا ہے۔ (اللہ کا ڈر سارے ڈر مٹا دیتا ہے)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

کبار صحابہ رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ آپ کی ولادت شعب (وادی) میں اس زمانے میں ہوئی جس زمانے میں بنوہاشم وہاں محصور تھے۔ یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل کا ہے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت عطا فرمائے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تیرہ سال کے تھے۔ آپ نے (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے) جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے طائف میں سنہ اڑسٹھ ہجری میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اکہتر سال تھی۔ لوگ آپ کے جنازے میں حاضر تھے کہ ایک سفید پرندہ آیا اور آپ کے کفن میں داخل ہوگیا۔ ہر چند لوگوں نے تلاش کیا لیکن کسی نے نہ پایا۔ آپ کو دفن کرتے وقت کسی پڑھنے والے نے پڑھا۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۞ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ۞ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔[1] (اے نفس مطمئنہ لوٹ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پھر میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہوجا)۔

عمران حصین رضی اللہ عنہ

ان کی وفات بصرے میں سنہ ترپن میں ہوئی۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۱) پارہ ۳۰۔سورۃ الفجر، آیات ۲۷ تا ۳۰۔

اصحاب میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو عمران حصین پر فوقیت رکھتا ہو۔ میرے پیٹ میں تیس سال سے درد ہوتا تھا، وہ تشریف لائے، دم کیا، درد جاتا رہا۔

سلمان بن فارس رضی اللہ عنہ

اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مداین کا والی مقرر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مداین میں انتقال فرمایا۔ بابرکت اہل علم نے کہا ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی عمر طویل ہوتی ہے۔ انہوں نے عیسیٰ بن مریم کی وحی کا زمانہ پایا۔ وہ دو سو پچاس سال زندہ رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ سال زندہ رہے اور بعض کتابوں سے منقول ہے کہ ان کی عمر چار سو سال تک پہنچ چکی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ پیشرو چار ہیں میں اہل عرب کا پیشرو ہوں، صہیب روم کے پیشرو ہیں، سلمان اہل ایران کے پیشرو ہیں اور بلال حبش کے پیشرو ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے روز فرمایا، سلمان میرے اہل بیت سے ہیں۔

جب ان کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نے اس قدر مشک رکھا تھا اس کا کیا کیا۔ اسے پانی میں ڈال کر اچھی طرح حل کر لو پھر میرے سر کے اردگرد چھڑک دو تاکہ ایسی قوی حالت پیدا ہوجائے کہ نہ کسی انسان کو حاصل ہوئی ہو اور نہ کسی جن کو۔ بیوی نے کہا جیسا تم نے کہا تھا، میں نے اس کی تعمیل کر دی ہے۔ مکان کے اندر سے آواز آئی، اے اللہ کے دوست تم پر سلام ہو، اے رسول اللہ کے صحابی تم پر سلام ہو۔ میں گھر میں داخل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ان کی روح (جسم سے) جدا ہوچکی تھی اور وہ اپنے بستر پر اس طرح لیٹے ہوئے تھے گویا سو رہے تھے۔

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز سلمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، اے بھائی ہم میں سے جو پہلے وفات پائے اسے چاہیے کہ دوسرے کو خواب میں نظر آئے۔ میں نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ مردے کو یہ اختیار حاصل ہوجائے کہ وہ دوسرے کو خواب میں نظر آئے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں مومن بندے کی روح کو آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ زمین پر جہاں چاہے جائے اور کافر کی روح دوزخ میں قید ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب سلمانؓ کا انتقال ہوگیا تو ایک روز میں روزانہ کے قیلولے میں سوگیا۔ سلمانؓ میرے خواب میں آئے اور السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا، میں نے جواب میں وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ کہا۔ میں نے دریافت کیا، اے ابوعبداللہ! آپ منزل پر کس طرح پہنچے؟ سلمان نے کہا

خیر وخوبی کے ساتھ پہنچ گیا۔ پھر مجھے نصیحت کی کہ توکل کو اپنی ذات پر لازم کرلو کیوں کہ توکل بہت ہی خوب شے ہے۔

طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ

طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد میں مکے گیا۔ قبیلۂ قریش کے لوگ میرے پاس آئے اور کہا کہ اے طفیل تم ہمارے شہروں میں ایسے وقت آئے ہو کہ ہمارے درمیان محمد علیہ السلام کی دعوت ظاہر ہوئی ہے۔ ہماری قوم ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور معاملات درہم برہم ہوگئے۔ ان کی باتیں جادو کا اثر رکھتی ہیں حتیٰ کہ بھائی کو بھائی سے اور بیوی کو شوہر سے جدا کردیتی ہیں۔ ایک روز عرب کے یہ فصیح ترین شاعر (طفیل دوسیؓ) کعبے میں داخل ہوئے لوگوں نے انہیں حضرت علیہ السلام سے ملنے سے روکا۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک صاحبِ فصاحت شاعر ہوں۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوآتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ حقیقت کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کی باتیں معقول ہوں گی تو سنوں گا ورنہ نہیں سنوں گا۔ بہرحال ایک روز وہ ایسے وقت حاضر ہوئے کہ آپ ﷺ کا دُربار اور گوہر نثار کلام ان کے کانوں میں پہنچا جسے سن کر وہ خوشحال ہوئے۔ ان کے حق میں دعا کی۔ ان کی پیشانی سے ایسا نور ظاہر ہوا جو اہل اسلام کی نشانی ہوتی ہے۔

طفیل رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور ان کے بیٹے عمر بن طفیل سخت زخمی ہوئے پھر صحت یاب ہوگئے بعدازاں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

حسان بن ثابتؓ سے متعلق روایت کرتے ہیں کہ جب قبیلہ غسان مرتد ہوکر قیصر روم سے پیوست ہوا تو وہ آلِ غسان سے علیحدہ ہوکر رسول علیہ السلام کے ہمراہ چلے گئے۔ آلِ غسان نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حسان رضی اللہ عنہ کے لیے ہدیہ بھیجا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے حسان رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جب حسان رضی اللہ عنہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دولت خانے پر پہنچے تو نیاز و سلام پیش کیا اور کہا، امیر المومنین میں اس خفتہ[1] سے آپ میں اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے حسان قبیلہ غسان نے تمہارے لیے کوئی چیز بھیجی ہے۔ راوی کہتا ہے واللہ اعلم میں اس عجیب بات کو جو حسان رضی اللہ عنہ سے میں نے دیکھی فراموش نہیں کرسکتا کہ انہوں نے اس خفتہ کا شوق ظاہر کیا حالانکہ ان کے پاس ایسی (خوشبو والی) کوئی چیز نہ تھی۔ واللہ اعلم۔

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۱ پر یہ لفظ تین مقامات پر اسی طرح لکھا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ تیسری سطر میں ''واز آل غسان خفتہ بود'' جسے مترجم نے ''واز آل غسان رفتہ بود'' قیاس کیا ہے اور اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ دوسری بار سطر ۵ اور تیسری بار سطر ۷ میں تحریر ہوا ہے مترجم دونوں مقامات پر اس لفظ کے مفہوم تک نہیں پہنچ سکا۔ مترجم اپنی نارسائی پر معذرت خواہ ہے۔

لطیفہ ۵۴

ان بعض شعرا کا ذکر جو صوفیۂ صافیہ اور طائفہ عالیہ کے مشرب کا ذوق رکھتے تھے

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شعر فی الحقیقت اپنی ذات میں مذموم نہیں ہے بلکہ اس کے اچھے یا برے ہونے کا حکم اس کے اثر کے اعتبار سے ہوگا جیسے کہ کہا گیا ہے، هو كلام فحسنة حسن و قبيحه قبيح یعنی شعر ایسا کلام ہے جس کی خوبی خوب تر اور بدی بدتر ہے۔ یہ جو حق تعالیٰ نے آیت پاک وَّمَاهُوَبِقَوْلِ شَاعِرٍ[1] (اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں۔) میں نبی اور شاعر کی یکجائی کی نفی کی ہے تو اس کا سبب واضح ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک کو اس امر کا مظہر ٹھہرایا کہ وہ شعر کی آلایش کی تہمت سے مبّرا ہے، اس کے علاوہ قرآنی بلاغت کے پرچم کو بَلْ هُوَ شَاعِرٌ[2] (بلکہ اسے (اپنی طرف سے) گھڑ لیا ہے (کچھ نہیں) کے الزام کی پستی سے نکال کر وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعرَ وَمَا یَنبَغِیْ لَهٗ[3] (اور ہم نے اپنے نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان (کی شان) کے لائق ہے) کے اوجِ تقدس پر لہرانا مقصود تھا، نہ یہ ثابت کرنا کہ شعر اپنی ذات کی حد تک بری چیز ہے یا شاعریت اور کلامِ منظوم کا وارد ہونا معیوب اور قابل ملامت ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ نظم قرآن کی تفہیم میں قاصر رہنے والے اسے سلیقۂ شعر کا محتاج خیال نہ کریں اور جھگڑالو مزاج کے لوگ، اللہ انہیں رسوا کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعرا کے زمرے میں شمار نہ کریں۔ یہ شعر اور شعرا کے مقام کی رفعت اور ان کی اثر آفرینی کی منزلت کی واضح ترین دلیل ہے۔ مرتبۂ شعر ملاحظہ کریں کہ کس طرح نبی کی بعثت سے انکار کرنے اور قرآنِ عظیم پر شاعری کی تہمت دھرنے کی تصحیح فرمائی ہے۔

بہرحال اس امر کے باوجود حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم شعرائے متقدمین کے اشعار توجہ سے سماعت فرماتے تھے چنانچہ ایک روز صحابہؓ میں سے ایک صحابی آپ ﷺ کے ساتھ سواری پر جا رہے تھے ان سے آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تمہیں اگلے شاعروں کے شعر یاد ہیں۔ انہوں نے تقریباً ایک ہزار اشعارِ متفرقہ سنائے۔ آپ ﷺ نے تحسین فرمائی۔

---

[1] پارہ ۲۹۔ سورہ الحاقہ، آیت ۴۱

[2] پارہ ۱۷۔ سورہ الانبیاء آیت ۵

[3] پارہ ۲۳۔ سورہ یاسین آیت ۶۹

احمد خلیل [۱] سے روایت ہے کہ رسول علیہ السلام کی کتابِ قصیدہ سے دو شعر منقول ہیں [۲] (نقل از احمد خلیل است کہ دو بیت از قصیدۂ دفترِ رسول ﷺ منقولست)

رضينا قسمة الجبار فينا
لنا علم وللاعداء مال

(ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تقسیم کیا ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ ہمارے لیے علم ہے اور دشمنوں کے لیے مال ہے)

فان المال يفنى عنقريب
وان العلم باق لايز ال

(پس بے شک مال تھوڑی سی مدت میں فنا ہو جاتا ہے اور بے شک علم ہمیشہ باقی رہتا ہے)

آپ ﷺ کے اصحاب کے بہت سے اشعار (کتابوں میں) نقل کیے گئے ہیں، خاص طور پر حضرت علیؓ کا ایک دیوان ہے، جس کے اشعار و مقولات آفتابِ حقائق کا مطلع اور دقیق کلمات کا سرچشمہ ہیں اور جو اصحاب تحقیق و تدقیق کا دستور العمل رہے ہیں۔ علاوہ ازیں فضیلتِ شعر سے متعلق جو کچھ اولیائے کبار اور نامور اہل بلاغت سے روایت کیا گیا ہے اسے شرح و بسط سے بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ بیت

خاصہ کلیدے کہ درِ گنج راست
زیرِ زباں مردِ سخن سنج راست

((حقائق کے) خزانے کے دروازے کی خاص کنجی مردِ سخن سنج کے زیرِ زبان ہوتی ہے)

رودکی

رودکی [۳] کا تعلق ماورا النہر سے ہے۔ وہ مادر زاد نابینا تھا لیکن ایسے ذہین اور تیز فہم تھے کہ آٹھ سال کی عمر میں قرآن

---

[۱] ان کا نام خلیل بن احمد بصری فراہیدی الازدی نحوی ہے۔ علم نحو کے جلیل القدر عالم اور علم عروض کے بانی تھے۔ ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ ''کتاب العین'' ان کی تصنیف کردہ ہے جو اب ناپید ہو چکی ہے البتہ اس کے چند اجزا جو دستیاب ہوئے شائع ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ''تاریخ ادب اللغۃ العربیۃ'' حصہ دوم مصنفہ جرجی زیدان مطبوعہ دارالہلال قاہرہ ۱۹۵۸ء ص ۱۴۰ تا ۱۴۴۔

[۲] خلیل بن احمد بصری نحوی کی اس روایت سے متعلق جو مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۱ پر منقول ہے مترجم کچھ عرض کرنے سے قاصر ہے، علمائے حدیث ہی اس کے بارے میں رائے دے سکتے ہیں۔ مترجم کے علم کی حد تک ڈاکٹر خلیق احمد نظامی مرحوم نے پہلا شعر حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ، سے منسوب کیا ہے۔ ''دی لائف اینڈ ٹائمز آف شیخ فرید الدین گنج شکر'' کے مترجم قاضی محمد حفیظ اللہ نے اپنے حاشیے میں بغیر کسی حوالے کے یہ شعر حضرت علیؓ کی تخلیق بتایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''احوال و آثار شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ'' لاہور ۱۹۸۳ء/ ۱۴۰۳ھ ص ۱۷۶۔

[۳] رودکی تخلص اور ابو عبداللہ جعفر بن محمد نام تھا۔ ۳۰۴ھ میں وفات پائی۔ اسے فارسی شاعری کا باوا آدم خیال کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''دیوانِ کامل رودسمرقندی'' مرتبہ نصرت اللہ نوح تہران چاپ اول ۱۳۶۳ش ص ۳ تا ۶۔

شریف حفظ کرلیا اور شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ چونکہ آواز اچھی تھی اس لیے موسیقی کے فن سے لگاؤ پیدا ہو گیا اور عود بجانا سیکھا اور اس فن میں مہارت حاصل کر لی۔ نصر بن محمد سامانی اُن کا مربی تھا۔ کہتے ہیں کہ سفر میں دو سو غلام اور چار سو بار بردار اونٹ اُن کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اُن کے بعد کسی شاعر کو یہ طاقت و قدرت حاصل نہ ہوئی۔ اس بیان کی ذمہ داری راوی پر ہے کہ اُن کے اشعار کی سو جلدیں برآمد ہوئیں۔ شرح عین میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کے اشعار کی تعداد پچاس ہزار تین سو ہے۔ انہوں نے شراب کی صفت میں کہا ہے۔ ابیات:

آں عقیقینِ مے کہ ہر کہ بدید
از عقیقِ گداختہ نشناخت

(جس کسی نے محبوب کے سرخ لبوں کو دیکھا وہ تمیز نہ کر سکا کہ یہ لبِ محبوب ہے یا پگھلا ہوا عقیق ہے)

ہر دو یک جوہر اندلیک بطبع
ایں بیفسرد[1] آں دگر بگداخت

(اگرچہ دونوں کا جوہر ایک ہے لیکن از روئے طبیعت ایک ٹھٹھر گیا اور دوسرا پگھل گیا)

نابسودہ دو دست رنگیں کرد
نا چشیدہ بتارک اندر تاخت

(بغیر گھسے دونوں ہاتھ رنگین کر دیئے بغیر چکھے سر میں نشہ پیدا کر دیا)

لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ رباعی[2]:

زمانہ پندیِ آزادگانہ داد مرا
زمانہ چوہمی بنگری ہمہ پنداست

(زمانے نے مجھے واضح طور پر نصیحت کی کہ اگر تو زمانے کا بغور مشاہدہ کرے تو تمام تر نصیحت ہے)

زروز نیک کساں غم مخور زبدزنہار
بسا کساں کہ بروز تو آرزو منداست

(لوگوں کے اچھے دنوں پر برائی کے ساتھ رنجیدہ نہ ہو کیونکہ بہت سے لوگ شاید تیرے زوال کے آرزو مند ہوں)

بعض تاریخوں میں یہ واقعہ مذکور ہوا ہے کہ نصیر ابن احمد[3] (سیر و تفریح کے لیے) بخارا سے نکل کر مرو شاہجہاں میں

---

[1] مطبوعہ نسخے میں ''بیفشرد'' نقل کیا گیا ہے۔ مترجم نے دیوانِ رودکی کے مطابق ''بیفسرد'' کو درست قیاس کر کے ترجمہ کیا ہے۔
[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔
[3] غالباً سہوِ کتابت کے باعث ''نصیر ابنِ احمد'' نقل ہوا ہے۔ صحیح ''نصر بن احمد'' ہے جو رودکی کا ممدوح تھا۔ ملاحظہ فرمائیں، ''سیّد حسن غزنوی'' مصنفہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کراچی ۱۹۹۸ء ص ۲۳۲۔

فروکش ہوا اور مدتوں قیام پذیر رہا۔ اس کے درباری امیروں کو بخارا کے محلوں اور باغوں کی یاد ستانے لگی انہوں نے رودکی سے بہت سی باتیں کہیں (اصرار کیا) چنانچہ رودکی نے چند ایسے اشعار نظم کیے جن میں بخارا کے شوق اور اس کی جانب رغبت کے جذبات تھے اور انہیں مناسب وقت پر عود کے ساتھ گا کر بادشاہ کو سنائے۔ رباعی [1]:

بوئے جوئے مولیاں آید ہمی
یادِ یارِ مہرباں آید ہمی

(مجھے دریائے مولیاں کی خوشبو آرہی ہے (اسی کے ساتھ) مہربان دوست کی یاد آنے لگی ہے)

ریگ آموی و درشتی راہِ او
زیرِ پایم پرنیاں آید ہمی

(دریائے آموی کی ریت اور اس کے راستے کی سختی مجھے نرم ریشم کے کپڑے کی مانند محسوس ہو رہی ہے)

آب جیحوں از نشاطِ روئے دوست
خنگ مارا تامیاں آید ہمی

(دوست کے دیدار کی خوشی میں (کوئی پروا نہیں) کہ دریائے جیحوں کا پانی ہمارے گھوڑے کی پیٹھ تک آ گیا ہے)

اے بخارا شاد باش و دیرزی
میرزی تو شادماں آید ہمی

(اے بخارا تو خوش رہ تیری رونق دیر تک قائم رہے تیرا سردار شادمانی کے ساتھ واپس آ رہا ہے)

میر ماہست و بخارا آسماں
ماہ سوئے آسماں آید ہمی

(بادشاہ چاند ہے اور بخارا آسمان ہے۔ اب یہ چاند آسمان پر رونق افروز ہو رہا ہے)

میر سروست و بخارا بوستاں
سرو سوئے بوستاں آید ہمی

---

[1] رباعی میں چار مصرعے ہوتے ہیں یہ کئی اشعار ہیں۔ مترجم نے تمام اشعار رودکی کے مذکورہ دیوان سے نقل کیے ہیں کیونکہ لطائفِ اشرفی کے مطبوعہ نسخے میں اکثر مصرعے صحیح طور پر نقل نہیں ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر غزل (یا قطعہ) کا پہلا مصرع مطبوعہ نسخے میں اس طرح تحریر کیا گیا ہے:

باوجودِ مولیاں آید ہمی

جبکہ صحیح مصرع یوں ہے۔

بوئے جوئے مولیاں آید ہمی

یہ مصرع زیادہ واضح ہے۔ ملاحظہ فرمائیں دیوانِ کامل رودکی سمرقندی ص ۵۹۔

(بادشاہ سرو ہے اور بخارا بوستاں ہے۔ یہ سرو اب بوستاں کی جانب آ رہا ہے)

ان اشعار نے بادشاہ کے دل پر ایسا اثر کیا کہ اپنے خاص گھوڑے پر سوار ہوا اور بغیر کہیں رُکے بخارا پہنچ کر دم لیا۔ بعض تاریخ کی کتابوں میں اس واقعے کو سلطان سنجر اور امیر مغربی سے منسوب کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حکیم سنائی غزنویؒ

حکیم سنائی غزنویؒ [1] کی کنیت ابوالمجد (اور نام) مجدود [2] بن آدم تھا۔ وہ شیخؒ علی لالا کے والد کے چچازاد بھائیوں میں سے تھے جو گروہِ صوفیہ کے شعرا سے رغبت رکھتے تھے۔ حکیم سنائی کے کلام کو تحقیق کر کے ان کی تصانیف میں شامل کیا گیا ہے۔ کتاب (مثنوی) حدیقۃ الحقیقہ، آپ کے کمالِ شاعری نیز اہل معرفت و توحید کے ذوق و وجدان پر قاطع اور واضح دلیل ہے۔ آپ خواجہ یوسف ہمدانی [3] کے مرید تھے۔ آپ کے توبہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں سلطان محمود سبکتگین نے کافروں کے ملک فتح کرنے کے لیے فوج کشی کی۔ جب وہ غزنین سے باہر نکلا تو آپ نے سلطان کی مدح میں قصیدہ کہا۔ اسے سلطان کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے جا رہے تھے کہ راستے میں شراب کی بھٹّی کے سامنے سے گزرے۔ دیکھا کہ ایک مجذوب انتہائی مدہوشی اور مستی کے عالم میں ہیں۔ یہ مجذوب اپنی بلانوشی کی وجہ سے مشہور تھے کیونکہ بے توقف جام پر جام چڑھانے کے عادی تھے۔ آپ نے سنا کہ ان مجذوب نے اپنے ساقی سے کہا، سلطان محمود سبکتگین کے اندھے پن کے طفیل ایک قدح بھر دے کہ میں اسے نوش کروں۔ ساقی نے کہا، (ایسی بات نہ کہو) سلطان مرد غازی اور بادشاہ اسلام ہیں۔ مجذوب نے کہا، ناپسندیدہ شخص ہے۔ جو ملک اس کے تصرف میں ہے وہاں نظم وضبط پیدا نہیں کر سکتا۔ عدل قائم نہیں رکھ سکتا اس کے باوجود دوسرے ملک فتح کرنے کی دُھن میں ہے۔ یہ کہا اور پیالہ پی گیا۔ پھر ساقی سے دوسرا پیالہ یہ کہہ کر طلب کیا کہ اسے سنائی شاعر کے اندھے پن کے صدقے میں بھر دے۔ ساقی نے کہا، سنائی بڑے صاحب فضل اور لطیف طبع شخص ہیں۔ مجذوب نے کہا، اگر وہ لطیف طبع ہوتا تو ایسے کام میں مشغول ہوتا جو اس کے لیے مفید ہوتا۔ [4] اسی کیفیت میں چند برہنہ پائے اور کاغذ پر تحریر کیا کہ:

''اسے کوئی کام نہیں آتا اور نہیں جانتا کہ اسے کس لیے پیدا کیا گیا ہے''

سنائی نے جب یہ جملے سنے تو ان کی حالت متغیّر ہوگئی اور اُس تلچھٹ نوش کی توجہ سے اپنی غفلت کی مستی سے ہوشیار ہو گئے۔ بعد ازاں طریقت کی راہ میں قدم رکھا اور سلوک میں مشغول ہو گئے۔

---

[1] حکیم سنائی غزنوی کا سالِ وفات ۵۳۵ھ ہے۔ بحوالہ ''سرچشمہ تصوف در ایران'' ص ۲۰۴۔

[2] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۲ پر حکیم سنائی کا نام سہوِ کتابت کے باعث مخزود بن آدم نقل کیا گیا ہے۔ صحیح نام مجدود بن آدم ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ محولہ بالا۔

[3] خواجہ یوسف ہمدانی کی کنیت ابو یعقوب تھی۔ آپ نے ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔ (سرچشمہ تصوف در ایران۔ ص ۲۰۴۔)

[4] اس کے بعد یہ جملہ نقل کیا گیا ہے، ''کذانی چند برہنہ یافتہ'' اس جملے کا مفہوم مترجم نہیں سمجھ سکا اس لیے لفظی ترجمہ کر دیا ہے۔

مولانا جلال الدین رومی کے ملفوظات میں مذکور ہے کہ خواجہ سنائی جن ایاّم میں قریب المرگ تھے ایک روز کوئی بات زبان پر لائے۔ حاضرین اپنے کان ان کے منہ کے قریب لے گئے۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا۔ بیت:

باز گشتم زاں کہ گفتم زاں کہ نیست
درسخن معنی و درمعنی سخن

(جو کچھ میں نے کہا اس سے لوٹ آیا کیونکہ کلام میں معنی نہیں ہیں اور معنی میں کلام نہیں ہوتا)

ایک عزیز نے جب یہ شعر سنا تو کہا کہ یہ عجیب حال ہے کہ شاعری ترک کرنے کے باوجود شاعری میں مشغول ہیں۔

آپ ہمیشہ گوشہ نشین اور سب سے الگ تھلگ رہے۔ آپ کے کلمات آپ کے اشعار سے ظاہر ہیں، بنابریں اس کی کیا ضرورت ہے کہ کوئی شخص آپ کی منقبت سے متعلق کچھ تحریر کرے۔ مثنوی:

اے کہ شنیدی صفتِ روم و چیں
خیز و بیا ملکِ سنائی بہ بیں

(اے مخاطب تو نے روم اور چین کی صفت سن لی ہے، اب اُٹھ اور سنائی (کی شاعری) کا ملک بھی آ کر دیکھ)

تاہمہ دل بینی و بے حرص و بخل
تاہمہ جاں بینی و بے کبر و کیں

(تو اسے سراسر ایسا دل دیکھے گا جس میں حرص و بخل نہیں ہے، اسے تمام تر ایسی جان محسوس کرے گا جس میں تکبّر اور عداوت نہیں ہے)

پائے نہ و چرخ بزیرِ قدم
دست نہ و ملک بزیرِ نگیں

(پاؤں نہ ہونے کے باوجود آسمان زیرِ قدم ہے۔ ہاتھ نہ ہونے کے باوجود حکم کے ماتحت ہے)

ورنہ دکانِ ملکی زیرِ دست
چوں نہ رود است فلک زیرِ زیں

(یہ اس لیے ممکن ہے کہ ملکی مقام اس کے ماتحت اور آسمان اس کی زین کے نیچے ہوتا ہے)

قطعہ:

ایں جہاں بر مثالِ مرداراست
کرگساں اندرو ہزار ہزار

(یہ جہان ناپاک لاش کی مثل ہے جس پر ہزارہا گدھ منڈلا رہے ہیں)

ایں مرآں راہمی زند مخبت

واں مرایں راہمی زند منقار

(یہ ناپاک لاش ان کو عاجز کر دیتی ہے اور وہ اِسے چونچ مارتے رہتے ہیں)

آخر الامر بگذرند ہمہ

وز ہمہ باز ماند ایں مردار

(آخر کار سب وہاں سے چلے جاتے ہیں اور یہ ناپاک لاش سب سے پیچھے رہ جاتی ہے)

رباعی:

برسینِ سریر سرسپاہ آمد عشق

برمیمِ ملوک ہمچو ماہ آمد عشق

برکافِ کمال گُل کلاہ آمد عشق

با ایں ہمہ یک قدم زراہ آمد عشق

(جب عشق آتا ہے تو بادشاہ تختِ حکومت اور ملک ترک کر دیتے ہیں۔ عشق انسان کو اوجِ کمال پر پہنچاتا ہے یہ تمام عظمتیں اور بلندیاں عشق کی معراج نہیں ہیں بلکہ اس کی راہ میں صرف ایک قدم چلنا ہے)۔

آپ کا ایک قصیدہ ہے جس میں ایک سو اسّی سے زیادہ اشعار ہیں اور جسے ''رموز الانبیا کنوز الاولیا'' کہتے ہیں اس قصیدے میں آپ نے (معرفت کے) حقائق و لطائف نیز اصول و دقائق بیان کیے ہیں۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

رباعی:[۱]

طلبِ عاشقانِ خوش رفتار

طرب اے مطربانِ شیریں کار

(اے شیریں کلام مطربو! خوش رفتار عاشقوں کی آرزو نشاط ہی نشاط ہے)

تاکے از خانہ ہیں دہِ صحرا

تاکے از کعبہ ہیں درِخمّار

(خبردار! گھر سے ویرانے کی دوڑ کب تک رہے گی؟ کب تک کعبے سے شراب پلانے والے کے دروازے کے چکّر

---

[۱] رباعی میں چار مصرعے (دو شعر) خاص وزن اور بحر کے ہوتے ہیں۔ یہ چار شعر ہیں اور رباعی کے معروف وزن و بحر میں بھی نہیں ہیں، اس کے باوجود ان کا عنوان رباعی دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

لگیں گے)۔

در جہاں شاہدے وما فارغ
در قدح جرعۂ وما ہشیار

(معشوق دنیا میں ہے اور ہم فرصت سے بیٹھے ہیں۔ ساغر میں شراب ہے اور ہم ہوشیار ہیں)

زیں سپس دستِ ماو دامنِ دوست
زیں سپس گوشِ ماو حلقۂ یار

(اس کے بعد ہمارا ہاتھ اور دوست کا دامن ہوگا پھر اس کے بعد ہم دوست کے حلقہ بگوش ہوں گے)

حدیقۃ الحقیقت کے علاوہ آپ کی تین تصانیف حدیقہ کے وزن پر ہیں اور تین دوسری مختصر مثنویاں ہیں۔ مثنوی:

اے بہ پرواز بر پریدہ بلند
خویشتن را رہا شمردہ زبند

(اے مخاطب! تم بہت اونچی اڑان اڑ رہے ہو اور اس گمان میں ہو کہ قید سے رہا ہو گئے ہو)

باز بر سوے لا یجوز یجوز
دشنہ دردست و صور تست ہنوز

(جایز ناجایز کے فتوے صادر کرنے میں مشغول ہو گئے ہو۔ ہاتھ میں خنجر ہے اور ہیئت بھی ویسی ہی بنا رکھی ہے)

تاتو دربند حبسِ تالیفی
تختۂ نقشِ کلکِ تکلیلی

(آخر کب تک تالیفات کے قید خانے میں بند رہو گے اور کب تک حروف چمکانے والے قلم سے مشق کرتے رہو گے)

مثنوی حدیقہ کے اختتام کا سال پانچ سو پچیس ہجری ہے۔

شیخ فرید الدین عطارؒ

آپ شیخ مجد الدین بغدادی کے مرید تھے۔ آپ نے کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' کے دیباچے میں جو آپ سے منسوب ہے، تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں شیخ مجد الدین بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا خیریت تو ہے۔ فرمایا، مبارک ہیں وہ سپہ سالار جو اس امّت میں پیدا ہوئے ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا ہے، علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے عالم بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہیں) پس میں اس لیے رو رہا ہوں کہ گزشتہ کل میں نے دعا کی تھی کہ خدایا تیرا کوئی کام بے سبب نہیں ہے، مجھے بھی اُس جماعت کے افراد میں شامل فرمایا اُن لوگوں

میں داخل فرما جنھوں نے اُن بزرگوں کو دیکھا ہے، مجھ میں ان کے علاوہ کسی دوسری جماعت میں شامل کیے جانے کی طاقت نہیں ہے۔ بس میں اسی وجہ سے رو رہا ہوں کہ میری دعا قبول ہوئی ہے یا نہیں۔

(یہ بھی) بیان کیا گیا ہے کہ آپ اویسی تھے اور آپ کی توبہ کا سبب یہ تھا کہ ایک روز آپ اپنی عطّاری کی دکان پر لین دین میں مصروف تھے۔ اس اثنا میں ایک درویش آیا اور اس نے چند بار ''اللہ کے لیے کچھ دو بابا'' کی صدا لگائی۔ آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ درویش نے کہا، اے خواجہ تم جان کیسے دو گے؟ آپ نے فرمایا جیسے تم جان دو گے۔ درویش نے کہا تم میری طرح جان دے سکوگے؟ آپ نے جواب دیا ہاں تمہاری طرح۔ درویش نے اپنا لکڑی کا پیالہ سر کے نیچے رکھا اور لیٹ گیا۔ اس کی جان نکل چکی تھی۔ آپ کا حال متغیّر ہوگیا۔ دکان لٹا کر گروہِ صوفیہ میں شامل ہوگئے۔

منقول ہے کہ حضرت مولوی بڑھاپے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں اپنی کتاب ''اسرار نامہ'' عنایت کی۔ مولانا رومی ہمیشہ اس کا مطالعہ کرتے رہتے تھے اور اس کے مطابق شعر بھی کہتے تھے۔

گرد عطّار گشت مولانا
شربت از دست شمس نوش نمود

(مولانا جنابِ عطّار کے گرد پھرے اور شربت شمس تبریزی کے ہاتھ سے پیا)

ایک اور مقام پر کہا ہے، بیت:

عطّار روح بود سنائی دو چشم ما
ما ازپےِ سنائی و عطّار آمدیم

(عطّار ہماری روح اور سنائی دونوں آنکھ تھے، ہم سنائی اور عطّار کے پیچھے آئے ہیں)

جس قدر توحید کے اسرار اور حقائق کی وجدانی کیفیات آپ نے اپنی مثنویوں اور غزلوں میں بیان کی ہیں اس قدر مقولات اس گروہ کے کسی بزرگ کے ہاں نہیں پائے جاتے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ متقدمین کی کتابیں اور کاملین کے ملفوظات اس قدر موثر نہیں ہیں جس قدر خواجہ عطار کا کلام موثر ہے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوا کہ فقیر کو ''منطق الطیر'' سے صوفیہ کی نسبتِ جذبہ اور کیفیتِ سلوک حاصل ہوئی اور کبھی یوں ہوا کہ اس گروہ کے مشکل الفاظ اور پیچیدہ اسرار جو کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے تو میں نے اس کتاب سے رجوع کیا۔ کبھی کتاب ہاتھ میں لینے سے پہلے مقامات حل ہوگئے۔ کبھی مطالعے کے وقت متقدمین اور دیگر چند اصحاب کی تصانیف پڑھنے کا شوق اور میلان پیدا ہوا۔ سب سے پہلے حضرت خواجہ نظامی قدس اللہ سرہ کا خمسہ، اس کے بارے میں فرماتے تھے کہ خبردار خبردار خواجہؒ کے کلام کو افسانہ خیال نہ کریں۔ حضرت شیخ فرید عطّار کی تصنیفات، حضرت شیخ شرف منیری کے مکتوبات، شیخ سعدی شیرازی کے کلام، عین القضاۃ ہمدانی کی تصنیفات سے متعلق بہت اچھا اعتقاد رکھتے تھے۔ شیخ اکبر اور ان

کے متبعین کی تصنیفات پڑھنے کی بہت رغبت دلاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ شیخ اکبر کی کتابیں پڑھنے کے لیے بہت زیادہ قابلیت اور قوتِ علمی کی ضرورت ہے تاہم برحسبِ عقیدہ فائدے سے خالی نہ رہیں گے۔ حضرت شیخ حسین مغزبلخی کے رسائل کے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ شاہ بازِ توحید ہیں اگرچہ ابتدائی حال کے حامل تھے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم زادہ شیخ نور نور اللہ قلبہ، فرماتے تھے کہ سالک کے لیے منطق الطیر کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نفع بخش اور سودمند نہیں ہے بشرطیکہ زبانِ مشرب رکھتا ہواور صوفیہ کے احوال اس پر نازل ہوئے ہوں۔ بیت:

توئی معنی و بیرونِ تو اسم است
توئی گنج و ہمہ عالم طلسم است

(تیری ذات حقیقت ہے اور اسم تیری ذات سے خارج ہے۔ خزانہ تو ہی ہے باقی تمام عالم طلسم ہے)

حضرت شیخ عطارؒ نے سنہ چھ سوستائیس ہجری میں کافروں کے ہاتھ سے شہادت پائی اس وقت آپ کی عمر ایک سو چودہ سال تھی۔ آپ کا مزار نیشاپور میں ہے۔

شیخ شرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدی شیرازیؒ

سعدی شیرازی گروہِ صوفیہ کے فاضلوں میں سے تھے۔ آپ شیخ عبداللہ خفیف[1] قدس اللہ سرہ کی درگاہ شریف کے مجاور تھے۔ دینی علوم سے کامل طور پر بہرہ مند اور آداب سے پوری طرح واقف تھے۔ بہت سفر کیے اور ملکوں کی سیاحت کی۔ کئی بار پاپیادہ حج ادا کیے۔ ہندوستان کے سفر میں سومنات کے مندر تک پہنچے اور بت کو توڑا۔

آپ نے بہت سے مشائخ کبار سے ملاقات کی۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دورانِ سفر بیت المقدس پہنچے وہاں تقریباً چالیس سال تک لوگوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی۔ ایک روز جبکہ اس خدمت کا ابتدائی زمانہ تھا، آپ دریائے دجلہ پر آئے۔ پیاسوں کے لیے مشک پانی سے پُر کر کے چلنے لگے۔ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور آپ سے پانی طلب کیا۔ آپ نے کہا کہ میاں تم دریائے دجلہ پر کھڑے ہو، خود ہی پانی پی لو۔ یہ پانی میں پیاسوں کے لیے لے جارہا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ میں تو تمہارے پاس اس لیے آیا تھا کہ تمہیں وصال کا آبِ حیات پلاؤں۔ اب جبکہ تم نے قبول نہیں کیا تو میں کیا کرسکتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ شخص نظروں سے غائب ہوگیا۔ اس کے بعد آپ جس کسی کو پانی دیتے تو یہ کہتے، اے خضر پانی پیو۔ چالیس سال یہی کہتے ہوئے گزار دیئے کہ اے خضر پانی لو پانی پیو۔ چالیس سال کے بعد وہی شخص پھر نمودار ہوا اور شیخؒ کو (روحانی) ذوق کا آبِ حیات عنایت کیا۔ بعدازاں آپ شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردیؒ) کی خدمت میں پہنچے

---

[1] مطبوعہ نسخے میں عبداللہ خنیف نقل کیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ آپ کا نام ابوعبداللہ محمد بن خفیف اسکفشار نبی شیرازی تھا۔ ۳۹۱ ہجری میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں ''سرچشمہ تصوف در ایران'' ص ۲۰۲۔

اور اُن سے استفادہ کیا۔ حجاز کے ایک سفر میں اپنے شیخ کے ہمراہ رہے۔ آپ کے جس شعر پر ندائے غیبی آتی اسے کتاب اشعار میں نقل کرتے۔ آپ نے سنہ چھ سو اکیانوے ہجری کے ماہِ شوال کے نصف آخر میں کسی جمعے کو وفات پائی۔

شیخ فخر الدین ابراہیم المعروف بہ عراقیؒ

شیخ فخر الدین عراقی کتاب ''لمعات'' کے مصنف ہیں۔ آپ کے اشعار کا دیوان مشہور ہے۔ آپ ہمدان کے نواحی علاقے میں پیدا ہوئے۔ کم عمری میں قرآن پاک حفظ کیا اور بے حد خوش الحانی سے تلاوت کرتے تھے، اسی بنا پر اہل ہمدان آپ کی خوش الحانی کے گرویدہ تھے۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد آپ علوم کی تحصیل میں مشغول ہوگئے اور سترہ سال کی عمر میں اس علاقے کے مدارس میں مشہور ہوگئے۔

ایک مرتبہ قلندروں کی ایک جماعت ہمدان میں وارد ہوئی۔ ان میں ایک صاحب جمال لڑکا بھی شامل تھا۔ عراقی جن پر مشربِ عشق غالب تھا، اسے دیکھتے ہی سو جان سے اس کے عاشق و طالب ہوگئے۔ کچھ عرصے بعد قلندر ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوگئے- آپ نے چند روز تو اپنے آپ کو سنبھالا، لیکن جب محبوب کی جدائی کا احساس حد سے بڑھ گیا تو ہندوستان روانہ ہوگئے۔ قلندر راستے ہی میں مل گئے۔ آپ نے ان ہی کے رنگ ڈھنگ اختیار کرلیے اور ان کی جماعت میں شامل ہوگئے۔ جب قلندروں کی جماعت ملتان پہنچی تو شیخ بہاؤ الدین کی خدمت میں حاضر ہوئی، پھر جب ملتان سے روانہ ہونے لگی تو آپ کے دل میں شیخؒ کی صحبت میں رہنے کی آرزو پیدا ہوئی، اُدھر شیخؒ نے بھی تصرف فرمایا۔ آپ نے شیخ ؒ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ شیخ نے آپ کو خلوت میں بٹھا دیا۔ ابھی اس چلّے کے دو ہفتے گزرے تھے کہ آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور نسبتِ قوی ظاہر ہوئی۔ اسی عالمِ وجد میں یہ غزل وارد ہوئی۔ بیت :

نخستیں بادہ کا ندر جام کردند
زچشم مستِ ساقی وام کردند

(پہلے پہل جب (عشق کی) شراب (دل کے) پیانے میں ڈالی تو ساقی کی چشمِ مست سے اُدھار لے کر ڈالی)

آپ یہ غزل خوش الحانی کے ساتھ بلند آواز سے پڑھتے اور روتے تھے- جب اہل خانقاہ نے اس طرح غزل گاتے ہوئے سنا تو ازراہِ مخالفت یہ بات شیخ ؒ کے سمع مبارک تک پہنچائی کہ عراقی اس سلسلے کے مشرب کے خلاف غزل پڑھتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں حالانکہ سہروردیوں کے مشرب میں سوائے ذکر جہری اور تلاوتِ قرآن کے دوسری باتوں کی اجازت نہیں ہے۔ شیخ ؒ نے فرمایا، یہ بات تمہارے لیے منع ہے لیکن عراقی کے لیے منع نہیں ہے۔ چند روز اسی طرح گزر گئے کہ ایک روز اہل خانقاہ میں سے کسی شخص کا گزر شراب خانے کے سامنے سے ہوا۔ اس نے دیکھا کہ شراب پینے والے مستی کے عالم میں یہ غزل چنگ و چغانہ کے ساتھ گا رہے ہیں۔ وہ شخص شیخ ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورت حال سے آگاہ کیا کہ شیخ حاکم ہیں۔ شیخ ؒ (سجادے سے) اٹھے اور خلوت کی جگہ تشریف لائے اور فرمایا، عراقی تم کیا پڑھ رہے ہو مجھے سناؤ۔ عراقی نے

غزل پڑھنی شروع کی آخر میں یہ مقطع سنایا۔ بیت:

چو خود کردند ازِ خویشتن فاش
عراقی راچرا بدنام کردند

(جب اپنا راز خود ہی آشکار کر دیا تو عراقی کو کیوں بدنام کیا)

شیخ نے فرمایا، اٹھو! تمہارا کام پورا ہوگیا۔ تم مے خانے میں مناجات کرتے ہو، خلوت سے باہر نکلو۔ آپ حسب الحکم باہر آئے اور شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ شیخؒ نے اپنے دست مبارک سے آپ کا سر خاک سے اٹھایا، خلوت منسوخ کر دی اور اپنے جسم مبارک سے خرقہ اتار کر آپ کو پہنایا۔ بعدازاں اپنی صاحب زادی کو آپ کے نکاح میں دیا جن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ان کا لقب کبیر الدین تھا۔ آپ پچیس سال شیخؒ کی خدمت میں رہے جب شیخؒ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے آپ کو بلایا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا اور رحمتِ حق کے جوار میں تشریف لے گئے۔ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت چوں کہ شیخ کی توجہ آپ پر زیادہ تھی اس لیے اُن میں سے بعض آپ سے حسد کرنے لگے اور بادشاہِ وقت تک یہ شکایت پہنچائی کہ آپ کا زیادہ تر وقت شعر خوانی اور صاحبِ جمال نوخیز لڑکوں کی صحبت میں گزرتا ہے بنا بریں آپ حسب سابق خلافتِ شیخ کے مستحق نہیں ہیں۔ جب مولانا عراقی کو اس شکایت کی خبر ہوئی تو آپ تمام امور سے دست کش ہوگئے اور حرمین شریفین کی زیارت کے لیے چلے گئے، اللہ تعالیٰ اِن دونوں مقامات کا شرف بڑھائے۔ کعبے شریف کی زیارت کے بعد آپ روم تشریف لے گئے اور وہاں شیخ صدر الدین قونوی کی صحبت میں ان سے تربیت حاصل کی۔ یہاں ایک جماعت فصوص الحکم پڑھتی تھی، ان سے فصوص سنتے تھے۔ فصوص الحکم کے درس کے زمانے میں آپ نے اپنی کتاب ''لمعات'' تحریر کی۔ جب کتاب ختم کی تو اسے شیخ صدر الدین قونوی کے ملاحظے کے لیے پیش کی۔ شیخ صدر الدین قونوی نے کتاب پسند کی اور بے حد تحسین فرمائی۔

معین الدین [1] پروانہ آپ کے معتقدوں میں سے تھے۔ ایک روز وہ میدان کی طرف جانکلے، دیکھا کہ آپ چوگان ہاتھ میں لیے نوجوانوں کے درمیان کھڑے ہیں۔ امیر معین الدین نے عرض کیا کہ حضرت ہم کس فریق کی طرف ہوں۔ آپ نے فرمایا اس طرف اور ہاتھ سے ایک راستے کی جانب اشارہ کیا۔ امیر اسی طرف روانہ ہوگئے۔ جب امیر نے وفات پائی تو آپ روم سے مصر تشریف لے گئے۔ وہاں کے بزرگ استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے اور آپ کو عزت کے ساتھ شہر میں لے گئے۔ سلطانِ مصر کو بھی آپ سے کلّی اعتقاد پیدا ہوگیا اور آپ کو مصر کا شیخ الشیوخ مقرر کر دیا لیکن آپ اسی طرح بے تکلف بازاروں میں پھرتے اور رقص کرتے تھے۔

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۶۵۔ ''معین الدین برادیہ'' تحریر کیا گیا ہے۔ یہ ''معین الدین پروانہ'' ہیں، ملاحظہ فرمائیں ''تاریخ تصوف دراسلام'' مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی، تہران چاپ دوم ۱۳۴۰ ش، ص ۵۰۰ حاشیہ ۲۔

ایک روز آپ کفش گروں کے بازار سے گزرے، وہاں ایک کفش گر کے لڑکے پر آپ کی نظر پڑی۔ آپ اس کے شیفتہ ہوگئے۔ کفش گر کو سلام کیا اور دریافت کیا کہ یہ کس کا فرزند ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ نے اس لڑکے کے ہونٹوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ افسوس ایسے لب و دنداں گدھے کی کھال میں ملوث ہوں۔ کفش گر نے عرض کی شیخ ہم فقیر لوگ ہیں، ہمارا یہی پیشہ ہے۔ اگر دانتوں سے گدھے کی کھال نہ پکڑیں تو روٹی کہاں سے حاصل کریں گے۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ ہر روز کتنا کام کرتا ہے اور اسے اس کام کی کتنی اجرت ملتی ہے۔ اس نے کہا ہر روز چار درم کماتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کو ہر روز آٹھ درم دوں گا، آئندہ یہ ہرگز ایسا کام نہ کرے۔ آپ ہر روز وہاں جاتے اور اپنے اصحاب کے ساتھ کفش گر کی دکان پر بیٹھتے اور سب طرف سے توجہ ہٹا کر لڑکے کو دیکھتے رہتے۔ اشعار پڑھتے اور روتے رہتے۔ دشمنوں نے یہ خبر سلطان کو پہنچائی۔ سلطان نے دریافت کیا کہ شیخ اس لڑکے کو اپنے گھر لے جاتے ہیں یا نہیں انہوں نے جواب دیا نہیں لے جاتے۔ پھر دریافت کیا کہ لڑکے کے ساتھ دکان میں خلوت کرتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا خلوت نہیں کرتے۔ سلطان نے دوات اور قلم طلب کیے اور کاغذ پر تحریر کیا کہ شیخ فخر الدین عراقی کو روزانہ جو وظیفہ دیتے ہیں اس پر پانچ دینار کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ دوسرے دن جب شیخ عراقی اور سلطان کی ملاقات ہوئی تو سلطان نے کہا، افسوس ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ کفش گر کی دکان پر اس کا لڑکا آپ کے منظور نظر ہوا ہے اور آپ نے ایک حقیر رقم اس کے اخراجات کے لیے مقرر کردی ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو لڑکے کو خانقاہ بھیج دیا جائے۔ آپ نے فرمایا، ہمیں اس کا مفاد مطلوب ہے ہم کسی طرح حکم دینا پسند نہیں کرتے۔

کچھ عرصے بعد آپ مصر سے شام چلے گئے۔ سلطانِ مصر نے شام کے ملک الامرا کو لکھا کہ وہ تمام مشائخ اور علمائے کبار کے ساتھ شیخ فخر الدین عراقی کا استقبال کرے۔ ملک الامرا کا ایک فرزند صاحبِ جمال تھا جوں ہی آپ کی نظر اس پر پڑی بے اختیار اپنا سر اس کے قدموں میں رکھ دیا۔ لڑکے نے بھی اپنا سر شیخ کے قدموں میں ڈال دیا۔ ملک الامرا آپ کو لے گیا اور بیٹے کے ساتھ موافقت کی۔

دمشق والوں کے دل میں آپ کی مخالفت پیدا ہوئی لیکن وہ اس کے اظہار کی جرات نہ کرسکے۔ شیخ مستقل طور پر دمشق میں قیام پذیر ہوگئے۔ چھ ماہ بعد آپ کے فرزند کبیر الدین بھی ملتان سے آپ کے پاس آگئے اور ایک عرصہ والد کی خدمت میں بسر کیا۔ بعد ازاں شیخ بیمار ہوگئے۔ ایک روز بیٹے کو طلب کیا اور وصیت فرما کر رخصت کیا، قطعہ:[1]

در سابقہ چوں قرارِ عالم دادند
مانانکہ نہ بر مراد آدم دادند[2]

---

[1] یہ قطعہ نہیں بلکہ ہر اعتبار سے مکمل رباعی ہے۔

[2] غالباً اس مصرعے میں سہو کتابت ہے۔ مترجم نے ''مانانکہ'' کو ''ماناکہ'' قیاس کیا ہے۔

زاں قاعدۂ قرار کاں دور افتاد
نے بیش بکس وعدہ و نے کم دادند

(جب ازل میں عالم کو قائم کیا تو شاید اسے انسان کی مراد کے مطابق نہیں رکھا۔ اس قاعدۂ قرار سے جو دور جا پڑا وعدے کے مطابق نہ زیادہ ملتا ہے نہ کم)

۸ / ذی قعدسنہ چھ سو چھیاسی ہجری میں دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپ کی قبر صالحہ دمشق میں شیخ محی الدین ابن عربی قدس سترہ، کے مرقد کے عقب میں ہے اور آپ کے فرزند کبیر الدین کی قبر آپ کے پہلو میں ہے، رحمتہ اللہ علیہ۔

امیر حسینیؒ

امیر حسینی رحمتہ اللہ علیہ کا نام حسین بن عالم ابن ابا الحسین تھا۔ آپ کا وطن کز تھا جو غور کے نواح میں واقع ہے۔ آپ علومِ ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ آپ کی تصنیف ''کنزالرموز'' سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ آپ بے واسطہ شیخ بہاؤالدین زکریا کے مرید تھے۔ نیز لوگوں میں یہی مشہور ہے لیکن میں نے بعض کتابوں ایسا دیکھا ہے کہ آپ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے مرید تھے- شیخ رکن الدین اپنے والد شیخ صدر الدین کے اور شیخ صدر الدین اپنے والد شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے بعض منظوم ہیں جیسے کنز الرموز اور زادالمسافرین اور بعض نثر میں لکھی ہیں جیسے نزہتہ الارواح، روح الارواح اور صراطِ المستقیم وغیرہ آپ کا ایک دیوانِ اشعار ہے جس کے اشعار بے حد لطیف ہیں اور سوالات منظوم بھی آپ کے تصنیف کردہ ہیں جن کے جواب شیخ محمود شبستری نے دیے ہیں اور جو شیخ محمود شبستری کی تصنیف ''گلشنِ راز'' کی بنیاد بنے ہیں۔

آپ کی توبہ کا سبب یہ تھا کہ ایک روز آپ شکار کھیلنے کے لیے نکلے۔ ایک ہرن سامنے آیا۔ آپ چاہتے تھے کہ اس پر تیر چھوڑیں۔ ہرن نے آپ کی جانب دیکھا اور کہا، حسینی تم مجھے تیر مار رہے ہو، خدائے تعالیٰ نے تمہیں اپنی بندگی اور معرفت کے لیے پیدا کیا ہے نہ کہ تیر مارنے کے لیے۔ ہرن یہ کہہ کر غائب ہوگیا۔ آپ کے باطن میں طلب الٰہی کی آگ بھڑک اٹھی۔ جو کچھ آپ کے پاس تھا اسے راہِ خدا میں لٹا دیا اور خود جو القیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملتان آ گئے۔ شیخ رکن الدین نے اس جماعت کی ضیافت کی۔ جب رات ہوگئی تو انہوں نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، فرما رہے ہیں کہ میرے فرزند کو اس جماعت سے نکال کر کام (سلوک) میں مشغول کرو۔ دوسرے روز شیخ رکن الدین نے جماعت سے دریافت کیا کہ تم لوگوں میں سیّد کون ہے؟ انہوں نے میر حسینی کی جانب اشارہ کیا۔ شیخ رکن الدین آپ کو ان کے درمیان سے نکال لائے اور آپ کی تربیت کی یہاں تک کہ آپ اعلیٰ مقامات تک پہنچ گئے۔ اس کے بعد آپ کو خراسان جانے کی اجازت دی۔ آپ ہرات آ گئے، وہاں کے تمام لوگ آپ کے مرید اور معتقد ہوگئے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ ملتان کے بعض لوگوں سے سننے میں آیا کہ شیخ رکن الدین نے بھی اپنی ایک صاحب

زادی میر حسینی کے عقد میں دی تھی جیسے شیخ فخر الدین عراقی کا نکاح شیخ بہاؤ الدین کی صاحب زادی سے ہوا تھا۔ دونوں بزرگوں نے اسی شہر میں اپنی مشہور کتابیں ''لمعات'' اور ''نزہتہ الارواح'' تصنیف کیں۔ دونوں کتابیں شیخ کے ملاحظے کے لیے پیش کی گئیں، شیخ نے فرمایا، لمعات میں خاص کیفیت کارفرما ہے جبکہ نزہتہ الارواح میں نسبتِ خاص اور نسبت عام دونوں نسبتیں واقع ہیں۔ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق بہرہ مند ہوسکتا ہے لیکن لمعات دوسری طرح کے لمعوں (روشنی) کی حامل ہے۔ میر حسینی کی وفات ٦/شوال سنہ سات سو دس ہجری میں ہوئی، ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کا سالِ وفات چھ سو ننانوے ہجری ہے۔ آپ کی قبر شہرِ ہرات میں عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے مزار کے گنبد سے باہر ہے۔ [1]

شیخ اوحد الدین اصفہانیؒ

شیخ اوحد الدین اصفہانی سے متعلق سننے میں آیا ہے کہ آپ شیخ اوحد الدین کرمانی کے اصحاب میں تھے۔ یہ نسبت اس (صحبت) سے ہے۔ آپ کا ایک دیوانِ اشعار ہے جس میں بے حد لطیف شعر درج ہیں اس دیوان میں جو ترجیعات (نظم کی ایک قسم) ہیں وہ حقائق و معارف پر مشتمل ہیں۔ ایک مثنوی ''جامِ جم'' ہے جو شیخ سنائی کی حدیقہ کے وزن اور اسلوب میں ہے۔ اس کے اشعار بے حد لطیف ہیں۔ اس مثنوی کے چند ابیات یہ ہیں۔ مثنوی:

اوحدی شصت سال سختی دید
تاشبے روئے نیک بختی دید

(اوحدی نے ساٹھ سال سختی دیکھی تب کہیں جا کر ایک شب نیک بختی کا منہ دیکھا)

سر گفتارِ ما مجازی نیست
باز گردیدہ کیں ببازی نیست

(ہمارے کلام کا خلاصہ مجازی نہیں ہے نہ بے معنی بات اور کھیل کود ہے)

سالہا چوں فلک بسر گشتم
تافلک وار دیدہ ور گشتم

(سالہا سال آسماں کی طرح سر کے بل پھرتا رہا ہوں تب آسمان کی مانند دیدہ ور ہوا ہوں)

برسرِ پائے چلّہ داشتہ ام
چونہ از بہر ذلّہ داشتہ ام [2]

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳٦٧ پر یہ عبارت ہے۔ '' قبر وے در مصرخ ہر اتست بیرونِ گنبدِ مزار عبداللہ بن جعفر طیارؓ۔ مصرخ کے لغوی معنی فریاد رس ہیں۔ اس عبارت کا کوئی مفہوم نہیں نکلتا۔ مترجم کے قیاس میں جملہ یہ ہوگا '' قبر وے در مصرِ ہرات است'' اس قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] دوسرے مصرعے میں ابہام ہے۔

(میں نے سر کے بل چلّہ کیا ہے میں نے ذلت کے لیے ایسا نہیں کیا)

در دروں خلو تسیت با یارم
وز بروں درمیان بازارم

(باطن میں مجھے دوست کے ساتھ خلوت نصیب ہے، خارج میں میں بازار کے درمیان ہوں)

کس نہ بیند جمالِ خلوتِ من
رہ ندارد کسے بخلوتِ من

(میری خلوت کا جمال کوئی نہیں دیکھتا، میری خلوت گاہ میں کسی کا گزر نہیں ہے)

تا دلِ من بدوست پیوستست
سوزہا گرد سرمن شست[1]

آپ نے حکیم سنائی کے قصیدۂ رائیہ کے جواب میں بہت اچھا قصیدہ کہا ہے۔ اس قصیدے کے اشعار کی تعداد ایک سو اسی ہوگی۔ اس کا مطلع یہ ہے، ابیات:

سرِ پیوند من ندارد یار
چوں تواں شدز بخت برخوردار

(دوست ہماری محبت سے بے تعلق ہے تو ہم کس طرح نصیب سے حصہ پا سکتے ہیں)

کار با مایکست در ہمہ شہر
و آن یکے تن نمی دہد درکار

(سارے شہر میں ہمارا سروکار ایک ہستی سے ہے اور وہی ایک ہستی ہم سے تغافل اختیار کیے ہوئے ہے)

ہمدمے نیست باکہ گویم راز
محرمے نیست تابنالم زار

(میرا کوئی ہمدم نہیں ہے جس سے رازِ دل بیان کروں، میرا کوئی محرم نہیں ہے کب تک تنہا زار زار روتا رہوں)

آپ کی قبر تبریز کے سبزہ زار میں ہے جس پر تاریخ وفات تحریر ہے اور وہ سنہ سات سو اڑتیس ہجری ہے۔

افضل الدین خاقانی

افضل الدین خاقانی اگرچہ فلکی کے شاگرد تھے (لیکن) شاعری کے میدان میں کامل شہرت حاصل کی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی ذات میں شعر گوئی کے اطوار سے ماورا کوئی اور طور بھی ودیعت کیا گیا تھا جس کے مقابلے میں شعر کی حیثیت

[1] دوسرا مصرع وزن سے گر گیا ہے اور مہمل بھی ہے۔ ترجمہ ممکن نہیں ہے۔

کم تر رہتی ہے، جیسا کہ خود فرماتے ہیں، بیت:

شعر چہ باشد برمن تا کہ زنم لافِ او[۱]
ہست مرا فن دگر غیر فنون شعراوَ

(شعر ایسا پھل نہیں ہے جس کے لیے شیخی ماروں۔ میرا فن دوسرا ہے جو فنونِ شعر سے مختلف ہے)

آپ کا کلام اس مشاہدے پر مبنی ہے، قطعہ:

صورتِ من ہمہ او شدہ صفت من ہمہ او[۲]
لاجرم کس من ومن کس نشود اندر سخنم

(میری صورت تمام تر اس کی صورت اور میری صفت تمام تر اس کی صفت ہوگئی ہے)

نزنم ہیچ درے تا کہ نگویند آں کیست
چوں بگویند مرا باید گفتن کہ منم[۳]

(میں کسی ایسے دروازے پر دستک نہیں دیتا جو مجھے نہیں پہچانتے۔ جب عزت سے پیش آئیں تو کہنا چاہیے کہ میں ہوں)۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ قطعہ:

عشق نمی فشرد پای بر نمط کبریا[۴]
بردبدست بخت ہستی مارا
ماو شمارانیفتد بیخود سراست
زانکہ نہ گنجدد رو زحمت ما وشما

آپ کا بہت سا کلام اسی نوعیت کا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو صوفیہ کے پاک مشرب سے شرب کلّی حاصل تھا۔ آپ المستضی نور اللہ کے عہد خلافت میں تھے۔ آپ نے عربی قصیدے میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن ایک دوسرے مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ لوشیر کے والی، شروانشاہ اور منوچہر آپ کے ممدوح تھے۔ شروانشاہ نے جسے خاقان بھی کہتے تھے آپ کی تربیت کی تھی۔ وہ قصّہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ شروانشاہ اور فضلا کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی۔ شروانشاہ نے کہا کہ شعرا حضرات بادشاہوں کی مصاحبت میں خوش طبع ہوجاتے ہیں اور شعر کی قابلیت پیدا کرتے ہیں اور فضلا کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا

---

۱ پہلا مصرع بے وزن نقل کیا گیا ہے نیز دوسرے مصرعے میں مطلب خبط ہوگیا ہے۔ مترجم نے قیاسی ترجمہ کیا ہے۔
۲ پہلا مصرع وزن سے گر گیا ہے۔ ۳ دوسرا مصرع بے وزن نقل کیا گیا ہے۔
۴ اس قطعے میں سوائے پہلے مصرعے کے تمام مصرعے سہوِ کتابت کے باعث بے وزن اور مہمل ہوگئے ہیں۔ اسے بے ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔

ہے۔ آخر میں یہ بات طے ہوئی کہ ایک لڑکے کی تربیت کی جائے۔ شروانشاہ نے ایک بڑھئی کے لڑکے کو حاصل کیا اور اس کی تربیت کی جانب متوجہ ہوگیا۔ پہلے اسے تعلیم کے لیے بٹھایا جب لیاقت پیدا ہوگئی تو اس سے کہا کہ کبھی کبھی شعر بھی کہا کرو، اور اس کے معلم کو بھی ہدایت کی کہ لڑکے کو شعر کہنے کی تعلیم اور ابیات نظم کرنے کو ترغیب دیا کرو۔

(ایک روز) جب وہ لڑکا خاقان کی ملازمت سے مکتب خانے جارہا تھا تو اس نے راستے میں ایک اونٹ دیکھا جس نے روئی کے کھیت کی طرف منہ کر رکھا تھا۔ لڑکے کے دل میں آیا کہ میں یہ شعر کہوں، بیت:

اے اشترا کز گردنا دانم چہ خواہی کردنا
گردن دراز کردہ پنبہ بخواہی چردنا[۱]

(اے کج گردن اونٹ میں جانتا ہوں تو کیا کرنا چاہتا ہے۔ گردن لمبی کرکے روئی چرنا چاہتا ہے)

لڑکا جب دوسرے روز خاقان کی خدمت میں آیا تو یہ شعر کاغذ پر لکھ کر لایا۔ بادشاہ نے یہ شعر پڑھا تو اسے ہنسی آ گئی۔ فرمایا ایسا نہ ہو کہ اہل فضل یہ کاغذ دیکھ لیں۔ پھر اسے اپنی خواب گاہ کی چھت کی لکڑی میں ٹھونس دیا اور لڑکے کو ہر روز (شعر کہنے کی) ترغیب دیتا رہا۔

(اس کے بعد) ایسا اتفاق ہوا کہ ارکانِ دولت نے باہمی مشورے کے بعد طے کیا کہ بادشاہ ہلاک کردیا جائے۔ تجویز یہ قرار پائی کہ جراح کو ہمت دلائی جائے اور اسے بہت سازر و مال دیا جائے کہ جب وہ تنہائی میں خط بنانے جائے تو اپنا کام پورا کردے (بادشاہ کا سرکاٹ دے)۔ جراح نے اس تجویز کو قبول کرلیا، چنانچہ فرصت کے وقت اسی خلوت خانے میں جس میں کاغذ اڑسا ہوا تھا داخل ہوا۔ جراح کو سر کاٹنا میسر نہ ہوا۔ اس نے سوچا کہ ٹھوڑی کے نیچے بال تراشتے ہوئے سرکاٹ دیا جائے۔ جب بادشاہ کا سر بلند ہوا اور اس کاغذ پر نظر پڑی تو بے ساختہ پڑھا۔ مصرع:

اے اشترا کز گردنا دانم چہ خواہی کردنا

(اے کج گردن اونٹ میں جانتا ہوں کہ تو کیا کرنا چاہتا ہے)

جراح کے ہاتھ پیر کانپنے لگے اور وہ بادشاہ سے معذرت کرنے لگا اور سارا راز اگل دیا کہ بادشاہ میں بے قصور ہوں، آپ کے وزیروں نے آپ کے مارنے کی سازش کی تھی۔ بادشاہ عجیب حیرت میں مبتلا ہوا پھر جب اس سے استفسار کیا تو جراح نے تمام قضیہ بیان کردیا۔ بادشاہ نے اس شعر کو بابرکت خیال کیا کہ اس کے سبب ہماری جان بچی۔ اس نے لڑکے کو طلب کیا اور اپنے لقب خاقان کی نسبت سے اسے خاقانی کا لقب عطا کیا۔ خاقان ہی کی تربیت سے خاقانی اس مرتبے کو پہنچے کہ متقدمین فضلا کے پیشوا قرار دیے گئے۔ آپ کے والد چونکہ بڑھئی تھے اسی نسبت سے آپ نے یہ شعر تخلیق کیا۔ بیت:

---

[۱] کردنا کو کردن اور چردنا کو چریدن سمجھا جائے۔

نوح نہ بس علم داشت گر پدر من بدے
قنطرہ بستے زچوب برسرِ طوفان او
(حضرتِ نوح کا علم کافی نہ تھا اگر وہ میرے باپ ہوتے تو لکڑی سے طوفان کے اوپر پل کھڑا کر دیتے)

جہاں خاقانی کی حد کمال ختم ہوتی ہے حضرت نظامی قدس سرہ، کی ابتدا ہوتی ہے۔ ایک دوسرے سے تھوڑی سی نوک جھونک بھی ہوئی تھی آپ نے حکیم سنائی کے قصیدۂ رائیہ کا جواب بھی لکھا تھا۔ اس کے اشعار کی تعداد ایک سو اسّی ہے اور اس میں تین مطلعے ہیں۔ ابیات:

الصبوح الصبوح کا مدکار
النہار النہار کا مدکار
(صبحیں ہیں کہ کامیاب ہیں، دن ہیں کہ کامیاب ہیں)

کارے از روشنی چو آب خزاں
یارے از خوش دلی چو باغ بہار
(روشنی سے کام خزاں کے پانی کی مانند چمک دار ہے۔ دوست خوش دلی سے باغ بہار ہے)

خیز بے گاہ تا بوقت صبوح
می کند لعبتان زدیدہ نثار
(نیند سے بے وقت اٹھ جا کہ صبح کے وقت بت اپنا دیدار نثار کرتے ہیں)

قصیدے کے آخر میں کہتے ہیں، ابیات:

ایں قصیدہ زجمع سبعیات
ثامن است از غرایبِ اشعار
یہ قصیدہ تمام ساتوں قصائد سے بڑھ کر آٹھواں ہے جس کے اشعار عجائبات وغرائبات سے بھرپور ہیں۔

از درِ کعبہ گردر آویزند
کعبہ برمن فشاندے استار
(اگر اس قصیدے کو کعبے کے دروازے پر لٹکائیں تو کعبہ مجھ پر غلاف نثار کرے)

زد قفا سنگ راقفائے سنگ
وامر اوراایقیں کند انکار

(ہر حادثے کے پیچھے ایک حادثہ ہے جو اسے دبوچتا ہے لیکن انکار کرنے والا اپنی بات پر یقین کرتا ہے)
آپ کی وفات سنہ پانچ سو پچانوے میں ہوئی۔

حضرت نظامی گنجویؒ

آپ ظاہری اور باطنی علوم نیز رسمی اصطلاحات سے کلّی طور پر بہرہ مند تھے لیکن اپنے علوم کا اظہار نہ کرتے تھے۔ گنجہ کے ایک بزرگ نے نقل کیا ہے کہ آپ عجیب وغریب علوم مثلاً کیمیا اور سیمیا سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ سیمیا (طلسم سازی) کا تعلق اس عالم سے ہے جس میں ہوش وخرد معطل ہوجاتے ہیں۔ یہ علم بھی آپ سے منسوب تھا ایک بادشاہ نے آپ کو مدعو کیا کہ تشریف لائیں۔ شیخ نے اپنے قدم قناعت اور گوشہ گیری کے دامن سے کھینچ لیے تھے بادشاہ کے حکم پر کوئی توجہ نہ دی۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے اگر شیخ ہمارے ہاں نہیں آتے تو ہم ملاقات کے لیے جائیں گے۔ بادشاہ اپنے ارکان دولت اور امیروں نوابوں کے ساتھ سوار ہوا اور شیخ کے مکان کی طرف چلا۔ جب آپ کے حجرے کے نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ سنہری سرا پردہ، نقرئی شاہی خیمہ اور طرح طرح کے دوسرے خیمے کھڑے کیے گئے ہیں۔ بہت بڑا لشکر سرا پردے کے گرد جمع ہے۔ بادشاہ آگے بڑھا تو سب تعظیم کے لیے آئے۔ صرف سرا پردے سے اندر جانے کا راستہ خالی رکھا۔ باقی ارکان دولت باہر رہے اور اپنے آپ کو بھول گئے۔ جب بادشاہ کو اندر لے گئے تو اس نے دیکھا کہ شیخ سنہری کرسی اور جڑاؤ تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مختلف قسم کے لباس فاخرہ میں ملبوس بہت سے ہتھیار بند سپاہی آپ کے سامنے کھڑے ہیں (ان کے علاوہ) زرّیں کمر بستہ اور خنجر کشیدہ سپاہی آپ کے گرد کھڑے ہیں۔ بادشاہ اس وہم میں مبتلا ہوگیا کہ کہیں یہ سپاہی مجھے قتل نہ کر دیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ بادشاہ وہم میں مبتلا ہے تو آپ نے اپنا تصرف برطرف کر دیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ شیخ پرانی گدڑی جسم پر ڈالے ویرانے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے تبسم کیا اور فرمایا، دنیاوی جاہ و دولت سہل چیز ہیں اور ان پر ناز کرتے ہیں اور فخر دکھاتے ہیں۔ بادشاہ نے بہت معذرت کی۔

اس طرح کی بہت سی باتیں آپ سے متعلق نقل کی گئی ہیں۔ آپ حکیم پیشہ تھے اور علم کیمیا سے واقف تھے بلکہ سکندر نامے کے جلد ثانی میں اس کے بارے میں اشارہ بھی کیا ہے۔ آپ کی قوتِ روحانیہ اعلیٰ مرتبے کی ہے۔ کسی شخص نے آپ کے شعر میں دخل نہیں دیا۔ جس کسی نے اس بات کا تھوڑا سا بھی اظہار کیا اس کا سرتن سے جدا ہوگیا۔ آپ کا دوسرا کلام متفرقہ طور پر کتاب میں مذکور ہے۔ کوئی شخص کسی بھی نیت سے آپ کا کلام پڑھتا رہے تو اس کا مقصد برآئے گا، جیسا کہ خود فرمایا ہے، بیت:

اگر نا امیدیش گیرد بدست
بدست آورد ہر مرا دے کہ ہست

(اگر ناامید شخص اس کلام کو ہاتھ میں لے (پڑھے) تو اس کی جو بھی مراد ہے پوری ہوگی) آپ کی (وفات کی) تاریخ سکندر نامے کے خاتمے میں کہی گئی ہے جو سنہ پانچ سو بیانوے ہجری ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ آپ کی مثنویاں جو "پنج گنج" کے نام سے مشہور ہیں، ان میں سے اکثر سلطان کی فرمائش پر لکھی گئی ہیں۔ آپ کا بہت سا کلام ایسا ہے، جس کی نظیر سامنے نہیں آئی۔ لوگوں نے اس کا جواب لکھنے میں بہت کچھ سر کھپایا لیکن کوئی عہدہ برآ نہ ہوسکا البتہ امیر خسروؒ نے کسی قدر کامیابی حاصل کی ہے اور بہت خوب کہا ہے یہ مقام بھی انہیں حضرت سلطان المشائخؒ کی توجہ کی برکت سے حاصل ہوا۔

شیخ کمال خجندی قدس سرہ

شیخ کمال خجندی قدس سرہ، بہت ہی بزرگ ہستی تھے۔ شعر گوئی سے اشتغال رکھتے تھے اور اشعار میں رمز و ایما کا اہتمام کرتے تھے تاکہ ظاہر باطن سے مغلوب نہ ہوجائے اور ظاہر کی رعایت عبودیت کی راہ میں مانع نہ ہو، چنانچہ فرماتے ہیں، بیت:

ایں تکلفہاے اندر شعر من
کلمنی یا حمرائے من است[1]

(میرے اشعار میں یہ تکلفات، "اے حمیرا (عائشہؓ) مجھ سے باتیں کرو" کی مثل ہیں (یعنی تسکین کے لیے ہیں)

آپ ہمیشہ ریاضات و مجاہدات میں مصروف رہے۔ حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ آپ کچھ عرصے ساس میں مقیم رہے۔ حیوانی گوشت نہیں کھاتے تھے۔ آپ کے کمالات، اشعار اور ان کے معانی سے آشکار ہیں کسی تعریف اور توصیف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ کی وفات[2] آٹھ سو تین ہجری میں ہوئی۔ آپ کی قبر تبریز میں ہے اور لوحِ مزار پر یہ شعر کندہ ہے۔ بیت:

کمال از کعبہ نزدِ یار رفتی
ہزارت آفریں مردانہ رفتی

(اے کمال تو کعبے سے دوست کے ہاں گیا تجھ پر ہزار بار آفریں ہے کہ کیا مردانہ وار گیا)

---

[1] سہو کتابت کے باعث یہ مصرع وزن سے گر گیا ہے۔ صحیح کلمینی یا حمیرا ہے۔ مصرع "کلمینی یا حمیرا ے من است" ہونا چاہیے۔

[2] (مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۹ پر یہ عبارت ہے، "وفاتِ وے در سنہ ثلاث بود" اس کا ترجمہ یہ ہوگا، "آپ کی وفات سنہ تین میں ہوئی" ظاہر ہے کہ یہ سن درست نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصرت المطابع دہلی نے کاتب صاحب کی کتابت کی تصحیح نہیں کرائی اسی باعث مطبوعہ نسخے میں جگہ جگہ اغلاط واقع ہوئی ہیں۔ کمال خجندی کا سالِ وفات آٹھ سو تین ہجری ہے، ملاحظہ فرمائیں ڈاکٹر قاسم غنی کی تصنیف" بحث در آثار و افکار و احوالِ حافظ" (جلد اوّل) کا مقدمہ ص لز۔ یہ تصنیف تہران سے ۱۳۶۱ ہجری میں شائع ہوئی ہے مترجم نے اس حوالے کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔)

مولانا محمد شیریں المعروف بہ مغربی قدس سرہ

آپ شیخ اسماعیل سیبی کے مرید تھے جو شیخ نور الدین عبدالرحمٰن محمد اسفرائنی قدس سرہ کے اصحاب میں سے تھے۔ دریائے مغرب میں اپنی بعض سیاحتوں کے زمانے میں آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کے اصحاب میں سے ایک بزرگ سے خرقہ پہنا اور ان سے حقائق و دقائق کے کشف حاصل کیے۔ آپ کے کمالات آپ کی تصنیفات (سے ظاہر ہیں) جن میں دیوان مصطلح شامل ہے۔ خاص طور پر ''جامِ جہاں نما'' ایسا مجموعہ ہے جس میں کلی طور پر علمِ تصوف درج ہے۔ حق یہ ہے کہ اسے بےنظیر کہا جاسکتا ہے، کیونکہ اس گروہ میں سے کسی بزرگ نے اس نوعیت کی موجز و مختصر تصنیف جو اصول و فروع اور تصوف کی جامع ہو، تحریر نہیں کی۔ خواجہ کمال خجندی سے آپ کی ملاقات کا موجب وہی مطلع تھا جس کا ذکر لطیفۂ سابق میں ہو چکا ہے۔

ایک مرتبہ شیخ اسماعیل سیبی نے آپ کو مینار[1] دجلہ پر بٹھا دیا۔ مولانا مغربی وہاں بیٹھ گئے اور ایک غزل کہہ کر شیخ کی خدمت میں پیش کی، بیت:

تا مہر تو دیدیم وز ذرت گذشتیم[2]
از جملہ صفات از پے آں ذات گذشتیم

(جب ہم نے تیرا آفتاب دیکھا تو ذرّات سے بےتعلق ہوگئے۔ ذات کے حصول کے لیے صفات سے درگزر رے یعنی کثرت چھوڑ کر طالبِ وحدت ہوگئے۔)

شیخ نے غزل پسند کی۔ آپ کی وفات سات سونواسی ہجری میں ہوئی۔

شمس الدین محمد ن الحافظ

ان کو حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ مصاحبت حاصل رہی ہے۔ انہوں نے بہت بہت پسند کیا چنانچہ اس پسندیدگی سے متعلق چند مقامات پر ان کے اشعار ضبطِ تحریر میں آئے ہیں۔ فی الحقیقت وہ اویسی تھے اور مجذوب طور پر پھرتے تھے۔ ان کے مسترشد حاجی قوام نے جنہیں صدارت کی عنایت سے منصبِ وزارت حاصل ہوا تھا، ان کے اشعار جمع کیے۔ ان کا کلام اس درجے بلند معانی کا حامل ہے کہ اس گروہ میں سے کسی کو یہ خوبی حاصل نہ ہوئی حتیٰ کہ ان کے کلام کو ''لسان الغیب'' (غیب کی زبان) کہتے ہیں۔ ان کی وفات سنہ سات سو بانوے ہجری میں ہوئی اور دوسری روایت کے مطابق سات سو اٹھانوے ہجری میں ہوئی اور دوسری روایت زیادہ صحیح ہے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں ''برماندا دجلہ'' نقل کیا گیا ہے، مترجم نے اسے ''برماذنۂ دجلہ'' قیاس کرکے ترجمہ کیا ہے۔

[2] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۹ پر اس شعر پہلا مصرع اسی طرح نقل ہوا ہے۔ مترجم کا قیاس ہے کہ یہ مصرع اس طرح ہوگا۔

تا مہر تو دیدیم ز ذرّات گذشیم

اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

سلطان الشعرا امیر خسرو دہلویؒ

امیر خسروؒ متقدمین شعر گو حضرات کے پیشوا اور متاخرین کامل اہل فضل کا خلاصہ تھے۔ آپ اسرار صوفیہ کو آشکار کرنے والے بلکہ اس گروہ عالیہ کی تصانیف میں فوقیت کے حامل تھے۔ آپ کے والد ترک لاچین تھے۔ وہ تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے اور دارالخلافت دہلی میں، اللہ تعالیٰ اسے آفتوں اور فتنوں سے محفوظ رکھے، قیام پذیر ہوگئے۔ آپ کے والد کو امیر لاچین کہتے تھے۔

جب امیر لاچین کے ہاں (یہ) فرزند پیدا ہوا تو وہ آپ کو فرزانے دیوانوں میں سے ایک بزرگ کی خدمت میں جو بہت شہرت رکھتے تھے لے گئے- اُن مجذوب نے فرمایا کہ یہ لڑکا خاقانی اور انوری سے آگے بڑھ جائے گا۔ جب آپ مکتب میں جانے کے قابل ہوگئے تو آپ کی تعلیم کا انتظام کر دیا۔ آپ نے سب علوم میں مہارت پیدا کرلی اور شعر کہنے کا سلیقہ حاصل کرلیا۔ آپ جب کبھی شعر کہتے تو اسے حضرت سلطان المشائخؒ کی خدمت میں پیش کرتے۔ حضرتؒ تحسین فرماتے۔ ایک روز ارشاد ہوا کہ شعر میں حرف شیریں زبان پیدا کرے گا لیکن اگر تم صفاہانیوں کے طرز پر شعر کہو گے تو وہ کلام مقبولِ زمانہ ہوگا۔ یہ ایک اشارہ تھا کہ شعر میں عشق انگیز اور شوق آمیز کیفیات بیان کی جائیں چنانچہ اس روز سے خدوخال اور زلف و گیسو میں الجھ گئے۔ ایک رسالہ شعر اور صنائع سے متعلق حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا جس میں شعر و نظم کے قاعدے اور فائدے تحریر کیے گئے تھے، اس کے بعد حضرتؒ کی منقبت میں قصیدہ کہہ کر نظر مبارک سے گزارا۔ چونکہ پسند فرمائے گئے اس لیے سچی ارادت کا باعث ہوئے۔ انہی ایام میں حضرت سلطان المشائخ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور دوسرا قصیدہ کہہ کر خدمتِ شیخ میں پیش کیا۔ ارشاد ہوا، کیا چاہتے ہو عرض کیا کہ شیرینیٔ کلام چاہتا ہوں۔ (خادم سے) فرمایا، شکر کا طباق لاؤ۔ وہ شکر سے بھرا ہوا طباق لائے اسے آپ کے سر پر نثار کیا اور تھوڑی سی شکر کھانے کے لیے آپ کو دی۔ اس نے فوراً اپنا اثر دکھایا۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ نے شیخ شرف الدین قلندرؒ سے شیریں سخنی کی درخواست کی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ شیریں سخنی تو شیراز کا بچہ لے گیا البتہ نمک چاہیے تو وہ موجود ہے۔ آخر کار نمک کا ایک ٹکڑا اپنے منہ پر رکھ کر آپ کے منہ میں ڈال دیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ (میرا) احتمال یہ ہے کہ امیر خسروؒ نے ہر کان سے گوہر حاصل کیے شیرینی اور نمکینی دونوں آپ کے کلام میں ہیں جو لوگوں کی طبیعت سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اس کے بعد آپ نے نظم و نثر میں جو کتاب ترتیب دی اسے حضرت سلطان المشائخؒ کی نظر مبارک کے شرف سے مشرف کیا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ کتاب امیر خسروؒ کے ہاتھ ہی ہوتی اور سلطان المشائخ فاتحہ پڑھتے کبھی چند سطریں ملاحظہ فرماتے اور کسی قدر تحسین فرماتے تاکہ مغرور نہ ہوں اور اسی ایک فن

کے ہوکر نہ رہ جائیں بلکہ جوفن اس سے بڑھ کر ہے اور جس کے لیے انہیں پیدا کیا گیا ہے اسے پیش نظر رکھیں۔ چونکہ حضرت سلطان المشائخ کا آپ پر التفات اس تعلق سے تھا وہ نسبت بھی آپ کو حاصل ہوئی۔ بیت:

آناں کہ خاک رابنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(وہ (اللہ والے) جو ایک نظر میں خاک کو کیمیا بنا دیتے ہیں کاش کبھی اپنے گوشۂ چشم سے ہمیں بھی دیکھ لیں)

بہر حال اس کٹھن راستے میں آپ منزل تک پہنچ گئے کہ آپ صوفیہ کے کلام کے محرم اور اس گروہِ عالم کے اسرار کے سامع ہوگئے۔ اگرچہ آپ سلاطین کی ملازمت سے وابستہ رہے اور بادشاہوں (کے دربار) کی نوکری کی لیکن سلطان المشائخ کی نظر قبولیت سے بے بہرہ نہیں رہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے دہلی کے سات بادشاہوں کی ملازمت کی لیکن آپ کی (حقیقی) تربیت غیاث الدین (کے عہد) سے ہوئی۔ باوجود اس قدر درباری مشغولیت کے آپ نے مشائخ کے معین کردہ اورادو وظائف ترک نہیں کیے۔ کبھی نماز تہجد قضا نہ ہوئی۔ تہجد کے وقت آپ کی تلاوتِ قرآن سب کے علم میں ہیں۔

ایک دن سلطان المشائخؒ نے دریافت فرمایا، ترک تمہاری مشغولیت کا کیا حال ہے؟ عرض کیا کہ کبھی کبھی سحر کے وقت گریہ طاری ہوجاتا ہے۔ فرمایا، الحمد للہ! اثر ظاہر ہونے لگا۔ حضرت سلطان المشائخ کی جس قدر باطنی التفات اور ظاہری الطاف امیر خسروؒ پر تھیں اس قدر عنایات دوسرے اصحاب پر نہ تھیں، جیسے کہ حضرتؒ نے اپنے ایک رقعے میں تحریر فرمایا ہے اور جس کی عبارت بعینہ یہ ہے:

''میں سب لوگوں سے تنگ آ جاتا ہوں لیکن تم سے تنگ نہیں ہوتا بلکہ خود سے تنگ آ جاتا ہوں اور تم سے نہیں ہوتا۔''

یہ مکتوب تمام تر خصوصیت کا مظہر ہے۔ اس سے زیادہ اور کون سا رتبہ ہوسکتا ہے۔ ایک روز شیخ نصیر الدین سے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ امیر خسرو شیخ نصیر الدین کے ایلچی بنے اور شیخ سے ان کے حالات عرض کیے۔ ایک مرتبہ آپ[1] نے حضرت سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ میرا تخلّص شاہانہ قسم کا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ مجھے فقیرانہ نام و لقب عطا ہوتا۔ حضرتؒ نے اپنے (باطنی) علم سے رجوع کیا، کچھ دیر بعد سر اٹھایا اور فرمایا، کل قیامت کے روز تمہیں اولیا اور اصفیا کے زمرے میں میرے چاہے ہوئے نام محمد کاسہ لیس سے پکاریں گے۔ امیر خسروؒ خوش ہوگئے اور شکر بجالائے۔

ایک مرتبہ سلطان المشائخ خوش دلی کی کیفیت میں تھے اور تمام اصحاب اس ذوق کے نور کے پرتو میں بے خود تھے کہ

---

[1] امیر خورد کرمانی نے سیر الاولیا میں یہ واقعہ برعکس تحریر کیا ہے، یعنی ایک شب حضرت سلطان المشائخ کے دل میں غیب سے القا ہوا کہ خسرو درویشوں کا نام نہیں ہے تم خسرو کو محمد کاسہ لیس کے نام سے پکارو (فرمودند کہ امشب درسرِ دعا گوفروخوداندند کہ خسرو نامِ درویشاں نیست خسرو ابنام محمد کاسہ لیس خوانید) ملاحظہ فرمائیں سیر الاولیا (فارسی لاہور، ۱۹۷۸ء ص ۳۱۳-۳۱۴۔ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے کے اس صفحے پر (۳۷۱) آگے بھی عبارتیں خلط ملط ہوگئیں ہیں بہرحال مترجم نے اپنے ترجمے میں مطبوعہ نسخے کی پیروی کی ہے۔

یکا یک حضرتؒ نے اپنے دریائے بطون میں غوطہ لگایا (مراقبے میں چلے گئے) ایک گھڑی بعد مراقبے سے سر اٹھایا اور بشارت دی کہ ترک اللہ تمہیں بشارت ہو کہ اس وقت ایسے عالم کا مشاہدہ کرایا گیا کہ بیان نہیں کرسکتا۔

بصد ہزار زبان شرح آں یکے زہزار
چہ عالمے کہ ہمہ کائنات دروے نیست[1]

(ہزار زبانوں سے اس کے ہزارویں حصے کی شرح نہیں کی جاسکتی۔ ایسا عالم تھا کہ اس میں تمام کائنات شامل نہ تھی)

چہ حاصل[2] کہ ہمہ عزو کام دروے خوار

(وہ کچھ حاصل ہوا کہ اس کے مقابلے میں تمام عزتیں اور کامیاں ہیچ ہیں)

چہ دیدہ ایم ہمہ دیدگاں از و خیرہ
چشیدہ ایم شرابے کہ نیست دروے خمار

(ہم نے وہ کچھ دیکھا کہ جس کے دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں، ایسی شراب پی ہے جس میں خمار نہیں ہے)

آخر صحبت میں مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا اور کتنا اپنے ساتھ لائے ہو؟ میں نے کہا کہ حصولِ عرفان، وصولِ وجدان اور اپنے اصحاب۔ ان کلمات کا سننا تھا کہ امیر خسرو رقص کرنے لگے اور اپنا سر شیخ کے قدموں میں رکھ دیا۔

زہے خجستہ مقامے کہ گفت حضرتِ پیر
زروئے لطف و سعادت مرا بشارت داد

(کیا مبارک مقام ہے کہ حضرت شیخ نے ازراہِ لطف و سعادت مجھے بشارت دی)

اگرچہ بندہ گنہگار بود و بدکردار
ولے گزیدز لطفِ خود و سعادت داد

(اگرچہ یہ بندہ خطا کار اور بدکردار تھا لیکن اپنے لطف سے اسے قبول کیا اور سعادت بخشی)

مشہور شاعر حسن سجزیؒ

حسن سجزیؒ ہندوستان کے مشاہیر شعرا میں سے ہیں۔ آپ کو نثر و نظم میں مہارتِ تامّہ حاصل تھی اور دونوں اصناف سے بڑی کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے، یہاں تک کہ سب لوگوں نے آپ کی تخلیقات کو پسند کیا۔ آپ نے ردیف وقوافی کو اس عمدگی سے برتا کہ اکثر شعرا ایسی ترتیب سے عاجز رہے۔ آپ شیخ نظام الدین کے اصحابِ کبار میں سے تھے اور ظاہری و معنوی اسرار کے محرم تھے۔ لطافت و ظرافت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اگرچہ آپ کے بعض اوقات اس زمانے کے

---

[1] مترجم کا قیاس ہے کہ یہاں ''نیست'' کے بجائے ''ہست'' ہونا چاہیے۔

[2] اگر ''حاصلے'' نقل کیا جاتا تو مصرع وزن میں ہوتا دوسرا سہو یہ ہے کہ اس کا دوسرا مصرع تحریر کرنا بھول گئے ہیں۔

بادشاہوں کی خدمت اور کچھ اوقات سرداروں کی ندیمی میں بسر ہوتے تھے لیکن ریاضت اور مجاہدے میں بھی مشغول رہتے تھے، چنانچہ شیخ نے اکثر اوقات آپ کے بارے میں فرمایا کہ ہمارے حسن نے بادشاہوں کی مصاحبت اور ریاضت کے حق کو خوب خوب انجام دیا ہے۔ ہر چند کہ آپ بادشاہوں کے مصاحب تھے اور بادشاہوں کے مصاحب شعرا شراب اور مطرب کے رسیا ہوتے ہیں لیکن آپ اِن عیوب سے بالکل مبّرا تھے۔

خواجہ حسنؒ سے منقول ہے کہ امیر خسروؒ شاہِ وقت کی ملازمت میں ملتان گئے، وہاں سے انہیں حضرت شیخ سعدیؒ کو بلانے کے لیے شیراز بھیجا۔ چونکہ اُن کے بعض اشعار شیراز پہنچ چکے تھے، ان اشعار کی مثل پڑھا۔ بیت:

سیہ بادام را ہرگز میفگن در نظر بازی
نگہدارش کہ وقتِ مرگ برتابو تم اندازی

(اے محبوب! اپنی سیاہ آنکھوں کو نظر بازی میں ضائع نہ کر۔ ان کی حفاظت کر کیوں کہ موت کے وقت تجھے انہیں میرے تابوت پر ڈالنا ہے)

ان کے دیگر اشعار بھی شیراز پہنچے، ایک روایت ہے کہ امیر خسروؒ نے بھیجے کہ سعدی وہاں تھے لیکن تاریخ سے ان باتوں کی تحقیق نہیں ہوتی۔ شاید اس لیے ان کے اشعار نہیں پہنچے کہ یہ امیر خسرو کے بچپن کا زمانہ تھا۔

بیان کرتے ہیں کہ خواجہ حسن (بیماری کی وجہ سے) مضطرب تھے، جان لبوں پر تھی اور ہوش رخصت ہو چکے تھے۔ اہل فضل کی ایک جماعت مثل خواجہ خسرو اور خواجہ منصور آپ کی عیادت کے لیے آئی۔ آپ سے پوچھا کہ آپ پہچانتے ہیں کہ ہم کون ہیں۔ آپ نے آنکھ کھولی اور کہا میں ان کے کلام کا غلام ہوں۔ تمام اہل فضل نے یہ جواب پسند کیا کہ ایسے وقت میں بھی ظرافت سے باز نہ رہے۔ اس بیماری سے حق تعالیٰ نے آپ کو شفا بخشی۔

منقول ہے کہ بادشاہوں کی مجلس میں دونوں بزرگوں کے درمیان قدرے نوک جھونک ہوئی تھی، اس سبب سے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے ملال پیدا ہوجاتا تھا۔ آخر امیر سیّد مبارک [1] جو حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات کے جامع ہیں بیچ میں پڑے اور خواجہ حسن کے فرزند کو حضرت امیر خسروؒ کے مکان پر لے گئے اور ان کی صاحبزادی سے عقد کر دیا۔ جب یہ خبر حضرت سلطان المشائخؒ کے سمع مبارک تک پہنچی تو بے حد پسند فرمایا، اسی طرح تمام اصحاب کے لیے یہ خبر باعث مسرت و فرحت ہوئی۔ شادی کے آخر میں حضرت خواجہ حسنؒ بادشاہ کی خدمت میں گئے اور امرِ مذکورہ ظاہر کیا تو

---

[1] یہ اطلاع درست نہیں ہے۔'' سیر الاولیافی محبت الحق جل وعلیٰ'' کے مصنف سید نور الدین مبارکؒ کے بیٹے سیّد محمد بن مبارک المدعو بہ امیر خورد کرمانی م ۷۷۰ھ ہیں۔ یہ ملفوظات کی کتاب نہیں بلکہ مختصر طور پر مشائخ چشت کا تذکرہ اور مکمل طور پر حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین محبوبِ الٰہی قدس سرہ کی سوانح حیات ہے۔ دہلی کے ایک مطبع کے مالک چرنجی لال نے اسے پہلی مرتبہ ۱۳۰۲ھ میں شائع کیا جو چرنجی لال ایڈیشن کہلاتا ہے۔ یہی ایڈیشن ۱۹۷۸ء میں مرکز تحقیقات فارسی اور ایران نے اسلام آباد سے شائع کیا۔

بادشاہ خود آیا اور دلہن کے جہیز کا سامان فراہم کیا۔ اس طرح جو تھوڑا سا تفرقہ تھا اس نکاح کے سبب ختم ہو گیا اور جمعیت خاطر حاصل ہوئی۔

اس کے بعد ملفوظ فوائد الفواد جس کی آپ ابتدا کر چکے تھے اس کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے، اور دن رات اس کے لکھنے میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ جس زمانے میں کہ آپ نے اس کا مسودہ ترتیب دیا اور صاف کیا کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ حق یہ ہے کہ وہ ملفوظ حقائق اسرار کا جامع اور انوارِ الٰہی کے دقائق پر حاوی ہے۔ جب ملک میں اس کے نسخے منتشر ہوئے تو درویشوں کے لیے معانی کے حصول اور معرفت الٰہی کے وصول کا موجب بنے۔ اس کے بعد دوسرے ملکوں میں اکابر کے ملفوظات تحریر کرنے کی روایت قائم ہوئی، جیسے کہ خواجہ بہاءَ الدین نقش بند کے مقالات کو اسی اسلوب پر ایک شخص نے جمع کیا ہے۔

اس فقیر کو تصوف کی کتابوں میں سے جو ہندوستان میں تصنیف ہوئیں دو کتابیں ولایت (ہندوستان سے باہر ممالک) میں ملیں، ایک فوائد الفواد اور دوسری مکتوبات حضرت شیخ شرف الدین، ان سے میں نے بہت استفادہ کیا فرزند دریتیم [۱] نے فقیر کے مکتوبات اس اسلوب پر جمع کیے ہیں۔

---

[۱] حضرت دریتیم کے حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں لطائف اشرفی ترجمہ جلد اوّل کراچی ۱۹۹۹ء ص ۷۴۔

لطیفہ ۵۵

چند کرامات کا بیان جو حضرت قدوۃ الکبرا سے بعض لوگوں کی نسبت ظاہر ہوئیں

وہ روشن اور واضح کرامات، جو حضرت قدوۃ الکبرا سے صادر ہوئی ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو سمیٹنا اور بیان کرنا، خامہ ٔدوزبان کے بس کی بات نہیں ہے۔ رباعی: [۱]

انفاس زا کیاتِ تو آں حدندیدہ اند
کزخامہ شرحِ او بدہد طبع پختہ را
درہاے بحررا کہ تو اند شمار کرد
از جوہری باسخن آر اے سختہ را

(آپ کے پاک انفاس اس قدر محدود نہیں ہیں کہ پختہ طبیعت لوگوں کے لیے قلم ان کی تشریح کردے (یہ ایک سمندر ہے) سمندر کے موتیوں کو کون شمار کرسکتا ہے سوائے اس جوہری کے جو سخن آرا اور سخن سنج ہو۔)

تاہم ادائے شکر اور برکت کے خیال سے بعض واقعات جو مناسبِ حال ہیں، ان کا ذکر حضرت قدوۃ الکبرا کی کرامات کے ضمن میں کیا جاتا ہے۔

پہلی کرامت قصبہ چانڈی پور بڈھر میں شیخ زاہد کی ولایت کا سلب ہونا

ایک مرتبہ حضرت قصبہ چانڈی پور بڈھر میں جمعے کی نماز ادا کرنے تشریف لے گئے اس قصبے میں شیخ زاہد جو زاہدانہ

---

[۱] یہ رباعی نہیں، قطعہ ہے۔ دوسرے یہ کہ سہو کتابت کے باعث دوسرا اور چوتھا مصرع وزن سے گرگیا ہے۔ مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار اس طرح نقل کیے گئے ہیں، ص ۳۷۲۔

انفاس زاکیات تو آں حد ندیدہ اند
کزخامہ شرح اور بدہد طبع پختہ
درہاے بحرا کہ تو اندشار کرد
از جوہری باسخن آرای سختہ

دوسرے اور چوتھے مصرعے میں غالباً پختہ اور سختہ کے بعد "را" تحریر نہیں کیا گیا مترجم نے اس قیاسی تصحیح کے مطابق قطعہ تحریر کرکے ترجمہ کیا ہے۔

خوبیوں اور عابدانہ وصفوں سے آراستہ و پیراستہ تھے رہتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ وہ کسی کسی رات اپنے حجرے سے غائب ہوجاتے ہیں۔ جب اچھی طرح تفتیش کی گئی تو پتہ چلا کہ شیخ قصبے کے ساتھ بہنے والے دریائے سر پر مصلی بچھا کر نماز ادا کرتے ہیں، اس بناء پر اس علاقے کے بعض لوگ ان کے معتقد ہیں۔ ایک دن حضرتِ ایشاںؒ شیخ زاہد سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ جب حضرت قدوۃ الکبراؒ نے شیخ کو دریائے سر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، آپ پر رحمت ہو کہ اللہ کے راستے میں عرفان اور آراستگی حاصل کی اور جیسا کہ بزرگوں کی شفقت و رحمت کا طریقہ ہے، دستِ مبارک شیخ زاہد کی پیٹھ پر رکھا۔ شیخ نے بھی چوں کہ بڑے بزرگوں میں سے تھے، اپنا ہاتھ اہل عالم کے پشت پناہ پر رکھا۔ قطعہ

پناہ و پشت جہانی ترا سزد کہ اگر
فرازِ پشتِ جہاں دستِ رحمت اندازی
چہ حد پشت دوتائی کہ دربرابر تو
کند خیالِ سر افرازی و طنّازی[1]

(آپ پناہِ عالم ہیں، آپ کو یہ بات سجتی ہے کہ اپنا دستِ رحمت پشتِ عالم پر رکھیں۔ آپ کے مقابلے میں اس کبڑے کی کیا حیثیت ہے جو اپنے دل میں سرافرازی کا خیال لائے اور ناز کرے)

اس امرِ صریح کے باعث حضرت ایشاں میں تغیر پیدا ہوا اور فرمایا، حیرت ہے کہ ہندوستان کے لوگ اس قدر گستاخ ہیں کہ تھوڑی سی یافت پر ایسے ہوجاتے ہیں کہ گم نامی کے دائرے میں چلے جاتے ہیں۔[2] تھوڑی ہی مدت میں وہ زاہد غائب ہوگئے۔ لوگوں کو پتہ تک نہ چلا کہ کیا ہوا اور کہاں گئے یہاں تک کہ کسی کو ان کی قبر کا بھی علم نہیں۔ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا تھا کہ تمہاری قبر پر گدھے چریں گے، (چنانچہ) سننے میں یہی آیا ہے کہ اکثر گدھے اور گائیں جو غائب ہوجاتے ہیں وہ شیخ زاہد کی قبر پر مل جاتے ہیں۔ آپ کی زبانِ مبارک سے یہ بھی نکلا تھا کہ یہ قصبہ کبھی آباد ہوگا کبھی اجڑے گا چنانچہ تفتیش پر قصبے مذکور کا یہی حال معلوم ہوا۔

دوسری کرامت- نظام آباد کے قریب گاؤں میں مسلمانوں کی دولت ہنود کو بخشنا

نظام آباد کے قریب ایک گاؤں ہے جس میں ہندو اور مسلمان دونوں فرقے کے لوگ رہتے ہیں۔ اتفاق سے اصحاب کا وہاں گزر ہوا۔ چونکہ اسلامی نسبت درمیان تھی اس لیے آپ نے مسلمانوں کی مسجد میں قیام کیا۔ یہ گاؤں بہت چھوٹا تھا اور

---

[1] یہ مصرع وزن سے گر گیا ہے۔

[2] مطبوعہ نسخہ ص ۳۷۳۔ ''عجب مردم ہند گستاخند و باندک مایہ زبان مزاح دست بجاے رسانید کہ پاے بدامن گم نامی خواہد کشید'' یہ عبارت واضح نہیں ہے۔ مترجم نے اپنی سمجھ کے مطابق ترجمہ کیا ہے ممکن ہے درست نہ ہو۔)

اس میں بازار بھی نہ تھا۔ (ادھر) مسلمانوں نے بے ہمتی اختیار کی (چنانچہ تمام) شہ باز رات کو اسی طرح بھوکے رہے۔ جب دن نکلا تو دوسرے فرقے کے کافروں میں سے جو سنیاسی لوگ تھے ایک شخص کو معلوم ہوا کہ رات کو درویش فاقے سے رہے۔ وہ سنیاسی قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت ہی عاجزی اور انکسار کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ اگر درویش تھوڑی دیر درگاہ میں قیام کریں تو ہم تھوڑا بہت کھانے کا انتظار کرتے ہیں۔ چونکہ بہت ہی زیادہ خواہش کا اظہار کیا تھا اس لیے قبول فرمالیا۔ وہ لوگ چلے گئے اور صرف ایک گائے جس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی لے کر آئے اور نذر کی۔ اصحاب نے اسے ذبح کیا اور بڑی کوششوں سے دو تین من آٹا فراہم کیا۔ کھانا پکانے کی ضروریات پوری کیں اور باورچی کے حوالے کر دیں۔ باورچی نے کھانا تیار کیا۔ حضرتؒ نے وہ کھانا مقررہ دستور کے مطابق اصحاب میں تقسیم کر دیا۔ جس کے نصیب میں جتنا کھانا تھا اسے مل گیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ ہندو حاضرِ خدمت ہوا اور جوتیاں اتارنے کی جگہ بیٹھ گیا۔ حضرتؒ نے فرمایا، ہم نے اس فرقے کی دولت تمہیں عطا کی۔ تمہارے سات بیٹے پیدا ہوں گے۔ پھر آپ نے اسے توجہ دی چند متبرک انفاس کی بدولت شانِ ظہور سے پیوست ہوگیا۔ اس گاؤں کے مسلمان متفرق ہو کر بکھر گئے۔

تیسری کرامت۔ شیخ نصیر الدین کے تغافل کے سبب جون پور کے قریب موضع سرس کا جلنا

ایک مرتبہ حضرت ایشاںؒ کا گزر جون پور سے، اللہ اس کی آبادی کو محفوظ رکھے، موضع سرس میں ہوا۔ اس موضع میں شیخ نصیر الدین سرسی رہتے تھے۔ صاحبِ کمالات و مقامات تھے۔ موضع کے لوگ شیخ کی نسبت اچھا عقیدہ رکھتے تھے۔ جب حضرت ایشاںؒ تشریف لائے تو شیخ کو خانقاہ سے باہر آنے میں تھوڑی سی چوک ہوگئی جو حضرتؒ کے لیے باعث ملال ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس گاؤں میں ایسے شیخ رہتے ہیں، حیرت ہے کہ گاؤں میں آگ نہیں لگتی۔ جس مکان میں آپ نے یہ بات فرمائی تھی آپ اس مکان اور گاؤں سے باہر نکل آئے۔ آپ کا وہاں سے نکلنا تھا کہ گاؤں کے مکانات میں آگ لگ گئی۔ تمام گاؤں جل گیا۔ شیخ حضرت قدوۃ الکبراؒ کے عقب میں دوڑے۔ تقریباً ایک کوس کا فاصلہ طے کیا اور حضرتؒ کو بہت عاجزی کر کے واپس لے گئے۔ گاؤں سے باہر دو تین مکان جو جلنے سے بچ گئے تھے وہاں لے گئے اور ٹھہرایا۔ پھر شیخ نصیر الدین کھانا پکانے کا سامان فراہم کرنے میں لگ گئے۔ تھوڑا بہت سامان جو مل سکا فراہم کیا اور کھانا تیار کیا۔ جب حضرتؒ نے تناول فرمایا تو آپ کی پیشانی مبارک سے آثارِ وفا نمایاں ہوئے اس وقت شیخ نے آپ سے (اپنی غفلت کی) معذرت کی۔ فرمایا کہ یہ امر اتفاقاً واقع ہوا۔ اب تم یہاں قیام نہ کرو بلکہ گاؤں کے پہلو میں ایک جگہ دکھائی کہ یہاں قیام کریں۔

چوتھی کرامت۔ دریائے ٹونس کے کنارے قصبے کا ویران ہونا

ان ہی میں ایک واقعہ یہ ہے کہ دریائے ٹونس کے کنارے ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو بہت خوب آباد تھا۔ کہہ سکتے ہیں کہ اپنی عمارتوں اور رونق کے سبب بے مثل تھا۔ اتفاق سے حضرت ایشاںؒ کا گزر وہاں ہوا۔ آپ نے بازار میں نزول فرمایا۔

اصحاب گوشے اور اطراف میں قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔ وہاں آپ کے کسی مرید کی علاقے کے مقدم سے تکرار ہوگئی اور جھگڑا یہاں تک بڑھا کہ ان کے منہ سے خون نکل آیا۔ جب آپ کی نظر مبارک اس خون پر پڑی تو آپ نے وجہ دریافت کی۔ آپ کی خدمت میں بیانِ واقعی عرض کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! جس مقام پر فقیر کے منہ سے خون نکلا ہو، حیرت ہے کہ وہ آباد رہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی جو فرمایا تھا ظہور میں آ گیا۔

پانچویں کرامت- بمقام کالپی

جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبریٰؒ دکھن کے سفر پر تھے تو کالپی میں قیام کیا۔ یہ جگہ آپ کے اصحاب کو پسند آئی۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر کچھ عرصہ یہاں قیام فرمائیں تو دل کی آسودگی اور جسمانی توانائی کا سبب ہوگا۔ آپ چند روز کالپی میں بسر فرمائیے۔ (یہاں) آپ کے منتخب اور مقرب اصحاب میں سے ایک صاحب کے دماغ میں رعونت پیدا ہوگئی اور اُن سے ایک فعل ایسا سرزد ہوا جو طریقت کی تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا، مقام حیرت ہے کہ اس علاقے کی آب و ہوا اس طرح کی ہو کہ ایسا مخلص مرید ایسے مذموم فعل میں ملوث ہوجائے جو باعث تباہی ہو۔ اس کے بعد چند مبارک کلمات فرمائے کہ یہ ایسا علاقہ ہے کہ جو شخص بادشاہ کی طرف سے یہاں سردار مقرر کیا جائے گا وہ بادشاہ سے سرکشی کرے گا۔

چھٹی کرامت- صوبہ گجرات کے قصبے دمرق میں حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کے غضب کے باعث آگ لگنا

اسی سفرِ دکھن کے دوران آپ نے صوبہ گجرات کے قصبے دمرق میں نزول فرمایا۔ یہ مقام رہنے کے لائق اور دلکش تھا، چنانچہ چند روز یہاں مقیم رہے۔ قصبے کے کسی شخص نے حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کے بارے میں نامناسب بات کہی۔ جب یہ بات آپ کے سمع مبارک میں آئی تو فرمایا، حیرت ہے جس جگہ اس قسم کے لوگ رہتے ہوں وہاں ہر ماہ آگ نہ لگے۔ آپ یہ کلمات فرما ہی رہے تھے کہ آگ بھڑک اٹھی اور سارے قصبے کو جلا ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہاں ہر ماہ آگ لگ جاتی تھی۔ جب وہاں کے لوگوں نے یہ آفت دیکھی تو لکڑی اور پتھر سے اپنے مکان تعمیر کیے۔ قطعہ:

نہ آتش اینست کزوے خام پختہ است
کہ آتش در زبان پاک باشد

(آگ وہ نہیں ہے جس سے خام چیزیں پک جاتی ہیں، آگ وہ ہے جو پاک زبان میں ہوتی ہے)

کہ ایں آتش خس و خاشاک سوزد
وزاں آتش ہمہ افلاک سوزد

(یہ آگ خس و خاشاک کو جلاتی ہے لیکن اس آگ سے تمام افلاک جل جاتے ہیں)

ساتویں کرامت- آپ کا قصبہ کو بدکلی میں پہنچنا اور آپ کے حکم سے دریا کا اپنی طغیانی سے باز رہنا

اسی سفر میں آپ نے قصبہ کو بدکلی میں قیام فرمایا۔ وہاں ہر سال ایسا سیلاب آتا تھا کہ لوگوں کی فصلیں تباہ و برباد ہوجاتی تھیں اتفاق سے اس سال (دریا کی) طغیانی زیادہ ہوئی۔ گاؤں کے مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ (سیلاب کی وجہ سے) لوگوں کا بے حد نقصان ہوجاتا ہے۔ فرمایا کہ کتنی زمین پر فصلیں ہوں گی۔ عرض کیا کہ ہزار جریب یا زیادہ پر فصلیں ہوں گی۔ آپ نے کاغذ کا ٹکڑا طلب فرمایا اور لکھا:

''اے دریا تجھے اللہ کے بندے اشرف سمنانی کی طرف سے معلوم ہو کہ اگر تیرا سیلاب حق تعالیٰ کے حکم سے ہے تو تجھے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم نے جو حد مقرر فرمادی ہے تو اس سے تجاوز نہ کرے۔''

خادم آپ کا حکم نامہ لایا اور دریا میں ڈال دیا اور اس کی حد مقرر کردی، چنانچہ دریا اللہ کے حکم سے تجاوز کردہ مقام سے واپس ہوا اور مقررہ حد و مقام سے پھر آگے نہ بڑھا۔ رباعی:[1]

زہے دریاے در معرفت حق
کہ او را بحر لا ساحل بگویند
ایماے گر کند بر بحر و دریا
رود دریا بجاے خود کہ پویند

(معرفتِ حق میں بہنے والا دریا کیا خوب ہے کہ اسے بحر بے کنار کہتے ہیں)
(اگر وہ دریا اور سمندر کو اشارہ کرے تو دریا اپنی روانی کی جگہ چلا جائے گا)

آٹھویں کرامت[2] پیر بیگ کے لشکر میں گھاس کاٹنے کو کعبے میں پہنچانا اور عرفہ سے آواز آنا

برد بیگ کا لشکر اپنے مالک کی کسی مہم پر گیا ہوا تھا، جب برد بیگ کی نسبت اطلاع دی تو قبول فرمایا۔ بصد آرزو مالک کی مہم سرانجام دی اور وہ مکان پر واپس آیا۔ ایک بوڑھے شخص نے جس نے گھاس کاٹنے میں زندگی بسر کی تھی، آرزو کی کہ آج عرفے کا دن ہے۔ حاجی صاحبان اپنے کعبہ مقصود تک پہنچ رہے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں بھی اس دولت سے سرفراز ہوتا۔ یہ آرزو جب آپ کے سمع مبارک تک پہنچی تو فرمایا کہ تم کعبے پہنچ جاؤ گے۔ عرض کیا۔

زہے دولت اگر باشد نصیبے

(اگر نصیب ہوجائے تو کیا ہی خوب دولت ہے)

---

[1] یہ رباعی نہیں قطعہ ہے۔ علاوہ ازیں پہلے اور تیسرا مصرع وزن میں بحر میں نہیں ہے۔ مترجم نے لفظی ترجمہ کیا ہے (مطبوعہ نسخہ ص ۳۷۴)۔

[2] حاشیے کی سرخی میں ''پیر بیگ''، نقل کیا گیا ہے اور متن میں کہیں ''برو بیگ'' اور کہیں ''برد بیگ''، تحریر ہے۔ مترجم نے حاشیے کی سرخی میں پیر بیگ اور متن میں برد بیگ تحریر کیا ہے۔

فرمایا، ادھر آؤ، بوڑھا آگے بڑھا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ جاؤ۔ بس یہ فرمانا تھا کہ اس بوڑھے نے اپنے آپ کو کعبے شریف میں پایا۔ مناسک ادا کیے اور تین دن وہاں رہا، پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ اب کون مجھے وطن پہنچائے گا۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے حضرت ایشاں کو کھڑا ہوا دیکھا۔ اس نے قدم بوسی کی آپ نے فرمایا جاؤ۔ سر اٹھایا تو اس نے خود کو اپنے گھر میں پایا۔ سبحان اللہ کیا تصرف ہے؟ فی الحقیقت قطعہ:[1]

زہے روئے کہ ہمچو صبح دم یافت
اگر حکمے کندچوں صبح دم یافت
بسرعت تیز روچوں صبح دم یافت
کہ از مشرب بدم در صبح دم یافت

(کیا خوب چہرہ ہے جو صبح کے وقت کی مانند ہے۔ اگر حکم کرے تو صبح کے وقت کی مانند پائے۔ سرعت میں تیز رو مانندِ صبح دم پایا کہ مشرب سے دم کے ساتھ صبح دم پایا)

نویں کرامت- احمد آباد میں پتھر کی تصویر میں جان ڈالنا اور گل خنی کے حوالے کرنا

حضرت قدوۃ الکبرا ؒ نے احمد آباد میں نزول فرمایا۔ آپ کے اصحاب تفریح کرنے کے لیے ایک طرف چلے گئے۔ ایک باغ میں ان کا گزر ہوا جو شہر کے حسینوں سے معمور تھا۔ اس مجمع میں ایک فقیر بھی تھا جو نگار خانۂ چین کی تصویر کے مانند حسین و جمیل تھا۔ باوجود اس حقیقت کے کہ خود صاحب حسن و جمال تھا، مجمعے میں موجود حسینوں کے خرمن حسن سے خوشہ چینی کر رہا تھا۔ سب نے کہا کہ وہ حسن میں بے مثال ہے ایک شخص نے کہا کہ بہار خانۂ چین میں ایک تصویر پتھر سے تراشی گئی ہے کہ کوئی تصویر اس تصویر سے فی الحقیقت کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ مولانا گل خنی جو اس جماعت میں شامل تھے فی الفور اٹھے اور بت خانے کی جانب چلے۔ جب وہاں پہنچے تو ایک بت ان کی نظر میں کھپ گیا اور وہ ہزار جان سے اس کے گرویدہ ہو گئے۔ ہر چند لوگوں نے انہیں سمجھایا بجھایا لیکن ان کی گرویدگی زیادہ ہی ہوتی گئی۔ مصرع:

کہ عشق آتش است اے پسر پندباد

(اے بیٹے عشق ایسی آگ ہے جو نصیحت سے زیادہ بھڑکتی ہے۔)

ایک عرصہ اسی حال میں گزر گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا ؒ نے اسے طلب فرمایا۔ لوگوں نے ان کی کیفیت بیان کی۔ فرمایا ہم خود جائیں گے اور دیکھیں گے کہ کس حال میں ہیں۔ جب تشریف لائے تو بہت سے لوگ اور اعزا ساتھ تھے۔ آپ کی نظر مبارک جب ان پر پڑی تو ایسے حال میں پایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی ایسی حالت نہ کرے۔ ان کا حال دیکھ کر آپ پر

[1] اس قطعے کے اشعار مترجم کی فہم میں نہیں آئے۔ مصرعوں کے لفظوں سے جو مطلب نکلتا ہے اسے ترجمے کے متن میں تحریر کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم، اصل متن میں یہ قطعہ ص ۳۷۴ کی آخر سطر اور ص ۳۷۵ کی پہلی سطر میں ملاحظہ فرمائیں۔

رقّت طاری ہوگئی، فرمایا کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس پتھر کی تصویر کو جو ہر روحانیت حاصل ہوتا۔ بس آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اس بت میں جان آ گئی۔ مجمعے میں ایک شور برپا ہوگیا کہ سبحان اللہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ کرنا بلکہ اس سے بھی بہتر، قطعہ:

مسیح دم کہ برآمد بسیرگاہ جہاں
بدید صورت رنگیں کہ جاں بنود دراں
دمید روح بہ دم در دراں تنِ سنگیں
شدہ بصورت روحانیاں و گشت رواں

(جب وہ عیسیٰ نفس سیرگاہ جہاں میں آیا تو ایک بے جان رنگین تصویر دیکھی۔ اس کے دم سے اس پتھر کے جسم میں روح دوڑنے لگی۔ وہ جان داروں کی مانند ہوگئی اور چلنے لگی)

دسویں کرامت — امیر خسرو کے بیٹے کو جو کند ذہن تھا، آنِ واحد میں بے مثل شاعر بنا دینا

حضرت خواجہ امیر خسروؒ، قابل و فاضل شعرائے کاملین و متقدمین کا خلاصہ تھے۔ ان کے ایک فرزند تھے جن کی طبیعت اپنے والد پر تھی۔ انہیں احمد خلیل کہتے تھے۔ ان کا ایک فرزند تھا۔ والد نے ہر چند کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے اور بیٹے کی طبیعت شعر گوئی کی طرف مائل نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ حضرت ایشاںؒ کا گزر وہاں ہوا۔ امیر خسروؒ کے فرزند آپ کو اپنے مکان پر لے آئے اور ضیافت کا سامان فراہم کیا۔ شہر کے دوسرے بزرگ بھی اس ضیافت میں آئے تھے- انہوں نے اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ لڑکا بے حد کند طبیعت واقع ہوا ہے۔ ہر چند ہم نے کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ اب درویشوں کے اثر نظر کا امیدوار ہے حضرت ایشاںؒ کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ کچھ وقت اچھی کیفیت میں رہے، جب اس کیفیت کا اثر آپ کے مبارک چہرے اور پیشانی پر نمایاں ہوا تو فرمایا، کون کہتا ہے کہ یہ لڑکا کند طبیعت ہے یہ تو باپ سے زیادہ اچھا نظر آتا ہے۔ یہ جملہ زبان سے نکلتے ہی لڑکے کو عقل و ہوش مل گئے اور وہ باتیں کرنے لگا، چنانچہ اہل مجلس نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی باتیں بخلاف ماضی دوسری کیفیت ظاہر کر رہی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب شعر گوئی تمہاری میراث ہے تو تم شعر کیوں نہیں کہتے۔ اسی وقت یہ شعر اس کی زبان پر آئے، قطعہ:

آفریں بر خلیق طبع کزو
گوہر انگیز وجو ہر افشانیم
اثر تربیت بود کزوے
ہم سخن گوے وہم سخن دانیم

(اس خلیق طبیعت پر آفریں ہے جس کے باعث ہم موتی اچھالتے اور جو ہر بکھیرتے ہیں۔ یہ (آپ کی) تربیت کا اثر

ہے جس کے باعث ہم سخن گو اور سخن داں ہو گئے ہیں)

مجلس سے (تحسین و آفریں) کا شور اٹھا اور لڑکے کے والد نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھ دیا اور عزیزوں نے آفریں کہی۔ وہ زبانِ مقال سے کہتے تھے۔ قطعہ:

زہے مسیح زمانہ کہ مردہ طبعی را
حیات شعر بہ بخشیدو ہم رواں گوئی
چو آبِ خضر کہ از ظلمت طبیعتِ او
روانہ کرد بہر سو رواں رواں گوئی

(سبحان اللہ! مسیح زمانہ کی کیا بات ہے کہ مردہ طبیعت شخص کو حیاتِ شعر اور روانی کا سلیقہ بخشا۔ آبِ خضر کی مانند اس کی طبیعت کی ظلمت سے رواں گوئی کا چشمہ ہر جانب رواں کر دیا)

یہ قطعہ جو حضرتؒ کے مناقب میں ہے اس لڑکے کی تصنیف ہے۔

گیارہویں کرامت- سیّد علی سے متعلق جنہوں نے خطاب جہاں گیری پر اعتراض کیا تھا

سیّد علی قلندر (ایک بزرگ تھے)، انہوں نے اس نیلے گنبد اور آسمان کی چوکھٹ کے نیچے، دونوں سمندروں اور مشرق تا مغرب سفر کیا تھا۔ بہت سے اولیائے زمانہ اور فضلائے شہر کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ صوفیہ کے فن و اصول کے جامع اور علوم رسمیہ سے بہرہ مند تھے۔ ان کے قلندرانہ مراتب کے شور وغل کی صدا، عالم علوی کے مکینوں کے گوشِ ہوش تک پہنچ چکی تھی اور درویشانہ مناصب کی شہرت کے نعرے نے آسمان کے نقّارے کو پھاڑ دیا تھا۔ رباعی:[۱]

تلا لایش رسیدہ گوش جیحوں
علا لایش دریدہ کوس گردوں
جہانے از صدا یش بار کردن
بدل آورد میل باز کردن

(اس کا قلندرانہ نعرہ جیحوں کے کان تک پہنچا (ایک عالم نے سنا) اس کے شور وغل نے آسمان کا نقارہ پھاڑ دیا۔ اس کی صدا سے ایک جہان لدا ہوا تھا اور دل رغبت سے جدا ہو رہا تھا۔)

(یہ سید علی) تقریباً پانچ سو قلندروں کے ساتھ، جن میں ہر ایک صورتِ تجرّد سے آراستہ اور لباس تفرّد سے پیراستہ تھا، روح آباد میں حضرت قدوۃ الکبراؒ سے ملاقات کرنے آئے لیکن (ملاقات کے) آداب کی شرائط بجا نہ لائے۔ حضرتؒ کے

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

کیمیا تاثیر، ضمیر منیر پر یہ بات مخفی نہ رہی کہ قلندر تمام ترانانیت کے احساس کے ساتھ یہاں آیا ہے اور اس کا انکشاف محض دکھاوا ہے۔ جب بات چیت شروع ہوئی تو روگردانی کی گیند کو میدانِ اعتراض میں ڈالا (سب سے پہلے یہ اعتراض کیا) کہ خطاب ''جہاں گیری'' جو عالم علوی وسفلی پر مشتمل ہے (جس میں عالم ملکوت و ناسوت دونوں شامل ہیں) اور ظاہری و باطنی دونوں عوالم اس میں داخل ہیں، حیرت ہے کہ ایک فرد کو کس طرح دیا جاسکتا ہے کیونکہ زمانے میں جس قدر اولیا اور اصفیا ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی ولایت کے مرتبے کے اعتبار سے ''جہانگیر'' ہے، صرف آپ ہی میں ایسی کیا خصوصیت ہے؟ آپ نے فرمایا، تم زمانے کے شیخ الاسلام اور مقامات کے محتسب نہیں ہو کہ اس قسم کے غیبی معاملات کی تحقیق میں لگ گئے ہو، انہیں چھوڑو اور فقرا کے احوال پر گفتگو کرو۔ بیت:

برو بکارِ خود اے واعظ ایں چہ فریاد است
مرا فتاد دل ازرہ تراچہ افتاد است

(اے واعظ تو اپنا کام کر یہ کیا دہائی مچائی ہے، میرا دل راستے میں گر پڑا ہے تجھ پر کیا افتاد پڑی ہے)

قلندر نے کہا ہے ہم جو کہ اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں، اس لیے نکلے ہیں کہ درویشوں کے مقامات کی تحقیق اور ان کے احوال کے فرق معلوم کریں۔ جب تک ہم آپ کے خطاب کی تحقیق نہیں کر لیتے یہاں سے نہیں جائیں گے۔ اگر ''جہان'' سے مراد کسی ملک کی زمین اور وقت کا دائرہ ہے تو پھر مشائخ میں سے ہر کوئی اپنے اپنے علاقے اور زمین کا پیشوا ہے کیونکہ اس قطع زمین کا قیام اس شیخ کے وجود کے بغیر ممکن نہیں ہے، اور اگر ''جہان'' سے مراد ولایتِ معنوی ہے جو اولیائے مصطفوی کے مقامات ہیں تو بطریقِ اولیٰ اولیائے زمانہ سے ہر کوئی اپنے ملک اور ولایت کا محافظ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، یہ فقیر حضرت سیّدؒ کی بارگاہ عالی کے ملازموں میں ایک حقیر ملازم اور قدیم جاروب کشوں میں سے ایک جاروب کش ہے، انہوں نے اس حقیقت کے مطابق کہ ''القاب آسمان سے نازل ہوتے ہیں'' (اس فقیر کو) اس خطاب سے مخاطب فرمایا ہے، قطعہ:

عجب نیست کز خواجہ ام چوں ایاز
بالطافِ محمود مسرور کرد
کسے حبشی را زلطفِ کمال
چہ نقصاں اگر نام کافور کرد

(اگر میرے خواجہ نے ایاز کے مانند الطافِ محمودی سے مسرور کیا تو تعجب کی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی (آقا) کسی سیاہ فام (غلام) کو کافور (گورا) کہے تو کیا نقصان ہے)

سیّد علی قلندر نے کہا، جس خطاب سے زمانے کے کسی کامل ومکمل کو مخاطب نہ کیا گیا ہو اس سے آپ کو کس طرح مخاطب

کیا جاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا، اے عزیز! تم سلوک میں سلسلۂ ترتیب کے مطابق اپنے عین ثابتہ [1] تک نہیں پہنچے (تو خطاب جہانگیر کی حقیقت کو کس طرح سمجھ سکتے ہو) جب کوئی سالک راہِ سلوک میں اپنے اعیان ثابتہ [2] میں پہنچتا ہے تو مراتبِ سہ گانہ سے باہر نہیں ہوتا۔ (ان تین مرتبوں میں سے کوئی ایک مرتبہ سالک کو حاصل ہوتا ہے)

مرتبہ اوّل۔ ایک سالک ایسا ہوتا ہے کہ اپنے اعیان ثابتہ میں سے بعض (حقائق کے) علم اور جملہ شیوناتِ [3] ذاتیہ اور حروفاتِ عالیہ کا جامع ہوتا ہے۔

مرتبہ دوم۔ ایک سالک ایسا ہوتا ہے کہ اپنے اعیان میں سے بعض (حقائق کا) علم رکھتا ہے۔

مرتبہ سوم۔ ایک سالک ایسا ہوتا ہے کہ اس کے علم کا شمول اپنے اعیان ثابتہ کے ساتھ ہوتا ہے فقط

سالکِ اوّل جب اپنے اعیانِ ثابتہ میں پہنچتا ہے تو ذاتِ الٰہی کے جملہ اعیان اور جملہ اسمائے صفات پر مطلع ہوتا ہے جیسے غوث اور اولیائے کامل ہوتے ہیں۔

سالکِ دوم ذاتِ الٰہی کے بعض اعیانِ ثابتہ کا علم رکھتا ہے جیسے متوسط الحال اولیا ہوتے ہیں سالکِ سوم اپنے اعیانِ ثابتہ اور اس کے احکام و آثار پر مطلع ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے سالکِ اوّل کو، اوّل سے آخر تک عالم کے جو احکام جاریہ ہیں ان کی اطلاع ہوتی ہے، جیسے کہ حضرت صاحبِ فصوص الحکم نے فتوحاتِ مکیّہ میں عالم پر اپنی اطلاع کا ذکر کیا ہے:

کشف اللہ عن بصری و بصیرتی الکلّیہ

(اللہ نے بالکلیّہ میری بصر اور بصیرت کھول دی)

اس کی شرح لطیفۂ سابق میں مذکور ہوچکی ہے، چنانچہ اس اعتبار سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اولیائے الٰہی میں سے کسی ولی کا سلوک اس قبیل کا ہو اور اس کے اعیانِ ثابتہ عالمِ علوی و سفلی کے حقائق پر مشتمل ہوں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ لوگ اسے ''جہانگیر'' کہیں۔ سیّد علی قلندر نے کہا، دوسرے اولیا نے بھی اپنے سلوک کو اس مرتبے تک پہنچایا ہوگا اور وصول کی راہ طے کی ہوگی، انہیں جہانگیر کیوں نہیں کہتے؟ آپ نے فرمایا کہ عارفینِ روزگار کے وصول اور اولیائے زمانہ کے حصول کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔ ہر ایک نے مختلف مقاصد اپنے سامنے رکھے ہیں۔ ایک زہد میں زاہد اور دوسرا عشق

---

[1] عین ثابتہ- آئینہ عالم جو علم الٰہی میں عالم کی تخلیق سے قبل موجود تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ وہ حقیقت جو علم الٰہی میں موجود مگر خارج میں معدوم ہے (سّر دلبران، شاہ محمد ذوقی ص ۲۰۷) مترجم نے اُن اصلاحات کو جو اس گفتگو میں آئیں بعینہ تحریر کیا ہے اور ان کا مفہوم حاشیے میں حوالے کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

[2] وہ مظاہر جن میں اسمائے الٰہی، علم الٰہی میں ظاہر ہوتے ہیں اعیان ثابتہ نیز صورِ علمی کہتے ہیں (سّر دلبراں ص ۱۵)۔

[3] شیون۔ مرتبہ علم میں وجودِ حق کے تعینات کو کہتے ہیں (سر دلبراں ص ۲۴۰)

میں عاشق بنا۔بعض نے موافق راہ اختیار کی۔ انہوں نے اپنے سلوک کو اس مقام تک پہنچایا ہوگا۔مجمل مقصود آستانہ ٔ وجود ہے جیسا کہ فصوص (کے مطالعے) سے معلوم ہوتا ہے:

''وکم من ولی اللہ طویل العمرو کبیر الشّان مات ولم یحصل لھم سجود القلب''

(بہت سے اولیائے الٰہی ہیں جن کی عمر طویل تھی اور ان کے احوال بھی خوب تھے۔ انہوں نے وفات پائی (لیکن) انہیں دل سے سجدہ کرنا نصیب نہ ہوا) بیت:

طالبانِ خط و خالش گرچہ آمد بے شمار
لیک طالب آں بود کو طالبِ ذاتِ نگار

(محبوب کے خط و خال کے طالب تو بے شمار ہوئے ہیں لیکن سچا عاشق وہ ہے جو محبوب کی ذات کا طالب ہے)

اس کے باوجود میں اس حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔(بزرگوں نے) اس مرتبے کے حصول سے متعلق دوسری دلیل دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مرتبے میں عارف سالک کی ہستی ایک رمق سے زیادہ باقی نہیں رہتی (پس) ایسا کون سعادت مند ہے جو اس مرتبے کے شرف سے مشرف ہو، ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ [۱] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔) لیکن بعض دردمندوں اور جملہ جاں نثاروں نے اس بلند حوصلہ خیال کا اظہار کیا ہے کہ اُن کے نزدیک کسی طالبِ وحدت کا مراتبِ وجود کے ایک مرتبے پر قناعت کرنا،تجلّیات کی روشنیوں اور صفات کی خوشبوؤں سے کفر کرنا ہے۔ یہ حضرات طالب کو محدودیت سے آزاد ہوجانے پر اصرار کرتے ہیں، جیسے کہ مجذوب شیرازی نے بھی ہمیں اس مقام کی خبر دی ہے، بیت:

غلامِ ہمتِ آنم کہ زیر چرخ کبود
زہرچہ رنگ تعلق پذیرد آزاد ست

(میں اس صاحبِ ہمت کا غلام ہوں جس نے اس نیلے آسمان کے نیچے جو کچھ رنگِ تعلق اختیار کیا اس سے آزاد ہے)۔

یہاں تک کہ مسمّٰی کی خصوصیات کی حیثیت سے (اس کے) اسما پر توجہ دینا عین شرک ہے۔، چنانچہ اس راز کے اخفا کے پیش نظر جو درویشوں پر منکشف ہوتا ہے یہ حضرات دل و جان کی صدارت کے ساتھ یہ چاہتے ہیں اور اس امر کے طالب ہوتے ہیں کہ (حقیقی) جمال کے نور کا پرتو ان پر پڑے اور (دوئی کی) ظلمت کو اس طرح معدوم کردے کہ انہیں نہ اپنی ہستی کا شعور رہے اور نہ اپنی بقا اور فنا کا شعور رہے، بیت:

اشرف تو از شعورِ فنائے فنا گزر
خواہی اگر بقائے کہ جاوید کش بقاست

---

[۱] پارہ ۲۸،سورہ الجمعہ، آیت ۴۔

(اے اشرف! اگرتم ایسی بقا کے طلب گار ہو جو جاوید کش بقا ہے تو فنا الفنا کے شعور سے گزر جاؤ)

اس مقام پر اس کے حال کی زبان اس ترانے سے مترنم ہوتی ہے کہ کُلُّ شَئیٍ ھَالِکٌ اِلَّاوَجُھَہٗ ۔ [1] (ترجمہ: اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے)۔ بیت: [2]

ہر کہ آمد بہ بحر توحید ش
یافت دُرّ خوش آبِ تفریدش

(جو طالب حق تعالیٰ کی توحید کے (بے کراں) سمندر پر آیا اس نے اس کی فردیت کا آب دار موتی حاصل کرلیا)

برد بر حضرتِ وجوب نثار

(پھر اس خوش آب موتی کو حضرت واجب الوجود پر نثار کردیا)

لیس فی الدار غیرہ الدیّار
لم یبق الا اللہ الواحد القھار

(گھر میں سوائے آباکنندہ کے کوئی نہیں ہے بلکہ یکتا حق تعالیٰ قہار کے سوا کوئی باقی نہیں رہتا)

وھذا ھو المقام الحضرۃ الاکملیہ المسماۃ بمقام او ادنیٰ و لکل وزینۃ نصیب من القاب قوسین یعنی یہ مقام حضرت اکملیّہ کا مقام ہے، اس کا نام ''مقام اَوادنیٰ'' ہے اور ہر کامل کو مقامِ قاب قوسین سے حصہ ملتا ہے اس مرتبے کے حصول کی دوسری علامت یہ ہے۔ کہ تیری طرف سے بھلائی مکمل مانی جاتی ہے اور ظاہری اور باطنی حواس میں جو باہمی مغایرت ومنافرت ہوتی ہے ختم ہوجاتی ہے۔ **بحیث یعمل کل قوۃ عمل غیر ھاوھذا ھو المقصود من الحقیقہ و الفطرۃ لاغیر** (اس طور سے کہ ہر قوت اپنے سے غیر (قوت) کا کام انجام دیتی ہے یہی حقیقت پیدائش کا مقصود ہے)۔

سیّدعلی قلندر نے کہا، یہ بات کہ ایک قوت دوسری قوتوں کا عمل سرانجام دیتی ہے اس کا معائنہ ہونا چاہیے (یہ بات سن کر) حضرت قدوۃ الکبراؒ کے بشرے میں تغیر پیدا ہوا اور آثارِ غضب نمایاں ہوئے، فرمایا، لو دیکھو یہ میرا ہاتھ ہے، اس کی ایک حس ہے (لیکن) اس میں دوسرے حواس کے احکام شامل ہیں۔ ایک طباق جو رقیق غذا سے پر تھا، کھانے کے لیے لائے تھے۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک اس برتن میں ڈالا، پلک جھپکتے ہی وہ شوربا ختم ہوگیا۔ بچا ہوا شوربا جو دیگ میں تھا اسے بھی طباق میں ڈال دیا۔ تمام کا تمام شوربا (ہاتھ نے) کھالیا۔ اسی طرح آپ کے دستِ مبارک سے سامعہ، شامہ اور باصرہ (کے حواس) ظاہر ہوئے۔ بے شک وشبہ آپ اپنے دست مبارک کو جو حکم دیتے سرانجام پاتا۔

اس قدر معائنے اور مشاہدے کے باوجود قلندر نے کہا ہر چند کہ جو کچھ مشاہدے میں آیا ایسا ہی ہے لیکن یہ خطاب بے

---

[1] پارہ ۲۰، سورہ القصص، آیت ۸۸۔

[2] یہاں دو مصرعوں کے بجائے تین مصرعے نقل کیے گئے ہیں، مترجم نے اصل متن کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

ادبی سے خالی نہیں ہے۔ یہ بات سنتے ہی (آپ کے) دستِ مبارک نے بلند آواز سے کہا۔

''اے نامرد! خطاب جہانگیری کی نسبت کیا کہتا ہے اور جہانگیر کیا ہوتا ہے، بلکہ میں خود جہانگیر ہوں''۔ ابھی یہ بات آپ کی زبانِ دست سے پوری طرح نکلی نہ تھی کہ اس کی روح نے قالب کے آشیانے سے پرواز کرکے بدنصیبی کے صحرا میں اڑنا شروع کردیا، ابیات:

زہے شہباز ذکر لا ابالی
کہ می پرّد میانِ لایزالی

(سبحان اللہ! لا ابالی ذکر کا شہباز خوب ہے جو ہمیشگی کے میدان میں اڑتا ہے)

چو عنقا گرنگوید بہر پرواز
جہاں رابر زند تا قاف رآواز

(اگر عنقا کی مانند پرواز کے لیے کہے (ارادہ کرے) قاف تک آواز سے درہم برہم کردے)

چو گردد گوے چوگاں باز دردست
بیند از وچوگو بالاش از پست

(اگر چوگان کی گیند کی مانند پھر ہاتھ میں آجائے تو اسے پستی سے بلندی پر اچھال دے)

بعضے بزرگ جیسے حضرت کبیر، قاضی رفیع الدین، شیخ رکن الدین شہباز، شیخ اصیل الدین سفید باز اور شیخ جمیل الدین جرہ باز اور اس طرح دوسرے حضرات وہاں موجود تھے۔ ہر ایک نے یہ انوکھا امر اور عجیب معاملہ دیکھا تو حیرت سے اپنی انگلیاں منہ میں دبالیں اور اپنی زبانیں حضرتؒ کی ثنا میں کھولیں اور ہر ایک نے اپنے سر آپ کے قدموں میں رکھ دیے۔ مجلس سے ایک شور برپا ہوا کہ ایسی کرامت کسی عارف واثق سے کبھی نہیں دیکھی گئی بلکہ سنی بھی نہیں گئی۔

سیّد علی قلندر کے اصحاب ان کی تجہیز اور تکفین میں مصروف رہے۔ جب اس ماجرے کو دو تین دن گزر گئے تو قلندروں کے سرحلقہ حضرت شیخ کبیر اور سیّد حاجی عبدالرزاق نور العین کو لے کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فاتحہ کی درخواست کی کہ ایمان خیریت سے رہے۔ چونکہ یہ عزیز درمیان میں تھے ان کے پاس خاطر کی غرض سے آپ نے فاتحہ پڑھی اور جو سوال کیا تھا اس کا بھرم رکھا۔

اسی تقریب سے فرماتے تھے کہ شیخ تاج العارفین ابوالوفا قدس سرہ، کے زمانے میں اولیائے منازلہ[ل۱] میں سے دس

ل۱ اولیائے منازلہ اور منازلاتِ غیب کا مفہوم معلوم کرنے کے لیے مترجم نے اپنی سی ہر کوشش کی لیکن ''منازلہ'' اور ''منازلات'' کے لفظ کسی لغت میں نہیں ملے۔ شاہ محمد ذوقیؒ نے سبر دلبراں میں اقسامِ ولایت و اولیا کے موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے لیکن مذکورہ دونوں اصطلاحیں وہاں بھی نہیں ملیں۔ ملاحظہ فرمائیں صفحات ۱۷۳ اور ۳۱۶۔ مجبوراً مترجم نے دونوں اصطلاحوں کو اسی طرح لکھا ہے جس طرح اصل متن تحریر ہوئی ہیں۔

افراد پر منازلاتِ غیب وارد ہوئے۔ اُس منازلت میں اِن افراد کے اسرار میں اشتراک بھی واقع ہوا اور منازلہ میں سے کسی چیز کے باعث مشکل پیش آئی۔ سب مل کر شیخ تاج العارفین کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ شیخ ؒ سے دریافت کریں گے۔ شیخ اس وقت سوئے ہوئے تھے اور ان کے اعضائے مبارک تسبیح وتہلیل میں مشغول تھے۔ یہ حضرات کچھ دیر انتظار میں رہے تاکہ شیخ بیدار ہوجائیں شیخ کے بیدار ہونے سے قبل ہی شیخ کے اعضا بولے اور منازلات سے متعلق جو ان کی مشکلات تھیں ان کو حل کردیا۔ یہ حضرات واپس آ گئے۔

بارہویں کرامت– احمد آباد میں اظہار تصرف قیلولے میں چھوٹی انگلی کا تکلم کرنا اور مسئلے کا جواب دینا

حضرت قدوۃ الکبراؒ جس زمانے میں گلبرکہ سے واپس ہوئے تو احمد آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ اس قیام کی وجہ یہ تھی شیخ مبارک اور شیخ الاسلام وغیرہ جیسے عزیزوں کا اصرار تھا کہ چند روز وہاں قیام فرمائیں۔ ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ دوپہر کے وقت آرام فرما رہے تھے۔ عین اس وقت شیخ الاسلام، شیخ مبارک وغیرہ میں توحید کے مسئلے پر اختلاف پیدا ہوگیا۔ ہرفریق نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل اور براہین پیش کیے آخر میں یہ طے ہوا کہ حضرت ایشاں سے استفادہ کریں گے۔ قطعہ:

مشکل اندر سخن چرا باشد
چوں کہ مشکل کشائے عالم ہست
(کسی بات میں مشکل کس لیے پیدا ہوگی کیونکہ مشکل کشائے عالم ہمارے ساتھ ہے)
عجب است ایں کہ از دگر پر سد
داشت جام جہاں نمائے بدست
(یہ عجیب بات ہے کہ جام جہاں نما اپنے ہاتھ میں ہوتے ہوئے دوسرے شخص سے معلوم کیا جائے)

چنانچہ ہرعزیز نے اس غیرحل شدہ مسئلے کے ساتھ حضرت ایشاں کی جانب رُخ کیا اور آپ کو سویا ہوا پایا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد طے کیا کہ کسی دوسرے وقت دریافت کریں گے۔ ابھی قیام گاہ سے واپسی کا ارادہ کر رہے تھے کہ دست مبارک کی چھوٹی انگلی نے بولنا شروع کیا اور صراحت کے ساتھ تمام مقدمات بیان کیے اور ہر ایک کی تشریح کی۔ آخر میں جو اشکال پیدا ہوسکتے انہیں بیان کیا پھر ایک ایک اشکال کا جواب دیا، اور جواب بھی کیسے جیسے روح افزا آب حیات ہو۔ تمام عزیزوں کی روح کو فرحت حاصل ہوئی۔ قطعہ:

چہ جزوست ایں کہ دروے کلِّ اسرار
بود ترکیب از پیرائے جوہر

(کیا خوب جزو ہے جس میں اسرار کا کل موجود ہے اور جس کی تشکیل جوہر کے ڈھنگ پر ہوئی ہے)

بلے چوں جزو حکمِ کل بگیرد
دہد از قطرۂ دریائے گوہر

(ہاں! جب کوئی جزو اپنے کل کا حکم اختیار کر لیتا ہے تو ایک قطرے سے دریائے گوہر عطا ہوتا ہے)

تیرہویں کرامت- روم میں شیخ الاسلام رومی کو غیبت کرنے کی سزا ملنا

حضرت قدوۃ الکبراؒ اُس بار روم، (اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا) میں قیام پذیر تھے۔ شیخ الاسلام روم اپنے زنگ بار دل کے باعث آپ کے خدام پر نکتہ چینی کرتے تھے، حالانکہ از روئے شریعت آپ کے کسی ایک مصاحب سے کوئی خطا سرزد نہ ہوئی تھی لیکن وہ (یعنی شیخ الاسلام) لوگوں پر اسی طور پر نمایاں کرتے تھے کہ حضرت ایشاں کے ایک خادم نے ایسا کیا ویسا کیا۔ مدتوں انہوں نے محفلوں اور مجلسوں میں اسے غیبت کرنے کا منشا بنالیا۔ آپ کے بعض قدیم نیاز مندوں نے یہ بات آپ کے سمع مبارک تک پہنچائی۔ آپ نے فرمایا، وہ خود ہی متنبہ ہوجائیں گے۔

ایک روز حضرت ایشاں فجر کی نماز ادا کر کے معمول کے وظائف میں مشغول تھے کہ شیخ الاسلام (سراسیمگی کی حالت میں) ننگے سر، والعفو عندالقدرۃ (معافی قدرت کے نزدیک ہے) کہتے ہوئے آئے اور اپنا سر حضرت ایشاں کے قدموں میں رکھ دیا اور بے حد عاجزی اور انکسار کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا، یہ تو بتاؤ ہوا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا پہلے آپ عنایت کر کے معاف فرمائیں تب میں عرض کروں گا۔ جو کچھ مجھ پر گزرا ہے کسی بندے کو اس سے پالا نہ پڑے۔ میں اپنے گھر کے کوٹھے پر جاگا ہوا تھا۔ وہ کوٹھا اس طرح کا ہے کہ چیونٹی کا بھی گزر نہیں ہوسکتا۔ ناگاہ دس آدمی جن کی تلواریں برہنہ تھیں آئے اور مجھے پکڑ لیا (آپس میں کہنے لگے) کہ یہ وہی شخص ہوگا جو میر سیّد اشرف جہانگیر کی غیبت کرتا ہے۔ آؤ ہم اس کا سرتن سے جدا کردیں۔ انہوں نے مجھے (زمین پر) لٹا دیا (میرے قتل میں) کوئی کسر باقی نہ رہی تھی کہ ایک بزرگ نورانی صورت سفید ریش ایک طرف آئے اور مجھے ان لوگوں کے ہاتھ سے ہزار حیلوں اور منتوں سے چھڑایا اور ان لوگوں سے کہا، بس اب جاؤ، میں نے اِس کے گناہ کو حضرت سیّد صاحب سے مانگ لیا ہے۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو مجھے بہت برا بھلا کہا کہ ہرگز ہرگز خیال میں بھی اللہ والوں کے بارے میں ایسی بات نہیں سوچنا چاہیے۔ اب جلد جاؤ اور اُن بزرگ کے قدم کو اپنے سر کا تاج بناؤ کہ تمہارا گناہ میں نے اپنے سر لے لیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ مسکرائے اور فرمایا ہاں تمہارے دادا لائق شخص تھے ان کی روحانیت کا مشاہدہ ہوا ہے۔ آئندہ اس فقیر کی کرید نہ کرنا۔ اس موقعے پر مثنوی مولوی کے شعر پڑھے۔

مثنوی:

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

(جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی شخص کا پردہ چاک کردے تو اسے پاک لوگوں کو برا کہنے کی طرف مائل کردیتا ہے)

در خدا خواہد کہ پوشد غیبِ کس
کم زند در عیب ِ اہلِ دل نفس

(اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کا عیب چھپانا چاہتا ہے تو اسے اہل دل کی عیب چینی نہ کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے)

نکتہ چوں تیغِ پولادست تیز
گرنداری تو سپر واپس گریز

(فولادی تلوار کے مانند تیز نکتہ ہے اگر تیرے پاس ڈھال نہیں ہے تو واپس بھاگ جا)

پیشِ ایں الماس بے اسپرمیا
کز بریدن تیغ رانبود حیا

(اس (کاٹنے والے) الماس کے سامنے بغیر ڈھال کے نہ آ، تلوار کو گردن اڑا دینے میں کوئی تکلّف نہیں ہوتا)

چودھویں کرامت[1] روم میں بادشاہ کے خاص محل کا، جس نے حضرت نورالعین کی غیبت کی تھی سزا پانا

قتلغ خاں خاص محل نے حضرت نورالعین کی نسبت کبھی کوئی بات کہی تھی جو ان کی دل ماندگی کا سبب بنی۔ اسے (قتلغ خاں کو) یہ توفیق نہ ہوئی کہ کدورت رفع کرتا۔ ایک رات اپنے مکان کے بالا خانے پر سویا ہوا تھا کہ تین قلندر چھری ہاتھ میں لیے ہوئے داخل ہوئے اور قتلغ کو پکڑلیا اور کہتے جاتے تھے کہ ہاں تونے نورالعین کے بارے میں ناروا بات کہی ہے۔ کیا تونہیں جانتا کہ وہ سیّد اشرف کے فرزند ہیں۔ قتلغ خاں نے معذرت کی اور اُن قلندروں کے ہاتھ سے رہائی پائی صبح ہوئی تو قتلغ خاں حضرت قاضی حجّت کو درمیان میں ڈال کر حاضر خدمت ہوا اور ابتدا میں بہت سے عذر پیش کیے۔

پندرہویں کرامت- اٹھارہ پشتوں تک اولاد کے لیے وعدہ کہ ان کے دشمن مقہور ہوں گے

آپ نے فرمایا کہ ہم نے حق تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ ہماری اولاد کی اٹھارہ پشتوں تک جو شخص برائی چاہے گا یا برائی کرے گا مردان خدائے تعالیٰ اس کی جان کے دشمن ہوجائیں اور میں کہ ابھی زندہ ہوں تو میرے نورالعین کی غیبت کرتا ہے۔ میری زندگی اور موت یک ساں ہے۔ مثنوی:

منم در جہاں زندہ و پایدار
جہاں ماندہ و از ہمہ مایہ دار

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۷۹ پر حاشیے میں چودھویں کرامت کا یہ عنوان نقل کیا گیا ہے، ''کرامت چہار دہم در روم خاص محل بادشاہ کہ غیبت حضرت نور العین کردہ بود سزا یافت'' اس کرامت کی عبارت میں روم کا ذکر کہیں نہیں آیا۔ غالباً عبارت خلط ملط ہوگئی ہے۔ (واللہ اعلم)

(میں دنیا میں زندہ و پائیدار ہوں، اس سے دنیا پوری طرح مایہ دار ہے)

جہاں سلسلہ حلقہ جنباں منم
چہ حلقہ کہ برحلقہ جنباں منم

(دنیا ایک زنجیر ہے اور میں اس زنجیر کے حلقے ہلا رہا ہوں بلکہ حلقہ کیا چیز ہے میں ہی حلقے پر متحرک ہوں)

کسے حلقہ سلسلم گر گسست
جہاں حلقہ سلسلش را شکست

(جس کسی نے میرے سلسلے کے حلقے کو توڑا دنیا اس کے سلسلے کے کڑیاں توڑ دے گی)

لطیفہ ۵۶

زبدۃ الافاق سیّد عبدالرزاق کو مقام اور ولایت تفویض کرنے اور فرزندی کے شرف سے قبول کرنے کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبراؒ جس وقت قدوۃ الاکابر وعمدۃ الاماثر حضرت شیخ علاء الحق والدین کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے تھے تو آپ ستائیس سال کے تھے۔ حضرتِ شیخ کی جانب سے جو طرح طرح کے لطائف اور انعامات حضرت قدوۃ الکبراؒ کو حاصل ہوئے وہ لطیفہ سابق میں مذکور ہو چکے ہیں ان کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنے شیخ کی خدمت میں ملازمت اور ریاضت کے طریقے سپرد کرتے تھے (شیخ کی خدمت کرتے اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے)

ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس خلوت خانے میں جو خانقاہ کے پہلو میں تھا، اور جسے خود آپ ہی نے متعین کیا تھا، (اس ارادے سے) کمر کے گرد چادر لپیٹی کہ باہر نکلیں اور حضرت مخدومی کی خدمت میں حاضر ہوں کہ اچانک آپ نے شیخ کی جوتیوں کی آہٹ سنی۔ آپ کے باہر نکلنے تک شیخ خلوت خانے کے دروازے پر پہنچ گئے اور بہت ہی التفات سے دریافت فرمایا، سیّد کس کام میں مشغول ہو؟ حضرت مخدومی جب بھی آپ سے مخاطب ہوتے تو اسی لفظ سے مخاطب ہوتے تھے۔ جب آپ کے سمعِ مبارک میں حضرت مخدومی کے کلام کی آواز پہنچی اور انہوں نے دریافت کیا کہ کیا کام کر رہے ہو تو حضرت ایشاں نے جواب میں عرض کیا۔ میں نے خدمت کے لیے کمر باندھ لی ہے۔ موتی برسانے والی زبان سے فرمایا، اگر کمر باندھتے ہو تو مضبوطی سے باندھنا کہ پھر کوئی چیز درمیان میں حارج نہ ہو۔ عرض کیا کہ میں نے آرزوئے نفس درمیان سے اکھاڑ کر باہر پھینک دی ہے، جب تک زندہ ہوں (قائم رہوں گا)۔ حضرت مخدومی نے فرمایا مبارک ہو۔ جب باہر تشریف لائے تو حضرت قدوۃ الکبراؒ کے چہرے کا رنگ کسی قدر متغیر ہوا، خیال پیدا ہوا کہ ہمارا کوئی قائم مقام تو ہوگا نہیں۔ جیسے ہی یہ خیال آپ کے دل میں آیا، حضرت مخدومی سے پوشیدہ نہیں رہا۔ اپنا سر گریبان میں لے گئے۔ دو تین ساعت کے بعد سر اٹھایا اور تمام تر بشارت کے ساتھ فرمایا، اے سیّد! مبارک ہو کہ ہم نے تمہارے لیے حضرت پروردگار سے فرزندِ دینی عنایت کرنے کی درخواست کی ہے جو سلسلے کا سر حلقہ اور تمہارے خاندان کا پیشوا ہوگا۔ اس کے باعث تمہاری بزرگی کا شہرہ

جب تک زمانہ اور ادوار ختم نہ ہوجائیں روئے زمین پر باقی رہے گا اور وہ فرزند تمہارے خاندان سے ہوگا نیز زبانِ مبارک سے یہ اشعار فرمائے قطعہ:

تارود برصفحۂ گیتی نشاں
از تقاضائے قضایت اے اِلہ
(یا اللہ! جب تک تیری تقدیر کے مطابق دنیا کے صفحے پر نشان باقی رہے)
باد بر روئے زمیں آثار تو
دُرفشان و جاوداں چوں مہرو ماہ
(روئے زمیں پر تیرے آثار باقی رہیں اور ہمیشہ چاند اور سورج کی مانند موتی برساتے رہیں)

قدوۃ الکبرا نے اس بشارت کے سنتے ہی شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ حضرت مخدومی اور اصحاب نے آپ کو مبارک باد دی، قطعہ:

مبارک باد ایں عالی بشارت
زدر گوہر دریائے اسرار[1]
(دریائے اسرار کے دُرِ گوہر پانے کی عالی خوش خبری مبارک ہو)
بود نسبت گہر از گوہرِ کان
سزائے تاجِ شاہاں باشد اے یار
(کان سے نکلنے والے موتی کو ہر عالی خاندان سے نسبت ہے (اس لیے) اے دوست وہ بادشاہوں کے تاج کے لائق ہوتا ہے)

اس کے بعد حضرت مخدومی کی خدمت میں رہے، پھر حضرت مخدومی کے ارشاد کے مطابق دارالسلطنت جون پور میں قیام فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شہر کو جلنے اور نقصان سے محفوظ رکھے۔ یہ واقعہ گزشتہ اوراق میں مذکور ہوچکا ہے وہاں سے آپ عراق کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کا گزر صالحیہ جیلی کے علاقے میں ہوا۔ وہاں کے سادات (آپ سے) عقیدہ اور ارادت رکھتے تھے چنانچہ کافی عرصے وہاں قیام پذیر ہوئے۔

حضرت سیّد عبدالرزاق سیّد حسن عبدالغفور کے فرزندوں میں سے تھے۔ انہیں حضرت قدوۃ الکبرا سے عقیدت پیدا ہوگئی۔ اس وقت اِن سیّد زادے کی عمر بارہ سال سے زیادہ نہ تھی انہیں حضرت ایشاں کی ملازمت کی تمنّا اور آرزو اس حد تک بڑھ گئی

---

[1] احقر مترجم کے قیاس میں دوسرا مصرع یوں ہوگا ''زدُرِج گوہر دریائے اسرار'' جو سہو کتابت کے باعث ''زدُرِّ گوہر دریائے اسرار'' نقل ہوگیا ہے۔ بہر حال اصل متن کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

کہ اسے بیان کرنا محال ہے ہر چند ان کے پدرِ بزرگوار اور اقارب و اعزا نے نصیحت کی اور بہت کچھ سمجھایا لیکن ان تمام باتوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا، اور خدمت وسلوک کی جانب رُخ کرلیا۔ نظم:

کسے راکہ یزداں کشد سوئے خویش
نیارد کسے دیگرش بند کرد

(اللہ تعالیٰ جس کسی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کوئی ہستی اسے نہیں روک سکتی)

چو دیوانہ را دل کشد سوئے یار
نیارد بز بخیر کس بند کرد

(جس طرح دیوانے کا دل اسے محبوب کی طرف کھینچتا ہے اور وہ زنجیر کے باندھے بھی نہیں رکتا)۔

جب سیّد عبدالغفور نے دیکھا کہ وہ (سیّد عبدالرزاق) پندونصیحت کے باوجود نہیں مانتے تو وہ انہیں لے کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت بزرگوار ہم اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بیٹے کو آپ کی تشریف آوری پر نثار کرتے ہیں اور جو کچھ ہمارا حق ان کے ذمّے ہے اس سے دست بردار ہوتے ہیں۔ بیت:

سپر دم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

(میں نے اپنی متاع آپ کے سپرد کردی ہے۔ یہ کم ہے یا زیادہ ہے اس کا حساب آپ جانیں)

اسی طرح عفیفہ والدہ نے بھی اپنے جگر گوشے کو حضرت قدوۃ الکبراؒ کے سپرد کیا اور اپنے حق سے جو اس کے ذمّے تھا دست بردار ہوگئیں۔ قطعہ:

زہے ہمّتِ مادر مہرور
کہ پرورده بودش بدامانِ خویش
پسر را کہ پرورده بوده بجاں
بجاندار بسپرد چوں جانِ خویش

(اس مادرِ مہربان کی ہمت قابلِ تحسین ہے جس نے اپنے بیٹے کو اپنے دامن کے سائے میں جان کے ساتھ پرورش کیا اور پھر اسے اپنی جان کی مانند ایک صاحب ہمت کے سپرد کردیا)

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے سیّد زادے کو بصد جان قبول فرمایا اور خاندانِ سیادت وسرداری کی نسبتوں اور قربتوں کو تازہ کیا۔ ان کی تربیت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی نیز ان کے لیے خدمت و ملازمت کرنے کا ایسا طریقہ مقرر فرمایا اور اس کی مقدار اتنی رکھی کہ اس کا بجالانا نوعِ جن و بشر کے بس میں نہ تھا۔ قطعہ:

چناں راہِ خدمت سپردہ بسر
کہ زاں جز نیایدز نوع بشر
(ان کے ذمے خدمت کا ایسا راستہ سپرد کیا کہ نوعِ بشر کی قوت سے باہر تھا)
اگر کس چنیں خدمت آرد بجائے
چرا نزدِ خویشش نخواند خدائے
(اگر کوئی شخص اس نوعیت کی خدمت بجا لائے تو اللہ تعالیٰ کیوں نہ اسے اپنی قربت عطا کرے)

ان متبرک الفاظ اور اثر کرنے والی باتوں کو جمع کرنے والا (نظام الدین غریب یمنی) تقریباً تیس سال تک حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں رہا اور سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا۔ اس مدت میں حضرت ایشاں نے جو حکم دیا سیّد زادے کے سوا شاید ہی کسی نے سبقت کی ہوگی۔ رباعی [1]:

چناں سربر خطِ حکمش نہادہ
کہ از ایراد خود بیروں فتادہ
(آپ کے حکم کی تحریر پر اس ذوق وشوق سے سر رکھا کہ (خادم) خود کو سنبھال نہ سکا)
اگر کارے بخاطرمی رسیدش
بکامِ خاطرش از سرد ویدش

کوئی ایسا کام جس سے حضرتؒ کے دل کو مسّرت حاصل ہو، انھوں نے آپ کی رضا کے لیے سر کے بل دوڑ کر انجام دیا۔

حضرت نور العینؒ کی مدتِ عمر کا ذکر

اپنی گویائی کی استطاعت کے موافق شمّہ برابر خدمت کا ذکر کیا گیا۔ سیّد عبدالرزاقؒ نے ایک سو بیس سال کامل عمر پائی۔ جب وہ بارہ سال کے تھے تو حضرت قدوۃ الکبراؒ کی ملازمت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ چالیس سال تک سجادۂ شیخ پر متمکن رہے اور اصحابِ طلب کے ارشاد اور اربابِ قلب کی ہدایت میں مشغول رہے، باقی زندگی حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت گزاری میں بسر کی۔ رباعی: [2]

عمرے کہ بخدمت شدہ محسوب تواں داشت
باقی ہمہ بے حاصلی و بوالہوسی بود
(جو عمر دوست کی خدمت میں بسر ہوئی وہی عمر شمار میں آسکتی ہے باقی مدت محض بے حاصلی اور بوالہوسی تھی)

---

[1] یہ بھی قطعہ ہے رباعی نہیں ہے۔
[2] یہ اشعار بھی رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

سرمایۂ سودائے حیاتِ دو جہانی
جز خدمتِ دلدار دگر خاک و خسی بود

(دونوں جہان کی زندگی کے سودے کا سرمایہ صرف دلدار کی خدمت کرنا تھا اس کے علاوہ جو کچھ تھا وہ گھاس اور مٹی سے زیادہ نہ تھا)

حضرت قدوۃ الکبراؒ دمشق کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی۔ جس میں حضرت ابوالمکارم، خواجہ ابوالوفا، شیخ علی، شیخ اصیل الدین اور شیخ تقی الدین نیز دیگر بزرگ مشرف بہ خدمت تھے۔ معارف سے متعلق گفتگو جاری تھی اور یہ تمام حضرات عوارف وحقائق سننے سے محظوظ ہو رہے تھے۔ آخر میں حضرت نور العین سے متعلق بات نکلی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو انعامات عطا فرمائے ہیں ایک سَر اور دوسرا سِر یہ دونوں فرزند عبدالرزاق پر نثار ہوگئے، قطعہ:

مرا از جہاں دار دارائے دیں
سَرے بود موہوب و سِر برسرش
ز دریائے وجدان درفشاں
نثارے شد آں ہر دو برسرورش

(مجھے (حقیقی) جہاں دار اور دین کے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے سَر اور سِر دو چمک دار موتی وجدان کے دریا سے عطا ہوئے، وہ دونوں موتی سرور پر نثار ہوگئے)

حضرت ایشاںؒ کی مجلس میں کبھی کبھی شیخ زادگی سے متعلق گفتگو ہوتی تھی تو آپ فرماتے کہ شیخ زادہ بہت کم راستے پر چلتا ہے۔ میں بھی شیخ زادہ رکھتا ہوں لیکن وہ شیخ کا جنا نہیں ہے اس کا کام شیخ جننا ہے دوسرے حضرات اپنے صلب سے پیدا کرتے ہیں میں نے عبدالرزاق کو آنکھ سے پیدا کیا ہے حالانکہ میں نسبتیں بھی رکھتا ہوں۔ بیت:

چہ نورِ دیدہ ام از نورِ دیدہ
کہ نورِ دیدہ باشد نورِ دیدہ

(میری آنکھ کی روشنی بیٹے کے سبب سے ہے کیونکہ بیٹا ہی نورِ دیدہ ہوتا ہے)

حضرتؒ نے اظہارِ مسرت اور برگزیدہ ہونے کی بناء پر سیّد عبدالرزاق کو ''نور العین'' کے خطاب سے مخاطب فرمایا اور انہیں خود اپنے ساتھ سمنان لے گئے اور وہاں اپنی بڑی بہن خدیجہ بیگم کا دودھ پلوایا جو طرح طرح فضائل و اخلاق سے آراستہ تھیں تاکہ ظاہری نسبت بھی ظاہر ہوجائے۔ جب سیّد عبدالرزاق کے دہن مبارک میں بہن کا دودھ ڈالا گیا تو حضرت ایشاںؒ نے فرمایا مجھے اس فرزند سے یہ نسبت اُس سے زیادہ پیاری ہے کہ میری خالہ زادہ بہن حسن گیلانی کی زوجہ ہے اور

اس کے بطن سے یہ فرزند پیدا ہوا، اور اب ہمارے اور اس کے درمیان جو نسبتیں ہیں، اس کی شرح قطعی ناممکن ہے۔ قطعہ:

چہ حاجت نسبتِ شیرائے برادر
کہ دارم نسبتے دیگر بہ از شیر

(اے بھائی مجھے دودھ کی نسبت کی حاجت نہیں ہے کیونکہ میں دودھ کی نسبت سے بہتر نسبت رکھتا ہوں)

چونور واحد از خورشید تابد
دہد از مشرقِ خاور تباشیر

(جب نورِ واحد آفتاب سے چمکتا ہے تو خراسان کے مشرق سے صبح کی روشنی نمودار ہوجاتی ہے)

ہماں نوریست از خورشید رخشاں [۱]
کہ آں رادر حسین و باحسن گیر

(وہی ایک نور ہے جو آفتاب سے رخشاں ہے اسی کو حسین میں حسن سے حاصل کر)

اسی سفر میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کا صالحہ ودمشق کے راستے میں گزر ہوا۔ یہاں آپ کو بیماری پیش آئی اور اس طرح کی بے تابی رونما ہوئی کہ لوگوں کی امید قطع ہوگئی۔ کچھ دیر حضرت ایشاں بے ہوشی کی کیفیت میں رہے۔ اصحاب میں سے حضرت ابوالمکارم، خواجہ ابوالوفا، شیخ علی، شیخ کبیر، شیخ اصیل الدین اور شیخ سیف الدین وغیرہ بہت سے عزیز حاضر تھے اور یہ مذکورہ اصحاب کسی مقام اعلیٰ کے متوقع تھے اور ان کے دل میں ولایت عالی کی تمنّا پیدا ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ہوش میں آئے اور فرمایا، یہ تکلیف دینے کا کیا مقام ہے؟ مدت گزر گئی کہ وہ حالت دوسرے کو تفویض ہوچکی ہے اور وہ فرزند نور العین کے حصے میں آچکی ہے۔ خبردار! کبھی اپنے آپ کو اس فکر میں ڈالو۔ حق تعالیٰ نے اس بیماری سے آپ کو شفائے کلّی عنایت فرمائی۔ جب صحتِ کلّی حاصل ہوگئی تو آپ نے حضرت نور العین کو طلب فرمایا اور ہر ہر طرح کے لطف کے ساتھ شفقت انگیز اور تسلّی آمیز باتیں اُن کے بارے میں نثار فرمائیں۔ قطعہ:

مرا ہرچہ یزداں عطا کردہ بود
کہ لطف و عنایت دریں روزگار

(اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جو کچھ اپنی عنایت ومہربانی سے مجھے عطا فرمایا تھا)

ہمہ از سر لطف و احساں شدہ
بفرقِ بلند تو چوں درنثار

---

[۱] مطبوعہ نسخہ ص ۳۸۱۔ پہلا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے، ''ہماں نوریست از خورشید رخسار'' مترجم نے قیاسی تصحیح کی ہے ''ہماں نوریست از خورشید رخشاں''۔

(از روئے لطف و احسان سب کا سب تیرے بلند قد پر موتیوں کے مانند نثار کر دیا)

نواب سیف خاں کے اودھ کے گاؤں اور ایک لاکھ تنکے نذر کرنے اور آپ کے قبول نہ فرمانے کا ذکر

ایک مرتبہ مسند عالی سیف خاں نے ایک لاکھ تنکے نقد اور اودھ کے پرگنوں کے گاؤں لکھ کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں بطور نذر پیش کیے۔ آپ اس پیشکش پر مسکرائے اور فرمایا کہ دنیا کے گاؤں اور پرگنے ایسے شخص کے حوالے کیے جائیں کہ جو اِن قریات کے تھوڑے سے حصے کے ساتھ بھی مقیّد نہ ہو سکے (جو دولتِ دنیا کا حریص نہ ہو) البتہ اس کا تذکرہ حضرت نورالعین کو پیش کیا جائے پھر وہ جو حکم دیں اس پر عمل کیا جائے۔ جب حضرت نورالعین اس امر سے مطلع ہوئے تو حضرت قدوۃ الکبرا کے جواب سے متنبہ ہوئے اور فرمایا کہ جس چیز کو حضرت ایشاں نے قبول نہیں کیا، دوسرا شخص کس طرح اس پر التفات کر سکتا ہے۔ قطعہ:

زہے بلند جہانے کہ چشمِ ہمتِ او
بسوئے جلوۂ کونین التفات نکرد

(آفریں ہے اس بلند جہان شخص پر جس کی چشم ہمّت نے دونوں جہان کے جلوؤں کو دیکھنے پر توجہ نہ دی)

کسے کہ تابعِ متبوعِ خود شد البتّہ
نظر بگوشۂ چشمان شش جہات نکرد

یہ ہمت کہ وہ گوشہ چشم سے شش جہات پر نظر نہ ڈالے اسی تابع سے ممکن ہے جو اپنے متبوع کے قدم بہ قدم چلتا ہو۔ اس کی نگاہ صرف اپنے متبوع کے قدم پر ہوتی ہے۔

مثل مشہور ہے کہ ''التابع کالمتبوع'' (تابع متبوع کی مثل ہوتا ہے)

جب اس بے نیازانہ رویے کی خبر حضرت قدوۃ الکبرا کو ملی تو بے حد خوش ہوئے اور انہیں اپنے حضور طلب کرنے کے شرف سے مشرف فرمایا اور لطف و عنایات کا اظہار فرمایا۔ آخر میں فرمایا کہ عبدالرزاق اور ان کی اولاد کو ہم نے خزانہ الٰہی سے وابستہ کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ اگر عبدالرزاق کی اولاد اور اخلاف قناعت اختیار کریں گے تو کسی کے محتاج نہ ہوں گے۔ ان کی ادنیٰ توجہ ہمت مرداں کا کام کرے گی۔ قطعہ:

ہمتاں[ط] مردانِ عالی اے پسر
ہر کجا خواہند آنجا حاضر است

(اے بیٹے عالی مردوں کی ہمت (ہر وقت ان کے ساتھ ہے) جہاں چاہیں حاضر ہے)

ط غالباً ہمتاں سہو کتابت کے باعث نقل ہوا ہے، یہاں قرینہ ''ہمّتِ مرداں'' کا ہے۔

ہمت شاں با توجہ ہمرہ است
ہمت ارناید توجہ قاصر است

(ان کی ہمت توجہ کے ساتھ ساتھ رہتی ہے اگر ہمت حاضر نہ ہوتو اس کا مطلب یہ ہے کہ توجہ میں کوئی کمی ہے)

نور العین کی اولاد (ہمیشہ) عزیز ومحترم رہے گی اگر مخلوق کے دروازے پر جائے گی تو خوار ہوگی۔ قطعہ:

شیرِ نربوسد بہ ہمت مردِ قانع را قدم
مادہ سگ خاید بدنداں پائے مردِ بردرے

(ہمت کی وجہ سے شیرِ نر قناعت کرنے والے شخص کا قدم چومتا ہے۔ جو شخص کسی کے دروازے پر جاتا ہے تو کتیا دانتوں سے اس کے پیر زخمی کر دیتی ہے)

مرامل راپائے بشکن وزاجل میندیش ہیچ
مطمعے را پر مکن تاہر کجا خواہی برے

(آرزو کا پاؤں توڑ دے اور موت کا اندیشہ نہ کر۔ لالچ کی جگہ کو پر نہ کر پھر جہاں سے چاہے پھل ملے گا)

اکابر کی اولاد کی تعظیم کا ذکر

اکابر اور بزرگوں کی اولاد و اعقاب کی تعظیم وتکریم کا ذکر ہوا۔ نیک بختی کی بہترین علامت اور بزرگی کی خوب ترین شان اس گروہ کی تعظیم کرنا ہے کہ اولاد کی تعظیم اجداد ہی کی تعظیم ہوتی ہے بلکہ اُن اکابر کی روحانیت، اولاد کے ہمراہ ہوتی ہے۔ اسی تقریب سے فرماتے تھے کہ شہر جون پور میں شیخ عبداللہ زاہدی، فقیر سے ملاقات کرنے آئے لیکن وہ عجیب کیفیت میں تھے۔ کوئی نشہ آور چیز کھائی تھی۔ ایسی باتیں کیں جو آداب سے خالی تھیں۔ اسی قسم کی بہت سی باتیں کیں کہ [1] (حضرتؒ کا) خاطرِ شریف منغض ہوگیا بلکہ صورتِ حال منہ پھیرنے کے مقام تک پہنچ گئی۔ آپ نے چاہا کہ ذرا نظر تیز کریں اور تصرف ظاہر فرمائیں چنانچہ نزدیک تصرف تھے کہ حضرت شیخ فخر الدین زاہدی کی روحانیت نمودار ہوئی اور میری (۲) جانب توجہ کی۔ اپنی نورانی ڈاڑھی کو پکڑا کہ ہرگز (تصرف نہ فرمائیں) ہماری روحانیت اس کے ساتھ درمیان میں ہے۔ ہر چند کہ وہ معرضِ تصرف آ چکے تھے لیکن میں نے چھوڑ دیا۔ مصرع:

ز روئے خواجہ زعصیانِ بندہ می گزرند

(خواجہ کے طفیل بندے کے گناہ سے درگزر کرتے ہیں)

حضرت قدوۃ الکبراؒ ایک بزرگ سے روایت فرماتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ سلطان سنجر ایک بزرگ سے ملاقات کرنے

۱؎ یہاں سے جامع لطائف نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کے بجائے خود واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ صیغہ کلام متکلم کے بجائے صیغہ جمع غائب ہوگیا ہے۔

۲؎ یہاں پھر صیغہ واحد متکلم میں واقعہ بیان ہوا ہے۔

آیا۔ بادشاہ کے دل میں ان بزرگ کی کامل عقیدت پیدا ہوگئی اور جب تک زندہ رہا ان بزرگ کی عقیدت سے سرتابی نہ کی۔ اتفاق سے ان بزرگ کا انتقال ہوگیا۔ ان کا بیٹا ان کے سجادے پر بیٹھا۔ ایک شخص چوری کے الزام میں گرفتار ہوا۔ اس نے شیخ زادے کی پناہ لی۔ سنجر کے آدمی آئے اور اسے گرفتار کرکے لے گئے۔ شیخ زادے بہت فکرمند ہوئے۔ انہوں نے اپنا منہ باپ کی قبر پر رکھا اور بہت دیر تک اپنا سر قبر سے نہ اٹھایا جب وہ نالائق لوگ اُس شخص کو گرفتار کرکے سنجر کے پاس لے گئے اور انہوں نے چاہا کہ اسے سزا دیں تو یکا یک دو شیر ان نالائقوں کی آستین کے گرد نمایاں ہوئے اور چاہا کہ سنجر کے آدمیوں کو ایذا پہنچائیں وہ اپنی آستین سے شیروں کو روک رہے تھے۔ سنجر نے جب یہ معاملہ دیکھا تو اس نے معذرت کی اور اس شخص کو صد ہزار نیاز و عاجزی کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ میری حیات اور موت یکساں ہے۔ میں اپنی حیات و ممات میں اپنی اولاد کے ساتھ ہوں۔ وہ ہرگز ہرگز مجھ سے جدا نہیں ہے۔ قطعہ:

کسے کو اولیا را مردہ داند
پس آں کس مردہ است آں زندہ باشد
(جو شخص اولیا کو مردہ خیال کرتا ہے پس وہی شخص مردہ ہے اور اولیا زندہ رہیں گے)

بر آراز دل چنیں تصویر باطل
کہ الحق اولیا پایندہ باشد
(اے شخص! ایسے باطل تصور کو دل سے نکال دے کہ الحق اولیا پایندہ رہیں گے)

خدایم داد عیشِ جاودانی
کہ ہم در مردگی با زندہ باشد
(مجھے اللہ تعالیٰ نے عیشِ جاودانی عطا کیا ہے، میں موت میں بھی زندہ لوگوں کے ساتھ رہوں گا)

منم در مردگی ہمراہِ زندہ
بہر جا روحِ من زایندہ باشد
(میں موت میں بھی زندوں کے ساتھ ہوں اور میری روح ہر جگہ ظاہر ہوگی)

بہر جا خواہیم ہستیم حاضر
کہ حاضر غائبم دانندہ باشد
(ہم جہاں چاہیں گے موجود ہوں ہمارے غائب سے حاضر کی حقیقت سمجھ میں آئے گی)

اشرف از زندگی مردانہ مردہ
بہرجا خواہش آئندہ باشد

(اشرف زندگی سے مردانہ وار گیا ہے، اسے جس جگہ بلاؤ گے آجائے گا)

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ پر عجیب وغریب کیفیت طاری تھی۔ اصحاب کے بارے میں بشارت انگیز اور مسرت آمیز باتیں کر رہے تھے، جب میری باری آئی تو بہت غور کیا آخر میں خوش ہوکر فرمایا، ہرگز ہرگز میں نے اپنا سب کا سب تم پر نثار کر دیا ہے اور کوئی چیز تم سے بچا کر نہیں رکھی ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہاری اولاد کے لیے دعا کی ہے ہمیشہ مسعود اور مقبول رہیں۔ تمہاری اولاد میں دستور کے مطابق ایک فرد رجال الغیب میں سے اور مجذوب ہوگا بلکہ ایک فرد پیدا ہوگا جس میں میرے احوال پیوست ہوں گے۔ جب میں نے یہ سب احسان سن لیے تو میں نے اپنا سر حضرت کے قدموں میں رکھ دیا۔ حضرت ایشاں نے میرے سر کو اٹھایا اور بغل میں لے لیا، قطعہ:

مرادر حالتے دریاب دریاب
کہ دریا ہیم دریا ہیم گوہر

(مجھے سمندر کی حالت میں سمندر (جانیں) کیونکہ گوہر پانے والا میرے سمندر سے گوہر پاتا ہے)

درخت بارورہم سایہ داریم
بجنبساں تابریزد شاخِ من بر

(ہم پھل دار درخت بھی ہیں اور سایہ دار بھی ہیں اسے تھوڑا سا ہلا تا کہ میری شاخ سے پھل بکھریں)

لطیفہ ۵۷

اودھ کے علاقے، قلعہ جایس، قصبہ ردولی اور اس کے نواح میں اشرفی پرچموں اور گرامی جھنڈوں کا نزول۔ اس علاقے کے باشندوں کی نسبت کرامات کا صدور اور مسند عالی سیف خان، حضرت قاضی رفیع الدین اور حضرت شمس الدین اودھی کے معتقد ہونے کا ذکر۔

خطہ اودھ میں پہلا مقام روح آباد

حضرت قدوۃ الکبراؒ جس زمانے میں حضرت مخدومیؒ کی خدمت سے واپس آئے تو روح آباد میں قیام فرمایا۔ اس زمانے میں بعض واقعات رونما ہوئے۔

مسند عالی کو گروہِ صوفیہ سے بے حد عقیدت تھی۔ جس جگہ اس گروہ (کی تشریف آوری) کے بارے میں سنتے تو خواہ وہ مقام کتنی ہی دور ہوتا وہ ضرور ملاقات کرتے۔ جب دنیا والوں کے کان میں آوازۂ جہاں گیری پڑا (آپ کی بزرگی کا چرچا ہوا) تو مسند عالی مصاحبوں کی جماعت کے ساتھ چل پڑے اور روح آباد میں حضرتؒ کی قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے۔ پہلی ہی ملاقات میں بصد جاں حضرت قدوۃ الکبراؒ کے طالب دیدار اور بصد دل طلب گار جلوہ ہوئے۔ قطعہ:

زہے نور جہاں آرائے رخسار
کہ باشد ذرّہ اش خورشید انوار

ترجمہ: سبحان اللہ! جہاں آراء رخسار کے نور کا کیا کہنا گو آفتاب اس نور کا ایک ذرّہ ہے۔

کسے کو طرفۃ العین بدیدش[1]
بیک جاں کے بصد جاں شد گرفتار

---

[1] مصرع وزن سے گر گیا ہے۔ ''طرفتہ العینے'' پڑھا جائے تو وزن پورا ہوگا۔

ترجمہ: کسی نے اسے ایک پل دیکھا وہ ایک جان سے کیا سو جان سے اس کا گرفتار ہوگیا۔

جب حضرت ایشاں نے مسند عالی کے قلب اور باطن کی چمک اپنی جانب زیادہ محسوس کی تو ظاہری اور باطنی توجہ ان کی طرف مبذول کی اور انہیں اپنے اصحاب کے زمرے میں شامل کرلیا۔ اسی بنا پر جب کبھی آپ اس راستے سے گزرتے تو مسندعالی سیف خان کے مکان پر نزول فرماتے۔ ایک روز حضرتؒ روح آباد میں گوشۂ وحدت آباد میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مغرب کی جانب سے بوئے دوست آرہی ہے۔ اور یہ سیف خاں کی آمد کا اشارہ تھا چنانچہ وہ دوسرے روز آپہنچے۔ حضرت ایشاںؒ سے ملاقات ہوئی، عرض کیا کہ حضرت ایشاںؒ خطہ اودھ میں قدم رنجہ فرمائیں چوں کہ طالب صادق تھے ان کی گزارش قبول فرمائی۔ فرمایا وہاں بھی ایک طالب ہیں جو ابھی تک میرے اصحاب کے حلقے میں نہیں آئے ہیں، میں خود انہیں اپنے احباب کے حلقے میں لاؤں گا۔ یہ اشارہ شیخ شمس الدین کی جانب تھا۔ جب اودھ میں تشریف لائے تو وہاں کے چھوٹے بڑے لوگ شرفِ دیدار کے لیے حاضر ہوے اور ہر عزیز نے آپ کی دولت دیدار کوغنیمت جانا۔ شیخ الاسلام رفیع الدین، شیخ شمس الدین کو بشارت دے چکے تھے کہ ایک بزرگ یہاں تشریف لائیں گے۔ اُن سے تم کونعمت ملے گی۔ وہ اس دولت کے منتظر تھے۔ آخر حضرت قدوۃ الکبراؒ تشریف لائے اور شیخ شمس الدین خرقہ پہننے کے شرف سے مشرف ہوئے۔ بڑے امیروں اور سرداروں کی جماعت حضرتؒ کی ارادت کے شرف سے مشرف ہوئی۔ تقریباً ایک ماہ اودھ میں رہے، وہاں سے اصحاب کے نقارے دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔

مقام دوم قصبہ ردولی میں مولانا کریم الدین صاحب سے ملاقات اور حضرت گنج شکرؒ کے حجرے میں چلہ کاٹنا

قصبۂ ردولی میں شیخ سماء الدین کے مکان میں قیام فرمایا۔ حضرت شیخ صفی آئے اور دولت دیدار کوغنیمت جانا۔ اس بار شیخ صفی کے سلوک کے بہت سے عقدے حل ہوے۔ شیخ سماء الدین کے مکان میں جو حجرہ تھا اس میں شیخ صفی کو اعتکاف میں بٹھادیا۔

مولانا کریم الدین (جو ایک) عالم اور درویش تھے، قصبہ ردولی کے نزدیک رہتے تھے۔ ان کے بارے میں آپ سے کہا گیا کہ مولانا سے ملنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا، بہت اچھا۔ دوسرے دن صبح مولانا کے ہاں جانے کا ارادہ ہوا۔ یہ بات کسی شخص نے مولانا سے کہی کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ کل تشریف لائیں گے۔ مولانا نے کہا، ہے ہے حضرت کو ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ غریب خانے پر آنے کی زحمت گوارا فرمائیں وہ بہت بزرگ ہستی ہیں پھر ہندی کی ایک کہاوت زبان پر لائے، ''چھپرے کے منھ کیھنڈا سمائے''۔ میں خود کل جا کر شرف دیدار حاصل کروں گا۔ چنانچہ وہ آئے اور آپ کے دیدار سے مشرف ہوے۔ مولانا کریم الدین فرماتے تھے، ''سبحان اللہ! سید اشرف جہاں گیر جیسا شہباز چاہئے کہ دونوں جہان ان کے پر میں ایسے دریا ہیں جن کے کنارے ناپید ہیں۔ مثنوی:

دُرِ دریائے معانی سرورِ شاہاں کہ او
برد گوئے دولت از میداں بحالِ افتخار

ترجمہ: وہ حقیقت کے دریا کا موتی، بادشاہوں کے سردار ہیں۔ انہوں نے افتخار کے ساتھ دولتِ الٰہی کی گیند کو میدان سے اُچک لیا ہے۔

قدوۂ اربابِ عرفاں عمدۂ احبابِ دیں
مظہرِ آثارِ غوثی مصدرِ آثارِ یار

ترجمہ: وہ اہل عرفان ومعرفت کے پیشوا اور دین کے دوستوں کے سردار ہیں۔غوثیہ نشانیوں کے مظہر اور دوست کے جلووَں کا مصدر ہیں۔

بحرِ لا ساحل کہ می گویند باشد گوہرش
حیرت الکامل کہ می نامندآمد آں نگار

ترجمہ: انہیں بے کنارے سمندر کا گوہر کہتے ہیں ایسے حسین ہیں جنہیں کامل حیرت کہا جاتا ہے۔

حضرت شیخ سماء الدین نے بیان کیا کہ جب قدوۃ الکبراؒ دوسری بار قصبہ ردولی میں آئے تو فقیر کے غریب خانے پر قیام کیا۔ظہر کی نماز کے وقت قصبے کے اکابر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔آپ نے فرمایا کہ اس مقام پر بزرگ کی خوشبو آتی ہے۔فقیر نے عرض کیا،فقیر کے جھونپڑے میں ایک گوشہ ہے جہاں حضرت گنج شکرؒ معتکف ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا، انہی کی خوشبو ہے پھر آپ نے طے کیا کہ میں یہاں ایک چلّہ کروں گا۔اس حجرے کے اطراف میں آپ نے حضرت شیخ صفی اور حضرت شیخ سماء الدین کواعتکاف میں بٹھایا یہاں عجیب وغریب واردات وتجلیات مشاہدے میں آئیں۔

مقام سوم پالہی مئوعرف روضہ گاؤں اور کوبرادہ کے قریات کا دورہ

جب قصبہ ردولی سے روانہ ہوئے تو موضع اسمو میں قیام فرمایا۔ یہاں کی مسجد میں خود اذان دی۔ پھر شیخ داوَد کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔تین روز پالہی مئو کی مسجد میں قیام فرمایا۔ یہاں کے لوگوں نے بیان کیا کہ حضرت گنج شکرؒ نے اسی مسجد میں متعدد چلے کیے تھے۔ یہاں سے کوبرادہ کے قریات میں تشریف لے گئے۔کوبرادہ کے مریدین آپ کے استقبال کو حاضر ہوئے اور اپنے گھر لے گئے۔تقریباً ایک ہزار آدمی آپ کے مرید ہوئے۔ ان پر آپ نے طرح طرح کی توجہ ڈالیں۔ یہاں کے بڑے لوگوں میں سے ایک شخص شراب پیے ہوئے آپ کو دیکھنے کے لیے آیا۔فرمایا حیرت ہے کہ یہ زندہ رہے اور پھر شراب پیے۔تقدیر الٰہی آپ کے قول کے موافق ہوئی اور اس شخص نے وفات پائی۔

اس کے بعد حضرت قدوۃ الکبراؒ نے دوسرے لوگوں کو بلایا اور انہیں بہت زیادہ پند و نصائح فرمائے۔ آخر میں یہ فرمایا، خبردار تم لوگ کبھی شراب نہ پینا اور تم میں اگر کوئی شخص (خلاف ورزی کر کے) شراب پیے گا تو جوانی ہی میں مرجائے گا یا محتاج ہوجائے گا۔ سب نے آپ کی نصیحت قبول کی۔ یہاں سے آپ نے قصبہ جایس جانے کا قصد فرمایا اور ایک دن بلند پرچم جایس کی جانب روانہ ہوئے۔ اس علاقے کے کم وبیش دو تین ہزار باشندے آپ کی ارادت سے مشرف ہوئے جب آپ کا گزر کندیوہ کی زمین سے ہوا تو وہاں بہت جنگل دیکھے۔ آپ کے اصحاب راستہ بھول گئے، بالآخر ایک تالاب پر آئے اور آگے نہ بڑھ سکے۔

قلندروں میں سے ایک شخص سے جو بکریاں چرا رہا تھا دریافت کیا کہ یہ راستہ کہاں جاتا ہے؟ اس نے ازراہِ مذاق تالاب کے درمیان ایک راستہ کی طرف جو پانی میں ڈوبا ہوا تھا، اصحاب کو اشارہ کیا کہ اس راستے سے چلے جاؤ کہ الهادی هو الله (اللہ ہی ہدایت کرانے والا ہے)۔ اصحاب تالاب کے درمیان چل کھڑے ہوئے۔ پانی سے کسی کا کف پا تر ہوا، کسی کے تہبند کا کنارہ اور کسی کے تلوے بھی تر نہ ہوئے۔ جب چرواہے نے یہ عجیب حالت دیکھی تو دوڑا اور قصبہ سا تہورہ میں پکار مچائی کہ میں نے ایک عجوبہ دیکھا ہے کہ مسافروں کی ایک جماعت اس طرح تالاب میں سے گزر گئی۔

رائے جو گاؤں کا مالک تھا وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ سوار ہوا اور اس جماعت کے عقب میں دوڑا۔ حضرتؒ سے ملا اور اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور بے حد تکلف کے ساتھ حضرت قدوۃ الکبراؒ کو اپنی حویلی میں لایا اور ضیافت کا سامان فراہم کیا۔ جب ضیافت سے فارغ ہوئے تو حضرت ایشاں قصبہ جایس کی طرف روانہ ہوئے۔ تین کوس جنگل تھا، رائے بھی آپ کے ساتھ رہا۔ جب رخصت ہونے کا وقت ہوا تو اس نے عرض کیا کہ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ آپ مسکرائے کہ تم کافر ہو میں تمہارے لیے کیا دعا کروں البتہ میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اور تمہاری اولاد قید نہ ہو اور دنیا کا اسباب تمہارے یہاں کم نہ ہوے۔ یہ لوگ خوش ہوے اور لوٹ کر اپنے گھر چلے گئے۔ جب آپ نے قصبہ جایس میں قیام فرمایا تو اس بار مولانا علام الہدیٰ علاّم الدین دارِ فنا سے دارِ بقا رحلت فرما چکے تھے۔ تمام ذیل داروں نے استقبال کیا اور حضرت ایشاںؒ کو جائے مقررہ پر لے گئے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے وہاں ایک قطعہ زمین خرید کر حجرہ تعمیر کرلیا تھا۔ یہاں مدتوں مسلسل نہیں بلکہ متفرق ایام میں قیام فرماتے تھے۔ اس مرتبہ دو تین ماہ قیام فرمایا۔ جب حضرت نے قصبہ جایس میں پہلی بار نزول فرمایا تھا تو آپ کی تشریف آوری سے قبل جایس کے باشندے ردولی جاتے تھے اور شیخ سلیمان سے جو حضرت نصیر الدین کے خلفا میں سے تھے بیعت کرتے تھے۔ جب جایس کے لوگ شیخ سلیمان کی خدمت میں آئے اور ان سے بیعت کی درخواست کی تو شیخ زکریا نے فرمایا کہ اب تمہاری ارادت کسی دوسرے کے حوالے کردی گئی ہے اور یہ علاقہ دوسرے کے سپرد ہوگیا ہے۔ وہ آج کل میں قصبے میں تشریف لائیں گے۔ ان کے استفسار پر بتایا کہ ایک سید ہیں جو بہت عالی حال ہیں وہ اس سفر میں یہاں آئیں گے۔

مقام چہارم قصبہ انہونہ، سیہہ اور سدھور میں قیام

جب قدوۃ الکبرا جایس سے عازم دہلی ہوئے تو قصبہ انہونہ میں تشریف لائے۔ قصبے کے سادات کی ایک جماعت آپ کی ارادت سے مشرف ہوئی۔ دو تین روز قصبہ مذکور میں قیام فرمایا۔ اہل قصبہ نے وظائف بندگی پوری طرح ادا کیے آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی کہ ہمیشہ آسائش اور آرام سے رہیں۔ وہاں سے آپ کا گزر قصبہ سیہہ میں ہوا، چوں کہ یہاں کے لوگ اس خاندان کے مرید و معتقد تھے تمام کے تمام وظائفِ خدمت بجا لائے لیکن ان لوگوں سے متعلق نہایت عجیب کلمات آپ نے فرمائے کہ قصبے کا گرد و پیش صفائی سے خالی نہیں ہے لیکن رہنے والوں کا باطن بے رونق نظر آتا ہے۔ پھر یہاں سے چلے تو قصبے سدھور کی جانب رُخ فرمایا۔ حضرت شیخ خیر الدین اور حضرت قاضی محمد سدھوری نے اکابر کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور حضرت قدوۃ الکبرا کی تعظیم بجا لائے۔ دو تین روز ضرورت سے زیادہ سامانِ ضیافت کی کوشش میں مصروف رہے اور ارادت کے شرف سے مشرف ہوے۔ خطیبوں میں سے ایک شخص تھا جس کا نام منصور تھا۔ اس نے ایک جگہ قلندروں کی جماعت میں ایک قلندر سے دوستی کے مراسم پیدا کر لیے۔ اس قلندر کے پاس ایک موتی تھا جو دورانِ سفر اس کے ہاتھ آ گیا تھا۔ منصور مذکور نے اس سے یہ موتی اچک لیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں ایک دوسرے سے دست بہ گریباں ہو گئے۔ یہ خبر آپ کے سمع مبارک تک پہنچی تو آپ نے اس قلندر کو طلب کیا اور فرمایا، اپنے پاس موتی رکھنے کی سزا تو تمہیں مل گئی، اب بہتر یہی ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ اسے اصحاب کی جماعت سے خارج کر دیا۔ آخر میں فرمایا کہ اس قصبے کے لوگ بھی عجیب ہیں کہ جب درویشوں سے چیزیں اڑا لینا چاہتے ہیں تو اڑا لیتے ہیں پھر آپس میں لڑتے ہیں۔

مسند عالی سیف خاں اور حضرت قاضی شمس الدین کو (اہل اللہ سے) بے حد عقیدہ تھا۔ مدتوں سے مسند عالی کے دل میں سلوک درویشی کا داعیہ جڑ پکڑ چکا تھا اور ان کی خواہش تھی کہ کسی درویش سے خود کو وابستہ کر لیں۔ ہر چند کہ وہ اکابرین شہر سے عقیدہ رکھتے تھے اور ان کی خدمت و ملازمت کی روش پر چلتے تھے لیکن انہوں نے کسی سے (روحانی) استفادے کے لیے ابھی تک رجوع نہ کیا تھا اور ایک زمانے سے (کسی سے) وابستہ ہونے کی فکر میں تھے۔

ایک روز اسی فکر و تردد میں تھے کہ خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کا جمال جہاں آرا نمایاں ہوا اور بشارت دی کہ وصول کا زمانہ اور حصول کا وقت قریب آ چکا ہے۔ اور (اِن کامرانیوں کی) کنجی ایک سید کے ہاتھ میں ہے جو عنقریب پہنچنے والا ہے۔ یہ اشارہ حضرت قدوۃ الکبرا کی جانب تھا۔ اسی زمانے میں آپ کی جہاں گیری کی صدا اور عالم گیری کی شہرت ساری دنیا میں پھیل چکی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے قدم مبارک کا نزول روح آباد میں ہوا۔ مسند عالی وہاں حاضر ہوے اور شرفِ دیدار سے مشرف ہوے جیسا کہ سابق میں مذکورہ ہو چکا ہے۔ حضرت قاضی رفیع الدین خود الہام و تلقین الٰہی کے باعث اور خاص طور پر حضرت شیخ شمس الدین کی بشارت کی بنا پر تمام اصحاب سے پہلے حضرت قدوۃ الکبرا کے عقیدت مند ہو چکے تھے۔

لطیفہ ۵۸

بعض دعاؤں اور اسمائے اعظم کی تشریح، تعویز کے خانوں میں قاعدے کے مطابق عدد بھرنا، توریت کی ابتدائی سورۃ کا بیان جو دعائے بشمخ کے نام سے مشہور ہے نیز افسون وتعویذ اور اسی طرح کی دیگر چیزوں کے فوائد کا بیان

ان لطیف اقوال اور شریف مطالب کو جمع اور تشریح کرنے والا، نظام حاجی غریب یمنی (عرض کرتا ہے کہ) میں نے اس فن میں ایک طویل مدت بسر کی ہے اور اچھا خاصہ تجربہ حاصل کیا ہے، نیز حضرت قدوۃ الکبرا سے اس فن کے جو اقسام اور اوضاع حاصل ہوئے انھیں ترتیب دے کر میں نے ایک رسالہ تحریر کیا اور اس کا نام ''کنزالاسرار''[1] رکھا اس فن کی اصل حقیقت اس رسالے سے معلوم ہوگی، یہاں مذکورہ رسالے سے تھوڑا حصہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ ان کے فوائد بھی حاصل ہوجائیں۔

بعض مشائخ نے اس بلندی کی جانب رخ نہیں کیا لیکن متقدمین مشائخ میں سے چند نے اس علم میں مہارت حاصل کی ہے، جیسے حضرت شیخ الشیوخ اور مصنف فصوص الحکم اور حضرت امام محمد غزالی۔

چناں چہ منقول ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ فرماتے تھے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے مجھ پر حرف 'ب' کے اسرار منکشف فرمائے اور (ان اسرار کی روشنی میں) میں نے نوسو ننانوے ۹۹۹ کتابیں تصنیف کیں (اس کے علاوہ بھی) مجھے طرح

---

[1] جناب مشیر احمد کاروی نے لطائف اشرفی کی تلخیص حصہ دوم میں اطلاع دی ہے کہ رسالہ ''کنزالاسرار'' اب ناپید ہے ملاحظہ فرمائیں ص ۲۷۴، شایع کردہ مکتبہ قادری ڈرگ کالونی کراچی سال ندارد۔

طرح کے علوم لدنی حاصل ہوئے جو خواطر کے نفع کے لیے بہت کار آمد ہیں، خاص طور پر بادشاہوں کے لیے جو بہت زیادہ دولت مند ہوتے ہیں اور جنھوں نے اس سے قبل اس علم پر توجہ دی ہے۔

اس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ ابو معشر بلخی نے کہا ہے کہ ملک ہندوستان میں ایک بادشاہ تھا جو ان علوم کا عالم اور حروف کے اسرار کا ماہر نیز نجوم سے واقف تھا۔ اس نے مریخ کو مسخر کرلیا تھا۔ (چناں چہ) ایک مرتبہ اس کا ایک دشمن نمودار ہوا اور اس نے بادشاہ سے جنگ کرنے کا قصد کیا۔ بادشاہ نے اس دشمن کی طرف توجہ نہ دی اور نہ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے لشکر کو تیار کیا۔ یہاں تک کہ دشمن نے آس پاس کے شہروں کو فتح کرلیا اور سارے ملک پر قابض ہوگیا۔ بادشاہ کے وزیروں اور نوابوں نے عرض کی کہ پہلے تو ہم کچھ نہ کچھ تدبیر کر لیتے لیکن اب ہم کچھ نہیں کر سکتے، بس یہی ہوسکتا ہے کہ راہ فرار اختیار کریں۔ بادشاہ نے مدد کے لیے معاملہ ستارہ مریخ کو پیش کردیا اور اس سے دشمن پر قہر نازل کرنے کی درخواست کی۔ دشمن کو مریخ کے حوالے کردیا۔ بادشاہ ایک روز اپنے مصاحبوں کے ساتھ بزم عیش میں بیٹھا تھا کہ (اچانک) ہوا نے کسی چیز کو مجلس کے درمیان گرایا، دیکھا تو مثلث شکل کا تانبے کا ایک طباق تھا، جس میں ایک آدمی کا سر تازہ تازہ کٹا ہوا رکھا تھا۔ مصاحبین یہ تماشہ دیکھ کر خوف سے ادھر ادھر بھاگنے لگے بادشاہ ان کی اس سراسیمگی کو دیکھ کر ہنسا۔ جب کچھ دیر گزر گئی تو مصاحبین کو بلایا اور کہا، تمہیں بشارت ہو کہ یہ سر تمہارے اس دشمن کا ہے جس نے ہمارے ملک کو برباد کرنے کا قصد کیا تھا۔ یہ جو کچھ تم نے مشاہدہ کیا یہ ہمارے علم کا ثمر ہے، جس کے شغل سے تم ہمیں منع کرتے تھے اور ہمیں برسرِ خطا خیال کرتے تھے۔ مصاحبوں نے زمین چومی اور اور بہت عذر کیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ اپنے اصحاب کو اسمائے اعظم کے وظائف کی بہت کم اجازت دیتے تھے بلکہ (فرماتے تھے کہ) ارباب دل کے لیے اس سے بہتر کام درپیش ہیں، جو طالب دریائے توحید میں غوطہ لگائے اور صحرائے تفرید میں قدم رکھ چکا ہو، اسے ان کاموں سے کیا تعلق ہے؟ درحقیقت یہ کام ایسا شخص اختیار کرتا ہے جو تقلید اور آسودگی کے دغدغے میں مبتلا ہے۔ ان اسمائے اعظم سے متقدمین کا مقصد دوسرا تھا۔ اس زمانے میں لوگوں نے اسمائے اعظم کو اطمینان اور آسودگی کا وسیلہ بنالیا ہے اور یہ نہایت برا رویہ ہے، تاہم درویشوں کو ان اسرار کا بھی علم ہونا چاہیے، جیسے کہ جوہری کی دکان میں ہر قسم کے جواہر کے نمونے ہوتے ہیں۔

دعائے حمیدی اور مریخ کو تسخیر کرنے کا عمل

اسم ، **یا حمیدُ الفَعَّالِ ذالمَنّ علیٰ جَمیعِ خَلْقِهِ بلُطْفِهِ ویا عالی الشّامِخ فوق کلِّ شئً علوّ ارتفاعِهِ** (اے اپنے افعال کے لیے تعریف کیے گئے، اپنی عنایت سے تمام مخلوق پر احسان کرنے والے (خدا) اے ہر شے سے عالی مرتبہ اور برتر (ذات والے) اور ہر چیز سے بلند ہستی رکھنے والے۔) آخری اسم کا تعلق ستارہ مشتری سے ہے جس کے خواص اس

قدر زیادہ ہیں کہ ان کی تفصیل ناممکن ہے اسم مذکور کا صاحبِ دعوت اپنے وقت کا مقتدا اور پیشوا ہوتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي السَّبِيلَ[1] (اور اللہ سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔)

اسم اڑتیس[2] کی شرح میں مشائخ کبار کا مشاہدہ ہے کہ (اس اسم کو) ستارہ مریخ سے نسبت ہے۔ اس کا ورد روز سہ شنبہ سے شب شنبہ ہے۔ اس کی دعوت کی مدّت چالیس دن ہے۔ ہر روز بالترتیب چار ہزار مرتبہ پڑھے اور اس تعداد میں کمی نہ کرے تا کہ (عامل کی) مراد ضایع نہ ہو۔ اس میں بہت سے اسرار مضمر ہیں۔ اگر (دورانِ عمل) خوفناک شور وغوغا سنے تو خوف زدہ نہ ہو۔ کوئی ایسی چیز نہ کھائے جس کا تعلق حیوان سے ہو۔ اسرار سختی کے ساتھ محفوظ رکھے اور اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرے۔ دونوں جہان کو اپنی نظر میں خاشاک کی مانند خیال کرے۔ چالیسویں دن جب شور اور آوازیں ختم ہوجائیں تو پانچ ساعتوں کی مقدار مدّت میں اچانک ایک عظیم ہیبت ناک شخص ظاہر ہوگا، وہ سرخ گنبد کی مثل ہوگا۔ سخت مزاج اور بے مروت ہوگا۔ اس کے دو مونچھوں کے ساتھ ڈاڑھی ہوگی، مونچھیں کھنچی ہوئی ہوں گی ایک برہنہ تلوار ہاتھ میں ہوگی۔ وہ آ کر سلام کرے گا اور سراپا کے ساتھ بیٹھ جائے گا۔ تلوار اپنی ران پر رکھے گا اور زمین کو تکتا رہے گا۔ وہ اپنے ہونٹوں کو جنبش دے گا لیکن سمجھ میں نہیں آئے گا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ صاحب دعوت کو لازم ہے کہ (ان باتوں سے) خوف زدہ نہ ہو اور اسم کا ورد اسی طرح جاری رکھے اور دل کو مضبوط کرے کہ یہ باتیں بھی عجائبات کی مثل ہیں جو دیکھنے میں آتی ہیں۔ اگر (صاحب دعوت) دل کو پرسکون رکھے گا تو اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی، لیکن نعوذ باللہ منہا اگر غذا میں تھوڑا سا شک پیدا ہوجائے تو اچانک اس وہم سے اسم بھول جائے گا اور اسے پڑھ نہ سکے گا زبان سست ہوجائے گی۔ پوری ہمت سے اسم کا ورد نہ کر سکے گا، چناں چہ وہ شخص تلوار سے (صاحب دعوت کو) ہلاک کر دے گا۔

اگر (معین) شرایط میں کوئی شبہ نہیں ہوا ہے تو وہ کچھ نہ کر سکے گا۔ بس یہ لازم ہے کہ درست پڑھے اور بلند آواز سے پڑھے۔ وہ (موکل) ایک ساعت خاموش بیٹھا رہے گا صرف اس کے ہونٹ ہلتے رہیں گے۔ اس کے بعد وہ کہے گا کہ اے آدم کے بیٹے! اس دعوت سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ اس کا صاحب دعوت جواب دے کہ میری غرض تجھے تسخیر کرنا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تو میری موافقت کرے اور پھر کبھی نظر اعمال سے نہ پھیرے اور یہ سعادت اور قوت جو تجھے حاصل ہے وہ میرے حصے میں ڈال دے اور چھ وقتی دوستوں کے مطابق رہے کبھی میری مدد اور معاونت سے دست کش نہ ہو۔ مریخ زبان سے اقرار کرے گا کہ میں نے قبول کیا۔ میں آپ کا مددگار رہوں گا کہ آپ نے کوشش کی ہے اور میری تمنا کی ہے۔ آپ شاید کلی طلب باقی رکھیں گے اور مجتہدانہ کوشش جاری رکھیں گے۔ آپ نے بہت زیادہ کوشش کی ہے۔ اب اس اسم کی عظمت کی بدولت جو آپ پڑھتے ہیں، مجھے آپ پانچویں آسمان سے لائے ہیں تا کہ جو شخص دنیا میں آپ سے ضد کرے اور

---

[1] مترجم کو یہ آیت پاک قرآن حکیم میں نہیں ملی، ہوسکتا ہے کہ اس کی نگاہ نے غلطی کی ہو، البتہ پارہ ۲۱ سورہ الاحزاب کی آیت ۴ اس طرح ہے، وَاللّٰهُ يَقُولُ الحَقَّ وَهُوَ يَهدِي السَّبِيلَ (اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستا بتاتا ہے) ممکن ہے اصل متن کی عبارت بطور جملہ تحریر ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔

۲۔ اسم اڑتیس کون سا اسم ہے، یہاں نہ اسے تحریر کیا ہے اور نہ کوئی وضاحت ہے۔

آپ کا برا چاہے میں اس کا دشمن ہوجاؤں بلکہ اس تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کردوں۔ اب آپ پر لازم ہے کہ اپنے راز کسی شخص کو نہ بتائیں اور انھیں پوشیدہ رکھیں۔ اگر آپ ایک بات کسی نامحرم کو بتائیں گے تو وہ آپ کی دعوت پر نکتہ چینی کرے گا اور یہ راز دوسرے شخص پر کھول دے گا، اس کا انجام یہ ہوگا کہ اس دعوت کے تمام فوائد ضایع ہوجائیں گے۔ آپ میری یہ بات اچھی طرح سن لیں اور غیروں سے یہ راز پوشیدہ رکھیں۔

جب وہ (عامل) یہ نصیحتیں پوری کرے گا تو وہ تمہیں ایک انگوٹھی دے گا۔ جو عقیق کے ٹکڑے کی مانند ہوگی اس پر نقش اور خط تحریر ہوں گے جو انگوٹھی اور عقیق سے جڑے ہوئے ہوں گے۔ دراصل یہ آسمانی جوہر ہوگا جس کی کان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس انگوٹھی کو اپنے پاس رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس انگوٹھی کو کسی شخص کو نہ دکھائیں اور نہ کسی پر اس کی خاصیت ظاہر کریں نہ کسی کو اس کی اطلاع دیں۔ اگر صاحب دعوت اس انگوٹھی کو گم کرے گا تو پھر دوبارہ حاصل نہ کرسکے گا۔ اگر یہ انگوٹھی ہاتھ سے نکل گئی تو سمجھ لو کہ سات اقلیم کی بادشاہت ہاتھ سے گنوادی۔ صاحب دعوت پر لازم ہے کہ جس کام کا بیڑہ اس نے اٹھایا ہے اسے بہتر طریقے پر انجام دے کیوں کہ یہ نقش حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش ہے۔ بہر حال جب مریخ صاحب دعوت کو یہ انگوٹھی سپرد کردے اور اسے اس کی تفصیل اور خاصیت بیان کردے تو صاحب دعوت یہ کہے:

''اے روئے زمین وزماں کے جملہ سلاطین کے آقا اور آسمان کے نگراں اور جلاد اب میری آپ سے یہ تمنا ہے کہ اس انگوٹھی پر جو اسم اعظم تحریر شدہ ہے اسے آپ مجھے سکھائیں (یاد کرائیں)''

اس کے بعد خود صاحب دعوت بھی اسے سیکھنے کی کوشش کرے کیوں کہ وہ پہلے ہی یہ کہہ چکا ہے کہ ہم اس سے یہ اسم سیکھیں گے اور یاد کریں گے۔ وہ اسما عبرانی زبان میں یہ ہیں۔

''یا تخیشا و تمسا ویا سطحی''

لیکن شرط یہ ہے کہ یہ اسما وہ مریخ سے یاد کرے اور اسی سے سیکھے اور اس سے ان اسما کی اجازت حاصل کرے تاکہ ان کے خواص حاصل کرسکے۔ جب صاحب دعوت (یہ اسما) سیکھ لے گا تو جس وقت چاہے مریخ کو حاضر کرے گا۔ اس انگوٹھی کو اپنے پاس رکھے اور یہ اسم پڑھے اللہ کے حکم سے مریخ فوراً حاضر ہوگا۔

(قصہ مختصر یہ کہ) مریخ صاحب دعوت کو انگوٹھی دے کر نگاہوں سے پوشیدہ ہوجائے گا۔ اس کے بعد صاحبِ دعوت اپنی مرادات کے مطابق عمل کرے تاکہ اسے مراد ومقصود حاصل ہو۔

اسم یاعظیم کے شرف کا بیان

''اسم اعظم یہ ہے: **یا عظیم ذالثناءِ الفاخر والعزو المجدو الکبر یاءِ فلا یذل عزهُ** [1] **وَاللّٰهُ یَقُولُ الحَقَّ وَھَوَ یَھْدِی السَّبِیلَ۔**''

---

[1] یہاں سے آخر تک آیت قرآنی ہے۔ پارہ ۲۱۔ سورہ الاحزاب، آیت ۴۔

(اے عظیم! صاحب تعریف بزرگی، عزّت، مجد اور کبریائی والے، پس اس کی عزت کو زوال نہیں، اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے)۔

اسم اکتیّس

اگر کسی شخص کا مقدر ناکام ہوجائے (اس کی کوئی مراد بر نہ آئے) اور کسی طرح معاملات میں کشادگی حاصل نہ ہوتی ہو، اور وہ یہ چاہے کہ اس کی تمام مرادیں پوری ہوجائیں تو اسے چاہیے کہ سیاہ رنگ کے بکرے کا پورا جگر بند (ذبح کرکے) نکالے اور وہ بھی اس صورت میں کہ کسی شخص کی نگاہ اس پر نہ پڑے۔ جب تنہائی میں جائے تو دل کو جگر بند سے علاحدہ کرے اور اپنے سامنے رکھے، پھر سات سو مرتبہ یہ اسم اس دل پر پڑھے اور ہر بار پڑھنے کے بعد اس دل پر دم کرے اور کہے:

"**یاربّ الارباب وَیا مُسبّب الاسباب وَیا مُفَتِحّ الابواب وَیا قاضی الحاجات وَ یا مجیب الدَّعوات وَ یا دلیل الخیرات۔**" (اے پرورش کرنے والوں کی پرورش کرنے والے! اے اسباب فراہم کرنے والے! اے بند دروازوں کو کھولنے والے! اے حاجتوں کو پورا کرنے والے! اے دعاؤں کو قبول کرنے والے اور اے نیکیوں کی راہ دکھانے والے)

میری دعا قبول فرما، میرے رزق کو کشادگی عطا فرما اور مجھے لوگوں کی نگاہ میں عزیز ومحترم کر یا ارحم الرحمین۔ جب یہ وظیفہ پورا ہوجائے اور یہ دعا کرچکے تو اس اسم کو مشک وزعفران کے ساتھ کاغذ پر لکھے اور اسے دل کے اندر رکھ دے۔ پھر اس مسجد میں جہاں وہ پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے اس کی دہلیز کے بالا خانے پر چھپا دے اور اس وقت خوشبو دینے والی چیز جلائے۔ جب مسجد کے دروازے سے واپس لوٹے تو یہ اسم پڑھے۔ اپنے وقت کے ہمراہ رہے اور اپنے دل میں کسی قسم کی تشویش اور اندیشے کو راہ نہ دے۔ وہ جگر بند جو باقی رہ گیا تھا اسے کسی خالی جگہ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے، رکھے اور اس پر اکتالیس مرتبہ چھری مارے اور ہر بار اسم پڑھے۔ اس کے بعد اسے ریزہ ریزہ کردے اور گھی میں زعفران ملا کر بھون لے اور پھر کھالے۔ اس کے کھانے کے وقت سے یہ خیال رکھے کہ کیا چیز ظاہر ہوتی ہے اسی ہفتے میں اس کے حالات بہتر ہوجائیں گے۔ اور کامیابی حاصل ہوگی۔ رزق میں فراخی پیدا ہوگی۔ سعادت، نعمت اور نصیب کو کشادگی حاصل ہوگی۔ اس شخص کی نحوست، سعادت سے بدل جائے گی۔ اگر کسی لڑکی یا عورت کی شادی نہ ہوتی ہو یا نکاح کے بعد جدائی ہوجاتی ہو تو اس صورت میں یہی کرنا چاہیے کہ خوش بو آگ میں جلائے تاکہ ارواح اس کے گرد جمع ہوجائیں۔ وہ ارواح اس کی دوست بن جائیں گی اور اس کے کام میں مددگار اور معاون ہوں گی لوگوں کے دلوں کو اس کی محبت میں گرم رکھیں گی۔ اس اسم کا پڑھنے والا، خضر پیغمبر علیہ السلام کی مانند جنھوں نے آبِ حیات سے (دائمی) زندگی حاصل کی، دونوں عالم میں زندہ

جاوید ہوجائے گا۔ (علاوہ ازیں) غیب کے علوم سے بہرہ مند اور مخلوق میں ارجمند ہوگا۔

بارہ اسمِ اسرار جو انجیل کی فاتحہ ہے[1]

یہ دعائے بشمخ کے نام سے مشہور ہے اور اپنے اندر بہت سے خواص رکھتی ہے۔ محمود سبکتگین کی دعاؤں میں لکھا ہے کہ اس کا ہر ایک اسم نو سو عمل میں کار آمد ہوتا ہے۔ یہاں صرف تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے۔

ا۔ کسی شبِ جمعہ میں اس کی شرایط کے ساتھ، ایک سو گیارہ مرتبہ شیرینی پر پڑھے۔ جس کسی کو کھلائے وہ مطیع ہوجائے گا۔

۲۔ دشمن کو برباد کرنے کے لیے اس ترتیب سے تین سو بار پڑھے۔ پہلے تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھے اور اپنے چاروں طرف گول دائرہ کھینچے۔ جس وقت یہ دعا پوری کرے، دشمن کا نام زبان پر لائے اور دشمن کے نام پر چھری مارے۔ جب دوبارہ شروع کرے تو خوش بو آگ سے جلائے اور دعا پڑھنے میں مشغول ہوجائے۔ اسی طرح مذکورہ عدد تمام کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ دشمن ہلاک و برباد ہوجائے گا۔ اس دعا کے اس طرح کے بہت سے خواص ہیں۔

دعائے بشمخ معہ موکل کا بیان

تسمیہ تسیمار حبانا رحبانا۔ دعا یہ ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ا۔اَجبُ یاٰ هَیطَا ئِیلُ سَا مِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَ سُمَاءِ اَللّٰهُمَّ یَاَ بَشُمَخ بَشُمَخ ذَا لَاُ هَا مُوٗاٰ شِیُطُثُوْنَ اَسَاَلَکَ اَنُ تَقُضِیَ حَا جَتُیِo

(قبول کر، اے ہیطائل! اس حال میں تو سنے اور ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ، اے عظیم، اے بزرگوار اے خداوند، اے قدیم میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۲۔اَجبُ یَا طُوُ رَ ائِیلُ سَا مِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ هٰذِ هِ الْاَسُمَاء اَللّٰهُمَّ یَا ذَ اُنوُاَ مُلُخو ثُوُ وَموُ ثُواُ دائِمُون آسُاُلُکَ اَنُ تَقُضِیَ حَا جَتُےo

قبول کر، اے طورائیل! اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ، اے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے، میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۳۔ اَجبُ یاٰ شَمُسَائِیُلُ سَا مِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسُمآءِ اَللّٰهُمَّ یَا خَیُثُوُ مَیُمُوُنَ اَوُّ شُ دَآرَ عِلّیُّوُنَ اَسُأُلُکَ اَنُ تَقُضِیُّ حَاجَتُےَo

قبول کر، اے شمائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ، اے صاحب برکت! تو انھیں جنت میں لائے گا۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

---

[1] اس لطیفے کے عنوان میں ''دعائے بشمخ''، کو توریت کی فاتحہ بیان کیا گیا ہے، یہاں انجیل کی فاتحہ نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم یہ کتاب کا سہو ہے یا کیا ہے؟

۴۔اَجِبْ یَا عَیْنَا ئِیْلُ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہٖ الْاَ سْمَاءِ اَللّٰھُمَّ یَارَحْمِیثَاَ رَ ھُلِیُلُوْنَ مَیْتَطِرُوْنَ اَسْئَا لُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ o

قبول کر، اے عینا ئیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ، اے ہم پر رحم فرمانے والے! تقویٰ عنایت کر، میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۵۔اَجِبْ یَامَیْنَا ئِیْلُ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہٖ الْآسْمَاءِ اَللّٰھُمَّ یَارَخْتِیْثُوْا اَخْلَا قُوْنَ آسْئَاُلُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ o

قبول کر، اے مینا ئیل اس حال میں تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ، اے مخلوق کو رزق دینے والے! میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۶۔اَجِبْ یَا قَمْرَائِیْلُ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہٖ الْاَ سْمَاءِ اَللّٰھُمَّ یَارَخْمُوْثَ اَرْخِیمَ اَرْخِیْمُوْنَ اَسْاَلُکَ اَنْ تَقْضِیْ حَاجَتِیْ o

قبول کر، اے قمرائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ! اے رحم کرنے والے! ہم پر رحم فرما۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۷۔اَجِبْ یَامَنْجِیَا ئِیْلُ سَامِعاً مُطِیْعًا بِحَقِّ ھٰذِہٖ الْاَ سْماءِ اَللّٰھمَّ یَاِلھِیاً اَشْرِ ھُیاً اَذُوْنِیْ اَصْبَا اُوْثَ اَصْبَا اُوْثُوْنَ اَسْئَا لُکَ اَنْ تَقْضیِ حاجَتِیْ o

قبول کر، اے منجائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجا لا۔ اے اللہ! اے زندہ و پائندہ! ہم سے بلاؤں اور آفتوں کو دور رکھ۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۸۔اَجِبْ یَااِسْمَا عِیْلُ سَا مِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہٖ الْاَسْماءِ اللّٰھُمَّ یَا نُوْرُاَرْغیْشَ اَرْ غِیْ تَثلِیْثُوْنَ اَسْئَالُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ o

قبول کر، اے اسماعیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے نور! اے مخلوق کے کاموں کو روشن کرنے والے! میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

۹۔اَجِبْ یَا جِبرَئِیْلَ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہِ الْاَسْمَاءِ اللّٰھُمَّ یَا اَشْبِرَاَسُمَا اَسُمَا اُوْنَ اَسَالُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیo

قبول کر اے جبرائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجا لا۔ اے اللہ! اے بخشنے والے! میں گنہگار اور بدکردار ہوں۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

۱۰۔اَجِبْ یَادَ رْ دَائِیْلُ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہِ الْاَ سْمَاءِ اَللّٰھُمِ یَامَنِیْعُنَوَاَمِیْلُخاً مَلُخُونَ اَسَاَ لُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْo

قبول کر، اے دردائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ! اے تمام چیزوں کا علم رکھنے والے! فریاد رس! میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

۱۱۔اَجِبْ یَا مِیْکَائِیْلَ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقّ ھٰذِہِ الْاَ سْمَاءِ اَللّٰھُمّ یَاآلَامَ اَرْعِدْ اَرْعِیْ یَزْنُوْنَ آسْئَالُکَ آنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیo

قبول کر، اے میکائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ! اے بادشاہ! میں تیرا گدا ہوں۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

۱۲۔آجِبْ یاْ اِسْرَافِیْلَ سَامِعاً مُطِیْعاً بِحَقِّ ھٰذِہِ الْاَ سْمَآءِ اللّٰھُمَّ یَامَشْمَخْ مِشْمَخْیُثاَ مَثَلاَ مُوْنَ بَیْنَ الْکَافِ وَالُّنُونَ اِنَّمَا اَمْرُہُ اِذَا اَرَادَ شُیْئاً اَنْ یَقُوْلُ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنَ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہِ مَلْکُوْتُ کُلِ شَیءٍ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ آسْاَلُکَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتُیِo [۱]

قبول کر، اے اسرافیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجالا۔ اے اللہ! اے حاجت برلانے والے! مجھے اور دوسرے خواستگاروں کو کسی امید سے محروم نہ رکھ درمیان کاف اور نون کے، جس سے مراد لفظ ''کن'' ہے۔ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہوجا، پس وہ ہوجاتی ہے۔ تو اس کی پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

---

[۱] پارہ ۲۳۔سورہ یٰسٓ، آیات ۸۲ اور ۸۳

اختتام دعائے بشمخ

ا۔اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَاُلُکَ یَا اَللّٰہُ اَنۡ حفِّظۡنِیۡ مِنۡ کُلِّ بَلَاءٍ وَآفۃٍ وَعَا ھَۃٍ وَوَجۡعٍ وَکُلِّ عِلَّۃٍ وَکُلِّ فِتۡنَۃٍ وَمِنۡ کُلِّ شِدَّۃٍ وَبَلِیَّۃٍ وَزَلۡزَلٍ وَزَلۡزَلَۃٍ وَمِنۡ شَرِّ کُلِّ شَیۡطَانِ الرَّجِیۡمُ وَمِنۡ شَرِّ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ مِنۡ شَرِّ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ اِلٰھِیۡ بِحَقِّ ھٰذِہٖ اَلۡاَسۡمَآءِ وَبِحَقِّ ھُوۡ یَامَنۡ ھُوَ یَامَنۡ ھُوَ ھُوَ یَامَنۡ ھُوَ ھُوَ یَامَنۡ ھُوَ ھُوَ لااِلٰہ اِلّا اللّٰہُ اَحۡفِظۡنِیۡ مِنۡ جَمِیۡعِ الۡبَلَایَاوَالۡاٰفاتِ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ النَّبِیِّیۡنَ وَاٰلِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرحِمِیۡنَ ۵

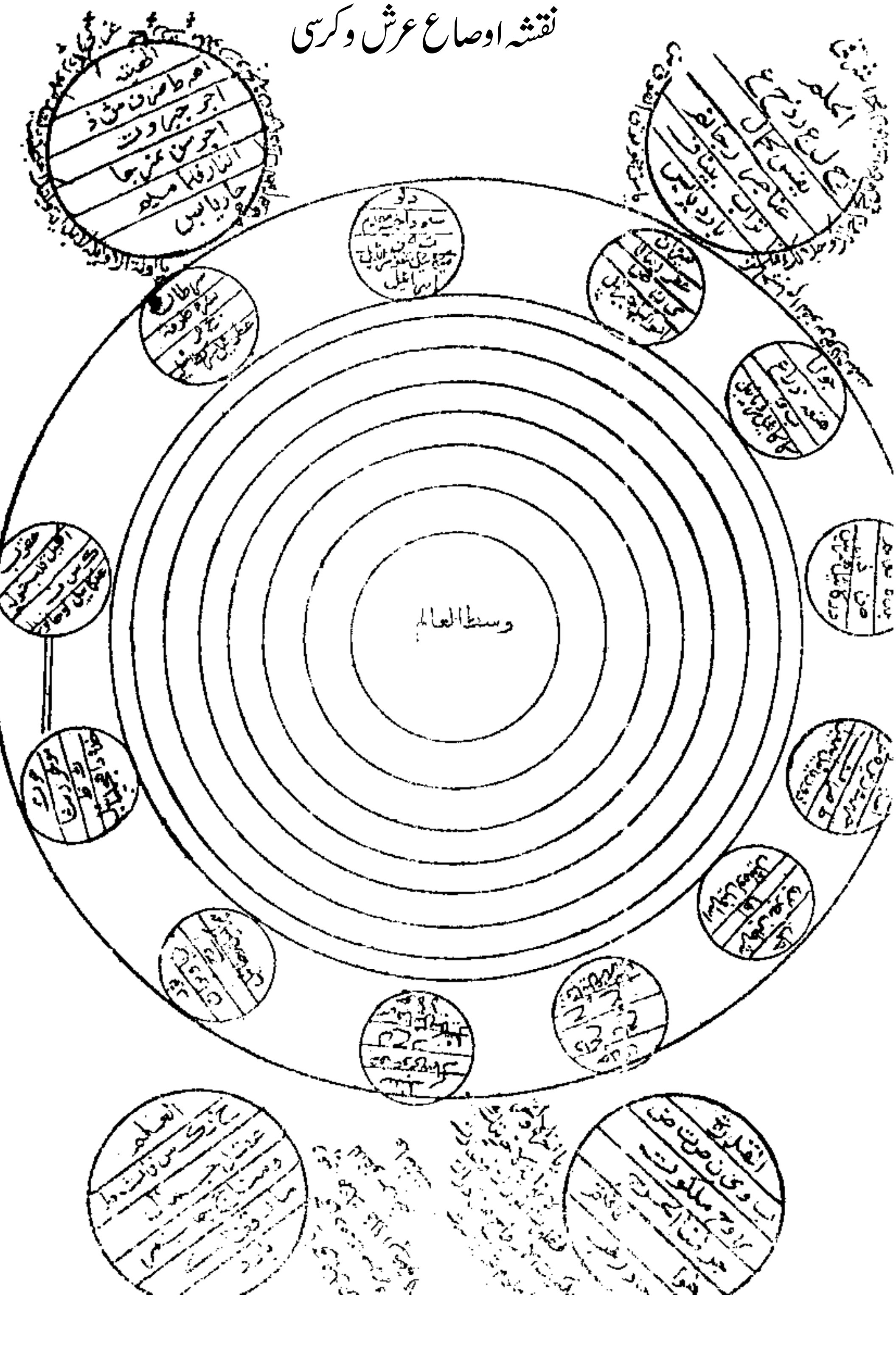
اے اللہ! بے شک میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے ہر بلا اور آفت سے محفوظ اور ہر مرض اور تمام علّتوں سے دور رکھ۔ مجھے ہر فتنے، ہر مصیبت و تکلیف، لغزش وزلزے، تمام راندے ہوئے شیطانوں کے شر اور شیطان مردود کے شر سے بچا۔ جن اور انسان کے فساد اور حاسدوں کے شر سے، جب وہ حسد کرتے ہیں میری حفاظت فرما۔ اے اللہ ان ناموں کی برکت سے اور بہ برکت ہو یامن ہو ہو، ہو یامن ہو ہو، یامن ہو ہو، یا من ہو ہو (میری دعا قبول کر) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ مجھے تمام مصیبتوں اور آفتوں سے محفوظ رکھ بہ طفیل سردار انبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے برحمتک یا ارحم الرّاحمین۔

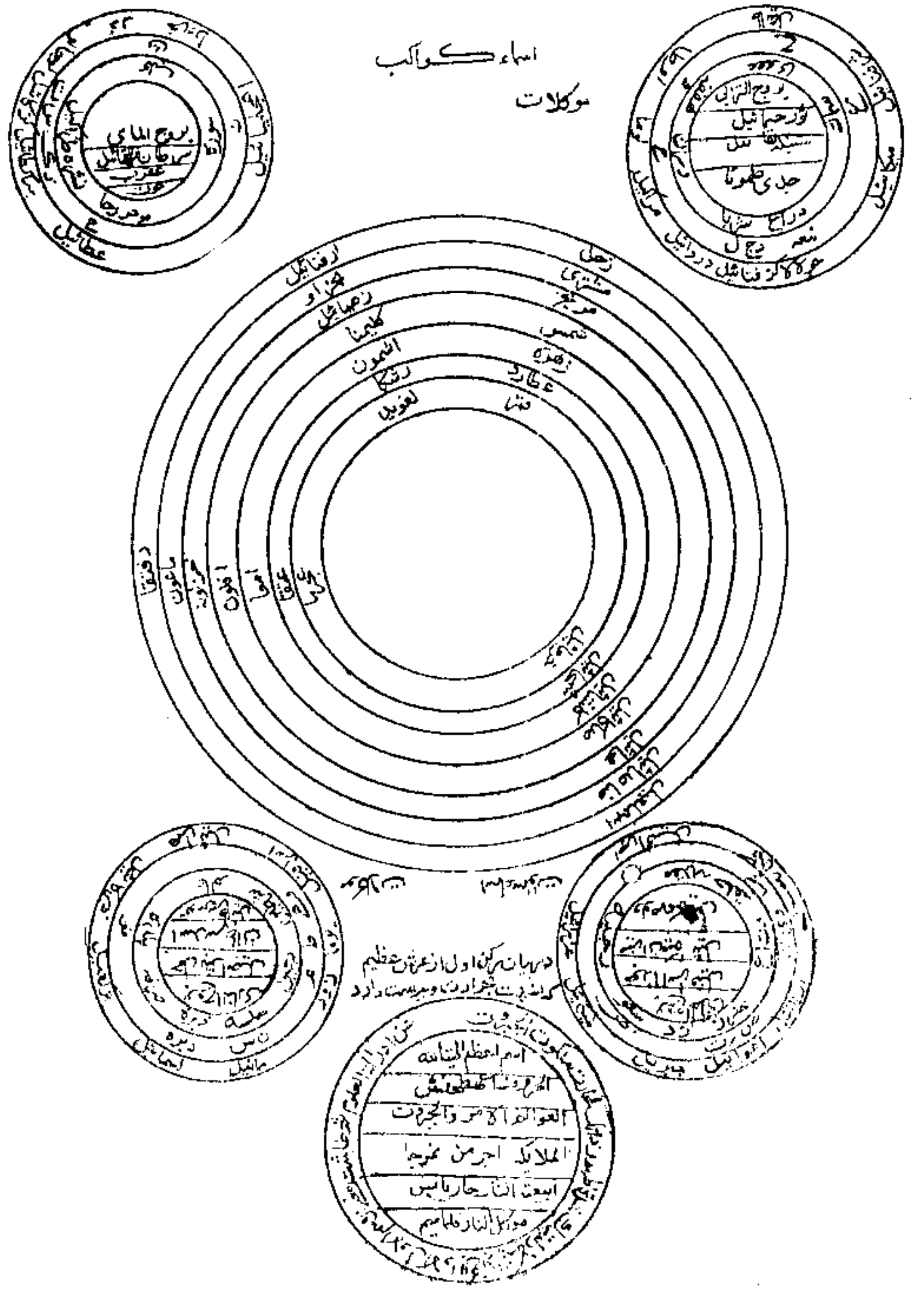
عرش و کرسی، ملایک ومنازل، حرف واسم اعظم کی وضع کا بیان

قدوۃ الحکما و العلما، سلطان المحققین ابوعلی سینا رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص اس ''نقش عرش'' کو شرفِ آفتاب کے روز سونے پر، شرف قمر کے روز چاندی پر، مشتری یا آفتاب کی ساعت میں کندہ کر کے اپنے پاس رکھے، حق سبحانہ تعالیٰ اس کو آخری زمانے کے مصائب اور فتنوں سے، زخمی کرنے والے آلات سے، چوروں سے، جلنے اور ڈوبنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس پر کوئی دشمن غالب نہ ہو سکے گا۔ جس لشکر کے پاس یہ نقش ہوگا وہ لشکر ہمیشہ فتح مند ہوگا۔ صاحبِ نقش امرا اور سلاطین کا منظور نظر ہوگا۔ مختصر یہ کہ تمام بلاؤں سے محفوظ اور فایدوں سے بہرہ مند ہوگا۔

جو شخص ہر روز صبح کے وقت اس نقش پر نظر ڈالے گا، اس کی ستر دینی اور دنیاوی حاجتیں بر آئیں گی اس کے رزق میں اضافہ ہوگا۔ تمام تکلیفوں اور مصیبتوں سے محفوظ ہوگا۔ تمام مخلوق خواہ جن ہوں یا انسان اسے دوست رکھیں گے۔ کوئی دیو یا پری اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اس پر کسی جادو یا سحر کا اثر نہ ہوگا۔ یہ نقش عرش، کرسی اور آسمانوں کی ہیئت کے بہت سے خواص رکھتا ہے اور اس کے بے شمار اثرات تجربے سے معلوم ہوں گے۔

نقشہ اوصاع عرش و کرسی




اسماء کواکب
موکلات
زحل
مشتری
مریخ
شمس
زهره
عطارد
قمر
اسم اعظم

جاننا چاہیے کہ اس رکن کا تعلق عالمِ جبروت سے ہے اور علمِ ہیئت واسما کا مظہر ہے جنھیں تمام فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ اجزمن نمر جا اس کا مزاج گرم اور خشک ہے اور حروف سات ہیں، یہ قول امام حجۃ الاسلام محمد بن غزالیؒ کا ہے اور شیخ الاسلام قدوۃ المحققین محی الدین ابن عربیؒ نے فتوحات مکیہ میں تحریر کیا ہے حروف آتشی ہیں جیسا کہ دایرے میں مذکور ہے اور اُس رسالے کے جدولِ ابجد میں ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جس کا جی چاہے، رسالے سے رجوع کرے۔ ابوعلی ضریر کا قول ہے کہ حروف آتشی ہیں۔ وہ یہ ہے ''اغرطحش'' (لیکن) قول اوّل اصح ہے۔ حروفِ آتشی تین برجوں پر منقسم ہیں۔ حمل، اسد اور قوس۔ ہر ایک کی کیفیت معلوم ہے۔ یہ دائرے بے شمار ہیں، یہاں اختصار کی غرض سے انھی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

علمِ تکسیر[1] کا تھوڑا سا ذکر

وہ تکسیرات جو دایروں میں تحریر کیے گئے ہیں اگر بغیر شرائط کے عمل میں لائے جائیں گے تو چنداں فایدے مند نہ ہوں گے۔ اگر کوئی شخص لوگوں کے دل اپنی جانب مایل کرنے یا دشمن اور ظالم کو دفع کرنے کا خواہشمند ہے تو اسے عمل میں لائے۔ اس شخص کو چاہیے کہ پہلے تصریح اور تحریر کے ذریعے کام نکالے اور اگر وہ ظالم اور ستم گر ظلم سے باز آجائے تو مراد مل گئی اور اگر باز نہ آیا تو اس کے قلع قمع کرنے کے لیے عمل کرے۔ (اس کی صورت یہ ہے کہ) شروع کرنے سے پہلے غصّے کو دل سے نکال دے، پھر مسواک کے ساتھ وضو کرے اور دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ (کاغذ کے) دو ٹکڑوں پر ''افعل'' اور ''لاتفعل'' لکھ کر ڈال دے جیسا کہ مشہور ہے۔

عمل کی کیفیت یہ ہے کہ طالع مطلوب کا نام جمل کے حساب سے جو تحریر کیا گیا ہے تحریر کرے۔ سہو اور غلطی کا خیال رکھے کہ طالب کے نام اور اس کی ماں کے نام کے عدد اتنے ہیں، پھر انھیں بارہ کے عدد سے تقسیم کرے، جو باقی رہے اسے عدد کی مقدار کے مطابق برجوں کے حوالے کردے۔ اسی طرح مطلوب کے نام کا استخراج کرے اور برجوں کے دایروں پر نگاہ ڈالے۔ (اس کے بعد) پہلے اُن خوشبوؤں کو جو ہم نے دایروں میں بیان کی ہیں جلائے اور کامل ہمت سے اس ستارے سے مخاطب ہو جو اس دایرے سے منسوب ہے، جس طرح اصول میں تحریر کیا گیا ہے، ستارے کے حروف کے عدد کے مطابق پڑھے اور جتنی مرتبہ پڑھے خوشبو جلائے۔ اس کے بعد طالب اور مطلوب کے حروف کو اس طرح ملائے کہ طالب کے نام کا پہلا حرف لکھے پھر مطلوب کے نام کا پہلا حرف طالب کے نام کے پہلے حرف کے پہلو میں لکھے، پھر طالب کے نام کا دوسرا حرف مطلوب کے نام کے حرف کے پہلو میں لکھے، اس کے بعد مطلوب کے نام کا دوسرا حرف طالب کے نام کے حرف کے پہلو میں لکھے۔ اسی طرح طالب و مطلوب کے ناموں کے حروف ملائے۔ اگر طالب یا مطلوب کے نام کے حروف کم ہوجائیں تو از سرِ نو نام کے حروف طالب یا مطلوب کے نام کے حروف کے پہلو میں لکھے۔ جب (یہاں تک) مرتب

---

[1] تکسیر، تعویز کے خانوں میں قاعدے کے مطابق عدد بھرنے کو کہتے ہیں۔

ہوجائے تو پھر ان ملائکہ کے نام جو اِن حروف کے موکل ہیں، طالب ومطلوب کے نام کے حروف کے نیچے لکھے جیسا کہ دائروں میں تحریر کیا گیا ہے، دھات کے پترے پر لکھے۔ اگر مطلوب کا برج آتشی ہے تو آگ میں ڈال دے، بادی ہے تو ہوا کے حوالے کرے، اگر آبی ہے تو دھوکر (مطلوب کو) پلا دے یا بہتے پانی میں بہا دے۔ اگر خاکی ہے تو مطلوب کے مکان کی دہلیز میں یا اس کی گزرگاہ میں گاڑ دے۔ مقصد حاصل ہوجائے گا۔ یہ اسرار نا اہل شخص سے پوشیدہ رکھے۔ مثال کے طور پر اگر طالب کا طالع ثور ہے اور مطلوب کا طالع اسد ہے، جیسے کہ علی طالب اور محمّد مطلوب تو انھیں جدا گانہ طور پر اس طرح ثبت کرے۔

ع	ل	ی	م	ح	م	د
م	ح	م	د	ع	ل	ی
د	ع	ل	ی	م	ح	م
ی	م	ح	م	د	ع	ل
م	د	ع	ل	ی	م	ح
ل	ی	م	ح	م	د	ع
ح	م	د	ع	ل	ی	م

اس بیان کردہ طریقے کے مطابق متقدمین کی بعض کتابوں میں تکسیر کی گئی ہے اور بہت سے تعویز، نقش اور طلسم ترتیب دیے گئے ہیں۔ ان کے نیچے خط کھینچ کر حروف کو بصورتِ شکل تحریر کیا ہے، جیسے چند مکرر حروف اور تکسیرات کے حروف میں تحریر ہیں۔

اس مجموعے کو جمع کرنے والا عرض کرتا ہے، وہ تکسیرات جن میں حروف مکرر ہوتے ہیں، اُن میں طالب ومطلوب ہی کلی طور پر مقصود ہوتے ہیں۔ جب تک طالب ومطلوب کا نام ہر ضلع سے مستخرج نہ ہوگا اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا اور اس کی تاثیر بہت کم ہوگی۔ اس فقیر نے بہت محنت کرکے استخراج کی یہ صحیح ترکیب مرتب کی ہے تاکہ فوائد حاصل ہوسکیں۔ یہ ضروری ہے کہ اسی طرح طالب اور مطلوب کے نام تکسیر کیے جائیں اور حروف کے موکلات تحریر کیے جائیں۔ ان کو اکب اور اسم اعظم کو مخاطب کیا جائے جو دائروں اور وصول میں ہیں اور جو طالب اور مطلوب کے نام سے نسبت رکھتے ہیں جیسا کہ سرالاسرار میں تحریر کیا گیا ہے اس سے ذرّہ برابر تجاوز نہ کیا جائے تاکہ عجائبات اور مسبّب الاسباب اور مقلب القلوب کے حکم کی تاثیرات کا مشاہدہ کرے۔

اگر کوئی چاہے کہ تکسیرات کی اس ترکیب سے کوئی حرز یا تعویذ بنائے وہ مختصر ہو لیکن اس کے فائدے بہت زیادہ ہوں تو (اسے چاہیے کہ) تکسیر کے بعد طالب اور مطلوب کے نام کے حروف کے عدد جمع کرے اور اس اسم اعظم کے عدد جو اس عمل کے لائق ہے اس میں شامل کرے۔ اعداد مذکور چوڑے مربع میں لکھے اور اپنے پاس رکھے۔ اس کے بہت زیادہ فائدے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ تکسیر کئی طرح کی ہوتی ہے۔ سب کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ تکسیر کی ایک قسم یہ ہے کہ اس میں طالب کا نام پہلے لکھا جاتا ہے اور مطلوب کا نام بعد میں لکھتے ہیں۔ دوسری قسم اس کے برعکس ہے جسے کاغذ یا لوح پر ایک ایک حرف جدا جدا تحریر کرے اور سات سطروں میں تکسیر کرے۔ اوایل سطروں کے حروف اور اواخر سطروں کے حروف (لکھے) جیسا کہ پہلے کیا ہے۔ انھیں کاغذ پر یا نگینے پر تحریر کرے۔ اس وقت دونوں سطروں کے (اوایل اور اواخر سطروں کے) حروف کے عدد جملِ کبیر کے حساب سے حاصل کرے اور مربعے میں چار چار وقف بنائے تاکہ مقصود حاصل ہو۔ اس مقام پر جہاں سے تمام حروف لیے ہیں وہاں سے حروف تکسیر کے اعداد حاصل کرے، جیسے کہ مہینوں کی چاند رات میں جمل کبیر کا حساب کسر کر کے بیان کیا جائے گا۔ (صاحبِ عمل کو) چاہیے کہ خود کو سہو اور غلطی سے محتاط رکھے۔ تکسیر کی صورت اور باہم ملانے کی کیفیت بیان کی جا چکی ہے۔

وقف اعداد کی صحت کے بیان میں تحریر کیا جاتا ہے کہ اس وقف کے ہر ضلعے میں اسما کے حروف کے عدد بتمام و کمال موجود ہیں، اگر ان کو نکالا جائے تو اضلاعِ اربعہ حاصل ہوں گے اور ان میں عدد باقی رہیں گے۔ اس طرح دوسرے اور تیسرے دائرے کی آخری ضلعِ قطر تک صورت رہے گی یعنی درمیان کے چار خانے رہیں گے۔

چاننا چاہیے، بہتر طریقہ یہ ہے کہ یہ اعداد وقف ہندسوں میں لکھے جائیں، جمل کے حروف میں نہ لکھیں کیوں کہ تمام قدیم اہل حکمت نے اپنی کتابوں میں یہی تحریر کیا ہے۔ یہ احکام میں سے عجیب حکم ہے۔

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ہر نام فرد ہوتا ہے یعنی لفظ کے حروف کے معنی کے ساتھ فرد یا وتر (تین حروف) کی مثل ہوتا ہے لیکن اُن حروف کے ساتھ فرد ہی ہوتا ہے، مثال کے طور پر، احد، نور اور صمد تین حروف رکھتے ہیں۔ اسی طرح سو ۱۰۰، چالیس ۴۰ اور پانچ ۵ کے عدد ہیں۔ یہ اسما جمل کے حساب سے جدائی ڈالنے اور پریشان کرنے کے لیے ہیں۔ وہ اسم جو جفت ہوتا ہے، وہ معنی کے اعتبار سے بعد کے حروف کا زوج ہوتا ہے، اس لیے صالح ہوتا ہے۔ یہ دو شخصوں کے درمیان میل جول، محبت اور دوستی پیدا کرتا ہے جیسے کہ اسم ''حیّ'' اور ''قیوّم'' اور نوعیت کے دوسرے نام جاننا چاہیے کہ جو اسم موافق ہوتا ہے اس کے عدد جفت ہوتے ہیں یعنی جمل کے حساب سے صالح ہے اور دو شخصوں کے درمیان الفت پیدا کرتا ہے۔ اگر کسی نام کے حروف زیادہ ہیں اور کسی نام کے حروف کم ہیں اور تم دونوں ناموں کے درمیان توافق پیدا کرنا چاہتے ہو تو زیادہ حروف والے اسم میں سے تعریف کا الف لام یا حروف علّت نکال لینا چاہیے۔ ی، و، ا، حروفِ علّت ہیں۔ تمھیں جتنے حروف نکالنے کی ضرورت ہے بس اتنے ہی حروف نکال دو تاکہ دونوں نام حروف کے عدد میں برابر اور موافق

ہوجائیں۔ اس میں ایک عجیب وغریب راز ہے۔

جان لیں کہ دعوت میں ایک پوشیدہ راز یہ ہے کہ جب تم اسما کے حروف شمار کرنا چاہوتو ان اسما میں سے ال توصیفی نکال دو، جیسے الکبیر المتعال سے ال توصیفی حذف کردوتو کبیر متعال رہ جائے گا۔ اب دیکھو کہ ان اسموں کے عدد کتنے ہیں۔ جمل الکبیر کے حساب سے ان عددوں کو خالی جگہ میں، شرائط مذکورہ کے مطابق بغیر کسی کمی اور زیادتی کے جمع کرو۔ (یہ تکسیر) دعائے توسم کے ساتھ اس وقت مستجاب ہوگا اور یہ اللہ کے حکم سے بڑی بات ہے کیوں کہ مطلوبہ عدد کی مقدار میں زیادتی اسراف اور کمی باعثِ خلل ہے۔ اگر چہ متقدمین نے ظہور کے سبب تکسیر کا ذکرنہیں کیا ہے اور نہ کوئی مثال تحریر کی ہے،ہم نے اس کتاب میں طالب کی سہولت کے لیے اسے بیان کردیا ہے۔

(کسی) مہینے کی سولہ تاریخ کو ایک سلطان موضع اندکہ پرگنہ سرور پور سے حاضر ہوئے اور چاہا کہ ان کو (زمینداروں کو) وطن سے باہر نکال دیا جائے۔ یہ صورت حال حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ آپ نے اسے جواب میں تحریر فرمایا۔ اس مکتوب کا مفہوم اورعبارت یہ ہے:

’’فرزند اعز، اکرم وارشد ملک فتح اللہ خاں!

تم اورتمہارے بھائی اور خاندان کونعمت دارین حاصل ہو۔ معلوم ہو کہ تمہارا عریضہ ہمیں ملا اور ہم حالات سے مطلع ہوئے۔ حضرت پیشوائے بنی آدم اور مرشدِ عالم قدس اللہ سرہ العزیز کی ولایت بے نہایت کی برکت سے تمہارے دشمن مقہور اور مردود ہوں گے۔ اس مہم کے لیے درویشوں نے فاتحہ پڑھی ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اس مکتوب میں جو دعا درج ہے اسے زیادہ سے زیادہ پڑھیں، بہت فائدہ حاصل ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام اور آپ کی بزرگ آل کے طفیل تمہاری اور سب بھائیوں کی عاقبت اور خاتمہ بخیر ہو۔‘‘ دعا یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیمo یا حّی یا قیّوم یا حنّان یا منّان یا بدیع السمٰوات والا رض یا ذالجلال والاکرام۔ لا الٰہُ اِلاّ انت اسالک ان تحی قلبی بنور معرفتک یا اللہ یا اللہ یا اللہ	(اللہ کے نام سے جو بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اے ہمیشہ زندہ پائندہ اے ہمیشہ قائم رہنے والے! اے بہت شفقت کرنے والے! اے بہت احسان کرنے والے! اے آسمان اور زمین پیدا کرنے والے! اے شوکت، سطوت اور بزرگی کے مالک! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو اپنے نورمعرفت سے میرے دل کو زندہ رکھے۔ یا اللہ یا اللہ یا اللہ)

یہ دعا ہرمہم کی کامیابی کے لیے چندروز مسلسل پڑھے، کامیابی حاصل ہوگی۔

بعض دواؤں کے فوائد کا ذکر جو حاجات، صحت اور تکلیف کے لیے مفید ہیں۔

برگِ مندار کو سرسوں کے تیل میں مل کر آگ پر رکھیں۔ جب تھوڑے گرم ہوجائیں تو پتوں کو ہاتھ سے نچوڑیں۔ اس طرح ایک دو قطرے ٹپکیں گے۔ ان قطروں کو کان میں ڈالنے سے کان کا درد جاتا رہے گا۔ برگِ از قونیاں (تھوہڑ) بھی یہی فائدہ دیتا ہے۔

پختگی سر کا مرض جو بچوں کو ہوتا ہے

اسے ہندی زبان میں چائیں چونیں کہتے ہیں۔ (اس کی دوا یہ ہے) لیموں بلادر (بھلاواں) بڑی بار کٹائی پانچ عدد گھنگچی سب ہم وزن لیں پھر پیس کر چھان کر اور پانی ملا کر سر پر مالش کریں۔

گلا صاف کرنے کے لیے

کل جائے کے پتے، دانہ الائچی، بے بیج والی سبزی، درخت لیموں کے پتے اور پلپل دراز۔ سب کو پیس لیں پھر شہد ملا کر چاٹیں۔ آواز صاف ہوجائے گی۔

چہرے کی شگفتگی کے لیے

درخت سینبل کے کانٹے اور ہلدی کو بکری کے دودھ میں گھس کر چہرے پر ملیں۔ شگفتگی پیدا ہوگی اور کسل دور ہوگی۔

دوسرا نسخہ

کیکر کے درخت کا پھل، اس کی چھال کے ساتھ باریک پیس کر دودھ میں جوش دیں پھر گرم دودھ میں روغن گاؤ (خالص گھی) ملا کر چہرے پر ملیں۔ شگفتگی پیدا ہوگی۔

چہرے کا رنگ صاف کرنے کے لیے

لودھ پٹھانی، میتھی، سرسوں اور جو (ہم وزن)۔ ان سب کو صاف کر کے خشک کریں۔ پھر پیس کر شہد ملائیں اور ابٹن کی طرح چہرے پر ملیں۔

دوسرا نسخہ

برگ اندراین، بکری کے دودھ کے ساتھ پیس کر چہرے پر ملیں، رنگ صاف ہوجائے گا۔

خنازیر یا کنٹھ مالا علاج

بیخ اندراین چار درم کے وزن کے برابر، مادہ گاؤ کے پیشاب (کمیز) میں پیس کر ملائیں۔اور ایک ہفتے تک بمقدار ایک کٹورہ پئیں۔کنٹھ مالا غائب ہوجائے گا۔[1]

دوسرا نسخہ

کورموش (چھچھوندر) مار کر اسے روغن میں جوش دیں یہاں تک کہ گھل جائے۔ یہ تیل کنٹھ مالا پر لگائیں۔صحت حاصل ہوگی۔

تیسرا نسخہ

درخت سپستان[1] کی چھال ہر روز چار درم فراہم کریں۔ اسے آٹھ کٹورے پانی میں جوش دیں۔ جب ایک کٹورا رہ جائے تو گرم دودھ ملا کر پئیں۔کنٹھ مالا جاتی رہے گی۔

استقرارِ حمل

ناگیر چھ درم، روغن مادہ گاؤ چاردرم گائے کے دودھ کے ساتھ حیض سے پاک ہونے کے بعد پئیں۔حمل قرار پائے گا۔

اگر اولادِ نرینہ کی خواہش ہے تو یہ تعویز عورت کے بائیں پہلو میں کامل ایک ماہ گزرنے اور بعض کے نزدیک چار ماہ گزرنے کے بعد باندھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹا پیدا ہوگا۔تعویز یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

ولَو اَنَّ قُراناً سُيرّت بِهِ الجِبَالُ اَو قُطِّعَت بِهِ الا رَضُ اَو كُلِّمَ بِهِ الموتى بَل لِلّه الاَ مُرجَمِيعاً[2]

الٰهى احدى صمدى مددى وصلّى الله علىٰ خير خلقه محمد و الهٖ اجمعين۔

اللہ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیے جاتے یا اس کے ذریعے سے زمین جلدی جلدی طے ہوجاتی یا اس کے ذریعے سے مُردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرادی جاتیں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے۔خدایا تو یکتا اور بے نیاز ہے اور میرا مددگار ہے۔ اللہ کی رحمت ہومخلوق میں سب سے افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تمام آل پر۔

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۹۵ ملاحظہ فرمائیں۔

[2] یہاں تک آیت قرآنی ہے۔ پارہ ۱۳۔سورہ الرعد آیت ۳۱

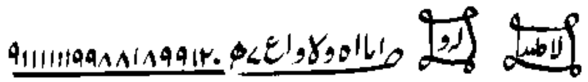
یہ آیت وضعِ حمل کے لیے بھی مذکور ہوئی ہے۔ اسے لکھ کر عورت کے بازو پر باندھے۔ اگر بیٹے کا حمل ہو تو بندھا ہوا رہنے دیں اگر حمل ساقط ہو جاتا ہے تو یہ نقش لکھ کر (عورت کو) پلائیں۔ اللہ کی قدرت سے حمل قرار پائے گا۔ نقش یہ ہے:

لصا کا طاا کـ ھ کـ را ۸ اا کل ولک

یہ تعویز سفید کبوتر کے خون سے لکھیں اور سبز ڈورے کے ساتھ کمر میں باندھیں۔ اللہ کی قدرت سے حمل ساقط ہونا بند ہوجائے گا۔ تعویز یہ ہے:

شیطر طوشا شیطشا العجل یا ام الصبیان بحق سلیمان بن داوٗد علیہ السلام وخاتمہ

اگر تم یہ چاہتے کہ عورت حاملہ نہ ہو تو تمہیں چاہیے کہ اس نقش کو کاغذ پر لکھو اور عورت کے بائیں بازو پر باندھ دو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حاملہ نہ ہوگی۔ اگر آزمانا چاہتے ہو تو کسی درخت سے باندھو یا مرغی کے بائیں پیر میں باندھو، انڈے دینا بند کردے گی۔



بعض ہندی منتر

زہر مار منتر یہ ہے:

اوم جند طپینا بہر کنتہہ مانتھن من پہرای نانک وہی محمد جہار تہہ نریس کری خدای راجا باسک بس سنجارا نا کنہ دہرتی مای و محمد بہ بس نجونہ پہرتا جای اوم کنول النتہہ سوالا کہ بس ہرنتہہ لا الہ الا اللہ محمد کتہتہہ نیہ لیا لکہہ نانہہ

دفع بدہ

تہنیلا و کو ہے و بہر بہتیا ولگلہ بلای پڑھے، پھر جو شخص مبتلا ہے اس کے کپڑے کو ہاتھ سے بل دے کر پڑھے۔ سات بار صبح و شام پڑھے۔ ہر بار اس کے کپڑے پر دم کرے۔ مریض سے کہے کہ اپنا ہاتھ تکلیف کی جگہ پر رکھے۔ منتر یہ ہے۔

کالی کونی خیگل کی کاجل دہکا ناضہ پانچ چیز واوہکی پانچو رکت پیاز بدہ تہنیلا کو ہی بر ہتیا کنکہ بلای ای پانچو کل جانہہ

افسون عقرب (بچھو کا منتر)

یہ منتر مٹی پر پڑھے۔ پھر اس مٹی کو اس جگہ ملے جہاں بچھو نے ڈنک مارا ہے۔ اس کے بعد مٹی بھرے ہاتھ کو نیچے تک جہاں خود بیٹھا ہے لائے۔ بچھو اتر جائے گا۔ منتر یہ ہے۔

دہر ہند ہون وہر کند ہون سوالا کہہ سپاری بند ہون اپنی بھگت گرو کی سکت مری بکہ جوا کین چرہی

دوسرا افسوں

ابنکی لکری پانی پر آئی انکس بند ہون نربس پرای امری بکہ جوا کین جای

برائے محبت

اگر کوئی یہ چاہے کہ دو دلوں میں محبت پیدا ہوجائے تو اتوار کے روز برگ سپاری، رنگ اور چونہ پر سات بار پڑھ کر دم کرے اور کھلائے۔ کھانے والا اس پر عاشق ہوجائے گا۔

بسم الله الرحمن الرحیمo اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰے قُلُوُ بِھِم وَعَلٰی سَمۡعِھِمۡ وَ عَلٰی اَبۡصَارِ ھِمۡ غِشَاوَۃٌ وّلَھُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌo [1] بند لگادیا ہے اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے بڑی سزا ہے۔

اگر اتوار کے روز اس آیت کو پھول یا شیرینی اور کھانے کی کسی چیز پر پڑھ کر دم کرے (اور کھلائے) تو مطلوب حاصل ہوگا۔

خونی امراض کو دفع کرنے والی دوائیں

سر پھونک کی جڑ کی چھال، جس کا پھول سرخ رنگ کا ہوتا ہے، حاصل کریں۔ پھر اسے سایہ دار جگہ میں پھیلا کر خشک کریں۔ اس کے بعد سفوف بنا کر رکھ لیں اور صبح نہار منہ ایک صدف پانی کے ساتھ کھائیں۔ اگر ہو سکے تو غذا میں صرف نان، جو اور مسکہ کھائیں۔ اگر سر پھونک کی جڑ اور پتوں کو سایے میں خشک کرکے، کوٹ کر سفوف بنائے اور مذکورہ طریقے سے کھائیں تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ اگر اس سفوف کو مریض کے زخم پر مہندی کی طرح لگائیں تو زخم کے لیے مفید ہوگا۔

برائے مقصد برآری

شیخ صالح موقف ابوعلی نوریؒ سے منقول ہے کہ یہ روایت (عن فلاں عن فلاں) حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ تک جاتی ہے کہ نماز عشا کے بعد چھ رکعت نماز ادا کرے۔ اس کی پہلی رکعت میں فاتحہ ایک بار اور والشّمس سات بار پڑھے۔ دوسری رکعت میں سورہ واللیل سات بار، تیسری میں سورۂ والضحیٰ سات بار، چوتھی رکعت میں سور الم نشرح سات بار، پانچویں میں

---

[1] پارہ ا۔ سورہ البقرہ، آیت ۷

والتین سات بار اور چھٹی رکعت میں سورۂ قدر (آنا انزلناہ) سات بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کی ثنا کرے اور حضور علیہ السلام پر درود بھیجے۔ یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھم یا ربَّ ابراھیم وموسیٰ وربَّ اسحاقَ ویعقوبَ وربَّ جبرئیل ومیکائیل وربَّ اسرافیلَ وانتَ ربی مُنزِلُ الصُّحفِ ومُنزِلُ التوراته والانجیل والزَّبُور والفُرقان ارنی منامی ھٰذا اللَیلَ من امرِ اَنتَ اعلَمo

(اے اللہ! اے ابراہیم اور موسیٰ کے پروردگار! اے اسحاق اور یقوب کے پروردگار! اے جبرائیلؑ کے پروردگار! اسرافیل کے پروردگار! میرے پروردگار! تو ہی ہے جس نے صحیفے نازل فرمائے ہیں۔ تو ہی ہے جس نے توریت، انجیل اور قرآن کو نازل کیا ہے اس رات مجھے خواب میں اس بات کا انجام دکھا دے جسے تو ہی بہتر جانتا ہے۔)

اگر پہلی رات میں نہ دیکھے تو دوسری رات میں دیکھے گا۔ اسی طرح سات راتیں یہ دعا پڑھے۔ ان ہی راتوں میں ایک شخص خواب میں آ کر بتائے گا کہ مقصد بر آری کی تدبیر کیا ہے۔ اس رسالے کے جامع نے اسے آزمایا ہے اور کئی بار اپنا مقصد حاصل کیا ہے۔ دوسرے اکابر بھی اس کا تجربہ کر چکے ہیں۔

شیخ سعد الملّت والدین مجدہ الحموی (حموی) سے منقول ہے کہ جو شخص ہر صبح ان چار لفظی کلمات پر بغیر پڑھے نظر ڈالے گا وہ دشمن پر غالب ہوگا اور جو شخص ہر صبح چالیس روز تک اس پر مسلسل عمل کرے گا وہ عجیب باتوں کا مشاہدہ کرے گا۔ ان کلمات کے بہت سے اسرار ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اھھصفویش ینتر وا ماینفوس قرمطو طینس شرور اعماسط

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حرز ابودجانہ تمام بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے (مشائخ نے) پڑھا ہے، خاص طور پر شیطان اور دیووں کے شر اور فتور سے محفوظ رہنے کے لیے اس سے کام لیا ہے۔ اگر اس پر ہمیشہ عمل کرتا رہے تو بہت سے فائدے اور بے شمار منفعتیں حاصل ہوں گے۔ وہ دعا اور حرز ابودجانہ یہ ہے:

بِسمِ اللّٰهِ الرّحمٰن الرحیّمْ ھٰذَا کِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلّٰے اللّٰه عَلَیهِ وَسَلَّمْ اَلنَّبِیُ اُلْقُرَیْشِیَّ الَھا شِمِیُّ الْمَدْنِّی الَاَ بُطحِیّ اُلاُ مِّیُ صَاحِبِ اَلتّاجِ والسّریرُوَ اُلحوضِ وَالشَّفَاعَةِ وَاُلقَصَبِ وَالنَّاقَةِ صَاحِبِ قَولِ لَا اِلٰهَ اِلّا اللّٰهَ مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ طُرَقَ الْدّاٰرَ مِنَ الزَّوّارِ وَالعُمَّارِ وَاُلنظَّارِ وَالصَّالِحِینَ فِي الْاَ قُطَارِ اِلَّا طَارِقاً یُطرِقُ بخَیرِ یَارَحمٰنُ اَمَّا بَعْدَ فِاِنَّ لَنَا وَلَکُمْ فِي اُلحقِّ سَعْةٌ فَاِنْ لمْ یَکُنْ طَارِ قَوْامَوُ لعاً اَوْبَاعِیّاً مُبْطَلاً اَوْ مُوْ ذِیاً یاُمقْتَحِماً فَاْتَرَ کُوْا جُمْلَةُ الْقِرَاتِ وَانْطَلَقُوا اِلیٰ عَبْدةِ الَاَ وْثَانِ اِلیٰ مَنْ یَجْعَلُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰھاً اٰخَرَلَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمُنْفَرَدَ بِاُلکِبرِیَاءِ وَ اَلقُدْرَ ةِ یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ بِسْمِ اُللّٰهِ وَباُللّٰهِ وَمِنَ اللّٰهِ وَاِلیَ اللّٰهِ وَلاغَالِبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلاَ حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلاُ اَحَدَ سِوَی اللّٰه وَلآ اَحُدَ مِثل اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاَسْتَفْتَحَ بِاللّٰهِ وَتَوَکَّلُ عَلَے اللّٰهِ

وَ اَجۡعَلۡ صَاحِبَ كِتَابِیۡ هٰذَا فِیۡ حِرۡزِ اللّٰهِ وَاَمَانِهٖ حَیۡثُ مَاكَانَ وَحَیۡثُ مَاتَوَجَّهَ فَلاَ تَقۡرَبُوۡهُ وَلا تفۡرَعُوۡهُ وَلا تُضَارُّ وهُ قَاعِداً كَانَ اَوۡقَائِماً یَقۡظَاً نَا كَانَ وۡنَائِماً وَلا فِیۡ اَكۡلٍ وَلا فِیۡ شُربٍ وَلَا فِیۡ ثَوۡبٍ وَلا فِیۡ عُرۡیَانٍ وَلَا فِیۡ اِغۡتِسَالٍ وَفِیۡ اَیّ مَكَانٍ كُونَ وَلاَ فِیۡ دَارٍ وَلَا فِیۡ الۡاَرۡضِ الۡقَفَارِ وَلَا فِیۡ الۡجَلَالِ وَلاَ بِاللَّیۡلِ ولاَ بِالنَّهَارِ كُلَّمَا سَمِعۡتُمۡ ذِكرُ كِتَابِیۡ هٰذا فادۡ بَرُوۡ اعَنۡهُ وَاُتۡرُكوهُ بِحَقٍ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَهُوَ غَالِبُ فِیۡ كُلِّ شَیءٍ وَهُوَ اَعَزَّمِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ وَهُوَعَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیرٌ اُعِیۡذَ صَاحِبَ كِتَابِیۡ هٰذَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ وَبِاسۡمِهٖ الَّذِیۡ هُوَ مَكۡتُوۡبٌ عَلٰی سَرَادِقِ الۡعَرۡشِ اِنَّهُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ الۡغَالِبُ الَّذِیۡ لاَ یَغۡلَبُه شَیۡءٌ وَلاَیَنۡجوۡا مِنۡهُ هَارَبٌ وَلاَ یُدۡرَكُ طَالِبٌ وَاَعِیۡذُهُ بِالحَیّ الَّذِیۡ لَایَمُوتُ وَبِالۡمَلِكِ الَّذِیۡ لاَ یَزُوۡلُ مُلۡكُهُ وَبِالۡقَیُّوۡمُ الَّذِیۡ لَا یَنَامُ وَبِالۡعزِیزِ الَّذِیۡ لَا یَزَالُ رَبُ الۡعَرۡشِ الَّذِیۡ لاَ یَضَامُ وَبِالۡكُرۡسِیۡ الَّذِیۡ لَا یَزُوۡلُ وَبِالۡمنۡبعِ الَّذِیۡ لاَ یَرَامَ وَاُعِیۡذُ بِالاَ سۡمَآءِ اُلمَكۡتُوۡبَ بَةِ فِیۡ اللَّوحِ اُلمَحۡفُوۡظِ وَبِالۡاسۡمِ الَّذی المَكۡوُّبِ فِیۡ التّوۡرَاةِ وَالۡا نۡجیۡلِ وَالزُّبوۡرِ و اُلفُرۡقَانِ وَبِاسۡمِ الَّذِیۡ حَمَلَ بِهٖ عَرۡش بِلۡقِیۡسَ اِلٰی سُلَیۡمَانَ بنۡ دَاوٗ دَ عَلَیۡهِمُا السَّلامُ قبلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلیۡهِ طَرۡفَةِالعَینَ وَبِاسۡمِ الَّذِیۡ نَزَلَ بِهٖ جَبۡرَئِیۡلَ عَلَیۡهِ السَّلَامِ اِلیٰ مُحَمّدٍ عَلَیۡهِ السَّلَام یَوۡمَ الۡاِثۡنَیۡنِ وَبِاسۡمِ الثّمٰانِیَةَ الۡمَكۡتُوبَةِ فِیۡ قُرنِ الشّمۡسِ وَبِالۡاِسۡمِ الَّذِیۡ یُسّبِحُ الرّ عۡدُ بِحَمدِهٖ وَالۡمَلَا ئِكَةُ مِنۡ خِیۡفَتِه وَبِاسۡمِ الَّذِیۡ كَتَبَ عَلٰی وَرۡقِ الزَّیۡتُوۡنِ وَاُلۡقِیۡ فِیۡ النَّارِ فَلَمۡ یُحۡرَق وَبِاسۡمِ الَّذِیۡ یَمۡشِی اُلخِضر عَلَی اُلمآءِ وَلَمۡ یَبۡلُ قَدۡمَهُ وَبِاسۡمِ الَّذِیۡ نُطَقَ بِهٖ عِیۡسَی بۡنَ مَرۡیَمَ عَلَیۡهِ السَّلام فِیۡ المَهۡدِ صَبِیّاً وَاَبۡرَءَ الۡاَ كۡمَهَ وَالاَ بۡرَصَ وَاحۡیَ اُلۡمُوتَی بِاِذۡنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَبِاسۡمِ الَّذِیۡ نَجابِه اِبۡرَاهِیۡمَ مِنۡ نَارِ نَمۡرُودَ بِنۡ لَبۡغَانَ وَبِاسۡمِ الَّذِی نَجَابِهٖ یوسف علیه السَّلام ☆☆☆☆

مِنَ اُلحُبسِ وَبِاسۡمِ الَّذِیۡ تَجَلّٰے بِهٖ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ لِلۡجَبَلِ لمِوۡسیٰ بِنۡ عُمِرانِ فَجَعَلَهٗ دكًّا وَخَرَّ مُوۡسٰی صَعِقاً وَبِاسۡمِ الَّذِیۡ نَجَابِهٖ یُوۡنسُ عَلَیۡهِ السَّلامِ مِنَ الظُلُمَاتِ وَبِاسۡمِ الَّذِیۡ دَعَا بِهٖ مُوۡسٰی عَلَیۡهِ السّلامِ عَلَی اُلبَحرِ فَانۡفَلَقَ فَكَانَ كُلَّ فَرۡقٍ كَالَطُّوۡدِ الۡعِظَیۡمِ وَاُعِیۡذُ بِالسَّبۡعِ الۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡآنِ الۡعظَیۡمِ وَبِمَا نَزَلَ عَلٰے مُوۡسیٰ بِطُوۡرِسَیۡنَا عِیۡذُ صَاحِبَ كَتَابِیۡ هَذَا بِهٰذِهٖ الاَسۡمَآءِ مِنۡ كُلِّ عَیۡنٍ نَّاظِرَةٍ وَ اُذُنٍ سَا مِعَةٍ وَقُدَامِ مَاشِیَةٍ وَلِسَانٍ نَاطِقَةٍ وَقُلُوۡبِ وَاعِیَةٍ وَصُدُوۡرٍ خَاوِیَةٍ وَاَنۡفُسٍ كَافِرَةٍ وَاُلخَمۡرِ لاَ زِمَةٍ ظَاهِرَةٍ اَوۡبَاطِنَةٍ وَمِنۡ شَرّمَنۡ یَعۡمَلَ السَّهۡوَ وَ اُلخَطَأ یَاوَاَیُّهُمۡ بِهَا مِنۡ ذَكرٍ اَوۡاُنۡثَی مِنَ اُلجِنّ وَالاَ نسِ فِیۡ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَاُعِیۡذُهُ مِن شرّ ذِیۡ شَرّ وَعَقۡدِ هِمۡ وَسَلامِهِمۡ وَكَیۡدِ هِمۡ وَمَكۡرِهِمۡ وَبَرِیۡقَ اَعیُنِهِم وَخِیَلَ اَجۡسَادِهِمۡ وَمِنۡ شَرّ اُلجّنِ وَالۡاِنۡسِ وَالشَّیَاطِیۡنِ وَاُلتَوَابِعِ والسّحۡرَةِ وَمِنۡ شَرّ یَكُوۡنَ وَالۡعُمِرَانِ وَاُلحَزابِ وَاُلحَیَاضِ وَاُلعُمِلَاتِ وَمِنۡ شَرّ سَوَاكِنَ اُلهواءِ وَالَّنوَاوِیۡسِ وَسَاكِنِ اُلقبُوۡرِ وَ ساكِنِ الۡعُیُوۡنِ وَسَاكِنِ الۡبِحَارُ وَسَاكِنِ الطُّرُقِ وَاُعِیۡذُهٗ مِنۡ شَرّ كُلِّ غُوۡلِ غُوۡلَةٍ وُسَاحِرٍ وَسَاحِرَةٍ وَسَاكِنٍ وَسَاكِنَةٍ وَمُوۡلَعِ وَمَوۡ لِعَةٍ وَكَا هِنٍ وّ كَاهِنَةٍ وَذَاتِعٍ وَذَاتِعَةٍ وَتَابِعٍ وَتَابِعَةٍ وَكَافِرٍ وَكَافِرَةٍ وَاَعِیۡذُهُ

مِنۡ شَرِّ هِمۡ وَشَرِّآ بَائِهِمۡ وَ اُمَّهَا تِهِمۡ وَاَبۡنَائِهِمۡ وَبَنَاتِهِمۡ وَذُرِّيَاتِهِمۡ وَمِنۡ شَرِّ طَائِرَاتٍ فِیۡ اَلۡهَواءِ وَمِنۡ شَرِّ الطَّوَارِقِ
اَلۡمَوَارِدِ وَاُعِيۡذُهٗ باهْياً شَرَّآ هْياً مِنۡ شَرِّنَزۡعَةَ النَّاسِ وَاَلسِنَتَهِمۡ وَ مِنۡ شَرِّ اَلۡقَائِدِ وَالۡفَاعَلُ وَمِنۡ شّرِّ كُلِّ عَيۡنٍ
سَاحِرَةٍ اَوۡخَاطِيَةٍ وَمِنۡ شَرِّ اُلخارِجِ وَالّدَاخِلِ وَمِنۡ شَرِّ بَا غٍ وَعَادٍ وَعَادِياً وَنَایَ وَمِنۡ شَرِّ كُلِّ دَانٍ وَنَاءٍ وَمِنۡ شَرِّ
كُلِّ عَفَارِيۡتَ اَلۡجِنِّ وَالۡاِنسِ وَشَرِّ الرِّيَاحِ وَالۡمِيَاهِ وَالنِّيۡرَانِ وَاَلۡحَيۡوانِ وَالۡجَمَادَاتِ وَمِنۡ شَرِّ كُلِّ فَصِيحٍ
وَاَعۡجَمِیٍّ وَنَائِمٍ وَيَقۡظَانٍ وَاُعِيۡذُهٗ صَاحِبَ كِتَابِیۡ هٰذَا مِنۡ شَرِّسَا كِنِ اُلبحۡرِ وَاَلاَ رۡضِ وَسا كِنِ اَلۡبُيُوۡتِ والزَّوَايَا
والۡمزابِلِ وَمِنۡ شَرِّ مَايُصنعَ اَلۡخُطيئَةَ اوۡيُوۡ لِعِ بِهَا وَ مِنۡ شَرِّ مَا ينۡظُرُ اِلَيۡهِ اِلابۡصَارُ لَاطَهُرَتۡ عَلَيۡهِ اَلۡقُلُوۡبِ
وَاَخۡذَتۡ عَلَيۡهِ اَلۡعُهودُ وَمِنۡ شَرِّ مَنۡ لَايُقۡبَل الۡعَزِيمَةِ وَمِنۡ شَرِّ مَنۡ اِذآذِكَرَاللّٰهُ ذَابَ كَمَا يَذُوۡبُ الرِّ صَاصُ
وَاَلۡحَدِيۡدُ عَلى النَّارِ وَاُعِيۡذُ صَاحِبِ كِتَابِیۡ هٰذَا مِنۡ شَرِّ اَبليسُ شَرِّ الشَّيَا طِيۡنَ وَمِنۡ شَرِّ مَنۡ يَسۡكَنُ فِیۡ اَلۡهوَاءِ
وَالۡجِبَال وَالبِحَارِ وَمَنۡ فِیۡ الظُّلِمَاتِ وَالنُّوۡرِ وَمِنۡ شَرِّ مَنۡ يَسۡكَنُ فِیۡ اَلۡعُيُوۡنِ وَمَنۡ شَرِّ مَنۡ يَمۡشِیۡ فِیۡ الاَسۡوَاقِ
وَمِنۡ شَرِّ مَنۡ يَّكُوۡنَ فِی الۡاَ جۡسَامِ وَالۡاَرۡحَامِ وَ الاَكَامِ فَمِنۡ شَرِّ مَنۡ يُوَسۡوِسُ فِے صُدُوۡ رالنَّاسِ وَمَنۡ يَّسۡتَرِقُ
اَلسَّمۡعَ والۡاَبۡصَارَ وَ اُعِيۡذُ صَاحَبَ كِتَابِیۡ هٰذَا مِنَ النَّظۡرَةِ وَاللَّحۡيةِ وَاَلۡكَسۡرَةِ وَالنَّفۡحَةِ وَ اَعۡينُ اَلۡجِنّ وَالاِ نۡس
اَلۡمُتَمَّرَدَةِ وَمِنۡ شَرِّ الطَّائِفِ وَالطَّارِقِ وَالۡغَاسِقِ والۡوَاقِبِ وَالۡحَاسِدِ وَالطَّاغِیۡ وَاَلۡكَاهِنِ وَمِنۡ شَرِّ كُلِّ ذِیۡ عَقۡدٍ
وَسَحۡرٍ وَفَزۡعٍ وَهَمٍّ وَحُزۡنٍ وَاَسۡجَاسٍ وَ نَكۡرٍ وَفِكۡرٍ وَسۡوَاسٍ وَاُعِيۡذُهٗ بِاللّٰهِ مِنۡ شَرِّ كُلِّ دَارِيُفۡزِی لِبَنِی اٰدَمَ
وَبنَاتِ حَوَّامِنۡ قَبۡلِ الدَّمِّ وَالۡغَمۡرَةِ وَالۡمُرَّةِ وَالرِيحَ وَاَلۡبَلۡغم وَرِيۡح الۡحمراَءِ وَالۡصَّفۡرَاءِ وَالسَّوۡدَاءِ مِنَ النُّقۡصَانِ
وَالزِّيَادَةِ وَمِنۡ شَرِّ كُلِّ دَاءٍ دَاخِلٍ فِیۡ جِلۡدٍ وَلَحۡمٍ اوۡدَمٍ اَوۡعِرۡقٍ اوۡعَصبٍ اَوۡقُطۡنَةٍ اَوۡعَظۡمٍ اَوۡفِیۡ سَمۡعٍ اَوۡبَصَرٍ
اَوۡظَهَرٍ اَوۡبَطۡنٍ اَوۡشِعۡرٍاَوۡظُفۡرٍاَوۡرُوۡحٍ اَوۡجِسۡمٍ اَوۡظَاهِرٍ اَوۡبَاطِنٍ وَاُعِيۡذُ ہٗ بِمَا اِستَعَاذَ بِهٖ اٰدَم عَلَيۡهِ السَّلَامِ وَشِيۡث
وَهَابِيل وَاِدۡرِيۡسُ وَنُوۡحُ وَاِبۡرَاهِيۡمُ وَاِسمٰعِيلَ وَاِسۡحَاقُ وَيَعۡقُوۡبُ وَالۡاَسۡبَاطُ وَعِيۡسٰی وَاَيُّوۡبُ وَيُوۡنَسُ وَمُوۡسٰی
وَهَارُوۡنُ وَدَاُودُ وَسُلَيۡمَانُ وَذَكَرِيَّا وَيَحٰی وَيُوۡسُفُ وَهُوۡدُ وَشُعِيۡبُ وَاِليَاسُ وَصَالِحُ وَلُقۡمَانُ وَذُوالۡكَفُلِ وَذُو
اَلۡقَرۡنَيۡن وَطَالُوۡتُ وَعُزِيۡرُ وَالۡخِضۡرُ وَدَانِيَالُ وَمُحَمَّدُ مُصۡطَفٰے صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَصَلوٰةُ اللّٰهِ عَلَيهِمۡ
اَجۡمَعِيۡنَ وَبِكُلِّ مَلِكٍ مُقَرَّبٍ وَنَبِیٍّ مُرۡسَلٍ اِلاَّ تبَاعَدُّتمۡ وَتَفَرَ قُتُمۡ وتَخۡتُم مَنۡ عَلَقَ كِتَابِیۡ هٰذَا بِسۡمِ اللّٰهِ اَلۡمَلِكِ
اَلۡجَلِيۡلِ اَلۡحَمِيۡدِ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيۡدُ وَاُعِيۡذُهٗ بِاللّٰهِ وَبِاسۡمِ الَّذِیۡ اَضَائَهُ الۡقَمَرُ وَاِسۡتَنَارُ بِهِ الشَّمۡسُ وَهُوَمَكۡتُوۡبٌ
تَحۡتَ حِرۡزِ اَلۡعَرۡشِ اَنَّهٗ لآاِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدُ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ فَسَيَكۡفِيۡكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيۡعُ اَلۡعَلِيۡمُ نَقَذَتۡ حُجَّةُ اللّٰهِ
وَظَهَرَ سُلۡطَانُ اللّٰهِ وَتُفَرَّقَ اَعۡدَاءُ اللّٰهِ وَبَقِیَ وَجۡهُ اللّٰهِ وَاَنۡتَ يَاصَاحِبَ كِتَابِیۡ هٰذَا فِیۡ حِرۡزِ اللّٰهِ وَكَنَفِ اللّٰهِ
وَجَوَارِ اللّٰهِ وَاَمَانِ اللّٰهِ وَحِفۡظِ اللّٰهِ جَارَهُ عَزِيۡزٌ مَنۡبِعِ اللّٰهِ وَحَارَكَ وَكِيۡلَكَ وَحَارِسُكَ وَحَا فِظُكَ
وَدَلِيۡلُكَ مَآشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَم يَشَئاً لَمۡ يَكُنۡ اَشۡهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰے كُلِّ شَیۡءٍ قَدِيۡرٌ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدۡ اَحَاطَ بِكُلِّ

شَیْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰی کُلِّ شَیْءٍ عَدَدًا اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَیُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓا اَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْاتَسْلِیْمًا خَتَمْتُ هٰذَا الْکِتَابَ بِخَاتَمِ اللّٰهِ الَّذِیْ خَتَمَ بِهٖ اَقْطَارُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَبِخَاتِمِ سُلَیْمَانَ بْنُ دَاوٗدَ عَلَیْهِمَا السَّلَامِ وَبِخَاتِمِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلاَ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهُ لَاخَوفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ هُمْ یَحْزَنُونَ وَبِخَاتِمِ کُلِّ مُقَّرِبٍ وَنَبِیٍّ مُرْسَلٍ حِرْزٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالمَلٰٓئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَاْاَرحَمَ الرَّاحِمِینَ۔

ترجمہ:

اللہ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا ہے، جو نبی عربی، قرشی، ہاشمی، مدنی، ابطحی، امّی (لقب) ہیں۔ آپ ﷺ تاج وتخت، حوض وشفاعت اور نیزہ وناقہ کے مالک ہیں۔ آپ صاحبِ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہیں۔ جو شخص اطراف زمین سے اس مکان میں زیارت کرنے، آباد ہونے اور دیدار کرنے کی غرض سے داخل ہوا وہ صالحین میں سے ہے۔ داخل ہونے والے پر لازم ہے کہ خیر کے ساتھ داخل ہو یا رحمٰن!

حمد وصلوٰۃ کے بعد (معلوم ہو)، پس بے شک ہمارے اور تمہارے لیے امرِ حق میں وسعت ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں سرکشی کرنے والے، جھوٹ بولنے والے اور ایذا دینے والے سے، پس وہ آبادی چھوڑ کر بتوں کے پجاریوں کے پاس چلے جائیں (اور وہ بھی) جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے۔ کوئی ہستی لائق عبادت نہیں ہے سوائے اللہ واحد و یکتا کے۔ اپنی بزرگی اور قدرت سے تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں بھیجتا ہے۔ پس تم ان دونوں (عذابوں) سے اللہ کے نام اور اس کی صفات کی برکت سے مدد حاصل کرو۔

میں اسی (اللہ) کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت اور حفاظت نہیں ہے نہ اس کی مدد کے بغیر غلبے کی قوت ہے۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں ہے۔ اللہ کے نام سے اور اللہ ہی پر توکل کرتا ہوں۔ میں جو اس کتاب کا لکھنے والا ہوں خود کو اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان میں دیتا ہوں۔ میں جہاں ہوں جس جانب متوجہ ہوں، پس میرے قریب نہ آؤ نہ مجھے ڈراؤ نہ نقصان پہنچاؤ، خواہ میں بیٹھا ہوں، کھڑا ہوں، بیدار ہوں یا نیند میں ہوں۔ مجھے کھانے میں، پینے میں، لباس میں، برہنگی میں، اور غسل کرنے کی حالت میں نقصان نہ پہنچاؤ خواہ میں کسی مکان میں ہوں، یا کسی جگہ پر ہوں یا زمین پر پڑا ہوں، رات ہو یا دن ہو۔

جب تم میری اس کتاب کا ذکر سنو تو اس سے پیٹھ موڑ لو اور اسے لا الٰہ الا اللہ کی برکت سے اس کے حال پر چھوڑ دو بے شک اللہ تعالیٰ ہی غالب اور ہر شے پر قادر ہے۔ یہ کتاب جس کے پاس ہے میں اسے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ میری یہ کتاب، اللہ تعالیٰ کے کلمات سے پر ہے اور اللہ کے اُن ناموں سے معمور ہے جو عرش کے پردے پر لکھے ہوئے ہیں۔ بے

شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔ وہ ایسا غالب ہے کہ کوئی ہستی اس پر غالب نہیں آ سکتی۔ اس کی ذات سے فرار اختیار کرنے والا نجات حاصل نہیں کرسکتا اس کا طالب اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتا۔ میں اسے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں جو ہمیشہ زندہ ہے۔ اس پر موت طاری نہیں ہوگی نہ اس کا ملک زوال میں آئے گا کیوں کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ وہ سوتا نہیں ہے اور نہ وہ ایسا غالب ہے کہ جس کے غلبے کو زوال ہو۔ اس کے عرش اور اس کی کرسی کو زوال نہیں ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کے اُن ناموں کی پناہ مانگتا ہوں جو لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور ان ناموں کی بھی پناہ مانگتا ہوں جو توریت، انجیل، زبور اور قرآن میں مکتوب ہیں۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے تخت بلقیس حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے دربار میں پلک جھپکتے میں پہنچایا گیا۔ اس نام کی پناہ مانگتا ہوں جسے بروز دوشنبہ جبریل علیہ السلام نے محمد علیہ السلام پر نازل کیا۔ اُن آٹھ ناموں کی پناہ جو کنارہ آفتاب میں نوشتہ ہیں۔ اس نام کی پناہ جس کے تقدس کا ذکر رعد (بجلی) کرتی ہے اور جس کے خوف سے ملائکہ اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ اس نام کی پناہ جو زیتون کے پتے پر لکھا ہوا تھا اور جب اسے آگ میں ڈالا گیا تو اسے آنچ نہ آئی۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے خضر علیہ السلام پانی پر چلتے ہیں۔ اور ان کے پاؤں تر نہیں ہوتے۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے حضرت عیسےٰ بن مریم علیہ السلام نے بحکم خدائے بزرگ گہوارۂ طفلی میں کلام کیا، مادرزاد اندھے کو بینا کیا، کوڑھ کے مریض کو صحت مند اور مردے کو زندہ کیا۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نارِ نمرود سے نجات پائی۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید سے رہائی نصیب ہوئی۔ اس نام کی پناہ جس نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی برکت سے پہاڑ پر موسیٰ بن عمران کے لیے تجلی کی اور پہاڑ کو ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوگئے۔ اس نام کی پناہ جس کی برکت سے یونس علیہ السلام نے تاریکیوں سے نجات پائی اس نام کی پناہ جس نام کو لے کر موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر دعا کی، پس وہ دریا درمیان سے پھٹ گیا اور اس کے دونوں ٹکڑے بلند پہاڑ کی مانند ہوگئے (اور انھوں نے دریا پار کرلیا)

میں پناہ مانگتا ہوں سبع مثانی کے ساتھ یعنی قرآن عظیم کی سورۂ فاتحہ کے واسطے سے اور اس چیز کے واسطے سے جو کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ میں اس کتاب کا مصنف پناہ مانگتا ہوں اُن ناموں کی جن کی برکت سے ہر آنکھ کو بینائی، ہر کان کو سماعت، ہر پیر کو رفتار اور ہر زبان کو گویائی ملی۔ جن ناموں کی برکت سے لوگوں کے سینے کلام کو حفظ کرتے ہیں اور وہ سینے جو خالی ہوتے ہیں۔

میں پناہ مانگتا ہوں نفسِ کافرہ اور خمرِ لازمہ سے خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ۔ پناہ چاہتا ہوں بدی سے جو کوئی سہواً کرے اور گناہوں سے جو رات دن مرد یا عورت سے اور جن یا انسان سے عمل میں آتی ہیں۔ میں اس شخص کی بدی سے پناہ چاہتا ہوں جو اس کے جادو سے، اس کے ہتھیار سے، اس کے مکروفریب سے اور اس کی آنکھوں کی چمک سے پیدا ہوتی ہے۔

میں اس شر سے پناہ چاہتا ہوں جو جن وانس، شیاطین اور ان کے تابعین اور جادوگروں سے ظہور میں آتی ہے۔ اس شر

سے پناہ چاہتا ہوں جو آبادی میں، ویرانے میں، پانی کے حوضوں میں پھیل جاتی ہے۔ اس شر سے پناہ چاہتا ہوں جو ہواؤں، قبروں، چشموں، دریاؤں اور راستوں کے ساکنوں کے ذریعے پیدا ہوتی ہے۔ میں پناہ چاہتا ہوں جنّاتی مرد اور جنّاتی عورت سے، جادوگر اور جادوگرنی سے، صحرائی مخلوق سے، حریص مرد اور حریص عورت سے، کاہن وکاہنہ سے، پراگندہ مرد اور عورت سے تابع اور تابعہ سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں ان سے، ان کے باپوں اور ان کی ماؤں سے، ان کے بیٹوں اور ان کی بیٹیوں سے اور ان کی اولاد سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں ہوا میں اڑنے والے پرندوں سے اور آنے والوں اور وارد ہونے والوں سے میں ان سے حّی وقیّوم کی برکت سے پناہ مانگتا ہوں۔

میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے باہمی نزاع کے شر سے، ان کی زبانوں کے شر سے، ہر بدی کرنے والے کے شر سے، ہر جادوگر کی آنکھ کے شر سے، ہر خطا کار کے شر سے، ہر باہر ہونے والے کے شر سے، ہر داخل ہونے والے کے شر سے، ہر سرکش اور تجاوز کرنے والے کے شر سے، ہر قریب وبعید کے شر سے، ہر جن وانس کے شیطان کے شر سے، ہوا، پانی اور آگ کے شر سے حیوانات اور جمادات کے شر سے، ہر فصیح اور عجمی کے شر سے اور ہر سونے والے اور بیدار کے شر سے۔

میں اس کتاب کا مصنف پناہ مانگتا ہوں دریا وزمین کے ساکن کے شر سے، مکانوں اور گوشوں میں رہنے والے کے شر سے، گندگی سے پر جگہوں سے، اس چیز کے شر سے جو خطا اور حرص پیدا کرتی ہے اور اس چیز کے شر سے جو آنکھوں کی بینائی کو نظر لگاتی ہے اور دلوں کو ناپاک کرتی ہے اور وعدوں کو ایفا نہیں ہونے دیتی۔ اس خیال کے شر سے جو عزیمت کو قبول نہیں کرتا اور اس چیز کے شر سے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو وہ مشغولیت کو اس طرح بہا کر لے جاتی ہے جیسے آگ سیسے اور لوہے کو بہالے جاتی ہے۔

میں اس کتاب کا مصنف پناہ مانگتا ہوں، ابلیس کے شر سے جو تمام شیطانوں کا سردار ہے۔ میں اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو ہواؤں، پہاڑوں اور دریاؤں میں رہتی ہے اور اس چیز کے شر سے جو تاریکیوں اور روشنی میں ہوتی ہے۔

اس چیز کے شر سے جو آنکھوں میں رہتی اور بازاروں میں چلتی پھرتی ہے۔ اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اجسام، ارحام اور غلاف میں ہوتی ہے۔ اس چیز کے شر سے جو مخلوق کے دلوں میں وسوسہ ڈالتی ہے۔ اس شخص کے شر سے جو سماعت اور بصارت کو چراتا ہے۔

میں اس کتاب کا مصنف پناہ مانگتا ہوں نظر اور شکستگی کے شر سے اور سرکش جن وانسان کی آنکھوں کے شر سے پھرنے والے اور آنے والے کے شر سے، اندھیرا کرنے اور چھپنے والے کے شر سے۔ حسد کرنے والے، سرکشی اور جادو کرنے والے کے شر سے۔ جادو سے گرہ باندھنے والے کے شر سے۔ غم وتکلیف، رنج والم، فکر واندیشہ اور وسوسے کے شر سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں ایسے ہر مکان کے شر سے جو آدم کے بیٹوں اور حوا کی بیٹیوں کو نشانہ بناتا ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تند ہوا سے، خون وبلغم سے، سرخ آندھی سے صفرا وسودا سے نقصان اور زیادتی سے۔ میں ہر اس مرض سے پناہ مانگتا ہوں جو جلد، گوشت،

خون اور رگ وپے میں داخل ہوجاتا ہے، جو ہڈی، کان، آنکھ، پشت، شکم، بال اور ناخن میں پیوست ہوجاتا ہے، جو روح وجسم اور ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتا ہے۔

میں اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جس سے آدم علیہ السلام نے پناہ پکڑی ہے، جس سے، شیث، ہابیل، ادریس، نوح، لوط، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، ان کی اولاد، عیسیٰ، ایوب، یونس، موسیٰ، ہارون، داؤد، سلیمان، زکریا، یحییٰ، یوسف، ہود، شعیب، الیاس، صالح، لقمان، ذوالکفل، ذوالقرنین، طالوت، عزیر، خضر، دانیال اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وصلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین نے پناہ مانگی۔

میں اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جس سے مقرب فرشتوں اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں نے پناہ مانگی۔ اب تم اس شخص سے دور، علاحدہ اور ختم ہوجاؤ جو میری اس کتاب سے پیوستہ ہوجائے، اس بادشاہ اور صاحبِ جلال و جمال کے نام کی برکت سے کہ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، اس کی ذات کے نام سے چاند روشن ہوا اور گردش کرنے لگا۔ آفتاب روشن ہوا اور گردش میں آیا۔ وہ نام جو زیرعرش لکھا ہوا ہے۔ بے شک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ پس قریب ہے کہ اللہ ان کی کفایت کرے گا وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اللہ کی حجت جاری ہوئی اور اللہ کا غلبہ غالب ہوا۔ اللہ کے دشمن تتر بتر ہوگئے اور اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے۔

پس میری اس کتاب کو رکھنے والے! تم اللہ کی حفاظت، اللہ کی نگہبانی، اللہ کے قریب، اس کی امان، اس کے حفظ وقرب میں عزیز رہوگے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا وکیل، نگہبان اور رہنما ہوگا۔ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ نے از روئے علم ہر شے کا احاطہ کیا ہوا ہے اور از روئے عدد ہر شے کو شمار کیا ہوا ہے۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر دورود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔

میں نے اپنی اس تحریر کو اللہ کی مہر کے ساتھ ختم کیا، جس نے آسمان اور زمین کے کناروں کو سلیمان بن داؤد علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے ساتھ ختم کیا ہے۔ آگاہ رہو کہ بے شک اولیا اللہ کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔ یہ حرز تمام مقرب فرشتوں اور انبیائے مرسلین کی مہر سے ختم کیا ہوا ہے۔ اللہ بخشنے والے اور مہربان کے نام کی برکت کے ساتھ۔ اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل پر رحمت بھیج نیز تمام نبیوں اور رسولوں، مقرب فرشتوں اور اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مجربات کے قواعد کے مطابق بیماروں کی زندگی اور موت سے آگاہی کے لیے ابو معشر بلخی کے مجربات سے رجوع کرنا چاہیے۔ اگر کوئی یہ معلوم کرنا چاہے کہ بیمار جس مرض میں گرفتار ہے اس سے زندہ بچے گا یا مرجائے گا تو اسے چاہیے کہ مریض کے نام اور اس کی ماں کے نام کے اعداد بحساب ابجد نکالے۔ پھر مریض کی بیماری

کے دن شمار کرے، اگر بیماری کے دنوں کے شمار میں کسی طرح کا شک ہوتو چار دن شمار کرے۔ اب اس کے اور اس کی ماں کے نام کے جو اعداد نکلے ہیں ان میں بیماری کے دن جمع کرے۔ اس کے بعد اس ماہ کی تاریخ کے دنوں کو حساب کرنے والے دن تک شمار کرے، انھیں بھی جمع کردہ اعداد میں جمع کرے۔ اس مجموعۂ اعداد کو تیس ۳۰ سے تقسیم کرے۔ اب جو عدد باقی رہے، اسے لوحِ حیات میں دیکھے اور اگر وہ عدد لوحِ حیات میں مل جائے تو یقین کرے کہ مریض زندہ رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لوح یہ ہے:

لوحِ حیات

۱	ع	۳	۸
۱۵	۱۳	۱۴	۱۶
۱۷	۲۲	۱۹	۲۰
۲۹	۲۶	۲۸	۱۰

لوحِ ممات

۲	۳	۴	۵
۱۸	۱۱	۱۲	۲۱
۷	۹	۲۳	۳۰
۲۷	۲۴	۲۵	۶

اگر کوئی عورت حاملہ ہو، اور یہ جاننا چاہے کہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا یا بیٹی تو سات کواکب کے اس دائرے میں کسی ایک پر انگلی رکھے اسے معلوم ہوجائے گا۔ اگر اس نے انگلی عطارد پر رکھی ہے تو بیٹا پیدا ہوگا۔ اگر شمس پر رکھی ہے تو بیٹا پیدا ہوگا۔ اگر انگلی مشتری اور زہرہ پر پڑی ہے تو بیٹی پیدا ہوگی۔ اگر انگلی زحل اور مریخ پر رکھی ہے تو بیٹا پیدا ہوگا۔ اگر انگلی قمر پر رکھی ہے تو بیٹی پیدا ہوگی۔ دائرۂ کواکب یہ ہے۔

مشتری	شمس	عطارد	
زہرہ	زحل	مریخ	قمر

اہم معاملات اور حاجات کی کفایت کے لیے نیز آفتوں کو دفع کرنے کے لیے جب کہ بلا کسی طرح دفع نہ ہو رہی ہو تو یہ دعا کارگر ہوگی۔ نماز فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس ۴۱ مرتبہ سورۂ فاتحہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ ملا کر پڑھے۔ یقیناً وہ مہم سر ہوگی، جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے، **فاتحة الکتاب شفاء لِکُلّ داءٍ** (سورۂ فاتحہ تمام بیماریوں کے لیے شفا ہے)۔

شیخ رکن الحق والدین سے منقول ہے کہ جزام، (کوڑھ) کے دفع کرنے کے لیے اکیس ۲۱ روز تک مسلسل اکتالیس ۴۱ بار نماز فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان سورہ فاتحہ پڑھے۔ اگر سورۂ فاتحہ کو کسی پاک برتن پر لکھ کر اسے روغنِ گل سے دھوئیں اور اسے کان میں ڈالیں تو کان کا درد جاتا رہے گا۔

سورۂ اخلاص

کسی ایسے کام کے لیے جو جلد پورا نہ ہوتا ہو یا کسی بوڑھی عورت کی بیٹی کی شادی کے لیے جہیز کا سامان فراہم نہ ہو رہا ہو تو ایک ہزار یا سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، کامیابی حاصل ہوگی۔ کسی قیدی کی رہائی کے لیے ایک لاکھ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، رہائی مل جائے گی۔

سورۂ والضحیٰ

اگر غلام بھاگ گیا ہے یا سامان گم ہوگیا ہے تو پانچ سو مرتبہ سورۂ والضحیٰ پڑھے۔ مقصود حاصل ہوگا۔

سورۂ مجادلہ

تین دن تک تین مرتبہ پڑھے بخار جاتا رہے گا۔

سورۂ زلزال

فالج اور لقوہ دفع کرنے کے لیے سورۂ زلزال کو لوہے کے طشت میں یا لوہے کے گہرے برتن میں لکھے اور اسے نظر جما کر دیکھے، صحت حاصل ہوگی۔

سورۂ والذٰریات

لکھ کر غلام کے بازو پر باندھے، کبھی نہیں بھاگے گا۔

سورۂ یٰسں

جس کسی مقصد کے لیے سورہ یٰسں تلاوت کی جائے پورا ہوگا۔ قحط اور وبا کو دفع کرنے کے لیے نمازِ مغرب کے بعد پڑھے، اگر تین شخص ایک ہی وقت میں یک جا بیٹھ کر پڑھیں اور اس کا توسل کریں تو کام جلد پورا ہوگا۔

درد کے لیے

یہ کلمات پانچ یا سات مرتبہ جس جگہ درد ہو ہاتھ رکھ کر پڑھیں، **بسم الله الشافی ولا حول ولا قوة الاّ باللهِ العلّیِ العظیم ومحمد رسول الله اُسکُن بِاذنِ رَبیّ وربِّک العزیز** (اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ جو شفا دینے والا ہے۔ اللہ بزرگ وعالی کے سوا کوئی قوت اور پناہ نہیں ہے کسی کو غلبہ حاصل نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (اے درد) میرے اور تیرے پروردگار کے حکم سے تھم جا)

گلے کی سوجن کے لیے

اگر گلے میں سوجن نمایاں ہو جسے غرہ کہتے ہیں تو ماہِ صفر کے آخری بدھ کو یہ لکھے،

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیّم
اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ جو بخشنے والا مہربان ہے۔

یَا قَرِیۡبُ یَا مُجِیۡبُ یَاکَرِیۡمُ یَا حَلِیۡمُ یَا شَفِیۡقُ اَنۡتَ رَبیّ عَلَی الحقیق سَمِرَیٰ وَسُمارِیٰ سَمُرُوۡنَ اَطۡمَارا ہٗ در ولالا وھُ ٥

اے ہر شے سے قریب، دعا قبول کرنے والے، کریم وحلیم، شفقت کرنے والے فی الحقیقت تو میرا پروردگار ہے......

کنٹھ مالا اور تخمہ کے لیے

ابوبکر رازی سے منقول ہے، یہ دعا کنٹھ مالا کے دفعیہ کے لیے آزمودہ ہے۔ چمڑے کا ایک تسمہ مریض کے قد کے برابر لیں۔ اس میں اکتالیس ۴۱ گرہ باندھیں پھر ہر گرہ پر یہ دعا پڑھیں اور مریض کی گردن میں باندھ دیں، شفا یاب ہوگا یہ دعا تخمے کے لیے بھی کارآمد ہے۔ تخمہ ایک بیماری ہے جس کے سبب ورم ہوجاتا ہے۔ ایک مٹھی کے ناپ سے زیادہ تسمہ لے کر اسی طرح گرہ لگائے۔ دعا یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
آعوذ بعزّۃِ اللّٰہِ وقدرَۃِ اللّٰہِ وقوَّۃِ اللّٰہ وعظمۃِ اللّٰہ وبُرھانِ اللّٰہ وسلطانِ اللّٰہ و کنف اللّٰہِ وَجوارِ اللّٰہ وامانِ اللّٰہِ وحرزِ اللّٰہ ووضعِ اللّٰہ وکبریأ اللّٰہ ونظرِ اللّٰہ و بِھَاءِ اللّٰہ و جلالِ اللّٰہ وکمالِ اللّٰہ ولا الٰہ اِلاّ اللّٰہُ محمّد رَّسول اللّٰہ مِن شرِّ ما اجدُ

اللہ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عزت سے اللہ کی قدرت سے، اللہ کی قوت سے، اللہ کی عظمت سے، اللہ کی حجت سے، اللہ کے غلبے سے، اللہ کی حفاظت سے، اللہ کے جوار سے، اللہ کی امان سے، اللہ کی حفاظت سے، اللہ کی کبریائی سے، اللہ کی نظر سے، اللہ کے جلال سے، اللہ کے کمال سے، اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (میں پناہ مانگتا ہوں) اس چیز کے شر سے جو مجھ کو معلوم ہوتی ہے۔ (یعنی مرض سے)

کنٹھ مالا کی جگہ پر بھی یہ دعا اور نقش لکھے یا کاغذ پر لکھ کر باندھے۔ اسی طرح جس سوجن پر اسے باندھا جائے، ان شاء اللہ شفا ہوگی۔ نقش یہ ہے:



چیچک کے لیے

حضرت مخدوم زادے سے منقول ہے فرماتے تھے کہ چیچک کو دفع کرنے کے لیے چاہیے کہ جب بخار آئے تو سورۂ فاتحہ کو اس شکل میں لکھ کر باندھ دیں۔ امید ہے کہ سوائے چند دانوں کے چیچک زیادہ نہ ہوگی۔ نقش یہ ہے:

الحمدلله رب العالمین ۱۶	الرحمن ۲	الرحیم ۳	مالک یوم الدین ۱۳
ایا ک ع	نعبد ۱۱	وایاک ۱۰	نستعین ۸
اھدنا الصراط ۹	المستقیم ۷	صراط الذین ۶	انعمت علیھم ۱۲
غیر المغضوب ۴	علیھم ۱۴	وَلاالضالین ع ۱	اٰمین ۱

بچھو کے لیے

بچھو کے کاٹے ہوئے شخص کے لیے سات مرتبہ پڑھ کر دم کریں پہلے دائیں کان میں پھر بائیں کان میں۔ زہرا تر جائیگا۔ افسوں یہ ہے۔

’’فرعون بالشکر درآب دجلہ غرق شد زہر کز دم دور شو‘‘

حب کے لیے

(یہ دعا کسی چیز پر پڑھ کر) مطلوب کو کھلائیں۔ اللہ کے حکم سے اسے محبت جانی ہوجائے گی اور شرطِ دوستی بجا لائے گا۔

وَلَو اَنَّ قُراٰناً سُیِرّتْ بِهِ الجِبَالُ اَو قُطِّعَت بِهِ الْاَرضُ اَو کُلِّمَ بِهِ الْمَوتیٰ بَلْ لِلّٰهِ الاَمْرُ جَمیعاً ٥ [1]

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیے جاتے یا اس کے ذریعے سے زمین جلدی جلدی طے ہوجاتی یا اس کے ذریعے سے مُردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرادی جاتیں (تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے۔

اگر تم چاہتے ہو کہ دو شخصوں کے درمیان جدائی ہوجائے تو کاغذ کے ایک ٹکڑے پر یہ لکھو اور مہر لگا کر کنویں میں ڈال دو دونوں کے درمیان جدائی پیدا ہوجائے گی۔

وَاَلقَینَا بَینَهُمُ العَدَا وَةَ وَالبَغضَآءَ اِلٰی یَومِ القِیٰمَةِ [2]
اِنَّمَا یُرِیدُ الشَیطٰنُ اَن یُّوقِعَ بَینَکُمُ العَدَا وَةَ وَالْبَغضَآءَ فِی الخَمرِ والمَیَسِرِ ویَصُدَّ کمُ عَن ذِکرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلَ اَنتُم مُّنتَهُونَ ٥ [3]

اور ہم نے اُن میں باہم قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو کیا اب باز آ ؤ گے۔

بین فلاں بن فلاں علی العداوۃ والبغضاء فلاں بن فلاں العجل العجل السّاعة الساعة

---

[1] پارہ ۱۳۔ سورۂ رعد، آیت ۳۱ [2] پارہ ۶۔ سورہ المائدہ آیت ۶۴ [3] پارہ ۷۔ سورہ المائدہ آیت ۹۱۔

بیمار کی صحت کے لیے

تین تعویز کسی طشت پر لکھے پھر انھیں دھو کر بیمار کو پلائے۔ تعویز میں بیمار کا نام تحریر کرے اگر اس کی موت کا وقت آ پہنچا ہے تب بھی اس کی عمر انیس ۱۹ سال بڑھ جائیگی۔ تعویز یہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرحمن الرحیم یامھمل یا مبدل یا مذل یا معمول یا موصل سبحانک لااله الا انت ذوالجلال والاکرام بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم وٌّ بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم وٌّ بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم وٌّ بسم اللّٰه طوما رحمٰن ابرسوما الرحیم ابرحو ماذا عسی ادباھر با

دفع بویسی یعنی بواسیر خونی یا بادی دور کرنے کے لیے

پیپل کا درخت جو کانٹے دار جھاڑی کے اوپر نکل آتا ہے۔ معہ جڑ اور پتوں کے فراہم کرے۔ اس کی لکڑی کا ایک ٹکڑا مریض کی کمر میں باندھیں یقیناً صحت حاصل ہوگی۔

دفع ننائی

ننائی کو دور کرنے کے لیے یہ نقش لکھے اور وہاں باندھے۔ اللہ کی قدرت سے اچھا ہوجائے گا۔ نقش یہ ہے **وَاتَّبَعُوا مَا تَتۡلُوا الشَّیٰطِینُ عَلٰی مُلۡکِ سُلَیۡمٰنَ وَمَا کَفَرَ سُلَیمٰنُ وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِنُ کَفَر وایُعَلّمِوُنَ النَّاسَ السِّحرَ وما اُنزِلَ عَلَی الۡمَلَکَیۡنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَ مَارُوتَ وَمَا یُعَلّمٰنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰی یَقُولَآ اِنَّمَا نَحۡنُ فِتنَۃٌ فَلَا تَکۡفُرۡ**[1]

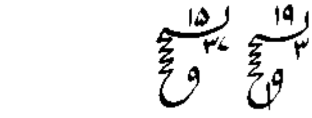
(اور انھوں نے ایسی چیز کا (یعنی سحر کا) اتباع کیا جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین (یعنی خبیث جن) حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے عہد سلطنت میں اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے کفر نہیں کیا مگر (ہاں) شیاطین کفر کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی (اس) سحر کی تعلیم دیا کرتے تھے اور (اس) سحر کا بھی جو کہ ان دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا شہر بابل میں جن کا نام ہاروت و ماروت تھا۔ اور وہ دونوں کسی کو نہ بتلاتے جب تک یہ (نہ) کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان ہے سو کہیں کافر مت بن جانا)۔

بادصرع یعنی مرگی کے لیے

اتوار کے روز سفید مرغ یک رنگ لائیں اور ذبح کرکے اس کے خون سے یہ تعویز لکھیں اور مریض کے گلے میں باندھ دیں۔ مرگی جاتی رہے گی۔ مرگی ایک دیو کا نام ہے۔ تعویز یہ ہے۔

---

[1] پارہ ۱۔ سورہ البقرہ، آیت ۱۰۲۔



نارو کے دفعیہ کے لیے

جس جگہ نارو ہو وہاں یہ نقش لکھیں نارو ختم ہوجائے گا۔

الله اکبر الله اکبر یا نارو اَیا نَارُوْ اوَ لاَ تَکبُر فَمَات محمدٌ عَلَیهِ السَّلاَمُ فَمُتْ بِاذْنِه

(اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ اے نارو اے نارو غرور نہ کر پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی پس اللہ کے حکم سے مرجا)

دوسرا نقش: نارو کی جگہ پر لکھیں

اھودفع	حوانسم
سہہ	لہاکہ

خوف دفع کرنے کے لیے

بچہ ہو یا مرد اور عورت اگر ڈرتے ہوں تو یہ تعویز اپنے پاس رکھیں۔

یَامَعْشَرَ اَلجِنّ وَالِاْنسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَ رْضِ فَا نُفُذُوْالاَ تَنفُذُوْنَ اِلاَّ بِسُلْطَانٍ فَبِاَ یّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَo [1]

(اے گروہ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے) برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بستہ آدمی کے لیے

(جس شخص کو جادو کے اثر سے باندھ دیا ہے) یہ تعویز اس کی سیدھی ران پر باندھیں۔

قَالَ مُوسٰی مَاجِئتُم بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهُ اِنَّ اللّٰهَ لاَ یُصلِحُ عَمَلَ المُفسِدِینo [2]

تو موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم بنا کر لائے ہو یہ جادو ہے۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (جادو) کو ابھی درہم برہم کیے دیتا ہے (کیوں کہ) اللہ تعالیٰ فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورہ الرحمٰن، آیات ۳۳ اور ۳۴ [2] پارہ ۱۱۔ سورۂ یونس، آیت ۸۱

بخار دفع کرنے کے لیے

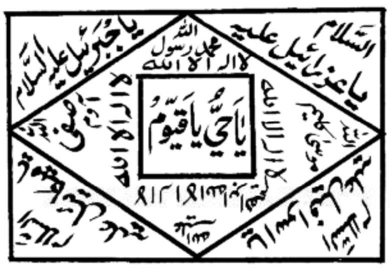
تین دن متواتر یہ نقش پان پر لکھ کر مریض کو چاٹنے کے لیے دیں۔

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَالْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ [1] یارب ابراهیم یارب ابراهیم یارب موسیٰ یارب موسیٰ یارب محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم

سو ہم نے اس فیصلے کی سمجھ سلیمان کو دی اور یوں ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نے داوٗد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو۔ وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور کرنے والے ہم تھے۔

گھر سے بلا دور کرنے اور خوش حالی کے لیے

جو شخص یہ نقش اپنے پاس رکھے یا دیوار پر چسپاں کرے یا گھر میں محفوظ جگہ رکھے تو ہر قسم کی بلا اس گھر کے قریب نہ پھٹکے گی۔ برکت اور دولت اس گھر میں رہے گی۔ وہ شخص بادشاہوں کی عزت وحرمت کا محتاج نہ ہوگا۔ جن اور شیاطین سے محفوظ رہے گا۔ نقش یہ ہے:



پیشاب پاخانہ جاری کرنے کے لیے

اگر کسی شخص کا پیشاب پاخانہ بند ہو جائے تو یہ آیت لکھ کر اسے کھلائے۔ فوراً جاری ہو جائیں گے۔

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ [2]

اور بعضے پتھر تو ایسے ہیں جن سے (بڑی بڑی) نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور اِن ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں، پھر ان سے (اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے اور اِن ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے نیچے لڑھک آتے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

---

[1] پارہ ۱۷ سورہ الانبیاء، آیت ۷۹

[2] پارہ۔ ۱، سورہ البقرہ، آیت ۷۴

بچوں کونظرِ بد سے حفاظت

بچوں پرنظرِ بد دفع کرنے کے لیے تین روز تک شام کے وقت پڑھ کر دم کرے۔ٹھیک ہوجائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم
وَاِن یَّکَا دُ الَّذِینَ کَفَرُوۡ الَیُزۡ لِقُو نَکَ
بِاَبۡصَارِ هِم لَمَّا سَمِعُوالذِّکۡرَ وَیقُولُونَ اِنَّهٗ
لَمَجۡنُونٌo وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ o [1]

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اور یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو (شدتِ عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرادیں گے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہیں حالاں کہ یہ قرآن تمام جہان کے واسطے نصیحت ہے۔

زہر کا اثر ختم کرنے کے لیے

اگر کسی شخص نے زہر کھالیا ہو تو کورے آبخورے[2] پر یہ نقش لکھیں اور اسے دھو کر پلائیں۔

٨	١١	١۴	١
١٣	٢	٧	١٢
٣	١٦	٩	٦
١٠	ع	۴	١۵

بھاگے ہوئے غلام کے لیے

اگر غلام بھاگ جائے تو یہ اسم لکھ کر چلتے ہوئے چرخے پر باندھیں۔ چرخا چلے گا تو پریشان ہو کر واپس آجائے گا اس اسم کے نیچے غلام کا نام بھی تحریر کریں۔ اسم یہ ہے۔

اجھنط

عورت پر قادر ہونے کے لیے

جو شخص عورت پر کسی طرح قادر نہ ہوسکے تو اسے چاہیے کہ سو مرتبہ یہ اسم پڑھ کر اس پر دم کرے تابعدار ہوجائے گی۔

یَاحَیُّ حِینَ لَاحَیُّ فِی دَیمُومَةِ مُلکِهٖ وبقائِهٖ

---

[1] پارہ۔ ۲۹ سورہ القلم، آیت ۵۱ اور ۵۲

[2] یہاں مراد ایسا آبخورہ ہے جس پر پانی نہ پڑا ہو اور نہ اس میں پانی ڈالا گیا ہو۔ بالکل نیا کورا آبخورہ۔

عورت کا دودھ بڑھانے کے لیے

عورت کا دودھ زیادہ کرنے کے لیے اس آیت کو تانبے کی طشت پر لکھیں اور دھوکر عورت کو پلائیں۔

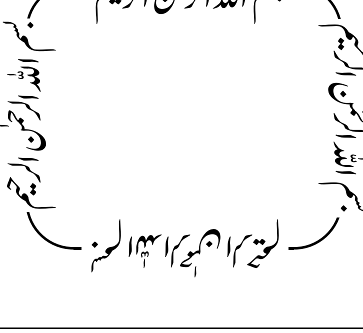
ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ منهُ الْاَنْهٰرُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ [۱]

تمہارے دل پھر بھی سخت ہیں تو ان کی مثال پتھر کی سی ہے بلکہ سختی میں (پتھر سے بھی) زیادہ سخت اور بعضے پتھر تو ایسے ہیں جن سے (بڑی بڑی) نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور اِن ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ جوشق ہوجاتے ہیں، پھران سے (اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے نیچے لڑھک آتے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

ہاتھی اور گھوڑے کی صحت کے لیے

باوضو ہوکر دو رکعت اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے پڑھے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورہ الکافرون، سورہ نصر اور تبت یدا پڑھے، دوسری رکعت میں سورہ اخلاص اور معوذ تین ایک بار پڑھے۔ نماز کے بعد حضرت خواجہ معروف کرخیؒ کے نام پر شیرینی اتوار یا جمعے کے روز نماز کے بعد تقسیم کرے۔ گھوڑے کا رنگ، اس کے مالک کا نام اور نر ہے یا مادہ اس کی صراحت کرے پھر گردن میں باندھے۔ اگر سات دن سے زیادہ گردن میں رہے گا تو گھوڑا خشک ہوجائے گا۔ تعویذ یہ ہے:

الٰہی بحرمت خواجہ معروف کرخیؒ فلاں اسپ نر/ مادہ صحت بخش



---

۱ پارہ۔۱، سورہ البقرہ، آیت ۷۴

لطیفہ ۵۹

حضرت قدوۃ الکبراؒ کی رحلت کے ایام میں فیض وفضل الٰہی کا نزول ملائکہ، رجال الغیب اور بعضے اولیا کا تجہیز وتکفین کے لیے حاضر ہونا

ان نادر نکات اور عجیب کلمات کو جمع کرنے والاتیس سال تک خواہ سفر ہو یا قیام ہر وقت حضرتؒ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور آپ کے جملہ احوال سے واقف رہا۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ میں تمہاری مصاحبت سے پیشتر دوبار بیمار ہوا۔ ان علالتوں میں اس قدر دیکھ بھال اور خدمت کی گئی کہ اس کی شرح ممکن نہیں ہے۔مختصر یہ کہ تمام عمر میں چار مرتبہ علیل ہوئے ایک بار روم میں، اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا، چنانچہ اس کی تفصیل بیان کی جاچکی ہے۔ دوسری بار مدینہ مبارک میں بیمار ہوئے اور یہ بیماری اس قدر بڑھی کہ اصحاب کو زندگی کی امید نہ رہی۔ کامل بیس دن گزرے کہ آخر شب میں بوقت صبح حضرت رسالت پناہ ﷺ کے جمال جہاں آرا کی زیارت ہوئی۔ حضرت ایشاںؒ کے باب میں طرح طرح کی بشارتیں ظاہر فرمائیں پھر آخر میں عنایت فرماتے ہوئے زبانِ دُربار اور گوہر نثار سے ارشاد فرمایا کہ فرزند اشرف! ابھی تمہاری عمر بہت باقی ہے تم غم نہ کرو۔ بہت سے مسلمان اور مومن تمہارے واسطے سے دروازہ وصول میں داخل ہوں گے اور بہت سے صاحبان اور بڑے لوگ تمہارے رابطے سے جامِ حصول نوش کریں گے تیسری بار سید محمد گیسو درازؒ کی خانقاہ گلبرگہ میں علیل ہوئے۔ یہ مرض بہت کم عرصے میں جاتا رہا اور صحت حاصل ہوگئی چوتھی علالت جو دنیا سے آفتاب کی روشنی لے گئی اور طبقات زمین کو تاریک کرگئی، روح آباد میں واقع ہوئی۔ آپ کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی جس میں سے بیس سال ایک عزیز پر جس کا ذکر آچکا ہے نثار ہوگئے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، اکثر اوقات اصحاب و احباب کی مجلسوں میں، اللہ تعالیٰ نے مجھے جن عظیم عطاؤں سے سرفراز فرمایا ان میں میری درازی عمر کی بشارت بھی تھی۔ بہرحال جب محرم کا چاند نظر آیا تو آپ نے خلافِ دستور بہت اور بے حد مسرت کا اظہار فرمایا۔ دوسرے اصحاب متفکر ہوئے۔حضرت نور العین نے جسارت کرکے (اس خلاف معمول رویے کے بارے میں) استفسار کیا۔فرمایا کہ بابا یہ مہینہ ہمارے دادا حسین کی شہادت کا ہے اگر موافق ہوتو بہتر ہے احباب نے

بے قراری اور خوف کا اظہار کیا۔ فرمایا اس کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کی مستقل عادت تھی کہ محرم کے عشرے میں عاشورا کرتے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ اصحاب سے موافقت کرتے اور ان کے ساتھ دورے پر جاتے، کبھی قلندوں کے سرحلقہ جمشید کو حکم فرماتے کہ قلندروں کی جماعت لے کر دورہ کریں۔ اس سال عشرے میں حضرت ایشاںؒ نہ خود دورے کے لیے نکلے اور نہ حسب معمول حکم فرمایا بس سارے حال میں حیرت سے سروکار رہا بلکہ اس سال عمر مبارک کے آخری ایام حالت حیرت میں گزرے۔ نگاہ آسمان کی جانب رہتی تھی۔ اس سال خاموشی غالب رہی۔ اگر کسی شخص نے توحید و معارف کے باب میں سوال کیا تو تاخیر سے جواب پر متوجہ ہوتے تھے۔ آخر میں فرماتے تھے، یارو! اس سے زیادہ اہم کام درپیش ہے۔ گفت وشنود ہمیشہ اس وقت ہوتی ہے جب بندے کو یقین حاصل نہیں ہوتا اور جو شخص سرحد یقین پر پہنچ جائے تو اس کا کام نسبت ہی سے رہتا ہے۔

اس سال آپ نے ہر عزیز اور ہر بڑے اور چھوٹے اہل صحبت کو نسبت سے اشتغال کا حکم دیا اور اس سال کا عشرہ اصحاب نے تلاوتِ قرآن میں بسر کیا۔ جب عاشورے کا دن آیا تو آپ کے حال میں کسی قدر تغیر نمایاں ہوا۔ اسی روز رحلت کرنے کے درپے تھے کہ شیخ نجم الدین اصفہانی جو شیخ حرم تھے عالم سیر سے آئے اور فرمایا نہیں نہیں فرزند اشرف چند روز (انتظار کرو) ط۱ ایک مصلحت ہے اس کی تکمیل باقی رہ گئی ہے۔ خود بھی یہاں رہنے کا خود ہی اقرار کیا۔ بیماری کے آثار کم ہوگئے (اس عرصے میں) گرد ونواح کے بزرگ حاضر ہوئے اور عیادت کے شرائط بجا لائے۔ اس وقت ایسی بے تابی بھی نہ تھی کہ اسے تغیر مزاج خیال کیا جا سکے۔ مقررہ وظائف جو آپ ادا فرماتے تھے انہیں پورے فرماتے رہے۔ کسی قسم کے کسل اور تکان کا غلبہ نہ تھا۔ حضرت مخدوم زادے قطب عالم بطریق سیر آئے اور شیخ الاسلام رومی بھی تشریف لائے۔ حضرت مخدوم زادے نے بسلسلۂ عیادت کہا کہ بھائی اشرف! حضرت مخدومی کے اسرار اور آثار کے جامع اور یادگار ہیں۔ ان کی حیات اور زیادہ ہوگی اور بیماری صحت میں مبدل ہوگی کہ صحرائے طلب کے گم گشتہ گروہ اور وادیِ مشقت کے راہ نایافتوں کو وصول کے شفاف پانی سے بہرہ مند اور سیراب فرمائیں، قطعہ:

وجودت در جہاں باقی بماند
کہ مردم بہرور گردند از تو
(آپ کا وجود دنیا میں باقی رہے گا تاکہ لوگ آپ کی ذات سے بہرہ مند ہوں)
توئی آں چشمۂ خورشیدِ عرفاں
کہ ذرّانند نیرومند از تو

ط۱ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۷۰۴ پر بغلی سرخی دی ہے ''مادہ تاریخ وفات سیّد اشرف جہانگیر اشرف المومنین'' لیکن اس پورے صفحے پر ایسی کوئی عبارت نہیں ہے جس سے مادۂ تاریخ کی نشان دہی ہوتی ہو۔ اس صورت میں مترجم نے یہ ذیلی سرخی ترجمے کے متن میں تحریر نہیں کی۔

(آپ آفتابِ عرفان کا ایسا چشمہ ہیں کہ آپ سے ذرّوں کو تاب وتوانائی ملتی ہے)

آپ نے فرمایا کہ بعدازیں مخدوم زادے کو بقا اور صحت ارزانی ہو کہ ہمارے اور محبوب کے درمیان ہلکا سا پردہ رہ گیا ہے، کیا (مخدوم زادے) نہیں چاہتے کہ دوست دوست کے ساتھ پیوست ہوجائے۔ بیت:

دل زتن عریاں شدہ جاں از خیال
می خرامد در نہایات الوصال

(دل جسم سے آزاد ہوگیا، جان خیال سے رہا ہوگئی اب (الٰہی) وصال کی حدوں میں سیر کرتی ہے)

ان کلمات کے سنتے ہی اہل مجلس پر کیفیت طاری ہوگئی۔ ہر مصاحب وجد و رقت کے عالم میں پہنچ گیا۔ تاریخ پندرہ محرم سنہ سات سو اٹھانوے کو اخیار اور ابرار آئے اور آپ کے ساتھ صحبت رکھی۔ اِن حضرات نے عرض کیا کہ اے دائرہ وجود کے نقطے اور پرکارِ مقصود کے مرکز! اگر اکابر کی رحلت میں چند روز حل وعقد کی خاطر تاخیر ہوجائے تو کیا ہوگا اور وہ اسی سفلی خاک دان میں رہیں تو بہتر ہی ہے۔ حق تعالیٰ نے مقصود کی کنجی آپ کے ہاتھ میں دی ہے اگر چاہیں تو رہیں چاہیں تو منتقل ہوجائیں۔ فرمایا کہ اے اخیار و ابرار! بارہ سال کا عرصہ گزرا کہ آسمان اور زمین کے خزانوں کی کنجی مجھے سونپی گئی ہے کہ تم تصرف میں لاؤ لیکن میں نے بہ خیالِ ادب تصرف نہیں کیا۔ زندگی کی لگام میرے سپرد کی گئی ہے۔ اگر چاہوں تو رہوں لیکن میں کب تک اس خاک دان سفلی میں رہوں گا۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ اب میں گلزار علوی کی جانب پرواز کرنا چاہتا ہوں، قطعہ:

منم مرغِ گلزار قدسم چرا
بوم دامِ درپائے بندِ زمیں

(میں گلزارِ قدس کا طائر ہوں، میں زمین کے پابند جال میں کس طرح رہ سکتا ہوں)

قفص بشکنم بال و پرزورواں
شوم سوئے آں گلستانِ یقین

(اپنے بال و پر کی قوت سے قفس توڑ کر گلستانِ یقین کی جانب پرواز کر جاؤں گا)

حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں اوتاد، ابدال اور دیگر اہل خدمت کا حاضر ہونا

۱۶ تاریخ کو ابدال آئے اور انہوں نے عیادت کی اور عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے لشکر کیوں چھوڑ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ[1] (راستی اور عزت کی بیٹھک میں قدرت والے بادشاہ کے پاس) کے تخت پر جلوس کرتا ہوں۔ قطعہ:

---

[1] پارہ ۲۷۔ سورہ القمر، آیت ۵۵۔

کسے کہ جائے بر اورنگِ آں زمیں دارد
شہنشہے ست کہ کونین در نگیں دارد

(جوشخص کہ اس زمین کے تخت پر بیٹھتا ہے وہ ایسا بادشاہ ہے کہ کونین اس کے زیرِ نگین ہے)

زشیر بیشۂ سفلی چہ رنگ برگیرد
زشیرویہ کہ قدم برسر عریں دارد

(وہ بہادر اور جری شخص جو (پرہیبت) جنگل میں قدم رکھتا ہے وہ عالم سفلی کے شیر سے خوف نہیں کرتا)

۱۷/تاریخ کو اوتاد تشریف لائے۔ آپ کی صحبت سے حد سے گزر گئے اور شادمانی کا اظہار کیا۔ عیادت کے شرائط بجائے لائے۔ اوتاد نے کہا، منصبِ کبریٰ چھوڑ رہے ہو۔ فرمایا اسی فکر میں ہوں ابھی طے ہوا ہے۔ جب اوتاد اپنی اپنی سرحدوں کی جانب روانہ ہوگئے تو حضرت ایشاںؒ کو روح کی نیستی ہوئی۔ تین روز تک جسم مبارک پڑا رہا۔ اوقاتِ نماز میں بغیر ہوش کے حرکت کرتا، اور اشارے سے نماز ادا فرماتے۔ جب تیسرا دن ہوا تو حالت بحال ہوئی۔ لوگوں نے حال معلوم کیا تو فرمایا کہ حال نجم الدین اصفہانی بتائیں گے۔ شیخ نجم الدین جب سے آئے تھے رحلت کے وقت تک واپس نہیں گئے۔ حضرت نور العین نے حضرت نجم الدین سے (حضرت قدوۃ الکبراؒ کی کیفیت کے بارے میں) دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے جن بقیہ امور کے بارے میں خبردار کیا تھا، ان تین دنوں میں حضرتؒ نے ان کی تکمیل فرمائی اور یہاں میرے موجود ہونے کا سبب بھی یہی تھا۔ الحمد للہ مقصود تک پہنچ گئے۔

تاریخ ۲۰ تا ۲۳ (محرم) گرد ونواح کے لائق اور بڑے لوگ حاضر ہوئے۔ آپ نے ہر آنے والے کو بشارت دی اور سعادت کے لیے دعا کی۔ (مذکورہ) تین روز میں اس قدر مخلوق توبہ، انابت اور خلافت سے سرفراز ہوئی کہ اس کی تفصیل خدا ہی کو معلوم ہے۔ اشراف الملک جو ولیِ دلایت تھا بارہ ہزار اشخاص کے ساتھ شرفِ ارادت سے مشرف ہوا۔

ماہ محرم کی چاند رات سے کوئی دن ایسا نہ ہوگا کہ جس دن روضے پر توجہ نہ فرمائی ہوگی، حالانکہ جمشید قلندر جو پانچ سو قلندروں کا سردار تھا، بارہ سال سے اسی اہتمام میں مصروف رہا، اس کے باوجود چھوٹے بڑے مریدوں اور کامل و ناکامل اصحاب میں سے کوئی فرد ایسا نہ ہوگا جس نے روضے کے کام میں ہاتھ نہ بٹایا ہو۔ سات بار کعبے شریف سے آبِ زمزم لاکر حوض میں ڈالا گیا۔ زیادہ تر پودے اپنے دستِ مبارک سے لگائے تھے۔ ایک مرتبہ بنگالے سے سپاری کا پودا لائے تھے، نماز عصر ادا کرکے اپنے ہاتھ سے لگایا۔ اس پودے کو لگانے میں ذراسی تاخیر ہوگئی (حتیٰ کہ) بلال موذن نے نماز مغرب کی اذان دی، جیسے ہی آپ نے جلدی کی تو وہ تسبیح جو آپ کے دوشِ مبارک پر پڑے ہوئے رومال میں تھی ٹوٹ گئی اور خرما کے دانوں سے ہر دانہ ادھر ادھر بکھر گیا۔ جب نماز ادا فرمالی تو اصحاب نے دانوں کو چن کر آپ کے دستِ مبارک میں دیے۔ انہیں دھاگے میں پرویا، جب گنا تو ایک دانہ کم تھا، آپ نے دھاگے کا سرا باندھ دیا۔ (کچھ دیر بعد) شیخ کمال دانہ ڈھونڈ کر

لائے۔ آپ نے فرمایا، بہت خوب اب سررشتہ اچھی طرح بندھ گیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس دانے کو بکر کے درخت کی شاخ پر نصب کر دیا اور فرمایا، اے بیج تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے درخت ہوجائے گا اور پھل دے گا اور میری تسبیح کے دھاگے کا نشان نہ رکھے گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری قبر روضے کے درمیان رکھنا اور اینٹوں سے تیار کرنا۔ اس کی چوڑائی اس حد تک ہو کہ نماز ادا کی جاسکے اور لمبائی قد کے برابر ہو۔ قبر کی تہہ کی سطح اینٹیں رکھ کر ایک ہاتھ بلند رکھنا حسب الحکم مرقد تیار کر دیا گیا۔ مرقد کی تیاری میں حضرت نور العین، حضرت شیخ دُرّ یتیم، حضرت شیخ معروف الدیموی، قاضی حجت اور چند دوسرے لوگوں نے حصّہ لیا۔ جب روضے اور اس کے مقدس در و دیوار کی تکمیل ہوگئی تو بہ نفس نفیس تشریف لائے اور ہر گوشے کا معائنہ کیا۔ بعض نئے لگائے گئے پودوں کی تحسین فرمائی آخری دن مولسری کا ایک پودا لگایا۔ کچھ دیر احباب و اصحاب سے جدا ہونے کا تاسف اور افسوس فرماتے رہے اصحاب میں ہر ایک زار و نزار رونے لگا۔ حضرت نور العین بے ہوش ہوگئے۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو قدوۃ الکبریٰؒ کے قدموں میں گر پڑے، قطعہ:

مرا بگزار تنہا در غریبی
کہ غربت برتراز جاں کندنم نیست
(مجھے غریبی میں تنہا چھوڑ دو کہ غربت میری جان کنی سے بدتر ہے)

چواز خاکم بر آوردی بخاکم
میفگن کیں نجاک افگندنم نیست
(مجھے میری خاک کے ساتھ خاک میں ڈال دیا۔ ایسا نہ کرو کہ یہ مجھے خاک میں ڈالنا نہیں ہے)

چراز ماجدامی مانی اے شاہ
ازیں فرقت رواں جاں بردنم نیست
(اے بادشاہ مجھ سے جدا کیوں ہو رہے ہو، اس فرقت سے میری جان لینا روانہ ہونا نہیں ہے)

مرواز بر کہ در بر جانم از تو
چوجاں از برشود جاں بندنم نیست
(میرے پہلو سے نہ جاؤ کیونکہ میری جان تیرے پہلو میں ہے، جب جان از بر ہوجائے تو میری جاں بندی نہیں ہے)

منم چشم و تو نور العین مائی
چو نور العین شدپا بندیم نیست
(میں آنکھ ہوں اور تم میری آنکھوں کی روشنی ہو۔ جب آنکھوں کی روشنی حاصل ہے تو میں پابند نہیں ہوں)

آپ نے حضرت نور العین کا سر مبارک اپنے ہاتھ سے اٹھایا اور بغل میں لیا۔ حضرت نور العین کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے اور یہ لطف انگیز اور عنایت آمیز باتیں ان سے فرمائیں کہ:

''بابا حاجی عبدالرزاق مجھے اپنے سے جدا نہ جانو۔ میری روحانیت گنجہ کے گوشہ نشین کی روحانیت سے کم نہیں ہے جو فرماتے ہیں، قطعہ:''

مداں خالی از ہم نشینی مرا
کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا
(مجھے اپنی ہم نشینی سے خالی نہ سمجھو، اگر تم مجھے نہیں دیکھتے تو میں تمہیں دیکھتا ہوں)

منم کار فرمائے احوالِ تو
سخن وار ہمراہ اقوالِ تو
(میں ہی تمہارے احوال کا کارفرما ہوں، بات کی مانند تمہارے اقوال کے ساتھ ہوں)

تو سودِ منی و مرا مایہ داں
بہرجا خرامی مرا سایہ داں
(تم مجھے سرمایہ خیال کرو اور تم میرا نفع ہو۔ تم جہاں بھی جاؤ مجھے سایہ تصور کرو)

اصحاب کی نسبت بھی یہی الطاف ارزانی رکھے کہ مجھے اپنے آپ سے جدا خیال نہ کریں۔ میں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ بشارت اور سعادت کا اشارا جملہ اصحاب اور احباب کو دے کر سرفراز فرمایا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے اس بشارت پر فاتحہ پڑھی اور دوسری بار گلزار روضہ اور لالہ زار مقدسہ کی سیر کی۔ حوض کی تعریف فرمائی کہ ہم نے اس پر بڑی محنت صرف کی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ بے مثال مرقد و مسکن کی صورت اختیار کرلے گا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے جب یہ کام جمشید قلندر کے سپرد کیا تھا تو فرمایا تھا کہ اے جمشید! میرے لیے ایسا مکان کھڑا کرو کہ چشم آفتاب نے اس کی مثل مکان نہ دیکھا ہو بلکہ آسمان کے گوشِ ہوش نے نہ سنا ہو۔ مثنوی:

برآراید زلطفِ لایزالی
مکان کز فیض نبود گاہ خالی
(لطفِ الٰہی سے ایسا مکان تعمیر کرے جو کبھی فیض سے خالی نہ ہو)

ہوایش دل کشاو روح پرور
صفایش جاں فزا روح آور
(اس کی ہوا دل کشا اور روح پرور ہو، اس کی صفائی جاں فزا اور تسکین دینے والی ہو)

بود از روضۂ فردوس اعلیٰ
زباغِ سدرہ ہر شاخ بالا
(وہ گلزارِ جنت سے بڑھ کر ہو اور اس کی ہر شاخ باغِ سدرہ سے بلند ہو)

چناں جائش بود در دورِ دوّار
کہ ایں نقطہ بود دورانش پرکار
(زمانے کی گردش میں وہ ایسے مقام پر ہو کہ وہ اس کی گردش کے پرکار کا مرکزی نقطہ بن جائے)

کسے کودر جہاں پرکار گردد
زسرپا کردہ در اقطار گردد
(وہ شخص جو دنیا میں پرکار بن جاتا ہے، سر کے بل اطرافِ عالم میں گردش کرتا ہے)

نہ بیندایں چنیں جائے دل آرا
اگرچہ می کند درسیر سر پا
(ایسا شخص ایسی دل آرا جگہ نہ دیکھ پائے گا خواہ سیر میں اپنے سر کو پاؤں بنالے)

بگرد روضہ جاری چشمۂ نوش
کہ آب خضر زو گردد فراموش
(روضے کے گرد شہد کا چشمہ جاری ہے جس کے سامنے آبِ حیات کی کوئی حیثیت نہیں)

سکندر آب حیواں را طلب گار
نبودے گر چشیدے آبش از چار
(اگر اس باغ کا پانی پی لیتا تو سکندر ہرگز آبِ حیات کی خواہش نہ کرتا)

بجز ایں روضۂ فردوس آسا
نباشد سالکاں را فیض افزا
(جنت کی مثل اس روضے کے علاوہ کوئی جگہ سالکوں کے لیے فیض افزا نہیں ہے)

چو مردم روحِ فیض آباد دانند
ازاں رُو نام روح آباد خوانند
(اس مقام کو لوگ ایسی روح خیال کرتے ہیں جو فیض سے آباد ہے، اسی لیے اسے روح آباد کہتے ہیں)

جب حضرتؒ کا دل باغ کی تفریح اور لالہ زار کی سیر سے شگفتہ ہوگیا تو فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ جو شخص اس روضۂ مکرم

میں آئے گا، فیض سے بے نصیب نہ رہے گا اور ہر وہ شخص جو دنیا میں اس کا[۱] اندازہ کرے گا اسے برکت نہ ملے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ستائیسویں تاریخ کو صبح کی نماز کی ادائیگی کے وقت امام حضرات حاضر ہوئے۔ بائیں جانب کے امام کو جماعت کے پیش نماز کی جگہ آگے کر دیا۔ لوگ حیران تھے کہ آج حضرت قدوۃ الکبرا نے خلاف عادت حکم فرمایا۔ یہ فکر کا مقام ہے۔ حضرت نورالعین نے فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ آج خانہ روزگار کو تاریک کر دیں گے کہ بائیں جانب کے امام کو خود آگے بھیج دیا ہے یہ اپنی جگہ تفویض کرنے کا اشارہ ہے۔ جب مقررہ وظائف سے فارغ ہوگئے اور نمازِ اشراق بھی اپنے مصلّے پر حسب معمول ادا فرما چکے تو حرم روضہ کے اندر تشریف لائے اور ایک شخص کو دروازے پر بٹھا دیا کہ میں جس کسی کو طلب کروں وہی اندر آئے اور اس باب میں سخت تاکید فرمائی کہ ہرگز کسی کو اندر نہ آنے دو۔ ابیات

مرا امروز بایا رانست سرکار
دریں خلوت سرا اغیار مگزار
(مجھے آج کل اپنے دوستوں ہی سے سروکار ہے۔ اس خلوت گاہ میں اغیار کو داخل نہ ہونے دو)

بجز از زمرۂ یاران محرم
کہ با ایناں سرو سرکار دارم
(یارانِ محرم کے گروہ کے سوا (کسی سے تعلق نہیں) بس انہیں سے سروکار رکھتا ہوں)

سوئے خلوت سرائے یار جانی
چو خواہم شد برائے مہربانی
(دوست جانی کی خلوت سرا کی طرف حصولِ عنایت کے لیے جاؤں گا)

بیاراں خواہم از اسرار گفتن
بالماسِ معانی دُرّسفتن
(اسرار کی باتیں دوستوں ہی سے کروں گا انہیں کے لیے الماس حقیقت کے موتی پروؤں گا)

کسے کو قابلِ اسرار باشد
سزائے گفتن ایں کار باشد
(جو شخص اسرار سمجھنے کے لائق ہوگا وہی یہ بات بتانے کے لائق ہوگا)

---

[۱] مطبوعہ نسخے کے صفحے ۴۰۹ پر یہ عبارت ہے "وہر کسے کہ مثالِ او در جہاں خواہد کرد مبارکش نخواہد آمد انشاء اللہ تعالیٰ" اس عبارت کا یہی ترجمہ ممکن ہے جو اُردو متن میں پیش کیا گیا ہے۔

بیاید تابہ وے اسرار گویم
دگر سوئے حریمِ شاہ پویم

(ایسا لائق شخص میرے پاس آئے تاکہ میں اسے اسرار کی باتیں بتاؤں ورنہ پھر میں بادشاہ کے حریم میں چلا جاؤں گا)

کہ مرغِ بوستاں دردام تاکے
چو بلبل بے گل آرام تاکے

(آخر باغ کے طائر کی طرح کب تک جال میں رہوں گا اور کب تک بلبل کی مانند بغیر گل آرام کے رہوں گا)

کافی عرصے تک اخیار و ابرار آتے رہے اس کے بعد بہت وقت تک اوتاد و ابدال آئے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے سپہ سالار اور اولیائے زمانہ کی ایک جماعت جیسے حضرت علی ثانی، شیخ عبدالسلام ہروی، قاضی ابوالمکارم خجندی، حضرت شیخ معروف الدیموی، شیخ محمد دریتیم، میرتنگر قلی قلنچاق، شیخ حیدر قبچاق، شیخ ہرعلی ارلات اور اصحاب و احباب آئے۔ شیخ نجم الدین اصفہانی بذات خود پہلے ہی آچکے تھے۔ علاقے کے جو بھی چھوٹے بڑے لوگ تھے سب حاضر ہوئے۔

حضرت ایشاں نے اخیار، ابرار، رجال الغیب، اوتاد اور اماموں سے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ آپ لوگوں کے درمیان رکھا تھا۔ اب اِرۡجِعِیۡ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً [1] (تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح سے کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش) کا حکم بجالانے کا وقت آپہنچا ہے اور مجھے اس حکم کی تعمیل بہرحال کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے میرا جانشین مقرر ہو چکا ہے۔ قیامت تک میری جگہ جانشینوں کو منتقل ہوتی رہے گی۔ آپ کو چاہیے کہ میرے بعد کسی طرح کا غم نہ کریں اور صورتاً و معناً اپنے ساتھ خیال کریں۔ میں آپ سب سے فرزند نور العین کی حمایت اور مدد کا خواستگار ہوں، ہرگز ہرگز ان کی مدد سے دریغ نہ کریں۔ (اس وصیت کو) مخاطبین میں سے ہر ایک نے بچشم قبول کیا۔ آپ نے (اپنا) سجّادہ نور العین کے سپرد کیا اور فاتحہ پڑھی۔ اخیار، ابرار اور جماعت میں سے ہر ایک نے جو حاضر تھا، ان کی دست بوسی کی اور مبارک باد دی۔ اس کے بعد کاغذ کے چند سادہ ورق ساتھ لے کر قبر میں داخل ہوئے۔ ایک رات اور ایک دن قبر میں رہے۔ قبور کے واقعات اور نورِ حضور سے شرف پانے کے جو مشاہدات رونما ہوئے، انہیں اوراق میں تحریر کیا اور اس رسالے کا نام ''بشارت المریدین'' رکھا اس میں تمام نکات تفصیل سے تحریر کیے گئے ہیں جو رسالے کے مطالعے سے معلوم ہوں گے۔ مجمل طور پر صرف اس قدر تحریر کیا جاسکتا ہے کہ ستر ہزار یمنی مرد آئے اور غسل دیا۔ رجال الغیب نے پانی ڈالا اور اوتاد نے کفنایا، پھر آپ کے جنازے کو عرش پر لے گئے وہاں آسمان اور زمین کے فرشتے حاضر کیے گئے۔ اس کے بعد ندائے غیبی نے اعلان کیا، ''اشرف ہمارا محبوب ہے، چند روز دنیا کی تکلیفوں کی آزمائش میں رہائی۔ اب وہ حب الوطن من الایمان [2]

---

[1] پارہ۔۳۰، سورہ الفجر، آیت ۲۸

[2] (اصلی) وطن کی محبت ایمان سے ہے۔

کے مصداق اپنے اصلی مرکز میں آ گئے ہیں اور انہوں نے فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡکٍ مُّقۡتَدِرٍ [۱] (راستی اور عزت کی بیٹھک میں قدرت والے بادشاہ کے پاس) کے تخت پر جلوس فرمایا ہے۔'' حق تعالیٰ ہر مومن اور مسلمان کو اس مرتبے کے شرف سے مشرف فرمائے، **بالنبی و اله الامجاده ۔**

۱۔ پارہ ۲۷۔سورۂ قمر، آیت ۵۵

لطیفہ ۶۰

حضرت قدوۃ الکبرا کے بعض کلماتِ اشفاق جو آپ نے قدوہ الآ فاق سید حاجی عبدالرزاق اور ان کی اولاد اور بعض بڑے خلفا کے حق میں فرمائے۔ تمام مریدوں، فرزندوں، معتقدوں اور خاص و عام مخلصوں پر آپ کے الطاف کا ذکر

ماہِ مذکور (محرم) کی اٹھائیس تاریخ کو نیلی پوش صبح نے خورشید کا شفق رنگ آنسو ٹپکاتے ہوئے آنکھ کھولی، غلافِ مخالفت سے ماتم آمیز وتعزیت انگیز تلوار نکالی، غموں کے ذرّات اطراف میں بکھر گئے اور الم کی کرنیں چاروں طرف پھیل گئیں (ایسی صبح) اصحاب و احباب جو تمام رات خورشید رخسار کے حضور میں تھے اور ناہید انور کے نور سے بہرہ مند رہے تھے، حضرتؒ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور اس جگہ جہاں آپ نمازِ اشراق کے وظائف ادا فرماتے تھے حاضر ہوئے۔

حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی حضرت قدوۃ الکبرا کے پہلو میں بیٹھے۔ حضرت نور العین کو طلب کیا اور تمام اصحاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر کے لیے باہر جائیں۔ سب خاص و عام حضرات باہر آ گئے۔ ان تین حضرات حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی، حضرت قدوۃ الکبرا اور حضرت نور العین کے سوا کوئی شخص اندر نہ رہا۔ (اس وقت) حضرت نور العین پر اسرار ختم کرنے کا آغاز کیا۔ بیعت:

حریفِ جنس و دید و جائے خالی
کہ سر پوش از طبق برداشت خالی

ترجمہ: مد مقابل تھا، دیدار تھا اور تنہائی تھی ایسے عالم میں (تحفوں سے بھرے ہوئے) طبق کا سر پوش اٹھا کر خالی کر دیا۔

دو پہر تک ایک دوسرے سے استفادے اور افادے کا عالم رہا۔ جب آفتاب کے زوال کا وقت قریب آیا تو جو لوگ باہر تھے انہیں اندر طلب کیا اور چھوٹے بڑے سب اصحاب کو قریب بلایا۔ حضرت نور العین کو اپنے مقابل، حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی کو دائیں پہلو میں اور حضرت شیخ در یتیم کو بائیں پہلو میں بٹھایا۔ سب اصحاب جیسے خواجہ ابوالمکارم، شیخ احمد ابو الوفا

خوارزمی، شیخ ابوالواصل، شیخ معروف الدیموی، شیخ عبدالرحمان خجندی، شیخ ابوسعید خزری اور موضع بھدونڈ کے ساکن ملک محمود حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ مریدین اور معتقدین اس قدر تھے کہ ان کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔مختصر یہ کہ روشنک کے لوگ اور ارباب دین جو اودھ اور جون پور کے اطراف سے حاضر ہوے تھے، سب موجود تھے۔

بابا حسین خادم کو حکم ہوا کہ مجھے جو لباس تبرکاً ملے ہیں انہیں لے کر آؤ۔ وہ اون اور بانات کے کپڑوں کا بقچہ لے کر آئے۔ اس میں وہ تبرکات تھے جو آپ کو چرخ گرداں کے سفر کے دوران اکابر صوفیہ سے حاصل ہوئے تھے۔ بقچے کو کھولا گیا۔ چار خلعتیں اونی کپڑے کی تھیں، ایک وہ جو حضرت مخدومی نے آپ کو پہنائی۔ دوسری ولایت چشت، اللہ تعالیٰ اسے بلاؤں سے محفوظ رکھے، کے صاحب سجادہ برجادہ سے حاصل ہوئی۔ تیسری شامی کپڑے کی خلعت جو شیخ الاسلام سے ملی۔ چوتھی خلعت گرامی جو آپ نے مخدوم جہانیاں سے حاصل کی۔ آپ نے چاروں خلعتیں حضرت نور العین پر نچھاور کردیں اور فاتحہ پڑھی پھر فرمایا، نور العین میرے فرزند برحق اور خلیفہ مطلق ہیں۔ جو شخص ان کے حلقے سے سرتابی کرے گا پھل نہیں پائے گا اور جو ان کے حلقے میں داخل ہوگا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب رہے گا۔

اس کے بعد آپ نے نور العین کے فرزندوں کو طلب فرمایا، پہلے شیخ شمس الدین کو، جن کی عمر اٹھارہ سال تھی اور جو علمی اعتبار سے عالم بن چکے تھے، سبز رنگ کا جامہ عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ فرزند علوم کا بے حد حصہ رکھتا ہے لیکن اس کی عمر کم ہوگی۔ اس کے بعد شیخ حسن کو طلب کیا اور انہیں تبرک عطا کرنے کے بعد فرمایا کہ حسن بہ احسن وجوہ بڑے اطاعت گزار ہوں گے۔ پھر شیخ حسین کو طلب کیا اور تبرک عنایت کیا۔ فرمایا کہ یہ ہمارے حسین ثانی ہیں۔ ان سے ایک بڑا خاندان ظہور میں آئے گا۔ اس کے بعد شاہ احمد کو طلب کیا، تبرک عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ احمد ثانی ہیں۔ ان کا نام احمد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر ہے اور صفات مصطفوی سے موصوف ہیں۔ ان کی اولاد بزرگ اور سخی ہوگی۔ اس کے بعد شیخ فرید کو طلب کیا اور تبرک عطا کیا پھر فرمایا، اے فرید ثانی آؤ تم سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی کی خوشبو آتی ہے۔ پھر شیخ قتال کو جو نور پور کے ترکوں میں سے تھے، تبرک عنایت کر کے فرمایا، میں تمہیں عبدالرزاق کے جملہ فرزندوں میں سے خیال کرتا ہوں۔ تمہیں چاہیے کہ فرزندگی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اسکے بعد در یتیم کو طلب کیا اور تبرک عنایت فرمایا پھر ارشاد ہوا کہ یہ ہمارے فرزند کبیر کی یادگار ہیں جو مجھے عزیز ہیں چنانچہ جو شخص حلقے میں داخل ہوا اسے چاہیے کہ ان کا حلقہ بگوش ہو۔ جس طرح میں نے عبدالرزاق کے فرزندوں کو خزانہ الٰہی اور گنج نامتناہی سپرد کیا ہے اسی طرح انہیں اور ان کی اولاد کے سپرد کیا ہے بشرطیکہ وہ قناعت اختیار کریں اس وقت ہم ان کے اسبابِ معاش کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا، جو ہمارے فرزندوں کا دوست ہے وہ ہمارا دوست ہے اور جو ہمارے فرزندوں کا دشمن ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور جو ہمارا دشمن ہے وہ جملہ خاندانِ چشت اور دودمانِ اہل بہشت کا دشمن ہوگا۔ ابیات:

دوستدارِ خاندانِ اولیاست
دوستدارِ اولیاے مصطفیٰ ست

ترجمہ: جو شخص خاندانِ اولیا کا دوست ہے وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کا دوست ہے۔

دوستدارِ اولیا و انبیا
دوستدارِ حضرتِ عالی خداست

ترجمہ: جو شخص انبیا اور اولیا کا دوست ہے وہ درحقیقت حضرت خدائے بزرگ کا دوست ہے۔

ور معاذ اللہ بود برعکس کار
کاروبارش عکس راہے از ہداست

ترجمہ: اور اگر اللہ کی پناہ کسی کا معاملہ اس کے برعکس ہے تو اس کاروبار راہِ ہدایت کے خلاف ہے۔

زینہار اے دوستاں ازراہِ عکس
خوار گردد در جہاں ایزد گواست

ترجمہ: اے دوستو! ہرگز مخالف راستہ اختیار نہ کرو، خدا گواہ ہے کہ جو مخالف راہ پر جاتا ہے وہ خوار ہوتا ہے۔

من بہر حالے بفرزندانِ خویش
ناظرم درہر مکاں بے کم و کاست

ترجمہ: میں بے شک وشبہ ہر حال میں اور مقام میں اپنی اولاد کا ناظر ہوں۔

ہرکہ زینسانم نداند درجہاں
ظلمتے مردود و راہِ بے ضیاست

ترجمہ: جو شخص مجھے اس طرح یقین نہیں کرتا وہ دنیا میں مردود تاریکی اور اندھیرے راستے میں ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوالمکارم کو طلب کیا اور جامۂ تبرک عطا کیا، فرمایا یہ ہمارے ہمرنگ ہیں۔ ان سے ہرگز ہرگز سرکشی نہ کریں اور اس گروہ سے اعتقاد اور اخلاص رکھیں۔ پھر شیخ شمس الدین اودھی کو لائے۔ آپ نے انہیں تبرک عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ ہم سے جدا نہیں ہیں۔ ہرگز فقرا کے دل ہاتھ سے نہ جانے دیں، نیز فرمایا کہ ''اشرف شمس'' اور ''شمس اشرف'' ایک ہی ہیں۔ اس کے بعد شیخ معروف الدیموئی کو لایا گیا۔ انہیں تبرک عطا کرکے فرمایا تم (بھی) ہمارے ہم رنگ ہو۔ ''اشرف معروف'' اور معروف اشرف'' ایک ہیں۔

ان مذکورہ اکابر کے مثل جو بزرگ تھے ان کی بھی تبرک اور خوشنودی سے دل داری کی اور بلند آواز سے فرمایا:

''اے بھائیو! معتقد مریدو اور موجود لوگو! خوب آ گاہ ہو جاؤ کہ اشرف جہاں گیر کو خود سے دور اور غایب خیال

نہ کریں کہ حق تعالیٰ نے اپنے لطف سے مجھ کو اپنے جوارِ اقدس میں جگہ عطا فرمائی ہے، شرفِ وصولی سے مشرف فرمایا ہے۔ اپنے بے حد ونہایت لطف وعنایت سے ''محبوب'' فرمایا ہے، اور کہا ہے کہ اس کی اولاد، اس کے معتقد اور مریدوں کے موافق دوستوں کو بخش دیں گے اور جو ان کا مخالف ہوگا اسے دوزخ کے سب سے نیچے کے حصے میں دھکیل دیں گے۔''

جب آپ یہ تمام عنایات، اصحاب، مریدوں اور فرزندوں کے حق میں ارزانی فرما چکے تو حضرت نور العین کو ظہر کی نماز کی امامت کے لیے آگے کیا اور خود نے اور تمام موجود لوگوں نے اُن کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ جب نماز پوری ہو چکی تو پہلے خود آپ نے ان کی تواضع کی پھر تمام اصحاب نے ترتیب سے اپنے سر جھکائے۔ اس کے بعد آپ مردانہ وار (سجادے) پر تشریف فرما ہوے اور قوالوں کو حکم دیا کہ سماع آغاز کریں اور وہی شعر پڑھیں جسے شیخ سعدی شیرازی نے ڈھالا ہے، بیت:

گر بدست تو آمدہ اجلم
قد رضینا بما جرگی القلم

ترجمہ: اے محبوب! اگر میری موت تیرے ہاتھ سے ہونی ہے تو جو کچھ لکھ دیا گیا ہے ہم اس پر راضی ہیں۔

(قوالوں نے) یہ شعر بھی پڑھے، مثنوی:

خوب ترزیں دگر نباشد کار
یار خنداں رود بجانب یار

ترجمہ: اس سے زیادہ بہتر کوئی کامیابی نہیں کہ دوست دوست کی جانب مسکراتے ہوے جائے۔

سیر بیند جمالِ جاناں را
جاں سپارد نگار خنداں را

ترجمہ: خوب جی بھر کر محبوب کے جمال کو دیکھے (پھر) اپنی جان مسکرانے والے محبوب کے حوالے کردے۔

تنگ در بر نگار برگیرد
تا قیامت بخواب درگیرد

ترجمہ: محبوب عاشق کو اپنے پہلو میں جکڑ لے اور عاشق قیامت تک اسی حال میں سوتا رہے۔

قوال یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور آپ بھی ان کی موافقت کر رہے تھے۔ ایسا عالم تھا کہ در و دیوار پر وجد طاری تھا اور گلزار کے بلبل وقمری خروش میں تھے۔ قطعہ:

ز آوازِ شیریں بجوش آمدند
چو بلبل بہ گلشن خروش آمدند

ترجمہ: وہ شیریں آواز سن کر جوش میں آئے۔ بلبل کی مانند باغ میں مصروفِ فغاں ہوئے۔

بدست آمدہ جامِ ذوقِ وصال
بدم درکشیدہ شد از وجد و حال

ترجمہ: ذوق وصال کا جام ہاتھ میں آ گیا، سانس کھینچ لیا وجد و حال طاری ہوگیا۔

خر امید سوے حریم نگار
سپردہ رواں جانِ شیریں بیار

ترجمہ: محبوب کی خلوت گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور جانِ شیریں کو محبوب کے سپرد کر دیا۔

تمام شد

خاتمہ کتاب[1]

اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ نشانی رحمت، سرمایہ برکت، پاکیزہ کتاب اور تصنیف لاجواب جس کا نام ''لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی'' ہے اور جو حضرت سراپا عظمت، امام السالکین، برہان العاشقین، قطب ربانی، محبوب یزدانی، غوث الانام، محی الاسلام، تارکِ سلطنت، حامی ملت، مقتدائے اولیائے کثیر حضرت امیر کبیر سلطان سید اشرف جہاں گیر سمنانی السامانی، النوربخشی النوری، چشتی نظامی کے ملفوظات ہیں اور جنہیں حضرت مولانا نظام الدین غریب یمنی نے، جو حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت بابرکت میں تیس سال تک سفر و حضر میں رہے اور فیض حاصل کیا، تالیف کیا ہے۔ اب فخر خاندان اشرفیہ، رونقِ دودمانِ شریفہ، محسود اربابِ حسد، محمود اوصاف بے عدد، خیر خواہ برادرانِ خاندانی اولاد حضرت محبوب سبحانی، حاجی الحرمین حضرت سید شاہ محمد اشرف حسین خلیفہ و جانشین حضرت سید شاہ نیاز اشرف اشرفی قدس سرہ اور سالک طریق متین

[1] خاتمہ کتاب میں متعدد قطعاتِ تاریخ نقل کیے گئے ہیں، مترجم نے ان اشعار اور قطعات کا ترجمہ دو وجوہ سے نہیں کیا ہے ایک تو یہ کہ قطعات تاریخ کے ترجمے کی روایت مترجم کے علم میں نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ترجمے میں ایک حرف کے تغیر سے تاریخ تبدیل ہوجاتی ہے اس لیے احتیاط کا تقاضا ہے کہ قطعات تاریخ جوں کے توں رکھے جائیں۔ جو اس فن کا ذوق رکھتے ہیں وہ خود مادۂ تاریخ کی ترکیب اور حسن سے لطف اندوز ہوں گے۔

حضرت حاجی سید محمد علی حسین سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ حضرت قدوۃ الکبراؒ سید اشرف جہاں گیر قدس سرہ مقام درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد نیز صاحبزدگان حضرت حاجی سید سعادت علی اشرفی السمنانی کی کوششوں اور مطبع مولوی سید نصرت علی خان صاحب مالک نصرت المطابع دہلی کے کارکنوں کے اہتمام سے ۱۲۹۵ھ میں تالیف مذکورہ کا حصہ اوّل اور حصہ دوم جناب فخامت مآب، مخلوق باخلاق پسندیدہ، موصوف باوصاف حمیدہ کی انتہائی کوشش وسعی سے طبع ہوا اور اولیا اللہ کے کلمات اور اہل خانقاہ کے حالات سے شوق رکھنے والوں کو پسند آیا۔

قطعہ تاریخ از بلبل بوستانِ سخنوری یادگارِ انوری وظہوری حضرت سید شاہ حمایت اشرف اشرفی مدظلہ العالی

لطائف اشرفی مطبوعہ گردید
کنوں اسرارِ عرفاں گشت توضیح
حمایت سالِ اوبر لوحِ محفوظ
لطائف اشرفی دیدم بہ تصحیح

ایضاً

لطائف اشرفی گردید مطبوع
کز و مکشوف شد اسرار ملفوظ
چو شد مجموعہ اوراق تصحیح
ہمہ بینندگان گشتند محظوظ
حمایت سال طبعِ او عطارد
رقم کردہ بزیرِ لوحِ محفوظ

قطعہ تاریخ از زبان فیض ترجمان حاجی الحرمین الشریفین حضرت سید محمد علی حسین سجادہ نشین اشرف السمنانی سرکار کلاں آستانہ درگاہ کچھونچہ شریف

چو شد مطبوع ایں گنجینہ اسرار ربانی
بجہد اشرفیِ خادمِ محبوبِ یزدانی
نمود فکر تاریخش زمن ہاتف چنیں گفتہ
بخواں تاریخ طبع او کہ ملفوظُ لسِمنانی

قطعہ تاریخ از فصیح بیاں، شاعر زباں داں حضرت مولانا شاہ سید حسن سجادہ نشین سرکار خورد مقام آستانہ درگاہ کچھونچہ شریف ضلع فیض آباد۔

لله الحمد طبع شدہ بتمام
آں کہ ملفوظِ شاہِ سمنانست
ہم بجہدِ کمال وسعیِ بلیغ
آں کہ اولادِ شاہ جیلانست
شاہ اشرف حسین عالی قدر
ہم علی حسین ذیشانست
کردہ سجادہ حسن قایم
رونق افزائے نام پیرانست
چوں شدم سر بجیب باصد فکر
بہرِ تاریخ آں کہ پنہانست
از سر وجدا ایں حسین بگفت
اصفیائے بیانے قرآنست

تاریخ وصال حضرت سید اشرف جہاں گیرؒ

چو رفت از جہاں آں شہنشاہِ دیں
پے وصلِ ربّ جہاں آفریں
بزرگے چہ تاریخ گفت اشرفی
شمارید از اشرف المومنین

قطعہ مادۂ تاریخ دیگر جو حضرت مولانا شاہ سید حسین اشرف سجادہ سرکار خورد نے اپنی زبان معجز بیان سے فرمایا یہ ہے۔

ذا جہاں گیر سیّدِ اشرف
ھو لما مضٰی الی مولاہ
فاذن للحسین تاریخہ
قالت الحور نوّر مثواہ

....

بحمد اللہ ''لطائف اشرفی'' ج ۲ کے لطائف ۲۱ تا ۶۰ پر نظر ثانی آج ۲۰۰۱-۱۰-۲ بمطابق ۱۴ رجب ۱۴۲۲ھ مکمل ہوئی۔ احقر العباد ناصر الدین صدیقی قادری عفی عنہ۔